وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے

(النساء: ۱۷۴)

انوارِ تبیان القرآن

تلخیص تفسیر تبیان القرآن مع ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

ملخص و مرتب

مولانا محمد عبد اللہ نورانی

استاذ التفسیر و نائب مفتی جامعہ علیمیہ اسلامیہ کراچی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

پروف ریڈنگ: حافظ محمد اکرم ساجد ۔۔۔ الطبع الاول: ذوالحج ۱۴۳۱ھ / نومبر ۲۰۱۰ء

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب احسان اور شکر ہے اور اس کے رسول ﷺ کی عنایت ہے کہ اس نے مجھے قرآن مجید کا ترجمہ لکھنے کی سعادت عطا کی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی بھی نعمت عطا کی۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ کو میں اس ترجمہ اور تفسیر سے فارغ ہو گیا' میری خواہش تھی کہ میرا یہ ترجمہ ایک جلد میں آ جائے اور اس کے حاشیہ پر ''تفسیر تبیان القرآن'' کا خلاصہ چھپ جائے۔ میرا ارادہ یہ کام خود کرنے کا تھا' لیکن سید محسن اعجاز زید حبہ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ کوئی اور تخلیقی کام کریں اور یہ کام اپنے کسی قابل شاگرد سے کرالیں۔ میں اس موضوع پر سوچ و بچار کرتا رہا اور میری نگاہِ انتخاب میرے ایک ذہین' محنتی اور باصلاحیت شاگرد مولانا حافظ محمد عبداللہ نورانی زید حبہ وعلمہ پر پڑی' میں نے یہ کام ان کے سپرد کر دیا (تاہم میں ان کا مسودہ پڑھ کر ان کی رہنمائی کرتا رہا) اور خود صحیح بخاری کی شرح بہ نام ''نعمۃ الباری'' لکھنے میں مشغول ہو گیا جس کی تا حال پانچ مجلدات لکھی جا چکی ہیں اور تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا حافظ محمد عبداللہ نورانی نے ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم نعیمیہ میں ''دورہ حدیث'' پڑھا' راقم الحروف سے انہوں نے صحیح البخاری پڑھی' مفتی پاکستان مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ العالی سے انہوں نے صحیح مسلم پڑھی' اور جمیل العلماء علامہ جمیل احمد نعیمی سے دیگر کتب صحاح وسنن پڑھیں۔

ابتدائی تعلیم سے لے کر موقوف علیہ تک کی تمام کتب انہوں نے ''جامعہ انوار القرآن'' میں پڑھیں' وہاں ان کے نمایاں اساتذہ میں مفتی محمد حسن حقانی قدس سرہ' علامہ غلام جیلانی اشرفی' مولانا رضوان احمد نقشبندی وغیرہم تھے۔ مولانا حافظ عبداللہ نورانی بہت جید عالم ہیں۔ تبیان القرآن کا خلاصہ لکھنے سے پہلے انہوں نے کئی کتب سپرد قلم کی ہیں۔ ان میں ''اتباع سیرت کی ترغیب'' اور علامہ شاہ احمد نورانی قدس سرہ کی شخصیت پر ''پیکر استقامت'' لکھی' ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتب ورسائل تصنیف کیے۔ موصوف کو علامہ شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

مولانا اپنی علمی صلاحیتوں کے علاوہ بہت پاکیزہ سیرت کے حامل ہیں اور اپنے اساتذہ کا بے حد ادب واحترام کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی علمی صلاحیتوں میں مزید قابل قدر اضافہ فرمائے۔ جب مولانا ''تبیان القرآن'' کا خلاصہ لکھنے سے فارغ ہو گئے تو میں نے سید محسن اعجاز صاحب سے مشورہ کر کے ان سے کہا کہ وہ سنن ترمذی کی ایک مفصل اور تحقیقی شرح لکھیں۔ مولانا نے جامع ترمذی کی شرح کے ابتدائی صفحات مجھے دکھائے تھے' جن کو میں نے پسند کیا اور ان سے کہا کہ وہ اسی نہج پر کام کو جاری رکھیں۔ مولانا عرصہ سات سال سے جامعہ علیمیہ کراچی میں مدرس ہیں (اور اب گزشتہ تین سال سے) مفتی اور استاد التفسیر کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

میں نے قرآن مجید کے اپنے ترجمہ کا نام ''نور القرآن'' رکھا' اور تبیان القرآن کے خلاصہ کا نام ''انوار تبیان القرآن'' رکھا۔ مولانا نے بہت خوش اسلوبی کے ساتھ یہ کام انجام تک پہنچایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وفضل میں مزید ترقی فرمائے اور محترم حافظ محمد اکرم ساجد نے بہت عرق ریزی سے پروف ریڈنگ کی ہے اور برادرم سید محسن اعجاز نے نہایت حسن وخوبی اور جانفشانی کے ساتھ اس کی طباعت کرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان تمام حضرات کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھے اور دنیا اور آخرت کی صعوبتوں اور مشکلات سے محفوظ و مامون رکھے اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہرہ مند فرمائے۔

طالب دعا:
غلام رسول سعیدی غفرلہ
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی
۳۰ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/ بمطابق ۲۴ جون ۲۰۰۹ء

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

قرآن کریم اللہ عزوجل کا آخری پیغامِ حیات ہے جو مردہ قلوب واذعان کے لیے حیاتِ ابدی کا منبع وسرچشمہ ہے' قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے فوزِ مبین اور سعادتِ دارین کا ضامن ہے' ایک ایسا مکمل دستورِ زندگی اور ضابطہ حیات ہے جس کے بغیر نسل انسانی کی اصلاح کی توقع اور امید رکھنا عبث وفضول ہے' یہ ہر قوم وملت اور ہر ملک ووطن کے باشندوں کے لیے چراغِ ہدایت ہے' اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر اپنی حجت پوری کر دی ہے' اسی بناء پر اس کا سمجھنا ضروری قرار پایا' اور اس کا جاننا اور سیکھنا لازم وواجب ٹھہرا' اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے' ان اکابر ملت اور اعاظم امت کو جو قرونِ مشہود بالخیر سے اب تک ہر قرن' ہر عہد اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت واحتیاج اس کی تفہیم وتعلیم کے اسباب وسامان مہیا کرتے رہے اور ضخیم سے ضخیم تر' اور مفصل سے مفصل تر تفاسیر کا ذخیرہ جمع ہو کر قرآنی عظمت ورفعت' حقانیت وصداقت' افادیت ونفع بخشی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی احتیاج ظاہر وآشکارا کرتا رہا' برصغیر پاک وہند کے جید علماء نے بھی اپنے اپنے عہد وزمانہ میں اس دور کی مروّجہ زبان کے مطابق قرآن مجید کے معانی اور مفاہیم کو اُردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے' ان کی یہ کوششیں اور کاوشیں نہ صرف قابل قدر ہیں بلکہ لائق رشک وافتخار بھی ہیں' لیکن زبان کا اسلوب اور مزاجِ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے' بعض الفاظ وکلمات قلیل الاستعمال یا متروک ہو جاتے ہیں' اس لیے اس دور کے اُردو پڑھنے والوں کے مزاج اور اسلوب کے مطابق ایک ایسے ترجمہ اور تفسیر کی ضرورت وحاجت تھی جو موجودہ دور کے اُردو پڑھنے والوں کے لیے اجنبی اور نامانوس نہ ہو' اس حاجت وضرورت کو عہدِ حاضر کی ایک ایسی عبقری شخصیت نے پورا کیا ہے' جس کی نگارشاتِ قلم میں دقتِ رازی کی جھلک ہے تو علمی موشگافیوں میں بیضاوی وابوالحیان کی مہک ہے' تصنیف وتالیف میں ذہبی وسیوطی کی سی سرعت ہے تو استنباط واستدلال میں سرخسی وشامی جیسی گرفت ہے' ادبیت وزبان دانی' قرطبی وآلوسی سے ہم آہنگ ہے تو تصوف ومعرفت میں ابن عربی وقشیری کا سا رنگ ہے' ہاں! وہی ہستی جس کے علوم ومعارف کے فیضان وبرکات کے اہل مشرق ومغرب خوشہ چیں نظر آتے ہیں' جس کے فضل وکمال کے سامنے موافق ومخالف سب سرنگوں ہیں' میری مراد ہے نابغۂ عصر' مجتہدِ زماں' فقیہ امت' سرمایۂ ملت' محدثِ کبیر' مفسرِ شہیر' محقق بے نظیر' مصنف خطیر وحصیر' شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ۔ آپ کے ترجمہ اور تفسیر کے محاسن اور خوبیاں بے شمار ہیں' جن کے لیے ایک مکمل کتاب کی ضرورت ہے' ذیل میں صرف آپ کے ترجمہ قرآن مسمّٰی بہ ''نور القرآن'' کے چند محاسن اور خوبیاں ضبطِ تحریر میں لائی جاتی ہیں:

(۱) اس ترجمہ میں مستند کتب احادیث اور قدیم معتبر ومعتمد تفاسیر مثلاً تفسیر طبری' تفسیر امام ابن ابی حاتم' تفسیر مجاہد' تفسیر مقاتل بن سلیمان' تاویلات اہل السنہ لماتریدی' تفسیر بغوی' قرطبی' کشاف' احکام القرآن اور بالخصوص تفسیر کبیر سے براہِ راست اور بلا واسطہ استفادہ کیا گیا ہے۔

(۲) یہ ترجمہ سہل' سلیس' مطلب خیز اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کی مروّجہ اُردو زبان کے مطابق وموافق ہے۔

(۳) یہ ترجمہ عقائد وافکار کے حوالہ سے اساطین اہل سنت وجماعت اور سلف صالحین کے نظریات کے عین مطابق ہے۔

(۴) اس ترجمہ میں تقدیس الوہیت' احترام واکرام انبیاء ورسل اور توقیر وتعظیم صحابہ اور اہل بیت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے' اور فرق مراتب ودرجات کو بھی ملحوظ وپیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۵) قرآن کریم کی جن آیات ومقامات پر حذف وایجاز' اختصار واقتصار ہے' وہاں قوسین (بریکٹس) کی مدد سے جامع الفاظ میں توضیح وتشریح کی گئی ہے تاکہ ترجمہ پڑھنے والا ربط وتسلسل اور کیف وسرور سے لطف اندوز ہو سکے۔

(۶) یہ ترجمہ کامل تفحص' غور وخوض' تحقیق وتدقیق اور انتہائی گہرائی وگیرائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۷) یہ ترجمہ اس قدر جامع ہے کہ آیاتِ قرآنیہ پر وارد ہونے والے اعتراضات واشکالات محض ترجمہ ہی سے رفع ہو جاتے ہیں۔

اب ''نور القرآن'' کا چند تراجم کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے' تاکہ قارئین پر اس تحقیقی ترجمہ کی اہمیت' افادیت اور جامعیت عیاں ہو جائے'' فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ'' (الانبیاء: ۸۷) کے چند تراجم یہ ہیں:

پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔ (شاہ رفیع الدین دہلوی) پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔ (شیخ محمود الحسن دیوبندی' شیخ عبد القہار سلفی' اہل حدیث) اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ (شیخ محمد جونا گڑھی' اہل حدیث)

ان مترجمین نے اس آیت میں ''نقدر'' کو قدرت کے معنی میں لیا ہے' اور علماء نے ''نقدر'' کو قدرت کے معنی میں لینا کفر قرار دیا ہے' اور ''نور القرآن'' میں ''نقدر'' کو تقدیر سے ماخوذ مانا گیا ہے اور اس کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے: تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ (نور القرآن) علامہ ابن منظور اور علامہ زبیدی لکھتے ہیں: زجاج نے کہا: (اس کا معنی ہے:) ہم ان کے لیے مچھلی کے پیٹ میں رہنا مقدر نہیں کریں گے' اور ''نقدر'' تقدیر سے ماخوذ ہے' ازہری نے کہا: یہ معنی صحیح ہے اور یہ اطلاقات ازروئے لغت کے جائز ہیں اور جس نے ''نقدر'' کو قدرت سے ماخوذ مانا' سو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کو اس پر قدرت نہیں ہوگی اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن اور شک کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو کفر سے معصوم رکھا ہے اور اس معنی کی یہ تاویل وہی کرے گا جو کلامِ عرب اور اس کی لغات سے جاہل ہوگا۔ (لسان العرب ج ۵ ص ۷۷ ملخصاً' تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ عاجز ہے' وہ کافر ہے' کسی مؤمن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے تو انبیاء علیہم السلام کی طرف

اس کی نسبت کرنا کس طرح جائز ہوگا۔اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے'اور اب'' نقدر '' کا معنی تنگی کرنا ہو گا (یہی معنی حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے اختیار کیے ہیں)۔(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۰)

'' اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ○'' (الاحزاب: ۷۲) کے چند تراجم: تحقیق روبرو کیا تھا ہم نے امانت کو اوپر آسمانوں کے اور زمینوں کے اور پہاڑوں کے' پس انکار کیا سب نے یہ کہ اٹھاویں گے اوس کو اور ڈرے اوس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے' تحقیق وہ تھا بے باک نادان ○ (شاہ رفیع الدین) ہم نے دکھائی امانت آسمانوں کو اور زمینوں کو اور پہاڑوں کو' پھر سب نے قبول نہ کیا اوس کو کہ اٹھاویں' اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اوس کو انسان نے' یہ ہے بڑا بے ترس نادان ○ (شاہ عبد القادر) ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمینوں کو اور پہاڑوں کو' پھر کسی نے قبول نہ کیا اس کو کہ اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھالیا اس کو انسان نے' یہ ہے بڑا بے ترس نادان ○ (شیخ محمود حسن دیوبندی) ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بہ منزلہ امانت کے ہیں) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیش کی تھی' سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لیا' وہ ظالم ہے جاہل ہے ○ (اشرف علی تھانوی) ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے' مگر انسان نے اسے اٹھالیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے ○ (سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

ان تمام مترجمین نے '' فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا '' کا ترجمہ کیا ہے: آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا' اور '' حمل '' کا معنی اٹھانا کیا ہے' ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں' بااختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے' اس لیے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے' کیونکہ قرآن وسنت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمادات بہ ظاہر بے عقل اور بے شعور ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھی حیات اور عقل وشعور کو رکھا ہے' اور وہ اضطراری طور پر اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔قرآن مجید میں ہے: '' اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ '' (الحج: ۱۸) کیا آپ نہیں دیکھتے تمام آسمانوں والے اور تمام زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان' سب اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔'' تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ '' (بنی اسرائیل: ۴۴) سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں' سب اس کی تسبیح کر رہے ہیں' اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔اور حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا' اب اس آیت پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ بااختیار نہیں ہیں۔دوسرا فرق یہ ہے کہ ان مترجمین نے '' وحملها الانسان '' کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بے شک وہ بڑا ظالم و جاہل ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو (بقول مترجمین) اٹھانے سے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا تھا تو انسان کو باعث تحسین و آفرین ہونا چاہیے تھا' اس کو اللہ نے بڑا ظالم اور بہت جاہل کیوں فرمایا؟ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے' کیونکہ '' حمل '' کا معنی جس طرح اٹھانا ہے' اسی طرح '' حمل '' کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: الزجاج نے کہا: '' يحملنها '' کا معنی ہے: '' يخنها '' یعنی آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور جو شخص کسی کی امانت میں خیانت کرے' وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے' اسی طرح ہر وہ شخص جو کوئی گناہ کرتا ہے' وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے۔حسن نے کہا: یہی معنی صحیح ہے۔(لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۷۵) علامہ مجد الدین فیروز آبادی' علامہ طاہر پٹنی' علامہ زبیدی وغیرہم نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔(القاموس المحیط ج ۳ ص ۵۲۹' مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۵۶۵' تاج العروس ج ۷ ص ۳۸۸)

ترجمہ '' نور القرآن '' کا دیگر تراجم کے ساتھ مزید تقابلی جائزہ مندرجہ ذیل مقامات پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

(۱) البقرہ: ۱۴۳' تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۰۳ (۲) آل عمران: ۱۷۹' تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۸۰ (۳) یونس: ۱۴' تبیان القرآن ج ۵ ص ۳۳۸

(۴) یونس: ۱۰۸' تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۸۵ (۵) ھود: ۷۲' تبیان القرآن ج ۵ ص ۵۹۶ (۶) یوسف: ۷۶' تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۳۲

(۷) الرعد: ۳۱' تبیان القرآن ج ۶ ص ۹۹ (۸) الکہف: ۱۲' تبیان القرآن ج ۷ ص ۵۹ (۹) الانبیاء: ۴۳' تبیان القرآن ج ۷ ص ۵۸۹

اختصار کے پیش نظر صرف انہی اقتباسات پر اکتفاء کیا جاتا ہے ورنہ اس طرح کی کئی ایک آیات ہیں جن میں حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ کا ترجمہ جملہ تراجم سے منفرد' منشاء ایزدی کے زیادہ قریب اور روحِ قرآن کا مظہر اتم نظر آتا ہے' نیز یہ اقتباسات اس پر شاہد عادل ہیں کہ ترجمہ '' نور القرآن '' جملہ تراجم میں ممتاز' مفید اور سب پر فائق و برتر ہے۔میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اپنے بے پایاں فضل و احسان سے' ایسے بے مثال مایہ ناز ترجمہ قرآن پر حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ کی ہی شہرہ آفاق تفسیر تبیان القرآن کی تلخیص لکھنے کی سعادت بخشی' اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت اقدس کا سایا گرانمایا جملہ اہل اسلام پر تادیر قائم و دائم رکھے' اور میرے دیگر اساتذہ بالخصوص خطیب العصر علامہ مفتی محمد حسن حقانی مدظلہ العالی' فقیہ ملت پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب زید مجدہ' علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی' کو صحت و تندرستی عنایت فرمائے اور ان کی جملہ خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے' اور ہمارے محترم و مکرم جناب سیّد محسن اعجاز گیلانی صاحب زید لطفہ کو تبیان القرآن' نور القرآن' نور القرآن مع انوار تبیان القرآن' شرح صحیح مسلم' نعمۃ الباری' تفسیر خازن اور دیگر گراں قدر کتب کے لیے کی جانے والی مساعی پر جزائے خیر عطا فرمائے' اور ان جملہ کتب کو قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے۔آمین ثم آمین

محمد عبد اللہ نورانی القادری استاذ الافتاء والحدیث المرکز الاسلامی' بی بلاک' نارتھ ناظم آباد' کراچی ۷' اپریل ۲۰۰۷ء / ۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

اٰیَاتُھَا ۷ ۱ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ رُکُوْعُھَا ۱

اس میں سات آیتیں ہیں سورۂ فاتحہ مکی ہے اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ

تمام تعریفیں ۲ اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے ۳ ۴ نہایت رحم فرمانے والا

الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

بہت مہربان ہے ۵ روزِ جزاء کا مالک ہے ۶ (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں ۷

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں ۸ ہم کو سیدھے

الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝۶

راستہ پر چلا ۹ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ۱۰

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷ ع

نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا ۱۱

منزل ۱

سورۃ الفاتحۃ: ف۱ سورۃ الفاتحہ کے کئی نام ہیں جو اس کی فضیلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ "سورۃ الفاتحہ" ہے کہ ہر نیک چیز کا افتتاح اس سے ہونا چاہیے۔ یہ "سورۃ الام" ہے یعنی یہ ہر خیر و بھلائی کی اصل ہے۔ یہ "سورۃ الاساس" ہے گویا کہ یہ ہر اچھائی کا مبنیٰ ہے' یہ "سورۃ مثنیٰ" ہے' اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دو بار پڑھے بغیر یہ لائق شمار نہیں۔ یہ "سورۃ الکنز" ہے' اس حیثیت سے یہ ہر چیز کا خزانہ ہے۔ یہ "سورۃ الشفاء" ہے' اس اعتبار سے یہ ہر بیماری کا علاج ہے۔ یہ "سورۃ الوافیہ" ہے کہ اس سے تمام مقاصد پورے ہو جاتے ہیں۔ یہ "سورۃ الکافیہ" ہے کہ تمام مہمات میں کفایت کرتی ہے۔ یہ "سورۃ الواقیہ" ہے اور یہ اس کے برائی سے بچانے سے کنایہ ہے۔ یہ "سورۃ الرقیہ" ہے' اس سبب سے کہ یہ ہر آفت ناگہانی کو ٹال دیتی ہے۔ یہ "سورۃ الحمد" ہے جو رب کی صفاتِ کمال کو بیان کر رہی ہے۔ یہ "سورۃ الدعا" ہے جو مطلوب کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۰۔ ۱۹) اس سورت کو پڑھ کر مریض پر دم کرنا سنتِ صحابہ ہے' حدیث میں ہے کہ ایک صحابیٔ رسول اللہ ﷺ نے ایک قبیلے کے سردار کو یہ سورت پڑھ کر دم کیا' پھر اس نے تیس بکریاں دی تھیں جن میں آپ ﷺ نے اپنا حصہ بھی طلب فرمایا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۹) اس سے دم کرنے پر' قرآن مجید کو فروخت کرنے' اس کی کتابت کرنے اور کتبِ دینیہ پر اجرت لینے کا جواز بھی معلوم ہوا' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ استاذ کی تعلیم سے تلمیذ کو جو آمدنی ہو اس میں استاذ کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں توحید' نبوت' عبادت' وعدہ وعید' معاد و دعا وغیرہ کے مضامین ہیں اور قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتیں بھی انہی مضامین پر مشتمل ہیں' اس حوالے سے یہ سورت پورے قرآن مجید کا خلاصہ ہے ف۲ ہر نیک کام شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے' اس کے بے شمار فوائد ہیں' اس سے جہنم کے فرشتوں سے نجات ملتی ہے' طوفان سے امان حاصل ہوتی ہے' بیماری سے نجات اور دکھ و عذاب سے چھٹکارا ہوتا ہے ف۳ حمد کا معنی ہے: شکر' رضا' جزا اور حق ادا کرنا' تحمید کے معنی اللہ تعالیٰ کی بار بار حمد کرنا ہے اور محمد کے معنی جس کی بار بار حمد کی گئی ہو۔ (قاموس ج ۱ ص ۵۶۳۔ ۵۶۲) حمد نعمت اور غیر نعمت کو عام ہے اور یہ تین طرح کی ہوتی ہے "قولی' فعلی' عرفی"۔ (کتاب التعریفات ص ۴۲۔ ۴۱) خلاصہ یہ ہے کہ کسی خوبی کی بہ طور تعظیم ثناء کرنا خواہ کسی نعمت کی وجہ سے ہو یا بغیر نعمت کے یہ حمد ہوتی ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۵۶۲) حدیث میں ہے کہ الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸) ف۴ رب کا اطلاق مالک' سید' مدبر اور مہتمم پر ہوتا ہے۔ العالمین عالم کی جمع ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود عالم ہے' اس کی دلیل "رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا" (الدخان: ۷) ہے' یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے' اس کا رب ہے ف۵ جب رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کا معنی صرف احسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمان ہے' کیونکہ دنیا میں اس کا احسان مؤمنوں اور کافروں دونوں پر ہے اور آخرت میں رحیم ہے کیونکہ آخرت میں اس کا احسان صرف مؤمنوں پر ہوگا' کافروں پر نہیں ہوگا۔ (المفردات ص ۱۹۲) ف۶ دین کا معنی ہے: جزا اور مکافات۔ اس دن اللہ تعالیٰ کا مالک ہونا سب پر عیاں ہوگا' کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہوگی ف۷ لغت میں عبادت کا معنی ہے: خضوع (تواضع اور عاجزی) کے ساتھ اطاعت کرنا۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۷۳) اصطلاح میں نفس کی خواہش کے خلاف اپنے رب (یعنی جس سے الوہیت کا اعتقاد ہو) کی تعظیم کے لیے مکلف کا کوئی کام کرنا عبادت ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۹۳) ف۸ شریعت مطہرہ میں اصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت کی جائے اور اُسی کے آگے دستِ سوال دراز کیا جائے تاہم انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت' وجاہت حاصل ہے' قبولیتِ دعا کے لیے اس کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا زندگی میں اور بعد وفات بھی جائز ہے اور اس قدر احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں' تاہم افضل و اعلیٰ اور احسن یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کیا جائے ف۹ سیدھے راستے سے مراد ہے: تمام اخلاق' اعمال اور امور میں افراط و تفریط کے درمیان متوسط طریقہ جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لایا جائے اور جس چیز سے اس نے باز رکھا اس سے رکا رہے ف۱۰ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں ف۱۱ غضب کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد

آیاتہا ۲۸۶ — ۲ سورۃ البقرۃ مدنیۃ ۸۷ — رکوعاتہا ۴۰

اس میں دو سو چھیاسی آیتیں ہیں — سورۃ البقرہ مدنی ہے — چالیس رکوع ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ① ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدًی

الف لام میم ○ ۱ (یہ) وہ عظیم الشان کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کسی شک کی

للمتقین ② الذین یؤمنون بالغیب و

گنجائش نہیں ہے ۲ یہ ان متقین کے لیے ہدایت ہے ○ ۳ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ۴ اور نماز کو

یقیمون الصلٰوۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ③

قائم رکھتے ہیں ۵ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ○ ۶

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما

اور یہ لوگ اس (کلام) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو

انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون ④

آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اور یہی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ ۸

مطلق انتقام لینا ہوتا ہے' یہاں مغضوب سے مراد یہود ہیں۔ (المفردات ص ۳۶۱) اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (المفردات ص ۲۹۸) مغضوب کا معنی یہاں معتوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ البقرۃ: ف۱ یہ حروف مقطعات میں سے ہے' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان اسرار و رموز ہیں۔ (انوار التنزیل مع الخفاجی ج ۱ ص ۱۷۸) ف۲ لغت میں کتاب کے معنی چمڑے کے دو ٹکڑوں کو سی کر آپس میں ملانا ہے۔ (المفردات ص ۴۲۳) اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: وہ صحیفہ جو ایسے متعدد مسائل کا جامع ہو جو جنساً متحد ہوں اور نوعاً اور صنفاً مختلف ہوں اور وہ صحیفہ ابواب و فصول پر منقسم ہو اور کتاب اللہ (قرآن مجید) اپنے روشن اور واضح دلائل کی وجہ سے شک کا محل نہیں۔ اس کے باوجود اگر کفار و مشرکین اس میں شک کرتے ہیں تو اس کی وجہ ان کی بصیرت سے محرومی ہے' خواہشِ نفس کی اتباع' تکبر و ہٹ دھرمی ہے ف۳ تقویٰ کا معنی ہے: کسی ڈرانے والی چیز سے نفس کو بچانا اور اس کی حفاظت کرنا' شریعت میں گناہ کی آلودگی سے نفس کی حفاظت کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ تقویٰ کے کئی مراتب ہیں: (ا) نفس کی کفر و شرک سے حفاظت کرنا (ب) نفس کی گناہ کبیرہ سے حفاظت کرنا (ج) نفس کی گناہ صغیرہ سے حفاظت کرنا (د) نفس کی خلاف سنت سے حفاظت کرنا (ھ) نفس کی خلاف اولیٰ سے حفاظت کرنا (و) نفس کی ماسوی اللہ سے حفاظت کرنا' جو شخص تقویٰ کے کسی ایک مرتبہ پر فائز ہو' یہ کتاب اس کے لیے تقویٰ کے اگلے مرتبہ کے لیے ہدایت ہے ف۴ ایمان امن سے ماخوذ ہے جس کے معنی نفس کے مطمئن ہونے اور خوف کے زائل ہونے کے ہیں۔ (المفردات ص ۶۵) جمہور متکلمین کے نزدیک تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے' اور غیب وہ ہے جس کا حواس (خمسہ) سے ادراک نہ کیا جا سکے اور نہ ہی اس کو ابتداءً عقل سے معلوم کیا جا سکتا ہو۔ اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے ف۵ صلوٰۃ عبادتِ مخصوصہ (نماز) کا نام ہے اور نماز قائم کرنے کا معنی ہے: نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھنا اور اس میں پابندی اور ذوق و شوق میں کمی نہ ہونے دینا اور نہ اس کو ترک کرنا کہ یہ مشرکوں کا کام ہے' حدیث میں ہے کہ کسی شخص اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱) ف۶ رزق کا معنی ہے: عطا' خواہ دنیوی عطا ہو یا اخروی اور اس کے معنی: نصیب' علم دینے اور غذا کے پیٹ میں جانے کے بھی ہیں۔ (المفردات ص ۱۹۴) اس آیت میں رزق سے مراد رزق حلال ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی ہے اور مدح اسی وقت ہوگی جب وہ رزق حلال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے ف۷ "وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ" سے تورات' انجیل اور کتب سماویہ مراد ہیں' ان کتابوں پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے' بایں طور کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں اور جو کلام آپ پر نازل کیا گیا ہے' اس پر اجمالی ایمان لانا فرض عین ہے اور اس پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول مبعوث نہیں ہوگا' اگر آپ کے بعد بھی اس طرح ممکن ہوتا تو اس پر ایمان ضروری قرار دیا جاتا ف۸ آخرت سے مراد اعمال کا دار الجزاء ہے اور اس پر ایمان لانا ہی حساب' میزان' صراط' جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے۔ یقین اس پختہ تصدیق کو کہتے ہیں جو شک ڈالنے والے کے شک سے زائل نہ ہو' اس کی تین قسمیں ہیں: علم الیقین' عین الیقین' حق الیقین' ہمیں جو اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ اور آخرت پر یقین ہے وہ علم الیقین ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٥ إِنَّ الَّذِينَ

وہی (کامل متقی) اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں' اور وہی فلاح پانے والے ہیں O ف۹ بے شک جو لوگ

كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٦ خَتَمَ اللَّهُ

کفر میں راسخ ہو چکے ہیں' ف۱۰ ان کے حق میں برابر ہے' خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے O اللہ نے

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لیے بڑا (سخت)

عَظِيمٌ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا

عذاب ہے O ف۱۱ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لے آئے' حالانکہ وہ

هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝٨ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا

مؤمن نہیں ہیں O ف۱۲ وہ (بہ زعم خویش) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور (درحقیقت) وہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ

أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝٩ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ

دیتے ہیں ف۱۳ اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے O ف۱۴ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا ف۱۵

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝١٠ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا

اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے' کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے O ف۱۶ اور جب ان سے کہا گیا کہ زمین میں

فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝١١ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ

فساد نہ کرو تو انہوں نے کہا: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں O ف۱۷ سنو! بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں

وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝١٢ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا

لیکن ان کو شعور نہیں ہے O اور جب ان سے کہا گیا: اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں ف۱۸ تو انہوں نے کہا:

ع ۱ — وقف لازم

ف۹ فلاح کے معنی کسی چیز کو پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور جو شخص محنت اور جد و جہد کرنے کے بعد کسی مطلوب کو حاصل کر لیتا ہے اس کو بھی مفلح کہتے ہیں' تو گویا مذکورہ صفات کے حاملین بھی اپنے مطلوب کو حاصل کر کے مفلحین میں شامل ہو گئے ہیں ف۱۰ لغت میں کفر کا معنی ہے: کسی چیز کو چھپانا' رات کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو چھپاتی ہے' جو شخص نعمت کو چھپائے اور اس کا شکر ادا نہ کرے' اس کے فعل کو کفر کہتے ہیں اور سب سے بڑا کفر وحدانیت یا شریعت یا نبوت کا انکار کرنا ہے اور جب کافر کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ان تینوں کا یا ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے۔ (المفردات ص ۴۳۳) یہاں وہ کفار مراد ہیں جو بدر میں قتل کیے گئے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۸۴) ف۱۱ "انذار" کا معنی ہے: کسی خطرے سے خبردار کرنا۔ "ختم" کا معنی ہے: کسی چیز کو اس طرح چھپا دینا اور ڈھانپ دینا کہ اس میں دوسری چیز کسی طرف سے داخل نہ ہو سکے۔ "قلوب" سے مراد عقول ہیں یعنی ان کی عقول کو اس طرح ڈھانپ دیا کہ ان میں ایمان اور نور داخل نہیں ہو سکتا۔ "سمع" سے مراد کان ہیں اور "ابصار" کا معنی آنکھیں ہیں جن سے رنگ' شکل اور دیگر مبصرات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ "غشاوۃ" کا معنی پردہ ہے' مقصود یہ ہے کہ یہ کفار اللہ تعالیٰ کی آیات کو دیکھنے سے از خود دانستہ اندھے بن گئے ہیں۔ عذاب کا معنی عبرت ناک سزا ہے۔ عذاب' زائل کرنے کو بھی کہتے ہیں اور سزا آرام اور لذت کو زائل کرتی ہے اس لیے اس کو عذاب کہتے ہیں ف۱۲ اس آیت سے مسلسل تیرہ آیات منافقین کے بارے میں ہیں جو دل میں کفر رکھتے تھے اور بہ ظاہر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور جو شخص بھی ایسا ہو وہ منافق ہے۔ (شرح مقاصد ج ۵ ص ۲۲۷) مؤمن نہیں ہے' اگرچہ وہ ایمان کا دعویٰ دار ہو ف۱۳ "یخادعون" کا لفظ "خدع" سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: کسی شخص کے ساتھ کیے ہوئے مکر و فریب یا سازش کو مخفی رکھ کر اس سے خیر خواہی اور ہمدردی کا اظہار کرنا یعنی اس کو دھوکہ دینا۔ اس آیت میں یہ فرمایا کہ منافقین اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینا تو واضح ہے' اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا کس طرح صحیح ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور نہ وہ خود اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کا قصد کرتے تھے' اس کا جواب اور معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں' اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے' جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے ف۱۴ شعور اس ادراک کو کہا جاتا ہے جو حواس کے ذریعے سے ہو ف۱۵ انسان کے بدن کو ایسی چیزیں عارض ہوں جن سے اس کے مزاج اور اعتدال میں فرق واقع ہو اور اس کی کارکردگی متاثر ہو جائے اس کو مرض کہتے ہیں' یہ عوارض کبھی جسمانی ہوتے ہیں اور کبھی نفسانی' منافقین کا مرض نفسانی تھا کیونکہ جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے' مدینہ میں یہودیوں کی ریاست جاتی رہی تھی' اس غم میں ان کا دل جلتا رہتا تھا اور یہی جلنا اور حسد کرنا ان کا مرض تھا اور رسول اللہ ﷺ کا اقتدار دن بدن بڑھ رہا تھا' اس سے ان کا مرض بڑھ رہا تھا ف۱۶ منافقین کا جھوٹ یہ تھا کہ دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے' جھوٹ بولنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اس وقت تک بندے کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ جھوٹ کو نہ چھوڑ دے حتیٰ کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴) شریعت میں تین صورتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے: (۱) ایک شخص اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولے (۲) جنگ میں جھوٹ بولنا (۳) لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔ (جامع ترمذی ص ۲۸۷) ف۱۷ منافقین کا فساد یہ تھا کہ وہ کفار سے تعاون کر کے اور مسلمانوں کے راز ان پر ظاہر کر کے جنگ کی آگ بھڑکاتے تھے اور فتنوں کو جگاتے تھے کیونکہ جنگ کے نتیجے میں زمین پر لہلہاتے ہوئے کھیت اجڑ جاتے تھے' مال اور مویشی ہلاک ہو جاتے تھے اور انسانوں کا قتل ہوتا تھا یا ان کا فساد یہ تھا کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور شریعت کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور چونکہ ان کے دلوں میں بیماری تھی اس لیے وہ اپنے فساد کرنے کو اصلاح کا نام دیتے تھے ف۱۸ "امن الناس" سے مراد آپ ﷺ کے صحابہ

اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سنو! یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہے O ۱۹

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا

اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اور جب یہ اپنے شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں:

مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ

یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ۲۰ ہم تو ان کے ساتھ صرف مذاق کرتے ہیں O اللہ ان کو ان کے مذاق کی سزا دے رہا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا

یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹک رہے ہیں O ۲۱ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خرید ا' سو

رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ

سو ان کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی اور نہ یہ ہدایت یافتہ تھے O ۲۲ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ

نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ

روشن کی اور جب اس کا ماحول روشن ہو گیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کر لیا ۲۳ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا

لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۙ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ

کہ وہ نہیں دیکھتے O ۲۴ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں پس وہ (ہدایت کی طرف) رجوع نہیں کریں گے O ۲۵ یا ان کی مثال ان

السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْۤ

لوگوں کی طرح ہے جو آسمان سے برسنے والی بارش میں (گھرے ہوئے) ہوں' اس بارش میں تاریکیاں' کڑک اور چمک ہو' وہ کڑک

اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

(سن کر) جان کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں' اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے O

ہیں۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۹۹) اس سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام کا ایمان معیار ہے' نیز یہ کہ منافقین نے جو یہ کہا کہ جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں اس سے ان کی مراد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۹۹) اس آیت سے زندیق کی توبہ کے مقبول ہونے پر استدلال کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے نفاق کی خبر دی اور ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ظاہر اسلام کے قبول کرنے کا حکم دیا' زندیق وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرتا ہو' شعائر اسلام کا اظہار کرتا ہو اور اس کے دل میں کفریہ عقائد ہوں۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۲۲۷) ف۱۹ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت ناگوار ہے' منافقین نے ایک بار صحابہ کو جاہل کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کر دی' جب تک قرآن مجید پڑھا جاتا رہے گا یہ کہا جاتا رہے گا کہ منافق جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور دائمی جہل میں گرفتار ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا صحابہ پر سب و شتم کرنے والوں کا رد کرنا چاہیے اور صحابہ کا دفاع کرنا چاہیے' یہ سنتِ الٰہیہ ہے ف۲۰ بعض یہودی (منافق) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملتے تو کہتے: ہم تمہارے دین پر ہیں اور جب اپنے اصحاب سے تنہائی میں ملتے جو کافروں کے سردار تھے تو کہتے تھے: یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو صرف مذاق کرتے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۱۰۱) علامہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ شیاطین سے یہود کے پانچ قبائل مراد ہیں: کعب بن اشرف مدینہ میں' ابو بردہ اسلمی بنو اسلم میں' ابو السوداء شام میں' عبد الدار جہینہ میں سے اور عوف بن مالک بنو اسد سے ف۲۱ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ قصداً مذاق اُڑانے کو استہزاء کہتے ہیں اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی استہزاء کی سزا دینا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ایک مدت تک مہلت دیتا ہے' پھر اچانک ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے استہزاء کی جزا (سزا) کو استہزاء صورۃً فرمایا' حقیقت میں یہ استہزاء نہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے: ''وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا'' (الشوریٰ: ۴۰) اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے۔ حالانکہ برائی کا بدلہ حقیقت میں عدل و انصاف ہوتا ہے' برائی نہیں ہوتی لیکن کسی چیز کا بدلہ صورۃً اسی کی مثل ہوتا ہے اس لیے اس کو برائی فرمایا' اسی طرح منافقین کے استہزاء کا بدلہ حقیقۃً استہزاء نہیں صورۃً مماثل ہونے کی وجہ سے اس کو استہزاء فرمایا ف۲۲ اس جگہ خرید و فروخت کا حقیقی معنی مراد نہیں' بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کو اختیار کر لیا' ان کے سامنے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ ہدایت بھی تھی اور اس کے مقابلے میں نفاق کے عارضی منافع بھی تھے لیکن انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اختیار کر لیا' اس تجارت میں ان کا راس المال بھی ضائع ہو گیا کیونکہ ان کی فطرت میں ہدایت کو قبول کرنے کی جو استعداد اور صلاحیت تھی وہ بھی ضائع ہو گئی ف۲۳ قتادہ نے کہا کہ جب منافق ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہتا ہے تو اس کے لیے دنیا میں روشنی ہو جاتی ہے' وہ مسلمانوں سے اپنی جان و مال محفوظ کرتا ہے' زکوٰۃ' صدقات اور مالِ غنیمت کے فوائد حاصل کرتا ہے اور مسلمانوں میں نکاح کرتا ہے اور ان کا وارث ہوتا ہے اور جب اس کی موت آتی ہے تو اسلام کے تمام ثمرات اور فوائد ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان نہ تھا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۱۱۱-۱۱۰) ف۲۴ ظلمت اس چیز کو کہتے ہیں جو دیکھنے سے منع کرتی ہے' منافقوں کے لیے کئی ظلمات ہیں: ظلمتِ کفر' ظلمت نفاق اور ظلمت یوم قیامت' جس دن مؤمنوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب چمک رہا ہو گا اور منافقوں کے سامنے اندھیرا ہو گا یا اس سے مراد ہے: گمراہی کی ظلمت' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ظلمت اور دائمی عذاب کی ظلمت ف۲۵ جس نے کلمۂ حق نہیں بولا وہ خواہ زبان رکھتا ہو' وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گونگا ہے اور جس نے حق کو نہیں دیکھا وہ خواہ آنکھیں رکھتا ہو وہ اللہ کے نزدیک اندھا ہے اور جس نے حق کو نہیں سنا وہ خواہ کان رکھتا ہو' اللہ کے نزدیک بہرا ہے اور یہ لوگ اب اس گمراہی کو ترک نہیں کریں گے جس کو اختیار کر چکے ہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ

لگتا ہے کہ بجلی ان کی بصارت اچک لے گی' جب بھی ان کے لیے بجلی چمکتی ہے تو وہ اس میں چلنے لگتے ہیں

وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت

وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (٢٠) ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

اور بصارت کو سلب کر لیتا ف٢٦ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ف٢٧ اے لوگو!

اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

اپنے رب کی عبادت کرو' جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا' اس امید پر کہ تم متقی (پرہیز گار)

تَتَّقُوْنَ (٢١) لا الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ص

بن جاؤ ○ ف٢٨ جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج

اور آسمان سے پانی نازل کیا اور پانی سے تمہارے رزق کے لیے کچھ پھل پیدا کیے ف٢٩

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (٢٢) وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ

لہٰذا تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ جب کہ تم جانتے ہو ○ ف٣٠ اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام الٰہی ہونے) میں شک ہے

مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی اور سورت (بنا کر) لے آؤ ف٣١ اور اللہ کے سوا اپنے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (٢٣) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

مددگاروں ف٣٢ کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو ○ سو اگر تم نہ کر سکے اور تم ہرگز نہ کر سکو گے

ف٢٦ یہاں منافقین کے احوال کی دوسری مثال بیان کی گئی ہے۔ اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول میں آتا ہے کہ اہل مدینہ سے دو منافق رسول اللہ ﷺ کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے تو ان کو بارش نے آلیا' جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' اس میں شور' گرج اور کڑک تھی اور بجلی چمک رہی تھی اور جب بھی بجلی زور سے کڑکتی تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور جب بجلی چمکتی تو وہ اس کی روشنی میں چلتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو کھڑے رہ جاتے۔ وہ کہنے لگے: کاش! صبح ہو جائے تو ہم پھر (سیدنا حضرت) محمد (ﷺ) کے پاس چلے جائیں' پھر جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئے اور خلوصِ دل سے اسلام لائے اور انہوں نے نیکی کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مدینے کے منافقوں کی مثال ان دو منافقوں کے ساتھ دی' جو مدینے سے نکلے تھے۔ منافق جب بھی نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو وہ اس خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے کہ مبادا نبی ﷺ پر ان کے متعلق کوئی کلام نازل ہوا ہو یا ان کی کوئی بات پکڑی گئی ہو اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح بارش والے دو منافقوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسی تھیں' اور جب فتوحاتِ اسلام کی وجہ سے ان کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا اور ان کے ہاں اولاد ہوئی تو وہ اسلام پر کچھ قائم ہوئے اور کہنے لگے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کا دین حق ہے' جس طرح وہ دو منافق بجلی کی روشنی میں چل پڑتے تھے اور جب کسی مصیبت کی وجہ سے ان کا مال اور اولاد ہلاک ہو جاتے تو پھر کفر کی طرف لوٹ جاتے اور کہتے کہ یہ دین (سیدنا) محمد (ﷺ) کی وجہ سے ہے' جس طرح اندھیرا چھا جانے پر وہ دو منافق کھڑے رہ جاتے تھے۔ (جامع البیان ج١ ص١١٩) ف٢٧ اہل سنت کے نزدیک "شی" موجود کے ساتھ خاص ہے۔ (انوار التنزیل ص٣٨' (دری)) اور قدرت وہ صفت ہے جس کی وجہ سے کسی زندہ شخص کے لیے اپنے ارادہ سے کسی فعل کا کرنا یا ترک کرنا ممکن ہوتا ہے۔ (التعریفات ص٧٤) عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب' ظلم' جہل اور دیگر برائیوں پر قادر نہ ہو تو یہ اس کے قادر مطلق ہونے کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت لازم آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کذب اور ظلم یا جہل کا ارادہ کرتا اور ان کو وجود میں نہ لاسکتا' لیکن اللہ تعالیٰ کذب و ظلم وغیرہ کا ارادہ نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحان ہے اور اس کے سبحان اور قدوس ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے بُرائی کا ارادہ کرنا محال ہو' اس لیے کذب پر قادر نہ ہونے سے اس کا عجز لازم نہیں آتا۔ عجز اس وقت ہوتا جب وہ کذب اور ظلم کا ارادہ کرتا اور ان کو وجود میں نہ لاسکتا ف٢٨ اس آیت میں مؤمنین' کفار اور منافقین کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے' مؤمنین کو عبادت کے حکم کا یہ معنی ہے کہ وہ زیادہ عبادت کریں یا دائماً عبادت کریں اور عبادات پر ثابت قدم رہیں اور منافقین کو عبادت کے حکم کا معنی یہ ہے کہ وہ نفاق کو ترک کر کے اخلاص سے عبادت کریں اور کفار کو عبادت کے حکم کا معنی یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد عبادت شروع کر دیں' کیونکہ وہ اوّلاً اعتقاد میں مکلف ہیں اور ثانیاً ایمان لانے کے بعد عبادات کے مکلف ہیں ف٢٩ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ ساری کائنات بغیر کسی بنانے والے کے از خود بن گئی ہے تو یہ بات بالکل بداہت کے خلاف ہے' مٹی کے تیل کا ایک چراغ بھی از خود نہیں جلتا تو آسمان پر یہ اربوں ستارے خود بخود کیسے روشن ہو گئے؟ ایک گلاس پانی خود بہ خود مہیا نہیں ہوتا تو زمین کے نیچے چشمے خود بہ خود کیسے رواں ہو گئے اور اتنا بڑا سمندر کیسے وجود میں آ گیا اور یہ زمین و آسمان خود بہ خود کیسے بن گئے' پھولوں میں رنگ اور خوشبو' پھلوں میں ذائقہ اور ایک مربوط اور مقرر نظام کے تحت اس کائنات کا چلنا کیسے خود بہ خود ہو گیا ف٣٠ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا شریک بنانے اور شرک کرنے کی ممانعت فرمائی اور شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے' خواہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا واجب الوجود مانا جائے' جیسا کہ مجوس مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے' جیسا کہ بت پرست مانتے ہیں۔ (شرح العقائد ص٥٦) خلاصہ یہ ہے کہ شرک کا مدار دو چیزوں پر ہے' وجوب وجود اور استحقاقِ عبادت' اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانے تو یہ شرک ہے ورنہ نہیں ف٣١ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے جو غیب کی خبروں اور علوم و معارف پر (بقیہ صفحہ ٩٧٦ پر)

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جس کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے ○ ۳۴

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کو یہ بشارت دے دیجئے ۳۵ کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں' جب بھی ان کو ان باغات سے کوئی پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ

ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو صورۃً ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے اور ان کے لیے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی

وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا

اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے ○ ۳۶ بے شک اللہ (ہدایت کے سلسلہ میں) کسی بھی مثال کے بیان کو ترک نہیں کرتا خواہ مچھر

بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

کی مثال ہو یا اس سے بھی زیادہ حقیر چیز کی رہے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے برحق ہے' ۳۷

رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ

اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (حقیر) مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ ۳۷ وہ اس (مثال کے بیان) سے بہت

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے اور وہ صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہی میں مبتلا کرتا ہے ○ ۳۸

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ

جو اللہ سے خوب پکا عہد کرنے کے بعد توڑتے ہیں' اور جن چیزوں کو اللہ نے ملانے کا

ف۳۴ ان پتھروں سے مراد وہ بت ہیں جن کو انہوں نے خدا بنا کر ان کی پرستش کی' قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء: ۹۸) بے شک تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ بتوں کو اس لیے آگ میں ڈالا جائے گا تاکہ مشرکین کی زیادہ ذلت و رسوائی ہو کہ وہ جن کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکے ف۳۵ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ یہ ترہیب کے بعد ترغیب کا ذکر فرماتا ہے' اس سے پہلے کفار کو دوزخ کے دائمی عذاب سے ڈرایا تھا اور اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امر فرمایا ہے کہ آپ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت' جنت کے پھلوں' پاکیزہ بیویوں اور ان نعمتوں کے دوام کی خوش خبری دے دیں' ان چار نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان بنیادی طور پر رہائش' طعام اور نکاح کو چاہتا ہے' ان کی رہائش کے لیے جنت کی' طعام کے لیے جنت کے پھلوں کی اور نکاح کے لیے پاکیزہ بیویوں' یعنی حوروں کی خوش خبری دی اور اگر کسی نعمت کے ساتھ اس کے زوال کا بھی خدشہ اور خطرہ لاحق ہو تو پھر انسان اس نعمت سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور حالتِ عیش میں بھی وہ فکر مند رہتا ہے' اس لیے مؤمنوں کو یہ بشارت بھی دی کہ یہ نعمتیں دائمی ہیں اور کبھی فنا نہیں ہوں گی ف۳۵ ''جنات'' ''جنت'' کی جمع ہے اور جمع کا صیغہ اس لیے فرمایا کہ جنتیں سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن (۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دار السلام (۷) علیین۔ (المفردات ص ۹۸) اور جنت کو اس لیے جنت کہتے ہیں کہ اس کی نعمتیں ہم سے مستور ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ'' (السجدہ: ۱۷) سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیزیں پوشیدہ رکھی گئیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اگر اہل جنت کی ازواج میں سے کوئی عورت (دنیا میں) جھانکے تو تمام روئے زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۷) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۶۱۔ ۴۶۰) ہمارے زمانے میں جھوٹے صوفی اور بناوٹی محب رسول' جنت کا بہت حقارت سے ذکر کرتے ہیں اور جنت طلب کرنے والوں کی مذمت و تضحیک کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ جنت کی ترغیب دی ہے ف۳۶ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دو مثالیں بیان کیں (آگ جلانے والے کی اور بارش میں گھرے ہوئے شخص کی) تو منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ وہ مثالیں بیان کرے' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں اور کفار اور منافقین نے جو یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مثالوں کو بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اس آیت میں اس کا جواب ہے' یعنی جن لوگوں پر جہالت غالب ہے اور جو ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے وہ جب ان مثالوں کو سنیں گے تو ضد اور عناد کی وجہ سے ان مثالوں پر غور و فکر نہیں کریں گے اور فوراً ان کا انکار کر دیں گے' لہٰذا ان مثالوں کا بیان کرنا ان کے حق میں گمراہی کا موجب ہوا اور جن لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیتے' کھلے ہوئے ذہن سے سوچتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہیں وہ جب ان مثالوں کو سنیں گے تو ہدایت پا جائیں گے ف۳۷ ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کثیر کو گمراہ کرتا ہے اور کثیر کو ہدایت دیتا ہے حالانکہ گمراہ تو کثیر ہیں اور ہدایت یافتہ قلیل ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ گمراہ عدداً کثیر ہیں ہدایت یافتہ اپنے مرتبہ اور شرف کے اعتبار سے کثیر ہیں ف۳۸ فسق کا معنی ہے: اعتدال اور طریق مستقیم سے خروج اور شریعت میں گناہ کبیرہ کرنے والے کو فاسق کہتے ہیں' اس کے تین مراتب ہیں: (۱) تغابی: جو شخص کبھی کبھی گناہ کبیرہ کرے اور اس کو برا جانتا ہو (فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے) (۲) انہماک: جو شخص گناہ کبیرہ کا عادی ہو اور اس کو اس کا کوئی خوف نہ ہو (۳) جحود: جو شخص گناہ کبیرہ کو اچھا اور صحیح سمجھ کر کرے' پس جو شخص اس درجے میں پہنچ جائے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے' یہاں فاسق سے مراد وہ منافقین ہیں جو فسق کے تیسرے درجے میں پہنچ چکے تھے۔

اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ

حکم دیا ہے ان کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں' وہی لوگ نقصان اٹھانے

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْۚ ثُمَّ

والے ہیں ○ ۳۹ تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تم کو زندہ کیا' وہ پھر تم پر

یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ

موت طاری کرے گا' پھر تم کو زندہ کرے گا' پھر اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ ۴۰ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے

مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ

زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا' ۴۱ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سات ہموار آسمان

سَمٰوٰتٍؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ

بنا دیئے' اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○ اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین

جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ

میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں ۴۲ فرشتوں نے کہا: کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد

فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَؕ

اور خون ریزی کرے گا' ۴۳ حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں' ۴۴ فرمایا:

قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ

بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے ○ اور اللہ نے آدم ۴۵ کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے'

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر ۴۶ پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے

ف۳۹ اس عہد سے مراد یا تو وہ عہد ہے جو لوگوں کو عقل دینے کی صورت میں لیا گیا' اس عہد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: ''وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ الخ'' (الاعراف: ۱۷۲) یا اس عہد سے دوسرا عہد مراد ہے جو نبیوں اور رسولوں کے واسطے سے ان کی امتوں سے لیا گیا اور وہ یہ عہد تھا کہ جب ان کے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جن کی پچھلی کتابوں میں تصدیق ہے اور معجزات سے ان کی رسالت ثابت ہو جائے تو یہ سب اس عظیم رسول کی اتباع کریں گے اور ان کی کتابوں میں اس کی نبوت کا جو بیان ہے اس کو نہیں چھپائیں گے اور اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ اس عہد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ'' (آل عمران: ۱۸۷) اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم یہ عہد لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے' سو انہوں نے اس عہد کو پس پشت پھینک دیا اور اس عہد کے بدلے میں حقیر معاوضہ لے لیا' تو یہ کیسی بری چیز کو خرید رہے ہیں ○ ف۴۰ نباتات میں جو نشو ونما کی قوت ہے اس کو حیات کہتے ہیں اور حس اور حرکت کا ختم ہو جانا جانداروں اور حیوانوں کی موت ہے' عمل اور عقل کی قوت کا ختم ہو جانا انسانوں کی موت ہے۔ (المفردات ص۳۹۔ ۳۸) اس آیت مبارکہ میں کفار کو مخاطب کر کے یہ بتایا کہ تم کس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر سکتے ہو' حالانکہ تم پہلے نطفہ کی شکل میں تھے' بہ ظاہر مردہ تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم میں روح پھونک کر تم کو زندہ کیا' پھر جب تمہاری مدت حیات پوری ہو جائے گی تو پھر تم پر موت طاری کرے گا' پھر قبر میں سوال و جواب کے وقت یا صور پھونکنے کے وقت تم کو دوبارہ زندہ کرے گا' پھر حشر کے بعد تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا' جب تم کو اپنے احوال کا علم ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کفر کرنا کس قدر تعجب خیز ہے' نیز اس آیت مبارکہ میں موت کو اس لیے نعمتوں میں شمار کیا کہ موت دوسری حیات کی طرف پہنچاتی ہے اور وہی حقیقی حیات ہے ف۴۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا' اس سے جمہور فقہاء اور اصولیین نے یہ استدلال کیا ہے کہ احکام شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے اصل میں سب اشیاء مباح ہیں اور تحریر ابن ہمام میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک احکام میں اصل اباحت ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ص ۷۱) اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور دیگر مشاہیر اسلام کے فضائل اور سیرت کی مجالس منعقد کرنا اور آپ کے میلاد پر خوشی کا اظہار کرنا' صدقہ' خیرات اور دیگر عبادات کا ثواب' نبی ﷺ' بزرگانِ دین اور اپنے رشتے داروں کو پہنچانا' انفرادی اور اجتماعی طور پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور ایسے بہت سے امور دینیہ جن سے دین کے شعار اور اس کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے ہرچند کہ شریعت میں بالصراحت نہ ان کے کرنے کا حکم ہے نہ ان کے کرنے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام کام اپنی اصل پر مباح (جائز) ہیں' لیکن حسن نیت کے اعتبار سے مستحسن ہیں ف۴۲ اللہ تعالیٰ نے جو فرشتوں سے فرمایا تھا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں' یہ فرشتوں سے مشورہ نہیں تھا' کیونکہ مشورہ کا معنی ہے: کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف رجوع کر کے ایک رائے کو حاصل کرنا۔ (المفردات ص۲۷۰) اور اللہ تعالیٰ اپنے کام میں کسی کی رائے حاصل کرنے سے پاک وبری ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی تخلیق کی پیشگی خبر دی تھی تاکہ فرشتے اس خبر پر اپنی رائے کا اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی رائے کے متعلق اپنا حکم اور اپنی حکمتوں کو بیان فرمائے' اس لیے علامہ بیضاوی کا اس آیت کو مشورہ کی تعلیم پر محمول کرنا صحیح نہیں ف۴۳ فرشتوں کا یہ کہنا کہ تو ان کو پیدا فرمائے گا جو زمین میں فساد و خون ریزی کریں گے' اس کی تاویل یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی اصل اور منشاء ہیں اور اولادِ آدم میں سے بعض لوگ فتنہ فساد اور خون ریزی کریں گے' اس لیے فرشتوں نے ان کی طرف ان کاموں کا اسناد کر دیا اور اگر فرشتوں نے حضرت آدم کی اولاد کے متعلق یہ کہا تھا تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں' کیونکہ حضرت آدم کی اولاد میں سے بعض فساق نے بہرحال یہ کام کیے ف۴۴ فرشتوں نے جو یہ کہا کہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اس سے خودستائی' خودنمائی' عجب اور تفاخر مقصود نہیں تھا بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ جس کو خلیفہ بنایا گیا ہے' اس میں تین قوتیں ہیں: قوت شہوانیہ' قوت غضبیہ اور قوت عقلی' پہلی دو قوتوں کے (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

نام بتاؤ ○ فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے ہمیں صرف انہی چیزوں کا علم ہے جن کی تو نے ہمیں تعلیم دی ہے بے شک تو ہی

الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ

سب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ○ فرمایا: اے آدم! ان کو ان سب چیزوں کے نام بتاؤ جب آدم نے ان سب چیزوں

بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ

کے نام ان کو بتا دیئے ۴۷ تو فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کا غیب جاننے والا ہوں'

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے تھے میں وہ سب جانتا ہوں ○ ۴۸ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو ۴۹

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا

تو ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا ۵۰ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا ○ اور ہم نے فرمایا:

یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪

اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا

نہ جانا ۵۱ ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں شمار ہو گے ○ ۵۲ پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے لغزش میں مبتلا کیا'

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی

اور جہاں وہ رہتے تھے ۵۳ وہاں سے ان کو نکال دیا' ہم نے فرمایا: تم (سب) نیچے اترو تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہوں گے اور

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ

تمہارے لیے زمین میں ایک وقت مقرر تک ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے ○ پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ نے ان کی

ف۴۷ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت آدم نے ان چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے کی وجہ سے بتائے' اگر فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے جاتے تو وہ بھی ان چیزوں کے نام بتا دیتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا خمیر مختلف اجزاء اور متضاد قوتوں کو ملا کر بنایا تھا' اس وجہ سے وہ معقولات' محسوسات' متخیلات اور موہومات کے ادراک کی صلاحیت رکھتے تھے اور فرشتوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اشیاء کے حقائق' خواص' اسماء' علوم کے قواعد اور مختلف صنعتوں کے قوانین تعلیم فرمائے' پھر فرشتوں کو عاجز کرنے اور اہلیت خلافت سے ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو حکم دیا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ' اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ معصوم ہونے کی وجہ سے صرف تم خلافت کے اہل ہو' ہر چند کہ فرشتوں نے صراحۃً یہ دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن ان کے کلام میں اس دعویٰ کی جھلک پائی جاتی تھی ف۴۸ اس آیت مبارکہ سے علم کی عمل پر فضیلت ثابت ہوتی ہے' کیونکہ عمل میں ملائکہ کس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ معصوم' مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہوئے' اس لیے مرتبہ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا ف۴۹ جب حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت علمی ظاہر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت علمی کا اعتراف کرانے کے لیے انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور ایک اور آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بناتے ہی فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا: ''فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ○'' (الحجر: ۲۹) سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا○ اس آیت کے اعتبار سے فرشتوں کا امتحان ہے اور ان کی اطاعت گزاری کا بیان ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا اظہار ہے۔ سجدہ کا لغوی معنی ہے: تذلل کے ساتھ جھکنا' سجدہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (المفردات ص ۲۲۳) اور شریعت میں عبادت کی نیت سے زمین پر پیشانی کو رکھنا سجدہ ہے۔ (انوار التنزیل ص ۶۲) فرشتوں کو جس سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس سے یا تو شرعی سجدہ مراد ہے' اس صورت میں سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی عزت افزائی کے لیے قبلہ بنایا گیا تھا یا یہ تعظیمی سجدہ تھا کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور تحیت کے لیے تواضعاً جھکنے کا حکم دیا گیا تھا ف۵۰ ابلیس کا تکبر یہ تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر جانا اور ان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار چونکہ کفر ہے اس لیے شیطان کافروں میں سے ہو گیا ف۵۱ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کون سے درخت سے کھانے کو منع فرمایا تھا' قرآن و حدیث میں اس کی کوئی تصریح نہیں تاہم وہ گندم' زیتون یا انگور میں سے کوئی درخت تھا ف۵۲ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس درخت کے قریب نہ جانا' ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت سے کھایا اور اس درخت کے قریب گئے تو کیا وہ ظالموں میں سے ہو گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قصد و ارادہ سے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا' کیونکہ جب کسی کام سے منع کیا جائے تو اس کا محمل یہی ہوتا ہے کہ اس کام کو قصد و ارادہ سے نہ کیا جائے اور گناہ کی بھی یہی تعریف ہے کہ قصداً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی جائے اور جو کام نسیان و خطا سے سرزد ہو جائے وہ گناہ نہیں ہوتا ہے اور یہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی بھی نہیں' میر سید شریف جرجانی نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے: ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ (شرح مواقف ص ۲۸۹) ف۵۳ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان نے انہیں لغزش میں مبتلا کیا اور جہاں وہ رہتے تھے' وہاں سے ان کو نکال دیا۔ منکرین عصمت یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ نہیں کیا تھا تو ان کو سزا کیوں ملی اور ان کو جنت سے کیوں نکالا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کا حکم دینا' ان کے حق میں سزا نہیں ہے' بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل ہے کیونکہ ان کو زمین پر خلافتِ الٰہیہ کے لیے پیدا کیا گیا تھا' بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آدم اور ابلیس کے معرکہ میں ابلیس کامیاب ہو گیا اور اس نے ان کو جنت سے نکلوا دیا' یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ شیطان تو حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں عارضی قیام کو بھی نہیں برداشت کر سکا تھا اور اب وہ دنیا میں آ کر اور فرائضِ نبوت اور

عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

تو بہ قبول فرمائی بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ

مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئی تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گے ۝

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ

اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی اور تم میرا عہد پورا کرو

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا

میں تمہارا عہد پورا کروں گا ۵۸ اور تم مجھ سے ہی ڈرو ۝ اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو

مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّايَ

تمہارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو ۵۹ اور تھوڑی قیمت کے بدلے میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو ۶۰ اور مجھ ہی

فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

سے ڈرو ۝ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ ۝ ۶۱

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو ۶۲ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ۝ ۶۳ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو

بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا

اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟ ۝ ۶۴ اور صبر اور نماز (کے ذریعہ)

منزل ۱

ع ۴

کار خلافت کو انجام دے کر دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے اور شیطان تو ان کے تنہا وجود کو جنت میں برداشت نہیں کر سکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آنے کے بعد اپنی بے شمار ذریت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا ف۵۴ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں محمد (ﷺ) کے حق (وسیلہ) سے سوال کرتا ہوں تو میری مغفرت فرما' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: محمد کون؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: تیرا نام برکت والا ہے' جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس شخص سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی شخص نہیں ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے' تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی: اے آدم! وہ تمہاری اولاد میں سے تمام نبیوں کے آخر ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد کی امتوں میں سے آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۳' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹' الوفاء ص ۳۳) ف۵۵ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کسی نبی یا رسول یا ان کی دی ہوئی ہدایت کی پیروی کریں گے تو ان کو اپنے مستقبل (آخرت) کے متعلق کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ اپنے ماضی پر پشیمان اور غمگین ہوں گے' اس آیت میں مطلق خوف کی نفی نہیں کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو بہرحال اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے اس کو اتنا زیادہ اللہ کا خوف ہے' یہاں وہ خوف مراد ہے جو باعث ضرر ہو' کیونکہ عربی قواعد کے مطابق "عــلـی" ضرر کے لیے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف نفع کا باعث ہے ف۵۶ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرے وہ دوزخی ہے' جس طرح کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم سجدہ کا انکار کیا اور اس کی حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کردہ آیتوں (اسماء) کا بھی منکر ہوا اور دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنایا ف۵۷ عام نعمتوں کے علاوہ جو نعمتیں بالخصوص بنی اسرائیل کو عطا فرمائیں وہ یہ ہیں: ان کو آل فرعون سے نجات دی' ان میں سے انبیاء بنائے' ان پر من و سلویٰ نازل کیا' ایک پتھر سے ان کے لیے بارہ چشمے رواں کر دیئے اور ان کو تورات کا امین بنایا' جس میں حضرت محمد ﷺ کی صفات کا بیان ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کا ذکر ہے' ہر چند کہ یہ نعمتیں یہود کے آباء و اجداد کو دی گئی تھیں لیکن یہ ان کی اولاد کے حق میں بھی نعمتیں ہوئی ہیں' کیونکہ اگر فرعون بنی اسرائیل کی نسل کشی جاری رکھتا یا بنی اسرائیل کو بھی سمندر میں غرق کر دیا جاتا تو آج دنیا میں یہود کا وجود نہ ہوتا اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہوتے ف۵۸ یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل و کرم ہے کہ اس نے برابر کا معاملہ کرنے کا فرمایا کہ تم مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو' میں تم سے کیا ہوا عہد پورا کروں گا' ورنہ کہاں بندہ' کہاں خدا' بندہ اس کا حکم بجا لائے تو اس کا کام ہی بندگی کرنا ہے اور اس اطاعت پر جو اس نے جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا' وہ محض اس کا کرم و فضل ہے' کسی کا اس پر کوئی استحقاق نہیں ہے۔ یہود کا اللہ سے عہد یہ تھا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد یہ تھا کہ وہ ان سے سخت اور مشکل احکام کا بوجھ اتار دے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا ف۵۹ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب میں پہلے منکر نہ بنو' یہ تعریض ہے کہ چونکہ یہ کتاب تمہاری کتاب کی مصدق ہے تو تم کو سب سے پہلے اس پر ایمان لانا چاہیے تھا ف۶۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو جو اپنی کتاب اور آیات کا علم دیا ہے' تم اس علم کو دنیا کے قلیل مال کے عوض فروخت نہ کرو کیونکہ وہ لوگوں سے تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ذکر کو چھپاتے تھے' حالانکہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور وہ اپنے پیروکاروں پر اپنی ریاست اور ان سے نذرانے لینے کے لالچ میں اس کو چھپاتے تھے' حالانکہ اس کے عوض میں ان کو ساری دنیا بھی مل جاتی تو قلیل تھی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۰۱ ـ ۲۰۰) اس آیت مبارکہ سے بعض علماء نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے' لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ دنیاوی متاع کے بدلے اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ

سے مدد حاصل کرو۶۵ اور بے شک نماز ضرور دشوار ہے سوا ان لوگوں کے (جو اللہ کی طرف) جھکنے والے ہیں ۶۶ جو یہ یقین

اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا

رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں ۶۷ اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو

نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا

یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی اور بے شک میں نے تم کو (اس زمانہ کے) لوگوں پر فضیلت دی تھی ○ ۶۸ اور اس دن سے ڈرو

لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤۡخَذُ

جب کوئی شخص کسی شخص کا بدلہ نہ ہو سکے گا اور نہ کسی شخص کی (بلا اذنِ الٰہی) شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کسی شخص

مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ

سے فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ ۶۹ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون ۷۰ سے نجات دی

يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ

جو تم کو بدترین عذاب پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے

وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش تھی ○ اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا' پھر ہم نے تم کو نجات دی

وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰٓى اَرۡبَعِيۡنَ

اور ہم نے آل فرعون (فرعون اور اس کے متبعین) کو غرق کر دیا ۷۱ اور تم دیکھ رہے تھے ○ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ ۷۲ سے چالیس

لَيۡلَةً ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوۡنَا

راتوں کا وعدہ کیا ۷۳ پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے ○ ۷۴ پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کیا

ف۶۵ ایمان کے دو حصے ہیں' نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے۔ (الدرالمنثور ج۱ ص ۶۷) حضرت ابن عباس کو ایک سفر میں ان کے بیٹے کی موت کی خبر ملی تو اسی وقت انہوں نے سواری سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ'' کہا اور فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا' صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ (الدرالمنثور ج۱ ص ۶۷) ف۶۶ نفس کی وہ حالت جس کا اثر ظاہری اعضاء میں سکون اور تواضع سے ظاہر ہوتا ہے' اس کو خشوع کہتے ہیں' قتادہ نے کہا ہے کہ دل میں خوف اور نماز میں نظریں نیچی رکھنے کو خشوع کہتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱ ص ۳۷۴) ف۶۷ اگر کسی شخص پر نماز پڑھنا دشوار ہو تو اس کو اپنے ایمان اور آخرت پر یقین کا جائزہ لینا چاہیے ف۶۸ یہاں عالمین سے مراد انبیاء بنی اسرائیل کے زمانے کے لوگ ہیں' قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں۔ اس تاویل کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امت کو خیر امت قرار دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ'' (آل عمران: ۱۱۰) تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں ف۶۹ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی شفاعت جائز نہیں ہے۔ خوارج' معتزلہ' ابن تیمیہ' محمد بن عبد الوہاب نجدی اور شیخ اسماعیل دہلوی اور ان کے متبعین کا یہی مذہب ہے اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء علیہم السلام' ملائکہ' اولیاء کرام' علماء' حفاظِ قرآن اور صالح مؤمنین گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (۱) ''فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ'' (آل عمران: ۱۵۹) ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے (۲) ''وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ'' (النور: ۶۲) اور ان مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے (۳) ''وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ'' (الممتحنہ: ۱۲) اور ان مسلمان عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوصِ دل سے کلمہ پڑھا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۰) اور فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ تعالیٰ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے' یا میں شفاعت کروں' میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱) شفاعت کی تفصیلی بحث اور اس کی اقسام کے لیے حضرت اقدس علامہ سعیدی دامت فیوضاتہم کی کتاب تاریخ نجد وحجاز' اور شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸ تا ۶۱ اور تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۴۷ تا ۳۸۴ کا مطالعہ فرمائیں' ان شاء اللہ العزیز ایمان کو جلاء نصیب ہوگی ف۷۰ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہے' جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے' قرآن میں جس فرعون کا ذکر ہے' اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۱۳) اور آل فرعون سے مراد فرعون کے اہل دین اور اس کے متبعین ہیں۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۱۲) ف۷۱ جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر جانے لگے تو فرعون کو اس کی خبر پہنچی' اس نے صبح کو مرغ کی اذان کے بعد بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے کا حکم دیا' پھر اس نے صبح کو چھ لاکھ قبطیوں کے ساتھ بنی اسرائیل کا پیچھا کیا' اُدھر حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے پہنچے تو ان کے اصحاب نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کو کہاں سے نکلنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے سمندر کی طرف اشارہ فرمایا' یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا' پھر گہرائی میں پہنچ کر گھوڑے کو واپس کر دیا' اس طرح تین دفعہ ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو وہ بارہ حصوں میں منقسم ہو کر پھٹ گیا' حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں کے ساتھ اس سے پار گزر گئے' بعد میں جب فرعون اور اس کے ساتھ قبطی اس سے گزرنے لگے تو سمندر آپس میں مل گیا اور فرعون اور قبطی غرق ہو گئے' یہ سمندر بحر قلزم تھا۔ قتادہ نے کہا کہ بنو اسرائیل چھ لاکھ تھے اور قبطی بارہ لاکھ تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۱۸۔۲۱۹) ف۷۲ لفظ موسیٰ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور دو کلموں سے مل کر بنا ہے ''مو'' کا معنی ہے: پانی اور ''سا'' کا معنی ہے: درخت' چونکہ فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانی میں لکڑی کے تابوت سے پایا تھا' (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

تاکہ تم (ہمارا) شکر ادا کرو○ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

اور حق اور باطل میں فرق کرنے والا (معجزہ) دیا ۵ے تاکہ تم ہدایت پاؤ○ اور جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: اے میری امت!

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا

بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو سو تم ایک دوسرے کو

اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ

قتل کرو ۶ے تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی ۷ے بے شک وہی

التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ

بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ کو

جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اپنے سامنے دیکھ لیں سو تم کو ایک کڑک نے پکڑ لیا اور تم (اس منظر) دیکھ رہے تھے○ ۸ے پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں

مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ

دوبارہ زندہ کیا ۹ے تاکہ تم شکر ادا کرو○ اور ہم نے تم پر بادل کو سایہ فگن کیا اور تم پر

الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ

من اور سلویٰ کو نازل کیا ۸۰ے ہم نے تم کو جو پاک چیزیں دی ہیں ان سے کھاؤ اور (ہماری حکم عدولی کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں

كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا

کیا البتہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے○ اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ

۵۵ے فرقان سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں' جن میں عصا' ید بیضاء اور دیگر معجزات تھے ۶ے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور سے آنے کے بعد جو بنو اسرائیل کو اپنی گمراہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حال میں بنو اسرائیل کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا' پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میری امت! تم نے بچھڑے کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور تم ایک دوسرے کو قتل کرو' پھر انہوں نے دو صفیں بنائیں' ایک صف میں بچھڑے کی عبادت کرنے والے کھڑے ہوئے اور دوسری صف میں وہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی اور انہوں نے بچھڑا پرستوں کو قتل کیا اور ستر ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۲۷) ۷ے جب بنی اسرائیل اس تعداد میں ایک دوسرے کو قتل کر چکے تو تب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب! اس طرح تو بنو اسرائیل ہلاک ہو جائیں گے' اے رب! بقیہ کو معاف فرما دے' تب انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیا' جو قتل ہو گئے وہ شہید قرار پائے اور جو بچ گئے ان کا کفارہ ہو چکا تھا۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۲۷) ۸ے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک ستر افراد سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے چلو اور اپنی گؤ سالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر طور پہاڑ پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب کا کلام سن لیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا کہ تم قریب آ جاؤ' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمک دار نور ظاہر ہوتا' جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا' تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے' جب قوم اس بادل کے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے' جب موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: ہم ہرگز اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر' عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں' اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ! اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا' جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو وہ میری کیسے تصدیق کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے' حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے' بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۳۲۔۲۳۱) ۹ے ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ'' (المؤمن:۱۱) وہ کہیں گے: اے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار تو نے ہمیں زندہ فرمایا۔ پہلے انسان بے جان مٹی کی صورت میں یا بے جان نطفہ کی صورت میں تھا' پھر اس کو زندہ کیا' پھر اس پر طبعی موت آئی اور اس کو پھر آخرت میں زندہ کیا' اس طرح ہر انسان کے لیے دو موتیں' دو حیاتیں ہیں اور ان بنو اسرائیل کے لیے تین موتیں اور تین حیاتیں ہو گئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام سنت جاریہ تو یہی ہے کہ انسان کے لیے دو موتیں اور دو حیاتیں ہوں' مگر کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لیے اپنی عادت کے خلاف فرماتا ہے' جس طرح کہ پیدائش عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عام عادت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے ۸۰ے ''من'' سے مراد ترنجبین ہے جو ایک نفیس شیریں ذائقے دار مادہ تھا جو شبنم کی طرح صبح کے وقت آسمان سے اترتا اور کثیر تعداد میں چھوٹے چھوٹے درختوں پر منجمد ہو جاتا تھا۔ ''سلویٰ'' بٹیر تھا' بعض نے کہا: وہ بھنا ہوا اترتا تھا اور بعض کا قول ہے کہ بہ کثرت زندہ پرندے ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے' وہ انہیں زندہ پکڑ لیتے اور ذبح کرتے تھے' الغرض من و سلویٰ ان کی شیریں اور نمکین غذائیں تھیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۸ ص ۴۰۷۔۴۰۸)

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ

اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو: "حطـــة" (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے

خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ

اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے O ۸۱ سو جو قول کہنے کے لیے ان سے کہا گیا تھا اس کو ظالموں

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ

نے بدل دیا' پس ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ

وہ فسق کرتے تھے O ۸۲ اور جب موسیٰ نے اپنی امت کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا: اپنا عصا اس

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

پتھر پر مارو' تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے بے شک ہر گروہ نے اپنے پانی

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

پینے کی جگہ کو جان لیا' ۸۳ اللہ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد کرتے

مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ

ہوئے نہ پھرو O اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک (قسم کے) کھانے پر صبر نہیں کریں گے سو آپ ہمارے لیے

لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا

اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من اور سلویٰ کی بجائے) ہمیں زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں سبزی' ککڑی' گندم'

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ

مسور اور پیاز نکال کر دے' فرمایا: کیا تم اچھی چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز مانگتے ہو؟ شہر میں

ف۸۱ بنو اسرائیل پر چالیس سال تک من وسلویٰ نازل ہوتا رہا' اس عرصے میں وہ میدانِ تیہ میں سرگرداں رہے' اسی دوران پہلے حضرت ہارون کی اور پھر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے قوم عمالقہ سے جہاد کیا اور جو بنو اسرائیل زندہ بچ گئے تھے' انہوں نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور چالیس سال بعد بنو اسرائیل کو میدانِ تیہ سے نجات حاصل ہوئی' جب بیت المقدس میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور "حطـــة" (ہمارے گناہوں کو معاف فرما) کہتے ہوئے داخل ہونا' مگر یہ لوگ اللہ کے حکم کے خلاف سرین کے بل گھسٹتے ہوئے اور "حنطة يا حنطة في شعرة" (گندم' گندم بالی میں) کہتے ہوئے داخل ہوئے' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو گندم چاہیے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱۔ ۴۱۰)

ف۸۲ ابن زید نے بیان کیا کہ جب بنو اسرائیل کو کہا گیا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور وہ سرین کے بل داخل ہوئے اور "حطة" کی جگہ انہوں نے "حنطة" کہا تو طاعون کی شکل میں ان پر آسمانی عذاب آیا' جس سے ان کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے اور ان کے بیٹے بچ گئے اور بنو اسرائیل میں جس فضل وعبادت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ان کے بیٹوں میں تھا اور ان کے تمام آباء واجداد طاعون کی اس وباء میں ہلاک ہوگئے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۴۲) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہوگئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱) حدیث میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ طاعون گندگی ہے اور تم سے پہلے جن لوگوں کو عذاب دیا گیا' ان کا بچا ہوا عذاب ہے' اگر کسی علاقے میں طاعون پھیلے اور تم وہاں ہو تو تم وہاں سے مت نکلو اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقے میں طاعون ہے تو تم وہاں نہ جاؤ۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۷۲' صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۳) ایک حدیث شریف میں ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۷)

ف۸۳ میدانِ تیہ میں جب بنو اسرائیل کو پیاس لگی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے پانی کے لیے دعا کریں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فلاں چٹان پر اپنا عصا مارو' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' وہ چٹان اب بھی جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہے' ایک عیسائی محقق نے انیسویں صدی کے وسط میں بائبل کے مقاماتِ مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لیے فلسطین کا سفر کیا اور اس چٹان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دس اور پندرہ فٹ کے درمیان بلند اور آگے کی طرف جھکی ہوئی ہے' ایک پتھر پر عصا مارنا اور اس سے پانی کے چشموں کا پھوٹنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ انہوں نے آلات کے بغیر لاٹھی کی ایک ضرب سے بارہ چشمے جاری کر دیئے' لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا معجزہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کو جاری کر دیا اور وہاں سے پانی نکالا جہاں عادتاً پانی نہیں ہوتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور نبی ﷺ کے سامنے چمڑے کا چھوٹا سا برتن تھا' نبی ﷺ نے وضو کیا تو سب لوگ ٹوٹ پڑے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہمارے پاس وضو کے لیے پانی ہے نہ پینے کے لیے' صرف یہی پانی ہے جو آپ کے پاس ہے' آپ نے اس برتن پر اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی اُبلنے لگا' ہم سب نے اس پانی سے پیا اور ہم سب نے وضو کیا۔ راوی نے پوچھا: حدیبیہ کے دن آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم پندرہ سو تھے' لیکن ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہوتا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۵)

خَيْرٌؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

چلے جاؤ' وہاں تم کو وہ چیزیں مل جائیں گی جن کا تم نے سوال کیا ۸۴ اور ان پر ذلت اور بدحالی

وَالْمَسْكَنَةُۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

ڈال دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے' یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے' ۸۵ یہ اس لیے (بھی) ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز

يَعْتَدُوْنَ۠ ﴿٦١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـٕيْنَ

کرتے تھے ○ بے شک ایمان والے (مسلمان) یہودی' عیسائی اورصابئین' ۸۶

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے' ۸۷ اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

ان کا اجر ہے' اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ ۸۸ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا ۸۹

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

اور ہم نے (پہاڑ) طور کو تم پر اٹھالیا ۹۰ کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو اس امید سے یاد

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

کرو ۹۱ کہ تم پرہیزگار بن جاؤ ○ اس (عہد) کے بعد پھر تم نے اعراض کیا' سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ

تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے ○ ۹۲ اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو

ف۸۴ جب بنو اسرائیل نے من و سلویٰ کے بجائے زمین کی پیداوار میں سے لہسن' گندم اور مسور کی دال وغیرہ کو طلب کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تعجب اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: تم اس کامل اور لذیذ غذا کے بدلے میں ادنیٰ درجہ کی چیزیں مانگ رہے ہو' تم کسی بھی زرعی زمین میں چلے جاؤ' وہاں تم کو مطلوبہ اجناس مل جائیں گی' لیکن بنو اسرائیل نے جو کفرانِ نعمت کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کا مذاق اڑایا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا کیونکہ انہوں نے حضرت شعیاء' حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام وغیرہم کو بلاوجہ قتل کیا تھا' اس کی سزا میں ان پر دنیا میں ذلت اور خواری مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کے مستحق ہوئے اور اخروی عذابِ دائم اس کے علاوہ ہے ف۸۵ بنو اسرائیل کا انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا اور قتل کرنا' قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ اور دیگر آیات مبارکہ سے جس طرح ظاہر و عیاں ہوتا ہے' اسی طرح ان کے اس عمل کی شہادت تورات سے بھی ملتی ہے۔ تورات میں ہے: اور اخی اب نے سب کچھ جو ایلیاہ نے کیا تھا اور یہ بھی کہ اس نے سب نبیوں کو تلوار سے قتل کر دیا۔ (۱۔سلاطین' باب:۱۹' آیت:۱' پرانا عہد نامہ' ص ۳۵۳) نیز لکھا ہے کہ: تب خدا کی روح یہویدع کاہن کے بیٹے زکریا پر نازل ہوئی' سو وہ بلند جگہ پر کھڑا ہو کر کہنے لگا: خدا یوں فرماتا ہے کہ تم کیوں خداوند کے حکموں سے باہر جاتے ہو کہ یوں خوش حال نہیں رہ سکتے؟ چونکہ تم نے خداوند کو چھوڑ دیا ہے' اس لیے اس نے بھی تم کو چھوڑ دیا' تب انہوں نے اس کے خلاف سازش کی اور بادشاہ کے حکم سے خداوند کے گھر کے صحن میں اسے سنگسار کر دیا۔ (۲۔تواریخ' باب:۲۴' آیت:۲۱۔۲۰' پرانا عہد نامہ' ص ۴۴۶) یرمیاہ نبی کے متعلق لکھا ہے: اور جب یرمیاہ قید خانہ کے صحن میں بند تھا' خداوند کا یہ کلام اس پر نازل ہوا۔ (یرمیاہ باب:۳۹' آیت:۱۶) وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ پر نازل ہوا' اس کے بعد جلوداروں کے سردار بنوزرادان نے اس کو رامہ سے روانہ کر دیا' جب اس نے اسے ہتھکڑیوں سے جکڑا ہوا' ان سب اسیروں کے درمیان پایا جو یروشلم اور یہوداہ کے تھے' جن کو اسیر کر کے بابل کو لے جا رہے تھے۔ (یرمیاہ: ۴۰' آیت:۱' پرانا عہد نامہ' ص ۷۵۶) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی کہ میں چاہتی ہوں کہ یوحنا بپتسمادینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے ○ بادشاہ بہت غمگین ہوا' مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب اس سے انکار نہ کرنا چاہا ○ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے' اس نے قید خانہ میں جا کر اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔ (مرقس' باب:۶' آیت:۲۹۔۲۶' نیا عہد نامہ' ص ۴۰) ف۸۶ جو شخص ایک دین کو ترک کر کے دوسرے دین کو اختیار کر لے اس کو لغت میں صابئ کہتے ہیں۔ (جامع البیان ج۱' ص ۲۵۲) اسحاق نے کہا کہ صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱ ص ۴۳۴) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: صابئین کے کئی فرقے ہیں' روم کے صابئ ستارہ پرست ہیں' ہند کے صابئ بت پرست ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صابئ بت پرست نہیں' یہ ستاروں کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ موحد ہیں اور ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (روح المعانی ج۱ ص ۲۷۹) اغلب یہی ہے کہ صابئین کے کئی فرقے ہیں' امام ابوحنیفہ نے جس فرقے کے متعلق کہا ہے کہ ان کا ذبیحہ جائز نہیں' وہ حکما اہل کتاب ہیں' تمام صابئین کے متعلق امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ نہیں ہے ف۸۷ اس آیت میں ایک یہ اشکال ہے کہ جو ایمان لا چکے ہیں' ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ ان میں سے جو ایمان لائے' کیونکہ ایمان لائے ہوئے لوگوں کا پھر ایمان لانا تحصیل حاصل ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں: (۱) ''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد یہ ہے کہ جو صرف زبان سے ایمان لائے' جیسے منافقین اور ''مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ'' سے مراد دل سے ایمان لائیں جیسے حضرات صحابہ کرام (۲) ''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد یہ ہے کہ جو ماضی میں اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ''مَنْ اٰمَنَ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں برقرار اور ثابت قدم رہیں (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنَاهَا

جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کیا تھا ۹۳ پس ہم نے ان سے کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ O ۹۴ سو ہم نے

نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿٦٦﴾ وَإِذْ قَالَ

اس (واقعہ) کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا ۹۵ اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت بنا دیا O اور جب

مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا

موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے

هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں O ۹۶ انہوں نے کہا: آپ

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ

ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ وہ (گائے) کیسی ہے؟ موسیٰ نے کہا: بے شک وہ فرماتا ہے کہ بالتحقیق وہ

وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

گائے نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا' ان کے درمیان متوسط عمر کی ہے سو تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجا لاؤ O انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ

رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ فرماتا ہے: بالتحقیق وہ چمک دار زرد رنگ کی

لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ

گائے ہے' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے O انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کے

إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ

اوصاف کیسے ہیں؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت پا جائیں گے O ۷۰ و موسیٰ نے کہا:

ف۹۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں "ایلہ" میں آباد تھی' یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا۔ اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینے میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں' ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں' ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے' جب کہ انہیں ہفتے کے دن شکار کرنے سے منع کیا گیا تھا تو انہوں نے اس کے لیے یہ حیلہ کیا اور دراصل حوضوں میں ہفتے کو مچھلیاں جمع کرنا ہی تو ان کا شکار کرنا تھا اور یہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا' وہ ایک بڑے لمبے عرصے تک نسل در نسل اس نافرمانی میں مشغول رہے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص ۳۷۲ ملخصاً) اس شہر میں رہنے والے ستر ہزار افراد تھے' ان کو منع کرنے والے بارہ ہزار افراد تھے۔ (تفسیر خازن ج۱ ص ۶۰) ف۹۴ جن لوگوں نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا تھا' ان کی معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا' وہ زمین میں صرف تین دن زندہ رہے' انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا' نہ ان کی نسل چلی اور اللہ تعالیٰ نے بندروں' خنزیروں اور باقی تمام مخلوق کو چھ دن میں پیدا کیا تھا' جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا اور وہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۶۱) ف۹۵ یہاں پر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جن بنو اسرائیل کو مسخ کیا گیا تھا ان کی نسل چلی ہے۔ (احکام القرآن ج۳ ص ۲۳۲) مگر صحیح یہ ہے کہ ان کی نسل نہیں چلی' جیسا کہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا بندر اور خنزیر مسخ شدہ لوگ ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی نسل نہیں چلائی اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۳۸' مسند ابویعلیٰ ج۵ ص ۱۴۲) ف۹۶ بنو اسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا (اس کا نام عامیل تھا۔ (البحر المحیط ج۱ ص ۴۰۳)) اس کی اولاد نہ تھی' اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا۔ (عطاء اور سدی نے کہا کہ وہ اس کا چچازاد بھائی تھا۔ (البحر المحیط ج۱ ص ۴۰۳)) اس نے اس مال دار شخص کو قتل کیا' تاکہ اس کا وارث ہو اور اس کی لاش لوگوں کے رستے میں ڈال دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہا: میرا رشتہ دار قتل کر دیا گیا' میرے نزدیک آپ کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہے جو اس کے قاتل کا نام بتا سکے' آپ نے لوگوں میں اس کا اعلان کیا کہ جس کو اس کے قاتل کا علم ہو وہ ہمارے پاس آ کر بیان کرے' جب کوئی شخص نہ آیا تو اس قاتل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ اللہ کے نبی ہیں' اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ ہمیں قاتل بتلا دے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ ایک گائے ذبح کریں' ان کو اس پر تعجب ہوا کہ گائے ذبح کرنے اور قاتل بتلانے میں کیا مناسبت ہے؟ اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ف۹۷ انہوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے معلوم کریں گائے کیسی ہو؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا' پھر کہا: اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ فرمائے اس کا رنگ کیسا ہو؟ کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ شوخ' زرد رنگ کی گائے ہو' جو دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہو' انہوں نے پھر کہا کہ معلوم کریں اس کی صفت کیسی ہو' یہ گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ہدایت پا جائیں گے۔

إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ ٱلْأَرْضَ وَلَا تَسْقِى ٱلْحَرْثَ

بے شک اللہ فرماتا ہے: بالتحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ محنت کرنے والی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ کھیتی میں پانی دیتی ہے

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا ٱلْـَٔـٰنَ جِئْتَ بِٱلْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا

وہ صحیح سالم اور بے داغ ہے' وہ پکار اٹھے کہ اب آپ نے ٹھیک بات بتائی ہے' پھر انہوں نے ۹۸ اس گائے کو ذبح کیا ۹۹ اور وہ یہ

كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَٱدَّٰرَٰٔتُمْ فِيهَا ۖ وَٱللَّهُ مُخْرِجٌ

کام کرنے والے نہ تھے ○ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا' پھر تم ایک دوسرے کو اس قتل میں ملوث کرنے لگے اور اللہ

مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْىِ

اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جس کو تم چھپاتے تھے ○ سو ہم نے کہا: اس گائے کے ایک ٹکڑے کو اس مقتول پر مارو ۱۰۰ اسی طرح اللہ تعالیٰ

ٱللَّهُ ٱلْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ ءَايَـٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم

مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو ○ ۱۰۱ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے

مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِىَ كَٱلْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ

سو وہ پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں' بے شک بعض پتھروں سے

ٱلْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ ٱلْأَنْهَـٰرُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ

دریا پھوٹ پڑتے ہیں' اور بے شک بعض پتھر پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکل

ٱلْمَآءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ ٱللَّهِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَـٰفِلٍ

آتا ہے' اور بے شک بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں' ۱۰۲ اور اللہ تمہارے کاموں سے

عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ

غافل نہیں ہے ○ (اے مسلمانو!) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے؟ ۱۰۳ حالانکہ ان کا ایک

ع ۸ / ۱۰

ف۹۸ جب بنی اسرائیل نے گائے کی صفت پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا کہ وہ گائے محنت کے کام نہ کرتی ہو' نہ ہل چلاتی ہو' نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو اور وہ صحیح وسالم و بے داغ ہو' انہوں نے کہا: اب آپ نے پوری بات بتائی ہے' پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ یہ کام کرنے والے نہ تھے۔ (جامع البیان ج ا ص ۲۶۸۔۲۶۷) ف۹۹ جس وقت ان لوگوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اگر یہ اسی وقت کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا' لیکن انہوں نے سوالات کر کے گائے میں قیودات لگوائیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی اور اگر یہ آخر میں ان شاء اللہ نہ کہتے تو یہ اس گائے کی طرف کبھی بھی ہدایت نہ پاتے' جس گائے کا انہوں نے تعین کیا تھا' وہ صرف ایک بوڑھی عورت کے پاس تھی' جس کے یتیم بچے تھے' جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ اس گائے کے علاوہ اور کسی گائے کو ذبح نہیں کریں گے تو اس نے اس گائے کی قیمت بہت بڑھا دی (ایک روایت میں ہے کہ اس عورت نے اس کے وزن سے دس گنا زیادہ سونا طلب کیا۔ (طبری ج ا ص ۲۶۹)) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: وہ عورت بہت زیادہ قیمت طلب کر رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم نے خود اپنے اوپر سختی کی ہے' اب اس کی منہ مانگی قیمت دو' انہوں نے وہ قیمت ادا کر کے گائے کو خریدا اور اس کو ذبح کیا۔ (جامع البیان ج ا ص ۲۶۸) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بلا چوں چراں ماننا چاہیے اور بے جا قسم کے سوالات سے گریز کرنا چاہیے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی چیز کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار ہے ف۱۰۰ بنو اسرائیل قاتل کو مخفی رکھنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک گائے ذبح کرو اور اس گائے کے کسی عضو کو اس مقتول پر مارو' اس عضو میں مختلف اقوال ہیں' مثلاً: زبان' دُم' کان' ہڈی اور دل وغیرہ' جب گائے کے عضو کو مقتول پر مارا گیا تو اس کی رگوں سے خون بہنے لگا اور اس نے کہا: مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ف۱۰۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اسی طرح مردوں کو (قیامت کے دن) زندہ فرمائے گا' ہر چند کہ یہ آیت بنو اسرائیل سے خطاب کے سلسلے میں ہے' لیکن اس میں ان لوگوں کو تعریض ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں مر کر اٹھنے کا انکار کرتے تھے ف۱۰۲ اس آیت میں اثر پذیری کے اعتبار سے پتھروں کی تین قسمیں بتائی ہیں' ایک قسم وہ ہے جس سے دریا پھوٹ پڑتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ اثر پذیری ہے' دوسری قسم میں اس سے کم اثر پذیری ہے جن سے پانی نکل آتا ہے اور سب سے کم اثر پذیری ان پتھروں میں ہے جو خوف خدا سے گر پڑتے ہیں۔ بنو اسرائیل میں اتنی اثر پذیری بھی نہیں ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پتھروں میں بھی ادراک ہوتا ہے' جس کی وجہ سے ان میں خوف خدا ہوتا ہے۔ اس بات پر قرآن مجید کی یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: "يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ" (سبا: ۱۰) اے پہاڑو اور پرندو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے احد پہاڑ کے متعلق فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۲۰۱) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام عرض کرتا تھا' میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵) اسی طرح ایک حدیثِ مبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے کسی راستے میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو بھی پتھر یا درخت آتا وہ کہتا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"۔ (جامع ترمذی ص ۵۲۲) اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں' شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۹) ان حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں میں ادراک رکھا ہے ف۱۰۳ اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: (۱) یہ آیت ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو یہود کے حلیف تھے' وہ ان کے پڑوسی بھی تھے اور ان کے درمیان رضاعت بھی تھی' وہ چاہتے تھے کہ یہ یہودی مسلمان ہو جائیں (۲) نبی ﷺ اور مسلمان یہ خواہش رکھتے تھے کہ ان کے زمانے میں جو یہودی ہیں وہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اور ان کے پاس شریعت تھی' حضور ﷺ ان کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور ان کی وجہ سے دوسروں پر سختی کرتے تھے تا کہ وہ یہودی مسلمان ہو جائیں۔ (البحر المحیط ج ا ص ۴۳۷)

مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ

فریق اللہ کا کلام سنتا تھا' ۱۰۴ پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تبدیلی

هُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ

کر دیتا تھا ۰ ۱۰۵ اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اور جب یہ ایک دوسرے کے

إِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ

ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا تم ان (مسلمانوں) کو وہ (حق) باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں

بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تاکہ وہ ان باتوں کو تمہارے رب کے سامنے حجت بنائیں' کیا تم عقل نہیں رکھتے ۰ کیا وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس کو ظاہر کرتے ہیں ۰ اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں' جو زبانی پڑھنے کے سوا (اللہ کی)

إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٧٨﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ

کتاب کا علم نہیں رکھتے اور وہ صرف ظن (گمان) کرتے ہیں ۰ ۱۰۶ پس عذاب ہے ۱۰۷ ان لوگوں کے لیے جو اپنے

الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ۖ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا

ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں'

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

سو ان کے لیے عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جو کچھ انہوں نے کمایا اس کے سبب سے

يَكْسِبُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ

ان کو عذاب ہوگا ۰ ۱۰۸ اور انہوں نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ان کو ہرگز آگ نہیں چھوئے گی' ۱۰۹ آپ کہیے:

ف۱۰۴ ابن زید نے کہا ہے کہ کلام اللہ سے مراد تورات ہے' بنو اسرائیل اس میں تحریف کر کے اس کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے تھے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بیان کرتے تھے۔ جب ان کے پاس صاحب حق رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی منشاء کے مطابق مسئلہ بیان کرتے اور جب باطل پر قائم کوئی شخص ان کے پاس رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی مرضی کے مطابق حکم بیان کرتے اور جب کوئی رشوت لے کر نہ آتا تو کتاب سے صحیح حکم نکال کر بیان کر دیتے۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۹۱) علامہ ابن جریر فرماتے ہیں: زیادہ صحت کے قریب یہ بات ہے کہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات مذکور تھیں (یہود) ان میں دانستہ تحریف کرتے تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۹۲) ف۱۰۵ ابو العالیہ اور قتادہ رحمہما اللہ نے بیان کیا کہ جب یہ (یہود) آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہماری کتاب میں جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات بیان کی گئی ہیں وہ تم مسلمانوں کے سامنے کیوں بیان کرتے ہو (کیونکہ بعض یہود (منافق) مسلمانوں سے مل کر کہتے تھے کہ ہم تمہارے نبی پر ایمان لے آئے' کیونکہ ان کی صفات تورات میں موجود ہیں) وہ اس بیان کو تمہارے خلاف حجت بنا لیں گے کہ جب یہ وہی آنے والے نبی ہیں تو تم ان پر (صحیح طرح) ایمان کیوں نہیں لائے۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۹۲) ف۱۰۶ اللہ تعالیٰ نے ''امیین'' فرمایا' اُمّی وہ شخص ہے جو لکھتا ہو نہ پڑھتا ہو یعنی جس طرح ماں کے پیٹ سے ناخواندہ پیدا ہوا تھا' اسی حالت پر ہو اور کسی سے علم حاصل نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کتاب کا علم نہیں رکھتے ماسوا ''امانی'' کے' ''امانی'' ''امنیۃ'' کی جمع ہے۔ ''امنیۃ'' کا معنی ہے: پڑھنا' یعنی یہ عام ان پڑھ لوگ صرف زبانی تورات کو پڑھ لیتے ہیں' اس کا معنی نہیں جانتے' جس طرح ہمارے برصغیر کے عام ناخواندہ لوگ قرآن مجید کی عبارت کو معنی سمجھے بغیر پڑھتے ہیں' اور اس کا دوسرا معنی ہے: تمنا اور آرزو یعنی ان کی صرف یہ تمنائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا اور ان کے گناہوں پر گرفت نہیں فرمائے گا' یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ سوائے ان جھوٹی اور من گھڑت باتوں کے کتاب کا علم نہیں رکھتے جو انہوں نے اپنے علماء سے سن لی ہیں اور ان کو بہ طور تقلید کے مانتے چلے آ رہے ہیں' لیکن یہاں ''امنیۃ'' کا معنی تمنا کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس کے بعد کی آیت کا بھی یہی تقاضا ہے ف۱۰۷ اصمعی نے کہا: ''ویل'' بُری چیز ہے اور اس کا استعمال حسرت کے موقع پر ہوتا ہے۔ (المفردات ص۵۳۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''فویل لھم'' کا معنی ہے: ان پر عذاب ہو۔ ابوعیاض نے کہا کہ ''ویل'' اس پیپ کو کہتے ہیں جو جہنم کی جڑ میں گرتی ہے۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۹۹) ف۱۰۸ ابو العالیہ نے کہا کہ یہود سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں تحریف کرتے تھے اور دنیوی مال کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے اپنی خواہش کے مطابق تورات میں احکام لکھ دیئے اور جو احکام ان کو ناپسند تھے' ان کو انہوں نے تورات سے مٹا دیا' نیز انہوں نے تورات سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مٹا دیا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔ (جامع البیان ج۱ ص۳۰۱-۳۰۰) ف۱۰۹ یہودی کہتے تھے کہ ان کو صرف چند دن عذاب ہوگا اور ان چند دنوں کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم میں صرف قسم پوری کرنے کے لیے داخل کرے گا اور یہ چالیس دن کی مدت ہے' جس میں ہم نے بچھڑے کی پرستش کی تھی اور دوسرا قول یہ ہے: مجاہد نے بیان کیا کہ یہود کہتے تھے: دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور ہمیں ہر ہزار سال کے مقابلہ میں ایک سال عذاب دیا جائے گا یعنی کل سات سال عذاب دیا جائے گا۔ (جامع البیان ج۱ ص۳۰۳-۳۰۲)

أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ أَمْ تَقُوْلُوْنَ

آیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا جس کی اللہ ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ

جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟ O کیوں نہیں! جس نے برا کام کیا اور اس کی برائی نے اس کو (پوری طرح) [۱۱۱]

خَطِيْٓئَتُهٗ فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ

گھیر لیا وہ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O ف۱۱۰ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ جنتی ہیں وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے O ف۱۱۱

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ ۫ وَ

اور یاد کرو جب ہم نے بنو اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور

بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا

ماں باپ ف۱۱۲ رشتہ داروں ف۱۱۳ یتیموں ف۱۱۴ اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنا ف۱۱۵ اور لوگوں سے

لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا

اچھی باتیں کرنا اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا' پھر تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ تم

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

سب (اس عہد سے) منحرف ہو گئے اور تم (ہو ہی) منہ موڑنے والے O ف۱۱۶ اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ أَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ

خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا' پھر تم نے (اس کا) اقرار کیا' (اور اس عہد پر)

ف۱۱۰ معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مسلمان نے گناہ کبیرہ کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا' وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' لیکن ان کا یہ استدلال دو وجہوں سے غلط ہے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ''سیئۃ'' سے مراد کفر ہے اور ابو وائل' مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ ''سیئۃ'' (برائی) سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۵۔۳۰۴) اور جو شخص مشرک ہو' وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ برائی اس کا احاطہ کر لے اور احاطہ اس وقت ہوگا' جب اس کے دل سے تصدیق بھی نکل جائے اور اس میں ایمان اور خیر مطلقاً نہ رہے اور ایسا شخص کافر ہے' وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اہل سنت مزید یہ کہتے ہیں کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی بخشش ہو سکتی ہے اور ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشے گا اور جو (گناہ) اس سے کم ہو اس کو جس کے لیے چاہے گا' بخش دے گا ف۱۱۱ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ جلّ وعلا کی ذاتِ اقدس کے ساتھ شرک نہیں کیا' خواہ اس نے کوئی گناہ کیا ہو' توبہ کی ہو یا نہ کی ہو' اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بخش دے گا ف۱۱۲ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد یہ حکم دیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر عوض کے بندے پر انعامات واحسانات کرتا ہے' اسی طرح ماں باپ بھی اولاد سے اپنے احسانات کا عوض نہیں طلب کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی ترغیب دلائی ہے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری: ۵۲۷' صحیح مسلم: ۸۵) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (سنن نسائی: ۳۱۰۴) ف۱۱۳ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کی جائے (تو اسے) چاہیے کہ وہ رشتے داروں سے تعلق جوڑے۔ (الترہیب والترغیب ج ۳ ص ۳۲۴) ف۱۱۴ یتیم کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (بخاری: ۶۰۰۵' الترہیب والترغیب ج ۳ ص ۳۴۸) ف۱۱۵ مساکین کے ساتھ حسن سلوک کی رسول اللہ ﷺ نے بھی ترغیب دی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: بیوہ اور مسکین کی پرورش کے لیے جدوجہد کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثل ہے جو اکتائے بغیر قیام کرے اور مسلسل روزے رکھے۔ (مسلم: ۲۹۸۳' الترہیب والترغیب ج ۳ ص ۳۵۱) ف۱۱۶ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کرنا' نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا' ماں باپ' رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا' یہ اس قسم کی عبادات ہیں جو ہر نبی کے دور میں مشترک رہی ہیں۔

تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ

تم خود بھی گواہی دیتے ہو ○ ١١٧ پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور تم اپنے ایک

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ

فریق کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور تم ان کے خلاف گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ

اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ ان کو (گھروں سے) نکالنا (بھی تو) تم پر حرام کیا گیا تھا ١١٨

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ

کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا کفر کرتے ہو؟ سو تم میں سے جو

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ

لوگ یہ کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو گی کہ وہ دنیا کی زندگی میں رسوا ہوں اور قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾

وہ زیادہ شدید عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ١١٩ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے ○

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلہ میں خرید لیا سو نہ ان سے

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے ١٢٠ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلیلیں دیں ١٢١

ف١١٧ اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو گھروں سے نکالیں گے' نسل در نسل یہ عہد و میثاق مدینہ میں آباد یہودیوں میں منتقل ہوا۔ (جامع البیان ج١ ص ٣١٤) ف١١٨ تورات میں بنو اسرائیل سے جو ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے اور گھروں سے نہ نکالنے کا عہد لیا گیا تھا وہ انہوں نے توڑ دیا' کیونکہ مدینہ منورہ میں اوس و خزرج مشرکوں کے دو قبیلے آباد تھے' جو کسی شریعت کے پیروکار نہ تھے' نہ کسی چیز کے حلال و حرام ہونے کے قائل تھے' یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ مدینہ میں رہنے والے یہود بھی ان کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ گئے۔ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوتی تو بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کا ساتھ دیتے تھے اور اس جنگ میں یہود ایک دوسرے کو قتل کرتے اور گھروں سے نکال دیتے اور جب جنگ ختم ہو جاتی تو بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو لوگ خزرج کی قید میں ہوتے ان کو بنو قینقاع فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور بنو قینقاع کے جو لوگ اوس کی قید میں ہوتے ان کو بنو قریظہ اور بنو نضیر فدیہ دے کر چھڑا دیتے اور جب ان سے کہا جاتا کہ تم فریق مخالف کے قیدیوں کو فدیہ دے کر کیوں چھڑا رہے ہو تو کہتے: ہمیں تورات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائیں' پھر ان سے کہا جاتا کہ تورات میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور گھروں سے نہ نکالو تو تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے کہ ہم اپنے حلیف سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کرتے ہیں یعنی مشرکوں سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ (جامع البیان ج١ ص ٣١٤) ف١١٩ قرآن مجید کی یہ خبر اس طرح پوری ہوئی کہ بنو قریظہ تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور بنو نضیر جلاوطن' یہ دنیاوی رسوائی ہوئی اور اخروی رسوائی اور عذاب سے بھی وہ بچ نہیں سکتے ہیں ف١٢٠ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو رسول بھی مبعوث ہوا' وہ بنو اسرائیل کو تورات پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَقَفَّيْنَا'' یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا رسول' ہم نے اسی منہاج اور شریعت پر بھیجا ف١٢١ عیسیٰ اور یسوع عبرانی زبان کے الفاظ ہیں' ان کا معنی ہے: سید یا برکت والا'' بینات '' سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں' مثلاً مردوں کو زندہ کرنا' پیدائشی نابینا کو بینا کرنا' برص زدہ لوگوں کو ٹھیک کرنا۔

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

اور ہم نے روح القدس (جبریل) سے ان کی تائید کی تو کیا ہر بار (ایسا نہیں ہوا) کہ جب بھی رسول تمہارے پاس ایسا پیغام لے کر آیا جو

اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَ

تمہاری مرضی کا نہ تھا تو تم نے تکبر کیا (رسولوں کے) ایک گروہ کی تم تکذیب کرتے تھے اور ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے O ۱۲۲ اور (یہود نے)

قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾

کہا: ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے، سو ان میں سے بہت تھوڑے ایمان لاتے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ

ہیں O ۱۲۳ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو اس آسمانی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے اور

كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعا کرتے تھے، ۱۲۴ اور جب ان کے پاس وہ آگئے

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ

جن کو وہ جان اور پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہو O ۱۲۵ کیسی بری چیز ہے وہ جس کے

اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ

معاوضہ میں انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا کفر کریں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے، اس پر سرکشی

فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ

کرتے ہوئے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (کتاب) نازل فرماتا ہے، وہ غضب در غضب میں آگئے ۱۲۶

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ

اور کافروں کے لیے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لاؤ

ف۱۲۲ بعض رسولوں کی یہود نے تکذیب کی، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض رسولوں کو انہوں نے قتل کردیا، جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام، اور ان آیات میں ہمارے نبی ﷺ کو یہ تسلی دی جارہی ہے کہ اگر بنواسرائیل نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر ایمان نہیں لائے تو اس میں غم و افسوس کی بات نہیں، کیونکہ نبیوں سے عناد رکھنا اور ان کی تکذیب کرنا، ان کی سرشت اور عادت ہے

ف۱۲۳ یہود کے اقوال قبیحہ میں سے ایک قول یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے نبی ﷺ سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، اس لیے آپ کی بات ہمارے دلوں میں نہیں اترتی اور نہ ہم اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ بات نہیں ہے، تمہارے دلوں میں بھی غور و فکر کرنے اور حق بات قبول کرنے کی استعداد رکھی گئی تھی، لیکن تم نے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بغض وعناد رکھا، ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا، اس سبب سے بہ طور سزا اللہ تعالیٰ نے تم کو رحمت سے دور کردیا اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں، بلکہ تم نے خود ایسے قبیح کام کیے جن کے نتیجے میں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور لعنت کے مستحق ہوئے، اسی وجہ سے یہود میں بہت کم ایمان لانے والے ہیں

ف۱۲۴ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود اوس وخزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کردیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے، اس کا انہوں نے انکار کردیا، ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ، جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے، تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۲۵) اس آیت میں مقربین کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت ہے ف۱۲۵ حضرت سیدنا معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہما نے جب یہود کو یہ کہا کہ تم ہم سے نبی مبعوث کی جو صفات بیان کرتے تھے وہ آپ ﷺ میں موجود ہیں تو اس کے جواب میں بنونضیر کے سلام بن مشکم نے کہا کہ وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۲۵) ف۱۲۶ نبی ﷺ کے زمانے کے یہود آپ ﷺ پر اس لیے ایمان نہیں لاتے تھے کہ ان کو جو نذرانے ملتے تھے اور وہ مجرموں سے جو رشوتیں وصول کرتے تھے وہ بند ہوجائیں گی اور عام یہود پر جو علماء یہود کی ریاست تھی وہ ختم ہوجائے گی اور ان کی خواہش تھی کہ آنے والے نبی بنواسرائیل میں سے ہوں، انہوں نے پہلے نبیوں کا بھی انکار کیا اور اب ہمارے نبی کو نہ مان کر نیا انکار کیا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو ذلت کی زندگی دی اور آخرت میں ان کو ذلیل عذاب کا مستحق قرار دیا کہ انہوں نے محض سرکشی اور ذاتی خواہش کی اتباع کی وجہ سے نبی ﷺ پر ایمان نہ لاکر اپنے گزشتہ دعویٰ ایمانی کو بھی غلط ثابت کردیا۔

اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ

جس کو اللہ نے نازل کیا تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے ماسوا کا کفر کرتے ہیں حالانکہ وہ

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ

حق ہے اور جو (اصل) کتاب ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے ف۱۲۷ آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو

قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ

اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے ف۱۲۸ O اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ واضح دلائل لے کر آئے ف۱۲۹ پھر

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظالم تھے O ف۱۳۰ اور جب ہم نے

مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۗ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۗ

تم سے پختہ عہد لیا اور پہاڑ طور کو تم پر اٹھایا (اور فرمایا:) جو ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے لو اور سنو

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۗ

انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی ف۱۳۱ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑا بسا دیا گیا تھا

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ

آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو یہ کیسی بری چیز ہے جس کا تمہیں تمہارا ایمان حکم دیتا ہے O آپ کہیے کہ

كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

اگر دار آخرت اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ

تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو O ف۱۳۲ اور جو اعمال وہ پہلے کر چکے ہیں ان کی وجہ سے وہ موت کی ہرگز

ف۱۲۷ جب مدینہ کے یہود سے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے کہ قرآن حق ہے اور اس (اصل) تورات کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کے کلام ہیں تو جب تمہارا تورات پر ایمان ہے تو تم قرآن کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ وہ بھی تورات کی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمہاری کتاب کی مصدق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں پر ایمان لایا جائے ف۱۲۸ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسری حجت قائم فرمائی کہ اگر تم تورات پر ایمان لانے والے ہو تو تم انبیاء علیہم السلام کو قتل کیوں کرتے تھے؟ اس آیت میں نبی ﷺ کے زمانے کے یہودیوں کی طرف قتل کی نسبت کی گئی ہے' حالانکہ قتل ان سے پہلے کے یہودیوں نے کیا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے اس فعل پر راضی تھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور معصیت نہیں کہتے تھے اور نہ اس سے انہوں نے براءت کا اظہار کیا تھا ف۱۲۹ ان آیاتِ بینات سے مراد عصاء موسیٰ علیہ السلام' ید بیضاء' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی لکنت کو دور کرنا' بنو اسرائیل کے لیے سمندر کو چیرنا وغیرہ ہیں ف۱۳۰ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر جو نعمتیں نازل فرمائیں ان نعمتوں کا شکر کرنے کے بجائے انہوں نے بچھڑے کی پرستش کرنی شروع کر دی' اسی کو اللہ تعالیٰ نے ظلم فرمایا' کیونکہ کسی مستحق شخص کا حق دوسرے کو دے دینا ظلم ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا حق دوسرے کو دیا جائے اور عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کی عبادت کی جائے تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے ف۱۳۱ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے تمام احکام اور تمام تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ آج ہم قرآن مجید پر ایمان لانے کے دعوے دار ہیں' لیکن قرآن مجید پر عمل نہیں کرتے تو جو بات یہود سے کہی گئی ہے' وہی ہم پر صادق آ رہی ہے۔ قرآن نے ہمیں نماز پڑھنے' روزے رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے' اور ہماری بھاری اکثریت اس پر عمل نہیں کرتی' قرآن نے ہمیں ناجائز طریقے سے مسلمانوں کا مال کھانے سے منع کیا اور ہم رشوت' اسمگلنگ' ملاوٹ' مصنوعی اشیاء' بلیک مارکیٹنگ' چور بازاری اور ڈاکوں سے دوسرے مسلمانوں کا مال کھا رہے ہیں' یہود کے متعلق بار بار فرمایا گیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب بالائے غضب ہے اور وہ جہاں بھی ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور آج یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور یہودیوں نے مسلمانوں کے علاقے چھین لیے اور بار بار مسلمان یہودیوں سے شکست کھا رہے ہیں تو سوچنا چاہیے کہ جو قوم اس لعنتی اور مغضوب قوم سے مسلسل شکست کھا رہی ہے وہ خود کس قدر اللہ تعالیٰ کے غضب میں ڈوبی ہوئی اور رحمت سے دور ہوگی ف۱۳۲ یہودی کہتے تھے کہ دار آخرت ہمارے لیے ہے اور ہم جنت میں جائیں گے' انہیں کہا گیا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ ہمارے نبی ﷺ نے دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات' جنت اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کو جائز رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور تمنا کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے وفات دے دے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو بھی مرنے کے بعد ثواب مل جائے وہ دنیا میں واپس جانا نہیں چاہتا سوا شہید کے' کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں جا کر خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں میری موت واقع کر۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴)

أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ

تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے○ ۱۳۳ اور آپ ضرور دیکھیں گے کہ وہ اور لوگوں سے

عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ

اور مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے دلدادہ ہیں' ان میں سے ہر ایک شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش اس کی عمر

سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ

ہزار سال ہو ۱۳۴ اور یہ عمر اسے دی جائے تو یہ اس کو عذاب سے دور کرنے والی نہیں ہے' اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کو

بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ

اللہ خوب دیکھنے والا ہے○ آپ کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے) پس بے شک اسی جبریل نے اللہ کے حکم سے

قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ

آپ کے دل پر (قرآن) نازل کیا' جو ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس (کے نزول) سے پہلے موجود ہیں اور وہ مومنین

لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ

کے لیے ہدایت اور بشارت ہے○ ۱۳۵ جو شخص اللہ کا' اس کے فرشتوں کا' اس کے رسولوں کا اور جبریل

وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ

اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے○ ۱۳۶ اور بے شک (اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں

بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿٩٩﴾ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا

نازل کی ہیں' اور ان آیتوں کا صرف فاسق ہی انکار کرتے ہیں○ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں

نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ

تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے' بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے○ ۱۳۷ اور جب ان کے پاس اللہ کی

ف۱۳۳ اس آیت میں قرآن مجید کی حقانیت ہے' کیونکہ قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کی کہ یہودی موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر یہودی سچے ہوتے تو وہ موت کی تمنا کرتے اور رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہتے: لو ہم نے موت کی تمنا کر لی' اور یوں قرآن جھوٹا ہو جاتا اور آپ کی نبوت باطل ہو جاتی' یہ بڑی نازک اور خطرناک پیش گوئی تھی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کر سکتے اور کبھی نہیں کریں گے۔ ان کے لیے بڑا آسان تھا کہ آپ کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنے کے لیے موت کی تمنا کر لیتے' لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور آپ کی نبوت کا صدق اور قرآن مجید کی حقانیت ظاہر ہو گئی' جھوٹا نبی کبھی ایسی پیش گوئی کی جرأت نہیں کر سکتا جس کو باطل کرنا مخالف کے اختیار میں ہو اور اس کی تمنا کرنے پر موقوف ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وہ ایک دن بھی موت کی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی زندہ نہ رہتا اور صفحۂ ہستی سے یہودیت مٹ جاتی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۳۷۔۳۳۶)

ف۱۳۴ مشرکین جو مرنے کے بعد دوسری زندگی پر یقین نہیں رکھتے' اصل میں ان کو دنیا میں لمبی عمر کی تمنا ہونی چاہیے' کیونکہ ان کے لیے جو کچھ ہے یہی دنیا ہے' لیکن یہ یہودی جو دنیا کے بعد آخرت اور جنت کے دعوے دار ہیں' ان مشرکوں سے بھی زیادہ لمبی عمر کی خواہش رکھتے تھے' حتیٰ کہ ان میں کوئی کوئی ہزار سال کی زندگی کی تمنا کرتا تھا اور موت کی تمنا کرنے کے بجائے لمبی زندگی کی خواہش کرنا' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دخولِ جنت کے متعلق ان کا دعویٰ جھوٹا ہے

ف۱۳۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم آپ سے چار ایسی چیزوں کے متعلق سوال کریں گے جن کا جواب نبی کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا' نبی ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو سوال کرو لیکن اس کی ضمانت دو کہ اگر تم ان جوابات کا صدق پہچان لو تو پھر تم اسلام قبول کر لو گے' انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ ان کا پہلا سوال تھا کہ نزولِ تورات سے قبل حضرت یعقوب علیہ السلام نے کون سے طعام کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں تورات نازل کرنے والی ذات کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام شدید بیمار ہو گئے اور ان کی بیماری نے طول پکڑ لیا تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے صحت دے دی تو میں اپنا پسندیدہ طعام و مشروب اپنے اوپر حرام کر لوں گا اور ان کا پسندیدہ طعام اونٹ کا گوشت تھا (ابوجعفر طبری نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ان کا پسندیدہ مشروب اونٹنیوں کا دودھ تھا)' انہوں نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے سوال کیا کہ عورت کا پانی کیسا ہے اور مرد کا پانی کیسا ہے اور مذکر و مؤنث کیسے بنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تم کو معلوم ہے کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے اور جس کا پانی غالب ہوتا ہے' بچہ اسی (جنس) کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی مشابہت ہوتی ہے' انہوں نے کہا: ہاں' آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ ان کا تیسرا سوال تھا: اس نبی اُمّی کی نیند کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی' کیا تم کو معلوم ہے' اس نبی اُمّی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا' انہوں نے کہا: بہ خدا! ہاں' آپ نے فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جا' پھر انہوں نے کہا: آپ ہمیں بتائیں کہ فرشتوں میں آپ کا دوست کون ہے؟ اس کے جواب پر آپ کے دین کو قبول کرنے اور نہ کرنے کا مدار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل میرا دوست ہے۔ انہوں نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے' اس لیے ہم آپ کی اتباع نہیں کرتے' اگر کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۴۲۔۳۴۱) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ مبارکہ کو نازل فرمایا

ف۱۳۶ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہوگا' وہ سب رسولوں کا دشمن ہوگا کیونکہ جبرئیل تمام رسولوں کا مؤید اور ولی ہے اور اس کا دشمن میکائیل کا دوست بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک فرشتے سے عداوت تمام فرشتوں سے عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے دشمنی رکھنا' اللہ تعالیٰ ہی سے دشمنی رکھنا ہے

ف۱۳۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا کیا عہد و میثاق لیے ہیں' ایک یہودی عالم مالک بن صیف نے کہا: خدا کی

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ

طرف سے وہ عظیم رسول آئے جو اس (آسمانی کتاب) کی تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ

نے اللہ کی کتاب (تورات) کو اس طرح اپنے پس پشت پھینک دیا گویا انہیں کچھ علم ہی

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ

نہیں ہے ۱۳۸ اور انہوں نے اس (جادو کے کفریہ کلمات) کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دورِ حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ

اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے ۱۳۹ وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات)

السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ

سکھاتے تھے ۱۴۰ اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا ۱۴۱

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

اور وہ (فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ

وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتے' اور اللہ کی

بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ

اجازت کے بغیر وہ اس (جادو) سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے' اور وہ اس چیز کو سیکھتے جو ان کو

وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ

نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ کرے' اور بے شک وہ خوب جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خرید لیا اس کا آخرت میں کوئی

قسم اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کے متعلق ہم سے کوئی عہد و میثاق نہیں لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ جب بھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور ان کے اکثر ایمان نہیں لاتے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۱)

ف ۱۳۸ جب ہمارے نبی ﷺ آئے اور آپ دین کے عام اصولوں اور عقائد میں تورات کی تصدیق کرتے تھے' مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید' قیامت' جزا و سزا' رسولوں کی تصدیق اور تقدیر پر ایمان وغیرہ تو وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے اور قرآن پر ایمان نہ لانا اس کو مستلزم ہے کہ ان کا تورات پر مکمل ایمان نہیں' کیونکہ تورات میں آپ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے کا ان کو حکم تھا جو انہوں نے پورا نہ کیا۔ انہوں نے مکمل تورات کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ تورات کے صرف اس حصہ کو ترک کیا تھا جس میں آپ ﷺ کے حوالے سے بشارات تھیں اور وہ کسی دوسرے پر صادق بھی نہیں آتی تھیں تو گویا اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ف ۱۳۹ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دورِ حکومت میں شیاطین آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور فرشتوں کا کلام کان لگا کر سنتے کہ زمین میں کون کب مرے گا' بارش کب ہو گی اور اس قسم کی دیگر باتیں' پھر آ کر کاہنوں کو وہ باتیں بتاتے' کاہن لوگوں کو بتاتے اور وہ باتیں اسی طرح واقع ہو جاتیں' ان کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا کر لوگوں نے وہ باتیں کتابوں میں لکھ لیں اور بنو اسرائیل میں یہ مشہور ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو تلاش کروا کر منگوایا اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا اور شیاطین میں سے جو بھی ان کی کرسی کے قریب جاتا وہ جل جاتا' پھر آپ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کے متعلق بھی میں نے سنا کہ وہ کہتا ہے: شیاطین غیب جانتے ہیں' میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ علماء بھی گزر گئے جن کو یہ واقعہ معلوم تھا اور پشت ہا پشت گزر گئیں تو ایک دن شیطان انسان کی صورت میں بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس گیا اور کہا کہ میں تم کو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ دکھاتا ہوں' اس نے کہا: اس کرسی کے نیچے زمین کھودو' انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں نکل آئیں' شیطان نے کہا: سلیمان اس جادو کی وجہ سے انسانوں' جنوں اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے' پھر بنو اسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ سلیمان جادوگر تھے' حتیٰ کہ جب نبی ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کا ذکر انبیاء میں کیا تو بنو اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ سلیمان تو جادوگر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۳) ف ۱۴۰ لغت میں جس چیز کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو وہ سحر ہے۔ (قاموس ج ۲ ص ۶۶' الصحاح ج ۲ ص ۶۷۹) اور شریعت میں: جس کام کو انسان خود نہ کر سکے اور وہ شیطان کی مدد اور اس کے تقرب کے بغیر پورا نہ ہو اور اس کام کے لیے شیطان کے شر اور خبث نفس کے ساتھ مناسبت ضروری ہو' اس کو سحر کہتے ہیں۔ (انوار التنزیل (درسی) ص ۹۵) جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور مسلمان پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۸' صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴) سحر کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے' جادو کو سکھانا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی اباحت کا اعتقاد کرنا کفر ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۲۳۲) امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جس شخص کا سحر کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' اس میں مسلمان' ذمی آزاد' غلام سب برابر ہیں' ساحر سے مراد وہ شخص نہیں جو معوذات سے جادو کو دور کرتا ہو نہ طلسم کرنے والا مراد ہے (شعبدہ باز)۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۹۶) ف ۱۴۱ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں' ان کے متعلق علمائے اسلام میں اختلاف ہے۔ محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا تا کہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتائیں اور لوگوں پر یہ واضح کریں کہ لوگ جو سحر کے نام سے مختلف حیلوں سے اور شعبدوں سے عجیب و غریب کام کرتے ہیں وہ سحر نہیں ہے' وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے اور اس پر عمل کرنے سے روکتے تھے' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے سحر کو نازل کیا' جس نے سحر سیکھ کر اس پر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے سحر کو نہیں سیکھا یا

خَلَاقٍ ۟ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

حصہ نہیں اور کیسی بری چیز ہے وہ جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا ہے' کاش! یہ جان لیتے O ۱۴۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا

اور اگر یہ ایمان لے آتے اور متقی بنتے تو اللہ کے پاس سے ثواب بہت بہتر ہے' کاش یہ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا

جان لیتے O ۱۴۳ اے ایمان والو! (اپنے رسول سے) راعنا نہ کہو انظرنا کہو ۱۴۴ اور ابتداءً (غور سے)

وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

سنا کرو' اور کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے O کافروں میں سے اہل کتاب اور مشرکین یہ

اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

نہیں پسند کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی خیر (وحی) نازل

رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

کی جائے' اور اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے' اور اللہ بڑے فضل

الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ

والا ہے O جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل

مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

آیت لے آتے ہیں' ۱۴۵ (اے مخاطب!) کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے O (اے مخاطب!) کیا تو نہیں

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جانتا کہ آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کے لیے ہے' (اے مسلمانو!) اللہ کے سوا تمہارا

جادو کی حقیقت کو جاننے اور اس کے ضرر سے بچنے کے لیے اس کو سیکھا اور اس پر عمل نہیں کیا وہ اپنے ایمان پر سلامت رہا۔ جادو کے حرام اور گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود اس کا نزول اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر ہر چیز کا خالق ہے۔ زہر کھانا' کھلانا حرام ہے' کتے اور خنزیر کا کھانا حرام ہے' شراب پینا حرام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں اور کاموں کو پیدا کیا ہے اور انسان کو ان تمام چیزوں کے ترک کرنے اور ان سے باز رہنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابتلاء اور آزمائش کے لیے فرشتوں کو جادو کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا۔ بعض روایات میں ان کے متعلق یہ مذکور ہے کہ انہوں نے زمین پر آ کر گناہ کیا۔ یہ روایات قرآن مجید کی کئی آیات کے خلاف ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ O'' (التحریم: ۶۶) وہ (فرشتے) اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم کیا جاتا ہے O ''بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ O لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ O'' (الانبیاء: ۲۶-۲۷) بلکہ (سب فرشتے) مکرم بندے ہیں O (اس کی اجازت) سے پہلے بات نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر کاربند رہتے ہیں O ف۱۴۲ انہیں جادو کی بُرائی کا علم تھا لیکن چونکہ وہ علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے تھے اور جادو کرتے تھے' اس لیے ان کے علم کو عدم علم کے قائم مقام کر کے فرمایا: کاش! وہ جان لیتے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو عالم علم کے مطابق عمل نہ کرے وہ بہ منزلہ جاہل ہے ف۱۴۳ ایک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے اور ایک مرضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو ہو سکتا ہے لیکن اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا' یہودیوں کا ایمان لانا اور ان کا جادو نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی' اس کی مشیت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کفر اور بدعملی پر راضی نہیں لیکن دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے' اس کی مشیت سے ہوتا ہے۔ ''کاش وہ جان لیتے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جادو کرنا اور علم کے خلاف عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تھا ف۱۴۴ مسلمانوں کو جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں آپ ﷺ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو وہ اس موقع پر ''راعنا'' (ہماری رعایت فرمائیے) کہتے تھے' یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کے لیے تھا۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہنے لگے کہ پہلے ہم ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اور اب لوگوں میں برسر مجلس ان کو بددعا دینے کا موقع ہاتھ آ گیا ہے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے ''راعنا'' کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ کو یہود کی لغت کا علم تھا' انہوں نے جب یہ لفظ سنا تو انہوں نے کہا: تم پر اللہ کی لعنت ہو' اگر میں نے آئندہ تم کو نبی ﷺ سے یہ لفظ کہتے ہوئے سنا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا' یہود (منافقین) نے کہا: کیا تم لوگ یہ لفظ نہیں کہتے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تاکہ (یہود) منافقین کو یہ موقع نہ مل سکے کہ وہ صحیح لفظ کو غلط معنی میں استعمال کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۵۷) اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے کسی بڑی بُرائی کا راستہ نکلتا ہو تو اس بڑی بُرائی کے سدباب کے لیے اس صحیح کام کو ترک کر دیا جائے گا' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو' وہ زبان پر لانا ممنوع ہے ف۱۴۵ نسخ کا معنی ہے: کسی چیز کو زائل اور متغیر کرنا' کسی چیز کو باطل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کرنا۔ (قاموس ج ۱ ص ۵۳۳) اور ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیل شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی یہ دلیل پہلے حکم کی دلیل سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو وہی حکم ثابت رہتا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۵۳۳) یہود نے نسخ کا انکار کیا ہے' ان کے خلاف نسخ پر حجت یہ ہے کہ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے تمام جانور حلال کر دیئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل پر بہت سے جانور حرام کر دیئے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بہن کا بھائی سے نکاح کر دیتے تھے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اس کو حرام کر دیا گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۴-۴۳۳) ہمارے نزدیک قرآن مجید کی بارہ آیتوں کا حکم منسوخ ہے اور ان کے علاوہ وہ آیتیں ہیں جن میں نبوت کے ابتدائی دور میں کفار کی زیادتیوں کے مقابلہ میں صبر و ضبط سے کام لینے کا حکم دیا تھا' پھر آیت سیف نازل ہونے کے بعد ان کا حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ سیوطی نے لکھا

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ

کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے○ ف۱۴۶ کیا تم (بھی) اپنے رسول سے ایسے (لایعنی) سوال کرنا چاہتے ہو

كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ

جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے اور جس نے ایمان کو کفر سے بدلا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ

وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا○ ف۱۴۷ بہت سے اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود

مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ

اپنے حسد ف۱۴۸ کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر

بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ

کفر کی طرف لوٹا دیں ف۱۴۹ سو تم (ان کو) معاف کرو اور درگزر کرو ف۱۵۰ حتیٰ کہ اللہ اپنا

بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

(کوئی اور) حکم صادر فرمائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ اور نماز قائم کرو اور

اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ

زکوٰۃ ادا کرو اور جو نیک کام تم اپنے لیے پہلے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ

پاؤ گے ف۱۵۱ بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے○ اور اہل کتاب نے کہا: جنت میں

اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

صرف یہودی یا عیسائی جائیں گے یہ ان کی (باطل) تمنائیں ہیں ف۱۵۲ آپ کہیے: اگر تم

ہے کہ قرآن مجید کی بیس آیتوں کا حکم منسوخ ہے۔ (الاتقان ج ۲ ص ۲۲) اور بعض علماء نے بائیس آیات لکھی ہیں' لیکن ہم نے باقی دس آیتوں میں غور کیا تو ان میں ایسا تعارض نہیں کہ ان کو جمع کرنا اور ان میں تطبیق دینا ممکن نہ ہو ف۱۴۶ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسخ پر دلیل قائم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک اور حاکم ہے اور جو مالک اور حاکم ہو وہ اپنے محکوم اور مملوک لوگوں کی مصلحتوں اور ان کے احوال کی رعایتوں سے واقف ہوتا ہے' اس لیے وہ ان کی رعایتوں اور مصلحتوں کے اعتبار سے احکام بدلتا رہتا ہے' کبھی ایک مصلحت کے اعتبار سے ایک حکم نافذ کرتا ہے اور مصلحت کے پورا ہونے کے بعد اس حکم کو منسوخ کر کے دوسرے حال کے اعتبار سے دوسرا حکم نازل کرتا ہے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی مملوک میں جو حکم چاہے نازل کرے' اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے ف۱۴۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رافع بن حریملہ اور وہب بن زید (یہودیوں) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمارے پاس ایسی کتاب لے کر آئیں جو آسمان سے نازل ہو اور ہم اس کو پڑھیں اور ہمارے لیے دریا جاری کر دیں' پھر ہم آپ کی اتباع اور تصدیق کریں گے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۸۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے بلا ضرورت سوال کرنا ممنوع ہے ف۱۴۸ جب مسلمان جنگ احد میں شکست کھا گئے تو فنحاص بن عازوراء اور زید بن قیس اور کچھ یہودی' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر کے پاس گئے اور کہا: تم نے دیکھا تم پر کیسی مصیبت آئی ہے' اگر تم حق پر ہوتے تو تم پر یہ مصیبت نہ آتی' اب تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ' وہ تمہارے لیے بہتر اور افضل ہے اور ہمارا دین سیدھا راستہ ہے۔ حضرت عمار نے پوچھا: تمہارے ہاں عہد شکنی کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: وہ بہت بڑا گناہ ہے' آپ نے فرمایا کہ میں نے عہد کیا ہے کہ میں تاحیات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر نہیں کروں گا' یہود نے کہا: وہ اپنا آبائی دین ترک کر چکے ہیں' حضرت حذیفہ نے کہا کہ میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب' اسلام میرا دین' قرآن میرا امام' کعبہ میرا قبلہ ہے اور سب مسلمان بھائی ہیں' پھر ان دونوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا' آپ نے فرمایا: تم نے درست کہا اور تم کامیاب ہو گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۹) ف۱۴۹ جس مستحق شخص کے پاس نعمت ہو اس سے نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو حسد کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۱۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے بچو' کیونکہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں اور گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶' سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰) ف۱۵۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا' یہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا' اس مجلس میں مسلمانوں' مشرکوں' بت پرستوں اور یہودیوں کے بہت سے لوگ تھے' مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے' جب اس مجلس کو آپ کی سواری کے گرد و غبار نے ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر چادر رکھ لی' پھر کہا کہ ہم پر گرد نہ ڈالو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سلام کر کے توقف کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور ان پر قرآن پڑھا' عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: اے شخص! اس کلام سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے' اگر یہ حق ہے تو تم ہمیں ہماری مجلس میں ایذاء نہ دو اور اپنی سواری پر واپس چلے جاؤ اور جو تمہارے پاس آئے اس کو سناؤ' حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان' مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا کہنے لگے' حتیٰ کہ وہ لڑنے کے قریب ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کو معاف کر دیجئے اور اس سے درگزر کیجئے' اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے اور وہ حق ہے! آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو لوگ جو سرداری کا تاج پہنا رہے تھے وہ نہیں پہنایا گیا' وہ اسی وجہ سے غضب ناک ہو گیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۶_۶۵۵' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰_۱۰۹) ف۱۵۱ حدیث میں ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: اس نے کیا چھوڑا؟ اور فرشتے کہتے ہیں: (بقیہ صفحہ ۹۷۷ پر)

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾ بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

سچے ہو تو دلیل پیش کرو ○ ١٥٣ کیوں نہیں! جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ١٥٤ اور وہ

مُحْسِنٌ فَلَهٗ أَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

نیکی کرنے والا بھی ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور (آخرت میں) ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّ

غمگین ہوں گے ○ اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ نہیں اور

قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ

نصاریٰ نے کہا کہ یہود کا دین کچھ نہیں، حالانکہ وہ (دونوں آسمانی) کتاب

الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ

پڑھتے ہیں، ١٥٤ اسی طرح بے علم لوگ (مشرکین) ان کی مثل باتیں کرتے ہیں، ١٥٥ سو اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَ

قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ○ ١٥٦ اور

مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرے

وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَآ

اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے، یہ لوگ بغیر خوف کے مسجدوں میں داخل ہونے کے

إِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

لائق نہیں، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا

ف١٥٣ تمام اعضاء میں سے صرف چہرے کو اس لیے خاص کیا گیا کہ وہ اشرف الاعضاء ہے اور حواس، فکر اور تخیل کا معدن ہے، جب چہرہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھک جائے گا تو باقی جسم بہ طریق اولیٰ جھک جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چہرہ سے ذات کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ”كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ“ (القصص:٨٨) اللہ تعالیٰ کے چہرے (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ نماز میں افضل رکن سجدہ ہے اور وہ چہرہ زمین پر رکھنے سے ادا ہوتا ہے، اس لیے انسان کو چہرے سے تعبیر فرمایا۔ ف١٥٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نجران کے عیسائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہود آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان سے بحث کرنا شروع کر دی، رافع بن حریملہ یہودی نے کہا: تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا انکار کیا اور انجیل کا کفر کیا اور نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص نے کہا: تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت موسیٰ کا انکار کیا اور تورات کا کفر کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج١ ص٣٩٥۔٣٩٤) ف١٥٥ اس آیت میں جن بے علم لوگوں کا ذکر ہے، ان کے متعلق عطاء نے کہا کہ یہ تورات اور انجیل کے نزول سے پہلے کے لوگ ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد مشرکینِ عرب ہیں، چونکہ یہ اہل کتاب نہیں تھے، اس لیے ان کو جاہل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اختلاف میں اپنا فیصلہ سنائے گا اور حق باطل سے ممتاز ہو جائے گا، اہل حق ثواب پائیں گے اور اہل باطل کو عذاب ہوگا۔ (جامع البیان ج١ ص٣٩٦) ف١٥٦ یہود و نصاریٰ کئی فرقوں میں بٹ گئے تھے اور ہر فرقہ دوسرے سے اختلاف رکھتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اسی طرح نصاریٰ اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، ایک روایت میں ہے کہ یہ سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک ملت کے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (جامع ترمذی ص٣٧٩۔٣٧٨، سنن ابوداؤد ج٢ ص٢٧٥) اس حدیث شریف میں ہے کہ ایک ملت کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ اس کی تشریح میں حضرت اقدس علامہ سعیدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ جن مسائلِ اعتقادیہ میں مختلف فرقوں کو شبہات واقع ہوئے اور انہوں نے دلائل سے اپنی رائے کو حق سمجھا اور ان شبہات کو دور کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ ان تک نہیں پہنچ سکے، وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں یا جن لوگوں تک وہ دلائل پہنچ گئے، لیکن ان کا شرح صدر نہیں ہو سکا اور ہنوز ان کے شبہات باقی رہے، وہ معذور ہیں، لیکن جن لوگوں پر حجت تمام ہو گئی اور وہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہے تو ان کا موقف اگر کسی کفر کو مستلزم ہے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور اگر ان کا موقف کسی گمراہی کو مستلزم ہے تو وہ دوزخ میں دخول کے مستحق ہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے اور جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں صریح کفریہ عبارات لکھیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عبارات پر مطلع ہو گئے اور ان پر وجہ کفر منکشف ہو گئی، لیکن وہ مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی سے ان عبارات کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی کافر ہیں، لیکن جو لوگ ان عبارات پر مطلع نہیں ہیں یا ان پر وجہ کفر منکشف نہیں ہوئی ہے اس لیے وہ تکفیر نہیں کرتے، مگر مرزائی فرقہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان کے کفر میں شک ہی کر لے تو خود کافر، جب کہ ان کے خبث اقوال پر مطلع ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج٣ ص٢٥٣)

عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ

عذاب ہے O ١٥٧ اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی طرف منہ

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

کرو گے بے شک اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے O ١٥٨ اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے وہ اس سے پاک ہے

بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾ بَدِيْعُ

بلکہ تمام آسمان اور زمینیں اسی کی ملکیت میں ہیں سب اسی کے مطیع ہیں O ١٥٩ (وہ) آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والا ہے ١٦٠ اور جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صرف یہ فرماتا ہے:

فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ

"ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے O اور جاہلوں (مشرکوں) نے کہا: اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی

اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ

کیوں نہیں آتی؟ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح ان کے قول کی مثل کہا تھا' ان کے دل ایک دوسرے

قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

کے مشابہ ہو گئے ہیں ١٦١ بے شک یقین کرنے والے لوگوں کے لیے ہم نے نشانیاں بیان فرما دی ہیں O ١٦٢ بے شک ہم نے آپ کو حق

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ

کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے اور جہنمیوں کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O ١٦٣ اور

تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ

یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں ١٦٤ آپ کہیے کہ

ف١٥٧ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو بیت المقدس میں گندگی پھینکتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دشمن نصاریٰ ہیں' جنہوں نے یہود کے بغض کی وجہ سے بخت نصر بابلی مجوسی کی بیت المقدس کو ویران کرنے میں مدد کی۔ وہ اس میں گندگی اور مردار ڈال دیتا تھا اور بنو اسرائیل کے مؤمنوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتا تھا اور یہودیوں کے بغض کی وجہ سے نصاریٰ اس کے شریک تھے۔ (جامع البیان ج١ ص٣٩٨۔٣٩٦' ملخصاً) اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ مسجدوں میں جہر متوسط کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔ مسجد میں فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر کے مسنون ہونے پر یہ دلیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز میں ذکر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معروف تھا۔ (اور) جب اللہ اکبر کی آواز آتی تو میں جان لیتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ (صحیح البخاری ج١ ص١١٦) ذکر بالجہر کی تفصیل کے لیے حضرت محدث و مفسر کی کتاب ذکر بالجہر کا مطالعہ فرمائیں ف١٥٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' یہود اس سے بہت خوش ہوئے۔ آپ سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے' جب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود نے یہ اعتراض کیا کہ ان کو ان کے پہلے قبلہ کی طرف سے کس نے پھیر دیا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج١ ص٤٠٠۔٣٩٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں جس طرف سواری کا منہ ہوتا اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے تھے۔ (جامع البیان ج١ ص٤٠٠) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سفر میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے' خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور فرض نماز سواری پر بلا عذر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر عذر ہو تو پھر جائز ہے۔ علامہ قاضی خان اوزجندی لکھتے ہیں کہ بغیر عذر کے سواری پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اعذار یہ ہیں: چوپایہ (سواری) سے اترنے میں اسے اپنی جان یا چوپایہ کی جان کا درندہ سے یا چور سے خطرہ ہو' یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ پائے' ان احوال میں چوپایہ پر نماز جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) ''اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو'' (البقرہ:٢٣٩) اور سواری سے اترنے کے بعد اس پر نماز کا دہرانا لازم نہیں ہے' جیسا کہ مریض سواری پر اشاروں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے خواہ چوپایہ اس وقت چل رہا ہو۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج١ ص١٧٠) اسی طرح جب کوئی تیز رفتار ایکسپریس ٹرین نماز کے پورے وقت میں کسی اسٹیشن پر نہ رُکے تو چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ فرض ہے کیونکہ قرآن مجید (البقرہ:٢٣٩) سے واضح ہو گیا کہ اگر جان جانے کا خطرہ ہو تو سواری پر نماز پڑھی جا سکتی ہے اور چلتی ٹرین سے نیچے اتر کر نماز پڑھنے میں یقیناً جان کا خطرہ ہے ف١٥٩ یہود و نصاریٰ اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے اور اولاد ماں باپ کی ملکیت نہیں ہوتی' نیز اولاد باپ کی مثل اور اس کی جنس سے ہوتی ہے' اگر الٰہ کی اولاد ہوتی تو وہ بھی اللہ کی طرح واجب' قدیم اور الٰہ ہوتی' جبکہ متعدد واجب اور قدیم نہیں ہو سکتے' نہ متعدد اللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی مملوک اور اس کی مطیع ہے اور واجب' قدیم اور الٰہ کسی کا مملوک اور مطیع نہیں ہو سکتا ف١٦٠ اللہ تعالیٰ نے ''بدیع'' فرمایا ہے' یہ لفظ ''ب د ع'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کسی صنعت کو کسی کی اقتداء اور پیروی کے بغیر بنانا (یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کو بغیر مثال اور نمونے کے بنانا) اور جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہو تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کو بغیر آلہ' بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے بنانا اور مذہب میں بدعت کا معنی ہے: کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے قائل اور فاعل نے صاحبِ شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ ہی اس کو سابقہ شرعی مثالوں اور شرعی قاعدوں سے مستنبط کیا ہو۔ (المفردات ص٣٩) یہ تو بدعت کی لغوی اور شرعی تعریف تھی' پھر بدعت کی علماء نے پانچ اقسام بیان کی ہیں: (١) بدعتِ واجبہ جیسے علم النحو کا پڑھنا' جس پر قرآن و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے (٢) بدعتِ محرمہ جیسے قدریہ' جبریہ' مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (اسی طرح شیعہ' وہابیہ اور منکرینِ حدیث کے نظریات) (بقیہ صفحہ ٩٧٧ پر)

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ

اللہ کی (دی ہوئی) ہدایت ہی (حقیقت میں) ہدایت ہے' (اور اے مخاطب!) جب کہ تیرے پاس علم آچکا ہے اس کے بعد (بھی)

الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾

تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی' تو تجھے اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار O ١٦٥

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ

جن لوگوں کو ١٦٦ ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' وہی اس پر ایمان

بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

رکھتے ہیں' اور جو اس کا کفر کرتے ہیں سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں O اے بنو اسرائیل!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہیں' اور بے شک میں نے تم کو (تمہارے زمانہ میں) تمام جہانوں

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ

پر فضیلت دی ہے O اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کوئی بدلہ نہیں دے سکے گا' اور نہ کسی شخص سے

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى

کوئی فدیہ (تاوان) قبول کیا جائے گا اور نہ کسی شخص کو (بلا اذن) کسی کی شفاعت نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O ١٦٧ اور جب کہ

اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

باتوں میں ابراہیم کی ان کے رب نے آزمائش کی تو انہوں نے ان (سب) کو پورا کر دیا' ١٦٨ اللہ نے فرمایا: بے شک میں تم کو (تمام)

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاِذْ

لوگوں کا امام بنانے والا ہوں' ١٦٩ (ابراہیم نے) کہا: اور میری اولاد سے بھی' اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا O ١٧٠ اور

ف١٦٥ اس آیت میں مسلمانوں سے تعریضاً خطاب ہے' تعریض اس کو کہتے ہیں کہ صراحۃً اور بہ ظاہر کسی سے خطاب ہو اور حقیقۃً دوسروں سے خطاب ہو' اسی طرح اس آیت میں بھی بہ ظاہر صراحۃً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور تعریض عام مسلمانوں سے ہے' یعنی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی اتباع کرنا محال ہے' پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ وعید سنائی تو عام مسلمانوں کی طرف یہ وعید بہ طریقۂ اولیٰ متوجہ ہے

ف١٦٦ یہاں لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے' کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو کتاب کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' اس آیت میں کتاب کی تلاوت کرنے کی تعریف کی ہے اور اس پر برانگیختہ کیا ہے اور یہ صفت صرف قرآن مجید کی ہے' تورات و انجیل کی نہیں ہے' کیونکہ ان کی تلاوت اب جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اگر اب حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (مجمع الزوائد ج ١ ص ١٧٤) قرآن مجید کی تلاوت کا حق یہ ہے: (١) تلاوت کرتے ہوئے اس کے معانی میں غور و فکر کرنا (٢) اگر جنت یا رحمت سے متعلق آیت پڑھے تو ان کو طلب کرے' عذاب کی آیت پڑھے تو اس سے پناہ مانگے' نیک لوگوں کی صفات پڑھے تو ان کو اپنانے کی دعا کرے' بُرے لوگوں کا ذکر پڑھے تو ایسے اعمال سے محفوظ رہنے کی دعا کرے' احکام کی آیات پڑھے تو ان پر عمل کرنے کی توفیق طلب کرے (٣) قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرے کہ اس کے تقاضوں پر عمل کرے (٤) قرآن مجید کو خشوع اور خضوع سے پڑھے' آیاتِ غضب کو پڑھ کر اس پر خوف طاری ہو اور اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں' اپنے گناہوں پر اشکِ ندامت بہائے (٥) قرآن مجید کی محکم آیات پر عمل کرے' متشابہات پر ایمان لائے اور ان کے معنی اور مراد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے ف١٦٧ ان دونوں آیتوں کی تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ٤٨۔٤٧ میں گزر چکی ہے ف١٦٨ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیس کلمات سے آزمائش کی گئی' جن میں سے دس کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت نمبر: ١١٢ میں اور دس کا ذکر سورۃ الاحزاب آیت نمبر: ٣٥ میں اور دس کا ذکر سورۃ مؤمنون آیت نمبر: ١ تا ٩' میں ہے اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دس کلمات سے آزمائش کی گئی' پانچ کا تعلق سر کی طہارت سے اور پانچ کا تعلق باقی جسم کی طہارت سے ہے' ان دس کلمات کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (سنت ہیں:) مونچھیں کم کرنا' ڈاڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے جوڑ دھونا' بغل کے بال نوچنا' زیر ناف بالوں کو مونڈنا' استنجاء کرنا۔ راوی نے کہا: میں دسویں چیز بھول گیا' البتہ وہ کلی کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ١ ص ١٣٩) ف١٦٩ امام اس کو کہتے ہیں: جس کی اقتداء کی جائے خواہ وہ انسان ہو جس کے قول اور فعل کی اتباع کی جائے یا کتاب ہو جس میں مذکور احکام کی اطاعت کی جائے اور خواہ وہ امام حق ہو یا باطل' قرآن مجید میں ہے: ''يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ'' (بنو اسرائیل: ٧١) جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ اس آیت میں امام سے مراد وہ شخص ہے جس کی اقتداء کی گئی' خواہ وہ حق ہو یا باطل' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب ہے' نیز قرآن مجید میں ہے: ''وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ O'' (یٰسین: ١٢) اور ہم نے ایک روشن کتاب میں ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے O اس آیت میں امام سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ (المفردات ص ٢٤) امام (خلیفہ) کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو' نیک ہو' قادر ہو' صاحبِ رائے ہو اور بہادر ہو تاکہ قصاص لینے میں' حدود قائم کرنے میں' میدانِ جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت (نیک ہونا اور فاسق نہ ہونا) شرط نہیں ہے' کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے' خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار اور گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ١ ص ٣٤٣' مسایرہ ص ٢٩٢' المسایرہ مع المسامرہ ج ١ ص ٢٩٢۔٢٨٦) فاسق کی امامتِ نماز کے بارے میں (بقیہ صفحہ ٩٧٧ پر)

جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

(یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد ۱ۓ۱ اور امن کی جگہ بنا دیا ۲ۓ۱ اور مقام ابراہیم کو

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا

نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو ۳ۓ۱ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکیدا فرمایا کہ میرے گھر کو طواف

بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ

کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو ○ اور (یاد کرو) جب

اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے ۴ۓ۱ اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

اور یوم آخر پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما' فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ

کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا' اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے○ ۵ۓ۱ اور (یاد کیجئے)

اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ

جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے ۶ۓ۱ (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! ہم سے

مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

قبول فرما! بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہے○ اے ہمارے رب! اور ہمیں خاص اپنی فرمانبرداری پر برقرار رکھ

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ

اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرمانبردار کر ۷ۓ۱ اور ہمیں حج کی عبادات بتا ۸ۓ۱ اور

وۓ۱ "مثابۃ" کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس جاتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر وثواب کی جگہ' کیونکہ عبادت پر جس قدر اجر وثواب یہاں ملتا ہے کہیں اور نہیں ملتا وۓ۲ "امنا" کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے' لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی' اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ حرم سے باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج۱ ص۳۷۸) اور امام ابوحنیفہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" (آل عمران: ۹۷) اور جو حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہے وۓ۳ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے: (ان میں ایک یہ ہے) کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کاش! ہم مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى" (صحیح بخاری ج۱ ص۵۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کے سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۵۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آثار انبیاء سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں وۓ۴ جابر حکمران' زلزلہ' زمین کا دھنسنا' قحط' خشک سالی اور دیگر قدرتی آفات جو دوسرے شہروں میں نازل ہوتی ہیں' مکہ مکرمہ ان سے ہمیشہ مامون ومحفوظ رہا اور مکہ مکرمہ زمین وآسمان کی پیدائش کے دن سے ہی حرم تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس دن حرام کیا (یعنی اس شہر میں جنگ' قتل' شکار اور درختوں کے کاٹنے کو حرام کر دیا) جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پس یہ شہر اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۴۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تحریم کی تجدید اور تحریم کی بقاء اور دوام کے لیے دعا کی تھی' اسی وجہ سے ان کی طرف تحریم کی نسبت کی جاتی ہے وۓ۵ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچا' اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ کہا کہ اس میں رہنے والے مؤمنوں کو رزق عطا فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تھوڑا سا فائدہ جس نے کفر کیا اس کو بھی پہنچے گا لیکن بالآخر وہ دوزخ میں جانے کے لیے مجبور کر دیا جائے گا اور یہ اس کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے وۓ۶ کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا' پہلی بار شیث بن آدم علیہ السلام نے' دوسری بار انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم نے' تیسری بار ظہورِ اسلام سے پانچ سال قبل قریش نے بنایا' چوتھی مرتبہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا منشاء تھا' پانچویں بار عبدالملک بن مروان نے بنایا اور حطیم کو پھر باہر کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے بعد جب ایک دو بار سیلاب آیا تو اس کو قوم جرہم نے بنایا' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا۔ (الروض الانف ج۱ ص۱۲۸۔۱۲۷) وۓ۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زیادتی اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ اپنی اولاد کے مسلمان رہنے کی دعا کی' قفال نے کہا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی ذریت میں ہمیشہ موحد رہے' جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' زمانۂ جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بھی موحد تھے' اسی طرح عامر بن الظرب تھے' یہ سب موحد تھے' قیامت اور ثواب اور عقاب کے قائل تھے' مردار کھاتے تھے نہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص۴۸۱) وۓ۸ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام مناسک دکھائے۔ صفا' مروہ' منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۲ ص۱۲۹۔۱۲۸)

عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ

ہماری توبہ قبول فرما' بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے O اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ایک عظیم رسول بھیج دے' ۱۷۹ جو ان لوگوں پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت

وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ

کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے' ۱۸۰ بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا O اور ملت ابراہیم ۱۸۱ سے اس

اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ

شخص کے سوا کون منحرف ہو گا جو بے وقوف ہو' ۱۸۲ اور بے شک ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کر لیا'

وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ

اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں O اور (یاد کیجئے) جب ان سے ان کے رب نے کہا: میری اطاعت پر (برقرار) رہو'

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ

انہوں نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب کی اطاعت پر قائم ہوں O ۱۸۳ اور اسی ملت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں

وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

کو وصیت کی' اور یعقوب نے (بھی)' اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند کرلیا' پس تم

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

تادم مرگ مسلمان رہنا O کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ

آئی؟ ۱۸۴ جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے

ع ۱۵ / ۸ / ۱۵

ف۱۷۹ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس رسول سے مراد حضرت سیدنا محمد ﷺ ہیں اور یہ اجماع حجت ہے' نیز حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا' ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔۱۲۷' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا دو ہزار سات سو پچھتر سال بعد قبول ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا دیر سے قبول ہونا قبولیت کے منافی نہیں ہے ف۱۸۰ آیات کی تلاوت کرنے سے مراد قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہے اور اصلاحِ نفس سے مراد ان کی معصیت کو آلودگی سے پاک کرنا اور ان کے ظاہر و باطن کو رزائل اور نقائص سے دور کرنا ہے ف۱۸۱ ملت ان احکام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے تاکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ (المفردات ص ۴۷۱) ف۱۸۲ مدینہ میں رہنے والے یہود اپنا نسب حضرت اسحٰق کے واسطے سے حضرت ابراہیم سے ثابت کرتے تھے اور نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کی ماں کے واسطے سے خود کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے اور قریشِ مکہ بھی حضرت اسماعیل کے واسطہ سے خود کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے' الغرض یہ سب حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہونے میں اپنا فخر سمجھتے تھے اور جب ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم نے حضرت سیدنا محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی اور آپ نے جس دین کی دعوت دی تھی وہی ملتِ ابراہیم ہے تو اب جو شخص خود کو ابراہیمی کہتا ہو اور دینِ ابراہیم سے اعراض و انحراف کرتا ہو اس سے بڑا بے وقوف اور کون ہو گا ف۱۸۳ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ستارے' چاند اور سورج کے ڈوبنے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کر رہے تھے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسلام لاؤ اور انہوں نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب پر اسلام لایا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۸۷) (یعنی پہلے ان کا اسلام بالقوی تھا اب بالفعل ہو گیا) ف۱۸۴ یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے ان کے دین پر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ کیا تم یعقوب کی موت کے وقت حاضر تھے اور کیا تم کو معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو کیا وصیت کی تھی؟ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے تو اپنے بیٹوں کو اسلام پر ثابت رہنے اور توحید پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔

إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ اٰبَآئِكَ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا

معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی

وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا

ایک معبود کی اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں O وہ امت گزر چکی ہے' اس نے جو کام کیے اس کے لیے

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ

ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے ۱۸۵ اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O اور

قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا أَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرٰهٖمَ

اہل کتاب نے کہا: یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے آپ کہیے: (نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں ۱۸۶

حَنِيْفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

جو باطل سے اعراض کرنے والے تھے ۱۸۷ اور مشرکین میں سے نہ تھے O (مسلمانو) تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ إِلٰٓى إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم اسمٰعیل اسحاق یعقوب

وَالْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ

اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا' اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'

رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

ہم (ایمان لانے میں) نبیوں میں سے کسی ایک میں (بھی) فرق نہیں کرتے ۱۸۸ اور ہم اسی (ایک رب) کے فرمانبردار ہیں O ۱۸۹

فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

سو اگر وہ ان کی مثل پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت پا ئیں گے اور اگر وہ انحراف کریں تو (جان لیجئے) کہ وہ

ف۱۸۵ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بندے کے عمل اور کسب کی اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے' اگرچہ بندے کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور جو نیک کام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتے ہیں اور جو بُرے کام ہیں وہ بندہ کے اپنے نفس کی شامت ہیں' اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے' قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں' بندہ صرف کسب کرتا ہے اور کسب کا معنی ہے: کسی فعل کا ارادہ کرنا خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا اور جس وقت بندہ ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسی وقت اس میں اس فعل کی قدرت پیدا کر دیتا ہے' اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ بندہ فعل کا کسب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فعل کو خلق کرتا ہے

ف۱۸۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ عبداللہ بن صوریا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہدایت صرف ہمارے دین میں ہے' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ہماری پیروی کریں تو ہدایت پا جائیں گے' اور عیسائیوں نے بھی اسی طرح کہا' تب یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیے: نہیں بلکہ ہم ملتِ ابراہیم پر ہیں جو حنیف ہے۔(جامع البیان ج۱ ص ۴۴۲۔۴۴۰)

ف۱۸۷ جو شخص ٹیڑھے راستے سے انحراف کر کے سیدھے راستے پر چلے وہ حنیف ہے' اہل عرب حج اور ختنہ کرنے والے کو حنیف کہتے تھے' کیونکہ وہ ملتِ ابراہیم پر ہے۔(المفردات ص ۱۳۳)

ف۱۸۸ اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد پر جو نازل کیا گیا' ہم اس پر ایمان لاتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے جو احکام ان پر نازل کیے گئے' ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے۔ دین ان عقائد اور ان اصولوں کو کہتے ہیں جو تمام انبیاء میں مشترک ہیں' مثلاً الوہیت' توحید' رسالت' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنا' قضاء وقدر کا حق ہونا' عبادت کا فرض ہونا' شرک' قتلِ ناحق اور جھوٹ کا حرام ہونا وغیرہ' اور ہر زمانے کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادت اور معاشرت کے جو احکام ہوتے ہیں ان کو شریعت کہتے ہیں اور ہر نبی کی شریعت الگ ہے' تو اگر اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم انبیاء سابقین کی شرائع پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا محمل یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ ہر نبی کی شریعت اس کے زمانے میں برحق تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے تمام شرائع کو منسوخ کر کے صرف شریعتِ محمدی کو قیامت تک کے لیے جاری کر دیا ہے اور اگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم انبیاء سابقین پر نازل ہونے والے صحائف پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا محمل یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ جو اصل صحائف اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیے تھے وہ برحق ہیں اور بعد میں ان کی امتوں نے ان میں جو تحریف کر دی' اس کی ہم تصدیق نہیں کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانیہ میں پڑھتے تھے' اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو بلکہ کہو: ''اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْنَا. الآیۃ''۔(صحیح بخاری ج۲ ص ۶۴۴)

ف۱۸۹ یہود ونصاریٰ کی طرح خواہشِ نفس کے متبع نہیں ہیں کہ جس کو چاہا نبی مانا اور جس کو چاہا نہ مانا' بلکہ ہمارا ان سب انبیاء پر ایمان لانا اسلام کی وجہ سے اور قرآن کی شہادت کے سبب سے ہے کیونکہ نبوت کا ثبوت معجزہ کے ظہور سے ہوتا ہے اور معجزہ کے ظہور کے بعد کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے تو یہ خواہشِ نفس کی اتباع ہے دلیل کی اتباع نہیں ہے۔

هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾

وہ محض ضد اور ہٹ دھرمی پر ہیں' تو عنقریب ان کے (شر سے بچانے کے) لیے اللہ آپ کو کافی ہوگا ف۱۹۰ اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے O

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

(تم ان سے کہو:) ہم نے خود کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیا' اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ ف۱۹۱ اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں O

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

آپ کہیے: کیا تم اللہ کے متعلق ہم سے بحث کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے' اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' اور ہم اسی کے ساتھ مخلص ہیں O ف۱۹۲ کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ آپ کہیے: کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ؟ ف۱۹۳ اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس نے اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے' ف۱۹۴ اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے O وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے' اس نے جو کام کیے اس کے لیے ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے' ف۱۹۵ اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O

۱۶ ع ۱۲ ۱۶

ف۱۹۰ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ ضد اور عناد کی وجہ سے ایمان نہ لائیں تو ان کے شر سے بچانے کے لیے آپ کو اللہ کافی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ پورا ہوا' اس آیت میں پیش گوئی ہے جو صادق ہوئی اور غیب کی خبر ہے جو نبی ﷺ کے صدق کی دلیل ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق حضرت عثمان کو شہید کیا گیا تو اس آیت "فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ" پر حضرت عثمان کا خون گرا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۳) واضح رہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کو قتل نہیں کر سکے گا' رہا ایذاء اور تکلیف کا پہنچانا تو وہ اس آیت کے منافی نہیں ہے ف۱۹۱ اللہ کے رنگ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض عیسائی اپنے بچوں کو پیلے رنگ میں رنگتے تھے اور کہتے تھے: یہ اس کے لیے تطہیر ہے اور اب وہ عیسائیت میں داخل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے رنگ کو طلب کرو اور وہ دین اسلام ہے (۲) اللہ کے رنگ سے مراد اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے' یعنی جس فطرت اور خلقت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا (۳) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی سنت ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس کی صفات ہوں اور رنگ میں رنگنے سے مراد یہ ہو کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جائے ف۱۹۲ خالص کا معنی ہے: صاف' جس چیز میں ملاوٹ ہو اور وہ ملاوٹ دور کر دی جائے تو اس کو خالص کہتے ہیں (جس چیز میں ملاوٹ ہو سکتی ہو لیکن ملاوٹ نہ ہو اس کو بھی خالص کہتے ہیں)' قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخلص فرمایا ہے کیونکہ وہ یہود کی تشبیہ اور نصاریٰ کی تثلیث سے بَری ہیں اور اخلاص کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بَری ہونا ہے۔ (المفردات ص ۱۵۵۔ ۱۵۴) خلاصہ یہ ہے کہ جس عبادت میں ریاکاری کی بالکل آمیزش نہ ہو' اس کو اخلاص کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ عمل کو مخلوق کے ملاحظہ سے صاف کر لینا اخلاص ہے۔ جنید بغدادی نے کہا کہ اخلاص اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے' نہ اس کو فرشتے جانتے ہیں کہ لکھ سکیں نہ اس کو شیطان جانتا ہے کہ اس کو فاسد کر سکے اور نہ اس کو خواہش جانتی ہے کہ اس کو کسی طرف مائل کر سکے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۶) ف۱۹۳ یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں سے انبیاء یہودی تھے اور عیسائی ان کو عیسائی کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا ہے' یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت ابراہیم موحد تھے' اسی طرح ان کی اولاد میں سے یہ انبیاء بھی موحد تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے وفات سے پہلے اپنے بیٹوں سے توحید پر تادم مرگ رہنے کا اقرار کرایا تھا جیسا کہ قرآن مجید کے اسی رکوع میں ہے اور یہود مشرک تھے کیونکہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور عیسائی بھی مشرک تھے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے' اس لیے یہودیوں اور عیسائیوں کا حضرت ابراہیم اور ان انبیاء کو اپنے دین پر کہنا بداہۃً باطل ہے ف۱۹۴ اس شہادت کے متعلق دو قول ہیں: ایک یہ کہ یہود اور عیسائیوں کو یہ علم تھا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں یہ انبیاء یہودی یا عیسائی نہیں تھے اور انہوں نے علم کے باوجود اس شہادت کو چھپایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر شہادت موجود تھی' لیکن انہوں نے اس کو چھپایا حالانکہ بعض راہبوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' جیسے ورقہ بن نوفل نے آپ کی تصدیق کی تھی ف۱۹۵ یعنی ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی' یہ معنی برحق ہے' لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کسی شخص کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچتا' یہ غلط ہے اور اس کلیہ کی وجہ سے فوت شدہ مسلمانوں کے لیے ایصال ثواب کے جواز کا انکار کرنا باطل ہے' بعض لوگ قرآن مجید کی اس آیت کی بناء پر ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں: "اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" (النجم: ۳۹) انسان کے لیے صرف اس کی کوشش کا اجر ہے' اور ایصال ثواب میں دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے' اس لیے وہ ناجائز ہے' یہ دلیل باطل ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی نے اس کو کئی وجوہ سے باطل لکھا ہے۔ ایک وجہ یہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں سعی سے مراد عام ہے' انسان نے خود سعی کی ہو یا اس سعی کا سبب فراہم کیا ہو' مثلاً جس انسان کی اولاد' دوست احباب اور ملنے والے اس کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں تو یہ بھی اس کی سعی کا سبب ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتا ہے اور قرابت داروں اور ملنے جلنے والوں سے ایسا (بقیہ صفحہ ۹۷۷ پر)

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ

عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ

كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ

(پہلے) تھے ف۱۹۶ آپ کہیے کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں' وہ جسے چاہے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا

سیدھے راستہ پر چلاتا ہے O ف۱۹۷ اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ

شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا

تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ ف۱۹۸ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں ف۱۹۹ اور (اے رسول!)

جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ ہم ظاہر کر دیں کہ

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى

کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر لیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے ف۲۰۰ اور بے شک جن کو اللہ نے

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ہدایت دی ہے ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے ف۲۰۱ اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے ف۲۰۲

بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۚ

بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے O بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے ف۲۰۳ جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں

تفسیر

ف۱۹۶ ابتداء میں نبی ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' پھر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا' یہ حکم بنوسلمہ کی مسجد میں نازل ہوا' اس وقت آپ ظہر کی نماز میں تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے' پھر نماز ہی میں آپ نے قبلہ بدل لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں اور اس مسجد کا نام مسجد القبلتین رکھا گیا۔ چونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس ایک دوسرے کے مقابل ہیں' اس لیے نماز میں مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں گھوم کر مردوں کی جگہ چلی گئیں۔ مسلمانوں نے سترہ ماہ اور تین دن بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں' کیونکہ آپ بارہ ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو منگل کے دن نصف شعبان کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا' اس سے قبل آپ نے وحی الٰہیہ اور حکم خداوندی کے سبب بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کیا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۰۔ ۱۴۹' ملخصاً) ف۱۹۷ اس آیت میں منافقین اور یہود کے اعتراض کا جواب دیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ بیت المقدس خود مستقل بالذات قبلہ ہے کیونکہ مشرق اور مغرب سب اللہ کی ملک ہیں' وہ جس طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے' وہی قبلہ ہے اور اس کے حکم پر عمل کرنا ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت ہے ف۱۹۸ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح کو قیامت کے دن بلایا جائے گا' وہ کہیں گے: اے رب! میں حاضر ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہاں' پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا نوح نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ ان کی امت کہے گی: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: محمد ﷺ اور ان کی امت اور وہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے ان کو تبلیغ کی تھی' یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴۵) اس آیت میں اس امت کا ایک دوسرا وصف امتِ وسط ہونا بیان کیا ہے یعنی سب سے افضل امت۔ دائرہ میں جس نقطہ (مرکز) سے محیط کی طرف تمام مساوی خطوط نکلتے ہیں' ان مساوی خطوط کو خط وسط کہتے ہیں اور عرف عام میں وسط سے مراد وہ کیفیت ہے جو افراط اور تفریط کے درمیان ہو اور کیفیتِ متوسطہ سب سے افضل ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو سب سے افضل امت بنایا ہے' باقی امتوں میں سے یہود و نصاریٰ ہیں جو ایک سے زیادہ خدا مانتے ہیں یا دہریے ہیں جو خدا کے وجود کے منکر ہیں' ان میں مسلمان متوسط ہیں' جو خدا کے وجود کے قائل ہیں اور ایک خدا کو مانتے ہیں۔ ہندو نبوت کے قائل نہیں اور مرزائی قیامت تک نبوت کو جاری مانتے ہیں اور مسلمان نبوت کے قائل ہیں اور سیدنا محمد ﷺ پر نبوت کو ختم مانتے ہیں ف۱۹۹ یہاں "شھید" "رقیب" اور "مھیمن" (نگہبان) کے معنی کو متضمن ہے اور "علی" رقیب کا صلہ ہے' اس کا معنی ہے: نبی ﷺ اپنی امت پر نگہبان اور ان کے احوال پر مطلع ہیں' اس لیے ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ (انوار التنزیل ص ۲۹) بہ کثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ پر پچھلی امتیں پیش کی گئیں اور اس امت کے افعال و اعمال بھی آپ پر پیش کیے گئے اور چونکہ آپ سب کے احوال و افعال پر مطلع ہیں' اس لیے سب کے متعلق گواہی دیں گے۔ قرآن مجید میں ہے: "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا ۝" (النساء: ۴۱) اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان (سب) پر گواہ بنا کر لائیں گے O اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہوں گے' کیونکہ بغیر علم کے گواہی جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امت کے اچھے اور برے (تمام) اعمال پیش کیے جاتے ہیں' میں نے نیک اعمال میں دیکھا کہ نجاست کو راستہ سے ایک طرف کر دیا گیا اور برے اعمال میں دیکھا کہ ناک کی رینٹ کو مسجد میں ڈال دیا گیا اور اس کو دفن نہیں کیا گیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۰۶' سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۹۱) ف۲۰۰ اس آیت کا لفظی معنی یہ ہے: تاکہ ہم جان لیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے' لیکن اس ترجمہ سے یہ لازم آتا ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں تھا کہ رسول کی پیروی کرنے والے اور دین سے پھر جانے والے کون ہیں۔ بعض مترجمین نے اسی طرح ترجمہ کیا ہے مثلاً: شیخ محمود الحسن' (بقیہ صفحہ ۹۷۸ پر)

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو ۲۰۴؂ اور بے شک اہل کتاب کو علم

الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے' ۲۰۵؂ اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے O

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ

اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر قسم کا معجزہ بھی لے کر آئیں پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور

اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ

نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں' اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں' اور (اے مخاطب!)

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ

اگر علم حاصل ہونے کے بعد تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تو بے شک ضرور ظلم

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ

کرنے والوں میں سے ہو گا O ۲۰۶؂ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو اس طرح

اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' ۲۰۷؂ اور ان میں سے ایک فریق یقیناً جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے O

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ

(یہ تحویل قبلہ) تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے' (تو اے مخاطب!) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوO اور ہر ایک کے لیے

هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے' ۲۰۸؂ سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو ۲۰۹؂ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم

وقف لازم — وقف غفران — ع ۱۷ — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ف۲۰۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں' اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہٖ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ (درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۷) ف۲۰۵ یہود و نصاریٰ کو یہ علم تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں' آپ اللہ کی وحی کے سوا کوئی بات نہیں کہتے اور آپ کی کہی ہوئی ہر بات حق و صواب ہے' نیز یہ کہ ان کو اپنی کتاب سے علم تھا کہ کعبہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا اور یہی اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا گھر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے ف۲۰۶ اس آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ کا ظالم ہونا آپ کی نبوت کے منافی ہے اور محال بالغیر ہے' اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے مخاطب! علم حاصل ہونے کے بعد اگر اہل کتاب کی اتباع کی تو ضرور تو ظالموں میں سے ہو گا' اس آیت میں علم کی قید لگائی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی معصیت پر علماء کے حق میں وعید بہت شدید ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں علم سب سے عظیم نعمت ہے اور جس کو سب سے عظیم نعمت دی ہے' اس سے نافرمانی اور گناہ کا صدور سب سے زیادہ قبیح ہے ف۲۰۷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ" نازل کی ہے تو یہ معرفت کیسی ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اے عمر! جب میں نے حضور کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا' جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں اور میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے سے زیادہ پہچانتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں آپ کی صفات بیان کی ہیں اور اپنے بیٹوں کے متعلق ہمیں پتا نہیں کہ عورتیں کیا کرتی ہیں' میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں' حضرت عمر نے ان کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں توفیق دی ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۳۳۔۳۲) ف۲۰۸ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصحاب شریعت اور رسولوں میں سے ہر ایک کا الگ قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں' مقربین کا قبلہ عرش ہے' روحانیین کا قبلہ کرسی ہے' کروبین کا قبلہ بیت المعمور ہے' انبیاء سابقین کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۷) علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ کعبہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ ہیں۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۵) یہاں قبلہ سے مراد جہت عبادت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مرکز توجہ ہے یعنی آپ کی توجہ اللہ کی طرف رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ آپ کی طرف رہتی ہے۔ ف۲۰۹ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھنے میں سبقت کی جائے۔ طلوع فجر کے بعد سفیدی ہو جانے پر فجر کا مستحب وقت ہوتا ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھو' اس میں زیادہ اجر ہے۔ (ترمذی ص ۴۹) ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے اور ایک مثل سائے تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھڑکنے سے ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۰) نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن ظہر کی اذان دینے لگا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈا کرو' ٹھنڈا کرو' اور فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے بھڑکنے سے ہوتی ہے' سو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۷۔۷۶) اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سائے تک رہتا ہے اور ایک مثل سائے سے ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا ہے اور عصر کی نماز کا مستحب وقت یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر کے سورج کے زرد ہونے سے پہلے پڑھا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے' وہ سورج کو دیکھتا رہتا ہے' حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اللہ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵) اور نماز مغرب کو غروب آفتاب کے بعد فوراً جلدی پڑھ لینا مستحب ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میری امت مغرب کی نماز کو ستاروں کے نکلنے

جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

سب کو لے آئے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ

تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں' اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ

اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے ○ اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں تو اپنا

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں ف۲۱۰ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو

شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ

اسی کی طرف پھیر لو تا کہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے' البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ تم پر ضرور ناحق الزام تراشی

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾

کریں گے) سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو (اور کعبہ کی طرف منہ کرو) تا کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں ف۲۱۱ اور تا کہ تم ہدایت پا

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ

جاؤ ○ اسی طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ہے ف۲۱۲ جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے ف۲۱۳ اور تمہاری

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾

باطنی اصلاح کرتا ہے ف۲۱۴ اور تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ف۲۱۵ اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے ○

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ف۲۱۶ اور میرا شکر ادا کرتے رہو ف۲۱۷ اور میری ناشکری نہ کرو ف۲۱۸ ○ اے ایمان والو!

تک مؤخر نہیں کرے گی وہ خیر پر رہے گی یا فرمایا: نیکی پر رہے گی۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰) اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اس کو یہ حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز کو تہائی یا نصف رات تک مؤخر کرے۔ (جامع ترمذی ص ۵۱)

ف۲۱۰ اس رکوع میں تین مرتبہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' بہ ظاہر یہ تکرار ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے کیونکہ ہر مرتبہ اس حکم کی ایک نئی علت بیان فرمائی گئی ہے۔ پہلی بار اس حکم کی علت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے اور آپ کی رضا جوئی کے لیے مسجد حرام کو قبلہ بنایا' دوسری مرتبہ یہ علت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ ہر قوم کا الگ الگ قبلہ بناتا ہے' جس کی طرف وہ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' سو مسلمانوں کا قبلہ مسجد حرام کو بنایا اور تیسری دفعہ اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہود مسلمانوں کے خلاف حجت قائم نہ کریں کیونکہ تحویل قبلہ سے پہلے یہود یہ کہتے تھے کہ تورات میں جس نبی کے مبعوث ہونے کے متعلق لکھا ہے' اس کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا اور (سیدنا) محمد (ﷺ) تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' لہٰذا یہ وہ نبی نہیں ہیں' جن کے مبعوث ہونے کی ہماری کتاب میں پیش گوئی کی گئی ہے' سو مسلمانوں کو تیسری بار اسی وجہ سے مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تا کہ یہود مسلمانوں پر اعتراض نہ کریں ف۲۱۱ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کو پیش نظر رکھے اور ہر کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے' اس آیت میں تمام نعمت کا ذکر ہے اور تمام نعمت جنت میں داخل ہونا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۰۸) ف۲۱۲ جس طرح ہم نے تم کو امتِ وسط (افضل) بنایا اسی طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ف۲۱۳ اس میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ امی تھے اور کسی امی کا ایسی آیات کی تلاوت کرنا بشری طاقت سے باہر ہے' جو انتہائی فصیح و بلیغ ہوں' غیب کی خبروں اور بنی نوع انسان کی دنیا اور آخرت کی صلاح و فلاح کے لیے ایک مکمل نظامِ حیات ہے ف۲۱۴ وہ رسول تمہارا تزکیہ کرتا ہے' تزکیہ کے کئی معانی ہیں: تحسین کرنا' بڑھانا اور پاک کرنا' یعنی اس رسول نے تمہاری تحسین کی ہے اور تم کو تمام امتوں میں بہترین قرار دیا ہے اور تم کو شرک اور کفر کی آلودگی سے پاک کیا ہے ف۲۱۵ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے ف۲۱۶ یہ اللہ تعالیٰ کا محض کرم ہے کہ اس نے بندہ اور مولیٰ سے قطع نظر فرما کر ہمیں مساوی سلوک کی دعوت دی' آؤ! تم مجھے یاد کرو' میں تمہیں یاد کروں گا' لیکن ہم اس کے ساتھ مساوی سلوک پر بھی تیار نہیں' ہم اس کو یاد نہیں کرتے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ ہمیں یاد رکھے' ہماری ہر ضرورت پوری کر کے ہماری دعا قبول کرے ف۲۱۷ اس کا معنی ہے: میری نعمتوں کا اعتراف کر کے میری حمد و ثناء کرو اور میری نعمتوں کو میری مرضی کے مطابق استعمال کرو ف۲۱۸ کفرانِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے باوجود اس سے بے وفائی اور غداری کی جائے۔ اس قسم کے کفر کو بالعموم احسان فراموشی' نمک حرامی' غداری اور ناشکرا پن کہا جاتا ہے۔

ربع ۵ ع ۲

اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۳﴾

صبر اور نماز سے مدد طلب کرو ۲۱۹ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے O

وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو ۲۲۰ بلکہ وہ

وَّ لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ

زندہ ہیں ۲۲۱ لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے O ۲۲۲ اور البتہ ہم تم کو کچھ ڈر

وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ

بھوک اور (تمہارے) مالوں' جانوں اور پھلوں کے نقصان میں ضرور مبتلا کریں گے ۲۲۳ اور

بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا

ان صبر ۲۲۴ کرنے والوں کو بشارت دیجئے O جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور

لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ

بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں O ۲۲۵ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی نوازشیں ہیں اور رحمت

وَ رَحۡمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَ الۡمَرۡوَةَ

ہے ۲۲۶ اور یہی لوگ ہدایت پر ثابت قدم ہیں O ۲۲۷ بے شک صفا اور مروہ

مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنۡ حَجَّ الۡبَیۡتَ اَوِ اعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' ۲۲۸ سو جس نے بیت اللہ کا حج ۲۲۹ یا عمرہ کیا' ۲۳۰ اس پر ان دونوں

عَلَیۡهِ اَنۡ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَ مَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' ۲۳۱ اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی ۲۳۲ تو بے شک اللہ

ف۲۱۹ اس آیت میں صبر کے ساتھ ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ مصائب ٹوٹنے پر صبر کے ساتھ ساتھ نماز سے بھی مدد حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ نماز پڑھتے۔ (مسند احمد ج۵ ص ۳۸۸) ف۲۲۰ یہ آیت شہداء بدر کے متعلق نازل ہوئی' جنگ بدر کے دن چودہ مسلمان شہید ہوئے' چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے' اس وقت لوگ یہ کہتے تھے کہ فلاں مرگیا' فلاں مرگیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ راہِ خدا میں مرنے والوں کو مردہ نہ کہو۔ اس آیت کے شانِ نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ کفار و منافقین یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی رضا کی خاطر مسلمان بے فائدہ اپنے آپ کو قتل کرا رہے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج۲ ص ۳۵) ف۲۲۱ شہید کی حیات جسمانی ہوتی ہے' حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما کی قبروں کو سیلاب نے اکھاڑ دیا تھا' ان کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں' یہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے (اور) جنگ احد میں شہید ہوئے تھے' ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے' جب ان کے جسموں کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا' یوں لگتا تھا جیسے وہ کل فوت ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا' اس کو اسی طرح دفن کیا گیا تھا' اس کے ہاتھ کو اس کے زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اپنے زخم پر آ گیا' جنگ اُحد اور قبر کھودنے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ (مؤطا امام مالک ص ۴۸۳۔ ۴۸۲' سنن کبریٰ ج۴ ص ۵۸۔ ۵۷) اس مسئلے کی مزید تحقیق و تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی نفعنا اللہ من برکات علومہ الشریفہ کی تصنیف شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۸۹۹۔ ۸۹۰ کو ملاحظہ فرمائیں ف۲۲۲ ''لا تشعرون'' کا معنی ہے: تم حواس سے ادراک نہیں کرتے اور اس کی جگہ ''لا تعقلون'' کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ کئی ایسی چیزیں جن کا حواس سے ادراک نہیں ہوتا' لیکن عقل سے ان کا ادراک ہو جاتا ہے۔ (المفردات ص ۲۶۲) ف۲۲۳ خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے' بھوک سے مراد قحط ہے' مالوں کے نقصان سے مراد مویشی کا مرجانا' حادثاتی طور پر فصلوں کا تباہ ہو جانا اور گاڑیوں کے ٹکراؤ سے برباد ہو جانا ہے' روپے پیسے کا لٹ جانا بھی اس میں شامل ہے۔ جانوں کے نقصان سے مراد دوستوں اور رشتے داروں کی موت ہے اور ثمرات کے نقصان سے مراد اولاد کی موت ہے' اولاد پر ثمرات کا اطلاق مجاز مشہور ہے اور ان چیزوں کے نقصان سے بندہ مؤمن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کو جب بھی کوئی تھکاوٹ یا جسمانی درد لاحق ہوتا ہے یا کوئی غم پیش آتا ہے یا کوئی بیماری لگتی ہے یا کسی چیز کا اندیشہ اور خوف دامن گیر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۵۸) ف۲۲۴ صبر کے معنی ہیں: نفس کو روکنا' اور کسی چیز کا برداشت کرنا' حرام اور فحش کاموں کی ترغیب اور تحریک کے وقت اپنے نفس کو گناہ سے روکنا اور مصیبت پہنچنے پر واویلا کرنے اور شکوہ اور شکایت کرنے سے خود کو روکنا بھی صبر ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو مصیبت میں مبتلا کروں اور وہ اس پر صبر کرے اور اپنے عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہ کرے تو میں اس کے گوشت کو بہتر گوشت اور اس کے خون کو بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور جب میں اس کو صحت مند کرتا ہوں تو اس کا کوئی گناہ نہیں رہتا اور اگر میں اس کو وفات دوں تو وہ میری رحمت کی طرف ہے۔ (احیاء العلوم ج۴ ص ۴۲۲) ف۲۲۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو پہلی امتوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی ہے وہ مصیبت کے وقت ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ O'' پڑھنا ہے۔ (معجم کبیر ج۱۲ ص ۳۲) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی رسی ٹوٹ جائے تو وہ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ O'' پڑھے' کیونکہ یہ مصائب سے ہے۔ (الدر المنثور ج۱ ص ۱۵۶) ف۲۲۶ صلوٰۃ کا معنی دعا ہے' تبریک اور تمجید ہے' جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھے یا رسول اللہ ﷺ مسلمانوں پر صلوٰۃ پڑھیں تو اس کا معنی ان کو پاک اور صاف کرنا ہے اور جب فرشتے صلوٰۃ پڑھیں تو اس کا معنی دعا اور استغفار ہے۔ (المفردات ص ۲۸۵) علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے کہ صلوٰۃ کا معنی تعریف اور ثناء کرنا اور تعظیم کرنا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی نفعنا اللہ من برکات علومہ الشریفہ کی (بقیہ صفحہ ۹۷۸ پر)

شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ

بڑا دینے والا خوب جاننے والا ہے○ جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل

وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ

اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں ۲۳۳ تو یہی وہ لوگ ہیں

يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا

جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں○ ۲۳۴ البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (چھپائی ہوئی

وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ

باتوں کو) ظاہر کر دیا تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں ۲۳۵ اور میں توبہ قبول فرمانے والا بڑا مہربان ہوں○ بے شک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ

جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ

اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی (لعنت) ہے○ ۲۳۶ وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ (گرفتار) رہیں گے ان سے عذاب کم

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

کیا جائے گا نہ ان کو مہلت دی جائے گی○ ۲۳۷ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے ۲۳۸

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۲۳۹ وہ نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے○ بے شک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے ۲۴۰

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ

رات اور دن کے بدل کر آنے ۲۴۱ اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے سمندر

ف۲۳۳ ان دلائل کو چھپانے والوں سے مراد یہود و نصاریٰ کے علماء ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور آپ کے دین کو چھپاتے تھے اور ان کی کتابوں میں آپ کی بعثت اور آپ کی صفات کے متعلق جو کچھ لکھا ہوا تھا' اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر حضرت معاذ بن جبل' حضرت سعد بن معاذ اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم نے علماء یہود سے پوچھا کہ تورات میں نبی ﷺ کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے تو انہوں نے ان سے چھپایا اور ان کو بتانے سے انکار کر دیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۲) ف۲۳۴ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دین میں سے کسی چیز کے علم کو چھپاتا ہے وہ اس آیت کی وعید میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مصداق ہے' کیونکہ صحابہ کرام نے اس آیت سے عموم ہی سمجھا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کتاب اللہ میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تم کو یہ حدیث بیان نہ کرتا' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۳) لعنت کرنے والوں سے مراد حیوانات اور حشرات الارض ہیں' یہ ان پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنو آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم بارش سے محروم ہو گئے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۳) ف۲۳۵ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ توبہ قبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس برائی سے توبہ کی ہے اس کو ترک کر دیا جائے اور اس برائی کی تلافی کی جائے کیونکہ یہود کی بُرائی یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صفات چھپاتے تھے تو ان کی توبہ قبول کرنے کی یہ شرط بیان فرمائی کہ وہ اپنی اصلاح کریں یعنی آپ کی صفات چھپانے کو ترک کر دیں اور اسلام لا کر چھپائی ہوئی صفات کو لوگوں میں بیان کریں' یہ پچھلی بُرائی کی تلافی ہے اور ایسی توبہ کرنے کے بعد انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کر لے وہ اس شخص کی مثل ہے جس کا گناہ نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳) ف۲۳۶ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے: عذاب کی خبر دینا اور فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی بددعا دینا' شریعت میں مسلمان پر لعنت کرنے کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان کو لعنت کی تو یہ اس کو قتل کرنے کی مثل ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۳) البتہ گناہ کبیرہ کرنے والوں پر بلا تعیین نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چوری کرنے والے پر لعنت کرے' وہ لوہے کا گولا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ (جہاز کی) رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۳) اس آیت میں فرمایا ہے: جو کفر پر مرے' اس پر سب انسان لعنت کرتے ہیں' حالانکہ کافر تو اس پر لعنت نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر اس پر آخرت میں لعنت کریں گے یا یہاں انسان سے مراد کامل انسان ہے اور کامل انسان مسلمان ہے ف۲۳۷ نیک اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے' ایمان کے بغیر نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں' قرآن مجید میں ہے: "وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ" (المائدہ: ۵) اور جس نے ایمان لانے سے انکار کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ لیکن نبی ﷺ کی شفاعت اور آپ کی وجاہت کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب اور ابوطالب اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں یا یہ کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ف۲۳۸ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا معنی یہ ہے کہ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور عبادت کا مستحق ہونے میں وہ متفرد ہے اور اس کی کسی صفت میں کوئی اس کا مثیل' شبیہ اور نظیر نہیں ہے ف۲۳۹ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام "لا الٰہ الا اللّٰہ" ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۸) شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا ہے کہ مجھے نبی ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھا' اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کے لیے پڑھا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی' میں نے ستر ہزار دفعہ کلمہ پڑھ لیا تھا اور کسی کے لیے خصوصی نیت نہیں کی تھی' ایک مرتبہ میں ایک کھانے کی دعوت میں پہنچا' وہاں ایک نوجوان کشف میں مشہور تھا' کھانے کے دوران وہ رونے لگا' میں نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اپنی ماں کو عذاب میں گرفتار دیکھا ہے' میں نے دل ہی دل میں ان ستر ہزار کلمات کا ثواب (بقیہ صفحہ ۷۸۹ پر)

ع ۱۹ / ۱۱ / ۲

بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ

میں رواں دواں ہیں ۲۴۲ اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

نازل کیا' پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا ۲۴۳ اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ۲۴۴

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان اللہ کے تابع ہیں ۲۴۵ ضرور ان (سب) میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ

عقل والوں کے لیے (اللہ کی معرفت کی) نشانیاں ہیں ۲۴۶ اور بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں

اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا

اور ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں' اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے

لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ

ہیں ۲۴۷ اور اگر یہ ظالم (دنیا میں اس عذاب کو) جان لیتے جس عذاب کو یہ قیامت کے دن دیکھیں گے (تو یہ دنیا میں ضرور اقرار کر لیتے)

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ

کہ تمام قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۲۴۸ جن لوگوں کی (دنیا میں) پیروی

اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ

کی گئی جب وہ (آخرت میں) پیروی کرنے والوں سے بری الذمہ ہو جائیں گے ۲۴۹ اور عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تمام

الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ

وسائل منقطع ہو جائیں گے ۲۵۰ اور (ان کی) پیروی کرنے والے کہیں گے: کاش! ہمارے لیے دنیا میں لوٹنا (ممکن) ہوتا تو ہم ان

ف۲۴۲ سمندروں پر رواں دواں کشتیوں میں نشانیاں ہیں' جو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پانی پر قائم رہتی ہیں اور لوگوں کو اور ان کے سازوسامان کو لے کر ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتی ہیں' ہمیشہ لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں سطح آب پر قائم رہتی ہیں اور تیرتی ہیں اور لوہے اور پیتل کی چیزیں پانی میں ڈوب جاتی ہیں' ان تمام چیزوں کا واحد طبعی شعور یہ بتاتا ہے کہ ان کا بنانے والا بھی واحد ہے ف۲۴۳ بارش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانیاں ہیں کہ کس طرح بخارات سے حاصل شدہ پانی فضا میں جمع ہوتا ہے اور کس طرح منتشر ہوتا ہے اور اس جہاں کی بقا میں وہ کیا رول ادا کرتا ہے اور اس سے سبزیوں اور پھلوں کی کس طرح روئیدگی ہوتی ہے اور اس نظام کی وحدت بھی کسی سے مخفی نہیں ہے ف۲۴۴ زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو حیوانات اور حشرات الارض پیدا کیے ہیں' ان میں عجیب وغریب حکمتیں اور فوائد ہیں' کچھ جانور انسانوں کی خوراک کے لیے حلال کر دیئے اور کچھ جانور ان کے امتحان کے لیے حرام کر دیئے۔ کچھ ان کی سواری کے کام آتے ہیں' کچھ جانوروں کو عبرت کے لیے پیدا کیا اور کتنے ہی جانور ایسے ہیں جن کو پیدا کرنے کی حکمت سے ہماری عقل عاجز ہے' پھر ان تمام جانوروں کی پیدائش' نشوونما اور ان کی موت کا نظام واحد ہے' متعدد نہیں ہے تو ان کے پیدا کرنے والے متعدد کیسے ہو سکتے ہیں ف۲۴۵ ہواؤں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانیاں ہیں' بعض ہوائیں بانجھ ہوتی ہیں' بعض ہوائیں ثمر آور ہوتی ہیں' بعض ہوائیں سرد اور بعض گرم ہوتی ہیں' بعض ہوائیں فصلوں کو اجاڑ دیتی ہیں اور ہلاکت کا سبب ہوتی ہیں' ہوا کے ذریعے انسان سانس لیتا ہے اور ہوا کے بغیر وہ چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا ہے' اس لیے اس کا حصول بالکل عام کر دیا' ہر شخص کو ہر جگہ اور ہر وقت بغیر کسی محنت اور معاوضہ کے ہوا میسر ہے' کیا یہ عجیب وغریب حکمت نہیں ہے ف۲۴۶ انسان کو چاہیے کہ ان تمام مظاہر قدرت میں غور وفکر اور تدبر کرے کہ یہ تمام چیزیں متغیر اور حادث ہیں اور ان کا حدوث اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کا کوئی بنانے والا ہونا چاہیے اور چونکہ ان تمام چیزوں کے نظام عمل میں انتشار اور اختلاف نہیں' بلکہ ہم آہنگی اور وحدانیت ہے' اس لیے ان کا بنانے والا بھی واحد ہی ہونا چاہیے' پھر ان تمام چیزوں میں جو بے شمار حکمتیں اور فوائد ہیں' ان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بنانے والا انتہائی علیم اور حکیم ہے اور یہ ساری کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے' اس کا نظم اور ربط اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل صحیح منصوبہ بندی سے وجود میں آئی ہے' اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد اور علیم اور حکیم ہے ف۲۴۷ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود' علم' قدرت اور وحدانیت پر دلائل دیئے ہیں اور اب فرما رہا ہے کہ ان عظیم اور واضح دلائل کے ہوتے ہوئے بعض لوگ ''انداد'' (غیر اللہ کو اللہ کا شریک) بناتے ہیں' ''انداد'' سے مراد وہ بت ہیں جن کی مشرکین اللہ کی طرح عبادت کرتے تھے اور جس طرح مؤمنین اللہ سے بر بناء حق محبت کرتے ہیں' یہ مشرکین بتوں سے بر بناء باطل محبت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ''انداد'' سے مراد ان کے کافر پیشوا ہیں' جن کی وہ اللہ کی معصیت میں اطاعت کرتے تھے' اور جتنی محبت مشرکین اپنے بتوں سے کرتے ہیں' اس سے کہیں زیادہ محبت مؤمنین اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں' بلکہ مؤمن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اس کی تعظیم وتقدیس کرتا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور آپ کی تعظیم وتوقیر کرتا ہے ف۲۴۸ اگر یہ لوگ دنیا میں اس عذاب کو جان لیتے' جس عذاب کو یہ قیامت کے دن دیکھیں گے تو یہ ضرور اقرار کر لیتے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۹۰) ف۲۴۹ قتادہ' عطاء اور ربیع نے کہا: جن رئیسوں اور سرداروں کے حکم سے دنیا میں مشرکین نے کفر کیا تھا' جب وہ دونوں آخرت میں عذاب کو دیکھ لیں گے تو اپنے متبعین کے کفر سے بری ہو جائیں گے ف۲۵۰ سبب کے معنی ہیں: وہ رسی جس سے کسی چیز کو باندھ کر کھینچتے ہیں' پھر اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے کہ جس سے کسی چیز کو کھینچا جائے' ہاں اسباب سے مراد ہے: دنیا میں جن لوگوں اور جن چیزوں کو وہ نجات کا سبب سمجھتے تھے' آخرت میں وہ سب ان سے منقطع ہو جائیں گی۔

مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ

سے اسی طرح بری الذمہ ہو جائے جس طرح یہ ہم سے بری الذمہ ہو گئے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو باعث حسرت

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا

بنا کر انہیں دکھائے گا ۲۵۱ع اور وہ نار جہنم سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہیں○ اے لوگو! زمین کی ان چیزوں

مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں ۲۵۲ع اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو

اِنَّهٗ لَـكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَ

بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے○ ۲۵۳ع وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی (کے کاموں)

اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا

کا حکم دیتا ہے ۲۵۴ع اور اللہ کے متعلق ایسی بات کہنے کا (حکم دیتا ہے) جس کو تم نہیں جانتے○ ۲۵۵ع اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ

اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا'

كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

خواہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں○ ۲۵۶ع اور کافروں کی مثال اس

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ

شخص کی طرح ہے جو ایسے شخص کو پکارے جو بلانے اور آواز دینے کے سوا اور کچھ نہ سنتا ہو ۲۵۷ع

صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا

یہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں تو یہ کچھ نہیں سمجھتے○ اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ

ف۲۵۱ سدی بیان کرتے ہیں کہ کافروں کو جنت دکھائی جائے گی اور جنت میں ان کے مکان دکھائے جائیں گے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لیتے تو یہ مکان ان کو دے دیئے جاتے' پھر وہ مکان مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے اور وہ کافروں کے وارث ہوں گے' اس وقت کافروں کو ندامت اور حسرت ہوگی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۴۳) ف۲۵۲ جس چیز سے حرمت کی گرہ کھل گئی ہو وہ حلال ہے اور طیب وہ چیز ہے جو حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ نجات تین چیزوں میں ہے: حلال کھانا' فرائض کو ادا کرنا اور نبی ﷺ کی اقتداء کرنا' نیز سہل نے کہا کہ مال حلال وہ ہے جو سود' حرام' رشوت' خیانت' مکروہ اور شبہ سے محفوظ ہو ف۲۵۳ جو کام شریعت کے مخالف ہو وہ شیطان کا طریقہ ہے' اگر اس کو کار ثواب اور نیکی سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہے اور اگر اس کو بُرا سمجھ کر کیا جائے تو وہ گناہ ہے اور بدعت اور گناہ کا عمل کرنا شیطان کے قدموں پر چلنا اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا ہے ف۲۵۴ ''سوء'' کے معنی ہیں: برائی اور ''فحشاء'' کے معنی ہیں: بے حیائی' ہر وہ کام جس سے شریعت نے منع کیا ہو' وہ ''سوء'' اور ''فحشاء'' ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کام پر حد نہ ہو وہ ''سوء'' ہے اور جس پر حد ہو وہ ''فحشاء'' ہے ف۲۵۵ مشرکین بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام (بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور) کو حرام قرار دیتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان جانوروں کو اللہ نے حرام نہیں کیا ہے لیکن مشرکین اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں' سو ان جانوروں کو جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے گا تو ان کا کھانا حلال وطیب ہوگا اور اس آیت میں یہ بتلایا کہ ان کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کی طرف اس تحریم کو منسوب کرنے کا حکم دیا ہے ف۲۵۶ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور معصیت میں آباء واجداد کی تقلید کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقلید کی مذمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جن کی تقلید کی جا رہی تھی وہ بے علم اور بے ہدایت تھے۔ کسی شخص کے قول کو بلا دلیل قبول کرنا تقلید ہے اور مسائل فرعیہ فقہیہ میں تقلید کرنا جائز ہے' کیونکہ عام آدمی میں اتنی اہلیت نہیں ہوتی کہ وہ کتاب اور سنت سے مسائل کا استنباط کر سکے' اس لیے وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں علماء سے رجوع کرے گا اور علماء اس کو اللہ اور اس کے رسول کا جو حکم ہے وہ بتائیں گے' وہ اس پر عمل کرے گا' اسی طرح تمام علماء بھی تمام احکام شرعیہ کو براہ راست کتاب وسنت' آثار صحابہ' اجماع اور قیاس سے نہیں نکال سکتے اور وہ اس معاملے میں کسی فقیہ اور مجتہد کے استنباط کردہ مسائل پر اعتماد کرتے ہیں' جس کی فقہ اور جس کے اجتہاد پر انہیں وثوق ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○'' (النحل: ۴۳) اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے سوال کرو○ حضرت اقدس علامہ سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۲۸ تا ۳۴۴ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۵۷ کفار اپنے بتوں کو جو پکارتے ہیں اس کی مثال ایسے ہے' جیسے کوئی چرواہا اپنے گم شدہ مویشیوں کو پکار رہا ہو اور اس کو پتا نہ ہو کہ وہ مویشی کہاں ہیں۔

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

جو ہم نے تم کو دی ہیں ۲۵۸ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو○

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

اللہ نے تم پر بس کا (کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار ۲۵۹ خون ۲۶۰ خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا

بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

نام لیا گیا ہو ۲۶۱ سو جو شخص مجبور ہو جائے جبکہ وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (کھانے یا استعمال میں) کوئی گناہ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

نہیں ہے بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے○ بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جس کو اللہ نے کتاب میں نازل کیا ہے

الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ

اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ

بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ

بھر رہے ہیں ۲۶۲ اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے○ ۲۶۳ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو خرید لیا

وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اور مغفرت کے بدلہ میں عذاب کو (خرید لیا) وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں○ یہ (مخالفت) اس لیے ہے کہ اللہ

اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ

نے حق کے ساتھ کتاب نازل کی اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا

ف۲۵۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے' جو رسولوں کو دیا تھا' سو فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو' میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں اور فرمایا: اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ' پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے' اس کے بال غبار آلودہ ہیں' وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یارب! یارب! اس کا کھانا پینا حرام ہو' اس کا لباس حرام ہو' اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰) اس حدیث میں بھی اکل حلال کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس کو سنت انبیاء علیہم السلام بھی قرار دیا گیا ہے اور قبولیتِ دعا کا ذریعہ بھی بتایا گیا ہے ف۲۵۹ ذبح کیے جانے والے جانوروں میں سے جو جانور بغیر ذبح کے اپنی طبعی موت مر گیا ہو اس کو مردار کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی اس نص قطعی سے ہر مردار کا کھانا حرام ہے' تاہم اس کے عموم سے سمندر کے مردہ جانوروں کو خاص کر لیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ”اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ“ (المائدہ: ۹۶) تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے اور باقی سمندری جانور حرام ہیں۔ امام صاحب کا فرمان ہے کہ مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانوروں سے گھن آتی ہے اور گھن والے جانور حرام ہیں' قرآن مجید میں ہے: ”وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ“ (الاعراف: ۱۵۷) اور ناپاک چیزیں آپ ان پر حرام کرتے ہیں۔ نیز امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مچھلی اور ٹڈی کو بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں' رہے مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۹۷) اگر مچھلی طبعی موت سے پانی کے اندر مر جائے اور بدبودار ہو کر سطح آب پر ابھر آئے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس کا کھانا جائز نہیں' اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کو سمندر پھینک دے یا جس جانور سے پانی منقطع ہو جائے اس کو کھا لو اور جو جانور پانی میں مر کر اوپر آ جائے اس کو مت کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۸) اسی طرح مردہ کی چربی بھی حرام ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے' جب اللہ تعالیٰ نے مردار کی چربی کو حرام کر دیا تو انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھایا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کی چربی حرام ہے' اس کا بیچنا اور خریدنا جائز نہیں ف۲۶۰ اس آیت میں مطلقاً خون کو حرام فرمایا ہے اور سورۃ الانعام: ۱۴۵' میں اس کو بہائے ہوئے خون کے ساتھ مقید فرمایا: ”اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا“ (الانعام: ۱۴۵) مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں کی گئی سوائے مردار یا بہائے ہوئے خون کے۔ ان دونوں آیتوں میں شرعی ضرورت کے بغیر مردار اور خون وغیرہ کو حرام کیا گیا ہے۔ شرعی ضرورت ثابت ہو جائے تو ان چیزوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ“ (الحج: ۷۸) اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی' نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم صرف آسان احکام بیان کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵) اور شریعت میں قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت کی ادائیگی میں امت کو حرج اور ثقل ہو وہ عبادت امت سے اٹھالی گئی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۲) مجبوری کی بعض حالتوں میں ایک بیمار یا زخمی انسان کے جسم میں دوسرے انسان کے خون کو منتقل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے (۱) کسی حادثہ کی بنا پر (۲) کسی شخص کا جگر خون بنانا بند کر دے (۳) کسی کو بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہو (۴) کسی کا بائی پاس آپریشن ہونے پر اسے زندگی کا خطرہ لاحق ہو تو یہ تمام اضطرار کی صورتیں ہیں اور قرآن مجید نے اضطرار کی صورت میں خون کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے' اس لیے ان صورتوں میں ایک شخص کے جسم میں دوسرے شخص کا خون منتقل کرنا جائز ہے ف۲۶۱ ربیع نے کہا: اس سے مراد وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ابن وہب نے کہا: اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے اور ذبح کے وقت (بقیہ صفحہ ۹۷۸ پر)

لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ

وہ بہت زیادہ مخالفت میں ہیں۞ ع۲۶۴ (اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور مغرب کی طرف پھیر لو ع۲۶۵ لیکن (اصل) نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے ع۲۶۶

الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ

اور یوم آخرت اور فرشتوں ع۲۶۷ اور کتابوں ع۲۶۸ اور نبیوں پر ایمان لائے ع۲۶۹ اور مال سے اپنی محبت کے باوجود (اللہ کے حکم سے)

ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ

رشتہ داروں یتیموں مسکینوں مسافروں سوالیوں ع۲۷۰

وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ

اور غلام آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے ع۲۷۱ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے ع۲۷۲ اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے

اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ

جب وہ عہد کریں ع۲۷۳ اور تکلیف اور تنگی میں اور جہاد کی مشقت میں صبر کرنے والے ع۲۷۴

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۞ ع۲۷۵ اے ایمان والو! تم پر

اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے ع۲۷۶ آزاد کے بدلہ آزاد' غلام کے بدلہ

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ

غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت ع۲۷۷ سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف

ف۲۶۴ اختلاف کرنے والے یہودی تھے نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت ہے اور یہود اس کی مخالفت کرتے تھے' یا تورات میں نبی ﷺ کی جو صفات تھیں' یہود ان کی مخالفت کرتے تھے یا یہود قرآن مجید کے احکام کی مخالفت کرتے تھے ف۲۶۵ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہود مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ صرف مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۵۶۔ ۵۵) ف۲۶۶ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے' اس کو ہر عیب اور نقص سے منزہ مانے' اس کی تمام صفات کو قدیم مانے اور اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کرے' اس کے سوا کسی کو نہ واجب اور قدیم مانے اور نہ اس کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق مانے اور اس کے تمام رسولوں کی تصدیق کرے اور حضرت سیدنا محمد ﷺ کو آخری نبی اور آپ کی شریعت کو آخری شریعت مانے ف۲۶۷ یوم آخرت پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ قیامت کی' مرنے کے بعد اٹھنے کی' عذاب قبر اور قیامت کے بعد جزاء و سزاء' حساب و کتاب کی' صراط' میزان اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کی شفاعت کی تصدیق کرے اور فرشتوں پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں کے معصوم ہونے اور رسل ملائکہ کی رسالت' کراماً کاتبین کے اعمال لکھنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ان کے عمل کرنے کی تصدیق کرے اور تذکیر و تانیث سے فرشتوں کو بری مانے ف۲۶۸ کتاب پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کا اقرار کرے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے' جس کو جبرائیل نے سیدنا محمد ﷺ کے قلب پر نازل کیا ہے' یہ آخری کتاب ہے' اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی' نہ کوئی اس کی کسی ایک سورت کی مثل بھی لا سکتا ہے اور انبیاء سابقین پر نازل شدہ کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کرے ف۲۶۹ تمام نبیوں پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ یہ مانے کہ تمام انبیاء و رسل برحق ہیں اور سب پر ایمان لانا ضروری ہے' یہ جائز نہیں ہے کہ بعض نبیوں پر ایمان لایا جائے اور بعض کا کفر کیا جائے ف۲۷۰ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ضروریات کی تکمیل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی راہ میں خرچ کرنے کا بھی حکم فرمایا اور مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی بعض افراد کا) حق بتایا گیا (اور ان افراد کو) نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر بیان فرمایا۔ (جامع ترمذی ص ۱۱۹) ان افراد میں سے پہلا فرد رشتہ دار ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ پہلو تہی کرنے والے مخالف رشتہ دار پر صدقہ کرنا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۷' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۶) ان افراد میں دوسرا فرد یتیم کو قرار دیا گیا۔ یہ وہ نابالغ بچہ یا بچی ہے جس کا باپ فوت ہو چکا ہو اور تیسرا فرد مسکین ہے' یہ وہ شخص ہے جس کے پاس قدر کفایت یعنی گزارے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (مسکین وہ ہے) جس کے پاس گزارے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور نہ اس کے حال ظاہری سے اس کی مسکینی کا پتہ چلے تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳) ان افراد میں سے چوتھا فرد ابن السبیل ہے اور یہ وہ مسافر ہے جو حالت سفر میں ضرورت مند ہو اور اس کے پاس ضرورت پوری کرنے کی کوئی چیز نہ ہو' چونکہ راستے میں اس کے ماں باپ نہیں ہوتے اور راستہ کے سوا اس کا کسی سے تعلق نہیں ہوتا' اس لیے اس کو ابن السبیل کہتے ہیں۔ ان افراد میں سے پانچواں فرد سائل ہے اور سائل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے زائد کا سوال نہ کرے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرتا ہے' وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے خواہ سوال کم کرے یا زیادہ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنے اوپر سوال کرنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۳۸) اس شخص کے لیے سوال کرنے کی اجازت ہے' جس کے پاس صبح و شام کا کھانا نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۰' ملخصاً) (اور نہ ہی وہ اس کو کما کر لانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔) ف۲۷۱ غلام کو آزاد کرنے کے دو معنی ہیں: یا تو مکمل خرید کر اس کو آزاد کیا جائے یا جو غلام مکاتب ہو اسے بدل کتابت دے کر اس کو آزاد کرایا جائے' غلام آزاد کرنے کے اجر کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کا (بقیہ صفحہ ۹۷۸ پر)

فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ

کردیا گیا تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے ۲۷۸ یہ (حکم) تمہارے رب

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے' پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے درد ناک

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

عذاب ہے ۲۷۹ اور اے عقل مند لوگو! تمہارے لیے خون کا بدلہ (مشروع کرنے) میں زندگی ہے' تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ

(ناحق قتل کرنے سے) بچو ۲۸۰ جب تم میں سے کسی کو موت آئے (سو) اگر اس نے مال چھوڑا ہے (تو)

خَيْرًا ۚۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا

اس پر ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے دستور کے موافق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے' یہ

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ

پرہیز گاروں پر حق ہے ۲۸۱ سو جس نے وصیت کو سننے کے بعد اس کو تبدیل کیا تو اس کا

عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ

گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہے ۲۸۲ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا بہت جاننے والا ہے پھر جس کو وصیت

مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ

کرنے والے سے بے انصافی یا گناہ کا خوف ہو پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں'

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۲۸۳ اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض

ع ۲۲ / ۶

ف۲۷۸ قاتل کو مقتول کے بھائی سے تعبیر فرمایا تاکہ ولی مقتول کو معاف کرنے میں رغبت ہو اور وہ قصاص کا مطالبہ ترک کردے اور دستور کے مطابق دیت کا مطالبہ کیا جائے' یعنی شریعت میں جو دیت کی مقدار مقرر کی گئی ہے' ولی مقتول اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں اور قاتل کے عصبات دیت کی ادائیگی کی مدت میں تاخیر اور مقدار میں کمی نہ کریں ف۲۷۹ یعنی اگر ولی مقتول نے معاف کرنے کے بعد قاتل کو قتل کیا تو اس کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا' دنیا میں اس کو قتل کیا جائے گا اور آخرت کا عذاب الگ ہوگا ف۲۸۰ قصاص کو حیات اس لیے فرمایا گیا کہ اس کی وجہ سے مسلمان کسی کو قتل کرنے سے باز رہیں گے' آزاد غلام کو قتل کرے گا نہ غلام آزاد کو اور معاشرہ میں اس طرح امن وسکون کی فضا قائم ہوگی۔ یہ آیت بھی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی دلیل ہے کہ اس آیت میں بھی بر سبیل عموم فرمایا گیا کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اور اس کو آزاد یا غلام کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہے ف۲۸۱ وصیت کا معنی اتصال ہے (تاج العروس ج ۱۰ ص ۲۹۲) اور شریعت میں موت کے بعد کسی چیز کا بہ طور احسان مالک بنانا وصیت ہے۔ (کتاب التعریفات ص ۱۱۱)
وصیت کی چار قسمیں ہیں: (۱) واجب: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کرسکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے' جیسے قضا نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی وصیت (۲) مستحب: دینی مدارس' مساجد' علماء' دینی طلبہ اور دیگر اُمور خیر کے لیے وصیت کرنا (۳) مباح: رشتے داروں اور دنیاداروں کے لیے وصیت کرنا' یہ مباح ہے (۴) مکروہ: فساق وفجار کے لیے وصیت کرنا (کہ وہ معصیت وفسق وفجور پر خرچ کریں گے) یہ وصیت مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۵) جمہور علماء اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت میراث کی آیتوں سے منسوخ ہے' کیونکہ والدین اور دیگر رشتے داروں کے اللہ تعالیٰ نے خود حصے مقرر فرمادیے' اس لیے ان کے حق میں وصیت کرنے کا وجوب اب منسوخ ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے' سو وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ الحدیث (جامع ترمذی ص ۳۰۸) وصیت کی شرائط میں سے چند یہ ہیں: (۱) وصیت کرنے والا مالک بنانے کا اہل ہو' نابالغ' مجنون اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے (۲) کل ترکہ کے تہائی مال میں وصیت کی جائے (۳) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ قاتل نہ ہو (۴) وصیت کرنے والے کے ترکہ پر قرض محیط نہ ہو (۵) جس چیز کی وصیت کی ہو وہ تملیک کے قابل ہو۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۶۔۴۱۵ ملخصاً) ف۲۸۲ یعنی اگر موصی کا ولی موصی (وصیت کرنے والے) کی وصیت میں کمی بیشی کرتا ہے یا اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کا گناہ وصیت کرنے والے پر نہیں بلکہ جو وصیت پر عمل درآمد میں رکاوٹ بنے اس پر ہے ف۲۸۳ یعنی اگر وصیت کرنے والے کے اولیاء کو وصیت کرنے والے سے کسی زیادتی کے ارتکاب کا خدشہ ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ آپس میں صلح کے ساتھ وصیت کرنے والے کو صحیح وصیت پر آمادہ کریں' تاکہ وصیت کرنے والا مرتے ہوئے بھی اپنے اولیاء پر زیادتی نہ کرے۔

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

کیا گیا ہے ف۲۸۴ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا تھا ف۲۸۵ تاکہ تم متقی بن جاؤ○ ف۲۸۶

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

معدودے چند دنوں میں سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو (اور وہ روزے نہ رکھے) تو

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ

دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) ف۲۸۷ اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ

مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ

ایک مسکین کا کھانا ہے ف۲۸۸ پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ

تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے○ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن

الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ

نازل کیا گیا ف۲۸۹ لوگوں کو ہدایت دینے والا اور روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں سو تم میں

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى

سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے ف۲۹۰ اور جو مریض یا مسافر ہو

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ

(اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ) عدد پورا کرے ف۲۹۱ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے

بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا ف۲۹۲ اور تاکہ تم (مطلوبہ) عدد پورا کرو اور اللہ کی کبریائی بیان کرو ف۲۹۳

ف۲۸۴ روزہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا' اور روزہ کا شرعی معنی ہے: مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور جماع کو ترک کرنا اور اپنے نفس کو تقویٰ کے حصول کے لیے تیار کرنا۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویلِ قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا۔ (درمختار علی ہامش ردالمختار ج ۲ ص ۸۰) ف۲۸۵ تمام ادیان اور ملل میں روزہ معروف ہے۔ قدیم مصری' یونانی' رومن اور ہندو سب روزہ رکھتے تھے' موجودہ تورات میں بھی روزہ داروں کی تعریف کا ذکر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چالیس دن روزہ رکھنا ثابت ہے۔ یروشلم کی تباہی کو یاد رکھنے کے لیے یہود اس زمانے میں بھی ایک ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح موجودہ انجیلوں میں بھی روزہ کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور روزہ داروں کی تعریف کی گئی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا' اسی طرح تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے' تاکہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں رغبت ہو' کیونکہ جب کسی مشکل کام کو عام لوگوں پر لاگو کر دیا جاتا ہے تو پھر وہ سہل ہو جاتا ہے ف۲۸۶ روزہ کے بے شمار فوائد و ثمرات ہیں' ان میں سے ایک پرہیزگار و متقی ہو جانا بھی ہے' جس طرح کہ یہاں بیان کیا گیا ہے' نیز روزہ رکھنے سے کھانے' پینے اور شہوانی لذات میں کمی ہوتی ہے' اس سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ روزہ رکھ کر انسان اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت سے متصف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور یوں ہی بھوک پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت کے مخصوص دروازے سے داخلہ کا مستحق فرما دیتا ہے' نبی ﷺ کا فرمان ہے: جنت میں ایک دروازے کا نام ریان ہے' اس سے قیامت کے دن روزہ دار (ہی) داخل ہوں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی بو سے زیادہ پسند ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴) ف۲۸۷ سفرِ شرعی کرنے والے مسافر' حاملہ اور دودھ پلانے والی کو غلبہ ظن سے اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو یا مرض بڑھنے کا خوف ہو' یا تندرست آدمی کو غلبہ ظن' تجربہ' علامات یا طبیب کے بتانے سے مرض پیدا ہونے کا خوف ہو یا خادمہ کو ضعف کا خوف ہو تو ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور بعد میں ان ایام کی قضا کریں۔ (درمختار علی حامش ردالمختار ج ۲ ص ۱۱۷-۱۱۶) ف۲۸۸ اکثر صحابہ' فقہاء اور تابعین کے نزدیک پہلے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کے لیے روزہ رکھنے اور نہ رکھ کر فدیہ دینے کا اختیار تھا' بعد میں یہ منسوخ ہو گیا اور حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ نے اس آیت کو ''یطوقونہ'' پڑھا' یعنی جو مشکل سے روزہ رکھیں (یا جنہیں روزہ رکھنا مشکل ہو) وہ فدیہ دے دیں اور کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور بعض علماء نے اس آیت کو قراءت متواتر (جس طرح کہ قرآن میں مکتوب ہے) کے مطابق پڑھا اور کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ انہوں نے وسعت اور طاقت میں فرق کیا ہے کہ وسعت کا معنی ہے: کسی چیز پر سہولت سے قادر ہونا اور طاقت کا معنی ہے: کسی چیز پر مشقت سے قادر ہونا تو آیت کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دیں۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۵۹-۵۸' ملخصاً) اور ایک روزے کے لیے نصف صاع یعنی دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ ہے (اور ایک فقیر کو متعدد ایام کا فدیہ دیا جا سکتا ہے اور مہینے کی ابتداء میں بھی فدیہ دیا جا سکتا ہے)۔ (درمختار علی حامش ردالمختار ج ۲ ص ۱۹۹' موضحاً) لیکن جن لوگوں کو شوگر یا بلڈ پریشر کا عارضہ ہو اور ڈاکٹر انہیں روزہ رکھنے کی اجازت نہ دے تو وہ روزہ کی جگہ فدیہ دے دیں کیونکہ یہ لاعلاج امراض ہیں ف۲۸۹ اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر ماہِ رمضان کی لیلۃ القدر میں نازل کیا' پھر حسب مصلحت تئیس سال میں نبی ﷺ پر مکمل قرآن نازل ہوا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم پر صحائف رمضان کی پہلی شب میں نازل کیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات رمضان کی چھٹی شب میں نازل کی اور حضرت عیسیٰ پر انجیل رمضان کی اٹھارویں شب میں نازل کی اور سیدنا حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید رمضان کی چوبیسویں شب میں نازل کیا۔ (تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۹۵) رمضان کے مہینے میں نزولِ قرآن کی ابتداء بھی ہے' اس لیے کہ (بقیہ صفحہ ۹۷۹ پر)

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ

کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم شکر ادا کرو○ اور (اے رسول!) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو (تو

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ

آپ فرمادیں کہ) بے شک میں ان کے قریب ہوں ٢٩٤ دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں ٢٩٥ تو چاہیے کہ وہ

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى

(بھی) میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان برقرار رکھیں تاکہ وہ کامیابی حاصل کریں○ تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا

نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ

حلال کر دیا گیا' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ

اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ

تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا'

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' ٢٩٦ اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو'

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ

یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' ٢٩٧

الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ

پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو' اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے

عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ

عمل زوجیت نہ کرو' یہ اللہ کی حدود ہیں' سو تم ان کے قریب نہ جاؤ' ٢٩٨ اللہ اسی طرح

ف ٢٩٤ حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ سے پوچھا: ہمارا رب کہاں ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتایئے کہ میں قریب ہوں۔ (جامع البیان ج ٢ ص ٩٢) ف ٢٩٥ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرماتا ہے' نبی ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ سے سوال کرو) جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ٤٨٦) (اور) تم اپنی ہر حاجت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو' حتیٰ کہ جوتی کے تسمہ ٹوٹنے کا۔ (جامع ترمذی ص ٥١٨) ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ہر حاجت کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرو حتیٰ کہ اس سے نمک کا سوال بھی کرو۔ (جامع ترمذی ج ٢ ص ٢٠١) اس آیت اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے کیونکہ دعا اور نذر دونوں عبادت ہیں اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے' البتہ دعا میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے' نیز دعا اس طریقہ کے مطابق کرنی چاہیے' جو آپ ﷺ نے سکھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد ج ١ ص ٢٠٩) علامہ شرنبلالی حنفی دعا کے متعلق لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ائمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا کریں کیونکہ جب نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد' اور آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: بہ خدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرو: ''اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ''۔ (مراقی الفلاح ص ١٨٩)

ف ٢٩٦ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ابتداء میں ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے' پھر رمضان کے روزے فرض ہو گئے' جب کوئی شخص افطار کے وقت کھانا کھائے بغیر سو جاتا تو پھر اگلے روز افطار تک کھانا نہیں کھا سکتا تھا' اگر وہ سو جاتا یا اس کی بیوی سو جاتی تو پھر وہ بیوی سے عمل زوجیت نہیں کر سکتا تھا' حضرت عمر نے اپنی بیوی کو عمل زوجیت کے لیے بلایا' انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں' حضرت عمر نے یہ گمان کیا کہ وہ بہانے کر رہی ہیں اور ان سے اپنی خواہش پوری کر لی اور دونوں نے رات گزار لی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (جامع البیان ج ٢ ص ٩٥) ف ٢٩٧ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہر وہ چیز جس کی آپ نے مجھے وصیت کی تھی' مجھے یاد ہے' البتہ سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا مطلب مجھے یاد نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے گویا کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کیا کہا تھا' میں نے کہا: میں نے ان دونوں دھاگوں کو بٹ لیا اور رات بھر انہیں دیکھتا رہا' مجھے یہ ایک جیسے دکھائی دیئے' رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیں' پھر فرمایا: میں نے تم سے فجر کا لفظ نہیں کہا تھا' اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سیاہی ہے۔ (جامع البیان ج ٢ ص ١٠٠) ف ٢٩٨ اعتکاف لغت میں ٹھہرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں رہنا' روزہ سے رہنا' جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے تقرب کی نیت کرنا اور جب تک یہ معانی نہ پائے جائیں' شرعاً اعتکاف ثابت نہیں ہوگا لیکن مسجد کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے (اور) ہر مسجد میں اعتکاف ہو سکتا ہے۔ (احکام القرآن ج ١ ص ٢٤٢ ملخصاً) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب' یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر مانی جائے۔ سنتِ مؤکدہ' رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف اور نفل اعتکاف میں نیت شرط ہے' جس مسجد میں اذان اور اقامت ہو اور باجماعت نماز ہو اس میں اعتکاف کیا جائے' اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے اور اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں' نہ اس میں وقت کی کوئی قید ہے' مسلمان ہونا' عاقل ہونا اور جنابت' حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے' بالغ ہونا' آزاد ہونا یا مرد ہونا' اعتکاف کے لیے شرط نہیں' عورتیں گھر میں نماز کی جگہ کو اعتکاف کے لیے مخصوص کر لیں اور اسی جگہ بیٹھیں۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ

اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں○ اور ایک دوسرے کا مال آپس میں

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ

ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بہ طور رشوت) وہ مال حاکموں کو دو تاکہ تم جان بوجھ

اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ

کر لوگوں کا کچھ مال گناہ کے ساتھ کھاؤ○ ۲۹۹ لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں

قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں ۳۰۰ اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ

میں پیچھے سے داخل ہو لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں

مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

سے داخل ہو ۳۰۱ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو○ اور اللہ کی راہ میں ان سے

اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں ۳۰۲ اور حد سے تجاوز نہ کرو ۳۰۳ بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ

پسند نہیں فرماتا○ اور تم ان (کافروں) کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ اور ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے

مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ

تمہیں نکالا ہے اور (شرک اور ارتداد کا) فساد قتل سے بڑھ کر ہے اور مسجد حرام کے

ف۲۹۹ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا مال نہ کھائے۔ جوا' سود' دھوکے سے لیا ہوا مال' غصب شدہ مال' کسی کے حق کا انکار' مثلاً کسی کی مزدوری' اجرت یا کرایہ کا انکار کر کے اس کا حق مار لینا' یا وہ مال جس کو شریعت نے حرام کر دیا ہے' مثلاً فاحشہ کی اجرت اور شراب اور مردار کی قیمت' یہ تمام مال حرام ہیں اور ان کا کھانا ناجائز ہے۔ اور جس مال کی حرمت قطعی ہو جیسے چوری' ڈاکے کا مال' سحر کی کمائی' سود' جوا' خمر اور مردار کی قیمت' زنا کی اجرت یا غصب کیا ہوا مال وغیرہ اسے صدقہ کر کے اس پر ثواب کی امید رکھنا' ان کو حلال سمجھنے پر موقوف ہے اور حرام قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے اور گانے بجانے کی حرمت ظنی ہے' ڈاڑھی مونڈنے اور فوٹو گرافی کی اجرت' سینما ہال اور اداکاروں کی آمدنی' رقص کی اجرت' فلم کی ویڈیو کیسٹ کے کاروبار کی آمدنی وغیرہ ان سب کی آمدنی حرام ظنی ہے' اگر اس مال سے صدقہ کیا جائے اور ثواب کی امید رکھی جائے تو یہ کفر نہیں ہے لیکن سخت حرام' شدید گناہ کبیرہ اور گمراہی ہے' اور راشی وہ شخص ہے جو کسی باطل چیز کو حاصل کرنے کے لیے کسی کی مدد کرتا ہے اور مرتشی رشوت لینے والے کو کہتے ہیں اور جو چیز حق کو حاصل کرنے کے لیے دی جائے یا ظلم دور کرنے کے لیے دی جائے وہ رشوت نہیں ہے۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۵۰' ملخصاً) حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حبشہ کی سرزمین پر پہنچے تو ان سے کچھ سامان چھینا گیا' انہوں نے اس سامان کو اپنے پاس رکھا اور دو دینار دے دیئے' پھر ان کو چھوڑ دیا گیا ف۳۰۰ چاند اور سورج دونوں اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور دونوں کی گردش بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ہے' بعض عبادات چاند کی گردش کے حساب سے ہیں' جیسے حج' رمضان اور عیدین اور بعض عبادات سورج کی گردش کے حساب سے مربوط ہیں' جیسے ہر روز کی پانچ نمازیں' یہ سمجھنا غلط ہے کہ قمری تقویم اسلامی ہے اور شمسی غیر اسلامی ہے ف۳۰۱ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار جب حج کر کے لوٹتے تو گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے' بلکہ پیچھے سے داخل ہوتے تھے' ایک انصاری حج کے بعد گھر میں دروازے سے داخل ہوا تو لوگوں نے اس کو ملامت کی' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۰۸) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنے جائز نہیں ہیں۔ عبادت صرف اسی طریقے سے کرنی چاہیے' جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی اور جس طرح آپ نے ہدایت دی اور جماعتِ صحابہ کا اس پر عمل رہا ف۳۰۲ ربیع بیان کرتے ہیں کہ یہ پہلی آیت ہے جو مدینہ میں قتال کے متعلق نازل ہوئی' جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان کے خلاف جہاد کرتے تھے جو آپ پر حملہ آور ہوتے تھے اور جو آپ پر حملہ نہ کرتے' آپ بھی ان سے جنگ نہ کرتے حتیٰ کہ سورۂ توبہ نازل ہوگئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۰) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس آیت میں جہاد کی اجازت دی گئی' وہ یہ آیت ہے: ''اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا'' (الحج: ۳۹) جن (مسلمانوں سے) ناحق قتال کیا جاتا ہے' ان کو (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے' کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت حقیقۃً پہلی ہو اور سورۂ حج کی یہ آیت اضافۃً پہلی ہو ف۳۰۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور نہ اس کو قتل کرو جو ہتھیار ڈال دے' اگر تم نے ان کو قتل کیا تو تم حد سے تجاوز کرنے والے ہوگے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۱) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی شخص کو لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خصوصیت کے ساتھ خوفِ خدا کی وصیت کرتے اور فرماتے: بسم اللہ پڑھ کر جہاد کرو اور جو اللہ کا کفر کرے اس سے قتال کرو اور خیانت نہ کرنا' عہد شکنی نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا (کسی کے اعضاء نہ کاٹنا) اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۴)

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ

پاس ان سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک کہ یہ تم سے وہاں جنگ نہ کریں' اگر یہ تم سے جنگ

فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹۱ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کریں تو تم ان کو قتل کر دو' اسی طرح کافروں کی سزا ہےO ف۳۰۴ پھر اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو بے شک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۹۲ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ

بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہےO اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور اللہ ہی کا دین رہ جائے

الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹۳

پھر اگر وہ (شرک سے) باز آ جائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائےO ف۳۰۵

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ

حرمت والے مہینہ کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے ف۳۰۶ اور تمام محترم چیزوں کا بدلہ ہے سو جو شخص

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠

تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے ف۳۰۷

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۹۴ وَاَنْفِقُوْا فِيْ

اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور جان لو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیںO اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖ وَاَحْسِنُوْا ۚ

خرچ کرو' اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو ف۳۰۸ اور نیکی کرو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۹۵ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ

بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہےO اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو' ف۳۰۹ سو اگر

ف۳۰۴ مجاہد اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور مکہ مکرمہ میں ابتداءً کسی سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے' ہاں! کافر اور مشرک مسلمانوں پر حرم میں حملہ کریں تو ان کے خلاف مدافعانہ جنگ کرنا جائز ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۲) امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے' حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا' سو جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے اور نہ اس کے درخت کو کاٹے' اگر کوئی شخص مکہ میں قتال پر رسول اللہ (ﷺ) کے قتال سے استدلال کرے تو اس سے کہو: اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اجازت دی گئی تھی' پھر آج اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی' جس طرح کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص (یہاں) حاضر ہے وہ غائب کو (یہ حدیث) پہنچا دے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱) ف۳۰۵ اللہ تعالیٰ کے دین کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت یعنی انسان دین ودنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں' اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت کریں' اسی کے آگے سر جھکائیں اور اسی سے اپنی حاجت طلب کریں اور اپنی انفرادی' عائلی' اجتماعی' نجی' تمدنی اور کاروباری زندگی کے تمام معاملات میں اسی کے دیئے ہوئے نظام پر عمل کریں' اس کے برعکس اسلام کے علاوہ تمام ادیان اور مذاہب میں لوگ خودساختہ طریقوں سے عبادت کرتے ہیں اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کراؤ اور سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل کر دو' نیز اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہر اس مشرک اور کافر کے خلاف جہاد کیا جائے' جو دعوتِ اسلام کو مسترد کر دے اور اسلامی نظام برپا کرنے کی مہم میں مزاحم ہو' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے' جب تک وہ یہ شہادت نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' جب وہ ایسا کریں گے تو حق اسلام کے ماسوا وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸) ف۳۰۶ حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اس حالت پر آ گیا ہے' جس حالت پر اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین وآسمان پیدا کرنے کے وقت بنایا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' تین مہینے مسلسل حرمت والے ہیں: ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب' رجب کا مہینہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۴) ف۳۰۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ لوگ دور دراز سے حج کے لیے ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم میں آنے جانے کا سفر کرتے تھے اور صفر کے مہینے میں عمرہ کے لیے سفر کرتے تھے' اس لیے ان مہینوں کو حرمت والا مہینہ کہا جاتا تھا اور ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے عرب ان مہینوں میں باہمی لڑائیوں کو موقوف کر دیتے تھے' بعض دفعہ جب ان کے نزدیک لڑائی ناگزیر ہوتی تو وہ محرم کے مہینے کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینے کو محرم قرار دیتے اور محرم کے مہینے میں لڑائی کر لیتے' وہ یونہی محرم کو مؤخر کرتے رہے' حتیٰ کہ جب نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کیا تو محرم گھوم کر اپنی اصلی حالت اور اصل مہینہ میں آ چکا تھا' اسلام نے مہینوں کو مؤخر کرنا حرام کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ'' (التوبہ: ۳۷) مہینوں کو مؤخر کرنا صرف کفر میں زیادتی ہے۔ پہلے ان مہینوں میں جہاد کرنا ممنوع تھا' لیکن حسب ذیل آیت نازل ہونے کے بعد یہ حرمت منسوخ ہو گئی: ''فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ'' (التوبہ: ۵) تم مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔ ''وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً'' (التوبہ: ۳۶) اور تم تمام مشرکین سے جنگ کرو۔ بعض علماء کے نزدیک ان مہینوں میں ابتداءً قتال کرنا منسوخ نہیں ہوا اور بہ دستور حرام ہے' البتہ مدافعانہ جنگ کرنا جائز ہے' لیکن صحیح رائے جمہور کی ہے ف۳۰۸ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں کا اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع کی دیکھ بھال میں مشغول رہنا اور اس شغل میں افراط کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹۷۹ پر)

أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ

تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے ۳۱۰ تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو اور جب تک قربانی

حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ

اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈاؤ ۳۱۱ پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے

أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ

سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے ۳۱۲

فَإِذَا أَمِنْتُمْ ۟ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ

سو جب تم حالتِ امن میں ہو تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی

مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ

کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور

سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ

سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے

أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ

جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں ۳۱۳ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بے شک اللہ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ

سخت عذاب دینے والا ہے○ حج کے مہینے معروف ہیں ۳۱۴ اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کرکے)

الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا

حج کو لازم کرلے ۳۱۵ تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں' ۳۱۶ نہ گناہ اور نہ جھگڑا ۳۱۷ اور تم جو نیکی

ف۳۱۰ امام ابوحنیفہ کے نزدیک راستہ میں دشمن کے روکنے کے علاوہ راستہ میں بیمار ہو جانا اور سفر کے قابل نہ رہنا بھی "احصار" ہے اور لغت میں "احصار" اسی کو کہتے ہیں' امام ابوحنیفہ کا مؤقف احادیث و آثار سے مؤید ہے۔ حضرت حجاج بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ جس شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی یا ٹانگ ٹوٹ گئی تو وہ حلال ہو گیا تو اس پر اگلے سال حج ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۷' جامع ترمذی ص ۱۵۶) اسی طرح عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کرنے گئے' جب ہم ذات الشقوف میں پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کو (سانپ یا) بچھو نے ڈس لیا' ہم راستے میں بیٹھ گئے تا کہ اس کا شرعی حکم معلوم کریں' ناگاہ ایک قافلہ میں حضرت ابن مسعود آ پہنچے' ہم نے بتایا کہ ہمارا ساتھی ڈسا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کی طرف سے ایک قربانی حرم میں بھیجو اور ایک دن مقرر کر لو' جب وہ ہدی حرم میں ذبح کر دی جائے تو یہ حلال ہو جائے گا۔ (المصنف ج ۱ ص ۱۴۱) ف۳۱۱ "محل" سے مراد حرم ہے' حضرت ابن مسعود' حسن بصری' عطاء' مجاہد' طاؤس' ابن سیرین' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۰۵' احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۶) ف۳۱۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص مریض ہو اور اس کو فوراً سر منڈانے کی حاجت ہو' یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو' مثلاً کوئی زخم ہو یا جوئیں ہوں تو پھر اس کے منیٰ پہنچنے اور قربانی کرنے

ع ۲۴ ۸

تک سر منڈانے کو موقوف کرنا ضروری نہیں' البتہ سر منڈانے کے بعد اس پر فدیہ دینا واجب ہوگا' قربانی کرے' تین دن کے روزے رکھے' یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے' قربانی کرنا حرم میں ضروری ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۸۸) ف۳۱۳ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے فرمایا: مہاجرین اور انصار اور نبی ﷺ کی ازواج اور ہم نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا' نبی ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں نے قربانی کے جانوروں کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے (کیونکہ قربانی کے گلے میں ہار ڈالنے سے حج کی نیت ہو گئی اور جنہوں نے ہار نہیں ڈالا تھا' ان کی نیت نہیں ہوئی تھی' ان کو آپ نے عمرہ کرنے کی نیت کا حکم دیا)' ان کے سوا باقی لوگ حج کے احرام میں عمرہ کی نیت کر لیں' سو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا' صفا اور مروہ میں سعی کی اور (احرام کھول کر) اپنی اپنی ازواج سے مقاربت کی اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اور جن لوگوں نے اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا' وہ (عمرہ کرنے کے بعد بھی) بہ دستور اپنے احرام پر برقرار رہے' کیونکہ جب تک ان کی قربانی اپنی جگہ پر ذبح نہیں ہو جاتی' وہ احرام نہیں کھول سکتے تھے' پھر آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لیں' سو جب ہم عرفات اور مزدلفہ کے وقوف سے فارغ ہو گئے تو ہم نے بیت اللہ میں آ کر طواف (زیارت) کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی تو ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر ایک قربانی لازم تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ" اور ایک بکری کی قربانی کافی ہے۔ سو ان لوگوں نے ایک سال میں حج و عمرہ کی دو عبادتیں جمع کر لیں' اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور یہ اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے اور اس تمتع کو مکہ والوں کے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کے لیے جائز رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" اور حج کے جن مہینوں کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے وہ شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں' سو جو ان مہینوں میں تمتع کرے اس پر قربانی لازم ہے یا روزے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۴۔ ۲۱۳) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ نے جو حج کیا' وہ حج قران تھا اور یہی حج سب سے افضل ہے ف۳۱۴ حضرت عبداللہ ابن عباس' حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم' ابن سیرین' حسن' شعبی' نخعی' قتادہ' مکحول' سدی' امام ابوحنیفہ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۷) اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۰۹) ف۳۱۵ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں ہار ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹) اور حج کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو صبح کی نماز مسجد حرام میں ادا کرے' حج کی نیت سے غسل کر کے (بقیہ صفحہ ۹۸۰ پر)

مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ؗ وَ

کرتے ہو اس کا اللہ کو علم ہے' اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے ف۳۱۸ اور

اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا

اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو○ (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے' ف۳۱۹ اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ

کے پاس اللہ کو یاد کرو' ف۳۲۰ اور جس طرح اس نے تم کو ہدایت دی ہے اس طرح اس کا ذکر کرو' اور بے شک اس سے پہلے تم

قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

ضرور گمراہوں میں سے تھے○ پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

اور اللہ سے بخشش طلب کرو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے○ ف۳۲۱ پھر جب تم حج کی عبادات

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ

مکمل کر چکو تو اس طرح اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرو' ف۳۲۲ اور

النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے' اور ان کے لیے آخرت

خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي

میں کوئی حصہ نہیں ہے○ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور

ف۳۱۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور سفر خرچ تیار نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: ہم توکل کرنے والے ہیں' جب وہ مکہ پہنچتے تو مانگنا شروع کر دیتے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۰۶) اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ دنیا سے آخرت کی طرف جو سفر ہے اس کے لیے خرچ تیار کرو اور نیک اعمال کرو کیونکہ بہترین سفر خرچ تقویٰ اور خوف خدا ہے

ف۳۱۹ جب اللہ تعالیٰ نے ایام حج میں جدال' بحث و تکرار کرنے سے منع کیا تو یہ وہم پیدا ہوا کہ شاید ایام حج میں تجارت بھی ممنوع ہو' کیونکہ اس میں قیمت پر بحث ہوتی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز' زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے' جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۷۵' سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۴۲) اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ایام حج میں تجارت کرنا' محنت مزدوری اور ہر جائز طریقے سے کسب معاش کرنا جائز ہے اور اس سے حج کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی

ف۳۲۰ عرفات کو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کی تعلیم دی اور بار بار کہتے تھے: "عرفت' عرفت" (آپ نے جان لیا' آپ نے جان لیا) تو اس جگہ کا نام عرفات پڑ گیا۔ (جامع البیان ج۲ ص۱۶۷) (اور) عرفات کے بعد جہاں سے مزدلفہ کی ابتداء ہوتی ہے وہاں سے لے کر حرم تک مزدلفہ کی ساری وادی مشعر حرام ہے۔ (جامع البیان ج۲ ص۱۶۸)

ف۳۲۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان کے دین پر چلنے والے حمس (اپنے دین میں متشدد اور بہت سخت) تھے' وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے' وہ کہتے تھے: ہم خدام حرم ہیں' اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج۲ ص۱۶۹) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں سب برابر ہیں اور رنگ و نسل اور علاقہ اور زبان کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے اور کسی شخص کا رنگ و نسل اور علاقہ اور زبان کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر اور اعلیٰ سمجھنا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق میں فرمایا: سنو! تم سب کا رب ایک ہے' کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر' کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں' مگر تقویٰ سے۔ (مسند احمد ج۵ ص۱۵۸) اور جب نسلی برتری کے گھمنڈ پر عبادت میں احساس برتری جائز نہیں ہے تو دنیوی معاملات میں کب جائز ہوگا' سو بعض سادات کا نسلی برتری کی بناء پر اپنے غیر کفو میں رشتہ دینے کو حرام کہنا جائز نہیں

ف۳۲۲ زمانۂ جاہلیت میں لوگ حج کی عبادات سے فارغ ہونے کے بعد اپنے آباء واجداد کی بڑائی بیان کرتے تھے اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد تم اپنے آباء واجداد کی بڑائی بیان کرنے کے بجائے اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمتوں کا ذکر کرو اور جتنا اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے اس سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔

الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

آخرت میں (بھی) اچھائی عطا فرما' اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا O ۳۲۳ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کی کمائی

كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ

سے حصہ ہے' اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے O ۳۲۴ اور گنے چنے دنوں میں اللہ کو یاد کرو' ۳۲۵

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ

سو جس نے دو دنوں میں (روانہ ہونے کی) جلدی کی تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے' اور جس نے تاخیر کی اس پر (بھی) کوئی حرج نہیں ہے'

عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرے' اور اللہ سے ڈرتے رہو ۳۲۶ اور جان لو کہ بے شک تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے O

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں اچھی لگتی ہے اور

اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى

وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ کو گواہ بناتا ہے' ۳۲۷ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے O ۳۲۸ اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتا ہے

فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا

تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتوں کو (برباد) اور جانوروں کو ہلاک کرے' اور اللہ فساد

يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

کو پسند نہیں فرماتا O اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو وہ ضد میں آ کر (اور) گناہ کرتا ہے ۳۲۹ سو اس کے لیے

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ

جہنم کافی ہے' اور ضرور وہ بہت برا ٹھکانا ہے O اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اللہ کی

ف۳۲۳ ابوبکر بن عیاش بیان کرتے ہیں کہ حج سے فارغ ہو کر لوگ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں اونٹ دے' ہمیں بکریاں دے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر' اے اللہ! ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا کر۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۷۴) دنیا کی بھلائی سے مراد ہے: عافیت' نیک بیوی' علم' عبادت' پاکیزہ مال' نیک اولاد' صحت' دشمنوں پر فتح' نیک لوگوں کی رفاقت' اسلام پر ثابت قدمی اور ایمان پر خاتمہ اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت' بُرے حساب اور محشر کے خوف سے سلامتی' حور عین اور دیدار الٰہی کی لذت ہے۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: بعض جعلی صوفیوں سے منقول ہے کہ ہم اللہ کی عبادت محض اس کی ذات کی وجہ سے کرتے ہیں اور ہم اس سے کسی قسم کی غرض یا کسی عوض کی طلب نہیں رکھتے' ان کا یہ قول بہت بڑا جہل ہے اور قریب بہ کفر ہے جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا: بغیر عوض کے کوئی کام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کا خاصہ ہے' جبکہ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بھی کسی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں تو بندہ کے افعال بغیر کسی حکمت اور غرض کے کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہاں! بعض اوقات انسان کی توجہ محض اللہ کی رضا کی طرف ہوتی ہے اور وہ جنت کے شوق اور دوزخ کے خوف سے قطع نظر کر کے محض اس کی رضا کے لیے عبادت کرتا ہے' لیکن یہ بہت اونچا مقام ہے اور سوائے اس کے مخلصین کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۹۰) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مخلصین اور بلند ہمت لوگ جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ کی دعا نہیں کرتے' انبیاء کرام اور صحابہ عظام سے زیادہ مخلص اور بلند ہمت اور کون ہوگا؟ انہوں نے جنت کے حصول کی دعا کی ہے اور دوزخ سے پناہ طلب کی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے: "وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ O" (الشعراء: ۸۵) اور مجھ کو نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے O نیز حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: میں تشہد کے بعد اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں' بہ خدا! جتنی عمدگی سے آپ اور معاذ آہستہ آہستہ دعا کرتے ہیں' میں اتنی عمدگی سے دعا نہیں کر سکتا' آپ نے فرمایا: ہم بھی یہی دعا کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۴) ف۳۲۴ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کسب و عمل ہے اور ہر نیک کام کے ساتھ دعا مانگنا بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کس قدر جلد حساب لے گا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ روایت ہے کہ جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے' اتنی دیر میں اللہ تعالیٰ مخلوق کا حساب لے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو حساب لینے کے لیے غور و فکر کی حاجت نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۳۱۲) ف۳۲۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۷۱) اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق پڑھی جائیں' ایک بار یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے ف۳۲۶ جو شخص ایام منیٰ میں صرف دس اور گیارہ تاریخ کو منیٰ میں فقط دو دن ٹھہرا اور اس نے دو دن رمی کی اور تیسرے دن رمی نہیں کی' اس پر کوئی حرج نہیں اور جس نے تاخیر کی اور تیسرے دن بھی رمی کی اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔ صاحب ہدایہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ وہ طلوع فجر سے پہلے چوتھے دن بغیر رمی کے مکہ روانہ ہو جائے اور اگر چوتھے دن کی فجر منیٰ میں طلوع ہو گئی تو وہ رمی کے بغیر مکہ روانہ نہیں ہو سکتا اور افضل یہ ہے کہ وہ چوتھے دن بھی منیٰ میں ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو' کیونکہ نبی ﷺ نے اسی طرح کیا تھا اور اگر اس نے چوتھے دن زوال سے پہلے رمی کر لی تو یہ بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ جب وہ رمی کو ترک کر سکتا ہے تو اس کو وقت سے پہلے بھی کر سکتا ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۹۸-۹۹) یہ قرآن مجید میں مسائل حج کا آخری عنوان ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ پر سلام عرض کرے اور شفاعت طلب کرے اور یہ مقصود روضۂ اطہر پر حاضری سے حاصل ہوگا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی' گویا اس نے میری حیات میں (بقیہ صفحہ ۹۸۰ پر)

نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰۤاَيُّهَا

رضا جوئی کے بدلہ اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے' اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہےO ۳۳۰ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

نہ چلو' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہےO ۳۳۱ پھر اگر روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی تم

جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

پھسلنے لگو' تو یقین رکھو کہ اللہ بہت غالب' بڑی حکمت والا ہےO ۳۳۲ وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ

کہ اللہ (کا عذاب) بادلوں کے سائبانوں میں اور (عذاب کے) فرشتے ان کے پاس آجائیں ۳۳۳ اور

قُضِىَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کام تمام ہو جائے' ۳۳۴ اور اللہ ہی کی طرف تمام اُمور لوٹائے جاتے ہیںO بنو اسرائیل سے پوچھئے:

كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

ہم نے ان کو کتنی نشانیاں دی تھیں' اور جو اللہ کی نعمت حاصل ہونے کے بعد

مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا

اس کو بدل دے تو (وہ سن لے کہ) اللہ سخت عذاب دینے والا ہےO ۳۳۵ کافروں کے لیے دنیا کی زندگی

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا

مزین کر دی گئی ہے' ۳۳۶ اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں' حالانکہ متقی قیامت کے

ف۳۳۰ امام ابن مردویہ نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب میں نے مکہ سے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے قریش نے کہا: اے صہیب! جب تم ہمارے پاس آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا' اور اب تم یہ سارا مال لے کر جا رہے ہو' خدا کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں نے ان سے کہا: بتاؤ! اگر میں اپنا سارا مال تم کو دے دوں تو پھر تم مجھے جانے دو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں' میں نے ان سے کہا: یہ سارا مال لے لو اور مجھے جانے دو' جب میں مدینہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: صہیب! تمہاری تجارت نے نفع پایا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۴۰-۲۳۹) ف۳۳۱ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ثعلبہ' عبد اللہ بن سلام' ابن یامین' اسد بن کعب' اسید بن کعب' شعبہ بن عمرو اور قیس بن زید رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے' یہ سب یہود سے اسلام لائے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے' آپ ہمیں اس دن کی تعظیم کرنے دیں کیونکہ تورات بھی اللہ کی کتاب ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۸۹)

ع ۲۵ / ۱۴ / ۹

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام کے ساتھ کسی اور دین اور شریعت کی رعایت یا موافقت کرنا جائز نہیں ہے

وقف لازم

ف۳۳۲ بینات سے مراد اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل ہیں یا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں اور آپ کو تعظیماً جمع سے تعبیر فرمایا' ہرچند کہ آپ واحد بالشخص ہیں' لیکن آپ معنیً کثیر ہیں یا اس سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی بینات آنے کے بعد تم معصیت کر و یا خطاء کر و یا گمراہی پر رہو تو یقین رکھو کہ اللہ بہت غالب' بڑی حکمت والا ہے ف۳۳۳ اس آیت میں فرمایا کہ وہ صرف اللہ کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور چونکہ آنا جانا' اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اس لیے اس کو مجاز پر محمول کیا گیا۔ ایک معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں' دوسرا یہ ہے کہ وہ اللہ کی وعید کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور بہترین توجیہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ اللہ کا عذاب ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں اور سائبانوں کے ساتھ عذاب کو تشبیہ دی اور اس کی تصویر کشی کی ہے' کیونکہ جب گھٹا ٹوپ گھیرے بادل مہیب آوازوں کے ساتھ گرج رہے ہوں تو اس سے بہت خوف اور دہشت معلوم ہوتی ہے یا جس طرح بادل قطرہ قطرہ کر کے بے حساب برستے ہیں' اسی طرح عذاب بھی بے حساب ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ عذاب آنے کی مثال بادلوں کے ساتھ دی گئی ہے: "وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا O" (الفرقان: ۲۵) جس دن آسمان پھٹ کر بادل کی صورت میں ہوگا اور فرشتوں کی جماعتیں اتاری جائیں گیO "وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ" (لقمان: ۳۲) اور جب سائبان کی طرح موج انہیں ڈھانپ لیتی ہے ف۳۳۴ اس سے مراد ہے: ان کے عذاب سے ہلاک ہونے کا کام پورا ہو جائے یا قیامت کا انتظار ختم ہو جائے اور قیامت آ جائے یا ان کا حساب پورا ہو جائے اور ان پر عذاب واجب ہو جائے ف۳۳۵ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی تھیں جن کو انہوں نے تبدیل کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے ان پر طرح طرح کے عذاب آتے رہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی' انہوں نے اس پر عمل کرنے کے بجائے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا' ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کی نعمت عطا ہوئی' انہوں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا' سو ایک کڑک نے ان کو ہلاک کر دیا' ان پر من وسلویٰ نازل کیا گیا۔ انہوں نے نافرمانی کر کے اس کو بچا کر رکھنا شروع کر دیا' نتیجۃً وہ سڑنے لگا' ان سے کہا گیا: "حطة" کہنا' انہوں نے اس کے بجائے "حنطة فی شعیرة" کہا' ان سے کہا گیا: شرک نہ کرنا' انہوں نے گوسالہ پرستی کی' ان سے کہا گیا: ہفتہ کو مچھلیوں کا شکار نہ کرنا' انہوں نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں جمع کر لیا' جس کی سزا میں ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دیتا ہے' یہ تو بنو اسرائیل کے آباء واجداد کو دی ہوئی نعمتوں' ان کی ناشکری اور اس پر ملنے والی سزاؤں کا بیان تھا اور نزولِ وحی کے زمانے میں جو بنو اسرائیل تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے ساتھ کفر کیا وہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ (بقیہ صفحہ ۹۸۰ پر)

فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

دن (کافروں سے) سر بلند ہوں گے اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے O ف ۳۳۷

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ

تمام لوگ ایک امت تھے (جب وہ مختلف ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے والے اور

وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ

ڈرانے والے نبی بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان

النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ

ان کی اختلاف کردہ باتوں میں فیصلہ کریں' اس میں صرف ان ہی لوگوں نے اختلاف کیا تھا جنہیں کتاب

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

دی گئی تھی اور انہوں نے روشن دلائل آنے کے باوجود محض باہمی سرکشی کی وجہ سے یہ اختلاف کیا تھا ف ۳۳۸ تو اللہ نے اس اختلاف

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

میں ایمان والوں کو اپنے اذن سے حق بات (دین حق) کی ہدایت دی اور اللہ جسے چاہے

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے O ف ۳۳۹ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ

جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ ف ۳۴۰ حالانکہ ابھی تک تم پر ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں' ان پر آفتیں

الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجوڑ دیئے گئے ف ۳۴۱ کہ (اس وقت کے) رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے

ف ۳۳۷ حضرت بلال' حضرت صہیب اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم ایسے فقراء مسلمین کو دیکھ کر کافران کا مذاق اڑاتے تھے اور اپنے دنیوی مال و دولت اور عیش و آرام کی وجہ سے اپنے آپ کو بلند اور بڑا سمجھتے تھے' نیز یہ کہ کفار نے کہا: اگر محمد (ﷺ) نبی ہوتے تو ہمارے بڑے بڑے ان کی اتباع کرتے' بہ خدا! ان کی اتباع تو عبداللہ ابن مسعود ایسے لوگ کر رہے ہیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۹۴) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ف ۳۳۸ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت سے مستفاد ہوتا ہے کہ پہلے تمام لوگ دینِ حق پر تھے' بعد میں انہوں نے مختلف دنیاوی اغراض کی بناء پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور بغاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسل بھیجے' اس آیت کی اور بھی کئی تفاسیر ہیں' لیکن محققین کے نزدیک اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں: (۱) اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ پہلے تمام لوگ ایک دین پر تھے' پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور اگر تمام لوگ کفر پر ہوتے تو رسولوں کو پہلے بھیجا جاتا (۲) نقل متواتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ان کی اولاد کی طرف مبعوث فرمایا' ان کی تمام اولاد مسلمان اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار تھی اور اس وقت تک ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوا تھا' حتیٰ کہ قابیل نے حسد سے ہابیل کو قتل کر دیا (۳) جب طوفان سے تمام روئے زمین کے لوگ غرق ہو گئے اور صرف کشتی کے لوگ باقی بچے' یہ باقی ماندہ لوگ سب دین حق پر تھے' پھر اس کے بعد ان میں اختلاف ہوئے (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی بچہ کو اس کی اصلی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کسی باطل دین پر نہیں ہوگا' کسی باطل دین کو اختیار کرنے کا سبب اس کے والدین کی کوشش ہوتی ہے یا دنیا کی محبت یا حسد' بغض اور دیگر اغراضِ فاسدہ ہوتے ہیں (۵) اللہ تعالیٰ نے یوم میثاق میں فرمایا تھا: ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى'' (الاعراف: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں! اس دن سب لوگوں کا ایک ہی دین تھا اور وہ دینِ حق تھا ف ۳۳۹ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نوع انسان کے لیے ایک ہی دین ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو اسی دین کی رہنمائی کے لیے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ'' (الشوریٰ: ۱۳) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اسی دین کو مقرر کیا ہے جس دین کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور جس کی ہم نے ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ وہ اسی دین کو قائم رکھیں اور اس میں تفرقہ نہ ڈالیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ'' (آل عمران: ۱۹) اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔ ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدم سے لے کر ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ تک تمام نبیوں اور رسولوں کا ایک ہی دین تھا اور وہ دین اسلام ہے ف ۳۴۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ جنت کے حصول کے لیے صراط مستقیم پر چلنا آسان نہیں ہے' اس راہ میں بہت مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں' بہت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور بہت قربانیاں دینی پڑتی ہیں ف ۳۴۱ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی' اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے' انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب کرتے اور ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اس کو گڑھے میں کھڑا کیا جاتا' پھر آرے کو اس کے سر پر رکھ کر اس کا سارا جسم چیر دیا جاتا اور یہ چیز اس کو اس کے دین سے نہیں ہٹا سکتی تھی اور کسی شخص کے جسم کو لوہے کی کنگھی سے چھیل دیا جاتا' وہ کنگھی اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں کو کاٹتی ہوئی چلی جاتی اور اس کے پائے ثبات میں جنبش نہیں آتی تھی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹)

مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ

پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گیO ۳۴۲ یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ

مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ

کیا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ تم ماں باپ رشتہ داروں

الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا

یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر جو اچھی چیز بھی خرچ کرو گے تو وہ ان کا حق ہے اور تم جو نیک کام

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ

بھی کرو گے تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہےO ۳۴۳ تم پر جہاد ۳۴۴ فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر

لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا

دشوار ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہارے نزدیک

شَيْــًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ؑ يَسْــَٔلُوْنَكَ

اچھی ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو ۳۴۵ اور اللہ ہی کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہےO لوگ آپ سے ماہِ حرام

عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ

میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ اس ماہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور (لوگوں کو)

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ

اللہ کی راہ سے روکنا' اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام جانے سے روکنا اور ساکنینِ حرم

مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ

کو وہاں سے نکالنا' اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا گناہ ہے' اور فساد ڈالنے کا گناہ قتل سے زیادہ بڑا ہے ۳۴۶

ف۳۴۲ یہ آیت جنگِ خندق کے موقع پر نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۹۸) جب پانچ ہجری میں کفار کی متعدد جماعتیں مدینہ پر حملہ آور ہوئیں اور مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا' ان دنوں میں سخت سردی پڑ رہی تھی اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار اور خوراک کی بہت کمی تھی اور یہود کے تعاون سے مشرکین کے متعدد قبائل نے مرکزِ اسلام کا محاصرہ کیا ہوا تھا' اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں اس وقت مسلمانوں کی حالت کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے: "اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَاO هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًاO" (الاحزاب: ۱۱۔۱۰) جب تمہارے اوپر اور نیچے سے کافر تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پتھرا کر رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے' اور تم اللہ کے متعلق (امید و بیم میں) طرح طرح کے گمان کرنے لگےO یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کی آزمائش کی گئی تھی اور وہ نہایت سختی سے جھنجھوڑ دیئے گئے تھےO

ع ۲۶ / ۱۰

ف۳۴۳ حضرت عمرو بن جموح نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اپنے مال میں سے کیا چیز خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۴۳) صدقہ کا مصرف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا مادہ بیان فرمایا۔ تم جو "خیر" بھی خرچ کرو اور خیر حلال اور طیب چیز ہوتی ہے' حلال سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فی نفسہٖ حلال ہو جیسے بکری نہ کہ کتا اور خنزیر' اور طیب سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو' یعنی وہ چوری یا ڈاکہ سے حاصل شدہ بکری نہ ہو' اگر وہ چوری اور ڈاکہ سے حاصل شدہ بکری ہے تو وہ فی نفسہٖ حلال تو ہے لیکن طیب نہیں ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیر کو خرچ کرو جو حلال و طیب ہو ف۳۴۴ جہاد کا لغوی معنی ہے: اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں اپنی پوری وسعت اور طاقت کو خرچ کرنا اور جہادِ شرعی کا معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا' جہاد کی دو قسمیں ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ' اسلام کی تبلیغ کے لیے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر ان کو جزیہ ادا کرنے کے لیے کہنا اور اگر وہ اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرضِ عین ہے اور اگر اس شہر کے مسلمان اپنا دفاع نہ کر سکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرضِ عین ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس! اگر ایک اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھے تو اس کے قریب کے ملک پر جہاد فرضِ عین ہوگا۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۸)

ف۳۴۵ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر قتال (جہاد) فرض کر دیا گیا ہے' اور قتال سے جو ابتداء میں ممانعت تھی' اس کے بعد تم کو قتال کی اجازت دے دی گئی ہے اور اگرچہ یہ طبعاً تم پر گراں اور بھاری ہے' لیکن انجام کار تمہارے لیے خیر ہے' کیونکہ کافروں کو مغلوب کر کے تم ایک اسلامی ریاست قائم کر سکو گے اور آزادی کے ساتھ باعزت طریقے سے زندگی گزار سکو گے ف۳۴۶ اس سے پہلے مسلمانوں پر قتال اور جہاد کو فرض کر دینے کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو یہاں اس سوال کی گنجائش تھی کہ آیا حرمت والے مہینے میں بھی قتال جائز ہے یا نہیں؟ ادھر دو ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے احوال پر نظر رکھنے کے لیے حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا تھا' اس لشکر میں سے ایک شخص نے عمرو بن حضرمی نام کے ایک مشرک کو قتل کر دیا' مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے یہ لشکر جمادی الاخریٰ میں بھیجا تھا یا رجب میں' بہرحال عمرو بن حضرمی کا قتل رجب میں ہوا (اور وہ حرمت والا مہینہ ہے)' اس پر مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ ایک طرف تو محمد (ﷺ) اللہ کے دین پر عمل کی دعوت دیتے ہیں' ادھر ان کے پیروکاروں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے ماہِ محرم میں ایک شخص کو قتل کر دیا' حالانکہ حرمت والے مہینوں میں قتال کرنا ملتِ ابراہیم کے مطابق حرام ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ یہ لوگ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ اس ماہ میں قتال کرنا گناہ ہے' لیکن لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے منع کرنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور لوگوں کو مسجد حرام میں جانے سے روکنا اور ساکنینِ حرم کو وہاں سے نکالنا' اللہ کے

يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ

اور وہ (کافر) تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور تم

يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰئِكَ حَبِطَتْ

میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیا اور وہ حالتِ کفر میں ہی مر گیا تو ان لوگوں کے (نیک)

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ

اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں جس میں

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

وہ ہمیشہ رہیں گے O ۳۴۷ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۙ أُولٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ

وہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا

رَحِيمٌ ﴿٢١٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ

بڑا مہربان ہے O ۳۴۸ لوگ آپ سے ۳۴۹ شراب ۳۵۰ اور جوئے ۳۵۱ کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ ان دونوں میں

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ۗ وَيَسْأَلُونَكَ

بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں

مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ

کہ کیا چیز خرچ کریں آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو ۳۵۲ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ

بیان فرماتا ہے تاکہ تم تدبر کرو O دنیا اور آخرت کے کاموں میں اور یہ لوگ آپ سے یتیموں

نزدیک اس سے بھی بڑھ کر گناہ ہے' تو جو لوگ ان بڑے گناہوں میں ملوث ہیں وہ کس منہ سے ماہِ حرام میں قتال کے متعلق سوال کرتے ہیں ۳۴۷ جو مسلمان صاحبِ عقل ہو' مکلّف ہو اور بغیر نیند اور نشہ کے دینِ اسلام سے منحرف ہو کر کوئی اور دین قبول کرے وہ مرتد ہے' عام ازیں کہ اس کا کفر کو اختیار کرنا قولاً ہو یا فعلاً اور عام ازیں کہ اس کا قول سنجیدگی سے ہو یا استہزاءً یا عناداً ہو۔ (المغنی ج ۹ ص ۱۶) مرتد کے قتل پر قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے: "قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ" (الفتح: ۱۶) ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے آپ فرما دیجیے: عنقریب تم ایک ایسی قوم (مرتدینِ اہل یمامہ) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگ جو ہوگی' تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ مرتدین کے لیے دو راستے ہیں' یا ان سے جنگ کی جائے یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳' جامع ترمذی ص ۲۳۰' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲) ۳۴۸ مسلمانوں پر پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا اور فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہو گئی' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۳) البتہ جب کبھی کہیں مکہ جیسے حالات پیدا ہو جائیں' جہاں اس کا ایمان' جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو تو اس کے لیے وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے ۳۴۹ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! خمر کے متعلق شافی حکم بیان فرما تو سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: "يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ" (البقرہ: ۲۱۹) عمر نے پھر دعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی: "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى" (النساء: ۴۳) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے نداء کی کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے' عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! خمر کے متعلق شافی حکم نازل فرما تو یہ آیت نازل ہوئی: "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ O" (المائدہ: ۹۰) حضرت عمر نے کہا: ہم باز آ گئے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱) ۳۵۰ قرآن مجید نے خمر کو حرام کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر اس کچے شیرے کا نام ہے جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے' اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: "اِنِّيْ اَعْصِرُ خَمْرًا" (یوسف: ۳۶) میں نے خواب میں دیکھا کہ خمر کو نچوڑ رہا ہوں' یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں جو خمر ہو جائیں گے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۴) امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے' اس کا پینا' پلانا' بیچنا' خریدنا' رکھنا سب حرام قطعی ہے' خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں' ایک باذق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرا' جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جائے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے' دوسرا سکر ہے' یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے' تیسرا نقیع الزبیب ہے' یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۹۰۔۲۸۸) ان تینوں مشروبات کی حرمت ظنی ہے اور ان کی نجاست خفیفہ ہے' جب کہ نشہ آور مقدار میں پیا جائے اور اس سے کم مقدار میں یہ حرام ہیں نہ نجس۔ خمر کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہو گی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہو گی جب نشہ ہو جائے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۹۵) امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر (مطلقاً) حرام کی گئی ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو حرام کر دیا گیا ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۳۵۴' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۵۶' معجم کبیر ج ۱۰ ص ۳۳۹' سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۳) ۳۵۱ "قمار" "قمر" سے ماخوذ ہے' جو کبھی کم ہوتا ہے' کبھی زیادہ اور جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے اور یہ نصِ قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۸) اہل علم کا قمار کے عدمِ جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی قمار ہے' (کیونکہ ہر وہ کھیل (وغیرہ) جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی' قمار ہے۔ (التعریفات ص ۷۷)) (بقیہ صفحہ ۹۸۰ پر)

الْيَتٰمٰى ۚ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۚ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۚ

کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی خیر خواہی کرنا بہتر ہے' اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو (تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۚ

بھائی ہی تو ہیں' اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیر خواہی کرنے والا ہے اور کون بد خواہی کرنے والا' ۳۵۳ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ضرور تنگی میں

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ

ڈال دیتا' بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں'

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

اور مسلمان باندی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے' خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو' اور مشرک

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

مردوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں' اور مسلمان غلام (آزاد) مشرک مرد سے

وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا

بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھا لگتا ہو' ۳۵۴ یہ (مشرکین) دوزخ کی آگ کی طرف بلاتے ہیں' اور اللہ اپنے اذن سے

اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے ۳۵۵ اور لوگوں کے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۚ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ

وہ نصیحت قبول کریں O اور آپ سے حیض ۳۵۶ کا حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى

سو عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو' ۳۵۷ اور ان سے عمل زوجیت نہ کرو حتیٰ

۳۵۳ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھ یتیم کا ولی یتیم کے مال میں تصرف کر سکتا ہے' یتیم کے مال کی خرید و فروخت اور اس میں تجارت اور مضاربت کر سکتا ہے اور اگر یتیم کا فائدہ ہو تو یتیم کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر تجارت بھی کر سکتا ہے اور مضاربت بھی ۳۵۴ یہ آیت حضرت ابو مرثد غنوی کے متعلق نازل ہوئی' انہوں نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ عناق نامی ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیں جو نہایت حسین و جمیل تھی اور حضرت ابو مرثد مسلمان ہو چکے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ عورت مجھے بہت اچھی لگتی ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۶) اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ آزاد مشرک کی بہ نسبت مسلمان غلام بہتر ہے اور کسی آزاد مسلمان عورت کا نکاح مسلمان غلام سے کر دینا اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اس کا نکاح آزاد مشرک سے کیا جائے' حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہے' سو غیر کفو میں نکاح کے جواز کے لیے یہ آیت صریح حجت ہے۔ تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ المقدسۃ کی تصنیف لطیف شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۹۳ تا ۹۹۱ کو ملاحظہ فرمائیں ۳۵۵ اب یہ سوال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کر دی تو پھر کتابیہ سے بھی نکاح کی اجازت نہیں ہونی چاہیے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ" (التوبہ: ۳۰) اور یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے' اور اللہ کے لیے بیٹا ثابت کرنا شرک ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب کی عورتیں بھی مشرک عورتوں میں داخل تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو مشرک عورتوں سے قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے مستثنیٰ کر دیا اور وہ آیت ہے: "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ" (المائدہ: ۵) اور اہل کتاب کی آزاد و پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں)۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۶) باقی رہی یہ بحث کہ خالص مشرک عورتوں اور اہل کتاب میں نکاح کے جواز کا فرق کرنے کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرک نہ خدا کو مانتا ہے نہ کتاب کو' نہ رسول کو نہ قیامت اور جزا اور سزا کو' نہ حلال اور حرام کا قائل ہوتا ہے' اس کے برعکس اہل کتاب ان تمام امور کو مانتے ہیں' ان کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے غلو محبت میں اپنے اپنے رسول کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا ۳۵۶ حیض وہ خون ہے جو بالغہ کے رحم سے بغیر ولادت کے خارج ہو' اس کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ (در مختار علی حاشیہ رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۶) اور یہ مدت کئی احادیث سے ثابت ہے' مثلاً حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کنواری اور شادی شدہ عورت کا حیض تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا' دس دن کے بعد نکلنے والا خون استحاضہ ہے' حائضہ ایام حیض کے بعد کی نمازوں کی قضاء کرے' حیض میں سرخی مائل سیاہ گاڑھا خون ہوتا ہے اور استحاضہ میں زرد رنگ کا پتلا خون ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۱۸) ۳۵۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہود کے ہاں جب کسی عورت کو حیض آ جاتا تو وہ اس کو گھر سے نکال دیتے' نہ اس کے ساتھ کھاتے نہ پیتے' نہ اس کے ساتھ گھروں میں رہتے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان عورتوں کو گھروں میں رکھو اور عمل زوجیت کے سوا ان کے ساتھ سب کچھ کرو۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۵۸) اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حائضہ عورت سے جماع کے سوا باقی سب کچھ کر سکتے ہیں۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۳) ان احادیث کی بناء پر ہمارے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ شوہر ایام حیض میں اپنی بیوی سے جسمانی قرب اور جسمانی لذت حاصل کر سکتا ہے' البتہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک احتراز کرے' کیونکہ اگر اس میں بھی دست درازی کرے گا تو خطرہ ہے کہ وہ عمل زوجیت میں مبتلا ہو جائے گا۔ جدید میڈیکل سائنس سے بھی واضح ہو گیا کہ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنے سے مرد کے عضو مخصوص میں سوزاک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مرد اور عورت دونوں بانجھ ہو جاتے ہیں' حالت حیض میں طہارت (پاکیزگی) کے حصول کے لیے وضو کرنا' نماز پڑھنا' اعتکاف کرنا' روزہ رکھنا' مسجد میں داخل ہونا' کعبہ کا طواف کرنا' تلاوت قرآن کے قصد سے قرآن پڑھنا'

يَطْهُرْنَ ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ

کہ وہ پاک ہوجائیں اور جب وہ مکمل پاک ہوجائیں تو ان کے پاس (وہاں) آؤ جہاں سے (آنے کا) اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے ۳۵۸

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَاؤُكُمْ

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہےO تمہاری عورتیں

حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ

تمہارے (بیج ڈالنے کے) لیے کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ ۳۵۹ اور اپنے لیے نیک عمل بھیجتے رہو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بے شک تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو اور آپ مؤمنوں کو بشارت دے دیجئےO

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَ

اور تم نیکی، تقویٰ اور لوگوں کی خیر خواہی سے بچنے کے لیے ۳۶۰ اللہ کے نام کی قسمیں ۳۶۱ کھانے کو بہانہ نہ بناؤ اور

تُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَّا يُؤَاخِذُكُمُ

اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہےO اللہ تم سے تمہاری

اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ

بے ارادہ کھائی ہوئی قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن ان قسموں پر تم سے مواخذہ فرمائے گا جو تم نے پختہ ارادوں

قُلُوبُكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ

سے کھائی ہیں، ۳۶۲ اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت بردبار ہےO جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا

تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۲۶﴾

لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے، اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کرلیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہےO ۳۶۳

قرآن مجید کو چھونا، ناف سے گھٹنے تک شوہر کے قریب ہونا ممنوع ہے۔ ہاں! البتہ حائضہ کو صفائی کے لیے غسل کرنا جائز ہے، جیسے دورانِ حج بدن صاف کرنے کے لیے غسل کرتے ہیں۔ اسی طرح جن وظائف کے پڑھنے کی اس کو عادت ہو، مثلاً: تکبیر، تہلیل، درود شریف ان کے لیے وضو کرنا جائز ہے، کیونکہ فقہاء نے کہا ہے کہ حائضہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے اتنی دیر جائے نماز پر بیٹھ کر وظیفہ وغیرہ پڑھتی رہے جتنی دیر وہ نماز پڑھتی تھی، تاکہ اس کی نماز کی عادت قائم رہے، اس عمل سے اس کو بہترین نماز پڑھنے کا اجر ملے گا، اسی طرح حائضہ کا قبروں کی زیارت کرنا اور عیدگاہ جانا بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار ج۱ ص۲۰۰۔۱۸۱ ملخصاً)

ف۳۵۸ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی سے لواطت حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہاں سے آنے کا حکم نہیں دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حائضہ عورت سے جماع کیا یا کسی عورت کی سرین میں دخول کیا (یعنی لواطت کی)، اس نے محمد (ﷺ) پر نازل شدہ دین کے ساتھ کفر کیا۔ (سنن ابن ماجہ ص۴۷) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اگر اس نے اس عمل کو جائز سمجھ کر کیا تو کفر کیا ورنہ گناہِ کبیرہ ہے، ف۳۵۹ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ جب آدمی عورت کے دبر (پچھلے مقام) سے قبل (اگلے مقام) میں دخول کرے تو اس سے بچہ بھینگا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۷۵) یعنی جیسے چاہو دخول کرو، لیٹ کر، بیٹھ کر یا کھڑے کھڑے، بشرطیکہ صحبت فرج میں ہو۔ (مرقاۃ ج۶ ص۳۴۲)

ف۳۶۰ ایک شخص یہ قسم کھالیتا کہ وہ اپنے رشتہ دار سے کلام نہیں کرے گا، یا صدقہ نہیں دے گا، یا ان دو آدمیوں میں صلح نہیں کرائے گا جو آپس میں لڑے ہوئے ہیں، وہ کہتا تھا کہ میں حلف اٹھا چکا ہوں کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ (الدر المنثور ج۱ ص۲۶۸) ف۳۶۱ یمین اس قوی عقد کو کہتے ہیں جس کے ساتھ قسم کھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے، اس کی شرائط یہ ہیں: اسلام، مکلف ہونا اور قسم پوری ہونے کا ممکن ہونا۔ اس کا حکم یہ ہے: قسم کو پورا کرنا یا قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرنا، اس کا رکن وہ الفاظ ہیں جن کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے۔ (درمختار علی حاشیۃ الرد ج۳ ص۴۶) ف۳۶۲ قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمین غموس (۲) یمین لغو اور (۳) یمین منعقدہ۔ اگر کوئی شخص عمداً جھوٹ پر قسم کھائے تو یہ یمین غموس ہے۔ یمین لغو (بلاقصد قسم) یہ ہے کہ انسان ماضی یا حال کی کسی بات پر اپنی دانست میں سچی قسم کھائے اور درحقیقت وہ جھوٹ ہو، اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا ہے، نہ گناہ نہ کفارہ، اس میں قسم کھانے والے کی بخشش کی امید کی گئی ہے۔ (درمختار علی حاشیۃ الرد ج۳ ص۴۷) یمین منعقدہ (بالقصد قسم) اگر مستقبل کے کسی کام پر قسم کھائی جائے تو وہ یمین منعقدہ ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ وہ کام فی نفسہ ممکن ہو۔ (درمختار علی حاشیۃ الرد ج۳ ص۴۹) ف۳۶۳ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اللہ کی قسم! میں تم سے مقاربت نہیں کروں گا، یا کہے: اللہ کی قسم! میں تم سے چار مہینے مقاربت نہیں کروں گا تو وہ ایلاء کرنے والا ہے، پھر اگر اس نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کرلی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہوجائے گا اور اگر اس نے چار مہینے اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی پر ازخود طلاقِ بائنہ واقع ہوجائے گی اور اس کی قسم ساقط ہوجائے گی اور اگر اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں کبھی بھی اس سے مقاربت نہیں کروں گا تو چار ماہ بعد اس کی بیوی کو طلاقِ بائنہ ہوجائے گی اور قسم باقی رہے گی، پھر اگر اس نے اس سے دوبارہ نکاح کرلیا اور اس کے بعد مقاربت کرلی تو فبہا اور اسے قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے پھر چار ماہ تک مقاربت نہیں کی تو اس کی بیوی پر دوبارہ طلاقِ بائنہ پڑ جائے گی اور اگر اس نے پھر تیسری بار نکاح کرلیا تو پھر اسی طرح ہوگا یعنی اگر اس نے مقاربت کرلی تو فبہا ورنہ چار ماہ بعد پھر اس کی بیوی پر طلاقِ بائنہ پڑ جائے گی اور اس کے بعد حلالہ شرعیہ کے بغیر وہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور چوتھی بار نکاح کرنے کے بعد پھر اسی طرح ہوگا۔ (ہدایہ اولین ص۴۰۲۔۴۰۱)

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ

اور اگر انہوں نے طلاق ۳۶۴ ہی کا ارادہ کرلیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے ○ اور طلاق یافتہ عورتیں ۳۶۵

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ

اپنے آپ کو تین حیض تک (عقد ثانی) سے روکے رکھیں ۳۶۶ اور اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچہ دانیوں) میں پیدا کیا

الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

ہے ۳۶۷ اور ان (طلاق رجعی پانے والیوں) کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

ساتھ رہنے کا ہو اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں ۳۶۸ جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق

دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ

ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے ۳۶۹ اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ دو بار طلاق ۳۷۰ دینے کے بعد یا تو دستور

اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

کے مطابق روک لینا ہے یا اس کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لیے اس (مہر یا ہبہ) سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جو تم ان

شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا

کو دے چکے ہو مگر جب دونوں فریقوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے سو (اے مسلمانو!) اگر تمہیں

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ

یہ خوف ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خلع دیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ اللہ

ف۳۶۴ عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں: (۱) نکاح کی گرہ کو کھول دینا (۲) ترک کر دینا' چھوڑ دینا۔ (تاج العروس ج۶ ص ۴۲۵) فقہی اصطلاح میں الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا طلاق ہے' الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں' اس میں خلع بھی شامل ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵) **ف۳۶۵** حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں طلاق دی گئی' اس وقت مطلقہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کو بیان فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج۱ ص ۲۷۴) **ف۳۶۶** اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت تین قروء بیان فرمائی اور قروء کا معنی حیض ہے' اس کی ایک اور جمع اقراء بھی آتی ہے۔ (الصحاح ج۱ ص ۶۴)

ع ۲۸ / ۱۲

قروء کے معنی حیض ہونے پر یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے استحاضہ کے متعلق فرمایا: تم اپنے ایامِ اقراء (''قُرْءٌ'' کی جمع ہے) میں نماز چھوڑ دو' جن میں تم کو حیض آتا ہے' پھر تم غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کرو' نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔ (جامع ترمذی ص ۴۴' سنن ابوداؤد ج۱ ص ۷۳) **ف۳۶۷** اس سے معلوم ہوا کہ عدت والی عورت کو بہ وقتِ ضرورت اپنا حیض یا اپنا حمل نہیں چھپانا چاہیے' ورنہ وہ سخت ترین گناہ گار ہوگی **ف۳۶۸** عورتوں کے مردوں پر یہ حقوق ہیں (۱) کہ مرد عورتوں کے ساتھ زبردستی نکاح نہ کریں (۲) کھانے پینے' بات چیت کرنے اور دیگر عائلی اور خانگی معاملات میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ رہیں (۳) اسی طرح عورت کی صورت یا سیرت ناپسند ہونے پر بھی اس سے ازدواج کے ناطے کو نہ توڑیں اور صبر و شکر کے ساتھ اس کے ہمراہ زندگی بسر کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت سے ایسی اولاد عطا کر دے جس کو دیکھ کر اس کی بُری عادات مرد کو بھول جائیں یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ اس نکاح میں ڈھیروں برکتیں نازل فرما دے **ف۳۶۹** اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو جسمانی اور عقلی قوت زیادہ عطا کی ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے اخراجات کا کفیل بنایا ہے اور ان کے گھر کا منتظم بنایا ہے۔ تیسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر حاکم بنایا اور عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا پابند کیا ہے۔ چوتھی فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر فضیلت دی کہ وہ اس کو اس کی نافرمانی پر تادیباً مار سکتا ہے اور پانچویں فضیلت یہ دی کہ عورت کو اس کا پابند کیا کہ وہ مرد کی غیر حاضری میں اس کی عزت کی حفاظت کرے اور اپنی پارسائی کو مجروح نہ کرے اور اس کے مال کی بھی حفاظت کرے' غرضیکہ جسمانی قویٰ' کھانے پینے' رہائش اور لباس کے اخراجات اور شوہر کے احکام کی تعمیل اور اس کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت' ہر اعتبار سے عورت کو مرد کا تابع اور محکوم قرار دیا ہے۔ ''بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' (البقرہ: ۲۳۷) نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نکاح کی گرہ کو قائم رکھنے یا طلاق کے ذریعہ اس کو توڑنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ میں رکھا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر فریق دوسرے کے حقوق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے' بیوی خاوند کی اطاعت کرے اور خاوند اس کے جملہ حقوق کا خیال رکھے اور ہر ایک دوسرے کے لیے بن سنور کر رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں اپنی بیوی کے لیے بن سنور کر رہتا ہوں' جیسے وہ میرے لیے بن ٹھن کر رہتی ہے' ضرورت کے وقت ہر فریق دوسرے کے کام آئے اور بیماری میں ہر فریق دوسرے کا علاج اور خدمت کرے **ف۳۷۰** صریح لفظ کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو' کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے' مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں' بہن کہہ دے' طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جاسکتا ہے' لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی' اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا مالک رہ جائے گا' طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہوسکتا ہے لیکن پچھلی طلاقوں کا شمار ہوگا۔

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ

کی حدود ہیں سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو ۲۷۱ ؎ اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى

ہیں ○ پھر اگر اس کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہے ۲۷۲ ؎ یہاں تک کہ وہ عورت اس

تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ

کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو پھر ان پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس (طلاق کی

اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا

عدت کے بعد) پھر باہم رجوع کر لیں اگر ان کا یہ گمان ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے ۲۷۳ ؎ یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو اللہ ان

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو علم والے ہیں ○ اور جب تم عورتوں کو (رجعی) طلاق دو پھر وہ اپنی عدت (کی میعاد) کو پہنچیں تو

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ

انہیں دستور کے مطابق (اپنے نکاح میں) روک لو یا ان کو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دو ۲۷۴ ؎ اور ان کو ضرر پہنچانے

ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا

کے لیے نہ روکے رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور جس نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ۲۷۵ ؎ اور

تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ

اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے (اس کو) یاد کرو اور اللہ نے تم پر جو

عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

کتاب اور حکمت نازل کی ہے وہ تم کو اس کی نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ

وا۲۷۲ ؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نبی ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی' لیکن میں اسلام کے بعد کفر (ناشکری اور شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنے) کو ناپسند کرتی ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ واپس کر دوگی؟ (ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا) انہوں نے کہا: ہاں' رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔ (فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۱۹۹)

اس آیت اور حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر قاضیِ اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے' یاد رہے کہ یہاں قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا' از خود نکاح فسخ نہیں کرے گا ۲۷۲ ؎ تیسری طلاق کے بعد طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے' اس کے بعد مرد و عورت کو رجوع کا اختیار نہیں ہے' خواہ ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دی گئیں ہوں' پھر بھی رجوع نہیں ہو سکتا اور ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقیں امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور قدیم و جدید جمہور علماء کے نزدیک واقع ہو جاتی ہیں (شرح مسلم ج ۱ ص ۸۷۴)

اگرچہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا ممنوع ہے۔ حضرت سیدنا محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں' آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جا رہا ہے؟ حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱) یہ حدیث بیک وقت تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں واضح اور صریح ہے' نیز یہ کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے' ورنہ رسول اللہ ﷺ ناراض نہ ہوتے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی' پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶) اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ فعل گناہ ہے ۲۷۳ ؎ زوجِ ثانی سے نکاح ہمارے ہاں حلالہ کے نام سے موسوم ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ عورت کے ساتھ زوجِ ثانی ازدواجی تعلقات قائم کرے' اس کے بغیر حلالہ نہیں ہوگا اور نکاح سے قبل شرط لگانا بھی نہایت قبیح ہے اور جب زوجِ ثانی از خود طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد عدت گزار کر عورت شوہرِ اوّل سے نکاح کر سکتی ہے ۲۷۴ ؎ یہ آیت سیدنا ثابت بن یسار انصاری رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور جب اس کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اس سے رجوع کر لیا اور اس کو پھر طلاق دے دی اور جب دوبارہ اس کی عدت ختم ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو اس سے پھر رجوع کر لیا اور سہ بارہ اسی طرح کیا' حتیٰ کہ اس عورت کی عدت نو ماہ ہو گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۴۳۔۱۴۲) و۲۷۵ ؎ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شوہر کا بہ طور ظلم اور زیادتی اپنی منکوحہ کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں بایں طور کہ اس کو نہ کھانے' پینے' کپڑوں اور رہائش کے اخراجات دے اور نہ اس کو اپنے نکاح کی قید سے آزاد کرے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت کا یہ حکم ہے کہ قاضی ان کا نکاح فسخ کر دے اور عدت کے بعد وہ عورت نکاحِ ثانی کے لیے آزاد ہے۔ اسی پر فتویٰ ہونا چاہیے' کیونکہ فقہاء احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی تصنیف شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۱۱۱۲ تا ۱۱۲۰) کا مطالعہ فرمائیں۔

أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٣١﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ

اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO ع۳۷۶ اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو

أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا

اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (اپنی پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو ع۳۷۷ جب وہ دستور

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ

کے مطابق ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں' اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو' یہ (حکم) تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے' اور اللہ (ہی)

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٢﴾ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتےO ع۳۷۸ اور مائیں اپنے بچوں کو ع۳۷۹ پورے دو سال دودھ پلائیں'

كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ

یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے' ع۳۸۰ اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے مواق

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ

ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے' کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا'

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى

نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور وارث پر

الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَ

بھی اسی طرح لازم ہے' ع۳۸۱ پھر اگر ماں اور باپ باہمی مشورہ اور رضا مندی سے دودھ چھڑانا چاہیں

و۳۷۶ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی کسی شخص سے کہتا: میں نے تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا' پھر کہتا: میں تم سے مذاق کر رہا تھا اور کوئی شخص کہتا: میں نے غلام آزاد کر دیا اور پھر کہتا: میں تو مذاق کر رہا تھا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ "اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ" اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح' طلاق اور رجوع کرنا۔ (الدر المنثور ج۱ ص۲۸۶) اس سے معلوم ہوا کہ احکامِ شرعیہ کو مذاق بنالینا حرام ہے اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے' مذاق میں طلاق دینا حرام ہے اور یہ طلاق نافذ ہو جائے گی' اسی طرح عملِ گناہ کرتے وقت زبان سے توبہ کرتے رہنا بھی احکامِ شرعیہ کو مذاق بنانا ہے

ف۳۷۷ حسن بیان کرتے ہیں کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی اور ان کو چھوڑے رکھا' حتیٰ کہ ان کی عدت پوری ہوگئی' پھر ان کی بہن کے خاوند نے دوبارہ نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری ج۲ ص۷۹۳) و۳۷۸ امام ابوحنیفہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ بالغہ عورت اپنا نکاح ازخود کرے' وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کا اسناد عورتوں کی طرف کیا گیا ہے اور ان کو نکاح سے روکنے سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ خاص ان کا حق ہے کیونکہ وہی اہل مباشرت ہیں' اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۴۵۵) نیز حضرت خنساء بنت خزام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا در آں حالیکہ وہ بیوہ تھیں اور ان کو یہ نکاح ناپسند تھا' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے اس نکاح کو مسترد کر دیا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۸۷۷-۷۷۴) و۳۷۹ ماں خواہ مطلقہ ہو یا نہ ہو اس کو چاہیے کہ وہ بچہ کو دودھ پلائے' بالخصوص جب ماں کے علاوہ کوئی اور دودھ پلانے والی میسر نہ ہو اور اگر بچہ کی پرورش خاص ماں کے دودھ پر موقوف نہ ہو تو ماں کے لیے دودھ پلانا مستحب ہے ف۳۸۰ یعنی اس مدت کا پورا کرنا لازمی و ضروری نہیں' اگر بچہ کو دودھ چھڑانے میں کوئی خطرہ نہ ہو اور دوسری غذاؤں سے اس کی پرورش کی جاسکتی ہو تو اس سے کم مدت میں بھی اس کا دودھ چھڑانا جائز ہے و۳۸۱ بعض اوقات باپ سے انتقام لینے کے لیے بچوں کی ماں ان کو دودھ نہیں پلاتی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور بچوں کے باپ پر یہ لازم کیا کہ وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق دودھ پلانے والیوں کو کھانے اور کپڑوں کا خرچ مہیا کریں اور یہ کہ بچوں کی وجہ سے ماں باپ میں کوئی فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے' مثلاً ماں بچوں کو پالنے اور پرورش کرنے کی وجہ سے باپ کو ضرر پہنچائے اور کھانے اور کپڑوں کا دستور سے زیادہ خرچ طلب کرے' یا ماں بچوں کو دودھ پلانا چاہتی ہو اور باپ زبردستی بچوں کو ماں سے چھین لے یا اس کو دودھ پلانے پر مجبور کرے یا اس کے خرچ میں قدر معروف سے کمی کرے۔ اس آیت میں ہے کہ وارث پر بھی اسی طرح (خرچ) لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ آیت محارم کے نفقہ کے وجوب کی اصل ہے' ان کے نزدیک ہر ذو رحم محرم پر خرچ واجب ہے مثلاً ماموں اور پھوپھی پر۔

تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوٓا

تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تم دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر

أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ

کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ تم (ان کو) دستور کے مطابق اُجرت ادا کرو'

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِينَ

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے ○ ۳۸۲ اور تم میں سے جو لوگ

يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ

وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ

أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا

دس دن روکے رکھیں اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں اس میں

فَعَلْنَ فِيٓ أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۴﴾

تم پر کوئی حرج نہیں ہے ۳۸۳ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ

اور تم پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم (عدت والی عورتوں کو) اشارۃً کنایہ سے نکاح کا پیغام دو

أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِيٓ أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلٰكِنْ

یا تم اپنے دلوں میں چھپاؤ' اللہ کو علم ہے کہ (عدت کے بعد) عنقریب تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے

لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۬ۚ وَلَا تَعْزِمُوا

لیکن تم (عدت سے پہلے) ان سے کوئی خفیہ وعدہ نہ کرو' البتہ شریعت کے موافق ان سے بات کرو' ۳۸۴ اور جب تک

ف۳۸۲ دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف: ۱۵) اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لیے دو سال بچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: طفولیت کی دو سال کی عمر کے بعد دودھ پلانے کا عمل نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۷۴) امام ابوحنیفہ کی دلیل یہی آیت ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں ذکر کیں (حمل اور دودھ چھڑانا) اور دونوں کی ایک مدت ذکر فرمائی یعنی تیس مہینے' لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی مدت مکمل تیس ماہ ہو گی' لیکن ان میں سے ایک یعنی حمل کی مدت ایک حدیث سے دو سال متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں باقی رہتا۔ (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۳) اس حدیث کی بناء پر حمل کی مدت دو سال رہ گئی تو دودھ چھڑانے کی مدت اپنی اصل پر تیس ماہ رہے گی' نیز دو سال تک بچہ کو دودھ پلانے کے بعد فوراً غذا کی طرف راجع کرنا مشکل ہو گا' اس لیے اس کو بقیہ چھ مہینے میں بہ تدریج غذا کا عادی بنایا جائے گا اور اڑھائی سال کے بعد کلی طور پر دودھ چھڑا دیا جائے گا اور سورۂ بقرہ میں جو ارشاد ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں (البقرہ: ۲۳۳) اور حدیث میں ہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے' اس آیت اور حدیث کا محمل یہ ہے کہ دو سال سے زیادہ بچہ کو دودھ پلانے کا استحقاق نہیں۔ (ہدایہ اوّلین ص ۳۵۱۔ ۳۵۰' ملخصاً) یہ دونوں قول مفتی بہ ہیں لیکن امام حصکفی نے امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (درمختار علی هامش الردج ۲ ص ۴۰۳)

ف۳۸۳ اس آیت میں غیر حاملہ کے لیے عدتِ وفات چار ماہ دس دن بیان کی گئی ہے۔ عدت خواہ کوئی بھی ہو اس کے احکام شرعیہ یہ ہیں: مسلمان منکوحہ بالغہ عورت جب طلاقِ ثلاثہ مغلظہ کی عدت گزارے یا عدتِ وفات گزارے تو انقطاعِ نکاح پر افسوس کے اظہار کے لیے زینت کو ترک کر دے' زیورات اور ریشمی کپڑے نہ پہنے' باریک دندانوں کی کنگھی سے بال نہ سنوارے' خوشبو اور تیل نہ لگائے' سرمہ اور مہندی نہ لگائے' زعفران اور سرخ یا زرد رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے' ہاں! عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر سکتی ہے۔ (درمختار علی هامش الردج ۱ ص ۲۱۷۔ ۲۱۶)

ف۳۸۴ ہر قسم کی عدت گزارنے والی کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے' البتہ اشارہ کنایہ سے اپنا مدعا ظاہر کرنا جائز ہے' مثلاً کہے: مجھے امید ہے کہ ہم اکٹھے رہیں گے' یا آپ بہت خوب صورت ہیں یا نیک ہیں' بہ شرطیکہ وہ عورت عدتِ وفات گزار رہی ہو اور عدتِ طلاق میں ایسا کہنا مطلقاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے اس کے شوہر کے ساتھ عداوت پیدا ہو گی۔ (درمختار علی هامش الردج ص ۲۱۸۔ ۲۱۷)

عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

عدت پوری نہ ہو جائے (ان سے) عقد نکاح کا عزم نہ کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے، سو اس سے ڈرتے رہو ۳۸۵ع اور یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت علم والا ہےO

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دے خوش حال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق' دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہےO ۳۸۶ع

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے' البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے) ۳۸۷ع اور تمہارا زیادہ ادا کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ۳۸۸ع اور تم ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے کو فراموش نہ کرو ۳۸۹ع بے شک اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہےO

و۳۸۵ اس آیت میں طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت سے نکاح کرنے کے ارادہ سے بھی منع فرمایا ہے اور دورانِ عدت اس سے نکاح کا عزم (پکا ارادہ) کرنا حرام ہے اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں سے لڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے' مقتول کے جہنمی ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی اپنے حریف کے قتل پر حریص تھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اگر کسی شخص نے قتل نہ کیا ہو بلکہ صرف قتل کا عزم کیا ہو' وہ پھر بھی جہنمی ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ فعل حرام کا عزم اور پکا ارادہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس پر استحقاق عذاب ہے' البتہ "ھَم" پر مواخذہ نہیں ہوتا' "ھَم" اور "عزم" میں یہ فرق ہے کہ اگر کوئی شخص راجح اور غالب طور پر کسی کام کو کرنا چاہے اور مرجوح اور مغلوب طور پر کام نہ کرنا چاہے تو یہ "ھـــم" ہے اور جب سو فیصد کام کا پختہ ارادہ ہو تو یہ "عـــزم" ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علوم الشریفۃ کی تصنیف لطیف شرح صحیح مسلم کی ج ۱ ص ۵۸۷ تا ۵۹۵ ملاحظہ فرمائیں

و۳۸۶ جس عورت سے بلا مہر نکاح کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا ائمہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ (وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَمَتِّعُوْهُنَّ" "ان کو متاع دو" یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے) اور یہ متاع قمیص' دوپٹہ اور ملحفہ (سر سے قدم تک اوڑھنے والی چادر) ہے' یہ متاع نصف مہر سے زائد نہیں ہونی چاہیے' خواہ زوج خوش حال ہو اور نہ پانچ درہم سے کم ہو' تنگ دستی اور خوش حالی میں عورت کے حال کا اعتبار کیا جائے گا' اس کے علاوہ باقی عورتوں کے لیے متاع مستحب ہے و۳۸۷ اس میں اختلاف ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے' اس سے مراد شوہر ہے یا عورت کا ولی' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے مراد شوہر ہے' کیونکہ نکاح کے بعد نکاح کی گرہ ولی کے ہاتھ سے نکل کر خاوند کے ہاتھ میں آگئی اور معاف کرنے کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جو انسان کی ملکیت میں ہو اور مہر ولی کی ملکیت میں نہیں ہے تو وہ اس کو معاف کرنے کا بھی مالک نہیں ہے۔ شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔ (الدر المنثور' ج ۱ ص ۲۹۲) و۳۸۸ حضرت ابن المسیب کا بیان ہے کہ زوج کا عفو یہ ہے کہ وہ پورا مہر دے اور بیوی کا عفو یہ ہے کہ وہ نصف مہر معاف کر دے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۹۲) و۳۸۹ اس لیے کہ اسلام دوسروں پر احسان کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا درس دیتا ہے اور کسی کو عطا میں زیادتی کرنا بھی اس پر احسان کرنا ہے اور اس کے دل میں اپنی رأفت و سخاوت کے اثر کو چھوڑنا ہے اور ایسا کرنا ان مکارمِ اخلاق سے ہے جن کی تکمیل کرنے کے لیے ہمارے نبی ﷺ اس جہاں میں تشریف لائے' آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارمِ اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۲۷)

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

تمام نمازوں کی پابندی کرو ۳۹۰ اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی ۳۹۱ اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو○

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا

پس اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو) ۳۹۲ پھر جب خوف جاتا رہے تو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو

عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ

جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے○ اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور

يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ

اپنی بیویاں چھوڑ جائیں' وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے

فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے جو انہوں

مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا

نے دستور کے مطابق کیا ہے' اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ ۳۹۳ اور مطلقہ عورتوں کے لیے دستور کے مطابق متاع ہے جو اللہ

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ

سے ڈرنے والوں پر واجب ہے○ ۳۹۴ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو○ کیا آپ

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ

نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکلے' سو اللہ نے ان سے فرمایا:

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ

مر جاؤ' پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا' ۳۹۵ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن

ف ۳۹۰ نماز کی حفاظت کا معنی یہ ہے کہ نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھا جائے اور یہ کوشش کی جائے کہ نماز میں کسی قسم کا سہو اور نقصان واقع نہ ہو۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو' جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر اس شخص نے اس پر عمل کیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا' اسی طرح حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے بندے سے حساب لیا جائے گا' وہ نماز ہے' اگر نماز درست ہوئی تو باقی عمل بھی درست ہوں گے اور اگر نماز فاسد ہوئی تو باقی عمل بھی فاسد ہوں گے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۹۳)

ع ۱۵ ۱۳

ف ۳۹۱ امام بخاری' امام مسلم و دیگر حضرت زر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: عبیدہ سے کہو کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نماز وسطیٰ کے متعلق سوال کریں' انہوں نے سوال کیا تو حضرت علی نے جواب دیا: ہم یہ خیال کرتے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ فجر کی نماز ہے حتیٰ کہ میں نے جنگِ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ان کے ساتھ (جنگ میں) مشغول ہونے کی وجہ سے ہم صلوٰۃ وسطیٰ' صلوٰۃ العصر نہیں پڑھ سکے' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۳۰۳) ف ۳۹۲ حالتِ خوف میں نماز پڑھتے وقت ضرورت کی بناء پر قبلہ سے توجہ ساقط ہو جاتی ہے' یعنی اگر تم کو دشمن سے خوف ہو یا درندہ یا کسی اور چیز کا خوف ہو تو تم پر قیام فرض نہیں ہے بلکہ تم کو اس کا اختیار ہے کہ تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو اور جس طرف سواری کا منہ ہو اسی طرف اشاروں سے نماز پڑھو۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۱۵۸) ف ۳۹۳ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ موت کی آہٹ محسوس کریں یا قریب المرگ ہوں' وہ اپنی بیویوں کے لیے یہ وصیت کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے' جمہور فقہاء اور مفسرین کے نزدیک یہ آیت سورۂ بقرہ کی اس آیت سے منسوخ ہے جس میں فرمایا ہے: تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ (عورتیں) اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۳۴) ف ۳۹۴ اس آیت میں مطلقہ سے مراد وہ عورتیں ہیں' جن کو مباشرت کے بعد طلاق دی گئی ہو' کیونکہ جن عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی ہو ان کا حکم البقرہ: ۲۳۶ میں بیان کیا جا چکا ہے اور متاع سے مراد مہر ہے اور طلاق کے بعد مہر کا ادا کرنا واجب ہے' خواہ مقرر شدہ ہو یا مہر مثل ف ۳۹۵ حضرت ابومالک اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ داوردان نامی ایک بستی میں طاعون پھیل گیا۔ لوگوں کی ایک جماعت اس میں ٹھہری رہی اور ایک جماعت بھاگ نکلی' جو لوگ ٹھہرے رہے تھے' ان میں سے کچھ مر گئے اور بھاگنے والے بچ گئے' جب طاعون ختم ہو گیا تو وہ لوگ واپس آ گئے' اس شہر کے زندہ بچنے والے لوگوں نے کہا: ہمارے بھائی ہم سے زیادہ سمجھدار نکلے' کاش! ہم سب ان کی طرح نکل جاتے اور سب بچ جاتے' اور اگر ہم اگلے طاعون تک زندہ رہے تو ایسے ہی کریں گے۔ اگلے سال پھر طاعون آیا' اس بار سب بھاگ نکلے' ان کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی' وہ لوگ دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں قیام پذیر ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دو فرشتے بھیجے' ایک فرشتہ وادی کے اوپر تھا اور دوسرا وادی کے نیچے تھا' ان دونوں فرشتوں نے ان کو ندا کر کے کہا: مر جاؤ' تو وہ سب مر گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۱۰' ملخصاً)

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا

اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتےO اور (اے مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو ۳۹۶ ع اور

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

یقین رکھو کہ اللہ بہت سننے والا بہت جاننے والا ہےO وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ

تو اللہ اس کو بڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے ۳۹۷ ع اور اللہ ہی تنگی اور کشادگی فرماتا ہے ۳۹۸ ع اور اسی

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

کی طرف تم (سب) لوٹائے جاؤ گےO کیا آپ نے موسیٰ (کی وفات) کے بعد بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو نہیں دیکھا!

اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ

جب انہوں نے (اپنے) نبی سے کہا: ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دیں تو ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (نبی نے) کہا:

هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا

اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو شاید تم قتال نہیں کرو گے ۳۹۹ ع انہوں نے کہا: ہمیں

لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ

کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اہل و عیال سے نکال

اَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَ

دیا گیا ہے پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو چند لوگوں کے سوا باقی سب نے روگردانی کی ۴۰۰ ع اور

اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ

اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہےO ۴۰۱ ع اور ان کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اللہ نے طالوت کو

وقف لازم

ف۳۹۶ اس سے پہلی آیت میں طاعون سے بھاگنے والوں کا جو قصہ بیان کیا گیا تھا وہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لیے تھا' کیونکہ موت سے کسی کو مفر نہیں تو کیوں نہ موت کو شہادت کی صورت میں گلے لگایا جائے' پہلے فرمایا تھا: ان لوگوں کے واقعہ میں غور و فکر کرو' اور اب فرمایا ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرو ف۳۹۷ اس سے پہلی آیت میں جہاد کا حکم ہے اور جہاد مال کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ جہاد کے لیے سواریاں' آلاتِ حرب اور خوراک اور رسد کو مال کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا' اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مال خرچ کرنے کو اللہ کو قرض دینے کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے خزانے کو میرے پاس امانت رکھو' نہ جلے گا' نہ ڈوبے گا' نہ چوری ہوگا اور تمہاری ضرورت کے وقت میں تم کو دوں گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۱۳) ف۳۹۸ یہ اس لیے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے تم تنگی میں مبتلا ہو جاؤ گے کیونکہ اس سے تنگی نہیں ہوتی' تنگی اور کشادگی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہے ف۳۹۹ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب بنو اسرائیل پر مصیبتیں نازل ہوئیں اور انہیں ان کے شہروں سے نکال دیا گیا تو انہوں نے اپنے نبی حضرت شمویل بن بالی سے کہا: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں' ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں گے اور بنو اسرائیل کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ بادشاہ دنیاوی اُمور کا انتظام کرتا تھا اور نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام بیان کرتا تھا اور دین میں رہنمائی کرتا تھا' جب وہ دونوں کی اطاعت کرتے تو ان کے حالات درست رہتے اور جب بادشاہ سرکشی کرتے اور انبیاء کی اطاعت نہ کرتے تو ان کے حالات خراب ہو جاتے' ان پر اسی طرح لگاتار مصیبتیں آتی رہیں' حتیٰ کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں' ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں گے' نبی نے ان سے کہا: تم نے کبھی وعدہ پورا نہیں کیا اور نہ تمہیں جہاد سے کوئی رغبت ہے ف۴۰۰ جب بنو اسرائیل پر ان کے دشمنوں سے قتال اور اللہ کی راہ میں جہاد فرض کیا گیا تو چند لوگوں کے سوا باقی سب قتال سے پیٹھ موڑ کر بھاگے اور انہوں نے اپنے نبی سے جہاد کی فرضیت کا جو سوال کیا تھا اس کو ضائع کر دیا اور جن چند لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا ہے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے طالوت کے ساتھ دریا کو عبور کر لیا تھا' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد ﷺ کے وہ اصحاب جو آپ کے ساتھ بدر میں تھے ان کی تعداد طالوت کے اصحاب کے برابر تھی' جنہوں نے ان کے ساتھ دریا کو عبور کر لیا تھا اور وہ تین سو دس اور کچھ تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۴) ف۴۰۱ ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اس میں ان یہود پر زجر و توبیخ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت موجود تھے کیونکہ وہ اس رسول کی بعثت کے منتظر تھے' انہوں نے تورات کی وساطت سے اس نبی کی اطاعت کا عہد کیا تھا' یہ اس نبی کے توسط سے فتح کی دعائیں کرتے تھے اور جب یہ نبی مبعوث ہو گئے تو انہوں نے سارے عہد و میثاق پس پشت ڈال دیے اور صریح علامتیں پائی جانے کے باوجود اس نبی کو نہیں پہچانا اور اس نبی کا کفر کیا۔

لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ

تمہارے لیے بادشاہ مقرر فرما دیا ہے' انہوں نے کہا: اس کی بادشاہی ہم پر کیسے ہوگی' حالانکہ ہم اس سے زیادہ

بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ

بادشاہی کے مستحق ہیں اور اس کو مالی وسعت بھی نہیں دی گئی' (ان کے) نبی نے کہا: بے شک اللہ نے اس کو تمہارے لیے

عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ

منتخب فرما لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمائی ہے' اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ

عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا' بہت علم والا ہےO ف٢٠٢ اور ان کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اس بادشاہ

اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ

کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ (سکون آور چیز) ہے

اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ

اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی باقی ماندہ کچھ چیزیں ہیں ف٢٠٣ اس تابوت کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے ف٢٠٤ اگر تم

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٤٨﴾ ع فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

مومن ہو تو بے شک اس میں ضرور تمہارے لیے ایک عظیم نشانی ہےO پھر جب طالوت اپنے لشکروں کو لے کر روانہ ہوا تو اس نے (اہل

مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ

لشکر سے) کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک دریا کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کرے گا' سو جس نے اس سے (پانی) پی لیا وہ میرے طریقہ پر نہیں

فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا

ہوگا اور جس نے اس دریا سے صرف ایک آدھ چلو کے علاوہ نہیں پیا وہ میرے طریقہ پر ہوگا' تو چند لوگوں کے سوا سب نے اس سے

ف٢٠٢ حضرت شمویل علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو بتایا کہ طالوت ان کا بادشاہ ہے' انہوں نے اعتراض کیا کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں اور اس کے پاس زیادہ مال بھی نہیں ہے' فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے منتخب کر لیا ہے اور اس کو تم سے زیادہ علم اور جسم عطا فرمایا ہے' بنو اسرائیل کی تسلی کے لیے حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عصا دیا اور کہا: تمہارے بادشاہ کا قد اس کے برابر ہوگا اور جب طالوت کو اس عصا کے ساتھ ناپا تو وہ ان کے قد کے برابر تھا۔ (جامع البیان ج۲ ص۳۷۹)

ف٢٠٣ حضرت ابن عباس نے بیان کیا: اس تابوت میں تورات کی الواح کے ٹکڑے تھے' حضرت موسیٰ کا عصا تھا اور حضرت ہارون کا عمامہ اور ان کی قبا (اچکن) تھی اور سبز زمرد سے بنا ہوا بلی کا سر تھا' سکینہ سے یہی مراد ہے' جب لڑائی ہوتی تو بنو اسرائیل اس تابوت کو آگے رکھتے' بلی کے اس سر سے چیخ نکلتی اور زناٹے دار ہوا چلتی اور تابوت فضا میں بلند ہو جاتا اور اس سے دو زبانیں باہر نکلتیں: ایک میں نور ہوتا اور ایک میں ظلمت' مسلمانوں پر نور پھیل جاتا اور کفار پر ظلمت چھا جاتی' پھر بنو اسرائیل کو جنگ میں کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج۱۱ ص۱۶۶)

ع ۳۲ / ۶ / ۱۶

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی استعمال کی ہوئی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر برکت رکھی ہے' ان تبرکات (عصا' کپڑے اور نعلین) کے وسیلے سے بنو اسرائیل نے فتح و نصرت کی دعائیں کیں تو وہ فتح یاب ہوئے۔ احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے تبرکات سے استفادہ اور استفاضہ کا بیان ہے۔ جعفر بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہوگئی' انہوں نے کہا: اس کو تلاش کرو' انہوں نے بار بار ڈھونڈا' وہ ٹوپی نہیں ملی' بالآخر وہ ٹوپی مل گئی' وہ بہت بوسیدہ ٹوپی تھی' حضرت خالد نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اور سر کے بال منڈوائے تو صحابہ ہر طرف سے آپ کے بال مبارک لینے کے لیے جھپٹ پڑے' میں نے بھی آپ کے چند بال لے لیے اور میں نے ان کو اس ٹوپی میں رکھ لیا' اس کے بعد جس جنگ میں بھی شریک ہوا تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی تھی اور مجھے اس جنگ میں فتح نصیب ہوتی تھی۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۳۴۹' دلائل النبوت ج۶ ص۲۴۹' المستدرک ج۳ ص۲۹۹) اسی طرح حضرت خبیب بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں خبیب بن عدی کا ہونٹ کٹ کر لٹک گیا' رسول اللہ ﷺ نے لعاب دہن لگا کر اس کو جوڑ دیا۔ (دلائل النبوۃ ج۳ ص۹۸۔۹۷) ف٢٠٤ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے اس تابوت کو بھجوایا تا کہ اس نشانی کی عظمت پر لوگ متنبہ ہوں' کیونکہ فرشتے بڑے بڑے کاموں کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت عظیم قوت عطا کی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام پر نازل کرتے ہیں' انہوں نے اللہ کے نافرمانوں پر مدائن کی زمین الٹ دی تھی اور عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں' ایسی قوت والے فرشتے جس تابوت کو اٹھا کر لائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نشانی ہوگی۔ (البحر المحیط ج۲ ص۵۸۴)

مِنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا

خوب پانی پیا' پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ ایمان والے اس دریا سے گزر گئے تو (پانی پینے والوں نے) کہا: آج جالوت اور اس کے

الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا

لشکریوں سے لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے' جن لوگوں کو یہ یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں' انہوں نے فرمایا:

اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ

بہت دفعہ اللہ کے حکم سے قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آ جاتی ہیں[۴۰۵] اور اللہ (مدد کرنے کے لیے) صبر کرنے

الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا

والوں کے ساتھ ہے O[۴۰۶] اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکریوں کے سامنے صف آراء ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم

صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٥٠﴾ ۭ فَهَزَمُوْهُمْ

پر صبر انڈیل دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم کے خلاف ہماری مدد فرما O سو اللہ کے حکم سے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۣۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ

انہوں نے ان (کافروں) کو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے انہیں سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور

عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاۗءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

جن چیزوں کا چاہا انہیں علم عطا فرمایا' اور اگر اللہ بعض لوگوں (کے شر) کو بعض (نیک) لوگوں

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾

کے سبب سے دور نہ فرماتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی[۴۰۷] لیکن اللہ تمام جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے O

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾

یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ پر تلاوت فرماتے ہیں[۴۰۸] اور بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں O[۴۰۹]

ف۴۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ طالوت کا لشکر ایک لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھا' تین سو تیرہ افراد کے سوا باقی سب نے پانی پی لیا تھا' طالوت نے ان سب کو واپس کر دیا اور ان کے ساتھ صرف تین سو تیرہ افراد رہ گئے اور یہ غزوۂ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے برابر تین سو تیرہ تھے' جب طالوت اور ان کے ساتھ مؤمنوں نے دریا کو عبور کر لیا تو انہوں نے طالوت سے کہا: آج ہم جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور جو لوگ آخرت اور اللہ سے ملاقات پر یقین رکھتے ہیں' انہوں نے کہا: کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے قلیل جماعت کثیر پر غالب آ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا کی اور دعا وہ واحد ہتھیار ہے جو صرف مؤمنوں کے پاس ہے' کافروں کے پاس نہیں ہے۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے طالوت کو ایک زرہ دی اور فرمایا: جس شخص کے جسم پر یہ زرہ پوری آ جائے گی وہ اللہ کے حکم سے جالوت کو قتل کر دے گا اور طالوت کے منادی نے ندا کی' جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دوں گا اور اپنا آدھا ملک اور آدھا مال اس کو دوں گا (یہ زرہ حضرت داؤد پر پوری آئی تھی)' انہوں نے جالوت کو قتل کیا' پھر طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد سے کر دیا اور ان کو نصف سلطنت اور نصف مال بھی عطا کر دیا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج۱۱ ص۱۶۸۔ ۱۶۷) ف۴۰۶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی نصرت صبر کرنے والوں کے لیے اور جو صبر کرے گا وہ اس کی نصرت کو حاصل کرے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ ناگوار چیز پر صبر کرنے میں خیر کثیر ہے اور صبر کے ساتھ نصرت ہے اور تکلیف کے ساتھ کشادگی ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (الدر المنثور ج۱ ص۶۷۔ ۶۶) اور چونکہ عام حالات میں لڑنا ناگوار و تکلیف دہ ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ناگواری اور تکلیف کے اٹھانے و برداشت کرنے میں اپنی نصرت کو پوشیدہ رکھا' اس نصرت کی ایک جھلک اصحاب بدر کا ایک ہزار کفار پر غالب آ جانا بھی ہے ف۴۰۷ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جالوت اور اس کے لشکر کے فساد کو طالوت اور اس کے لشکر کے ذریعے سے دور فرما دیا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ عام قاعدہ بیان فرمایا کہ اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ مفسدین کے شر کو مصلحین سے دور فرماتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ زمین تباہ ہو جاتی اور اس میں قیامت آ جاتی' اس آیت میں مفسدین اور مصلحین سے مراد یا تو یہ ہے کہ اللہ ظالم اور جابر حکمران کے جبر کو کسی نیک شخص کے سبب دور کرتا ہے جیسے فرعون کے جبر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جالوت کے جبر کو حضرت داؤد علیہ السلام سے دور کر دیا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ علماء اور صالحین کے سبب لوگوں کو معاصی اور برائیوں سے دور کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ" (المؤمنون:۹۶) اور وہ بُرائی کو اچھے طریقے سے دور کرتے ہیں۔ اس مفہوم میں وہ حکام بھی داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرتے ہیں ف۴۰۸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان آیات کو ہم آپ پر تلاوت فرماتے ہیں' حالانکہ ان آیات کو آپ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تلاوت کیا تھا' اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت جبرئیل کا پڑھنا گویا اللہ تعالیٰ کا پڑھنا ہے' اس میں حضرت جبرئیل کی عزت افزائی ہے ف۴۰۹ یہ آیات نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا کہ ہر زمانہ میں رسولوں کی مخالفت ہوتی رہی ہے اور ان کا انکار کیا جاتا رہا ہے' سو اگر کچھ لوگ آپ کو نہیں مانتے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' رسولوں سے ہمیشہ اسی طرح ہوتا آیا ہے' ہر زمانہ میں رسولوں کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں اور وہ اپنی خوشی سے اس کو قبول کر لیں' کسی رسول کو بھی جبراً مسلمان کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہے' سو اگر بعض ضدی اور ہٹ دھرم لوگ آپ کی رسالت کو نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ آپ کو کلی طور پر نہ مانا جانا عین تاریخ رسالت کے مطابق ہے اور یہ آپ کو رسول نہیں مانتے تو کیا ہوا ہم جو کہتے ہیں کہ آپ ضرور اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ

ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے بعض سے اللہ

كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

نے کلام فرمایا ۲۱۰ اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی ۲۱۱ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ

کو واضح نشانیاں دیں' اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے اس کی مدد فرمائی' اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے' لیکن انہوں نے اختلاف کیا'

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ

سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا ۲۱۲ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا

لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے○ اے ایمان والو! ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو

رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ

عطا کی ہیں اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ (کافروں کی) کسی سے دوستی ہوگی اور

لَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

نہ (کفار کے لیے) شفاعت ہوگی' اور کفار ہی ظالم ہیں○ ۲۱۳ اللہ' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں

اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

وہ زندہ (جاوید) ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے' اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند' ۲۱۴ جو کچھ آسمانوں میں ہے

ف۲۱۰ سورۃ البقرہ کا چونکہ اکثر حصہ بنو اسرائیل کے احوال پر مشتمل تھا اور ان میں زیادہ تر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے' اس لیے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کہ ہم نے بعض کو کلام سے سرفراز فرمایا' یعنی ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا' ان سے حضرت آدم' حضرت موسیٰ اور سیدنا محمد ﷺ مراد ہیں ف۲۱۱ اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں' اللہ تعالیٰ نے یہاں صراحۃً آپ کا نام نہیں لیا' کیونکہ غیر متناہی درجات کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ آپ کا صراحۃً ذکر نہ کیا جائے پھر بھی ذہن آپ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا' اس آیت میں یہ فرمایا کہ آپ کو درجات کی بلندی عطا کی ہے' یہ نہیں بیان فرمایا کتنے درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے' کیونکہ عالم اعداد میں کوئی عدد ایسا ہے ہی نہیں جو آپ کے تمام درجات کو بیان کر سکے اور کسی حد اور کسی عدد کا ذکر نہ فرما کر اس پر متنبہ کیا ہے کہ آپ کے درجات کا کوئی شمار نہیں نہ ان کی کوئی حد ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور خاتم النبیین ہیں' لواء الحمد کے حامل اور مقام محمود پر فائز ہیں' تمام سابقہ شریعتوں کے ناسخ ہیں' کوثر و سلسبیل کے ساقی ہیں' عالم میثاق میں تمام انبیاء و مرسلین سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا' آپ تمام انبیاء و مرسلین کے قائد ہیں' شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا' روز حشر تمام اہل محشر کو آپ کی شفاعت کی احتیاج ہوگی' آپ ﷺ کے انبیاء و مرسلین سے افضل ہونے پر کئی آیات واحادیث موجود ہیں۔ ان آیات واحادیث کو حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی تفسیر 'تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۳۸ تا ۹۶۸' میں مطالعہ فرمائیں' ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان کو جلاء ملے گی ف۲۱۲ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو جبراً مسلمان کر دیتا اور دنیا میں کوئی شخص کسی نبی کا مخالف اور کافر نہ ہوتا' لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے خلاف ہے' اس نے انسان کو حریت فکر اور سوچ بچار کی آزادی عطا کی ہے۔ اس نے کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی کے راستے پیدا کیے۔ شیطان کو پیدا کیا جو انسان کو کفر اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور انبیاء و رسل مبعوث فرمائے جو اس کو ایمان اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور بھی عطا کیا' اب وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ کتنے لوگ انبیاء و رسل کے راستہ کو اختیار کر کے ایمان و ہدایت کو حاصل کرتے ہیں اور کتنے لوگ شیطان کے راستہ کو اختیار کر کے کفر و گمراہی کو اختیار کرتے ہیں ف۲۱۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس حکم کو قیامت کے دن کی یاد دلا کر مزید مؤکد فرمایا ہے۔ دنیا میں تو انسان اپنے آپ کو مصیبت اور تکلیف سے بچانے کے لیے بعض چیزیں خرید لیتا ہے' کبھی کوئی دوست اس سے تکلیف دور کر دیتا ہے' کبھی کسی کی سفارش سے اس سے مصیبت ٹل جاتی ہے' لیکن قیامت کے دن کوئی خرید و فروخت ہو سکے گی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ شفاعت کی تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸ تا ۶۱ کا مطالعہ فرمائیں' نیز حضرت اقدس حفظہ اللہ کی دوسری تصنیف تاریخ نجد و حجاز کے ص ۸۱ تا ۱۰۳ کا بھی مطالعہ فرمائیں ف۲۱۴ اللہ تعالیٰ اس عظیم کائنات کا موجد ہے اور اس کے انتظام کو جاری رکھنے والا ہے اور ہر آن اور ہر لحہ اس کائنات میں تغیر واقع ہو رہا ہے اور اس کے علم اور اس کی توجہ سے ہو رہا ہے' وہ ہر وقت ہر چیز کے ہر حال کا عالم ہے' بے خبر اور سونے والا نہیں ہے۔

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ

اور جو کچھ زمینوں میں ہے (سب) اسی کی ملکیت ہے' کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے ف۲۱۵ وہ جانتا ہے

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ

جو ان (لوگوں) کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے' اور اس کے علم میں سے وہ (لوگ) کسی چیز کو

عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَ

حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے' ف۲۱۶ اس کی کرسی (حکومت) آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے' ف۲۱۷ اور

لَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ لَا إِكْرَاهَ فِي

ان کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں ہے' اور وہی بہت بلند بڑی عظمت والا ہے O ف۲۱۸ دین میں جبر

الدِّينِ ۖ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ

نہیں ہے' ف۲۱۹ بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے' سو جو شخص طاغوت سے کفر کر کے

وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ

اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط دستہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا

لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥٦﴾ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ

نہیں ہے ف۲۲۰ اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے O اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے' انہیں اندھیروں

مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ

سے روشنی کی طرف نکالتا ہے' ف۲۲۱ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں'

يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ

وہ ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں' وہ دوزخی لوگ ہیں' ف۲۲۲ وہ

ف۲۱۵ اللہ تعالیٰ کی عظمت' جلالت اور اس کی کبریائی کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے حضور شفاعت نہیں کر سکے گا' حشر کے دن تمام انبیاء' رسل' اولیاء' علماء اور شہداء اللہ تعالیٰ کے جلال سے سہمے ہوئے ہوں گے' اس دن ہمارے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اٹھایئے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو گی ف۲۱۶ اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ماضی' حال اور مستقبل کو محیط ہے' وہ دنیا اور آخرت کے تمام اُمور کو تفصیلاً جانتا ہے' اس کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور اس کی عطا کے بغیر کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے ف۲۱۷ کرسی ایک عظیم جسم ہے جو سات آسمانوں اور سات زمینوں کو محیط ہے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص ۲۱۳۔۲۱۲) اور اسی لفظ کی وجہ سے اس پوری آیت کا نام ''آیت الکرسی'' رکھا گیا ہے' اس آیت کے پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھے' اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز مانع نہیں ہو گی اور وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مجمع الزوائد ج۱۰ ص ۱۰۲' عمل الیوم واللیلۃ امام نسائی ص ۴۹) ف۲۱۸ آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ پر بھاری اور دشوار نہیں ہے' بلکہ اللہ کے نزدیک بہت سہل اور آسان ہے' وہ ہر چیز کا قائم رکھنے والا اور ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ف۲۱۹ یہ آیت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اہل کتاب جب جزیہ ادا کر دیں تو وہ اہل اسلام میں داخل ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مشرکینِ عرب سے تلوار یا اسلام کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کیا' اور جو مشرک بھی یہودی یا نصرانی ہو جائے اس کو قبولِ اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (احکام القرآن ج۱ ص ۴۵۲) ف۲۲۰ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ کافر کے لیے پہلے اپنے کفر سے توبہ و بیزاری لازمی و ضروری ہے' اس کے بعد اس کا ایمان لانا صحیح و درست ہو گا ف۲۲۱ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ان کے نفوس کی ظلمانیت سے آدابِ شریعت کی طرف نکالتا ہے یعنی ان کو رضا' صدق' توکل' معرفت اور محبتِ الٰہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے ف۲۲۲ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور جن لوگوں نے شیاطین سے دوستی رکھی' وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم ہو گئے اور شیطان نے انہیں کفر کے اندھیروں میں دھکیل دیا' یہاں مفسرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ان لوگوں کو مراد لیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے' پھر شیطان کے بہکانے میں آ کر وہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور آپ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا اور یوں وہ نور سے نکل کر ظلمت میں آ گئے۔

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ

اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝ (اے محبوب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے ان کے رب کے متعلق

اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ

جھگڑا کیا (کیونکہ) اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی' جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۗ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ

اس نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' ابراہیم نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے

مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۗ

تو اس کو مغرب سے لے آ' تو کافر حیران اور لاجواب ہو گیا' ۴۲۳ع

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا درآں حالیکہ وہ بستی

وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی' اس نے (تعجب سے) کہا: اللہ اس بستی والوں کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ

مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ

نے سو برس تک اس پر موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا' فرمایا: تم نے کتنی مدت قیام کیا؟

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ

اس نے کہا: تمام دن یا دن کا کچھ حصہ' ۴۲۴ع اللہ نے فرمایا: بلکہ تم ایک سو سال تک ٹھہرے رہے

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ

پس تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو جو اب تک سڑی (بدبودار) نہیں' اور اپنے گدھے کو دیکھو

۴۲۳ع زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ زمین پر سب سے پہلا بادشاہ نمرود تھا' لوگ اس کے پاس خوراک طلب کرنے کے لیے جاتے تھے' ایک دن لوگوں کے ساتھ حضرت ابراہیم بھی اس کے پاس گئے' وہ لوگوں سے پوچھتا تھا: تمہارا رب کون ہے؟ لوگ کہتے تھے کہ آپ ہیں' حتیٰ کہ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو پوچھا: تمہارا رب کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جو لوگوں کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' اس نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال' تو وہ کافر حیران و لاجواب ہو گیا' پھر اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوراک اور طعام دیے بغیر واپس کر دیا' واپسی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک ریت کے ٹیلہ سے گزر ہوا' انہوں نے سوچا کیوں نہ میں کچھ ریت کپڑے میں باندھ کر لے جاؤں تاکہ گھر والوں کو کوئی بندھی ہوئی چیز دیکھ کر تسکین ہو' گھر جا کر انہوں نے گٹھڑی کو رکھ دیا' اہلیہ نے کھول کر دیکھا تو وہ بہترین طعام تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ طعام انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۷۔۱۶)

۴۲۴ع وہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کرنے کے بعد جب انہیں دوبارہ اٹھایا تو یہ سوال کیا کہ تم نے کتنی مدت قیام کیا؟ انہوں نے اپنے گمان سے کہا کہ میں نے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قیام کیا ہے' کیونکہ دن کے ابتدائی حصہ میں ان پر موت طاری ہوئی تھی اور دن کے آخری حصہ میں ان کو زندہ کیا گیا' جب انہوں نے دیکھا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تو انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے دن کے کچھ حصہ میں قیام کیا ہے۔

وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا

اور تا کہ ہم تمہیں اپنی قدرت کی نشانی بنائیں اور (ان) ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم کس طرح ان کو ملا کر جوڑتے ہیں

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں' ۴۲۵ پھر جب ان پر (موت کے بعد زندہ ہونا) منکشف ہو گیا تو انہوں نے کہا: میں یقین رکھتا ہوں کہ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O ۴۲۶ اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ

کرے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا آپ کو یقین نہیں' عرض کیا: کیوں نہیں! مگر تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے ۴۲۷ فرمایا: چار

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ

پرندے لیں اور ان کو خود سے مانوس کر لیں (پھر ان کو ذبح کر کے) ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

پر رکھ دیجئے' پھر انہیں بلایئے وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے ۴۲۸ اور یقین رکھئے اللہ بہت غالب

حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ

بڑی حکمت والا ہے O جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے

حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

جس نے سات ایسے خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سات سو دانے ہیں'

وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ

اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے' اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے O ۴۲۹ جو لوگ

ف۴۲۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ تم ایک سو سال ٹھہرے ہو' تم ہماری قدرت کے دلائل پر غور کرنے کے لیے دیکھو' سو سال میں تمہارا طعام اور مشروب (انجیر یا میوے اور انگور کا شیرہ) سڑا نہیں' حالانکہ عام عادت جاریہ یہ ہے کہ اتنے عرصہ میں طعام اور مشروب بدبودار اور خراب ہو جاتا ہے' اور ان کا گدھا مر چکا تھا' اس کا گوشت پوست گل گیا تھا' اس کی ہڈیاں بکھر گئی تھیں' دیکھو کس طرح اس کی بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جڑتی ہیں اور کس طرح ہم ان ہڈیوں کو گوشت پہناتے ہیں اور اس کی رگوں میں خون رواں دواں کرتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا' جس نے اس گدھے کے جسم میں روح پھونک دی اور وہ اللہ عزوجل کے اذن سے زندہ ہو کر رینکنے لگا ف۴۲۶ جب حضرت عزیر علیہ السلام نے مشاہدہ کر لیا کہ جو سو سال بعد مردے کو زندہ کر دیتا ہے' وہ ہزاروں اور لاکھوں سال بعد بھی مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ گدھے میں انہوں نے حیات بعد الموت کا مشاہدہ کر لیا اور خود اپنی ذات پر حیات بعد الموت کا تجربہ حاصل ہوا اور انہیں موت کے بعد حیات کا پہلے علم الیقین تھا اور اب عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو دنیا میں دوسری زندگی دی اور کل قیامت میں تیسری زندگی عطا کرے گا تو یہ خلاف عادت اور خلاف معمول ہے' مگر قدرتِ الٰہیہ سے اس کا اجراء ہو جاتا ہے ف۴۲۷ ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک راستے سے گزر رہے تھے' انہوں نے دیکھا کہ راستہ میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے' جس کا گوشت نوچ نوچ کر درندے اور پرندے کھا رہے ہیں' جب درندے چلے گئے اور پرندے اُڑ گئے اور اس مردہ گدھے کی صرف ہڈیاں باقی بچ گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا' وہ کہنے لگے: اے میرے رب! مجھے یقین ہے کہ تو اس گدھے کو ان درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے جمع کرے گا' اے میرے رب! تو مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر ایمان نہیں ہے' عرض کیا: کیوں نہیں! لیکن خبر معائنہ کی طرح نہیں ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۳) ف۴۲۸ جن چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے تھے' وہ مرغ' مور' کوا اور کبوتر تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۵) ف۴۲۹ کسی نیکی کا اجر دس گنا ہے کسی نیکی کا اجر سات سو گنا ہے اور کسی نیکی کا اجر بے حساب ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں حساب سے خرچ کرتا ہے' اس کو اللہ تعالیٰ حساب سے اجر دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے حساب خرچ کرتا ہے' اس کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر دیتا ہے۔

يُنفِقُونَ اَموَالَهُم فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتبِعُونَ مَا اَنفَقُوا

اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کریں اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں

مَنًّا وَّلَا اَذًى لَّهُم اَجرُهُم عِندَ رَبِّهِم وَلَا خَوفٌ عَلَيهِم

ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر کچھ خوف ہے

وَلَا هُم يَحزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾ قَولٌ مَّعرُوفٌ وَّمَغفِرَةٌ خَيرٌ مِّن

اور نہ وہ غمگین ہوں گے O (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا

صَدَقَةٍ يَّتبَعُهَا اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ

اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے ۴۳۰ اور اللہ بے نیاز اور بہت بردبار ہےO اے ایمان والو!

اٰمَنُوا لَا تُبطِلُوا صَدَقٰتِكُم بِالمَنِّ وَالاَذٰى كَالَّذِي يُنفِقُ

احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال ریاکاری کے لیے خرچ کرتا ہے ۴۳۱

مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الاٰخِرِ فَمَثَلُهُ

اور وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا' اس کی مثال اس چکنے

كَمَثَلِ صَفوَانٍ عَلَيهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلدًا

پتھر کی طرح ہے جس پر کچھ مٹی ہو' پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا' ۴۳۲

لَا يَقدِرُونَ عَلٰى شَيءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللّٰهُ لَا يَهدِي القَومَ

وہ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت

الكٰفِرِينَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ اَموَالَهُمُ ابتِغَآءَ مَرضَاتِ

نہیں دیتا O اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں'

ف۴۳۰ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس رکوع کی پہلی آیت میں اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا ہے' دوسری آیت میں یہ فرمایا ہے کہ یہ اجر وثواب تب حاصل ہوگا جب صدقہ دینے کے بعد احسان جتایا جائے نہ طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی جائے' جس کو صدقہ دیا ہے۔ اس آیت کے نزول میں امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب غزدۂ تبوک میں ایک ہزار اونٹ مع کجاووں کے دیئے اور ایک ہزار دینار دیئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے میرے رب! میں عثمان سے راضی ہوگیا تو بھی عثمان سے راضی ہو جا' اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف نے اپنے مال سے چار ہزار دینار صدقہ کیے تو یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۳) اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی کو صدقہ دینے کے بعد طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی تو اس سے بہتر ہے کہ اس کو صدقہ نہ دیا جائے اور اس سے کوئی نیک اور اچھی بات کہہ دی جائے' مثلاً سائل سے یہ کہہ دے کہ اس وقت ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے اور اس سے معذرت کرے وا۴۳۱ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ صدقہ اور خیرات کرنے والے اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے صدقہ دیں' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے صدقہ نہ دیں' وہ ضرورت مندوں سے اپنی سخاوت اور دریادلی کے قصیدے سننے کی خواہش نہ رکھیں' نہ یہ چاہیں کہ عام لوگوں میں ان کی فیاضی کا ذکر ہو' اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا یہ تمام عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر کوئی ثواب بھی نہیں ملے گا۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس کے حسن اور اس کی تندرستی کو دیکھ کر کہا: یارسول اللہ! کاش! یہ شخص اللہ کی راہ میں ہوتا' نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے جا رہا ہے یا اپنے والدین کی خدمت کے لیے جا رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے' اگر یہ اپنی ضروریات میں خود کو سوال سے روکنے کے لیے جا رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ لوگوں کو دکھانے اور فخر کے لیے جا رہا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔ (الدر المنثور ج ص ۳۳۶) و۴۳۲ جو لوگ اپنا مال دکھانے اور سنانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی چکنے پتھر پر مٹی جمع ہوگئی اور بارش نے اس کو بالکل صاف کر دیا یعنی جس طرح پتھر پر مٹی کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' اسی طرح ان ریاکاروں کا خرچ کرنا بھی کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زور دار بارش ہو تو

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

وہ اپنا پھل دگنا لائے پھر اگر اس پر زور دار بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے ۴۳۳ اور اللہ

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ

تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے O کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں

نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ

کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں، اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ

آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک) اس

اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

باغ میں گرم ہوا کا ایک بگولہ آئے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے ۴۳۴ اللہ تمہارے لیے اسی طرح

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو O اے ایمان والو (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں

مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا

کو خرچ کرو ۴۳۵ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور (اللہ کی راہ میں)

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا

ایسی ناکارہ اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے

ف۴۳۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص سے خرچ کرنے والے مؤمن کی مثال دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اسلام پر اپنے دل کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتا ہے' اس کے اجر و ثواب کی مثال بلندی پر لگے ہوئے اس باغ کی طرح ہے جس پر زور کی بارش ہو تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے اور اگر زور کی بارش نہ ہو تو اس باغ کی ثمر آوری کے لیے معمولی شبنم ہی کافی ہے' سو اسی طرح اخلاص اور اللہ کی رضا جوئی اور دین پر ثابت قدم رہنے کے لیے زیادہ خرچ کرے یا کم خرچ کرے' اللہ کے ہاں اس کے اجر و ثواب کا جو باغ لگا ہوا ہے' وہ پھلتا پھولتا رہے گا۔ اس میں مخلص مسلمانوں کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر کوئی مسلمان تنگ دست اور کم حیثیت ہے تو وہ غم نہ کرے کہ اگر اس نے اللہ کی راہ میں اپنی تنگ دستی کی وجہ سے کم خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کم حیثیت ہوگی' بلکہ یہ فرمایا کہ مؤمن اخلاص اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے حسب حیثیت کم خرچ کرے یا زیادہ آخرت میں اس کے اجر و ثواب کا باغ پھلتا پھولتا رہے گا

ع ۳۶ ‏ ۴

ف۴۳۴ اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کسی شخص کا بہت حسین اور پھل دار باغ ہو' وہ اس وقت بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو ظاہر ہے اس وقت اس کو باغ کی بہت سخت ضرورت ہوگی کیونکہ وہ خود بڑھاپے کی وجہ سے کما نہیں سکتا' بچے جوان نہیں جو اس کو کما کر لا دیں بلکہ خود ان بچوں کی پرورش کی اس پر ذمہ داری ہے' اب اچانک اگر وہ باغ کسی آگ والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم ہوگا' یہی حال ان ریاکار خرچ کرنے والوں کا قیامت کے دن ہوگا' ریاکاری کی وجہ سے ان کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے جب کہ وہاں انہیں نیکیوں کی بہت سخت ضرورت ہو گی

ف۴۳۵ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی۔ ہم لوگوں کے کھجوروں کے درخت تھے اور جس شخص کے پاس جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں' وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا' کوئی شخص کھجوروں کا ایک گچھا لاتا' کوئی دو گچھے لاتا اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتے' اور اہل الصفہ (وہ صحابہ جنہوں نے قرآن و حدیث کو محفوظ کرنے کے لیے خود کو وقف کر لیا تھا اور وہ دن رات مسجد نبوی میں رہتے تھے' نبی ﷺ نے ان کے لیے ایک چبوترہ بنوا دیا تھا' اس کی وجہ سے ان کو اصحاب الصفہ کہا جاتا) کے پاس کھانا نہیں ہوتا تھا' ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان گچھوں پر لاٹھی مارتا تو اس سے ادھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ ان کو کھا لیتا' ادھر لوگوں کو صدقہ و خیرات میں خاص رغبت نہیں تھی' وہ کھجوروں کے ایسے گچھے لے کر آتے تھے جن میں سوکھی ہوئی' ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو لٹکا دیتے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (جامع ترمذی ص ۴۲۵۔ ۴۲۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے وقت ایسی چیز کو خرچ کرنا چاہیے کہ اگر وہ چیز خرچ کرنے والے کو دی جاتی تو وہ اسے بہ خوشی قبول کر لیتا۔

فِيْهِ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ

نہیں ہو ۴۳۶ اور یقین رکھو کہ اللہ بہت بے نیاز بہت تعریف کیا ہوا ہےO شیطان تم کو تنگ دستی

الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ

سے ڈراتا ہے اور تم کو بےحیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ

وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

فرماتا ہے ۴۳۷ اور اللہ بڑی وسعت والا بہت جاننے والا ہےO وہ جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ

اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اسے خیر کثیر دی گئی ۴۳۸ اور صرف عقل والے ہی

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ

نصیحت قبول کرتے ہیںO اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اور تم جو بھی نذر مانتے ہو تو

نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ

بے شک اللہ اس کو جانتا ہے ۴۳۹ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہےO اگر تم علانیہ

تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ

صدقات دو تو وہ کیا ہی خوب ہے اور اگر تم ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور یہ (صدقہ کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو مٹا دے گا ۴۴۰ اور تمہارے سب کاموں

خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ

سے اللہ خبر رکھنے والا ہےO (اے رسول!) انہیں ہدایت یافتہ کرنا آپ کے ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے

ف۴۳۶ اس آیت میں عشر (زرعی پیداوار کی زکوٰۃ) کا حکم دیا گیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے ف۴۳۷ اس آیت میں فرمایا گیا کہ انسان جب کسی کو صدقہ اور خیرات دینے کا ارادہ کرتا ہے' شیطان اس کو مستقبل کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے اور اس کو پیش آنے والی تنگ دستی یاد دلاتا ہے اور اس کو صدقہ سے منع کرتا ہے' جب کہ وہی شیطان بےہودہ اور زنا کے کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کے پاس ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ ہوتا ہے' شیطان اس کو شر سے ڈراتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا ہے اور فرشتہ اس سے خیر کا وعدہ کرتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۴۸) ف۴۳۸ حکمت سے مراد علم و عمل کا مجموعہ ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۳) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمت مؤمن کی گم شدہ چیز ہے' جہاں سے بھی حکمت ملے تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے' نیز آپ ﷺ نے فرمایا: لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹے! علماء کی مجلس کو لازم رکھو اور حکماء کا کلام سنو کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دل کو اس طرح زندہ کر دیتا ہے' جس طرح مردہ زمین تیز بارش سے زندہ ہو جاتی ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۰) ف۴۳۹ نذر یہ ہے کہ تم کسی کام کے ہونے کی بناء پر اپنے اوپر ایسی عبادت کو واجب کر لو' جس کو تم پر واجب نہیں کیا گیا ہے۔ (المفردات ص ۴۸۷) نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے کیونکہ شریعت میں نذر بھی عبادت ہے' اور غیر خدا کی عبادت جائز نہیں' ہاں! (اگر) نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لیے مانی ہو اور شیخ و بزرگ وغیرہ کا ذکر صرف نذر کو خرچ کرنے کے محل کے لیے ہو تاکہ اس مزار یا مسجد میں بیٹھنے والے فقراء اور مستحقین پر ان چیزوں کو خرچ کر دیا جائے تو اس اعتبار سے یہ نذر جائز ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸) نذر کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے' وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اس کی معصیت کی نذر مانی ہے' وہ اس معصیت کو نہ کرے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۱) ف۴۴۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نفلی صدقہ خفیہ طور پر دینا علانیہ صدقہ سے ستر درجہ افضل ہے اور صدقہ مفروضہ کو علانیہ دینا خفیہ دینے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خفیہ عمل علانیہ سے افضل ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی اقتداء کی جائے' اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۳) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا صدقہ اس کی عمر میں اضافہ کرتا ہے' بُری موت کو دور کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تکبر اور فخر کو دور فرماتا ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۵)

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾

اور تم جو اچھی چیز خرچ کرتے ہو' سو وہ تمہارے نفع کے لیے ہے' اور تم صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے ہی خرچ کرتے ہو' اور تم جو اچھی چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے ان کا تم کو پورا اجر دیا جائے گا ف۴۳۱ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گاO

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ف۴۳۲ ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) صورت سے پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' ف۴۳۳ تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو' بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہےO

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ف۴۳۴ تو ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گےO ف۴۳۵

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' ف۴۳۶

ف۴۳۱ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نفلی صدقات ذمی کافروں کو دیئے جاسکتے ہیں یعنی جو کافر مسلمانوں کے ملک میں حکومت کی امان کے ساتھ رہتے ہیں' وہ اہل ذمہ کے حکم میں ہیں' ان کو نفلی صدقات دیئے جاسکتے ہیں اور صدقاتِ فرضیہ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہیں اور حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے ف۴۳۲ ان فقراء سے مراد اہل صفہ ہیں' جنہوں نے خود کو علمِ دین کے حصول کے لیے وقف کیا ہوا تھا' یہ ستر نادار صحابہ تھے' جو مسجد نبوی میں رہتے تھے' نبی ﷺ نے ان کے لیے چبوترہ بنوایا تھا' یہ اپنی بلند ہمت اور خودداری کی وجہ سے کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے' نہ انہوں نے وضع قطع مسکینوں اور درویشوں کی سی بنائی ہوئی تھی کہ ان کی ظاہری حالت قابلِ رحم ہو اور دیکھنے والا ان کو ضرورت مند سمجھ کر ان کی مدد کرے' یہ صحابہ ''خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر'' کی عملی تصویر تھے' یہ شدید ضروریات میں بھی اپنی سفید پوشی کو قائم رکھتے تھے اور اپنے چہروں سے اپنی بھوک اور پیاس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اور ان سے باتیں کرنے والا' ان کی ظاہری حالت کو دیکھنے والا' ان کو خوش حال اور شکم سیر گمان کرتا تھا ف۴۳۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے' جس کو ایک کھجور یا دو کھجور لوٹا دیں' یا ایک لقمہ اور دو لقمے لوٹا دیں' مسکین تو وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے باز رہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ''وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے''۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا' میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۵۹۔۳۵۸) کیونکہ جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا ہو یا اتنی بدنی طاقت ہو کہ وہ محنت مزدوری کر کے ایک دن کی خوراک حاصل کر سکے' اس کے لیے سوال جائز نہیں ہے اور اگر دینے والے کو یہ علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کو دے تو وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ حرام کام میں مدد کر رہا ہے۔ (درمختار ج ۲ ص ۶۹) ف۴۳۴ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' ان کے پاس چار درہم تھے' ایک درہم انہوں نے رات میں خرچ کیا' ایک دن میں' ایک خفیہ اور ایک علانیہ۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۳) ف۴۳۵ یہ آیت سورۂ توبہ کے نزول سے پہلے نازل ہوئی تھی' جب سورۂ توبہ میں صدقاتِ فرضیہ اور ان کی تفصیل نازل ہوئی تو تمام صدقات اس تفصیل کے مطابق خرچ کیے جانے لگے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۳) ف۴۳۶ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مالِ غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا اور سود کھانے سے' سو جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ (معجم کبیر ج ۱۸ ص ۶۰)

الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے ف۴۴۷ اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے ف۴۴۸ سو جس

اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی پس وہ (سود سے) باز آ گیا

فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ

تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي

دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ ف۴۴۹ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات

الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہ گار کو پسند نہیں کرتا ○ ف۴۵۰ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَھُمْ

نیک اعمال کیے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لیے

اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مومن

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ

ہو ○ ف۴۵۱ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو ف۴۵۲

ف۴۴۷ سود خور یہ کہتے تھے کہ بیع سود کی طرح ہے‘ یہ بداہۃً باطل ہے‘ سود اور بیع میں فرق ہے۔ تاجر جب اپنا روپیہ تجارت میں لگاتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں امکان ہیں‘ اس کے برعکس سود خور جو اپنے روپے پر سود وصول کر رہا ہے اس کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں۔ اسی طرح تجارت میں مبیع اور قیمت کے تبادلہ کے بعد بیع مکمل ہو جاتی ہے لیکن سود میں اصل رقم واپس کرنے کے بعد اس پر سود در سود کا سلسلہ عرصۂ دراز تک قائم رہتا ہے ف۴۴۸ اسلام نے حرکت اور عمل کی تعلیم دی ہے اور اسلام ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جو عداوت‘ بغض‘ مناقشہ اور نزاع کا موجب ہو اور کینہ‘ حسد‘ حرص اور طمع کی بیخ کنی کرتا ہے اور مال کو صرف جائز اور مشروع طریقے سے لینے کی اجازت دیتا ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو اور سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے اور شریعت نے بغیر حق شرعی کے مال لینے کو ناجائز قرار دیا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے استحصال سے منع کیا ہے۔ سود کے متعلق علمی تحقیق اور تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۰۲۳ تا ۱۰۳۹ کا مطالعہ فرمائیں۔ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدقِ نیت سے سود خوری چھوڑ دے گا‘ اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا یا اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا‘ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے‘ کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے ف۴۴۹ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا ہو اور پھر وہ شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کیونکہ سود کی حرمت قطعی ہے اور حرام قطعی کو حلال سمجھنا صریح کفر ہے ف۴۵۰ سود کے مال میں برکت نہیں رہتی اور جس مال میں سود کا مال شامل ہے وہ مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے‘ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ روٹی کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر اُحد پہاڑ جتنا کر دیتا ہے۔ (معجم کبیر ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۵) ف۴۵۱ یہ آیات حضرت عباس بن عبد المطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہیں‘ وہ دونوں زمانۂ جاہلیت میں شریک تھے‘ جس وقت وہ مسلمان ہوئے تو لوگوں کے اوپر ان کے سود کی بڑی بھاری رقمیں تھیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جو سود تھا اس کو مت وصول کرو۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۷۱) اس لیے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سود کی ممانعت فرما دی اور اس کے رسول ﷺ نے بھی احادیث میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے‘ کھلانے والے‘ سود پر گواہی دینے والے اور سود کے لکھنے والے پر لعنت کی ہے اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان سود کا جو ایک درہم وصول کرتا ہے وہ اللہ کے نزدیک اسلام میں تینتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۷) ف۴۵۲ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد بھی جو لوگ سود لینے کو ترک نہ کریں ان سے اسی طرح جنگ کی جائے جس طرح مرتدین اور باغیوں سے جنگ کی جاتی ہے۔ جمہور مفسرین کا یہی مختار ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۵۳)

وَرَسُولِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ

اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارا حق ہیں، نہ تم ظلم کرو

وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ

اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گے O اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو O ۴۵۳ع اور اس دن سے ڈرو

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ

جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور

هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ

ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا O ۴۵۴ع اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو ۴۵۵ع

اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۪

تو اسے لکھ لیا کرو ۴۵۶ع اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے ۴۵۷ع

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ

اور جس شخص کو اللہ نے لکھنا سکھایا ہو اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے ۴۵۸ع اور جس

الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ

شخص پر قرض ہو لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ

اور اگر مقروض کم عقل ہو یا کمزور ہو یا وہ خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست)

ف۴۵۳ جس شخص پر لوگوں کے بہت زیادہ قرض ہوں اور قرض خواہ مطالبہ کر رہے ہوں تو حاکم کے لیے یہ جائز ہے کہ مقروض کی ضروریات کے سوا باقی مال نیلام کر کے قرض خواہوں کو قرض ادا کر دے' اگر مقروض لوگوں کے واجبات ادا نہ کرے تو اس کو قید کرنا جائز ہے' الا یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے۔ (تفسیر منیر ج ۳ ص ۱۰۱) مقروض کو ادائیگی کی مہلت دینا واجب ہے اور اس کا قرض معاف کر دینا مستحب ہے اور اس معاملے میں مستحب کا اجر واجب سے زیادہ ہے' کیونکہ حدیث میں مقروض کو مہلت دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا کسی آدمی پر کوئی حق ہو اور وہ اس کو موخر کر دے تو اس کو ہر روز صدقہ کا اجر ملے گا' نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور اس کی مصیبت دور کی جائے وہ تنگ دست کے لیے کشادگی کرے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۸) ف۴۵۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس دن سے ڈرا رہا ہے' جس دن تم سب لوگ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے' اس دن وہ بُرے اعمال سامنے آئیں گے جو تم کو ہلاک کر دیں گے' اور تمہیں لوگوں کے درمیان رسوا اور شرمندہ کریں گے' وہ اعمال کی جزا کا دن ہے' اس دن کوئی نیک عمل ہو سکے گا نہ کسی بُرے کام پر توبہ ہو سکے گی' وہ ثواب' عتاب اور محاسبہ کا دن ہے' اس دن ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی' خواہ اس کے عمل نیک ہوں یا بد' خیر ہوں یا شر' اس دن ہر عمل سامنے آ جائے گا اور کوئی چھوٹا یا بڑا عمل باقی نہیں بچے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان اعمال کی جزا دے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ف۴۵۵ اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ خرید و فروخت کا کوئی معاملہ ادھار پر کریں تو اس کے تحفظ کے لیے اس کو لکھ لیں اور اس پر گواہ بنا لیں' اس آیت میں دَین کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت گندم کی بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی (گندم کی قیمت کی پیشگی ادائیگی کر دی جائے اور فصل کٹنے کے بعد گندم کو وصول کیا جائے) اس میں گندم کی مقدار بھی معلوم ہو اور اس کی مدت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۷۶) بیع سلم کے جواز پر نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو لوگ ایک یا دو سال کی مدت پر پھلوں میں بیع سلم کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں میں بیع سلم کرے اس کا کیل معلوم ہو اور وزن معلوم ہو (یعنی مقدار معلوم ہو) اور اس کی مدت معلوم ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱) ف۴۵۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کو لکھنے اور اس پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں دین کے معاملہ کو لکھنے' اس پر گواہ بنانے کا جو حکم ہے وہ استحباب کا ہے' ہماری بہتری' خیر خواہی اور دین اور دنیا میں احتیاط کے لیے ہے ف۴۵۷ عدل کے ساتھ لکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح صاحب حق اس کو لکھوائے اسی طرح لکھے' یہ نہیں کہ کچھ کا کچھ لکھ دے کہ اس طرح لکھنے سے آپس میں نزاع و اختلاف کی راہ ہموار ہو گی جب کہ شریعت اس لکھائی کے ذریعے اس کو مٹانا چاہتی ہے ف۴۵۸ اس آیت میں کاتب کو لکھنے سے انکار سے منع کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بھائی کی نصرت پر قدرت دی ہے تو اس کو اپنے بھائی کی مدد و نصرت کرنی چاہیے اور جو اپنے مسلمان بھائی کی مدد و نصرت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی مدد و نصرت فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۷۴)

أَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا

عدل سے لکھوا دے اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ

بنا لو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنا لو)

وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا

جن کو تم گواہوں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) اگر بھول جائے

فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ

تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے ۵۹؁ اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں ۶۰؁

وَلَا تَسْئَمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ

اور (قرض) چھوٹا ہو یا بڑا اس کی معیاد تک اس (کی دستاویز) کو لکھنے میں تساہل نہ کرو، اللہ

اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ

کے نزدیک یہ بہت عادلانہ کارروائی ہے اور گواہی دینے کے لیے بہت درست طریقہ ہے

اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

اور شکوک و شبہات دور کرنے کے بہت قریب ہے، ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بدست

جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ

کرتے ہو اس کو نہ لکھنے پر تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو، اور نہ کسی

كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا

لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو ۶۱؁ اور اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہو گا اور اللہ سے

ف۴۵۹ کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے "میں گواہی دیتا ہوں" کے الفاظ کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینا شہادت ہے۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۴۴۶) تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے۔ (المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۸) نیز فقہاء احناف کے نزدیک مالی حقوق کے علاوہ میں مثلاً نکاح، طلاق، وصیت، عدت، حوالہ وقف اور صلح وغیرہ میں بھی ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے (یعنی حدود اور قصاص کے سوا تمام معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے)۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۱) اسی طرح وہ تمام اُمور جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے، مثلاً حیض، عدت، رضاعت، ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ، ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں کو مرد دیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ (ہدایہ اخرین ص ۱۵۵، المغنی ج ۱۰ ص ۱۶۱) مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی اس لیے رکھی گئی ہے کہ وہ فطرۃً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بھی کم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار، جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، دنیا میں معدودے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا۔ غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے، چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرأت اور حوصلہ کا کام ہے، اسی وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالۃً اور بالذات مردوں کے سپرد کیا ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ المفیدۃ کی مایہ ناز تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۸۴ تا ۲۰۵ کا مطالعہ فرمائیں ف۴۶۰ حسن بصری نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا مستحب ہے، اگر گواہ زیادہ ہوں اور مدعی کا حق معطل ہونے کا خدشہ نہ ہو تو جس گواہ کو بلایا گیا ہے اس کا جانا مستحب ہے اور کسی عذر کی وجہ سے ان کا نہ جانا بھی جائز ہے اور اس میں گناہ نہیں ہے اور اگر گواہ کو یہ خدشہ ہو کہ اس کے نہ جانے سے کسی کا حق معطل ہو جائے گا تو پھر اس کا شہادت دینے کے لیے جانا واجب ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۷۳۵) ف۴۶۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نہ کاتب کو ضرر پہنچایا جائے نہ گواہ کو یعنی صاحب حق کو شریعت نے اس سے منع کیا ہے کہ وہ کاتب اور گواہ کو ان کے کاموں سے روک کر انہیں لکھنے اور گواہی دینے کے لیے مجبور کرے یا ان کو اس سلسلے میں ہونے والے اخراجات ادا نہ کرے یا لکھنے اور گواہی دینے میں جو ان کا وقت خرچ ہو اس کا معاوضہ ان کو ادا نہ کرے۔

اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ

ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO اور اگر تم سفر میں ہو (اور تم نے دَین

عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ

پر بھی کوئی معاملہ کرنا ہو) اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بناء پر دین کا معاملہ کرلو) ۴۶۲

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ

پھر اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے ۴۶۳ اور اللہ سے ڈرے

رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ

جو اس کا رب ہے ۴۶۴ اور گواہی کو نہ چھپاؤ ۴۶۵ اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گناہ آلود ہے ۴۶۶

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہےO اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور

الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ

جو کچھ زمینوں میں ہے ۴۶۷ اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا'

اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ

قادر ہےO ۴۶۸ (ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟

اور مؤمن (بھی ایمان لائے) اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ۴۶۹ سب (یہ کہتے ہوئے) ایمان لائے کہ

ع ۳۹ / ۲ / ۷

ف۴۶۲ اس آیت میں یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور تم نے کسی شخص سے کوئی ادھار چیز خریدنی ہے اور بائع کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے تمہیں دورانِ سفر کاتب یا گواہ دستیاب نہ ہو تو بائع کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رہن رکھ دو' مقبوضہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ بائع اس چیز پر صرف قبضہ کرے گا' وہ اس میں تصرف کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کا مجاز اور مختار نہیں ہے۔ یہ آیت جواز استحباب رہن میں دلیل ہے۔ یہاں جو رہن کو سفر سے مقید کیا گیا ہے تو یہ قید اتفاقی ہے' رہن سفر و حضر دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ گروی (رہن) رکھ کر ایک یہودی سے طعام خریدا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۱) یہ حدیث حضر میں رہن کے جواز پر دلیل ہے ف۴۶۳ یعنی اگر دائن کو مقروض کی امانت داری پر اعتماد ہو اور وہ دستاویز لکھنے' کسی کو گواہ بنانے اور قرض کے مقابلہ میں کسی چیز کو گروی رکھنے کے بغیر اپنا مال مقروض کے حوالے کر دے یا اپنا مال اس کو فروخت کر دے تو مقروض پر لازم ہے کہ وہ دائن کے اعتماد پر پورا اترے اور اس کی امانت اس کو ادا کر دے' اس پر اجماع ہے کہ قرض کا ادا کرنا واجب ہے اور اگر مقروض قرض کی ادائیگی میں پس و پیش سے کام لے تو حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کو قرض اداء کرنے پر مجبور کرے ف۴۶۴ اس آیت میں مقروض کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں سے اموال لیے اور وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ ان اموال کو اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے لوگوں کے مال لیے' درآں حالیکہ وہ ان کو تلف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا (تو) اللہ تعالیٰ اس شخص کو تلف (ضائع) کر دے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۱) اس حدیث میں ادائیگی قرض میں بلاوجہ تاخیر کرنے میں اور اس کو ادا نہ کرنے کے ارادہ پر سخت وعید ہے ف۴۶۵ یہ نہی تحریمی ہے اور گواہی کا چھپانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید معلق فرمائی ہے اور گواہی چھپانے کا معنی یہ ہے کہ انسان گواہی دینے سے اپنے آپ کو روک لے اور گواہی چھپانا اس وقت حرام ہے' جب اس کے گواہی نہ دینے سے صاحبِ حق کا حق ضائع ہو جائے ف۴۶۶ اس آیت میں گناہ کی اضافت دل کی طرف ہے کیونکہ شہادت چھپانے اور اس کو ادا نہ کرنے کی نیت کا تعلق دل سے ہے اور جب کسی فعل کی اضافت کسی عضو کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے زیادہ تاکید ہوتی ہے' جیسے کہتے ہیں: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا' یا قلب کی طرف اضافت اس لیے کی ہے کہ گناہ کا اثر قلب میں ظاہر ہوتا ہے ف۴۶۷ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اس کا مالک ہے اور مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مملوک کو جس چیز کا چاہے مکلف کرے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توحید و رسالت اور قیامت اور جزا و سزا کے ماننے کا مکلف کیا ہے ف۴۶۸ ذہن میں وارد ہونے والے اُمور کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) ''ھاجس'' اچانک کسی چیز کا خیال آئے (۲) ''خاطر'' کسی چیز کا بار بار خیال آئے (۳) ''حدیثِ نفس'' جس چیز کا خیال آئے' ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے (۴) ''ھم'' غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے اس سے ضرر ہو (۵) ''عزم'' مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو' وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کرے اور اس کی نیت کرے' اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو ھاجس' خاطر' حدیث نفس اور ھم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا' البتہ گناہ کا عزم کر لے تو وہ مستحق مواخذہ ہے' خواہ اس کے بعد گناہ کا فعل نہ کرے۔ (تفسیر صاوی ج ۱ ص ۹۹) ف۴۶۹ اس آیت میں پہلے اللہ پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے' کیونکہ ہر ذی عقل سب سے پہلے وجود صانع پر استدلال کرتا ہے' اس کے بعد فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان فرشتے واسطہ ہیں' اس لیے ان کا دوسرے درجے میں ذکر ہے' پھر کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے' کیونکہ کتابیں وہ وحی ہیں جن کو فرشتہ اللہ تعالیٰ سے لے کر نبیوں تک پہنچاتا ہے' اس لیے ان کا تیسرے مرتبہ میں ذکر ہے' اس کے بعد رسولوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے' کیونکہ وہی وحیٔ الٰہی کے انوار سے اقتباس کرتے ہیں' اس لیے ان کا چوتھی جگہ ذکر ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ

ہم (ایمان لانے میں) ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے ف۲۷۰ اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

کی ف۲۷۱ اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○ ف۲۷۲ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت

وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ

سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا ف۲۷۳ جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے

اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا

ہیں ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے ف۲۷۴ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

کرنا ف۲۷۵ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا اے ہمارے رب! ہم پر ان احکام

لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا

کا بوجھ نہ ڈالنا جن کی ہمیں طاقت نہ ہو ف۲۷۶ اور ہمیں معاف فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مالک ہے تو

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما ○ ف۲۷۷

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ ۸۹ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰۰ | رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

سورۂ آل عمران مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں دو سو آیتیں بیس رکوع ہیں

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

الف لام میم ○ ف۱ اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظامِ عالم کو قائم کرنے والا ہے ○ ف۲ اس نے حق

ف۲۷۰ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ہم رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے فرق کیا کہ بعض رسولوں پر ایمان لائے اور بعض پر نہیں لائے ف۲۷۱ یہود و نصاریٰ کو جب ان کے انبیاء علیہم السلام نے ان کی کتاب پر عمل پیرا ہونے اور احکامِ خداوندی کو تسلیم کرنے کی تلقین کی تو انہوں نے کہا تھا: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو احکامِ خداوندی کی تلقین فرمانے کے بعد انہیں "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی" کہنے کا ارشاد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی" نہ صرف زبان سے کہا بلکہ اس کو عملاً کر کے اپنے آپ کو اپنے قول و فعل میں سچا ثابت کیا ف۲۷۲ اللہ تعالیٰ سے نہ صرف بخشش و مغفرت کی امید رکھنی چاہیے بلکہ اس سے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ بخشش و مغفرت طلب فرماتے تھے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے' اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا' اے اللہ! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے' تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی بُرے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لامام ابن سنی ص ۱۴۱۔ ۱۴۰) ف۲۷۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے' تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم ہاتھ' پاؤں اور زبان کے کاموں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں' وسوسوں سے کیسے رجوع کریں تو جبرئیل اس آیت کو لے کر آئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینے میں جو وسوسے آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمالیا ہے' جب تک وہ اس پر عمل نہ کریں اور اس کی بات نہ کریں۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۷۶) ف۲۷۴ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو صرف ان ہی کاموں کا نفع یا ضرر ہو گا جو اس نے خود کیے ہوں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ جن کاموں کے وجود میں آنے کے لیے کسی طور سے بھی کسی انسان کا دخل ہو تو اگر وہ کام اچھے ہیں تو اس کو نفع پہنچے گا اور اگر وہ بُرے کام ہوں تو اس کو ان کا ضرر پہنچے گا۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہو گی اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی بُرے طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱) ف۲۷۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء' نسیان اور جس کام پر مجبور کیا گیا ہو' اس سے درگزر فرمالیا ہے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۷۷) ف۲۷۶ ابن جریج کا بیان ہے کہ ہم کو ایسے احکام کا مکلف نہ کرنا جن کو ہم ادا نہ کرسکیں' جس طرح ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ پر سخت احکام کا بوجھ ڈالا گیا' سابقہ امتوں پر بہت سخت اور دشوار احکام تھے' مثلاً ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں' زکوٰۃ میں چوتھائی مال کو ادا کرنا فرض تھا' نجس کپڑا کاٹے بغیر پاک نہیں ہوتا تھا' مالِ غنیمت حلال نہیں تھا' مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے' تیمم کی سہولت نہیں تھی' قربانی کو کھانے کی اجازت نہیں تھی' اونٹ کا گوشت حرام تھا' چربی حرام تھی' ہفتہ کے دن شکار کی اجازت نہ تھی' کوئی گناہ کرتے فوراً دنیا میں اس کی سزا مل جاتی' قصاص میں قتل کرنا لازم تھا' شرک کی توبہ قتل کرنا تھی' جس عضو سے گناہ ہوتا تھا' اس کو کاٹ دیا جاتا تھا' دیت کی سہولت نہیں تھی' بعض گناہوں کی سزا میں ان کی صورتوں کو مسخ کر کے (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

سورۂ آل عمران ف۱ یہ حروفِ مقطعات ہیں' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ان کا علم ہے ف۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا ہے کہ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا' وہ تمام نظامِ عالم کو قائم کرنے والا ہے' لہٰذا سب اس کے محتاج ہیں' وہ کسی کا محتاج نہیں اور جو

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ

کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس نے تورات اور انجیل کو

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

نازل کیا ○ ع اس (کتاب) سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے اور فرقان (حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا) نازل کیا بے شک جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو

اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے' اور اللہ غالب انتقام

انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا

والا ہے ○ ع بے شک اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے زمین میں اور نہ

فِی السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ

آسمان میں ○ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ ف وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے

مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

(اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں ۲ جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں' بے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا

کے در پے رہتے ہیں' حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ۵ اور ماہر علماء

محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے۔ موجودہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بھوک لگی تھی۔ متی کی انجیل میں ہے: اور صبح کو پھر شہر جا رہا تھا اسے بھوک لگی۔ (متی باب: ۲۱' آیت: ۱۸) انجیل کے اقتباس سے حضرت عیسیٰ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے' جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ نہ خدا تھے اور نہ ہو سکتے ہیں ف۳ قرآن مجید جہاں تورات وانجیل کے محرف ہونے کو واضح کرتا ہے' وہاں ان کی بعض آیتوں کی تصدیق بھی کرتا ہے' مثلاً تورات میں ہے: دیکھ آسمانوں اور آسمانوں کا آسمان اور زمین اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب خداوند تیرے خدا ہی کا ہے۔ (استثناء باب: ۱۰' آیت: ۱۵' عہد نامہ قدیم ص ۱۷۶) قرآن مجید نے تورات کے اس اقتباس کی تصدیق اس طرح کی ہے: "لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" (البقرہ: ۲۸۴) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ اسی طرح تورات میں ہے: خداوند تم کو اپنے زور دار ہاتھ سے نکال لایا اور غلامی کے گھر یعنی مصر کے بادشاہ فرعون کے ہاتھ سے تم کو مخلصی بخشی۔ (استثناء باب: ۷' آیت: ۸) (عہد نامہ قدیم: ۱۷۳) اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے: "وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ" (البقرہ: ۴۹) اور یاد کرو جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی۔ علاوہ ازیں قرآن مجید انجیل کی بھی کئی آیات کی تصدیق کرتا ہے' مثلاً انجیل میں ہے: "اس نے جواب میں کہا: میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی باب: ۱۵' آیت: ۲۴) (نیا عہد نامہ ص ۱۹) انجیل کے اس اقتباس کی قرآن مجید کی اس آیت میں تصدیق ہے: "وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ" (آل عمران: ۴۹) (مسیح عیسیٰ ابن مریم) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ اسی طرح انجیل میں ہے: مانگو تم کو دیا جائے گا' ڈھونڈو تو پاؤ گے' دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔ (متی باب: ۷' آیت: ۷) (نیا عہد نامہ: ۱۰) انجیل کے اس اقتباس کی قرآن مجید کی اس آیت میں تصدیق ہے: "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" (المؤمن: ۶۰) اور آپ کے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا مانگو میں ضرور قبول کروں گا۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۳۸ تا ۵۹ کا مطالعہ فرمائیں ف۴ قرآن مجید کے احکامات کی حقانیت تورات وانجیل سے معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو لوگ اس کی حقانیت سے انکار کریں' ایسے لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے ف۵ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلالت کرتی ہے اور یہ جو فرمایا ہے: وہ ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے' تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے اور کمال علم اور کمال قدرت پر ہی الوہیت کا مدار ہے' کیونکہ مخلوق کو پیدا کرنا' اس کو قائم رکھنا' ان کی ضروریات اور ان کی بہتری کی چیزوں کا فراہم کرنا اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنا اور اس کے مطابق ان کو جزا اور سزا دینا' یہ تمام اُمور وہی انجام دے سکتا ہے جس کا علم ہر شئی پر محیط ہو اور اس کو ہر چیز پر قدرت ہو ف۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: محکمات وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں اور ان میں حلال' حرام' حدود اور فرائض کا بیان ہے اور یہ کہ کس پر ایمان لایا جائے اور کس پر عمل کیا جائے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۱۵) ف۷ حضرت سیدنا جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ متشابہ وہ آیات ہیں جن کا معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور مخلوق میں کسی کو بھی ان کا علم نہیں ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۱۶) لیکن نبی اکرم ﷺ کو ان کا معنی قطعی طور پر معلوم ہے۔ (التفسیرات الاحمدیہ ص ۹۳) ف۸ اس سے مراد نجران کے عیسائی ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے پر استدلال کیا تھا' قرآن کریم نے ان کا رد کیا اور یہ کہا کہ ان لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' جس کی وجہ سے وہ فتنہ جوئی کے در پے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے متشابہ کے محمل کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے' جس سے یہ غلط استدلال کرتے ہیں۔

اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ

یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے ف۹

رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ

اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں○ اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں

اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞

کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما' بے شک تو بہت عطا فرمانے والا ہے○ ف۱۰

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ

اے ہمارے رب! بے شک تو لوگوں کو اس دن جمع فرمانے والا ہے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے ف۱۱ بے شک اللہ (اپنے)

الْمِيْعَادَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا○ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں اللہ (کے عذاب) سے نہ ان کے مال ہرگز بچا سکیں گے نہ

لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۞ۙ

ان کی اولاد اور وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں○ ف۱۲

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

ان کا طریقہ (بھی) قوم فرعون اور ان سے پہلی اقوام کے طریقوں کی طرح ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ قُلْ

تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیا' اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ ف۱۳ آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ

تم عنقریب مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ

ف۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماہر علماء کی مدح فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: قرآن مجید کی تفسیر کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ تفسیر جس میں جہل نہیں ہے (۲) وہ تفسیر جس کو عرب اپنی زبان دانی کی وجہ سے جان لیتے ہیں (۳) وہ تفسیر جس کو صرف علماء ماہرین ہی جانتے ہیں (۴) وہ تفسیر جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قرآن مجید میں ہے: "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طٰہٰ: ۵) رحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہے۔ یہ آیت بھی متشابہات میں سے ہے' امام مالک سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "استوٰی" کا مطلب (قائم' قرار گزیں) معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۸_۲۶) ف۱۰ اس دعا کا محمل یہ ہے: ہم کو ایسی آفات اور بلاؤں میں مبتلا نہ فرما' جس کے نتیجے میں ہمارے دل ٹیڑھے ہو جائیں یا ہم پر لطف و کرم کرنے کے بعد ان الطاف و عنایات کو ہم سے سلب نہ کر' جس کے نتیجہ میں ہم فتنہ میں پڑ جائیں اور ہمارے دل ٹیڑھے ہو جائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے: اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ پر اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر ایمان لا چکے ہیں' کیا آپ کو ہمارے متعلق کوئی خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ ان دلوں کو بدلتا رہتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۱۲' صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵) ف۱۱ علماء راسخین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ہدایت دینے کے بعد ان کے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے اور ہدایت یافتہ ہونے اور دلوں میں کجی نہ ہونے کا ثمرہ قیامت کے دن ظاہر ہوگا' اس لیے انہوں نے کہا کہ وہ قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اور جزا اور سزا کے جاری ہونے کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان رکھتے ہیں ف۱۲ ایک نصرانی ابوحارثہ بن علقمہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ (سیدنا محمد ﷺ) اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں لیکن اگر میں نے لوگوں پر ان کی نبوت کے برحق ہونے کو ظاہر کر دیا تو روم کے بادشاہ مجھ سے وہ سب مال واپس لے لیں گے جو انہوں نے مجھے دیئے ہیں۔ تو ان جیسے لوگوں کے لیے یہ آیت نازل ہوئی جو دنیاوی مال و متاع کو ایمان پر ترجیح دیتے تھے کہ کل قیامت کے دن یہ دنیاوی مال و متاع کچھ فائدہ نہیں دے گا ف۱۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جن لوگوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی تکذیب کی ہے' ان کا طریقہ پہلے زمانے کے کافروں کی مثل ہے' سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے باعث اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور ان کو عذاب دیا تھا' سو اسی طرح ان پر بھی گرفت کی جائے گی اور ان کو بھی عذاب ہوگا۔ پچھلی امتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرعون کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ یہاں بنو اسرائیل کے ساتھ کلام ہے اور ان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے سبب قوم فرعون کو غرق کر دیا تھا اور بنو اسرائیل کو ان پر مسلط کر دیا تھا اور بنو اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کر دیا تھا اور انجام کار فرعون کا ٹھکانا دوزخ ہے' سو یہی حال سیدنا محمد ﷺ کے مخالفوں اور کافروں کا ہوگا' دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار کرے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

الْمِهَادُ ⑫ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ

کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے○ ۱۴ بے شک تمہارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو (میدانِ بدر میں) باہم صف آرا ہوئیں ایک جماعت

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ

اللہ کی راہ میں جنگ کر رہی تھی اور دوسری جماعت کافرتھی ۱۵ وہ (کافر) ان (مسلمانوں) کو کھلی آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے ۱۶

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي

اور اللہ اپنی مدد کے ذریعہ جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے' بے شک اس واقعہ میں آنکھوں والوں کے لیے ضرور

الْاَبْصَارِ ⑬ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ

عبرت ہے○ ۱۷ لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ

اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت

وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

خوش نما بنا دی گئی ہے' یہ (سب) دنیا کی زندگی کا سامان ہے' اور اللہ ہی کے

حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا

پاس اچھا ٹھکانا ہے○ ۱۸ آپ کہیے کہ کیا میں تم کو ان (سب) سے بہتر چیز کی خبر (نہ) دوں؟ ۱۹ اللہ سے ڈرنے والوں

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ

کے لیے ان کے رب کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑮

پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا ہے' اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے○ ۲۰

ف۱۴ جنگ بدر میں جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو شکست فاش دی تو مدینہ پہنچنے کے بعد آپ بنو قینقاع کے بازار میں گئے اور آپ نے یہود کو جمع کر کے فرمایا: اے جماعتِ یہود! اسلام قبول کر لو ورنہ تمہارا بھی قریش کی طرح حشر ہوگا' یہود نے جواب دیا: اے محمد (ﷺ)! آپ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوں' آپ کا ہم ایسوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا' جب ہم سے معرکہ ہوگا تو پتا چل جائے گا' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ف۱۵ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ میں حق و باطل کا اوّلین معرکہ میدانِ بدر میں ہوا' اس دن اہلِ اسلام کی جماعت اللہ کی راہ میں لڑنے والی تھی اور ان کے مدمقابل کفار و مشرکین کی جماعت تھی ف۱۶ بدر کے موقع پر کفار تعداد میں بہت زیادہ تھے' ان کے پاس اسلحہ بھی بہت زیادہ تھا' اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اسلحہ بھی بہت کم تھا' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو مظفر و منصور کیا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ غلبہ اور فتح کا دار و مدار صرف اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت پر ہے۔ یہود یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس اسلحہ کی فراوانی ہے اور ان کو عددی برتری حاصل ہے' اس لیے وہ غالب ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مزعوم کو باطل کر دیا اور یہ واضح کر دیا کہ جس رب نے ایک بے اسلحہ اور ناتجربہ کار تین سو تیرہ افراد کی جماعت کو ان سے تین گنا بڑی جماعت جو جنگی تجربہ کے ساتھ ساتھ بھاری اسلحہ بھی رکھتی تھی' اس پر فتح و برتری عطا کی ہے' وہ اس جماعت کو آئندہ بھی فتح و کامرانی سے ہمکنار فرمائے گا ف۱۷ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن دعا کی: اے اللہ! اپنے عہد اور وعدے کو پورا فرما' اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: آپ کے لیے یہ دعا کافی ہے۔ آپ باہر آئے درآں حالیکہ آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ○" (القمر: ۴۵) عنقریب کافروں کا یہ جتھا شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے○ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۶۴) پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اطمینان اور ان کو بشارت دینے کے لیے ایک ہزار فرشتوں کو نازل کیا ف۱۸ اس آیت میں جن چیزوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انسان کے لیے ان کی شہوات کی محبت مزین کی گئی ہے اور یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہے' اور ان سے بہتر چیز آخرت کی نعمتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ان چیزوں سے محبت نہیں کرنی چاہیے یا ان چیزوں کو چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں اشتغال اور انہماک نہیں ہونا چاہیے حتیٰ کہ انسان دنیا کی زینت اور خوشنمائی میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے بلکہ انسان معتدل طریقہ پر گامزن ہو' اسلام دینِ فطرت ہے' اس میں دین و دنیا دونوں کے احکام موجود ہیں' اسلام دہریت اور رہبانیت دونوں کے خلاف ہے' عبادات' معاملات اور سیاسیات کا جامع ہے ف۱۹ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے افضل فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں' انسان کو جس وقت دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں اس وقت بھی اس کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ نہ جانے کب یہ نعمتیں اس کے ہاتھ سے جاتی رہیں' نیز دنیا میں انسان کو اگر کسی ایک وجہ سے راحت میسر ہوتی ہے تو کسی اور طرف سے مصیبت اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے اور دنیا میں کوئی شخص کبھی رنج و فکر سے خالی نہیں ہے' اس کے برعکس آخرت کی نعمتوں میں کسی اعتبار سے فکر و رنج کی آمیزش نہیں ہوتی ہے ف۲۰ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت میں باغات' پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے مراد متقی لوگ ہیں اور متقی وہ مؤمن ہے جو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے مجتنب ہو اور کامل متقی وہ ہے جو خلاف سنت اور خلاف اولیٰ سے بھی محترز ہو۔

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ

جو یہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب

النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَ

سے بچاO ۲۱ جو صبر کرنے والے سچ بولنے والے (اللہ کی) اطاعت کرنے والے (راہِ خدا میں) خرچ کرنے والے

الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ

رات کے پچھلے پہر اٹھ کر مغفرت طلب کرنے والے ہیںO ۲۲ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں

وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ

اور فرشتوں نے اور علماء نے (شہادت دی) درآں حالیکہ وہ (اللہ) عدل کے ساتھ نظام قائم کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق

الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ

نہیں وہ بہت غلبہ والا حکمت والا ہےO ۲۳ بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے ۲۴ اور اہل کتاب نے علم حاصل ہونے کے باوجود

اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ

جو باہم اختلاف کیا وہ ایک دوسرے سے عناد کے باعث تھا ۲۵

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ

اور جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرے تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہےO اور (اے محبوب!) اگر پھر بھی

حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ

یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیے کہ میں اور جس نے بھی میری پیروی کی ہے اس نے اللہ کے لیے اسلام قبول کرلیا ہے ۲۶ اور

لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ

آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہیے: کیا تم نے اسلام قبول کرلیا؟ ۲۷ پھر اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے

ف۲۱ انسان زندگی کا ہر سانس اطاعتِ الٰہی میں گزارنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے شکر سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اور یہ عدل و انصاف سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے شکر میں کوتاہی کرنے پر گرفت کرے اور اس کو عذاب دے اس لیے بڑے سے بڑا عبادت گزار بھی استغفار کرنے اور تقصیر طاعت پر معافی مانگنے سے مستغنی نہیں۔ اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے اور دوزخ سے نجات مانگنے والوں کی مدح کی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ محض اعمال پر بھروسہ کیے ہوئے نہیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے البتہ تم ہمیشہ نیک کام کرتے رہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶) ف۲۲ "قانتین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' اس کی عبادت پر کمربستہ رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر پناہ مانگتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو فرض' واجب اور مستحب ہر قسم کے صدقات ظاہر اور خفی ہر طریقہ سے ادا کرتے ہیں' اس آیت میں "قانتین" کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر استغفار کرتے ہیں' آخری حصہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت انسان کو بہت میٹھی نیند آتی ہے' اس میٹھی نیند کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے کھڑا ہو جانا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ سے انتہائی محبت کرتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ ہر رات کو جب تیسرا حصہ باقی رہتا ہے تو آسمانِ دنیا کی طرف نزول (توجہ) فرماتا ہے اور کہتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں' کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳) ف۲۳ اللہ تعالیٰ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں' خود انسان کے نفس میں اپنی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کردیئے ہیں اور فرشتوں اور رسولوں کو اپنی الوہیت اور وحدانیت کی خبر دی ہے اور رسولوں نے علماء اور عوام کو خبر دی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے' فرشتوں نے اور علماء نے اللہ کے واحد اور مستحق عبادت ہونے کی خبر دی ہے' اس آیت میں علماء دین کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی شہادت کے بعد علماء دین کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے ف۲۴ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا کہ اس کے ہاں سیدنا محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد جس دین کا اعتبار ہے وہ دین اسلام ہے (یعنی وہ دستورِ الٰہی جس کو سیدنا محمد ﷺ لے کر آئے ہیں) اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اب کوئی دین معتبر و مستند نہیں ہے' اس لیے کہ اسلام ہی دین کامل ہے اور اب اسی پر نجات کا دارومدار ہے ف۲۵ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور ان کا آپس میں یہ اختلاف تھا کہ یہود نے کہا: عزیر ابن اللہ ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح ابن اللہ ہیں اور ان دونوں نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ قریشِ مکہ کی بہ نسبت نبوت کے ہم زیادہ حق دار ہیں کیونکہ وہ ان پڑھ لوگ ہیں اور ہم اہل کتاب ہیں' باوجود اس کے کہ ان کے پاس سیدنا محمد ﷺ کی تصدیق کے متعلق علم آچکا ہے' ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق اوصاف' علامات اور پیشین گوئیاں تھیں ف۲۶ یہ آیت سیدنا محمد ﷺ کے دین کے تمام مخالفین کو شامل ہے' عام ازیں کہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں' مجوس ہوں یا بت پرست ہوں' اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے علم آنے کے باوجود سیدنا محمد ﷺ کی نبوت میں اختلاف کیا اور اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ان کے جواب میں یہ کہیں کہ میں نے تو اللہ کے حضور میں اپنا سرِ نیاز خم کردیا ہے کیونکہ اس سے پہلے نبی ﷺ اپنی نبوت کے صدق پر معجزات ظاہر کرچکے ہیں۔ درخت آپ کے بلانے پر چلے آئے' گوہ نے کلمہ پڑھا' پتھر آپ پر سلام عرض کرتے تھے' چاند و سورج آپ کے زیرِ تصرف تھے۔ ان تمام معجزات میں آپ کے دین کے صدق کا بیان تھا اور تمام بدعقیدگیوں کے حاملین کا رد تھا ف۲۷ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا تم نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ آپ ان سے کہیے کہ اسلام قبول کرلو' امر کے بجائے استفہام سے خطاب فرمایا اور اس میں یہ اشارہ ہے

اهْتَدَوْا ۚ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

تو وہ ہدایت پا گئے ہیں اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچانا ہے ۲۸ اور اللہ ہی بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے O

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ

بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے ہیں

وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم

اور عدل و انصاف کا حکم دینے والے لوگوں کو قتل کرتے ہیں ۲۹ آپ ان کو درد ناک

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۱﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

عذاب کی خوش خبری دے دیجئے O ۳۰ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع

وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿۲۲﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا

ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے O ۳۱ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب

نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

کا علم دیا گیا' انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرے

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن

پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے اور وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے O ۳۲ ان (سرکشی کی جرأت) کا سبب یہ ہے کہ

تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا

انہوں نے کہا کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی' ۳۳ اور انہیں ان کے دین کے متعلق اس بہتان نے

يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ

دھوکے میں رکھا جو وہ اللہ پر باندھتے تھے O اور کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے

کہ آپ کا مخاطب بہت ضدی اور ہٹ دھرم ہے اور وہ انصاف پسند نہیں ہے کیونکہ منصف مزاج شخص کے سامنے جب کوئی چیز دلیل سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ حیل و حجت نہیں کرتا اور اس کو فوراً قبول کر لیتا ہے وا۲۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ذمہ داری کو بیان فرمایا کہ آپ لوگوں تک صرف اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچانے پر مامور ہیں انہیں زبردستی مسلمان بنانے پر مامور نہیں ہیں' آپ اللہ تعالیٰ کے دین کو ان تک پہنچا کر بری الذمہ ہو گئے ہیں اب ایمان کو قبول نہ کرنے والے خود مجرم و سزاوار ہیں وا۲۹ حضرت سیدنا عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن کن لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہو گا؟ آپ نے فرمایا: جس شخص نے نبی کو قتل کیا یا نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کو قتل کیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عبیدہ! بنو اسرائیل نے صبح کے اول وقت میں تینتالیس نبیوں کو قتل کر دیا تو بنو اسرائیل کے ایک سو عبادت گزار علماء کھڑے ہوئے' انہوں نے ان کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو بنو اسرائیل نے اس دن کے آخری حصہ میں ان سب کو قتل کر دیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۴۵۔۳۴۴) وا۳۰ بنو اسرائیل کے عذاب کو خوش خبری سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ وہ کاموں کو اچھا سمجھ کر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ کام اچھے ہیں تو پھر ان کے لیے یہ خوشخبری ہے (اس کو اگلی آیت میں بیان کیا ہے) وا۳۱ اس سے پہلی آیت میں یہود کے تین جرم بیان کیے گئے تھے' اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنا' نبیوں کو ناحق قتل کرنا اور علماء ناصحین کو قتل کرنا' اب اس کے مقابلے میں ان کے لیے تین سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے' ان کے اعمال کا دنیا میں ضائع ہونا' آخرت میں ضائع و برباد ہونا اور ان کے لیے کسی مددگار کا نہ ہونا وا۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہودیوں کے مدرسے میں گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو ان یہودیوں میں سے نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ سے پوچھا: اے محمد ﷺ! آپ کس کے دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم کے دین پر اور ان کی ملت پر۔ انہوں نے کہا: ابراہیم تو یہودی تھے' آپ ﷺ نے فرمایا: تورات اس مسئلہ میں ہمارے اور تمہارے درمیان فیصل ہے' انہوں نے اس سے انکار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۴۵) وا۳۳ یہود اللہ تعالیٰ پر یہ افتراء باندھتے تھے کہ ہمیں صرف گنتی کے چند دن آگ جلائے گی' وہ کہتے تھے کہ انہوں نے چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی تھی' سو ان کو چالیس دن کا عذاب ہوگا۔

كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ

اور ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ ف۳۴ آپ یوں عرض کیجئے: اے

الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَ

اللہ! ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت میں مبتلا کرتا ہے سب بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے بے شک تو ہر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ

چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ ف۳۵ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے ف۳۶

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ

اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے ف۳۷ اور تو جس کو چاہے

تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

بے حساب رزق دیتا ہے ○ ف۳۸ ایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ

نہ بنائیں، اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے ف۳۹

شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ

ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو ف۴۰ اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے، اور

اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ

اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○ آپ کہیے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو

ف۳۴ اس آیت میں یہود کے افعال پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کے مخاطبین کو اس پر تعجب کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہود کو جمع فرمائے گا' جس دن سب نسب منقطع ہو جائیں گے اور کسی شخص کے کام نہ اس کا مال آئے گا اور نہ اس کی اولاد کام آئے گی اور ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور کسی شخص کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی ف۳۵ حسن بصری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فارس اور روم کے ملکوں پر غلبہ عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ دعا قبول فرمائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے مقامات اسی طرح ہیں' انہیں جب کسی دعا کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۲۴) ف۳۶ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم مظاہر میں سے یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ سردیوں میں بہ تدریج رات لمبی ہوتی رہتی ہے اور دن چھوٹا ہوتا رہتا ہے اور گرمیوں میں دن بہ تدریج لمبا ہوتا رہتا ہے اور رات چھوٹی ہوتی رہتی ہے' کبھی دن اور رات میں بہت فرق ہوتا ہے اور کبھی دونوں معتدل ہوتے ہیں ف۳۷ اس نکالنے سے یا تو مادی طور پر نکالنا مراد ہے' جیسے اللہ تعالیٰ بیج سے درخت کو نکالتا ہے' نطفہ سے انسان کو' انڈے سے پرندے کو یا اس سے معنوی طور پر نکالنا مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ جاہل سے عالم کو پیدا کرتا ہے اور کافر سے مؤمن کو پیدا کرتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالنا اس کے برعکس ہے' جیسے بیج کو درخت سے' نطفہ کو انسان سے اور جاہل کو عالم سے' کافر کو مؤمن سے پیدا کرتا ہے ف۳۸ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مال اور رزق سے بے حساب عطا فرماتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ عجم سے ملک چھین کر عرب کو عطا فرمادے اور بنو اسرائیل سے نبوت لے کر بنو اسماعیل کو عطا فرمادے ف۳۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ موالات سے منع فرمایا ہے۔ موالات کا معنی ہے: محبت اور قلبی لگاؤ۔ یہ محبت رشتہ داری کی وجہ سے ہوتی ہے یا پرانی دوستی کی وجہ سے ہوتی ہے یا نئی شناسائی کی وجہ سے ہوتی ہے جو غیر اختیاری ہوتی ہے اور جو چیز غیر اختیاری ہو وہ شرعاً معاف ہے اور درجہ اعتبار سے ساقط ہے' اس لیے یہاں نفس محبت سے ممانعت مراد نہیں ہے بلکہ انسان محبت کی بناء پر جو معاملہ اپنے محبوب کے ساتھ کرتا ہے اور محبت کے جن تقاضوں پر عمل کرتا ہے' ان معاملات اور تقاضوں پر عمل کرنے سے ممانعت مراد ہے' البتہ ان کے ساتھ مواسات (انسانی ہمدردی کا معاملہ کرنا) مدارات (گفتگو اور برتاؤ میں نرمی کرنا) اور مجرد معاملہ (معاشرتی برتاؤ کرنا) جائز ہے اور مداہنت (دنیاداری کے لیے حق کو چھپانا) ناجائز ہے۔ ان تمام اُمور پر قرآن مجید اور مستند احادیث کی روشنی میں سیر حاصل مطالعہ کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۰۴ تا ۱۱۱ کو ملاحظہ فرمائیں ف۴۰ اضطرار کی حالت میں تقیہ کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے اور یہ واجب نہیں ہے بلکہ تقیہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے تقیہ کیا' مشرکین نے حضرت خبیب بن عدی کو گرفتار کیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا' مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے زیادہ افضل ہیں جنہوں نے تقیۃً کفر کو ظاہر کیا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰)

يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى

اللہ کو اس کا علم ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اسے اس کا (بھی) علم ہے اور اللہ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ

قادر ہے ○ ف۴۱ وہ دن جس میں ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو (بھی) حاضر پائے گا

مُّحْضَرًا ۖۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ

اور اپنی کی ہوئی برائی کو (بھی) ف۴۲ اور وہ یہ خواہش کرے گا کہ کاش! اس شخص کے اور اس دن کے درمیان

بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ

بہت زیادہ فاصلہ ہوتا' اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر نہایت مہربان ہے ○ ف۴۳ آپ کہیے:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ

اگر تم اللہ سے محبت ف۴۴ کے دعوے دار ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ

اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ ف۴۵ آپ کہیے: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی' پھر اگر وہ روگردانی کریں

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ

تو بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ○ ف۴۶ بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو

اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ

اور آل عمران کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہانوں پر بزرگی دی ○ ف۴۷ ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں' ف۴۸ اور اللہ بہت سننے والا

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ۚ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ

خوب جاننے والا ہے ○ ف۴۹ جب عمران کی بیوی نے عرض کیا: اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے اس کی میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے

ف۴۱ اس سے پہلے چونکہ اللہ تعالیٰ نے جان' مال اور عزت کے خطرہ کے وقت کفار سے تقیۃً ظاہری موافقت کی اجازت دی تھی' اب اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید فرمائی ہے کہ تقیہ کے وقت اگر ان سے باطنی موافقت کی تو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے' اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ معصیت پر مواخذہ کرنے پر بھی قادر ہے

ف۴۲ یہاں پر ایک اشکال ہے' وہ یہ کہ انسان کے کیے ہوئے اعمال تو اس سے صادر ہونے کے بعد باقی نہیں رہتے' پھر قیامت کے دن یہ اعمال کیسے موجود ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن صحائف اعمال موجود ہوں گے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○" (المجادلہ:۶) جس دن اللہ سب کو جمع کرے گا' پھر ان کے کیے ہوئے کاموں کی ان کو خبر دے گا' اللہ نے ان سب کو محفوظ کر لیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ○ مؤمن جن گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحیفہ اعمال سے مٹا دیتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ متوقع ہے کہ جن گناہوں پر بندے نے توبہ کر لی ہے وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہوں گے ف۴۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم اور وسعتِ قدرت کا ذکر کر کے یہ فرمایا کہ وہ ہر ظاہر اور باطن چیز کے مواخذہ پر قادر ہے' سو اس کے غضب سے ڈرنا چاہیے' اس کے ساتھ اپنے رؤف ہونے کا ذکر کیا کیونکہ وہ بندہ کے گناہوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ وہ بندوں کو اپنے حضور توبہ کرنے اور اس گناہ کی تلافی اور تدارک کی مہلت دیتا ہے ف۴۴ انسان جس چیز کو اپنے گمان کے مطابق اچھا کرے اس چیز کے ارادہ کرنے کو محبت کہتے ہیں' اس کی تین صورتیں ہیں: انسان لذت کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے عمدہ کھانوں اور حسین عورتوں سے محبت کرتا ہے' اور کبھی انسان نفع کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان اطباء اور حکماء سے محبت کرتا ہے اور کبھی انسان فضل اور کمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان علماء اور اولیاء سے اور ملک وقوم کے لیے نمایاں کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (المفردات ص ۱۰۵) ف۴۵ مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور اللہ کی ان پر عنایت یہ ہے کہ وہ ان سے محبت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کے لیے تمام مخلوق پر واجب کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں۔ حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر موسیٰ تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے کوئی امر جائز نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸) اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰) سو جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں گے تو ان کی ملت کے پیروکاروں پر بہ طریقہ اولیٰ واجب ہے کہ وہ ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ کی پیروی کریں ف۴۶ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا' تو عبد اللہ بن ابی نے اپنے اصحاب سے کہا کہ محمد ﷺ اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کی مثال قرار دیتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں کہ ان سے ایسی محبت کی جائے جیسی حضرت عیسیٰ ابن مریم سے محبت کی گئی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۱۰۴) ف۴۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان فضیلت یافتہ بزرگ شخصیتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی اتباع کرنا واجب ہے اور جن کی اتباع کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہے کیونکہ وہ تمام انسانوں کی اصل ہیں' اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ آدم اصغر ہیں اور دنیا میں رہنے والے تمام انسان ان ہی کی اصل سے ہیں' اس کے بعد آل ابراہیم کا ذکر فرمایا اور رسول اللہ ﷺ بھی آل ابراہیم میں مندرج ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس میں مندرج ہیں' اور اس کے بعد آل عمران کا ذکر فرمایا اور اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مندرج ہیں ف۴۸ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کی معنوی اولاد ہیں اور توحید اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اخلاص میں ایک دوسرے کے متبع ہیں ف۴۹ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی

لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

(خاص تیرے لیے بے فکر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا سو تو میری طرف سے (اس نذر کو) قبول فرما۰ ف۵۰ بے شک تو بہت سننے والا خوب جاننے والا ہےO

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

پھر جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ خوب جانتا

بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ

ہے کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے اور (میرا مطلوب) لڑکا (اللہ کی دی ہوئی) لڑکی کی مثل نہیں ہو سکتا ف۵۱ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ف۵۲

اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا

اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوںO ف۵۳ تو اس کے رب نے

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ

اس کو اچھی طرح قبول فرما لیا اور اس کو عمدہ پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا ف۵۴ اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا' ف۵۵

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ

جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس تازہ رزق (موجود) پاتے' انہوں نے کہا:

يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ ھٰذَا ؕ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

اے مریم! تمہارے پاس یہ (رزق) کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا: یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے' بے شک اللہ جسے چاہے

مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ ھُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ

بے حساب رزق عطا فرماتا ہےO ف۵۶ اس جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا کی' کہا: اے میرے رب!

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ

مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو ہی دعا سننے والا ہےO ف۵۷ تو جس وقت

باتیں سننے والا ہے اور ان کے کاموں اور ان کے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے اور اپنی مخلوق میں جس کے اقوال اور افعال کی استقامت کا اس کو علم ہوتا ہے اس کو منتخب فرما لیتا ہے اور اس کو فضیلت عطا فرماتا ہے ف۵۰ عمران (یہ بیت المقدس کے امام تھے) کی بیوی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی' ان کے گھر کے پاس ایک درخت تھا' ایک دن انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ سے اپنے بچے کو دانہ کھلا رہا تھا' اس وقت ان کے دل میں بچہ کی تمنا پیدا ہوئی' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی (اور نذر مانی) کہ اللہ تعالیٰ ان کو بچہ عطا فرمائے تو وہ اس کو عبادت گاہ کے لیے وقف کر دیں گی اور وہ بچہ دنیا کی کسی چیز سے نفع نہیں اٹھائے گا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۵۸۔۱۵۷) ف۵۱ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر پیش کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اور لڑکی اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے خدمت کے بہت سے کام سر انجام نہیں دے سکتی' اور بعض احوال میں (مثلاً حیض و نفاس میں) مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے جس لڑکے کے حصول کی دعا کی تھی وہ اس مرتبہ کا نہیں جس پائے کی میری دی ہوئی لڑکی ہے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۵۹) ف۵۲ عمران کی بیوی حنّہ نے اپنی بیٹی کی ولادت کے دن اس کا نام مریم رکھا (ان کی زبان میں مریم کا معنی عبادت کرنے والی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ ولادت کے دن نام رکھنا جائز ہے' ہر چند کہ یہ شریعت سابقہ ہے لیکن ہماری شریعت میں بھی اس کی تائید ہے' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا' میں اس کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کو کھجور کی گھٹی کھلائی اور اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۱) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہو تو کسی بزرگ سے اس کے منہ میں گھٹی ڈلوانی چاہیے' اس سے برکت کی دعا کرانی چاہیے اور بچہ کا نام انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کے نام پر رکھنا چاہیے ف۵۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو آدم میں سے جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے' اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ شیطان کے چھونے سے چیخ مار کر روتا ہے' ماسوا مریم اور اس کے بیٹے کے' پھر حضرت ابوہریرہ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۸) اس آیت و حدیث کی تشریح میں حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ فرماتے ہیں کہ اس سے ہمارے نبی پر ان کی فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی یہ فضیلت اور خصوصیت ہے کہ آپ کے ساتھ جو شیطان اور ہمزاد پیدا کیا گیا تھا' آپ کی نگاہِ کیمیا اثر سے اس کی بھی کایا پلٹ گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا جاتا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی' وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶) رسول اللہ ﷺ کی فیض آفریں نگاہ سے شیطان کا مسلمان ہو جانا بہت عظیم فضیلت ہے اور یہ فضیلت بہ شمول حضرت عیسیٰ کے کسی نبی کو حاصل نہیں ہے ف۵۴ ایک دن میں حضرت مریم کی نشو و نما اتنی ہوتی تھی جتنی عام بچوں کی ایک سال میں ہوتی ہے اور دین داری میں بھی ان کی تربیت بہت اچھی تھی' وہ بہت زیادہ نیک کام کرتی تھیں' پاک باز رہتی تھیں اور عبادت کرتی تھیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۳۷) ف۵۵ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے خالو تھے اور حضرت مریم کی والدہ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت مریم کو ان کی خالہ حضرت یحییٰ کی والدہ کی تحویل میں دے دیا تھا اور اس طرح حضرت زکریا نے ان کی کفالت کی ف۵۶ حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل دیکھتے تھے' مجاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ ان کے پاس بے موسمی انگور دیکھتے تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۵) ف۵۷ حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ میرا رب جو بے موسم کے پھل دینے پر قادر ہے وہ ضرور اس بات پر قادر ہے کہ مجھے بے موسم کے یعنی بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائے' تب وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے پر راغب ہوئے' انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' پھر چپکے چپکے اپنے

الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ

وہ عبادت کے حجرے میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے فرشتوں نے انہیں پکار کر کہا کہ ۵۸ (اے زکریا) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی

بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا

خوش خبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے ۵۹ سردار ۶۰ اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے ۶۱

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ

اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے O انہوں نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ

الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا: اسی طرح (ہوتا ہے) اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے O ۶۲ (زکریا نے) کہا:

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ

اے میرے رب! میرے لیے کوئی علامت مقرر کر دیجئے فرمایا: تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں سے کوئی

اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

بات نہ کر سکو گے اور اپنے رب کا بہ کثرت ذکر کرو اور اس کی پاکیزگی شام کو اور صبح کے وقت بیان کرو O ۶۳

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا ۶۴ اور تمہیں پاک کر دیا ۶۵

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ

اور تمہیں تمام جہان کی عورتوں پر برگزیدگی دی O ۶۶ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور

اسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ

سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو O ۶۷ یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم

رب سے دعا کی: اے اللہ! میری ہڈی کمزور ہو چکی ہے اور میرا سر سفید ہو گیا ہے اور میں کبھی تجھ سے دعا کر کے نامراد نہیں ہوا ف۵۸ ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت نے آ کر حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کی ولادت کی نوید سنائی اور جمہور نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ ندا کرنے والے حضرت جبرائیل تھے اور چونکہ وہ جماعت ملائکہ کے رئیس ہیں اس لیے ان کو ملائکہ سے تعبیر فرمایا ف۵۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت عیسیٰ کی والدہ کی خالہ تھیں اور حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں محسوس کرتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے۔ حضرت یحییٰ نے اپنی ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو سجدہ کر کے ان کی تصدیق کی وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے تھے

ع ۴ ۱۲

ف۶۰ حضرت یحییٰ کے سید ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ علم و عبادت میں سردار تھے قتادہ نے کہا وہ علم حلم تقویٰ میں سردار تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۷۳) ف۶۱ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو "حصور" فرمایا "حصور" کا معنی ہے: جو عورتوں سے خواہش پوری نہ کرتا ہو۔ حضرت ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کا عورتوں سے خواہش پوری نہ کرنا اپنی پاک بازی کی وجہ سے تھا' کسی عجز کی وجہ سے نہ تھا۔ انبیاء کرام ہر قسم کے عیوب سے منزہ ہوتے ہیں ف۶۲ حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک نہیں تھا بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا اللہ تعالیٰ ان کے بڑھاپے کو زائل کر کے ان کو جوانی عطا فرمائے گا اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کو دور فرمائے گا' پھر بیٹا ہوگا یا ان کی اسی حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا عطا فرمائے گا ف۶۳ اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استقرار حمل کی علامت یہ بیان فرمائی کہ جب استقرار حمل ہوگا تو تمہیں یہ حکم دیا جائے گا کہ تم لوگوں سے تین راتیں بات نہ کرو اور تسبیح' تہلیل' اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا شکر ادا کرتے رہو اور اگر لوگوں سے بات کرنے کی تمہیں ضرورت پیش آئے تو اشاروں سے بات کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کا آنا استقرار حمل کی علامت ہوگا ف۶۴ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو اس طرح منتخب کیا کہ عورت ہونے کے باوجود حضرت مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول کیا گیا اور حضرت مریم کی پرورش کے دوران ان کے لیے جنت سے بے موسم کے پھل آتے تھے اور حضرت مریم نے بالمشافہ حضرت جبریل کا کلام سنا ف۶۵ حضرت مریم کی تطہیر کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو کفر اور معصیت کی آلودگی سے پاک رکھا' نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو مردوں کے چھونے اور حیض سے بھی پاک رکھا ف۶۶ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو (اُس زمانے میں) تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی' بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور انہوں نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا' اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اپنی ماں کی براءت اور پاک دامنی بیان فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمد ﷺ اور مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ہیں۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۹۳) ف۶۷ نماز سے مقصود اللہ تعالیٰ کے ہاں عاجزی پیش کرنا اور ذلت کا اظہار کرنا ہے اور سجدہ میں انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار ہے کیونکہ سجدہ میں انسان اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتا ہے اور اپنے جسم کے مکرم اور اشرف عضو کو اس جگہ رکھ دیتا ہے جو لوگوں کے پیروں تلے آتی ہے اور چونکہ نماز کا اہم مقصود سجدہ سے حاصل ہوتا ہے اس لیے اس آیت میں پہلے سجدہ کا اور پھر رکوع کا ذکر فرمایا' نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت زکریا کی شریعت میں سجدہ رکوع سے پہلے ہو۔

نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ

آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں ۶۸ اور آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈال رہے

یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ

تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے O ۶۹ اور جب فرشتوں نے کہا:

الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ

اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے ۷۰ جس کا نام مسیح ۷۱ ہے

عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾

عیسیٰ ابن مریم ہے وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہے اور اللہ کے مقربین میں سے ہے O ۷۲

وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ

اور وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور پختہ عمر میں بھی اور نیکوں میں سے ہوگا O ۷۳ ۷۴ مریم نے کہا: اے میرے رب!

اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ

میرے بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی آدمی نے مس تک نہیں کیا فرمایا: اسی طرح (ہوتا ہے) اللہ

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ جب کسی چیز کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو اسے فرماتا ہے: "ہوجا" اور وہ فوراً ہو جاتی ہے O ۷۵

وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا

اور اللہ اسے لکھنے کا اور شریعت کا اور تورات اور انجیل کا علم عطا فرمائے گا O ۷۶ اور وہ بنو اسرائیل

اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ

کی طرف رسول ہوگا ۷۷ (یہ کہتا ہوا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں میں

۶۸ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں کے احوال سے آپ کو مطلع فرمایا اور یہ اطلاع صرف وحی کے ذریعے حاصل ہوئی اور وحی کا ثبوت آپ کی نبوت کا ثبوت ہے' نیز اس آیت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے ۶۹ حضرت مریم کی کفالت کے معاملہ میں جب اختلاف ہوا تو کفالت کا ارادہ کرنے والوں نے حضرت مریم کی پرورش کے لیے قلموں کے ساتھ قرعہ اندازی کی' یہ وہ قلم تھے جن کے ساتھ وہ تورات لکھتے تھے' یہ قلم انہوں نے دریائے اُردن میں ڈال دیئے کہ جس کا قلم پانی میں سیدھا کھڑا رہے گا وہ حضرت مریم کی پرورش کرے گا۔ باقی تمام لوگوں کے قلم پانی میں بہہ گئے اور حضرت زکریا کا قلم پانی میں اس طرح کھڑا رہا' جس طرح زمین میں نیزہ گاڑ دیتے ہیں' تب انہوں نے حضرت مریم کو لے لیا اور ان کی کفالت کی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۶۴ ملخصا) ۷۰ اس آیت میں اگرچہ ملائکہ کا لفظ ہے مگر اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں اور ان کو ملائکہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ وہ ملائکہ کی تمام صفات کے جامع ہیں ۷۱ یہاں "مِنْ" تبعیض کے لیے نہیں ہے بلکہ ابتداء کے لیے ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی ابتداء بغیر باپ کے واسطے محض اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کُنْ" سے ہوئی ہے جس طرح قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: "وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ" (الجاثیہ: ۱۳) اور اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' تمام اسی کی طرف سے ظاہر ہے' یہاں "من" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کا جز ہیں اور اس کے بیٹے ہیں بلکہ یہاں بھی لفظ "من" ابتداء کے لیے ہے یعنی سب چیزوں کے صدور کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے اور اس نے ہر چیز کو کلمہ "کُنْ" سے پیدا کیا ہے لیکن ان سب چیزوں کو کلمۃ اللہ اس لیے نہیں فرمایا کہ ان چیزوں کو بعض ظاہری اور مادی واسطوں سے پیدا کیا ف ۷۲ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بیماروں کے اوپر ہاتھ پھیرتے (مسح کرتے) تو وہ تندرست ہو جاتے ۷۳ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لعنتی (یعنی وہ شخص جس کو سولی دی گئی ہو) کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دنیا اور آخرت میں معزز' قدر و منزلت والے اور مقربین میں سے ہیں' یہود اور عیسائی دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگاتے تھے کہ ان کو سولی دی گئی' اسلام نے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی براءت بیان کی اور یہ اعلان کیا کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کسی شخص کو سولی دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی' انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا ف ۷۴ اس آیت سے مقصود نجران کے عیسائی وفد کا رد کرنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مدعی تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بچپن سے کہولت (جب شباب پختہ اور تام ہو جائے اور یہ چالیس سے ساٹھ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے) تک کا زمانہ گزاریں گے اور اس زمانہ میں ان پر جسمانی تغیرات آتے رہیں گے اور خدا وہ ہوتا ہے جس پر تغیر و تبدل نہ آ سکے کیونکہ تغیر حدوث کو مستلزم ہوتا ہے اور حدوث عدم الوہیت کو مستلزم ہے' لہٰذا حضرت عیسیٰ خدا نہیں ہو سکتے ۷۵ جب حضرت جبرئیل آدمی کی صورت میں حضرت مریم کے پاس آئے اور ان کو لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو حضرت مریم نے اس بچہ کی ولادت کو جاننا چاہا کہ ان کا کسی سے نکاح ہوا ہے نہ وہ فاحشہ اور بدکار ہیں یعنی بہ ظاہر نہ کوئی حلال سبب میسر ہے نہ حرام' پھر بچہ کیسے پیدا ہوگا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح ہوتا ہے' اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' اور فرمایا: یہ آپ کے رب کے لیے آسان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیل نے حضرت مریم کی آستین اور گریبان میں پھونک ماری اور وہ اسی وقت حاملہ ہو گئیں ۷۶ کتاب سے مراد لکھنے کی تعلیم دینا ہے اور حکمت سے مراد علوم اور تہذیب الاخلاق کی تعلیم دینا ہے کیونکہ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ حقیقت کو جانے' نیک اعمال کا علم حاصل کرے اور ان دونوں کے مجموعہ کے علم کو حکمت کہتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ کو کتابت اور علوم عقلیہ اور شرعیہ کا علم عطا کر دیا تو ان کو تورات کا علم عطا فرمایا اور تورات کے علم کو مؤخر اس لیے کیا کہ تورات اللہ کی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسرار عظیمہ ہیں اور انسان جب تک علوم کثیرہ حاصل نہ کر لے' (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ

تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک صورت بناتا ہوں' پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے

طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتٰى

اڑنے والی ہو جاتی ہے ۷۸ے اور میں اللہ کے اذن سے مادر زاد اندھے اور برص زدہ کو شفا دیتا ہوں ۷۹ے اور میں اللہ کے اذن سے مردہ

بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

کو زندہ کرتا ہوں' ۸۰ے اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا

اگر تم مومن ہو تو بے شک ان سب چیزوں میں تمہارے لیے قوی نشانی ہے○ ۸۱ے اور میرے سامنے جو تورات

بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ

ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں' ۸۲ے تاکہ تمہارے لیے کچھ ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام

عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

کر دی گئی تھیں ۸۳ے اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں' سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○ ۸۴ے

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّا

بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے' سو تم اسی کی عبادت کرو' یہ سیدھا راستہ ہے○ ۸۵ے پھر جب

أَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ ۗ قَالَ

عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا: اللہ کی طرف میرے کون مددگار ہیں؟ ۸۶ے حواریوں نے کہا:

الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

ہم اللہ کے (راستہ میں) مددگار ہیں' ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں○ ۸۷ے

و۷۸ے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات کو ظاہر کیا تو منکرین نے ہٹ دھرمی کی اور ان سے چمگادڑ پیدا کرنے کا مطالبہ کیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی لے کر چمگادڑ کی صورت بنائی اور اس میں پھونک ماری تو وہ فضا میں اُڑنے لگی۔ وہب بن منبہ نے کہا: جب تک لوگ اس کی طرف دیکھتے تھے' وہ اُڑتی رہتی تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۲۔ ۴۵۱) و۷۹ے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانے کے حالات کے مطابق معجزے عطا فرمائے تاکہ اس کی صداقت و بالاتری نمایاں ہو سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا بڑا چرچا تھا اور اطباء کے نزدیک تین چیزیں ناممکن ہیں: مردہ کو زندہ کرنا' مادر زاد اندھے کو اچھا کرنا اور برص کے مریضوں کا مکمل علاج کرنا' آپ نے ان تینوں کاموں کو معجزہ کے ذریعے کر کے دکھا دیا۔ جو کہ آپ کی صداقت و حقانیت کی واضح دلیلیں ہیں و۸۰ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا' ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا جس کا نام عازر تھا' آپ نے اس کو مرنے کے تین دن بعد زندہ کیا' دوسرا شخص ایک بڑھیا کا بیٹا تھا' وہ اپنے جنازے سے اٹھ کھڑا ہوا' پھر کافی عرصہ زندہ رہا' اس کی اولاد ہوئی' تیسری بنت عاشر تھی' وہ زندہ ہونے کے بعد اپنی اولاد سے نفع یاب ہوئی' اور لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ سام بن نوح کو زندہ کریں تاکہ وہ لوگوں کو کشتی کی خبر دیں' وہ قبر سے نکلے اور پوچھا: کیا قیامت قائم ہو گئی ہے' ان کے آدھے سر پر بڑھاپے کے آثار تھے' ان کی عمر پانچ سو سال تھی' انہوں نے کہا: مجھے قیامت کے خوف نے بوڑھا کر دیا۔ حضرت عیسیٰ کے یہ تمام معجزات اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھے یعنی آپ ان تمام معجزات کے صدور میں اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے اور جو کسی کا محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' لہٰذا ان معجزات سے الوہیت عیسیٰ پر استدلال کرنا باطل ہے و۸۱ے غیب کی خبریں دینے کا واقعہ اس وقت ظاہر ہوا جب نزولِ مائدہ ہوا کیونکہ لوگوں کو منع کیا گیا تھا کہ وہ اس مائدہ سے کوئی چیز بچا کر رکھیں اور اس کو ذخیرہ نہ کریں اور وہ لوگ آپ کی حکم عدولی کر کے ذخیرہ کرتے تھے تو آپ خبر دیتے تھے کہ فلاں شخص نے مائدہ سے کھانا بچا کر ذخیرہ کیا ہے۔ بعض لوگ مختلف آلات کے ذریعے غیب کی خبریں بتاتے ہیں' یہ معجزہ نہیں ہے۔ معجزہ یہ ہے کہ بغیر کسی آلہ اور ذریعہ کے محض وحی سے غیب کی خبر دی جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۲) و۸۲ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کی تصدیق فرماتے تھے' آپ ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے' نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۹۶) و۸۳ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کے لیے اونٹ کے گوشت اور چربی کو حلال کر دیا اور کئی قسم کی مچھلیاں حلال کر دیں اور جن پرندوں پر نشانات نہ ہوں ان کو حلال کر دیا۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۱۶۸۔ ۱۶۷) و۸۴ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت کو ثابت کیا' پھر انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا و۸۵ے صراطِ مستقیم سے مراد ہے: اعتقادِ حق اور اعمالِ صالحہ' اور یہ جو فرمایا ہے کہ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے' سو تم اسی کی عبادت کرو یہی وہ پیغام ہے جس کی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام نے دی اور اسی کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے' سو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کے زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادات اور معاملات کے طریقے الگ الگ ہیں اور اس کو شریعت سے تعبیر کرتے ہیں و۸۶ے یہود کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جس مسیح کی تورات میں بشارت دی گئی ہے وہ یہی ہیں اور وہ ان کے دین کے بعض احکام کو منسوخ کر دیں گے تو وہ ابتداء امر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہو گئے اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے' جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت کا اعلان کیا تو ان کا غضب اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دینی شروع کر دی اور آپ کے قتل کی سازش کرنے لگے' تب حضرت عیسیٰ نے یہ کہا و۸۷ے ''حور'' کے معنی سفید ہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو) حواری اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے کپڑے سفید تھے' پھر کسی بھی شخص کے مخلص مصاحب کو حواری کہا جانے لگا' اسی لیے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰ ملخصاً)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ

اے ہمارے رب! جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم نے رسول کی پیروی کی تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ○

مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ

اور کافروں نے مکر کیا ۸۸ اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے عمدہ خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے ○ ۸۹ (اے رسول

مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

مکرم! یاد کیجئے) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں ۹۰ اور آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں ۹۱

جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

اور آپ کو کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں اور آپ کے پیروکاروں کو (دلائل کے ذریعہ) قیامت تک کافروں پر فوقیت دینے والا

ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ہوں پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے ○ ۹۲

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا

سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کو میں دنیا اور آخرت میں

وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو گا ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

عمل کیے ان کو اللہ پورا پورا اجر دے گا' اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ○ ۹۳

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى

یہ وہ آیات اور حکمت والی نصیحت ہے جس کو ہم آپ پر تلاوت کرتے ہیں ○ ۹۴ بے شک عیسیٰ کی مثال

ع ۱۴ ۱۳

ف۸۸ مکر اس فعل کو کہتے ہیں جس کے سبب کسی شخص کو مخفی طریقہ سے ضرر پہنچایا جائے یا ضرر رسانی کو ملمع کاری سے نفع رسانی بنایا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے ف۸۹ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے (تو اللہ تعالیٰ نے) حضرت جبرئیل کے (ذریعے سے) ان کو گھر کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ ان کے بادشاہ نے ایک خبیث شخص یہودا سے کہا: جاؤ! گھر میں داخل ہو اور ان کو قتل کر دو' وہ روشن دان سے گھر میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر پایا' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا' پھر انہوں نے کہا: اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے' اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا' پھر ان کے درمیان لڑائی ہوئی اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۹۹) ف۹۰ حسن کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا: عیسیٰ پر موت نہیں آئی' وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲) اس لیے یہاں "تـوفـی" کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور موت کو وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے عمر پوری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ" (الزمر: ۷۰) ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (المفردات ص ۵۲۸) اس آیت میں "وفی" کا مادہ پورا کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے' جس سے معلوم ہوا کہ اس مادہ کے ایک معنی پورا کرنا بھی ہیں ف۹۱ کعب احبار نے بیان کیا کہ اللہ نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ میں آپ کو جسم مع روح کے قبض کر لوں گا اور آپ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور میں عنقریب آپ کو کانے دجال کے خلاف بھیجوں گا' آپ اس کو قتل کریں گے' پھر اس کے بعد آپ چوبیس سال زندہ رہیں گے' پھر میں آپ پر موت طاری کروں گا' نیز آپ (کعب احبار) نے کہا کہ یہ معنی رسول اللہ کی اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے' آپ نے فرمایا: وہ امت کیسے ہلاک ہو گی جس کے اوّل میں میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ہیں۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۲) ف۹۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام انبیاء علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی ہیں' ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے اور میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے' وہ زمین پر نازل ہوں گے' جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ وہ متوسط الخلق ہیں' ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہو گا' ان کے بال سیدھے ہوں گے گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہے' اگرچہ وہ بھیگے ہوئے نہیں ہوں گے' وہ صلیب توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' فیاضی سے مال تقسیم کریں گے' اسلام کے لیے لوگوں سے جہاد کریں گے' حتیٰ کہ ان کے زمانہ میں تمام باطل دین مٹ جائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کر دے گا اور تمام روئے زمین پر امن ہو گا' اونٹ سانپوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے' بیل چیتوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا' وہ چالیس سال تک زمین میں رہیں گے' پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم ضرور زمین پر نازل ہوں گے' وہ برحق فیصلہ کریں گے اور نیک امام ہوں گے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳) ف۹۳ دنیا کا عذاب یہ ہے کہ کافر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیے جائیں گے' گرفتار ہوں گے' ان کو جزیہ دینا ہو گا' نیز مصائب اور آلام بھی ان کے حق میں دنیاوی عذاب ہیں۔ اس وعید کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا ف۹۴ اس آیت میں حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ان احوال کی طرف اشارہ ہے جن کا گزشتہ آیات میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (٥٩)

اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اس کو مٹی سے بنایا پھر اس سے فرمایا ہو جا سو وہ ہو گیا O ول۹۵

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (٦٠) فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ

یہ تمہارے رب کی طرف سے حق (کا بیان) ہے سو (اے مخاطب!) تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا O پھر (اے رسول کرم!) جو

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ

لوگ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ کے متعلق کٹ حجتی کریں تو آپ کہیں: آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو

وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ

اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں پھر ہم مباہلہ (عاجزی کے ساتھ دعا) کریں

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (٦١) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ

اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں O ول۹۶ بے شک یہی بیان حق ہے اور اللہ

مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (٦٢) فَاِنْ تَوَلَّوْا

کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے O پھر (بھی) اگر وہ

فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ (٦٣) ع قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى

اعراض کریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے O ول۹۷ آپ کہیے: اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات

كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو

شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ

ول۹۵ اس آیت میں قیاس سے استدلال کرنے کا جواز ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اس لیے کہتے تھے کہ وہ عام عادت اور معمول کے خلاف باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت آدم کی پیدائش اس سے بھی غیر معمولی طریقہ سے ہوئی چونکہ حضرت عیسیٰ تو صرف باپ کے بغیر پیدا ہوئے اور حضرت آدم باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا ہوئے اور دونوں میں وجہ مشترک یہ ہے کہ دونوں اللہ کے کلمہ "کن" سے پیدا ہوئے اور جب حضرت آدم علیہ السلام بھی کلمہ "کن" سے پیدا ہونے کے باوجود ابن اللہ نہیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ابن اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ (البحر الحیط ج ۳ ص ۱۸۵) ول۹۶ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے نجران کے وفد کو مباہلہ کرنے کے لیے بلایا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلے اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے: جب میں دعا کروں تو آمین کہنا۔ نصاریٰ کے سردار اسقف نے کہا: اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے دعا کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ ان کی دعا قبول کر کے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا' سو تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک کوئی عیسائی روئے زمین پر باقی نہیں بچے گا' پھر انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور اپنے علاقے میں واپس چلے گئے' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اللہ کا عذاب اہل نجران کے نزدیک آ چکا تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا اور ان کی وادی میں آگ بھڑکتی رہتی اور اہل نجران کو ملیا میٹ کر دیا جاتا حتیٰ کہ درختوں پر پرندے بھی ہلاک ہو جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے تمام عیسائی فنا کے گھاٹ اتر جاتے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۴' المستدرک ج ۲ ص ۵۹۴) ول۹۷ اس میں ان دلائل کی طرف اشارہ ہے جو بیان کیے جا چکے ہیں' سو وہ دلائل اور مباہلہ اور جو ذکر ان کے بیان پر مشتمل ہے' وہ سب حق ہے اور رشد وہدایت ہے' پھر ان دلائل سے یہی مطلوب ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس کے بعد فرمایا: اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے' اس میں بھی عیسائیوں کا رد ہے کیونکہ چند مردوں کو زندہ کرنے اور چند بیماروں کو شفا دینے کی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ صرف اتنی قدرت سے کسی کا خدا ہونا ثابت نہیں ہوتا' تم کو خود اعتراف ہے کہ حضرت عیسیٰ یہودیوں سے چھپتے پھرتے تھے اور تمہارے نزدیک یہودیوں نے ان کو قتل کر دیا تھا اور خدا کسی سے مغلوب نہیں ہوتا' خدا وہ ہے جس کا تمام کائنات پر غلبہ ہے اور اسی کی قاہر قدرت سے تمام نظام عالم جاری وساری ہے۔

فَقُولُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ

اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں O ۹۸ اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے متعلق

فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

کیوں بحث میں پڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ

کیا تم نہیں سمجھتے O ۹۹ سنو! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے اس چیز میں بحث کی جس کا تمہیں کچھ (نہ کچھ) علم تھا سو اب تم

تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

اس چیز میں کیوں بحث کر رہے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے اور اللہ کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہے O ۱۰۰

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ ہر باطل نظریہ سے الگ رہنے والے خالص مسلمان

مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ

تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے O ۱۰۱ بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے نزدیک تر وہی لوگ تھے

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی اور جو (ان پر) ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ

کا مددگار ہے O ۱۰۲ اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر سکیں

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

حالانکہ وہ صرف اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے O ۱۰۳ اے اہل کتاب!

ف۹۸ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عیسائیوں کو تین چیزوں کی دعوت دی ہے: (۱) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے تھے (۲) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور عیسائی اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہراتے تھے' وہ کہتے تھے کہ یہاں تین اقانیم (تین اصلیں یا تین چیزیں) باپ' بیٹا اور روح القدس ہیں اور یہ تینوں ذوات قدیمہ ہیں اور اقنوم کلمہ ناسوت مسیح میں داخل ہو گیا ہے اور اقنوم روح القدس ناسوت مریم میں داخل ہو گیا ہے۔ اس طرح انہوں نے دونوں اقانیم کو ذوات قدیمہ مان کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا لیا (۳) اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ مانیں' سو انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو رب مان لیا یعنی ان کے ساتھ رب کا معاملہ کیا کیونکہ وہ چیزوں کو حلال اور حرام قرار دینے میں ان کی اطاعت کرتے' نیز وہ اپنے راہبوں کو سجدہ کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ جو راہب زیادہ مجاہدہ کرتا ہے' اس میں لاہوت کا اثر حلول کر جاتا ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرنے اور مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے **ف۹۹** یہود یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہمارے دین پر تھے اور نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہمارے دین پر ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ فرمایا کہ تم دونوں یہ دعویٰ کس طرح کر رہے ہو' حالانکہ تورات اور انجیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کافی زمانہ کے بعد نازل ہوئی ہیں' نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام یہود کے دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت ابراہیم موحد تھے اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں اور عیسائیوں کے دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ وہ موحد تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں **ف۱۰۰** یہود اور نصاریٰ کو اس کا علم تھا کہ تورات اور انجیل کی شریعت قرآن مجید کی شریعت سے مختلف ہے' ان کے اس زعم کی تو ایک وجہ ہے لیکن ان کو اس کا تو بالکل علم نہیں تھا کہ قرآن کی شریعت حضرت ابراہیم کی شریعت کی مخالف ہے' لہٰذا ان کے اس قول کی کوئی صحیح توجیہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی شریعت حضرت ابراہیم کی شریعت کے مخالف ہے اور اللہ ہی کو اس کا علم ہے کہ کون سی شریعت کس شریعت کے موافق ہے اور کس شریعت کے مخالف ہے **ف۱۰۱** یہ آیت آیات سابقہ کا تتمہ ہے' یہود و نصاریٰ رسول اللہ ﷺ سے اس بات میں بحث کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے یا نصرانی تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے دعووں کی تکذیب کی اور فرمایا: سیدنا محمد ﷺ اور ان کی امت ہی حضرت ابراہیم کے دین اور ان کی شریعت پر ہیں اور ان کے علاوہ کوئی دین اور کوئی ملت ان کے طریقہ پر نہیں ہے خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مشرکین ہوں' جو بت پرستی کرتے ہیں' حضرت ابراہیم تمام ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے اور خالص مسلم تھے اور یہی سیدنا محمد ﷺ کی دعوت' آپ کا دین اور آپ کی شریعت ہے **ف۱۰۲** اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرنے کے دعویٰ کا حق ان ہی لوگوں کو ہے' جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین' ان کی شریعت اور ان کے طریقہ کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ نبی ہیں یعنی سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے متبعین اور آپ پر ایمان لانے والے' اور جو سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ان کی مدد کرنے والا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے نبیوں میں سے کچھ مددگار ہوتے ہیں اور ان نبیوں میں سے میرے مددگار میرے باپ اور میرے رب کے خلیل ہیں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۱۸) **ف۱۰۳** مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت معاذ' حضرت حذیفہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی' یہودیوں میں سے بنو نضیر' بنو قریظہ اور بنو قینقاع نے ان کو اپنے دین کی دعوت دی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۲۰۴)

لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو O ۱۰۴ اے اہل کتاب!

لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ

تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور کیوں حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ

تم جانتے ہو O ۱۰۵ اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا: تم صبح کو اس پر ایمان لاؤ

اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ

جو مسلمانوں پر نازل ہوا ہے اور شام کو اس کا کفر کرو شاید کہ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ

(مسلمان دین سے) پھر جائیں O ۱۰۶ اور تم صرف اس شخص کی بات مانو جو تمہارے دین کا پیروکار ہو آپ کہیے کہ

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ

بے شک (اصل) ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور انہوں نے کہا: تم یہ بھی نہ مانو کہ) جو کچھ تم کو دیا گیا اس کی مثل کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے

اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

یا کوئی تمہارے خلاف تمہارے رب کے پاس کوئی حجت قائم کر سکتا ہے ۱۰۷ آپ کہیے کہ بے شک فضل تو اللہ کے قبضہ میں ہے وہ

مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

جس کو چاہتا ہے فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا بہت علم والا ہے O ۱۰۸ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ

لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے O ۱۰۹ اور (اے مخاطب!) اہل کتاب میں سے بعض ایسے لوگ ہیں کہ

ف۱۰۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علمائے اہل کتاب کا ذکر فرمایا ہے جن کو تورات اور انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے دلائل اور آپ کی علامات کے متعلق آیات کا علم تھا اور وہ ان آیات اور علامات پر شاہد اور گواہ تھے' لیکن جب عوام اہل کتاب یا عوام مسلمین ان سے ان آیات کے متعلق سوال کرتے تو وہ صاف انکار کر دیتے حالانکہ ان کو ان آیات کا علم تھا' وہ اصل تورات کا کفر نہیں کرتے تھے بلکہ ان آیات کے سیدنا محمد ﷺ پر اطلاق اور انطباق کا کفر کرتے تھے ف۱۰۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے اہل کتاب! انبیاء علیہم السلام جس حق کو لے کر آئے ہیں' تم اس میں باطل کی آمیزش کیوں کرتے ہو' جس کو تمہارے احبار ورہبان نے اپنی باطل وفاسد تاویلات سے وضع کیا ہے اور اسلام کے خلاف جو شبہات ڈالے ہیں اور آیات میں جو تبدیلی اور تحریف کی ہے' تم سیدنا محمد ﷺ کی صفات' آپ کی علامات اور شان کے بیان کو چھپاتے ہو حالانکہ یہ سب کچھ تورات وانجیل میں لکھا ہوا ہے اور اس میں یہ بشارت ہے کہ بنو اسماعیل سے ایک نبی مبعوث ہوگا' جو لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا' حالانکہ تم کو علم ہے کہ ان آیات کو چھپانے میں اور ان میں تحریف کرنے میں تم خطا اور باطل پر ہو اور تم جو کچھ کر رہے ہو' اس کا سبب صرف حسد اور عناد ہے ف۱۰۶ عرینہ (مدینہ کی بستی) کے بارے علمائے یہود نے ایک دوسرے سے کہا: دن کے اوّل وقت میں دین محمد میں داخل ہو جاؤ اور یہ کہو کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد (ﷺ) حق اور صادق ہیں اور جب دن کا آخری حصہ ہو تو ان کا کفر کر دو اور بیان کرو کہ ہم نے اپنے علماء اور احبار کی طرف رجوع کیا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں (العیاذ باللہ) اور تم نے جس دین کو اختیار کیا ہے' وہ بالکل غیر معتبر ہے اور اب ہم نے اپنے سابقہ دین کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہ تمہارے دین سے بہتر ہے' شاید اس ترکیب سے مسلمان شک میں پڑ جائیں اور کہیں کہ یہ لوگ صبح ہمارے ساتھ تھے اب کیا ہوا جو یہ اسلام کو چھوڑ گئے' تب اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی سازش سے بروقت خبردار کر دیا۔ (جامع البیان ج ۳ص ۲۲۱) ف۱۰۷ اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اپنے ہم مذہب یہودیوں کے سوا اپنے اسرار اور راز کی باتیں اور کسی پر ظاہر نہ کرو اور اس آخری نبی کے متعلق جو پیش گوئیاں ہماری کتاب میں ہیں' وہ مسلمانوں پر ظاہر نہ کرو ورنہ ان کا اس نبی پر ایمان اور پختہ ہوگا اور قیامت کے دن وہ تمہارے خلاف حجت پیش کریں گے ف۱۰۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ نبوت صرف بنو اسرائیل میں رہے گی' اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ نبوت ہو یا کوئی اور نعمت ہر چیز اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہے' وہ جس کو چاہے ایمان اور علم وحکمت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہے گمراہی میں پڑے رہنے دیتا ہے۔ اس کی بصر اور بصیرت کو سلب کر لیتا ہے اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ کل خیر اور فضل مطلق اسی کے ہاتھ میں ہے اور نبوت بنو اسرائیل میں منحصر نہیں ہے اور نہ کسی کے نسب وشرف کی نبوت پر اجارہ داری ہے ف۱۰۹ جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہو کہ یہ اس کی رحمت کے لائق ہے' اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے' خصوصاً وہ رحمت جس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے اس شخص کو نبوت کے ساتھ مختص کرتا ہے جو نبوت کے قابل ہو' وہ اس شخص کو صفاء باطن اور پاکیزہ فطرت کے ساتھ پیدا کرتا ہے تاکہ اس پر بہ تدریج وحی نازل فرمائے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا" (یوسف: ۲۲) اور جب وہ (یوسف) اپنی پوری قوت کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکم اور علم عطا فرمایا' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (الانعام: ۱۲۴) اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کسب سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو نبی بنانا چاہتا ہے' اس کی اہلیت رکھنے والا شخص پیدا فرما دیتا ہے بلکہ عام انسانوں کے اعتبار سے نبی کی حقیقت میں ایک زائد خصوصیت ہوتی ہے اور وہ حصول وحی کی استعداد اور صلاحیت ہے۔

تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ

اگر تم ان کے پاس ڈھیروں مال بھی امانت رکھو تو وہ تم کو ادا کردیں گے اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار

لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآىٕمًاؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا

بھی امانت رکھو تو وہ تم کو ادا نہیں کریں گے ١١٠ سوا اس کے کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو ١١١ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہہ چکے ہیں کہ

لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌۚ وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

ان ان پڑھ لوگوں کا مال ہڑپ کرنے پر ہماری کوئی گرفت نہیں ہو گی ١١٢ اور وہ دانستہ اللہ پر

وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ

جھوٹ باندھتے ہیں O ١١٣ کیوں نہیں! جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور اللہ سے ڈرا تو اللہ

یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ

متقین کو محبوب رکھتا ہے O ١١٤ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے

ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ

عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ

اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ۪ وَ لَهُمْ

ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٧٧﴾ وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ

درد ناک عذاب ہے O ١١٥ اور بے شک ان میں سے ایک گروہ کتاب (تورات) پڑھتے وقت

لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِۚ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ

اپنی زبانوں کو مروڑ لیتا ہے ١١٦ تاکہ تم یہ گمان کرو کہ یہ کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ

ف١١٠ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن سلام کے پاس بارہ سو اوقیہ (ایک اوقیہ چھٹانک کے برابر ہے) سونا رکھا' انہوں نے وہ سونا اس کو ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی اور ایک شخص نے فنحاص میں عازوراء نام کے ایک یہودی عالم کے پاس ایک دینار امانت رکھا تو اس نے خیانت کی۔ (الوسیط ج ١ ص ٣٥١) ف١١١ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امانت رکھوانے والا عملاً اس کے سر پر کھڑا رہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے مسلسل مطالبہ کرتا رہے' خواہ کھڑا ہو یا نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرض خواہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس وقت تک مقروض کا پیچھا نہ چھوڑے جب تک کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے ف١١٢ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کی خیانت کی وجہ بیان فرمائی کہ یہودی یہ کہتے ہیں کہ ان اَن پڑھ لوگوں کا مال ہڑپ کرنے پر ان کی کوئی گرفت نہیں ہو گی۔ اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی تحقیر اور اپنا تفوق بیان کرنا تھا۔ وہ اس پر تکبر کرتے تھے کہ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں اور ان کو مسلمانوں سے پہلے کتاب دی گئی' اس لیے وہ خود کو اہل کتاب اور مسلمانوں کو امیین کہتے تھے اور جو شخص دین میں ان کا مخالف ہو' اس کے حقوق کے استحصال کو جائز سمجھتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص جاہل ہو یا اُمّی ہو' اس کے حقوق کو ضائع کرنا جائز ہے ف١١٣ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن (یہودیہ) جھوٹ بولتے ہیں (کہ کسی کا مال بلاوجہ کھانا جائز ہے)' زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے' ماسوائے امانت کے کیونکہ وہ ادا کی جائے گی۔ (جامع البیان ج ٣ ص ٢٢٧) اس سے معلوم ہوا کہ حقوق اور امانات کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کے دین میں مؤمن اور غیر مؤمن کی مطلقاً تفریق نہیں ہے کیونکہ حق مقدس ہے اور کسی شخص کے دین کی وجہ سے اس کا حق بالکل متاثر نہیں ہوتا ہے ف١١٤ اس آیت میں یہود کے اس قول کا رد ہے کہ "اَن پڑھ لوگوں کا مال کھانے سے ہماری گرفت نہیں ہو گی" اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: کیوں نہیں! ان کی اس پر گرفت ہو گی' عہد شکنی کرنے والوں کی مذمت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عہد پورا کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک محبوب ہیں۔ عہد کو پورا کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ اطاعت دو چیزوں میں منحصر ہے' اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت۔ اور عہد پورا کرنا ان دونوں چیزوں پر مشتمل ہے' اللہ تعالیٰ نے عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے عہد پورا کرنے سے اس کے حکم پر عمل ہوتا ہے اور یہ اللہ کی تعظیم ہے اور عہد پورا کرنے سے مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے' اس لیے اس میں اللہ کی تعظیم کے ساتھ ساتھ مخلوق پر شفقت بھی ہے ف١١٥ ہر چند کہ اس آیت کا شانِ نزول چند خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس آیت کے الفاظ عام ہیں' اس لیے ہر عہد شکنی کرنے والے اور مالِ دنیا کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والے کا یہی حکم ہے' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی یہ پانچ سزائیں بیان فرمائی ہیں: (١) اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں (٢) آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں فرمائے گا (٣) قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا (٤) اس کا تزکیہ نہیں فرمائے گا (٥) اس کے لیے دردناک عذاب ہے ف١١٦ زبان مروڑنا کذب اور من گھڑت باتیں کرنے سے کنایہ ہے۔ (المفردات ص ٤٥٧) اور یہود بعض اوقات لفظی تحریف کے بغیر ہی ملمع کاری سے اور حرکات و سکنات کی تبدیلی سے تورات میں تحریف کرتے تھے' جس کو قرآن نے زبان کے مروڑنے سے تعبیر کیا ہے۔

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۸۰﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ

وہ اللہ کی طرف سے (نازل) ہے' حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے (نازل) نہیں ہے' اور وہ دانستہ طور پر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں O ۱۱۷ کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب حکم اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے بن جاؤ' ۱۱۸ لیکن (وہ یہی کہے گا کہ) تم اللہ والے بن جاؤ کیوں کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم پڑھتے پڑھاتے ہو O ۱۱۹ اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو ۱۲۰ کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا O ۱۲۱ اور (اے رسول!) یاد کیجئے جب اللہ نے تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا ۱۲۲ کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے تو تم ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور ان کی مدد کرنا' ۱۲۳ فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اقرار کر لیا

ف ۱۱۷ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنی فصاحت اور بلاغت اور حلاوت اور جلالت کے اعتبار سے انسان کے کلام سے کسی صاحب فہم پر ملتبس اور مشتبہ نہیں ہو سکتا' البتہ عام لوگوں کو مغالطہ ہو سکتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ تم گمان کرو کہ یہ کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے (نازل کردہ) ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے (نازل کردہ) نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمائی کہ یہ تحریف کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اللہ پر جھوٹ باندھنا ان کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے ف ۱۱۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابورافع قرظی نے کہا: جب نجران کے احبار یہود اور علماء نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح عبادت کریں جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کی تھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم غیر اللہ کی عبادت کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت کا حکم دینے سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے نہیں بھیجا نہ اس کا مجھے حکم دیا ہے' تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۲) ف ۱۱۹ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (کہ اس سے مراد ہے) حکماء' علماء اور فقہاء بن جاؤ' ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو بڑے علوم (حقائق اور دقائق سے پہلے) چھوٹے علوم (مسائل) کی تعلیم دے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶) ف ۱۲۰ بعض مفسرین نے کہا: اس کا فاعل سیدنا محمد ﷺ ہیں یعنی نہ محمد (ﷺ) تم کو یہ حکم دیں گے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو۔ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ فرشتوں اور نبیوں کا اس لیے تذکرہ کیا گیا کہ صابئین اور اہل کتاب کا رد ہو جائے' کیونکہ صابئین فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور بعض اہل کتاب حضرت عزیر کی اور بعض اہل کتاب حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے تھے ف ۱۲۱ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہونا زیادہ قبیح ہے کیونکہ کفر کا حکم دینا ہر حال میں مذموم ہے' اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس کے مخاطب مسلمان تھے اور یہ دلیل بھی ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے کیونکہ جنہوں نے فرشتوں کو رب بنایا' وہ صابئین اور بت پرست تھے اور جنہوں نے نبیوں کو رب بنایا' وہ یہود و نصاریٰ اور مجوس تھے' اس اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کافر فرمایا ہے ف ۱۲۲ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عالم ارواح میں یا بذریعہ وحی یہ عہد لیا کہ اگر ان کے زمانے میں سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہو گئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کی نصرت کریں گے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا' ان سے یہ عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں (سیدنا) محمد (ﷺ) مبعوث ہو گئے تو وہ ضرور بہ ضرور ان پر ایمان لائیں گے اور ضرور بہ ضرور ان کی نصرت کریں گے' اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے یہ عہد لیتے تھے ف ۱۲۳ اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سیدنا محمد ﷺ کی تقدیراً امت ہیں اور ہم آپ کی تحقیقاً امت ہیں' اگر آپ ان کی حیات میں مبعوث ہوتے تو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت کرنا ان پر ضروری تھا اور ہم آپ پر بالفعل ایمان لائے ہیں۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى

فرمایا: پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں O ۱۲۴ پھر اس کے بعد

بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ

جو عہد سے پھرا سو وہی لوگ نافرمان ہیں O ۱۲۵ کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ

اور دین کو تلاش کرتے ہیں ۱۲۶ حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی سب مخلوق نے خوشی اور ناخوشی سے اسی کی اطاعت کی ہے اور اسی کی طرف وہ

يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ

سب لوٹائے جائیں گے O ۱۲۷ آپ کہیے: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا

عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا

وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ

اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور (دیگر) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ۱۲۸ ہم (ایمان لانے میں) ان میں سے

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ

کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے اطاعت گزار ہیں O ۱۲۹ اور جس نے اسلام کے علاوہ

الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ

کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ۱۳۰ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

میں سے ہوگا O ۱۳۱ اللہ اس قوم کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے

ف۱۲۴ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لینے کے بعد اس کی تاکید کے لیے ان سے صراحتاً اقرار کرایا' پھر اس کی مزید تاکید کے لیے فرمایا: تم سب اس پر گواہ رہنا اور میں بھی گواہوں میں سے ہوں ف۱۲۵ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی طرف متوجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد اس عہد سے پھرنا انبیاء علیہم السلام سے متصور نہیں ہے اور چونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر اس امت کے زمانے میں وہ نبی مبعوث ہو جائیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ اس نبی اُمّی پر ایمان لائیں' جس نبی کی امت نے اس عہد سے روگردانی کی وہ فاسق اور نافرمان ہوگی ف۱۲۶ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر یہ واجب اور لازم کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائیں' لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کا دین سیدنا محمد ﷺ کا لایا ہوا دین ہے اور جو شخص اس دین کو ناپسند کرے گا وہ اللہ کے دین کو ناپسند کرے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے فرمایا: کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں ف۱۲۷ اللہ سبحانہ کے علاوہ ہر چیز ممکن لذاتہٖ ہے اور ہر ممکن اپنے وجود اور عدم میں اس کا محتاج ہے اور اپنے وجود اور عدم میں اللہ کا محتاج ہونا ہی اس کے اطاعت گزار ہونے کا معنی ہے کہ اس کے ایجاد کرنے سے ممکن موجود ہو جائے اور اس کے فنا کرنے سے ممکن معدوم ہو جائے تو آسمانوں اور زمینوں کی ہر مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ فرمایا ہے کہ سب اس کے اطاعت گزار ہیں' اس کا معنی ہے کہ اللہ ہی خلاق واحد ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہ کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کو فنا کر سکتا ہے ف۱۲۸ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے ذریعے اُن کی امت کو یہ حکم دیا کہ وہ یہ کہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ تمام انبیاء سابقین اب بھی نبی اور رسول ہیں اور ان پر نازل کی ہوئی کتابوں پر بھی ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ آسمانی کتابیں ہیں' ہر چند کہ اب وہ کتابیں بعینہٖ باقی نہیں ہیں اور اہل کتاب نے ان میں لفظی اور معنوی تحریف کر دی ہے ف۱۲۹ اس میں یہود کی طرف تعریض ہے کہ وہ بعض نبیوں پر ایمان لاتے تھے اور بعض پر نہیں لاتے تھے' اس کے برعکس ہم تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور نفس نبوت میں کسی نبی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں اس کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ بعض احکام کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا اپنے نفس کی تو اطاعت ہے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے ف۱۳۰ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہود نے کہا: ہم مسلمان ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر حج کرنے کا حکم نازل کیا' مسلمانوں نے حج کر لیا اور کفار بیٹھے رہے' نیز اس آیت نے درج ذیل آیت کے مفہوم کو منسوخ کر دیا: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O" (البقرہ: ۶۲) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو بھی اللہ اور یوم قیامت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے' نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے O اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں' عیسائیوں اور صابئین کا دین بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے۔ اس آیت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ (۶۲) کے ظاہری مفہوم کو منسوخ فرما دیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۴۱) ف۱۳۱ نقصان کا معنی ہے: اس مال کا ضائع ہو جانا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس فطرتِ سلیمہ کو ضائع کر دیا' جس پر وہ پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور سے مکمل جانور پیدا ہوتا ہے' کیا تم اس میں کوئی نقص دیکھتے ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵) خلاصہ یہ ہے کہ ہر انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ قبولِ اسلام کی صلاحیت رکھتا ہے اور آخرت کی فوز و فلاح حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس یہی سرمایہ ہے اور جب اس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول کر لیا تو اس نے اپنے اصل سرمایہ کو ضائع کر دیا اور اب اس کے پاس اخروی کامیابی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔

وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۶ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۷ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۸۸ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۸۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ۝۹۰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۹۱

حالانکہ وہ لوگ (پہلے) یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس دلیلیں آ چکی تھیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ ۱۳۲ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ○ وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ○ ۱۳۳ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور وہ نیک ہو گئے سو اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۱۳۴ بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر انہوں نے اور زیادہ کفر کیا ۱۳۵ ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی ۱۳۶ اور وہی لوگ گمراہ ہیں ○ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے ان میں سے اگر کوئی شخص تمام (روئے) زمین کو بھر کر سونا (بھی) فدیہ میں دے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ۱۳۷ ان ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ ۱۳۸ ع

ف۱۳۲ اس آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں پر کھلی ہوئی نشانیاں اور دلائل اور معجزات سے ہدایت بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہو گئی اور اس کو انہوں نے تسلیم بھی کر لیا اور پھر کسی دنیاوی اور باطل غرض کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ ازخود اسلام کی اور توبہ کی ہدایت نہیں دیتا' الا یہ کہ وہ خود اپنے اس ارتداد پر نادم اور تائب ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے ف۱۳۳ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۳) اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے ابوطالب کو آگ سے کھینچ کر نکال لیا اور صرف ان کے ٹخنوں تک آگ رہ گئی کیونکہ وہ نبی ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵) اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی شفاعت اور آپ کی وجاہت کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب اور ابوطالب اس عام قاعدے سے مستثنیٰ ہیں ف۱۳۴ اس آیت سے معلوم ہوا کہ توبہ کی دو شرطیں ہیں' ایک تو عمل سابق پر ندامت و شرمندگی' دوسری آئندہ اپنے اعمال و احوال کی اصلاح اور کوئی شخص ارتکاب کفر کے بعد بھی کفر سے توبہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا پائے گا ف۱۳۵ جو لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے ارتداد کے بعد اور زیادہ کفر کیا' ان کے کفر میں زیادتی کا سبب یہ ہے کہ اہل کتاب سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لائے تھے' پھر جب آپ مبعوث ہو گئے تو انہوں نے آپ کا کفر کیا' پھر وقتاً فوقتاً آپ پر طعن کر کے اور مؤمنین کے دلوں میں آپ کی نبوت کے خلاف شکوک و شبہات ڈال کر' کتاب میں تحریف کر کے' اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے میثاق کو توڑ کر اور کھلے ہوئے معجزات دیکھنے کے باوجود ہٹ دھرمی سے آپ کا مسلسل انکار کر کے زیادہ کفر کرتے رہے ف۱۳۶ اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے حالت کفر اور ارتداد میں اپنے گناہوں سے توبہ کی' ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ گناہوں سے توبہ کے لیے ایمان شرط ہے' اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے اپنے کفر اور ارتداد سے توبہ کی' اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی ف۱۳۷ جو کافر کفر پر فوت ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا خواہ اس نے عبادت کی نیت سے روئے زمین کے برابر سونا خیرات کیا ہو اور نہ روئے زمین کے برابر سونا آخرت میں اس کے عذاب کا فدیہ ہو سکتا ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○'' (المائدہ: ۳۶) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا' اگر ان کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور چیزیں (بھی) ہوں تاکہ وہ ان کو قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ دیں تو وہ ان سے قبول نہیں کی جائیں گی اور ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے ○ ف۱۳۸ اس آیت میں کفار کے لیے حصر کیا گیا ہے یعنی صرف ان ہی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی' اس آیت میں مؤمنین کے لیے شفاعت قبول ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ اگر مؤمنوں کے لیے بھی شفاعت قبول نہ ہو تو اولاً تو حصر صحیح نہیں رہے گا' ثانیاً اگر مسلمان اور کافر دونوں کے حق میں شفاعت کا مقبول نہ ہونا مشترک ہو تو یہ چیز صرف کافروں کے لیے کیوں کر حسرت و حرمان اور وعید کا سبب بنتی ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو ۱۳۹ اور تم جس چیز کو بھی خرچ

مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا

کرتے ہو' اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ۱۴۰ ہر قسم کا طعام تورات کے

لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ

نزول سے پہلے بنو اسرائیل کے لیے حلال تھا ماسوا اس کے جس کو یعقوب نے اپنے

قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ

اوپر حرام کر لیا تھا ۱۴۱ آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ

تلاوت کرو ۱۴۲ پھر اس کے بعد جو لوگ اللہ پر

ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا

جھوٹ باندھیں تو وہی لوگ ظالم ہیں ۱۴۳ آپ کہیے کہ اللہ نے سچ فرمایا' تم ابراہیم

مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ

کی ملت کی پیروی کرو جو باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ۱۴۴ بے شک

اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی

سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے ۱۴۵ برکت والا ۱۴۶ اور تمام

لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ

جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے ۱۴۷ اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے ۱۴۸ اور جو شخص اس میں

ف۱۳۹ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیز خرچ کرے۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شکر خرید کر اس کو صدقہ کرتے تھے (آپ کے شاگرد) حضرت نافع نے آپ کو مشورہ دیا (کہ) اگر آپ اس شکر کے بدلے طعام خریدیں تو اس سے ان (فقراء) کو بہت فائدہ ہوگا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم جو کچھ کہہ رہے ہو' لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۵۱) ف۱۴۰ خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور اس کو علم ہے کہ تم نے کس وجہ سے خرچ کیا ہے اور اس خرچ کا باعث اور محرک کیا چیز ہے' آیا تم محض اخلاص سے اس کی رضاجوئی کے لیے خرچ کر رہے ہو یا نام و نمود کے لیے خرچ کر رہے ہو اور اللہ کی راہ میں عمدہ اور نفیس چیز خرچ کر رہے ہو یا ردی اور ناکارہ چیز خرچ کر رہے ہو' سو اللہ تعالیٰ تمہارے خرچ کرنے کے اعتبار سے تم کو جزا دے گا ف۱۴۱ ابو بکر الوراق اور ابن السائب نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا: میں ملت ابراہیم پر ہوں تو یہود نے کہا: اگر آپ ملت ابراہیم پر ہیں تو آپ اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں؟ اور اونٹنیوں کا دودھ کیوں پیتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ میرے باپ ابراہیم پر حلال تھیں اور ہم بھی اس کو حلال قرار دیتے ہیں' یہود نے کہا: ہم جن چیزوں کو حرام کہتے ہیں وہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی شریعت سے حرام چلی آرہی ہیں حتیٰ کہ ہماری شریعت میں بھی حرام ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۲۶۲) یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت اور اونٹنیوں کا دودھ حرام کر لیا تھا ف۱۴۲ اس آیت میں بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ یہود سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو کہ اونٹ کے گوشت کا حرام ہونا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی شریعت سے چلا آ رہا ہے تو تورات میں یہ نکال کر دکھاؤ کیونکہ تورات میں ان کے دعویٰ کے مطابق یہ بات نہیں تھی بلکہ تورات میں یہی لکھا تھا کہ یہ چیزیں شروع سے حلال ہیں اور تحریم بعد میں شروع ہوئی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ تورات لانے کی جرأت نہیں کر سکے بلکہ یہ سن کر مبہوت ہو گئے اور نبی ﷺ نے جو ان سے تورات لانے کا مطالبہ کیا تھا' اس میں نبی ﷺ کے صدق کی واضح دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ اُمّی تھے' آپ نے آسمانی کتابوں کو نہیں پڑھا تھا' اور نہ آپ نے پچھلی امتوں کی تاریخ پڑھی تھی' اس کے باوجود آپ کا اس یقین سے یہ مطالبہ کرنا کہ تورات میں یہ بات نہیں ہے' آپ کی نبوت پر روشن دلیل ہے ف۱۴۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام کر لیا تو ان کے اس حکم کی وجہ سے اللہ نے بھی ان پر سخت احکام نازل فرمائے ف۱۴۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے منع کر دیا تھا' اسی طرح انہوں نے بتوں کی پرستش کرنے سے انکار کر دیا تھا' جس طرح عرب بت پرستی کرتے تھے یا یہود حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے' اس سے غرض یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ دین کے اصول اور عقائد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں اور دین کی فروع اور بعض احکام شرعیہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں ف۱۴۵ جب نبی ﷺ نے بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا لیا تو یہود کہتے تھے: بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے اور وہ زیادہ اس کا مستحق ہے کہ نماز میں اس کی طرف منہ کیا جائے کیونکہ بیت المقدس کو کعبہ سے پہلے بنایا گیا ہے اور اسی جگہ حشر ہوگا اور تمام انبیاء سابقین کا یہی قبلہ ہے' لہٰذا یہ زیادہ اس لائق ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کی جائیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کعبہ کو بیت المقدس پر فضیلت و شرف حاصل ہے کیونکہ کعبہ ہی وہ پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے واسطے لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے' لہٰذا نمازوں میں اس کی طرف ہی منہ کرنا چاہیے ف۱۴۶ کعبہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نماز پڑھنا دوسری جگہ کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۲) اس کے گرد اللہ تعالیٰ ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے ف۱۴۷ کعبہ تمام جہان والوں کے لیے اس اعتبار سے بھی ہدایت ہے کہ وہ ان کے لیے سمتِ قبلہ ہے ف۱۴۸ اس میں جو واضح نشانیاں ہیں' وہ

كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا' بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی

اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

استطاعت رکھتے ہوں' ۱۴۹ اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے ۱۵۰

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ

آپ کہیے: اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو' حالانکہ اللہ تمہارے تمام

عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ

اعمال پر گواہ ہے ۱۵۱ آپ کہیے: اے اہل کتاب! تم اللہ کے راستہ سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ

کیوں روکتے ہو؟ ۱۵۲ تم ایمان والوں کے راستہ کو (بھی) ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود (اس دین کے برحق ہونے پر)

مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا

گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے ۱۵۳ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ

فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ

دیں گے ۱۵۴ اور تم کیوں کر کفر کرو گے حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے اور

فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ

تم میں اس کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو بے شک اسے سیدھے

صفا اور مروہ کی پہاڑیاں ہیں' زم زم کا کنواں ہے اور اسی کے پاس منٰی ہے' نیز یہیں جمرات بھی ہیں' جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں ماری تھیں اور یہیں حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ بھی ہے ف۱۴۹ امام ابوحنیفہ کے نزدیک استطاعت مال اور بدن دونوں کے ساتھ مشروط ہے ف۱۵۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو' جس کے ذریعہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے' اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی افسوس نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ نصرانی ہو کر مرے۔ (الترہیب والترغیب ج ۲ ص ۲۱۱) ف۱۵۱ اہل کتاب کو اس بات کا علم تھا کہ اسلام ہی دین حق ہے' نیز اہل کتاب اللہ تعالیٰ کی آیات کی بھی زیادہ معرفت رکھتے تھے کیونکہ وہ الوہیت اور توحید کے معترف تھے اور نبوت کا اقرار کرتے تھے اور ان کی کتابوں میں سیدنا محمد ﷺ کی بعثت کے متعلق بشارتیں موجود تھیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم کو علم ہے کہ اسلام ہی دین حق ہے اور (سیدنا) محمد ﷺ کی نبوت بھی حق ہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا انکار کیوں کرتے ہو ف۱۵۲ اہل کتاب لوگوں کو کعبہ کا حج کرنے سے روکتے تھے اور بیت المقدس کا حج کرنے کی ترغیب دیتے تھے ف۱۵۳ اس کا معنی یہ ہے کہ تم صراطِ مستقیم کے دعوٰی دار ہو جب کہ تم جس راستے پر چل رہے ہو وہ ٹیڑھا راستہ ہے حالانکہ تم گواہ ہو کہ تورات میں مذکور ہے کہ اللہ اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا دے گا کیونکہ وہ ان کرتوتوں سے غافل و بے خبر نہیں ہے ف۱۵۴ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ شاس بن قیس ایک بوڑھا یہودی تھا اور کٹر کافر تھا' مسلمانوں سے سخت بغض رکھتا تھا۔ اس نے اوس و خزرج کو محبت کی باتیں کرتے دیکھا تو اپنے سامنے ایک یہودی کو بٹھایا اور اس سے پرانے قصے چھیڑ دیئے اور جنگ بعاث کے متعلق اشعار پڑھنے لگا' اس دن اوس و خزرج میں زبردست جنگ ہوئی تھی اور اوس فتح یاب ہوئے تھے' اس نے اس راکھ میں سے چنگاریاں نکال کر آگ بھڑکا دی اور اوس و خزرج ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نکل آئے' قریب تھا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں' رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچ گئی' آپ چند مہاجرین صحابہ کے ساتھ آئے' آپ نے فرمایا: اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو' کیا تم زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار کر رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایت آ چکی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دولتِ اسلام سے مشرف کر چکا ہے اور تمہاری گردنوں سے جاہلیت کا جوا اتار پھینکا ہے اور تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے' کیا تم پچھلی جاہلیت اور کفر کی طرف لوٹ رہے ہو۔ تب مسلمانوں کو احساس ہوا کہ یہ شیطان کا وسوسہ تھا اور ان کے دشمنوں کا مکر تھا' انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور رونے لگے اور اوس و خزرج نے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۶)

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا

راستے کی ہدایت دی جائے گیO ۱۵۵ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے ۱۵۶ اور تمہیں

تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

ہرگز موت نہ آئے مگر مسلمان ہونے کی حالت میںO ۱۵۷ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو ۱۵۸

وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

اور تفرقہ نہ ڈالو ۱۵۹ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم (آپس میں) دشمن تھے

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ

تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کے کرم سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ۱۶۰ اور تم

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات دی ۱۶۱ اللہ اسی طرح

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ

تمہارے لیے اپنی آیتوں کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤO اور تم میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف بلائیں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے

الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

منع کریں' اور وہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیںO ۱۶۲ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰٓئِكَ

جو متفرق ہو گئے اور انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود اختلاف کیا' اور وہی لوگ

ف۱۵۵ اس آیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ ان کے لیے دین پر استقامت اور گمراہی سے حفاظت کے لیے دو زبردست چیزیں موجود تھیں' قرآن مجید کا سننا جو ہر قسم کے شک اور شبہ کے ازالہ کے لیے کافی اور وافی تھا اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے انوار کا مشاہدہ جو ان کے صفاء باطن' پاکیزگی اور کردار کی بلندی کا ہادی اور مرشد تھا اور جب انہوں نے قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو وہ صراطِ مستقیم کے سالک بن گئے ف۱۵۶ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا جائے اور اس سلسلے میں انسان کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرے اور عدل وانصاف قائم کیا جائے خواہ وہ فیصلہ اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کے خلاف ہو اور حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کی تمام نافرمانیوں سے اجتناب کیا جائے ف۱۵۷ اس آیت کا معنی اس کو مستلزم ہے کہ تمہاری زندگی میں کسی لمحہ بھی کفر نہ آنے پائے اور تم ہمیشہ اسلام پر ثابت قدم رہو' انسان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتا رہے ف۱۵۸ قتادہ نے کہا: اللہ کی مضبوط رسی جس کو پکڑنے کا حکم دیا ہے' وہ یہ قرآن ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے' ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے' کتاب اللہ' اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے' اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں' وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے حوض پر آئیں گے' پس دیکھو تم میرے بعد ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔ (جامع ترمذی ص ۵۴۱) ف۱۵۹ اس آیت میں تفرقہ کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ عقائد میں ایک دوسرے کی مخالفت کر کے مختلف گروہ نہ بناؤ۔ عقائد میں اختلاف کی ممانعت اس لیے ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کے عقائد واحد تھے ف۱۶۰ عرب کے دو بڑے قبیلے اوس وخزرج تھے' زمانۂ جاہلیت میں ان کے درمیان ایک سو بیس سال سے شدید عداوت چلی آ رہی تھی اور دونوں قبیلے ایک دوسرے کو قتل کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتے تھے اور جب یہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو ان دونوں کی دشمنیاں ایک دوسرے کے ساتھ محبت' خیر خواہی اور تعاون میں بدل گئیں اور وہ بھائیوں کی طرح ہو گئے اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام واحسان ہے ف۱۶۱ یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنا اخروی احسان یاد دلایا ہے کہ مسلمان دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اس گڑھے سے نکال کر جنت کے راستے پر لا کھڑا کیا ف۱۶۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے' جو نیک کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔ حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے بُرائی کو دیکھا' وہ اپنے ہاتھ سے بُرائی کو مٹائے' اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے مٹائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۱) اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا' تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۴-۲۳)

لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ

ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہےo ۱۶۳ جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

سو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ

سو اب تم عذاب (کا مزہ) چکھو اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھےo ۱۶۴ اور جن لوگوں کے

ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾

چہرے سفید ہوں گے سو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گےo

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں' اور اللہ جہان والوں پر ظلم کا

لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ

ارادہ نہیں کرتاo اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اور اللہ ہی کی طرف

تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

تمام چیزیں لوٹائی جائیں گیo ۱۶۵ جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو

بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ

تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو' ۱۶۶ اور اگر

أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ

اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا' ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر

وف۱۶۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جانا جو پہلے ایک متحد جماعت تھے اور بعد میں بہت سے فرقوں میں بٹ گئے حالانکہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے جو ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیتے' اگر وہ ان کی اتباع کر لیتے' اور اس تفرقہ کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیا تھا' اس وجہ سے وہ دنیا اور آخرت میں عظیم عذاب کے مستحق ہو گئے' دنیا میں عذاب یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے خوف میں مبتلا تھے اور مختلف جنگوں میں ان کو ذلت و رسوائی کا سامنا ہوتا تھا اور آخرت کا عذاب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے وف۱۶۴ اس آیت سے معلوم ہوا کہ میدان محشر میں کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ایک دوسری آیت میں ہے: ''وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ o تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ o'' (القیامہ: ۲۵۔ ۲۴) اور کتنے ہی چہرے اس دن مرجھائے ہوئے ہوں گےo وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گاo اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ o'' (الرحمٰن: ۴۱) اس دن مجرم اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے' انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گاo ظاہر ہے ان علامات سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہو جائے گا کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے اور حدیث میں جو حوض کوثر پر آنے والے مرتدین کو نبی علیہ السلام کا ''یا اصحابی'' فرمانا طعنہ کے طور پر ہوگا نہ کہ ناواقفی کی بناء پر ہوگا' جیسا کہ بعض حضرات نے اس سے سمجھا ہے وف۱۶۵ کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے' وہ اس کا ظلم نہیں ہے بلکہ اگر وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کو اٹھا کر جہنم میں ڈال دے تو یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا کیونکہ وہ مالک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے' لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اپنے فضل و کرم سے نیک لوگوں کو اجر و ثواب دینے کا وعدہ فرما لیا ہے' اس لیے اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ نیک لوگوں کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور برے لوگوں کو عذاب دینا اس کا عدل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو بھی نہیں' آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' ماسوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے لیکن تم درست کام کرتے رہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶) وف۱۶۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ خبر دی کہ وہ تمام امتوں سے افضل ہے' اس آیت میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ایمان پر مقدم کیا گیا ہے' اس لیے کہ ان ہی دو وصفوں کی وجہ سے مسلمانوں کو دوسروں پر فضیلت ہے' کیونکہ ایمان کا تو دوسری امتیں بھی دعویٰ کرتی تھیں لیکن دوسری امتوں نے ایمان کی حقیقت کو بگاڑ دیا تھا اور ان میں شر اور فساد غالب آچکا تھا' اس لیے ان کا ایمان صحیح نہیں تھا اور وہ نیکی کا حکم دیتے تھے نہ برائی سے روکتے تھے۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ

کافر ہیں O ف۱۶۷ وہ تمہیں زبانی اذیت دینے کے سوا اور کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تمہارے سامنے سے

الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا

پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی O ف۱۶۸ وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ

بجز اس کے کہ وہ (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی (سے سہارا لیں) اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے

اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی ف۱۶۹ یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا کفر

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ

کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور

كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ

وہ حد سے تجاوز کرتے تھے O ف۱۷۰ وہ سب برابر نہیں ہیں' اہل کتاب میں سے ایک گروہ قیام کرتا ہے ف۱۷۱

يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور وہ سجدہ کرتے ہیں O ف۱۷۲ وہ اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ف۱۷۳ اور وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں ف۱۷۴ اور

يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا

نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں' اور وہی نیکوں میں سے ہیں O ف۱۷۵ اور وہ جو بھی

ف۱۶۶ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اللہ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان نہیں لائے تھے اور قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے اور سیدنا محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے کیونکہ ان کو یہ خوف تھا کہ اگر انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کو مان لیا تو ان کی ریاست جاتی رہے گی اور یہودی عوام ان کی جو اتباع کرتے ہیں وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور دنیوی مال اور نذرانے ملنے بند ہو جائیں گے حالانکہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو دنیا میں بھی ان کی عزت و کرامت زیادہ ہوتی اور وہ آخرت میں بھی اجر عظیم کے مستحق ہوتے

ف۱۶۸ اس آیت میں نبی ﷺ کے زمانے کے یہودیوں کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے ابتداءً ان کے مختلف قبائل سے جو معاہدے کیے تھے' وہ ان کی عہد شکنیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ختم کر دیئے گئے اور بعد میں یہ اپنی ریشہ دوانیوں اور جرائم کی سزا میں قتل کر دیئے گئے یا جلاوطن کر دیئے گئے اور دوسرے قبائل سے جو انہوں نے معاہدے کر رکھے تھے' وہ قبائل بھی آہستہ آہستہ اسلام کے زیر اثر آ گئے' سو وہ معاہدے بھی عملاً بے اثر ہو کر رہ گئے اور جس درخت کی تمام جڑیں کٹ چکی ہوں وہ محض تنے کے سہارے کب تک کھڑا رہ سکتا ہے' اس آیت میں مدینہ کے یہودیوں کی اسی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اب ان کی جڑ کٹ چکی ہے اور ان کے اندر اتنی قوت نہیں رہی کہ وہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکیں' وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے تم کو اپنی زبانوں سے کچھ دکھ اور تکلیف پہنچائیں اور اگر بالفرض یہ کسی مقابلے میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے تو پیٹھ دکھائیں گے اور ایسے ذلیل و خوار ہوں گے کہ کسی طرف سے بھی ان کی مدد نہیں کی جائے گی ف۱۶۹ یہودیوں پر اس طرح ذلت لازم کر دی گئی ہے کہ وہ کرۂ ارض پر ہر خطہ میں ذلیل و خوار ہیں اور اپنے زور بازو سے انہیں کہیں پر غلبہ حاصل نہیں ہے' ماسوا اس کے کہ کہیں مسلمانوں نے ان کو امان دے دی اور کہیں غیر مسلموں نے ان کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دیا' اس زمانہ میں انگلینڈ' امریکہ اور روس نے باہمی اشتراک سے فلسطین میں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی ہے اور آج کل امریکہ ان کا پشت پناہ ہے' یہ صرف اپنی انفرادی قوت سے کہیں حکومت قائم نہیں کر سکے' ان کا ایٹمی قوت بننا بھی امریکی مدد کی وجہ سے ہے ف۱۷۰ یہ ذلت و رسوائی ان کی انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے ف۱۷۱ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی صفات کا بیان شروع کیا ہے اور مؤمنین اہل کتاب کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ گروہ دین حق پر قائم اور ثابت قدم ہے اور مخالفین کی ریشہ دوانیاں اور اسلام کے خلاف ان کے شکوک و شبہات ڈالنے کی کوششیں ان کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کرتیں ف۱۷۲ یہ مؤمنین اہل کتاب کی دوسری صفت ہے کہ وہ رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں' اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدہ میں بھی خضوع و خشوع سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں لیکن سجدہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا منع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے' یہ ممانعت قرآن مجید کی تعظیم کی وجہ سے ہے کیونکہ رکوع اور سجود انتہائی ذلت کی حالت ہے' اس لیے اس حال میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ف۱۷۳ یہ مؤمنین اہل کتاب کی تیسری صفت ہے کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تاکہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس آیت میں یہودیوں کی تعریف ہے کیونکہ یہودی بھی تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور رات کو اٹھ کر تورات کی تلاوت کرتے تھے' سو اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ف۱۷۴ یہ مؤمنین اہل کتاب کی چوتھی صفت ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں' انسان کا پہلا کمال یہ ہے کہ اس کے عقائد صحیح ہوں اور دوسرا کمال یہ ہے کہ وہ خود کامل ہونے کے بعد دوسرے ناقصوں کو کامل بنائے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا" (التحریم: ۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ سو انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کامل ہونے کے بعد دوسرے ناقصوں کو کامل بنائے اور یہ فریضہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے ادا ہوگا ف۱۷۵ یہ مؤمنین اہل کتاب کی پانچویں صفت ہے کہ وہ ہر نیک کام کو اس کے وقت پر کر لیتے ہیں اور فرائض اور واجبات کو فوت ہونے سے پہلے

مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

نیک کام کرتے ہیں ان کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے O ف۷۶ بے شک جن لوگوں نے

كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ (کے عذاب) سے ہرگز نہیں بچا

شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا

سکیں گے وہ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O ف۷۷ وہ جس چیز کو

يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ

دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں (جلا دینے والی) سخت سردی ہو

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ

جو ان لوگوں کی کھیتیوں پر پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پھر وہ ہوا اس کھیت کو جلا ڈالے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں

لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا

کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں O ف۷۸ اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار

بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ

نہ بناؤ وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے ان کی

بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ

باتوں سے دشمنی تو ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَاۤءِ تُحِبُّوْنَهُمْ

اگر تم عقل سے کام لیتے ہو تو ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو بیان کر دیا ہے O ف۷۹ سنو! تم ان سے محبت کرتے ہو

ہوا کرلیتے ہیں نیز وہ نیک کاموں کو خوشی اور سعادت سمجھ کر کرتے ہیں بوجھ اور بیگار سمجھ کر نہیں کرتے چونکہ نیک کاموں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ صالحین کا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی چھٹی صفت یہ بیان کی کہ وہ صالحین میں سے ہیں ف۷۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اہل کتاب کے لیے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی جزا سے ہرگز محروم نہیں کیا جائے گا' کفر کا معنی چھپا لینا ہے اور کسی شخص کی نیکی کی جزا نہ دینا' اس کو چھپانے کے مترادف ہے' اس لیے یہاں انہیں جزا نہ دینے کو کفر سے تعبیر فرمایا ف۷۷ یہود' منافقین اور مشرکین نبی ﷺ کی عداوت میں آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے مال خرچ کرتے تھے اور اپنے اس خرچ پر خوش ہوتے تھے اور فخر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکیں گے' مال اور اولاد کا بالخصوص ذکر اس لیے فرمایا کہ انسان اپنی جان بچانے کے لیے کبھی مال کا فدیہ دیتا ہے اور کبھی اولاد کے ذریعے اپنے آپ کو دُکھ اور آزار سے بچاتا ہے' قرآن مجید کی ایک اور آیت میں ہے: ''يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ O'' (الشعراء: ۸۸) جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے O یہ آیت بھی کفار و مشرکین کے لیے قیامت کے دن ان کے مال و اولاد کے غیر نافع ہونے پر دلالت کرتی ہے ف۷۸ اس آیت میں ہے کہ کفار جو اللہ کی مرضی کے خلاف اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں' ان کے خرچ کی مثال اس طرح ہے جس طرح ظالموں کے کھیت پر سخت سرد جلا دینے والی ہوا پہنچے اور اس کھیت کو جلا ڈالے' اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے: ''وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا O'' (الفرقان: ۲۳) اور انہوں نے (اپنے زعم میں) جو بھی نیک عمل کیے ہم ان کی طرف قصد فرمائیں گے' پھر ہم انہیں (فضا میں) بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرّے بنا دیں گے O جس طرح اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم کے سبب ان کے کھیتوں کو جلا ڈالتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ آخرت میں کافروں کے اعمال کو برباد اور رائیگاں کر دے گا اور ان کے اعمال کو قبول نہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے بُرے اعمال کی سزا دی ہے ف۷۹ اس آیت میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلق رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کو تحفہ' ہدیہ وغیرہ دیں اور ایک دوسرے کی دعوتیں کریں اور اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں ان سے مشورہ کریں کیونکہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کے معاملات بگاڑنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور ان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو مصائب اور آلام پہنچیں اور ان کی دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ جب مسلمانوں سے باتیں کرتے ہیں' اس وقت بھی ان کی باتوں سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے چہرے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں' وہ مسلمانوں کی کتاب اور ان کے نبی کے مکذب ہیں اور ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کینہ اور بغض بھرا ہوا ہے' وہ بیان سے باہر ہے۔

وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا

حالانکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے ۱۸۰ اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو ۱۸۱ اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ

ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں ۱۸۲ آپ کہیے کہ

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ

تم اپنے غصہ میں مر جاؤ ۱۸۳ بے شک اللہ دل کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ ۱۸۴ اگر تمہیں

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ

کوئی اچھائی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں ۱۸۵

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکر و فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۱۸۶ بے شک اللہ

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ان کے تمام کاموں کو محیط ہے○ ۱۸۷ اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے دراں حالیکہ آپ مؤمنوں

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ

کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے○ ۱۸۸ جب تم میں سے دو گروہ

مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

بزدلی پر تیار ہو گئے حالانکہ اللہ ان کا مددگار تھا ۱۸۹ اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر توکل

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا

کرنا چاہیے○ اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی ۱۹۰ دراں حالیکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ

ف۱۸۰ مسلمان یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں کیونکہ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی دولت اسلام ہے اور یہ ان کی محبت تھی اور کفار (یہودی) یہ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلام پر قائم نہ رہیں تا کہ وہ دین و دنیا میں ہلاک ہو جائیں اور یہ ان کا محبت نہ کرنا تھا ف۱۸۱ مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ جو کتب (مثلاً تورات' انجیل' زبور وغیرہ) انبیاء بنی اسرائیل پر نازل ہوئیں' ان پر بھی ایمان رکھتے تھے جب کہ کفار (یہود) محمد ﷺ پر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کا انکار کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے ف۱۸۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں اور جب انسان بہت زیادہ غصہ میں ہوتا ہے تو دانتوں سے انگلیاں کاٹنے لگتا ہے' یہاں انگلیاں کاٹنے سے مراد انتہائی غیظ و غضب کا اظہار ہے ف۱۸۳ یہ ان کے خلاف بہ ظاہر دعاء ضرر ہے کہ تمہارا غیظ اس قدر ہو جائے کہ تم اس کی زیادتی سے ہلاک ہو جاؤ اور حقیقت میں یہ اسلام اور مسلمانوں کی عزت و کرامت میں زیادتی اور ان کی سربلندی اور سرفرازی کی دعا ہے کیونکہ ان کے غیظ و غضب کی وجہ مسلمانوں کی ترقی ہے اور جوں جوں یہ ترقی زیادہ ہوگی' ان کا غیظ و غضب زیادہ ہو گا' حتیٰ کہ مسلمانوں کی بہت زیادہ سربلندی اور سرفرازی سے وہ جل بھن کر مر جائیں گے

ع ۱۲ / ۱۱

ف۱۸۴ یعنی تم اگر چہ بہ ظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے ہو لیکن تم نے اپنے دلوں میں کفر کو چھپایا ہوا ہے اور تم اپنے دلوں میں اسلام کے خلاف جس قدر غیظ و غضب رکھتے ہو' اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور تمہارے دلوں کی تمام باتوں پر مطلع ہے ف۱۸۵ ''حسنۃ'' کا معنی ہے: اچھائی اور یہاں اس سے دنیوی منفعت مراد ہے مثلاً صحت' خوش حالی' دشمنوں پر غلبہ اور دوستوں کے درمیان الفت و محبت کا حصول' اور جب ان میں سے کوئی چیز بھی مسلمانوں کو ملتی تو کفار (یہود) کو برا لگتا کہ ان کو یہ اچھائی کیوں پہنچی کیونکہ وہ مسلمانوں سے جو حسد و کینہ رکھتے تھے' اس کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کے لیے اچھائی کا حاصل ہونا اچھا نہیں لگتا تھا اور اگر اس کے برعکس مسلمانوں کو کوئی تکلیف و مشقت پہنچتی یا مسلمان بہ ظاہر پسپا ہوتے تو کفار کو اس پر خوشی ہوتی ف۱۸۶ اس آیت کا معنی ہے: اگر تم اللہ کی عبادت کرنے میں تکلیف اور مشقت اور قدرتی آفتوں اور مصائب پر صبر کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو تو کفار اپنے مکر و فریب سے تمہارے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں' اس میں تم کو کوئی ضرر و نقصان لاحق نہیں ہو گا ف۱۸۷ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں' لوحِ محفوظ اور کراماً کاتبین کے پاس لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان اعمال کی جزا دے گا اور چونکہ ان کا کوئی عمل علمِ الٰہی کے احاطہ سے باہر نہیں نکل سکتا' اس لیے ان کے تمام اعمال کی انہیں جزا دی جائے گی ف۱۸۸ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اُحد کی طرف روانہ ہوئے اور ہفتہ کے دن اُحد کی گھاٹیوں پر پہنچے' آپ پیدل چل رہے تھے اور جنگ کے لیے اپنے اصحاب کی صفیں باندھ رہے تھے' اگر کوئی شخص صف سے باہر نکلا ہوا ہوتا تو آپ اس کو صف کے اندر کر دیتے' آپ وادی کے نشیب میں اترے تھے اور آپ کی پشت اور لشکر اُحد کی طرف تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۱) حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن ہمارا مشرکوں سے مقابلہ ہوا' نبی ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک لشکر (اُحد پہاڑ پر) بٹھا دیا اور حضرت عبد اللہ بن جبیر بن مطعم کو ان کا امیر بنا دیا اور فرمایا: تم اس جگہ سے نہ جانا' اگر تم یہ دیکھو کہ ہم غالب آ گئے ہیں' پھر بھی تم یہاں سے نہ جانا' اور اگر تم دیکھو کہ مشرکین ہم پر غالب آ گئے ہیں تو تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۹) ف۱۸۹ حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا تو مسلمانوں کی دو جماعتوں کے دل بیٹھ گئے اور یہ دو جماعتیں بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۹) ف۱۹۰ بدر ایک گاؤں کا نام ہے' جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا' بدر مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کی مسافت پر واقع ہے' بدر کا لغوی معنی ہے: بھرنا' چودھویں رات کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھرا ہوا اور مکمل ہوتا ہے' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی میں مشہور کنواں ہے' جس کو بدر کہتے ہیں۔ (معجم البلدان ج ۱ ص ۳۵۷)

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ

سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر ادا کرو○ ۱۹۱ (اے رسول کرم!) یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے:

اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے○

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ

اسی آن اللہ (تین ہزار کے بجائے) پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا○ ۱۹۲ اور اللہ نے اس

اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

(امداد) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لیے کیا ہے اور تا کہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (درحقیقت) مدد تو صرف

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ (اور اس مدد کا باعث یہ ہے) تا کہ اللہ کافروں کے ایک گروہ کو

كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ

(جڑ سے) کاٹ دے یا انہیں (شکست خوردہ کر کے) رسوا کرے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں○ ۱۹۳ آپ اس میں سے کسی چیز

شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ

کے مالک نہیں اللہ (چاہے تو) ان (کافروں) کی توبہ قبول فرمائے یا وہ ان کو عذاب دے کیوں کہ بے شک وہ ظلم کرنے والے ہیں○ اور

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ

اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے اور

ف۱۹۱ جنگ بدر میں مسلمان مادّی طور پر ضعیف تھے کیونکہ ان کی تعداد تین سو تیرہ نفوسِ قدسیہ تھی اور کفار نو سو پچاس تھے' ان (مسلمانوں) کے پاس صرف دو گھوڑے اور اسّی اونٹ تھے اور کفار کے پاس سو گھوڑے تھے' بہ کثرت اونٹ اور وافر مقدار میں اسلحہ تھا ف۱۹۲ شعبی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو یہ خبر پہنچی تھی کہ کرز بن جابر محاربی مشرکین کی مدد کرنا چاہتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر یہ خبر شاق گزری تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۹۴) اور جب کرز کو مشرکین کی شکست کی خبر پہنچی تو وہ ان کی مدد کے لیے نہیں آیا اور لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے سے مسلمانوں کی مدد کی' سورۂ انفال میں ہے: "اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○" (الانفال:۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری (فریاد) سن لی کہ میں ایک ہزار پے درپے آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں○ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے نازل کرنے کی بشارت دی' پھر اس کو بڑھا کر تین ہزار تک پہنچا دیا' پھر تین شرطوں سے مشروط فرما کر اس تعداد کو پانچ ہزار تک پہنچایا' وہ شرطیں یہ ہیں: تم صبر کرو' اللہ سے ڈرتے رہو' اور دشمن تم پر اچانک یک بارگی بلہ بول دو' چونکہ دشمن نے اچانک یک بارگی حملہ نہیں کیا تھا' اس لیے پانچ ہزار فرشتوں کا نزول نہیں ہوا تھا ف۱۹۳ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اس نے اس مدد کو محض بشارت اور مسلمانوں کے دلوں کے اطمینان کے لیے نازل کیا ہے' اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۷۴) سیدی و مولائی حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کا بھی مختار یہی ہے' آپ فرماتے ہیں کہ اگر فرشتوں نے یہ لڑائی لڑی ہوتی تو پھر کوئی ایک صحابی بھی اس جنگ میں زخمی یا شہید نہ ہوتا حالانکہ چودہ صحابی شہید ہوئے اور متعدد زخمی ہوئے اور اگر یہ فرشتوں کا کارنامہ تھا تو اصحابِ بدر کا کوئی کمال نہ ہوا اور ان کی اس قدر فضیلت نہ ہوئی اور پھر ہزاروں فرشتوں کی کیا ضرورت تھی؟ تمام کافروں کو قتل کرنے کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی تھا' علاوہ ازیں یہ کہ مجاہدین صحابہ میں سے ہر ایک کے متعلق معلوم اور ثابت ہے کہ فلاں صحابی نے فلاں کافر کو قتل کیا اور فلاں صحابی نے فلاں کافر کو قتل کیا' پھر فرشتوں نے کس کو قتل کیا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۳۴۳ تا ۳۵۴۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اللہ نہایت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےO ۱۹۴ اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ ۱۹۵ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ ۚ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

فلاح پاؤO اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہےO ۱۹۶ اور اللہ کی اطاعت

وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ۚ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کرو اور رسول کی تا کہ تم پر رحم کیا جائےO ۱۹۷ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو ۱۹۸

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ

جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہےO ۱۹۹ جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

خوش حالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور جو غصہ پینے والے ہیں ۲۰۰ اور لوگوں (کی خطاؤں) کو

عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا

معاف کرنے والے ہیں ۲۰۱ اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہےO اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی

فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪

کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ

اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے ۲۰۲ اور انہوں نے دانستہ ان کاموں پر اصرار

ف۱۹۴ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک ظالم کافروں کے متعلق ہلاکت اور نقصان کی دعا کرتے رہے اور مسلمانوں کے لیے حصولِ رحمت کی دعا فرماتے رہے تا کہ آپ کی زندگی میں یہ نمونہ ہو کہ ظالم کافروں کے لیے تباہی و بربادی کی دعا کرنا جائز ہے اور آپ کی سنت ہے اور جب یہ حکمت پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا اور اس آیت کو تسلی دینے کے لیے نازل کیا' اگرچہ کافروں اور منافقوں نے ظلم کیا ہے لیکن آپ اس پر غم نہ کریں کیونکہ ان میں ہدایت اور توبہ کی تحریک پیدا کرنا آپ کے اختیار میں نہیں ہے' اللہ چاہے تو ان میں ہدایت پیدا کر کے ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو ان کے کفر پر برقرار رکھ کر ان کو عذاب دے ف۱۹۵ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے شخص کو مثلاً ایک سال کی مدت کے لیے دس روپے کی زیادتی پر سو روپے قرض دیتا' اور جب ایک سال کے بعد مقروض رقم ادا نہ کر سکتا تو اب قرض خواہ ایک سو دس روپے پر دس روپے فی صد کے حساب سے سالانہ سود مقرر کر دیتا' اس طرح ہر سال کرتا' یا کہتا کہ تمہیں ایک سال کی مزید مہلت دیتا ہوں لیکن تمہیں سو روپے کے بجائے دو سو روپے دینے ہوں گے' اسی طرح عدم ادائیگی کی صورت میں ہر سال سو روپے کا اضافہ کرتا چلا جاتا' یہ سود در سود ہے' اس کو سود مرکب بھی کہتے ہیں ف۱۹۶ سود سے منع کرنے کے بعد فرمایا ہے: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے' اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ سود خوری کی وجہ سے مسلمان کافر تو نہیں ہوتا تو پھر اس کو آگ سے کیوں ڈرایا گیا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ سود خوری میں گرفتار ہونے کے بعد یہ خطرہ رہتا ہے کہ انسان اس کی تحریم کا انکار کر کے کافر ہو جائے گا ف۱۹۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے' اللہ تعالیٰ کے احکام کا ماخذ قرآن مجید ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ماخذ احادیث ہیں اور احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات کی تعلیم اور تبیین کی ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کر کے دکھایا ہے اور قرآن مجید میں جن احکام کا اجمالی ذکر تھا' ان کی تفصیل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام پر ہی عمل کرنا ہے ف۱۹۸ اس آیت کا معنی ہے: اس چیز کی طرف جلدی کرو جس سے تمہیں اپنے رب کی مغفرت حاصل ہو اور رب کی مغفرت اس کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہنے سے حاصل ہوتی ہے ف۱۹۹ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر سات آسمانوں اور سات زمینوں کے تمام طبقات کو پھیلا دیا جائے تو وہ جنت کا عرض ہوگا اور جس کے عرض کی اس قدر وسعت ہے اس کے طول کا کیا عالم ہوگا' اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ" (الرحمٰن: ۵۴) جنت کے تکیوں کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے' اور استر بیرونی غلاف سے کم خوب صورت ہوتا ہے تو جن تکیوں کا استر استبرق کا ہے' ان تکیوں کے بیرونی غلاف کی خوب صورتی کا کیا عالم ہوگا' سو اسی طرح یہ آیت کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو پھیلا دیا جائے تو جنت کا عرض ہے اور جس کا عرض اتنا وسیع ہے اس کے طول کا کیا عالم ہوگا ف۲۰۰ غصہ ضبط کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی غصہ دلانے والی بات پر خاموش ہو جائے اور غیظ و غضب کے اظہار اور سزا دینے اور انتقام لینے کی قدرت کے باوجود صبر و سکون کے ساتھ رہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ضبط کرنے اور جوشِ غضب ٹھنڈا کرنے کے طریقوں کی ہدایت دی ہے۔ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غضب شیطان (کے اثر) سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے تو جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضو کرے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۴) نیز حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے اللہ عزوجل کے غضب سے کیا چیز دور کر سکتی ہے' فرمایا: تم غصہ نہ کرو۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۹) ف۲۰۱ لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے کی بڑی فضیلت ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِO" (الشوریٰ: ۴۳) اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ہےO حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بھی زیادتی کی گئی' میں نے کبھی آپ کو اس زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا بہ شرطیکہ اللہ کی حدود نہ پامال کی جائیں اور جب اللہ کی حد پامال کی جاتی تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب فرماتے۔ (جامع ترمذی: ۵۹۶) ف۲۰۲ حضرت علی رضی

هُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾ أُولَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ

نہیں کیا O ۲۰۳ ان لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں (باغات)

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ ﴿۱۳۶﴾

ہیں جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک کام کرنے والوں کی کیا خوب جزا ہے O ۲۰۴

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا۟ فِي ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُوا۟

بے شک تم سے پہلے (قانونِ قدرت کے) طریقے گزر چکے ہیں سو تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو (کہ پیغمبروں کو) جھٹلانے

كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى

والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا O ۲۰۵ یہ لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور متقین کے

وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَنتُمُ

لیے ہدایت اور نصیحت ہے O ۲۰۶ اور نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر تم کامل مومن

ٱلْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ

ہو تو تم ہی غالب رہو گے O ۲۰۷ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے

مَسَّ ٱلْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُۥ ۚ وَتِلْكَ ٱلْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ ٱلنَّاسِ

مخالف لوگ بھی اسی طرح زخمی ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کے درمیان ایام (کی تنگی اور کشادگی) کو گردش دیتے رہتے ہیں ۲۰۸

وَلِيَعْلَمَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ ۗ وَٱللَّهُ لَا

تاکہ اللہ ایمان والوں کو چھانٹ کر الگ کر لے اور تم میں سے بعض لوگوں کو مرتبۂ شہادت دے اور اللہ ظلم

يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَيَمْحَقَ

کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (کہ) مجھ سے حضرت ابوبکر نے یہ حدیث بیان کی اور حضرت ابوبکر نے سچ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی کوئی گناہ کرے، پھر وہ اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے، پھر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی: ''وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ''۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۳) ف۲۰۳ اصرار کا معنی ہے: گناہ کو پختہ اور مضبوط کرنا اور گناہ کو ترک نہ کرنا اور اس ترک سے باز رہنا۔ (المفردات ص ۲۷۹) قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ تم لوگ گناہوں پر اصرار کرنے سے باز رہو کیونکہ ماضی میں گناہوں پر اصرار کرنے والے ہلاک ہو گئے، ان کو خدا کا خوف حرام کے ارتکاب سے نہیں روکتا تھا اور وہ گناہ کرنے کے بعد توبہ نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ انہیں اسی گناہ پر موت آ جاتی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۶۴۔۶۳) ف۲۰۴ یعنی جن لوگوں کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ اگر وہ کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً خدا کو یاد کرتے ہیں اور اس گناہ پر فوراً توبہ اور استغفار کرتے ہیں اور عمداً اس گناہ پر اصرار نہیں کرتے، ان کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معافی حاصل ہوتی ہے اور انہوں نے جو نیک کام کیے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیکیوں پر اپنے فضل سے ان کو ایسی جنتیں عطا فرمائے گا، جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے، وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے اور نیکی کرنے والوں کی یہ کیا خوب جزا ہے ف۲۰۵ ''سنن'' سنت کی جمع ہے، سنت کا معنی ہے: طریقہ اور عادت اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو قوم اللہ کو نہیں مانتی اور اس کے رسول کی تکذیب کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب بھیج کر اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، اس سنت کے مظاہر عاد، ثمود، اہلِ مدین اور قوم لوط وغیرہ کے آثار کی شکل میں موجود تھے، اللہ تعالیٰ نے ان ہی مظاہر قدرت کو یہاں لفظ ''سنن'' سے تعبیر فرمایا ہے ف۲۰۶ اس آیت میں بیان، ہدایت اور نصیحت کا ذکر ہے، جس کلام سے کسی پیدا ہونے والے شبہ کا ازالہ کیا جائے، اس کو بیان کہتے ہیں اور جو کلام اُمورِ شرعیہ میں رہنمائی پر مشتمل ہو، اس کو ہدایت کہتے ہیں اور جو کلام کسی بُرے کام سے ممانعت کی تلقین پر مشتمل ہو، اس کو نصیحت کہتے ہیں اور چونکہ قرآن سے ہدایت اور نصیحت صرف متقین ہی حاصل کرتے ہیں، اس لیے یہاں ان کے ساتھ ہدایت و نصیحت کی تخصیص کی گئی ہے ف۲۰۷ اس آیت میں غلبہ سے مراد مادّی غلبہ ہے، یعنی اگر تم ایمان کامل پر قائم رہے اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی اطاعت کرتے رہے تو کفار کے خلاف معرکہ آرائیوں میں تم ہی فتح یاب اور کامران ہو گے، جیسا کہ جنگ اُحد کے بعد کی جنگوں میں مسلمان عہدِ رسالت میں مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے رہے، پھر عہدِ صحابہ میں بھی مسلمان کفار کے خلاف جنگوں میں کامیاب ہوتے رہے، حتیٰ کہ بنو امیہ کے دور میں تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ چکی تھی ف۲۰۸ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کے زخمی ہونے اور قتل ہونے سے کیونکر کمزوری دکھاؤ گے اور غم کھاؤ گے، اگر تم میں سے بعض زخمی ہوئے اور بعض قتل ہوئے تو جنگ بدر میں تمہارے دشمنوں کو اس سے زیادہ ہزیمت اٹھانی پڑی تھی، ان کے بھی اس قدر افراد قتل ہوئے تھے اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے تھے اور جنگ تو کنوئیں کے ڈول کی طرح ہے، کبھی ایک کے ہاتھ آتی ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ، ایک دن تمہارا ہے، ایک دن اُن کا ہے۔

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

کو مٹا دے ○ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم

الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا ○ ۲۰۹ع اور تم تو موت کے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

آنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ○ ۲۱۰ع

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں اگر وہ فوت ہو

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ

جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا

فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ

سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا ۲۱۱ع اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا ○ اور کسی

لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ

شخص کے لیے اللہ کے اذن کے بغیر مرنا ممکن نہیں ہے ۲۱۲ع (سب کی) اجل لکھی ہوئی ہے ۲۱۳ع اور جو دنیا

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ

کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا اجر چاہے گا ہم اسے

مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ

اس میں سے دیں گے ۲۱۴ع اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے ○ اور کتنے نبیوں کے ساتھ اللہ والوں نے

ف۲۰۹ اس آیت کا معنی ہے کہ اے وہ لوگو جو جنگ احد میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے شکست کھا چکے ہو اور کافروں کی یلغار اور ان کے دباؤ کی وجہ سے جن کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور جان بچانے کے لیے گھبرا کر بھاگے تھے' کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح جنت میں داخل ہو جاؤ گے جو اس جنگ میں شہید ہو چکے یا جو لوگ زخمی ہونے اور کافروں کے دباؤ کے باوجود ثابت قدم رہے اور زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود صبر و استقامت کے ساتھ اپنے مورچوں میں ڈٹے رہے اور اپنی جانوں پر کھیل کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے۔ ف۲۱۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض صحابہ جنگ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تھے اور وہ جنگ احد برپا ہونے سے پہلے یہ تمنا کرتے تھے کہ پھر جنگ بدر کی طرح کوئی معرکہ ہو تو وہ اس جنگ میں دادِ شجاعت دیں یا شہید ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پائیں اور جنگ احد ہوئی تو ان میں سے بعض کفار کے دباؤ اور ان کے رش کی وجہ سے ثابت قدم نہ رہے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ان پر عتاب فرمایا کہ تم تو موت کے آنے سے پہلے موت کی تمنا کرتے تھے' سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا ہے اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ف۲۱۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی دعوت دیں اور جب ان کی مدتِ حیات پوری ہو گئی تو وہ فوت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا' سو اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مدت پوری ہونے کے بعد وفات پا جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان بعض لوگوں پر اظہارِ ناراضگی فرمایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر یہ سوچنے لگے تھے کہ اب کافروں سے صلح کر لینی چاہیے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا ف۲۱۲ اس آیت میں منافقین کے ایک طعنہ کا جواب ہے' کیونکہ جب مسلمان جنگ احد سے فارغ ہو کر شہر میں پہنچے تو ان سے منافقوں نے کہا: اگر تم ہمارے ساتھ رہتے تو تمہارے ساتھی جو جنگ احد میں قتل کر دیئے گئے قتل نہ کیے جاتے' اللہ تعالیٰ نے اس کے ردّ میں فرمایا: ہر شخص کی موت ایک وقت معین میں مقرر ہے' اس وقت پر جو شخص جہاں ہو گا مر جائے گا' خواہ وہ اپنے گھر میں ہو یا میدانِ جنگ میں ف۲۱۳ آیت کے اس حصہ میں ان لوگوں کا ردّ ہے جنہوں نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانے کی افواہ اُڑائی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی موت کا وقت لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور کوئی شخص بھی اس وقت کے آنے سے پہلے نہیں مر سکتا تو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے وقت سے پہلے موت کیسے آ سکتی ہے ف۲۱۴ جنگ احد میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے' ان میں سے تو مسلموں کی نیت غنیمت اور متاعِ دنیوی تھی' اکثر راسخ العقیدہ مسلمان صرف دین کی سربلندی کے لیے اس جنگ میں شریک ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم ہر شخص کو اس کی نیت و ارادہ کے اعتبار سے حصہ دیں گے' جو دنیا چاہتا ہو اس کو دنیا ملے گی اور جو عقبیٰ چاہتا ہو اس کو عقبیٰ ملے گی۔

رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا

اللہ والے ہو کر لڑے ہیں تو اللہ کی راہ میں پہنچنے والے مصائب کی وجہ سے نہ وہ سست ہوئے

ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا

نہ کمزور پڑے اور نہ دبے ۲۱۵ اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہےO اور ان کی

كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا

دعا صرف یہی تھی کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری

فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

زیادتیاں (بھی) اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرماO ۲۱۶

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ

تو اللہ نے ان کو دنیا کی نعمت (بھی) دی اور آخرت میں بھی نیک اجر عطا فرمایا ۲۱۷ اور اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ

نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہےO ۲۱۸ اے ایمان والو! اگر تم نے کفار کا کہا مان لیا تو وہ تم کو الٹے

كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ

پاؤں لوٹا دیں گے اور تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گےO ۲۱۹ بلکہ اللہ تمہارا

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہےO ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں (تمہارا)

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ

رعب ڈال دیں گے ۲۲۰ کیوں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی ۲۲۱ اور ان

ف۲۱۵ جو مسلمان جنگ احد میں گھبرا کر بھاگ گئے تھے' ان کی تادیب کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ انبیاء سابقین اور ان کے متبعین کے احوال بیان فرما رہا ہے کہ تمہارے لیے انبیاء سابقین کے متبعین میں نمونہ ہے' وہ جہاد کی سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرتے تھے اور کسی مرحلے پر دشمن سے گھبرا کر بھاگتے نہیں تھے' سو جنگ احد میں تمہارا دشمنوں کے اچانک حملہ کرنے اور اژدہام سے گھبرا جانا اور افراتفری میں بھاگ جانا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے

ف۲۱۶ انبیاء سابقین کے متبعین کے محاسن افعال میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے جنگ میں ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنے مطلوب کا ذکر کرنے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی اور اس میں دعا کا یہ ادب بتایا ہے کہ پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور پھر اللہ تعالیٰ سے کوئی اور مراد طلب کیا کرو' اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین فرمائی اور ان کو نیکوکار قرار دیا اور ان کو دنیا اور آخرت کا اجر عطا فرمایا

ع ۱۵ / ۵

ف۲۱۷ دنیا کی نعمت فتح و کامرانی' خوش حالی اور صحت و تندرستی ہے اور آخرت کا نیک اجر گناہوں کی معافی اور جنت کا دخول اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے' نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ آخرت کا نیک اجر دنیا کی نعمت سے کہیں زیادہ ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہاں کے اجر کے ساتھ حسن (نیک) کا اضافہ فرمایا

ف۲۱۸ کیا ہی لطف کی بات ہے کہ انبیاء سابقین کے جو متبعین اپنے آپ کو مذنبین قرار دے رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو محسنین (نیکی کرنے والا) فرمایا ہے' گویا کہ عجز و انکساری کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے

ف۲۱۹ اس آیت میں مشرکین عرب اور کفار کی پیروی سے منع فرمایا ہے کیونکہ جب جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو منافقوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اب جا کر ابوسفیان سے امان حاصل کرنی چاہیے اور بعض نے کہا تھا: اب تم اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جاؤ' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی' اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے مذہبی معمولات کے خلاف کفار کی کسی بات کو نہیں ماننا چاہیے اور اپنے دین اور مذہب کے خلاف ان کی اطاعت کرنا دین اور دنیا میں فساد مول لینا ہے

ف۲۲۰ جنگ احد میں جب ابوسفیان اور اس کے رفقاء دیگر مشرکین مسلمانوں کو شکست دے کر لوٹ گئے اور مکے کی جانب جانے لگے تو کچھ مسافت طے کرنے کے بعد وہ نادم ہوئے اور کہنے لگے: یہ ہم نے کیا کیا' ہم نے ان سے جنگ کی اور جب تھوڑے سے مسلمان باقی بچ گئے تو ہم لوٹ آئے' واپس چلو' ہمارے لیے یہ نادر موقع ہے کہ ہم مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں' جب انہوں نے واپسی کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنا ارادہ پورا کیے بغیر مکہ واپس چلے گئے' یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کو یاد دلایا ہے

ف۲۲۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کرنا کسی ملت میں بھی جائز نہیں رہا اور نہ عقل اس کو جائز قرار دیتی ہے' اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے' جو چیز بغیر کسی دلیل کے محض رائے اور نفسانی خواہش پر مبنی ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ

کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے○ اور بے شک اللہ نے

اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ

تم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا جب تم (ابتداء میں) اس کے اذن سے ان (کافروں) کو قتل کر رہے تھے ۲۲۲ حتیٰ کہ جب تم نے بزدلی

تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

دکھائی اور (رسول اللہ کا) حکم ماننے میں اختلاف کیا اور اپنی پسندیدہ چیزوں (مال غنیمت) کو دیکھنے کے بعد تم نے (رسول اللہ کی)

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ

نافرمانی کی' تم میں سے بعض دنیا کا ارادہ کر رہے تھے اور بعض آخرت کا ارادہ کر رہے تھے' ۲۲۳ پھر

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ

اللہ نے تم کو ان سے پھیر لیا تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے اور بے شک اس نے تم کو معاف کر دیا ۲۲۴ اور اللہ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى

ایمان والوں پر بہت فضل (کرنے) والا ہے○ جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے

اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ

اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے ۲۲۵ تو اللہ نے تمہیں غم بالائے غم

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ

میں مبتلا کیا تاکہ (مال غنیمت سے) محرومی اور اس (شکست) کی مصیبت پر تم غم زدہ نہ ہو' ۲۲۶ اور اللہ تمہارے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً

کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○ پھر (اللہ نے) پریشانی کے بعد تم پر سکون نازل کیا (جس کے نتیجہ میں) تمہاری ایک

ف۲۲۲ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے بعد مدینہ لوٹ آئے تو اس وقت بعض مسلمانوں نے کہا: ہم کو یہ شکست کیسے ہوگئی' ہم سے تو اللہ نے مدد کا وعدہ فرمایا تھا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم نے تمہیں احد میں کافروں کے سات علم برداروں کو قتل کرنے میں مدد دے کر تمہیں فتح دے دی تھی اور کفار میدان چھوڑ کر بھاگ چکے تھے' اس طرح ہم نے اپنا وعدہ سچا کر دیا تھا ف۲۲۳ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ پر پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا تھا اور فرمایا تھا: فتح ہو یا شکست تم اس جگہ سے نہ ہٹنا' جب ان تیر اندازوں نے مسلمانوں کو مال غنیمت لوٹتے دیکھا تو انہوں نے کہا: ہم بھی جا کر مال غنیمت لوٹتے ہیں' ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں یہیں قائم رہنے کا حکم دیا ہے لیکن دو چار کے سوا کسی نے ان کی بات نہ مانی اور جب یہ مورچہ خالی ہو گیا تو یکایک پیچھے سے آ کر خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکوں نے حملہ کیا' مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے تھے' اچانک ان کے سروں پر تلواریں برسنے لگیں' وہ گھبرا کر افراتفری میں بھاگے' اور یوں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فتح کو مسلمانوں نے باہمی اختلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے شکست میں بدل دیا ف۲۲۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فوراً ان پر دوبارہ حملہ کرنے کا حکم نہیں دیا تاکہ اس تخفیف کے ذریعے تم کو آزمائش میں ڈالے اور یہ ظاہر فرمائے کہ تم میں سے کتنے لوگ دوبارہ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اس کے باوجود تم سے جو چوک ہوگئی تھی' اس کو اللہ نے معاف کر دیا ف۲۲۵ قتادہ نے کہا: جنگ احد کے دن مسلمان وادی میں بھاگے جا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے: اللہ کے بندو! میری طرف آؤ' اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۸۸) ف۲۲۶ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جنگ بدر میں جو مشرکین کو غم اٹھانا پڑا تھا' اس کے مقابلے میں جنگ احد میں مسلمانوں کو غم اٹھانا پڑا تاکہ مسلمانوں کی توجہ دنیا سے منقطع ہو جائے' وہ دنیا کے ملنے پر خوش ہوں' نہ دنیا کے جاتے رہنے سے مغموم و افسردہ ہوں' یعنی نہ بدر کی کامیابی پر اترائیں نہ احد کی ناکامی پر حوصلہ ہار بیٹھیں۔

نُعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

جماعت پر اونگھ طاری ہو گئی اور دوسری جماعت (منافقوں کی) اپنی جانوں کے متعلق پریشانیوں میں مبتلا تھی ۲۲۷

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ

وہ اللہ کے متعلق زمانۂ جاہلیت کی طرح ناحق بدگمانی کر رہے تھے ۲۲۸ وہ کہہ رہے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ

کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ آپ کہیے: بے شک تمام معاملات میں اللہ ہی کا اختیار ہے ۲۲۹

يُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ

وہ اپنے دلوں میں ان چیزوں کو چھپاتے تھے جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے: کاش! ہمارا

لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ

کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے' آپ کہیے: اگر تم اپنے

بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا مقدر ہو چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے

وَلِيَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ

اور (یہ اس لیے ہوا) کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو آزمائے (ظاہر کرے) اور تمہارے دلوں کو (وسوسوں اور اندیشوں سے) صاف کر دے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ

اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ۲۳۰ بے شک جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ

ہوئی تھیں اس دن جو لوگ تم میں سے پھر گئے تھے' ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے ان کے قدموں کو لغزش دی تھی'

ف۲۲۷ جنگ احد کے دن جب مشرکین واپس جانے لگے تو انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: ہم اگلے سال بدر میں مقابلہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا' دیکھو اگر وہ اپنے ساز و سامان پر بیٹھ گئے ہیں اور گھوڑے ایک طرف کر دیے ہیں تو پھر یہ لوگ واپس جا رہے ہیں اور اگر تم یہ دیکھو کہ یہ اپنے گھوڑوں پر بیٹھ گئے ہیں اور ساز و سامان ایک طرف رکھ دیا ہے تو پھر مدینہ پر چڑھائی کے لیے آ رہے ہیں' تب تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اور جنگ کی تیاری کرو۔ جب اس قاصد نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ اپنے ساز و سامان پر بیٹھ گئے ہیں تو وہ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ان کے جانے کی خبر دی' جب مسلمانوں کو اس خبر کا علم ہوا تو انہوں نے نبی ﷺ کی تصدیق کی اور وہ بے فکر ہو کر سو گئے اور منافق جاگتے رہے' انہیں یہ خطرہ تھا کہ کفار پھر آ کر حملہ کر دیں گے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۹۲)

ف۲۲۸ حضرت ابوطلحہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر اونگھ طاری ہو رہی تھی' میرے ایک ہاتھ سے تلوار گر جاتی تو میں دوسرے ہاتھ میں اٹھا لیتا' ادھر منافقین کو اپنی جانوں کا خطرہ لگا ہوا تھا' وہ زمانۂ جاہلیت کی طرح اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں کر رہے تھے۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۹۳)

ف۲۲۹ منافقین تقدیر کا انکار کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ کہیے کہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں' یعنی اچھی اور بُری ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے ف۲۳۰ وہ اپنے دلوں میں ان چیزوں کو چھپاتے ہیں' جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے یعنی وہ شرک' کفر اور تکذیب کو چھپاتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ وہ کہتے تھے: کاش! ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے' یعنی وہ کہتے تھے کہ اگر ہماری عقل حاضر ہوتی تو ہم اہل مکہ سے قتال کے لیے نہ نکلتے اور ہمارے بڑے بڑے سردار قتل نہ کیے جاتے' آپ کہیے: اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا مقدر ہو چکا تھا وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۵۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

اور یقیناً اللہ نے ان کو معاف کر دیا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑے حلم والا ہے ○ ۲۳۱ع اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا

کافروں کی مثل نہ ہو جانا جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انہوں نے ان کے متعلق کہا کہ

فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ

اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے ۲۳۲

لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۗ

تاکہ (انجام کار) اللہ اس قول کو ان کی حسرت کا سبب بنا دے' ۲۳۳ع اور اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے'

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے ○ اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کیے جاؤ

اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ

۲۳۴ع تو البتہ اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو وہ جمع کرتے ہیں ○ ۲۳۵ع اور

لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ

اگر تم فوت ہو جاؤ یا تم قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے ○ ۲۳۶ع سو اللہ کی عظیم رحمت سے

اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

آپ مسلمانوں کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے پاس سے

مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی

بھاگ جاتے ۲۳۷ع تو آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لیے استغفار کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ

ع ۱۶

ف۲۳۱ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد جنگ احد کے دن قتال سے بھاگ جانے والے رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور یہ عمل شیطان کے بہکانے اور اس کے ڈرانے کی وجہ سے ہوا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کو معاف کر دیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۹۳) ف۲۳۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منافقوں کے وسوسوں سے خبردار کیا ہے' جو شیطان کے مددگار ہیں' کیونکہ منافقین مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کرنے سے عار دلاتے تھے اور جو مسلمان ان کے نسبی یا دینی بھائی تھے (کیونکہ منافق بھی بہ ظاہر مسلمان تھے) جب وہ کسی دور دراز سفر پر جاتے یا کافروں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے اور اس سفر میں وہ فوت ہو جاتے یا قتل کر دیے جاتے تو وہ ان کے متعلق یہ بات کہتے تھے ف۲۳۳ منافقین کا یہ قول کہ اگر مسلمان ہمارے پاس رہتے اور اس سفر میں نہ جاتے تو نہ مرتے یا اس غزوہ میں نہ جاتے تو نہ قتل کیے جاتے' ان کی حسرت کا سبب اس طرح بنے گا کہ کل قیامت کے دن جب منافقین دیکھیں گے کہ مجاہدین اور شہداء کو اللہ تعالیٰ کس قدر انعام و اکرام سے نواز رہا ہے اور ان کو بے پناہ اجر و ثواب مل رہا ہے اور ان منافقوں کو اس قول کی بناء پر ذلت و رسوائی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو وہ حسرت سے کہیں گے کہ کاش! ہم نے یہ نہ کہا ہوتا ف۲۳۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونا' یہ میدان جہاد میں شہادت پانا ہے اور اللہ کی راہ میں مرنا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی دین کی تبلیغ میں گزارے' قرآن اور حدیث کو پڑھتا پڑھاتا رہے اور اللہ کے دین کو لوگوں تک پہنچاتا رہے' اب اگر اس دوران اس کی موت آ گئی تو یہ اللہ کی راہ میں مرنا ہے ف۲۳۵ اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کا مال جمع کرنے والا کل تک زندہ رہے اور اس کا مال بھی اس کے پاس رہے' لیکن کل کوئی ایسی آفت ٹوٹ پڑے یا مصیبت آ جائے کہ وہ اس مال سے فائدہ نہ اٹھا سکے' مثلاً وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے یا کوئی اور اندوہ گیں حادثہ پیش آ جائے اور آخرت کی نعمتوں میں اس طرح ممکن نہیں ف۲۳۶ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رحمت کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کیے جانے کا ذکر فرمایا اور یہ دراصل آخرت کے تین مرتبوں اور درجات کی طرف اشارہ ہے' پہلا مرتبہ دوزخ کے عذاب سے نجات ہے' اس کی طرف مغفرت سے اشارہ فرمایا' دوسرا مرتبہ جنت میں دخول اور اس کا حصول ہے' اس کی طرف رحمت سے اشارہ فرمایا اور سب سے بلند مرتبہ اللہ کی رضا اور اس کی ذات کی ملاقات ہے' اس کی طرف اس سے اشارہ فرمایا کہ تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے ف۲۳۷ بعض مسلمان جنگ احد میں نبی ﷺ کے پاس سے بھاگ گئے تھے' بعد میں وہ آپ کے پاس لوٹ آئے' نبی ﷺ نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی' نہ سختی کی بلکہ نہایت نرم اور ملائم طریقہ سے ان سے گفتگو فرمائی' اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو معاف کر دیا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی مسلمانوں پر نرمی کی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو جو بھی تکلیف پہنچائی گئی' آپ نے اس کا کبھی بدلہ نہیں لیا حتیٰ کہ اللہ کی حدود کو توڑا جائے تو پھر آپ اللہ کی وجہ سے انتقام لیتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۳)

الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

لیں ۲۳۸ اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کرلیں تو اللہ پر توکل کریں ۲۳۹ بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے ○

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ

(اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے

يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا

تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ ۲۴۰ اور مؤمنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے ○ اور

كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

خیانت کرنا کسی نبی کی شان کے لائق نہیں اور جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا ۲۴۱

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ

پھر ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○ ۲۴۲ تو کیا جس

اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

شخص نے اللہ کی رضا کی پیروی کی وہ اس شخص کی مثل ہو گا جو اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ○ ۲۴۳ وہ اللہ کے نزدیک مختلف درجوں والے ہیں اور اللہ ان کے کاموں کو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

خوب دیکھنے والا ہے ○ ۲۴۴ بے شک اللہ نے مؤمنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ۲۴۵

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے ۲۴۶ اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب

ف ۲۳۸ مشاورت اور مشورہ کا معنی ہے: بعض کا بعض کی طرف رجوع کر کے ان کی رائے کو حاصل کرنا۔ (المفردات ص ۲۷۰) مشورہ کے ذریعے مختلف آراء ظاہر ہوتی ہیں اور مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور و فکر کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کس کی رائے کتاب وسنت' حکمت اور موقع محل کے مناسب ہے اور جب اللہ اسے کسی رائے کی طرف ہدایت دے دے تو وہ اس پر عمل کرنے کا عزم کرے اور اللہ پر توکل کر کے اس رائے کو نافذ کر دے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶)

ف ۲۳۹ توکل کا معنی یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی مساعی کو مہمل چھوڑ دے' جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم نہ دیتا بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان اسبابِ ظاہرہ کی رعایت کرے لیکن دل سے ان اسباب پر اعتماد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت' اس کی تائید اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۳) حضرت عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر کماحقہ' توکل کرو تو تم کو اس طرح رزق دیا جائے گا' جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے' وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۵۲) امام احمد نے فرمایا: اس حدیث میں کسب اور رزق کو طلب کرنے کی نفی نہیں ہے کیونکہ پرندے صبح سے شام تک رزق کی طلب میں پھرتے ہیں ف ۲۴۰ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن تمہاری مدد فرمائی تھی' اگر وہ تمہاری اسی طرح مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور جس طرح جنگ احد میں اس نے تمہیں بے سہارا چھوڑ دیا تھا' اگر وہ اس طرح تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کی ترغیب دی ہے اور اپنی نافرمانی سے ڈرایا ہے ف ۲۴۱ اس سے پہلے بیان کیا گیا کہ احد پہاڑ کی پشت پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کیا گیا تھا' وہ مالِ غنیمت دیکھ کر اس کو لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے' ان کو شاید یہ خیال تھا کہ اگر انہوں نے بروقت مالِ غنیمت سے حصہ نہ لیا تو شاید ان کو بعد میں حصہ نہیں ملے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ خیانت کرنا کسی نبی کی شان نہیں تو جو سید الانبیاء ہیں' ان کے متعلق یہ گمان کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ف ۲۴۲ عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے تم میں سے جس کسی شخص کو کسی منصب کا عامل بنایا اور اس نے کوئی سوئی یا اس سے بھی چھوٹی کوئی چیز ہم سے چھپالی تو یہ خیانت ہے' جس کو وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۶۵) ف ۲۴۳ جنگ احد میں جن مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ کر میدانِ جنگ میں پہنچ کر اللہ کی رضا حاصل کی' کیا ان کے برابر وہ ظاہری مسلمان ہو سکتے ہیں' جنہوں نے میدانِ جنگ میں نہ پہنچ کر اللہ کے غضب کو دعوت دی؟ ف ۲۴۴ اس آیت کا معنی ہے: جن لوگوں نے خیانت کو ترک کیا' وہ سب ایک درجہ کے نہیں بلکہ نیت اور اخلاص کے اعتبار سے ان کے مختلف درجات ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو خوب جانتا ہے' اس لیے وہ انہیں ان کے کاموں کے مطابق درجات عطا فرمائے گا ف ۲۴۵ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب کا دین بدترین دین تھا' وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے' ان کے اخلاق بھی بہت خراب تھے' وہ قتل و غارت گری' لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' رشتوں کو توڑتے تھے' شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے' لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو ان میں مبعوث کیا تو وہ ذلت اور پسماندگی سے نکل کر عزت کی بلندیوں پر فائز ہو گئے' حتیٰ کہ وہ علم و ہنر' زہد و تقویٰ اور فہم و فراست اور شجاعت و بہادری کے لحاظ سے دنیا کی سب سے افضل اور برتر قوم شمار کیے جانے لگے اور چونکہ سیدنا محمد ﷺ ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے تو دوسروں کے بہ نسبت ان کو آپ سے استفادہ کا زیادہ موقع ملا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر احسان فرمایا' جب ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا ف ۲۴۶ آیت کا معنی دلیل ہے۔ قرآن مجید کے جملوں کو اس لیے آیت فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید کا ہر جملہ اپنی بلاغت کے اعتبار سے سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلیل ہے اور وہ چونکہ اہل لسان تھے' اس لیے ہر جملہ سے ان کے مفہوم کو بغیر کسی ترجمہ کے جان لیتے تھے اور اس کی بلاغت کی وجہ

وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ

اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۲۴۷ بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے ○ یہ کیا ہوا کہ

اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ

جب تمہیں ایک مصیبت پہنچی حالانکہ تم اس سے دگنی مصیبت (کفار کو) پہنچا چکے تھے (پھر بھی) تم نے کہا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ

یہ مصیبت کہاں سے آئی آپ کہیے کہ یہ مصیبت تمہاری ہی طرف سے آئی ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ۲۴۸ اور دو فریقوں

اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ۙ

کے مقابلہ کے دن تم پر جو مصیبت آئی تھی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے کہ اللہ مومنوں کو متمیز کر دے ○

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

اور تاکہ (اللہ) منافقوں کو الگ کر دے ۲۴۹ اور ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ

اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ

میں جنگ کرو یا (اپنے شہر کا) دفاع کرو تو انہوں نے کہا: اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے ۲۵۰ اس دن وہ

يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ

ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہہ رہے تھے جو ان کے دلوں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

میں نہیں تھی اور اللہ ان چیزوں کو زیادہ جاننے والا ہے جن کو وہ چھپاتے ہیں ○ ۲۵۱ یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو بیٹھ رہے

وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ

اور انہوں نے (شہید ہونے والے) اپنے بھائیوں کے متعلق کہا: اگر یہ ہمارا کہنا مان لیتے تو قتل نہ کیے جاتے" آپ کہیے: اگر تم سچے ہو تو

سے اس کو اعجاز بھی سمجھتے تھے **ف۲۴۷** کتاب کی تعلیم سے مراد ہے: قرآن مجید کے مقاصد کا بیان کرنا اور قرآن مجید کے حفظ کا حکم دینا' تاکہ انہیں ہر وقت قرآن مجید کے معانی مستحضر رہیں اور حکمت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے **ف۲۴۸** جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کر دیا تھا اور ستر مشرک گرفتار کر لیے گئے تھے' اس کے بعد جب جنگ اُحد میں ستر مسلمان شہید کر دیے گئے تو بعض مسلمان کہنے لگے: ہم پر یہ مصیبت کیسے ٹوٹ پڑی' حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے مقابلے پر مشرک ہیں اور ہم میں اللہ کا نبی بھی موجود ہے جن پر آسمان سے وحی آتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے نبی! آپ کہیے کہ یہ مصیبت تمہاری خود لائی ہوئی ہے' تم میری حکم عدولی کر کے احد پہاڑ سے ہٹے اور مال غنیمت لینے کے لیے ٹوٹ پڑے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' وہ چاہے تو تمہاری تقصیر پر درگزر کرے اور چاہے تو سزا دے' وہ چاہے تو فضل واحسان کرے اور چاہے تو انتقام لے **ف۲۴۹** اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس دن کفر اور اسلام کے دو لشکر معرکہ آراء ہوئے' اس دن جو مسلمان شہید ہوئے اور جو مسلمان زخمی ہوئے' وہ سب اللہ کی قضا وقدر کے مطابق ہوا اور اس کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلص مسلمانوں کو منافقوں سے متمیز کر دیا اور جن منافقوں نے اپنے نفاق پر ظاہری اسلام کا پردہ ڈالا ہوا تھا' وہ پردہ اٹھا دیا اور ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا **ف۲۵۰** عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھی جو جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت سے انحراف کر کے لشکر اسلام سے نکل گئے تھے' ان کے پیچھے حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام گئے اور ان سے کہا: اللہ سے ڈرو اور اپنے نبی کا ساتھ نہ چھوڑو' اللہ کی راہ میں قتال کرو یا کم از کم اپنے شہر کا دفاع کرو۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: میرے خیال میں جنگ نہیں ہوگی اور اگر ہمیں جنگ کا یقین ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن ابی کے کلام کے متعلق اس آیت کو نازل کیا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۱۱) **ف۲۵۱** اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا پردہ چاک کر دیا اور جو لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے' ان پر ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور جس دن ان کا حال ظاہر ہو گیا اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے' یہ منافق اپنی زبانوں سے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور اپنے کفر کو چھپاتے تھے۔

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ

جب تمہاری موت آئے تو اسے ٹال دینا ○ ۲۵۲ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ

ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں ۲۵۳ انہیں رزق دیا جا رہا ہے ○ ۲۵۴ اللہ نے

بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا

اپنے فضل سے جو انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں ۲۵۵ اور ان کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے

بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے ○

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے ہیں اور اس پر کہ اللہ مؤمنین

اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۛۚ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ

کا اجر ضائع نہیں فرماتا ○ ۲۵۶ جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور (اس کے) رسول کی دعوت

اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ ۚ

پر لبیک کہا' ان میں سے نیکی کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے ○ ۲۵۷

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

ان لوگوں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے سو تم ان سے ڈرو

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ

تو ان کا ایمان اور پختہ ہو گیا اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ ۲۵۸ پس وہ اللہ کی نعمت

ف۲۵۲ عبد اللہ بن ابی اور اس کے اصحاب نے قبیلہ خزرج کے لوگوں سے کہا: یہ جو لوگ احد میں قتل کر دیئے گئے' اگر یہ ہماری پیروی کر لیتے تو جنگ میں نہ مارے جاتے' اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی ف۲۵۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا ناپسندیدہ اور بُری بات یا کوئی آفت اور مصیبت نہیں کیونکہ جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کر دیا گیا' اللہ تعالیٰ اس کو قتل کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' میں اس سے خوش نہیں ہوا حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا' حضرت جابر کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا جسم اسی طرح ترو تازہ تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۸۔ ۵۷) ف۲۵۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا' وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں' وہاں پلٹ آتے ہیں' جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کر لیں تو انہوں نے کہا: ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۱) شہداء کے متعلق تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی تصنیف لطیف تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۵۷ تا ۴۶۹ کا مطالعہ فرمائیں' ان شاء اللہ العزیز ایمان کو جلا نصیب ہوگی ف۲۵۵ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں' وہ ان نعمتوں پر خوشی منا رہے ہیں ف۲۵۶ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ شہادت پر اجر و ثواب صرف شہداء احد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ اجر و ثواب تمام مؤمنین کو حاصل ہوگا اور ایمان پر اجر کا ضائع نہ ہونا اس کو مستلزم ہے کہ مؤمن مرتکب گناہ کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا ورنہ اس کے ایمان کا اجر ضائع ہو جائے گا ف۲۵۷ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تفسیر میں عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اے میری بہن کے بیٹے! ان مسلمانوں میں تمہارے باپ حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر شامل تھے' جب رسول اللہ ﷺ جنگ احد میں زخمی ہو گئے اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ مشرکین لوٹ آئیں گے' آپ نے فرمایا: ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر مسلمانوں نے لبیک کہا' ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر بھی تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴) ف۲۵۸ ابوسفیان نے جنگ احد سے واپسی پر آئندہ سال بدر صغریٰ کے مقام پر مقابلہ کرنے کے لیے کہا تھا' مسلمان اس جنگ کی تیاری میں مصروف تھے۔ ابوسفیان نے نعیم بن مسعود کو بھیجا' اس نے مسلمانوں سے کہا: اہل مکہ تمہارے گھروں پر آ کر تم پر حملہ کر چکے ہیں اور اس جنگ میں تم کو نقصان پہنچا چکے ہیں تو جب تم ان کے شہر پر جا کر حملہ کرو گے حالانکہ تم تعداد میں کم ہو گے اور وہ زیادہ ہوں گے تو پھر تم کو کس قدر نقصان اٹھانا پڑے گا' اسی طرح منافقوں نے بھی مسلمانوں کو ڈرایا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب ایک بڑا لشکر تیار کر چکے ہیں' سو تم ان سے ڈرو' مسلمانوں نے کہا: اللہ ہمیں کافی ہے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۵۲۲)

مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ

اور اس کے فضل سے لوٹ آئے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی' اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ

اور اللہ بڑے فضل والا ہے○ ۲۵۹ع وہ شیطان ہی ہے جو اپنے چیلوں

اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

کے ذریعہ ڈراتا ہے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو بہ شرطیکہ تم مؤمن ہو○

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا

اور آپ ان لوگوں سے غم زدہ نہ ہوں جو کفر (کے میدان) میں دوڑتے پھرتے ہیں' بے شک یہ اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر

اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ

نہیں پہنچا سکیں گے ۲۶۰ع اللہ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ

کے لیے بڑا عذاب ہے○ ۲۶۱ع بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بدلہ کفر کو خرید لیا وہ اللہ (کے دین)

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ان کے لیے درد ناک عذاب تیار ہے○ ۲۶۲ع اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں

كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا

کہ ہم ان کو محض ان کی بھلائی کے لیے ڈھیل دے رہے ہیں' ہم تو ان کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں

اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

کہ ان کے گناہ (کا عذاب) زیادہ ہو اور ان کے لیے ذلت والا عذاب ہے○ ۲۶۳ع اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ مؤمنوں کو اس حال پر

ف۲۵۹ جب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور بدر صغریٰ پہنچے' یہ وہ جگہ تھی جہاں پر آٹھ دن بازار لگتا تھا' جب مسلمان وہاں پہنچے تو ان سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی مشرک موجود نہیں تھا' مسلمانوں نے اس بازار میں کافی تجارت اور خرید و فروخت کی اور بہت نفع لے کر کامیابی اور کامرانی کے ساتھ واپس آئے۔ (الوسیط ج ا ص ۵۲۳) ف۲۶۰ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ بعض کافر مسلمان ہوئے اور کفار قریش کے ڈر سے پھر مرتد ہو گئے' اس سے نبی ﷺ کو رنج ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا تعلق کفار منافقین اور مرتدین سب کے ساتھ ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تسلی دی ہو کہ اسلام کے جس قدر مخالفین ہیں' ان کی اسلام کے خلاف سازشیں اور سرگرمیاں اللہ کے دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں ف۲۶۱ کافروں کو دنیا میں جو ڈھیل دی جا رہی ہے' وہ مادی ترقی میں سب سے آگے نکل رہے ہیں' صنعت و تجارت' آلات حرب اور مال و دولت کی فراوانی کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ شاید ان کا دین اور ان کا نظریہ ہی برحق ہے اور وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں بلکہ یہ صرف اس لیے ہے کہ ان کو جو کچھ دینا ہے وہ دنیا ہی میں دے دیا جائے' آخرت میں ان کے لیے اجر و ثواب سے کچھ نہ رہے اور وہ صرف ذلت و خواری کے عذاب میں مبتلا رہیں' جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: "لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ○" (آل عمران: ۱۹۷-۱۹۶) اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں (شان و شوکت کے ساتھ) گھومنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے○ یہ (حیاتِ فانی کا) قلیل فائدہ ہے' پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے○ خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کا دنیا میں شوکت و قوت کے ساتھ رہنا اور مسلمانوں کا ان سے کم آسودگی سے رہنا' ان کے مقبول ہونے اور مسلمانوں کے نامقبول ہونے کو مستلزم نہیں ہے ف۲۶۲ اس آیت کا مصداق منافقین ہوں تو ایمان کے بدلہ کفر خریدنے کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ رہ کر اور نبی ﷺ کے معجزات دیکھ کر ان کے لیے یہ موقع تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لے آتے' لیکن انہوں نے یہ موقع ضائع کر دیا اور اپنے باطنی کفر پر قائم اور مُصر رہے ف۲۶۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ کافر نبی ﷺ کی مخالفت کر کے اور پھر لمبی عمر پا کر خوش نہ ہوں اور یہ نہ سمجھیں کہ ایمان نہ لانے کے باوجود ان کی عمر لمبی ہو رہی ہے تو ضرور ان پر قدرت کا یہ انعام ہے بلکہ جوں جوں ان کی عمر زیادہ ہو رہی ہے' یہ اور گناہ کر رہے ہیں' جس کی وجہ سے ان کا اُخروی عذاب اور زیادہ ہوگا۔

عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِؕ وَمَا كَانَ

چھوڑ دے جس پر (آج کل) تم ہو' حتیٰ کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے ۲۶۴ے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ

اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

تم (عام مسلمانوں) کو غیب پر مطلع کرے ۲۶۵ے لیکن اللہ (غیب پر مطلع کرنے کے لیے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ

مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

اللہ کے (سب) رسول ہیں ۲۶۶ے سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان (برقرار) رکھو اور اگر تم ایمان اور تقویٰ پر (برقرار) رہے تو تمہارے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

لیے بہت بڑا اجر ہے ○ جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں

مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ سَيُطَوَّقُوْنَ

وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے عنقریب ان کے گلے میں قیامت کے دن اس

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ

کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے اور آسمانوں اور زمینوں کا اللہ ہی وارث ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا

اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○ ۲۶۷ے بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا تھا کہ

اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ

اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' عنقریب ہم ان کا قول لکھ لیں گے اور ان کا نبیوں کو

الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ

ناحق قتل کرنا (بھی لکھ لیں گے)' اور ہم کہیں گے کہ دوزخ کی آگ کا عذاب چکھو ○ ۲۶۸ے یہ تمہارے

ف۲۶۴ یہ آیت بھی قصہ احد کے واقعات میں سے ہے۔ جب عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا تو مؤمن اور منافق الگ الگ ہو گئے۔ اسی طرح جنگ احد کے فوراً بعد جب نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ حمراء الاسد کے مقام پر ابوسفیان دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو اس کا تعاقب کرنے کا حکم دیا' اس وقت مسلمان زخمی اور دل شکستہ ہونے کے باوجود آپ کے حکم کی تعمیل میں چل پڑے اور منافقوں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا' اس طرح مؤمن اور منافق الگ الگ ہو گئے ف۲۶۵ یعنی یہ اللہ کی شان نہیں کہ تم عام مسلمانوں کو لوگوں کے دلوں کے احوال پر مطلع کر دے اور تم لوگوں کو دیکھ کر یہ جان لو کہ فلاں شخص مخلص مؤمن ہے اور فلاں منافق اور فلاں کافر ہے' البتہ اللہ تعالیٰ مصائب' آلام اور آزمائشوں کے ذریعے مؤمنوں اور منافقوں کو متمیز کر دیتا ہے' جیسا کہ جنگ احد میں منافقوں کو مسلمانوں سے الگ کر دیا ف۲۶۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے یہ بیان فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ غیب پر مطلع ہونا غیب کے علم کو مستلزم ہے' سو یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے لیے علم غیب کے ثبوت میں قطعی الدلالۃ ہے ف۲۶۷ جس مال کو جمع کرنے کا حق نہ ہو' اس کو خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ (المفردات ص ۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی' قیامت کے دن وہ مال ایک موٹا اور گنجا سانپ بنا دیا جائے گا' جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے' پھر اس شخص کو وہ سانپ اپنے دونوں جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور تیرا خزانہ ہوں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: ''وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الاية'' (آل عمران: ۱۸۰) (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۳۰) اسی طرح حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں: بخل اور بدخلقی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دھوکہ دینے والا' احسان جتلانے والا اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۳۴۳) ف۲۶۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فنحاص (یہ شخص یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا) کو دعوتِ اسلام دی' فنحاص نے کہا: بہ خدا! اے ابوبکر! ہمیں اللہ کی کوئی حاجت نہیں بلکہ اللہ ہمارا محتاج (فقیر) ہے' ہمیں اس سے فریاد کی ضرورت نہیں بلکہ وہ ہم سے فریاد کرتا ہے اور ہم اس سے مستغنی (غنی) ہیں' اگر اللہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسا کہ تمہارے پیغمبر کہتے ہیں' وہ ہم کو ربا (سود) سے منع کرتا ہے اور خود ہم کو سود (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر زیادہ اجر) دیتا ہے' اگر اللہ غنی ہوتا تو ہم کو سود نہ دیتا' حضرت ابوبکر یہ سن کر غضب ناک ہوئے اور فنحاص کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور فرمایا: بہ خدا! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۲۹ ملخصاً)

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾

(ان اعمال کی سزا ہے) جو تم نے پہلے اپنے ہاتھوں سے کیے تھے اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ○

اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی

جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ

یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ

وہ ایسی قربانی پیش کرے جس کو آگ کھا جائے ف۲۶۹ آپ کہیے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس کئی رسول بہت سی

قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ

واضح نشانیاں لے کر آئے اور تمہاری کہی ہوئی نشانی (بھی) لے کر آئے تھے تو اگر تم سچے ہو

صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ

تو تم ان کو پھر کیوں قتل کرتے تھے ○ ف۲۷۰ سو اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے کئی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی

جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ

ہے ف۲۷۱ جو واضح نشانیاں اور آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ○ ہر شخص موت کا مزہ چکھنے

الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ

والا ہے۔ ف۲۷۲ اور تمہارے کاموں کی جزا تو قیامت کے دن ہی دی جائے گی سو جو شخص

النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ

دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے

الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ

کا سامان ہے ○ ف۲۷۳ بے شک تم اپنی جانوں اور مالوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے

ف۲۶۹ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں یہودی ایک طعن یہ کرتے تھے کہ پہلے نبیوں کی شریعت میں قربانی' صدقات اور مالِ غنیمت کے مقبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ ان کو ایک آگ آ کر کھا جاتی تھی' اگر آپ سچے نبی ہوتے تو آپ کی قربانی کو بھی آگ آ کر کھا جاتی۔ امام ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ ہم سے پہلی امتوں میں کوئی شخص قربانی سے تقرب حاصل کرتا تو لوگ نکل کر دیکھتے تھے کہ اس کی قربانی قبول ہوئی ہے یا نہیں' اگر اس کی قربانی قبول ہوتی تو آسمان سے ایک سفید آگ آ کر اس کو کھا لیتی' اگر اس کی قربانی قبول نہ ہوتی تو آگ آ کر نہیں کھاتی تھی۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۴۰۵) ف۲۷۰ نبی ﷺ سے پہلے بہت سے نبیوں نے ان کا مطلوبہ معجزہ بھی پیش کیا اور ان کی قربانی کو آسمانی آگ بھی کھا گئی' اس کے باوجود یہود ان پر کامل ایمان نہیں لاتے تھے اور ان کو شہید بھی کر دیتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں یہود کا رد فرمایا ف۲۷۱ اس آیت میں آپ کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ آپ کے اس قول کی تکذیب کریں کہ پہلے نبیوں نے ان کا مطلوبہ معجزہ پیش کیا تھا اور ان کی قربانی کو آگ نے کھا لیا تھا' پھر بھی یہود نے ان کو نہیں مانا اور ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کر دیا تو آپ غم نہ کریں یا اگر یہ آپ کی نبوت اور رسالت کو نہیں مانتے اور بے شمار معجزات دیکھنے کے باوجود آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ افسوس نہ کریں' ہمیشہ سے کفار اور منکرین بڑے بڑے رسولوں کی تکذیب کرتے آئے ہیں ف۲۷۲ جنگِ احد کی ہزیمت پر جو مسلمان رنجیدہ اور غم زدہ تھے' ان کو اس آیت میں تسلی دی گئی ہے اور منافقوں کے اس طعن کا بھی رد کیا گیا ہے کہ مسلمان اگر جنگِ احد کے بارے میں ہمارے مشورہ پر عمل کرتے اور شہر بند ہو کر جنگ لڑتے تو اس جنگ میں اس قدر مسلمان نہ مارے جاتے' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے' اگرچہ بہ فرضِ محال وہ مسلمان اس جنگ میں نہ مارے جاتے' تب بھی انہوں نے ایک دن مرنا تھا' پہلے کوئی ہمیشہ زندہ رہا نہ اب کوئی ہمیشہ زندہ رہے گا' پھر تم ان مسلمانوں کے مرنے پر کیوں غم کرتے ہو ف۲۷۳ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہونا چاہیے کہ اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے اور جنت میں پہنچ جائے اور جو شخص دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جائے' اس کے لیے یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے اور جس نے اللہ کے احکام کی اطاعت کی اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کے لیے دنیا سے تعلق رکھا' اس کے لیے دنیا اچھی متاع ہے۔

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى

کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے

كَثِیْرًاؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ(۱۸۶)

اور اگر تم صبر کرتے رہے اور اللہ سے ڈرتے رہے تو یہ ضرور بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے○ ۲۷۴

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ

(اور یاد کیجئے) جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا

وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا

اور اس کو نہ چھپانا' تو انہوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت پھینک دیا' اور اس کے بدلہ میں تھوڑی

قَلِیْلًاؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ(۱۸۷) لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ

قیمت لی' سو وہ کیسی بری چیز ہے جس کو یہ خرید رہے ہیں○ ۲۷۵ ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں

بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے ان لوگوں کے متعلق

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۸۸) وَ لِلّٰهِ مُلْكُ

ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے○ ۲۷۶ اور آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۠(۱۸۹) اِنَّ فِیْ

اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ بلاشبہ

خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ

آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور

ف ۲۷۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ جس طرح کفار اور مشرکین نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچائی تھی' اسی طرح مستقبل میں بھی یہ لوگ ہر ممکن طریقہ سے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچا کر ان کے خلاف سازشیں کر کے اور دل آزار باتیں کر کے انہیں ایذاء پہنچائیں گے' اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مصائب کے لیے تیار رکھیں اور تکلیف برداشت کرنے اور مشقت جھیلنے کا خود کو عادی بنائیں' سو جب انسان کو پہلے سے پتہ چل جائے کہ اس پر مصیبت آنے والی ہے تو اس کے لیے وہ مصیبت آسان ہو جاتی ہے

ف ۲۷۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا' انہوں نے اس کو چھپایا اور آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی' پھر انہوں نے نبی ﷺ کو جس چیز کی خبر دی تھی اور انہوں نے آپ کے سوال کے جواب میں جس چیز کو چھپایا تھا' اس پر وہ بہت خوش ہوئے' پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ''۔ (صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۰۹)

ع ۱۹ / ۱۰

ف ۲۷۶ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو بعض منافقین پیچھے رہ جاتے اور آپ کے ساتھ نہ جاتے اور اپنے فعل پر خوش ہوتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس آتے تو مختلف حیلے بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا ہے (جہاد میں آپ کے ساتھ جو نہیں گئے) اس پر ان کی تعریف کی جائے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ''لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ الاية''۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۹) مسلمانوں کو چاہیے کہ اس آیت کی وعید سے ڈریں اور یہ نہ چاہیں کہ جو کام انہوں نے نہ کیا ہو اس پر ان کی تعریف کی جائے' جیسے بعض لوگ اپنے آپ کو عالم' علامہ' مفتی اور شیخ الحدیث بلکہ حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہوتے' اور اگر کوئی مسلمان کسی نیک کام کے کرنے پر خوش ہو یا برا کام نہ کرنے پر خوش ہو تو یہ ایمان کی علامت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نیکی سے خوشی ہو اور برائی پر افسوس ہو' وہ مومن کامل ہے۔ (الجامع الصحیح ج ۴ ص ۴۶۶' مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۶)

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَ

نشانیاں ہیں ○ ۲۷۷ جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے

عَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ج

اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں ۲۷۸ اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

(اور کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا ۲۷۹ تو پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا○

رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ط وَمَا لِلظَّالِمِينَ

اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا

مِنْ أَنصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ

کوئی مددگار نہیں ہے○ ۲۸۰ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی کو ایمان کی ندا کرتے ہوئے سنا کہ (اے لوگو!) تم اپنے

آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ق رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا

رب پر ایمان لے آؤ سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے ۲۸۱

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَ

اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر○ ۲۸۲ اے ہمارے رب! ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان کے ذریعہ

لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ

ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا○ ۲۸۳ سو ان کے

لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ

رب نے ان کی دعا قبول فرمائی ۲۸۴ کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا

ف۲۷۷ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل ہے' کیونکہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے قائم کیا ہوا ہے اور ان کو ستاروں سے مزین کیا ہوا ہے اور زمین کی پیدائش میں اس کی وحدانیت کی دلیل ہے کیونکہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں اور رات اور دن کے اختلاف یعنی رات دن کی کمی بیشی میں یا۔ رات کے بعد دن کے آنے میں اس کی وحدانیت پر دلیل ہے' کیونکہ یہ تمام نظام نہج واحد پر چل رہا ہے اور تمام دنیا میں اس نظام کی وحدانیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا واحد ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے ف۲۷۸ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت پر دلائل ذکر فرمائے' اب اللہ تعالیٰ عبودیت کے احوال بیان فرما رہا ہے' سو بندے کو چاہیے کہ دل سے اسرار کائنات میں غور و فکر کرے اور حوادث اور صنائع سے اللہ تعالیٰ کی صفات تک پہنچے اور اس کی ذات اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے' اس کا شکر بجا لائے اور اس کی حمد و ثناء کرے اور باقی اعضاء سے اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی عبادت کرے' خلاصہ یہ ہے کہ بندہ ہر حالت میں کسی نہ کسی طرح اللہ کا ذکر کرتا رہے ف۲۷۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ عقل کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں کیونکہ ہمیں مخلوق میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خالق میں غور و فکر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ایک قوم کے پاس سے گزرے' جو اللہ میں غور و فکر کر رہی تھی' آپ نے فرمایا: مخلوق میں غور و فکر کرو' خالق میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی قدر کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ (کتاب العظمۃ ص ۱۸۔۱۷) اور اس کا سبب یہ ہے کہ مخلوق کی کوئی صفت اللہ کی صفت کے مماثل نہیں ہے' اس لیے ہم مخلوق کے کسی حال کو خالق پر قیاس نہیں کر سکتے اور اس ساری مخلوق کو عبث و بے کار بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے ف۲۸۰ اس سے پہلی آیت میں عقل والوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی تھی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے' اس میں یہ تعلیم ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہیے' پھر اس سے دعا کرنی چاہیے ف۲۸۱ اس آیت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے' بہ ظاہر گناہوں کو بخشنے اور خطاؤں کو مٹانے کا ایک ہی معنی ہے اور ان جملوں کا ذکر کرنا تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرا جملہ تاکید کے طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ دعا میں سائل گڑگڑا کر دعا کرتا ہے اور اپنے مطلوب کا بار بار ذکر کرتا ہے ف۲۸۲ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہمارا عقیدہ نیک لوگوں کے مطابق ہو اور ہمارے اعمال نیک لوگوں کے اعمال کے مطابق ہوں یا ہمیں اس جگہ دفن کیا جائے جہاں نیک لوگوں کی قبریں ہوں اور نیک لوگوں کی معیت میں ہمیں موت آئے ف۲۸۳ اللہ تعالیٰ کا اپنے وعدہ کے خلاف کرنا محال ہے' اس کے باوجود اس سے یہ دعا کرنا کہ تو اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرما' اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے صرف یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمائے گا لیکن یہ نہیں فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو کب غلبہ نصیب ہوگا' سو مسلمانوں نے اس غلبہ کے حصول کی دعا کی' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اپنے نیک عمل کی وجہ سے اجر و ثواب کا مستحق نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے جو وعدہ فرمایا ہے' اس وعدہ کی وجہ سے اجر کا مستحق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے اللہ! اپنے وعدہ کی وجہ سے ہمیں عطا فرما' یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے عطا فرما ف۲۸۴ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پانچ دعائیں ذکر فرمائی تھیں' ان سب کے شروع میں ''ربنا'' کے الفاظ تھے اور اس آیت میں ان دعاؤں کی مقبولیت کا بیان ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا: جو شخص اپنی دعاؤں میں پانچ مرتبہ ''ربنا'' کہے' اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے کیونکہ اس سے پہلے مسلمانوں نے اپنی دعاؤں میں پانچ مرتبہ ''ربنا'' کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

أُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ

عورت ۲۸۵ تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا

دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

اور ان کو میری راہ میں اذیتیں پہنچائی گئیں اور جنہوں نے جہاد کیا اور جو شہید کر دیئے گئے میں ضرور ان کے سب

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

گناہ مٹا دوں گا اور ان کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

یہ اللہ کی طرف سے ثواب ہو گا اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے O ۲۸۶

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟

(اے مخاطب!) کافروں کا شہروں میں (خوش حالی سے) گھومنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے O ۲۸۷ یہ (حیات فانی

ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

کا) قلیل سامان ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے O ۲۸۸ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے

رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ

یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے O ۲۸۹ اور بے شک

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

بعض اہل کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ان کی طرف نازل کیا گیا

ف۲۸۵ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی عمل کا ثواب ضائع نہیں کرتا یا اس سے مراد ہے کہ میں خضوع وخشوع اور حضور قلب سے کی ہوئی کسی دعا کو ضائع نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ دعا کو فوراً قبول فرمالیتا ہے یا اپنی کسی حکمت کی وجہ سے اس کو مؤخر کر دیتا ہے اور دعا کرنے والا تاخیر پر صبر کرے تو اس کو اجر عطا فرماتا ہے یا اس دعا کے عوض اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے

ف۲۸۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عہد رسالت کے مہاجرین اور مجاہدین سے بلا استثناء مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابی جنتی اور مغفور ہیں اور شیعہ اور رافضیہ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد چھ کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے' اس آیت کے صریح خلاف ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عہد رسالت کے تمام جہاد کرنے والے اور ہجرت کرنے والے مسلمانوں سے مغفرت اور جنت کا وعدہ نہ فرماتا اور انہوں نے مغفرت اور دوزخ سے نجات کی جو دعائیں کی تھیں' ان کو قبول نہ فرماتا

ف۲۸۷ انسان کسی چیز کو بہ ظاہر اچھا گمان کرے اور تحقیق و تفتیش کے بعد وہ چیز اس کے برعکس ہو تو اس کو غرور کہتے ہیں' اس آیت میں بہ ظاہر رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ کفار کی خوش حالی اور ان کے عیش و طرب سے دھوکہ نہ کھائیں' لیکن اس سے مراد عام مسلمان یا مخاطب ہیں

ف۲۸۸ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا' جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا' اور آپ کے پاس کچی (بغیر رنگی ہوئی) کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں گڑ گئے تھے' میں رونے لگا' آپ نے فرمایا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ (صحیح بخاری: ۴۹۱۳)

ف۲۸۹ اس آیت کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے لیے جنت اور اس میں ان کی مہمانی تیار کر رکھی ہے اور جو اللہ کے پاس اجر ہے وہ جنت اور اس کی مہمانی سے بہتر ہے اور وہ اللہ کی رضا اور اس کا قرب اور اس کا دیدار ہے اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ جو مسلمان دنیا میں ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کام دوزخ سے پناہ مانگنا اور جنت کو طلب کرنا بھی ہے' ان ہی کو اللہ کی رضا اور اس کا دیدار نصیب ہوگا اور جو لوگ جنت کو معمولی اور اپنے مقام سے کم تر خیال کرتے ہیں' وہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں کیونکہ وہ اس چیز کو معمولی اور گھٹیا کہہ رہے ہیں' جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے۔

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

دراں حالیکہ ان کے دل اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہیں' وہ اللہ کی آیتوں کے بدلہ میں

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

تھوڑی قیمت نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے بے شک اللہ جلد

الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟

حساب لینے والا ہےO ۲۹۰ اے ایمان والو! (اپنے نفس پر) صبر کرو اور لوگوں کی زیادتیوں پر صبر کرو اور اپنے نفسوں اور اپنی سرحدوں کی نگہبانی کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوO ۲۹۱

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ ۹۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۷۶ — رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

سورۂ نساء مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو چھہتر آیتیں چوبیس رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو ۱ جس نے تمہیں ایک شخص (آدم) سے پیدا

وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ

کیا اور اسی سے اس کی بیوی (حواء) پیدا کی اور ان دونوں سے بہ کثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا

نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو' اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے سے ڈرو'

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

بے شک اللہ تم پر نگہبان ہےO ۲ اور یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور (اپنے) خراب مال کو

ف۲۹۰ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب یہود ہوں یا نصاریٰ ان میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے' یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۴۷) ف۲۹۱ یہ اس سورت کی آخری آیت ہے اور سورۂ آل عمران میں جو تمام مضامین تفصیلی طور پر ذکر کیے گئے ہیں' وہ تمام مضامین اجمالی طور پر اس آیت میں ذکر کر دیئے گئے ہیں' اس آیت میں عبادات کی مشقتوں کو برداشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس کی طرف "اصبروا" میں اشارہ ہے اور مخالفین کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس کی طرف "صابروا" میں اشارہ ہے اور کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے' اس کی طرف "رابطوا" میں اشارہ ہے اور اصول اور فروع یعنی عقائد اور اعمال سے متعلق احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس کی طرف "واتقوا اللّٰہ" میں اشارہ ہے۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰہ الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۲۰ / ۱۱

سورۃ النسآء: ف۱ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بیویوں' بچوں' یتیموں اور رشتے داروں سے حسن سلوک کرنے' ان پر شفقت کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے' یتیموں کے مال کی حفاظت اور وراثت کا حکم دیا ہے' طہارت حاصل کرنے' نماز پڑھنے اور مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان تمام احکام پر عمل صرف خوف خدا سے ہو سکتا ہے' اس لیے اس سورت کے اوّل ہی میں فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو ف۲ اس آیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے اور قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے اور اس کی یہ علت بیان فرمائی کہ تم سب لوگ ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیے گئے ہو کیونکہ انسان سرخ' سفید اور سیاہ رنگ میں مختلف ہیں اور قد و قامت میں بھی مختلف ہیں' خوب صورت اور بدصورت ہونے اور نسل اور نسب میں مختلف ہیں' اس کے باوجود سب انسانوں کی بنیادی شکل و صورت اور وضع قطع ایک ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ سب ایک ہی شخص سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب اس کی اولاد ہیں' اس لیے رنگ و نسل میں اختلاف کے باوجود ان سب کو ایک دوسرے پر رحم کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کے کام آنا چاہیے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے اور کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا کسی اور وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط: ۴۷۶۶۔ ج ۵ ص ۳۷۶)

الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

(ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ

حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

بہت بڑا گناہ ہے ○ ۳ اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے ۴ تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ

ان سے نکاح کرو ۵ دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے ۶ پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے

اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا

تو (صرف) ایک سے نکاح کرو' یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی

تَعُوْلُوْا ۝۳ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ

طرف جھک جاؤ ○ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو ۸ تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر)

عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا ۝۴ وَلَا تُؤْتُوا

میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ ○ ۹ اور کم عقلوں کو

السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ

اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے ۱۰ اور اس مال میں سے

فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو ○ اور یتیموں کا (بہ طور تربیت)

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا

امتحان لیتے رہو' حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں' اور تم ان میں سمجھ داری (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے

ف۳ مقاتل نے کہا: یہ آیت غطفان کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی' اس کے پاس اس کے یتیم بھتیجے کا بہت سارا مال تھا' جب یتیم بالغ ہوا تو اس نے اپنا مال طلب کیا' اس کے چچا نے اس کو منع کیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی' اس شخص نے کہا: ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور بہت بڑے گناہ سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' اس نے اپنے بھتیجے کو مال دے دیا' اس جوان نے اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۳۱) ف۴ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نظر کو زیادہ نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرتا ہے اور تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا' وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۵) اور بعض لوگوں کی سرپرستی اور ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں' وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہوتی تھی' اس کا سرپرست اس سے شادی کرنا چاہتا لیکن اس کو پورا مہر نہیں دینا چاہتا تھا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ف۵ اس آیت میں فرمایا: جو لڑکیاں تمہیں پسند ہوں' ان سے نکاح کر لو اور لفظ ''ما'' عام ہے' اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جواز نکاح کے لیے کفو کی شرط لگانا غلط ہے اور سیدہ کا غیر سید سے نکاح جائز ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو وہ شخص نکاح کا پیغام دے' جس کے دین اور اس کے خلق پر تم راضی ہو تو اس سے تم (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو' اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (الجامع الصحیح: ۱۰۸۴' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس کے بیٹے ابوحذیفہ جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' حضرت ابوحذیفہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا' سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے' حضرت ابوحذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۸۸' سنن نسائی: ۳۲۸۰) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک آزاد قریشیہ کا نکاح غلام سے کیا گیا۔ ان احادیث میں تصریح ہے کہ نکاح کے جواز کے لیے نسب میں کفو اور مساوات اور مماثلت کی شرط لگانا از روئے اسلام صحیح نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرہ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۶۴ تا ۹۹۱ اور ج ۶ ص ۱۰۲۳ تا ۱۱۰۵ کا مطالعہ فرمائیں ف۶ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص مالی اور جسمانی طور پر متعدد بیویاں رکھ سکتا ہے' وہ بہ شرط عدل وانصاف ایک وقت میں چار بیویوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ اگر وہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہ کر سکے تو وہ صرف ایک بیوی کو نکاح میں رکھے ف۷ بیویوں کی باری مقرر کرنے میں' ان کے ساتھ جماع کرنے اور ان کے کھانے' پینے' کپڑوں اور رہائش میں مساوات کرنا عدل وانصاف ہے اور اگر اس کو کسی ایک بیوی کے ساتھ محبت زیادہ اور دوسری سے کم ہو تو یہ عدل وانصاف کے منافی نہیں ہے' اس لیے صرف چار بیویوں پر اکتفاء کرنا عدل اور متوسط صورت ہے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں بیویوں کی تعداد کی کوئی حد معین نہیں تھی ف۸ ''نحلہ'' کا معنی شریعت اور فریضہ بھی ہیں اور عطیہ بھی ہیں' پہلی صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ عورتوں کو ان کے مہر از روئے شریعت اور بہ طور فرض ادا کرو کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں عرب عورتوں سے بغیر مہر نکاح کرتے تھے اور دوسری صورت میں اس آیت کا معنی ہے: عورتوں کو ان کے مہر ادا کرو' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کے لیے عطیہ ہے ف۹ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہر کی مستحق عورتیں ہیں' نہ کہ ان کے اولیاء اور اگر اولیاء (سرپرست) نے مہر وصول کر لیا تو ان پر لازم ہے کہ اس مہر کو مستحق عورت تک پہنچا دیں' نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے شوہروں کو کل مہر یا مہر کا بعض حصہ ہبہ کر دیں' لیکن ان سے مہر معاف کرانے کے لیے ان کو مجبور کرنا جائز نہیں ف۱۰ اس آیت میں نابالغ بچوں کو مال دینے سے منع کیا گیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ تصرف کرنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں مال دینا منع ہے کیونکہ وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو صحیح محل پر خرچ کرنے کے طریقوں پر مطلع نہیں ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِلَیۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ ۚ وَلَا تَاۡكُلُوۡهَاۤ اِسۡرَافًا وَّبِدَارًا اَنۡ یَّكۡبَرُوۡا ؕ

ہوالے کر دو ۱۱ اور ان کے مال کو فضول خرچ کر کے ان کے بڑے ہونے کے خوف سے جلدی جلدی نہ کھاؤ

وَمَنۡ كَانَ غَنِیًّا فَلۡیَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَمَنۡ كَانَ فَقِیۡرًا فَلۡیَاۡكُلۡ

اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے' اور جو حاجت مند ہو

بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ فَاَشۡهِدُوۡا

وہ دستور کے موافق کھائے ۱۲ پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ

عَلَیۡهِمۡ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیۡبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ

بنا لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا O مردوں کے لیے (اس مال میں) سے حصہ ہے

الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ

جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو' اور عورتوں کے لیے (بھی) اس (مال میں) سے حصہ ہے

وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ اَوۡ كَثُرَ ؕ نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۝۷ وَاِذَا

جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ (وہ مال) کم ہو یا زیادہ' یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے O ۱۳ اور جب

حَضَرَ الۡقِسۡمَةَ اُولُوا الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰكِیۡنُ فَارۡزُقُوۡهُمۡ

(ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں' تو (اس ترکہ سے)

مِّنۡهُ وَقُوۡلُوۡا لَهُمۡ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۝۸ وَلۡیَخۡشَ الَّذِیۡنَ لَوۡ تَرَكُوۡا

انہیں بھی کچھ دے دو' اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو O ۱۴ اور وہ لوگ یہ سوچ کر ڈریں کہ اگر وہ اپنے (مرنے کے)

مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوۡا عَلَیۡهِمۡ ۪ فَلۡیَتَّقُوا اللّٰهَ

بعد بے سہارا اولاد چھوڑ جاتے تو انہیں (مرتے وقت) ان کے متعلق کیسا اندیشہ ہوتا' سو انہیں (یتیموں کے متعلق)

فرمایا: تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے' مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے' سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور بچے سے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۹۸) ف۱۱ لڑکے کے بلوغ کی علامت احتلام اور انزال ہے اور لڑکی کے بلوغ کی علامت احتلام' حیض اور حمل ہے' اگر ان دونوں میں ان میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ان دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیر ناف بالوں کے ظہور کا بلوغ میں اعتبار نہیں ہے۔ پندرہ سال کی عمر امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۹۷) ف۱۲ حضرت عمر' حضرت ابن عباس' حضرت حسن بصری' شعبی اور دوسرے فقہاء کے نزدیک غنی کے لیے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں ہے' اور جس فقیر کے پاس بقدر کفالت مال نہ ہو اور مال یتیم کی حفاظت و نگرانی کی وجہ سے وہ اپنے لیے کسب معاش نہ کر سکتا ہو وہ بغیر اسراف کے بہ قدر ضرورت یتیم کے مال سے لے سکتا ہے اور جب وہ غنی ہو جائے تو حسن بصری' نخعی' شعبی' قتادہ اور امام احمد کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے اور اس نے جو کچھ لیا وہ بہ منزلہ اجرت ہے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: غنی ہونے کے بعد اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۱۷) ف۱۳ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا' اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس نے مجھ کو اور ایک بیٹی کو چھوڑا ہے اور ہم کو وارث نہیں بنایا جا رہا ہے' اس کی بچی کے چچا نے کہا: یارسول اللہ! یہ عورتیں نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہیں نہ گھاس کا گٹھا اٹھا کر لا سکتی ہیں' نہ دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہیں' نہ کما کر لا سکتی ہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۷۶) ف۱۴ اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اپنے کسی رشتہ دار کا ترکہ تقسیم کرو اور تقسیم کے وقت ایسے رشتہ دار اور یتیم آ جائیں' جن کو اس ترکہ سے از روئے شریعت کچھ نہ مل رہا ہو یا دوسرے غریب اور مسکین آ جائیں تو اس ترکہ سے انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے نرمی اور خیر خواہی کی بات کرو' مثلاً یہ کہو کہ تم یہ مال لے لو تمہیں اللہ برکت دے وغیرہ وغیرہ۔

وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

اللہ سے ڈرنا چاہیے اور درست بات کہنی چاہیے ○ ف۱۵ بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں

ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ⑩

وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ○ ف۱۶

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ

اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے) ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے ف۱۷

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن

سو اگر صرف بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ (کل ترکہ کا) دو تہائی ہے اور اگر

كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر

السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ

ایک کا چھٹا حصہ ہے ف۱۸ اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ

وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ

ہی وارث ہوں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے (اور باقی سب باپ کا ہے) ف۱۹ اور اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں

السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَ

تو ماں کا چھٹا حصہ ہے ف۲۰ (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے ف۲۱ تمہارے باپ اور

أَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ

تمہارے بیٹے تم (خود) نہیں جانتے کہ تم کو نفع پہنچانے کے کون زیادہ قریب ہے (یہ) اللہ کی طرف

ف۱۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس آیت میں یتیم کے اولیاء سے یہ فرمایا ہے کہ وہ یتیم کی جان اور مال کے ساتھ انصاف اور احسان کریں اور یتیم کے مال کو جلدی جلدی ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اگر وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائیں تو ان کے یتیم بچوں کا والی ان کے ساتھ حسن سلوک کرے' اس لیے وہ انجام سے ڈریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ سچی اور صحیح بات کہیں۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۸۳)

ع ۱۰ / ۱۲

ف۱۶ گزشتہ آیات کی طرح اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے پر وعید نازل فرمائی' ان تمام وعیدوں کا نازل کرنا یتیموں پر اللہ کی رحمت ہے' کیونکہ یتیم کمزور اور بے سہارا ہوتے ہیں' اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ توجہ اور التفات کے مستحق ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے' معاف کرنے اور درگزر کرنے والا ہے' اس کے باوجود ظلماً مال یتیم کھانے والوں پر اتنی سخت وعید نازل فرمائی' کیونکہ یتیم انتہائی درجہ کے بے بس اور بے سہارا تھے' اس لیے ان پر ظلم کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وعید بھی بہت سخت ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایسے لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے' جن کے مونہوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے' آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ ظلماً یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۲۴) ف۱۷ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بنو سلمہ میں اپنے گھر کے اندر بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اپنے مال کو اپنی اولاد کے درمیان کس طرح تقسیم کروں؟ آپ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی ف۱۸ اولاد کئی صورتوں میں وارث ہوتی ہے' ایک حال یہ ہے کہ میت کی اولاد کے ساتھ میت کے والدین بھی ہوں' دوسرا حال یہ ہے کہ میت کی وارث صرف اس کی اولاد ہو' اور اس کی تین صورتیں ہیں: یا تو بیٹے اور بیٹیاں دونوں وارث ہوں گے یا صرف بیٹیاں یا صرف بیٹے' اگر میت نے بیٹے اور بیٹیاں دونوں چھوڑے تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا' مثلاً اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی ہے تو اُمور متقدمہ علی الارث کے بعد میت کے ترکہ کے تین حصے کریں گے' دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا' علیٰ ہذا القیاس اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت نے زوجہ' ماں باپ اور بیٹے اور بیٹیوں کو چھوڑا تو اس صورت میں زوجہ اور ماں باپ اصحاب الفرائض ہیں یعنی ان کے حصص مقرر ہیں' تو اصحاب الفرائض کو ان کے حصص دینے کے بعد جو باقی بچے گا' وہ سب اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میت نے صرف بیٹیاں چھوڑی ہوں' اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو دو ثلث (دو تہائی) ملیں گے اور اگر صرف ایک بیٹی چھوڑی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا اور اس کے بعد جو ترکہ بچے گا تو وہ دیگر اصحاب الفرائض کو ملے گا اور اگر وہ نہ ہوں تو پھر میت کے عصبات کو مل جائے گا اور اگر میت نے صرف بیٹے چھوڑے ہوں تو وہ تمام مال کے وارث ہوں گے اور اگر بیٹوں کے ساتھ اصحاب الفرائض بھی ہوں تو ان کو ان کے حصص دینے کے بعد باقی تمام مال بیٹوں کو دیا جائے گا ف۱۹ میت کے ماں باپ کے ساتھ اگر اولاد ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ بیٹے ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا' دوسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہوں پھر بھی ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور ماں باپ ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا' البتہ باقی مال بھی باپ کو بہ طور عصبہ کے مل جائے گا اور اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کو تہائی مل جائے گا اور باقی دو تہائی ماں باپ کو بہ صورتِ عصبہ دیا جائے گا اور اس صورت میں مرد (باپ) کو عورت (ماں) سے دگنا حصہ مل جائے گا ف۲۰ اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ والدین کے احوال میں سے تیسرا حال ہے ف۲۱ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ وارثوں میں ترکہ کی تقسیم پر قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ اگر میت پر لوگوں کا اتنا قرض

اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱﴾ وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ

سے مقرر کیے ہوئے حصص ہیں، بے شک اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے O اور تمہاری بیویوں کے ترکہ

اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ

ترکہ میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے ان کی وصیت پوری کرنے اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد

وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌۚ فَاِنْ كَانَ

اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے، اور اگر تمہاری

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ

اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت پوری کرنے

تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ

اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد، ۲۲ اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو

امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُۚ فَاِنْ

جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد ۲۳ اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر

كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا ایک تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت

وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ غَیْرَ مُضَآرٍّۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِؕ

پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد، ۲۴ وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، ۲۵ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے،

ہے کہ وہ اس کے تمام ترکے پر محیط ہے تو وارثوں کو کچھ نہیں ملے گا اور میت کے ترکہ سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے گا۔ حارث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وصیت کو پورا کرنے سے پہلے قرض ادا کرنے کا حکم دیا حالانکہ تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض سے پہلے پڑھتے ہو۔ امام ترمذی نے کہا: عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۲۹) ف۲۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف (آدھا) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ چوتھائی ہے اور اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ ربع (چوتھائی) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ شوہر کا حصہ بیوی کے حصہ سے دگنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوتا ہے۔ اس آیت میں اولاد سے مراد عام ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ، مذکر ہو یا مؤنث، نیز وہ اولاد بلاواسطہ ہو جیسے بیٹا یا بیٹی یا بالواسطہ ہو جیسے پوتا اور پوتی اور جب بیوی شوہر کی وارث ہو تو شوہر کی اولاد عام ہے۔ خواہ اسی بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے۔ اسی طرح جب شوہر بیوی کا وارث ہو تب بھی اولاد عام ہے۔ خواہ وہ اسی شوہر کی اولاد ہو یا اس کے پہلے شوہر کی اولاد ہو، اسی طرح بیوی ایک ہو یا کئی بیویاں ہوں، سب کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اور وہ آٹھواں حصہ ان سب بیویوں میں تقسیم کر دیا جائے گا ف۲۳ کلالہ اس مورث میت (مرنے والے شخص) کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو اور نہ اس کی والدہ ہو، کلالہ کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی تفسیر مختار ہے ف۲۴ اس آیت کریمہ میں بھائی یا بہن سے مراد فقط اخیافی بھائی بہن (ماں کی طرف سے) ہیں، عام مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا: اس پر اجماع ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے: "وَلَهٗ اَخٌ وَاُخْتٌ مِنْ اُمٍّ" اور حضرت ابی اس کو پڑھتے تھے: "وَلَهٗ اَخٌ وَاُخْتٌ مِنَ الْاُمِّ" ہر چند کہ یہ قراءت شاذ ہے، تاہم اکثر علماء کا یہ مختار ہے کہ جب قراءت شاذ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو تو وہ خبر واحد کے حکم میں ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے ف۲۵ اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز وصیت جاری نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا اثر میراث کے حصوں پر پڑتا ہے، ناجائز وصیت کی صورت یہ ہے کہ تہائی مال سے زیادہ میں وصیت کی جائے، یا کسی حرام کام میں خرچ کرنے کی وصیت کی جائے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ⑫ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور اللہ خوب جاننے والا بہت علم والا ہے ○ یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا

يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَ

اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑬ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ

یہ بہت بڑی کامیابی ہے ○ ۲۶ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے

حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑭ ع

تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت والا عذاب ہے ○ ۲۷

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی

اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى

طلب کرو پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انکی

يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ⑮ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا

موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی (اور) راہ پیدا کر دے ○ ۲۸ اور تم میں سے جو دو شخص

مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ ۲۹ پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نیک ہو جائیں تو ان سے درگزر کرو بے شک اللہ

كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ⑯ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے ○ توبہ کی مقبولیت اللہ پر صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جہالت سے

ف ۲۶ یتیموں اور میراث سے متعلق جو احکام بیان کیے گئے ہیں یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی اس کے دیئے ہوئے شرعی احکام ہیں اور اس کی اطاعت کی تفصیلات اور شرائط ہیں ان پر حدود کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا کہ مکلف کے لیے ان احکام سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص اللہ کے ان احکام پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ف ۲۷ جس نے میراث کے ان احکام میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی یا اللہ اور اس کے رسول کے فرائض میں سے کسی فرض میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اس نے حلال سمجھ کر وراثت کی حدود سے تجاوز کیا اللہ اس کو دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل کر دے گا۔ اس آیت میں کسی حکم کی نافرمانی کرنے اور حدود سے تجاوز کرنے پر جو دائمی عذاب کی وعید ہے وہ اس شخص کے لیے ہے جس نے اللہ کی اہانت کی اور اس کے رسول کی جائز سمجھ کر نافرمانی کی یا حلال سمجھ کر اللہ اور اس کے رسول کی حدود سے تجاوز کیا یا جمیع حدود سے تجاوز کیا وہ کافر ہو گیا اور اس آیت میں یہی تاویل مراد ہے ف ۲۸ جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں بدکاری سے مراد زنا ہے کیونکہ جب عورت کی طرف زنا کی نسبت کی جائے تو اس کا ثبوت اس وقت ہوتا ہے جب اس کے خلاف چار مسلمان مرد گواہی دیں۔ اسلام میں ابتداءً اس کی یہ سزا تھی کہ ایسی عورت کو تاحیات گھر میں قید کر دیا جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ پیدا کر دے اور وہ راہ یہ ہے کہ کنواری عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ عورت کو رجم کر دیا جائے۔ اس راہ کا بیان اس حدیث میں ہے: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے لے لو مجھ سے لے لو اللہ نے عورتوں کے لیے راہ پیدا کر دی اگر کنوارہ مرد کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ان کو سو کوڑے لگاؤ اور ان کو سنگسار کر دو۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۰) جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کا حکم اس وقت منسوخ ہو گیا جب زنا کی حد کے احکام نازل ہو گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۷) نیز اس آیت میں مردوں کی گواہی لینے کا بیان ہے۔ زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلیفوں کے زمانہ میں یہ سنت تھی کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۹) ف ۲۹ سدی نے کہا: اس آیت میں کنواری لڑکیاں اور کنوارے لڑکے مراد ہیں جن کا نکاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کو مار پیٹ کے ذریعہ سے ایذاء پہنچاؤ۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۲۰۰)

السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْؕ

گناہ کر بیٹھیں پھر عنقریب توبہ کر لیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے ۳۰

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾ وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِۚ

اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○ اور ان لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں

حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیْنَ

حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی

یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾ یٰۤاَیُّهَا

توبہ مقبول ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ ۳۱ اے ایمان

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًاؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ

والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ ۳۲ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو ۳۳ کہ تم

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍۚ

ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو سوا اس صورت کے کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں ۳۴

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا

اور تم ان کے ساتھ نیک سلوک کرو ۳۵ پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو

وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ○ ۳۶ اور اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو

زَوْجٍۙ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ

اور ان میں سے ایک کو تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو کیا تم اس مال

ف۳۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول ہونے کی یہ شرط بیان فرمائی ہے: جو جہالت سے کوئی گناہ کریں تو ان کی توبہ قبول ہوگی۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جہالت سے کوئی گناہ کرنا تو مواخذہ اور گرفت کا مستحق ہی نہیں تو اس پر توبہ کرنے یا صرف اس کی توبہ قبول ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام عبدالرزاق اور امام ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ قتادہ نے کہا: صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ ہر معصیت جہالت ہے' خواہ عمداً ہو یا بغیر عمد کے۔ (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۰) ف۳۱ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: جو لوگ گناہ کرنے کے بعد جلد توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا ہے' اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی نزع روح کا وقت آجاتا ہے اور وہ اُمور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتے ہیں' اس وقت ان کو اضطراری طور پر اللہ کے حق ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ ایمان لے آئیں یا توبہ کر لیں تو وہ ایمان اور توبہ قبول نہیں کیونکہ اپنے اختیار سے اللہ کو حق ماننے اور توبہ کرنے کا نام ایمان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک غرغرہ موت (نزع روح) کا وقت نہ آئے اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۴۸) ف۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے اولیاء (ورثاء) اس کی بیوی کے حق دار ہوتے تھے' اگر وہ چاہتے تو اس کا کہیں نکاح کر دیتے اور اگر چاہتے تو خود اس سے نکاح کر لیتے اور اگر چاہتے تو اس کا کہیں نکاح نہ کرتے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مجاہد ص ۱۵۰' تفسیر سفیان ثوری ص ۹۲) اس آیت میں یہ بتا دیا کہ کسی شخص کا زبردستی عورت کا وارث بن جانا ناجائز و حرام ہے ف۳۳ اس سے مراد یہ ہے کہ جب بیوہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرنا چاہے تو تم اس کو منع نہ کرو۔ زمانہ جاہلیت میں بیوہ عورت کے وارث اس کو اپنی مرضی سے کسی جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے' تاکہ ان کی گرفت سے آزاد ہو کر وہ اپنے مہر کا مطالبہ نہ کرے' یا وہ اس عورت کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے' جب تک وہ اپنے مہر کی رقم ورثاء کو دے کر اپنی خلاصی نہ کرائے۔ (تفسیر زجاج ج ۲ ص ۳۰) ف۳۴ عطا خراسانی نے کہا ہے کہ اس آیت میں علی الاعلان بے حیائی سے مراد زنا ہے' یعنی اگر کوئی عورت زنا کرے تو اس کا شوہر اس کو مہر میں دی ہوئی رقم واپس لے لے' پہلے یہی حکم تھا' بعد میں جب حدود کے احکام نازل ہوئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۲۱۱' ملخصاً) ف۳۵ یعنی تم ان کو اپنی حیثیت کے مطابق اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ اور بلاوجہ ان کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار نہ کرو ف۳۶ یعنی جس عورت کی شکل و صورت تم کو ناپسند ہو ہو سکتا ہے اس سے بہت حسین و جمیل اولاد پیدا ہو اور نیک سیرت بچے ہوں' جو بڑھاپے میں تمہارا سہارا بنیں اور ان کی نیکیاں تمہاری بخشش اور نجات کا ذریعہ بن جائیں۔

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى

کو بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لو گے؟ ○ ۳۷ اور تم اس مال کو کیونکر واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ

بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ

(خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں ○ ۳۸ اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے باپ

مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ

دادا نکاح کر چکے ہیں مگر جو گزر چکا‘ بے شک ایسا فعل بے حیائی اور موجب غضب ہے‘ اور بہت ہی

سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

برا طریقہ ہے ○ ۳۹ تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں

وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ

اور بھتیجیاں اور بھانجیاں ۴۰ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا

الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ

اور تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں ۴۱ اور تمہاری بیویوں کی مائیں‘ اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں

الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ

جن سے تم صحبت کر چکے ہو‘ اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں ۴۲

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ

اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں‘ اور (تم پر حرام کیا گیا ہے) یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں)

الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

جمع کرو مگر جو گزر چکا‘ ۴۳ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

ع ۸ ۱۴

ف۳۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر تم کو کوئی عورت ناپسند ہو اور اس کے علاوہ دوسری عورت پسند ہو اور تم یہ ارادہ کرو کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کر لو تو تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مطلقہ عورت کو جو مہر دیا تھا‘ اس کو واپس لے لو‘‘ خواہ وہ ڈھیروں مال کیوں نہ ہو‘‘ کیا تم اس عورت پر کوئی تہمت یا بہتان باندھ کر اس مال کو واپس لو گے؟ اور تمہارے لیے اس عورت سے مال لینا کس طرح جائز ہو گا‘ حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ عمل ازدواج کر کے جسمانی قرب حاصل کر چکے ہو اور تم اس عورت سے مہر پر عقد نکاح کر چکے ہو‘ جس پر مسلمان گواہ ہو چکے اور اللہ بھی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (الوسیط ج ۱ ص ۲۸۔۲۷) اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کی کوئی حد نہیں ف۳۸ فراء نے کہا: افضاء کا معنی یہ ہے کہ مرد و عورت کے درمیان خلوتِ صحیحہ ہو‘ خواہ جماع ہو یا نہ ہو‘ اور اس سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے‘ زرارہ بن اوفیٰ متوفی ۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خلفاء راشدین مہدیین نے یہ فیصلہ کیا کہ جس نے دروازہ بند کر کے پردہ ڈال دیا‘ اس پر پورا مہر اور عورت پر عدت واجب ہو گئی۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۲۵) علماء احناف نے یہ کہا ہے کہ جب خلوتِ صحیحہ ہو گئی تو پورا مہر اور عدت واجب ہو جائے گی خواہ جماع ہو یا نہ ہو۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۴۳۔۳۴۲ ملخصاً) ف۳۹ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کی ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام ہے۔ خواہ وہ عورت اس کے باپ کی بیوی ہو یا باندی ہو یا اجنبی عورت ہو‘ جس سے اس نے زنا کیا ہو اور یہ فقہاء احناف کا مذہب ہے اور اکثر مفسرین کا مختار ہے ف۴۰ جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام کیا گیا ہے‘ ان کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم محرماتِ نسبیہ کی ہے۔ محرماتِ نسبیہ میں مائیں‘ بیٹیاں‘ بہنیں‘ پھوپھیاں‘ خالائیں‘ بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں‘ ان سے نکاح کرنا‘ صحبت کرنا اور کسی قسم کا بھی شہوانی عمل کرنا دائماً حرام ہے۔ ماؤں میں دادی‘ پردادی‘ نانی اور پرنانی اور ان سے اوپر کی دادیاں اور نانیاں داخل ہیں اور بیٹیوں میں اس کی بیٹی‘ اس کی پوتی‘ پرپوتی اور اس سے نچلے درجہ کی بیٹیاں سب داخل ہیں اور بہنوں میں عینی (سگی) علاتی (باپ کی طرف سے سوتیلی) اخیافی (ماں کی طرف سے سوتیلی) بہنیں داخل ہیں‘ اسی طرح بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان سے نچلے درجہ کی بھی داخل ہیں‘ اور پھوپھیوں میں اس کے باپ کی عینی بہن‘ علاتی بہن اور اخیافی بہن داخل ہیں۔ اسی طرح اس کے باپ اور دادا کی پھوپھیاں اور اس کی ماں اور اس کی نانی کی پھوپھیاں بھی داخل ہیں اور ان سے اوپر کے درجہ کی بھی اور عینی اور علاتی پھوپھی کی پھوپھی بھی حرام ہے‘ اور اخیافی پھوپھی کی پھوپھی حرام نہیں ہے‘ یعنی باپ کی اخیافی بہن کی پھوپھی‘ اور خالاؤں میں ماں کی سگی بہن‘ ماں کی علاتی بہن اور ماں کی اخیافی بہن سب حرام ہیں اور عینی خالہ کی خالہ اور اخیافی خالہ کی خالہ بھی حرام ہیں‘ البتہ علاتی خالہ کی خالہ حرام نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۳) ف۴۱ اس آیت میں محرمات کی دوسری قسم کا بیان ہے یعنی جن کے ساتھ رضاعت (دودھ شریک ہونے) کے رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جن رشتوں کو ولادت کی وجہ سے حرام کیا ہے‘ ان کو رضاعت کی وجہ سے بھی حرام کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۸۵‘ صحیح مسلم: ۱۴۴۴) ف۴۲ اس آیت میں محرمات کی تیسری قسم کا بیان ہے‘ جو کہ حرمت مصاہرت ہے اور نکاح کے سبب محرمات کی چار قسمیں ہیں: (۱) بیویوں کی مائیں اور ان کی دادیاں خواہ اوپر کے درجہ میں ہوں (۲) بیوی کی بیٹیاں اور بیٹیوں کی اولاد (۳) بیٹے کی بیوی‘ پوتے کی بیوی‘ نواسے کی بیوی خواہ نیچے کے درجہ میں ہوں‘ باپ اور دادا کی عورتیں خواہ وہ علاتی ہوں یا اخیافی‘ یہ سب عورتیں دائماً حرام ہیں ف۴۳ دو بہنوں کو نکاح میں نہ جمع کیا جائے خواہ وہ نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی بہنیں ہوں اور قاعدہ یہ ہے کہ عورتوں میں جب بھی ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ (محیط) (عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۷)

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ

اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں مگر (کافروں کی) جن عورتوں کے تم مالک بن جاؤ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

یہ حکم تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے^{وپ٤٤} اور ان کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں کہ تم اپنے مال (مہر) کے عوض ان کو طلب کرو

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

درآں حالیکہ تم ان کو قلعہ نکاح کی حفاظت میں لانے والے ہو^{وپ٤٥} نہ کہ محض عیاشی کرنے والے ہو^{وپ٤٦} پھر جن عورتوں سے

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ

(نکاح کرکے) تم نے مہر کے عوض لذت حاصل کی ہے^{وپ٤٧} تو ان عورتوں کو ان کا مہر ادا کرو (یہ اللہ کا کیا ہوا) فرض ہے اور مہر مقرر کرنے

بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَمَنْ

کے بعد جس (کمی بیشی) پر تم باہم راضی ہو گئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بے شک اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے ○ اور تم

لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ

میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمان کی مملوکہ

مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۚ

مسلمان باندیوں سے (نکاح کرے) اور اللہ تمہارے ایمان کو بہت زیادہ جاننے والا ہے

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ

تم باہم ایک دوسرے کی جنس سے ہو^{وپ٤٨} تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ

ان کے مہر ادا کرو درآں حالیکہ وہ (باندیاں) قلعہ نکاح کی حفاظت میں آنے والی ہوں، بدکار نہ ہوں،

وپ٤٤ عورت کے حلال ہونے کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی اجازت پر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نکاح کی صورت میں اجازت دی تو بیویاں شوہروں پر حلال ہو گئیں اور جب اللہ تعالیٰ نے ملک یمین کی صورت میں اجازت دی تو باندیاں مالکوں پر حلال ہو گئیں وپ٤٥ اس آیت میں امام اعظم ابوحنیفہ کی یہ دلیل ہے کہ مہر مال ہوتا ہے اور جو چیز مال نہ ہو وہ مہر نہیں بن سکتی، جس طرح تعلیم قرآن وغیرہ اور جس حدیث میں تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا نبی ﷺ سے منقول ہے وہ مؤول ہے اور اگر اس حدیث کی تاویل نہ کی جائے تو خبر واحد سے قرآن مجید کی اس آیت قطعیہ متواترہ کا منسوخ کرنا لازم آئے گا وپ٤٦ یہ آیت متعہ کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ متعہ میں محض عیاشی ہوتی ہے، اس میں متعہ والی عورت کا مرد پر نفقہ ہوتا ہے، نہ اس کی طلاق ہے نہ عدت اور نہ وہ مرد کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے، یہ محض عیاشی ہے، حفاظت صرف نکاح میں ہوتی ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔ (صحیح البخاری: ٤٢١٦، صحیح مسلم: ١٤٠٧) یہ حدیث علمائے شیعہ کی ان کتب میں بھی ہے: تہذیب الاحکام ج ٧ ص ٢٥١، الاستبصار ج ٣ ص ١٤٢۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ٣ ص ٥٨٥ تا ٨٠٤ کا مطالعہ کریں وپ٤٧ علمائے شیعہ نے اس آیت سے اور اس کی ایک قراءت شاذہ جس میں "الی اجل مسمی" کے الفاظ ہیں، متعہ کے جواز پر استدلال کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ قراءت شاذہ ہے اور قرآن مجید کی متواتر ہے، حتیٰ کہ شیعہ حضرات کا جو قرآن مجید کا نسخہ دستیاب ہے اس میں بھی یہ الفاظ موجود نہیں ہیں اس لیے قراءت متواترہ کے مقابلہ میں اس قراءت سے استدلال درست نہیں ہے وپ٤٨ اس آیت میں غلبۂ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے، دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے، اگر متعہ جائز ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا، پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا، اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا، متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ

نہ غیروں سے آشنائی کرنے والی ہوں' ۴۹ ؎ اور جب وہ قلعہ نکاح میں محفوظ ہو جائیں' پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان کو آزاد (کنواری)

نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ

عورت کی آدھی سزا ملے گی (باندیوں سے نکاح کا) یہ حکم تم میں سے اس شخص کے لیے ہے

الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٥﴾

جس کو اپنے نفس پر بدچلنی کا خدشہ ہو' اور تمہارے لیے صبر کرنا بہتر ہے' ۵۰ ؎ اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اللہ تمہارے لیے وضاحت سے احکام بیان کرنا چاہتا ہے' ۵۱ ؎ اور تمہیں ان (نیک) لوگوں کے راستوں پر چلانا چاہتا ہے جو تم سے پہلے

وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ

گزر چکے ہیں ۵۲ ؎ اور تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے ۵۳ ؎ اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے O اور اللہ تمہاری توبہ قبول

عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا

کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ تمہیں سیدھی راہ سے بہت دور ہٹا دینا

عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ

چاہتے ہیں O ۵۴ ؎ اللہ تم سے (مشکل احکام کا) بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے ۵۵ ؎ اور انسان کو کمزور پیدا کیا

ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

گیا ہے O اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ

بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۚ وَ

کھاؤ سوا اس کے کہ تمہاری باہمی رضا مندی سے تجارت ہو ۵۶ ؎ اور

ف۴۹ اس آیت میں باندیوں کے اہل سے مراد ان کے مالک ہیں' اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ باندی کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے' وہ زانی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷۸) ف۵۰ اس میں یہ بتایا ہے کہ اگرچہ باندیوں سے نکاح کی تم کو اجازت دی گئی ہے لیکن اگر تم آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے اور پاک دامنی کے ساتھ رہ سکتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے' کیونکہ باندی پر اس کے مالک کا حق اس کے شوہر کے حق سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ تمہاری خدمت اور حقوق کے لیے سبیل نہیں پا سکیں گی۔ اور ان کے مالک سفر و حضر میں ان سے خدمت لینے اور جب چاہیں فروخت کرنے پر قادر ہوں گے اور اس میں شوہروں کے لیے دشواری ہے کیونکہ باندی کے مہر کا مالک اس کا مولیٰ ہوگا اور اس باندی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اس کے مالک کی غلام ہوگی ف۵۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکام شرعیہ بیان کر دیئے اور حلال کو حرام سے متمیز کر دیا اور اچھے اور نیک کام کو برے اور قبیح کام سے ممتاز کر دیا ف۵۲ اس کا معنی یہ ہے کہ تم سے پہلے جو نیک' صالحین اور حق پرست لوگ گزرے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ان کی سیرتیں بیان کر دی' تا کہ تم حق کی اتباع کرو اور باطل سے اجتناب کرو ف۵۳ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے بیان کیے ہوئے احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں اور اہل حق کی اتباع کرنے میں اگر تم سے کوئی تقصیر یا کوئی زیادتی یا کمی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو' اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۵۴ اس آیت کا مصداق وہ تمام لوگ ہیں' جو اپنی عقل سے احکام شرع پر اعتراض کرتے ہیں مثلاً مردوں کو عورتوں کے مساوی کیوں نہیں رکھا' نابالغ لڑکی کا نکاح کیوں جائز ہے' یتیم پوتے کو دادا کی میراث سے ترکہ کیوں نہیں ملتا' تجارتی سود تو نفع کا تبادل ہے اس کو کیوں حرام کیا گیا ہے' پردے کی قیود سے عورتوں کا حق آزادی مجروح ہوتا ہے' موسیقی تو روح کی غذا ہے اس کو کیوں ناجائز کیا گیا اور اس قسم کے تمام احکام کو ملا کر رجعت پسندی اور فرسودگی قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ عورت کو طلاق کا حق کیوں نہیں ہے' اور عورتوں کو بیک وقت چار خاوندوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں ہے وغیرہ وغیرہ نعوذ باللہ من تلک الخرافات ف۵۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسان احکام مشروع کیے ہیں' ایسے سخت اور مشکل احکام کا ہم کو مکلف نہیں کیا' جیسے مشکل احکام کا بنو اسرائیل کو مکلف کیا تھا۔ ہمارے لیے تمام روئے زمین پر نماز پڑھنے کو جائز کر دیا اور خصوصاً مسجد میں نماز پڑھنے کا مکلف نہیں کیا۔ پانی نہ ملنے یا پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے تیمم کو جائز کر دیا' قربانی کو کھانا اور مال غنیمت ہمارے لیے حلال کر دیا' غرض پچھلی شریعتوں میں جو مشکل احکام تھے' وہ ہمارے لیے آسان کر دیئے ف۵۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے اموال میں تصرف کے متعلق ہدایت دی ہے۔ بیع و شراء کے ذریعے دوسروں کا مال حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح ہبہ' وراثت اور کسی چیز کو بنا کر اس کا مالک ہونا جائز ہے' جوا' سٹہ' سود' غصب' چوری' ڈاکہ' خیانت' جھوٹی قسم کھا کر اور جھوٹی گواہی کے ذریعے اور رشوت کے ذریعے دوسروں کا مال کھانا ناجائز ہے۔ کسی پر ظلم کرنے کے لیے یا کوئی ناجائز کام کرانے کے لیے کچھ دینا رشوت ہے' اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے یا خود کو ظلم سے بچانے کے لیے کچھ دینا رشوت نہیں ہے۔ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کا مال غنیمت تقسیم کیا اور بڑے بڑے عطایا دیئے اور عباس بن مرداس کو بھی کچھ مال دیا تو وہ اس پر ناراض ہو گیا اور شعر پڑھنے لگا' نبی ﷺ نے فرمایا: (کچھ اور مال دے کر) ہمارے متعلق اس کی زبان بند کر دو' پھر اس کو کچھ اور مال دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا۔
(احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۴)

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ یَّفْعَلْ

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو ف۵۷ بے شک اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے O اور جو شخص زیادتی اور

ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ

ظلم کی بناء پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کر دیں گے ف۵۸ اور یہ اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ

آسان ہے O اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم

عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا

تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے ف۵۹ اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کر دیں گے O اور تم اس چیز کی تمنا

مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ

نہ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ف۶۰ مردوں کے لیے ان کی

مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ

کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے ف۶۱ اور اللہ سے اس کے

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا

فضل کا سوال کرو ف۶۲ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O اور ہم نے ہر شخص کے

مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ

ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں اولاد اور قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے

فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ ع

سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو ف۶۳ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے O

ف۵۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خودکشی کرنے سے منع فرمایا اور خودکشی حرام ہے' اور جس نے خود کو قتل کر لیا خواہ عمداً اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی' اسی پر فتویٰ ہے۔ (الدر المختار ج۱ ص ۵۸۴) البتہ کسی بڑے عالم اور مفتی کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے اور عام مسلمان کو چاہیے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھا دے ف۵۸ خودکشی کرنے والا اور ظلماً اپنے مسلمان بھائی کا مال کھانے والا گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جائے گا اور تطہیر کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل محض سے جنت میں جگہ عنایت فرمائے گا ف۵۹ گناہ کبیرہ کی تعریف یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے' اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے' نیز کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر بے خوفی سے کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ بعض گناہ کبیرہ یہ ہیں: قتل' زنا' لواطت' شراب پینا' چوری' قذف (تہمت لگانا)' جھوٹی گواہی دینا' مال غصب کرنا' میدان جہاد سے بھاگنا' سود کھانا' مال یتیم کھانا' والدین کی نافرمانی کرنا' رسول اللہ ﷺ پر عمداً جھوٹ باندھنا' قطع رحم کرنا' جھوٹی قسم کھانا' بلا عذر نماز قضا کرنا' قرآن مجید کو بھلانا' علماء کی توہین کرنا ف۶۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مسلمانوں کو جو مال' عزت اور مرتبہ کے اعتبار سے فضیلت دی ہے اور جو بھی ایسی نعمت عطا فرمائی ہے' جس میں رغبت کی جا سکے' اس کے حصول کی دوسرے تمنا نہ کریں نہ اس پر حسد کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک مختار' علیم و حکیم ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے نعمت عطا فرماتا ہے' اس لیے کوئی شخص یہ نہ کہے: کاش! میرے پاس فلاں مال ہوتا یا فلاں نعمت ہوتی یا فلاں حسین عورت ہوتی' اس کے مقابل رشک ہے' رشک کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ دعا کرے کہ اس شخص کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور اللہ مجھے بھی ایسی نعمت عطا کر دے' سو رشک کرنا جائز ہے' اور حسد کا معنی یہ ہے کہ انسان یہ چاہے کہ مجھے یہ نعمت ملے یا نہ ملے' اس شخص کے پاس یہ نعمت نہ رہے اور حسد جائز نہیں ف۶۱ قتادہ اور سدی نے بیان کیا ہے کہ مردوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم کو وراثت میں دگنا حصہ دیا جاتا ہے' ہماری عبادتوں کا بھی ہم کو عورتوں سے دگنا اجر ملے اور عورتوں نے کہا: ہم یہ چاہتی ہیں کہ ہمارے آدھے گناہ مردوں پر ڈال دیے جائیں' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج۲ ص ۱۴۹) ف۶۲ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کا صلہ نہ مانگو اور نہ اللہ تعالیٰ سے اس کے عدل کی بناء پر سوال کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۸۲) ف۶۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس انسان کا مال اور ترکہ ہے' ہم نے اس کے لیے وارث بنا دیے ہیں' پھر ان وارثوں کا بیان فرمایا' وہ اس کی اولاد اور اس کے قرابت دار ہیں اور وہ لوگ ہیں جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ اس حوالے سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہوگا تو اس کا دیت ادا کرنا صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی اور نسبی وارث نہ ہو تو پھر وہ شخص اس کا وارث ہوگا۔ (روح المعانی ج۵ ص ۲۲)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى

مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے

بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ

(بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے ۶۴ سو نیک عورتیں فرماں بردار ہیں مردوں کے پس پشت

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ

اللہ کی توفیق سے حفاظت کرنے والی ہیں اور تم کو جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو نصیحت کرو

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا

اور ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو اور ان کو (تادیبا) مارو پس اگر وہ تمہاری فرماں برداری

عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ

کرلیں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو ۶۵ بے شک اللہ نہایت بلند بہت بڑا ہے O اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے

بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ

درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو اگر وہ دونوں منصف

يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

صلح کرانے کا ارادہ کریں تو اللہ ان دونوں (زن و شو) کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا ۶۶ بے شک اللہ بڑا جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے O

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو ۶۷

وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى

اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی ۶۸

ف۶۴ ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ'' کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ نبوت رسالت حکومت امامت اذان اقامت اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ عورت کی حکومت کے عدم جواز پر یہ حدیث بھی صراحتاً دلالت کرتی ہے حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جمل میں ہوسکتا تھا کہ میں اصحابِ جمل کے ساتھ لاحق ہو جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حاکم بنا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح (اخروی) نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات میں ایک عورت کو حاکم بنالیا۔ (صحیح بخاری: ۴۴۲۵ سنن ترمذی: ۲۲۶۹) (اسی وجہ سے) امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی۔ (شرح السنہ ج ۱۰ ص ۷۷) ف۶۵ حضرت عبداللہ بن زیاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو نہ مارو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ بدخلقی اور بدزبانی کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے کی اجازت دی پھر بہت ساری عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا کر اپنے خاوندوں کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بہت سی عورتوں نے اپنے خاوندوں کی شکایت کی ہے اور یہ لوگ تمہارے اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۴۶) ف۶۶ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت اور مرد کی طرف سے جو دو شخص مقرر کیے جائیں وہ ان کے وکیل ہوں گے اور بہ حیثیت وکیل کے ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان کے حکم کے بغیر از خود ان کا نکاح فسخ کر دیں۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۱۹۰) ہمارے زمانے میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کا خرچہ نہیں دیتا اور نہ اس کو طلاق دیتا ہے بیوی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیتی ہے شوہر عدالت میں پیش نہیں ہوتا اور عدالت گواہوں کی بنیاد پر یک طرفہ فیصلہ کر کے اس نکاح کو فسخ کر دیتی ہے اور اس کو موجودہ مجسٹریٹ اپنی اصطلاح میں خلع سے تعبیر کرتے ہیں ضرورت کی بناء پر شرعاً یہ خلع صحیح اور قابلِ عمل ہے اور اس خلع کے بعد عورت کو دوسری جگہ شادی کرنے کا حق حاصل ہے۔ تحقیق و تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرہ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۹۲ تا ۱۱۲۰ کو ملاحظہ فرمائیں ف۶۷ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اپنے شکر کے بعد ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان کے حق میں سب سے بڑی نعمت اس کا وجود اور اس کی تربیت و پرورش ہے۔ اور اس کے وجود کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہری سبب اس کے والدین ہیں اسی طرح اس کی تربیت اور پرورش میں حقیقی سبب اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہری سبب اس کے والدین ہیں ف۶۸ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دو بار پوچھا: تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے ہدیہ بھیجا یا نہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جبرئیل مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دیں گے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۴۹ صحیح بخاری: ۶۰۱۴)

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ

اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ

(نیکی کرو) ۶۹ بے شک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا O جو لوگ

يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ

خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے ان کو جو کچھ اپنے فضل

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿۳۷﴾

سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے O ۷۰

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ

اور (ان کے لیے بھی ذلت والا عذاب ہے) جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا

ایمان لاتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور جس شخص کا شیطان ساتھی ہو تو

فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

وہ کیسا بُرا ساتھی ہے O ۷۱ اور آخر ان پر کیا آفت آ جاتی اگر وہ اللہ پر اور قیامت پر

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ

ایمان لے آتے اور اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ۷۲ اور اللہ انہیں خوب جاننے والا ہے O بے شک اللہ

لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ

ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ۷۳ اور اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دگنا کر دیتا ہے

ف۶۹ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (یہ غلام) تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے' سو جو تم کھاتے ہو وہ ان کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ اور ان کے ذمہ ایسا کام نہ لگاؤ جو ان پر بھاری ہو اور اگر تم ان کے ذمہ ایسا کام لگاؤ تو تم ان کی مدد کرو۔ (صحیح بخاری: ۳۰) ف۷۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو انصار مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے' ان سے یہودی کہتے تھے کہ تم اپنے اموال خرچ نہ کرو کیونکہ ہم کو تم پر فقر کا اندیشہ ہے' تمہارا مال ضائع ہو جائے گا اور تم کو پتا نہیں ہے کہ آگے چل کر اسلام کا کیا ہوگا' سو یہ لوگ خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے تھے اور نبی ﷺ کی تصدیق کے متعلق تورات میں جو آیات مذکور ہیں' ان کو چھپاتے تھے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۵۵) ف۷۱ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ محتاجوں اور ضرورت مندوں میں اللہ کی رضا کے لیے اپنا مال تقسیم کرو' منافقین اس حکم کی نافرمانی دو طرح سے کرتے تھے: یا تو خود مال خرچ نہیں کرتے تھے اور خرچ کرنے والوں کو بھی منع کرتے تھے یا پھر لوگوں کو دکھانے' سنانے اور نام آوری کے لیے خرچ کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے لیے ذلت کے عذاب کی وعید بیان فرمائی ہے اور ان کو شیطان کا ساتھی قرار دیا ہے اور شیطان سے بُرا کوئی ساتھی نہیں ہے ف۷۲ اس آیت سے منافقوں کو زجر و توبیخ اور ان کو ملامت کرنا اور ان کی مذمت کرنا مقصود ہے ف۷۳ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے مخصوص محل کے سوا' کمی یا زیادتی کر کے کسی اور جگہ رکھنا' سو اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کسی کی نیکیوں کے ثواب میں کمی کرتا ہے نہ کسی کی بُرائیوں کے عذاب میں کمی کرتا ہے' اس لیے بندوں کو چاہیے کہ ان کو جس چیز کا حکم دیا ہے' اس پر عمل کریں اور جس کام سے منع کیا ہے' اس سے رُک جائیں۔

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ

اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہےO ۳ے تو اس وقت کیسا سماں ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک

بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ

گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گےO ۵ے جن لوگوں نے کفر کیا

كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ

اور رسول کی نافرمانی کی اس دن وہ تمنا کریں گے ۶ے کہ کاش (ان کو دفن کر کے) ان پر زمین برابر کر دی جائے ۷ے اور وہ اللہ سے

اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ

کسی بات کو چھپا نہ سکیں گےO اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ

سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ

حتی کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو ۸ے اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو

حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ

حتی کہ تم غسل کر لو ۹ے اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص

مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً

قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ

تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو ۸۰ے سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو ۸۱ے بے شک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہےO کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

و۳ے اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ ایک نیکی پر دس گنا اجر کا مستحق ہے تو اللہ اس کو بیس گنا اجر عطا فرمائے گا یا تیس گنا اجر عطا فرمائے گا یا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ میری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' میں نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ ایک نیکی کا اجر بڑھا کر ایک کروڑ کر دیا جاتا ہے' انہوں نے کہا: تم کو اس پر کیوں تعجب ہے' بہ خدا! میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو ہزار ضرب ہزار (ایک کروڑ) درجہ تک پہنچا دے گا۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۵۸) و۴ے حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل ہوا ہے' آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کسی اور سے قرآن سنوں' میں نے سورۃ النساء پڑھی' جب میں اس آیت پر پہنچا: "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا الخ" میں نے سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے میرے پہلو میں ٹہوکا دیا اور میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۰۰) رسول اللہ کا رونا خوف خدا کے غلبہ سے تھا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں ہے: اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائے گا' اور رسول اللہ ﷺ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء صادقین علیہم السلام کے صدق پر گواہی دیں گے یا انبیاء سابقین کی تقویت کے لیے ان کی امت کے کافروں کے خلاف شہادت دیں گے اور اس میں ہمارے نبی ﷺ کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ تمام نبیوں اور رسولوں کی شہادت آپ کی شہادت سے مانی جائے گی و۶ے اس آیت میں رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا کافروں پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغائرت کو چاہتا ہے' اس سے یہ واضح ہوا کہ کفر الگ گناہ ہے اور رسول کی نافرمانی کرنا الگ گناہ ہے اور کافروں کو کفر کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا اور رسول کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا اور کافروں کو رسول کی نافرمانی کی وجہ سے اسی وقت عذاب ہوگا جب یہ مانا جائے کہ کافر فروعی احکام کے بھی مخاطب ہیں و۷ے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ تمنا کریں گے کہ ان کو زمین میں دفن کر دیا جائے و۸ے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ہمارے لیے کھانے کی دعوت کی اور ہم کو (تحریم شراب سے پہلے) شراب پلائی' ہم نے شراب پی اور نماز کا وقت آ گیا' انہوں نے نماز پڑھانے کے لیے مجھے امام بنا دیا' میں نے پڑھا: "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ O لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ O وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ" "آپ کہیے: اے کافرو! O میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو O اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۲۷) و۹ے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حالتِ جنابت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص سفر میں جنبی ہو جائے اور اس کو غسل کے لیے پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے و۸۰ے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گئے' جب مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' رسول اللہ ﷺ اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے رُک گئے اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رُک گیا' اس جگہ نہ پانی تھا نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا' یہاں تک کہ اسی حال میں یعنی جب لوگوں کے پاس پانی نہ تھا' صبح ہو گئی' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری: ۳۳۴' صحیح مسلم: ۳۶۷) و۸۱ے تیمم' کتاب وسنت اور امتِ مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے' تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے' امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے۔ ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مارنا) ضروری ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے اور زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے' حتیٰ کہ ڈھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا

جنہیں (آسمانی) کتاب سے حصہ دیا گیا وہ (خود بھی) گمراہی خریدتے ہیں اور تم کو (بھی) راستہ سے گمراہ کرنے

السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّ

کا ارادہ کرتے ہیں○ ۸۲ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے' اور اللہ (تمہارا) کافی کارساز اور

كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ

کافی مددگار ہے○ ۸۳ یہودیوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں

عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ

سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور نافرمانی کی (اور آپ سے کہتے ہیں:) سنیئے! آپ نہ سنائے گئے ہوں

مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ

اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں' اور اگر

اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا

وہ کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر

لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ

اور درست ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی ہے' سو ان میں سے کم

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا

لوگ ہی ایمان لائیں گے○ ۸۴ اے اہلِ کتاب! اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے درآں حالیکہ وہ اس (اصل) کتاب کی

لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ

تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا دیں پھر ان کو ان کی پیٹھ کی جانب پھیر دیں ۸۵ یا

ف۸۲ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد یہود ہیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۴۷) زجاج نے کہا: وہ لوگوں سے رشوت لینے کو نبی ﷺ کی تصدیق پر ترجیح دیتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی اسلام چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں ف۸۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی نصرت تم کو دوسروں سے مستغنی کر دے گی۔ خصوصاً یہودیوں سے جن کی نصرت کی تم توقع رکھتے ہو ف۸۴ قرطبی نے کہا ہے کہ جب نبی ﷺ کوئی حدیث فرماتے یا کوئی حکم دیتے تو وہ (یہود) کہتے تھے کہ ہم نے سن لیا اور دل میں کہتے تھے کہ ہم نے نافرمانی کر لی اور جب نبی ﷺ سے کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتے تو کہتے تھے: اے ابو القاسم! سنیے اور اپنے دل میں کہتے تھے: آپ نہ سنیں' اور وہ آپ سے "راعنا" کہتے تھے اور اس لفظ سے یہ معنی ظاہر کرتے تھے کہ آپ ان پر نظر رحمت فرمائیں اور زبان مروڑ کر اس سے اپنے دل میں رعونت کا معنی لیتے تھے اور اگر وہ "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" کے بجائے "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کہتے اور "وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" اور "راعنا" کی جگہ "انْظُرْنَا" کہتے تو یہ بہت بہتر اور بہت درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر دی یعنی نبی ﷺ کی اس توہین کی سزا میں ان کو دنیا میں رسوا کر دیا اور آخرت میں ان کو اپنی رحمت سے بالکلیہ دور کر دیا ف۸۵ اس آیت کا معنی ہے: اے اہل کتاب! قرآن مجید کی تصدیق کرو جو توحید' رسالت' مبدا اور معاد اور بعض احکامِ شرعیہ میں تورات کے موافق ہے' اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا دیں یعنی آنکھوں اور ناک کی بناوٹ کے ابھار کو دھنسا کر چہرے کو بالکل سپاٹ بنا دیں یا چہرے کو گدی کی جانب لگا دیں' اس میں اختلاف ہے کہ یہ وعید دنیا کے متعلق ہے یا آخرت کے۔

أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ہم ان پر (اس طرح) لعنت کریں جس طرح ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے0

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ

بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ۸۶ اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس

يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ أَلَمْ

کے لیے چاہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا0 ۸۷ کیا

تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ

آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے ۸۸ اور

لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۖ

ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا0 دیکھیے یہ لوگ کس طرح اللہ پر عمداً جھوٹ باندھ رہے ہیں

وَكَفٰى بِهٖٓ إِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا

اور ان کے لیے یہی علی الاعلان گناہ کافی ہے0 ۸۹ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب سے

مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ

حصہ دیا گیا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں ۹۰ اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ

كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ أُولٰٓئِكَ

یہ لوگ ایمان والوں کی بہ نسبت زیادہ صحیح راستہ پر ہیں0 ۹۱ یہی وہ لوگ

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا0 ۹۲

ف۸۶ شرک کرنے کی تعریف یہ ہے: کسی شخص کو الوہیت میں شریک ماننا جیسے مجوس دو واجب الوجود مانتے ہیں یا اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق ماننا جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں۔ (شرح عقائد نسفی ص۶۱) خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو واجب بالذات یا قدیم بالذات ماننا' یا اللہ کے سوا کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات ماننا (مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو ازخود علم ہے یا ازخود قدرت ہے) یا کسی کو اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ماننا (مثلاً کسی کو سجدہ عبودیت کرنا' یا کسی کو اس اعتقاد سے مصائب میں پکارنا کہ وہ ازخود سن لے گا یا ازخود مدد کرے گا' یہ تمام اُمور شرک ہیں) ف۸۷ ''افتری'' کا لفظ ''فری'' سے ماخوذ ہے ''فری'' کا معنی ہے: قطع کرنا اور جیسے کسی چیز کو کاٹا جائے تو وہ عموماً فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لیے ''افتری'' کا معنی بہ طور غلبہ کے فساد ہو گیا اور قرآن مجید میں یہ لفظ ظلم' کذب اور شرک کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے ف۸۸ اپنی پارسائی اور بڑائی کا بیان کرنا اس وقت منع ہے' جب انسان کسی پر اپنا تفوق اور برتری ظاہر کرنے کے لیے اپنی بڑائی بیان کرے' لیکن جب اس سے اللہ کی نعمت کا اظہار مقصود ہو یا جب کسی جگہ اپنی پاک دامنی کا اظہار کرنا مقصود ہو یا کسی عیب اور الزام سے اپنی براءت بیان کرنا مطلوب ہو یا اپنا حق اور اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے اپنے محامد بیان کرنے مقصود ہوں تو پھر اپنے محامد اور اپنے فضائل اور اپنی براءت اور پاکیزگی کو بیان کرنا جائز ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں ہے' اور حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی غرض صحیح کی بناء پر اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے ف۸۹ اللہ پر عمداً جھوٹ باندھنے سے مراد ان (یہودیوں) کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں' نیز گناہوں سے پاک ہیں حالانکہ نہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں' نہ اس کے محبوب ہیں اور نہ گناہوں سے پاک ہیں ف۹۰ حی بن اخطب اور کعب بن الاشرف چند یہودیوں کے ساتھ مکہ گئے' وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کفار قریش کو اپنا حلیف بنانا چاہتے تھے' قریش نے کہا: تم اہل کتاب ہو اور ہماری نسبت تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے زیادہ قریب ہو۔ ہم تمہاری بات کا اس وقت تک اعتبار نہیں کریں گے' جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے تاکہ ہمارے دل مطمئن ہو جائیں' سو انہوں نے بتوں کو سجدہ کر لیا اور یہی ان کا جبت (بت) اور شیطان پر ایمان تھا۔ (تفسیر کبیر ج۳ ص۲۳۵) ف۹۱ ابوسفیان نے کعب بن الاشرف سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ ہم زیادہ ہدایت کے طریقہ پر ہیں یا (سیدنا) محمد (ﷺ)؟ تو کعب نے پوچھا: (سیدنا) محمد (ﷺ) کیا کہتے ہیں؟ قریش نے کہا: وہ کہتے ہیں: صرف ایک خدا کی عبادت کرو' بتوں کی عبادت نہ کرو اور انہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر دیا ہے اور لوگوں میں جدائی ڈال دی ہے۔ کعب نے پوچھا: اور تمہارا دین کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم بیت اللہ کے محافظ ہیں' حجاج کو پانی پلاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو چھڑاتے ہیں' تو کعب بن الاشرف نے کہا: تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر ج۳ ص۲۳۵) ف۹۲ چونکہ یہودیوں نے بت پرستوں کو موحدین پر فضیلت دی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور اللہ کی لعنت کا معنی ہے: ان کو اللہ کی رحمت سے بالکلیہ دور کر دیا جائے اور یہ ان پر دنیا میں لعنت ہے' جہاں کہیں بھی ہوں لعنتی رہیں گے اور آخرت میں یہ لعنت ان پر اور زیادہ ہوگی' جس دن کوئی شخص کسی کافر کے کام نہیں آ سکے گا۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾

یا ان کا ملک میں کوئی حصہ ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتےO ٩٣

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ

یا یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے ٩٤ تو بے شک

اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾

ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو ملکِ عظیم عطا کیا تھاO ٩٥

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ

سو ان میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے اس سے منہ موڑا ٩٦ اور (ان کے لیے) بھڑکتی

سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا

ہوئی دوزخ کافی ہےO بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم اس کو عنقریب آگ میں ڈال دیں گے جب بھی

نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ

ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو (ہمیشہ) چکھتے رہیں ٩٧

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہےO اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ

ہم عنقریب ان کو ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں

اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ٩٨ ان کے لیے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گےO ٩٩

ف٩٣ اس آیت کا معنی ہے: یہود کا ملک میں کوئی حصہ نہیں ہے' یہود کہتے تھے کہ آخر زمانے میں ملک ان کی طرف لوٹ آئے گا' اس آیت میں ان کے اس دعویٰ کا رد ہے ف٩٤ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے حسد کی مذمت کی ہے' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو جو نعمت عطا فرمائی تھی' یہود اس پر حسد کرتے تھے۔ قتادہ نے کہا: ان کو یہ امید تھی کہ آخری نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیل سے آخری نبی مبعوث فرمایا تو وہ اس پر حسد کرنے لگے۔ (جامع البیان ج ٥ ص ٨٨) ف٩٥ اس آیت میں کتاب سے مراد جنس کتاب ہے اور وہ تورات' انجیل اور زبور اور دیگر صحائف کو شامل ہے اور حکمت سے مراد نبوت ہے یا وہ اسرار ہیں جو اللہ کی کتاب میں ودیعت کیے گئے ہیں' حضرت ابراہیم کی آل میں نبی اور رسول مبعوث کیے گئے' جن کو کتابیں اور حکمتیں دی گئیں اور وہ سب ان یہود کے آباء اور اسلاف تھے اور ان کے آباء اور اسلاف کو ملک عظیم بھی دیا گیا' جیسے حضرت یوسف' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو ملک دیئے گئے ف٩٦ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یا ان کی آل میں سے جو بھی انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے ان پر سب لوگ ایمان نہیں لائے' بعض ایمان لائے اور بعض ایمان نہیں لائے' تو جب بعض کا ایمان نہ لانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور ان کی نسل میں سے دوسرے انبیاء کی نبوت کے لیے موجب نقصان نہیں ہے تو اگر کچھ لوگ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تو اس سے آپ کی نبوت و رسالت میں کیا فرق پڑے گا ف٩٧ اس آیت میں کھال کے جل کر پکنے کا معنی ہے: اس کا سیاہ پڑ جانا اور اس کو دوسری کھال سے بدلنے کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کھال کا رنگ اپنی قدرت کاملہ سے سفید کر دے گا' جیسے دنیا میں انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور صحت مند ہونے کے بعد اسی چہرے کا رنگ نکھر کر تروتازہ ہو جاتا ہے ف٩٨ اس آیت میں کئی مسائل ہیں' ایک یہ کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں' کیونکہ اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اخروی انعامات کو ابتداءً حاصل کرنے کے لیے صرف ایمان کافی نہیں' اس کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں' البتہ دائمی عذاب سے نجات کے لیے صرف ایمان کافی ہے' قاعدہ یہی ہے لیکن اللہ کریم ہے' جس کو چاہے اس قاعدے سے مستثنیٰ کر دے' جنت میں دوام کا ذکر فرمایا' اس میں جہم بن صفوان اور ان جیسے لوگوں کا رد ہو گیا' جن کے نزدیک جنت میں ثواب اور دوزخ میں عذاب فانی ہے ف٩٩ جنت میں دھوپ نہیں ہو گی' اس کے باوجود جنت میں سائے کا ذکر فرمایا کیونکہ یہاں سائے سے مراد آرام اور سکون ہے' جس شخص کو جلتے ہوئے ریگستان میں سایہ میسر آ جائے تو وہ اس کے لیے بڑی راحت ہوتا ہے' سو یہاں بھی گھنے سائے سے مراد راحت و آرام ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ

بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو ف۱۰۰ اور جب تم لوگوں کے درمیان

بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ

فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو ف۱۰۱ بے شک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ

بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِي

اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) ف۱۰۲ پھر اگر کسی چیز میں

شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو ف۱۰۳ بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ قیامت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۵۹﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى

پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ○ کیا آپ نے ان لوگوں

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ اٰمَنُوا بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ

کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب) پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور

قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوٓا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓا

ان (کتابوں) پر (ایمان لائے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لے جائیں

أَنْ يَكْفُرُوا بِهٖ ۗ وَيُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيدًا ﴿۶۰﴾

حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر کے بہت دوری کی گمراہی میں ڈال دے ○ ف۱۰۴

ف۱۰۰ انسان کا معاملہ اپنے رب کے ساتھ متعلق ہوتا ہے یا مخلوق کے ساتھ اور ہر معاملہ کے ساتھ اس پر لازم ہے کہ وہ اس معاملہ کو امانت داری کے ساتھ کرے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو یا کسی کی آبرو ریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقے سے حاصل کرنا ہو (یعنی اگر ایسی بات ہو تو اس کی صاحبِ حق کو اطلاع دے کر خبردار کرنا چاہیے) (سنن ابوداؤد: ۴۸۶۹) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا، جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزہ رکھے، لیکن جو امانت دار نہیں وہ دین دار نہیں۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۹) ف۱۰۱ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو حاکم بنایا جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں: ایک جنت میں ہوگا اور دو دوزخ میں ہوں گے، جنت میں وہ قاضی ہوگا جو حق کو پہچان لے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے اور جو حق کو پہچاننے کے باوجود اس کے خلاف فیصلہ کرے وہ دوزخ میں ہوگا اور جو شخص جہالت سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے وہ بھی دوزخ میں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۷۳) ف۱۰۲ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دلائلِ شرعیہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ ''أَطِيعُوا اللّٰهَ'' سے مراد کتاب اللہ کے احکام ہیں۔ ''أَطِيعُوا الرَّسُولَ'' سے مراد سنت ہے اور ''أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ'' سے مراد اجماع ہے یعنی ہر زمانہ کے علماءِ حق کی اکثریت، کیونکہ علماءِ حق کی اکثریت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی اور ''فَإِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ'' سے مراد قیاس ہے یعنی جس مسئلہ کی کتاب و سنت میں صاف تصریح نہ ہو اس کی اصل کتاب اور سنت سے نکال کر اس کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹا دو اور اس پر وہی حکم جاری کرو ف۱۰۳ اس آیت میں ''أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ'' فرمایا ہے اور ''أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ'' سے پہلے ''اطیعوا'' کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اس کا پہلے ''اطیعوا'' پر عطف کیا گیا ہے تاکہ ان کی اطاعت بالتبع ہو، اس میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ کی مستقل اطاعت ہے اور رسول کی بھی مستقل اطاعت ہے اور علماء اور حکام کی مستقل اطاعت نہیں، جب ان کے احکام اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہوں تو ان کی اطاعت ہے ورنہ نہیں ف۱۰۴ ایک منافق اور ایک یہودی کا جھگڑا ہو گیا، یہودی نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان ابو القاسم ﷺ فیصلہ کریں گے اور منافق نے کہا: کعب بن الاشرف فیصلہ کریں گے۔ یہودی نے اپنی بات پر اصرار کیا تو وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے حق میں اور منافق کے خلاف فیصلہ دیا، منافق اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا اور کہا: میرے اور تمہارے درمیان حضرت عمر فیصلہ کریں گے، دونوں حضرت عمر کے پاس گئے، یہودی نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے حق میں اور اس منافق کے خلاف فیصلہ کر چکے ہیں، لیکن یہ مانتا نہیں ہے۔ حضرت عمر نے منافق سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، حضرت عمر نے فرمایا: ٹھہرو انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں، گھر گئے تلوار لے کر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا، اس منافق کے گھر والوں نے نبی ﷺ سے حضرت عمر کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۴۹۔ ۲۴۸، روح المعانی ج ۵ ص ۶۷)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو آپ دیکھتے ہیں

الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ

منافقین آپ سے اعراض کرتے ہوئے کترا کر نکل جاتے ہیںO ف۱۰۵ اس وقت کیا حال ہو گا جب ان کے ہاتھوں

مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ

کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے

اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا

آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھاO یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

ان کے دلوں میں ہے ف۱۰۶ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے بہت اثر آفریں بات کیجئے جو ان

قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

کے دلوں میں اتر جائےO ف۱۰۷ اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے ف۱۰۸ اور جب

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آجاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے ف۱۰۹ اور رسول بھی ان کے لیے استغفار

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا

کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پاتےO ف۱۱۰ تو (اے رسول مکرم!)

وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ

ف۱۰۵ ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمان منافقوں سے کہتے تھے کہ آؤ اپنے مقدمہ کا فیصلہ رسول اللہ سے کراؤ تو وہ منہ موڑ کر کتراتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۹) ف۱۰۶ اس آیت میں مصیبت سے مراد حضرت عمر کے ہاتھ سے اس منافق کا قتل کیا جانا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان منافقوں کے دلوں میں جو شر اور فتنہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے' آپ ان کے بہانوں کو قبول کرنے سے اعراض کیجئے کیونکہ ان بہانوں کے قبول کرنے کا مطلب ہے حضرت عمر سے قصاص لینا اور جو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ مانے' اس کا خون مباح ہے اور اس کا کوئی قصاص نہیں ہے۔ آپ ان کو زبان سے نصیحت کیجئے اور ان کے نفاق سے درگزر کیجئے ف۱۰۷ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ان کو تنہائی میں نصیحت کیجئے کیونکہ تنہائی میں نصیحت کے قبول کرنے کی توقع زیادہ ہوتی ہے ف۱۰۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی سرزنش کی ہے' جو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لائے ہیں اور اپنے مقدمہ کا فیصلہ یہودی عالم کے پاس لے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لیے جب انہیں بلایا جاتا تو وہ منہ موڑ کر کترا کر نکل جاتے تھے ف۱۰۹ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۲۸) قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی قبر انور کے لیے سفر کرنا مستحسن اور مستحب ہے ف۱۱۰ رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس کے پاس قبولیت توبہ کے حوالہ سے مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے' ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب "الشامل" میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا' ایک اعرابی نے آ کر کہا: السلام علیک یا رسول اللہ' میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الاٰیۃ" اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہوں پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں' پھر اس نے دو شعر پڑھے اور چلا گیا' عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی' میں نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوش خبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۹' الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵)

ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا

کو حاکم نہ مان لیں **۱۱۱** پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو

تَسْلِيْمًا ۝۶۵ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ

خوشی سے مان لیں ○ **۱۱۲** اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا

اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ

اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر ان میں سے صرف کم لوگ عمل کرتے اور جو ان کو نصیحت

فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝۶۶ۙ

کی گئی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا اور ثابت قدمی کے لیے بہت مضبوط ○ **۱۱۳**

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۶۷ۙ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا

اور اس وقت ہم انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتے ○ اور ہم ضرور ان کو سیدھے

مُّسْتَقِيْمًا ۝۶۸ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۤئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ

راستہ پر چلاتے ○ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے **۱۱۴**

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۤءِ

جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے **۱۱۵** جو انبیاء **۱۱۶** صدیقین **۱۱۷** شہداء **۱۱۸**

وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۤئِكَ رَفِيْقًا ۝۶۹ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ

اور صالحین **۱۱۹** ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں ○ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے

اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۷۰ؑ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

اور اللہ کافی ہے جاننے والا ○ اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو **۱۲۰** پھر (دشمن کی طرف)

ف۱۱۱ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے حضرت زبیر سے نبی ﷺ کے سامنے زمین کو سیراب کرنے والی نالی میں جھگڑا کیا' وہ دونوں اس سے اپنے درختوں کو پانی دیتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر سے فرمایا: اے زبیر! تم اپنی زمین کو پانی دو' پھر اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو' وہ انصاری غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: یہ آپ کے عم زاد ہیں اس لیے' رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے' حضرت زبیر نے کہا: خدا کی قسم! مجھے یقین ہے یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۲۳۶۰) **ف۱۱۲** اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے والا مؤمن نہیں ہے' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک فیصلہ کو بہ ظاہر مان لیتا ہے' لیکن دل سے اسے قبول نہیں کرتا' اس لیے فرمایا کہ وہ آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی تنگی نہ پائیں' بعض اوقات ایک عدالت سے فیصلہ کے بعد اس سے اوپر کی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ کرنے کا اختیار ہوتا ہے' جیسے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ کی جا سکتی ہے' لیکن نبی ﷺ کے فیصلہ کرنے کے بعد پھر کسی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ نہیں کی جا سکتی' اس لیے اس کے بعد فرمایا:

ع ۶ | ۱۱

اس فیصلہ کو خوشی سے مان لو **ف۱۱۳** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم منافقین پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے وطن سے نکل جاؤ تو ان منافقوں میں سے بہت کم لوگ اس پر عمل کرتے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور اپنی رحمت سے ہم پر آسان اور سہل احکام فرض کیے تو ان منافقوں کو چاہیے تھا کہ یہ نفاق کو ترک کر دیتے' دکھاوے اور سنانے کو چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہوتے اور اگر یہ ایسا کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا **ف۱۱۴** سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں غم زدہ حالت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: کیا ہوا میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں' اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ ہم ہر صبح و شام آپ کے چہرے کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں' کل جب آپ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے' اور ہم آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا' نبی ﷺ نے ابھی اس کو کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۰۴) **ف۱۱۵** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنت میں رہنے والے سب ایک دوسرے کی زیارت کرنے پر قادر ہوں گے اور ان کے درجات کا فاصلہ ایک دوسرے کی زیارت اور مشاہدہ کے لیے حجاب نہیں ہوگا **ف۱۱۶** نبی وہ انسان ہے جس پر وحی نازل ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق تک اپنے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا ہو **ف۱۱۷** صدیق وہ شخص ہے جو اپنے قول اور اعتقاد میں صادق ہو' جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر افاضل صحابہ' اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کیونکہ وہ صدق اور تصدیق میں دوسروں پر فائق اور غالب ہوتے ہیں **ف۱۱۸** شہید وہ شخص ہے جو دلائل اور براہین کے ساتھ دین کی صداقت پر شہادت دے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتا ہوا مارا جائے' جو مسلمان ظلماً قتل کیا جائے' وہ بھی شہید ہے **ف۱۱۹** صالح نیک مسلمان کو کہتے ہیں' جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں **ف۱۲۰** اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ کفار کے دفاع اور اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ اور ہتھیار فراہم کریں اور دشمن جس طرح کے ہتھیار استعمال کر رہا ہے ویسے ہی ہتھیار استعمال کریں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ میں خالد بن ولید کو لکھا: دشمنوں کے مقابلے میں ان جیسے ہتھیار استعمال کرو' تلوار کے مقابلے میں تلوار اور نیزہ کے مقابلہ میں نیزہ سے لڑو' اب دنیا میں اپنی بقاء کے لیے ایٹمی طاقت بننا ضروری ہے اور دشمنانِ اسلام سے مقابلہ اور جہاد کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ

الگ الگ دستوں کی شکل میں روانہ ہو یا سب مل کر روانہ ہو○ ۱۲۱ اور بے شک تم میں وہ (گروہ بھی) ہے

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ

جو ضرور تاخیر کرے گا' پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو وہ کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر انعام کیا کہ

اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ

میں (جنگ میں) ان کے ساتھ نہ تھا○ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل (مال غنیمت) مل جائے تو ضرور (اس طرح)

لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ

کہے گا گویا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی: کاش میں بھی ان کے

مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا○ ۱۲۲ پس اللہ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیے

يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

جو آخرت (کے ثواب) کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں' اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے'

اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَ

پھر وہ قتل کر دیا جائے یا غالب آجائے تو ہم عنقریب اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے○ ۱۲۳ اور

مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ

(اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد'

الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے

ف۱۲۱ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جہاد کے لیے پے در پے مجاہدوں کے دستے بھیجنا بھی جائز ہے اور یک بارگی مل کر حملہ کرنا بھی جائز ہے ف۱۲۲ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ تمہارے درمیان منافق بھی ہیں اور بزدل اور کمزور ایمان والے بھی ہیں' منافقوں کو تو جہاد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ ان کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی محبت نہیں ہے اور جو بزدل اور کمزور ایمان والے ہیں' وہ موت کے ڈر سے جہاد میں شریک ہونا نہیں چاہتے' یہ لوگ جہاد کے نتیجے اور انجام کے منتظر رہتے ہیں' اگر کسی معرکہ میں مسلمان قتل ہو جائیں یا بہت زخمی ہو جائیں تو یہ جہاد میں اپنے شریک نہ ہونے اور قتل سے بچنے کی وجہ سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں نہیں تھے اور اگر مسلمان فتح یاب ہو کر لوٹیں اور بہت سارا مال غنیمت لائیں تو یوں کہتے ہیں جیسے ان کا تمہارے دین سے کوئی تعلق ہی نہیں: کاش! ہم بھی اس معرکہ میں ہوتے اور ہم کو بھی مال غنیمت سے حصہ ملتا ف۱۲۳ اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے' جو اخروی ثواب کے بدلے اپنی دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں' انسان طبعاً اپنی زندگی خرچ کرنے کو بھاری سمجھتا ہے' لیکن جب اس کو یقین ہوگا کہ یہ زندگی خرچ کرنے سے اس کو آخرت کی نعمتیں ملیں گی تو وہ بہت خوشی سے اس راہ میں زندگی خرچ کرے گا۔

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ

جس کے رہنے والے ظالم ہیں' اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنا

وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۷۵ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ

اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنا دے ○ ۱۲۴ جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ

لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں

فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۷۶

سو (اے مسلمانو!) تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو' بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے ○ ۱۲۵

ع

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ (ابھی جنگ سے) اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو' پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا

اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ کا ڈر ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ' اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب

لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ

تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا' کیوں نہ تو نے ہمیں کچھ اور مہلت دی

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَ

آپ کہیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے' ۱۲۷ اور (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے آخرت بہت بہتر ہے اور

ف۱۲۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مزید ترغیب دی ہے اور جہاد کے خلاف حیلوں اور بہانوں کو زائل فرمایا ہے' اللہ کی راہ میں اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے تمہیں کیا چیز روکتی ہے' جہاد کی وجہ سے شرک کے اندھیروں کی جگہ توحید کا نور پھیلتا ہے' شر اور ظلم کے بجائے خیر اور عدل کا دور دورہ ہوتا ہے' اور مکہ میں جو تمہارے مسلمان بھائی' مرد' عورتیں اور بچے کفار کے ظلم کا شکار ہیں' کفار ان کو ہجرت کرنے نہیں دیتے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں' اور تم خود مکہ کی زندگی میں ان کے مظالم کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے ہو' بلال' صہیب اور عمار بن یاسر پر کس کس طرح مشق ستم کی جاتی تھی' سو کفار کے خلاف جہاد کر کے تم اپنے مسلمان بھائیوں کو کفار کی دست برد سے بچا سکتے ہو ف۱۲۵ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کافر مادی مقاصد کے حصول کے لیے جنگ کرتے ہیں اور بت پرستی کا بول بالا کرنے کے لیے اور اپنے وطن اور اپنی قوم کی حمایت میں لڑتے ہیں' ان کے پیش نظر زمین اور مادی دولت ہوتی ہے۔ نام و نمود اور اپنی بڑائی کے لیے اور دنیا میں اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے لڑتے ہیں اور کمزور ملکوں کی زمین' ان کی معدنی دولت اور ان کے ہتھیاروں کو لوٹنے کے لیے لڑتے ہیں' اس کے برعکس مسلمانوں کے سامنے اخروی مقاصد ہوتے ہیں' وہ اللہ کی بڑائی اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہیں' وہ بت پرستی' کفر' شر اور ظلم کو مٹانے' نظام اسلام کو قائم کرنے' خیر کو پھیلانے اور عدل و انصاف کو نافذ کرنے کے لیے لڑتے ہیں' ان کا مقصد زمین کا حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے' وہ اپنے استعمار اور آمریت کو قائم کرنے کے لیے دوسروں کی زمین اور دولت پر قبضہ کرنے اور لوگوں کو اپنا محکوم بنانے کے لیے نہیں لڑتے بلکہ انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کرا کے سب لوگوں کو خدائے واحد کے حضور سربسجود کرانے کے لیے جہاد کرتے ہیں ف۱۲۶ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے اور انہیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ طاغوتی مقاصد کے لیے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں' تم ان کے ظاہری اسباب کی فراوانی اور کثرت سے مت ڈرو' تمہاری ایمانی قوت اور عزم جہاد کے مقابلے میں شیطان کے یہ کارندے ثابت قدم نہیں رہ سکتے' تمہارے مقابلے میں ان کی ہوا ضرور اکھڑ جائے گی' اس لیے تم جہاد سے پیچھے نہ ہٹو ف۱۲۷ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہجرت سے پہلے بعض صحابہ کفار سے جلد جنگ کرنا چاہتے تھے' انہوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیجیے ہم مشرکین سے مکہ میں قتال کریں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا: ابھی مجھے کفار سے قتال کرنے کی اجازت نہیں ملی اور جب ہجرت ہو گئی اور مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے اس کو مکروہ جانا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۰۸)

لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ

تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گاO ۱۲۸ تم جہاں کہیں بھی ہو تم کو موت پالے گی خواہ تم مضبوط قلعوں

فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ

میں ہو' ۱۲۹ اور اگر ان کو کچھ اچھائی پہنچے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی

عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ

طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچے تو (اے رسول مکرم!) یہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے ۱۳۰

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

آپ کہیے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ یہ کوئی بات سمجھ نہیں

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ

پاتےO ۱۳۱ (اے مخاطب!) تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے' اور

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۗ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۗ

تم کو جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری ذات کی وجہ سے ہے' اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

اور اللہ (بہ طور) گواہ کافی ہےO جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی ۱۳۲

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ

اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجاO ۱۳۳ وہ (آپ سے) کہتے ہیں: ہم نے اطاعت کی

فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ

اور جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس بات کے خلاف کہتا ہے

ف۱۲۸ اس آیت میں فرمایا: تم پر "فتیل" کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا' "فتیل" کا معنی باریک دھاگہ بھی ہے اور کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سا چھلکا ہوتا ہے' اس کو بھی فتیل کہتے ہیں ف۱۲۹ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ موت ایک حتمی چیز ہے اور جب انسان کی مدتِ حیات پوری ہو جائے تو اس کو موت بہرحال آتی ہے' خواہ وہ کھلے میدان میں ہو یا کسی مضبوط قلعہ میں ہو یا میدانِ جنگ میں ہو' حضرت خالد بن ولید نے متعدد معرکوں میں حصہ لیا' اور بہت جنگیں لڑیں لیکن وہ کسی میں شہید نہیں ہوئے' ان کو بستر پر طبعی موت آئی' اس سے واضح ہوا کہ جہاد میں شرکت کرنا موت کا سبب نہیں ہے۔ موت صرف اپنے وقت پر آتی ہے' خواہ انسان میدانِ جنگ میں ہو یا اپنے گھر کے بستر پر' البتہ مضبوط قلعوں اور مستحکم مکانوں کا بنانا ناجائز نہیں ہے' اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے اسباب مہیا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے' نبی ﷺ نے خندقیں کھدوائیں اور صحابہ کرام زرہ پہن کر لڑتے تھے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے' لیکن ان میں سے کوئی چیز انسان کو موت سے بچا نہیں سکتی ف۱۳۰ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے محترم اصحاب رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ آئے اور اس کے بعد یہودیوں اور منافقوں کو اچھائیاں اور بُرائیاں' راحتیں اور مصیبتیں پہنچیں تو انہوں نے کہا: جب سے یہ مدینہ میں آئے ہیں' ہمارے پھلوں اور کھیتوں کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' تنگی ہو یا آسانی' کامیابی ہو یا ناکامی' فصلوں کی پیداوار زیادہ ہو یا کم' فائدہ ہو یا نقصان اور بیماری ہو یا صحت' تمام اُمور کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جو کچھ ہوتا ہے' اس کی قضاء و قدر سے ہوتا ہے' البتہ جب تم پر رزق کی وسعت' خوش حالی اور فراخ دستی ہو تو یہ محض اللہ کا فضل و انعام ہے' سو اس کی نسبت اللہ کی طرف کرو اور جب تم کو تنگی اور رزق میں کمی پہنچے تو یہ تمہارے گناہوں اور شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے' اس کی نسبت اپنی طرف کرو ف۱۳۱ اس آیت میں اچھائی اور بُرائی ہر چیز کا تعلق اُمورِ تکوینیہ سے ہے' اُمورِ تشریعیہ سے نہیں ہے' اُمورِ تکوینیہ سے مراد وہ اُمور ہیں' جو بندوں کے دخل کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں' جیسے پیدا ہونا' مرنا' صحت' بیماری' بارش کا ہونا نہ ہونا' اور اُمورِ تشریعیہ سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا بندوں کو حکم دیا ہے' مثلاً نیک کام کرنا اور بُرے کاموں کو ترک کرنا' نیک اور بد کاموں میں سے جس کا بھی بندہ ارادہ کرتا ہے' اللہ اس کو پیدا فرما دیتا ہے' بندے کے ارادہ کو کسب اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کو خلق اور ایجاد کہتے ہیں اور بندہ کو اس کے کسب کی وجہ سے جزا یا سزا ملتی ہے ف۱۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (الوسیط ج ۲ ص ۸۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری معصیت کی' اس نے اللہ کی معصیت کی۔ (صحیح بخاری: ۷۱۳۷' صحیح مسلم: ۱۸۳۵) نیز رسول اللہ ﷺ کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کا حکم دینا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا منع کرنا اللہ کا منع کرنا ہے۔ آپ کا وعدہ اللہ کا وعدہ ہے' آپ کی وعید اللہ کی وعید ہے۔ آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے اور آپ کا غضب اللہ کا غضب ہے اور آپ کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے۔ اس آیت میں نبی ﷺ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور سورۂ آل عمران: ۳۱ میں آپ کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے' اگر آپ کے قول یا عمل میں معصیت اور گناہ آ سکتے تو پھر معصیت اور گناہ میں بھی آپ کی اتباع واجب ہوتی اور یہ محال ہے ف۱۳۳ اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص زبان سے اسلام کو قبول کر لیتا ہے اور دل سے ایمان نہیں لاتا تو آپ اس کے نگران نہیں ہیں کیونکہ آپ کے احکام صرف ظاہر پر ہیں۔

تَقُوْلُ ۚ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

جو وہ کہہ چکا تھا ١٣٤ اور اللہ اس کو لکھتا ہے جو کچھ وہ رات کو کہتے ہیں ١٣٥ تو آپ ان سے اعراض کیجئے اور اللہ پر توکل

اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ

کیجئے اور اللہ (بہ طور) کارساز کافی ہے ١٣٦ وہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے اگر یہ قرآن

مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ

اللہ کے غیر کے پاس سے آیا ہوتا تو یہ اس میں بہت اختلاف پاتے ١٣٧ اور جب ان کے پاس

اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو یہ اس کو پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ اس خبر کو رسول

وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ

یا صاحبانِ علم کی طرف پہنچا دیتے تو ان میں سے خبر کا تجزیہ کرنے والے ضرور اس کے (صحیح) نتیجہ تک پہنچ جاتے

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم شیطان کی

قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ

پیروی کر لیتے ١٣٨ سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلف کیا جائے گا ١٣٩

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ

اور آپ مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیں ١٤٠ عنقریب اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا اور اللہ

اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ

کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کا عذاب بہت شدید ہے ١٤١ جو اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے (بھی)

ف١٣٤ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین آپ کے پاس موافقت اور اطاعت کو ظاہر کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہتے تھے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تاکہ اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیں اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے تھے تو اس کے خلاف کہتے تھے۔ (جامع البیان ج ٥ ص ١١٣) ف١٣٥ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے بندوں کے ساتھ جو کراماً کاتبین مقرر کیے ہیں' وہ ان کی باتوں کو لکھتے ہیں ف١٣٦ یعنی آپ ان سے درگزر فرمائیں اور ان کا مواخذہ نہ کریں اور نہ (ابھی) ان کے نفاق کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اور اللہ پر توکل کریں اور تمام معاملات کو اللہ پر چھوڑ دیں' اللہ تعالیٰ ان کے شر کو آپ سے دور کرنے کے لیے کافی ہے ف١٣٧ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید کے معانی میں اور اس کے الفاظِ بلیغہ میں غور کیوں نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قرآن مجید میں نہ کوئی اختلاف ہے' نہ اضطراب ہے نہ تعارض اور تضاد ہے' اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت اختلاف اور تعارض ہوتا اور جب ایسا نہیں تو ثابت ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ف١٣٨ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی' جو مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوتے اور لشکر کو شکست ہوتی یا اس کو مالِ غنیمت حاصل ہوتا' تو وہ نبی ﷺ کے خبر دینے سے پہلے اس خبر کو اُڑا دیتے تھے تاکہ مسلمانوں کے دل کمزور ہوں اور نبی ﷺ کو اذیت پہنچے' اگر وہ یہ خبر نہ پھیلاتے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ یا آپ کے معظم اصحاب میں سے مثلاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہ اس خبر کی خود تحقیق کرتے تو وہ اس خبر سے صحیح نتیجہ نکال لیتے۔ (الوسیط ج٢ ص ٨٧) امام ابن جریر نے لکھا ہے: ان لوگوں سے مراد منافق ہیں یا ضعفاء مسلمین ہیں۔ (جامع البیان ج ٥ ص ١١٤) ف١٣٩ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا حکم دیا ہے' خواہ آپ کو تنہا کافروں سے جہاد کے لیے جانا پڑے' ابوسفیان نے بدر الصغریٰ میں آپ سے مقابلہ کا وعدہ کیا تھا' بعض مسلمانوں نے وہاں جانا ناپسند کیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نے کسی کے منع کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور ستر مسلمانوں کے ساتھ آپ روانہ ہوئے' اگر کوئی نہ جاتا تو آپ تنہا روانہ ہو جاتے' یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ شجاع اور دلیر تھے اور قتال کے احوال کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف نبی ﷺ کو قتال کا مکلف کیا ہے ف١٤٠ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کرنے کے لیے بہت ارشادات فرمائے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح البخاری: ٣٦) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان شخص نے اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر بھی جہاد کیا' اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا اس کا خون بہا' وہ جب قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کا بہت زیادہ خون بہہ رہا ہوگا' اس خون کا رنگ زعفران کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (سنن ترمذی: ١٦٦٢) ف١٤١ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ عنقریب کفار مغلوب ہوں گے اور مسلمان غالب ہوں گے' سو بعد میں ایسا ہی ہوا اور تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے تسلط میں آ گیا اور جب تک مسلمان احکامِ شرعیہ سے تغافل' عیاشی اور باہمی تفرقہ میں مبتلا نہیں ہوئے اور تبلیغِ اسلام کے لیے دنیا میں جہاد کرتے رہے' تمام ممالک ان کے زیرِ تسلط آتے رہے۔

لَهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ

اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے گا اس کے لیے (بھی) اس میں سے

مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا

حصہ ہے ف١٤٢ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ اور جب تم کو کسی لفظ سے سلام

بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾

کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا اسی لفظ کو لوٹا دو ف١٤٣ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے○

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ ضرور تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ

اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو○ ف١٤٤ تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں حالانکہ اللہ نے

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۗ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ

ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے ف١٤٥ کیا تم چاہتے ہو کہ اس کو ہدایت پر چلاؤ جس میں اللہ نے گمراہی

اَضَلَّ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا

پیدا کر دی ہے اور جس میں اللہ نے گمراہی کو پیدا کر دیا تم اس کے لیے (ہدایت پر چلانے کا) کوئی طریقہ نہیں پا سکو گے○ ف١٤٦ وہ

لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ لہٰذا تم ان کو دوست نہ بناؤ ف١٤٧

اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ

حتیٰ کہ وہ ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں ف١٤٨ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو

ف١٤٢ شفاعت حسنہ سے یہاں یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں اور جو مسلمان آپ کی ترغیب سے جہاد کریں گے تو ان کی اس نیکی میں آپ کا بھی حصہ ہو گا' یہی شفاعتِ حسنہ ہے اور شفاعتِ سیئہ یہ ہے کہ منافق اپنے بعض منافقوں کو جہاد میں شریک نہ کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کرتے تھے کہ ان کو فلاں فلاں عذر ہے' اس لیے ان کو جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت دیں' چونکہ یہ بدنیتی پر مبنی شفاعت ہوتی تھی' اس لیے یہ بُری شفاعت ہے اور اس شفاعت سے جہاد میں شریک نہ ہونے کا گناہ دونوں کو ہو گا' ان کو بھی جو شریک نہیں ہوئے اور ان کو بھی جنہوں نے ان کے لیے سفارش کی

ع ١١ ٨

ف١٤٣ جب کوئی شخص فقط "السلام علیکم" کہے تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہنا چاہیے اور اگر کوئی "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہے تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہے' اگر کوئی "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہے تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہے اور بعض روایات میں "ومغفرتہ" کا اضافہ بھی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٩٦) سلام کی فضیلت کے سلسلے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملاقات کے بعد مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے الگ ہونے سے پہلے انہیں بخش دیا جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٥٢١٢) اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٩٧) ف١٤٤ اللہ تعالیٰ واجب بالذات ہے اور اس کی تمام صفات قدیم اور واجب بالذات ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ کا صدق بھی قدیم اور واجب بالذات ہے اور کذب صدق کی ضد ہے' جب کذب آئے گا تو صدق نہیں رہے گا اور کذب آ نہیں سکتا' لہٰذا صدق جا نہیں سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ٢ ص ٧٣١ تا ٧٤٥ کو ملاحظہ فرمائیں ف١٤٥ مجاہد اس آیت کے شانِ نزول میں بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکہ سے نکل کر مدینہ آ گئے تھے اور انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مہاجر ہیں' پھر اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ مکہ سے اپنا مال لا کر تجارت کریں گے تو ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا' بعض مسلمانوں نے کہا: وہ منافق ہیں اور بعض نے کہا: وہ مؤمن ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو بیان کر دیا اور ان سے قتال کا حکم دیا' وہ اپنا مال لے کر مدینہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو ان سے ہلال بن عویمر اسلمی نے ملاقات کی' اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس کا مسلمانوں سے لڑتے لڑتے دل تنگ ہو چکا تھا' وہ اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے عاجز ہو چکا تھا' اس نے ان لوگوں کی مدافعت کی اور کہا: یہ مؤمن ہیں۔ (جامع البیان ج ٥ ص ٢٦٣) ف١٤٦ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا تم ان لوگوں کو جنت کا راستہ دکھانا چاہتے ہو جن لوگوں کو اللہ نے جنت کے راستہ سے گمراہ کر دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کو جنت کے راستہ کی ہدایت نہیں دے گا ف١٤٧ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا: تم ان منافقوں کو ہدایت یافتہ بنانا چاہتے ہو اور اس آیت میں فرمایا: حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ یہ تم کو کافر بنانا چاہتے ہیں' اس لیے تم ان کو دوست نہ بناؤ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے' جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے' جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا' وہ تم سے دور رہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم: ٦) ف١٤٨ ہجرت کا معنی ہے: دارالحرب کو ترک کر کے دارالاسلام میں منتقل ہونا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے آ گئے تو مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت کرنا واجب ہو گئی اور جب مکہ فتح ہو گیا تو اب یہ ہجرت منسوخ ہو گئی کیونکہ اب مکہ دارالاسلام بن گیا' جو مسلمان کسی کافر ملک میں رہتے ہوں اور وہاں ایمان کے اظہار کی وجہ سے ان کی جان' مال اور عزت کے ہلاک ہونے کا یقینی خطرہ ہو' ان پر واجب ہے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ کر دارالاسلام منتقل ہو جائیں۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ

اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو نہ دوست بناؤ اور

لَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

نہ مددگار ○ ماسوا اس کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جس (قوم) کے اور تمہارے درمیان

مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا

معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آ چکے ہوں یا وہ اپنی قوم سے

قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ

لڑیں' اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کو تم پر مسلط کر دیتا پس بے شک وہ تم سے لڑتے' سو اگر وہ

اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ

تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہارے پاس صلح کا پیغام پہنچائیں تو اللہ نے تمہارے

اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

لیے ان کے خلاف (لڑنے کا) کوئی طریقہ نہیں رکھا ○ ف۱۴۹ عنقریب تم ایک اور قسم (کے منافقوں) کو پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ

يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ

تمہارے ساتھ بھی امن سے رہیں اور اپنی قوم سے بھی مامون رہیں (اور) جب بھی (ان کی قوم کی طرف سے) فتنہ کی آگ بھڑکائی جائے

فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

تو وہ اس میں کود پڑیں' ف۱۵۰ پس اگر وہ تم سے الگ نہ ہوں اور تمہیں صلح کا پیغام نہ بھیجیں اور (لڑائی سے) اپنے ہاتھ نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ

تو تم ان کو پکڑ لو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو' یہ وہ لوگ ہیں جن پر (ہاتھ اٹھانے

ف۱۴۹ اس میں اختلاف ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے مستثنیٰ فرمایا ہے' وہ کون ہیں؟ آیا وہ مسلمان ہیں یا کافر؟ جمہور نے کہا: وہ کافر ہیں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کو واجب قرار دیا ہے مگر جب کفار کے ساتھ معاہدہ ہو یا انہوں نے تم سے قتال کرنا ترک کر دیا ہو تو پھر ان کے خلاف قتال واجب نہیں' اس تقدیر پر یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے: "فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ" (التوبہ: ۵) جب حرمت والے مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ البتہ جن مشرکوں سے مسلمان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر چکے ہوں ان کے حق میں یہ آیت منسوخ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ" (التوبہ: ۴) مگر جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا تھا' پھر انہوں نے تمہارے ساتھ اس عہد میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہیں کی تو ان سے ان کا عہد ان کی معینہ مدت تک پورا کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن کافروں سے مسلمانوں نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا ہو تو سورۃ النساء: ۹۰ کی اس آیت کے مطابق ان سے جنگ نہیں کی جائے گی اور جن کافروں نے مسلمانوں سے لڑنا چھوڑ دیا ہے اور وہ جنگ سے تنگ آ چکے ہیں' ان سے لڑنے کا حکم التوبہ: ۵ کے حکم سے منسوخ ہے

ف۱۵۰ اس آیت میں منافقین کی ایک اور قسم بیان کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے اسلام ظاہر کرتے تھے تا کہ وہ قتل کیے جانے' گرفتار ہونے اور اموال کے چھن جانے سے محفوظ رہیں اور درحقیقت وہ کافر تھے اور کافروں کے ساتھ تھے اور جب بھی کفار ان کو شرک اور بت پرستی کی طرف بلاتے تو یہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے' ان کے مصداق میں ایک قول یہ ہے کہ وہ مکہ میں رہتے تھے اور بہ طورِ تقیہ اسلام لے آئے تھے' تا کہ اپنے آپ کو اور اپنے رشتے داروں کو قتل کیے جانے سے محفوظ رکھیں اور جب کفار ان کو بت پرستی کی طرف بلاتے تو وہ چلے جاتے تھے' اس تقدیر پر فتنہ سے مراد شرک اور بت پرستی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اس طرح کرنے والا تہامہ کا ایک قبیلہ تھا۔ انہوں نے کہا تھا: اے نبی ﷺ! ہم آپ سے قتال کریں گے نہ ہماری قوم آپ سے قتال کرے گی' اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ وہ نبی ﷺ سے امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی' اس کے باوجود جب بھی مشرکین فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکاتے تھے تو وہ اس میں کود پڑتے تھے۔

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا

کے لیے) ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے O ١٥١ اور کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مؤمن کو قتل

خَطَئًا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ

کردے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر) ١٥٢ اور جس نے کسی مسلمان کو خطأً (بلاقصد) قتل کردیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی)

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ

کو آزاد کرنا لازم ہے ١٥٣ اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کردیں ١٥٤ پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو

لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۗ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا لازم ہے ١٥٥ اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ

جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫

کو آزاد کیا جائے ١٥٦ سو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے

تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا

یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے ١٥٧ اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے O اور جو شخص کسی مسلمان کو

مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

قصداً قتل کرے ١٥٨ تو اس کی سزا دوزخ ہے ١٥٩ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور

لَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ

اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے O ١٦٠ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد

ع ١٢/٩

ف١٥١ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر یہ منافق اپنی روش پر قائم رہیں تو ان سے کھلا جہاد کرو ف١٥٢ قتل خطا کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ فعل میں خطا ہو جائے مثلاً انسان ایک ہرن کا نشانہ لے رہا تھا اور گولی کسی انسان کو لگ گئی اور دوسری صورت یہ ہے کہ قصد میں خطا ہو' قتل کرنے والے کا گمان یہ تھا کہ وہ شخص کافر ہے اور وہ درحقیقت مسلمان تھا' قتل خطا کی دوسری قسم قتل قائم مقام خطا ہے' مثلاً ایک انسان کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر گئی' جس سے دوسرا شخص ہلاک ہو گیا' اس کا حکم بھی قتل خطا کی طرح ہے۔ اس میں مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا اور ایک قتل بالسبب ہے' مثلاً ایک شخص نے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا' جس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا یا کوئی شخص کسی سواری پر سوار تھا اور اس سواری نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا' اس میں صرف عاقلہ پر دیت ہے (آج کل ٹریفک کے حادثات میں کار' ٹرک یا بس کے نیچے آ کر جو لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں وہ بھی قتل بالسبب ہیں)۔ (عالمگیری ج ٦ ص ٣) ف١٥٣ اس آیت میں مسلمان کو خطاءً قتل کرنے والے پر دو چیزیں واجب ہیں: کفارہ اور دیت' اور کفارہ میں یہ تصریح کی ہے کہ مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے کیونکہ قاتل نے مسلمان شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے کفارہ میں مسلمان شخص کو آزاد کرے' غلام ہونا بہ منزلہ موت ہے' اور آزادی بہ منزلہ حیات ہے تو ایک مسلمان کو مارنے کی تلافی اس طرح ہو گی کہ ایک مسلمان کو زندہ کیا جائے ف١٥٤ مسلمان مقتول کی دیت امام ابوحنیفہ کے نزدیک سو اونٹ ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ٦ ص ٢١٤) یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔ (ہدایہ آخرین ص ٥٨٥) اور یہ دیت تین سال کے اندر مقتول کے ورثاء کو ادا کی جائے گی اور جس طرح ورثاء میں مرنے والے کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے' اسی قاعدے اور تناسب سے دیت تقسیم کی جائے گی ف١٥٥ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو دارالحرب میں خطاءً قتل کر دیا تو اس کے کفارہ میں صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا اور مقتول کے اولیاء کو دیت ادا نہیں کیا جائے گی' کیونکہ دیت بہ طور وراثت دی جاتی ہے اور دارالاسلام اور دارالحرب کے رہنے والوں کے درمیان وراثت نہیں ہے ف١٥٦ جس کافر قوم سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہو' اس کے کسی فرد کو اگر کسی مسلمان نے خطاءً قتل کر دیا یا مسلمان ملک میں کسی ذمی کافر کو مسلمان نے خطاءً قتل کر دیا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اس کے ورثاء کو بھی دیت ادا کی جائے گی اور کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اور مسلمان کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیت کو کسی خاص مقدار میں معین نہیں فرمایا' اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ذمی کی دیت مسلم کی دیت کے مثل ہے۔ (المعجم الاوسط: ٧٩٥) ف١٥٧ کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو دارالاسلام میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی مسلمان کو دارالحرب میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی ذمی کو دارالاسلام میں قتل کیا ہو' تینوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل پر کفارہ لازم کیا ہے اور وہ ایک مسلمان کی گردن (باندی یا غلام) کو آزاد کرنا ہے' اب اگر کسی شخص کی قدرت میں غلام آزاد کرنا نہ ہو یا غلام کا رواج ہی ختم ہو گیا ہو' جیسا کہ آج کل ہے تو وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے' تو دیت کی ادائیگی اور کفارہ ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا ف١٥٨ امام ابوحنیفہ کی اصل کے مطابق جس قتل کو ہتھیار یا ہتھیار کے قائم مقام کے ساتھ کیا جائے' وہ قتل عمد ہے مثلاً بانس کی کھپچی یا لاٹھی کے ٹکڑے یا کسی اور ایسی دھاری والی چیز سے قتل کر دے جو ہتھیار کا کام کرتی ہو یا آگ سے جلا دے۔ (احکام القرآن ج ٢ ص ٢٢٨) ف١٥٩ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ (سنن ترمذی: ١٤٠٢) ف١٦٠ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مؤمن کو اس کے مؤمن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود و دوام ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا' وہ کافر ہو گا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ

کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں

لَسْتَ مُؤْمِنًاۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا٘ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ

ہے تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت

كَثِیْرَةٌؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْاؕ اِنَّ

غنیمتیں ہیں اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو بے شک

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۹۴﴾ لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ

اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO ۱۶۱ بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے

الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں ۱۶۲

بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ

اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے

اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةًؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَ

میں فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ

اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجرِ عظیم کی فضیلت دی ہےO اللہ کی طرف

مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةًؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۹۶﴾ع اِنَّ الَّذِیْنَ

سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت ۱۶۳ اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO بے شک فرشتے

ف۱۶۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو سلیم کا ایک شخص رسول اللہ کے اصحاب کے پاس سے بکریاں چراتے ہوئے گزرا' اس نے سلام کیا۔ صحابہ نے کہا: اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لیے ہم کو سلام کیا' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۴۵۹۱' صحیح مسلم: ۳۰۲۵) قرآن مجید کی اس آیت اور اس کے شانِ نزول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں احکامِ شرعیہ کا مدار صرف ظاہر حال پر ہے اور کسی شخص کے باطن کو ٹٹولنے سے ہم کو منع کیا گیا ہے اور دل کے حال کو جاننا انسانوں کا منصب نہیں ہے' یہ صرف اللہ عزوجل کی شان ہے جو علام الغیوب ہے اور کسی شخص کے متعلق بدگمانی کر کے اس کو قتل کرنا ممنوع ہے' نیز اس آیت میں یہ بھی تصریح ہے کہ مسلمانوں کا جہاد سے مقصود صرف اللہ کے دین کی سربلندی ہونا چاہیے اور مالِ غنیمت حاصل کرنا ان کا مطمح نظر نہیں ہونا چاہیے ف۱۶۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ" سے مراد وہ مسلمان ہیں جو بغیر کسی ضرر کے جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے اور جہاد کرنے والوں سے مراد وہ مسلمان ہیں' جو جنگ بدر میں جہاد کے لیے گئے تھے۔ جب غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا حکم آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عبد اللہ بن جحش اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نابینا ہیں' کیا ہمارے لیے رخصت ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴۳) اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے تھے لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں' وہ اجر و ثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلا عذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے' وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے مجاہدین کے برابر ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا: ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا ہے تو وہ ہمارے ساتھ تھے' وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔ (صحیح بخاری: ۲۸۳۹) ف۱۶۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بھی فضیلت بیان فرمائی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو مالدار لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے دیگر فرائض اور واجبات کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے شریعت میں منع کیا گیا ہے' ان سے باز رہتے ہیں' ان کو نفلی عبادت کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ اپنے مالوں کو جہاد' اسلام کی ترویج و اشاعت اور دیگر نیکی کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔

تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا

جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے ۱۶۴ فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ

مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً

کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے' وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی

فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۙ (۹۷)

کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے' یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے O ۱۶۵

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ

مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں' عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں

حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۙ (۹۸) فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ

اور نہ راستہ جانتے ہوں O ۱۶۶ سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب ان سے درگزر

عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۹۹) وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

فرمائے گا' اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے O اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا

یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ

وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا ۱۶۷ اور جو اپنے گھر سے

مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ

اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے' پھر اس کو موت پا لے تو بے شک اس کا اجر

عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۠ (۱۰۰) وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ

اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ثابت ہو گیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے O ۱۶۸ اور جب تم زمین میں

و۱۶۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور وہ اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے جنگ بدر کے دن مشرکین ان کو ساتھ لے گئے' ان میں سے بعض مسلمان جنگ میں مارے گئے' مسلمانوں نے کہا: ہمارے یہ اصحاب مسلمان تھے' ان کو زبردستی جنگ میں لایا گیا تھا' انہوں نے ان کے لیے استغفار کیا' اس موقع پر سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔ تب مکہ میں باقی ماندہ مسلمانوں کو یہ آیت لکھ کر بھیجی گئی اور ان سے یہ کہا گیا کہ اب ان کے لیے ہجرت میں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ (جامع البیان ج۵ ص۳۱۷-۳۲۱) و۱۶۵ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو فرض فرمایا ہے اور مکہ کے جن مسلمانوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی' ان پر سخت وعید فرمائی ہے' اور ابتداءِ اسلام میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں مسلمان آزادی سے احکام شرعیہ اور شعائر اسلام پر عمل کرتے تھے جب کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ میں شعائر اسلام پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا' سو اب بھی اگر کسی ملک میں مسلمان اسلام کے شعائر پر آزادی اور امن سے عمل نہ کر سکے تو اس علاقہ سے ہجرت کرنا فرض ہے

ع ۱۴

و۱۶۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو نجات عطا فرما اور ان کمزور مسلمانوں کو جو مشرکین کے زیر تسلط ہیں' جن کو وہاں سے نکلنے کے لیے کسی حیلہ پر قدرت ہے نہ وہ راستہ جانتے ہیں۔ (جامع البیان ج۴ ص۳۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میری ماں ان لوگوں میں سے تھی' جن کا اللہ نے کفر کی سرزمین سے ہجرت کرنے کے حکم سے استثناء فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۵۹۶) و۱۶۷ ہجرت کی حسب ذیل اقسام ہیں: (۱) دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا' ہجرت کی یہ قسم قیامت تک کے لیے فرض ہے' سو جو شخص دارالحرب میں اسلام قبول کرے اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے' اگر وہ دارالحرب میں ہی مقیم رہا تو گناہ گار ہوگا (۲) جس علاقہ میں اہل بدعت کا غلبہ ہو اور سلف صالحین پر وہاں تبرا کیا جاتا ہو اور صالح مسلمان اپنی قوت سے اس بدعت کو مٹانے پر قادر نہ ہوں تو اس علاقہ سے ان مسلمانوں کا ہجرت کرنا واجب ہے (۳) جس سرزمین پر حرام کاموں کا غلبہ ہو' اس سرزمین سے نکل جائے کیونکہ حلال کو طلب کرنا اور حرام سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہجرت کی یہ صورتیں دفع ضرر سے تعلق رکھتی ہیں' اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں تقیہ جائز نہیں ہے ورنہ ہجرت فرض نہ ہوتی کیونکہ انسان تقیہ کرکے کافروں اور فاسقوں سے ظاہری موافقت کرکے اسی جگہ رہ سکتا ہے و۱۶۸ سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا' جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا' اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلیں' وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے' وہ ابھی مقام تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ

سفر کرو تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرو اگر تم کو خوف

أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾

ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے ۱۶۹ بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں ○

وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

اور (اے رسول مکرم) جب آپ ان (مسلمانوں) کے درمیان ہوں اور آپ (حالت جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو

مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَإِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ

مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کرلیں تو وہ ہٹ کر تمہارے

وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا

پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے ۱۷۰ ۱۷۱

حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ

اور وہ (بھی) اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں ۱۷۱ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور سازوسامان سے

أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۚ وَ

غافل ہو جاؤ تو وہ یکبارگی لوٹ کر تم پر حملہ کر دیں ۱۷۲ اور

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى

اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار

أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

کر رکھ دو ۱۷۳ اور اپنا (ضروری) سامان لیے رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لیے

ف۱۶۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم مسافت کے مطابق سفر کرو (یہ اکسٹھ میل چھ سو چالیس گز ہے) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم چار رکعت کی نماز قصر کر کے دو رکعت پڑھ لو قرآن مجید سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی رخصت صرف اس صورت میں ہے جب کفار کے حملہ کرنے کا خطرہ ہو لیکن احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سفر شرعی میں یہ رخصت زمانہ جنگ اور امن دونوں کو شامل ہے۔ حضرت یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم سفر میں قصر کر لو۔ (النساء:۱۰۱) اور اب لوگ سفر میں کفار کے حملے سے مامون ہیں حضرت عمر نے فرمایا: جس چیز سے تم کو تعجب ہوا ہے مجھے بھی تعجب ہوا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (قصر) صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے تم اس صدقہ کو قبول کر لو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶) اس حدیث میں نبی ﷺ نے امر فرمایا ہے کہ اللہ کے صدقہ کو قبول کر لو اور اصل میں امر وجوب کے لیے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے سو اگر کسی نے دانستہ سفر میں پوری نماز پڑھی تو وہ گناہ گار ہوگا۔ مسافت شرعی کی مقدار اور قصر کا اندازہ بہ حساب انگریزی میل و کلومیٹر کی تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۷۷۹ تا ۷۸۲ کو ملاحظہ فرمایئے ف۱۷۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ میں گیا' ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے' رسول اللہ ﷺ نے ہماری صفیں بنائیں' ایک صف نے نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' نبی ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی' پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے (جو دشمن کے سامنے تھا) جس نے نماز نہیں پڑھی تھی' وہ آ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر ان میں سے ہر گروہ نے (بقیہ) ایک رکوع اور دو سجدے کیے (جس نے آپ کے پیچھے پہلی رکعت پڑھی تھی' اس نے بقیہ رکعت لاحق کی طرح پڑھی اور جس نے آپ کے پیچھے دوسری رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت مسبوق کی طرح پڑھی)۔ (صحیح البخاری: ۹۴۲' صحیح مسلم: ۸۳۹) ف۱۷۱ اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت سے آیا یہ مراد ہے کہ جو جماعت نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہی ہے' وہ مسلح رہے یا جو جماعت دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہے وہ مسلح رہے' ثانی الذکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ف۱۷۲ ابو عیاش الزرقی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عسفان (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) میں تھے اور مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے' اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں قصر کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی' جب عصر کی نماز آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' آپ نے ہمارے دو گروہ کر دیئے' ایک گروہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دوسرا گروہ آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ (سنن نسائی: ۱۵۴۹) ف۱۷۳ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زخمی ہو گئے تھے' ان کے لیے ہتھیار اٹھانا دشوار تھا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا
ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے O پس جب تم نماز ادا کر لو تو حالت قیام میں بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل

وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ
اللہ کا ذکر کرو ۱۷۴ پھر جب تم مامون ہو جاؤ تو (معمول کے مطابق) نماز پڑھو بے شک ایمان والوں

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ
پر نماز وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے O ۱۷۵ اور کافروں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ
اگر تم کو تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی تکلیف پہنچی ہے جیسا کہ تم کو تکلیف پہنچی ہے (جب کہ) تم اللہ سے جو امید رکھتے ہو

اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
اس کی وہ امید نہیں رکھتے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے O ۱۷۶ بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ
نازل کی ہے ۱۷۷ تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھائی ہے ۱۷۸ اور آپ خیانت

لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں O ۱۷۹ اور آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت

رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
رحم فرمانے والا ہے O ۱۸۰ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرنے والے ہیں ۱۸۱ بے شک اللہ

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ
ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بہت بد دیانت گنہ گار ہو O ۱۸۲ یہ لوگ انسانوں سے (اپنے کام)

ع ۱۵ / ۱۴ / ۱۲

۱۷۴ قرآن مجید کی بعض آیات میں ذکر کا اطلاق نماز پر کیا گیا ہے' لیکن یہاں ذکر سے مراد ذکر بالقلب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت' اس کے جلال اور اس کی قدرت میں غور وفکر کر کے اس کی ذات اور اس کی وحدانیت تک پہنچنا یا ذکر سے مراد زبان سے اس کی تسبیح' تقدیس اور تہلیل کرنا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے ذکر کرنے میں صرف وہی شخص معذور ہے' جس کی عقل زائل ہو چکی ہو۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۳۶۵) ۱۷۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر نماز ایک وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔ فجر کی نماز کا وقت فجر صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے' ظہر کی نماز کا وقت سورج کے استواء اور نصف النہار سے زوال کے بعد شروع ہوتا ہے (اور دو مثل سایہ تک رہتا ہے) اور عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور سرخی کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے' اس کے مکمل چھپنے تک رہتا ہے' اور عشاء کا وقت اس سفیدی کے چھپنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور فجر صادق کے طلوع تک رہتا ہے۔ (موطأ امام مالک :۹۔۶۔ ۳) چونکہ یہ اوقات نمازوں کے لیے شرط ہیں' اس لیے ہر نماز اپنے وقت میں ہوگی اور دوسری نماز کے وقت میں یا اپنا وقت آنے سے پہلے ادا نہیں ہوگی اور بعض احادیث صحیحہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کو سفر میں جلدی ہوتی تو آپ ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۰۷۔۱۱۰۶) ہمارے نزدیک یہ جمع صوری پر محمول ہے یعنی آپ ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھ لیتے تھے یا مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھ لیتے تھے۔ اگر ان حدیثوں کو حقیقتاً جمع پر محمول کیا جائے تو قرآن مجید کے عموم کا اخبار آحاد سے نسخ لازم آئے گا۔ میدان عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا چونکہ تواتر سے ثابت ہے' اس لیے یہ خبر متواتر اس آیت کے عموم کے لیے مخصص ہے ۱۷۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو ہزیمت پہنچی تو نبی ﷺ پہاڑ پر پہنچ گئے' ابوسفیان نے کہا: یا محمد (ﷺ)! آپ کو جو زخم پہنچے ہیں' وہ ہمارے زخموں کا بدلہ ہیں اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' ایک دن ہمارا ہوتا ہے اور ایک دن تمہارا ہوتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو' آپ کے اصحاب نے کہا: ہم اور تم برابر نہیں ہیں' ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں' ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو: اللہ ہمارا مولا ہے تمہارا کوئی مولا نہیں' ابوسفیان نے کہا: ہبل بلند ہو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اعلیٰ اور اجل ہے' ابوسفیان نے کہا: ہماری اور تمہاری ملاقات بدر صغریٰ میں ہوگی' اور مسلمانوں کو زخمی ہونے کے باوجود نیند آ گئی' اس موقع پر آل عمران کی آیت: ۱۴۰' اور سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۵۸۔۳۵۷) ۱۷۷ امام ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نے طعمہ بن ابیرق (یہ منافق تھا) کی کوٹھڑی (گودام) میں کچھ سامان رکھوایا' اس سامان میں ایک زرہ بھی تھی' پھر وہ انصاری کہیں چلا گیا' جب وہ انصاری واپس آیا اور اس کوٹھڑی (اسٹور) کو کھولا تو اس میں وہ زرہ نہیں تھی' اس نے طعمہ بن ابیرق سے اس کے متعلق سوال کیا' اس نے زید بن السمین نام کے ایک یہودی پر تہمت لگا دی' اس انصاری نے طعمہ سے اپنی زرہ کا مطالبہ کیا' جب طعمہ کی قوم نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ نبی ﷺ کے پاس گئی اور یہ چاہا کہ آپ طعمہ کو اس الزام سے بری کر دیں' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۶۶) ۱۷۸ اس آیت میں دکھانے سے مراد تعلیم اور خبر دینا ہے' اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ دراصل مجرم اور خائن طعمہ بن ابیرق ہے اور منافقوں نے زید بن السمین کے خلاف جو چوری کی گواہی دی ہے' وہ جھوٹی ہے اس لیے آپ منافقوں کی ظاہری شہادت کے مطابق فیصلہ نہ کریں' بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو غیب منکشف کر دیا ہے' اس کے مطابق فیصلہ کریں' اس تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے دکھانے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ یہ علم اس قدر یقینی تھا کہ یہ علم بہ منزلہ مشاہدہ کے تھا ۱۷۹ منافق ظاہراً مسلمان تھے اور ان پر مسلمانوں کے احکام جاری تھے اور ایک سے زیادہ منافقوں

لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى

چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپا سکتے' حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کے متعلق مشورہ

مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ

کرتے ہیں جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے اور اللہ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے O ۱۸۳ ہاں تم وہ لوگ

هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ

ہو جنہوں نے ان (مجرموں) کی طرف سے دنیا میں تو جھگڑا کر لیا' تو قیامت کے دن ان کی طرف سے

عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ

کون اللہ کے ساتھ جھگڑا کرے گا یا کون ان کا حمایتی ہو گا؟ O ۱۸۴ اور جو شخص

سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

کوئی بُرا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے' پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا O ۱۸۵

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی شخص پر ہو گا ۱۸۶ اور اللہ بہت جاننے والا

حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ

بڑی حکمت والا ہے O اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے' ۱۸۷ پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو بے شک

احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ

اس نے بہتان باندھا اور کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کیا O ۱۸۸ اور (اے رسول مکرم) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ

نہ ہوتی تو ان (منافقین) کی ایک جماعت ضرور آپ کو گمراہ کرنے کا قصد کر لیتی' اور وہ صرف اپنے آپ کو

نے طعمہ بن ابیرق کے اس چوری سے بَری ہونے کی گواہی دی اور اس ظاہری شہادت کا قبول کرنا واجب ہے' اس لیے ان قرائن اور شہادتوں کی بناء پر ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے کہ نبی ﷺ ان کی حمایت اور ان کی طرف سے مخاصمت کریں' اگرچہ بالفعل آپ نے ان کی حمایت اور ان کی طرف سے مخاصمت نہیں کی تھی لیکن ان کی شہادتوں کی وجہ سے آپ کا ان کی طرف سے مخاصمت کرنا متوقع تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے ہی منع فرمادیا تھا ف۱۸۰ اس آیت میں آپ کو استغفار کا حکم دینا "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے باب سے ہے ف۱۸۱ اس آیت میں نبی ﷺ کو خطاب ہے اور آپ ہی کو ان (منافقوں) کی حمایت سے منع کیا گیا ہے' لیکن کسی شخص کو کسی چیز سے منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے اس چیز کا ارتکاب بھی کیا ہو' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر (بہ فرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے (الزمر: ۶۵) ف۱۸۲ یہاں پسند نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے۔ "خوانا" مبالغہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ خیانت کرنے والا یعنی جو بار بار قصداً خیانت کرتا ہو اور بار بار قصداً گناہ کرتا ہو اور جس شخص سے بلا قصد اور غفلت سے گناہ ہو جائیں' وہ اس میں داخل نہیں ہے ف۱۸۳ یعنی جو لوگ بُرائی کا کام کرتے ہیں تو لوگوں سے حیا کرتے

ع ۱۶ ۸ ۱۴

ہیں اور چھپ کر کام کرتے ہیں یا لوگوں کے ضرر کے خوف سے چھپ کر کام کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ سے حیا نہیں کرتے' یعنی اللہ کے خوف اور اس کے عذاب کے ڈر سے اس
بُرائی کو ترک نہیں کرتے' جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے' اس سے مراد جھوٹ ہے اور بے قصور پر تہمت لگانا اور بہتان باندھنا ہے اور اللہ ہر کام کو محیط ہے' خواہ کوئی چھپ کر کیا جائے یا
لوگوں کے سامنے' وہ ہر کام سے پوری طرح باخبر ہے ف۱۸۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں تو تم ان کی طرف سے جھگڑا کر لو گے لیکن قیامت کے دن اس خائن اور بد
دیانت (طعمہ بن ابیرق) کو اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا ف۱۸۵ جن لوگوں نے ایک بے قصور شخص پر تہمت لگائی تھی' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس گناہ پر توبہ و
استغفار کرنے کی ترغیب دی ہے' بُرا کام کرنے سے مراد ایسا فعل ہے جیسے طعمہ نے کیا تھا اور اس کی تہمت ایک یہودی پر لگادی' یعنی ایسی بُرائی جس کا ضرر دوسروں کو پہنچے اور اپنی
جان پر ظلم کرنے سے مراد ایسا گناہ ہے' جس کا اثر صرف گناہ کرنے والے تک محدود رہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے گناہ پر توبہ قبول ہو جاتی ہے' خواہ کفر ہو' قتل
عمد ہو' غصب اور سرقہ یا کسی پر تہمت لگانا ہو' اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو توبہ کی ترغیب دی' اگر یہ سچے دل سے نادم ہو کر اخلاص سے توبہ اور استغفار کرتے اور اپنی اصلاح کر لیتے تو
اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پاتے ف۱۸۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' اس کی سزا اسی شخص کو ملے گی اور کسی دوسرے شخص کو اس کا ضرر نہیں
پہنچے گا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" (الزمر: ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ف۱۸۷ اس آیت میں خطا اور گناہ کو
الگ الگ ذکر فرمایا' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ خطا سے مراد صغیرہ گناہ ہے اور گناہ سے مراد کبیرہ گناہ ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ خطا سے مراد وہ گناہ ہے' جس کا ضرر صرف گناہ
کرنے والے کو پہنچے جیسے نماز نہ پڑھنا' روزہ نہ رکھنا اور گناہ سے مراد ایسا گناہ ہے' جس کا ضرر دوسروں کو بھی پہنچے جیسے ظلم' قتل' چوری وغیرہ ف۱۸۸ بہتان کا معنی ہے: کسی بے قصور پر
کسی بُرے کام کی تہمت لگادی جائے' اس آیت میں اس کی مذمت کی ہے کہ کوئی شخص خود بُرا کام یا گناہ کرے' پھر اس کی تہمت کسی بے قصور پر لگا دے کیونکہ یہ دوہری بُرائی
ہے۔

وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

گمراہ کر رہے ہیں اور وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے ۱۸۹ اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

نازل کی ہے اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے O ۱۹۰

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا نیکی کرنے کا حکم دے

اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ

یا لوگوں میں صلح کرانے کا' اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرے تو عنقریب

اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ

ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے O ۱۹۱ اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ

رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی

مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ

طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے O ۱۹۲ بے شک اللہ اس کو نہیں معاف

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ

کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ۱۹۳ اور جو گناہ اس سے کم ہوگا اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ

بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ

کے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو بلاشبہ وہ گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت دور جا پڑا O ۱۹۴ یہ (مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی

ف۱۸۹ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے آپ پر وحی نازل فرما کر آپ کو اصل واقعہ سے مطلع نہ فرماتا اور آپ پر غیب کو منکشف نہ کرتا اور یہ نہ بتاتا کہ اصل مجرم طعمہ منافق ہے اور جس یہودی پر ان منافقوں نے خیانت کی تہمت لگائی ہے وہ اس تہمت سے بَری ہے' تو یہ منافق ضرور اس بات کا قصد کر لیتے کہ آپ پر اصل مجرم کو ملتبس اور مشتبہ کر دیں گے اور جو یہودی بے قصور ہے' اس کو آپ کی نظر میں مجرم اور خائن ٹھہرا دیں گے اور اپنے منافق ساتھی کو خیانت سے بَری کرا لیں گے لیکن اپنی ناجائز سعی کی وجہ سے یہ خود ہی گمراہی میں پڑ گئے اور انہوں نے اصل صورتِ حال کو آپ پر مشتبہ بنانے کا جو منصوبہ بنایا تھا' اس سے وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے ف۱۹۰ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اوّلین کی خبروں کا علم عطا فرمایا' اسی طرح اللہ آپ کو منافقین کے مکر اور ان کے حیلوں کی خبر دے گا' پھر فرمایا: یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے' یہاں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو (علم) عطا فرمایا' اس کے متعلق ارشاد فرمایا: ''وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا O'' (الاسراء:۸۵) اسی طرح اللہ نے تمام دنیا کو قلیل فرمایا: ''قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ'' (النساء:۷۷) اور نبی ﷺ کو جو کچھ دیا' اس کے متعلق فرمایا: ''وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O'' سو جس کے سامنے ساری دنیا کا علم اور ساری دنیا قلیل ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم کہے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۲' روح المعانی ج ۵ ص ۱۴۴) حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر ہمیں خطبہ دیا' حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا' پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا' حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر آپ نے منبر کو زینت بخشی اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر آپ نے ہمیں ''ما کان وما یکون'' (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا) کی خبر دی' سو ہم میں سے جس کا حافظہ زیادہ تھا' اس کا علم زیادہ تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۲) ف۱۹۱ دو آدمی آپس میں جو سرگوشی کرتے ہیں' اس کو عربی میں ''نجوی'' کہتے ہیں' اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا: وہ رات کو ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو بیان فرمایا جو اللہ کو پسند ہیں اور وہ ہیں صدقہ و خیرات کا حکم دینا' نیکی کا حکم دینا اور لوگوں میں صلح کرانا' صدقہ و خیرات کرنا جسمانی نیکی ہے' نیکی کا حکم دینا روحانی نیکی ہے اور ان دونوں نیکیوں سے جلب منفعت (فائدہ حاصل کرنا) ہوتی ہے اور لوگوں میں صلح کرانے سے ضرر اور نقصان دور ہوتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لیے نفع بخش نہیں ہے' سوا اس کے کہ اس نے نیکی کا حکم دیا ہو یا بُرائی سے روکا ہو یا اللہ کا ذکر کیا ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۴۲۰) ف۱۹۲ اس آیت کا مصداق طعمہ بن ابیرق ہے کیونکہ اس نے چوری کی تھی' جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا اور جب نبی ﷺ نے قرآن مجید کے ذریعے اس کی چوری کی خبر دی تو اس کا شرح صدر ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ سچے نبی ہیں اور قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور تمام مسلمان جس دین پر ہیں' وہ سچا دین ہے' اس کے باوجود اس نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا اور تمام مسلمانوں کے خلاف طریقہ کو اختیار کیا اور اسلام کو چھوڑ کر شرک اور بت پرستی کو اپنا لیا۔ اس طرح اس نے اپنا ٹھکانا جہنم بنا لیا۔ یہ آیت اجماع کے حجت ہونے پر بھی دلیل ہے' امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے قرآن مجید کو تین سو بار پڑھا تو میں نے اس آیت کو اجماع کے حجت ہونے پر دلیل پایا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۱۴) ف۱۹۳ حضرت ابن عباس' قتادہ اور ابن زید وغیرہ نے کہا ہے کہ جب قرآن مجید نے طعمہ بن ابیرق کی تکذیب کر دی اور اس کے ظلم کو بیان کیا' تو اسے اپنی جان کا خطرہ اور رسوائی کا خوف ہوا' پھر وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مشرکین سے جا ملا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۲۰۰) ف۱۹۴ یہ آیت اس سے پہلے النساء:۴۸ میں بھی گزر چکی ہے' یہاں اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ذکر فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید میں عمومات وعد اور عمومات وعید کا بار بار ذکر ہے' اس سے پہلی آیات میں زرہ چوری کرنے والے منافق کے متعلق آیات وعید ذکر

اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ

عبادت کرتے ہیں ۱۹۵ اور یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں O ۱۹۶ اللہ نے اس پر لعنت کی اور (شیطان نے) کہا:

لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ

میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا O ۱۹۷ اور مجھے قسم ہے! میں ضرور ان کو گمراہ

لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ

کروں گا ۱۹۸ اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا ۱۹۹ اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور مویشیوں کے

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ

کان چیر ڈالیں گے ۲۰۰ اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے ۲۰۱ اور جس نے اللہ

اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ ؕ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا

کے بجائے شیطان کو اپنا مطاع بنالیا تو وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہو گیا O وہ (شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور ان کے دلوں

يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا

میں آرزوئیں ڈالتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہیں O ۲۰۲ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ

يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اس سے نکلنے کی جگہ نہیں پائیں گے O ۲۰۳ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

ہم ان کو عنقریب ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' وہ ان میں ہمیشہ

اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ

ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا قول ہے O ۲۰۴ (اللہ کا وعدہ) نہ

وقف لازم

فرمائی تھیں' اس آیت میں یہ فرمایا کہ اگر وہ شرک نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا و ۱۹۵ اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو مؤنث فرمایا ہے کیونکہ وہ خود اپنے بتوں کو مؤنث کہتے تھے' ابومالک نے کہا کہ لات' منات اور عزّیٰ سب مؤنث ہیں۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۳۷۷) و ۱۹۶ یہ بھی حصر ہے اور یہ حصر بہ ظاہر پہلے حصر کے مخالف ہے کیونکہ پہلے فرمایا تھا کہ یہ صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ دوسرا حصر اس لیے فرمایا کہ ان بتوں کی عبادت کا حکم ان کو شیطان ہی دیتا ہے اور یہ اس کی اطاعت میں بتوں کی عبادت کرتے تھے' گویا پہلا حصر حقیقت پر محمول ہے اور دوسرا مجاز پر و ۱۹۷ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے متبعین کم ہوں گے کیونکہ "مِن" تبعیض کے لیے آتا ہے حالانکہ شیطان کے متبعین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کم ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: اللہ تعالیٰ نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا: "قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا O" (بنواسرائیل: ۶۲) (شیطان نے) کہا: بھلا دیکھو تو جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے' اگر تو مجھے قیامت تک کی مہلت دے دے تو میں اس آدم کی اولاد کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا سوا قلیل لوگوں کے O اس آیت سے معلوم ہوا کہ قلیل انسانوں کے سوا سب شیطان کے پیروکار ہیں' اور زیر تفسیر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیروکار بعض ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ لاتعداد فرشتے اللہ کے عباد مخلصین ہیں اور ان کے اعتبار سے شیطان کے متبعین بعض ہیں و ۱۹۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے چار دعاوی ذکر کیے ہیں اور یہ شیطان کا پہلا دعویٰ ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت کے راستہ سے ہٹا دے گا و ۱۹۹ یہ شیطان کا دوسرا دعویٰ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو ہوگی کہ نہ جنت ہو نہ دوزخ' اور نہ حشر نشر ہو ف ۲۰۰ یہ شیطان کا تیسرا دعویٰ ہے' قتادہ' عکرمہ اور سدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ بحیرہ کے کان چیرنے کا حکم دے گا اور بحیرہ وہ اونٹنی ہے' جس کا دودھ دوہنے سے بتوں کے لیے منع کیا جاتا تھا اور کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۲۲) و ۲۰۱ یہ شیطان کا چوتھا دعویٰ ہے اور جو مرد ڈاڑھی منڈواتے ہیں' عورتوں کی طرح چوٹی کرتے ہیں اور جو عورتیں مردوں کی طرح بال کٹواتی ہیں یا جو سر منڈاتی ہیں اور جو بوڑھے مرد بالوں کو سیاہ خضاب لگاتے ہیں' یہ سب اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کر رہے ہیں' سفید بالوں کو عنابی' زرد یا مہندی رنگ سے رنگنا اس حکم میں داخل نہیں کیونکہ اس رنگ کا خضاب حدیث سے ثابت اور مطلوب اور مستحب ہے و ۲۰۲ غرور (دھوکا) کا معنی ہے: انسان کسی چیز کو لذیذ اور نافع گمان کرے اور وہ درحقیقت اس کے لیے بہت مضر اور تکلیف دہ ہو' اس کی مثال یہ ہے کہ شیطان انسان کے دل میں یہ ڈالتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہوگی' اور دنیا میں اس کا مطلوب و مقصود حاصل ہو جائے گا اور وہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرے گا' کیونکہ بعض اوقات اس کی عمر لمبی نہیں ہوتی اور بعض دفعہ اس کی عمر لمبی ہوتی ہے لیکن اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا اور کبھی اس کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن اچانک اس کو کوئی سخت بیماری آلیتی ہے اور وہ اپنے مقصود سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا یا اچانک مر جاتا ہے ف ۲۰۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں کا ذکر فرمایا' اس آیت میں ان کی سزا کا ذکر فرمایا ہے ف ۲۰۴ اللہ تعالیٰ کا اسلوب ہے کہ وعید کے بعد وعد کا ذکر فرماتا ہے اور کافروں کے بعد مؤمنوں کا اور بدکاروں کے بعد نیکوکاروں کا اور شیطان کے جھوٹے وعدے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے وعدے کا ذکر فرمایا۔

بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖۙ وَ

تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر ۲۰۵ جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے

لَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ

گی ۲۰۶ اور وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار ○ اور جن لوگوں نے حالتِ ایمان

مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ

میں نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے

الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ

اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف جتنا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ ۲۰۷ اور اس سے اچھا دین کس کا ہوگا جس نے اپنا منہ اللہ کے لیے

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَاتَّخَذَ

جھکا دیا ۲۰۸ درآں حالیکہ وہ نیکی کرنے والا ہے ۲۰۹ اور اس نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کی جو باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف مائل تھے

اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِؕ

اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنا لیا ○ ۲۱۰ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَیَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِؕ قُلِ

اور اللہ ہر چیز کو محیط ہے ○ ۲۱۱ اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ

اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّۙ وَمَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَى

اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وحی سابق) حکم دیتا ہے ۲۱۲ اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے

النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ

جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے ۲۱۳ اور تم ان سے نکاح کرنے

ف۲۰۵ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اور اہل کتاب نے ایک دوسرے پر فخر کیا' اہل کتاب نے کہا: ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی' لہٰذا ہم کو تم پر فضیلت ہے' مسلمانوں نے کہا: ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتابوں کی ناسخ ہے' اس لیے ہم افضل ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ف۲۰۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت "مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ" نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت دشوار ہوئی اور ان کو بہت تشویش لاحق ہوئی' اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا: نیک عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو' مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے' وہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتی ہے' حتیٰ کہ اگر اس کے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ بھی اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد: ۷۳۹۰' ج ۳) ف۲۰۷ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جس نے بھی کوئی برا کام کیا اسے اس کی سزا ملے گی تو اہل کتاب نے کہا: ہم میں اور تم میں کیا فرق رہا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جن مسلمانوں نے ایمان کی حالت میں نیک کام کیے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب ان کے بڑے گناہ معاف کر دیے جائیں' اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا اور نیک کام کے مقبول ہونے کے لیے ایمان شرط ہے ف۲۰۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے واجب القبول اور برحق ہونے پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں: اوّل یہ کہ دین اسلام ایمان باللہ اور اعمالِ صالحہ پر مشتمل ہے اور انسان جب کسی کو معبود بنا لیتا ہے تو اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے' سو جس نے اپنے جسم کے اعضاء میں سے سب سے اشرف اور اعلیٰ عضو کو اللہ کے سامنے جھکا دیا وہ اللہ پر ایمان لانے والا ہے اور اللہ پر ایمان اسی وقت صحیح ہوگا' جب اس کے رسولوں' اس کی کتابوں' اس کے فرشتوں اور اس کی فرمائی ہوئی تمام باتوں کو مان لیا جائے اور اس کے ارشادات پر سر تسلیم خم کر لیا جائے ف۲۰۹ یہ دین اسلام کے برحق اور واجب القبول ہونے پر دوسری دلیل ہے اور یہ لفظ اپنے اختصار کے ساتھ تمام نیک اعمال کو بجا لانے اور تمام برے کاموں سے اجتناب کو محیط ہے تو یہ صرف دین اسلام ہی ہے' جو تمام عقائد صحیحہ اور تمام اعمالِ صالحہ پر مشتمل ہے' تو اس سے اچھا اور کون سا دین ہوگا' سو اسی دین کو قبول کرنا واجب ہے ف۲۱۰ اس آیت کے پہلے جز میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں' اس لیے ان کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل فرمایا ہے کیونکہ وہ ہر حال میں صرف اللہ کے محتاج تھے یا اس لیے خلیل فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے تھے یا اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنی ہے: اللہ کی رضا کے لیے ہر کام اور بات کرنا اور ہر حال میں اس سے راضی رہنا اور اللہ کی آپ سے محبت کا معنی ہے: آپ پر کرم اور احسان کرنا اور دنیا اور آخرت میں آپ کی ثناء جمیل کرنا۔ (المفردات ص ۱۵۶۔۱۵۵) ف۲۱۱ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت کو بیان کرنے کے لیے فرمایا: آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے اور کمال علم کو بیان کرنے کے لیے فرمایا: اللہ ہر چیز کو محیط ہے' سو جب وہی علم و قدرت میں کامل ہے تو اس کے سوا اور کوئی اطاعت و عبادت کا مستحق نہیں ہے ف۲۱۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتی ہیں: کسی شخص کی سرپرستی میں یتیم لڑکی ہوتی تھی اور وہ اس کا وارث ہوتا تھا' وہ لڑکی اس کو اپنے مال میں حتیٰ کہ کھجور کے خوشوں میں شریک کر لیتی' وہ شخص اس لڑکی سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا اور اس کو ناپسند کرتا کہ اور کوئی شخص اس لڑکی سے نکاح کرے اور اس لڑکی کے اس مال میں شریک ہو جائے جس میں وہ (سرپرست) شریک ہو چکا ہے' اس لیے وہ اس کو دوسری جگہ نکاح سے منع کرتا تھا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۶۰۰) ف۲۱۳ اس آیت میں یتیم لڑکیوں کے جس حق کا ذکر کیا گیا ہے' اس سے مراد ان کا مہر ہے اور اس آیت کا مخاطب یتیم لڑکی کا ولی ہے' جب وہ یتیم لڑکی سے نکاح کرتا تھا تو اس کے مہر میں انصاف نہیں کرتا تھا۔

تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا

کی رغبت رکھتے ہو ۲۱۴ اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے

لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ

ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا

عَلِيْمًا ۝۱۲۷ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا

علم ہے ۝ ۲۱۵ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۲۸ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ

تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝ ۲۱۶ اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے

النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا

خواہ تم اس پر حریص بھی ہو ۲۱۷ سو (جس سے تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو ۲۱۸ کہ اس کو اس طرح

كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۲۹

چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو اور اگر تم اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝ ۲۱۹

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا

اور اگر خاوند اور بیوی علیحدہ ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت والا

و۲۱۴ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے حسن و جمال اور ان کے مال و دولت کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو و۲۱۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے لوگ نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو وارث نہیں بناتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ہر حصہ دار کا حصہ مقرر فرما دیا اور یتیموں کے متعلق انصاف کرنے کا حکم دیا' نیز یہ کہ ان کا مہر مقرر کرنے میں اور وراثت میں ان کا حصہ ادا کرنے میں انصاف سے کام لیا جائے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۱۲۸) و۲۱۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں رکھتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس کے ساتھ بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے نہ اس کے ساتھ عمل ازدواجیت کرے اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے' مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے' اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو دلچسپی ہو تو اپنی باری ساقط کر دے یا اس کا خرچ جو شوہر کے ذمہ ہے' اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کر لے' شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں: ایک شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی' وہ اس عورت سے زیادہ فائدہ حاصل نہ کرتا اور اس کو طلاق دینا چاہتا تو وہ عورت کہتی: میں اپنے معاملہ میں تمہارے لیے فلاں چیز کی اجازت دیتی ہوں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' امام نسائی نے اس میں یہ زیادہ روایت کیا ہے کہ وہ عورت کہتی: مجھے طلاق نہ دو' مجھے اپنے نکاح میں برقرار رکھو اور میں اپنا خرچ اور اپنی باری تم سے ساقط کرتی ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱' سنن کبریٰ للنسائی: ۱۱۲۵) و۲۱۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت اور طبیعت کا بیان فرمایا ہے کہ وہ فطرتاً بخل پر حرص کرتا ہے' عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے اور شوہر ان کے ساتھ خوشگوار عائلی زندگی گزارے اور ان کا پورا مہر ادا کرے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو' اس کو طلاق دے کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں' لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہر چند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہونا ناگزیر ہے و۲۱۸ اس آیت کا معنی ہے کہ اے لوگو! تم دلی محبت میں اپنی بیویوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے' خواہ تم دلی محبت میں ان کے درمیان مساوات کرنے کا ارادہ بھی کرو کیونکہ محبت میں سب بیویوں کے ساتھ برابری کرنا تمہاری قدرت اور تمہارے اختیار میں نہیں اور نہ تم اس کے مالک ہو' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنی ازواج کی باریوں میں عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز میں ملامت نہ کرنا جس کا میں مالک نہیں ہوں' امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان کے درمیان محبت میں برابری رکھنے کا میں مالک نہیں ہوں۔ (سنن ترمذی: ۱۱۴۳) و۲۱۹ ہشام نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ محبت اور عمل تزویج میں کسی ایک بیوی کی طرف بالکل راغب نہ ہو۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۱۱۴۴)

حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا

بڑی حکمت والا ہےO ۲۲۰ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو حکم

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ

دیا جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

نہیں مانو گے تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ

غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى

بے نیاز ہے حمد و ثنا کیا ہواO ۲۲۱ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور اللہ کافی ہے

بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ

حمایت کرنے والاO ۲۲۲ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

اور اللہ اس پر قادر ہےO ۲۲۳ جو شخص دنیا کا ثواب چاہے تو اللہ کے

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

پاس دنیا اور آخرت کا ثواب ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے O ۲۲۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ

وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا

خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے ۲۲۵ (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو

ف ۲۲۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جب خاوند اور بیوی کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں اور ان میں موافقت اور صلح مشکل ہو جائے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا' اس کو پہلی بیوی سے بہتر زوجہ عطا فرمائے گا اور عورت کو مرد سے غنی کر دے گا اس کو پہلے خاوند سے بہتر خاوند عطا فرمائے گا اور اللہ بہت فضل والا اور بڑے احسان والا ہے اور اس کے تمام تکوینی اور تشریعی کاموں میں بہت حکمتیں ہیں ف ۲۲۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور ان میں حاکم ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے' وہ اللہ کی مخلوق اور اس کی مملوک ہے اور جس طرح ہم نے تم کو احکام دیئے ہیں' اس سے پہلے یہود و نصاریٰ کو بھی احکام دیئے تھے اور ہم نے ان کو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اللہ سے ڈریں اور صرف تنہا اس کی عبادت کریں اور اس کی دی ہوئی شریعت پر عمل کریں۔ اسی طرح ہم نے تم کو بھی یہ حکم دیا ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا کفر (انکار) کرو تو تمہارے کفر اور معصیت سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' جس طرح تمہارے ایمان' طاعت اور شکر سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ وہ مالک الملک ہے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ف ۲۲۲ اس آیت میں پھر ذکر فرمایا کہ اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں' اور جو کچھ زمینوں میں ہے' یہ تاکید کے لیے ہے کہ زمین و آسمان میں وہ جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے' زندہ کرنا' مارنا' صحت دینا' بیمار کرنا' مال دار اور مفلس کرنا' یہ سب اللہ ہی کے تصرف سے ہوتا ہے' وہی اپنی تمام مخلوق کا محافظ اور ان کا کفیل ہے ف ۲۲۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحۃً عام تہدید فرمائی ہے کہ اے لوگو! اگر اللہ چاہے تو تم کو فنا کر دے گا اور تمہارے بدلہ میں ایک دوسری قوم پیدا کر دے گا' کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کے قبضہ و قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کو چاہے پیدا کرنے اور فنا کے گھاٹ اتارنے پر قادر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر غضب کا اظہار فرمایا ہے' جو نبی علیہ السلام کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ کی دعوت کو مسترد کرتے تھے اور اس میں اپنی قدرتِ قاہرہ اور سلطنتِ غالبہ کا اظہار فرمایا ہے ف ۲۲۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے اعمال اور جہاد سے دنیوی مال اور عز و جاہ کے حصول کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا اجر و ثواب ہے' مثلاً جو مجاہد اپنے جہاد سے مالِ غنیمت کے حصول کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کیا ہوا ہے کہ وہ فقط خسیس اور گھٹیا چیز کا ارادہ کر رہا ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کی خیر اور اجر و ثواب کا ارادہ کرے ف ۲۲۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مکلفین کو حکم دیا ہے کہ وہ عدل و انصاف قائم کرنے میں اور جور و ظلم سے احتراز کرنے میں بہت مضبوطی اور مستعدی سے قائم رہیں' خواہ یہ شہادت خود ان کے خلاف ہو یا ان کے آباء کے خلاف ہو یا ان کے قرابت داروں کے' اپنے خلاف شہادت دینے کی تفسیر یہ ہے کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے اگر انہیں کسی طاقت ور ظالم یا کسی مقتدر شخصیت کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو اس سے بخوشی دریغ نہ کریں' خواہ اس کے نتیجے میں انہیں اپنے والدین یا اپنے اقرباء پر مظالم اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں اور کئی متوقع فوائد کو ہاتھ سے کھو کر نقصان اٹھانا پڑے' واضح رہے کہ والدین کے خلاف شہادت دینا' ان کے ساتھ نیکی کرنے کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ان کے ساتھ نیکی ہے۔

اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا

یا غریب' اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے ۲۲۶ لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو' ۲۲۷

وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O ۲۲۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ

اے ایمان والو! (دائمی) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے

نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ

رسول پر نازل فرمائی' اور اس کتاب پر جو پہلے نازل فرمائی' اور جو شخص

يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ

اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں' اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کے ساتھ کفر کرتا ہے تو بے شک وہ

ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ

گمراہی میں مبتلا ہو کر بہت دور جا پڑا O ۲۲۹ بے شک جو لوگ ایمان لائے' پھر کافر ہوئے' پھر

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

ایمان لائے' پھر کافر ہوئے' پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا

اور نہ کبھی انہیں راہِ راست پر چلائے گا O ۲۳۰ منافقین کو خوش خبری دیجئے کہ ان کے لیے

اَلِيْمَا ۨ ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

درد ناک عذاب ہے O ۲۳۱ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں

ف۲۲۶ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی امیر کی امارت کی وجہ سے رعایت کر کے اس کے خلاف شہادت دینے کو ترک نہ کرو' اور نہ کسی غریب کی غربت کی وجہ سے اس کے خلاف شہادت کو ترک کرو بلکہ ان کے معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دو' تمہاری بہ نسبت اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے اور اس کو علم ہے کہ ان کی اچھائی اور بھلائی کس چیز میں ہے ف۲۲۷ انسان عصبیت کی وجہ سے یا عداوت کی وجہ سے خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى" (المائدہ:٨) اور کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل نہ کرنے پر برانگیختہ نہ کرے' تم عدل کرتے رہو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ف۲۲۸ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ" (البقرہ:٢٨٣) اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شہادت کو چھپائے اس کا دل گناہ گار ہے۔ حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں! بہترین گواہ وہ ہے جو گواہی کو طلب کرنے سے پہلے گواہی کو پیش کر دے۔ (صحیح مسلم:١٧١٩) ف۲۲۹ اے ایمان والو! اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو اور برقرار رہو' جیسے مسلمان ہر نماز میں دعا کرتا ہے: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O" اے اللہ! ہمیں سیدھے راستہ پر ثابت قدم اور برقرار رکھ O اور یا اس آیت میں مؤمنین اہل کتاب سے خطاب ہے کہ تم (سیدنا) محمد ﷺ پر اور قرآن مجید پر ایمان لاؤ' جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر ایمان لائے ہو اور جس شخص نے اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں میں فرق کیا اور بعض پر ایمان لایا اور بعض کے ساتھ کفر کیا' اس کے ایمان کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اللہ کی نازل کی ہوئی کسی ایک کتاب یا کسی ایک رسول کا انکار کرنا' سب آسمانی کتابوں اور سب رسولوں کا انکار کرنا ہے ف۲۳۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان دو قسموں کا ذکر فرما رہا ہے جو ایمان سے خارج ہیں' ان میں پہلی قسم وہ ہے جو نفاق سے بہ ظاہر ایمان لائے تھے' پھر کفر کی طرف لوٹ گئے اور گمراہی میں مرگئے' انہوں نے توبہ کا موقع ضائع کر دیا' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا اور دوسری قسم ان منافقوں کی ہے جو ظاہری اسلام پر برقرار رہے اور در پردہ کافروں کے ہم نوا رہے ف۲۳۱ خوش خبری کسی اچھی چیز کی دی جاتی ہے' منافقین کو جو عذاب کی خبر دی گئی ہے اس کو خوش خبری اس طرح فرمایا ہے جیسے عرب کہتے ہیں: "تَحِيَّتُكَ الضَّرْبُ" تمہاری تعظیم مار ہے۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ

کیا وہ کافروں کے پاس غلبہ تلاش کرتے ہیں بے شک تمام غلبہ اللہ کے پاس ہے O ۲۳۲ اور بے شک اللہ نے

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ

تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ

تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو ۲۳۳ حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں ۲۳۴

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

(ورنہ) بلاشبہ تم بھی ان کی مثل قرار دیئے جاؤ گے ۲۳۵ بے شک اللہ تمام منافقوں اور سب کافروں کو دوزخ

جَمِيْعَا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ

میں جمع کرنے والا ہے O یہ منافق تمہارا جائزہ لے رہے ہیں اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو

قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ

تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر کافروں کو (کامیابی سے) حصہ ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تم

نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

پر غالب نہیں آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا تھا؟ ۲۳۶ تو (اے منافقو!) اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہرگز ہرگز کوئی سبیل نہیں بنائے گا O ۲۳۷

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى

بے شک منافق (اپنے زعم میں) اللہ کو دھوکا دے رہے ہیں ۲۳۸ درآں حالیکہ اللہ ان کو دھوکے کی سزا دینے والا ہے ۲۳۹ اور جب

ف۲۳۲ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں ان سے مراد منافقین ہیں اور کافروں سے مراد یہود ہیں منافقین یہود سے دوستی رکھتے تھے اور بعض بعض سے کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کا مشن کامیاب نہیں ہو گا اور یہود یہ کہتے تھے کہ بالآخر غلبہ اور اقتدار ان ہی کو حاصل ہو گا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کر کے فرمایا: بے شک تمام غلبہ اللہ ہی کے پاس ہے ف۲۳۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے منافقو! تم بھی کفر میں ان علماء یہود کی مثل ہو اہل علم نے کہا: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کفر سے راضی ہو وہ بھی کافر ہے اور جو شخص کسی بُرے کام سے راضی ہو اور بُرا کام کرنے والوں کے ساتھ مل جل کر رہے تو خواہ اس نے وہ بُرا کام نہ کیا ہو پھر بھی وہ ان کے ساتھ گناہ میں برابر کا شریک ہے ف۲۳۴ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار کے پاس بیٹھنا ان سے ملنا جلنا اور باتیں کرنا مطلقاً منع نہیں ہے ان کے پاس بیٹھنا اس وقت ممنوع ہے جب وہ اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں ہاں! کفار کے ساتھ محبت کا تعلق رکھنا ممنوع ہے اور معاشی عمرانی ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں ضرورۃً ان سے ملنا جلنا اور باتیں کرنا جائز ہے ف۲۳۵ یہ اس وقت ہے جب ان (کفار و یہود وغیرہ) کی مجلس میں بیٹھنے والا وہاں بیٹھنے پر راضی ہو لیکن اگر وہ وہاں بیٹھنے سے بیزار ہو اور ان کی کفریہ باتوں پر غضب ناک اور متنفر ہو لیکن کسی مجبوری اور خوف کی وجہ سے وہاں بیٹھا ہو تو پھر وہ ان کی مثل نہیں ہو گا ف۲۳۶ مقاتل نے کہا کہ منافقین مسلمانوں کے حالات کو دیکھتے رہتے تھے اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی تو کہتے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے سو تم ہم کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دو اور اگر کافروں کو غلبہ ہوتا تو کہتے: کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا تھا یعنی کیا ہم نے تم کو ان کے رسوا کرنے سے نہیں بچایا تھا ف۲۳۷ بعض علماء نے کہا کہ دلیل اور حجت کے اعتبار سے کبھی بھی کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ نہیں ہو گا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۳) لیکن اس آیت کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ کافر دنیا کی جنگوں میں بھی ہرگز ہرگز مسلمانوں پر غلبہ نہیں پا سکیں گے بہ شرطیکہ مسلمان اللہ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں اور کسی بُرائی میں مبتلا نہ ہوں اور گناہوں پر اصرار نہ کریں اور توبہ کو نہ چھوڑیں اور جب وہ بُرے کاموں میں ملوث ہو جائیں اور اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دیں اور لڑائی میں کافر ان پر غالب آ جائیں تو یہ صرف ان کی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ O" (الشوریٰ: ۳۰) اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو وہ معاف کر دیتا ہے O ف۲۳۸ اکثر منافقین چونکہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اس لیے ان کا اللہ کو دھوکہ دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے منکر تھے اور وہ اپنے زعم میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے ف۲۳۹ اللہ تعالیٰ منافقین کو دھوکے کی یہ سزا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے نبی ﷺ کو ان کے نفاق پر مطلع فرما دیا اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی خبر دی ان کا راز فاش ہو گیا اور وہ دنیا میں رسوا ہو گئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو الگ سزا دے گا۔

الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے ف۲۴۰ اور اللہ کا ذکر بہت

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى

ہی کم کرتے ہیں ○ ف۲۴۱ وہ اس (کفر اور ایمان) کے درمیان متزلزل ہیں نہ ان (کافروں) کی طرف ہیں نہ ان

هٰۤؤُلَاۤءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰۤاَيُّهَا

(مسلمانوں) کی طرف ہیں ف۲۴۲ اور جس کو اللہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ نہ پائیں گے ○ ف۲۴۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۤءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ

ایمان والو! مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ ف۲۴۴

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

کیا تم اپنے خلاف اللہ کے لیے ایک واضح حجت قائم کرنا چاہتے ہو ○ بے شک منافق دوزخ کے سب

فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ

سے نچلے طبقہ میں ہوں گے ف۲۴۵ اور (اے مخاطب!) تو ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائے گا ○ مگر ان (منافقوں)

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۤئِكَ

میں سے جن لوگوں نے توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے اور انہوں نے اللہ کا دامن پکڑ لیا اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کر لیا

مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا

سو وہ لوگ مؤمنوں کے ساتھ ہوں گے ف۲۴۶ اور عنقریب اللہ مؤمنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا ○ اللہ تمہیں

يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر ادا کرو اور (خالص) ایمان لے آؤ اور اللہ شکر کی جزا دینے والا بہت جاننے والا ہے ○ ف۲۴۷

ف۲۴۰ اس آیت میں منافقوں کی تین علامتیں ذکر فرمائی ہیں: سستی سے نماز پڑھنا' لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھنا اور اللہ کا ذکر بہت کم کرنا' حضرت بشیر بن عقربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے محض لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے خطبہ دیا' اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ریا اور سمعہ (دکھانے اور سنانے) کے مقام پر کھڑا کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عشاء اور فجر کی نماز منافقوں پر سب سے بھاری ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۱) ف۲۴۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نماز کے علاوہ وہ اور کسی وقت میں اللہ کا ذکر نہیں کرتے' آج کل ہم اکثر لوگوں کا یہی حال دیکھتے ہیں' وہ اکثر اوقات گپ شپ' دوسروں کی غیبت' کہانیوں' لطیفوں اور کاروباری باتوں میں گزار دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تقدیس' تسبیح و تہلیل' توبہ استغفار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ذکر ان کی زبانوں پر نہیں آتا یا بہت کم آتا ہے ف۲۴۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافق کو مذبذب فرمایا' مذبذب اس شخص کو کہتے ہیں جو دو چیزوں یا دو کاموں کے درمیان متردد ہو' تذبذب کا اصل معنی تحیر اور اضطراب ہے' کیونکہ منافق اپنے دین میں متحیر ہوتا ہے' اور وہ کسی صحیح اعتقاد کی طرف رجوع نہیں کرتا' منافقین نہ مشرکین کی طرح صراحۃً شرک کرتے تھے اور نہ مؤمنوں کی طرح مخلص تھے' وہ اس کے درمیان مذبذب تھے' اس کا معنی ہے: وہ اسلام اور کفر کے درمیان مذبذب تھے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان حیران ہو' کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہو کبھی اس ریوڑ کی طرف۔ (صحیح مسلم: ۲۷۸۴) ف۲۴۳ جس کو اللہ گمراہ کر دے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے کفر اور خباثت کی وجہ سے اللہ اس سے ہدایت کی استعداد اور صلاحیت کو سلب کر لے' آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے' یہاں آپ سے ہدایت کے جس معنی کی نفی کی ہے' اس کا معنی ہے: کسی شخص کو ہدایت یافتہ اور مؤمن بنانا اور یہ صرف اللہ کی شان ہے ف۲۴۴ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اے ایمان والو! اس سے مراد مخلصین مؤمنین ہیں اور کافروں سے مراد یہودی یا منافق ہیں اور معنی یہ ہے کہ اے اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والو! یہودیوں یا منافقوں کو دوست نہ بناؤ جیسا کہ منافق کافروں کو دوست بناتے ہیں' ورنہ تم بھی منافقوں کی مثل ہو جاؤ گے ف۲۴۵ دوزخ کے سات طبقات ہیں: پہلا طبقہ جہنم ہے' دوسرا لظیٰ ہے' تیسرا الحطمہ ہے' چوتھا السعیر ہے' پانچواں سقر ہے' چھٹا جحیم ہے اور ساتواں ھاویہ ہے' اور کبھی ان تمام طبقات پر جہنم کا اطلاق بھی کر دیا جاتا ہے' ان تمام طبقات کو درکات اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تہ در تہ ہیں اور منافقوں کا آخری طبقہ میں ہونا' ان کے شدتِ عذاب پر دلالت کرتا ہے۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۷) ف۲۴۶ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منافقین سے عذاب دور کرنے کے لیے چار شرائط بیان فرمائی ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ وہ توبہ کریں اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں کیونکہ نفاق سے توبہ کے بعد کیے ہوئے نیک اعمال لائق اعتبار ہوتے ہیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کا دامن پکڑ لیں کیونکہ توبہ اور نیک اعمال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اخروی فلاح اور سعادت حاصل ہو' اور اللہ کے دین کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے ہی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور چوتھی شرط ہے: اخلاص یعنی ان کا ہر کام کو کرنا اور چھوڑنا محض اللہ کی خاطر ہو یعنی نیک کاموں کو کرنا اور برائیوں کو چھوڑنا' دونوں اللہ کی وجہ سے ہوں ف۲۴۷ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ منافقین کو عذاب دینے یا نہ دینے کا دار و مدار صرف ان کے کفر پر ہے اور کسی اور چیز پر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا' کیا اس سے اس کا غیظ و غضب ٹھنڈا ہو گا یا اس کو کوئی نفع حاصل ہو گا یا اس سے کوئی ضرر دور ہو گا؟ جیسے بادشاہوں کو عموماً کسی مجرم کو سزا دینے سے تسکین ہوتی ہے' ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہے اور ان تمام چیزوں سے بلند اور منزہ ہے' منافقوں کو عذاب دینے کی وجہ صرف ان کا نفاق ہے' جب وہ نفاق سے توبہ کر لیں اور ایمان لا کر اللہ کا شکر ادا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب کیوں دے گا۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ

اللہ تعالیٰ بہ آواز بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے ٢٤٨ سوائے مظلوم (کی بات) کے اور

كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ

اللہ بہت سننے والا نہایت علم والا ہےO اگر تم کسی نیکی کو ظاہراً کرو یا

تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

چھپا کر کرو ٢٤٩ یا کسی بُرائی کو معاف کر دو تو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہےO بے شک جو

يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ

لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا

رُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ

چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں' اور وہ چاہتے

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١٥٠﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ بنا لیںO ٢٥٠ یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً

حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

کافر ہیں' اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہےO ٢٥١ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر

وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ

ایمان لائے اور انہوں نے ان رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کیا' یہ وہ لوگ ہیں کہ (اللہ) عنقریب ان کو

اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ع يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ

ان کے اجر عطا فرمائے گا' اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہےO ٢٥٢ اہل کتاب آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ

تبیان

ف ٢٤٨ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے' ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو بُرا کہا اور ان کو اذیت دی' حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو دوسری بار اذیت دی' پھر حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو تیسری بار اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے اس سے بدلہ لیا' حضرت ابوبکر نے بدلہ لیا تو رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب وہ شخص تم کو بُرا کہتا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کرتا تھا' اور جب تم نے اس سے بدلہ لیا تو شیطان آ گیا اور جس جگہ شیطان آ جائے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ٤٨٩٧) کسی شخص کو بُرا کہنا' گالی دینا' خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' اور کسی شخص کی غیبت کرنا یا کسی شخص کی چغلی کرنا' یہ تمام اُمور اس آیت سے ممنوع اور ناجائز ہیں ف ٢٤٩ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نماز' روزہ' صدقہ اور خیرات تمام اقسام کے نیک کاموں کو شامل ہے۔ فرائض علی الاعلان ادا کرنے چاہئیں تاکہ انسان پر ترک فرائض کی تہمت نہ لگے اور نوافل چھپا کر ادا کرنے چاہئیں تاکہ انسان کے اعمال میں زیادہ اخلاص آ سکے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سات آدمیوں پر اللہ تعالیٰ سایہ کرے گا' جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا' آپ نے ان سات میں سے ایک اس شخص کا ذکر کیا' جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (صحیح بخاری: ١٤٢٣) ف ٢٥٠ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کا رد فرما رہا ہے' یہود حضرت موسیٰ پر اور تورات پر ایمان لائے تھے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور قرآن مجید کے کلام اللہ اور آسمانی کتاب ہونے کا انکار کرتے تھے' اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ اور انجیل پر ایمان لائے اور آپ کی نبوت اور قرآن مجید کا انکار کیا' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا رد فرمایا کیونکہ کسی بھی نبی کو نبی ماننے کے لیے دلیل معجزہ ہے اور جب معجزہ کی دلالت کی وجہ سے یہودیوں نے حضرت موسیٰ کو نبی مان لیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو نبی مان لیا تو سیدنا محمد ﷺ نے بھی تو معجزات پیش کیے' اگر معجزہ کی دلالت مقبول نہیں ہے تو پھر ہر نبی کا انکار کرو اور اگر معجزہ کی دلالت مسلّم ہے تو سیدنا محمد ﷺ کو بھی مانو' غرضیکہ بعض نبیوں اور ان کی کتابوں کو ماننا اور بعض کا انکار کرنا' اس کی کوئی معقول وجہ اور صحیح دلیل نہیں ہے ف ٢٥١ اس آیت میں فرمایا کہ یہ یہود و نصاریٰ جو آپ کی نبوت کے منکر ہیں یہ یقیناً کافر ہیں' خواہ یہ اپنے آپ کو مؤمن کہتے رہیں' ان کے خود کو مؤمن کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے' یہ عذاب میں سب سے پہلے داخل ہوں گے اور وہ عذاب ان کو ذلیل کرنے والا ہے' اس میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو پاک کرنے کے لیے عذاب میں داخل کیا جائے گا' لیکن ان میں اور کافروں کے عذاب میں یہ فرق ہوگا کہ اوّل تو وہ مسلمان کافروں کے بعد عذاب میں داخل ہوں گے۔ ثانیاً یہ کہ وہ عذاب ان بعض مسلمانوں کی تطہیر کے لیے ہوگا اور صورۃً ہوگا' اس کے برخلاف کافروں کو جو عذاب ہوگا وہ حقیقۃً عذاب ہوگا اور ان کو ذلیل کرنے کے لیے ہوگا ف ٢٥٢ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے جو رسولوں کے درمیان ایمان لانے کا فرق نہیں کرتے اور سب رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور پھر آخرت میں ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا' اللہ تعالیٰ نے ان سے اجر کا وعدہ بھی فرمایا اور مغفرت کا بھی یعنی ان مسلمانوں میں سے جو کامل طاعت گزار اور فرماں بردار ہیں' ان کو اپنے فضل سے ثواب عطا فرمائے گا۔

أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ

آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کر دیں' سو بے شک وہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں'

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ

انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ تو ان کے (اس) ظلم کی وجہ سے ان کو آسمانی بجلی نے پکڑ لیا' ف۲۵۳

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ

پھر انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو (معبود) بنا لیا' سو ہم نے اس کو معاف کر دیا'

ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ

اور ہم نے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ دیا O ف۲۵۴ اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لیے طور

بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

کو ان کے اوپر اٹھا لیا' ف۲۵۵ اور ہم نے ان سے کہا: سجدہ (شکر) کرتے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ' اور ہم نے

لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا

ان سے کہا: ہفتہ کے دن حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا O ف۲۵۶ پھر ان کی

نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ

عہد شکنی کی وجہ سے اور اللہ کی آیتوں کا کفر کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس

حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ

قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا

مہر لگا دی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے O ف۲۵۷ اور ان کے کفر اور اس قول کی وجہ سے (بھی جس میں) انہوں نے مریم پر

ف۲۵۳ جب یہود نے ازراہِ عناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ان کے پاس آسمان سے لکھی ہوئی کتاب آئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہودی تو اس سے بڑے بڑے سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے ہیں' ہر چند کہ یہ سوال ان کے آباء واجداد نے کیے تھے لیکن چونکہ یہ ان سوالات پر راضی تھے اور ان ہی کی طرح سرکشی کر رہے تھے اور کئی معجزات دیکھنے کے باوجود نبوت پر ایمان نہیں لا رہے تھے اور ان ہی کی طرح معاند تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سوالات کی نسبت آپ کے زمانہ کے یہودیوں کی طرف کر دی' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ اب کہہ رہے ہیں کہ تورات کی طرح آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہو تو پھر ایمان لائیں گے' حالانکہ ان کے آباء واجداد پر آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہوئی تو وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی ذات کھلم کھلا دکھاؤ' اس سے واضح ہو گیا کہ ان کا یہ مطالبہ شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب کے لیے نہیں تھا بلکہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھا ف۲۵۴ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی گئوسالہ پرستی کی سزا میں' میں نے ان کو بالکل صفحۂ ہستی سے نہیں مٹا دیا بلکہ ان کی سرکشی اور عناد کے باوجود ان کو معاف کر دیا اور ہم نے حضرت موسیٰ کو کھلا غلبہ عطا فرمایا یعنی ان کی قوم کو ان کے مخالفین پر غلبہ عطا فرمایا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ رمز اور بشارت ہے کہ اگرچہ کفار آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور آپ کے خلاف معاندانہ کارروائیوں میں مصروف ہیں' لیکن انجام کار اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور فتح عطا فرمائے گا ف۲۵۵ اس آیت سے آیت:۱۶۱ تک اللہ نے یہود کی باقی سرکشیوں اور جہالتوں کو بیان فرمایا ہے' ان میں سے ایک جہالت اور سرکشی اس موقع پر ہوئی' جب ان کے سروں کے اوپر پہاڑ طور اٹھا لیا گیا' اور ان سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ دین سے نہ پھریں' لیکن وہ دین سے پھر گئے' پھر ان پر پہاڑ طور اٹھا کر ان سے عہد لیا گیا کہ وہ عہد شکنی نہیں کریں گے اور انہوں نے اپنے اوپر پہاڑ گرنے کے خوف سے یہ عہد کر لیا ف۲۵۶ اس آیت میں یہود کی دوسری اور تیسری جہالت و سرکشی کا ذکر ہے' ان کی تفسیر سورۃ البقرہ: ۹۳ میں گزر چکی ہے ف۲۵۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے کفر کی چار وجوہ بیان فرمائی ہیں' ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بار بار عہد شکنی کی' دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا' آیتوں سے مراد معجزات ہیں اور معجزات کا انکار نبوت کا انکار ہے اور ایک نبی کا انکار تمام نبیوں کا انکار ہے کیونکہ تمام نبیوں کی نبوت معجزہ سے ثابت ہوتی ہے اور ایک نبی کا انکار بھی کفر ہوتا ہے چہ جائیکہ تمام نبیوں کا انکار کیا جائے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا ناحق قتل کرتے تھے' یہاں ناحق کا لفظ بہ طور تاکید ذکر فرمایا ہے کیونکہ نبی کو قتل کرنا ہی ناحق ہے اور چوتھی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی' ان کے مسلسل کفر اور گستاخیوں کے سبب' اور وہ اپنے دلوں کو ارشاداتِ رسول سننے کا نااہل بنا چکے ہیں۔

عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ

بہت بڑا بہتان باندھا O ۲۵۸ؑ اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا' ۲۵۹ؑ

اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ

حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا' ۲۶۰ؑ اور بے شک

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ

جنہوں نے اس کے معاملہ میں اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں' ۲۶۱ؑ انہیں اس کا بالکل یقین نہیں ہے

اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ

ہاں وہ اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں' اور انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا O بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا'

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا

اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے O ۲۶۲ؑ اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ

اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا' اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر

شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ ۚ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

گواہ ہوں گے O ۲۶۳ؑ تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں حرام

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ ۙ

کر دیں جو پہلے ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بہت روکتے تھے O

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ

اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق

ف۲۵۸ اس آیت میں یہودیوں کی یہ بدعقیدگی اور سرکشی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور انہوں نے ایک پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائی' جب کہ ان کی پاک دامنی پر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد (پالنے) میں کلام کر کے دلیل قائم کی ف۲۵۹ اس آیت میں یہود کے ایک اور کفریہ قول کا ذکر ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ان کا بہت بڑا کفر ہے کیونکہ اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے اور اس میں بہت کوشش کرتے تھے' ہر چند کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل نہیں تھے لیکن چونکہ وہ فخریہ طور پر یہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے' اس لیے ان کا یہ قول کفریہ قرار پایا ف۲۶۰ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سترہ حواریوں کے ساتھ ایک گھر میں اس وقت داخل ہوئے' جب یہودیوں نے ان کو گھیر لیا تھا۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی صورت حضرت عیسیٰ کی صورت کی طرح بنا دی' یہودیوں نے ان سے کہا: تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے' تم یہ بتلاؤ کہ تم میں سے عیسیٰ کون ہے ورنہ ہم سب کو قتل کر دیں گے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا: تم میں سے کون آج اپنی جان کو جنت کے بدلہ فروخت کرتا ہے؟ ان میں سے ایک حواری نے کہا: میں' اور وہ یہودیوں کے پاس گیا اور کہا: میں عیسیٰ ہوں' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسیٰ کی طرح بنائی ہوئی تھی' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا' اس وجہ سے وہ شخص ان کے لیے حضرت عیسیٰ کے مشابہ کر دیا گیا تھا' یہودیوں نے گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسائیوں نے بھی یہی گمان کر لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اسی دن اٹھا لیا تھا۔ (جامع البیان ج ٦ ص ١٧) ف۲۶۱ یہودیوں نے جس شخص کو قتل کیا تھا' اس کے متعلق یہود کا اختلاف تھا کہ یہ عیسیٰ ہے یا نہیں' کیونکہ حضرت عیسیٰ کے جس مشابہ شخص کو انہوں نے قتل کیا تھا' اس کے صرف چہرہ پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالی گئی تھی اور اس کے باقی جسم پر حضرت عیسیٰ کی شبہ نہیں ڈالی گئی تھی' اس لیے جب انہوں نے اس کو قتل کر کے دیکھا تو اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح ہے اور بدن کسی اور کا ہے۔ (الوسیط ج ٢ ص ١٣٧) ف۲۶۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے اور حکمت کا معنیٰ کمال علم اور عزت کا معنیٰ غلبہ ہے' اس صفت کے لانے میں یہ تنبیہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے آسمانوں کی طرف اٹھانا اگرچہ بشر پر متعذر اور دشوار ہے' لیکن میری حکمت اور میرے غلبہ کے سامنے اس میں کوئی دشواری نہیں ہے' حکمت اور غلبہ کی یہ تفسیر بھی ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ان کو ناکام کیا اور اپنی قوت اور غلبہ سے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ (البحر المحیط ج ٤ ص ١٢٩۔١٢٨) ف۲۶۳ ابو مالک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جب حضرت عیسیٰ ابن مریم کا زمین پر نزول ہوگا تو اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر ایمان لے آئے گا۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٢٦۔٢٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے' عدل کرنے والے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس قدر مال لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھو: "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" (صحیح البخاری: ٣٤٤٨' صحیح مسلم: ٢٤٢) نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق چہل احادیث حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ٢ ص ٨٦٢ تا ٨٧٣ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ

کھاتے تھے' ۲۶۴ اور ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کیا ہے○ لیکن ان

الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ

میں سے جو پختہ علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں' وہ اس (وحی) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل

اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ

کی گئی ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے اور نماز قائم کرنے والے اور

الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ

زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ

عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے○ ۲۶۵ (اے رسول معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح

وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی' اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور

اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَ

اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور

هٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ

ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی' اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی○ ۲۶۶ اور ہم نے ایسے رسول (بھیجے) جن کا قصہ

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ

ہم نے اس سے پہلے آپ کو بیان فرمایا اور ہم نے ایسے رسول (بھی) بھیجے جن کا قصہ ہم نے آپ سے (ابھی تک) بیان نہیں کیا' ۲۶۷

ف۲۶۴ سود کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیہ اور ربا الفضل' ربا النسیہ کی تعریف یہ ہے کہ مدت کی تاخیر کی بناء پر مقروض سے اصل رقم سے ایک معین رقم معین شرح کے ساتھ زائد وصول کی جائے اور ربا الفضل کی جامع تعریف یہ ہے کہ جن دو چیزوں کی جنس ایک ہو' ان میں سے ایک چیز کو دوسری چیز کے بدلہ میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا' خواہ یہ زیادتی وزن میں ہو یا پیمانہ سے ماپ میں ہو یا عدد میں ہو' یہود مقروض سے بھی سود لیتے تھے اور لوگوں کا مال ناحق بھی کھاتے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کی ایک صورت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے رشوت لے کر کتاب میں تحریف کر دیتے تھے ف۲۶۵ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے جن یہودیوں کا ذکر فرمایا تھا کہ وہ آپ سے کہتے ہیں کہ آسمان سے کتاب نازل کی جائے اور ان کی دیگر مذموم صفات بیان فرمائی تھیں' ان یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے ان علماء یہود کا استثناء فرمایا جو علم میں راسخ ہیں اور جو آپ پر نازل کی ہوئی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور آپ سے پہلے نازل کی ہوئی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں ف۲۶۶ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' حضرت نوح کے بعد دوسرے نبیوں کا بالعموم ذکر فرمایا' پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیم کا نام لیا' یہ ان کے شرف کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ تمام انبیاء کے سلسلہ آباء میں تیسرے اہم باپ ہیں' حضرت آدم' حضرت نوح اور پھر حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر یہود کا رد کرنے کے لیے فرمایا' کیونکہ یہود ان کی نبوت کے منکر تھے اور حضرت داؤد کو زبور عطا فرمانے کا ذکر فرمایا کیونکہ زبور بھی اسی طرح قسط وار نازل کی گئی تھی جس طرح قرآن مجید قسط وار نازل ہو رہا تھا ف۲۶۷ اس آیت میں زمانہ ماضی میں بعض انبیاء کا قصہ بیان کرنے کی جو نفی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ آپ کی آخر عمر شریف تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان بعض انبیاء کے احوال پر مطلع نہیں فرمایا' نیز اس سلسلہ میں اس آیت کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے: ''وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ'' (ھود: ۱۲۰) اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم سب باتیں آپ پر بیان فرماتے ہیں' جن سے ہم آپ کے دل کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ ہر چند کہ سورۂ نساء مدنی ہے اور سورۂ ھود مکی ہے' لیکن اہل علم پر روشن ہے کہ ان سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا اکثر آیات کے اعتبار سے ہوتا ہے' ہر ہر آیت کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔

مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

اور اللہ نے موسیٰ سے (بلا واسطہ) بہ کثرت کلام فرمایا○ (اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ ۲۶۸

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے (بھی)

يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

گواہی دیتے ہیں اور اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے○ ۲۶۹ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو)

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ کے راستے سے روکا وہ گمراہ ہو گئے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے○ ۲۷۰ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا

وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ لا

اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ انہیں (آخرت میں) کوئی راہ دکھائے گا○ ۲۷۱

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

ماسوا دوزخ کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ابد تک رہیں گے اور یہ کام اللہ پر

يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ

آسان ہے○ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس رسول (معظم) تمہارے رب کے پاس سے حق لے کر آ گیا

فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

سو تم اپنی بہتری کے لیے ایمان لے آؤ ۲۷۲ اور اگر تم کفر کرو تو اللہ ہی کی ملک میں ہے

ف۲۶۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے سے اصل مقصود یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور عبادت کرنے والوں اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے والوں کو ثواب کی بشارت دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی طاعت سے روگردانی کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور یہ مقصد صرف نبی پر کتاب نازل کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ کتاب الواح (تختیوں) کی صورت میں یکبارگی نازل کی جائے یا متفرق طور پر تھوڑے تھوڑے کر کے اللہ کے احکام نازل کیے جائیں بلکہ تھوڑے تھوڑے احکام وقتاً فوقتاً نازل کرنا مصلحت اور حکمت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اگر تمام احکام ایک دم نازل کر دیئے جائیں تو ان سب پر فوراً عمل کرنا دشوار ہوگا ف۲۶۹ اس آیت میں بھی یہود کے اعتراض کا جواب ہے' یہود نے کہا: وہ اس قرآن کو منزل من اللہ نہیں مانتے' جو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو' سو آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر چند کہ یہود آپ کی کتاب اور آپ کی نبوت کو نہیں مانتے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے آپ کی طرف جو کچھ نازل فرمایا' وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزات عطا فرمائے اور ان معجزات کی وجہ سے آپ کی تصدیق کرنا واجب ہے اور اگر یہود آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے تو اس سے آپ کو کیا کمی ہوتی ہے جب کہ اس کائنات کا رب اور آپ کا معبود آپ کی تصدیق کرتا ہے اور عرش' کرسی اور آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور یہود تو لوگوں میں سب سے خسیس درجہ کے ہیں' اس لیے یہ اگر آپ کی تصدیق نہیں کرتے تو آپ اس کی پرواہ نہ کریں ف۲۷۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہود نے (سیدنا) محمد ﷺ کی نبوت کا کفر کیا اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شبہات ڈال کر ان کو اسلام لانے سے روکا' مثلاً ان سے کہا: اگر یہ واقعی رسول ہوتے تو آسمان سے یک بارگی کتاب لے کر آتے' جیسے حضرت موسیٰ تورات لائے تھے' اور یہ کہا کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت قیامت تک تبدیل نہیں ہوگی نہ اس میں کوئی نسخ ہوگا' اور انہوں نے کہا: حضرت ہارون اور حضرت داؤد کے سوا اور کسی نسل سے نبی مبعوث نہیں ہو سکتا' ان اقوال کی وجہ سے یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے اور وہ اپنی اس گمراہی کو حق باور کرتے تھے اور اس گمراہی کی وجہ سے دنیا کا مال اور دنیاوی مناصب حاصل کرتے ہیں ف۲۷۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (یہود) کو وعید سنائی کہ ان کی گمراہیوں کی وجہ اور ان پر قائم رہنے اور ان کو حق سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا اور ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں مبتلا رکھے گا ف۲۷۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی نبوت کو ماننے کی عام دعوت دی ہے' خواہ یہود ہوں یا غیر یہود ہوں' سب کو سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ماننے کی دعوت دی ہے' نیز فرمایا: وہ اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں' اس سے مراد یا تو قرآن عظیم ہے کیونکہ قرآن عظیم کلام معجز ہے اور یہ معجزہ آج تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا' سو قرآن مجید کے اعجاز کو دیکھ کر آپ کو نبی مان لو اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آؤ اور یا حق سے مراد دینِ اسلام ہے' آپ نے یہ دعوت دی کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور باطل خداؤں کی پرستش نہ کرو اور یہی عقل سلیم کا تقاضا ہے' سو تم اس دعوت کو قبول کر لو اور آپ کو نبی مان کر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے O اے اہل کتاب! تم اپنے دین

فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى

میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو مسیح عیسیٰ ابن مریم

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ

تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی طرف القا کیا ٢٧٣ اور اس کی روح

مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا

ہے ٢٧٤ سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین (معبود) ہیں (اس قول سے) باز رہو یہ تمہارے لیے

لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا

بہتر ہے ٢٧٥ صرف اللہ ہی واحد مستحق عبادت ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو ٢٧٦ اسی کی

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾ ع

ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے O ٢٧٧

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ

مسیح اللہ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں گے ٢٧٨ اور نہ مقرب

الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ

فرشتے ٢٧٩ اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر کریں تو اللہ ان سب کو اپنے

اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧٢﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

سامنے جمع کرے گا O سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو اللہ ان کو ان کا پورا پورا

٢٧٣ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کا رد کیا ہے اور فرمایا کہ تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو یعنی یہ نہ کہو کہ اللہ عیسیٰ کے بدن میں حلول کر گیا ہے یا ان کے بدن کے ساتھ متحد ہو گیا ہے یا وہ حضرت عیسیٰ کی روح کے ساتھ متحد ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح عقیدہ بیان کیا کہ مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جس کو اس نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی روح ہے ٢٧٤ حضرت عیسیٰ کو اللہ کی طرف سے روح کہنے کی جو متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی نبوت اور تبلیغ کی وجہ سے لوگوں کے دین میں حیات پیدا کرنے کا سبب تھے اور ان میں روحانیت پیدا کرنے کا باعث تھے اس لیے ان کو روح فرمایا جس طرح قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے روح فرمایا: ''وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا'' (الشوریٰ: ٥٢) ٢٧٥ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں یا تین اقانیم ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہے اور ان میں سے ہر ایک کامل خدا ہے اور ان کا مجموعہ بھی ایک خدا ہے کیونکہ اس نظریہ سے اس توحید خالص کا انکار ہوتا ہے جس کی دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور تثلیث کو جمع کرنا غیر معقول ہے اور اجتماع الاضداد ہے اللہ تعالیٰ نے تثلیث کے قائلین کو کافر قرار دیا ہے: ''لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' (المائدہ: ٧٣) بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: یقیناً اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ سوا ایک مستحق عبادت کے اور کوئی مستحق عبادت نہیں ٢٧٦ اس آیت کا معنی ہے: اللہ واحد ہے مستحق عبادت ہے وہ تعدد اجزاء اور اقانیم سے منزہ ہے اور نہ ہی وہ اجزاء سے مرکب ہے کیونکہ مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور جو کسی کی طرف محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا وہ سبحان ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو یا اس کا کوئی شریک ہو ٢٧٧ تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب اللہ کی مملوک ہیں اور مسیح بھی اللہ کا مملوک ہے اور بیٹا مملوک نہیں ہوتا اور کائنات کی ہر چیز اس کے احکام کے تحت مسخر ہے سب اس کے مقدور ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا O'' (مریم: ٩٣) آسمان اور زمین کی ہر چیز بندگی کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والی ہے O جب آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اور سب لوگ اس کے بندے مملوک اور مخلوق ہیں تو اس کا بیٹا کیسے ہو گا ٢٧٨ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کا وفد آیا اور انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ ہمارے صاحب کو برا کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے پوچھا: تمہارا صاحب کون ہے؟ انہوں نے کہا: عیسیٰ (علیہ السلام) آپ نے فرمایا: میں ان کے متعلق کیا کہوں وہ اللہ کے بندے ہیں انہوں نے کہا: نہیں! وہ اللہ ہے آپ نے فرمایا: ان کے لیے اللہ کا بندہ ہونا عار نہیں ہے انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ عار ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ٢ ص ٢٦٢) ٢٧٩ عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے کا شبہ اس وجہ سے ہوتا تھا کہ حضرت عیسیٰ غیب کی خبریں دیتے تھے اور ان سے کئی امور خارق للعادت ظاہر ہوئے انہوں نے مُردوں کو زندہ کیا اور بیماروں کو تندرست کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صرف اتنی قدرت سے کسی کو اللہ کی عبادت سے عار نہیں آتی۔ دیکھو ملائکہ مقربین کو اس سے زیادہ غیب کا علم ہے کیونکہ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور ان کی قوت بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ ان میں آٹھ فرشتے اللہ کے عظیم عرش کو اٹھائے رہتے ہیں پھر جب مقرب فرشتے اس قدر عظیم علم اور قدرت کے حامل ہونے کے باوجود اللہ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو حضرت عیسیٰ اس سے کم علم اور قدرت کے ساتھ متصف ہونے پر کیسے اللہ کی عبادت کو باعث عار قرار دیں گے؟ (تفسیر کبیر ج ٣ ص ٣٤٦)

أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا

اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ اجر دے گا ۲۸۰ اور جن لوگوں نے (عبادت کو)

وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُم

عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ ان کو درد ناک عذاب دے گا اور وہ لوگ اللہ کے

مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم

سوا اپنا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے ○ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب

بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ

کی طرف سے قوی دلیل آ گئی ۲۸۱ اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے ○ ۲۸۲ سو جو لوگ

آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ

اللہ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے اس (کے دامنِ رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت

وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾ يَسْتَفْتُونَكَ

اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف پہنچانے والا سیدھا راستہ دکھائے گا ○ ۲۸۳ آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں

قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں

وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن

باپ) ۲۸۴ اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر

لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِن

اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر

ف۲۸۰ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ان کا اجر یہ ہے کہ اللہ انہیں جنت میں داخل کر دے گا اور اپنے فضل سے جو ان کو زیادہ اجر دے گا' وہ ان لوگوں کے لیے شفاعت کرنا ہے' جنہوں نے ان کے ساتھ دنیا میں کوئی نیکی کی تھی۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۴۶۲' ج ۱۰) ف۲۸۱ اس سے پہلی آیتوں میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق کفار' منافقین اور یہود و نصاریٰ کے تمام شبہات کا ازالہ کیا اور اب اس آیت میں اس وقت کے تمام فرقوں کو عمومی طور پر آپ کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا' اس آیت میں فرمایا ہے کہ تمہارے پاس برہان یعنی قوی دلیل آ گئی' اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے ف۲۸۲ اس آیت میں قرآن مجید کو نور مبین فرمایا گیا ہے' نور اس چیز کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کر دے' قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت میں حدِ اعجاز کی وجہ سے خود ظاہر ہے اور احکامِ شرعیہ' ماضی اور مستقبل کی خبروں اور عقائد صحیحہ اور اسرار کونیہ بیان کرنے والا اور ظاہر کرنے والا ہے ف۲۸۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے تین وعدے کیے ہیں: رحمت' فضل اور ہدایت کے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: رحمت سے مراد جنت ہے' اور فضل سے مراد جنت کی وہ نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا' اور صراطِ مستقیم کی ہدایت سے مراد ہے: دینِ مستقیم کی ہدایت' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صراطِ مستقیم کی ہدایت سے مراد ہو: اللہ عزوجل کا دیدار اور عالمِ قدس کے انوار' یعنی پہلی دو نعمتیں جسمانی لذت پر مشتمل ہیں اور آخری نعمت روحانی لذت کے حصول کا نام ہے ف۲۸۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے' اس وقت میں بیمار تھا' ہوش میں نہیں تھا' آپ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری میراث کس کے لیے ہوگی؟ میرا وارث تو کلالہ ہوگا تو فرائض کی آیت نازل ہوئی' صحیح مسلم میں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ'' (النساء: ۱۷۶) (صحیح البخاری: ۱۹۴' ج ۱' صحیح مسلم: ۱۶۱۶' ج ۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کلالہ وہ ہوتا ہے جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد' کیونکہ اس وقت حضرت جابر کی صرف بہنیں تھیں' نہ والدین تھے نہ اولاد۔

كَانُوٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ۲۸۵

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۲۸۶

(۵) سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۲) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۱۲۰ رکوعاتھا ۱۶

سورۃ المائدہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں سولہ رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو ۱ تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ

کیے گئے ہیں ۲ ماسوا ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا ۳ لیکن تم حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ

بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے ۴ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو ۵ اور نہ حرمت

اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ

والے مہینہ کی ۶ اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی ۷ اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے

الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا

ہوں ۸ اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں ۹ اور جب

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ

تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو ۱۰ اور کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس پر نہ اکسائے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام

منزل ۲

ف۲۸۵ جو شخص کلالہ ہونے کی حالت میں فوت ہو اس آیت میں اس کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے چار احوال بیان ہوئے ہیں: (۱) ایک شخص فوت ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو تو اس کو اس کے ترکہ میں سے نصف ملے گا' پھر اگر اس کے عصبات ہیں تو باقی ترکہ ان کو ملے گا ورنہ وہ باقی نصف بھی اسی بہن کو مل جائے گا (۲) ایک عورت فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو اس عورت کا تمام مال اس بھائی کو مل جائے گا' اسی طرح اگر ایک شخص فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو وہ بھی اس کے تمام ترکہ کا وارث ہو گا (۳) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کی صرف دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو ان بہنوں کو دو تہائی ملے گا (۴) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کے وارث صرف بھائی اور بہن ہوں تو ان بہن بھائیوں میں اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا' بایں طور کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا ف۲۸۶ اس سورت کے شروع میں فرمایا گیا تھا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے اور اس سورت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے' اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلالت کرتی ہے اور علم اور قدرت ہی ایسے دو وصف ہیں' جن پر بناء الوہیت ہے کیونکہ جس کو علم نہ ہو کہ اس کی مخلوق اس کی اطاعت کر رہی ہے یا نہیں' وہ خدا نہیں ہو سکتا اور جس کو علم تو ہو لیکن وہ اطاعت کرنے والوں کو جزا دینے پر اور نافرمانی کرنے والوں کو سزا دینے پر قادر نہ ہو' وہ بھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے خصوصیت کے ساتھ ان کے ذاتی علم اور ذاتی قدرت کی نفی کی ہے' حالانکہ ان کا کوئی وصف بھی ذاتی نہیں ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ المائدہ: ف۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں' اس کی اطاعت کریں' جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے' ان کو حلال قرار دیں اور جن کو اس نے حرام کیا ہے' ان کو حرام قرار دیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۶۴) ف۲ ''بھیمۃ'' اس جانور کو کہتے ہیں جو بے عقل ہو اور عرف میں یہ خشکی کے چار پاؤں والے جانوروں کے ساتھ خاص ہے اور ''انعام'' اونٹ' گائے اور بکریوں کو کہتے ہیں اور جو جانور ان کے ساتھ ملحق ہیں' جیسے بھینس' بھیڑ اور ہرن وغیرہ ف۳ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا بیان (المائدہ: ۳) میں بیان کیا گیا ہے ف۴ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے لیے ہر قسم کا شکار کرنا جائز نہیں ہے' لیکن ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم پر صرف خشکی کا شکار کرنا ممنوع ہے' اور سمندری شکار کرنا جائز ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا'' (المائدہ: ۹۶) تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام (اس کی پھینکی ہوئی مچھلیاں وغیرہ) حلال کر دی گئی ہیں' تمہارے لیے (بھی) اور تمہارے مسافروں کے لیے (بھی) اور جب تک تم محرم ہو تم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے ف۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''شعائر اللہ'' سے مراد ہے: مناسکِ حج' مشرکین کعبہ کا حج کرتے تھے' ہدی بھیجتے تھے' مشاعر کی تعظیم کرتے تھے اور سفرِ حج میں تجارت کرتے تھے' مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۷۲) ف۶ حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اسی ہیئت پر آ چکا ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' سال میں بارہ مہینے ہیں' ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں' تین مہینے متواتر ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' رجب کا مہینہ جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے' الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۴۴۰۶' ج ۵) ف۷ ''ھدی'' کا معنی ہے: وہ اونٹ' بکری یا گائے جس کو حرم میں قربان کیا جائے ف۸ ''قلائد'' ''قلادۃ'' کی جمع ہے' ہدی کے گلے میں قربانی کیے جانے کی نشانی کے طور پر اون کا ہار' یا جوتی یا درخت کی چھال ڈال دی جاتی ہے' اس کو قلادہ کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کے گلوں میں قلائد ڈالے جاتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۷۶) ف۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوں' (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ
میں آنے سے روک دیا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے

التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ
کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو ۱۱ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ
اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○ تم پر حرام کیا گیا مردار ۱۲ اور خون ۱۳ اور

لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ
خنزیر کا گوشت ۱۴ اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو ۱۵ اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور

وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَ
بلندی سے گر کر مرا ہوا اور سینگ لگنے سے مرا ہوا ۱۶ اور جس کو درندے نے کھایا ہو ۱۷ ماسوا اس کے جس کو تم نے (زندہ پاکر) ذبح کر لیا ۱۸

مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ
اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا ۱۹ اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام)

اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ
فسق ہیں ۲۰ آج کفار تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے سو تم ان سے نہ ڈرو اور

اخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
مجھ ہی سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا

وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ
اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین پسند کر لیا ۲۱ پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھالے)

ف۱۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "بر" (نیکی) اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے "بر" سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد ہر اس کام سے اجتناب ہے جس کو کرنے سے شریعت نے روکا ہے اور فرمایا کہ گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ گناہ سے مراد ہر وہ کام ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہو اور ہر وہ کام جس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو انسان ناپسند کرتا ہے اور ظلم کا معنی ہے: دوسروں کے حقوق میں تعدی اور تصرف کرنا اور "اثم" اور "عدوان" سے مراد وہ تمام جرائم ہیں جن کی وجہ سے انسان اخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے' یہ آیت جوامع الکلم سے ہے اور یہ ہر خیر و شر اور ہر معروف و منکر کے حکم کو شامل ہے ف۱۲ اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مرجائے' اس کو "میتۃ" کہتے ہیں' اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے ف۱۳ اس آیت میں خون کو حرام کیا گیا ہے' اس سے مراد بہنے والا خون ہے ف۱۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے خمر (انگور کی شراب)' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام فرما دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٢٣٦' ج ٣) ف۱۵ "وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" کا معنی ہے: جس پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے اور یہ وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ "اھلال" کا معنی ہے: چاند دیکھ کر بلند آواز سے چلانا' پھر ہر بلند آواز کو "اھلال" کہا گیا' نوزائیدہ بچے کے رونے کو بھی "اھلال" کہتے ہیں۔ (المفردات ص ٥٤٤) ف۱۶ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "منخنقۃ" وہ ہے جس کا گلا گھونٹا جائے اور وہ مرجائے۔ "موقوذۃ" وہ ہے جس کو لکڑی سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مرجائے۔ "متردیۃ" وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مرجائے اور "نطیحۃ" وہ ہے جس کو دوسری بکری نے سینگ مارا ہو' اگر اس کی دم یا آنکھ ہل رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھالو۔ (صحیح البخاری ج ٦' کتاب الصید والذبائح: ٧٢' باب: ١) ف۱۷ کسی درندے مثلاً شیر' چیتے یا بھیڑیے نے کسی حلال جانور کو چیر پھاڑ کر زخمی کر دیا ہو اور اس کے کل یا بعض حصہ کو کھالیا ہو' اس کا کھانا بالاجماع جائز نہیں ہے ف۱۸ قتادہ نے بیان کیا کہ "لحم الخنزیر" کے سوا باقی تمام کو "الا ما ذکیتم" کا استثناء لاحق ہے۔ جب تم دیکھو کہ وہ جانور پلک جھپکا رہا ہے' دم ہلا رہا ہے یا اس کی ٹانگ مضطرب ہو رہی ہے تو تم اس کو ذبح کر دو' اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٩٦) ف۱۹ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کیے گئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پتھروں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور بیت اللہ کے سامنے جو خون بہتا' اس کو ان پتھروں پر چھڑکتے تھے' اسی کو "انصاب" کہا گیا ہے ف۲۰ زمانہ جاہلیت میں یہ تیر کاہنوں کے پاس ہوتے تھے' جن میں سے کسی پر لکھا ہوتا تھا: مجھے حکم دیا ہے اور کسی پر لکھا ہوتا تھا: مجھے منع کیا ہے اور کوئی تیر سادہ ہوتا تھا' جب کوئی شخص سفر' شادی یا کسی نئے کام کا ارادہ کرتا تو وہ کاہن کے پاس جاتا اور تیر سے فال نکالتا۔ اگر اس کا تقاضا ہوتا کہ وہ اس کام کو کرے تو وہ کام کرتا ورنہ وہ اس سے رُک جاتا اور اگر سادہ تیر نکل آتا تو دوبارہ فال نکالتے۔ (جامع البیان ج ٦ ص ١٠٣) ف۲۱ یہ آیت حجۃ الوداع کے سال یوم عرفہ کو بروز جمعہ نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ٦ ص ١٠٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک یہودی کے سامنے یہ آیت پڑھی: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الآیہ" تو اس یہودی نے کہا: اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی: یوم الجمعہ اور یوم عرفہ کو۔ (سنن ترمذی: ٣٠٥٥' ج ٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور عرفہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے۔ ہاں! شرعی اور اصطلاحی عید تو صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں اور یوم عرفہ اور یوم جمعہ عرفاً عید ہیں اور جس دن کوئی نعمت اور خوشی حاصل ہو' وہ بھی عرفاً عید کا دن ہے اور تمام نعمتوں کی اصل سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے' سو جس دن یہ عظیم نعمت حاصل ہوئی ہے' وہ تمام عیدوں سے بڑھ کر عید ہے اور یہ بھی عرفاً عید ہے' شرعاً عید نہیں ہے' اس لیے مسلمان ہمیشہ سے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے دن بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی مناتے ہیں۔

مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ

دراں حالیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے O ٢٢ (اے رسول مکرم!) آپ سے

اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ

پوچھتے ہیں ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں ٢٣ اور جو تم نے شکاری جانور

مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ

سدھالیے ہیں دراں حالیکہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے

عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سو اس (شکار) سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں ٢٤ (اور شکار چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٤ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ

اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے O آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کردی گئیں ٢٥ اور اہل کتاب

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ

کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور آزاد پاک دامن

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) ٢٦

قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ

جب تم ان کے مہر ان کو ادا کردو دراں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ علانیہ بدکاری کرنے والے

وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے ٢٧ اور جس نے ایمان (لانے) کے بعد کفر کیا تو بے شک اس کا عمل

ف ٢٢ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا کھانا مسلمانوں پر عام حالات میں حرام کردیا ہے اس سے ضرورت کے احوال مستثنیٰ ہیں ف ٢٣ اس آیت میں فرمایا ہے: تمہارے لیے طیبات کو حلال کردیا ہے طیبات وہ چیزیں ہیں جن کی تحریم میں نص وارد نہ ہو نہ ان کی حرمت پر اجماع ہو اور نہ قیاس سے ان کی حرمت ثابت ہو ف ٢٤ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس جانور کے ساتھ شکار کھیلا جائے وہ سدھایا ہوا ہو نیز وہ زخمی کرنے والا بھی ہو اس کو بسم اللہ پڑھ کر بھیجا جائے اس بھیجے ہوئے جانور کے ساتھ دوسرا جانور شریک نہ ہو اور وہ جس جانور کا شکار کرے وہ بھی فی نفسہٖ حلال ہو۔ غلیل کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کے حکم کے متعلق حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ٣ ص ٧٧ تا ٨٤ کا مطالعہ فرمائیں ف ٢٥ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ غلہ پھل اور میوہ جات وغیرہ مراد نہیں ہیں کیونکہ ذبیحہ وہ ہے جس کے طعام ہونے میں انسان کا دخل ہے باقی کھانے پینے کی چیزیں تمام لوگوں کے لیے مباح ہیں اس لیے ان کی اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ جو شخص آسمانی دین کا معتقد ہو اور اس کے پاس کتاب ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف یا حضرت شیث کے یا حضرت داؤد کی زبور ہو وہ اہل کتاب میں سے ہے اور ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ٢ ص ٢٨٩) ف ٢٦ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں بنیادی اُمور مشترک ہیں: اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کو آسمانی کتابوں کو انبیاء علیہم السلام کو مرنے کے بعد اٹھنے کو جزا اور سزا کو سب مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے اہل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ٣ ص ٩٢ کا مطالعہ فرمائیں ف ٢٧ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے جب کہ تم آزاد عورتوں سے نکاح کر کے اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ نہ ظاہراً بدکاری کرو نہ خفیہ طریقہ سے بدکاری کرو یعنی صحیح اور قانونی طریقہ سے خواہش پوری کرو اور علانیہ اور خفیہ طریقہ سے بدکاری سے اجتناب کرو۔

عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے ○ ۲۸ اے ایمان والو! جب تم نماز

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

پڑھنے کا ارادہ کرو ۲۹ (اور تم بے وضو ہو) تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ

اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو ۳۰ اور اگر

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ

تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا

جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا

تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پس تم پانی کو نہ پاؤ

مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو ۳۱ سو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں

مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ

پر اس پاک مٹی سے مسح کرو ۳۲ اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن وہ تم کو خوب پاک

لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦ وَ

کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دے تاکہ تم شکر ادا کرو ○ اور

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ

تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے پختگی کے ساتھ تم سے لیا ہے

ع ۵

ف۲۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعید بیان فرمائی کہ اگر کسی شخص نے ان احکام شرعیہ کی جائز سمجھ کر مخالفت کی تو وہ کافر ہو جائے گا' دنیا میں اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہوگا' اس آیت میں ایمان لانے کے بعد کفر کرنے سے یہی مراد ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ف۲۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو اور اس وقت تم بے وضو ہو تو تم پر وضو کرنا فرض ہے' اور جب کوئی شخص باوضو ہو تو اس پر نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب نہیں ہے' وہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے' البتہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کرتے تھے' راوی نے پوچھا: آپ کیا کرتے ہیں؟ حضرت انس نے کہا: ہم میں سے کسی ایک شخص کے لیے وضو کافی ہوتا ہے جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۱۴' ج ۱) ف۳۰ وضو کے فرائض میں سے پورے چہرے کا دھونا فرض ہے۔ سر کے بال جہاں سے اُگنے شروع ہوتے ہیں وہاں سے ٹھوڑی کے نچلے حصہ تک چہرہ کی لمبائی ہے اور دونوں کانوں کا درمیانی حصہ چوڑائی ہے۔ جس آدمی کی چھدری ڈاڑھی ہو' اس پر بالوں کو اور بالوں کے نیچے کھال کو دھونا ضروری ہے اور جس کی ڈاڑھی گھنی ہو' وہ صرف بالوں میں خلال کرے' ڈاڑھی کا دھونا اس پر واجب نہیں۔ وضو میں ہاتھوں کا دھونا بھی فرض ہے' انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنیوں تک ہاتھ ہیں اور کہنیاں بھی ہاتھ میں داخل ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور بعض مشائخ احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔ اسی طرح قرآن مجید' احادیث اور اجماع علماء سے وضو میں پیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہے اور وضو میں پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ف۳۱ جو شخص سفر کے دوران پانی نہ پائے یا وہ شخص شہر سے باہر ہو اور شہر اس سے ایک میل (انگریزی ڈیڑھ میل) یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو وہ پاک مٹی سے تیمم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا'' (المائدہ: ۶) پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے خواہ اس کو دس سال تک پانی نہ ملے' سو جب اس کو پانی مل جائے تو وہ اس سے اپنی کھال تر کرے یعنی وضو کرے' یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۱) ف۳۲ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی پر دو بار ہاتھ مارے۔ ایک بار ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملے اور دوسری بار کہنیوں سمیت ہاتھوں پر ملے' ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑے' تاکہ چہرہ خراب نہ ہو۔

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ دلوں کی باتوں

الصُّدُوْرِ ۞ ٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ

کو جاننے والا ہےO ۳۳ع اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے

بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ

والے ہو جاؤ دراں حالیکہ تم انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو ۳۴ع کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

تم عدل کرتے رہو ۳۵ع وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو ۳۶ع بے شک اللہ تمہارے کاموں کی

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ ٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا

بہت خبر رکھنے والا ہےO ۳۷ع جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ ٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

ان سے اللہ نے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہےO اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۞ ١٠ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ

کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیںO اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ ١١ ع

ہاتھوں کو روک لیا ۳۸ع اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیےO

ف۳۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی اور اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا' جب تم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ تمہیں خوشی ہو یا رنج' سہولت ہو یا تنگی' ہر حال میں تم اللہ کے احکام سن کر قبول کرو گے اور اس کی اطاعت کرو گے اور تم نے یہ کہا تھا: آپ ہمیں جس چیز کا حکم دیں گے' ہم اس کو بجالائیں گے اور جس کام سے منع کریں گے' اس سے باز رہیں گے اور تم پر یہ بھی اللہ کا انعام تھا کہ تم نے یہ عہد کیا' سواے مسلمانو! تم اپنے اس عہد کو پورا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں دائمی نعمتیں عطا فرمائے ف۳۴ اس آیت میں دو حکم ہیں: (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنا اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا خلاصہ بھی دو چیزیں ہیں' اللہ کی تعظیم اور بندوں پر شفقت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں' اور حق پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا' اس کا تعلق اللہ کی تعظیم کے ساتھ ہے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا' اس کا تعلق بندوں پر شفقت کے ساتھ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے قرابت داروں اور دوستوں کی محبت کی وجہ سے شہادت دینے میں کوتاہی یا کمی نہ کرو اور اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے بغض کی وجہ سے شہادت میں کوئی ردّ و بدل نہ کرو' صرف انصاف کی رُو سے شہادت دو' خواہ اس سے تمہارے دوستوں کو نقصان پہنچے یا تمہارے دشمنوں کو فائدہ پہنچے ف۳۵ اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ کسی قوم کے ساتھ بغض تمہیں اس کے ساتھ بے انصافی کرنے پر نہ اُبھارے' بایں طور کہ تم حد سے تجاوز کرو' بلکہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ بُرائی کی ہو اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ پیش آؤ' خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ بدی اور بُرائی کی ہو اور مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ عدل اور انصاف کرو اور کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہ کرو ف۳۶ تقویٰ کے معنی ہیں: خوف خدا کی وجہ سے گناہوں سے اجتناب کرنا' اور جو شخص عدل کرتا ہے' وہ گناہوں سے اجتناب کے زیادہ قریب ہوتا ہے ف۳۷ یعنی اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور وہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے' سو اگر تم نے کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دی یا کسی کے حق میں جھوٹی گواہی دی اور بے انصافی کی تو وہ اللہ سے مخفی نہیں ہے' پھر صحیح اور سچی گواہی پر اجر و ثواب کی بشارت دی اور جھوٹی گواہی پر عذاب کی وعید سنائی ف۳۸ یزید بن ابی زیاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بنونضیر کے پاس ایک دیت کے معاملہ میں گئے (دو عامری مسلمانوں کو عمر بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا۔ آپ یہودیوں سے ان کی دیت وصول کرنے تشریف لے گئے تھے) آپ نے یہودیوں سے فرمایا: اس دیت (کی وصول یابی میں) میری مدد کرو۔ انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوالقاسم! اب آپ کو ہم سے کام درپیش ہوا ہے۔ آپ بیٹھیے ہم آپ کو کچھ کھلاتے ہیں اور آپ کا مطلوب مہیا کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب بیٹھ گئے اور اس کا انتظار کرنے لگے۔ آپ سے یہ گفتگو حُیی بن اخطب نے کی تھی' وہ یہودیوں کا سردار تھا' اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا' جس قدر اب یہ تمہارے قریب ہیں' اس سے زیادہ قریب تم ان کو کبھی نہ پاؤ گے۔ ان کو پتھروں سے مار کر قتل کر دو' پھر اس کے بعد تم کو کبھی مصیبت کا سامنا نہیں ہوگا' وہ چکی کا ایک بہت بڑا پاٹ لے کر آئے تا کہ اس کو آپ پر گرا دیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے آپ کو بچالیا اور جبرائیل آپ کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ

اور بے شک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا' اور ان میں سے ہم نے بارہ نگران

اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ

مقرر کیے' ۳۹ اور اللہ نے فرمایا: بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں' ۴۰ البتہ اگر تم نے نماز قائم رکھی

وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ

اور زکوۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے ۴۱ اور تم نے ان کی تعظیم کے ساتھ مدد کی ۴۲ اور اللہ کو اچھا

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ

قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا' اور میں تم کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ

گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' سو تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ⑫ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ

بے شک سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا ○ تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ۴۳

لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ

ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا' ۴۴ وہ (اللہ کے) کلام کو اس کے مقامات سے بدل

مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ

دیتے ہیں' ۴۵ اور جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی' اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا ۴۶ اور آپ ان کی خیانت

عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ

پر ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے ۴۷ ماسوا چند لوگوں کے' ۴۸ آپ ان کو معاف کیجئے اور درگزر کیجئے'

ف ۳۹ اس آیت میں "نقیب" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور "نقیب" قوم کے اس رئیس کو کہتے ہیں جو قوم کے احوال کی تفتیش بھی کرتا ہو اور ان میں مؤثر بھی ہو۔ (المفردات ص ۵۰۳) ف ۴۰ اس کا معنی ہے: علم اور قدرت سے تمہارے ساتھ ہوں یعنی میں تمہارا کلام سن رہا ہوں اور تمہارے افعال دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں تم کو اس کی جزا دینے پر قادر ہوں اور اگر تم اس عہد کو پورا نہیں کرو گے تو میں تم کو اس کی سزا دینے پر قادر ہوں ف ۴۱ اس آیت میں نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کو پہلے ذکر کیا اور رسولوں پر ایمان لانے کو بعد میں ذکر کیا' جب کہ بہ ظاہر رسولوں پر ایمان لانے کا پہلے اور نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کا بعد میں ذکر ہونا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہود اس کا اقرار کرتے تھے کہ نجات کے لیے نماز پڑھنا اور زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے' اس کے باوجود وہ بعض رسولوں کے انکار پر اصرار کرتے تھے' اس لیے ان سے فرمایا کہ تم میرے رسولوں پر ایمان لاؤ' ورنہ اس کے بغیر محض نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے سے تمہاری نجات نہیں ہوگی ف ۴۲ اس آیت میں فرمایا: "وعزرتموھم" تم نے رسولوں کی تعزیر کی' تعزیر کا معنی ہے: تعظیم کے ساتھ مدد کرنا' تعزیر حد سے کم درجہ کی سزا کو بھی کہتے ہیں' اور یہ بھی ایک قسم کی نصرت ہے کیونکہ جس شخص میں کوئی ایسی خصلت ہو جس سے اس کو دنیا اور آخرت میں ضرر پہنچے تعزیر کے ذریعے اس خصلت کو مٹا کر اس کی نصرت کی جاتی ہے' اسی طرح تادیب ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس کا معنی تعظیم کے ساتھ مدد کرنا ہے۔ (المفردات ص ۳۳۳) ف ۴۳ اس آیت میں یہود کے عہد توڑنے کا ذکر ہے' ان کے عہد توڑنے کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ وہ بعض نبیوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے اور دوسری یہ کہ وہ تورات میں مذکور نبی ﷺ کی صفات چھپاتے تھے ف ۴۴ اللہ تعالیٰ کی لعنت کرنے کی کئی تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا' دوسری یہ کہ ان کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا اور تیسری یہ کہ ان پر جزیہ مقرر کر دیا' نیز فرمایا: ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ایسا کر دیا کہ وہ دلائل دیکھنے کے باوجود حق کو قبول نہیں کریں گے ف ۴۵ یہود تورات کی آیتوں میں رد و بدل کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے عبارات بنا کر آیات میں شامل کر دیتے ہیں' جیسا کہ اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے' حسب ذیل آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: "فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" (البقرہ: ۷۹) ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے جو اللہ کی کتاب میں (اپنی طرف سے) لکھیں' پھر کہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے ف ۴۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی وساطت سے ان سے جو عہد لیا تھا کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے' اس عہد کو انہوں نے پورا نہیں کیا ف ۴۷ اس سے مراد یہود بنو نضیر ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اس دن قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا جب آپ عامریوں کی دیت وصول کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے آگاہ کر دیا اور آپ وہاں سے بہ حفاظت سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٢١٤) ف ۴۸ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب' آپ ان سے خیانت کا خوف نہ کریں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا إِنَّا نَصٰرٰٓى

بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۰ اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا ہم

أَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

نصاریٰ ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ

ان کے درمیان عداوت اور بغض کو روز قیامت تک لازم کر دیا اور عنقریب اللہ انہیں ان کاموں

اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ

کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے۰ وا۴ اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا

رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ

جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے وف۵

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۰ وا۵

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ

اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اذن سے

مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ بِإِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ إِلٰى صِرَاطٍ

ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ

ہدایت دیتا ہے۰ وا۵ بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا: یقیناً مسیح ابن مریم

وف۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے نصاریٰ سے بھی اس بات کا پختہ عہد لیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے لیکن انہوں نے بھی یہود کی طرح اس عہد کو توڑ دیا اور انہوں نے اپنے دین کے احکام پر عمل نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف عداوت اور بغض کو ڈال دیا' وہ روز قیامت تک اسی مخالفت پر برقرار رہیں گے۔ عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں' جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو ان کے کاموں کی خبر دے گا' جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر افتراء باندھا' اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کو منسوب کیا اور اس کا شریک بنایا اور آخرت میں ان کو ان کے شرک کی سزا دے گا وف۵ یہود رجم کو چھپاتے تھے اور جن یہودیوں نے منع کرنے کے باوجود ہفتہ کے دن شکار کیا' اس کی پاداش میں ان کو بندر بنا دیا گیا' اس کو بھی وہ چھپاتے تھے' اور سیدنا محمد ﷺ نے ان اُمور کو بیان فرما دیا اور بہت سی باتیں جن کو یہود چھپاتے تھے' ان کو نبی ﷺ نے نہیں بیان فرمایا کیونکہ ان کے بیان سے دین کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی وا۵ (اس آیت میں) نبی ﷺ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے' کیونکہ آپ اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ دونوں قرآن کے وصف ہیں اور عطف کے لیے لفظی تغایر کافی ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں نبی ﷺ کی نعت اور صفت ہوں۔ آپ نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ کا کامل ظہور ہے اور آپ کتاب مبین ہیں' کیونکہ آپ اسرار کے جامع ہیں اور احکام' احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ا ص ۱۱۴) اور اکثر مفسرین کا مختار یہی ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد ﷺ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے' البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد نور ہدایت اور نور معنوی ہے یا اس سے مراد نور حسی ہے' جیسے چاند اور سورج کا نور ہے۔ امام ابن جریر' علامہ سمرقندی حنفی' قاضی بیضاوی شافعی' علامہ احمد خفاجی حنفی' ملا علی قاری حنفی اور علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نور ہدایت ہیں اور علامہ آلوسی اور بعض دیگر علماء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نور حسی ہیں۔ تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۳۴ تا ۱۳۹ کو ملاحظہ فرمایئے وا۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین فائدے بیان فرمائے ہیں: ایک یہ کہ جو شخص اللہ کی رضا کی پیروی کرے اس کو قرآن مجید اخروی عذاب سے سلامتی اور نجات کے راستہ کی ہدایت دیتا ہے' دوسرا یہ کہ وہ مؤمنوں کو کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور توحید کی روشنی میں لاتا ہے اور تیسرا یہ کہ وہ دین کے احکام پر عمل کرنے کے لیے صحیح اور سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ

ہی اللہ ہے" آپ کہیے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریمؑ اس کی ماں اور تمام روئے زمین والوں

الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ

کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے؟ ف۵۳ اور اللہ ہی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ

ہر چیز پر قادر ہےO ف۵۴ اور یہود و نصاریٰ نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے

اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

اور اس کے محبوب ہیں' ف۵۵ آپ کہیے: پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا' بلکہ تم ان

بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ

میں سے بشر ہو جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے' اللہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا' ف۵۶ اور اللہ

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

ہی کی ملکیت میں ہیں تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' اور اسی کی طرف لوٹنا ہےO

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو انقطاع رُسل کی مدت کے بعد ف۵۷ تمہارے لیے

مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ

(احکام شرعیہ) بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا'

ف۵۳ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم فاسد کا رد کیا' اور فرمایا: اے نبی! آپ عیسائیوں سے یہ کہیے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں سے موت کو دور کرنے پر کون قادر ہے؟ بلکہ اگر وہ تمام مخلوق کو فنا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو ہلاک کرنے پر قادر ہے' کوئی اس کے فیصلہ کو رد کر سکتا ہے نہ اس کے حکم کو ٹال سکتا ہے۔ اس کی مشیت اور ارادہ کے مقابلہ میں کسی کا زور نہیں اور جب مسیح اپنے نفس سے اور اپنی ماں سے ہلاکت اور موت کو دور نہیں کر سکتے تو وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ ف۵۴ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ حقیقت میں وہ ہے جو مالک علی الاطلاق ہو اور اس کا تصرف آسمانوں اور زمینوں میں نافذ ہو اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو انسان' جن' فرشتے اور جس قدر بھی مخلوقات ہیں' ان سب پر اس کی سلطنت اور حکومت ہو' اور اللہ ہی اپنی حکمت اور ارادہ سے مخلوق کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش کے لیے مرد اور عورت کے اختلاط کو ظاہری سبب بنایا' لیکن اس نے چاہا تو مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا اور اس نے چاہا تو عورت کے بغیر حضرت حوا کو پیدا کر دیا اور اس نے چاہا تو مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح قادر ہے ف۵۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے پاس (یہود میں سے) نعمان بن رضاء' بحری بن عمرو اور شاس بن عدی آئے اور آپ سے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور ان کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' انہوں نے کہا: اے محمد! آپ ہمیں کیوں ڈرا رہے ہیں' ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں' جس طرح عیسائیوں نے کہا تھا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۲۴) ف۵۶ اس کا معنی یہ ہے کہ اے جھوٹو! اگر واقعی ایسا ہی ہے تو اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ کیوں کہ کوئی شخص اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا اور تم خود اقرار کرتے ہو کہ اللہ تمہیں عذاب دے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ جتنے دن انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی' اتنے دن ان کو عذاب ہو گا اور یہ مدت چالیس دن تھی حالانکہ باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی شخص اپنے دوست کو عذاب نہیں دیتا۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۲۵) ف۵۷ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے اہل کتاب! فترت کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا' جب کسی چیز کی حدت اور تیزی ختم ہو جائے اور اس کا پہلا اثر منقطع ہو جائے تو اس کو فترت کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں دو نبیوں کے درمیان اس زمانہ کو فترت کہتے ہیں جس میں کوئی رسول نہ آیا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا' اس لیے یہ زمانہ فترت تھا۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

پس بے شک تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے ۵۸ اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ۱۹ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

قادر ہے O اور (یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم پر جو اللہ نے انعام کیے ہیں

عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ

اس کو یاد کرو جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بنایا ۵۹ اور تم کو بادشاہ بنایا ۶۰ اور تم کو

مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۲۰ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ

وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا O ۶۱ اے میری قوم! اس ارضِ مقدسہ میں جا

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ

ہو جاؤ ۶۲ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۲۱ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ

تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے O انہوں نے کہا: اے موسیٰ! اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جسموں والے لوگ ہیں ۶۳

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

اور ہم اس زمین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں پھر اگر وہ اس سے نکل گئے

فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۲۲ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے O ۶۴ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا:

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ

تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم ہی

ف۵۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل' حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہم نے یہودیوں سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو' بخدا! تم کو یقیناً معلوم ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی بعثت سے پہلے تم ہم سے آپ کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کی صفات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ وہب بن یہوذا اور رافع نے کہا: ہم نے تم سے یہ نہیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کوئی کتاب نازل کی اور نہ کسی رسول کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا' تب ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۹) ف۵۹ اس آیت میں نبیوں سے مراد عام ہے' خواہ وہ انبیاء مقدم ہوں یا مؤخر اور کسی امت میں اتنے انبیاء مبعوث نہیں کیے ہیں جتنے انبیاء بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے تھے۔ (روح المعانی ج ۶ ص ۱۰۵) ف۶۰ اس آیت میں بنو اسرائیل پر دوسری نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملوک (بادشاہ) بنایا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب کسی شخص کے گھر میں کوئی انسان اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو سکے تو وہ ملک (بادشاہ) ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا: کیا ہم فقراء اور مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبد اللہ نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بیوی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر پوچھا: کیا تمہاری رہائش کے لیے گھر ہے' اس نے کہا: ہاں! فرمایا: تم اغنیاء میں سے ہو' اس نے کہا: میرا ایک خادم بھی ہے' فرمایا: پھر تم بادشاہوں میں سے ہو۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا: ان کو اس لیے ملوک فرمایا کیونکہ ان پر من و سلویٰ نازل ہوا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۸۳) ف۶۱ اس سے ان میں بہ کثرت انبیاء کا مبعوث ہونا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے جو ان کے پاس نشانیاں آئیں مثلاً سمندر کو چیر دینا اور ان کے دشمنوں کو غرق کر دینا وغیرہ' جو نشانیاں ان کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں ف۶۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے مراد سرزمین فلسطین ہے۔ اس کو مقدس اس لیے فرمایا ہے کہ یہ جگہ شرک سے پاک ہے' کیونکہ یہ جگہ انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہے' یا اس لیے کہ اس جگہ عبادت کرنے سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے ف۶۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبارین کے شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ روانہ ہوئے حتیٰ کہ اس شہر کے قریب پہنچ گئے' اس شہر کا نام اریحا تھا' پھر حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل کے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی چن لیا اور ان بارہ آدمیوں کو جبارین کی جاسوسی کے لیے ان کے شہر بھیجا' جب وہ لوگ اس شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے غیر معمولی جسامت والے لوگ دیکھے۔ وہ ان میں سے کسی کے باغ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ باغ والا اپنے باغ سے پھل توڑ رہا ہے' اس نے جاسوسوں کو دیکھ لیا۔ اس نے ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر اپنی آستین میں ڈال لیا' پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گیا اور آستین سے نکال کر ان کو زمین پر ڈال دیا' بادشاہ نے ان سے کہا: تم نے ہماری جسامت اور طاقت کا حال دیکھ لیا ہے' جاؤ جا کر اپنے سردار کو مطلع کر دو۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۳۸۔۲۳۷) ف۶۴ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم اس زمین میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں پر غالب ہوں گے' پھر ان جاسوسوں نے آ کر بیان کیا کہ ان جبارین کے بہت بڑے بڑے جسم ہیں اور وہ بہت زور والے ہیں' ہم تو ان کی نظروں میں ٹڈوں کی طرح ہیں' یہ سن کر بنو اسرائیل آہ و بکا کرنے لگے: افسوس! ہم یہاں کیوں آ گئے' کاش! ہم مصر ہی میں رہتے اور انہوں نے جبارین کے ساتھ لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۳۹)

غٰلِبُوْنَ ۥ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا

غالب رہو گے ۶۵ اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مؤمن ہو○ انہوں نے کہا:

يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ

اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں' سو آپ

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ

اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے○ ۶۶ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک

اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور نافرمان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے○ ۶۷

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى

(اللہ نے) فرمایا: یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی' یہ زمین میں بھٹکتے

الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ

پھریں گے' سو آپ ان نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کریں○ ۶۸ اور آپ ان پر

نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا

آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ تلاوت کیجئے' ۶۹ جب (ان) دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی (قربانی) قبول کی گئی

وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۗ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۗ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ

اور دوسرے کی نہیں قبول کی گئی' اس (دوسرے) نے کہا: میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا' اس نے کہا: اللہ صرف متقین

اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِىْ مَاۤ

لوگوں سے قبول فرماتا ہے○ ۷۰ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو

و۶۵ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ یہ دو آدمی یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا تھے' انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ جاسوسوں سے عہد لیا تھا کہ جبارین کا حال صرف مجھے بتانا' قوم کو نہ بتانا تو اس عہد کو ان دو نے پورا کیا تھا' باقی نے نہیں کیا اور قوم کے سامنے جبارین کی غیر معمولی جسامت کو بیان کر دیا' اسی وجہ سے قوم نے بزدلی دکھائی اور یہی دو شخص اللہ سے ڈرنے والے تھے اور حضرت موسیٰ پر کامل ایمان والے تھے۔ انہوں نے قوم کو حضرت موسیٰ کی اطاعت کرنے اور جبارین کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ تم اللہ پر توکل کر کے ان پر حملہ کر دو اور دروازہ سے داخل ہو جاؤ تم ہی کامیاب رہو گے

و۶۶ بنو اسرائیل کا یہ کہنا کہ جب تک جبارین اس زمین میں ہیں' ہم اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے' یہ جہاد کے حکم سے عناداً انکار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مایوس ہونا ہے اور انہوں نے جو یہ کہا کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو' یہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے صریح جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آنے جانے اور منتقل ہونے سے منزہ ہے اور ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشبہ کی طرح اللہ کی جسمیت کے قائل تھے

و۶۷ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنے اور فاسق لوگوں کے درمیان فیصلہ کی دعا کی تھی' اس کے دو محمل ہیں: (۱) چونکہ وہ حق سے دور چلے گئے تھے اور نافرمانی کر کے راہِ راست سے ہٹ گئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو میدانِ تیہ میں بھٹکنے کی سزا دی گئی تھی' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کے متعلق فیصلہ کر دیا جائے (۲) ان کو ہم سے الگ اور متمیز کر دیا جائے اور ان کو دی جانے والی سزا کے ساتھ ہمیں لاحق نہ کیا جائے و۶۸ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان نافرمان یہودیوں کو چالیس سال تک میدانِ تیہ میں بھٹکنے کی سزا دی۔ تیہ کا لغوی معنی ہے: حیرت' وہ میدان چھ فرسخ کا تھا' یعنی اٹھارہ شرعی میل اور ستائیس انگریزی میل۔ وہ دن رات چلتے رہتے تھے لیکن اس میدان کو قطع نہیں کر پاتے تھے' وہ صبح کو جہاں سے چلنا شروع کرتے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے اور شام کو جہاں سے چلتے تھے صبح پھر وہیں پہنچ جاتے تھے و۶۹ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے اس سے پہلی آیتوں میں یہود کی عہد شکنیوں کو بیان فرمایا کہ یہود نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے توڑ دیا' اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد کر کے اس کو توڑا۔ اب اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرما رہا ہے کہ جس طرح یہود نے حسد کی وجہ سے آپ کی نبوت کو نہیں مانا' اور آپ کی مخالفت کی' اسی طرح آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹے قابیل نے حسد کی وجہ سے ان کے دوسرے بیٹے ہابیل کو قتل کر دیا و۷۰ حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم کے ہاں جب اولاد ہوتی تو ایک بچہ اور بچی پیدا ہوتی۔ ایک حمل سے جولڑکا پیدا ہوتا اس کا نکاح دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ کر دیتے اور اس حمل کی لڑکی سے دوسرے حمل کے لڑکے کا نکاح کر دیتے' حتیٰ کہ ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے' قابیل اور ہابیل۔ قابیل زراعت کرتا تھا اور ہابیل مویشی پالتا تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی' وہ اس لڑکی سے بہت خوب صورت تھی جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی' قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹے تھے۔ قاعدہ کے مطابق ہابیل نے قابیل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا لیکن قابیل نے انکار کیا' اس نے کہا: یہ میری بہن ہے اور میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اور یہ تمہاری بہن سے زیادہ خوب صورت ہے اور میں اس سے نکاح کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ حضرت آدم نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم دونوں قربانی پیش کرو' تم میں سے جس کی قربانی قبول ہو گئی' وہ اس کے ساتھ نکاح کا حق دار ہوگا؟ ہابیل نے ایک کنواری بکری کی قربانی پیش کی اور قابیل نے گندم کی قربانی پیش کی' پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سفید آگ کو بھیجا' اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو ترک کر دیا۔ اس پر قابیل غضب ناک ہو گیا اور ہابیل سے کہا: میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۲۵۷-۲۵۶)

أَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۚ إِنِّيٓ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں' میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام

الْعٰلَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَن تَبُوٓأَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ
جہانوں کا رب ہے○ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو جائے اور تو جہنمیوں سے

أَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ
ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے○ تو اس نے اپنے بھائی کے قتل کا

قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهٗ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ
منصوبہ بنایا' سو اس کو قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا○ ۲ پھر اللہ نے ایک

غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ
کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے

قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ
اس نے کہا: ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی

سَوْءَةَ أَخِي ۚ فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِينَ ﴿٣١﴾ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ ۚ
کی لاش چھپا دیتا' پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا○ ۳ اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ أَنَّهٗ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ
پر لکھ دیا ۴ کہ جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے کسی شخص

أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا
کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا' ۵ اور جس نے کسی شخص

۱ ابو الحسن کیسان سے سوال کیا گیا (کہ) ہابیل نے یہ کیسے کہا: میرے گناہ اور تمہارے گناہ جب کہ انہیں ظلماً قتل کیا گیا تھا اور انہوں نے گناہ نہیں کیا تھا؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ میرے قتل کا گناہ اور تمہارا وہ گناہ جس کی وجہ سے تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی' تم ان دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھاؤ گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ تم مجھ کو قتل کرنے کا گناہ اٹھاؤ گے اور مجھ پر زیادتی کرنے کا گناہ اٹھاؤ گے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۹۳) ۲ ابن جریج نے بیان کیا کہ جس وقت ہابیل بکریاں چرا رہے تھے تو قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ قابیل' ہابیل کے پاس گیا اور اس کو یہ سمجھ نہیں آ سکا کہ وہ اس کو کس طرح قتل کرے۔ اس نے ہابیل کی گردن مروڑ دی اور اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا' تب شیطان آیا' اس نے کسی جانور یا پرندے کو پکڑا' اس کا سر ایک پتھر پر رکھا' پھر دوسرا پتھر اس کے سر پر دے مارا' قابیل دیکھ رہا تھا' اس نے بھی اس طرح ہابیل کو قتل کر دیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۱۔۳۰) ۳ ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قابیل ہابیل کو ایک جراب (چرمی تھیلا) میں ڈال کر ایک سال تک اپنے کندھے پر اٹھائے پھرتا رہا' اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس لاش سے کس طرح گلو خلاصی حاصل کرے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا' جو زمین کرید رہا تھا' پھر اس نے زمین میں اس مردہ کوے کو دفن کر دیا' تب اس نے کہا: ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہیں ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا' پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٢٢٨) ۴ اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل سے پہلی امتوں پر بھی قتل کرنا حرام تھا اور ان پر قصاص واجب تھا' پھر اس آیت میں بنو اسرائیل کا خصوصیت سے کیوں ذکر کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ان کے انبیاء علیہم السلام زبانی وجوب قصاص کا ذکر فرماتے تھے اور بنو اسرائیل میں سب سے پہلے اس حکم کو کتاب میں نازل کیا گیا ۵ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کو قتل کرنے کے کیسے مساوی ہو سکتا ہے؟ حتیٰ کہ اس آیت میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ ایک بے قصور انسان کو عمداً قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے' جتنا تمام انسانوں کو قتل کر دینا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا جہنم مقرر کی۔ اس بناء پر اپنا غضب نازل کیا اور لعنت کی اور اس کے لیے عذابِ عظیم تیار کیا اور اگر کوئی شخص تمام انسانوں کو قتل کر دیتا' تب بھی اس کی یہی سزا ہوتی' نیز اگر تمام انسان کسی ایک بے قصور انسان کے قتل میں عمداً شریک ہوں تو ان سب کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا' اس سے معلوم ہوا کسی ایک بے قصور انسان کو عمداً قتل کرنا اتنا سنگین جرم ہے جو تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًاؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ز

کو مرنے سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا' ٦ے اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن معجزات

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲ اِنَّمَا

لے کر آئے' پھر اس کے باوجود ان میں سے بہت سے زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے تھے O اور جو

جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ

لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ٧ے ان کی یہی سزا ہے کہ

فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ

ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر

مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا

دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں ٨ے یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے ٩ے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۳۳ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ

اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے

اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۴ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی' سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O ٨٠ اے ایمان والو!

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ

اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو' اور اس کی راہ میں جہاد کرو' تاکہ

تُفْلِحُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

تم کامیاب ہو O ٨١ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں

ع ٨

٦ے مثلاً کوئی شخص آگ میں جل رہا تھا یا دریا میں ڈوب رہا تھا یا بھوک سے مر رہا تھا یا شدید سردی میں ٹھٹھر کر مرنے والا تھا اور کسی انسان دوست نے اس کو مصیبت سے نکال کر اس کی جان بچالی تو اللہ کے نزدیک اس کی یہ نیکی اتنی عظیم ہے جیسے کسی شخص نے تمام انسانوں کو موت کے چنگل سے آزاد کرا لیا ہو ٧ے ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مال لوٹنے کے لیے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کرنا مشکل ہو جائے' خواہ ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت' جب کہ ڈاکو کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو' خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ یا پتھر ہوں' کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے' خواہ سب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معاون ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ڈاکو اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جس کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لیے مشکل ہو اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مال لوٹنے کا قصد کریں۔ (بدائع الصنائع ج ٧ ص ٩٠) و٨ے جس ڈاکو نے مال لیا اور قتل نہ کیا ہو' اس کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع ج ٧ ص ٩٣) اور جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا' اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے' پھر اس کو قتل کر دے یا سولی دے دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولی دے دے۔ (بدائع الصنائع ج ٧ ص ٩٣) و٩ے زمین سے نکالنے کی تین صورتیں ہیں: (١) یہ کہ ڈاکو کو تمام زمین سے نکال دیا جائے (٢) یہ کہ جس شہر میں اس نے ڈاکہ ڈالا ہو وہاں سے نکال دیا جائے (٣) یہ کہ اس کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے۔ پہلی صورت مراد لینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ تمام زمینوں سے نکال دینا' اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جب اس کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے کا ذکر اس آیت میں پہلے آ چکا ہے' دوسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاکو کو دوسرے شہر کی طرف نکالیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکے ڈالے گا اور لوگوں کو ضرر پہنچائے گا اور تیسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مسلمان کو دارالحرب بھیجنا جائز نہیں ہے' پس ثابت ہوا کہ یہاں ''نفی من الارض'' کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام زمینوں سے نکال کر اس زمین میں رکھا جائے' جس میں اس کو قید کیا جائے' جہاں پر اس کا فساد کرنا متصور نہ ہو۔ (احکام القرآن ج ٢ ص ٤١٢) و٨٠ے فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً حدود کفارہ نہیں ہوتیں' ہاں! اگر مسلمان مجرم اجراء حد سے پہلے توبہ کر لے تو پھر حد اس کے لیے اخروی عذاب سے کفارہ ہو جاتی ہے اور اگر اس نے اجراء حد سے پہلے توبہ نہیں کی تو وہ عذاب اخروی کا مستحق ہوگا۔ (احکام القرآن ج ٢ ص ٤١٢) و٨١ے جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری ج ٥ ص ١٨٤١) اور ایمان' اعمالِ صالحہ' فرائض کی ادائیگی' اتباعِ سنت اور محرمات و مکروہات سے بچنا' یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس مردِ صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک عمل کرنے کا عہد کرتا ہے' جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے' اس شیخ کے وسیلہ اور قربِ الٰہی کے ذریعہ میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی ''قول جمیل'' میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے اور شیخ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہِ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں' اسی بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکانِ حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے' اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔ (صراطِ مستقیم (فارسی) ص ٥٠) اسلام میں بیعت کا تصور' شیخ طریقت کی شرائط' بیعت برکت' بیعت ارادت' تبدیلی بیعت اور تجدید بیعت وغیرہ جیسی ابحاث کی تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ٤ ص ٨٦٧ تا ٨٧٢ کو ملاحظہ فرمائیں۔

وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ

اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن عذاب سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں

مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ

دے دیں' تو وہ (فدیہ) ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے ○ وہ (دوزخ کی) آگ سے نکلنے

وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ

کا ارادہ کریں گے اور وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے ○ ۸۲ اور چوری کرنے والے مرد

وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو' یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے (اور) اللہ کی طرف سے عبرت ناک

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ

تعزیر ہے' اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے ○ ۸۳ پھر جس نے اپنے ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی

فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (اے مخاطب!) کیا تو نے

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ

نہیں جانا کہ بلاشبہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کا ہے' وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور جسے

لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ

چاہے بخش دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اے رسول! آپ کو وہ

لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا

لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی کے ساتھ سرگرم ہیں' ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے

ف۸۲ اس آیت میں اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ جن یہودیوں نے اللہ کی ربوبیت کا انکار کیا اور بچھڑے کی عبادت کی' اور جن مشرکوں نے بتوں' انسانوں یا عناصر کی عبادت کی اور وہ توبہ کرنے سے پہلے مر گئے' تو وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اگر تمام روئے زمین کے برابر فدیہ بھی دے دیں' تب بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو دائماً درد دینے والے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کا رد فرمایا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم کو صرف چند دن عذاب ہوگا اور اسی طرح بت پرست کافروں کو عذاب کی وعید سنائی ہے' کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اپنے آباء واجداد کے وسیلہ سے دوزخ کے دائمی درد دینے والے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا: یہ بتا اگر تیرے پاس روئے زمین جتنا سونا ہو تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا: ہاں' پھر اس سے کہا جائے گا: (دنیا میں) تجھ سے اس کی بہ نسبت بہت آسان سوال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۶۵۳۸) ف۸۳ (اصطلاحِ شرع میں جب کوئی) عاقل بالغ کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور تاویل کے اٹھا لے' جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو در آں حالیکہ وہ چیز خراب ہونے والی نہ ہو تو وہ سرقہ (چوری) ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۹) اور حد سرقہ کا نصاب مذہب احناف میں دس درہم یا ایک دینار ہے اور اس کے ثبوت پر کئی احادیث و آثار موجود ہیں۔ ایمن بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے صرف ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا اور اس دن ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔ امام نسائی نے اس حدیث کو چھ مختلف سندوں سے روایت کیا ہے۔ ہارون بن عبداللہ کی روایت میں ہے: اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔ (سنن نسائی: ۴۹۶۳۔۴۹۶۲۔۴۹۶۱۔۴۹۶۰۔۴۹۵۹۔۴۹۵۸۔ ج ۸) امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ڈھال کی قیمت اس دن دس درہم تھی۔ (سنن نسائی: ۴۹۶۶۔۴۹۶۵۔ ج ۸' سنن ابوداؤد: ۴۳۸۷) چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا' کیونکہ امام بیہقی نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے' ہماری قراءت میں ہے: ''فاقطعوا ایمانھما'' چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔
(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۷۰)

اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ

اپنے مونہوں سے کہا: ہم ایمان لے آئے حالانکہ ان کے دل مومن نہیں ہیں اور بعض یہودی ہیں

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ

جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے و٨٤ (اللہ کے) کلام

الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ

کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو مان لو

وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ

اور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو و٨٥ اور (اے مخاطب!) جسے اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے تو تو ہرگز اس کے لیے

تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ

اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہو گا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے

قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

ارادہ نہیں فرمایا' و٨٦ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا

عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ

عذاب ہے ○ (یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں و٨٧ سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ

فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ

کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں خواہ ان سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو

یَّضُرُّوْكَ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ

ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں' بے شک

و٨٤ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈاکہ اور چوری سے متعلق احکام شرعیہ ارشاد فرمائے' اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مخالفین بہت گرم جوشی کے ساتھ کفر کا اظہار کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کی تلقین کی۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کفر میں ان کی سرگرمیوں کی پرواہ نہ کریں' ان میں سے بعض منافقین ہیں جو کفار کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں آپ ان کو اہمیت نہ دیں۔ اللہ عزوجل آپ کے لیے کافی ہے اور ان کے مکروفریب کے خلاف آپ کی مدد فرمائے گا۔ اسی طرح آپ یہود کی ریشہ دوانیوں کی بھی فکر نہ فرمائیں' یہ دونوں فریق یہود کے احبار و رہبان سے دین اسلام کے متعلق جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں۔ آپ کی نبوت میں شبہات اور تورات میں تحریف پر مشتمل باتیں خوب سنتے ہیں اور ان کو قبول کرتے ہیں و٨٥ یہود بنو قریظہ اپنے آپ کو بنو نضیر سے افضل کہتے تھے۔ اگر بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ قصاص کے لیے تیار نہ ہوتے' صرف دیت دیتے تھے اور اگر بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو پھر اس سے قصاص لیتے تھے۔ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو وہ اسی طریقہ پر کاربند تھے' بنو قریظہ نے بنو نضیر کے کسی آدمی کو عمداً قتل کر دیا۔ اس وقت منافقوں نے کہا کہ اگر یہ (نبی ﷺ) دیت ادا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا' ورنہ ان کے حکم سے اجتناب کرنا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج٦ ص ٣٢٣) و٨٦ اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہودیوں اور منافقوں کے ایمان نہ لانے اور اخلاص سے اطاعت نہ کرنے پر آپ مغموم نہ ہوں اور آپ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی تبلیغ اور پیغام رسانی میں کوئی کمی ہے جو یہ ایمان نہیں لا رہے اور اخلاص سے طاعت نہیں کر رہے' آپ کی تبلیغ کامل ہے اور آپ کی پیغام رسانی مکمل ہے۔ دراصل ان کی پیہم اہانتوں اور ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قابل نہیں جانا کہ ان کو آپ کے مخلصین اور اطاعت گزاروں میں شامل کرے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ آپ پر ایمان نہیں لا رہے' اور آپ کو منصب نبوت کا اہل نہیں سمجھتے اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو آپ کی غلامی اور آپ پر ایمان لانے کے لائق نہیں جانا و٨٧ یہ جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں' اس کو تاکید کے لیے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: وہ سحت بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ایک شخص نے ان سے پوچھا: سحت کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: فیصلہ کرنے میں رشوت لینا' فرمایا: یہ کفر ہے پھر یہ آیت پڑھی: "وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○" (المائدہ: ٤٤) اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کریں' وہ کافر ہیں ○ (مسند ابو یعلیٰ ج٩: ٥٢٦٦' المعجم الکبیر ج٩: ٩١٠٠)

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ

اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہےO ۸۸ اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس

التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ

تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾ ؑ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

ایمان لانے والے نہیں ہیںO ۸۹ بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے ۹۰

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ

اللہ کے نبی جو ہمارے مطیع تھے اس کے مطابق یہود کا فیصلہ کرتے رہے اور اللہ والے اور علماء

وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ

(فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کرائی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے ۹۱

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا

سو تم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی

قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

قیمت نہ لو اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ

الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ

کافر ہیںO ۹۲ اور ہم نے ان پر تورات میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور

الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ

آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور

ف۸۸ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا حاکم کو اختیار ہے' لیکن یہ اختیار اس کے بعد نازل ہونے والی آیت "وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ" (المائدہ:۴۹) سے منسوخ ہو گیا' نیز اختیار کے منسوخ ہونے پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: "وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَO" (المائدہ:۴۴) اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیںO سو جس نے اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ نہیں کیا وہ اس وعید کا مصداق ہو گا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۵) ف۸۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ زنا کرنے والوں کے لیے رجم (سنگسار) کرنے کا حکم تورات میں موجود ہے' اس آیت کے نزول کو اب ۱۴۱۷ سال گزر چکے ہیں' اس عرصہ میں تورات میں بہت تحریفات کی گئیں لیکن یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ تورات میں آج بھی یہ آیت اسی طرح موجود ہے: اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی' یوں تو اسرائیل میں ایسی برائی دفع کرنا۔ اگر کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔ (کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) استثناء' باب: ۲۲' آیت: ۲۴۔۲۱' آیت: ۱۸۷) ف۹۰ اس آیت میں ہدایت سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور نور سے مراد اصول وعقائد ہیں اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہم پر لازم ہے' تاوقتیکہ اس کا منسوخ ہونا ہم کو معلوم ہو جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تورات میں ہدایت اور نور ہے' اگر تورات کے احکام حجت نہ ہوں تو وہ ہدایت اور نور نہیں رہے گی ف۹۱ اس آیت میں اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ زانیوں کا جو مقدمہ لے کر یہ ہمارے نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں' انبیاء سابقین جو اللہ کے مطیع فرمانبردار تھے' وہ ایسے مقدمات کا تورات کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں' اور اولیاء اور علماء بھی اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں' اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ان (یہودی) زانیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ کیا ہے' وہ بھی تورات کے مطابق ہے اور ان علماء سے تورات کی حفاظت کرائی گئی ہے اور یہ علماء اس کی شہادت دیتے تھے کہ نبی نے جو یہودیوں کے مقدمات میں تورات کے مطابق فیصلہ کیا ہے' وہ صحیح ہے ف۹۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکام پر تین باتیں فرض کی ہیں: (۱) فیصلہ کرنے میں اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع نہ کریں بلکہ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کریں (۲) فیصلہ کرنے میں لوگوں سے نہ ڈریں' اللہ سے ڈریں (۳) اللہ کی آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رشوت یا نذرانہ لے کر عدل کو ترک کر کے بے انصافی سے فیصلہ نہ کریں' اس سلسلے میں یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو لوگوں کا خوف حق گوئی یا عظیم نصیحت کرنے سے باز نہ رکھے جب اسے اس کا علم ہو' کیونکہ یہ خوف نہ موت کو نزدیک کر سکتا ہے' نہ رزق کو دور کر سکتا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۱۴۱۱' ج ۲)

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ

دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ ہے ۹۳ تو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس

كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

(کے گناہ) کا کفارہ ہے ۹۴ اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

ظالم ہیں ○ اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ

جو اس تورات کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی ۹۵ اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی

فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

جس میں ہدایت اور نور تھا' اور وہ اس تورات کی تصدیق کرنے والی تھی جو ان کے سامنے تھی

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ

اور وہ (انجیل) متقین کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی ○ ۹۶ اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں

بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے' اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

لوگ فاسق ہیں ○ ۹۷ اور (اے رسول مکرم!) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے (اور) اس کے سامنے

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

جو (آسمانی) کتاب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے' ۹۸ تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے

ف۹۳ قرآن مجید نے تورات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے (الخ) یہ آیت اب بھی تورات میں موجود ہے: اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے' جان کا بدلہ جان' آنکھ کا بدلہ آنکھ' دانت کا بدلہ دانت' ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔ (پرانا عہد نامہ' استثناء' باب: ۱۹' آیت: ۲۱' کتاب مقدس ص ۱۸۵) نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں لگائی' اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کے عموم و اطلاق سے واضح ہوتا ہے' نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (جس کافر سے معاہدہ ہوا ہو) کے بدلہ میں قتل کر دیا' اور فرمایا: جو لوگ اپنے معاہدہ کو پورا کرتے ہیں' میں ان میں سب سے بڑھ کر کریم ہوں۔ (سنن دار قطنی: ۳۲۳۲' ج ۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰)

ف۹۴ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اگر جنایت (جرم) کرنے والے نے تائب ہو کر خود کو خوشی کے ساتھ حد کے لیے پیش کر دیا تو اس کا یہ عمل اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ امام مسلم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' چوری نہ کریں' زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں' جس نے یہ عہد کیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس پر حد جاری ہوئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ (صحیح مسلم' حدود: ۱۴)

ف۹۵ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے نبیوں' ربانیین اور علماء کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا' حضرت عیسیٰ' حضرت زکریا کے بعد مبعوث کیے گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ تورات کے مصدق تھے' کیونکہ بنو اسرائیل نے تورات کے جن احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان احکام کو زندہ کیا۔ یہ حقیقی تصدیق ہے اور انجیل نے تورات کی جو تصدیق کی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ انجیل کے احکام تورات کے موافق ہیں' ماسوا ان احکام کے جن کو انجیل نے منسوخ کر دیا۔ ف۹۶ یعنی وہ ناپسندیدہ اعمال سے منع کرتی ہے اور پسندیدہ اعمال کی طرف ہدایت دیتی ہے ف۹۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی' اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر جو دلائل موجود ہیں' اہل انجیل کو چاہیے کہ ان دلائل کے مطابق آپ پر ایمان لے آئیں ف۹۸ اس آیت میں قرآن مجید کو سابقہ کتب سماویہ کا محافظ اور نگہبان فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات' زبور اور انجیل میں کمی بیشی اور تحریف ہوتی رہی' اس لیے ان کتابوں کا آسمانی اور الہامی کتاب ہونا مشکوک ہو گیا' اس لیے کسی ایسی مستحکم دلیل کی ضرورت تھی' جس سے ان کا آسمانی کتاب ہونا ثابت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔ ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○'' (الحجر: ۹) بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ نیز قرآن مجید نے دعویٰ کیا کہ اس میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا: ''لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ'' (حم السجدہ: ۴۲) اس میں باطل نہیں آ سکتا' نہ اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے (البقرہ: ۲۳) میں چیلنج فرمایا کہ کوئی شخص قرآن مجید کی یا اس کی کسی ایک سورت کی مثل نہیں لا سکتا۔ چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور دن بہ دن علم و فن میں ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالف بھی بہت زیادہ ہیں لیکن آج تک کوئی شخص قرآن مجید میں کسی کلمہ کی زیادتی بتا سکا نہ کمی اور نہ اس کی کسی سورت کی کوئی مثال لا سکا' اس لیے ہر دور میں قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا ثابت اور مسلم رہا اور چونکہ قرآن مجید نے تورات' انجیل اور زبور کو آسمانی کتابیں قرار دیا ہے' اس لیے ان کا وجود بھی ثابت ہو گیا۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق اور محافظ ہے' کیونکہ اگر قرآن مجید نہ ہوتا تو محض ان کتابوں سے ان کا آسمانی کتابیں ہونا ظاہر نہیں ہوتا' کیونکہ ہر دور میں ان میں تغیر اور تبدل ہوتا رہا ہے' حتیٰ کہ اب وہ عبرانی نسخے بھی موجود نہیں ہیں جس عبرانی زبان میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں۔

بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ

(احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اس سے اعراض کر کے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں

لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمۡ

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنۡ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ

ایک امت بنا دیتا لیکن اس نے تمہاری آزمائش کے لیے (الگ الگ) احکام دیئے ۹۹ سو تم ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرو

اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ۙ﴿۴۸﴾

تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان چیزوں کی خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے O

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَ

اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات

احۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ ؕ فَاِنۡ

کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں پھر

تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ ؕ

اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے

وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ

اور بے شک بہت سے لوگ ضرور فاسق ہیں O ۱۰۰ کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں ۱۰۱

وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ

اور یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر اور کس کا حکم ہو سکتا ہے O اے ایمان والو!

و۹۹ اس آیت میں "منہاج" سے مراد دین ہے اور دین سے مراد وہ عقائد و اصول ہیں' جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں' مثلاً توحید' اللہ کی صفات' نبوت' آسمانی کتابوں' فرشتوں' مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر ایمان لانا' اور جو احکام سب میں مشترک رہے مثلاً قتل' جھوٹ اور زنا کا حرام ہونا اور شریعت سے مراد ہر نبی کے بیان کیے ہوئے عبادات اور معاملات کے مخصوص طریقے ہیں' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شرائع سابقہ ہم پر حجت نہیں ہیں اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہر نبی کی الگ الگ شریعت ہوتی ہے۔ اگر سابقہ شریعت ہم پر حجت ہو تو پھر ہمارے نبی کی الگ شریعت کیسے ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سابقہ شرائع کے جو احکام بغیر انکار کے ہم سے بیان فرمایا' وہ دراصل ہماری ہی شریعت ہیں کیونکہ ان کو ہمارے نبی نے بیان فرمایا ہے۔ ہم ان احکام پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ وہ پچھلی شریعتوں کے احکام ہیں بلکہ ہم ان پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے' مثلاً حج کے اکثر و بیشتر اعمال حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار ہیں' قربانی کرنا' وضو میں کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا اور طہارت کی دیگر دس سنتیں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں اور ہم ان تمام احکام پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ یہ قرآن اور احادیث صحیحہ میں بیان کیے گئے ہیں

ع ۱۱

ف۱۰۰ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ کعب بن اسد' ابن صوریا' عبد اللہ بن صوریا اور شاس بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا: چلو (سیدنا) محمد (ﷺ) کے پاس جائیں' شاید ہم ان کو ان کے دین سے ورغلانے میں کامیاب ہوں کیونکہ وہ بشر ہیں' وہ گئے اور آپ سے کہا: یا محمد (ﷺ)! آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے معزز علماء اور سردار ہیں اور اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو تمام یہود آپ کی پیروی کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے' ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں سے جھگڑا ہے' ہم آپ کو اس مقدمہ میں حاکم بنائیں گے۔ آپ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف فیصلہ کر دیں' تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا' اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۱۵۴' السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۸۰-۱۷۹) ف۱۰۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ یہود جنہوں نے اپنے مقدمہ میں آپ کو حاکم بنایا اور آپ نے ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کر دیا' پھر یہ آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوئے تو کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے تھے' یعنی بت پرستوں اور مشرکوں کا فیصلہ چاہتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور اس میں وہی فیصلہ مذکور ہے جو آپ نے ان کے درمیان کیا تھا' اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف کوئی اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ

یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں ۱۰۲ تم میں سے جو ان کو دوست

بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی

بنائے گا وہ ان ہی میں سے (شمار) ہو گا ۱۰۳ بے شک اللہ ظالم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۵۱ فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ

لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ سو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے

فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ

وہ ان کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑیں گے: ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے ۱۰۴ پس قریب ہے کہ اللہ

بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ

فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت تو انہوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا ہے وہ اس پر

نٰدِمِیْنَ ۝۵۲ؕ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا

پچھتانے والے ہو جائیں ○ ۱۰۵ اور ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھا کر

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا

یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں' ان کے سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے

خٰسِرِیْنَ ۝۵۳ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ

ہو گئے ○ ۱۰۶ اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا

فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ

تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا ۱۰۷ جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی' وہ مؤمنوں پر نرم ہوں گے

۱۰۲ ولید بن عبادہ بن الصامت نے بیان کیا کہ جب بنو قینقاع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے بنو قینقاع کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہوا۔ حضرت عبادہ بن الصامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور وہ بھی بنو عوف کے ان لوگوں میں سے تھے' جنہوں نے عبد اللہ بن ابی کی طرف ان کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا ہوا تھا' انہوں نے اس حلف کو توڑ دیا اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان کے حلف سے بَری ہو گئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں سے دوستی رکھتا ہوں اور ان کافروں کے حلف اور ان کی دوستی سے بَری ہوتا ہوں' سو حضرت عبادہ بن الصامت اور عبد اللہ بن ابی کے متعلق سورۃ المائدہ: ۵۳۔۵۱ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (جامع البیان ج٦ ص ٣٧٣' السیرۃ النبویہ ج ٣ ص ٥٥) ۱۰۳ اس آیت میں یہود ونصاریٰ سے دور اور الگ رہنے پر تشدید کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود جو شخص کافروں سے دوستی رکھے گا' وہ کافروں کی طرح اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا' لہٰذا کافروں کی طرح اس سے عداوت رکھنا بھی واجب ہے اور وہ بھی دوزخ کا مستحق ہو گا' جیسے کافر دوزخ کے مستحق ہیں اور وہ کافروں کے اصحاب سے شمار کیا جائے گا' اور یا اس لیے کہ کافروں اور یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے منافق تھے اور ان کا شمار بھی کافروں میں ہوتا ہے ۱۰۴ منافق یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کی وجہ سے کہیں ان پر قحط نہ طاری ہو جائے اور کہیں حالات بدل گئے اور یہود غالب آ گئے اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت نہ رہی تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے بہ کثرت یہودیوں سے دوستی اور حمایت کا عہد کیا ہوا تھا' لیکن میں اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اس عہد کو توڑتا ہوں' عبد اللہ بن ابی نے کہا: میں گردشِ ایام سے ڈرتا ہوں اور اپنے دوستوں سے کیے ہوئے عہد کو نہیں توڑ سکتا ۱۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فتح یہ تھی کہ بنو قریظہ کے جوانوں کو قتل کیا گیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا گیا اور بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کے شہروں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور فتح کی علامت سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب پر جزیہ مقرر کیا گیا ۱۰۶ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود پر غلبہ عطا فرمایا اور یہودیوں کو قتل کرنے اور جلا وطن کرنے کا حکم دیا گیا تو مسلمانوں نے ایک دوسرے سے کہا: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں' حالانکہ اب اللہ تعالیٰ نے نفاق کا پردہ چاک کر دیا اور یہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے کیونکہ انہیں ثواب کے بدلہ عذاب ہو گا' اور دنیا میں یہودیوں کے قتل اور جلا وطن ہونے کے بعد ان کا کوئی سہارا نہ رہا اور یہود کے ساتھ دوستی رکھنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا ۱۰۷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد' اہل مدینہ' اہل مکہ اور اہل بحرین کے سوا عام عرب اسلام سے مرتد ہو گئے' انہوں نے کہا: ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: خدا کی قسم! جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرض کیا ہے' اگر اس میں سے یہ ایک رسی بھی نہ دیں تو میں ان سے جنگ کروں گا' پھر حضرت ابوبکر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے قتال کیا حتیٰ کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے کا اقرار کر لیا۔ (جامع البیان ج٦ ص ٣٨٣۔٣٨٢)

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ

اور کافروں پر سخت ہوں گے' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت

لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

سے نہیں ڈریں گے ۱۰۸ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا

عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

بہت علم والا ہے○ تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ

قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے (عاجزی سے) جھکنے والے ہیں○ ۱۰۹ اور جو اللہ

وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع

اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے○ ۱۱۰

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو

لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ

جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ

اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مؤمن ہو○ ۱۱۱ اور جب تم نماز کے لیے ندا کرتے ہو ۱۱۲

اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ

وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے○ ۱۱۳ آپ کہیے کہ

ف۱۰۸ اس آیت میں حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلیل ہے کیونکہ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے والی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اللہ کے محب اور اللہ کے محبوب ہیں اور جو اللہ کا محب اور محبوب ہو وہی خلافت کا زیادہ مستحق ہے نیز حضرت ابوبکر نے اپنے عہد میں مرتدین کے سات فرقوں سے جنگ کی (۱) عینہ بن حصن کی قوم فزارہ (۲) قرہ بن قشیری کی قوم غطفان (۳) فجاۃ بن عبد یالیل کی قوم بنوسلیم (۴) مالک بن نویرہ کی قوم بنویربوع (۵) سجاح بنت المنذر یہ وہ عورت تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسیلمہ کذاب سے نکاح کیا اور اس کی قوم تمیم کے بعض لوگ (۶) اشعث بن قیس کی قوم کندہ (۷) حطیم بن زید کی قوم بنوبکر بن وائل' یہ بحرین میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھوں ان ساتوں فرقوں کا مکمل استیصال کرادیا ف۱۰۹ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! بنوقریظہ اور بنونضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم سے الگ ہوگئے اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھا کریں گے اور ہم آپ کے اصحاب کے ساتھ مجلس کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے گھر ہم سے دور ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب نزول القرآن: ۲۰۱)

ع ۸ ۶ ۱۲

ف۱۱۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان تمام بندوں کو خبر دی ہے جو اللہ' اس کے رسول اور مسلمانوں کی رضا جوئی کے لیے یہود کی دوستی اور ان کے حلف سے بیزار ہوگئے تھے کہ جو اللہ پر بھروسہ رکھے' اس کے رسول اور مسلمانوں سے دوستی رکھے تو ان ہی کو غلبہ ہوگا کیونکہ یہ اللہ کی جماعت ہے اور مآل کار اللہ ہی کی جماعت کو غلبہ ہوگا نہ کہ شیطان کی جماعت کو ف۱۱۱ اس آیت میں کفار سے مراد مشرکین ہیں' ہرچند کہ یہود ونصاریٰ اور بت پرست سب کافر ہیں لیکن قرآن مجید کی اصطلاح ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ پر اہل کتاب کا اطلاق کرتا ہے اور بت پرستوں پر کفار اور مشرکین کا اطلاق کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مسلمان سجدہ کرتے تو یہود اور مشرکین ان کا مذاق اڑاتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور مشرکین کو دوست بنانے سے مسلمانوں کو منع فرمادیا ف۱۱۲ اس آیت میں اذان کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے تھے اور ان کو ندا نہیں کی جاتی تھی۔ ایک دن انہوں نے اس سلسلے میں مشورہ کیا' بعض نے کہا: نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ' بعض نے کہا: یہود کے بگل کی طرح بگل بناؤ۔ حضرت عمر نے کہا: تم ایک آدمی کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی ندا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! تم کھڑے ہوکر نماز کی ندا کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۰۴' ج ۱) امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور ان میں ترجیع نہیں ہے یعنی کہ دو مرتبہ شہادتین کو بلند آواز سے کہا جائے اور دو مرتبہ شہادتین کو پست آواز سے کہا جائے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۴۳) کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں فرشتے سے اذان کے جو کلمات سنے تھے' ان میں ترجیع نہیں تھی' انہوں نے یہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتائے اور انہوں نے ان ہی کلمات کے ساتھ اذان دی ف۱۱۳ اس سے پہلے عمومی طور پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ کفار دینِ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس آیت میں دین اسلام کے ایک خاص شعار اذان کے متعلق ان کا استہزاء بیان فرمایا ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

اے اہل کتاب! تم کو صرف یہ ناگوار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف

اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ

نازل ہوا اور اس پر جو پہلے نازل ہوا اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں O ۱۱۴ آپ کہیے کہ کیا

اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ

میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے؟ جن پر اللہ نے لعنت کی اور

غَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ

ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ

ان کا ٹھکانا بدترین ہے اور یہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں O ۱۱۵ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے حالانکہ وہ آپ کے پاس کفر کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور کفر (ہی) کے ساتھ خارج ہوئے ۱۱۶ اور اللہ

بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ

خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے تھے O ۱۱۷ آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ

وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا

سرکشی اور حرام خوری میں تیزی سے بڑھتے ہیں، یہ بہت بری حرکتیں کر رہے ہیں O ۱۱۸ ان کے راہب

يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ

اور پادری انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے

ف۱۱۴ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی' جس میں ابویاسر بن اخطب' نافع بن ابی نافع' عازر بن ابی عازر وغیرہ تھے' انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ رسولوں میں سے کس کس پر ایمان لاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا' ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لیے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں' جب آپ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہا: ہم عیسیٰ ابن مریم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس شخص پر جو ان پر ایمان لایا ہو' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۹۳)

ف۱۱۵ یہود کو علم تھا کہ ان کے اسلاف میں ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان پر اللہ نے لعنت کی۔ یہود میں سے جنہوں نے ممانعت کے باوجود ہفتہ کے دن شکار کر کے اللہ کی نافرمانی کی تھی' ان کو بندر بنا دیا گیا اور جن عیسائیوں نے مائدہ (دستر خوان) کے معاملہ میں نافرمانی کی تھی' ان کو خنزیر بنا دیا گیا' بعض نے کہا کہ ہفتہ کے دن جن یہودیوں نے نافرمانی کی تھی' ان میں سے جوانوں کو بندر بنا دیا گیا اور بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا' موجودہ بندر اور خنزیر ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بندروں اور خنزیروں کے متعلق سوال کیا گیا: کیا یہ وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا مسخ کر کے پھر اس کی نسل نہیں چلائی۔ بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم' کتاب القدر' ۳۲'۳۳ (۲۶۶۳) ۶۶۳۶) ف۱۱۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے صدق اور برحق ہونے کی ایک اور دلیل بیان فرمائی کہ جو کچھ یہودی اپنے دلوں میں چھپاتے تھے اس کو اللہ نے ظاہر فرما دیا۔ امام ابوجعفر طبری نے بیان کیا ہے کہ بعض یہودی نبی ﷺ کے پاس آ کر یہ بیان کرتے کہ وہ مؤمن ہیں اور اسلام کے تمام احکام پر راضی ہیں' حالانکہ وہ اپنے کفر اور گمراہی پر ڈٹے رہتے تھے اور اسی کافرانہ عقیدہ پر نبی ﷺ کی خدمت میں آتے اور اسی کفریہ عقیدہ پر رخصت ہوتے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۴۰۰) ف۱۱۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا' وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آئے تھے' اسی حال میں لوٹ گئے کیونکہ ان کے دل سخت تھے اور ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لائے' بالکل خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے اور اس جھوٹ سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب کرنے کی بہت کوشش اور جدوجہد کریں کیونکہ وہ مسلمانوں سے بغض اور عداوت رکھتے تھے ف۱۱۸ قتادہ نے کہا: اس آیت سے یہودی حکام مراد ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جن یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے اور حلال و حرام میں اس کی حدود سے تجاوز کرنے اور رشوت لے کر جھوٹے فیصلے کرنے میں بہت تیزی سے رواں دواں ہیں اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل کام ہیں۔

السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ

یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ بہت بُرے کام ہیں○ ف۱۱۹ اور یہود نے کہا: اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ف۱۲۰

مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ

خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے ف۱۲۱ اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ

وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کی سرکشی اور کفر کو زیادہ کرے گا' اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ

اور بغض کو ڈال دیا ہے ف۱۲۲ وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے ف۱۲۳

وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

وہ زمین میں فساد پھیلانے کی تگ و دو کر رہے ہیں ف۱۲۴ اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا○

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو ضرور مٹا دیتے

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ

اور ہم ان کو نعمتوں کی جنتوں میں ضرور داخل کرتے○ ف۱۲۵ اور اگر یہ لوگ تورات

وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ

اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے ف۱۲۶

ف۱۱۹ گناہ کی بات کہنے سے مراد جھوٹ بولنا ہے' وہ ایمان نہیں لائے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے: ہم ایمان لائے ہیں اور یہ جھوٹ ہے اور تورات میں جھوٹ بولنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح وہ رشوت لے کر جھوٹے فیصلے کرتے تھے اور اس سے بھی تورات میں منع کیا گیا ہے اور ان کے علماء اس سے بھی منع نہیں کرتے تھے اور گناہ کرنے کی نسبت گناہ سے منع نہ کرنا زیادہ مذموم ہے کیونکہ گناہ کرنے والا گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے' اس لیے گناہ کرتا ہے اور گناہ سے منع نہ کرنا محض گناہ بے لذت ہے' اس لیے اس کی زیادہ مذمت ہے' اس آیت میں یہودیوں کے ان علماء کی مذمت کی ہے جو ان کو گناہوں سے نہیں روکتے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے روکتے رہنا' ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے گا' پھر تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ (سنن ترمذی: ۲۱۷۶' ج ۴) اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہوں کے کام کیے جا رہے ہوں اور وہ گناہوں کو مٹانے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ (صحیح ابن حبان: ۳۰۰۔ ج ۱' سنن ابوداؤد: ۴۳۳۹۔ ج ۳) ف۱۲۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سب سے بڑی بُرائی اور سب سے بڑا کفر بیان کیا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی طرف بخل کو منسوب کیا اور یہ ایسی جرأت ہے جس کا ارتکاب کوئی صاحب عقل نہیں کر سکتا' ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' اللہ تعالیٰ ایسی نسبت سے پاک' بلند اور برتر ہے ف۱۲۱ یعنی وہ نیکی اور کارِ خیر سے رکے ہوئے ہیں اور وہ کائنات میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ بہت عطا فرماتا ہے' وہ بہت جواد اور فیاض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کا ذکر فرمایا' کیونکہ دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنا بہت زیادہ سخاوت پر دلالت کرتا ہے' تمام چیزوں کے خزانے اور ہر قسم کی نعمتیں اس کے پاس ہیں اور وہ اپنی تمام مخلوق کو عطا فرما رہا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ○" (ابراہیم: ۳۴) اور اس نے تم کو تمہاری ہر سوال کی ہوئی چیز عطا فرمائی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو ان کو شمار نہ کر سکو گے بے شک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے○ "وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" (لقمان: ۲۰) اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں ف۱۲۲ اس آیت کا تعلق علماء یہود سے ہے' کیونکہ ان کا موقف غلط اور باطل تھا' اس لیے اس کے رد میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد علماء یہود اس کا انکار کر دیتے' تو یوں قرآن مجید کے نازل ہونے سے ان کے کفر اور سرکشی میں زیادتی ہوتی رہی۔ علماء یہود حسد اور بغض کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور چونکہ یہ مال و دولت اور منصب اور عہدوں کے درپے تھے' اس لیے یہود و نصاریٰ میں سے ہر فرقہ شد و مد کے ساتھ اپنے مذہب کا پرچار کرتا تھا اور دوسرے فرقے کا رد کرتا تھا' تاکہ دنیوی کامیابی صرف اسی کو حاصل ہو' اس لیے یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور بغض رکھتے تھے ف۱۲۳ جب انہوں نے فساد پھیلایا اور تورات کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر بخت نصر کو بھیج دیا' انہوں نے پھر فساد کیا تو ان پر پطرس رومی کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مجوس کو بھیج دیا' انہوں نے پھر فساد پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کو بھیج دیا۔ قتادہ نے کہا: جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مبعوث کیا تو یہ مجوس کے ہاتھوں ذلیل ہو رہے تھے ف۱۲۴ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ زمین میں سب سے بڑا فساد ہے ف۱۲۵ اس آیت کا معنی ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ اور اس کے رسول' یعنی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لے آتے اور اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے اور گناہ کرنے اور سرکشی کرنے سے اللہ سے ڈرتے' یعنی اللہ کی کتاب میں لفظی اور معنوی تحریف نہ کرتے' رشوت لے کر مالِ حرام نہ کھاتے تو ہم نہ صرف یہ کہ ان گناہوں کو مٹا دیتے بلکہ ان کو جنت کی نعمتوں میں داخل کر دیتے' اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی خرابی اور ان کے مرض کا ذکر کیا تھا اور اس آیت میں اس کے تدارک اور

وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ

تو ان کے اوپر سے بھی ان پر رزق برستا ۱۲۷ اور زمین سے بھی ان کے لیے رزق اُبلتا' ۱۲۸ ان میں سے کچھ لوگ میانہ روی پر ہیں اور

مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو بُرے کام کر رہے ہیں○ اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے

مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ

نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے' اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا' ۱۲۹ اور اللہ آپ کو

مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ

لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا' ۱۳۰ بے شک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا○ آپ کہیے کہ اے اہل کتاب!

الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰي تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ

تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے' ۱۳۱ اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے کفر اور سرکشی کو وہ ضرور زیادہ کر دے گا

مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنَّ

جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے' ۱۳۲ سو آپ کافروں کی قوم پر افسوس نہ کریں○ ۱۳۳ بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِــُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ

ایمان کے مدعی اور یہودی اور صائبین اور نصاریٰ جو بھی اللہ اور قیامت

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

پر (صحیح) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ

علاج کا ذکر فرمایا ہے ف۱۲۶ تورات اور انجیل قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ (۱) وہ تورات اور انجیل میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں اور ان میں یہ عہد بھی ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور تورات اور انجیل میں جو آپ کی نبوت کے دلائل ہیں اور جو آپ کی علامات مذکور ہیں' ان کو ظاہر کریں گے (۲) تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کریں گے اور اس میں مذکور حدود کو نافذ کریں گے ف۱۲۷ جب یہود نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر اصرار کیا تو ان پر قحط اور تنگی مسلط کر دی گئی' حتیٰ کہ انہوں نے کہا: اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ کفر کو چھوڑ دیں تو ان کے حالات بدل جائیں گے اور ان کی تنگی خوش حالی سے اور قحط غلہ کی فراوانی سے بدل جائے گا ف۱۲۸ اس سے مراد غذائی اجناس میں مبالغہ اور وسعت ہے ف۱۲۹ اس آیت کا حکم دین اور بندوں کی مصلحت کے ساتھ ہے' اور آپ کو انہیں مطلع کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اور جو اسرار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں' ان کا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علوم محفوظ کیے' ایک علم تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا' اگر دوسرے علم کو میں پھیلاؤں تو یہ نرخرہ (رگِ جان) کاٹ دیا جائے گا اور یہ علم الحقیقت اور حکمت ہے' جس سے سکوت کیا گیا ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳) ف۱۳۰ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی جاتی تھی' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔ (المائدۃ: ٦٧) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا: اے لوگو! واپس جاؤ' بے شک اللہ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۰۵۷' ج ۵) ف۱۳۱ اس کا معنی یہ ہے کہ تم دین برحق کی کسی چیز کے حامل نہیں ہو۔ تم میں تقویٰ ہے' نہ دیانت ہے نہ ہدایت ہے اور تم پر جو کتاب نازل کی گئی تھی' تم اس کی کسی چیز پر قائم نہیں ہو' جب تک کہ تم تورات اور انجیل کے اصل احکام پر عمل نہ کرو اور قرآن مجید پر ایمان لا کر اس کے احکام پر عمل نہ کرو' اس وقت تک تم میں دین داری اور ہدایت کا ایک شمہ بھی نہیں ہو گا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کوئی عمل قابل ذکر اور لائق شمار نہیں ہے اور دین داری اور صاحب کتاب ہونے کے تمہارے تمام دعاوی جھوٹے اور باطل ہیں' خواہ تم دنیا میں اہل کتاب کہلاتے رہو لیکن آخرت میں تمہارا کوئی عمل مقبول نہیں ہے ف۱۳۲ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کی شریعت کو منسوخ کر دیا ہے اور ان کی بدعقیدگیوں کو باطل کیا ہے اور ان کو کافر قرار دیا ہے' اس لیے یہ قرآن مجید سے حسد و بغض رکھتے ہیں اور جوں جوں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی ہیں' ان کے حسد اور بغض میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ زیادہ شد و مد سے قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں ف۱۳۳ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ رحمت غالب تھی' اس لیے ان کے کفر اور سرکشی سے آپ کو رنج اور افسوس ہوتا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کافروں کی (اس) قوم پر افسوس نہ کریں' کیونکہ سرکشی ان کی سرشت بن چکی ہے' یہ لوگ راہِ راست پر آنے والے نہیں ہیں' لہٰذا آپ ان کے انجام بد پر افسوس نہ کریں۔

لَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا

غمگین ہوں گے O ۱۳۴ بے شک ہم نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف

إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا

رسول بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو انہوں نے

كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا

(رسولوں کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا O ۱۳۵ اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو (اس کی) کوئی سزا

وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ ۚ

نہیں ملے گی ۱۳۶ سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے

وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ

اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے O ۱۳۷ بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم

الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا

ہی اللہ ہے، ۱۳۸ حالانکہ مسیح نے کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو

اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ

جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت

عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے O ۱۳۹

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ سوا ایک معبود کے

ف۱۳۴ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کے اعتبار سے نجات کے لیے اسلام لانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہودی، نصرانی اور ستارہ پرست جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، اس کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ صحیح ایمان لائیں اور یہودی جو حضرت عزیر کو خدا مانتے ہیں اور عیسائی، جو حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں اور صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں، ان کا ایمان صحیح نہیں ہے، ان کا ایمان اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اپنی بدعقیدگیوں سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس آیت کا ترجمہ ہی ایسا فرمایا ہے کہ اس آیت پر وارد ہونے والے جملہ اعتراض محض ترجمہ سے ہی دور ہو جاتے ہیں ف۱۳۵ اس آیت سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ بنو اسرائیل اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ سے کیے ہوئے پختہ عہد کو پورا نہیں کرتے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ اللہ کے تمام احکام کو سن کر قبول کریں گے، اور ان تمام احکام پر عمل کریں گے، لیکن انہوں نے پختہ عہود کو توڑ دیا اور اپنی آراء اور خواہشوں کو احکامِ شرعیہ پر مقدم کیا، شریعت کا جو حکم ان کی رائے اور خواہش کے موافق ہوتا، اس پر عمل کرتے اور جو اس کے خلاف ہوتا، اس کو رد کر دیتے۔ انہوں نے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام اور کئی انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا ف۱۳۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بنو اسرائیل کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے، اس کی دنیا میں ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی اور اس وجہ سے ان پر مصائب طاری نہیں ہوں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں بھی ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی کیونکہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور اگر ان کو عذاب ہوا تو صرف چند دن عذاب ہوگا، جتنے دن انہوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی ف۱۳۷ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے نہ دیکھ کر ہدایت حاصل کی، نہ سن کر ہدایت حاصل کی، ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر قحط مسلط ہو گیا اور ان پر وبائیں طاری کی گئیں، لیکن انہوں نے اس سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی، پھر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض پیدا کر دیا گیا، وہ ایک دوسرے کے خلاف لڑتے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے، لیکن انہوں نے اس سے بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی ف۱۳۸ نصاریٰ میں سے ایک فرقہ یعقوبیہ ہے، جس کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تین اقانیم (اصلوں) سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ باپ اللہ ہے اور بیٹا مسیح ہے اور باپ (اللہ) بیٹے (مسیح) میں حلول کر کے اس کے ساتھ متحد ہو گیا اور وہ روح القدس بن گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہے اور ان کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح ہی اللہ ہے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی جو کلمہ سب سے پہلے کہا تھا، وہ یہ تھا: میں اللہ کا بندہ ہوں: ''قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا O'' (مریم: ۳۰) (مسیح نے کہا:) بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا O ف۱۳۹ اس آیت میں حضرت مسیح کا جو قول نقل فرمایا گیا ہے، اس میں بھی حضرت مسیح نے بنو اسرائیل کو یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اس کے ساتھ شرک کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

وقف لازم

اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ

کوئی مستحق عبادت نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ

ان کو نہایت دردناک عذاب ضرور پہنچے گاO ۱۴۱ وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں طلب کرتے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہےO ۱۴۱ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ

رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت سچی ہیں، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے ۱۴۲ دیکھیے

كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ

ہم کس طرح وضاحت سے ان کے لیے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دیکھیے وہ کیسی اوندھی باتیں کر رہے ہیںO ۱۴۳ آپ کہیے:

اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ

کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور اللہ

هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ

ہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہےO ۱۴۴ آپ کہیے: اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو

غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ

اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور

اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۷۷﴾ ع لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ خود راہِ راست سے بھٹک چکے ہیںO ۱۴۵ بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا

ع ۱۰ ۱۱ ۱۴

ف۱۴۰ قدیم عیسائی یہ کہتے تھے کہ اللہ، مریم اور عیسیٰ تین خدا ہیں اور قرآن مجید نے انہی لوگوں کا رد کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ" (المائدہ: ۱۱۶) اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو؟ وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے، میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اور متاخرین عیسائی یہ کہتے ہیں کہ جو ہر واحد تین اقانیم (اصلیں) ہیں: باپ، بیٹا اور روح القدس، اور یہ تینوں ایک خدا ہیں جیسے سورج تین چیزوں پر مشتمل ہے: قرص، شعاع اور حرارت، اور باپ سے ان کی مراد ہے: ذات، اور بیٹے سے مراد ہے: کلمہ اور روح سے مراد ہے: حیات۔ وہ کہتے ہیں کہ کلمہ اللہ کا کلام ہے، جو حضرت عیسیٰ کے جسم میں مختلط ہو گیا، جیسے پانی شراب میں مخلوط ہو جاتا ہے یا پانی دودھ میں مخلوط ہو جاتا ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح خدا ہے۔ عیسائیوں کا یہ قول بدیہۃ البطلان ہے کیونکہ تین ایک نہیں ہوتا اور ایک تین نہیں ہوتا اور عیسائیوں کے اس قول سے زیادہ فاسد اور باطل قول دنیا میں اور کوئی نہیں ہے ف۱۴۱ یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم اور اس کا بے حد لطف و احسان ہے کہ عیسائیوں کے اس کذب اور افتراء اور ان کے شرک کے باوجود ان کو توبہ اور استغفار کی دعوت دے رہا ہے ف۱۴۲ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کھانا کھاتے تھے اور جو شخص اپنی نشوونما اور بقاء میں کھانے کا محتاج ہو، وہ مخلوق ہے خدا نہیں ہے، نیز اگر حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں خدا ہوتے تو وہ خلق و ایجاد پر قادر ہوتے اور جب وہ خلق و ایجاد پر قادر ہوتے تو کھانے کے بغیر بھوک کی تکلیف مٹانے پر قادر ہوتے اور جب وہ ایسا نہ کر سکے تو معلوم ہوا کہ وہ خدا نہیں ف۱۴۳ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھانے پینے کا بہ طور دلیل ذکر کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر وہ خدا ہوتے تو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوتے اور قرآن مجید کے اس استدلال کی موجودہ انجیل بھی مصدق ہے کہ حضرت مسیح کھاتے بھی ہیں اور انہیں بھوک بھی لگتی ہے: "وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بیچ آ کر کھڑا ہوا اور ان سے کہا: تمہاری سلامتی ہوO مگر انہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں، اس نے ان سے کہا: تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرا ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو میں ہی ہوں، مجھے چھو کر دیکھو، کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی، جیسا مجھ میں دیکھتے ہوO اور یہ کہہ کر اس نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائےO جب مارے خوشی کے انہیں یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا: یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہےO انہوں نے اسے بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیاO اس نے لے کر ان کے روبرو کھایا"۔ (لوقا کی انجیل، باب: ۲۴، آیت: ۴۳۔۳۶، ص ۸۱) انجیل کے اس اقتباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو یقین دلا رہے ہیں کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے انسان ہیں، روح نہیں ہیں اور وہ کھاتے بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یقین دلایا کہ وہ مادی انسان ہیں، روح نہیں اور مادہ سے مجرد نہیں ہیں تو پھر وہ خدا کیونکر ہو سکتے ہیں؟ نیز انجیل میں ہے: "اور جب صبح کو پھر شہر کو جا رہا تھا، اسے بھوک لگی"۔ (متی کی انجیل، باب: ۲۱، آیت: ۱۳، ص ۲۵) ف۱۴۴ اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر ایک اور دلیل قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انہوں نے جو پرندے بنا کر اڑائے، جن مردوں کو زندہ کیا، جن کوڑھیوں کو شفا دی اور جن مادرزاد اندھوں کو بینا کیا، یہ سب کام انہوں نے اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کیے۔ وہ اپنی ذاتی طاقت اور قدرت سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تھے۔ موجودہ بائبل میں بہت جگہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے: "اور ان دنوں میں ایسا ہوا کہ وہ پہاڑ پر دعا کرنے کو نکلا اور خدا سے دعا کرنے میں ساری رات گزار دی"۔ (لوقا کی انجیل، باب: ۶، آیت: ۱۲، ص ۵۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساری ساری رات دعا کرنا، اس کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تھے ف۱۴۵ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد کیا، پھر نصاریٰ کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد

مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا
ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں

عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ
نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے○ ۱۴۶ وہ ایک دوسرے کو اس بُرے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ
وہ کیسا بُرا کام تھا جو وہ کرتے تھے○ ۱۴۷ آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَفِی
وہ کیسی بُری چیز ہے جو انہوں نے اپنی آخرت کے لیے بھیجی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہوا

الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ
وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے○ ۱۴۸ اور اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور اس نبی پر

اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾
پر جو اس نبی کی طرف نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں○ ۱۴۹

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ
آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہود اور مشرکین ہیں

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ
اور آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کا سب سے قریب دوست پائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾
کیوں کہ ان میں بعض عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے○

کیا۔ اب دونوں فریقوں کو خطاب کر کے فرما رہا ہے: اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو، غلو دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک حق اور ایک باطل۔ غلو حق یہ ہے کہ کسی صحیح اور حق چیز کے بیان میں مبالغہ کیا جائے' جس سے اس کو مؤکد کرنا مقصود ہو' اور غلو باطل یہ ہے کہ کسی چیز کی تحقیر میں زیادتی کی جائے۔ یہود نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں کمی کی' حتیٰ کہ ان کی طرف زنا منسوب کیا' ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا اور نصاریٰ نے انبیاء علیہم السلام کی تعظیم میں غلو کیا' حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ ف۱۴۶ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں سے کوئی شخص جب اپنے بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو سختی سے منع کرتا اور دوسرے دن جب اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع نہ کرتا اور اس کے ساتھ مل جل کر رہتا اور کھاتا پیتا' جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیے اور ان کے نبی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانوں سے ان پر لعنت کی' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے روکتے رہنا اور ضرور بُرائی کرنے والے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اس کو حق پر عمل کرنے کے لیے مجبور کر دینا' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کی طرح کر دے گا اور تم پر بھی اس طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی ہے۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٣٢٨۔ ٣٢٧' مسند ابو یعلیٰ ج ٨: ٥٠٣٥) ف۱۴۷ بنو اسرائیل حرام کام اور گناہ کرنے والوں کو منع نہیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ان کا گناہوں سے نہ روکنا حرام کاموں کو کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا بہت بُرا کام تھا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بُرائی کو نہ روکنے کی تبلیغ میں وہ سب شریک تھے' نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مجرموں کے ساتھ ملنا جلنا اور سوشل اور سماجی روابط رکھنا بھی ناجائز اور حرام ہے اور ان سے ترک تعلق کرنا واجب ہے ف۱۴۸ اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے یا یہ خطاب عام ہے اور ہر مخاطب مراد ہے' اور ان میں سے اس سے مراد اہل کتاب ہیں یا بنو اسرائیل' اور فرمایا ہے: آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے' اس سے مراد کعب بن اشرف اور اس کے اصحاب ہیں' بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت مکہ گئی تھی' تاکہ مشرکین مکہ کے ساتھ اشتراک کر کے نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں' لیکن بات نہیں بنی' انہوں نے جو کام کیے ہیں' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دائمی عذاب کا موجب ہیں ف۱۴۹ اگر یہ یہودی اللہ پر صحیح ایمان لاتے اور حضرت موسیٰ پر اور تورات پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے ف۱۵۰ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے نبی ﷺ کے پاس ایک وفد بھیجا' نبی ﷺ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا' وہ مسلمان ہو گئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ٧ ص ٣)

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ

اور جب وہ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے آپ ان کی

مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا

آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں ۱۵۱ وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں (حق کی)

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۳ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ

گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ۝ ۱۵۲ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا

الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۴

ہے اور ہم کیوں نہ یہ خواہش کریں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر لے ۝ ۱۵۳

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

سو اللہ نے ان کے اس قول کے صلے میں ان کو ایسی جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۵ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہمیشہ رہیں گے اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے ۝ اور جن لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۸۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں ۝ ۱۵۴ اے ایمان والو!

لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو ۱۵۵ جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا

حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۝ ۱۵۶ اور اللہ کے دیے ہوئے حلال پاکیزہ رزق سے کھاؤ

ف۱۵۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نجاشی کے پاس پہنچے اور انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور ان کے علماء اور راہبوں نے قرآن مجید سنا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ نجاشی نے اپنے تمیں بہترین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے۔ آپ نے ان کے سامنے قرآن پڑھا' ان پر رقت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگے' انہوں نے کہا: بہ خدا! ہم اس کو پہچانتے ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے اور نجاشی کو جا کر خبر دی تو وہ بھی مسلمان ہو گیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۴۰۹) ف۱۵۲ علی بن طلحہ نے کہا: اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۴۰۹) ف۱۵۳ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۴۱۰) ف۱۵۴ جن عیسائیوں نے دینِ حق کو پہچان لیا' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ان کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے صلہ میں جنتیں عطا فرمائیں اور جن عیسائیوں اور یہود اور مشرکین نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود تکبر اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدانیت اور اس کے انبیاء کے صدق کا انکار کیا' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عدل کے تقاضے سے دوزخ میں ڈال دے گا۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ ثواب اللہ کا فضل ہے اور عذاب اللہ کا عدل ہے ف۱۵۵ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی' جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اچھے کپڑے اتار دیں' عورتوں کو چھوڑ دیں اور زاہد بن جائیں' ان میں حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۱۳) ف۱۵۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! جن حلال چیزوں کی طرف تمہارا دل مائل ہوتا ہے' ان کی لذت حاصل کرنے سے اپنے آپ کو منع نہ کرو' جس طرح عیسائیوں کے علماء اور راہبوں نے کھانے پینے کی عمدہ اور لذیذ چیزوں کو اور عورتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور بعض نے اپنے آپ کو گرجوں میں مقید کر لیا اور بعض سیاحت کرنے لگے' سوائے مسلمانو! تم ان کی طرح حد سے نہ بڑھنا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو ○ ف۱۵۷ اللہ تمہاری بے مقصد قسموں

بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ

پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا ف۱۵۸ لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا ف۱۵۹

فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ

سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھر والوں کو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا ف۱۶۰ یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا

وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) ف۱۶۱ اور اپنی قسموں

اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۸۹

کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ

اے ایمان والو! شراب ف۱۶۲ اور جوا ف۱۶۳ اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر ف۱۶۴ اور فال کے تیر

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰ اِنَّمَا

محض ناپاک ہیں ف۱۶۵ شیطانی کاموں سے ہیں سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ شیطان

يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ

صرف یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں

ف۱۵۷ ہر چند کہ اس آیت میں اللہ کے دیئے ہوئے رزق حلال سے کھانے کا ذکر ہے' لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو۔ اس میں کھانے پینے کے علاوہ لباس' مکان' سواری اور ازدواج کی نعمتیں شامل ہیں اور بالخصوص کھانے پینے کی نعمتوں کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ انسان کی اولین اور بنیادی ضرورت ہے۔ کھانے اور لباس میں لذائذ اور مرغوبات کے متعلق بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ ان کو ترک کرنا اور ان سے اعراض کرنا افضل ہے۔ تاکہ انسان نفسانی خواہشوں کا غلام نہ بن جائے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو وسعت دی ہو تو اس کو توسع اختیار کرنا چاہیے۔ لذیذ کھانے' عمدہ لباس' خوب صورت مکان اور اعلیٰ درجہ کی سواریوں سے متمتع ہونا چاہیے' اور اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے اور حق داروں کے حقوق کو ادا کرتا رہے تاہم توسط اور اعتدال زیادہ پسندیدہ ہے۔ کبھی مرغوبات نفسانیہ سے حصہ حاصل کرے اور کبھی نفس کے تقاضوں کو پورا نہ کرے تاکہ فقر و غنا کے دونوں مرتبوں کا جامع ہو جائے ف۱۵۸ ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ میں قسم کھائے اور اس کے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۴۷۸-۴۷۹) ف۱۵۹ پختہ قسموں کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے (اور اسے) یمین منعقدہ (بھی) کہتے ہیں۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ (المائدہ: ۸۹) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے۔ اس کے علاوہ یمین کی ایک اور قسم یمین غموس بھی ہے اور ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۱۵) ف۱۶۰ فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھلانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے' اس کو اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے اور اگر کپڑے دیئے جائیں تو پھر فقہاء احناف کے نزدیک ان کا مالک بنانا ضروری ہے اور کپڑا دینے میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس قدر کپڑا ہونا چاہیے' جس سے عام بدن چھپ جائے۔ (ردالمختار ج ۳ ص ۶۲-۶۰' ملتقطاً) ف۱۶۱ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لگاتار تین روزے رکھنے ضروری ہیں۔ (ردالمختار ج ۳ ص ۶۲) ف۱۶۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب سے منع فرمایا اور اس کو حرام قرار دیا' ہمارے (احناف) کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے: انگور کا کچا پانی جب نشہ آور ہو جائے۔ اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک بھی خمر کا یہی معنی معروف ہے۔ (ہدایہ آخرین ص ۴۹۲) امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک خمر مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں' اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس اور ان کا پینا حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر بعینہٖ حرام کیا گیا ہے' خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔ (سنن نسائی: ۵۷۰۲-۵۷۰۱-ج ۸' سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۹۷) ف۱۶۳ اس آیت میں جوا کھیلنے کو حرام قرار دیا گیا ہے' اور ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی' قمار (جوا) ہے۔ (التعریفات ص ۷۷) ف۱۶۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''انصاب'' اور ''نصب'' ان پتھروں کو کہتے ہیں جن پر مشرکین اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۱۵-ج ۵) ف۱۶۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ازلام'' ان تیروں کو کہتے ہیں جن سے زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنی قسمت (کا حال) معلوم کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۱۵-ج ۵)

وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾
اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو O ۱۶۶

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور محتاط رہو ۱۶۷ پھر اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ

اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
ہمارے رسول پر تو صرف احکام کو صاف طور پر پہنچا دینا ہے O ۱۶۸ ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَ
(پہلے) کھا پی چکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بہ شرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
نیک عمل کرتے رہے ۱۶۹ پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدستور ایمان پر قائم رہے پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے اور

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ
اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O ۱۷۰ اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ

الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ
اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں ۱۷۱ تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے ۱۷۲

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
سو جس نے اس (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لیے درد ناک عذاب ہے O اے ایمان والو!

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا
حالتِ احرام میں شکار نہ مارو ۱۷۳ اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس

ف ۱۶۶ اس آیت میں شراب اور جوئے وغیرہ کی وجوہِ حرمت بیان کی گئیں ہیں کہ ان کے ذریعے سے شیطان تمہارے درمیان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔ اسی طرح ان کے ذریعہ سے شیطان تمہارے درمیان عداوت پیدا کرتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد سے روکتا ہے۔ نیز ان کے ذریعے سے شیطان تمہیں نماز سے روکتا ہے اور چونکہ یہ سب چیزیں حرام ہیں' اس لیے شراب اور جوا بھی حرام ہیں ف ۱۶۷ یعنی اللہ اور اس کے رسول نے خمر' جوئے اور دیگر محرمات سے اجتناب کا جو حکم دیا ہے' اس حکم پر عمل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت آ جائے گی یا تم آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: "فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O" (النور: ۶۳) جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' وہ اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا دردناک عذاب O ف ۱۶۸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے اعراض کیا اور ہمارے رسول کے حکم پر عمل نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ تو تمہیں تبلیغ فرما چکے ہیں' اللہ کی حجت تم پر پوری ہو چکی ہے اور اب تمہارے لیے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رہی ف ۱۶۹ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے' جب شراب حرام کر دی گئی تو صحابہ نے کہا: ہمارے ان اصحاب کا کیا حال ہوگا جو شراب پیتے رہے اور فوت ہو گئے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۶۲۔۳۰۶۱۔ ج ۵) ف ۱۷۰ اس آیت میں دو مرتبہ ایمان لانے اور تین مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا ذکر فرمایا ہے' اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ پہلے ایمان اور تقویٰ سے مراد اصل ایمان اور اصل تقویٰ ہے' یعنی انہوں نے شرک اور کفر کو ترک کیا اور اللہ پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہے اور تیسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے اس کے بندوں پر ظلم کرنے سے باز رہے' اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہے ف ۱۷۱ یہ آیت صلح حدیبیہ کے سال نازل ہوئی' بعض مسلمانوں نے احرام باندھا ہوا تھا اور بعض نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا اور جب ان کے سامنے شکار آتا تو ان کے احوال اور افعال مختلف ہوتے اور ان پر احکام مشتبہ ہو جاتے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال اور افعال کے احکام بیان کرنے اور حج وعمرہ میں ممنوعہ کام بیان کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۲۶) ف ۱۷۲ اس آیت کے اس جز کا لفظی معنی یہ ہے: تاکہ اللہ یہ جان لے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور کسی شخص کے کام کرنے یا نہ کرنے پر اس کا علم موقوف نہیں ہے' اور حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس کا معنی یہ کیا ہے: تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم سے مراد علمِ ظہور ہے' اس کو حکماء کی اصطلاح میں علم تفصیلی سے تعبیر کرتے ہیں' جو معلومات کا عین ہے' اس کے برخلاف علم اجمالی علم کا عین ہوتا ہے ف ۱۷۳ ائمہ مذہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محرم شکار کو عمداً قتل کرے یا خطاءً قتل کرے' ہر صورت میں اس پر تاوان واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس بجو کو محرم شکار کرے اس کا تاوان رسول اللہ ﷺ نے ایک مینڈھا قرار دیا اور اس کو شکار میں شمار فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۵۔ ج ۲) وجہِ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس تاوان کو عمد کے ساتھ مقید نہیں فرمایا' بلکہ شکار کرنے پر مطلقاً تاوان کو واجب فرمایا ہے۔

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

جانور کو اس نے مارا ہے' اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی' تم میں سے دو منصف اس (کی

هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

مثلیت) کا فیصلہ کریں گے درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو' یا (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ

روزے رکھنا ہے ۱۷۴ تا کہ وہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے' جو گزر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا ۱۷۵ اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو

اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۹۵ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ

اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت غالب منتقم ہے ۝ ۱۷۶ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے' ۱۷۷ اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام

حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹۶ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ

کر دیا گیا ہے' ۱۷۸ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے ۝ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے

الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ

لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پٹوں کو ۱۷۹

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ

یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' بے شک

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۹۷ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ

اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے ۝ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور یہ کہ

۱۷۴ امام ابوحنیفہ اور امام یوسف کے نزدیک شکار کو قتل کرنے کی جزا یہ ہے کہ جس مقام پر شکار کو قتل کیا گیا یا جو جگہ اس کے قریب ترین ہو' وہاں اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے اور دو نیک شخص اس کی قیمت مقرر کریں' پھر فدیہ دینے میں محرم کو اختیار ہے' اگر اتنی رقم سے قربانی کا جانور خریدا جا سکتا ہے تو اس رقم سے قربانی کا جانور خرید کر اس کو ذبح کر دے اور اگر چاہے تو اس رقم سے طعام خرید کر مسکینوں پر صدقہ کرے۔ ہر مسکین کو دو کلو گرام گندم یا چار کلو گرام کھجوریں یا جو صدقہ کرے اور اگر چاہے تو جتنے مساکین پر صدقہ لازم آتا ہے' اتنے دنوں کے روزے رکھے' مثلاً فدیہ کی رقم کی دس کلو گندم آتی ہے' جو پانچ مسکینوں پر صدقہ کی جائے گی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مسکینوں پر دس کلو گندم صدقہ کرے اور چاہے تو اس کے بجائے پانچ دنوں کے روزے رکھ لے ۱۷۵ اس آیت کا معنی ہے کہ جب محرم نے پہلی بار شکار کو قتل کیا اور اس کی ضمان یا جزا ادا کر دی' تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا اور جس محرم نے دوسری بار شکار کو قتل کیا' وہ اخروی عذاب کا مستحق ہو گا ۱۷۶ اس آیت میں گناہ کبیرہ پر اصرار کرنے والے کے لیے بہت سخت وعید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو دوبارہ کرنے پر انتقام لینے کی وعید سنائی ہے۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر آن اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا رہے اور کسی بھی گناہ کو دوبارہ کرنے سے اجتناب کرے' مبادا وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کا شکار ہو جائے ۱۷۷ سمندری شکار سے مراد ہے: جس جانور کو پانی میں شکار کیا جائے' خواہ وہ پانی سمندر میں ہو' دریا میں ہو' نہر میں ہو یا تالاب میں ہو اور اس سے مقصود وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو اور اس کی نشوونما اور بقاء بھی پانی میں ہو' اور اس کے طعام سے مراد' پانی میں کیا ہوا شکار ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک اس سے مراد صرف مچھلی ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں: مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۲۱۸۔ ج ۲) ۱۷۸ یہ آیت اس پر محمول ہے کہ خشکی کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب کہ تم نے حالتِ احرام میں خود شکار کیا ہو یا شکار کرنے والے غیر محرم کی اعانت کی ہو' کیونکہ حدیث میں غیر محرم خود سے جو شکار کر کے محرم کو پیش کرے تو اس کا کھانا محرم کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ (کچھ) صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور رسول اللہ ﷺ سفر حج پر تھے) تو عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابوقتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا' ہم نے جنگلی گدھے دیکھے۔ حضرت ابوقتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کونچیں کاٹ ڈالیں' ہم نے اتر کر ان کا گوشت کھایا' پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھا لیا' پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو۔ (صحیح البخاری: ۱۸۲۴۔ ج ۲' صحیح مسلم کتاب الحج: ۶۰ (۱۱۹۶) (۲۸۱۰) ۱۷۹ عرب میں کوئی امیر اور رئیس نہیں تھا' جو ضعیف اور مظلوم کو حق قوی اور ظالم سے دلا سکے اور جو کسی بدکار کو سزا اور نیکوکار کو جزا دے سکے' تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو البیت الحرام ہے' لوگوں کے معاملات کی درستگی اور اصلاح کا سبب بنا دیا' جیسے کسی ملک کا بادشاہ اپنی رعیت کے معاملات کو درست اور قائم رکھتا ہے اور ان میں عدل و انصاف برقرار رکھتا ہے' اسی طرح کعبہ اور حرمت والے مہینے زمانہ جاہلیت میں ان کی اصلاح اور درستگی کا سبب تھے' کیونکہ وہ البیت الحرام کی تعظیم کرتے تھے اور اس شہر میں جنگ و جدال سے اجتناب کرتے تھے اور سال کے چار حرمت والے مہینوں میں بھی لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرتے تھے' کیونکہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں لوگ حج کے لیے سفر کرتے تھے اور محرم میں سفر سے واپس جاتے تھے' اور رجب میں عمرہ کے لیے سفر کرتے تھے اور وہ زائرین بیت کو بیت اللہ کی وجہ سے مامون اور محفوظ رکھتے تھے' اسی طرح قربانی کے جو جانور حرم میں لے جائے جاتے تھے' جن کو "الھدی" اور "القلائد" کہا جاتا تھا' ان کی بھی بیت اللہ کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے' بیت اللہ کی تعظیم ان کے دل و دماغ میں مستحکم ہو چکی تھی اور ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

(کی شریعت) کی طرف' تو کہتے ہیں ہمیں وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا' خواہ ان کے باپ دادا کسی

شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝١٠٤ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ

چیز کا علم نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت یافتہ ہوں○ ١٨٥ اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی

مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا' ١٨٦ اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹنا ہے' پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ

تم کیا کرتے رہے تھے○ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ

وصیت کر رہا ہو تو تمہاری شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گواہ ہوں) ١٨٧ اور اگر تم زمین میں

مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

سفر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں)' ١٨٨ اگر

الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ

تمہیں ان پر شک ہو تو ١٨٩ تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو' ١٩٠ وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہیں کہ ہم

ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ

(کسی فائدہ کی وجہ سے) اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے اور خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے)

اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝١٠٦ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا

اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے ورنہ ہم سخت گنہ گاروں میں شمار ہوں گے○ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ

ف١٨٥ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کی تشریع کو رد کر دیا ہے' اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا ہے اور نہ یہ اس کی سنت ہے اور نہ شریعت میں اس کو عبادت قرار دیا ہے' اور اگر یہ جاہل عقل سے کام لیتے تو اوّل تو کفر اور شرک نہ کرتے اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہ کرتے اور ان جانوروں کو بتوں کے لیے وقف کر کے اور ان سے حصول نفع کو حرام کر کے مزید گمراہ نہ ہوتے' جو پتھر کسی قسم کے نفع نقصان پر اصلاً قادر نہیں ہیں' نہ ان کی پکار سن سکتے ہیں' نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں' ان کی پرستش کرنے سے کیا حاصل؟ اور ان جانوروں کو ان کی خاطر حرام کرنے سے کیا فائدہ؟ ف١٨٦ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اہل کتاب سے جزیہ قبول کر لیتے تھے اور عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کے لیے صرف دو راستے تھے' یا اسلام قبول کر لیں یا پھر جنگ کے لیے تیار رہیں۔ تب منافقوں نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم بعض کفار سے جزیہ قبول کرتے ہو اور بعض سے قبول نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی ملامت کی پرواہ نہ کرو' مسلمانوں کو اس سے بہت سخت تکلیف ہوتی تھی کہ نبی ﷺ کی بسیار تبلیغ' اس قدر معجزات کے مشاہدہ اور آپ کی اتنی کوششوں کے باوجود یہ کفار کفر کو نہیں چھوڑتے اور اپنی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ تم ان کو مسلمان کرنے کے مکلف نہیں ہو' تم صرف اپنی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی جہالت اور گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ٣ ص ٤٦١) ف١٨٧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں (کہ) بنو سہم (عاص بن وائل سہمی کے قبیلہ) میں سے ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (سفر میں) گیا۔ سہمی ایسی جگہ فوت ہوا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا' جب وہ دونوں سہمی کا ترکہ لے کر آئے تو اس کے ورثاء نے اس میں چاندی کا پیالہ گم پایا' جس میں سونے کے پتر جڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے حلف لیا' پھر وہ پیالہ مکہ میں پایا گیا اور ان لوگوں نے کہا: ہم نے یہ پیالہ عدی اور تمیم سے خریدا ہے' پھر سہمی کے ورثاء سے دو شخصوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور یہ پیالہ ان کے ساتھی کا ہے اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ٢٧٨٠) ف١٨٨ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی گواہی جائز نہیں ہے' کیونکہ شہادت کی تمام آیات اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے مسلمانوں کے متعلق ہیں' اور کافروں کی گواہی ایک دوسرے کے متعلق قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے: "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ" (الانفال: ٧٣) اور کافر ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ قرآن مجید نے کافروں کی ایک دوسرے پر ولایت ثابت کی ہے اور ولایت شہادت سے اعلیٰ درجہ ہے ف١٨٩ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص پر کسی قسم کا شبہ ہو' اس کو روکنا اور قید کرنا جائز ہے۔ بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو تہمت کی بناء پر قید کر لیا۔ امام ترمذی کی روایت میں ہے: بعد میں اس کو رہا کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٣٠۔ ج ٢' سنن ترمذی: ١٤٦٢۔ ج ٣) قید کرنے کی دو قسمیں ہیں: بہ طور سزا کے قید کرنا' اور بہ طور تفتیش کے قید کرنا' اور بہ طور سزا کے اس وقت قید کیا جائے گا جب اس پر کوئی حق واجب ہوگا یا جرم ثابت ہوگا' اور جس شخص کو تہمت کی بناء پر قید کیا جائے گا تو اس کی تفتیش کی جائے گی۔ (معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ٥ ص ٢٤٣) امام ابوداؤد نے کہا: اعتراف سے پہلے کسی کو مارنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٣٨٢۔ ج ٣) ف١٩٠ اکثر علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں "بعد از نماز" سے مراد نماز عصر ہے' کیونکہ تمام ادیان میں اس وقت کو عظیم گردانا جاتا ہے اور وہ اس وقت میں جھوٹ بولنے سے اور جھوٹی قسم کھانے سے اجتناب کرتے ہیں' کیونکہ اسی وقت میں بندوں کے اعمال قبول کیے جانے کے لیے فرشتے عرش کی طرف لے جاتے ہیں' اس لیے اس وقت میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' اور برے اعمال سے حتی الامکان گریز کیا جاتا ہے' خصوصیت سے اس وقت میں جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ

کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان لوگوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں

فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَیْنَاۤ ۖ

اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا

اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى

ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہو گا O ف۱۹۱ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (وصی) اس طرح شہادت دیں

وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

جس طرح شہادت دینے کا حق ہے یا وہ اس بات سے ڈریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی اور اللہ

وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ

سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O جس دن اللہ (تمام)

الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ

رسولوں کو جمع فرمائے گا، پھر فرمائے گا: تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہمیں بالکل علم نہیں ہے، بے شک تو ہی تمام غیبوں

الْغُیُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَ

کا جاننے والا ہے O ف۱۹۲ جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! تم اپنے اوپر اور

عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی

اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی، ف۱۹۳ تم گہوارے میں بھی لوگوں

الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ

سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی، ف۱۹۴ اور جب میں نے تم کو کتاب، حکمت، تورات

ف۱۹۱ اس واقعہ میں پہلے میت کے وصیوں (تمیم داری اور عدی بن بداء) نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو اس میت نے صرف اتنا ہی مال دیا تھا (جس میں چاندی کا پیالہ نہیں تھا) اور ورثاء نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے پورا مال نہیں پہنچایا، اور انہوں نے جھوٹی قسم کھائی اور امانت میں خیانت کی ہے، پھر وصیوں کی قسم کے مقابلہ میں ورثاء کے دو آدمی پیش ہوئے اور انہوں نے ان وصیوں کے خلاف قسم کھائی اور کہا کہ ہماری قسم ان کی قسم کے مقابلہ میں برحق ہے ف۱۹۲ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو علم نہیں تھا کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا؟ حالانکہ دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے اعمال کے متعلق گواہی دیں گے، مثلاً یہ آیت ہے: ”فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا O“ (النساء: ۴۱) اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے O اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو یقیناً اپنی امتوں کے احوال اور ان کے دیئے ہوئے جوابات کا علم ہے اور جب ہی وہ ان کے متعلق گواہی دیں گے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے جو یہ عرض کریں گے: ہمیں اصلاً علم نہیں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے غیر متناہی علم کے مقابلہ میں ان کو اصلاً علم نہیں ہے

ف۱۹۳ ”روح القدس“ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ اس میں ”روح“ کی اضافت ”قدس“ کی طرح ہے ”قدس“ سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے یعنی اللہ عزوجل کی پسندیدہ روح، ارواح کی ماہیت مختلف ہوتی ہے، بعض طاہرہ نورانیہ ہوتی ہیں، بعض خبیثہ ظلمانیہ ہوتی ہیں، حضرت جبرئیل وہ روح ہیں جو طاہر اور نورانی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ان کی مدد طاہر اور نورانی روح سے کی گئی ہے ف۱۹۴ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کی دلیل ہے، کیونکہ وہ پختہ عمر اور کہولت کے زمانہ کو پانے سے پہلے آسمانوں پر اٹھا لیے گئے تھے اور قرآن مجید کے مطابق ان کا کہولت کی عمر میں بھی کلام کرنا ضروری ہے، اس سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بھی ہیں اور ان کا زمین پر نزول بھی ہو گا، ورنہ اس آیت کا صدق کیسے ہو گا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے کہولت کا زمانہ پا لیا تھا اور وہ کہولت کے زمانہ میں باتیں کرتے تھے تو یہ معجزہ کیسے ہوا؟ کہولت کے زمانے میں تو سب باتیں کرتے ہیں، یہ معجزہ اسی وقت ہو گا، جب انہیں کہولت کے زمانہ سے پہلے اٹھا لیا گیا ہو اور وہ کئی ہزار برس بعد زمین پر نازل ہوں اور کہولت کا زمانہ پا کر لوگوں سے باتیں کریں، سو اس طرح اس آیت میں ان کے معجزہ کا ذکر بھی ہو گا اور یہ آیت ان کی حیات اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل بھی ہو گی۔

وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ
اور انجیل کا علم دیا اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے

فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ
تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ
اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے ۱۹۵ اور میں نے (ہی) تم کو بنو اسرائیل سے بچایا جب تم

جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا
ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے کہا: یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ
اور کچھ نہیں ہے ○ ۱۹۶ اور جب میں نے حواریوں پر الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ

بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ
تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اور (اے اللہ!) تو گواہ ہو جا کہ بے شک ہم مسلمان ہیں ○ ۱۹۷ جب حواریوں نے کہا:

الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ
اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے؟ ۱۹۸

عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
(عیسیٰ نے) کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو ○ ۱۹۹

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ
انہوں نے کہا: ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ

ف۱۹۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مادر زاد اندھوں کو بینا کرنا' برص کے مریضوں کو تندرست کرنا اور مُردوں کو زندہ کرنا' مٹی سے پرندہ کی صورت بنا کر اس میں روح پھونکنا' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا **ف۱۹۶** یعنی جب تم بنو اسرائیل کے پاس اپنی نبوت اور رسالت پر دلائل اور معجزات لے کر گئے تو انہوں نے تمہاری تکذیب کی اور تم پر تہمت لگائی کہ تم جادوگر ہو' اور انہوں نے تمہیں قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا اور میں نے تم کو اپنی طرف اوپر اٹھا لیا اور تم کو ان کے شر سے بچایا **ف۱۹۷** اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں' سو وہ ایمان لے آئے' ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کی ہوئی نعمتوں کو شمار کرا رہا ہے' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حواریوں کا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا حضرت عیسیٰ کے حق میں نعمت کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی انسان کا اس درجہ میں ہونا کہ لوگ اس کے قول کو قبول کریں' اس کو محبوب بنائیں اور اس کی اطاعت کریں' اس کے ماننے پر ان کی نجات موقوف ہو' یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے **ف۱۹۸** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: تم اللہ کے لیے تیس روزے رکھو' پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا' کیونکہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے' وہ اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔ بنو اسرائیل نے تیس روزے رکھے' پھر حضرت عیسیٰ سے کہا: اے خیر کی تعلیم دینے والے! آپ نے کہا تھا کہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے' اس کا اجر اس کے ذمہ ہوتا ہے' اور آپ نے ہمیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا تھا' سو ہم نے رکھ لیے اور ہم جس کے لیے بھی تیس دن کام کرتے' وہ ہمیں سیر کر کے کھانا کھلاتا' تب انہوں نے کہا: کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل کر سکتا ہے۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴) **ف۱۹۹** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو' اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ سے فرمائشی معجزہ نہ طلب کرو' کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم ضدی اور ہٹ دھرم ہو' دوسرا معنی یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنے مطالبات پر صبر کرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔

صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں○ ۲۰۰ عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی:

اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرما تاکہ (وہ دن) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (ہو جائے) ۲۰۱ اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے○

قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ

اللہ نے فرمایا: بے شک میں اس خوان کو تم پر نازل فرمانے والا ہوں پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور

عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ

اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا○ ۲۰۲ اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم!

مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو ۲۰۳ اللہ کے سوا دو خدا بنا لو؟ ۲۰۴

اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ ۤ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ

وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے اگر میں نے (بالفرض)

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ۭ

یہ کہا ہوتا تو تو اسے ضرور جانتا تو ان باتوں کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں اور میں ان چیزوں کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں○ ۲۰۵

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِىْ بِهٖٓ اَنِ

بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے○ میں نے ان سے وہی کہا جسے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ

ف ۲۰۰ اس آیت میں حواریوں نے نزولِ مائدہ کا جو عذر پیش کیا ہے' وہ یہ ہے کہ ہمیں دلائل سے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہے لیکن جب ہم نزولِ مائدہ کا مشاہدہ کریں گے تو ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے گا ف ۲۰۱ یعنی ہم اس (خوانِ طعام) کے نزول کے دن کو عید بنائیں' اس کی تعظیم کریں' خوشیاں منائیں' تیری عبادت کریں' شکر بجا لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو' اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں منانا' عبادتیں کرنا' شکر الٰہی بجالانا' طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اس لیے حضور ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (خزائن العرفان ص ۲۰۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مجھ پر میلاد شریف منانے کی اصل ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہود عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے' آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی' تو ہم اس دن بہ طور شکر کے روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے' اس دن اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے' اور نبی ﷺ کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی' سو جس دن آپ کی ولادت ہوئی' اس دن مختلف عبادات کرنا' مثلاً نوافل پڑھنا' روزہ رکھنا' صدقہ و خیرات کرنا اور تلاوت کرنا اور ان عبادات سے اللہ کا شکر بجالانا' اس حدیث کے مطابق ہے۔ (جواہر البحار ج ۳ ص ۳۶۲۔۳۵۹' ملخصاً) ف ۲۰۲ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان سے جو خوان نازل کیا گیا تھا' اس میں روٹیاں اور گوشت تھا' ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اس میں خیانت نہ کریں اور نہ اس کو کل کے لیے بچا کر رکھیں۔ انہوں نے خیانت بھی کی اور کل کے لیے بچا کر بھی رکھا' سو ان کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ (سنن ترمذی: ۳۰۷۲۔ ج ۵) ف ۲۰۳ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نصاریٰ نے حضرت مریم کو خدا نہیں کہا' اور نہ یہ ان کا عقیدہ ہے تو پھر یہ آیت کس طرح صادق ہوگی' کیا تم نے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ انہوں نے صراحۃً حضرت مریم کو خدا نہیں کہا؟ لیکن ان کے اقوال سے یہ بات لازم آتی ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے کسی انسان کو جنم نہیں دیا' انہوں نے خدا کو جنم دیا ہے اور بیٹا ماں کا جز اور ماں کی جنس سے ہوتا ہے' تو جب بیٹا خدا ہے تو اس سے لازم آیا ہے کہ اس کی ماں بھی خدا ہو' گویا وہ صراحتاً حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے ہیں اور التزاماً ان کی ماں کو بھی خدا کہتے ہیں ف ۲۰۴ اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں فرمایا: مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنا لو حالانکہ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خدائی کی کبھی نفی نہیں کی۔ خود قرآن مجید میں عیسائیوں کے متعلق مذکور ہے: ''لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ'' (المائدہ: ۷۳) بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائی یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے ہاتھوں سے جو معجزات ظاہر ہوئے' ان کے خالق حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم ہیں۔ اس لحاظ سے ان سے یہ نقل اور حکایت کرنا صحیح ہے کہ ''کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنا لو'' ف ۲۰۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی' بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا: کہ میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ بات حق نہیں ہے' اس لیے میں نے نہیں کہی اور کمال ادب سے اس کو اللہ کے علم پر چھوڑ دیا کہ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے علم ہوتا' کیونکہ تجھے میرے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے متعلق علم نہیں ہے۔

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ

(صرف) اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ

ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا ۲۰۶ اور تو ہر چیز

شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ

گواہ ہے○ اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے

فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ

تو تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ ۲۰۷ اللہ فرمائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع

صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ

پہنچائے گا ۲۰۸ ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ

اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ

ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے○ آسمانوں

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۰﴾

زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے○ ۲۰۹

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ ٥٥ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیاتها ۱۶۵ — رکوعاتها ۲۰

سورۃ الانعام مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں بیس رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں

ف۲۰٦ "توفی" کا مادہ "وفا" سے ہے اور "وفا" کا معنی ہے: کسی چیز کو پورا کرنا یا کسی چیز کا تمام اور کمال کو پہنچنا، موت کو وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مدتِ حیات پوری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَاَوْفُوا الْكَیْلَ" (الانعام:۱۵۲) اور پورا پورا ماپ کرو۔ "وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ" (البقرہ:۴۰) مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ "وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ" (آل عمران:۲۵) اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اس آیت سے جو بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، کیونکہ "توفی" کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی، تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق جو احادیث ہیں وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں "توفی" سے مراد آسمان پر اٹھا لیا کے ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۸۶۲۔۸۶۱ اور ج ۳ ص ۳۷۸ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۰۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تو ان کو کفر پر باقی رکھے، حتیٰ کہ یہ مر جائیں اور تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنی توحید اور اطاعت کی ہدایت دے، پھر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب ہے، تیرے ارادہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور تو اپنے افعال میں حکیم ہے، جس میں چاہتا ہے گمراہی پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا کرتا ہے ف۲۰۸ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ مسلمان یومِ آخرت میں انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کرنے کی جو سچی گواہی دیں گے اور اپنے اعمال کی سچی گواہی دیں گے تو مسلمانوں کی یہ سچی گواہی ان کو نفع دے گی اور نفع یہ ہے کہ ان سے شہادت کے چھپانے کا مواخذہ نہیں ہوگا اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی ف۲۰۹ اس آیت میں فرمایا: آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے، ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اور جب آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے تو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم بھی اللہ کی ملک میں ہیں، اس کے مملوک اور عبد ہیں اور جو مملوک اور عبد ہوں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس آیت میں عیسائیوں کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم خدا ہیں، اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا: اے ایمان والو! (اپنے) عہد کو پورا کرو اور احکامِ شرعیہ کے ذکر سے اس سورت کی ابتداء کی تھی اور اس سورت کا اختتام اللہ عزوجل کی کبریائی، اس کی عزت وجلال اور اس کی سلطنت اور قدرت پر کیا ہے، گویا یہ سورت شریعت کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور حقیقت کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ شریعت ابتداء ہے اور حقیقت انتہاء ہے اور یہ کہ شریعت پر عمل کر کے ہی انسان حقیقت تک پہنچے گا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

وَالنُّوْرَؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

اور نور کو پیدا فرمایا ف۱ پھر (بھی) کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں○ ف۲ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے

مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًاؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

پیدا فرمایا ف۳ پھر مدت (حیات) مقرر فرما دی' اور قیامت کا معین وقت اللہ ہی کے پاس ہے اور تم لوگ

تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ

شک کرتے ہو○ ف۴ اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کا مستحق ہے' وہ تمہارے ظاہر اور باطن

جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے واقف ہے○ ف۵ اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْؕ

نشانی آتی ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں○ سو بے شک جب ان کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا'

فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ

سو عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے○ ف۶ کیا انہوں نے نہیں دیکھا

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ایسی قومیں تباہ و برباد کر دیں ف۷ جن کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جیسا تمہیں نہیں

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ

دیا ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں' اور ہم نے ان کے (کھیتوں اور باغوں کے) نیچے دریا

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

بہائے' پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری

سورۃ الانعام: ف۱ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی ستون اور بغیر کسی کجی کے آسمان کو بنایا اور آسمانوں میں سورج اور چاند کو رکھا اور اس کو ستاروں سے مزین کیا اور ہوا کے دوش پر بادلوں کو رکھا' زمین کا فرش بچھایا' اس میں پہاڑوں کو نصب کیا اور ان میں کشادہ راستے رکھے اور اس میں سمندروں اور دریاؤں کو رواں دواں کیا اور پتھروں سے چشمے نکالے' ان تمام چیزوں میں اس کی وحدانیت اور اس کی عظیم قدرت پر دلالت ہے' کیونکہ اس کائنات کا پورا نظام طرزِ واحد پر چل رہا ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے اور وہی اللہ واحد قہار ہے' جو ہر چیز کا خالق ہے اور وہی مستحق عبادت ہے' اس نے تاریکیوں اور نور کو پیدا کیا۔ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد تاریکی اور نور پیدا کرنے کا ذکر کیا' کیونکہ آسمان اور زمین جواہر اور اعیان ہیں اور تاریکی اور نور معانی اور اعراض ہیں ف۲ یہ آیت کفار کی شقاوت اور قباحت پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے کے دلائل اور نشانیاں سب پر ظاہر اور واضح ہیں اور اس کی عطاؤں اور انعامات سے کائنات کا ہر فرد فیض پا رہا ہے اور فائدہ اٹھا رہا ہے اور کوئی شخص بھی اس کے کرم سے محروم نہیں ہے' پھر ان تمام احسانات کے باجود یہ کفار بے جان بتوں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں' اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی کو ملامت کرتے ہوئے کہے: میں نے تم کو اتنا مال دیا' اتنی عزت دی' تم پر اتنے احسان کیے' پھر بھی تم مجھے گالیاں دیتے ہو اور بُرا کہتے ہو' اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے سے اس کو ایسی ہی اذیت ہوتی ہے ف۳ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین یعنی عالم کبیر کو پیدا کرنے سے اپنی خالقیت اور وحدانیت پر استدلال کیا تھا اور اس آیت میں انسان یعنی عالم صغیر کو پیدا کرنے سے اپنی خالقیت اور وحدانیت پر استدلال فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور تم آدم کی اولاد ہو' لہٰذا تم کو بھی مٹی سے پیدا کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانۂ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے' لوگوں کی دو قسمیں ہیں: مؤمن' متقی' کریم اور فاجر' درشت خو اور ذلیل۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۴) ف۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو موتوں کا ذکر فرمایا ہے' ان موتوں میں سے پہلی اجل سے مراد موت ہے اور دوسری اجل سے مراد قیامت ہے کیونکہ آخرت میں ان کی حیات کی مدت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور نہ وہ کبھی ختم ہوگی اور اس کی مدت اور اس کی کیفیت کا حال اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے ف۵ اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا' دوسری آیت میں فرمایا: جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہاری خلوت اور جلوت کو جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے واقف ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل ہے اور کمال علم اور کمال قدرت یہ ایسی دو صفتیں ہیں' جن پر الوہیت کا مدار ہے اور ان دونوں آیتوں کے مجموعہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل مکمل ہو گئی ف۶ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے انکار اور کفر کے تین احوال بیان فرمائے ہیں' پہلا حال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں سے اعراض کیا اور منہ موڑا۔ دوسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کی تکذیب کی اور ان کو جھٹلایا اور تیسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کا مذاق اڑایا اور یہ ان کے کفر اور انکار کی انتہاء ہے ف۷ اس وعید میں دو احتمال ہیں: اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہو سکتا ہے' جیسا کہ جنگ بدر میں مشرکین مکہ کو شکست فاش ہوئی اور ان کو اپنی عددی برتری اور طاقت کا جو گھمنڈ تھا' وہ خاک میں مل گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہو۔

اٰخَرِيْنَ ۝٦ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ

قوم پیدا کر دی ○ ف۸ اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے

لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

تب بھی کفار یہی کہتے کہ یہ محض کھلا ہوا جادو ہے ○ ف۹ اور انہوں نے کہا: اس رسول پر (کوئی)

عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَ

کیوں نہیں نازل کیا گیا' اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو چکا ہوتا' پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی ○ اور

لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩

اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے تب بھی اس کو (صورۃً) مرد بناتے اور ان پر وہی اشتباہ ڈال دیتے جو اشتباہ وہ اب کر رہے ہیں ○ ف۱۰

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ

اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ؑ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا

نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○ ف۱۱ آپ کہیے کہ تم زمین میں گھومو پھرو پھر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا ○ ف۱۲ آپ (ان سے) کہیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہیے

قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کہ وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے وہ تم کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا

لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٢ وَلَهٗ

جس میں کوئی شک نہیں ہے' (مگر) جن لوگوں نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ ف۱۳ اور رات اور دن

ف۸ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار مکہ کو نصیحت کی جائے اور انہیں اس بات سے ڈرایا جائے کہ کہیں ان پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو پچھلی امتوں کے ان جیسے کافروں پر آیا تھا' جب کہ وہ لوگ دنیوی شان و شوکت اور قوت و طاقت اور عددی حیثیت سے اہل مکہ کی بہ نسبت کہیں زیادہ اور برتر تھے ف۹ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مشرکین کس سبب سے دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے' ان کا انکار چند ضعیف شبہات پر مبنی تھا' ان کا مطالبہ تھا کہ ایک لکھی ہوئی کتاب نازل ہو اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہو' جو آپ کی نبوت کی تصدیق کرے' لیکن حقیقت میں ان کے انکار اور تکذیب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی نشانیوں سے اعراض کرتے تھے اور ان میں غور و فکر نہیں کرتے تھے' سو اگر اللہ ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کر دیتا اور وہ اس کو چھو کر دیکھ لیتے' پھر بھی کہتے کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے اور ایمان نہ لاتے۔ ہاتھ سے چھونے کا اس لیے ذکر فرمایا کہ بھی دیکھی ہوئی چیز کی بہ نسبت ہاتھوں سے چھوئی ہوئی چیز زیادہ یقینی ہوتی ہے' کیونکہ مشاہدہ میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ نظر نے دھوکا کھایا ہو یا نظر بندی کی گئی ہو' لیکن ہاتھ سے چھونے کے بعد یہ احتمالات ختم ہو جاتے ہیں لیکن یہ ضدی اور ہٹ دھرم لوگ ہیں کہ یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے ف۱۰ کفار کا منشاء یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجتا' تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا' کیونکہ فرشتوں کے علوم انسانوں سے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی قدرت اور ان کی ہیبت بھی انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ مکمل طور پر دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں' سو ان کی نبوت و رسالت میں کسی کو شک و شبہہ نہیں ہوگا' تو اس وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا تو فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہہ کا جو جواب دیا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار مکہ فرشتے کو اسی وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ جسم کثیف میں متشکل ہوتا اور ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور دوسری جنس سے غیر مانوس ہوتا ہے' تو اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو ان کے پاس رسول بنا کر بھیجتا تو اگر وہ اپنی اصل صورت میں ان کے پاس آتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے نہ اس کا کلام سن سکتے اور نہ اس کی عبادات اور معمولات ان کے لیے نمونہ اور حجت ہوتے' کیونکہ دونوں کی جنس الگ الگ ہوتی' اور اگر وہ ان کے پاس انسانی پیکر میں متشکل ہو کر آتا تو وہ اس سے کہتے: تم فرشتہ نہیں ہو تم تو ہماری طرح انسان ہو اور پھر ان کا وہی شبہہ لوٹ آتا ف۱۱ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی نشانی کا مطالبہ کرتی ہے اور اس کے مطالبہ پر وہ نشانی بھیج دی جاتی ہے اور پھر وہ ایمان نہیں لاتی تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو فی الفور ہلاک کر دیتا ہے اور چونکہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد آسمانی عذاب نہیں آنا تھا اس لیے ان کا یہ مطالبہ (کہ فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجا جائے) پورا نہیں کیا گیا ف۱۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ان مذاق اڑانے والوں اور جھٹلانے والوں سے کہیے کہ تم زمین میں سفر کرو اور تفتیش کرو اور تم سے پہلے کافروں پر تکذیب کی وجہ سے جو عذاب آیا تھا' اس کے آثار اور نشانات دیکھو اور اس کے متعلق لوگوں سے خبریں معلوم کرو۔ اس آیت میں تکذیب کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی تکذیب کرتے تھے ف۱۳ اس آیت سے مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق اور مستحق عبادت ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے رسول برحق ہیں اور قیامت کے دن مخلوق سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا' کیونکہ کفار اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ تمام آسمان اور زمینیں اور ان میں تمام رہنے والے سب اللہ کی ملکیت ہیں اور ساری مخلوق اللہ کی مملوک ہے اور مملوک پر اپنے مالک کی اطاعت کرنا لازم ہے' سو تمام انسانوں پر لازم ہے کہ صرف اس ایک رب کی عبادت کریں اور اسی کو عبادت کا مستحق مانیں' اور عبادت کا طریقہ بتلانے اور اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے ایک رسول کا ہونا ضروری ہے' جو دلیل اور معجزہ سے اپنی رسالت ثابت کرے اور سیدنا محمد ﷺ نے بہ کثرت دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت و رسالت کو ثابت کیا ہے' پھر جو لوگ اللہ کی اطاعت کریں' ان کو اجر دینے کے لیے اور جو نافرمانی کریں ان کو سزا دینے کے لیے ایک دن ہونا چاہیے اور وہ روز قیامت اور روز جزا ہے۔

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ

میں جو بھی سکونت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے' وہی خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے○ آپ کہیے: کیا میں اللہ

اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ

کے سوا کسی اور کو کارساز بنا لوں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں جاتا' ١٤

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

آپ کہیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے' پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں ١٥ اور یہ کہ تم ہرگز

الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ

شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ ١٦ آپ کہیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب

عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

سے ڈرتا ہوں○ جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا' اور یہی بہت واضح

الْمُبِيْنُ ⑯ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَ

کامیابی ہے○ اور (اے مخاطب!) اگر اللہ تمہیں کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس ضرر کو دور کرنے والا نہیں ہے' اور

اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑰ وَهُوَ الْقَاهِرُ

اگر وہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے○ ١٧ اور وہی اپنے تمام بندوں

فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ⑱ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ

پر غالب ہے اور وہ بہت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے○ آپ کہیے کہ کس کی گواہی سب سے بڑی ہے؟ ١٨

قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ

آپ کہیے: اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے' اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے

ف١٤ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے یہ کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہ نبوت کا دعویٰ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا ہے' ہم تمہارے لیے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے غنی ہو جاؤ گے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ رات اور دن میں جو چیز بھی متحرک یا ساکن یا جو چیز بھی سکونت پذیر ہے' وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے' پھر فرمایا: آپ کہیے: کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو رب یعنی ناصر اور معبود بنا لوں؟ کیا میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے کو چھوڑ دوں' جو اپنی تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے' وہ اپنی حیات اور بقاء میں کسی غذا کا محتاج نہیں ف١٥ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سب سے سابق ہیں' اس لیے آپ کو سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا اور شرک سے منع کیا ف١٦ اس آیت میں امت کے لیے تعریض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم ہیں' جن کی وجہ سے ان گنت گناہ گار بخشے جائیں گے' جب وہ بھی اللہ کی نافرمانی کرنے پر عذاب سے ڈرتے ہیں تو عام مسلمانوں کو اللہ سے کتنا زیادہ ڈرنا چاہیے ف١٧ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو فقر' مرض' غم اور ذلت کی وجہ سے جو بھی مصیبت اور تکالیف پہنچتی ہیں' اللہ تعالیٰ کے سوا ان مصائب اور شدائد کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور رنج و الم کو اس کے سوا کوئی زائل کرنے والا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے برخلاف لوگ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ان کی مشکلات میں کام آتے ہیں اور ان کے مصائب کو دور کرتے ہیں' وہ اللہ کی توفیق اور اس کی طاقت سے کرتے ہیں اور دواؤں سے جو شفا مل جاتی ہے' ان میں شفا کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے' وہ محض سبب ہیں' شفا دینے والا اللہ ہے' وہ چاہے تو بغیر دوا کے شفا دے دے اور اگر وہ نہ چاہے تو کسی دوا سے شفا نہیں ہو سکتی' اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں' بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور گناہ گاروں کی شفاعت کرتے ہیں اور تنگ دستوں کو غنی کرتے ہیں اور ان افعال کی ان کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اور یہ نسبت' نسبت مجازی ہوگی ف١٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اللہ کو آپ کے سوا رسول بنانے کے لیے اور کوئی نہیں ملا' ہمیں کوئی شخص نہیں ملا جو آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کرے' ہم نے یہود اور نصاریٰ سے آپ کے رسول ہونے کے متعلق پوچھا' انہوں نے کہا: ہماری کتابوں میں ان کی نبوت کا ذکر نہیں ہے' آپ ہمیں بتائیں کہ آپ کی نبوت کی گواہی کون دے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ

ڈراؤں اور جس (تک) یہ پہنچے ف۱۹ کیا تم ضرور یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں؟ آپ کہیے کہ میں گواہی نہیں دیتا

لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

آپ کہیے کہ وہ صرف ایک مستحق عبادت ہے اور بے شک میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو○ ف۲۰

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں ف۲۱ جن لوگوں نے

خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے○ ف۲۲ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَیَوْمَ

جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے○ ف۲۳ اور جس دن

نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ

ہم سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے: تمہارے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا

تم گھمنڈ کرتے تھے○ ف۲۴ پھر وہ صرف یہی فتنہ اٹھا سکیں گے کہ کہیں: اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے

مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

ہم شرک کرنے والے نہ تھے○ دیکھیے انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے

مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى

تھے وہ سب گم ہو گئے○ ف۲۵ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے

وقف لازم | وقف لازم | ع ۱۰ / ۸

ف۱۹ چونکہ سب سے بڑی گواہی اللہ سبحانہٗ کی ہے اور جب وہ ایمان لے آئیں تو آپ بتائیں کہ میری نبوت پر اللہ گواہ ہے' کیونکہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے اور یہ قرآن معجزہ ہے کیونکہ تم فصحاء اور بلغاء ہو اور تم اس قرآن کا معارضہ کرنے اور اس کی نظیر لانے سے عاجز رہے ہو اور جب یہ قرآن معجزہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا اس کو مجھ پر نازل کرنا میرے دعویٰ نبوت کے موافق ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے نبی ہونے کی شہادت ہے ف۲۰ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے صرف کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے پچھلے دین کے باطل ہونے کا اعتراف و اقرار کرے اور اس سے براءت و بیزاری کا اظہار کرے ف۲۱ ابوحمزہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی ہے کہ اہل کتاب آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں' بتاؤ یہ معرفت کیسی تھی؟ حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی صفت اور نعت بیان کی ہے' ہم آپ کی اس صفت اور نعت کو پہچانتے ہیں۔ جب ہم نے آپ کو تمہارے درمیان دیکھا تھا تو ہم نے آپ کو اس طرح پہچان لیا' جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کو دوسرے لڑکوں کے درمیان پہچان لیتا ہے اور اللہ کی قسم! مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی' کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس کی ماں کیا کرتی رہی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۲۰) ف۲۲ یعنی جو لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پہچانتے ہیں' اس کے باوجود انہوں نے عناداً آپ کی نبوت کا انکار کیا' اس انکار سے انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا' کیونکہ ان کو اب دوزخ میں ڈال دیا جائے گا ف۲۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے دو ظلم بیان فرمائے ہیں۔ ایک ظلم ہے اللہ پر جھوٹا بہتان لگانا اور دوسرا ظلم ہے اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگانے کی تفصیل یہ ہے کہ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ بت اللہ کے شریک ہیں اور اللہ سبحانہ نے ان کی عبادت کرنے اور ان کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے کی تفصیل یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت پر اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے' مشرکین نے ان کو جھٹلا دیا اور قرآن مجید جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر سب سے بڑا معجزہ ہے' انہوں نے اس کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کیا اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے ف۲۴ اس آیت میں ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو ملامت کرنے اور ان کی مذمت کرنے کے لیے ان سے سوال فرمائے گا: تمہارے وہ شرکاء اور جھوٹے معبود اور پتھر کی مورتیاں کہاں ہیں' جن کے متعلق تم دنیا میں زعم کرتے تھے کہ یہ تمہارے کارساز اور مددگار ہیں' اور وہ تمہیں اللہ کے قریب کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری شفاعت کر کے تمہیں عذاب سے چھڑا لیں گے' اب وہ کہاں ہیں؟ تمہارے ساتھ کیوں دکھائی نہیں دیتے ف۲۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس کے نزدیک ان کا کوئی گناہ بھاری نہیں ہوگا۔ جب مشرکین یہ ماجرا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش رہا ہے اور شرک کو نہیں بخش رہا' آؤ ہم بھی یہ کہیں کہ ہم گناہ گار ہیں مشرک نہیں ہیں۔ جب وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے تو ان کے مونہوں پر مہر لگ جائے گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے' اس وقت مشرکین یہ جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپا سکتے۔

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے ۲۶ اور اگر وہ تمام

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کافر کہیں گے کہ

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ

یہ تو محض پہلے لوگوں کی بناوٹی کہانیاں ہیں ۲۷ اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس

يَنْــــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ

سے دور بھاگتے ہیں اور وہ صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ۲۸ اور (اے مخاطب!)

تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

کاش تو دیکھتا جب ان (کافروں) کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش! ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے اور ہم اپنے

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ

رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مؤمنوں میں سے ہو جائیں ۲۹ بلکہ ان پر اب وہ حقائق منکشف ہو گئے ہیں جن کو وہ پہلے

مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾

چھپاتے تھے اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیئے گئے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ۳۰

وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ

اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اور (اے مخاطب!) کاش تو وہ

تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَ

منظر دیکھتا جب ان کو ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا ۳۱ اللہ فرمائے گا: کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) حق نہیں ہے وہ کہیں گے:

ف۲۶ اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے کانوں میں ڈاٹ گرانی تھی اور ان کے دلوں پر پردے تھے تو چاہیے تھا کہ وہ کوئی بات نہ سنتے اور کسی بات کو نہ سمجھتے حالانکہ وہ لوگوں کی باتیں سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سننے سے مقصود یہ تھا کہ وہ سن کر اس سے نفع حاصل کرتے اور اس پر ایمان لاتے اور سمجھنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے نتیجہ نکالتے اور یہ اعتراف کر لیتے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے اور کوئی انسان اس کی نظیر نہیں لاسکتا اور نبی ﷺ کی نبوت کو مان لیتے اور جب انہوں نے سننے اور سمجھنے کے مقصود کو پورا نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ فرمادیا ف۲۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب ولید بن مغیرہ نضر بن الحارث عتبہ شیبہ بن ربیعہ کے دونوں بیٹے امیہ اور ابی بن خلف رسول اللہ ﷺ کی باتیں کان لگا کر سن رہے تھے تو انہوں نے نضر سے کہا: اے ابوقتیلہ! (سیدنا) محمد ﷺ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے میرے اور ان کے کلام سننے کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی ہے! میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا کہتے ہیں میں صرف ان کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ وہ کچھ کہہ رہے ہیں اور وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ پچھلے لوگوں کی داستانیں ہیں جیسا کہ میں تمہیں گزرے ہوئے لوگوں کی داستانیں سناتا ہوں۔ (اسباب النزول ص ۲۱۷) ف۲۸ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ کفار لوگوں کو نبی ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے سے روکتے ہیں اور آپ سے دور بھاگتے ہیں یا وہ لوگوں کو قرآن مجید سننے اور اس کو ماننے سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اس طرز عمل سے صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں ف۲۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مخاطب! جب تو ان کو دیکھے گا کہ فرشتے کافروں کو دوزخ کے پاس کھڑا کر دیں گے تو تو ان کو اس قدر خوف اور دہشت میں دیکھے گا جس کو منضبط کرنا ممکن نہیں ہے اس وقت یہ کافر نادم ہوں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے اور پھر ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور مؤمنوں میں سے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور دلیلوں کی تکذیب نہ کریں جو اس کی وحدانیت اور اس کے رسولوں کی تصدیق پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ اور قیامت پر فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائیں اور گناہوں سے توبہ کریں اور نیک عمل کریں ف۳۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی ندامت یا تمنا کا صراحتاً رد فرمایا یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیئے گئے تو ان کو جس کفر و عناد معصیت اور نفاق سے منع کیا گیا تھا وہ اسی کی طرف لوٹ جائیں گے کیونکہ کفر اور عناد ان کی طبیعت میں رچ چکا ہے وہ دنیا کی رنگینیوں اور زیب و زینت کو دیکھ کر ایک بار پھر آخرت کا انکار کر دیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے حساب و کتاب اور جزا و سزا کی پھر تکذیب کریں گے ف۳۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حشر کے دن کافروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے گا جس طرح مجرموں کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمائے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝'' (الصّٰفّٰت: ۲۴) ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا ۝

رَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

کیوں نہیں! اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا: پس اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب (کا مزہ) چکھو ۳۲ بے شک ان لوگوں

كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا

نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا ۳۳ حتیٰ کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ پہنچے گی تو کہیں گے: ہائے

عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۚ أَلَا

افسوس! ہماری اس تقصیر پر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنی پیٹھوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے سنو!

سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ

وہ کیسا بُرا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے ○ ۳۴ اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے ۳۵ اور بے شک آخرت

الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ

کا گھر متقین کے لیے بہت اچھا ہے' پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لو گے؟ ○ (اے رسول مکرم!) ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ

الَّذِي يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ

جو باتیں بناتے ہیں ان سے آپ غمگین ہوتے ہیں' دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں

يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا

کا انکار کرتے ہیں ○ ۳۶ آپ سے پہلے بھی کتنے ہی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی' سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذاء رسانی

كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ

پر صبر کیا حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے'

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں ○ ۳۷ اور اگر ان لوگوں کی بے اعتنائی آپ پر

ع ١٠ ف ۳۲ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' (البقرہ: ۱۷۴) اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا۔ اور اس آیت میں ان سے کلام فرمانے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بلاواسطہ کلام نہیں فرمائے گا اور اس آیت میں جس کلام فرمانے کا ذکر ہے' وہ فرشتوں کے واسطے سے ہے ف ۳۳ اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعضاء جسمانیہ اور عقل و فکر کے ساتھ بھیجا تاکہ انسان اپنی قوتِ عملیہ اور قوتِ عقلیہ سے نفع حاصل کرے اور وہ نفع ہے اخروی نعمتوں کا اور غیر فانی اجر و ثواب کے حصول کا اور یہ نفع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے' لیکن جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے تو ان کو اخروی نعمتوں کا نفع حاصل نہیں ہوا' اور کفر اور معصیت کی وجہ سے ثواب کے بجائے عذاب کے مستحق ہوئے ف ۳۴ انسان کی سعادت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی عبادت میں مشغول رہے اور دنیا کی دلفریبیوں اور عیاشیوں سے خود کو بے تعلق رکھے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو باز رکھے اور جو شخص قیامت کا اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا منکر ہو گا' وہ اخروی زندگی کے لیے کسی زادِ راہ کو تیار نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس وہ شہوت اور غضب کے تقاضوں میں ڈوب کر اپنے گناہوں کے بوجھ میں اضافہ کرتا رہے گی' حتیٰ کہ جب اس کے پاس قیامت آ پہنچے گی تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! میری اس تقصیر پر جو قیامت کے متعلق مجھ سے ہوئی ف ۳۵ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ مطلقاً دنیا کی زندگی مذموم نہیں ہے بلکہ کافر کی زندگی مذموم ہے اور مؤمن چونکہ نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے' اس لیے اس کی زندگی لہو و لعب نہیں ہے۔ لہو و لعب (کھیل کود وغیرہ) کی شرعی حیثیت کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۴۲ تا ۴۴۴ اور آپ ہی کی شہرہ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۳۹ تا ۶۴۱ کا مطالعہ فرمائیں ف ۳۶ جنگ بدر کے دن اخنس بن شریق اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی' اخنس ابوجہل کو اس جگہ لے گیا' جہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ابوجہل سے کہا: اے ابوالحکم! مجھے یہ تو بتاؤ کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں یا کاذب؟ کیونکہ یہاں میرے اور تمہارے سوا قریش کا کوئی فرد نہیں ہے' جو ہماری باتیں سن رہا ہو۔ ابوجہل نے کہا: تم پر افسوس ہے' بہ خدا! (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ ضرور صادق ہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' لیکن جھنڈا' کعبہ کی دربانی اور زم زم کی سبیل پہلے ہی بنو قصی کے پاس ہے' اگر نبوت بھی وہ لے گئے تو قریش کے پاس کیا باقی بچے گا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۲۴۰) ف ۳۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مخالفوں اور کافروں کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرنا انبیاء سابقین علیہم السلام کا طریقہ ہے اور نبی کو چاہیے کہ ان کی بے ہودہ باتوں سے اعراض کرے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرے' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ'' (الاحقاف: ۳۵) سو آپ صبر کیجئے' جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا' اس قسم کی آیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کی حکمت یہ ہے کہ صبر کرنے سے مصائب کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور صبر کے اندر رحمت کے نزول اور کشادگی کے حصول کی بشارت ہے: ''فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○'' (الانشراح: ۶-۵) کیونکہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○ اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○

إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا

دشوار ہے تو آپ اگر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر سکتے ہیں تاکہ ان کے پاس

فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ

(ان کا مطلوبہ) معجزہ لے آئیں (تو لے آئیں) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا' (تو اے مخاطب!)

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ

تو ہرگز نادانوں میں سے نہ ہو جانا ○ ۳۸ (دعوتِ اسلام کو) صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو (توجہ سے) سنتے ہیں'

وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ

اور مردہ دلوں کو اللہ اٹھالے گا' پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ ۳۹ اور انہوں نے کہا: اس (رسول) پر اس کے

عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً وَ

رب کی طرف سے کوئی (مطلوبہ) معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا' آپ کہیے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کا مطلوبہ) معجزہ نازل کر دے'

لَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ

لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ ۴۰ اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور (فضا میں) اپنے بازوؤں سے اڑنے والا

يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ

ہر پرندہ تمہاری ہی مثل مخلوق ہے' ۴۱ ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا' ۴۲

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ

پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی (وہ) بہرے اور گونگے ہیں'

فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ

اندھیروں میں (بھٹکے ہوئے) ہیں' ۴۳ اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے' اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گامزن

وف ۳۸ بعض آثار میں ہے کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! ہمارے لیے اللہ کے پاس سے کوئی نشانی لائیے جیسا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نشانیاں لائے تھے' پھر ہم آپ کی تصدیق کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان کی مطلوبہ نشانیاں عطا فرمانے سے انکار فرمایا' تو انہوں نے نبی ﷺ سے منہ پھیر لیا' نبی ﷺ پر ان کا اعراض بہت دشوار ہوا' کیونکہ آپ اپنی قوم کے ایمان لانے پر بہت حریص تھے اور وہ جب بھی نشانی کا مطالبہ کرتے تو ان کے ایمان لانے کی طمع میں آپ کی یہ شدید خواہش ہوتی کہ وہ نشانی (معجزہ) نازل کر دی جائے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی ج ۷، ص ۱۳۸) وف ۳۹ یعنی جو لوگ آپ کی دعوت اور تبلیغ سے منہ موڑ رہے ہیں اور اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لا رہے' ان کے ایمان نہ لانے اور اعراض کرنے سے آپ دل برداشتہ اور مغموم نہ ہوں' کیونکہ آپ کے پیغام کو وہی لوگ سنیں گے' جن کے کانوں کو اللہ عزوجل نے غور سے سننے کے لیے کھول دیا ہے اور ان کے لیے آپ کی اتباع کو آسان کر دیا ہے اور وہ لوگ آپ کے پیغام کو توجہ سے نہیں سنیں گے' جن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے' سو جب آپ انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں گے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا' جس طرح مویشی اپنے چرواہوں کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان کے مفہوم کو نہیں سمجھتے' سو یہی ان کا حال ہے ف ۴۰ یہ آیت معاندین قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو عناد اور سرکشی کی بناء پر نبی ﷺ سے کسی معجزہ اور نشانی کا سوال کرتے تھے' ورنہ اس سے پہلے بہت سی نشانیاں اور معجزے دیئے جا چکے تھے' جو کسی منصف مزاج شخص کے ایمان لانے کے لیے کافی تھے اور جن نشانیوں کا یہ سوال کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ ان کے نازل کرنے پر بھی قادر تھا' جیسا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ متعدد نشانیاں نازل فرما چکا تھا' مثلاً ان کے مطالبہ پر چاند کو شق کیا گیا' لیکن یہ اس کے باوجود ایمان نہیں لائے' لہٰذا ان کے مطالبہ کے موافق نشانیاں نازل کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ ہر نشانی نازل ہونے کے بعد یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے' سو معلوم ہوا کہ یہ محض عناد اور ہٹ دھرمی سے نشانیوں کو طلب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کے اجتماعی مطالبے کے موافق کوئی نشانی نازل کر دی گئی اور پھر بھی انہوں نے انکار کیا تو ان پر ایسا عذاب آئے گا' جس سے یہ سب ملیامیٹ ہو جائیں گے ف ۴۱ اس آیت میں بتایا ہے کہ ہر حیوان اور پرندہ تمہاری مثل مخلوق ہے۔ یہ تشبیہ اور تمثیل کس چیز میں ہے؟ اس کی مفسرین نے حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں: (۱) حیوان اور پرندوں کو بھی اللہ کی معرفت ہے' وہ اس کی وحدانیت کا ذکر اور اس کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ" (بنواسرائیل: ۴۴) سات آسمان اور زمینیں' اور جو کچھ ان میں ہے وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ حضرت شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بلا فائدہ کسی چڑیا کو قتل کیا' وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی: اے میرے رب! فلاں شخص نے مجھ کو بے فائدہ قتل کیا اور کسی نفع کے لیے مجھے قتل نہیں کیا۔ (سنن نسائی: ۴۴۵۸۔ ج ۷) قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور اس حدیث میں حیوانوں کے ادراک اور معرفت پر دلیل ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی موت' حیات' ان کا عمل' ان کا رزق اور ان کا اخروی انجام مقدر کر دیا ہے' اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کے بھی یہ اُمور مقرر کر دیئے ہیں' سو یہ تمام مخلوق انسانوں کی مثل ہے وف ۴۲ کتاب کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے یعنی ہم نے ہر چیز کو ام الکتاب میں لکھ دیا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی ہم نے تمہاری حاجت کی ہر چیز قرآن مجید میں بیان کر دی ہے' صراحتاً' یا اجمالاً یا دلالۃً' جیسا کہ سورۃ النحل: ۸۹ میں ہے' ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے یعنی ہر اس چیز کو بیان کر دیا جس کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۳۵) وف ۴۳ جن کافروں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کی تکذیب کی' جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ

کر دے○ آپ کہیے: یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے یا تم پر قیامت آ جائے کیا (اس وقت) اللہ

اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

کے سوا کسی اور کو (مدد کے لیے) پکارو گے (بتاؤ!) اگر تم سچے ہو؟○ ۴۴ بلکہ تم اسی کو پکارو گے پس اگر وہ چاہے گا

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدْ

تو وہ اس تنگی کو کھول دے گا جس کے لیے تم اس کو پکارو گے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو (اللہ کا) شریک بناتے تھے○ ۴۵ اور

اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے' پھر ہم نے ان کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

وہ گڑگڑا کر دعا کریں○ ۴۶ تو جب ان کے پاس تنگی کا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ گڑگڑا کر دعا کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ

اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا○ ۴۷ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰىٓ اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا

تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے' ۴۸ حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو ان کو دی گئی تھیں

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے○ پس ظالموں کی جڑ کاٹ

ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ

دی گئی' اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے○ ۴۹ آپ کہیے: یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے

اللہ ﷺ کا انکار کیا' ان کی جہالت اور کج فہمی کی وجہ سے ان کی مثال بہرے شخص کی طرح ہے' جو سنتا نہ ہو اور گونگے شخص کی طرح ہے جو بولتا نہ ہو ف۴۴ پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی جاہلیت کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ تمام کائنات میں اللہ کا علم محیط ہے اور اس کائنات میں وہی حقیقی متصرف ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ جب ان کافروں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آتے ہیں اور اس کی اطاعت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے اور مصیبتوں اور تکلیفوں میں وہی واحد نجات دینے والا کارساز ہے ف۴۵ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سختی' مصیبت اور تنگی میں تم صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو' تاکہ تمہاری مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جائیں' پھر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق اگر چاہے تو تم سے وہ تکلیف دور کر دیتا ہے اور ایسے وقت میں تم اپنے بتوں کو بھول جاتے ہو اور اللہ کے سوا تم کو کوئی یاد نہیں آتا ف۴۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے' جنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دی' سو انہوں نے اپنے پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کو فقر اور معاش کی تنگی میں اور بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ اللہ سے ڈریں اور گڑگڑا کر اللہ سے دعا کریں' کیونکہ سختیاں جھیلنے سے انسان کندن بن جاتا ہے' مشرکین مکہ کو یہ اس لیے بتا دیا کہ وہ بھی پچھلی امتوں کی طرح عذاب الٰہی کے منتظر تھے اور نبی ﷺ کی مخالفت کرتے تھے ف۴۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو مؤکد فرمایا کہ جب ان کافروں پر فقر ومرض کا عذاب مسلط کیا گیا تو انہوں نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کیوں نہیں کی' ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوئی' نہ خوف پیدا ہوا! اور نہ انہوں نے عبرت حاصل کی' سو ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور یہ لوگ جو نبیوں سے عناد رکھتے تھے' شرک کرتے تھے اور فسق و فجور میں ڈوبے رہتے تھے' شیطان نے ان کے ان کاموں کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ڈٹے رہو کیونکہ یہی حق وصواب ہے' پھر جب انہوں نے اس تنبیہ کے باوجود اللہ کی طرف رجوع نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا' جس سے وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں ف۴۸ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے باوجود ان کے سوالوں کے مطابق عطا فرماتا ہے (یعنی رزق میں وسعت اور بیماریوں سے آرام وسکون دیتا ہے) تو یہ صرف اللہ کی طرف سے ان کے لیے ڈھیل ہے' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (مسند احمد: ۱۳۳۱۷۔ ج ۶) ف۴۹ جن لوگوں نے اپنے رب کے خلاف سرکشی کی تھی' اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے احکام کی مخالفت کی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو اچانک بالکلیہ ہلاک کر دیا اور ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر نیست و نابود کر دیا' اس لیے فرمایا: پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے' یعنی کامل ثناء اور مکمل شکر اللہ رب العالمین کے لیے ہے' جس نے اپنے رسولوں اور اپنی اطاعت کرنے والوں پر انعام فرمایا اور ان کو اپنے مخالف کافروں کے خلاف دلائل اور براہین سے غلبہ عطا فرمایا اور کافروں کو ان کے کفر اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے جس عذاب کی وعید سنائی تھی' وہ عذاب ان پر نازل کر دیا اور اپنی وعید کو سچا کر دیا۔

سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

کان اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے

يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

جو یہ چیزیں تمہارے پاس لے آئے دیکھیے ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں پھر (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں ○ ۵۰

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ

آپ کہیے: یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آ جائے تو ظالم لوگوں کے سوا

يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا

اور کون ہلاک کیے جائیں گے ○ ۵۱ اور ہم صرف خوش خبری سنانے والے اور

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

ڈرانے والے رسول بھیجتے ہیں پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ

نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہوگا کہ

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ

وہ نافرمانی کرتے تھے ○ ۵۲ آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں ۵۳

وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى

اور نہ میں ازخود غیب جانتا ہوں ۵۴ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ۵۵ میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں

اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَ

جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے ۵۶ آپ کہیے: کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہے کیا تم غور نہیں کرتے ○ اور

ف ۵۰ یعنی کبھی ہم انہیں اپنی نعمتیں یاد دلا کر ان کو ایمان لانے کی ترغیب دیتے ہیں اور کبھی انہیں پچھلی امتوں کا عذاب یاد دلا کر ڈراتے ہیں اور کبھی اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو تمہارے اشرف الاعضاء کو معطل اور بے کار کر دیں' تاکہ تم ایمان لے آؤ اور کبھی اپنی الوہیت' قدرت اور توحید پر دلائل پیش کرتے ہیں کہ تم ان دلائل سے متاثر ہو کر ایمان لے آؤ ف ۵۱ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے صرف اشرف الاعضاء کو زائل کرنے کی وعید سنائی تھی اور اس آیت میں عمومی عذاب کی وعید سنائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب خواہ کسی قسم کا ہو' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا اس عذاب کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح خواہ کسی قسم کی خیر ہو' اللہ عزوجل کے سوا اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اس آیت میں عذاب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: اچانک اور کھلم کھلا' کیونکہ یا تو عذاب کی پہلے علامتیں نمودار ہوں گی یا پیشگی علامتوں کے بغیر عذاب آئے گا' ثانی الذکر اچانک عذاب ہے اور اوّل الذکر کھلم کھلا عذاب ہے۔ ثانی الذکر کا اچانک ہونا ظاہر ہے اور اوّل الذکر کو کھلم کھلا اس لیے فرمایا کہ اس عذاب کی علامتیں پہلے نمودار ہو چکی تھیں حتیٰ کہ اگر وہ اس عذاب سے بچنا چاہتے تو وہ کفر و سرکشی سے توبہ کر کے بچ سکتے تھے ف ۵۲ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے رسولوں کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ خوش خبری سنائیں اور ڈرائیں' اس لیے نہیں بھیجا کہ کفار ان سے من مانے اور فرضی معجزات طلب کریں۔ انبیاء علیہم السلام صرف ان ہی معجزات کو پیش کرتے ہیں' جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے اور کسی انسان کی تسلی اور اطمینان کے لیے جس قدر معجزات کی ضرورت ہوتی ہے' وہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرما دیتا ہے اور جو شخص ان معجزات کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے' وہ آخرت میں عذاب سے بے خوف ہوگا اور جن لوگوں نے ان معجزات کے باوجود انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' ان کو آخرت میں عذاب ہوگا ف ۵۳ مشرکین (نبی ﷺ سے) یہ کہتے تھے کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو آپ ہمارے لیے دنیا کے منافع اور اچھائیاں طلب کریں اور یہ کہ اللہ ہمارے لیے سعادتوں کے دروازے کھول دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے' ملک عطا کرتا ہے' وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے' خیر اسی کے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ میں نہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۴) یعنی نہ تو میرے پاس ایسی قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے اور نہ میں اللہ تعالیٰ کے علم (ذاتی) سے متصف ہوں' ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا مدعی نہیں ہوں ف ۵۴ مشرکین (نبی ﷺ سے) یہ کہتے تھے کہ اگر آپ درحقیقت رسول ہیں تو آپ ہمیں بتائیں کہ مستقبل میں کیا فائدے ہوں گے اور کیا نقصانات ہوں گے؟ تاکہ ہم فوائد حاصل کرنے کی تیاری کریں اور نقصانات سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ میں (ازخود) غیب کو نہیں جانتا تو تم مجھ سے ان اُمور کا کیسے مطالبہ کرتے ہو؟ مفسرین کرام نے اس آیت میں علم غیب کی نفی کو مطلقاً علم غیب کی نفی پر محمول نہیں کیا بلکہ اس علم غیب کی نفی پر محمول کیا ہے' جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب ثابت ہے' اس کے باوجود ہمارے نزدیک آپ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے' کیونکہ عالم الغیب کا لفظ عرف اور شرع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے حالانکہ آپ عزیز و جلیل ہیں۔ اسی طرح محمد تبارک وتعالیٰ کہنا جائز نہیں حالانکہ آپ بابرکت و بلند ہیں' کیونکہ عرف و شرع میں عزوجل اور تبارک وتعالیٰ کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے ہوئے سے اُمورِ غیب پر انہیں اطلاع ہے۔ (الامن والعلی ص ۲۰۳) ف ۵۵ مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اور شادی کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ میں فرشتوں میں سے نہیں ہوں ف ۵۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں قرآن مجید میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا' میں اس میں صرف اللہ کی وحی کی اتباع کرتا ہوں۔

ع ۱۱

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ

اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرایئے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں ۵۷ درآں حالیکہ اللہ

مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ

کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ شفاعت کرنے والا' (ان کو ڈرایئے) تاکہ وہ متقی ہو جائیں O اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ

نہ کیجئے ۵۸ جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں' ۵۹ ان کا حساب بالکل

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرمو ان کے ذمہ نہیں ہے' پس اگر (بالفرض) آپ نے ان کو

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے O ۶۰ اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا

لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

کیا' ۶۱ تاکہ انجام کار وہ (مال دار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (اے کافرو!) کیا اللہ

بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ

شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟ O اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں تم

عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ

پر سلام ہو' تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے' ۶۲ کہ تم میں سے جس کسی نے ناواقفیت کی وجہ

سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

سے کوئی برا کام کر لیا' پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ۶۳

و۵۷ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان لوگوں سے کون مراد ہیں؟ بعض نے کہا: اس سے کافر مراد ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے' اور بعض کافروں پر اس ڈرانے کا اثر ہوتا تھا اور وہ سوچتے تھے کہ شاید آپ ٹھیک کہتے ہوں' اور بعض مفسرین نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور معنی یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ڈرایئے' جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو ہر چند کہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جانے کا یقین تھا' لیکن ان کو اپنے اوپر عذاب کا یقین نہیں تھا' کیونکہ ان کو یہ گمان تھا کہ ان کا خاتمہ ایمان اور نیک اعمال پر ہوگا' تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو عذاب ہو' تاہم اس لیے فرمایا کہ آپ انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ گناہوں سے باز رہیں اور نیک عمل پر ثابت قدم رہیں و۵۸ حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت (الانعام: ۵۲) ہم چھ نفوس کے متعلق نازل ہوئی: میرے متعلق' حضرت ابن مسعود کے متعلق' حضرت صہیب' حضرت عمار' حضرت مقداد اور حضرت بلال کے متعلق۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم ان لوگوں کے پیروکار بننے سے راضی نہیں ہوں گے۔ آپ ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے' پھر رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہا' آپ نے منصوبہ بنایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح مسلم' فضائل صحابہ' ۴۶۔۴۵ (۲۴۱۳) ۶۱۲۴۔ ۶۱۲۳) و۵۹ اس آیت میں ان مسکین مسلمانوں کے متعلق فرمایا ہے: وہ صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پابندی اور دوام کے ساتھ فرض نمازوں کو باجماعت پڑھتے ہیں' اور صبح و شام کے وقت عبادت کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ ان اوقات میں لوگ آرام اور کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو جو لوگ ان اوقات میں بھی عبادت میں مشغول ہوں' وہ باقی اوقات میں بہ طریق اولیٰ عبادت میں مشغول ہوں گے و۶۰ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ سے یہ متصور نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد بھی ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے دور کریں گے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بہ طور تعریض دوسرے مسلمانوں کو سنانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ بھی امیر کافروں کی رعایت کر کے غریب مسلمانوں کو بالفرض اپنی مجلس سے اٹھا دیں' تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے تو کوئی اور مسلمان ایسا کرے گا تو وہ کیونکر ظالموں میں سے نہیں ہوگا و۶۱ اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے سبب آزمائش میں مبتلا کرنا یہ ہے کہ لوگ رزق حلال اور اخلاق میں ایک دوسرے سے متفاوت رہیں' بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا اور بعض لوگوں کو فقیر بنایا' بعض لوگوں کو قوی بنایا' بعض لوگوں کو ضعیف بنایا اور بعض لوگوں کو بعض لوگوں کا محتاج کر دیا و۶۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہم سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۴۸) و۶۳ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے شدید غصہ سے' غلبہ شہوت یا حماقت کی بناء پر اخروی سزا سے غافل ہو کر کوئی گناہ کر لیا' پھر اس نے اخلاص کے ساتھ اپنے گناہ پر توبہ کی' اس گناہ سے رجوع کیا اور نادم ہوا اور مستقبل میں دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا' اپنے عمل کی اصلاح کی اور اس گناہ کی تلافی اور تدارک کیا اور اس گناہ کے بعد کوئی نیکی کی' تاکہ اس گناہ کا اثر مٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو بخش دے گا کیونکہ وہ بہت وسیع رحمت اور مغفرت والا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع

اور ہم یوں ہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تا کہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے O ۶۴

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ

آپ کہیے: بے شک مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے ۶۵ جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو ۶۶ آپ کہیے کہ میں تمہاری

لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

خواہشات کی پیروی نہیں کرتا (اگر بالفرض میں نے ایسا کیا) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا O

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا

آپ کہیے: بے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر ہوں جس کو تم نے جھٹلایا ہے جس چیز کو تم

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

عجلت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے حکم صرف اللہ کا ہے وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین

الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ

فیصلہ فرمانے والا ہے O آپ کہیے: اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم بہ عجلت طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا ۶۷ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے O اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں

لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ

ہیں اس کے سوا (ازخود) ان کو کوئی نہیں جانتا ۶۸ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے اور وہ ہر اس پتے کو

اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ

جانتا ہے جو (درخت سے) گرتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور ہر خشک چیز لوح محفوظ میں

ع ۶ ۵ ۱۲

ف۶۴ یعنی جس طرح ہم نے توحید اور رسالت اور قضاء و قدر کے دلائل بہت آسان اور مؤثر طریقہ سے بیان کیے ہیں' قرآن مجید کی آیات کی تفصیل کی ہے اور حقائق شریعت بیان کیے ہیں' اسی طرح ہم ہر اس حق کو بیان کرتے ہیں جس کا اہل باطل انکار کرتے ہیں' تا کہ مؤمنین کے لیے مجرمین کا طریقہ واضح ہو جائے اور جب مجرموں کا اور اہل باطل کا طریقہ واضح ہو جائے گا تو اہل حق اور مسلمانوں کا طریقہ معلوم ہو جائے گا کیونکہ باطل کی ضد حق ہے' کیونکہ ایک ضد کی خصوصیت اس کے مقابل ضد کی خصوصیت سے پہچانی جاتی ہے ف۶۵ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم آیات کی تفصیل بیان کرتے ہیں' تا کہ حق ظاہر ہو اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے راستے پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مشرکین صرف اپنی خواہش اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں کیونکہ یہ بت محض جمادات ہیں اور پتھر ہیں' جو انسان سے کم درجہ کے ہیں جب کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اشرف کا ارذل کی عبادت کرنا عقل کے خلاف ہے ف۶۶ دعا کا معنی ہے: طلب نفع یا دفع ضرر کے لیے ندا کرنا' لیکن مشرکین اپنی مہمات اور مشکلات میں بہ طور عبادت ان بتوں کو ندا کرتے تھے' اس لیے یہاں دعا کا معنی عبادت ہے کیونکہ وہ ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے پر قادر ہیں' سو ان بتوں کو پکارنا دراصل ان کی عبادت کرنا تھا' اور حدیث میں بھی دعا کو عبادت فرمایا ہے' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دعا کرنا ہی عبادت ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۸۳۔ ج۵) بعض مسلمان اپنی مہمات میں یا علی مدد اور یا غوث الاعظم المدد کہتے ہیں' افضل اور اولیٰ تو یہی ہے کہ یا اللہ کہا جائے' اللہ کو پکارا جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے' لیکن ان مسلمانوں کی اس ندا سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظہر ہوتے ہیں اور اللہ کی اجازت سے تصرف کرتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں' اس لیے یہ ندا شرک نہیں ہے ف۶۷ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جس عذاب کا مطالبہ تم کرتے ہو' اس عذاب کو نازل کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہے' وہ اگر چاہے تو عذاب نازل کرے اور اگر وہ اپنی کسی حکمت کی بناء پر عذاب کو نازل نہ کرنا چاہے تو نازل نہیں فرمائے گا' مجھے اس عذاب کے نازل کرنے یا اس کو مقدم اور مؤخر کرنے پر قدرت نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہارے مطالبہ پر عذاب کو لا چکا ہوتا ف۶۸ مفاتح الغیب کی تفسیر میں جن پانچ چیزوں کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' اس سے مراد اہم چیزیں ہیں' ورنہ ظاہر ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ جو باقی مغیبات ہیں' ان کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (روح المعانی جز ۷ ص ۱۷۱) لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور اس نے ان پانچ چیزوں کا علم بھی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو عطا فرمایا ہے' تاہم اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور غیر متناہی ہے اور نبی ﷺ کا علم حادث اور متناہی ہے' اللہ تعالیٰ کا علم از خود اور بے تعلیم ہے' نبی ﷺ کا علم اللہ کی عطا اور اس کی تعلیم سے ہے' نیز ایک قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہوتی ہے نبی ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں: میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اوّلین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے' کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی کی متناہی سے۔ (الملفوظ ج ۱ ص ۴۶)

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ

لکھی ہوئی ہے○ ف۶۹ اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

دن میں کیا' پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ

پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے○ ف۷۰ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے ف۷۱ اور

يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۗ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ

تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے ف۷۲ حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے

رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۗ اَلَا

اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں ف۷۳ اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے○ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا برحق مالک ہے ف۷۴

لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ

سنو! اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے○ آپ کہیے: تمہیں خشکی اور سمندروں کی

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ

تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے' جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ

اس (مصیبت) سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے○ آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو اس (مصیبت) سے

كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ

اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے' پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو○ ف۷۵ آپ کہیے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر

ف۶۹ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مغیبات کو جانتا ہے' اسی طرح خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کا علم تمام موجودات کو محیط ہے' زمین و آسمان میں سے کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ غیب اور شہادت کی ہر چیز کو جاننے والا ہے' درخت کے پتوں میں سے کب اور کس جگہ کوئی پتا گرتا ہے؟ نباتات' جمادات اور حیوانات کی تمام حرکات اور ان کے تمام احوال اس کے علم میں ہیں' اور مکلفین میں سے جن اور انس کے ہر فعل سے وہ واقف ہے۔ زمین کے اندھیروں میں بوئے ہوئے بیج اور زمین کے اندر رہنے والے کیڑوں' مکوڑوں اور زمین کے اوپر جانداروں اور بے جانوں کے تمام احوال' کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو تر اور خشک' زندہ یا مردہ' پھل یا کوئی دانہ زمین پر گرتا ہے' وہ سب سے واقف ہے اور ان میں سے ہر چیز کو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ ہر چیز کی پیدائش اور اس کی موت و حیات' موت اور مابعد الموت کے تمام کوائف اس میں لکھے ہوئے ہیں اور ہر چیز کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پہلے اس نے تمام مخلوق کے احوال اس میں لکھ دیے ہیں ف۷۰ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کمال علم بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کمال بیان فرمایا ہے کہ وہ رات میں تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور پھر دن میں تمہاری روح لوٹا دیتا ہے اور تمہارے اس سونے اور جاگنے میں حشر نشر کی دلیل ہے اور بالآخر تم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے' کیونکہ علم کامل اور قدرتِ کاملہ رکھنا صرف اسی کی شان ہے' سو وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہیں جمع کر کے اپنی طرف لوٹائے گا اور پھر اپنے کمال علم سے تمہارے کیے کی خبر دے گا ف۷۱ اللہ تعالیٰ نے دن کام کاج کے لیے بنایا ہے اور رات نیند کے لیے بنائی ہے' اگر انسان دن میں نیند کا معمول بنانا چاہیں اور رات کو کام کاج کا معمول بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے' وہ قہراً رات کو سونے اور دن کو کام کرنے پر مجبور ہیں' کتنی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان جاگنا چاہتا ہے اور نیند اس پر غالب آ جاتی ہے اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ وہ سونا چاہتا ہے اور اس کو نیند نہیں آتی' صحت اور بیماری اور حیات اور موت میں انسان کا مغلوب ہونا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر غالب ہونا اور بھی واضح ہے ف۷۲ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور بندوں کی آفات سے حفاظت کرتے ہیں ف۷۳ قرآن مجید میں بندہ کی روح قبض کرنے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے' ملک الموت کی طرف بھی ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی ہے' جیسا کہ حسب ذیل آیتوں سے ظاہر ہے: "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا" (الزمر:۴۲) موت کے وقت اللہ جانوں (روحوں) کو قبض کرتا ہے۔ "قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ○" (السجدہ:۱۱) آپ کہیے کہ موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے' پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ اور زیر تفسیر آیت میں فرمایا: ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ (الانعام:۶۱) ان آیات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ وہ روح قبض کرنے کا فاعل حقیقی ہے اور ملک الموت کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ ظاہری فاعل ہے اور روح قبض کرنے والے فرشتوں کا رئیس ہے اور دوسرے فرشتوں کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ روح قبض کرنے والے ملک الموت کے اعوان اور انصار ہیں ف۷۴ مولیٰ کا معنی ہے: آزاد کرنے والا' اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عذاب سے آزاد فرما دے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسند الحمیدی:۱۱۲۶۔ ج۴) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی اضافت اپنے بندوں کی طرف فرمائی ہے یعنی ان کا مولیٰ اور یہ اضافت انتہائی رحمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے ف۷۵ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے' عاجزی سے گڑگڑاتا ہے اور اس کی طرف اخلاص سے متوجہ ہوتا ہے اور وہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا مطیع' فرماں بردار اور شکر گزار بن کر رہے گا' لیکن جیسے ہی وہ امن و سلامتی پا لیتا ہے' وہ پھر اپنی سابقہ روش پر لوٹ جاتا ہے' بہ ظاہر ان آیات میں مشرکین کو زجر و توبیخ کی گئی ہے اور ان کے طریقہ کار کی مذمت کی گئی ہے' لیکن یہ صورتِ حال ان مسلمانوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو عام طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل رہتے ہیں' لیکن

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ

سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف گروہوں میں

شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

تقسیم کر دے اور تمہارے بعضوں کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے ف۶۶ دیکھئے ہم کس طرح بار بار

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ

دلیلوں کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ سمجھ سکیں ○ اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے آپ کہیے کہ

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ○ ف۶۷ ہر خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لو گے ○

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى

اور (اے مخاطب!) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو (طعن و تشنیع کا) مشغلہ بناتے ہیں تو ان سے اعراض کرو ف۶۸

يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۚ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ

حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم

بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ

کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو ○ ف۶۹ اور پرہیزگاروں سے ان (ظالموں) کے اعمال

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ

پر کوئی باز پرس نہیں ہو گی البتہ ان کو نصیحت کرتے رہیں تاکہ وہ (ظلم) اللہ سے ڈریں ○ ف۸۰ اور ان

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ

لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے ف۸۱ اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے

جب ان پر اچانک کوئی آفت آ ٹوٹتی ہے اور انہیں اس سے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو بے اختیار اللہ کو یاد کرتے ہیں اور گڑگڑا کر اس سے دعا کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو پھر وہ خدا کو بھول جاتے ہیں اور اپنے عیش و طرب اور لہو و لعب میں ست دبے خود ہو جاتے ہیں ف۶۶ اس سے مراد یہ ہے کہ رنگ و نسل اور زبان اور فقہی و اعتقادی نظریات میں اختلاف کی وجہ سے یہ امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی' نیز فرمایا: اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے' اس سے مراد یہ ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے یہ امت باہم جدال و قتال کرے گی' نبی علیہ السلام نے دعا کی کہ آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ ان تمام قسم کے عذابوں سے محفوظ رکھے' اللہ تعالیٰ نے اوپر اور نیچے سے دیئے جانے والے عذابوں سے حفاظت کے متعلق آپ کی دعا قبول کر لی اور امت کے آپس میں تفرقہ اور لڑائیوں سے حفاظت کرنے سے آپ کو منع کر دیا ف۶۷ اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور توحید پر استدلال کے لیے جو آیات نازل کی ہیں' کفار نے چونکہ ان دلائل کا انکار کیا' اس لیے فرمایا کہ اگر تم ان دلائل سے اعراض کرتے ہو اور حق کا انکار کرتے ہو تو میں تمہارا ذمہ دار نہیں یعنی نہ تم پر جبر کر کے تمہیں مؤمن بنا سکتا ہوں اور نہ تمہارے اعراض کرنے کی تمہیں سزا دے سکتا ہوں' میں تم کو صرف آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں ف۶۸ اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ نبی علیہ السلام منکروں اور مکذبوں کے اعمال کے ذمہ دار' محافظ اور نگہبان نہیں ہیں' آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے اور وقت آنے پر انہیں اپنی تکذیب کا انجام خود معلوم ہو جائے گا اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب یہ لوگ دین اسلام' رسول اللہ علیہ السلام اور قرآن مجید پر نکتہ چینی کریں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں' اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح جب بدعتی اور گمراہ فرقے اپنی بدعت کی ترویج و اشاعت کر رہے ہوں اور اہل سنت و جماعت کا رد کر رہے ہوں تو ان کی مجلس سے بھی احتراز کرنا لازم ہے اور گمراہ لوگوں کے ساتھ الفت اور محبت کے ساتھ ملنا جلنا' ربط و ضبط بڑھانا بھی جائز نہیں اور عام مسلمانوں کے لیے ان گمراہ فرقوں کا لٹریچر پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ یہ کتابیں پڑھ کر شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے' البتہ اہل علم کو ان کی کتابیں پڑھنی چاہئیں اور ان کے شکوک و شبہات کا رد کرنا چاہیے ف۶۹ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے' فضیل بن عیاض نے کہا کہ جس شخص نے بدعقیدہ سے دوستی رکھی' اللہ اس کے عمل کو ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے اسلام کے نور کو نکال دے گا اور جس نے اپنی بیٹی کی شادی کسی بدعقیدہ سے کی' اس نے اس سے رحم منقطع کر دیا اور جو شخص کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا' اللہ تعالیٰ اس کو حکمت نہیں دے گا اور جب اللہ تعالیٰ یہ جان لیتا ہے کہ فلاں شخص کسی بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا ف۸۰ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے قرآن مجید' نبی علیہ السلام اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کیا' تو ان کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں پر مسلمانوں سے باز پرس نہیں ہو گی اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں' ہو سکتا ہے یہ لوگ اپنی اسلام دشمنی سے باز آ جائیں' بعض مفسرین نے کہا: جب یہ لوگ اسلام اور نبی علیہ السلام کے خلاف طعن و تشنیع کی باتیں کریں اور اس وقت مسلمان ان کی مجلس سے اُٹھ جائیں تو ان کا مجلس سے اٹھنا اس پر دلالت کرے گا کہ مسلمانوں کو مشرکین کی یہ باتیں ناگوار گزری ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے اس واک آؤٹ سے ان مشرکوں کو حیاء آئے اور ان کا ضمیر انہیں ان باتوں پر ملامت کرے اور آئندہ کے لیے وہ مسلمانوں کے سامنے ان دل آزار باتوں سے احتراز کریں ف۸۱ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے رسول! آپ اور مسلمانوں میں سے جو آپ کے پیروکار ہیں' وہ ان مشرکین سے اعراض کریں' جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر پھر ان کی عبادت کر کے اپنے دین کو لہو و لعب بنا لیا ہے' انہوں نے اپنی عمر اس غیر مفید عبادت میں ضائع کر کے اس کو لہو و لعب بنا لیا ہے۔ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں بغیر کسی شرعی دلیل کے کچھ جانوروں سے نفع اندوزی اور ان کے کھانے کو حرام قرار دے لیا اور یہ بھی لہو و لعب ہے۔

ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور اس (قرآن) کے ساتھ ان کو نصیحت کرتے رہو کہیں یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائیں اللہ کے سوا نہ کوئی

وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ

ان کا مددگار ہوگا نہ شفاعت کرنے والا' اور اگر وہ ہر قسم کا فدیہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا' یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ

جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا کیے گئے' ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور درد ناک عذاب ہے

بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَ

کیوں کہ وہ کفر کرتے تھے ○ ۸۲ آپ کہیے: کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں

لَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ

نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور ہم اللہ کے ہدایت دینے کے بعد الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں اس شخص کی طرح جس کو جنات

الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى

نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ اس حال میں حیران و پریشان پھر رہا ہو' اس کے احباب اس کو پکار

الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ

رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے ہمارے پاس آؤ' ۸۳ آپ کہیے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے' اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ

ہم تمام جہانوں کے رب کے لیے سر اطاعت خم کر دیں ○ اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف

تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ

تم جمع کیے جاؤ گے ○ ۸۴ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا' ۸۵ اور جس دن

ف۸۲ یعنی جس طرح دنیا میں جسمانی یا مالی فدیہ دے کر قید سے آزاد ہو جاتے ہیں' آخرت میں نجات کا اس طرح کا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوگا اور نہ وہاں کسی کے زور یا سفارش سے کوئی فائدہ پہنچے گا اور ان کو یہ جو سزا دی جائے گی' یہ دنیا میں ان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے' ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کے پیٹوں کو جلا ڈالے گا اور ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ'' (محمد: ۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا

ع ۸ ۱۰ ۱۴

ف۸۳ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے رسولِ مکرم! آپ ان مشرکوں سے کہیے کہ اللہ بزرگ و برتر جو نفع اور نقصان کا مالک ہے' کیا اس کو چھوڑ کر ہم ان بتوں کی پرستش کریں جو ہمیں نفع دینے یا نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے اور ہم الٹے پیر شرک اور کفر کی طرف لوٹا دیئے جائیں' جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے کر اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کر چکا ہے' پھر ہماری مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کو کسی جنگل یا صحرا میں جنات نے راستہ سے بھٹکا دیا ہو اور اس کی عقل کام نہ کر رہی ہو کہ وہ کدھر جائے' وہ حیران اور پریشان پھر رہا ہو اور اس کے دوست اور ساتھی اس کو بلا رہے ہوں: ہماری طرف آؤ' اِدھر سیدھا راستہ ہے ف۸۴ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے' اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے' دوام کے ساتھ کامل طریقہ سے نماز پڑھی جائے اور ظاہر و باطن ہر حال میں تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کیا جائے' پھر فرمایا: قیامت کے دن تم سب اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے' وہ تمہارے اعمال کا حساب لے گا اور تمہیں تمہارے کیے کی جزا دے گا' پس عقل اور حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے ف۸۵ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش برحق اور صحیح ہے یعنی باطل اور خطاء نہیں' جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے: ''وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا'' (ص: ۲۷) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ نہیں بنایا۔ آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' ان کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور وہ علیم اور حکیم ہے' اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

يَقُولُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۚ

وہ (ہر فنا شدہ چیز سے) فرمائے گا: ہو جا تو وہ ہو جائے گی اس کا فرمانا حق ہے اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۷۳﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ

جائے گا ۸۶ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے O اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم

لِأَبِيهِ اٰزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ إِنِّيْٓ أَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ

نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا: ۸۷ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی

مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ

میں مبتلا دیکھتا ہوں O ۸۸ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی اور اس لیے کہ وہ (کامل) یقین کرنے

مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ

والوں میں سے ہو جائیں O ۸۹ پھر جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا' انہوں نے کہا: یہ میرا رب ہے؟

فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا

پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا O ۹۰ پھر جب انہوں نے جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا: یہ میرا

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَأَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ

رب ہے؟ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا: اگر میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا O ۹۱

الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ أَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ

پھر جب انہوں نے روشن آفتاب دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے؟ یہ (ان سب سے) بڑا ہے' پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا: اے

أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

میری قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں' جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو O میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے' جس نے آسمانوں

ف۸۶ امام مسلم بن حجاج قشیری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے قیامت کے فتنوں کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں مذکور ہے (کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر صور پھونک دیا جائے گا' جو شخص بھی اس کو سنے گا' وہ ایک طرف گردن جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا' جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز کو سنے گا' وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا' وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا' جس سے لوگوں کے جسم اُگ پڑیں گے' پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا' پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے' پھر کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور (فرشتوں سے کہا جائے گا:) ان کو کھڑا کرو' ان سے سوال کیا جائے گا۔ الحدیث (صحیح مسلم' کتاب الفتن: ۱۱۶' (۲۹۴۰) ۷۲۴۷) صور ہی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۳۸۔ ج ۴) ف۸۷ امام ابن المنذر نے سند صحیح کے ساتھ ابن جریج سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں ہے' وہ ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن شاروغ بن عابر بن فالع ہیں۔ قرآن مجید میں آزر کے اوپر حضرت ابراہیم کے ''اب'' (عرفی باپ) کا اطلاق کیا گیا ہے' اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ عرب میں ''اب'' کا اطلاق عم پر بہ کثرت کیا جاتا ہے' اگرچہ یہ مجاز ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ اٰبَآئِكَ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ'' (البقرۃ: ۱۳۳) کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس آیت میں حضرت اسماعیل پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب کے باپ نہیں بلکہ چچا ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۴) گویا کہ اسی طرح اس آیت میں بھی ''اب'' سے مراد حضرت ابراہیم کے چچا ہیں' جن پر عرفی باپ کا اطلاق کیا گیا ہے ف۸۸ یعنی تمہاری عبادت کا طریقہ ہر صاحب عقل کے نزدیک کھلی ہوئی گمراہی اور جہالت ہے اور اس سے زیادہ جہالت اور گمراہی کیا ہوگی کہ تم اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہو' قرآن مجید میں ہے: ''قَالَ أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ O وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ O'' (الصّٰفّٰت: ۹۶۔۹۵) ابراہیم نے کہا: تم ان بتوں کی پرستش کرتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو؟ O حالانکہ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے O اور یہ بت بالکل بہرے ہیں' تمہاری فریاد کو نہیں سنتے' نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں ف۸۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تمام اُمور کے ظاہر و باطن منکشف کر دیئے اور مخلوق کے اعمال میں سے کوئی عمل ان سے مخفی نہیں رہا اور جب وہ گناہ کرنے والوں پر لعنت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کو پہلی کیفیت پر لوٹا دیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ ص ۱۳۲۷' جامع البیان جز ۷ ص ۳۲۲) ف۹۰ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بہت چمک دار ستارہ دیکھا' انہوں نے اپنی قوم سے طنزاً فرمایا: یہ میرا رب ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول قوم کے سامنے ستارے کی ربوبیت کے انکار کی تمہید تھی اور ان کے خلاف حجت قائم کرنے کا مقدمہ تھا' تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ ان کے موافق ہیں' پھر مشاہدہ اور عقل سے اس قول کا رد فرمایا' چنانچہ جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا: یہ کیا بات ہوئی؟ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا' کیونکہ خدا وہ ہے جس کا تمام کائنات پر غلبہ ہے' وہ تمام دنیا کو ہر وقت دیکھنے والا ہے' ان کی تمام باتوں کو سننے والا ہے' وہ کبھی کسی چیز سے غافل ہوتا ہے نہ غائب ہوتا ہے ف۹۱ ستارہ کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام چاند کی الوہیت باطل کرنے کے درپے ہوئے' جو ستارہ سے زیادہ روشن تھا اور اسی طرح انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا: یہ میرا رب ہے اور جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اپنی قوم کو سنانے کے

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَ

اور زمینوں کو پیدا کیا ہے جب کہ میں باطل مذاہب سے اعراض کرنے والا ہوں' اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ○ ۹۲ و

حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ

اور ان کی قوم نے ان سے جھگڑا کیا' انہوں نے کہا: کیا تم مجھ سے اللہ کے متعلق جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر برقرار رکھا' اور

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو' سوا اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے' ۹۳ میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے'

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ

کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ ○ اور میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا ہے' جب کہ تم اللہ

اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

کے ساتھ ان کو شریک بنانے سے نہیں ڈرتے جن کے متعلق اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی' پس ہر دو فریق

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا

میں سے بے خوف ہونے کا کون زیادہ حق دار ہے اگر تم علم رکھتے ہو؟ ○ ۹۴ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے

اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ

ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ۹۵ ان ہی کے لیے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ○ ۹۶ اور یہ تھی ہماری

حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ

وہ قوی دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی' ہم جس کو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں' بے شک آپ کا

رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ○ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کیے' ۹۷ (اور) ہم نے سب کو ہدایت دی'

لیے فرمایا: اگر میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں ان کی قوم پر تعریض ہے کہ وہ گمراہی کا شکار ہے' اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جس نے چاند کو خدا مانا وہ بھی گمراہ ہے اور اس میں یہ رہنمائی ہے کہ الوہیت کے متعلق صحیح عقیدہ کی معرفت وحی الٰہی پر موقوف ہے ف۹۲ چاند کی خدائی کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے' تمام سیاروں میں سب سے عظیم سیارہ سورج ہے۔ اس کی حرارت' اس کی روشنی اور اس کا نفع سب سے زیادہ ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا: یہ میرا رب ہے۔ یہ تمام ستاروں اور سیاروں میں سب سے بڑا ہے' سو یہی سب کی بہ نسبت الوہیت کے زیادہ لائق ہے اور جب دیگر سیاروں کی طرح سورج بھی ان کے افق سے غروب ہو گیا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عقیدہ کی تصریح کی اور اپنی قوم کے شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا: اے میری قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں' جن کو تم اپنا رب قرار دیتے ہو

وقف لازم

ع ۱۲ ۱۵

ف۹۳ ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم کو اپنے بتوں سے ڈرایا اور کہا: اگر تم ہمارے خداؤں کی مخالفت کرتے رہے تو تم برص میں مبتلا ہو جاؤ گے یا تمہارے اعضاء خراب ہو جائیں گے تو حضرت ابراہیم نے ان کو یہ جواب دیا ف۹۴ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب ہے' جب انہوں نے حضرت ابراہیم کو اپنے بتوں سے ڈرایا تھا کہ اگر تم نے ان کی مذمت نہ چھوڑی تو تمہیں کوئی آفت یا مصیبت پہنچے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ان بتوں سے کیسے ڈروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو' جو کسی نفع پہنچانے یا ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں' اگر وہ کسی چیز پر قادر ہوتے تو جس وقت میں نے ان کو کلہاڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا' اس وقت میرا کچھ بگاڑ لیتے' اور جب یہ بت نفع و نقصان پر قادر نہیں تو میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون مامون اور محفوظ ہے؟ جو اس کی عبادت کرتا ہے جس کی قدرت میں نفع اور ضرر پہنچانا ہے یا وہ جو اس کی عبادت کرتا ہے جو کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہے ف۹۵ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" (الانعام: ۸۲) تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بہت دشوار ہوئی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اپنی جان پر کچھ نہ کچھ ظلم کرتا ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم کا یہ معنی مراد نہیں' کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے متعلق یہ قول نہیں سنا کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۰۔ ج ۱) ف۹۶ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جو مباحثہ ہوا تھا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ سنایا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے وہی محفوظ رہے گا' جس نے اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کی ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کی آمیزش نہ کی ہو ف۹۷ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ نعمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے مقابلہ میں حجت اور دلیل کے اعتبار سے غالب اور سرخرو کیا اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ان کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا' جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق اور ان کے بعد حضرت یعقوب کی بشارت دی: "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○" (ھود: ۷۱) اور ہم نے سارہ کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی ○

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ

اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی ۹۸ اور ان کی اولاد میں سے ۹۹ داؤد اور سلیمان اور ایوب

وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا

اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) ۱۰۰ اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں○ اور زکریا

وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب صالحین میں سے ہیں○ اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ

اور یونس اور لوط اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی○ ۱۰۱ اور ان کے باپ دادا اور

ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو صراط مستقیم کی ہدایت دی○

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا

یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۱۰۲ اور اگر وہ شرک کرتے

لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

تو ان کے کیے ہوئے نیک عمل ضائع ہو جاتے○ ۱۰۳ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم شریعت اور نبوت

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا

عطا کی تھی ۱۰۴ پس اگر یہ لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں (تو کوئی حرج نہیں) ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرما دیا ہے جو

لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ہے○ ۱۰۵ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں ۱۰۶

ف۹۸ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں' ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت اور حکمت سے نوازا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بہت بڑی نعمت ہے' ان کے جد اکرم نبی تھے اور وہ خود بھی نبی تھے اور ان کی اولاد میں بھی انبیاء علیہم السلام ہیں' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام یہ سب ان کی ذریت طیبہ ہیں ف۹۹ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ "من ذریتہ" کی ضمیر حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے یا حضرت نوح کی طرف' اگر یہ ضمیر حضرت نوح کی طرف راجع ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا: حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر یہ ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہو تو یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد قرار پائیں گے' اس اعتبار سے تو یہ مناسب ہے' کیونکہ اس کلام کا سیاق و سباق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعمتوں کا بیان ہے اور یہ ان کے حق میں اللہ کی نعمت ہے کہ یہ سارے انبیاء علیہم السلام ان کی اولاد ہیں' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہیں ہیں' بلکہ وہ ان کی بیٹی حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور دور کی پشتوں میں جا کر آپ کے نواسے ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی اولاد کا اطلاق کس طرح درست ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے ف۱۰۰ ابواسحاق ابراہیم الزجاج المتوفی ۳۱۱ھ نے لکھا ہے: جائز ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں ف۱۰۱ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں کیونکہ عالم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر موجود کو شامل ہے اور ملائکہ بھی عالمین میں داخل ہیں' سو اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں' اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے سجدہ کا حکم دیا جائے ف۱۰۲ اس سے مراد وہ ہدایت ہے' جس کی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو ہدایت دی ہے اور ان کو دین حق کے ساتھ متصف ہونے کی توفیق دی ہے' جس کے سبب سے انہوں نے دنیا اور آخرت کی عزت اور کرامت کو حاصل کیا اور اللہ کی ہدایت کا معنی ہے: اللہ کی توحید کا اقرار کرنا' ہر قسم کے شرک سے دائماً مجتنب رہنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنا ف۱۰۳ اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لیے تعریض ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ اگر انہوں نے بالفرض شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے تو ان کی امتیں کس گنتی و شمار میں ہیں ف۱۰۴ ان کتابوں سے مراد حضرت ابراہیم کے صحیفے اور حضرت موسیٰ کی تورات ہے' حضرت داؤد کی زبور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انجیل ہے اور حکم سے مراد ہے: کتاب اللہ میں مذکور احکام کی فہم اور معرفت' اور نبوت کا معنی ہے: اللہ کی طرف سے غیب کی خبریں اور احکام شرعیہ حاصل کر کے بندوں تک پہنچانا۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۳۴۴۔ ۳۴۳' ملخصاً) ف۱۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل مدینہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے ایمان کے لیے مدینہ میں جگہ بنا چکے تھے۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' ملخصاً) ف۱۰۶ اس آیت کا معنی ہے: اے رسول مکرم! ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے' آپ اس کے مطابق عمل کریں اور جس منہاج پر یہ چلتے رہے ہیں' اس منہاج پر چلیں اور ہماری دی ہوئی ہدایت اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گزاری ہے' آپ اس طرح زندگی گزاریں اور ان تمام نبیوں اور رسولوں کے جس قدر محاسن اور خوبیاں ہیں' آپ وہ سب اپنے اندر جمع کر لیں۔ اس آیت میں نبی ﷺ کی عظیم منقبت ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو خوبیاں اور کمالات الگ الگ اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے' وہ سب کمالات آپ کی ذات میں جمع ہو گئے۔

اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾

آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ف۱۰۷ یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا ف۱۰۸ جب انہوں نے کہا: اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں

شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ

کیا' آپ کہیے: پھر اس کتاب کو کس نے نازل کیا جس کو موسیٰ لائے تھے ف۱۰۹ وہ لوگوں کے لیے نور اور

هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ

ہدایت تھی تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنا لیے تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو' اور تمہیں وہ علم

وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ

دیا گیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا' آپ کہیے: اللہ (ہی نے اس کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی

خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ

میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں۔ ف۱۱۰ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ برکت والی ہے ف۱۱۱ (اور) پیان (اصل آسمانی کتابوں) کی تصدیق

بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ

کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں تا کہ آپ مکہ والوں ف۱۱۲ اور اس کے گرد ونواح کے لوگوں کو (عذاب سے) ڈرائیں

بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ

اور ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے اور اس کتاب پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ

سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف بالکل وحی نہیں کی گئی

ف۱۰۷ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ دین کو پہنچانے اور شریعت کی تبلیغ کرنے پر اجر اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے تو آپ نے بھی ان کے طریقہ کی پیروی کی اور فرمایا: میں دین کے پہنچانے کے عوض تم سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتا ف۱۰۸ امام رازی نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ یہود نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور جس نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا' اس نے رسولوں کو بھیجنے میں اللہ کی حکمت پر طعن کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے جہالت ہے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنے کا ف۱۰۹ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مالک بن صیف نام کا ایک یہودی نبی ﷺ کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات کو نازل کیا ہے! کیا تم نے تورات میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند کرتا ہے اور وہ موٹا عالم تھا' وہ غضب ناک ہو گیا' اس نے کہا: بخدا! اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج۷ ص۳۴۷) ف۱۱۰ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کے خلاف حجت پوری کر دی اور ان کے تمام شکوک وشبہات کو زائل کر دیا اور ان کو عذاب خداوندی سے ڈرا چکے تو آپ اپنی ذمہ داری پوری کر چکے' اس کی نظیر یہ آیت ہے: "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ" (الشوریٰ: ۴۸) پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا' آپ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے ف۱۱۱ اس کتاب کی خیر وبرکت یہ ہے کہ انسان کو علم اور عمل کی فضیلت سے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور سب سے افضل اور اشرف علم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم ہے اور نبی کی ضرورت اور اس کے مقام ومنصب اور احکام شریعت کا علم ہے اور اس علم کا متکفل قرآن مجید ہے اور سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنا اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرنا ہے اور اس علم کا منبع بھی قرآن کریم ہے' سو جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا' اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا' اسے دین اور دنیا کی خیر وبرکت حاصل ہو جائے گی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ امراء' حکام اور سرمایہ داروں کو وہ عزت حاصل نہیں ہے' جو علمائے کرام کو حاصل ہوتی ہے ف۱۱۲ اس آیت میں مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے "ام القریٰ" فرمایا ہے "ام القریٰ" کا لفظی معنی ہے: شہروں کی ماں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" اس لیے فرمایا ہے کہ تمام زمینیں اس کے نیچے سے نکال کر پھیلائی گئی ہیں اور ابوبکر اصم نے کہا ہے کہ مکہ تمام دنیا والوں سے پہلے آباد ہوا ہے' تو گویا یہی اصل ہے اور باقی شہر اور قصبات اس کے تابع ہیں' نیز تمام دنیا کے مسلمانوں کی ہر دور میں مرکزی عبادت حج ہے اور حج مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے تمام مخلوق مکہ مکرمہ میں جمع ہوتی ہے' جیسے بچے ماں کے گرد جمع ہوتے ہیں' اس لیے اس کو "ام القریٰ" فرمایا۔

اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ

اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے ۱۱۳ اور (اے مخاطب!) کاش! تو وہ منظر دیکھے

الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا

جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے:) نکالو

اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي

اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر ناحق بہتان تراشتے تھے

اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے○ ۱۱۴ اور بے شک تم ہمارے پاس اسی طرح

فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ

تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تنہا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ

تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تم یہ گھمنڈ کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں ہمارے شریک ہیں

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۹۴ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ

بے شک تمہارا باہمی تعلق ٹوٹ گیا اور جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے وہ تم سے جاتے رہے○ ۱۱۵ بے شک اللہ ہی دانے

الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ

اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے ۱۱۶ وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۹۵ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا

یہی تو اللہ ہے تم کہاں بھٹک رہے ہو○ وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا ۱۱۷

ع ۱۱/۱۷

ف۱۱۳ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا پہلا حصہ یعنی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے' حالانکہ اس کی طرف بالکل وحی نہیں کی گئی ہے' مسیلمہ (کذاب) کے متعلق نازل ہوا ہے' جو بنو عدی بن حنیفہ کے قبیلہ سے تھا اور اس آیت کا دوسرا حصہ یعنی جو کہے کہ میں عنقریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے یہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق نازل ہوا ہے' یہ بنو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھا' یہ نبی علیہ السلام کے لیے وحی لکھتا تھا۔ اس نے ایک دن ''عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ'' کی جگہ ''غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' لکھ دیا اور کہنے لگا: یہ دونوں برابر ہیں' پھر یہ اسلام سے مرتد ہو کر قریش کے ساتھ جا ملا' پھر فتح مکہ کے دن دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۳۵۵) ف۱۱۴ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کافروں بلکہ کسی بھی انسان میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے بدن سے اپنی جان نکال سکے' پھر ان کو حکم دینے کا کیا فائدہ ہے کہ ''نکالو اپنی جان کو''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر مکلف کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو عاجز کرنے اور رسوا کرنے کے لیے ہے' موت کے وقت کفار بہت سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور جس طرح کوئی کانٹے دار شاخ کیچڑ اور گارے میں پھنسی ہوئی ہو تو اس کو کھینچ کر بڑی سختی سے نکالا جاتا ہے' اسی طرح ان کی روح ان کے بدن سے عذاب اور سختی کے ساتھ نکالی جائے گی' اس وقت ان سے فرشتے کہیں گے: اگر تم آسانی کے ساتھ روح کو اپنے بدن سے نکال سکتے ہو تو نکال لو۔ کافر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور اللہ سے ملاقات کے منکر تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو ذلت والے عذاب میں مبتلا کر کے ان کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکلواتا ہے ف۱۱۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کفار دنیا میں مال جمع کرتے تھے اور اس کی طاقت پر بھروسا کرتے تھے اور بتوں کی شفاعت اور مدد پر اعتماد کرتے تھے لیکن قیامت کے دن وہ تنہا آئیں گے' ان کے پاس مال ہوگا نہ ان کے ساتھ ان کے خود ساختہ اور باطل معبود ہوں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا' میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! عورتیں اور مرد جمع ہوں گے' کیا وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن معاملہ اس سے بہت ہولناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۲۷۔ ج ۷) ف۱۱۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور وجود باری پر دلائل دیئے ہیں' ایک باریک سے دانہ کو چیر کر اللہ تعالیٰ اس میں ایک کونپل پیدا کرتا ہے' وہ کونپل اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ اگر ہم اس کو ہاتھ میں لے کر مسل دیں تو ہمارے ہاتھ میں صرف پانی کی نمی رہ جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ اس کونپل میں اتنی قوت پیدا فرماتا ہے کہ وہ سخت سے سخت زمین کو چیر کر اس کے اندر نفوذ کر جاتی ہے' اس کا ایک حصہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے اور ایک حصہ زمین کے اوپر نکل آتا ہے' پھر نچلے حصہ سے جڑیں بنتی ہیں' جو دور تک زمین کی گہرائی میں چلی جاتی ہیں اور اوپر کے حصہ سے ایک تناور درخت بن جاتا ہے' جس میں شاخیں ہوتی ہیں' ان میں سرسبز پتے ہوتے ہیں' شگوفے کھلتے ہیں اور پھل اور پھول لگتے ہیں' اسی ایک دانہ سے جس کی طبیعت واحد ہوتی ہے' مختلف رنگ کے پھل' پھول اور پتے پیدا ہوتے ہیں' مختلف ذائقے پیدا ہوتے ہیں' پھر ان میں مختلف خواص اور الگ الگ تاثیریں ہوتی ہیں' کیا یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے؟ کیا یہ صرف دانہ یا بیج کا کارنامہ ہے؟ نہیں! بلکہ یہ سب کچھ اللہ وحدہٗ لاشریک کے کرنے سے ہے ف۱۱۷ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے متضاد چیزیں پیدا فرماتا ہے اور اس سے اس کی غالب قدرت اور عظیم سلطنت ظاہر ہوتی ہے۔

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ

اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنایا یہ بہت غالب اور بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے○ ف۱۱۸ اور وہی ہے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرو

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ

بے شک ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں○ ف۱۱۹ اور وہی ہے جس نے تم (سب) کو ایک

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

نفس سے پیدا کیا' ف۱۲۰ پھر ہر ایک کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کی سپردگی کی جگہ ہے' ف۱۲۱ بے شک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے

يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ

کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں○ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا' پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات

كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ

اگائی' ف۱۲۲ اور ہم نے اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے' پھر ہم نے ان سے تہ بہ تہ لگے ہوئے دانے اور

مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو جھکے پڑتے ہیں اور (اسی طرح ہم نے) انگور

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ

اور زیتون اور انار کے باغ اگائے جو ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں' جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل

اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا

اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو' بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں○ ف۱۲۳ اور انہوں

ف۱۱۸ یعنی سورج کے یومیہ دورہ سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں جن کو تم چوبیس ساعتوں میں تقسیم کرتے ہو اور چاند کے حساب سے تم مہینوں کا تعین کرتے ہو اور بارہ مہینوں کی گنتی سے تم سال کا حساب کرتے ہو' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ○" (الرحمٰن: ۵) سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ (گردش میں) ہیں○ ف۱۱۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کرنے کا فائدہ بیان کیا کہ تم اپنے سفروں میں سورج اور چاند کے علاوہ ستاروں سے بھی راہنمائی حاصل کرتے ہو۔ان کی مدد سے انسان راستوں کو تلاش کرتا ہے اور راستہ بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے' جب انسان آسمان کی ان نشانیوں اور ان باریکیوں اور ان کے اسرار و رموز پر غور کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت منکشف ہوتی ہے ف۱۲۰ تمام انسانوں کو ایک نفس سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی وحدت' اس کے علم اور اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلالت کرتا ہے کہ انسان غور کرے' جس طرح تمام انسانوں کا سلسلہ ایک نفس پر جا کر ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح اس کائنات اور حوادث کا سلسلہ بھی ایک اصل اور ایک فاعل مختار پر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی ذاتِ مقدسہ ہے اور وجود واحد ہے اور واجب اور قدیم ہے' ورنہ اسے بھی کسی موجد کی ضرورت ہوتی اور اس تمام کائنات کو اس نمط واحد پر اس نے علم وحکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے علم اور قدرت کے بغیر انسانوں کا یہ سلسلہ وجود میں نہیں آ سکتا تھا ف۱۲۱ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استقرار کی جگہ رحم ہے اور سپردگی کی جگہ وہ زمین ہے جہاں وہ دفن ہوگا۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۴۳) ف۱۲۲ اس آیت میں وجود باری اور اس کی توحید پر بھی دلیل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی بیان ہے۔بعض علماء کہتے ہیں کہ اوّلاً آسمان سے پانی بادلوں کی طرف آتا ہے' پھر بادلوں سے زمین پر برستا ہے' اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دریاؤں اور سمندروں سے بخارات اوپر اٹھ جاتے ہیں اور بادل بن جاتے ہیں اور برسنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا' اس کا معنی ہے: آسمان کی جانب سے پانی برسایا ف۱۲۳ اس آیت کا یہی حصہ موضع استدلال ہے' اور یہی اس آیت سے مقصود ہے' کیونکہ پھول پکنے کے بعد اس کی ابتداء کی حالتیں' شکل وصورت' رنگ' ذائقہ اور مزاج کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔بعض پھلوں کا رنگ ابتداء میں سبز ہوتا ہے اور پکنے کے بعد سرخ یا زرد ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کا ذائقہ ترش ہوتا ہے اور بعد میں شیریں ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کی تاثیر سرد ہوتی ہے اور پکنے کے بعد گرم ہو جاتی ہے۔سوال یہ ہے کہ پھلوں کی نشوونما میں یہ جو تغیر ہوتا ہے' اس کا موجد اور خالق کون ہے؟ پھلوں کی طبیعت' موسم' ستارے اور افلاک تو ان کے موجد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی نسبت سب چیزوں کی طرف مساوی ہے اور جس کی نسبت سب کی طرف مساوی ہو' اس سے بعض میں مثلاً سرد اور بعض میں گرم' تاثیرات صادر نہیں ہو سکتیں نیز موسم' ستارے اور افلاک تو خود ایک لگے بندھے نظام کے تابع ہیں' ان سے یہ اثرات صادر نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ ان مختلف اور متضاد اثرات کا خالق وہی قادر و قیوم اور مدبر عالم ہے' جو اپنی رحمت' مصلحت' حکمت' علم اور قدرت سے اس ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔

لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

نے اللہ کے لیے جنوں کو شریک قرار دیا حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے ف۱۲۴ اور انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى

اور بیٹیاں گھڑ لیں' وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں O ف۱۲۵ وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد

يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ

ہے اس کی اولاد کیوں کر ہو گی ف۱۲۶ حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اور وہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ

ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O یہی ہے اللہ جو تمہارا رب ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ہر چیز

شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ

کا پیدا کرنے والا ہے ف۱۲۷ سو تم اسی کی عبادت کرو' اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے O آنکھیں اس کا

الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ

احاطہ نہیں کر سکتیں' ف۱۲۸ اور وہ آنکھوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے' وہ نہایت باریک بین بہت باخبر ہے O بے شک

جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں آ گئیں' سو جس نے آنکھیں کھول کر دیکھ لیا تو اس کا فائدہ ہے اور جو اندھا

فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ

بنا رہا تو اسی کا نقصان ہے' میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں O ف۱۲۹ اور ہم بار بار مختلف انداز سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ کہیں کہ

لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ

آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے' اور تاکہ ہم اس قرآن کو علم والوں کے لیے بیان کر دیں O ف۱۳۰ آپ اس چیز کی پیروی کیجیے جس کی آپ

ع ۱۲ ۶ ۱۸

ف۱۲۴ حضرت حسن بصری وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت مشرکین عرب کے متعلق نازل ہوئی اور جنوں کو اللہ کا شریک بنانے کا معنی یہ ہے کہ وہ جنوں کی اس طرح اطاعت کرتے ہیں' جس طرح اللہ عزوجل کی اطاعت ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جزء ۷ ص ۴۸)

ف۱۲۵ اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی پر علماء اسلام نے جو دلائل قائم کیے ہیں' ان میں سے بعض یہ ہیں: (۱) مولود کی احتیاج اس لیے ہوتی ہے کہ والد کی موت کے بعد وہ اس کا قائم مقام ہو اور اس کے مشن کو آگے بڑھائے اور اللہ عزوجل پر موت کا آنا محال ہے' اس لیے اس کا مولود بھی محال ہے (۲) مولود والد کا جز ہوتا ہے اور جس کا کوئی جز ہو وہ مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث ہوتا ہے' اس لیے اللہ کا مولود ہونا اس کے مرکب اور حادث ہونے کو مستلزم ہے اور اس کا مرکب اور حادث ہونا محال ہے' اس لیے اس کا مولود بھی محال ہے (۳) مولود والد کے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں' اس لیے اس کا مولود ہونا محال ہے ف۱۲۶ "بدیع" کا معنی ہے: کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونہ کے پیدا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کرنے والا ہے' اور یہی عیسائیوں کے عقیدہ کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے' جس کی پہلے کوئی نظیر و مثال نہیں تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونہ کے پیدا کیا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ ہے اور اگر اس وجہ سے وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وجہ سے کیسے باپ ہو سکتا ہے ف۱۲۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر علماء اسلام نے جو دلائل قائم کیے ہیں' ان میں سے بعض یہ ہیں: (۱) ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کی تخلیق کے لیے ایک صانع' عالم' قادر اور مدبر کافی ہے' اگر ایک سے زیادہ صانع کی ضرورت ہے تو ہم پوچھتے ہیں' کتنے صانعین کی ضرورت ہے؟ اگر تم کسی عدد کی تخصیص کرو' مثلاً تین یا چار کی تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے کیونکہ تمام اعداد مساوی ہیں اور اگر تم کسی عدد میں صانع کا حصر نہ کرو تو غیر متناہی صانعین کا ہونا لازم آئے گا اور یہ براہین ابطال تسلسل سے باطل ہے (۲) اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے تعاون کے مستقلاً تمام جہانوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس پر قادر نہیں تو عاجز ہوگا' اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر ان میں سے ایک بغیر دوسرے کے تعاون کے مستقلاً تمام جہان کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوسرے کا معطل ہونا لازم آئے گا اور اس کو خدا ماننا عبث ہوگا ف۱۲۸ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے' اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن ہو' کیونکہ اس چیز کی نفی وجہ کمال ہوتی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو' مثلاً ہوا' خوشبو اور آواز کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے' اس لیے ان کی مدح اور تعریف میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ہوا' خوشبو اور آواز کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں' تو اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں' یہ اللہ تعالیٰ کی مدح و تعریف اس وقت ہوگی' جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہو' سو یہ آیت اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے' قرآن مجید میں ہے: "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ O" (القیامہ: ۲۳۔ ۲۲) کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے O اس آیت میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی تصریح ہے ف۱۲۹ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے دین حق کے دلائل بیان کر دیے ہیں' اب لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور دین حق کو قبول کر لیں' یہ ان کے اختیار میں ہے۔ ان کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفع کے لیے دینِ حق پر بصیرت افروز دلائل بیان کر دیے ہیں' ان سے ہمیں فائدہ ہوگا' اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص ان دلائل میں غور و فکر نہیں کرے گا تو اسے نقصان ہوگا' اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے اور یہ کہ دینِ حق کو قبول کرنا یا نہ کرنا' انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں جبریہ کے مذہب کا رد ہے' جو انسان کو بے اختیار کہتے ہیں ف۱۳۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ منکرین رسالت کا ایک شبہ بیان فرما رہا ہے۔ اس کی تمہید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایک آیت کر

إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾ وَ

کے رب کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی گئی ہے' ١٣١ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے ١٣٢

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ وَمَا أَنتَ

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے' اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا' اور نہ آپ ان

عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ

کے ذمہ دار ہیں○ ١٣٣ اور (اے مسلمانو!) تم ان کو بُرا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں

اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

ورنہ یہ بے علمی و سرکشی سے اللہ کو بُرا کہیں گے' ١٣٤ ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزین کر دیا ہے

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾ وَ

پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے' پھر وہ ان کو خبر دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے○ اور

أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ

انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو وہ ضرور اس پر ایمان

بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ

لائیں گے' آپ کہیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آ

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

جائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے○ ١٣٥ ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح

يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١٠﴾ ع

یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ رہے ہیں○ ١٣٦

سے قرآن نازل فرماتا ہے اور ایک معنی کو مختلف اسالیب سے بیان فرماتا ہے' تاکہ اہل علم پر اللہ تعالیٰ کی مراد منکشف ہو جائے اور ان کے ذہنوں میں وہ معنی مستقر ہو جائے' لیکن کفار کو اس میں یہ شبہ ہوا کہ نبی ﷺ علماء سے مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں' پھر اس بحث و تمحیص سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے' اس کو مختلف فقروں اور جملوں میں ڈھالتے ہیں' پھر اس کو یاد کر کے ہمارے سامنے پڑھتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ یہ سب آپ کا لوگوں سے پڑھا ہوا اور حاصل کیا ہوا ہے' ورنہ یہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہوتا تو ایک ایک جملہ کی شکل میں کیوں نازل ہوتا؟ یک بارگی پوری کتاب نازل ہوتی ف١٣١ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان کے اس شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے جو آپ کو حزن و ملال ہوا ہے' وہ زائل ہو جائے اور آپ کے دل کو تقویت حاصل ہو ف١٣٢ اس قول میں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ صرف اس کی اطاعت کیجئے اور جاہلوں کی جہالت کی وجہ سے اپنے مشن کو متاثر نہ ہونے دیں ف١٣٣ اس آیت کا تعلق بھی اس سابقہ طعن سے ہے' مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ نے علماء سے مذاکرات کر کے یہ قرآن بنا لیا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کی جاہلانہ اور معاندانہ باتوں کی طرف توجہ نہ کریں اور ان کا کفر آپ پر بوجھ نہ بنے' کیونکہ اگر میں ان سے کفر زائل کرنے کا ارادہ کرتا تو میں اس پر قادر تھا' لیکن میں نے باوجود قدرت کے' ان کو ان کے کفر پر چھوڑ دیا تو آپ بھی ان کی طعن آمیز باتوں سے اپنے دل پر اثر نہ لیں ف١٣٤ اس آیت میں کفار کے خداؤں کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے' علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس امت میں ہر حال میں باقی ہے' لہٰذا جب تک کافر اپنی حفاظت میں ہو اور یہ خدشہ ہو کہ وہ اسلام یا نبی ﷺ یا اللہ عزوجل کو بُرا کہے گا تو کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی صلیب کو یا ان کے دین کو یا ان کی عبادت گاہوں کو بُرا کہے اور نہ کسی ایسے کام کے درپے ہو' جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو بُرا کہیں' کیونکہ یہ معصیت پر اُبھارنے کے قائم مقام ہے ف١٣٥ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے پاس لاٹھی تھی' جس کو انہوں نے پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور آپ خبر دیتے ہیں کہ ثمود کے پاس اونٹنی تھی تو آپ بھی ان معجزات میں سے کوئی معجزہ پیش کریں' آپ نے پوچھا: اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! بہ خدا! اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم سب آپ کی اتباع کریں گے' پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کو اختیار ہے' اگر آپ چاہیں تو صبح کو یہ پہاڑ (صفا) سونے کا ہو جائے گا اور اگر یہ معجزہ پیش کر دیا گیا اور یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو ہم ان سب کو عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو آپ ان کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان میں سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لی جائے گی' آپ نے فرمایا: بلکہ ان میں سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لی جائے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج٧ ص٤٠٦ ملخصاً) ف١٣٦ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ چونکہ پہلی بار جب ان کا فرمائشی معجزہ دکھایا گیا اور چاند کو شق کر دیا گیا اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو دوسری بار اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ جب معجزہ نبی ﷺ کے صدق پر دلالت کرتا' تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیتا اور وہ اپنے کفر پر برقرار رہتے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور مُردے ان سے باتیں کرتے اور ہم

عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے، سوائے اس کے کہ اللہ

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا

کی مشیت ہوتی لیکن ۱۳۷ ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیںO اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے

شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ

شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا ۱۳۸ جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں

الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

القاء کرتے رہتے ہیں، اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے، سو آپ انہیں اور ان کی افترا پردازیوں کو ان کے

یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

حال پر چھوڑ دیںO ۱۳۹ اور تاکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل (خوش نما باتوں) کی طرف مائل ہوں

بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَیْرَ

اور ان کو پسند کریں اور ان بُرائیوں کا ارتکاب کرتے رہیں جن کا وہ ارتکاب کرنے والے ہیںO تو کیا میں

اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ

اللہ کے سوا کوئی اور انصاف کرنے والا تلاش کروں حالانکہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کر دی ہے

وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ

تبیان

ف۱۳۷ اس سے پہلے آیت: ۱۰۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: تمہیں کیا معلوم کہ جب نشانیاں آ جائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۰۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے تمام مطلوبہ معجزات فراہم کر دے بلکہ ان سے بھی زیادہ مہیا کر دے کہ فرشتے نازل کر دے اور مُردے ان سے کلام کریں، بلکہ ہر چیز ان کے سامنے جمع کر کے پیش کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان صرف وہی لوگ لا سکتے ہیں، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان لانا مقدر کر دیا تھا اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لانے والے نہیں ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان مقدر نہیں کیا، وہ ایمان لانے والے نہیں، یہ لوگ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اب اگر اللہ تعالیٰ ان میں جبراً ایمان پیدا کر دے، یہ تبھی ایمان لائیں گے، لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے

ف۱۳۸ اس آیت میں "شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ" فرمایا ہے، اس کی تفسیر یہ ہے کہ شیطان سے مراد سرکش ہے اور انسانوں اور جنوں میں سے بعض سرکش ہوتے ہیں اور یہ دونوں مومنوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں

ف۱۳۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں اور جنوں میں سرکش اور شیاطین سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے امتیوں کو اپنے وسوسوں اور سازشوں سے نقصان نہ پہنچاتے اور اسی طرح وہ آپ کو اور آپ کی امت کو بھی ضرر پہنچانے سے باز رہتے، لیکن یہ چیز اللہ کی مشیت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ بعض نیک لوگ ان شیاطین کی سازشوں اور وسوسوں کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ ان شیاطین کو آخرت میں سزا دے اور نیک لوگوں کو ان کے امتحان میں کامیاب ہونے اور مصائب پر صبر کرنے کی وجہ سے جزا دے، تو آپ ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو اور ان کی مزخرف باتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، یہ آیت کفر پر عذاب کی وعید اور اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کی بشارت کو متضمن ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا اور آپ کے قلب مبارک سے غم کو زائل کرنا ہے۔

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا

نازل ہوا ہے ف۱۴۰ سو (اے مخاطب!) تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جاناO ف۱۴۱ اور آپ کے رب کی بات سچائی

وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ

اور عدل کے اعتبار سے پوری ہوگئی اس کے احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے ف۱۴۲ اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہےO اور

تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ

(اے مخاطب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے ف۱۴۳ وہ محض

يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیںO ف۱۴۴ بے شک آپ کا رب

اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا

زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہوگا اور وہ ہدایت پانے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہےO ف۱۴۵ اگر تم

مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا

اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہوO ف۱۴۶ اور تمہیں

لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ

کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ سے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں

مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ

تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتا دی ہے اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے

بِاَهْوَاۗىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں اور بے شک آپ کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہےO ف۱۴۷

ف۱۴۰ اس آیت کا معنی ہے کہ یہ شیاطین ایک دوسرے کی طرف مزخرف اور مزین اقوال پہنچاتے ہیں تاکہ نیک مسلمانوں کو بہکائیں اور ان کی طرف ان کفار اور فساق کے دل مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' کیونکہ ان کے وسوسے ان کی خواہشوں کے موافق ہیں اور تاکہ وہ ان سے خوش ہوں' لیکن مسلمان انجام پر نظر رکھتے ہیں' وہ ان کی خوش نما باتوں میں نہیں آتے ف۱۴۱ یعنی آپ کہیے کہ تم مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو' کیا اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اور کسی شہادت کی ضرورت ہے' جس نے میری نبوت کی تصدیق کے لیے قرآن مجید کو نازل کیا جو کتاب معجز ہے اور جو اس کتاب سے پہلے تورات و انجیل کو نازل کر چکا ہے' جس میں میرے نبی ہونے کی پیش گوئی ہے' اور میری علامتیں اور نشانیاں بیان کر دی گئی ہیں اور جن لوگوں نے تورات و انجیل کو پڑھا ہے' جیسے حضرت سلمان فارسی' حضرت صہیب رومی' حضرت عدی بن حاتم اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم وغیرہم وہ آپ کے نبی ہونے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں ف۱۴۲ اس میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے لیکن مراد اس سے آپ کی امت ہے یا اس میں ہر پڑھنے والے کو خطاب ہے۔ اس سے پہلی آیت میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید معجز ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کے رب کا کلمہ صدق اور عدل کے اعتبار سے پورا ہو گیا' یعنی قرآن مجید جو معجز کلام ہے وہ پورا ہو گیا' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر دلالت کرتا ہے ف۱۴۳ اس آیت میں فرمایا ہے کہ زمین کے اکثر لوگ تمہیں گمراہ کر دیں گے اور گمراہ کرنا گمراہ ہونے کی فرع ہے اور گمراہی تین چیزوں میں متصور ہو سکتی ہے: الوہیت کے اعتقاد میں' نبوت کے اعتقاد میں اور احکام شرعیہ کے اعتقاد میں۔ الوہیت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے وجود کو نہ مانے' جیسے دہریے ہیں' یا متعدد خدا مانے جیسے مشرکین اور بت پرست ہیں یا وہ لوگ ہیں جو خدا کے بیٹے مانتے ہیں' جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ کو اور یہودی حضرت عزیر کو۔ نبوت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ مطلقاً نبی کو نہ مانے' جیسے ہندو' سکھ اور بدھ مذہب والے یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے اور ختم نبوت کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا اعتقاد رکھے' جیسے مرزائی' بہائی اور دین دار جو صدیق چن بشوشو کو مانتے ہیں' احکام شرعیہ میں گمراہی یہ ہے کہ جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو اس کو مستحب جاننا' جیسے شیعہ ماتم کرنے کو مستحب جانتے ہیں' یا جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام نہ کیا ہو اس کو حرام کہنا' جیسے کوئی شخص عرفاً تاریخ مقرر کر کے ایصال ثواب کرے جیسے سوئم' چہلم اور گیارہویں شریف میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو اس کو حرام کہا جائے' یا میلاد شریف کے عنوان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت کا ذکر خیر کیا جائے تو اس کو حرام کہا جائے ف۱۴۴ اس آیت میں اتباع ظن کی مذمت کی گئی ہے' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ اخبار آحاد اور قیاس پر جو عمل کیا جاتا ہے' وہ بھی تو ظن کے درجہ میں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جو ظن کی اتباع کرتے تھے تو اس کا استناد کسی قطعی دلیل پر نہیں تھا' اس کے برخلاف اخبار آحاد اور قیاس کا استناد دلیل قطعی پر ہے جو قرآن کریم ہے ف۱۴۵ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے تو پھر آپ ان مخالفین کے درپے نہ ہوں' بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں' اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے؟ وہ ہر شخص کو اس کے عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے جزا دے گا ف۱۴۶ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم اس جانور کا گوشت کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور مشرکین کی طرف توجہ نہ کرو جو مردار تو کھا لیتے ہیں اور مسلمان جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں' اس کا کھانا بُرا جانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگوں نے آ کر کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اس کو کھا لیں جس کو ہم نے قتل کیا ہے اور اس کو نہ کھائیں جس کو اللہ نے قتل کیا ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۸۰۔ ج۵) ف۱۴۷ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مردار کو حلال کہتے ہیں اور تم سے اس کے حلال ہونے کے متعلق مناظرے کرتے ہیں اور اس طرح وہ تمام لوگ جو اس گمراہی میں مبتلا ہیں' وہ محض اپنی ہواء و ہوس کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی بصیرت ہے نہ کوئی علم ہے۔ (معانی القرآن واعرابہ للزجاج ج ۲ ص ۲۸۷) اس آیت سے معلوم ہوا کہ محض ہواء نفسانی کی بناء پر تقلید کرنا مذموم اور حرام ہے اور ہم جو ائمہ دین کی تقلید کرتے ہیں' وہ اس لیے کرتے ہیں

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ

اور کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو' بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو عنقریب ان کے اعمال

سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ

کی سزا دی جائے گیO ف١٤٨ اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا

اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی

بے شک اس کو کھانا گناہ ہے' ف١٤٩ بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں

اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں' ف١٥٠ اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گےO ف١٥١

اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی

کیا جو شخص پہلے مردہ تھا' پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا

النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ

جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے' وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکل نہ سکتا ہو؟ اسی

زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ

طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیںO ف١٥٢ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے

قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ

مجرموں کو سردار بنا دیا تاکہ وہ وہاں فریب کاری کریں (حالانکہ حقیقت میں) وہ صرف اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں

وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی

اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتےO ف١٥٣ اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ

کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے ائمہ کے اقوال قرآن اور حدیث کی نصوص پر مبنی ہیں اور ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر ہمارا قول کسی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اس قول کو چھوڑ کر حدیث صحیح پر عمل کرو اور تقلید صحیح اور تقلید باطل میں یہی فرق ہے کہ تقلید صحیح کا مبنی قرآن و حدیث ہے اور تقلید باطل کا مبنی ہوائے نفس ہے ف١٤٨ قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی ظاہر اور خفی گناہوں سے منع فرمایا ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" (الانعام: ١٥١) اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ۔ ضحاک نے بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چھپ کر زنا کرتے تھے اس کو وہ حلال کہتے تھے اور سدی نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ بدکار عورتوں کی دکانوں پر جا کر زنا کرتے تھے اس کو بُرا جانتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہوں کی ممانعت کر دی۔ (جامع البیان جز ٨ ص ٢٠) ف١٤٩ اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہے' خواہ عمداً نام نہ لیا ہو یا نسیاناً' لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنا موجب حرمت نہیں ہے' اس لیے ہم نے کہا: یہاں نسیان مراد نہیں ہے' اب اگر بسم اللہ کو عمداً ترک کرنا بھی جائز ہو تو اس آیت پر بالکل عمل نہیں ہوگا۔ (احکام القرآن ج ٣ ص ٦' ملخصاً) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے لیے اللہ کا نام کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام بھول گیا تو وہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ کر کھا لے۔ (سنن دار قطنی: ٦٢٧ ص۔ ج ٣ سنن کبریٰ للبیہقی ج ٩ ص ٢٤٠) ف١٥٠ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو نہ کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھالو۔ (سنن ابن ماجہ: ٣١٧٣۔ ج ٢) ف١٥١ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حلال کیے ہوئے کو حرام کیا یا اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا تو وہ کافر ہو جائے گا' البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرے' تب وہ کافر اور مشرک ہوگا اور اگر وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کو اپنی نفسانی خواہش سے کرتا ہو' لیکن وہ ان کاموں کو حرام ہی جانتا ہو تو وہ فاسق اور مرتکب معصیت کبیرہ ہوگا' کافر اور مشرک نہیں ہوگا ف١٥٢ اس آیت میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور ابوجہل مراد ہیں' کیونکہ ایک دن ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ پر لید پھینک دی' اس وقت حضرت حمزہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ابوجہل کی اس حرکت کی حضرت حمزہ کو خبر دی گئی' وہ اس وقت ہاتھ میں کمان لیے ہوئے شکار سے واپس آرہے تھے' یہ سن کر غضب ناک ہوئے اور جا کر ابوجہل کو کمان سے مارا' ابوجہل فریاد کر رہا تھا کہ تم کو پتا نہیں وہ کم عقل کیا کہتا ہے؟ ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا: تم سے بڑا بے وقوف اور کون ہے؟ تم اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کی عبادت کرتے ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ (اسباب نزول: ٢٥٠) ف١٥٣ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اہل مکہ کے اعمال ان کے لیے مزین کر دیئے گئے ہیں' اسی طرح انسانی معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ ہر بستی میں اس کے فساق اور فجار کو مقتدر اور سردار بنا دیتا ہے اور اس وجہ سے حق اور باطل' ایمان اور کفر کے درمیان شورش بپا رہتی ہے اور ان بستیوں کے سردار انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کو تنگ کرتے ہیں اور ان کے خلاف فریب سے کام لیتے ہیں' لیکن درحقیقت اس فریب کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے' کیونکہ اس وجہ سے آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ دنیا میں کفار اور فساق کو غلبہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے اور جو مسلمان امتحان میں کامیاب اور سرخرو ہوں' ان کو آخرت میں بلند درجات دیئے جائیں۔

نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ

ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے' ۱۵۴ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ

رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ

کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا' ۱۵۵ عنقریب مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب

شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ

پہنچے گا کیوں کہ وہ فریب کاری کرتے تھےO سو اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا

کے لیے کھول دیتا ہے' ۱۵۶ اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے اس کا سینہ گھٹا ہوا تنگ کر دیتا ہے

حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ

گویا وہ مشقت سے آسمان پر چڑھ رہا ہے' اسی طرح اللہ ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے

عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِیْمًا ؕ قَدْ

جو ایمان نہیں لاتےO ۱۵۷ اور یہ آپ کے رب کا (پسندیدہ) سیدھا راستہ ہے' ۱۵۸ ہم نے

فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ

نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آیتوں کو بیان کر دیا ہےO ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کا

وَهُوَ وَلِیُّهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ۚ

گھر ہے ۱۵۹ اور وہی ان کا کارساز ہے کیوں کہ وہ (نیک) کام کرتے تھےO اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ

(اور فرمائے گا:) اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا' اور انسانوں میں سے ان کے دوست

ف۱۵۴ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو آپ سے زیادہ میں نبوت کے لائق تھا کیونکہ میں آپ سے عمر میں بڑا ہوں اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے اور ابوجہل نے کہا: بخدا! ہم اس وقت تک ان سے راضی نہیں ہوں گے اور ان کی پیروی نہیں کریں گے' جب تک کہ ہمارے پاس اس طرح وحی نہ آئے' جس طرح ان کے پاس وحی آتی ہے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

ف۱۵۵ رسولوں کو بھیجنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جو لوگ عبادات میں سخت ریاضات کریں اور خلوت میں مجاہدے کریں اور دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور جن کے جوہر ذات میں گناہوں کی کدورتوں اور ظلمتوں سے تجرد اور تنزہ ہو اور ان کی فطرت باوقار اور روشن ہو اور وہ غایت درجہ کے ذکی ہوں' ان کو اللہ تعالیٰ رسول بنا لیتا ہے' بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کو چاہتا ہے' اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے' لہٰذا نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عطا ہے' جو اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے گا؟ (الانعام: ۱۲۴) اور یہی اہل حق کا مذہب ہے کہ نبوت وہبی ہے کسبی نہیں ہے

ف۱۵۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے راستہ کی طرف ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے گا' اس کا سینہ دنیا میں اسلام کے لیے کھول دے گا' حتیٰ کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہے گا اور اسلام کو ترک نہیں کرے گا' یہ حالت ایمان لانے کے بعد ہوگی' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ'' (التغابن: ۱۱) اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمائے گا ف۱۵۷ جس شخص نے شرک سے اپنی فطرت کو فاسد کر دیا اور فسق ومعصیت سے اپنے دل کو میلا کر دیا' وہ اسلام کو قبول کرنے سے اپنے دل میں شدید تنگی اور گھٹن محسوس کرتا ہے اور کسی بھی نیکی کے لیے اس کے دل کے دروازے نہیں کھلتے' جیسے کوئی شخص اپنے میلانِ طبعی کے خلاف آسمان کی جانب چڑھ رہا ہو تو اس کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے' اسی طرح اس کے اوپر اللہ شیطان کو مسلط کر دے گا اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں' پھر شیطان اس کو گمراہ کر دے گا اور سیدھے راستے سے بھٹکا دے گا ف۱۵۸ اس آیت کا معنی ہے: یہ اسلام ہے' جس کے لیے اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا سینہ کھول دیتا ہے' یہی آپ کے رب کا وہ طریقہ ہے' جس کو اس نے لوگوں کے لیے پسند کر لیا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بیان کیا ہوا راستہ مستقیم ہی ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے متعلق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہ ذکر حکیم ہے اور یہ صراطِ مستقیم ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۹۱۵۔ ج ۴) ف۱۵۹ دار السلام کا معنی یہ ہے کہ سلام دار کی صفت ہے' یعنی سلامتی کا گھر ہے اور جنت کو دار السلام اس لیے فرمایا کہ جنت میں ہر قسم کے عیوب' تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے۔

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ

کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (ناجائز) فائدے اٹھائے ۱۶۰ اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی ۱۶۱ اللہ فرمائے گا: (دوزخ کی) آگ تمہارا ٹھکانا ہے تم ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو مگر جسے اللہ چاہے

اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ۝۱۲۸ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ

بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہےO اور ہم اسی طرح بعض ظالموں پر بعض کو مسلط

بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۱۲۹ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ

کر دیتے ہیں کیوں کہ وہ (معصیت کے) کام کرتے تھےO ۱۶۲ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے

یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ

پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیات بیان کرتے تھے اور تمہیں اس

لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ

دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں! ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں اور (اب) انہیں

الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ۝۱۳۰ ذٰلِكَ

دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے اور انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دی کہ وہ کافر تھےO ۱۶۳ یہ (گواہی اس وجہ سے

اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝۱۳۱

لی گئی) کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلماً ہلاک کرنے والا نہیں ہے درآں حالیکہ ان میں رہنے والے (شریعت سے) بے خبر ہوںO

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۲

اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں، اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہےO ۱۶۴

ف ۱۶۰ یعنی جب ہم قیامت کے دن تمام انسانوں اور جنات کو جمع کریں گے اور کہیں گے: اے جنات کی جماعت! تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا' اور جن انسانوں نے جنات کے وسوسے غور سے سنے تھے اور ان سے محبت رکھی تھی اور ان کی اطاعت کی تھی' وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے جواب میں کہیں گے: ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے نفع اٹھایا' انسان نے شیطانوں سے نفع اٹھایا کیونکہ شیطان نے ان کی شہوت پوری کرنے کے ناجائز ذرائع بتائے اور جب انسان نے ناجائز ذرائع اور گناہ کے راستوں پر چل کر اپنی شہوت کو پورا کر لیا تو شیاطین جو ان کو گمراہ کرنا چاہتے تھے' ان کا مقصد پورا ہو گیا' اس طرح ہر فریق نے دوسرے فریق سے فائدہ اٹھایا۔ ف ۱۶۱ یعنی ہم نے طبعی زندگی پوری کر لی اور ہم پر موت آ گئی یا ہم اس میعاد کو پورا کر کے میدانِ حشر میں پہنچ گئے' اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ حشر کا دن بہت ہولناک دن ہو گا' اور اس دن سب اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور اپنی تقصیرات پر حسرت و ندامت کا اظہار کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: تو مالک اور احکم الحاکمین ہے' ہمارے متعلق جو چاہے فیصلہ فرما۔ ف ۱۶۲ ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دے گا اور اس آیت میں ہر قسم کے ظالم داخل ہیں۔ وہ شخص جو معصیت کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور جو حاکم اور افسر اپنے ماتحت لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور جو تاجر جعلی اشیاء اور ملاوٹ والی چیزیں فروخت کر کے صارفین پر ظلم کرتا ہے' اسی طرح جو چور اور ڈاکو مسافروں اور شہریوں پر ظلم کرتے ہیں اور سیاسی عہدہ دار اور وزراء عوام کے ٹیکسوں سے اللّے تللّے کرتے ہیں اور ٹیکس پر ٹیکس لگا کر عوام کی رگوں سے خون نچوڑتے رہتے ہیں۔ ان سب ظالموں پر اللہ تعالیٰ کوئی ان سے بڑا ظالم مسلط کر دیتا ہے۔ کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے مطابق بادشاہ مقرر کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی بہتری کا ارادہ کرے تو نیک بادشاہ مقرر کرتا ہے اور جب ان کی ہلاکت کا ارادہ کرے تو عیش پرست بادشاہ مقرر کرتا ہے۔ (شعب الایمان: ۷۳۸۹۔ ج ۶) ف ۱۶۳ اس آیت میں تغلیباً جنات کے مبلغین پر رسولوں کا اطلاق کیا گیا ہے' جیسے مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں صرف مذکر کو خطاب کیا جاتا ہے اور مؤنث پر بھی مذکر کے صیغہ کا اطلاق کیا جاتا ہے' حالانکہ وہ مذکر نہیں ہوتیں۔ اسی طرح جنات کے مبلغین پر بھی رسول کا اطلاق کر دیا گیا ہے' حالانکہ جنات میں معروف اور مصطلح معنی میں رسول نہیں ہوتے۔ جنات کے مبلغین پر تغلیباً رسول کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ میدانِ قیامت میں صرف انسانوں اور جنات سے حساب لیا جائے گا اور باقی مخلوق سے حساب نہیں لیا جائے گا اور جب ان دونوں گروہوں سے ثواب اور عذاب کے ترتیب کے لیے ایک طرح کا حساب لیا جائے گا تو گویا یہ دونوں ایک جماعت ہیں اور ان سے ایک خطاب کیا گیا۔ ف ۱۶۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن و انس میں سے ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا ملے گی۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمن جن بھی جنت میں داخل ہوں گے' حسبِ ذیل آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے: "اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَO وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَO" (الاحقاف: ۱۸۔۱۹) یہ گزری ہوئی قوموں میں سے جن اور انس کے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات پوری ہو کر رہی' یہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے تھےO اور ہر ایک کے لیے ان کے کام کے مطابق درجات ہیں' تاکہ اللہ انہیں ان کے کاموں پر پورا پورا اجر دے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گاO یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسانوں کی طرح جنات میں سے بھی جو اطاعت گزار اور نیکوکار ہو گا' وہ جنت میں جائے گا اور جو نافرمان اور بدکار کافر ہو گا' وہ دوزخ میں جائے گا' اس مسئلہ میں زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۸۰)

ع ۱۵ / ۸ / ۲

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ

اور آپ کا رب ہی مستغنی رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ

بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝۱۳۳ۭ اِنَّ مَا

جن لوگوں کو چاہے لے آئے' جس طرح تم کو دوسری قوم کی اولاد سے پیدا کیا ہے○ ١٦٥ بے شک جس (روز قیامت) کا تم

تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۳۴ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو○ ١٦٦ آپ کہیے: اے میری قوم!

عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ

تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں' سو تم عنقریب جان لو گے کہ آخرت میں

عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۳۵ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ

کس کا انجام اچھا ہے' بے شک ظالم فلاں نہیں پاتے○ ١٦٧ اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی

مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ

کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کر لیا اور بزعم خویش یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے

هٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ

اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے' ١٦٨ سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا' اور

مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَاۗىِٕهِمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۳۶

جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے' یہ لوگ کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں○ ١٦٩

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۗؤُهُمْ

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا

و١٦٥ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ کے رب نے اپنے بندوں کو بعض کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض کاموں سے منع کیا ہے' اس کا یہ حکم دینا اپنے کسی فائدہ' غرض یا کسی عوض کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو اپنی عبادت کرنے اور احکام بجالانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت' ان کا رزق اور ان کی روزی اور ان کا نفع اور ان کا نقصان اس کے ہاتھ میں ہے' وہ مکمل طور پر محتاج ہیں' اس لیے ضروری ہے کہ وہ عبادت کر کے اپنی احتیاج اس کے سامنے ظاہر کریں تا کہ وہ ان پر اپنا لطف و کرم اور اپنا فضل و احسان کرے' نیز گناہوں کی آلودگی اور معصیت کے زنگ سے ان کی روحیں مکدر اور ظلمانی ہوں گی' اس لیے ارواحِ بشریہ اور نفوسِ انسانیہ کو ''مفلحین'' اور ''ابرار'' کے درجہ میں پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو طاعات اور عبادات کی ترغیب دی جائے اور ممنوعات اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی جائے' سو اس لیے فرمایا کہ آپ کا رب مستغنی ہے' یعنی اس کو بندوں کی اطاعت اور عبادت کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ رحمت والا ہے' اس لیے یہ احکام اس کی رحمت کا تقاضا ہیں تا کہ اس کے بندے دائمی فوز و فلاح حاصل کر سکیں و١٦٦ اس کی تفسیر یہ ہے کہ ان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا تھا اور وہ اس کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کا تم سے وعدہ کیا گیا وہ آنے والی ہے اور تم اللہ کو اس کے لانے سے عاجز کرنے والے نہیں ہو' اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مسلمانوں سے جو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کفار اور منافقین کو جو عذاب کی وعید سنائی ہے' وہ بھی آنے والی ہے و١٦٧ اس آیت میں کفار کو کفر کے طریقہ پر قائم رہنے کا حکم مکلف کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تہدید و سرزنش کے طور پر ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ'' (الکہف:۲۹) سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ اور اس تہدید پر اس آیت کا یہ آخری جملہ دلالت کرتا ہے: سو عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے و١٦٨ کفار میں کئی طرح کی جہالتیں مروج تھیں' ان کی ایک جہالت یہ تھی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار اور مویشی میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کر دیتے اور کچھ حصہ اپنے بتوں کے لیے اور اپنے زعم فاسد کے مطابق کہتے کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اور یہ بتوں کا ہے اور یہ ان کا محض جھوٹ تھا اور یہ جھوٹ اس لیے تھا کہ انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کے دو حصے کیے' ایک اللہ کا اور ایک بتوں کا' حالانکہ سب کچھ اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور سب اس کی ملکیت ہے و١٦٩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جن پھلوں کو انہوں نے اللہ کا حصہ قرار دیا تھا' اگر ان میں سے کچھ پھل شیطان کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو چھوڑ دیتے اور اگر شیطان کے حصہ کے پھلوں میں سے کچھ پھل اللہ کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو چن کر ان کی حفاظت کرتے اور ان کو شیطان کے حصہ میں ڈال دیتے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حصہ کی کھیتی میں پانی دیتے ہوئے اگر کچھ پانی کھیت سے نکل جاتا تو اس کو نکلنے دیتے اور شیطان کے حصہ کی کھیتی میں سے پانی نکلنے لگتا تو اس کو روک لیتے۔ (جامع البیان ج ٨ ص ٥٦۔ ٥٣ ملخصاً)

لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا

تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں ١٧٤ اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے

فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ

سو آپ ان کو اور ان کی افتراء پردازیوں کو چھوڑ دیجئے ○ اور انہوں نے کہا: یہ مویشی اور

حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

کھیتی ممنوع ہیں' ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے (یہ پابندی) ان کے زعم باطل میں ہے' اور بعض مویشیوں پر

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ

سواری حرام کی گئی اور بعض مویشیوں پر یہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے' اللہ پر افتراء کرتے ہوئے'

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ

وہ عنقریب ان کو ان کی افتراء پردازیوں کی سزا دے گا○ ١٧٤ اور انہوں نے کہا: جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے

الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ

وہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے' اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو

مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

اس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہیں' ٢٧٤ وہ ان کی من گھڑت باتوں کی عنقریب سزا دے گا' ٣٧٤ بے شک وہ بہت حکمت

عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ

والا بہت جاننے والا ہے○ بے شک ان لوگوں نے خسارہ پایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

اور جو رزق اللہ نے انہیں دیا تھا اللہ پر افتراء پردازی کر کے اس کو حرام قرار دیا' بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور یہ ہدایت

ف ١٧٤ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور بتوں کے لیے پھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کرنا' اپنے خالق اور منعم کی معرفت سے نہایت جہالت تھی' اسی طرح شیطان کے ورغلانے سے اپنی اولاد کو قتل کرنا بھی ان کی نہایت جہالت اور گمراہی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے احکام اور افعال لغو اور باطل ہونے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ شیطان نے ان کے لیے جو قتل اولاد کو مزین کیا تھا' اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شیاطین نے ان کے دلوں میں یہ خوف ڈالا کہ اگر بچے زیادہ ہو گئے تو ان کی پرورش مشکل ہو گی' سو تنگی رزق کے ڈر سے وہ اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ آج کل حکومتی ذرائع نشر و اشاعت سے ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کا زبردست پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے' اور اس کی بنیاد تنگی رزق کا خوف ہے اور یہی زمانہ جاہلیت میں کافروں اور مشرکوں کا نظریہ تھا' جس کا قرآن مجید نے سختی سے رد کیا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کے شرعی حکم اور اس پر مفصل ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ٣ ص ٦٦٢ تا ٦٦٦ کا مطالعہ فرمائیں ف ١٧٤ کفار اور مشرکین نے زمانہ جاہلیت میں اپنے مویشیوں اور اپنے کھیتوں کی تین قسمیں کر دی تھیں: (١) وہ مویشی اور کھیت جن کے متعلق وہ کہتے تھے: ان سے نفع اٹھانا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے' یہ ان کے باطل معبودوں اور بتوں کے لیے مخصوص ہیں' وہ کہتے تھے کہ ان کو وہی شخص کھا سکتا ہے جس کو ہم کھلانا چاہیں اور ان کو صرف بتوں کے مرد خادم کھا سکتے ہیں' عورتیں نہیں کھا سکتیں اور ان کے اس خود ساختہ قول پر کوئی دلیل نہیں تھی' عقلی نہ نقلی (٢) وہ مویشی جن کی پشت حرام کر دی گئی تھی' ان پر کوئی سواری کر سکتا تھا اور نہ ان پر سامان لاد سکتا تھا' ان جانوروں کو وہ البحائر' السوائب اور الحوامی کہتے تھے (٣) وہ جانور جن پر ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے تھے' وہ ان پر ذبح کے وقت صرف بتوں کا نام لیتے تھے اور ان سے کوئی نفع نہیں اٹھاتے تھے' حتیٰ کہ حج میں بھی ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے ف ٢٧٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے' اس سے مراد دودھ ہے' وہ اس دودھ کو عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے اور اس دودھ کو صرف مرد پیتے تھے اور بکری جب نر کو جنتی تو اس کو صرف مرد کھاتے اور عورتیں نہیں کھاتی تھیں اور اگر وہ مادہ کو جنتی تو اس کو ذبح نہیں کرتے تھے اور اگر وہ مردہ جنتی تو اس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔ (جامع البیان جز ٨ ص ٦٤۔ ٦٣) ف ٣٧٤ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اپنی طرف سے بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی چیز کو فرض یا واجب قرار دینا یا بغیر شرعی دلیل کے کسی چیز کو ناجائز اور حرام کہنا' اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے مترادف ہے' مثلاً یہ کہنا کہ امام جعفر صادق کی نیاز کی کھیر پوریوں کو اسی جگہ بیٹھ کر کھایا جائے اور اس کو وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں یا جیسے بعض لوگ یارسول اللہ کہنے کو حرام کہتے ہیں اور بعض لوگ ائمہ کی تقلید کو ناجائز اور حرام بلکہ شرک کہتے ہیں' اور بعض لوگ یارسول اللہ کہنے کو بھی شرک کہتے ہیں' حالانکہ حدیث میں اس پر وعید ہے۔ حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں کا مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف ہے' ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص قرآن پڑھے گا حتیٰ کہ جب تم اس پر قرآن کا نور دیکھو گے اور وہ اسلام کی پشت پناہ ہو گا تو قرآن اس سے جاتا رہے گا اور وہ اس کو پس پشت پھینک دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار سے حملہ کرے گا اور اس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! ان میں سے کون شرک کا مصداق ہو گا' جس پر شرک کی تہمت لگائی گئی ہے' یا شرک کی تہمت لگانے والا' آپ نے فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا۔

(مختصر اتحاف السادة المہرة بزوائد العشرة: ٦٦٩٦۔ ج ٨)

مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ

پانے والے تھے ہی نہیں O ۴۷ اور وہی ہے جس نے بیلوں والے باغ پیدا کیے اور جس نے درختوں والے باغ پیدا کیے

وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا

اور کھجور کے درخت اور کھیت اگائے جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون اور انار اگائے جو ایک دوسرے سے

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ

ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی' ۵۷ جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن

حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ

آئے تو ان کا حق ادا کرو ۶۷ اور بے جا خرچ نہ کرو' بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا O ۷۷ اور اس نے بعض

حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

(قد آور) مویشی پیدا کیے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعض زمین سے لگے ہوئے (کوتاہ قد) مویشی پیدا کیے اللہ نے تمہیں جو رزق

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ

دیا ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو' بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے O ۸۷ اللہ نے آٹھ جوڑے

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

پیدا کیے دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے' آپ کہیے: کیا اس نے دو نر حرام کیے یا دو مادہ حرام کیں

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ

یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے پیٹوں میں لیے ہوئے ہیں' مجھے علمی دلیل سے خبر دو اگر

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ

تم سچے ہو O اور اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو (جوڑے) پیدا کیے' آپ کہیے:

و۴۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان کو زندہ درگور کر دیا' ان لوگوں نے نقصان اٹھایا۔ ان لوگوں نے اپنی جاہلیت سے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ یہ تنگ دستی اور قلتِ رزق سے ڈرتے تھے اور یہ لوگ اس بات سے جاہل تھے کہ رزق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ان کو پاکیزہ رزق دیا تھا' اس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ کر حرام کر دیا اور یہ کھلی گمراہی میں پڑ گئے' کیونکہ انہوں نے دین و دنیا کی سعادت کو کھو دیا اور یہ ہدایت کو حاصل کرنے والے ہی نہیں تھے و۵۷ اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیلوں اور درختوں والے باغات پیدا کیے اور کھجور کے درخت اور کھیت پیدا کیے' ان پھلوں کی شکل و صورت' ان کا رنگ' ان کی خوشبو اور ان کا ذائقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے' یہ چیزیں از خود تو پیدا نہیں ہوئیں اور نہ یہ چیزیں سورج' چاند اور ستاروں نے پیدا کی ہیں' کیونکہ جب وہ غروب ہو جاتے ہیں تب بھی یہ چیزیں اسی طرح برقرار رہتی ہیں' پھر دنیا بھر کے لوگ جو اللہ کے سوا اور چیزوں کی خدائی کے قائل ہیں' ان چیزوں میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ان باغوں اور کھیتوں کے پیدا کرنے والے ہیں' بلکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ان کے پیدا کرنے کا دعوے دار نہیں ہے تو پھر ہم کیوں نہ مانیں کہ اللہ ہی دنیا بھر کے باغوں' جنوں اور فرشتوں اور ساری کائنات کا بھی وہی خالق ہے' وہی عبادت کا مستحق ہے و۶۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر یا نصف عشر ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۹) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین کی قلیل اور کثیر پیداوار پر عشر واجب ہے اور یہ آیت قلیل اور کثیر میں حق کے ثبوت پر دلیل ہے اور جب یہ حق زکوٰۃ (عشر) ہے تو قلیل و کثیر میں وجوب زکوٰۃ کا قول کرنا واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۶۴ ملخصاً) نیز امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' جس میں نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس زمین کو بارش' چشمے یا بارش کا جمع شدہ پانی سیراب کرے' اس میں عشر ہے اور جو زمین کنویں کے پانی سے سیراب کی جائے' اس میں نصف عشر ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۸۳) اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے زمین کی پیداوار پر بر سبیل عموم عشر یا نصف عشر واجب کیا ہے اور اس کو پانچ وسق کے ساتھ خاص نہیں کیا اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے و۷۷ انسان جب اپنا تمام مال صدقہ کر دے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے تو یہ اسراف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جو خوشحال چھوڑے اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' (نفلی) صدقہ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو' بیوی کہے گی: مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو' نوکر کہے گا: مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو' بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ' مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟ (صحیح البخاری: ۵۳۵۵۔ ج ۶) و۸۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید رحمتوں اور برکتوں کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے سواری اور بوجھ لادنے کے لیے بڑے بڑے اور قد آور جانور پیدا کیے' جیسے گھوڑے' اونٹ' بیل اور بھینسے وغیرہ اور چھوٹے جانور پیدا کیے جن کو زمین پر بچھا کر ذبح کیا جا سکتا ہے' جیسے بھیڑ' بکری اور دنبہ وغیرہ' ان جانوروں سے دودھ حاصل کیا جاتا ہے جو ہماری غذائی ضرورت پوری کرتا ہے اور ان سے اُون بھی حاصل کی جاتی ہے جو ہماری لباس کی ضرورت کو پورا کرتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح غلہ جات اور پھلوں سے کھانے کا حکم دیا تھا' اسی طرح اب ان مویشیوں سے کھانے اور ان کا دودھ پینے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ درخت اور کھیت ہوں یا مویشی' سب کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے منافع اور فوائد کے لیے پیدا فرمایا ہے' سو اس کو چاہیے کہ ان سے نفع حاصل کرے اور شیطان کے قدموں پر نہ چلے کیونکہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

کیا اس نے دو نر حرام کیے یا دو مادہ حرام کیں یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے پیٹوں میں

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

لیے ہوئے ہیں؟ ١٧٩ یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا؟ سو اس سے بڑا ظالم

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور کون ہو گا جو اللہ پر افتراء پردازی کرے تاکہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے، ١٨٠ بے شک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے

مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا

میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون ہو،

اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبور

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى

ہو اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے ○١٨١ اور

الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ

چربی حرام کر دی تھی، ١٨٢ مگر جو چربی ان کی پیٹھوں پر ہو یا ان کی آنتوں پر ہو یا

ف١٧٩ وہ مویشی جو دراز قد اور کوتاہ قد ہیں' ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک اونٹ اور اونٹنی کا جوڑا ہے' دوسرا بیل اور گائے کا جوڑا ہے' تیسرا مینڈھا اور بھیڑ کا جوڑا ہے اور چوتھا بکرے اور بکری کا جوڑا ہے' یہ کل آٹھ عدد ہیں' مشرکین عرب نے مویشیوں میں سے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام بنا رکھے تھے اور عام لوگوں کے لیے ان پر سواری کرنا' بوجھ لادنا' ان کو کھانا اور ان کا دودھ پینا حرام کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسول مکرم (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ ان سے پوچھیے: کیا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دو نر حرام کیے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے نر کی صنف حرام کر دی ہے تو تم نر جانور کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے مادہ کی صنف حرام کر دی ہے تو مادہ کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے دونوں حرام کر دیے ہیں تو پھر نر اور مادہ دونوں کیوں کھاتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی صنف کو حرام نہیں کیا' یہ تحریم کے دعوے محض جھوٹے ہیں ف١٨٠ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ازخود جانوروں کو حرام قرار دے کر پھر اس تحریم کو اللہ کی طرف منسوب کرنے پر مشرکین کی مذمت فرمائی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ یہ محض تمہارا جھوٹ اور افتراء ہے اور اگر تم سچے ہو تو بتاؤ! اللہ تعالیٰ نے کس نبی کی کتاب میں ان جانوروں کی تحریم نازل کی ہے یا کسی نبی پر وحی آئی تھی؟ اگر تمہارے پاس کوئی نقل ہے تو پیش کرو' ان آیتوں میں علمی مباحثہ اور مناظرہ کے جواز پر دلیل ہے اور اس میں قیاس کی بھی اصل ہے کہ اللہ نے مذکر کو حرام کیا ہے تو ہر مذکر حرام ہے اور اگر مؤنث کو حرام کیا ہے تو ہر مؤنث حرام ہے ف١٨١ زمانہ جاہلیت میں کفار اور مشرکین بعض اشیاء کو ازخود حلال کہتے اور بعض اشیاء کو ازخود حرام کہتے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ کسی چیز کا حلال کرنا اور کسی چیز کا حرام کرنا صرف وحی سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہیے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے اس میں صرف چار چیزیں حرام کی گئی ہیں' وہ چار چیزیں یہ ہیں: مردار' بہا ہوا خون' خنزیر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ ان کی تفسیر البقرہ: ١٨٣ اور المائدہ: ٣ میں تفصیل سے کی گئی ہے' ان کا وہاں مطالعہ فرمائیں۔ یہ سورت مکی ہے' اس لیے اس میں صرف ان چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں اور بھی کئی چیزوں کو اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ المائدہ: ٣ میں ان کی حرمت کا بیان کیا گیا ہے' اسی طرح شراب کی حرمت کا بیان المائدہ: ٩٠ میں کیا گیا ہے اور نبی ﷺ نے بھی کئی جانوروں کو حرام فرمایا ہے' آپ نے ہر کچلیوں والے درندے اور ناخن والے پرندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد: ٣٨٠٣۔ ج ٣) اسی طرح آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا۔ کاٹنے والے کتے' سانپ' بچھو' چیل اور کوے کو نبی ﷺ نے حرم اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ١٨٢٩۔ ج ٢) اس لیے ان کو کھانا بھی حرام ہے۔ حشرات الارض اور بول و براز اور دیگر ہر قسم کی نجاست کے حرام ہونے پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے ف١٨٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر (شراب) فروخت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو قتل کرے وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر فروخت کر دیا۔
(صحیح البخاری: ٢٢٢٣۔ ج ٣)

أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

جو چربی ان کی ہڈی پر ہو' یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں ○ ۱۸۳

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ

پس اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب جرم کرنے والوں سے ٹالا نہیں جا سکتا ○ ۱۸۴ اب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے

مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ

اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے' اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا' آپ کہیے: کیا تمہارے پاس کوئی

عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾

علم ہے؟ (اگر ہے تو) اس کو ہمارے سامنے پیش کرو' تم صرف ظن کی پیروی کرتے ہو اور تم محض اٹکل پچو سے بات کرتے ہو ○ ۱۸۵ آپ کہیے کہ قوی دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے' پس اگر اللہ چاہتا تو وہ ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا ○ ۱۸۶

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا

آپ کہیے کہ تم اپنے ان گواہوں کو پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے' پس اگر وہ یہ (جھوٹی) گواہی دیں تو (اے مخاطب!) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا جنہوں

ف۱۸۳ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بہ طور سزا حرام کیا' کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور سود کھاتے تھے اور دیگر ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے تھے اور یہ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی چیز کو حرام نہیں کیا' ماسوا اس کے جس کو حضرت یعقوب نے خود اپنے نفس پر حرام کیا تھا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ماضی کی خبر دی تھی' جس کا کسی کو علم نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم ضرور اس خبر میں سچے ہیں اور یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے یہود کو ماضی کی ایسی بات کی خبر دی' جس کا کسی کو علم نہیں تھا اور جس کو جاننے کے لیے وحی کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا ف۱۸۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! اگر یہ یہود اس خبر میں آپ کی تکذیب کریں جو ہم نے آپ کو بیان کی ہے کہ ان کی سرکشی کی بناء پر ہم نے ان پر کیا کیا حرام کیا تھا' تو آپ کہیے: ہمارا رب سب پر رحیم ہے' اس کی رحمت تمام مخلوق پر محیط ہے' خواہ وہ اس پر ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں' نیک ہوں یا بدکار' وہ نہ کافروں کو جلد پکڑتا ہے نہ گناہ گاروں سے جلد انتقام لیتا ہے' اور وہ ایمان لانے والوں اور اطاعت گزاروں کو یونہی نہیں چھوڑتا اور ان کو ان کے اعمال کے ثواب سے محروم نہیں کرتا' لیکن جب مجرموں کی بداعمالیوں کی سزا دینے کا وقت آئے گا تو پھر اس کے عذاب کو کوئی ان سے ٹال نہیں سکے گا ف۱۸۵ یعنی جس طرح کفار مکہ نے نبی ﷺ کے اللہ کے توحید پر دیئے ہوئے دلائل کی تکذیب کی ہے اسی طرح پہلے بھی مشرکین نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس کی بنیاد بھی کوئی علم و عقل کی دلیل نہیں تھی۔ وہ بھی محض ظن اور اٹکل پچو سے اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور اگر ان کا یہ قول صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کیوں نازل فرماتا اور ان کو صفحۂ ہستی سے کیوں مٹا دیتا' یعنی جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے ان کی طرف رسول بھیجے تھے' جنہوں نے ان کو شرک اور خود ساختہ تحریم سے منع فرمایا تھا ف۱۸۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایسی دلیل جو تمام شکوک و شبہات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دے' صرف اللہ ہی کے پاس ہے' اس آیت میں یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اللہ واحد ہے' اس نے رسولوں کو دلائل اور معجزات دے کر بھیجا اور ہر مکلف پر اپنے احکام کو لازم کیا ہے اور ان کو مکلف کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی ہے کہ بندے اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں ورنہ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب کو مومن بنا دیتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں ہے۔

بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع

نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں ○ ١٨٧

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ

آپ کہیے کہ آؤ میں تم پر تلاوت کروں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دو ١٨٨

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو ١٨٩ اور اپنی اولاد کو رزق میں کمی کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی ١٩٠ اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ

بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ

پوشیدہ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو یہی وہ کام ہیں

وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا

جن کا اللہ نے تم کو مؤکد حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو ○ ١٩١ اور اچھے طریقہ کے بغیر یتیم کے مال کے

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ

قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے ١٩٢ اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول

بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ

کرو ١٩٣ ہم ہر شخص کو صرف اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتے ہیں اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ کہو

لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

خواہ وہ تمہارے قرابت دار ہوں ١٩٤ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہی وہ امور ہیں جن کا تمہیں اللہ نے مؤکد حکم دیا ہے

ع ١٦ ٥

ف١٨٧ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بحیرہ سائبہ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے' وہ اس پر کوئی گواہ لائیں اور کوئی شہادت پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں نبی پر اس حکم کو نازل کیا تھا یا فلاں کتاب میں یہ حکم نازل ہوا ہے اور اگر بالفرض وہ کوئی جھوٹی شہادت پیش کر دیں تو اے مسلمانو! تم ان کی تصدیق نہ کرنا اور جو لوگ فوائد اور منافع کے حصول اور مصائب اور نقصانات سے بچنے کے معاملہ میں اپنے بتوں اور جھوٹے معبودوں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں' ان کی موافقت نہ کرنا ف١٨٨ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک سے منع فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہر قسم کا شریک ماننا حرام ہے اور یہ ایسا گناہ ہے' جس کی آخرت میں معافی نہیں ہو گی۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو' حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے' میں نے کہا: بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے ف١٨٩ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی یہ ہے کہ ان کی فرماں برداری کی جائے اور اطاعت کی جائے۔ ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھا جائے' اگر وہ ظلم کریں پھر بھی ان کی اطاعت کی جائے' البتہ غیر شرعی کاموں میں ان کی اطاعت نہ کی جائے' پھر بھی ان کے ساتھ نرمی رکھی جائے اور اگر وہ فوت ہو جائیں تو ان کی قبر کی زیارت کی جائے اور ان کے لیے استغفار کیا جائے ف١٩٠ زمانہ جاہلیت میں بعض مشرکین رزق میں کمی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض عار کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرما دیا اور بعض لوگ عمل تزویج کے وقت عزل کرتے تھے (یعنی انزال کے وقت اندام نہانی سے آلہ باہر نکال لینا)۔ عزل کیا جائے یا کسی اور جدید طبی طریقہ سے ضبط تولید کا عمل کیا جائے تو بلا ضرورتِ شرعی وہ مکروہ ہے اور اگر تنگی رزق کے خوف کی وجہ سے یا لڑکیوں سے عار کی بناء پر عزل کیا جائے تو حرام ہے اور اگر کوئی نیک مسلمان ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر ضبط تولید پر عمل نہ کیا گیا تو عورت کی جان کو خطرہ ہے تو پھر یہ عمل واجب ہے اور اگر اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو پھر عزل کرنا جائز ہے۔ اس موضوع پر مزید تحقیق و تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ٣ ص ٨٧٣ تا ٨٩٧ کا مطالعہ فرمائیں ف١٩١ قتل ناحق کو سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ قتل برحق کون کون سے ہیں۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں قتل برحق کی یہ صورتیں بیان کی ہیں (١) نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا (٢) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا (٣) مرتد کو قتل کرنا (٤) شادی شدہ زانی کو سنگسار کر کے قتل کرنا (٥) مسلمان کے قاتل کو قتل کرنا (٦) ایک خلیفہ منعقد ہونے کے بعد دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا (٧) قوم لوط کے عمل کرنے والے کو قتل کرنا (٨) جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو قتل کرنا (٩) ڈاکو کو قتل کرنا (١٠) چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنا (١١) ذمی کے قاتل کو قتل کرنا' مسلمان اور ذمی کے قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا (٩) اور باقی کو تعزیراً قتل کیا جائے گا اور ان کو قتل کرنا حکومت کا منصب ہے' عوام میں سے کسی شخص کو انہیں قتل کرنے کا اختیار نہیں ہے ف١٩٢ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار ایسے شخص ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور ان کو کوئی نعمت نہ چکھائے: عادی شرابی' سود خور' یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ (در منثور ج ٣ ص ٤٤٤) ف١٩٣ ناپ تول میں کمی حرام ہے' حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی' ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا اور جو قوم ناحق فیصلہ کرے گی' ان میں بہت خون ریزی ہو گی۔ (موطأ امام مالک: ٩٩٨) ف١٩٤ ہمیشہ حق و انصاف کی بات کہنی چاہیے اور ناحق بات کہنا حرام ہے' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں جو باتیں فرمائیں' ان میں یہ بھی فرمایا کہ جب کسی شخص کو کسی حق بات کا علم ہو تو وہ لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے اس کو بیان کرنے سے باز نہ رہے۔

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو O ۱۹۵ بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے' سو تم اسی راستہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

نہ چلو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے اسی بات کا اللہ نے تمہیں مؤکد حکم دیا ہے تاکہ

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ

تم (گمراہی سے) بچو O ۱۹۶ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک

وَ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ

کام کیے درآں حالیکہ وہ ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر

یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ

ایمان لے آئیں O اور یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے' لہٰذا تم اس کی پیروی کرو اور

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ

ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے O ۱۹۷ (یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ) کہیں تم یہ (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے

قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ

صرف دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے O ۱۹۸ یا تم یہ (نہ) کہو کہ اگر ہم پر

اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ

(بھی) کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے' لو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ

طرف سے روشن دلیل آ گئی اور ہدایت اور رحمت' ۱۹۹ تو اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیتوں

(سنن ترمذی: ۲۱۹۸۔ ج ۴) ف۱۹۵ اللہ تعالیٰ نے بدعہدی کو حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۷۔ ج ۷) ف۱۹۶ اس سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے احکام بیان فرمائے تھے کہ شرک نہ کرو' ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو وغیرہ' یہ نو تفصیلی اور جزوی احکام تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفصیلی اور کلی حکم بیان فرمایا ہے جس میں یہ نو احکام اور باقی تمام شرعی احکام داخل ہیں اور وہ یہ کہ یہ میری صراطِ مستقیم ہے اور یہی دینِ اسلام اور منہج قدیم ہے' تم اجمالاً اور تفصیلاً اسی راستہ کو اختیار کرو اور اگر اس راستہ سے اِدھر اُدھر ہوئے تو گمراہی میں پڑ جاؤ گے' اس سے معلوم ہوا کہ حق کا راستہ صرف ایک ہے اور باطل کے بہت راستے ہیں ف۱۹۷ اس آیت کا معنی ہے: یہ قرآن جس کو ہم نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے' یہ برکت والی کتاب ہے۔ تم اس کی پیروی کرو یعنی اس کتاب کو اپنا امام بنا لو اور جو عقائد اس میں مذکور ہیں ان کو مانو اور جو احکام اس میں مذکور ہیں ان پر عمل کرو اور ڈرتے رہو یعنی اپنے دل میں اللہ سے ڈرو' اس کے خلاف عمل نہ کرو اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہ کرو ف۱۹۸ اس آیت میں اہل مکہ سے خطاب ہے کہ کہیں قیامت کے دن وہ یہ نہ کہیں کہ اس سے پہلے یہود و نصاریٰ پر تورات اور انجیل نازل کی گئی تھیں اور ہم چونکہ اَن پڑھ تھے' اس لیے ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے قاصر تھے اور ہم پر کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی' جس کی ہم پیروی کرتے' ہمیں کوئی حکم دیا گیا تھا' نہ کسی چیز سے روکا گیا تھا۔ ہم سے کوئی وعدہ کیا گیا تھا نہ ہم پر کوئی وعید نازل ہوئی اور اللہ کی حجت تو صرف ان دو گروہوں پر قائم ہوئی' جو ہم سے پہلے تھے جن پر تورات اور انجیل نازل ہوئیں ف۱۹۹ اس آیت کا معنی ہے: یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے' تاکہ مشرکین مکہ اور قریش قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ پر کتاب نازل کی گئی تھی' اور وہ یہ نہ کہیں کہ جس طرح ان پر کتاب نازل کی گئی تھی' اگر اس طرح ہم پر کتاب نازل کی جاتی اور ہم کو حکم دیا جاتا اور منع کیا جاتا اور بتایا جاتا کہ فلاں راستہ صحیح ہے اور فلاں غلط ہے تو ہم ان سے کہیں زیادہ صحیح راستہ پر قائم رہتے اور احکام پر عمل کرتے اور ممنوع کاموں سے باز رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لو اب تمہارے پاس تمہاری ہی عربی زبان میں کتاب آ گئی' اور اس میں معجز کلام ہے' جس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں لا سکتا اور یہ ہدایت ہے' اس میں طریق مستقیم کا بیان ہے اور جو اس پر عمل کریں اور اس کی اتباع کریں' ان کے لیے یہ رحمت ہے۔

اللّٰہِ وَصَدَفَ عَنۡہَا ؕ سَنَجۡزِی الَّذِیۡنَ یَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰیٰتِنَا
کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے ہم عنقریب ان لوگوں کو بُرے عذاب کی سزا دیں گے

سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡدِفُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ ہَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ
جو لوگوں کو ہماری آیات سے (اس لیے) روکتے ہیں کہ وہ خود بھی (ان آیات سے) روگردانی کیے ہوئے ہیں O ۲۰۰ وہ صرف یہ انتظار

تَاۡتِیَہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَوۡ یَاۡتِیَ رَبُّکَ اَوۡ یَاۡتِیَ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ ؕ یَوۡمَ
کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے جس دن

یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُہَا لَمۡ تَکُنۡ
آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہو گا جو

اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ کَسَبَتۡ فِیۡۤ اِیۡمَانِہَا خَیۡرًا ؕ قُلِ
اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو آپ کہیے کہ

انۡتَظِرُوۡۤا اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ
تم بھی انتظار کرو (اور) ہم بھی انتظار کر رہے ہیں O ۲۰۱ بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور

کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی
وہ بہت سے فرقے بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ کے

اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ
سپرد ہے ۲۰۲ پھر وہ ان کو خبر دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے O جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی

فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِہَا ۚ وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا
لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہو گا ۲۰۳ اور جو شخص ایک بُرائی لے کر آئے گا اس کو صرف

ف۱۹۹ اس آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے زیادہ ظالم' خطا کار اور حد سے بڑھنے والا کون ہو گا' جو اللہ تعالیٰ کے ان واضح دلائل اور حجتوں کا انکار کرے' ان کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے اور اللہ تعالیٰ عنقریب ان مکذبین کو دوزخ کے سخت عذاب کی سزا دے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیوں سے منہ پھیرتے تھے ف۲۰۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ مشرکین جو اپنے بتوں کو اپنے رب کے مساوی قرار دیتے ہیں اور باوجود آپ کی بسیار کوشش اور تبلیغ کے ایمان نہیں لاتے' وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے آئیں اور ان کی روحوں کو قبض کریں' یا حشر کے دن آپ کا رب مخلوق کے سامنے اپنی شان کے مطابق آئے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں' جن کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔ آپ کہیے: تم بھی انتظار کرو (اور) ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' ہم اس وقت آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو' پھر آپ نے دھوئیں کا ذکر کیا اور دجال کا اور دابۃ الارض کا اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کا اور تین بار زمین دھنسنے کا' ایک بار مشرق کا دھنسنا' ایک بار مغرب کا دھنسنا اور ایک بار جزیرۂ عرب کا دھنسنا اور سب سے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو دھکیل کر مشرق کی طرف لے جائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۱۹۰۔ ج ۴) اس حدیث میں جس دھوئیں کا ذکر ہے' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ یہ دھواں قیامت کے قریب ظاہر ہو گا' جس سے کفار کا دم گھٹنے لگے گا اور مؤمنوں کو صرف زکام ہو گا' یہ دھواں ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے اور یہ دھواں چالیس روز تک رہے گا۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے: ''فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ O'' (الدخان: ۱۰) سو آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھواں لائے گا O ف۲۰۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کو اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اس سے پہلے لوگ اللہ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۴۳۰) ف۲۰۳ اس آیت پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے تو اگر انسان ایک دن نماز پڑھ لے اور دس دن نماز نہ پڑھے یا رمضان کے تین روزے رکھ لے اور باقی ستائیس دن روزے نہ رکھے تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس نماز کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اس روزے کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اجر کی یہ کثرت اس عمل کو ساقط نہیں کرتی جس کا اسے مکلف کیا گیا ہے' اور اجر کی دس مثلوں میں سے جو ایک مثل ہے' اس کو حاصل کرنے کا وہ مکلف نہیں ہے' بلکہ اس نیکی کو کرنے کا مکلف ہے جس کا اجر دس نیکیوں کی مثل ہے۔

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى

ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گاO آپ کہیے: بے شک میرے رب نے مجھے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ

صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے مستحکم دین ملت ابراہیم ہر باطل سے ممتاز اور

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ

وہ مشرکوں میں سے نہ تھےO ف۲۰۴ آپ کہیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور

مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ

میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہےO ف۲۰۵ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور

بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ

مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوںO ف۲۰۶ آپ کہیے کہ کیا میں اللہ

اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے' ف۲۰۷ اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے

اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

اس کا وہی ذمہ دار ہے' اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' ف۲۰۸ پھر تم نے اپنے

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ

رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھےO وہی ہے

الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجات بلندی عطا فرمائی

ف۲۰۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ سے یہ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ ان بت پرستوں اور مشرکوں سے کہیے کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے اور یہی ملت حنیفہ مستقیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دینِ مستقیم کی ہدایت دی ہے جو حضرت ابراہیم کی ملت ہے اور حضرت ابراہیم تمام باطل ادیان سے اعراض کرنے والے تھے اور وہ مشرکین اور بت پرستوں میں سے نہیں تھے ف۲۰۵ ''صلوٰۃ'' سے مراد یا تو تہجد کی نماز ہے یا نماز عید ہے اور ''نسک'' ''نسیکۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: ذبیحہ اور اس کا معنی ہے: حج وعمرہ میں مینڈھا ذبح کرنا اور نماز اور ذبیحہ کو اس آیت میں اس طرح جمع کیا ہے' جیسے ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْO'' (الکوثر:۲) میں جمع کیا ہے۔ ''محیای'' سے مراد ہے: میں زندگی میں جو بھی عمل کروں اور ''مماتی'' سے مراد ہے: میں وفات کے بعد جن چیزوں کی وصیت کروں گا ف۲۰۶ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ سیدنا محمد ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا آپ سے پہلے حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام مسلمان نہیں تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ معنیً اوّل الخلق ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم آخر ہیں اور ہم قیامت کے دن سابق ہوں گے۔ (صحیح البخاری:۸۷۶۔ج۱) (۲) نبی ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا: اس وقت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی:۳۶۲۹۔ج۵) ف۲۰۷ روایت ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ! ہمارے دین کی طرف آ ئیں' اور ہمارے خداؤں کی عبادت کریں اور اپنے دین کو چھوڑ دیں' اور ہم دنیا اور آخرت میں آپ کی ہر ضرورت کے کفیل ہوں گے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۸ ص۱۴۱) ف۲۰۸ ربیع بیان کرتے ہیں کہ عبادت گزار علماء کے لیے اس زمانہ میں صرف دو صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری صورت سے افضل ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور حق کی دعوت دیں' یا فتنہ انگیز لوگوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائیں اور بدکردار اور بدعنوان لوگوں کے اعمال میں شریک نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہیں اور فرائض بجالائیں اور اللہ کے لیے محبت رکھیں اور اسی کے لیے بغض رکھیں۔ (جامع البیان جز۸ ص۱۴۹)

دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۗ

تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے ۲۰۹ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۵ ع

اور بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے O ۲۱۰

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۳۹ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۰۶ — رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

سورۃ الاعراف مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں دو سو چھ آیتیں چوبیس رکوع ہیں

الٓمّٓصٓ ۝۱ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ

ال م ص O یہ عظیم کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے، سو آپ کے دل میں اس (کی تبلیغ) سے تنگی نہ ہو

مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ

تاکہ آپ اس کے ساتھ ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے O ۱ (اے لوگو!) اس کی پیروی کرو

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَؕ قَلِيْلًا مَّا

جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے ۲ اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے دوستوں کی پیروی نہ کرو، تم بہت کم

تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ

نصیحت قبول کرتے ہو O اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا، پس ان پر ہمارا عذاب (اچانک) رات کے وقت آیا یا

هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ

جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے O ۳ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ بے شک ہم

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ

ہی ظالم تھے O پس ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور

ف۲۰۹ یعنی عزت اور شرف، عقل اور مال، رزق اور شجاعت اور سخاوت میں اور تم میں یہ فرق مراتب اور تفاوت درجات اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو برابر کا درجہ دینے سے عاجز تھا بلکہ اس نے تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے تم کو مختلف درجات میں رکھا، تاکہ دنیا والوں پر اور قیامت کے دن سب لوگوں کو معلوم ہو کہ مال اور رزق کی فراوانی سے کون دولت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا بیٹھا اور عیش و عشرت میں پڑ گیا اور کون ایسا ہے جو روپے پیسے کی ریل پیل کے باوجود خدا سے ڈرتا رہا اور اپنے مال کو اللہ کے احکام کی اطاعت اور خلق خدا کی خدمت میں صرف کرتا رہا اور اللہ کا شکر بجالاتا رہا **ف۲۱۰** یعنی اللہ تعالیٰ فساق و فجار کو بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ توبہ کر لیں؟ اور عذاب بھی آخرت میں ہوگا، پھر کس طرح فرمایا کہ وہ بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے، وہ اس کے اعتبار سے بہت قریب ہے اور بہت جلد ہونے والا ہے جیسا کہ قیامت کے متعلق فرمایا: ''وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ'' (النحل: ۷۷) اور قیامت محض پلک جھپکنے میں واقع ہو جائے گی بلکہ وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔

سورۃ الاعراف: ف۱ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائی ہے، اس لیے آپ کو یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت آپ کے ساتھ ہے، لہٰذا آپ کے دل میں اس کی تبلیغ سے تنگی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ جس کا اللہ حافظ اور ناصر ہو، اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، سو آپ قرآن مجید کی تبلیغ کرنے، اس سے ڈرانے اور اس کے ساتھ نصیحت کرنے میں مشغول رہیں اور کفار اور مشرکین کی مخالفت کی مطلقاً پرواہ نہ کریں **ف۲** اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کا ذکر فرمایا تھا اور اس بات کا ذکر فرمایا تھا کہ امت کو ڈرانے اور نصیحت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے اور اب اس آیت میں امت کو یہ حکم دیا ہے کہ نبی علیہ السلام پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے، وہ اس کی اتباع کریں اور اس پر عمل کریں، اور اس آیت میں احادیثِ مبارکہ کے حجت ہونے پر دلیل ہے کیونکہ جس طرح نبی علیہ السلام پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اسی طرح آپ پر احادیثِ مبارکہ بھی نازل کی گئی ہیں، فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں نازل ہوئے ہیں، اور احادیث کے صرف نبی علیہ السلام پر معانی نازل ہوئے ہیں اور ان معانی کو نبی علیہ السلام نے اپنے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے **ف۳** اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ علیہ السلام کی نافرمانی اور آپ کی مخالفت کرنا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے۔ جب ایسے لوگ غفلت اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں تو ان پر اچانک عذاب آ جاتا ہے۔ ہر سرکش مجرم پر جب دنیا میں عذاب آتا ہے تو وہ اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا ہے اور اس پر نادم ہوتا ہے۔ گزشتہ امتوں کی نافرمانی اور ان پر اچانک عذاب کے نزول کے واقعات کو بیان کر کے اس امت کو تنبیہ کرنا مقصود ہے، تاکہ وہ اپنے گناہوں سے باز آ جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کفار پر عذاب نازل کرنا اللہ کا عین عدل ہے۔

لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا

ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے○ پھر ہم خود کامل علم کے ساتھ ان کے تمام احوال بیان کریں گے

غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ

ہم غائب تو نہیں تھے○ ف۷ اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے' پس جن (کی نیکیوں) کے پلڑے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہیں○ اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوئے تو وہی اپنی

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ وَ

جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں کیوں کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے○ ف۸ اور

لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا

ہم نے تم کو زمین پر قابض کر دیا اور تمہارے لیے اس (زمین) میں اسباب زیست فراہم کیے' (مگر) تم بہت کم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

شکر ادا کرتے ہو○ ف۹ اور ہم نے تم کو پیدا کیا' پھر تمہاری صورت بنائی' پھر ہم نے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ

فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو' تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' (اور) وہ سجدہ کرنے والوں

السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ

میں شامل نہ ہوا○ فرمایا: تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا' اس نے کہا: میں اس سے

مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ

بہتر ہوں' تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے○ ف۸ فرمایا: تو یہاں سے اتر

ف۷ یعنی ہم ان کے کاموں کو دیکھ رہے تھے' ان کی باتوں کو سن رہے تھے اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کیا چھپاتے ہیں اور کیا ظاہر کرتے ہیں اوور ہم قیامت کے دن ان تمام کاموں کی خبریں گے' خواہ وہ کام کم ہوں یا زیادہ۔ وہ معمولی ہوں یا غیر معمولی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ○" (الانعام: ۵۹) اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے' اور نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہوتا ہے اور نہ کوئی خشک و تر مگر وہ روشن کتاب میں مرقوم ہے○ ف۸ ان آیتوں میں نیک اور صالح مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے' جن کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے اور کافروں کا ذکر فرمایا ہے' جن کی نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ ان آیتوں میں ان مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے' جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور نہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جن کی نیکیاں برائیوں سے کم ہوں' رہے وہ مسلمان جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو وہ اعراف میں ہوں گے اور بعد میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو جنت میں داخل فرما دے گا اور رہے وہ مسلمان جن کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل اور اپنے نبی ﷺ کی شفاعت سے جنت میں داخل فرما دے گا یا کچھ عذاب دے کر یا بغیر عذاب دیئے ان کو محض اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے نجات دے گا اور جنت میں داخل فرما دے گا ف۹ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان زمین میں بستے ہیں اور اس میں تصرف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم و دانش اور قوت و توانائی سے ہر دور میں انسان کی فوز و فلاح' اس کی بہتری' سہولت اور مصلحت کے لیے نت نئے ذرائع اور وسائل تلاش کرتے ہیں۔ پہلے انسان پتوں سے بدن ڈھانپتا تھا' پھر سوت اور ریشم کے لباس کا دور آیا اور اب انسان پٹرولیم سے بھی لباس بنانے لگا ہے۔ پہلے بری سفر خچروں اور گھوڑوں سے اور بحری سفر بادبانی کشتیوں سے کیا جاتا تھا' پھر موٹر کاروں' ریل گاڑیوں اور دخانی جہازوں کا دور آیا اور اب ہوائی جہازوں' ہیلی کاپٹروں اور راکٹوں کا دور ہے۔ بہت سی بیماریوں کا پہلے پتا نہ تھا' لوگ ان میں مبتلا ہو کر مر جاتے تھے۔ اب ان بیماریوں اور ان کے علاج کا پتا چلا لیا گیا ہے' مثلاً ذیابیطس ہے' ہائی بلڈ پریشر ہے' دل و دماغ کے پیچیدہ امراض ہیں' فالج ہے' دماغ کی رگ کا پھٹ جانا "Wilson" ولسن (اس بیماری میں انسان کا جسم اکڑ جاتا ہے اور وہ بولنے اور چلنے پھرنے سے محروم ہو جاتا ہے' یہ جسم میں تانبے کا اخراج نہ ہونے کے سبب ہوتی ہے) ہے۔ سرجری کا طریقہ ایجاد ہوا اور طب کی دنیا میں بہت سے لاینحل مسئلے حل ہو گئے ف۱۰ اس آیت میں "ہم نے تم کو پیدا کیا" اس سے مراد ہے: ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا اور ہم نے تمہارے باپ آدم کی صورت بنائی' جیسا کہ ایک اور آیت میں بھی انسان سے مراد آدم ہے: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ○" (المؤمنون: ۱۲) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا○ ف۱۱ ابلیس کی یہ دلیل متعدد وجوہ سے باطل ہے' کسی مرکب کی چار علتیں ہوتی ہیں: علت مادی' علت صوری' علت فاعلی اور علت غائی۔ ابلیس نے اپنے اور حضرت آدم کے درمیان صرف علت مادی سے تقابل کیا اور باقی تین علتوں سے صرف نظر کر لی۔ ثانیاً علت مادی کے اعتبار سے بھی حضرت آدم' ابلیس سے افضل ہے کیونکہ مٹی آگ سے حسب ذیل وجوہ سے افضل ہے: (۱) آگ کی طبیعت کا تقاضا چیزوں کو علی الفور جلانا اور ان کو تلف کرنا ہے جب کہ مٹی کسی چیز کو تلف یا ضائع نہیں کرتی (۲) مٹی میں انسانوں اور حیوانوں کا رزق پیدا ہوتا ہے اور کپاس پیدا ہوتی ہے جس سے انسانوں کا لباس حاصل ہوتا ہے جب کہ آگ میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی (۳) مٹی میں اگر ایک دانہ ڈالا جائے تو اس کی برکت سے وہ کم و بیش سات سو گنا زیادہ پیدا ہوتا ہے جب کہ آگ کسی چیز کو بڑھانا تو کجا اصلاً نیست و نابود کر دیتی ہے (۴) آگ کو اپنے وجود میں مٹی کی احتیاج ہے کیونکہ آگ زمین کے بغیر متحقق نہیں ہوگی جب کہ زمین کو اپنے وجود میں آگ کی احتیاج نہیں ہے۔

مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ
تجھے یہاں تکبر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے سو نکل جا بے شک تو ذلیل ہونے والوں

الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ
میں سے ہے ف۹ اس نے کہا: مجھے اس دن تک کی مہلت دے جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے○ فرمایا: بے شک

مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
تو مہلت پانے والوں میں سے ہے○ ف۱۰ اس نے کہا: پس اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے ف۱۱ تو میں بھی تیری صراط مستقیم پر ضرور

الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
ان کی گھات میں بیٹھا رہوں گا○ پھر میں لوگوں (کو بہکانے کے لیے ضرور ان) کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے

وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝
اور ان کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا ف۱۲ اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا○ ف۱۳

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ
فرمایا: یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا ہو کر نکل جا! البتہ جو لوگ تیری پیروی کریں گے

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
میں تم سب سے دوزخ کو بھر دوں گا○ ف۱۴ اور اے آدم! تم اور تمہاری زوجہ (دونوں) جنت میں رہو

فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا
سو جہاں سے چاہو تم دونوں کھاؤ اور (قصداً) اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا
ظالموں میں سے ہو جاؤ گے○ ف۱۵ پھر دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا ف۱۶ تاکہ (انجام کار)

ف۹ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت سے اتر جا' کیونکہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تکبر کرنے والا یہاں نہیں رہتا۔ (جامع البیان جز۸ ص۱۷۳) ف۱۰ جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے' وہ حشر کا دن ہے اور اس دن کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی۔ ابلیس لعین نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ وہ اس عموی قاعدہ سے بچ جائے کہ "ہر شخص کو موت آنی ہے" اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: تو مہلت پانے والوں میں سے ہے' اور سورۃ الحجر میں فرمایا ہے: تجھے وقتِ معین تک مہلت دی گئی ہے۔ "قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝" (الحجر:۳۸۔۳۷) فرمایا: بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے○ اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے○ اور یہ وہ دن ہے جس دن پہلا صور پھونکا جائے گا اور آسمان وزمین کی ہر چیز ہلاک ہو جائے گی' سو وہ بھی مر جائے گا۔ (جامع البیان جز۸ ص۱۷۵) ف۱۱ (اغواء "غوی" سے بنا ہے اور) جہالت کی وجہ سے کبھی انسان کا عقیدہ ہی نہیں ہوتا' صحیح نہ فاسد اور کبھی جہالت کی وجہ سے انسان کا فاسد عقیدہ ہوتا ہے اس کو "غی" اور "غوایت" کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝" (النجم:۲) تمہارے پیغمبر نہ گمراہ ہوئے نہ ان کا فاسد عقیدہ تھا○ اس کا معنی عذاب بھی ہے کیونکہ عذاب غوایت کے سبب سے ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝" (مریم:۵۹) وہ عنقریب عذاب میں ڈال دیے جائیں گے○ ف۱۲ حضرت ابن عباس نے فرمایا: سامنے سے مراد یہ ہے کہ میں ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا○ اور پیچھے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے متعلق وسوسے ڈالوں گا اور دائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کے دین میں شبہات ڈالوں گا اور بائیں سے مراد یہ ہے کہ ان کو گناہوں کی طرف راغب کروں گا' نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ابن آدم کے اوپر سے آنے کی کوئی راہ نہیں دی کیونکہ اوپر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ (جامع البیان جز۸ ص۱۹۱۔۱۷۹ ملخصاً) ف۱۳ ابلیس نے انسانوں کے متعلق جو گمان کیا تھا کہ ان میں اکثر انسان ناشکرے اور کافر ہوں گے' سو انسانوں نے بعد میں اس کے گمان کو سچ کر دکھایا اور فی الواقع اکثر انسان ناشکرے اور کافر ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝" (سبا:۲۰) اور بے شک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا' سو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا سب انسانوں نے اس کی پیروی کی○ ف۱۴ ابلیس لعین کو جنت سے نکالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت حوا کو جنت میں سکونت عطا فرمائی اور ایک معین درخت سے ان کو کھانے سے منع فرمایا اور اس ممانعت کا معنی یہ تھا کہ وہ قصد اور ارادہ سے اس درخت سے نہ کھائیں' اگر وہ بالفرض قصد اور ارادہ سے اس درخت سے کھاتے تو معاذ اللہ ظالموں میں سے ہو جاتے لیکن انہوں نے نسیان اور اجتہادی خطا سے اس درخت سے کھایا' اس لیے ظالموں سے نہیں تھے اور نہ ان کا یہ فعل گناہ تھا اور ان کا اس پر توبہ اور استغفار کرنا محض ان کی تواضع اور انکسار تھا اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقام بلند تھا اور ان کے دل میں خوفِ خدا کا غلبہ تھا کہ بھولے سے ممنوع کام کیا' پھر بھی توبہ واستغفار کرتے رہے ف۱۵ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اور ابلیس لعین کو جنت سے نکال دیا گیا تھا تو اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے دلوں میں وسوسہ کس طرح ڈالا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وسوسہ ڈالنے کے لیے دونوں کا ایک جگہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ابلیس زمین پر رہتے ہوئے آسمان اور جنت میں رہنے والوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا جنت کے دروازے کے قریب کھڑے تھے اور ابلیس لعین جنت کے دروازے پر کھڑا تھا اس نے وہاں سے وسوسہ ڈالا۔

وُرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

ان دونوں کی جو شرم گاہیں ان سے چھپائی ہوئی تھیں ان کو ظاہر کر دے اور اس نے کہا: تمہارے رب نے اس درخت سے

الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ۝۲۰ وَ

تم کو صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ ف۱۶ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ O ف۱۷ اور

قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا

اس نے ان سے قسم کھا کر کہا: بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں O پھر فریب سے انہیں (اپنی طرف) جھکا لیا' پس جب

ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا

انہوں نے اس درخت سے چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لیے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے اوپر

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا

جنت کے پتے جوڑنے لگے' اور ان کے رب نے ان سے پکار کر فرمایا: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے

الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۲۲ قَالَا

منع نہیں کیا تھا؟ ف۱۸ اور تم دونوں سے یہ نہ فرمایا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟ O دونوں نے عرض کیا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان

الْخٰسِرِیْنَ ۝۲۳ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی

اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O ف۱۹ فرمایا: اترو' تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہیں' اور تمہارے لیے

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝۲۴ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ

زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانا ہے O فرمایا: تم اسی زمین میں زندگی گزارو گے' اور

ف۱۶ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں فرشتہ بننے کی خواہش کس طرح پیدا کی' جب کہ حضرت آدم دیکھ چکے تھے کہ فرشتوں نے حضرت آدم کی فضیلت کا اعتراف کیا تھا اور ان کو سجدہ کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مفضول میں وہ وصف ہوتا ہے جو افضل میں نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے حضرت آدم فرشتہ اس لیے بننا چاہتے ہوں کہ ان کو بھی فرشتوں کی طرح قدرت اور قوت حاصل ہو جائے یا وہ بھی فرشتوں کی طرح اپنی خلقت میں جوہر نورانی ہو جائیں یا وہ بھی فرشتوں کی طرح عرش و کرسی کے ساکنین میں سے ہو جائیں ف۱۷ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہونے کی طمع میں اس درخت سے کیسے کھا لیا جب کہ حشر سے پہلے خلود کا عقیدہ رکھنا کفر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خلود کا معنی طویل زمانہ بھی ہے' اور ہوسکتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے یہی معنی مراد لیا ہو' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا نے یہ یقین نہیں کیا تھا کہ کچھ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان پر موت نہیں آئے گی اور نہ یہ ان کا گمان تھا' انہوں نے محض وفورِ شوق سے اس شجر ممنوع سے کھا لیا ف۱۸ ایک سوال یہ ہے کہ اس درخت سے کھانے کی ممانعت تنزیہا نہیں تھی' تحریما تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم دونوں نے (قصداً) اس درخت سے کھایا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور جس کام کا ارتکاب ظلم ہو' وہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے اور گناہِ کبیرہ عصمت نبوت کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابلیس لعین سے حضرت آدم علیہ السلام کا مکالمہ ہوا اور ان کے دل میں اس کو کھانے کا شوق پیدا ہوا تو وفورِ شوق میں وہ یہ بھول گئے کہ اس کھانے کی ممانعت تحریما تھی اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہا تھی' اس لیے آپ کا اس درخت سے کھانا اجتہادی خطا اور نسیان پر مبنی تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا O'' (طٰہٰ: ۱۱۵) اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے (اس درخت کے قریب نہ جانے کا) عہد لیا تھا' سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کا) قصد نہ پایا O اور اجتہادی خطا اور نسیان گناہ نہیں ہے' لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آیا اور ان کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی تواضع اور انکسار ہے ف۱۹ قتادہ اور حسن سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی طرف ان کی قبولیت توبہ کے لیے یہی الفاظ القاء فرمائے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۱۹۳) اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور کہا: میں تجھ سے (سیدنا) محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی محمد کیا ہے! اور محمد کون ہیں؟ تب انہوں نے کہا: تیرا نام برکت والا ہے' تو نے جب مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: ''لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' تو میں نے جان لیا کہ اس سے زیادہ مرتبہ والا کون شخص ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: اے آدم! وہ تمہاری اولاد میں آخر النبیین ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہے اور اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو (بھی) پیدا نہ کرتا۔ (المعجم الصغیر: ۹۹۲۔ ج ۲' المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳)

فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ

اسی زمین میں مرو گے اور اسی زمین سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے○ ۲۰ اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تم پر ایسا

لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ

لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ تمہاری زینت (بھی) ہے ۲۱ اور تقویٰ کا لباس، وہی سب سے بہتر لباس ہے،

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ اے اولادِ آدم! کہیں شیطان تم کو فتنہ میں

الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا

مبتلا نہ کر دے، جس طرح وہ تمہارے ماں باپ کے جنت سے اخراج کا سبب بنا تھا (اور) ان کے لباس اترنے کا سبب بنا تھا ۲۲

لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ

تاکہ انجام کار وہ انہیں ان کی شرم گاہیں دکھائے، بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے،

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا

بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے○ ۲۳ اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام

فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ

کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے ان ہی کاموں پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے ۲۴ اور ہمیں اللہ نے ان کاموں کا حکم دیا ہے، آپ کہیے:

اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ہے○

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

آپ کہیے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اے لوگو! ہر نماز کے وقت اپنا رخ ٹھیک رکھو

ع ۱۵ / ۹

ف ۲۰ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس معرکہ میں ابلیس کامیاب ہو گیا اور آپ ناکام ہو گئے، کیونکہ ابلیس تو جنت میں صرف آپ کا عارضی قیام برداشت نہیں کر رہا تھا اور آپ زمین پر اس لیے آئے کہ زمین پر اپنی اولاد میں سے اپنے پیروکاروں کو قیامت کے دن دائمی طور پر اپنے ساتھ لے کر جنت میں جائیں، سو آپ اپنی بے شمار اولاد کے ساتھ دوام اور ہیشگی کے لیے جنت میں جائیں گے اور ابلیس اپنے پیروکاروں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا، سو اس معرکہ کے نتیجہ میں کامیاب حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ناکام ابلیس لعین ہے ف ۲۱ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کی ناف سے لے کر گھٹنے تک پورا جسم شرم گاہ ہے اور واجب الستر ہے۔ ناف شرم گاہ نہیں ہے اور گھٹنا شرم گاہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ ہے اور ناف کا نچلا حصہ شرم گاہ ہے۔ (سنن دار قطنی: ۸۷۹۔ ج ۱) اور عورت کا پورا جسم شرم گاہ اور واجب الستر ہے، ماسوائے اس کے چہرے اور ہاتھوں کے۔ امام ابوداؤد نے قتادہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور پہنچوں تک ہاتھوں کے سوا کسی عضو کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۹۹) ف ۲۲ اس آیت میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ابلیس لعین کی وسوسہ اندازیوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو خبردار رہنا چاہیے۔ وہ جنت سے ان کے ماں باپ کے اخراج کا سبب بن چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی اولاد بھی اس کی فریب کاریوں اور کفر و شرک اور گناہوں کو زینت دینے اور ان کی طرف مائل کرنے کی وجہ سے کفر و شرک یا حرام کاموں میں مبتلا ہو جائیں اور اس کے نتیجہ میں جنت سے عارضی یا دائمی طور پر محروم ہو جائیں ف ۲۳ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور شیاطین میں ایسی قوت ادراک پیدا کی، جس کی وجہ سے وہ انسانوں کو دیکھ لیتے ہیں اور عام انسانوں میں ایسی قوت ادراک پیدا نہیں کی، جس کی وجہ سے وہ جنات اور شیاطین کو دیکھ سکیں کیونکہ جنات اور شیاطین کے جسم لطیف ہیں، اس لیے ان کی شعاع بصر بہت قوی ہے، وہ اجسام لطیفہ اور اجسام کثیفہ دونوں کو دیکھ لیتی ہے اور عام انسانوں کے اجسام کثیف ہوتے ہیں، اس لیے ان کی شعاع بصر لطیف اجسام کو نہیں دیکھ سکتی، البتہ انبیاء علیہم السلام بہ طور معجزہ اور اولیاء کرام بہ طور کرامت جنات و شیاطین کو دیکھ لیتے ہیں ف ۲۴ مجاہد نے کہا: اس آیت میں "فاحشة" سے مراد زمانۂ جاہلیت میں مردوں اور عورتوں کا برہنہ طواف کرنا ہے۔ (جامع البیان جز ۸ ص ۲۰۶)

وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿۲۹﴾

اور اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے ۲۵ اسی کی عبادت کرو‘ جس طرح اس نے تم کو ابتداءً پیدا کیا ہے اسی طرح تم لوٹو گے ۲۶

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دی اور ایک گروہ گمراہی پر ڈٹا رہا‘ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر

الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۳۰﴾

شیطانوں کو اپنا کارساز بنا لیا‘ اور ان کا یہ زعم ہے کہ وہی ہدایت یافتہ ہیں O ۲۷

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا

اے اولادِ آدم! ہر عبادت کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو‘ اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچ

وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ

نہ کرو‘ بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O ۲۸ (اے نبی!) آپ کہیے: اللہ کی زینت کو

الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ

کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے‘ ۲۹ اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو‘ آپ کہیے: یہ چیزیں

آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ

دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خصوصاً ان ہی کے لیے ہیں‘ ۳۰ ہم جاننے والے

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۳۲﴾ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا

لوگوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں O آپ کہیے کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے

ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا

کاموں کو حرام کیا ہے‘ خواہ وہ ظاہر ہوں‘ خواہ پوشیدہ‘ ۳۱ اور گناہ کو ۳۲ اور ناحق زیادتی کو‘ اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بناؤ

ف۲۵ اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ”فحشاء“ (بے حیائی) کا حکم نہیں دیا۔ اس آیت میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ”قسط“ (عدل) کا حکم دیا ہے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے ف۲۶ محمد بن کعب نے اس کی تفسیر میں کہا: جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اہل شقاوت میں سے پیدا کیا ہے‘ وہ قیامت کے دن اہل شقاوت سے اٹھے گا خواہ وہ پہلے نیک کام کرتا ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اہل سعادت میں سے پیدا کیا‘ وہ قیامت کے دن اہل سعادت سے اٹھے گا‘ خواہ وہ پہلے بُرے کام کرتا رہا ہو‘ جیسے ابلیس لعین کو اللہ تعالیٰ نے اہل شقاوت سے پیدا کیا تھا‘ وہ پہلے نیک کام کرتا تھا لیکن وہ انجام کار کفر کی طرف لوٹ گیا اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگر‘ وہ پہلے فرعون کے تابع تھے لیکن بعد میں فرعون کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے‘ سو ابلیس اپنی خلقت کے اعتبار سے شقاوت کی طرف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگر اپنی ابتداء خلقت کے اعتبار سے سعادت کی طرف لوٹ گئے ف۲۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایسی صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا‘ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کی وحدانیت کی معرفت حاصل کر سکے اور اس کو خیر و شر کے دونوں راستے دکھا دیئے‘ پھر بعض انسانوں نے اس فطری صلاحیت کو ضائع کر دیا اور شیطان نے ان کو دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں کے دام میں پھنسا لیا‘ ان کو ان کے ضمیر نے سرزنش کی اور نبیوں اور رسولوں اور ہر دور کے علماء حق نے ان کو اللہ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی‘ لیکن وہ شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر ڈٹے رہے اور وہ یہ گمان کرتے رہے کہ جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے‘ وہی برحق ہے ف۲۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کھانے پینے کو حلال فرما دیا ہے‘ جب تک کہ فضول خرچ نہ ہو اور تکبر نہ ہو۔ جتنی مقدار کھانے اور پینے سے رمق حیات باقی رہ سکتی ہے‘ اتنی مقدار کھانا اور پینا فرض ہے۔ رزق حلال کمانے اور بدنی عبادات انجام دینے کے لیے جتنی صحت اور توانائی کی ضرورت ہے‘ اس کے لیے جس قدر کھانے کی ضرورت ہے‘ اتنا کھانا بھی فرض ہے۔ اپنی صحت کے تحفظ اور اپنے آپ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے پرہیزی کھانا کھانا اور نقصان دہ چیزوں کو ترک کرنا واجب ہے‘ اور جتنی مقدار کھانا جان کی بقاء اور توانائی کی حفاظت کے لیے ضروری ہے‘ اس سے کم کھانا کوئی نیکی ہے نہ اس میں کوئی زہد و تقویٰ ہے اور بسیار خوری ناجائز و گناہ ہے اور یہ فضول خرچی کی ممانعت میں داخل ہے ف۲۹ اس آیت سے یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے‘ اور جمہور احناف اور شوافع کا مذہب (بھی) یہی ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (التحریر مع شرحہ التیسیر ج ۱ ص ۱۷۲‘ ردالمحتار ج ۱ ص ۷۲) اور جس چیز کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے‘ اس کام کو کرنا بلاکراہت جائز ہے۔ اس اصول پر اہل سنت کے تمام معمولات جائز ہیں مثلاً بغیر تعیین شرعی کی نیت کے سال کے مختلف ایام میں میلاد شریف منعقد کرنا‘ نبی ﷺ اور آپ کی سیرت کا بیان کرنا‘ خلفاء راشدین اور اہل بیت اطہار کے ایامِ شہادت اور وفات میں ان کا تذکرہ کرنا‘ اور انہیں قرآن خوانی اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا‘ اسی طرح اولیاء کرام کے ایامِ وصال میں ان کا تذکرہ کرنا اور ان کو عبادات اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ ہر چند کہ خصوصیت کے ساتھ یہ کام عہد رسالت میں نہیں کیے گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں سے منع نہیں فرمایا اور یہ کام اسلام کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہیں‘ اس لیے یہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور حسن نیت سے موجب ثواب اور باعثِ برکت ہیں ف۳۰ امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور لباس پہنو اور صدقہ کرو‘ بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔ (صحیح البخاری‘ کتاب اللباس ج ۷ ص ۴۳۰) لباس کی انواع اور اقسام‘ لباس کے رنگوں اور اُجلے‘ صاف اور عمدہ لباس پہننے‘ نیز قیمتی اور معمولی لباس پہننے کے سلسلے میں وارد احادیث میں تطبیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۱۶ تا ۱۲۱ کا مطالعہ فرمائیں ف۳۱ ”فواحش“ سے مراد زنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً“ (بنی اسرائیل: ۳۲) اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا
جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہو جسے تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
نہیں جانتے○ ۳۳ع اور ہر قوم کے لیے ایک میعاد مقرر ہے جب وہ میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکیں گے

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
اور نہ ایک گھڑی آگے ہو سکیں گے○ ۳۴ع اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول آئیں ۳۵ع

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں سو جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو گیا تو ان پر کوئی خوف نہیں

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ
اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ ۳۶ع اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان (کو ماننے) سے تکبر کیا

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى
تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ ۳۷ع پس اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ کے متعلق

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ
جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ پر بہتان باندھے ۳۸ع یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے ۳۹ع ان لوگوں کو کتاب کے مطابق ان کا حصہ ملتا

الْكِتٰبِ ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
رہے گا ۴۰ع حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے پہنچیں گے تو وہ پوچھیں گے: بتاؤ!

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى
کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے ۴۱ع وہ کہیں گے: وہ سب ہم سے گم ہو گئے اور وہ خود اپنے خلاف

ہے۔ اور ظاہر سے مراد علی الاعلان بدکاری ہے' جس طرح لوگ اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرتے ہیں یا جس طرح آج کل کال گرلز اور سوسائٹی گرلز کو کلبوں اور ہوٹلوں سے بک کیا جاتا ہے اور پوشیدہ سے مراد ہے: کسی لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجہ میں خفیہ طریقہ سے کام کیا جائے ف۳۲ "اثم" سے مراد شراب نوشی اور جوا کھیلنا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ" (البقرہ: ۲۱۹) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیں: ان میں بڑا گناہ ہے۔ بعض اوقات شراب کے نشہ میں انسان دوسروں کی عزت پر حملہ آور ہوتا ہے' ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان پر تہمت لگاتا ہے اور جوئے کے نتیجے میں مال حرام کھایا جاتا ہے اور بعض اوقات لڑائی جھگڑا اور مار پیٹ بھی ہوتی ہے' سو یہ تمام گناہ اس میں داخل ہیں ف۳۳ ناحق زیادتی سے مراد ہے: کسی کا ناحق مال چھین لینا یا کسی کو ناحق قتل کر دینا' اور شرک سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی یا اس کے خلاف کوئی بات کرنا' اور بغیر علم اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر علم و تحقیق کے کوئی عقیدہ بنا لینا اور یہ پانچ گناہ تمام گناہوں کی اصل ہیں اور باقی تمام بدعقیدگیاں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ان پانچ گناہوں میں داخل ہیں ف۳۴ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی موت کا وقت معین ہے اور جب وہ وقت آ جائے گا تو لامحالہ موت آ جائے گی اور اس کو چونکہ موت کا وقت بتایا نہیں گیا' اس لیے وہ ہر وقت موت کا منتظر رہے اور حرام کاموں سے بچتا رہے' ایسا نہ ہو کہ وہ کسی حرام کام میں مشغول ہو اور اسی کی موت کا وہی وقت مقرر ہو ف۳۵ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اس صفت کے ساتھ مقید فرمایا ہے کہ وہ خود تم میں سے ہیں۔ اس قید کے متعلق امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (الف) جب رسول لوگوں کی جنس سے ہوگا تو لوگوں پر اللہ کی حجت بہ طریق اولیٰ پوری ہوگی (ب) لوگوں کو اس رسول کے حالات اور اس کا پاک دامن ہونا پہلے سے معلوم ہوگا (ج) لوگوں کو اس کی قوت اور طاقت کا حال پہلے سے معلوم ہوگا اور جب اس سے معجزات کا ظہور ہوگا تو وہ جان جائیں گے کہ یہ افعال اس کی طاقت اور قوت سے باہر ہیں تو یہ معجزات لامحالہ اللہ کی قدرت سے ظاہر ہوئے (د) اگر وہ رسول کسی اور جنس سے ہوتا تو لوگ اس کے ساتھ مانوس نہ ہوتے اور اس کے ساتھ الفت و محبت نہ ہوتی۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۳۵ 'ملخصاً) ف۳۶ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو قیامت کے دن نہ مستقبل میں عذاب کا خوف ہوگا اور نہ ماضی میں اپنے کیے ہوئے کاموں کا کوئی غم ہوگا' کیونکہ دنیا میں انہوں نے سب نیک کام کیے اور اگر اغواء شیطان یا شامتِ نفس سے کوئی غلط کام ہو گیا تو انہوں نے مرنے سے پہلے اس پر توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی ف۳۷ ہمارے علماء نے اس آیت سے معتزلہ اور خوارج کے خلاف استدلال کیا ہے کہ گناہ گار مسلمانوں کو اگر دوزخ میں ڈالا گیا تو ان کو عذاب کے بعد دوزخ سے نکال لیا جائے گا کیونکہ دوزخ کے عذاب کا دوام اور خلود صرف کافروں کے لیے ہے' جیسا کہ اس آیت میں کافروں کے متعلق بہ طریق حصر فرمایا ہے کہ وہی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ف۳۸ اللہ پر بہتان باندھنے والے وہ کافر ہیں جنہوں نے بتوں کو یا ستاروں کو اللہ کا شریک بنایا' وہ کافر جنہوں نے دو خدا قرار دیئے: ایک یزداں اور ایک اہرمن' یا وہ جنہوں نے اللہ کے لیے بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے۔ اسی طرح وہ کافر جنہوں نے بحیرہ' سائبہ' حامی اور وصیلہ کو از خود حرام قرار دیا اور پھر اس حرمت کو اللہ کی طرف منسوب کیا۔ اسی طرح اس کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو از خود کوئی مسئلہ گھڑ لیتے ہیں اور اپنی طرف سے کسی مستحب کام کو فرض یا واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں' جو قرآن و حدیث کی صریح نصوص کے مقابلہ میں اپنے پیروں اور مولویوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں ف۳۹ اس سے مراد وہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں' خصوصاً قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں یا اس سے مراد وہ کافر ہیں جو اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں خصوصاً سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں ف۴۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان اعمال سے جو کچھ ان کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے' وہ ان کو ضرور حاصل ہوگا۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۱۹۳) ف۴۱ اس سے مراد ملک الموت اور اس کے معاون فرشتے ہیں۔ اس آیت سے مراد کفار کو سرزنش کرنا ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید کو ترک کر کے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے O اللہ فرمائے گا: اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے پہلے

مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ

گزرے ہوئے جن اور انس داخل ہو چکے ہیں، جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہو گی تو وہ اپنی جیسی جماعت

اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا

پر لعنت کرے گی حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلوں کے متعلق کہیں گے: اے ہمارے رب!

هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ

ہم کو انہوں نے گمراہ کیا تھا ۴۲ سو تو ان کو دگنا آگ کا عذاب دے، اللہ فرمائے گا: ہر ایک کے لیے

ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ

دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے O ۴۳ اور پہلے لوگ بعد والوں سے کہیں گے: تمہیں ہم پر

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٣٩﴾ ع

کوئی فضیلت نہیں ہے، سو عذاب کو چکھو اس سبب سے جو تم کرتے تھے O

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کو ماننے سے تکبر کیا ان کے لیے اس وقت تک آسمان کے دروازے نہیں

السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ

کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں داخل ہو جائے ۴۴

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ

اور ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں O ان کے لیے دوزخ (کی آگ) کا بچھونا ہو گا اور ان

آئیں اور اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ مان لیں ۔ **ف۴۲** یعنی آخری زمانہ کے لوگ پہلے زمانہ کے لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے اس بدعقیدگی کو شروع کیا تھا ۔ **ف۴۳** اس کا بہ ظاہر معنی یہ ہے کہ وہ جس قدر عذاب کے مستحق ہوں گے ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ عدل کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کو ان کے جرائم کے مطابق ہی عذاب ہو گا' لیکن ان کو یہ عذاب مسلسل ہوتا رہے گا' مثلاً ان کو درد کی ایک کیفیت لاحق ہو گی' اس کے بعد پھر اسی کی مثل لاحق ہو گی اور پھر ایک مثل لاحق ہو گی اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہے گا' اس لیے فرمایا کہ ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے اور ''ضِعف'' (دگنا) کا معنی کسی شے کی ایک مثل سے لے کر غیر متناہی امثال تک ''ضِعف'' ہے ۔ **ف۴۴** علی بن طلحہ اور مجاہد وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کفار کے اعمال اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور اس کی دلیل درج ذیل آیات ہیں: ''اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ'' (فاطر: ۱۰) اس کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں اور اللہ نیک عمل کو بلند فرماتا ہے۔ ''كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ O'' (المطففین: ۱۸) حق یہ ہے کہ بے شک نیکی کرنے والوں کا نامۂ اعمال ضرور (ساتویں آسمان کے اوپر) علیین میں ہے O

ع ٨ / ١١

فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کے اوپر آگ کا اوڑھنا ہو گا' اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں○ اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتے وہی لوگ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ

جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ ۴۵ اور ہم نے ان کے سینوں سے (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش

غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

کو نکال دیا ہے ۴۶ ان کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں اور وہ کہیں گے: اللہ کا شکر ہے جس نے

هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ

ہمیں یہاں پہنچایا' اور اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم از خود یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے بے شک ہمارے پاس

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا

ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے' اور ان کو یہ ندا کی جائے گی کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے جنت کے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَنَادٰٓي اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ

وارث کیے گئے ہو○ ۴۷ اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ بے شک

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ

ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو سچا پایا' کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب

حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي

نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر

ف۴۵ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وعد اور وعید دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر فرماتا ہے۔اس سے پہلی آیتوں میں کفار کے لیے عذاب کی وعید بیان فرمائی تھی' اس آیت میں مسلمانوں کے لیے ثواب کا وعدہ بیان فرمایا ہے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی' اور جو کچھ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آئی تھی' اس کا اقرار کیا اور جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا' ان پر عمل کیا اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا' ان سے مجتنب رہے اور پھر درمیان میں یہ واضح فرمایا کہ ہم نے جن کاموں کا حکم دیا ہے یا جن کاموں سے روکا ہے' وہ سب کام انسان کی طاقت اور اس کی وسعت میں ہیں اور ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتے تو وہی جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' اس میں کافروں کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جنت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حصول بہت آسان کر دیا ہے

۱۴ ع

ف۴۶ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے سینوں سے ان رنجشوں کو نکال دے گا' جو دنیا میں وہ ایک دوسرے کے خلاف رکھتے تھے' کیونکہ کینہ کا سبب شیطان کے وسوسے ہیں اور شیطان اس وقت دوزخ میں جل رہا ہو گا' اس لیے اہل جنت کے سینے اور ان کے دل ہر قسم کے بغض' کینہ اور کدورت سے صاف ہوں گے' قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں' عثمان' طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ہم نے ان کے سینوں سے (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش کو نکال دیا ہے۔(جامع البیان ج۸ ص ۲۴۰)

ف۴۷ ہر کافر اور مؤمن کے لیے جنت میں ایک ٹھکانا بنایا گیا ہے' لہٰذا جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اہل دوزخ کو جنت دکھائی جائے گی تا کہ وہ اس میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیں اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے ٹھکانے ہیں' اگر تم ایمان لے آتے اور اللہ کی اطاعت کرتے تو تم کو جنت میں یہ ٹھکانے دیئے جاتے' پھر اہل جنت سے کہا جائے گا: اے اہل جنت! تم ان ٹھکانوں کو بہ طور وراثت لے لو کیونکہ تم نیک عمل کرتے تھے' پھر جنت میں کافروں کے ٹھکانے اہل ایمان میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔اسی طرح ہر کافر اور مؤمن کے لیے دوزخ میں بھی ایک ٹھکانا بنایا گیا ہے' اور مسلمانوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد ان کو دوزخ میں ان کے ٹھکانے دکھائے جائیں گے کہ اگر وہ ایمان نہ لاتے تو ان کو دوزخ کے ان ٹھکانوں میں رکھا جاتا' پھر ان کے حصہ کی دوزخیں کافروں کو دی جائیں گی اور یہ اس لیے ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ سے یہ نہ کہہ سکے کہ اگر میں ایمان لاتا تو تو نے میرے لیے جنت میں کوئی ٹھکانا تو بنایا ہی نہیں تھا تو مجھے جنت میں کس جگہ رکھتا؟

الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٤ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

اللہ کی لعنت ہو○ جو (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکتے تھے اور اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝٤٥ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ

اور وہ آخرت کے منکر تھے○ ۴۸ اور ان دونوں (جنتیوں اور دوزخیوں) کے درمیان ایک حجاب ہے اور اعراف پر

رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

کچھ مرد ہوں گے ۴۹ جو ہر ایک (جنتی یا دوزخی) کو اس کی علامت سے پہچانیں گے اور وہ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝٤٦ وَاِذَا صُرِفَتْ

تم پر سلام ہو وہ ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور وہ اس کی امید رکھیں گے○ اور جب ان کی

اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

آنکھیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ظالم

الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

لوگوں کے ساتھ نہ کرنا○ ۵۰ اور اصحاب الاعراف جن (دوزخیوں) کو ان کی علامتوں سے پہچانتے تھے ان سے پکار کر کہیں گے:

قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٤٨ اَهٰٓؤُلَآءِ

تمہاری جماعت نے تم کو عذاب سے نہ بچایا اور نہ اس (مال و دولت) نے جس کی وجہ سے تم تکبر کرتے تھے○ کیا یہ (جنتی لوگ)

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ

وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت بالکل نہیں دے گا (انہی سے کہا گیا ہے:) تم جنت میں داخل

عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝٤٩ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ

ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے○ ۵۱ اور اہل دوزخ اہل جنت سے پکار

و۴۸ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حشر کے دن جب کفار یہ اعتراف کریں گے کہ ان کے رب نے ان سے سچا وعدہ کیا تھا اور وہ اللہ کی ربوبیت کا اعتراف کریں گے اور شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور شیطان اور دوسرے گمراہ کرنے والوں کی مذمت کریں گے اور اپنے کیے پر نادم ہوں گے تو کیا ان کا برائی پر نادم ہونا اور حق کا اعتراف کر لینا' ان کی توبہ کے قائم مقام نہیں ہے اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ''وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ'' (الشوریٰ:۲۵) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حشر کا دن دارالجزاء ہے' دارالعمل دنیا ہے۔ ان کی توبہ اور ایمان کی جگہ دنیا تھی' حشر کے دن توبہ کرنا مفید ہے نہ ایمان لانا۔ قرآن مجید میں ہے: اللہ تعالیٰ غرغرہ موت کے وقت بھی توبہ قبول نہیں فرماتا: ''وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ'' (النساء:۱۸) ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے' جو حالتِ کفر پر مرتے ہیں اور جب غرغرہ موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی تو موت کے بعد توبہ کیسے قبول ہوگی و۴۹ حضرت عبداللہ ابن مسعود' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ابن عباس نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۹۰) ف۵۰ اگر اصحاب الاعراف کی یہ تفسیر کی جائے کہ وہ اہل جنت سے کم درجہ کے ہوں گے تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو الاعراف میں بٹھائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے یہ امید رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس مقام سے جنت کی طرف منتقل کر دے گا اور جب اصحاب الاعراف اہل دوزخ کو دیکھیں گے تو وہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اہل دوزخ سے نہ کرے' اور ان آیتوں سے مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی ﷺ کی رسالت میں غور و فکر کرے اور ان پر ایمان لا کر ان کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے اور دنیا اور آخرت کی سرخ روئی حاصل کرے و۵۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اللہ کی اور رسولوں کی اطاعت کرنے سے اپنے مال و دولت کی وجہ سے تکبر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اے متکبرو! کیا یہی وہ کمزور اور پس ماندہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ نہیں ملے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ان کو بخش دیا۔ اے اصحاب الاعراف! جنت میں داخل ہو جاؤ' تم نے دنیا میں جو گناہ اور جرم کیے تھے' تمہیں اب ان کے مواخذہ اور ان پر سزا کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ تمہیں اس کا کوئی رنج ہوگا کہ تم سے دنیا میں نیکیاں رہ گئیں۔
(جامع البیان جز ۸ ص ۲۶۱۔۲۵۹ ملخصاً)

الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا

کر کہیں گے: ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو ف۵۲ یا کچھ اس میں سے دے دو جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے تو (اہل جنت) کہیں گے:

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا

بے شک اللہ نے یہ پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے ۝ ف۵۳ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا

وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ

بنا لیا تھا اور جن کو دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا تو آج کے دن ہم انہیں نظر انداز کر دیں گے جس طرح انہوں نے

يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٥١﴾ وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ

اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا ف۵۴ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ۝ بے شک ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں

بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

جس کو ہم نے اپنے عظیم علم کے مطابق تفصیل سے بیان کیا ہے ف۵۵ اور وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ۝ ف۵۶

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ

کیا وہ (اس کتاب پر ایمان لانے کے لیے) اس کی وعید کے وقوع کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن وہ وعید

نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ

واقع ہو گی تو جو لوگ اس کو پہلے فراموش کر چکے تھے وہ کہیں گے: بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے تو

شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ

کیا ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں؟ یا ہم کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم ان کاموں کے برخلاف کام کریں جو پہلے

قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ

کرتے تھے بے شک انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور ان سے وہ بہتان گم ہو گئے جن کا وہ افتراء کرتے تھے ۝ ف۵۷

ع ۶ ۱۴

ف۵۲ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت پانی ہے' کیونکہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار کافر سب سے پہلے پانی کا سوال کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ ثواب پانی خرچ کرنے کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ پانی کا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ جب اہل دوزخ' اہل جنت سے فریاد کریں گے تو یہ کہیں گے کہ ہم پر پانی انڈیل دو' یا کچھ اس رزق سے دے دو جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۲۶۷۳۔ ج۵) حضرت سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سعد کی والدہ فوت ہوگئی ہیں' کس چیز کا صدقہ کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی کا' تو حضرت سعد نے کنواں کھدوا دیا اور کہا: یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۸۱) ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ پانی پلانے سے اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے ف۵۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل دوزخ چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو غریبوں اور مسکینوں کے حقوق فرض کیے تھے' ان کو ادا نہیں کرتے تھے' وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے نہ پیاسوں کو پانی پلاتے تھے' سو اللہ تعالیٰ دوزخ میں آگ کے عذاب کے علاوہ ان پر بھوک اور پیاس کا عذاب بھی نازل کرے گا' پھر وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے بلبلا کر اہل جنت سے فریاد کریں گے کہ تم ہم پر کچھ پانی ڈال دو یا تم کو جو طعام دیا ہے' اس طعام سے کچھ دے دو تو اہل جنت ان کو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی اور طعام کو ان لوگوں پر حرام کر دیا ہے' جنہوں نے دنیا میں اس کی توحید کو ماننے سے انکار کیا تھا' اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی ف۵۴ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے فرمائے گا: کیا میں نے تیرا نکاح نہیں کیا تھا؟ میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے؟ اور کیا تو سرداری اور افسری نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں!' پھر فرمائے گا: تو مجھ سے ملاقات کا یقین رکھتا تھا؟ وہ کہے گا: نہیں' پھر اللہ فرمائے گا: ہم آج تجھے نظر انداز کرتے ہیں جس طرح تو نے ہمیں بھلا دیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۷۶) ف۵۵ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت' اہل دوزخ اور اہل اعراف کے احوال تفصیل سے بیان فرمائے اور یہ بیان کیا کہ وہ ایک دوسرے سے کیا گفتگو کریں گے تاکہ لوگ ان کے کلام میں غور وفکر کریں اور ان کاموں اور ان چیزوں سے بچیں جو اللہ کے عذاب کا موجب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل میں غور وفکر کے لیے تیار ہوں ف۵۶ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں اپنی آیات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور ان میں اجمال اور ابہام نہیں ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ ہر چند کہ اس کتاب کی ہدایت تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن چونکہ اس کی ہدایت سے صرف مؤمن اور مسلمان ہی فائدہ اٹھاتے ہیں' اس لیے فرمایا کہ یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ف۵۷ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے رسولوں نے یہ فرمایا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب کچھ فنا ہو جائے گا اور پھر ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ایمان نہ لانے والوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ان وعیدوں کے باوجود کفار ایمان نہ لائے تو ان کے ظاہر حال کے تقاضے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا وہ ایمان لانے کے لیے اس انتظار میں ہیں کہ ان پر سخت عذاب آ جائے جو ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دے یا قیامت آ جائے اور ان کا مواخذہ کر کے ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور جب قیامت آ جائے گی تو اس وقت وہ اعتراف کریں گے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول' اللہ کا سچا پیغام لے کر آئے تھے لیکن اس وقت ان کو ان کا یہ اعتراف کچھ فائدہ نہ دے گا اور سوائے نقصان کے ان کے پلے کچھ نہیں رہے گا۔

رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ
بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا ۵۸ پھر

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ
وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا ۵۹ وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے (اور دن) اس کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے

وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ
اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں سنو پیدا کرنا اور

الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ
حکم دینا اسی کی شان کے لائق ہے اللہ بہت برکت والا ہے تمام جہانوں کا رب ○ تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور

خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ ج وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ
چپکے چپکے پکارو' بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ ۶۰ اور زمین میں اصلاح کے بعد

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ
فساد نہ کرو' اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعا کرو' بے شک اللہ کی رحمت

قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا
نیکی کرنے والوں سے قریب ہے○ اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) کے آگے آگے خوش خبری

بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ
کی ہواؤں کو بھیجتا ہے حتی کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو کسی بنجر زمین

لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
کی طرف روانہ کر دیتے ہیں' پھر ہم اس سے پانی نازل کرتے ہیں' پھر ہم اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں

ف۵۸ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں بنایا حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو ایک لمحہ میں بھی بنا سکتا تھا' اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ایک حد اور مدت مقرر فرمائی ہے' اور اسی سنت کے مطابق زمینوں اور آسمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں بنایا' نیز جو چیز دفعتاً وجود میں آئے' اس کے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ اتفاقی حادثہ ہے اور جس چیز کو ایک معین مدت میں تدریجاً بنایا جائے' اس کو اتفاقی حادثہ قرار دینا صحیح نہیں ہوگا بلکہ ہر ذی شعور یہ کہے گا کہ اس کو قادر اور حکیم نے ایک خاص منصوبہ اور خاص مصلحت سے بنایا ہے' سو زمینوں اور آسمانوں کا چھ دنوں میں بننا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ اس غالب اور قوی' زبردست علیم و حکیم اور قادر و قیوم کی حکمت اور قدرت کا ساختہ پرداختہ ہے ف۵۹ اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ عرش پر غالب ہے۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے لیکن عرش چونکہ مخلوقات میں سب سے عظیم جسم ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ عرش پر غالب ہونے کا ذکر فرمایا۔ امام جعفر صادق' حسن بصری' امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ سے یہ منقول ہے کہ استواء معلوم ہے (مستقر ہونا یا بلند ہونا) اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔ (مدارک التنزیل علی الخازن ج ۳ ص ۱۰۰) "استواء علی العرش" کے متعلق مذاہب اربعہ کے متقدمین اور متاخرین علماء کی آراء کا مطالعہ کرنے کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۵۸ تا ۱۶۸ کو ملاحظہ فرمائیں ف۶۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آہستگی اور چپکے چپکے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور چپکے چپکے دعا کرنے کے چند فوائد اور نکات حسب ذیل ہیں: (۱) چپکے چپکے دعا کرنے میں زیادہ ایمان ہے کیونکہ جو شخص چپکے چپکے دعا کرتا ہے' اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ دعائیں بھی سن لیتا ہے (۲) اس میں زیادہ ادب و تعظیم ہے کیونکہ بڑوں کے سامنے آہستہ آہستہ بات کی جاتی ہے (۳) گڑگڑا کر دعا کرنا آہستگی کے ساتھ دعا کرنے کے زیادہ مناسب ہے (۴) آہستگی کے ساتھ دعا کرنے میں زیادہ اخلاص ہے کیونکہ بلند آواز سے دعا کرنے میں ریاکاری ہے۔ ان تمام وجوہ کے باوجود اگر ریاء کا خوف نہ ہو اور دوسروں کو ترغیب مقصود ہو تو دعا کا بلند آواز سے کیا جانا افضل ہے' اور دعا کے آداب سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آسمان کی طرف بلند کرے گویا کہ فیض لینے اور نزولِ برکت کے حصول کا منتظر ہو' تاکہ ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرے' جیسے اس نے برکت کو قبول کر لیا ہے۔ (ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری ص ۳۴) خارج از نماز دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے میں مذاہب اربعہ اور چالیس احادیث کا مطالعہ کرنے کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۷۴ تا ۱۸۳ کو ملاحظہ فرمائیں۔

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ

اسی طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے' شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو○ ۶۱ جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اپنے

نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ

رب کے حکم سے اپنی پیداوار نکالتی ہے اور جو خراب زمین ہوتی ہے اس کی پیداوار صرف تھوڑی سی نکلتی ہے' ۶۲ ہم شکر

نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ

کرنے والوں کے لیے اسی طرح بار بار آیات کو بیان کرتے ہیں○ بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم

فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ

کی طرف بھیجا' ۶۳ پس انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے' ۶۴ بے شک

عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ

مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے○ ۶۵ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: بے شک ہم آپ

فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ

کو یقیناً کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے ہیں○ انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کسی قسم کی گمراہی نہیں ہے لیکن میں رب العٰلمین کی

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَ

جانب سے رسول (پیغام پہنچانے والا) ہوں○ میں انہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ

میں اللہ کی طرف سے ان باتوں کو جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے○ ۶۶ کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی

رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تم متقی ہو جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے○

ع ۵ / ۱۴

ف ۶۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ وہی رزاق ہے' اور حصولِ رزق کا اہم ذریعہ بارش ہے' جس کی وجہ سے دریاؤں' چشموں اور کنوؤں میں انسانوں اور جانوروں کے لیے پینے کا پانی اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی فراہم ہوتا ہے اور جس طرح وہ بنجر زمین کو بارش کے ذریعہ سرسبز اور زندہ فرماتا ہے' اسی طرح وہ قیامت کے دن مردوں کو زندہ فرمائے گا' حضرت ابورزین عقیلی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم کبھی اپنی قوم کی خشک اور قحط زدہ زمین کے پاس سے نہیں گزرے اور پھر اس زمین کو لہلہاتے ہوئے نہیں دیکھا' انہوں نے کہا: ہاں' آپ نے فرمایا: یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (التذکرہ ص ۲۱۰) ف ۶۲ اللہ تعالیٰ نے مؤمن اور کافر کے لیے یہ مثال بیان فرمائی۔ مؤمن کی مثال اچھی زمین ہے اور کافر کی مثال خراب زمین ہے اور نزولِ قرآن کی مثال بارش ہے' سو جس طرح اچھی زمین پر بارش ہو تو اس سے سبزہ' پھل' پھول اور غلہ پیدا ہوتا ہے' اسی طرح وہ پاکیزہ روحیں جو جہالت اور برے اخلاق سے مبرا اور منزہ ہوتی ہیں' جب وہ نورِ قرآن سے مزین ہو جاتی ہیں تو ان سے عبادات' معارف اور اخلاقِ حمیدہ ظاہر ہوتے ہیں اور جس طرح خراب زمین پر بارش ہو تو اس سے کم پیداوار ہوتی ہے' اسی طرح جب خراب روحوں پر قرآن پاک کی تلاوت کی جائے تو ان سے بہت کم معارفِ الٰہیہ اور اخلاقِ حمیدہ ظاہر ہوتے ہیں ف ۶۳ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان کچھ نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکاران کی اقتداء کرتے تھے۔ جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو اس سے ہماری عبادت میں زیادہ ذوق وشوق ہوگا' سو انہوں نے ان لوگوں کی تصویریں بنالیں' جب وہ فوت ہو گئے اور ان کی دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دلوں میں یہ خیال ڈالا کہ ان کے آباء ان تصویروں کی عبادت کرتے اور اسی سبب سے ان پر بارش ہوتی تھی' سو انہوں نے ان تصویروں کی عبادت کرنی شروع کر دی۔ (جامع البیان ج ۲۹ ص ۱۲۲) پھر جب زمین میں بت پرستی عام ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا ف ۶۴ حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کو عبادت کا حکم دیا' پھر اس کی دلیل ذکر فرمائی کہ وہی تمہاری عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے کیونکہ ان کو دنیا میں جو نعمتیں حاصل ہوئیں' وہ سب اللہ نے عطا فرمائیں' ہر نعمت عطا فرمانے والا اور ہر مصیبت کو دور کرنے والا وہی ہے' اس کے سوا کوئی نہیں ہے تو پھر وہی عبادت کا مستحق ہے' سو تم اسی کی عبادت کرو۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن کی تعظیم اور تکریم کرتا ہے' اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ سب سے بڑا اور حقیقی محسن اللہ تعالیٰ ہے تو پھر وہی عبادت کا مستحق ہے اور اسی کی عبادت کرنے کا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا ف ۶۵ اس خوف وخطرہ سے مراد یقین ہے یا ظن ہے۔ اگر اس سے مراد یقین ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان پر عذاب نازل فرمائے گا اور آخرت میں بھی ان کو عذاب ہوگا' اور اگر خوف بہ معنی ظن ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو غالب گمان تو یہ تھا کہ یہ منکرین اپنے انکار اور کفر پر ڈٹے رہیں گے اور لامحالہ ان پر عذاب آئے گا' لیکن ایک مرجوح امکان یہ بھی تھا کہ یہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور ان پر جو عذاب متوقع ہے وہ ٹل جائے۔ اس لیے فرمایا: مجھے تم پر عذاب کا خوف ہے ف ۶۶ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف کھلی گمراہی کے جس عیب کی نسبت کی تھی' اس کی حضرت نوح نے اپنی ذات سے نفی کی اور اپنی سب سے مکرم اور مشرف صفت کا بیان کیا اور وہ یہ کہ وہ اللہ کی جانب سے مخلوق کی طرف رسول اور پیغام رساں ہیں اور ان کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور ان کی خیر خواہی کرتے ہیں۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ

تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے (ان سب کو) نجات دے دی اور ان لوگوں کو غرق کر دیا

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ

جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ۶۷ بے شک وہ اندھے لوگ تھےO ۶۸ اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی (ہم قبیلہ)

هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

ھود کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ

تو کیا تم نہیں ڈرتےO ۶۹ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: بے شک ہم آپ کو

فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ

حماقت میں مبتلا پاتے ہیں اور بے شک ہم آپ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیںO انہوں نے کہا: اے میری قوم!

بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ

مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوںO ۷۰ میں تمہیں

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوںO کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ

جب قوم نوح کے بعد اللہ نے تم کو (ان کا) جانشین بنا دیا اور تمہاری جسامت کو بڑھا دیا

۶۷ کعب احبار سے روایت ہے کہ یہ بہتر (۷۲) نفس تھے' حضرت نوح کی بیوی جوان کی کل اولاد حام' سام' یافث اور یام کی ماں تھیں' اور یام کو اہل کتاب کنعان کہتے ہیں اور یہی غرق ہو گیا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی غرق ہونے والوں کے ساتھ غرق ہو گئی تھی ۶۸ اس سے واضح ہوتا ہے کہ منکرین کا انجام بالآخر عذاب الٰہی میں مبتلا ہونا ہے اور یہ دنیا میں ان کا حصہ ہے اور آخرت میں ان کو دائمی عذاب ہوگا اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بالآخر سرفرازی اور آخرت میں سرخ روئی عطا فرماتا ہے ۶۹ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد تھی' یہ لوگ بت پرست تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت ھود کو بھیجا' حضرت ھود کا تعلق اس قبیلہ سے تھا جس کا نام الخلود تھا۔ حضرت ھود متوسط نسب کے تھے اور مکرم جگہ کے رہنے والے تھے' بہت حسین و جمیل تھے اور عاد کی طرح جسیم تھے اور آپ کی ڈاڑھی بہت دراز تھی۔ حضرت ھود نے ان لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں اور لوگوں پر ظلم نہ کریں۔ اس کے علاوہ انہیں کوئی حکم نہیں دیا اور انہیں نماز یا کسی اور حکم شرعی کی دعوت نہیں دی لیکن انہوں نے اللہ کو ماننے سے انکار کیا اور حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے عاد کے بھائی کی طرف ھود کو بھیجا اور حضرت ھود ان کی قوم کے ایک فرد تھے اور ان کے دینی بھائی نہ تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۷ ص ۲۴۹-۱۴۸) ۷۰ حضرت ھود کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب منکروں نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں تو انہوں نے خود اپنی براءت کی اور کہا: اے میری قوم! مجھ میں حماقت نہیں ہے۔ اور جب سیدنا محمد ﷺ کی طرف مشرکین نے عیوب کی نسبت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی براءت کے لیے نہیں چھوڑا بلکہ اللہ نے آپ کی طرف سے براءت بیان کی۔ ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍO وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍO وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍO" (القلم: ۴-۲) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) مجنون نہیں ہیںO اور یقیناً آپ کے لیے غیر متناہی اجر و ثواب ہےO اور بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیںO عاص بن وائل نے آپ کو "ابتر" (مقطوع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَO فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْO اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُO" (الکوثر: ۳-۱) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائیO تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریںO یقیناً آپ کا دشمن ہی ابتر (مقطوع النسل) ہےO اس سے آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا اظہار ہوتا ہے۔

بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا

سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو O ۶۹ انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے

اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ

ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے' سو آپ ہمارے پاس

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ

وہ (عذاب) لے آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں O ۷۰ (ھود نے) کہا: یقیناً تمہارے رب

عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۚ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ

کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہو گیا' سے کیا تم مجھ سے ان ناموں کے متعلق جھگڑ رہے ہو

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ

جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں' جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی سے

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ

سو تم (عذاب کا) انتظار کرو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں O ۷۱ پس ہم نے ھود کو اور ان کے

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

اصحاب کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ۵ے اور وہ

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

ایمان والے نہ تھے O ۷۲ اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے (ہم قبیلہ) بھائی صالح کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ هٰذِهٖ

عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے ۶ے بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے یہ

وا ے حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم پر اللہ تعالیٰ کی دو نعمتوں کا ذکر فرمایا' ایک تو یہ کہ انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ان کی زمین کا وارث بنایا اور دوسرا یہ کہ ان کو قوم نوح سے زیادہ بڑی جسامت اور قوت عطا فرمائی۔ امام بغوی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان کی قامت اسّی ذراع (ایک سو بیس فٹ) تھی' وہب نے کہا: ان میں سے ایک آدمی کا سر بڑے گنبد کی طرح تھا۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۳۲) حضرت ھود نے فرمایا: ان نعمتوں کو یاد کرو یعنی ایسے عمل کرو جو ان نعمتوں کے لائق ہوں یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اسی کی نعمتوں کا شکر کرو وا ے حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی دعوت دی' اور اس پر یہ قوی دلیل قائم کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت زیادہ انعام کیے ہیں اور بداہت عقل اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان انعامات میں اور ان نعمتوں کے دینے میں ان بتوں کا کوئی دخل نہیں تھا' اور عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے اور انتہائی تعظیم کا وہی مستحق ہے جس نے انتہائی نعمتیں عطا کی ہوں اور جب انتہائی نعمتیں اللہ نے عطا کی ہیں تو وہی عبادت کا مستحق ہے اور بت اس کے لائق اور سزاوار نہیں ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ حضرت ھود علیہ السلام کی اس قوی اور قطعی دلیل کا ان کی قوم سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور انہوں نے جان چھڑانے کے لیے

ع ۹ ۱۶

اپنے باپ دادا کی تقلید کا سہارا لیا اور کہا: کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان کی عبادت چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے' سو آپ ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آئیں' جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں وسے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت تک تو عذاب نازل نہیں ہوا تھا' پھر حضرت ھود علیہ السلام نے کیسے فرمادیا کہ تم پر عذاب نازل ہو گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا مستقبل میں واقع ہونا یقینی اور قطعی ہو تو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کر دیتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ نے تم پر عذاب نازل کر دیا' اس معنی میں ہے کہ اس نے تم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت ھود علیہ السلام کے نزدیک اس عذاب کا واقع ہونا یقینی تھا وسے اس آیت سے مراد یہ ہے کہ تم بتوں کو الٰہ کہتے ہو حالانکہ ان میں الوہیت کا کوئی معنی نہیں ہے۔ تم نے کسی بت کا نام عزیٰ رکھا ہے حالانکہ اس میں عزت کا کوئی معنی نہیں ہے اور تمہارے مذہب کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا انجام اور ان پر عذاب کے نزول کو بیان کیا وہ ے قوم عاد کے لوگ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے اور یہ آندھی ان پر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک متواتر مسلط رہی اور وہی آندھی جڑ کاٹنے والی تھی و۶ے حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اس کا نام ثمود ہے۔ قوم ثمود بھی سامی اقوام کی ایک شاخ ہے۔ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے وقت جو ایمان والے حضرت ھود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے' یہ قوم ان ہی کی نسل سے ہے' اس کو عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ قوم ثمود' ثمود نام کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔ یہ قوم مقام الحجر میں رہتی تھی اور حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے' یہ سب الحجر ہے اور یہ مقام جو حجر ثمود بھی کہلاتا ہے' شہر مدین سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ خلیج عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح عاد کو عاد ارم کہا گیا ہے' اسی طرح ان کی ہلاکت کے بعد ان کو ثمود ارم یا عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ ثمود کے زمانہ کا ٹھیک تعین تو نہیں کیا جا سکا لیکن یہ بات بہرحال یقینی ہے کہ یہ قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے صفحۂ ہستی پر نمودار ہو کر مٹ چکی تھی۔ ثمود بھی اپنے پیش رو بت پرستوں کی طرح ایک بت پرست قوم تھی اور اس کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔

نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے ے۷ سو اس کو (آزاد) چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

اور اس کو برائی (کے ارادہ) سے نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب گرفت میں لے لے گاO اور یاد کرو جب (قوم) عاد کے بعد اللہ

مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا

نے تمہیں ان کا جانشین بنایا اور زمین میں تم کو بسایا' تم نرم زمین میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو

قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا

تراش کر گھر بناتے ہو' پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ

فساد نہ پھیلاتے پھروO ے۸ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان

قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ

کمزور لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے: کیا تمہیں اس پر یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف

اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

مبعوث کیے گئے ہیں' انہوں نے کہا: وہ جس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیںO

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

متکبرین نے کہا: تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیںO

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا

پھر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا: اے صالح! ہم پر وہ

و۷ے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن ثمود اپنی مجلس میں جمع ہوئے' وہاں حضرت صالح علیہ السلام بھی آ گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے حسب معمول ان کو اللہ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی' ان کو وعظ ونصیحت کی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا' ثمود نے پتھر کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر آپ اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً بچہ دے دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ قسمیں لیں کہ اونٹنی نکلنے کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے' پھر صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کر دے' تب اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دی' جو ان کی طلب کردہ صفات کے مطابق تھی' جب انہوں نے یہ عظیم الشان معجزہ دیکھا تو ان میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے' لیکن اکثر اپنے کفر اور گمراہی پر قائم رہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ا ص ۳۳)

و۸ے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو بار بار بت پرستی سے منع کیا اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی ہدایت کی' اس کی نعمتیں یاد دلائیں لیکن ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ حضرت صالح کی مخالفت کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور یہ کہتے تھے: اگر ہمارا طریقہ غلط ہوتا اور ہمارا دین باطل ہوتا تو آج ہم کو یہ حسن دولت' سرسبز وشاداب باغات' میوہ جات اور پھلوں کی کثرت اور یہ بلند' عالی شان' مضبوط اور مستحکم مکان حاصل نہ ہوتے' تم خود اپنا حال دیکھو اور اپنے پیروکاروں کی غربت اور افلاس پر نظر ڈالو اور پھر بتاؤ کہ خدا کے نزدیک تم ہو یا ہم ہیں۔

بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

عذاب لے آؤ جس سے تم ہم کو ڈراتے تھے اگر تم رسولوں میں سے ہو ○ ۷۹ تو ان کو زلزلہ (کے عذاب) نے پکڑ لیا ۸۰

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

پس وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے ○ ۸۱ پھر صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم!

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ

بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو

النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

پسند نہیں کرتے تھے ○ اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً

جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی ○ ۸۲ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس نفسانی خواہش

مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ

کے لیے آتے ہو ۸۳ بلکہ تم تو (حیوانوں کی) حد سے (بھی) تجاوز کرنے والے ہو ○ ۸۴ اور ان کی قوم کا

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

صرف یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا: ان کو اپنی بستی سے نکال دو' بے شک یہ بڑے پارسا

يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

لوگ ہیں ○ پس ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوا ان کی بیوی کے وہ عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے ہوگئی ○

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع

اور ہم نے ان پر پتھر برسائے سو دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا ○ ۸۵

و۷۹ حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود سے کہا تھا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے' اس کو اللہ کی زمین پر کھانے دو' وہ جہاں چاہتی چرتی تھی' ایک دن وہ پانی پینے جاتی اور ایک دن قوم ثمود جاتی اور جس دن وہ پانی پینے جاتی تو کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی۔ ثمود اپنی باری پر اگلے دن کی ضروریات کے لیے پانی جمع کر کے رکھتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن وہ سب لوگ اس اونٹنی کا دودھ پی لیتے تھے' پھر شیطان نے انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیا' پھر انہوں نے یہ سازش کی کہ وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے' پھر ان کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے۔ یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع (نامی ایک شخص) نے اس کو تیر مارا اور قیدار (نام کے شخص) نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کا بچہ یہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہوگیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا: آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا' اب اللہ کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا' پھر چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۳۵ ملخصاً) و۸۰ یہاں یہ اعتراض ہے کہ قوم ثمود کے عذاب کو متعارض اور متضاد عنوانوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے' ایک جگہ اس عذاب کو ''الرجفة'' (زلزلہ) (الاعراف: ۷۸) سے تعبیر فرمایا اور ایک جگہ اس عذاب کو ''الطاغیة'' (حد سے تجاوز کرنے والی چیز) سے تعبیر فرمایا (الحاقہ: ۵) اور متعدد جگہ اس کو ''الصیحة'' (ہولناک آواز) سے تعبیر فرمایا۔ (ھود ۶۷' الحجر: ۸۳' القمر: ۳۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ عذاب ایک خوف ناک زلزلہ کی صورت میں آیا تھا اور زلزلہ میں ہولناک آواز ہوتی ہے' اس لیے اس کو ''الصیحة'' سے بھی تعبیر فرمایا اور چونکہ یہ آواز بہت زیادہ حد سے بڑھی ہوئی تھی' اس لیے اس کو ''الطاغیہ'' سے بھی تعبیر فرمایا و۸۱ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: نشانیوں کا سوال نہ کرنا کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے نشانیوں کا سوال کیا تھا' وہ اس راستہ سے آتے اور اس راستہ سے لوٹتے تھے' انہوں نے اپنے رب کی حکم عدولی کی' انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں' پھر ایک ہولناک آواز نے ان کو پکڑ لیا' آسمان کے نیچے جتنے بھی لوگ تھے' سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا' ماسوا ایک شخص کے جو اللہ کے حرم میں تھا' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ شخص کون تھا؟ فرمایا: ابورغال' جب وہ حرم سے باہر آیا تو وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہوگیا۔ (تفسیر عبدالرزاق: ۹۱۵۔ ج ۱' مسند احمد: ۱۴۰۹۲۔ ج ۱۱) و۸۲ حضرت لوط علیہ السلام کو چار شہروں کی طرف بھیجا گیا: سدوم' اموراء' عاموراء اور صبوریا۔ ان میں سے ہر شہر میں ایک لاکھ جنگ جو لوگ تھے' ان کا مجموعہ چار لاکھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو مہلت دی تھی' انہوں نے اسلامی شرم وحیاء کے حجاب چاک کر دیئے اور بہت بڑی بے حیائی کا ارتکاب کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر قوم لوط کے شہروں میں جاتے اور ان کو نصیحت کرتے' وہ ان کی نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۱ ص ۲۳۸۔ ۲۳۷) و۸۳ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں عورتوں کے بجائے مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرنے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ان کے باغات میں پھل تھے اور ان کے کچھ پھل باغات سے اور ان کے گھروں سے باہر لٹکتے رہتے تھے' ایک بار ان کے ہاں قحط پڑ گیا اور پھلوں میں کمی ہوگئی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جو پھل باہر ہوئے ہوتے ہیں' اگر تم مسافروں کو ان کے کھانے سے منع کر دو تو تمہارے لیے کشادگی ہو جائے گی۔ انہوں نے سوچا کس طرح منع کریں' پھر انہوں نے یہ قانون بنایا کہ جو مسافر بھی پھل توڑے گا' اس کو ان کے ساتھ نکاح کرنا ہوگا اور اس کو چار درہم جرمانہ دینا ہوگا۔ اس طرح تمہارے پھل محفوظ رہیں گے اور یوں ان کو ہم جنس پرستی کی لت پڑ گئی اور یہ وہ فعل قبیح تھا جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۱ ص ۲۴۱۔ ۲۳۹) و۸۴ قضاء شہوت کے لیے مرد کا عورت کے ساتھ یہ عمل کرنا جانوروں کے شہوانی عمل کے مشابہ ہے' اس عمل کو صرف اس وجہ سے اچھا قرار دیا گیا ہے کہ یہ حصول اولاد کا سبب ہے' اور جب یہ عمل اس طریقہ سے کیا جائے جس میں حصول اولاد

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اور اہلِ مدین کی طرف ہم نے ان کے (ہم قبیلہ) بھائی شعیب کو بھیجا ٨٦ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے' بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے پس تم

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ

پورا پورا ناپ اور تول کرو' اور لوگوں کو کم تول کر ان کی چیزیں نہ دو' اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَ

فساد نہ کرو' اگر تم ایمان لانے والے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے○ ٨٧ اور

لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ ایمان والوں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے روکو اور اس (سیدھے) راستہ

اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا

کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرو' ٨٨ اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے

فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاِنْ كَانَ

تو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا' ٨٩ اور غور سے دیکھ لو مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے○ ٩٠ اگر تمہاری ایک جماعت

طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

اس (دین) پر ایمان لائی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی'

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے○

ممکن نہ ہو تو یہ نری حیوانیت ہے اور انسانیت کے بلند مقام سے حیوانوں کی پستی میں جا گرنا ہے۔ اور اسی وجہ سے ایسے عمل کے مرتکبین کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۲) ٨٥ قوم لوط پر جب اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنا چاہا تو جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا' انہوں نے اپنا پر ان شہروں کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا' پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھر کی کنکریاں برسائیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۲۲۲) ٨٦ عکرمہ نے کہا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا۔ ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا' پھر اس قوم کی نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ (سرسبز جھاڑیوں والے علاقے کے رہنے والوں) کی طرف بھیجا گیا' جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں' جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر یہی قول راجح ہے کہ یہ دو الگ الگ امتیں ہیں)۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۳۰۹۔ ۳۰۸) ٨٧ علماء نے کہا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کو مدین کی طرف بھیجا تو ان کی عمر بیس سال تھی۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو کمی کرنے سے منع فرمایا (لیکن) جب ان کی قوم کی سرکشی نے بہت طول پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط کر دی۔ وہ اپنے گھروں میں گئے تو وہاں بھی گرمی کا سامنا تھا' پھر وہ جنگل کی طرف نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا' جس کے نیچے ان کو بہت ٹھنڈک اور آرام ملا' پھر انہوں نے باقی لوگوں کو بلایا اور سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے' تب اللہ تعالیٰ نے ایک آگ بھیجی جس نے ان سب کو جلا دیا۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ ''یوم الظلة'' (سائبان یا بادل کے دن) کا عذاب تھا۔ مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب نے باقی عمر اصحاب الایکہ میں گزاری اور انہیں اللہ سبحانہ کو واحد ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے رہے' مگر ان کی سرکشی دن بدن بڑھتی رہی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر گرمی مسلط کی اور ان پر بھی وہی عذاب آیا۔ (مراۃ الزمان ج ۱ ص ۳۸۸۔ ۳۸۷ 'ملخصاً) ٨٨ حضرت ابن عباس' قتادہ اور مجاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ ان راستوں پر بیٹھ جاتے تھے' جو حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جاتے تھے اور جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جانا چاہتے تھے ان کو روکتے تھے اور کہتے تھے: ان کے پاس نہ جاؤ وہ کذاب ہیں' جیسا کہ قریش نبی ﷺ کے ساتھ کرتے اور یہ آیت کا ظاہری معنیٰ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے مراد ڈاکہ ڈالنا ہے' جو لوگ راستہ پر چلنے والے مسافروں کو ڈرا دھمکا کر لوٹ لیتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں غنڈے' مسنڈے اور دہشت گرد دکانوں اور گھروں سے زبردستی بھتہ وصول کرتے ہیں۔ فطرانہ' زکوٰۃ اور چرم ہائے قربانی بھی جبراً وصول کرتے ہیں اور اس رقم کو اسلحہ خریدنے اور اپنی رنگ رلیوں اور عیاشیوں پر خرچ کرتے ہیں۔ گاڑیاں چھین کر ڈاکے ڈالتے ہیں اور قتل و غارت گری کی وارداتیں کرتے ہیں' وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں ٨٩ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اللہ کی اطاعت پر برانگیختہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دور رہنے کی ترغیب دی جائے۔ اس آیت کے تین محمل ہیں: ایک یہ کہ تم عدد میں کم تھے تو تم کو تعداد میں زیادہ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ تمہارے پاس مال کم تھا تو تم کو زیادہ مال عطا کیا اور تیسرا یہ کہ تم جسمانی طور پر کم زور تھے تو تم کو طاقت ور کر دیا ٩٠ پہلی آیت میں ان کو ایمان لانے کی ترغیب دی تھی اور اس آیت میں ان کو ترہیب کی ہے اور ایمان نہ لانے پر ڈرایا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ

ان (شعیب) کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ

اپنی بستی سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ' ۹۱ شعیب نے جواب دیا: خواہ

اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ

ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں ۹۲ بے شک ہم نے اللہ پر بہتان باندھ دیا اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ

گئے اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے اور ہمارے لیے اس دین میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے

فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

سوا اس کے کہ اللہ ہی چاہے جو ہمارا رب ہے' ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے' ۹۳

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ

ہم نے اللہ پر ہی توکل کیا ہے' ۹۴ اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے اور

اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ

تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ۹۵ اور اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: (اے لوگو!) اگر تم نے

اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٩٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

شعیب کی اتباع کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے ۹۶ سو ان کو ایک ہولناک آواز (زلزلہ) نے پکڑ لیا اور

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩١﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ

صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ مردہ پڑے تھے جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی (وہ صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ

تبیان

ف۹۱ قرآن مجید میں ہے: ''اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا'' اس کا معنی ہے: یا پھر تم ہمارے دین میں واپس ہو جاؤ۔ اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے ان کے دین میں شامل تھے' گویا آپ پہلے (العیاذ باللہ) کافر تھے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت شعیب کے پیروکار ان کے دین میں داخل ہونے سے پہلے کافر تھے' سو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو تغلیباً ان کے پیروکاروں میں شامل کر کے یہ کہا کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ ف۹۲ حضرت شعیب علیہ السلام نے بہ طور استفہام انکاری اور تعجب کے فرمایا کہ تم ہمیں اپنے دین میں داخل ہونے کے لیے کہتے ہو' کیا تم ہمیں ہماری مرضی اور پسند کے خلاف اپنے دین میں داخل کر لو گے' تم کو یہ علم نہیں کہ توحید کا عقیدہ ہمارے دلوں میں پیوست ہے' اس کو کوئی نہیں نکال سکتا' تم ہمیں اس بستی سے نکالنے کی دھمکی دیتے ہو تو سن لو کہ دین کی محبت کے مقابلہ میں وطن کی محبت کی کوئی حقیقت نہیں ہے ف۹۳ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دین میں دخول سے محفوظ رکھا ہے اور ہمیں اب کفر میں داخل ہونے پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں یہی ہو تو پھر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور ہر چیز میں اس کی حکمت بالغہ ہے' سو تم یہ طمع نہ کرو کہ اللہ کی مشیت میں یہ ہو گا کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو ایمان پر ثابت قدم نہیں رکھے گا اور وہ ہمیں گمراہی میں مبتلا کر دے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں اور مؤمنوں کو مرتد کرنا چاہے اور ان کو کفر اور گمراہی میں ڈالنا چاہے' یہ چیز اللہ کی حکمت کے خلاف ہے اور ہم نے ہر چیز اور ہر بات میں اللہ ہی پر توکل کر لیا ہے اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کو کافی ہے ف۹۴ توکل کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے کسی کو والی بنانا اور دوسرا معنی ہے کسی پر اعتماد کرنا۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۸۹) اور اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں اسباب کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو باندھ کر توکل کرو۔ (سنن ترمذی: ۲۵۲۵) بہ ظاہر اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے گرم لوہے سے داغ لگایا یا دم کرنے کو طلب کیا وہ توکل سے بری ہو گیا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶۲) اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس شخص نے علاج کی نیت سے اپنے کسی عضو پر گرم لوہے سے داغ لگایا یا کسی سے دَم کرایا تو وہ توکل سے بری ہو گیا کیونکہ نبی ﷺ نے خود علاج کرنے کی ہدایت کی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی ابن کعب کی طرف ایک طبیب بھیجا' اس نے ان کی ایک رگ کاٹی' پھر اس پر گرم لوہے سے داغ لگایا۔ (صحیح مسلم' کتاب السلام: ۷۳(۲۲۰۷) ۵۶۴۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاج کی نیت سے داغ لگانا جائز ہے اور اسی طرح دم کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس کے اوپر ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھ کر دَم فرماتے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۲) ف۹۵ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ان کی کافر قوم پر عذاب نازل فرمائے' جس سے حضرت شعیب کا اور ان کے متبعین کا حق پر ہونا واضح ہو جائے ف۹۶ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے حضرت شعیب کی تکذیب کی۔ اس آیت میں ان کی ایک اور گمراہی کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے لوگوں سے کہا: اگر تم شعیب کی اتباع کرو گے تو تمہیں نقصان ہو گا۔ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کے بعد تم کو وہ فائدہ حاصل نہیں ہو گا جو تم ناپ تول میں کمی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے' یا ان کا مطلب یہ تھا کہ تم دین میں گھاٹے میں رہو گے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت شعیب علیہ السلام کا دین باطل تھا۔

لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ ﴿۹۲﴾

گئے) گویا کہ کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے' جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہی نقصان اٹھانے والے تھے O

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَنَصَحْتُ

پھر شعیب ان سے کنارہ کش ہو گئے اور کہا: اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے تھے اور میں نے تمہاری

لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَمَآ اَرْسَلْنَا فِىْ قَرْيَةٍ

خیر خواہی کی تھی' تو اب میں کافروں (کے عذاب) پر کیوں کر افسوس کروں! O ف۹۷ ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا

مِّنْ نَّبِىٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

تو ہم نے (اس نبی کی تکذیب کے باعث) اس بستی والوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا ف۹۸ تاکہ

يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا

وہ فریاد کریں O پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب پھلے پھولے اور انہوں نے کہا:

قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے' سو ہم نے ان کو اچانک گرفت میں لے لیا اور ان کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

پتا بھی نہیں چلا O ف۹۹ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو ہم ان

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا

پر آسمان اور زمین سے برکتوں (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں

يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ

کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا O ف۱۰۰ تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں

ف۹۷ حضرت شعیب ان لوگوں پر اللہ کی حجت پوری کر چکے تھے اور مکمل نصیحت کر چکے تھے' اس لیے فرمایا: اب میں ان پر کیسے افسوس کروں ف۹۸ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں پر ان کے کفر اور تکذیب کی وجہ سے عذاب نازل کرنے کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بستی والوں کی طرف کوئی رسول بھیجا اور پھر اس بستی والوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی اور جب وہ تنبیہ کے باوجود اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملیامیٹ کرنے کے لیے عذاب بھیج دیا اور جن اقوام پر عذاب بھیجنے کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے' وہ صرف ان اقوام کی خصوصیت نہ تھی ف۹۹ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر مصیبت سے عبرت حاصل کرتے ہیں نہ راحت پر شکر ادا کرتے ہیں اور مؤمن کی کیفیت اس کے بالکل برعکس ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کے حال پر تعجب ہوتا ہے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ صفت مؤمن کے سوا اور کسی میں نہیں ہے' اگر اس کو راحت پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۲) نیز مسلمانوں پر آنے والے مصائب ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں' اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان مصائب پر صبر کریں اور ان پر واویلا نہ کریں اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں اور جب ان پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں اور اگر انہوں نے رنج و راحت کے ایام کو گردشِ دوراں اور زمانہ کی عادت پر محمول کیا تو پھر ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہو گا ف۱۰۰ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اگر بستیوں والے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے اور اللہ کے احکام پر عمل کرتے اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہتے تو اللہ تعالیٰ ان پر آسمانوں اور زمینوں سے برکتوں کے دروازے کھول دیتا۔ آسمان سے بارشیں نازل فرماتا اور زمین سبزہ اور فصل اگاتی اور ان کے جانوروں اور مویشیوں میں کثرت ہوتی اور ان کو امن اور سلامتی حاصل ہوتی لیکن انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور ان کی معصیت کی وجہ سے ان پر خشک سالی اور قحط کو مسلط کر دیا۔

نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ

رات آجائے جب وہ سو رہے ہوں○ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت آجائے

یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں○ ۱۰۱ تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ

ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں○ ۱۰۲ جو لوگ سابق ساکنین ارض کے بعد اس زمین کے وارث ہوئے

اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

کیا انہوں نے یہ ہدایت نہیں پائی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کی سزا دیں ۱۰۳ اور ہم ان کے دلوں پر مہر

فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ

لگا دیتے ہیں ۱۰۴ پھر وہ کچھ نہیں سنتے○ ۱۰۵ یہ وہ بستیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کو بیان کرتے ہیں ۱۰۶

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا

بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے ہیں پس وہ ان پر ایمان لانے کے لیے بالکل

مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا

تیار نہ ہوئے کیوں کہ اس سے پہلے وہ ان کی تکذیب کر چکے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے○ ۱۰۷ اور ہم نے ان

لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ

میں سے اکثر لوگوں کو عہد پورا کرنے والا نہ پایا اور بے شک ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا○ ۱۰۸ پھر

بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَظَلَمُوْا

ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان نشانیوں کے ساتھ

ف۱۰۱ اس آیت سے مقصود انہیں اس بات سے ڈرانا ہے کہ کہیں ان کی غفلت کے اوقات میں ان پر اچانک عذاب آجائے مثلاً جس وقت یہ سوئے ہوں یا دن کے کسی وقت جب یہ لہو لعب میں مشغول ہوں تو ان پر اچانک عذاب آجائے ف۱۰۲ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان صحیح اخروی سعادت اور دنیاوی کشادگی کا سبب ہے اور کفر اور معصیت عذاب کا لازمی نتیجہ ہے اس آیت میں مسلمانوں کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی ہے اور کافروں کو عذاب سے ڈرایا ہے ف۱۰۳ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ یہ اہل مکہ جو قوم نوح، قوم ثمود اور قوم مدین کے بعد ان علاقوں میں آباد ہوئے ہیں کیا پچھلی قوموں کے عذاب کے آثار دیکھ کر ان کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔ ان کو عذاب نہ دینے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کو عذاب دینا ہماری قدرت میں نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو عذاب دینا ہماری حکمت میں نہیں ہے اور کفار مکہ کو عذاب نہ دینے کی ایک حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ" (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اس حال میں ان کو عذاب دے کہ آپ ان میں موجود ہوں ف۱۰۴ اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ تسلی دینا ہے کہ اگر آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود یہ ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں، آپ کی تبلیغ کی اثر آفرینی میں کوئی کمی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ان کو سزا دینے کے لیے ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے ف۱۰۵ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں سنتے حالانکہ بہ ظاہر وہ سنتے تو تھے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک سننا وہ ہے جو سننے کے بعد اس کو قبول کرے اور چونکہ وہ قبول نہیں کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سننے والے نہ تھے ف۱۰۶ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی امتوں کے احوال بیان فرمائے کہ ان رسولوں کی قوموں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور انجام کار ایسے عذاب سے دوچار ہوئے، جس کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹ گیا اور خصوصیت کے ساتھ ان پانچ قوموں کے احوال اس لیے بیان فرمائے کہ یہ قومیں جزیرہ نما عرب اور اس کے قرب و جوار میں رہنے والی تھیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ ڈھیل دی اور ان کو بہ کثرت نعمتیں عطا فرمائیں؛ جس کی وجہ سے انہوں نے یہ زعم کر لیا کہ ان کا موقف درست ہے اور رسولوں کا پیش کیا ہوا دین غلط ہے اور سیدنا محمد ﷺ کو بھی اسی علاقہ میں مبعوث فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پانچ قوموں کے احوال بیان فرما کر مکہ والوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم کفر اور تکذیب میں گزشتہ قوموں کی پیروی نہ کرنا ورنہ تم بھی عذاب الٰہی کے مستحق ہو جاؤ گے ف۱۰۷ اس کی توجیہ یہ ہے کہ شروع میں جب انبیاء علیہم السلام نے ان کو تبلیغ کی اور توحید کی دعوت دی تو انہوں نے اپنے باپ دادا کی تقلید کی وجہ سے انکار کر دیا، پھر بعد میں جب ان پر دلائل اور معجزات کی وجہ سے حق واضح ہو گیا تو پھر انہوں نے اپنے سابق انکار سے رجوع کرنا اپنے لیے باعث عار اور اپنی اَنا کے خلاف سمجھا اور اسی انکار پر قائم رہے ف۱۰۸ اس میں یہ اشارہ ہے کہ پچھلی امتوں میں سب کافر اور فاسق اور عہد فراموش نہ تھے، بعض ایسے بھی تھے جو اپنے رسولوں پر ایمان لے آئے تھے، نیک عمل کرتے تھے اور عہد پورا کرتے تھے، گو ایسے نیک لوگ بہت کم تھے۔

بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ

ظلم کیا، تو آپ دیکھیے کہ فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا○ اور موسیٰ نے کہا: اے فرعون!

إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى

میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں○ ۱۰۹ میرا یہ منصب ہے کہ میں اللہ کے متعلق حق کے سوا

اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ

کوئی بات نہ کہوں، بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک قوی دلیل لایا ہوں، سو (اے فرعون!) تو میرے ساتھ

بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ

بنو اسرائیل کو بھیج دے○ ۱۱۰ فرعون نے کہا: اگر تم کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ﴿١٠٧﴾

اگر تم سچے ہو○ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا، پس وہ اچانک جیتا جاگتا اژدھا ہو گیا○ ۱۱۱

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٠٨﴾ ع قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ

اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے روشن ہو گیا○ ۱۱۲ قوم فرعون کے سرداروں نے (آپس میں)

فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٩﴾ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ

کہا: یقیناً یہ شخص بہت ماہر جادوگر ہے○ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے،

أَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي

اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟○ انہوں نے فرعون سے کہا: اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہرا لو

الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿١١١﴾ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿١١٢﴾ وَجَاءَ السَّحَرَةُ

اور جمع کرنے والوں کو شہروں میں بھیج دو○ جو تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر

ف۱۰۹ فرعون خدائی کا دعوے دار تھا، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ابتدائی کلام میں یہ فرمایا کہ میں رب العالمین کا نمائندہ (رسول) ہوں اور اس کلام سے فرعون کے دعویٰ خدائی کا رد فرمایا کیونکہ عبادت کا مستحق وہ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہو، آسمانوں، زمینوں، سورج، چاند اور ستاروں کا پیدا کرنے والا ہو، پتھروں، درختوں، حیوانوں اور انسانوں کا پیدا کرنے والا ہو، فرعون ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ تمام چیزیں تو فرعون سے پہلے بھی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کا خدائی کا دعویٰ باطل ہے۔ عبادت کا مستحق اور خدا وہی ہے جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے ف۱۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے چار سو سال پہلے حضرت یوسف علیہ السلام یہاں پر آئے اور ان کی اولاد یعنی بنو اسرائیل یہاں پھیل گئی تو مصر کے بادشاہ یعنی فرعون نے ان کو غلام بنا لیا اور وہ بنو اسرائیل سے بیگار لیتے تھے، ان سے جانوروں کا دودھ نکلواتے، زمینوں کی کھدائی کراتے اور دیگر مشقت کے کام لیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا چاہی، اس لیے فرمایا: فرعون بنو اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دے ف۱۱۱ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا، جو اپنا منہ کھولے ہوئے فرعون کی طرف دوڑ رہا تھا۔ جب فرعون نے دیکھا کہ وہ اژدھا اس کو کھانے کے لیے دوڑ رہا ہے تو وہ تخت کے اندر گھس گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اس کو روک لیں، سو انہوں نے اس کو روک لیا۔ (جامع البیان ج۶ ص۲۰) ف۱۱۲ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس نور کی وجہ سے آسمان اور زمین کی ہر چیز روشن ہو گئی تھی۔ (روح المعانی ج۹ ص۲۱)

ع ۱۴ / ۲

فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ

کو لے آئیں O ۱۱۳ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا: اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا؟ O فرعون نے کہا:

وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ

ہاں! اور بے شک تم ضرور مقربین میں سے ہو جاؤ گے O جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! آیا آپ پہلے (عصا) ڈالیں گے

اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ

یا ہم پہلے ڈالیں O موسیٰ نے کہا: تم ڈالو ۱۱۴ جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو

النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى

کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا اور انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا O ۱۱۵ اور ہم نے موسیٰ

مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ فَوَقَعَ

کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا O ۱۱۶ سو حق

الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا

کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا بطلان ظاہر ہو گیا O ۱۱۷ پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے

صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے O ۱۱۸ اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے O ۱۱۹ انہوں نے کہا: ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے O

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ

جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے O ۱۲۰ فرعون نے کہا: تم میری اجازت دینے سے پہلے ایمان لے آئے؟

اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

یقیناً یہ تمہاری خفیہ سازش ہے جو تم نے مل کر شہر میں تیار کی ہے ۱۲۱ تاکہ اس شہر کے رہنے والوں کو اس شہر سے نکال دو

ف۱۱۳ اس زمانہ میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادو کی بہت قسمیں تھیں اور جادو کی بعض قسمیں بہت بڑی اور بہت حیران کن تھیں' اس لیے فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق خیال کیا کہ یہ بہت ماہر جادوگر ہیں' پھر انہوں نے آپس میں کہا کہ انہوں نے اتنے بڑے جادو کو اس لیے پیش کیا ہے کہ شاید یہ ملک اور ریاست کے طلب گار ہیں ف۱۱۴ جادوگروں نے حضرت موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! آپ پہلے عصا ڈالیں گے یا ہم اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پہلے ڈالیں؟ انہوں نے اپنے سوال میں حسن ادب کو ملحوظ رکھا اور اپنے ذکر سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا' اور اسی ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان لانے کی توفیق دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ڈالو اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان کا لاٹھیاں ڈالنا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مقابلہ میں معارضہ کرنا تھا' اور معجزہ کا معارضہ کرنا کفر ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کفر کرنے کا حکم کیونکر دیا جب کہ کفر کا حکم دینا بھی کفر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا ثبوت اور غلبہ اس پر موقوف تھا کہ وہ اپنی لاٹھیاں ڈالیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان لاٹھیوں کو نگل لے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لاٹھیوں کا حکم اس حیثیت سے دیا تھا کہ ان کے معجزہ کا غلبہ ثابت ہو اور وہ انجامِ کار ان جادوگروں کے ایمان لانے کا ذریعہ ہو ف۱۱۵ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے قوتِ مخیلہ سے لوگوں کے دماغوں پر تاثیر کی اور لوگوں کی آنکھوں پر سحر کیا' سو ان کو وہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی طرح دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں' ایک قول یہ ہے کہ ان لکڑیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا' سورج کی تپش سے وہ پارہ حرکت کرنے لگا' جس سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں اور لوگ ان سے خوف زدہ ہو گئے ف۱۱۶ مفسرین نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا سانپ بن گیا اور جب اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کے دو جبڑوں کے درمیان اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا۔ اس نے ان کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا' اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑا تو وہ پہلے کی طرح لاٹھی بن گیا' اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان معجزہ تھا' کیونکہ وہ بہت بڑا اژدھا جو ہزاروں لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل چکا تھا' آن کی آن میں پہلے کی طرح متوسط لاٹھی بن گیا ف۱۱۷ حق کے ظہور کا سبب یہ ہے کہ جادوگروں نے کہا: موسیٰ نے جو کچھ کیا اگر وہ جادو ہوتا تو ہماری لاٹھیاں اور رسیاں گم نہ ہوتیں اور جب وہ گم ہو گئیں تو معلوم ہوا کہ یہ کام اللہ سبحانہ کی خلق اور اس کی تقدیر سے ہوا ہے' اس میں جادو کا کوئی دخل نہیں تھا' اور اسی وجہ سے معجزہ جادو سے متمیز ہو گیا ف۱۱۸ جب فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا نگل گیا اور بغیر کسی شعبدہ' حیلہ اور شبہ کے وہ تمام لاٹھیاں اور رسیاں غائب ہو گئیں تو فرعون اور اس کے درباریوں نے جس طمطراق سے ان جادوگروں کو بلایا تھا' وہ رائیگاں گیا اور ان کے غرور کا سر نیچا ہو گیا تو وہ انتہائی ذلت کے ساتھ پسپا ہوئے ف۱۱۹ متکلمین کہتے ہیں کہ یہ آیت فضیلت علم پر قوی دلیل ہے' کیونکہ وہ جادوگر جادو کی حقیقت سے واقف تھے ان کو معلوم تھا کہ جادو کا انتہائی کمال کیا ہے اور اس وجہ سے انہوں نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ پیش کیا ہے' وہ جادو کی حقیقت سے خارج ہے' اگر وہ جادو کے علم میں کامل نہ ہوتے تو وہ یہ استدلال نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یہ سوچتے کہ شاید یہ ہم سے بڑے جادوگر ہیں' اس لیے یہ اس چیز پر قادر ہیں' جس سے ہم عاجز ہیں لیکن چونکہ وہ جادو کے علم میں کامل تھے' اس لیے انہوں نے جان لیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ خالق کائنات کی قدرت کا شاہکار ہے' پس وہ جادو کے علم میں کامل ہونے کی وجہ سے کفر سے ایمان کی طرف منتقل ہو گئے۔ سوچیے کہ جب جادو کے علم میں کمال کا یہ ثمرہ ہے تو دین اسلام اور شریعت کے علم میں کمال حاصل کرنے کا کیا ثمرہ ہوگا ف۱۲۰ اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ''العالمین'' میں داخل ہیں' پھر ''العالمین'' کے بعد موسیٰ اور ہارون کا ذکر کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ جادوگروں کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی وجہ سے ایمان نصیب ہوا تھا' اس لیے انہوں نے کہا: ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ صرف یہ کہتے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے تو ہو سکتا ہے کہ فرعون یہ کہتا کہ یہ مجھ پر ایمان لائے ہیں کیونکہ وہ بھی رب العالمین ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا' اس لیے انہوں نے کہا: ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے ہیں ف۱۲۱ فرعون

أَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۲۳﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم

سو عنقریب تم اس کا خمیازہ بھگتو گے O ۱۲۲ میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا

مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا

پھر میں ضرور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا O انہوں نے کہا: بے شک ہم اپنے رب کی طرف

مُنقَلِبُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا

لوٹنے والے ہیں O اور تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِن

ایمان لے آئے اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالتِ اسلام میں ہماری روح قبض کرنا O ۱۲۳ اور فرعون کی قوم کے

قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ

سرداروں نے (فرعون سے) کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد کرنے کے لیے چھوڑ دے گا؟ تاکہ وہ تجھ کو

يَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ

اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں' فرعون نے کہا: ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے

وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَ

اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں O ۱۲۴ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور

اصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَ

صبر کرو' ۱۲۵ بے شک ساری زمین صرف اللہ کی ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے' اور

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِيَنَا وَمِن

اچھا انجام متقین کے لیے ہے O ۱۲۶ انہوں نے کہا: (اے موسیٰ!) آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہمیں

نے جب یہ دیکھا کہ جن لوگوں کو سب سے زیادہ جادو کا علم تھا' وہ لوگوں کے بہت بڑے اجتماع کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آئے تو اس کو اپنی خدائی کا خطرہ پڑ گیا' اس نے سوچا کہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر بہت قوی دلیل قائم ہو گئی' تو اس نے لوگوں کو اپنی بندگی پر قائم رکھنے کے لیے فوراً شبہات ڈالے۔ ایک شبہ یہ ڈالا کہ یہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل کی وجہ سے ان کی نبوت پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کا مقابلہ دراصل نورا کشتی تھی اور انہوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ جادوگر عمداً ہار جائیں گے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل کا غلبہ ظاہر ہو ف۱۲۲ فرعون نے ایک شبہ یہ ڈالا کہ حضرت موسیٰ اور جادوگروں کا مقصد تمہیں تمہارے وطن سے نکالنا ہے' اس لیے انہوں نے یہ نورا کشتی کی ہے' فرعون کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کے اثرات کو زائل کرنا تھا تاکہ اس کی رعایا اس کی خدائی کے متعلق بدگمان نہ ہو' پھر اس نے کہا: تم عنقریب جان لو گے' اپنے اس قول سے اس نے مسلمان ہونے والے جادوگروں کو سزا کی دھمکی دی ف۱۲۳ جب انسان دینِ حق کو قبول کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس راہ میں مصائب اور مشکلات پر ثابت قدم رہنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ایسی قوت اور جرأت پیدا کر دیتا ہے' ان جادوگروں نے جب بصیرت سے حق کو پہچان لیا تو پوری جرأت کے ساتھ اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور اس راہ میں پیش آنے والے مصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا' اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے اور اس دنیا کی فانی لذتوں پر آخرت کی دائمی نعمتوں کو قربان نہیں کرنا چاہیے اور راہِ حق کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے ف۱۲۴ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعرض اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھ کر بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اس کو ڈر تھا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عصا چھوڑ دیا تو وہ اژدھا بن کر اس کو کھا جائے گا' تاہم اس نے اپنا بھرم رکھنے کے لیے قوم کو جواب دیا کہ ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور بیٹیوں کو چھوڑ دیں گے' گویا موجودہ نسل ختم ہونے کے بعد بنو اسرائیل کی صرف عورتیں رہ جائیں گی اور عورتوں سے تمہیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے' گویا ایک طویل المیعاد منصوبہ تھا اور اس سے وقتی طور پر قبطیوں کو تسلی دینا مقصود تھی ف۱۲۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو چیزوں کا حکم دیا' ایک یہ حکم دیا کہ اللہ سے مدد طلب کرو اور دوسرا یہ حکم دیا کہ مصائب پر صبر کرو' اور اللہ تعالیٰ سے استمداد اور استعانت کے حکم کو پہلے بیان فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور اس کو چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور ہم اس کے بندے اور مملوک ہیں اور مالک کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی مملوک میں جس طرح چاہے تصرف کرے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مالک کی محبت میں مستغرق ہو جاتا ہے' پھر اس پر جو مصیبت اور تکلیف وارد ہو وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ خوشی اور محبت سے ان مصائب کو گلے لگا لیتا ہے اور ان پر کوئی شکوہ و شکایت نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے مصائب اور مشکلات پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے ف۱۲۶ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو چیزوں کی بشارت دی' ایک یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کی جگہ ان کو اس زمین کا وارث کر دے گا' کیونکہ زمین کا مالک اللہ ہے' وہ جس کو چاہے زمین کا وارث بنا دیتا ہے اور دوسری بشارت یہ دی کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو آخرت میں بھی تمہارا اچھا انجام ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان اور تقویٰ قائم رکھنے کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور سرفرازی حاصل ہو جاتی ہے۔

بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

اذیتیں پہنچائی گئی تھیں اور آپ کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی (موسیٰ نے) کہا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ

ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنا دے گا' پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو O ۱۲۷ اور بے شک

اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ

ہم نے فرعون کے متبعین کو کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا تاکہ وہ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ

نصیحت قبول کریں O پس جب ان پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور جب

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ

ان پر بد حالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے' سنو! ان کافروں کی نحوست اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا

(ثابت) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے O ۱۲۸ اور انہوں نے کہا: (اے موسیٰ!) آپ جب بھی ہمیں

بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

سحر کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں گے تو ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں O

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ

پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈی دل کے بادل اور جوئیں اور مینڈک اور خون ۱۲۹

وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

درآں حالیکہ یہ الگ الگ نشانیاں تھیں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی مجرم قوم O ۱۳۰

ف۱۲۷ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں' اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے تمہیں زمین میں اقتدار دے نوازے گا اور پھر تمہاری آزمائش کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا' پہلے تو تکلیف کے ذریعے آزمائے جا رہے ہو' پھر انعام و اکرام کی بارش کر کے اور اختیار و اقتدار عطا کر کے تمہیں آزمایا جائے گا اور پھر حقیقتاً تمہارا نیک و بد ہونا ظاہر ہوگا ف۱۲۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے بنو اسرائیل کو متنبہ کرنے کے لیے جو پے در پے آفتیں اور بلائیں نازل کیں' ان سے انہوں نے کوئی سبق یا نصیحت حاصل نہیں کی بلکہ ان کا کفر اور سرکشی اور بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ جب بھی ان کو سرزنش اور نصیحت کرنے کے لیے ان پر کوئی مصیبت نازل فرماتا تو وہ اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے۔ اسلام نے کسی چیز سے بد شگون نکالنے یا کسی چیز کو منحوس سمجھنے کی بہت مذمت کی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے نیک شگون تو لیتے تھے' لیکن بد شگونی کی آپ نے مذمت فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بد شگونی شرک ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم میں سے ہر شخص کو بد شگونی عارض ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس سے سخت ناپسندیدگی آتی ہے' لیکن اللہ پر توکل اس کو زائل کر دیتا ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۳۹۱۰) بد شگونی سے متعلق مفصل اور تحقیقی ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۲۷۱ تا ۲۷۹ کا مطالعہ فرمائیں ف۱۲۹ اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے یہ فرمایا تھا کہ "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا" اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے وقفہ وقفہ سے فرعون کی قوم پر عذاب نازل فرمایا تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو' ایک قسم کا عذاب نازل کرنے کے بعد ان کو توبہ کرنے اور رجوع کرنے کا موقع دیا' پھر دوسری قسم کا عذاب نازل فرمایا اور اس طرح وقفہ وقفہ سے چھ قسم کا عذاب نازل فرمایا' لیکن جب انہوں نے کسی طرح رجوع نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اور اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا کہ اس نے بنو اسرائیل کے دشمن کو ہلاک کر دیا ف۱۳۰ اگر یہاں پر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ قوم فرعون ایمان نہیں لائے گی' پھر اتنے معجزات دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟ امام رازی نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں: ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس قدر معجزات دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے اور اس کا ایک جواب حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرعون کی قوم کی شقاوت اور قساوت دکھانا چاہتا تھا کیونکہ اس قوم کو بعد میں سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے بار بار نشانیاں دکھا کر اپنی حجت پوری کی تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ قوم فرعون کو غرق کر دیا گیا' اگر ان کو موقع دیا جاتا تو ہو سکتا تھا وہ ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار مواقع دیئے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی اور تکبر پر قائم رہے اور ایمان نہ لائے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا
اور جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے: اے موسیٰ! آپ کے رب نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے
عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ
اس کی بناء پر ہمارے حق میں دعا کیجئے' اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور بہ ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے
مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى
اور ہم ضرور بہ ضرور آپ کے ساتھ بنو اسرائیل کو روانہ کر دیں گے ○ پس جب ہم نے ان سے اس مدت معینہ تک کے لیے عذاب دور
اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
کر دیا جس مدت تک پہنچنا ان کے لیے مقدر تھا تو وہ فوراً اپنا عہد توڑنے والے تھے ○ ۱۳۱ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان کو سمندر
فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
میں غرق کر دیا کیوں کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے لاپرواہی برتتے تھے ○ ۱۳۲
وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
اور جس قوم کو کم زور سمجھا جاتا تھا ۱۳۳ اس کو ہم نے اس سر زمین کے مشارق
وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى
اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں' اور بنو اسرائیل پر آپ کے رب کا بھلائی
عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ
پہنچانے کا وعدہ پورا ہو گیا کیوں کہ انہوں نے صبر کیا تھا' اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم
فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
کی بنائی ہوئی عمارتوں اور ان کی چڑھائی ہوئی بیلوں کو تباہ و برباد کر دیا ○ ۱۳۴ اور ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر کے پار

ف ۱۳۱ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ جب قوم فرعون پر مذکورہ پانچ قسموں کا عذاب آ چکا اور وہ ایمان نہیں لائی اور نہ انہوں نے بنو اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل سے کہا: تم میں سے ہر شخص ایک مینڈھا ذبح کرے' پھر اس کے خون سے اپنی ہتھیلی کو رنگ لے' پھر اپنے دروازے پر وہ ہاتھ مارے۔ قبطیوں نے بنو اسرائیل سے پوچھا: تم اپنے دروازوں پر یہ خون کیوں لگا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر ایک عذاب بھیجے گا' جس سے ہم سلامت رہیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے' قبطیوں نے کہا: تو اللہ تعالیٰ تم کو صرف ان علامات سے پہچانے گا؟ انہوں نے کہا: ہم کو ہمارے نبی نے اسی طرح حکم دیا ہے' پھر صبح کو فرعون کی قوم کے ستر ہزار افراد کو طاعون ہو چکا تھا اور شام کو وہ سب مر چکے تھے اور ان کو دفنایا بھی نہیں گیا' اور "رجز" سے مراد یہی طاعون ہے ف ۱۳۲ یہاں غفلت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے تھے اور لاپرواہی برتتے تھے اور ان سے کوئی سبق اور نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے ف ۱۳۳ بنو اسرائیل کو اس لیے کم زور سمجھا جاتا تھا کہ فرعون ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا اور ان سے جزیہ لیتا تھا اور ان سے سخت مشکل اور دشوار کام بہ طور بیگار کراتا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا ف ۱۳۴ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو مصر میں متمکن کیا اور عمالقہ کی شکست کے بعد ان کو شام میں متمکن کر دیا' اور ان کے باپ دادا کا وطن شام تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی ان کے آباء میں سے تھے' جنہوں نے مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی' یعنی مصر اور شام دونوں ان کے باپ دادا کے وطن تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں ملکوں کا بہ تدریج وارث کیا' پہلے مصر کا اور پھر شام کا۔ یہ سر زمین ظاہری اور باطنی برکتوں سے مالا مال تھی' ظاہری برکت یہ تھی کہ یہ سر زمین زرخیز تھی' باغات کی کثرت اور پانی کی فراوانی تھی اور باطنی برکت یہ تھی کہ شام میں کثیر انبیاء کی قبریں تھیں اور مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تھی۔

الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا

اتار دیا ۱۳۵ تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا:

یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں' موسیٰ نے کہا: بے شک تم جہالت کی باتیں

تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

کرتے ہو۱۳۶ بے شک جس کام میں یہ لوگ مصروف ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر غلط ہے ۱۳۷

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

(اور) موسیٰ نے کہا: کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں (اس زمانہ میں) سب جہان والوں پر فضیلت دی

وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ

ہے ۱۳۸ اور (اے بنو اسرائیل!) یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کے متبعین سے نجات دے دی جو تم کو برا عذاب دیتے تھے

یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ

وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی

رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا

طرف سے بہت سخت آزمائش تھی اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا' پھر اس میں

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ

دس راتوں کا اضافہ کیا سو آپ کے رب کی مقررہ مدت مکمل چالیس راتیں ہو گئی ۱۳۹ اور موسیٰ نے اپنے بھائی

هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

ہارون سے کہا: تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا ۱۴۰ اور ٹھیک ٹھیک کام کرنا اور مفسدوں کے طریقہ پر کاربند نہ ہونا ۱۴۱

ف ۱۳۵ جس سمندر کو بنو اسرائیل نے عبور کیا تھا اس کا نام "بحر قلزم" ہے۔ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ یہ دریائے نیل تھا' لیکن یہ غلط ہے جیسا کہ البحر المحیط میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس محرم کو یہ سمندر عبور کیا تھا اور فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہو گیا تھا اور بنو اسرائیل اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ (روح المعانی جز ۹ ص ۴۰) ف ۱۳۶ بعض لوگ مطلقاً یارسول اللہ کہنے کو شرک کہہ دیتے ہیں' اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو بھی مطلقاً شرک کہہ دیتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر یا آپ کے حق میں علمِ غیب کو بھی مطلقاً شرک کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ شرک اس وقت ہوتا ہے جب کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا کے بغیر از خود اپنی طاقت سے سنتے ہیں' از خود اللہ کے اذن کے بغیر مدد کرتے ہیں' آپ از خود موجود اور بصیر ہیں اور آپ کو از خود علم حاصل ہے اور اگر آپ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے ان اوصاف سے متصف ہوں تو شرک کیسے ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنو اسرائیل کو اس وقت بھی مشرک نہیں کہا' جب وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں جس کی ہم عبادت کریں' حالانکہ اس سے بڑا شرک اور کیا ہو گا بلکہ صرف یہی فرمایا: تم کیسی جہالت کی باتیں کرتے ہو اور یہ لوگ یارسول اللہ کہنے والے کلمہ گو مسلمان کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ

ع ۱۶ / ۱۲ / ۹

جو مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں' وہ آپ کے متعلق یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں کہ آپ از خود سنتے ہیں یا از خود جانتے ہیں بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے تمام اوصاف اور کمالات عطائی ہیں ف ۱۳۷ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔ یہ چیز بداہت عقل کے خلاف ہے کہ جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنائیں وہ حضرت موسیٰ کا' بنو اسرائیل کا اور تمام جہانوں کا خالق اور مدبر ہو کیونکہ جو اپنے بننے میں حضرت موسیٰ کا محتاج ہو' وہ ان کا اور تمام جہانوں کا محتاج الیہ اور خالق کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم کیسی جہالت اور بے عقلی کی باتیں کرتے ہو۔ عبادت انتہائی تعظیم کو کہتے ہیں اور انتہائی تعظیم کا مستحق وہ ہے جس نے انتہائی انعام کیا ہو اور جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو' اس میں کسی پر انعام کرنے کی استطاعت کہاں سے ہو گی اور جن لوگوں کو تم بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو' ان کے افعال تباہ و برباد ہونے والے ہیں اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں' وہ سب غلط اور باطل ہے ف ۱۳۸ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان کیا کہ اس نے تم کو سب جہانوں پر فضیلت دی اور تم اس کا جواب احسان فراموشی کے ساتھ دے رہے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھر کی بنائی ہوئی مورتیوں کی پرستش کرنا چاہتے ہو۔ بنو اسرائیل کی فضیلت یہ تھی کہ ان کے دین کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اتنے کثیر اور قوی معجزات ظاہر فرمائے' جو اس سے پہلے کسی کے لیے ظاہر نہیں کیے تھے ف ۱۳۹ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں اور دنوں میں روزے رکھنے کا حکم دیا اور ان ایام میں عبادت کرنے کا حکم دیا' پھر باقی دس دنوں میں تورات نازل کی گئی اور ان ہی ایام میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوا ف ۱۴۰ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کا ارادہ کیا تو اپنے فرائض حضرت ہارون علیہ السلام کو سونپ دیئے۔ اس آیت میں کسی کو اپنا نائب بنانے کی اصل ہے ف ۱۴۱ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور نبی ٹھیک ٹھیک کام ہی کرتا ہے اور مفسدوں کی پیروی نہیں کرتا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے اس طرح کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بہ طور تاکید فرمایا تھا یا پھر بہ طور تعریض تھا یعنی صراحتاً حضرت ہارون کو خطاب تھا اور اشارتاً اپنی قوم سے خطاب تھا' اس کی نظیر یہ آیت ہے: "فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ" (ھود: ۱۱۲) سو آپ اسی طرح قائم رہیں' جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی معصوم ہیں' آپ سے یہ متصور نہیں ہے کہ آپ اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام کریں' اس لیے یہ ارشاد بھی تاکید اور تعریض کے طور پر ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا ۱۴۲ تو عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی

اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں ۱۴۳ فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) یہ اپنی

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا

جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم بھی مجھے دیکھ سکو گے پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ

وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ

بے ہوش ہو کر گر پڑے ۱۴۴ پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہا: تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى

اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں ۱۴۵ فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تم کو لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے

النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ

کلام سے فضیلت دی، پس میں نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً

سے ہو جاؤ ۱۴۶ اور ہم نے ان کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل

وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا

لکھ دی تھی ۱۴۷ سو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ پکڑو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں

بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ

پر عمل کریں، عنقریب میں تم کو فاسقوں کا گھر دکھاؤں گا ۱۴۸ میں عنقریب ان لوگوں (کے دلوں) کو اپنی

ف۱۴۲ اہل سنت ماتریدیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک صفت ازلی ہے، اس میں آواز اور حروف نہیں ہیں اور اس صفت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہیں سنا، انہوں نے ان آوازوں اور حروف کو سنا، جو درخت کے ساتھ قائم تھے۔ (تفسیر کبیر ج۵ ص ۳۵۳ ملخصاً) ف۱۴۳ یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو کرنا اور دعا کرنا ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے علوم اور معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض یہ دعا ناجائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی دعا کرنے سے منع فرما دیتا۔ (تفسیر کبیر ج۵ ص ۳۵۳) ف۱۴۴ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر دلیل ہے، کیونکہ کسی چیز کے علم سے وہ چیز منجلی (روشن) ہو جاتی ہے، اور کسی چیز کو دکھانا بھی اس چیز کو روشن کر دیتا ہے اور علم کی بہ نسبت دکھانے سے چیز زیادہ منجلی (روشن) ہو جاتی ہے، اس لیے یہاں "تجلی" سے مراد دکھانا زیادہ اولیٰ ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو پہاڑ نے دیکھا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پہاڑ تو ایک پتھر ہے، اس کا دیکھنا غیر متصور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں حیات، عقل اور فہم پیدا کی ہے، اس طرح اس میں رؤیت اور بصارت بھی بعید نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ" (سباء: ۱۰) اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو! تم بھی، نیز پہاڑ پتھروں کی جنس سے ہیں اور پتھروں کے متعلق فرمایا: "وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ" (البقرہ: ۷۴) اور بے شک بعض پتھر ضرور خوف خدا سے گر پڑتے ہیں، اور جب پہاڑ تسبیح کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں تو وہ دیکھ بھی سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب پہاڑ اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کی طاقت پہاڑ سے بہت زیادہ ہوتی ہے ف۱۴۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے تو ہوش میں آ کر کہا: "سُبْحٰنَكَ" یعنی ہم پر ریزہ ریزہ ہونے اور بے ہوش ہونے کی آفت اور مصیبت پہنچی اور تو ہر قسم کی آفتوں اور مصیبتوں اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے ف۱۴۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت اور کلام دونوں کے مجموعہ سے نوازا ہے اور یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ رسالت اور کلام کے ساتھ میں نے تم کو مخلوق پر فضیلت دی ہے، بلکہ فرمایا ہے: لوگوں پر فضیلت دی ہے، کیونکہ مخلوق میں فرشتے بھی ہیں اور فرشتے اللہ کا کلام بلاواسطہ سنتے ہیں، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ف۱۴۷ ہر چیز سے مراد عموم نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اپنے دین میں حلال، حرام اور اچھی اور بری چیزوں کے متعلق جن احکام کی احتیاج تھی، وہ سب تورات میں لکھی ہوئی تھیں۔ (تفسیر کبیر ج۵ ص ۳۶۰) ف۱۴۸ حسن اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد جہنم ہے۔ (زاد المسیر ج۳ ص ۲۶۰)

الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

آیات سے پھیر دوں گا ف۱۴۹ جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں ف۱۵۰ وہ اگر تمام نشانیاں

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ

دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں پھر بھی اس کو اختیار نہیں

سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ

کریں گے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس راستہ کو اختیار کر لیں گے کیونکہ انہوں نے

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ

(ہمیشہ) ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور وہ ان سے اعراض کرنے والے تھے O اور جن لوگوں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ

نے ہماری آیتوں اور آخرت کی پیشی کی تکذیب کی ان کے سب (نیک) عمل ضائع ہو گئے ف۱۵۱ ان کو ان ہی

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ

کاموں کی سزا ملے گی جو وہ کیا کرتے تھے O اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (جانے کے) بعد اپنے زیوروں

حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ

سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا جس سے بیل کی آواز نکلتی تھی ف۱۵۲ کیا انہوں نے یہ (بھی) نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کر سکتا ہے

وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا

نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے (پھر بھی) انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے O ف۱۵۳ اور جب

سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ

ان کی خود فریبی کا طلسم جاتا رہا اور انہوں نے جان لیا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں ف۱۵۴ تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا

ف۱۴۹ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں کو اپنی آیات سے پھیر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے پر کفار کی مذمت کیوں فرمائی ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ O" (الانشقاق: ۲۰) ان کو کیا ہوا وہ ایمان کیوں نہیں لاتے O "فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ O" (المدثر: ۴۹) انہیں کیا ہوا وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں O اس کا جواب یہ ہے کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ جب کفار اپنے کفر میں مبالغہ کرتے ہیں اور اس حد تک پہنچ جاتے ہیں' جس میں ان کا قلب مر جاتا ہے تو پھر ان کو کوئی ہدایت مفید نہیں ہوتی اور ان لوگوں کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اپنی آیات سے پھیر دیتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ف۱۵۰ اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا اور بڑا سمجھنے کی وجہ سے انسان کو جو حالت حاصل ہوتی ہے اس کو تکبر کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۴۵) تکبر کا شرعی معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستفاد ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ایک شخص نے کہا: آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر حق بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۹۹۸) تکبر کی مذمت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کو ملاحظہ کرنے کے لیے' نیز تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑے لٹکانے کے مکروہ تحریمی ہونے اور بغیر تکبر کے مکروہ تحریمی نہ ہونے پر احادیث و آثار اور مذاہب فقہاء کی تصریحات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۳۱۸ تا ۳۳۱ کا مطالعہ فرمائیں ف۱۵۱ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: متکبرین ہماری نشانیاں دیکھ کر بھی ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کریں گے۔ اس مقام پر ہو سکتا ہے کوئی شخص یہ کہتا کہ ان میں سے بعض کافروں نے کچھ نیک عمل بھی تو کیے تھے' مثلاً رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک' ماں باپ کی خدمت' کمزوروں کی مدد' ناداروں' یتیموں اور بیواؤں کی کفالت' آیا ان کو ان نیک کاموں کی کوئی جزا ملے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چونکہ انہوں نے کفر کیا' ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور آخرت میں اللہ کے سامنے پیش ہونے سے انکار کیا' اس لیے ان کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے' کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا۔ اعمالِ صالحہ کی مقبولیت کی شرط ایمان ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ" (المائدہ: ۵) جس نے ایمان لانے سے انکار کیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا ف۱۵۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد حضرت ہارون نے ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس شخص کے پاس آل فرعون کے جتنے بھی زیورات ہوں وہ ہمارے پاس لے آئے۔ وہ ان کے پاس تمام زیورات لے آئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے وہ زیورات سامری کو رکھنے کے لیے دیے۔ سامری نے ان زیورات پر قبضہ کر لیا اور وہ خبیث دشمنِ خدا' سونے کو ڈھالنے والا تھا' اس نے اس سے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنا لیا' اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے ایک مٹھی بھر مٹی لی تھی' اس نے اس بچھڑے کے کھوکھلے پیٹ میں وہ مٹی ڈال دی' تب وہ مجسمہ بچھڑے کی سی آواز نکالنے لگا' سامری نے کہا: تیس راتوں کے بعد جو حضرت موسیٰ نہیں آئے تو وہ اسی کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۶۶' ملخصاً) ف۱۵۳ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور کسی کا حق دوسرے کو دینا۔ عبادت اللہ کا حق ہے' جب انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہے تو وہ اللہ کا حق دوسرے کو دے رہا ہے اور یہی ظلم کرنا ہے بلکہ کائنات میں سب سے بڑا ظلم غیر اللہ کی عبادت اور شرک کرنا ہے ف۱۵۴ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ طور پر ہی بنو اسرائیل کی گمراہی اور گوسالہ پرستی سے مطلع کر دیا تھا۔

يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ

رب ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہم کو نہ بخشے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○ اور جب موسیٰ

مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہوں نے غمزدہ ہو کر تاسف سے کہا: ۱۵۵ تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے کیسے

مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ

بُرے کام کیے؛ کیا تم نے اپنے رب کے احکام آنے سے پہلے ہی جلد بازی کی؟ اور انہوں نے (تورات کی)

بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ

تختیاں ڈال دیں ۱۵۶ اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے (ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے!

وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ

ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیتے ۱۵۷ تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں ۱۵۸ اور مجھے ان

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ

ظالموں میں شامل نہ کیجئے○ موسیٰ نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہم کو اپنی

رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ

رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے○ ۱۵۹ بے شک جن لوگوں نے بچھڑے

سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ

کو معبود بنایا تھا وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلت میں گرفتار ہوں گے ۱۶۰ ہم بہتان

نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ

باندھنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں○ اور جن لوگوں نے بُرے عمل کیے؛ پھر بد اعمالیوں کے بعد توبہ کر لی

ف۱۵۵ غضب کا معنی ہے: انتقام کے ارادہ سے دل کے خون کا کھولنا اور جوش میں آنا۔ (المفردات ج۲ ص ۲۶۸) اور مخلوق کے غضب کی دو قسمیں ہیں: ایک محمود ہے اور دوسری مذموم ہے۔ اگر دین اور حق کی خاطر بندہ غضب میں آئے تو یہ غضب محمود ہے اور اگر نفسانی خواہشوں کے پورا نہ ہونے یا ناجائز حکم کے نہ ماننے یا اس کی ممانعت کرنے کی وجہ سے غضب میں آئے تو یہ غضب مذموم ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۳۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام جو غضب میں آئے تھے؛ وہ اللہ کی نافرمانی اور شرک کی وجہ سے تھا؛ آپ کا یہ غضب غضبِ محمود تھا ف۱۵۶ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے شرک کو دیکھا تو وہ حمیت دینی کی وجہ سے سخت غضب میں آ گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ کو جلد فارغ کرنے کے لیے عجلت سے وہ الواح زمین پر رکھ دیں تا کہ وہ اپنے بھائی کا سر پکڑ سکیں؛ جس کو قرآن مجید نے ڈالنے سے تعبیر فرمایا؛ اور اس میں کسی وجہ سے بھی تورات کی تختیوں کی اہانت نہیں ہے اور وہ جو طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ بعض تختیاں ٹوٹ گئیں تو وہ عجلت سے زمین پر رکھنے کی وجہ سے ٹوٹیں اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض نہ تھی اور نہ ان کو یہ گمان تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ یہاں پر صرف دینی حمیت اور فرطِ غضب کی وجہ سے ان تختیوں کو زمین پر رکھنا مراد ہے ف۱۵۷ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کا سر جو پکڑ کر کھینچا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو قریب کر کے ان سے رازدارانہ بات کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات کی الواح نازل کی ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: میرے سر اور میری ڈاڑھی کو نہ پکڑو؛ ورنہ آپ کی اس خفیہ بات کرنے سے بنو اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہو گی کہ آپ میری اہانت کر رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ کسی کے سر کو پکڑ کر کھینچنا ان کے زمانہ میں متعارف تھا؛ جیسا کہ اب عرب کسی شخص کے اکرام اور اس کی تعظیم کے لیے اس کی ڈاڑھی پکڑتے ہیں؛ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے سر کو پکڑ کر کھینچنا بہ طور اہانت نہ تھا ف۱۵۸ ''شماتت'' کا معنی ہے: دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا۔ (المفردات ج۱ ص ۳۵۱) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اپنے (دینی) بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور تم کو مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۱۴) ف۱۵۹ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے بھائی کا عذر واضح ہو گیا اور انہوں نے یہ جان لیا کہ ان پر جو ذمہ داری تھی؛ اس کو پورا کرنے میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی اور جاہل اسرائیلیوں نے جو گوسالہ کی پرستش کی تھی؛ اس کو روکنے کی انہوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے جو سختی سے باز پرس کی تھی؛ اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور اپنے بھائی کے لیے بھی معافی چاہی کہ اگر بالفرض ان سے اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اس کو بھی معاف فرما ف۱۶۰ اس آیت کا مصداق عام بنی اسرائیل ہیں اور عذاب سے مراد دنیوی عذاب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اس عذاب سے مراد انہیں یہ حکم دینا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں۔

بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا

اور ایمان لے آئے (تو) آپ کا رب اس کے بعد ضرور بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے○ ۱۶۱ اور جب

سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا

موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو انہوں نے (تورات کی) تختیاں اٹھا لیں جن کی تحریر میں

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى

ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں○ ۱۶۲ اور موسیٰ نے اپنی قوم

قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ

کے ستر آدمیوں کو منتخب کرلیا تاکہ وہ ہمارے مقرر کردہ وقت (پر حاضر ہوں) ۱۶۳ پھر جب ان کو زلزلہ (یا رعد) نے گرفت میں لے لیا

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا' کیا تو ہم میں سے ان نادانوں

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ

کے کاموں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا؟ یہ تو تیری صرف آزمائش تھی' جس کے ذریعے تو جس کو چاہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور

تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

جس کو چاہے تو ہدایت عطا فرما دیتا ہے' ۱۶۴ تو ہی ہمارا کارساز ہے' سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا

الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ

بخشنے والا ہے○ ۱۶۵ اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں

اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ

بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے' فرمایا: میں اپنا عذاب تو جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں' اور میری رحمت

ف۱۶۱ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے بُرے عمل کیے' پہلے وہ ان پر توبہ کرے' بایں طور کہ ان بُرے اعمال پر نادم ہو اور ان سے رجوع کرے اور آئندہ ان بُرے کاموں کو نہ کرنے کا عزمِ صمیم کرے اور ان کا تدارک اور تلافی کرے' مثلاً جو نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں ان کو قضاء کرے اگر کسی کا مال غصب کیا تھا تو اس کو واپس کرے ف۱۶۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ جان لیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تھی اور ان کا عذر صحیح تھا تو انہوں نے تورات کی جو تختیاں ڈالی تھیں وہ اٹھالیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا کی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا تھا' اس وقت بھی انہوں نے غصہ میں دو کام کیے تھے' تورات کی تختیاں زمین پر ڈال دی تھیں اور حضرت ہارون کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا اور جب غصہ ٹھنڈا ہو گیا تب بھی انہوں نے اس کی تلافی میں دو کام کیے' تورات کی تختیاں زمین سے اٹھالیں اور اپنے بھائی کے لیے دعا کی ف۱۶۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک افراد جن کی تعداد ستر تھی' سے فرمایا: تم میرے ساتھ اللہ سے ملاقات کے لیے چلو اور اپنی اس گئو سالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا: آپ اپنے رب سے یہ سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب کا کلام سن لیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا' حضرت موسیٰ اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا: تم قریب آ جاؤ' جب حضرت موسیٰ اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمک دار نور ظاہر ہوتا' جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا' تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے۔ جب قوم اس بادل کے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی۔ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ سے کہنے لگے: ہم ہرگز اللہ پر ایمان نہ لائیں گے' جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں' اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۶۷) ف۱۶۴ اس جگہ پر سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں دیتا' قرآن مجید میں ہے: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" (الزمر: ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان ستر اسرائیلیوں کے قصور کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہلاکت میں مبتلا کرے گا' اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی پریشانی میں مبتلا کرے گا' وہ اپنے اس کلام سے ان ستر اسرائیلیوں کی شفاعت کرنا چاہتے تھے' جو نادانی اور حماقت کی وجہ سے رعد کی کڑک میں مبتلا ہو کر مارے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی ذات کو درمیان میں ڈالا کہ یہ تو قصور وار ہیں لیکن اگر ان کی سزا برقرار رکھی گئی تو میں پریشانی میں مبتلا ہوں گا اور بنو اسرائیل ان کے متعلق مجھ سے سوال کریں گے' سو مہربانی فرما اور میری خاطر ان کو زندہ کر دے ف۱۶۵ جب بنو اسرائیل کے ستر افراد ہلاک ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ! اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا' جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو میری کیسے تصدیق کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے' حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے' بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں' پھر بنو اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی تھی اس پر توبہ کی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تک کہ یہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۷۶)

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ

ہر چیز پر محیط ہے' تو عنقریب میں اس (دنیا اور آخرت کی بھلائی) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو گناہوں سے بچیں گے

وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ

اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے O ١٦٦ جو اس عظیم رسول نبی امی

النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں ١٦٧

وَالْاِنْجِيلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

جو ان کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا ١٦٨

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ

جو ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا ١٦٩ اور جو ان سے ان کے بوجھ اتارے گا

اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِهٖ وَعَزَّرُوهُ

اور ان کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اتارے گا' سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی

وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O ١٧٠

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهٗ

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں ١٧١ جس کی ملک میں تمام

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيتُ ۖ فَاٰمِنُوا

آسمان اور زمینیں ہیں' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے' سو تم اللہ پر

ف١٦٦ اس آیت میں دنیا کی بھلائی سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں احکام شرعیہ آسان ہوں' کیونکہ بنو اسرائیل پر بہت مشکل احکام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ چاہا کہ دنیا میں ان کے لیے احکامِ شرعیہ آسان ہو جائیں' یہ دنیا کی بھلائی تھی اور آخرت کی بھلائی یہ تھی کہ کم عمل پر اللہ تعالیٰ زیادہ اجر عطا فرمائے۔ ان کو نیکی پر ایک ہی اجر ملتا تھا۔ حضرت موسیٰ چاہتے تھے کہ ایک نیکی پر دس گنا یا سات سو گنا اجر عطا کیا جائے' اور اس معنی میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لیے مخصوص کر دی تھی' اس لیے یہ بھلائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بجائے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو عطا کر دی' اس لیے فرمایا: میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی ان لوگوں کو دوں گا ف١٦٧ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارتیں موجودہ تورات و انجیل میں بھی موجود ہیں۔ تورات کے ١٩٢٧ء کے ایڈیشن میں ہے: اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا' فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی۔ (کتاب مقدس' استثناء' باب: ٢٠' ص ١٩٢) اور نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے' اس طرح یہ آیت نبی ﷺ پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔ موجودہ انجیل میں ہے: وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔

ع ١٩ ٩

(یوحنا' باب: ١٦' آیت: ١٣) اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سیدنا محمد ﷺ سے فرماتا ہے: "اِنَّكَ لَتَهْدِيٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ O" (الشوریٰ: ٥٢) بے شک آپ ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں O نیز اس آیت میں ہے: وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ (یوحنا' باب: ١٦' آیت: ١٣) اور قرآن مجید میں سیدنا محمد ﷺ کے متعلق ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى O" (النجم: ٣-٤) اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے O ان کا فرمانا وہی ہوتا ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے O ف١٦٨ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا کام دوسرے نبیوں اور رسولوں نے بھی کیا ہے' یہاں آپ کے اس وصف کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے' کیونکہ آپ نہایت حکمت اور عمدہ پیرائے کے ساتھ نیکی کا حکم دیتے تھے' قرآن مجید میں ہے: "اُدْعُ اِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ" (النحل: ١٢٥) حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے اور ان پر احسن طریقے سے حجت قائم کیجیے ف١٦٩ اس کا معنی یہ ہے کہ جو پاک چیزیں بنی اسرائیل پر بہ طور سزا حرام کر دی گئی تھیں' ان کو یہ نبی حلال کر دیں گے' مثلاً حلال جانوروں کی چربی' اور ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کر دیں گے مثلاً خون' مردار جانور اور شراب وغیرہ اور جو چیزیں حرام آمدنی سے حاصل ہوں ان کو بھی حرام کر دیں گے' مثلاً سود' رشوت اور جوا وغیرہ۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے کہ آپ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کر دیں ف١٧٠ اس آیت میں دو چیزیں بتائی گئی ہیں' ایک نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر اور دوسری چیز یہ کہ نبی ﷺ کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے اتباعِ قرآن پر مقدم فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کی تعظیم کو قرآن مجید کے عمل پر مقدم رکھتے تھے' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ" (النساء: ٢٩) اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر نے غارِ ثور میں سانپوں کے بل پر اپنا پیر رکھ دیا' سانپ ڈنک مارتے رہے' لیکن حضرت ابوبکر نے اپنا پیر نہیں ہٹایا کہ کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ ﷺ کو ایذاء نہ پہنچائے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ١ ص ١٠٦) رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر کو قرآن مجید کی اتباع کے مقدم ہونے کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ٤ ص ٣٩٠ تا ٣٩٣ کو ملاحظہ فرمائیں ف١٧١ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے اور تمام مخلوق آپ کی رسالت پر ایمان لانے کی مکلف ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم (جامع مانع کلام) عطا کیے گئے ہیں اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں اور

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ

ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی لقب ہیں ۲ےا جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ

اور تم سب ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ○ اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ

بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ

ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں○ ۳ےا اور ہم نے ان (بنو اسرائیل) کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ تقسیم کر دیا

اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ

جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا

الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ

مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ

جان لی ۴ےا اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر من و

السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا

سلویٰ نازل کیا' ان پاک چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں' اور انہوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا

جانوں پر ظلم کرتے تھے○ ۵ےا اور جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں جا کر بس جاؤ اور اس کی پیداوار سے

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ

جہاں سے چاہو کھاؤ اور حطۃ (معاف کرنا) کہتے جاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا' ہم تمہاری

میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک کرنے والی (تیمم کا مادہ یا آلہ) اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء کے آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵٦۰) ۲ےا بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ پہلے آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن بعد میں آپ نے لکھنا جان لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ'' (الآیۃ) (العنکبوت: ۴۸) آپ اس (کتاب کے نزول) سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اور ''اس سے پہلے'' کی قید کا یہ معنی ہے کہ بعد میں آپ نے اس کو جان لیا' کیونکہ آپ کا پہلے نہ جاننا معجزہ کے سبب سے تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ نے اس کو جان لیا۔ امام ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ''مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَتَبَ وَقَرَءَ'' رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے لکھ نہیں لیا اور پڑھ نہیں لیا' اور مجاہد نے شعبی سے کہا: اس آیت میں اس کے خلاف نہیں ہے۔ علامہ ابوالولید باجی مالکی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اور علماء نے کہا ہے کہ امی ہونے کے بعد لکھنے کو جان لینا معجزہ کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے' کیونکہ بغیر کسی انسان کے سکھائے کتاب کو پڑھنا اور لکھنا بھی معجزہ ہے۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۱۹۱) اس موضوع پر مزید مطالعہ کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۳۵٦ تا ۳٦۸ کو ملاحظہ فرمائیں ۳ےا اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں یہودیوں کا ایک گروہ تھا' جو دینِ حق پر قائم تھا اور وہ لوگ ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لے آئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب' اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ تو بہت کم ہیں اور قرآن نے ان کو امت سے تعبیر فرمایا جو ان کی کثیر تعداد کا تقاضا کرتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک فرد پر بھی امت کا اطلاق فرمایا ہے: ''اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً'' (النحل: ۱۲۰) بے شک ابراہیم (بہ نفسِ نفیس) ایک امت تھے۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۲۷۴) ۴ےا اس آیت سے مقصود بنو اسرائیل کے احوال بیان کرنا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو بارہ گروہوں میں تقسیم کر دیا' کیونکہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد سے پیدا ہوئے تھے تو ان کو باہم متمیز کر دیا تاکہ یہ ایک دوسرے سے حسد نہ کریں اور ان میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کی نوبت نہ آئے ۵ےا اس میں یہ اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے تجاوز کیا یا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود کھانے کو ذخیرہ کیا یا اس وقت میں کھایا جس وقت ان کو کھانے سے منع فرمایا تھا اور یا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کے علاوہ کھانے پینے کی اور چیزوں کو طلب کیا اور جب مکلف وہ کام کرتا ہے جس سے اس کو منع کیا گیا تھا تو وہ دراصل خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے' اس لیے فرمایا: انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے کیونکہ جب بندہ کسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو عذابِ خداوندی کا مستحق بنا دیتا ہے۔

لَكُمْ خَطِيٓـٰٔتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْهُمْ

خطائیں بخش دیں گے (اور) عنقریب نیکو کاروں کو مزید اجر عطا کریں گے O اور ان میں سے ظلم کرنے والوں نے اس بات

قَوْلًا غَيْرَ ٱلَّذِى قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ

کو اس کے خلاف سے بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا

بِمَا كَانُوا۟ يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلَّتِى كَانَتْ حَاضِرَةَ

کیوں کہ وہ ظلم کرتے تھے O ۱۷۶ے اور ان سے اس بستی کے متعلق سوال کیجئے جو سمندر کے کنارے

ٱلْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِى ٱلسَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ

واقع تھی، جب وہ سنیچر کے دن تجاوز کرتے تھے، جب سنیچر کے دن مچھلیاں تیرتی ہوئی ان کے پاس آتی تھیں

شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا۟

اور جب سنیچر کا دن نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس (اتنی کثرت سے) اس طرح نہیں آتی تھیں، ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم ان کو

يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ ٱللَّهُ

آزمائش میں ڈالتے تھے O ۱۷۷ے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا: تم ایسے لوگوں کو

مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا۟ مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ

کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا عذاب شدید میں مبتلا کرنے والا ہے، انہوں نے کہا: تاکہ ہم تمہارے

وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦٓ أَنجَيْنَا ٱلَّذِينَ يَنْهَوْنَ

رب کے سامنے حجت پوری کر سکیں اور شاید کہ یہ اللہ سے ڈریں O ۱۷۸ے اور جب انہوں نے ان باتوں کو بھلا دیا جن کی ان کو نصیحت

عَنِ ٱلسُّوٓءِ وَأَخَذْنَا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ بِعَذَابٍۭ بَـِٔيسٍۭ بِمَا كَانُوا۟

کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت برے عذاب میں جکڑ لیا

و۱۷۶ے ابن زید نے بیان کیا کہ جب بنو اسرائیل سے کہا گیا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور وہ سرین کے بل داخل ہوئے اور ''حطة'' کی جگہ انہوں نے ''حنطة'' کہا تو طاعون کی وباء کی شکل میں ان پر آسمانی عذاب آیا، جس سے ان کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے اور ان کے بیٹے بچ گئے اور بنو اسرائیل میں جس فضل اور عبادت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ان کے بیٹوں میں تھا اور ان کے تمام آباء و اجداد طاعون کی اس وباء میں ہلاک ہو گئے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۴۲) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱) حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ طاعون گندگی ہے اور تم سے پہلے جن لوگوں کو عذاب دیا گیا' ان کا بچا ہوا عذاب ہے' اگر کسی علاقہ میں طاعون پھیلے اور تم وہاں ہو تو تم وہاں سے مت نکلو اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقہ میں طاعون ہے تو تم وہاں نہ جاؤ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۳)

و۱۷۷ے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ''ایلہ'' میں آباد تھی' یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا' اس جگہ سمندر میں سال کے ایک مہینہ میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں مچھلیاں آتی تھیں' ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں' ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے۔ بنو اسرائیل کا ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لینا' یہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا۔ وہ ایک بڑے لمبے عرصہ تک اس نافرمانی میں مشغول رہے' نسل در نسل ان کی اولاد بھی اس میں ملوث رہی' خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ منع کرتے تھے' کچھ اس کو برا جانتے تھے اور اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں ہیں' نافرمان لوگ کہتے تھے کہ ہم اتنے بڑے عرصہ سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے' مانعین کہتے تھے: تم دھوکہ میں نہ آؤ' ہو سکتا ہے تم پر عذاب نازل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۷۳/۳)

و۱۷۸ے اس آیت کی تفسیر میں صحیح قول یہ ہے کہ اس شہر کے رہنے والے تین گروہوں پر منقسم تھے' ایک فریق وہ تھا جو ہفتہ کے دن ان مچھلیوں کا شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی نافرمانی کرتا تھا' دوسرا فریق وہ تھا جو ان کو اس نافرمانی سے منع کرتا تھا اور ڈانٹتا تھا اور تیسرا فریق وہ تھا جو خاموش رہتا تھا' نافرمانی کرتا تھا اور نہ نافرمانی سے روکتا تھا اور اس فریق نے منع کرنے والوں سے کہا: تم ان کو کیوں منع کرتے ہو جب کہ تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے یا عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے' یعنی یہ لوگ گناہوں پر اصرار کر کے اب ایسی حد پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ان کا گناہوں سے پلٹنا بہت مشکل ہے' اس لیے اب ان پر وعظ اور نصیحت بے اثر ہے' لہٰذا اب ان کو نصیحت نہیں کرنی چاہیے۔

يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

کیوں کہ وہ نافرمانی کرتے تھے○ پھر جب انہوں نے اس چیز سے سرکشی کی جس سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل

خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

بندر بن جاؤ○ ١٧٩ اور یاد کرو جب آپ کے رب نے اعلان کیا تھا کہ وہ قیامت تک ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا

مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ

جو ان کو برا عذاب چکھائیں گے بے شک آپ کا رب بہت جلد عذاب دینے والا ہے ١٨٠ اور

اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٧﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ

بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا بہت مہربان بھی ہے○ اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا' ان

الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ

میں سے بعض نیک تھے اور بعض ان سے مختلف تھے' اور ہم نے راحتوں اور مصیبتوں کے ساتھ ان کی آزمائش کی تاکہ وہ سرکشی سے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ

پلٹ جائیں○ ١٨١ پھر ان کے بعد ایسے نااہل لوگ ان کے جانشین ہوئے جو تورات کے وارث ہو کر اس دنیائے فانی

يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ

کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہماری بخشش کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اس کی طرح

يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ

اور سامان آ جائے تو وہ اس کو بھی لے لیں گے' کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں

الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ

لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے' اور انہوں نے وہ سب کچھ پڑھ لیا جو تورات میں تھا اور

و١٧٩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صبح کو جب وہ نافرمان لوگ اٹھے تو وہ ذلیل بندر بن چکے تھے' وہ تین دن تک اسی کیفیت پر برقرار رہے' لوگوں نے ان کو دیکھا' پھر وہ ہلاک ہو گئے و١٨٠ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے رسول مکرم! آپ کے رب نے یہود کے پہلے لوگوں کو ان کے انبیاء کی زبان سے یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے یہود پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو ذلت اور غلامی کا مزا چکھائیں گے' ان پر جزیہ فرض کیا جائے گا' ان کی جمعیت ٹوٹ جائے گی اور ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور یہ مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر زمین پر زندگی گزاریں گے۔ سب سے پہلے ان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خراج لازم کیا' پھر ان کو یونانیوں نے غلام بنایا' پھر کشدانیوں' کلدانیوں اور بابلیوں نے ان کو محکوم بنایا' پھر روم کے نصاریٰ نے ان کو غلام بنایا اور ان سے جزیہ اور خراج لیا' پھر مسلمانوں نے ان سے جزیہ اور خراج لیا' اس کے بعد قریب کے دور میں جرمنی میں ہٹلر نے ان کو چن چن کر قتل کیا اور ملک بدر کر دیا۔ رہا یہ کہ اب انہوں نے فلسطین پر قبضہ کر لیا ہے اور اسرائیل کے نام سے اپنی حکومت قائم کر لی ہے تو وہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ" (آل عمران: ١١٢) وہ جہاں بھی پائے جائیں گے ان پر ذلت لازم کر دی گئی ہے بجز اس کے (کبھی) اللہ کی رسی اور (کبھی) لوگوں کی رسی کے ساتھ انہیں سہارا مل جائے۔ اور اسرائیل کی حکومت کا قیام برطانیہ اور امریکہ کے سہارے سے ہوا ہے اور اب بھی وہاں بہ ظاہر یہودیوں کی حکومت ہے اور در پردہ برطانیہ اور امریکہ ہی کی حکومت ہے' اگر آج ان کے سروں پر سے امریکہ کا سایہ اُٹھ جائے تو وہ پھر محکومی اور غلامی کی زندگی گزاریں گے و١٨١ اللہ تعالیٰ نے یہود پر دوسرا عذاب یہ مسلط فرمایا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دنیا میں رہتے تھے' ان میں صالح اور نیک لوگ بھی تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے اور ان میں بعض فاسق و فاجر تھے اور بعض کافر تھے' یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے' یہ لوگ جھوٹ بولتے تھے اور سود کھاتے تھے اور رشوت لے کر احکام بدل دیتے تھے اور جھوٹے فیصلے کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں فریقوں کے ساتھ اس طرح معاملہ فرمائے گا' جیسے اوروں کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے' نیک لوگوں کو جزا دے گا اور بدکاروں کو سزا دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو آزمائش میں ڈالتا ہے' ان کو نعمتیں اور راحتیں عطا فرماتا ہے تاکہ یہ شکر بجا لائیں اور مصائب اور آلام میں مبتلا کرتا ہے تاکہ یہ صبر کریں۔

الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ

اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے' کیا تم (یہ بات) نہیں سمجھتے ○ ۱۸۲ اور جو لوگ

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ

کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں (تو) ہم نیکی کرنے والوں

الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا

کا اجر ضائع نہیں کرتے ○ ۱۸۳ اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ (اس طرح) اٹھا لیا تھا گویا کہ وہ ان کے اوپر سائبان ہے اور وہ

اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر ضرور گرنے والا ہے ۱۸۴ (اس وقت ہم نے ان سے کہا تھا:) ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس کو مضبوطی سے

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو تا کہ تم متقی ہو جاؤ ○ ۱۸۵ اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ

نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ۱۸۶ ہم

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

(اس پر) گواہی دیتے ہیں' (یہ گواہی اس لیے لی ہے) تا کہ قیامت کے دن تم یہ (نہ) کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے ○

اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ

یا تم یہ (نہ) کہہ سکو کہ شرک تو ابتداءً ہمارے آباء نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان

بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

کی اولاد ہیں' کیا تو باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا ○ ۱۸۷ اور ہم اسی طرح تفصیل

و۱۸۲ قرآن مجید کی اس آیت میں جس طرح ان بداعمال یہودیوں کا ذکر فرمایا ہے' جو اپنی نافرمانیوں کے باوجود اپنے آپ کو اخروی اجروثواب کا امیدوار گردانتے تھے' سو آج کل کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے' وہ اپنی بداعمالیوں کے باوجود خود کو اجر آخرت کا امیدوار کہتے ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عنقریب لوگوں کے سینوں میں قرآن اس طرح بوسیدہ ہو جائے گا' جس طرح کپڑا بوسیدہ ہو کر جھڑنے لگتا ہے' وہ بغیر کسی شوق اور لذت کے قرآن کریم کو پڑھیں گے' ان کے اعمال صرف طمع اور حرص ہوں گے' وہ خوف خدا سے گناہوں میں کمی نہیں کریں گے' وہ بُرے کام کرنے کے باوجود تبلیغ کریں گے اور یہ کہیں گے کہ عنقریب ہماری بخشش کر دی جائے گی کیونکہ ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ (سنن دارمی: ۳۳۴۶۔ ج ۲) و۱۸۳ اس کتاب سے مراد تورات ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی کتاب کو بار بار ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اور اس کی آیتوں کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور اللہ کی حدود کو نہیں توڑتے تو اللہ ان کی نیکیوں کو ضائع نہیں فرمائے گا اور ان کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا و۱۸۴ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے پاس تورات کی الواح لے کر آئے اور فرمایا کہ ان کو لو اور ان کی اطاعت کا اقرار کرو' تو انہوں نے کہا: جب تک اللہ تعالیٰ آپ کی طرح ہم سے کلام نہیں کرے گا' ہم یہ اقرار نہیں کریں گے' پھر وہ بجلی کی ایک کڑک کے ذریعے ہلاک کیے گئے' اور پھر زندہ کیے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پھر تورات کے قبول کرنے کے لیے فرمایا' انہوں نے پھر انکار کیا' تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ فلسطین کے پہاڑوں میں سے ایک فرسخ لمبے پہاڑ کو اکھاڑ کر سائبان کی طرح ان پر معلق کر دیں' ان کے پیچھے سمندر تھا اور ان کے سامنے سے آگ آ رہی تھی' ان سے کہا گیا کہ قسم کھا کر اقرار کرو کہ تم تورات کے احکام پر عمل کرو گے ورنہ یہ پہاڑ تم پر گر جائے گا' تب انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا پختہ عہد کیا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ انہوں نے کروٹ کے بل سجدہ کیا تھا اور مارے خوف کے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا تو انہوں نے کہا: اس سجدہ سے افضل کوئی سجدہ نہیں ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور جس کی وجہ سے اپنے بندوں پر رحم فرمایا' پھر انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ کروٹ کے بل یعنی ایک شق پر سجدہ کیا کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۴۳۳۔ ۴۳۶) و۱۸۵ یعنی اس میں تدبر اور غور وفکر کرو اور اس کے احکام کو ضائع نہ کرو' کیونکہ کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے مقتضیٰ پر عمل کیا جائے یہ نہیں کہ ان کے معنی پر غور وفکر کیے بغیر ان کی صرف تلاوت کر لی جائے۔ امام نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بدتر فاسق وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے کسی حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا' اس حدیث میں نبی ﷺ نے یہ بتلا دیا کہ قرآن مجید پڑھنے سے مقصود عمل ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۴۴۳۔ ۴۴۲) و۱۸۶ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ الاعراف کی اس آیت کے متعلق میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا' پھر اس پشت سے اولاد نکالی' پھر فرمایا: ان کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے عمل کریں گے' پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے ایک اولاد نکالی اور فرمایا: میں نے ان کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! پھر عمل کس چیز میں ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ جب کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کراتا ہے' حتیٰ کہ وہ شخص اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے' اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل دوزخ کے عمل کراتا ہے حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے' پھر اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۰۸۶) و۱۸۷ یعنی اس عہد واقرار کے بعد تم اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کفر وشرک میں اس لیے بے قصور ہیں کہ ہمارے آباء واجداد مشرک تھے' ہم ان کی وجہ سے مشرک ہوئے' اس میں قصور ان کا ہے نہ کہ ہمارا ہے' اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ میں بے علمی معتبر نہیں

الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ

سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیںO اور (اے رسول مکرم!) ان پر اس شخص کا حال بیان کیجئے جس کو ہم

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

نے اپنی آیتوں کا علم دیا تو وہ ان کی اطاعت سے نکل گیا ۱۸۸ پس شیطان نے اس کا پیچھا کیا ۱۸۹ سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیاO ۱۹۰

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ

اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعہ اس کو بلندی عطا کرتے مگر وہ پستی کی طرف جھکا اور اپنی خواہشِ نفس کی

هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ

پیروی کی ۱۹۱ سو اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے یا چھوڑ دو

تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

پھر بھی وہ ہانپ کر زبان نکالے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ۱۹۲

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ

آپ (لوگوں کے سامنے) یہ واقعات بیان کیجئے تاکہ وہ غور و فکر کریںO کیسی بری مثال ہے ان لوگوں

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ

کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور وہ اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرتے تھےO جس کو اللہ ہدایت

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہی پر رکھے سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیںO ۱۹۳

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور بے شک ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے ۱۹۴ جن کے دل

ہے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محض تقلید سے دین اختیار نہیں کرنا چاہیے ف۱۸۸ ان آیتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شخص کا قصہ بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے' قرآن مجید اور احادیث میں اس کے نام کی تصریح نہیں ہے' نہ اس کی شخصیت اور اس کی صفت کا تذکرہ ہے' البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا نام بلعم بن باعر یا بلعم بن باعوراء منقول ہے۔ (جامع البیان ج۹ ص ۱۶۳' ملخصاً) ف۱۸۹ اس کے دو معنی ہیں' ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو دلائل توحید کی تعلیم دی اور وہ ان کا عالم ہو گیا' پھر وہ اللہ کی اطاعت سے اس کی معصیت کی طرف اور اس کی محبت سے اس کی ناراضگی کی طرف نکل گیا' دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس پر توحید کی ہدایت پیش کی لیکن اس نے ہدایت کو قبول نہیں کیا اور کفر پر برقرار رہا ف۱۹۰ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جس شخص کو ہدایت دی گئی اور اس نے ہدایت سے اعراض کر کے خواہشِ نفس اور گمراہی کو اختیار کر لیا اور دنیا کی دلچسپیوں کی طرف راغب ہوا حتیٰ کہ وہ شیطان کا ہم نوا ہو گیا تو اس کا انجام آخرت کی ناکامی اور نامرادی ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کے حال سے عبرت پکڑیں ف۱۹۱ اس آیت میں علماء کے لیے بہت سخت حکم ہے' کیونکہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیاتِ بینات کا علم عطا فرمایا اور اس کو اپنے اسم اعظم کی تعلیم دی اور اس کو مستجاب الدعوات بنایا یعنی اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں' لیکن جب اس نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو وہ دین سے نکل گیا اور کتے کی مانند ہو گیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے تو اس پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے' سو اگر وہ شخص ہدایت سے اعراض کرے اور خواہشِ نفس کی پیروی کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے الطاف و عنایات سے بہت زیادہ دور ہو جاتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا علم زیادہ ہوا اور اس کی دنیا میں بے رغبتی زیادہ نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہی دور ہو گیا۔ (الجامع الصغیر: ۸۳۹۷۔ ج ۲) ف۱۹۲ یہ مثال ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں' پہلے اہل مکہ یہ تمنا کرتے تھے کہ کوئی ہدایت دینے والا ہادی آئے جو ان کو اللہ کی طرف ہدایت دے' پھر جب ان کے پاس ایسا شخص کریم آیا' جس کی امانت اور دیانت میں ان کو کوئی شک نہیں تھا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اللہ کی اطاعت نہ کی' سو جب انہیں اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی دعوت نہیں دی گئی تھی' جب بھی وہ اللہ کی توحید اور اس کی عبادت سے اعراض کرتے تھے اور جب انہیں یہ دعوت دی گئی' تب بھی وہ اللہ کی توحید اور اس کی عبادت سے اعراض کرتے تھے تو ان پر یہ مثال منطبق ہو گئی کہ وہ اس ہانپنے والے کتے کی طرح ہیں کہ تم اس پر حملہ کرو تو پھر بھی وہ ہانپتا ہے اور حملہ نہ کرو تو وہ پھر بھی ہانپتا ہے ف۱۹۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا پیدا کرنا' اللہ کی جانب سے ہے اور ان کا اختیار کرنا بندہ کی طرف مفوض ہے' بندہ اگر ہدایت کو اختیار کرتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ گمراہی کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی کو پیدا کر دیتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس اختیار کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ بہت غامض بحث ہے' اس کی تفصیل اور تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۲۶۹ تا ۲۷۱ کو ملاحظہ فرمائیں ف۱۹۴ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان کے اذہان حق کی معرفت کو قبول نہیں کریں گے اور یہ اپنی آنکھوں سے مخلوقات میں اللہ کی نشانیوں کو نہیں دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی آیات جب تلاوت کی جائیں گی تو یہ ان کو غور و فکر سے نہیں سنیں گے' کفر پر اصرار اور ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے قلوب ماؤف ہیں اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں اور ان کی آنکھوں میں ڈاٹیں ہیں۔ اس آیت سے مقصود یہود کا حال بیان کرنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں انتہا کو پہنچ چکے ہیں' حالانکہ ان کو علم الیقین ہے کہ ان کی کتابوں میں جس نبی کی بعثت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ یہی ہیں یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ان بہت سے لوگوں میں سے ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں گویا کہ ان کو پیدا ہی دوزخ کے لیے کیا گیا ہے۔ (الکشاف ج ۲ ص ۱۷۸۔ ۱۷۷)

لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ

ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر) وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں (مگر)

لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

ان سے سنتے نہیں' ۱۹۵ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں' وہ غفلت میں

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا

پڑے ہوئے ہیں○ ۱۹۶ اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو' ۱۹۷ اور ان لوگوں

الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں غلط راہ اختیار کرتے ہیں' ۱۹۸ جو کچھ وہ کرتے ہیں عنقریب ان کو اس کی سزا دی جائے گی○

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ؑ وَالَّذِيْنَ

اور جن لوگوں کو ہم نے پیدا کیا ہے ان میں ایک ایسا گروہ (بھی) ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے ساتھ عدل کرتا ہے○ ۱۹۹ اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ۚ وَاُمْلِيْ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا○ ۲۰۰ اور

لَهُمْ ۗ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ

میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں' بے شک میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے○ ۲۰۱ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب پر

مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

مطلقاً جنون نہیں ہے' وہ تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں○ ۲۰۲ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کی نشانیوں میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى

غور نہیں کیا اور ہر اس چیز میں جس کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے؟ ۲۰۳ اور اس میں کہ شاید ان کا مقررہ

ف۱۹۵ یعنی وہ اللہ کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت کے دلائل پر دل سے غور وفکر نہیں کرتے' اور اس کائنات میں اس کے وجود پر جو نشانیاں ہیں' ان کا آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی جو تلاوت کی جاتی ہے' اس کو کانوں سے غور سے نہیں سنتے اور نہ وعظ ونصیحت کو سنتے ہیں ف۱۹۶ انسان اور باقی حیوانات غذا حاصل کرنے کی قوت' نشو ونما کی قوت اور تولید کی قوت میں مشترک ہیں' نیز حواسِ ظاہرہ اور باطنہ بھی مشترک ہیں اور تخیل' توہم اور تذکر کے احوال میں بھی مشترک ہیں' انسان اور باقی حیوانات کے درمیان صرف قوتِ عقلیہ اور فکریہ کی وجہ سے امتیاز ہے' جو قوت حق اور خیر کی طرف ہدایت دیتی ہے تا کہ حق اور خیر کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ جب کفار نے قوتِ عقلیہ اور فکریہ سے کام لینے سے اعراض کیا اور اس کے توسط سے حق کی معرفت حاصل کرنے اور نیک کام کرنے سے روگردانی کی تو وہ جانوروں کی مانند ہو گئے' بلکہ ان سے زیادہ گمراہ کیونکہ حیوانات کو ان فضائل کے حصول پر کوئی قدرت نہیں ہے اور انسان کو ان کے حصول کی قدرت دی گئی ہے' اور جو لوگ قدرت کے باوجود ان عظیم فضائل کے حصول سے روگردانی کریں' ان کا حال ان سے زیادہ خسیس ہوگا جو عجز کی وجہ سے ان فضائل کو حاصل نہیں کر سکتے ف۱۹۷ اس سے مراد الفاظ ہیں کیونکہ یہ الفاظ اللہ عزوجل پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں' جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ "هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ" (الحدیث) (صحیح البخاری: ۷۳۹۲) ف۱۹۸ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت بیان کی جائے جس کے ساتھ اس کو موصوف کرنا جائز نہیں ہے' دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی ایسی تاویل کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۷۷) ف۱۹۹ ابن جریج نے کہا: ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ میری امت ہے' یہ حق کے ساتھ لیتے ہیں' دیتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۱۸۱) اس آیت میں اس کی صریح دلیل ہے کہ اجماع امت حجت ہے' اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا' جو ان کو نا کام کرنا چاہے' وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا امر آ جائے گا اور وہ اسی طرح ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۳۶) ف۲۰۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کو ہلاکت کے قریب کر دیں گے اور ان کے عذاب کو اس طرح دگنا کر دیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چل سکے گا' کیونکہ یہ لوگ جب بھی کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں یا کوئی گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر نعمت اور خیر کے دروازے کھول دیتا ہے' اس سے یہ بہت خوش ہوتے ہیں اور سرکشی اور گمراہی میں اور زیادہ منہمک اور مستغرق ہو جاتے ہیں اور جوں جوں ان پر نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں' یہ توں توں زیادہ گناہ کرتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ اچانک ان کو عین غفلت میں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر کے پاس کسریٰ کے خزانے لائے گئے تو انہوں نے کہا: اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں مستدرج ہوں کیونکہ تو نے فرمایا ہے: ہم ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا ف۲۰۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں دنیا میں ان کو ان کے کفر پر اصرار کے باوجود باقی رکھتا ہوں اور ان کو جلدی سزا نہیں دیتا' اس لیے کہ یہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے' اور نہ مجھے سزا دینے سے روک سکتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ کا "کید" یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب دے گا اور اس کو "کید" اس لیے فرمایا کہ کفار پر وہ عذاب اچانک آئے گا' جس کا انہیں پہلے سے بالکل اندازہ نہیں ہوگا ف۲۰۲ حسن بصری اور قتادہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رات کو صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر قریش کو قبیلہ بہ قبیلہ پکارتے اور فرماتے: اے بنو فلاں! اے بنو فلاں! اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تو کوئی کہنے والا کہتا کہ تمہارا یہ صاحب مجنون ہے' رات سے لے کر صبح تک چلاتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۱۸۲) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی ﷺ کے معمولات پر غور کرنے کی دعوت دی تا کہ انہیں معلوم ہو کہ نبی ﷺ ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے رات بھر پکارتے ہیں' العیاذ باللہ کسی جنون (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

وقت قریب آ چکا ہے پس اس قرآن کے بعد وہ اور کس چیز پر ایمان لائیں گے O

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَ یَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ

جس کو اللہ گمراہی پر رکھے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور اللہ ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا

یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

چھوڑ دیتا ہے O ۲۰۴ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ آپ کہیے کہ اس کا علم

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ

تو صرف میرے رب کے پاس ہے اس کے وقت پر صرف وہی اس کو ظہور میں لائے گا آسمانوں اور زمینوں پر قیامت بہت

وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ

بھاری ہے وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی ۲۰۵ وہ آپ سے اس کے متعلق اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی جستجو میں

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ

ہیں آپ کہیے اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے O ۲۰۶ آپ کہیے کہ

لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ

میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے ۲۰۷ اور اگر میں (ازخود)

اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ

غیب کو جانتا تو میں (ازخود) خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع هُوَ الَّذِیْ

میں تو صرف ایمان والوں کو (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا اور (اخروی ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں O ۲۰۸ وہ (اللہ ہی) ہے

ف۲۰۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مسلسل کفریہ عقائد پر جمع رہنے کی وجہ سے کافروں کے دل میں گمراہی راسخ ہو گئی اور وہ اپنی سرکشی میں حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے اختیار سے اس چیز کو ضائع کر دیا' جو انہیں ہدایت اور ایمان کی دعوت دیتی تو پھر ان کے دلوں اور دماغوں سے دعوتِ حق کو قبول کرنے کی استعداد جاتی رہی' اور وہ اس طرح ہو گئے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی پر پیدا کیا ہے ف۲۰۵ جس وقت قیامت واقع ہو گی' اس وقت کو اللہ سبحانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کی نظیر حسبِ ذیل آیات ہیں: "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ" (لقمان: ۳۴) بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ "اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا" (طٰہٰ: ۱۵) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔ جب حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ بندوں سے قیامت کے وقوع کے وقت کو مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہو گا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آ جائے' اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہر وقت کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۲۳) ف۲۰۶ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلی طور پر قیامت کے وقوع اور اس کے احوال کا علم دیا گیا تھا' یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے واقع ہونے سے پہلے اس کی تمام نشانیاں بیان فرمائیں' آپ نے فرمایا کہ "یوم القیامۃ" یوم عاشوراء ہے (یعنی محرم کے مہینے کی دس تاریخ)۔ (فضائل الاوقات: ۲۷۳' ص ۴۴۱) نیز آپ نے قیامت کے سلسلے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی آخری ساعت میں عجلت سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہو گی۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوعِ قیامت کا مہینہ' تاریخ' دن اور خاص وقت سب بتا دیا' صرف سن نہیں بتایا' کیونکہ اگر سن بھی بتا دیتے تو ہم آج جان لیتے کہ قیامت آنے میں اب اتنے سال باقی رہ گئے ہیں اور ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اب ایک گھنٹے بعد قیامت آئے گی اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے: "لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً" (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے مکذب نہیں' مصدق تھے' اس لیے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے باقی سب کچھ بتا دیا ف۲۰۷ اس آیت میں توحید کا بیان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند کہ مؤمنین کو اپنی شفاعت سے نفع پہنچائیں گے کیونکہ آپ شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی لیکن آپ نے یہاں مطلقاً نفع رسانی سے منع فرمایا تاکہ انہیں عذاب سے ڈرائیں کہ وہ صرف شفاعت پر تکیہ نہ کر لیں اور ان کو آخرت کے لیے کوشش کی ترغیب دیں ف۲۰۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں ان ہی اُمور پر قادر ہوں جن پر اللہ عزوجل نے مجھے قدرت دی ہے' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تصرفات اللہ کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہیں۔ (البحر المحیط ج ۵ ص ۲۴۱' الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۰۱) علم غیب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم دیئے جانے کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کا مطالعہ کرنے کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۶۹ تا ۴۸۷ کو ملاحظہ فرمائیں اور اسی جلد کے ص ۶۲۴ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علومِ خمسہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے

اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ

پھر مرد نے جب اسے ڈھانپ لیا تو اسے خفیف سا حمل ہو گیا' وہ اس کے ساتھ چل پھر رہی تھی' پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو

اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ

دونوں نے اللہ سے دعا کی جو ان کا پروردگار ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم ضرور شکر گزاروں

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ

میں سے ہو جائیں گے ○ پس جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرا لیے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ

سو اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں ○ ۲۰۹ے کیا یہ ان کو شریک قرار دیتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود

يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ

پیدا کیے گئے ہیں ○ ۲۱۰ے اور وہ ان (مشرکین) کے لیے کسی مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ خود اپنی

يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۗ

مدد کر سکتے ہیں ○ ۲۱۱ے اور (اے مشرکو!) اگر تم ان بتوں کو ہدایت کے حصول کے لیے پکارو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آ سکیں گے'

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

سو تمہارے لیے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو ○ ۲۱۲ے بے شک اللہ کو

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا

چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم ان کو پکارو اور پھر چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں

ف۲۰۹ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا جہل اور ان کا شرک بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم میں سے ہر شخص کو پیدا کیا ہے اور اسی کی جنس سے اس کی بیوی بنائی اور جب شوہر نے اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر لیا اور وہ حاملہ ہو گئی تو دونوں میاں اور بیوی نے اللہ سے دعا کی' جو ان کا رب ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم تیرے شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو وہ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں شرک کرنے لگے۔ دہریے کہتے ہیں کہ بچہ کا اس طرح پیدا ہونا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ ستارہ پرست کہتے ہیں کہ یہ ستاروں کی چال اور ان کی تاثیر سے پیدا ہوا اور بت پرست یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی دیوی دیوتاؤں کی دین ہے اور یہ لوگ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ فطرت ہو یا ستارے' بت ہوں یا دیوی اور دیوتا' سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے' جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اسی نے اولاد کو بھی پیدا کیا ہے' سو اولاد کی طلب کے لیے اسی کے آستانہ پر سر جھکانا چاہیے اور اولاد پانے کے بعد اسی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے' البتہ اولاد کی طلب کے لیے نیک لوگوں اور بزرگوں سے دعا کرانا جائز ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا بھی جائز ہے ف۲۱۰ اس آیت سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان اپنے افعال کا خالق نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ مخلوق کسی چیز کو خلق کرنے پر قادر نہیں ہے ف۲۱۱ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے پر قادر ہو اور بت اپنی پرستش کرنے والوں کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان' تو ان کی پرستش اور عبادت کرنا کیوں کر درست ہو گی' بلکہ بتوں کا حال تو یہ ہے کہ اگر کوئی ان بتوں کو توڑ دے تو وہ اپنے آپ کو اس سے نہیں بچا سکتے' تو جو اپنی ذات سے ضرر دور کرنے پر قادر نہیں ہیں تو وہ انسان کو تکالیف اور مصائب سے کب بچا سکتے ہیں ف۲۱۲ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جس طرح یہ بت حصول نفع اور دفع ضرر پر قادر نہیں ہیں' اسی طرح ان کو کسی چیز کا علم بھی نہیں ہے' اس لیے جب تم انہیں کسی نیک کام کے لیے پکارو تو یہ تمہارے پیچھے نہیں لگیں گے' اور اس آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم ان کو کسی خیر اور اچھائی کے لیے پکارو تو یہ تمہاری پکار کا جواب نہیں دیں گے یا تم ان سے کوئی دعا کرو تو یہ تمہاری دعا قبول نہیں کریں گے' اس لیے فرمایا کہ تمہارے لیے برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا خاموش رہو۔

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ أَمْ

اگر تم سچے ہوO کیا ان کے پیر ہیں جن سے وہ چل سکیں یا

لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ

ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں

أَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ

یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکیں ۲۱۳ آپ کہیے کہ تم اپنے شرکاء کو بلاؤ' پھر اپنی تدبیر مجھ پر آزماؤ

فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِـۧيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ ز وَهُوَ

اور اس کے بعد مجھے (بالکل) مہلت مت دوO ۲۱۴ بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے' اور وہ

يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

نیک لوگوں کی مدد کرتا ہےO ۲۱۵ اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری

نَصْرَكُمْ وَلَآ أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى

مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیںO ۲۱۶ اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ سن

لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

نہیں سکیں گے اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ (بظاہر) آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں' حالانکہ وہ (حقیقت میں) بالکل نہیں دیکھ رہےO ۲۱۷

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا

آپ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئےO ۲۱۸ اور (اے مخاطب!)

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ

اگر شیطان تمہیں کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ طلب کرو' بے شک وہ بہت سننے والا

ف۲۱۳ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ بت تو بے جان پتھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بر تقدیر فرض ہے۔ پہلی آیت میں یہ بتایا ہے کہ جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ بے جان پتھر ہیں' جن کے حواس ہیں اور نہ وہ حرکت کر سکتے ہیں' اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ حواس اور عقل رکھتے ہیں اور حرکت بالارادہ کر سکتے ہیں' تب بھی زیادہ سے زیادہ وہ تمہاری طرح بندے ہیں اور ان کو تم پر کوئی فضیلت نہیں ہے' پھر تم نے ان کو اپنا خالق' اپنا رب اور اپنا معبود کیسے فرض کر لیا' پھر اس پر دلیل قائم فرمائی کہ ان کو تم پر کوئی فوقیت نہیں ہے اور اگر تم ان کے رب اور معبود ہونے کے دعویٰ میں سچے ہو تو ان کو پکارو تا کہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں' نیز اس آیت میں بتوں کو پکارنے کا جو حکم دیا ہے' وہ بتوں کے عجز کو ثابت کرنے کے لیے ہے تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کسی کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے' پھر وہ خدائی کی صلاحیت کب رکھ سکتے ہیں' پس اے مشرکو! ظاہر ہو گیا کہ تم اور وہ ایک جیسے ہو بلکہ وہ تم سے بھی ارذل اور ادنیٰ ہیں کیونکہ تم چلنے پھرنے' چیزوں کو پکڑنے اور سننے اور دیکھنے پر قادر ہو اور وہ تو اتنی بھی قدرت نہیں رکھتے ف۲۱۴ حسن بصری نے کہا کہ مشرکین نبی ﷺ کو اپنے بتوں سے خوف زدہ کرتے تھے' اس لیے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اور تمہارے بت اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو بگاڑ لیں' اور پھر مجھے بالکل مہلت نہ دیں اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ بت کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں' سو ان کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے ف۲۱۵ اس سے پہلی آیتوں میں یہ فرمایا تھا کہ بتوں کو حصولِ نفع اور دفعِ ضرر پر مطلقاً قدرت نہیں ہے اور اس آیت میں یہ واضح فرمایا ہے کہ صاحبِ عقل کو یہ چاہیے کہ صرف اللہ کی عبادت کرے' جو دین و دنیا کے منافع پہنچانے کا ولی ہے۔ اس نے دین کے منافع اس طرح پہنچائے کہ اس کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل فرمایا' جس میں معیشت اور آخرت کا مکمل اور جامع نظام ہے اور دنیا کے منافع اس طرح پہنچائے کہ اس نے فرمایا: وہ صالحین کا ولی ہے یعنی نیک لوگوں کا مددگار ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہ آواز بلند فرماتے ہوئے سنا' آپ نے فرمایا: سنو! میرے باپ کی آل میرے مددگار نہیں ہیں' میرا ولی اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۹۹۰) ف۲۱۶ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ بت نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی' سو یہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ اگر کتا ان کا چڑھاوا لے جائے تو وہ چھین نہیں سکتے' اگر ان پر مکھیاں بھنک رہی ہوں تو انہیں اُڑا نہیں سکتے ف۲۱۷ اس سے مراد بت ہیں یا مشرکین۔ اگر اس سے مراد بت ہیں تو ان کے دیکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے سامنے بالمقابل ہیں اور چونکہ دیکھنے والا بالمقابل ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: وہ بہ ظاہر دیکھ رہے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ بالکل نہیں دیکھ رہے' اور اگر اس سے مراد مشرکین ہیں تو پھر معنی یہ ہے کہ یہ کفار اور مشرکین ہر چند کہ بہ ظاہر آپ کو دیکھ رہے ہیں لیکن یہ چونکہ آپ کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے' بلکہ عداوت سے دیکھتے ہیں تو گویا کہ وہ آپ کو نہیں دیکھتے یا چونکہ وہ حق سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں نبوت کے جو دلائل اور نشانیاں رکھی ہیں' ان کا اثر قبول نہیں کرتے' اس لیے گویا کہ وہ آپ کو نہیں دیکھتے ف۲۱۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کا صحیح اور معتدل طریقہ بیان فرمایا ہے' کیونکہ صالح اور نیک ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کیا جائے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کی جائے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ بن عامر! جو تم سے تعلق توڑے' تم اس سے تعلق جوڑو اور جو تم کو محروم کرے' اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے' اس کو معاف کر دو۔ میں دوبارہ ملاقات کے لیے گیا تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ بن عامر! اپنی زبان پر قابو رکھو' اپنے گناہوں پر روؤ اور تمہارے گھر میں گنجائش رہنی چاہیے۔ (مسند احمد: ۱۷۴۵۸' ج ۶)

عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

سب کچھ جاننے والا ہےO بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی برا خیال چھو بھی جائے

تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي

تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں ۲۱۹ع اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیںO اور شیطانوں کے بھائی بند ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر وہ

الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا

(ان کو گمراہ کرنے میں) کوئی کمی نہیں کرتےO ۲۲۰ع اور (اے رسول معظم!) جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے تو یہ کہتے ہیں

اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ

کہ آپ نے کیوں نہ کوئی نشانی منتخب کر لی؟ آپ کہیے کہ میں صرف اس چیز کی اتباع کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی

مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا

ہے یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز احکام کا مجموعہ ہے اور ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہےO ۲۲۱ع

قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائےO ۲۲۲ع

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ

اور اپنے رب کو اپنے دل میں خوف اور عاجزی کے ساتھ یاد کرو اور زبان سے آواز بلند کیے

الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ

بغیر ۲۲۳ع صبح اور شام کو یاد کرو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤO ۲۲۴ع بے شک

الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ

جو آپ کے رب کی بارگاہ کے مقربین ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں

ف۲۱۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں' جب انہیں کوئی وسوسہ لاحق ہو تو وہ اللہ عزوجل کی قدرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعام کیے ہیں' ان میں غور کرتے ہیں اور پھر معصیت کو ترک کر دیتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جزء ۷ ص ۳۱۳) ف۲۲۰ شیطان کے بھائی بند کی دو تفسیریں ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد انسانوں میں سے شیطان ہیں اور وہ لوگوں کو گمراہ کر کے شیاطین جنات کی مدد کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ شیاطین کے بھائی بند وہ کفار ہیں جو لوگوں کو گمراہ کر کے شیاطین کی مدد کرتے ہیں ف۲۲۱ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ سرکش انسانوں اور سرکش جنوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور اس آیت میں ان کے گمراہ کرنے کی ایک خاص نوع کو بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے بہ طورِ سرکشی مخصوص معجزات طلب کیے اور جب نبی علیہ السلام نے ان کے فرمائشی معجزات پیش نہیں کیے تو وہ کہنے لگے کہ اگر اللہ نے آپ کو یہ معجزات نہیں دیئے تو آپ اپنی طرف سے یہ معجزات کیوں نہیں پیش کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے: میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں اللہ سے کوئی مطالبہ یا فرمائش کروں' اللہ تعالیٰ از خود جو چاہتا ہے میرے ہاتھ سے نشانی یا معجزہ صادر فرما دیتا ہے اور تمہارے فرمائشی معجزات کو پیش نہ کرنا اسلام کی تبلیغ' ہدایت اور میری نبوت کے اثبات کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اور اس کا معجزہ ہونا بالکل ظاہر ہے' اور جو واقعی ہدایت کا طالب ہو اس کے لیے تو یہ قرآن ہی کافی ہے اور جس نے خواہ مخواہ کی حجت بازی کرنا ہو اس کے لیے سینکڑوں دلائل بھی ناکافی ہیں ف۲۲۲ فقہاء احناف کے نزدیک نماز سری ہو یا جہری' امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے' ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے لیکن خاموش رہنا ممکن ہے' پس اس ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں بھی خاموش رہنا واجب ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قراءت کو ترک کر دیا اور ان کے امام رسول اللہ علیہ السلام تھے' پس ظاہر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ علیہ السلام کے امر سے قراءت کو ترک کیا تھا اور رسول اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے: امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو تم اس سے اختلاف نہ کرو' جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث میں امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۰۴) احناف کے نزدیک بغیر قراءت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قراءت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قراءت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قراءت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۵۰' سنن دارقطنی: ۱۲۵۰) ف۲۲۳ اس کا معنی ہے: چلا چلا کر ذکر نہ کیا جائے' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر میں تھے' مسلمان بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر کہہ رہے تھے' نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو' تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے' تم سننے والے اور قریب کو پکار رہے ہو' جو تمہارے ساتھ ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰۹) اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ نے گلا پھاڑ کر اور چلا چلا کر ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت اور یہ حدیث معتدل آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کے منافی نہیں ہے ف۲۲۴ صبح و شام کے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس لیے خاص فرمایا ہے کہ فجر کے وقت رات کے فرشتے جا رہے ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے آ رہے ہوتے ہیں تو دونوں فرشتے اس ذکر کو لکھ لیں اور اسی طرح شام کے وقت میں بھی۔

وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾

اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں○ ۲۲۵ع

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۷۵ | رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

سورۃ الانفال مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پچھتر آیتیں دس رکوع ہیں

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا

(اے رسولِ مکرم!) یہ آپ سے انفال (اموالِ غنیمت) کے متعلق سوال کرتے ہیں ۱ آپ کہیے کہ انفال (کے حکم) کا اللہ اور اس کا

اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

رسول مالک ہے ۲ سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم مؤمن (کامل) ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

اطاعت کرتے رہو ۳○ وہی لوگ مؤمن کامل ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل

قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ

خوف زدہ ہو جائیں ۴ اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کر دیں ۴ اور وہ اپنے

يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٢﴾ ۚ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣﴾ ؕ

رب پر ہی توکل کرتے ہیں○ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں○ ۵

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ

یہی لوگ برحق مؤمن ہیں ۶ ان کے رب کے پاس ان کے لیے (بلند) درجات ہیں اور بخشش

مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٤﴾ ۚ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ

اور معزز روزی ہے○ (مالِ غنیمت کی تقسیم میں ان کا اختلاف کرنا اسی طرح ہے) جس طرح اس وقت ان کا اختلاف تھا جب آپ کا

ع ۲۴ | ۱۹ | ۱۴

ف۲۲۵ قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں اور یہ پہلا سجدہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۰) قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الانفال: ف۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا ایسا کام کیا' اس کو فلاں فلاں چیز زائد ملے گی' پس نوجوان آگے بڑھے اور بڑے بوڑھے جھنڈوں کے پاس کھڑے رہے اور ان کے ساتھ نہیں گئے' جب اللہ نے ان کو فتح عطا فرمائی تو بوڑھوں نے کہا: تم ہماری پناہ میں تھے' اگر تم شکست کھاتے تو ہماری طرف آتے' تم ہمارے بغیر مالِ غنیمت نہ لو' نوجوانوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مالِ غنیمت ہمارے لیے رکھا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۳) ف۲ اس سے مراد خمس ہے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مال ہے اور آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے یا تقسیم کے بعد اس میں سے جس کو چاہیں بہ طور ترغیب عطا فرما دیں اور جس مجاہد کو یہ ملے گا وہ اس کے حصہ سے زائد ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۴۹) ف۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو' بشرطیکہ تم کامل مؤمن ہو۔ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ کمال ایمان کمال طاعت کو مستلزم ہے اور کمال ایمان اس وقت حاصل ہوگا' جب اللہ کے ذکر سے مسلمان کا دل خوف زدہ ہو اور اللہ کی آیات سن کر اس کا ایمان قوی ہو اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرے' نماز قائم کرے اور صدقہ و خیرات ادا کرے' سو ایسے لوگوں کا ہی ایمان کامل ہے اور وہی برحق مؤمن ہیں ف۴ اس آیت سے ائمہ ثلاثہ اور محدثین یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔ محققین اور امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ ایمان بسیط ہے اور اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی' اس کی تحقیق یہ ہے کہ امام اعظم اور محققین کے نزدیک نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں' اس لیے اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی اور نفس ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کے ائمہ ثلاثہ اور محدثین بھی قائل نہیں ہیں اور ائمہ ثلاثہ اور محدثین ایمان کامل میں اعمال کے داخل ہونے کے قائل ہیں' اور ایمان کامل میں اعمال کے دخول کے امام اعظم اور محققین بھی قائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایمان میں ان سب کے نزدیک اعمال داخل نہیں ہیں اور اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی اور ایمان کامل میں ان سب کے نزدیک اعمال داخل ہیں اور اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ محدثین و امام شافعی وغیرہ کے نزدیک جب مطلق ایمان بولا جاتا ہے تو اس سے ایمان کامل مراد ہوتا ہے' جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب مطلق ایمان بولا جاتا ہے تو اس سے نفس ایمان مراد ہوتا ہے ف۵ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی تین باطنی صفات بیان فرمائیں تھیں (۱) وہ اللہ سے ڈرتے ہیں (۲) اللہ کی آیات سن کر ان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے (۳) اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں اور ان کے باطن کی پاکیزگی پر ظاہری پاکیزگی مترتب ہوتی ہے اور قلب کی جلاء اور صفاء کا قالب پر اثر ہوتا ہے' اس لیے اس کے بعد ان کے ظاہر کی دو صفات بیان فرمائیں کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں' بدنی عبادت میں سب سے افضل نماز ہے' اس لیے اس کا ذکر فرمایا' اور اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرنا مالی عبادت ہے' اس میں زکوٰۃ' صدقات' نماز اور جہاد کے لیے خرچ کرنا' مساجد پر خرچ کرنا داخل ہے ف۶ آیات سابقہ میں تین باطنی اور دو ظاہری صفات ذکر کی گئی ہیں' یعنی اللہ کا ذکر سن کر دل کا خوف زدہ ہونا' آیات سن کر ایمان زیادہ ہونا اور صرف اللہ کے فضل اور اسی کی نصرت پر اعتماد اور توکل کرنا' اور نماز قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور جو مسلمان ان پانچوں صفات کے ساتھ متصف ہو' ان کے متعلق فرمایا کہ وہی برحق مؤمن ہیں۔

وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿٥﴾ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ

رب حق کے ساتھ آپ کو آپ کے گھر سے باہر لایا تھا' اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرنے والا تھا○ یہ وہ لوگ حق

بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٦﴾

ظاہر ہونے کے باوجود آپ سے اس میں بحث کر رہے تھے' گویا کہ وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف دھکیلے جا رہے تھے○ ۸

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ

اور (یاد کرو) جب اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک (پر غلبہ) کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور تم یہ

أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ

چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (قافلہ) تمہارے ہاتھ لگے ۹ اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات سے حق کو

بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ

ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے○ تا کہ وہ حق کو ثابت کر دے اور ناحق کو باطل

الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ

کر دے خواہ مجرموں کو ناگوار ہو○ ۱۰ (اور یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے

لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ

تمہاری دعا قبول فرمالی ۱۱ کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمانے والا ہوں○ اور اللہ نے اس کو

اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ

تمہارے لیے صرف خوش خبری بنایا تاکہ اس کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہوں' اور نصرت صرف اللہ کی جانب سے

عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً

ہوتی ہے' بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ ۱۲ (یاد کرو) جب اللہ اپنی طرف سے تم پر غنودگی طاری کر رہا تھا

ع ۱۰ / ۱۵

ف۸ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ لشکر قریش سے مقابلہ کرنا صرف بعض اصحاب کو ناگوار تھا' تمام صحابہ کو ناگوار نہیں تھا۔ ف۸ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لشکر کفار سے مقابلہ کرنے کے بجائے قافلہ کے مال و متاع کی وجہ سے اس پر حملہ کرنے کو ترجیح دیتے تھے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کو یہ بتا چکے تھے کہ اس مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی اور ان کی بحث یہ تھی کہ ہم تو قافلہ پر حملہ کرنے کی نیت سے گھروں سے نکلے تھے اور آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا تاکہ ہم اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی اچھی طرح تیاری کر لیتے' پھر ان پر لشکر کفار کا جو رعب اور ہیبت طاری تھی' اس کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال سے تشبیہ دی' جو آنکھوں دیکھے موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں' ان کے خوف کی وجہ یہ تھی کہ لشکر کفار کے مقابلہ میں ان کی تعداد ایک تہائی تھی' اور ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور باقی پیادہ تھے اور ان کے پاس ہتھیار بھی بہت کم تھے ف۹ عروہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان قریش کے چند سواروں کے ساتھ شام سے آ رہا تھا' جب نبی ﷺ کو اس کے قافلہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو بلایا اور ان کو بتایا کہ اس قافلہ میں بہت مال اور سامان ہے اور اس کے مخالفوں کی تعداد بہت کم ہے تو صحابہ مدینہ سے باہر نکلے' ان کا ارادہ صرف ابوسفیان اور اس کے سواروں پر حملہ کرنے کا تھا اور وہ صرف مال غنیمت کے حصول کے لیے نکلے تھے اور ان کا یہ خیال نہیں تھا کہ کوئی بہت بڑی جنگ ہوگی' جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے۔ (جامع البیان: ۱۲۲۰۹) ف۱۰ اس آیت میں حق کو ثابت کرنے سے مراد ہے: دین اسلام اور قرآن مجید کی حقانیت کو ثابت کرنا اور کفار کے باطل عقائد کا بطلان واضح کرنا' اور معرکۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح دینا ہے ف۱۱ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن نبی ﷺ نے مشرکین کی تعداد کی طرف دیکھا اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو اور کچھ تھے' پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا فرما۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی' رسول اللہ ﷺ اسی طرح دعا فرما رہے تھے' حتیٰ کہ آپ کی چادر کندھے سے ڈھلک گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کے کندھے پر رکھی اور آپ سے لپٹ گئے' اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں' آپ نے اللہ عزوجل سے بہت فریاد کر لی ہے' عنقریب آپ کا رب آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۹۲) احادیث میں یہی مذکور ہے کہ اس وقت نبی ﷺ دعا فرما رہے تھے' لیکن قرآن مجید میں جمع کا صیغہ ہے' جس کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ کرام دعا کر رہے تھے اور بہ ظاہر یہی اقرب ہے کیونکہ صحابہ کرام کو دشمن کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی سے بہت خوف تھا۔ تاہم ان میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ نبی ﷺ دعا فرما رہے تھے اور صحابہ اس پر آمین کہہ رہے تھے ف۱۲ اس آیت میں ان علماء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا تھا' وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے قول کی حکایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رکھتے تھے' ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور فرشتے مومنوں سے یہ کہتے تھے کہ تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۷)

مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ

جو تمہارے لیے بے خوفی کا باعث ہوئی ۱۳ اور تم پر آسمان سے بارش نازل فرما رہا تھا تاکہ اس سے تمہیں

يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ

پاک کرے اور تم سے شیطان کی نجاست کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس کے ذریعہ تمہارے

بِهِ الْاَقْدَامَؕ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا

قدم جما دے O ۱۴ اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم مؤمنوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

کو ثابت قدم رکھو ۱۵ میں عنقریب ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' سو تم کافروں

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍؕ ﴿۱۲﴾

کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ O ۱۶

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے

رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ

تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O یہ ہے (تمہاری سزا) ۱۷ سو اس کو چکھو اور بے شک

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ

کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے O ۱۸ اے ایمان والو! جب

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَۚ ﴿۱۵﴾ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ

جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو O اور جس شخص نے

ف۱۳ ہر نیند اور غنودگی اللہ کی طرف سے طاری ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس غنودگی کو طاری کرنے کی نسبت جو اپنی طرف کی ہے اور اس کو اہمیت سے بیان فرمایا تو ضرور اس میں اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نعمتیں ہیں' ان میں بعض یہ ہیں: (۱) جب کوئی شخص اپنے دشمن سے خوف زدہ ہو اور اس کو اپنے اہل و عیال کی جان کا خطرہ ہو تو عادتاً اس کو نیند نہیں آتی اور جب اس کیفیت میں نیند آ جائے تو یہ ضرور ایک غیر معمولی بات ہے (۲) وہ ایسی گہری نیند نہیں سوئے تھے کہ گرد و پیش سے بالکل بے خبر ہو جاتے' ورنہ دشمن ان پر اچانک ٹوٹ پڑتا اور ان سب کو ہلاک کر دیتا' بلکہ ان پر صرف غنودگی طاری کی' جس سے ان کی تھکاوٹ دور ہو جائے اور صبح کو وہ تازہ دم اٹھیں اور اگر رات کو دشمن ان کی طرف آتا تو وہ فوراً بیدار ہو جاتے اور دشمن ان کو بے خبری میں ہلاک کرنے پر قادر نہ ہوتا (۳) ایک بڑی جماعت کے ہر شخص کو بیک وقت نیند کا آ جانا بھی غیر معمولی بات ہے ف۱۴ اس کی تفسیر یہ ہے کہ مسلمان وادی بدر کی جس جانب تھے' وہاں ریتلی زمین تھی اور کفارِ قریش جس جانب تھے وہاں دھول اور مٹی تھی' اور بارش ہونے سے ریت بیٹھ گئی اور مسلمانوں کے لیے آسانی ہو گئی اور جہاں دھول اور مٹی تھی وہاں بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گئی اور ان کا چلنا دوبھر ہو گیا تو اس بارش نے جہاں مسلمانوں کے لیے آسانی کی' وہاں کفارِ قریش کے لیے مشکل اور دشواری کی اور دشمن کی معصیت بھی انسان کے لیے نعمت ہوتی ہے ف۱۵ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ مسلمانوں کی مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو اور فرشتوں کے ثابت قدم رکھنے کا یہ معنی ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ خبر دے دی اور اس سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ اس جنگ میں ثابت قدم رہے ف۱۶ اس آیت میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال کیا تھا' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا تھا' وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کے قول کی حکایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کو جنگ میں ثابت قدم رکھتے تھے' ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور فرشتے مؤمنوں سے یہ کہتے تھے کہ تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۷) ف۱۷ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولینِ بدر کو تین دن تک پڑے رہنے دیا' پھر آپ ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا: اے ابو جہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدے کو سچا پا لیا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا' میں نے اس کو سچا پا لیا' حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم صفۃ الجنۃ: ۷۷ (۲۸۷۴) ۷۰۹۰) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف نہیں ہے بلکہ موت روح کے بدن سے منقطع ہونے اور اس کی بدن سے مفارقت کا نام ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہونا ہے' حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ اپنے اصحاب کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۳۸) ف۱۸ اس میں عذاب کو کھانے پینے کی اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے' یعنی جس طرح کھانے پینے کی چیزیں لذیذ اور نفس کو مرغوب ہوتی ہیں' تو یہ عذاب بھی تمہارے لیے حکماً مرغوب ہے' کیونکہ تمہیں بار بار بتایا گیا کہ جو کفر اور شرک کر رہے ہو' یہ عذاب کا باعث ہے' اس کے باوجود تم کفر اور شرک سے چمٹے رہے' سو تمہیں کفر اور شرک مرغوب تھا اور وہ عذاب کو مستلزم ہے تو عذاب بھی تمہیں حکماً مرغوب ہوگا' سو اب تم اپنی مرغوب چیز کو چکھو۔

يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ

جنگ کی حکمتِ عملی یا ایک جماعت سے ملنے (کے قصد) کے بغیر میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیری تو بے شک

بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶﴾

وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے O ١٩

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۪ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ

سو (اے مسلمانو!) تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے ٢٠ اور (اے رسول مکرم!) آپ نے وہ خاک

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰىۚ وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًاؕ اِنَّ

نہیں پھینکی جس وقت آپ نے وہ خاک پھینکی تھی لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی ٢١ تاکہ وہ مومنوں کو اچھی آزمائش کے ساتھ گزارے

اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ بہت سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے O ٢٢ یہ تو تمہارے ساتھ معاملہ ہے اور اللہ کفار کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے O

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ

(آپ ان کافروں سے کہیے:) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو فیصلہ تمہارے سامنے آچکا ہے ٢٣ اور اگر تم (کفر اور شرک سے) باز آ جاؤ

وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْۚ وَ لَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَوْ كَثُرَتْۙ

تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور اگر تم نے پھر یہی حرکت کی تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے اور تمہارا گروہ خواہ کتنا زیادہ ہو وہ تمہارے

وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ

کسی کام نہ آ سکے گا اور بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے O ٢٤ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا

اور اس سے اعراض نہ کرو جب کہ تم سن رہے ہو O ٢٥ اور ان لوگوں کی مثل

ف١٩ ان آیات کا منشاء یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی فوج کی پسپائی جنگ کی کسی حکمت عملی کی بناء پر ہو' مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہو تو اس صورت میں مسلمان فوج کا پسپا ہونا جائز ہے اور جواز کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان سپاہیوں کی ایک جماعت مرکزی فوج سے بچھڑ گئی ہے' اب وہ اپنے بچاؤ کے لیے پسپا ہو کر مرکزی فوج سے ملنا چاہتی ہے تو اس قسم کی پسپائی بھی جائز ہے' مسلمان فوج کا میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرنا صرف اس صورت میں ناجائز اور حرام ہے جب کہ وہ بزدلی سے محض جنگ سے بچنے کی خاطر میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگے۔ میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا بہت سخت گناہ اور اکبر الکبائر میں سے ہے ف٢٠ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ان کو قتل کرنے پر فخر نہ کرو' اگر اللہ تمہاری مدد نہ فرماتا اور تمہیں حوصلہ اور قوت عطا نہ فرماتا تو تم ان کو قتل نہیں کر سکتے تھے' اس لیے بہ ظاہر تم نے ان کو قتل کیا ہے' لیکن حقیقت میں ان کو اللہ نے قتل کیا ہے' اس آیت میں سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہر اچھے اور نیک کام کی نسبت اللہ کی طرف کرنی چاہیے اور جب انسان اللہ کی توفیق سے کوئی اچھا اور نیک کام کرے تو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیے ف٢١ (غزوۂ بدر میں) جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا: یہ لوگ روسیاہ ہو جائیں تو وہ خاک سب کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بڑھ کر ان کو قتل کرنے لگے اور گرفتار کرنے لگے اور ان کی شکست کا اصل سبب خاک کی وہ مٹھی تھی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز٩ ص ٢٧٢) ف٢٢ اس آیت میں آزمائش کا معنی انعام ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خاک پھینکنے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عظیم نعمت عطا فرمائے گا اور وہ نعمت معرکۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہے اور مالِ غنیمت اور اجر و ثواب ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معرکۂ بدر کی فتح کے بعد اللہ عزوجل مسلمانوں کو آزمائش میں ڈالے گا کہ اس کے بعد کی جنگوں میں وہ بدر کی فتح کے گھمنڈ میں چور ہو جاتے ہیں یا حسب سابق عجز و نیاز کے پیکر بنے رہتے ہیں یا آئندہ وہ اپنی قوت اور عددی برتری پر اتراتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر نگاہ رکھتے ہیں ف٢٣ سدی نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکین مکہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعا کی: اے اللہ! ان دو لشکروں میں سے جو زیادہ عزیز ہو اور ان دو جماعتوں میں جو زیادہ مکرم ہو اور ان دو قبیلوں میں جو زیادہ بہتر ہو اس کو فتح عطا فرما۔ (جامع البیان جز٩ ص ٢٧٥) ف٢٤ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تم ہمارے رسول سے عداوت رکھنے' ان کی تکذیب کرنے' اور ان کے خلاف جنگ کرنے سے باز آ گئے تو یہ دنیا میں بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم قتل کیے جانے' قیدی بنائے جانے اور بہ طورِ غنیمت تمہارے اموال کے لیے جانے سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں بھی تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ تم دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے اور ثواب سے مالا مال کیے جاؤ گے اور اگر تم نے دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کی تو ہم دوبارہ مسلمانوں کو تم پر مسلط کر دیں گے اور تم غزوۂ بدر میں مشاہدہ کر چکے ہو کہ اللہ کی تائید اور نصرت مسلمانوں کے ساتھ ہے اور تم کتنی ہی بھاری جمعیت کو لے کر آؤ' وہ تم کو شکست سے نہیں بچا سکتی ف٢٥ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ فرمایا ہے کہ جب تم کسی چیز کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن رہے ہو تو اس حکم کی اطاعت کرو اور اس حکم سے اعراض نہ کرو' اس جگہ یہ نہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کون سا حکم سن رہے تھے جس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور اس سے اعراض حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حکم کا ذکر نہ کر کے اس کے عموم پر متنبہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ

نہ ہو جانا جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے تھے ○ ۲۶ بے شک اللہ کے نزدیک

الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَ

بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ○ ۲۷ اور

لَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا

اگر اللہ کے علم میں ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ان کو ضرور سنا دیتا' اور اگر (بالفرض) وہ ان کو سنا دیتا

وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَ

تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پشت پھیر لیتے ○ ۲۸ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر

لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ

(فوراً) حاضر ہو' ۲۹ جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفرین ہو ۳۰ اور یقین

بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً

رکھو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہے اور بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے ○ ۳۱ اور اس عذاب سے

لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ

سخت عذاب دینے والا ہے ○ ۳۲ اور یاد کرو جب تم کم تعداد میں تھے' زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے

فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَ

تم ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں ملیا میٹ کر دیں گے تو اللہ نے تمہیں پناہ دی اور

ف۲۶ یہ اس سے پہلی آیت کی تاکید ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کے لیے کسی حکم کو قبول کرنا اس حکم کو سننے کے بعد ہی ممکن ہے' اس لیے کسی حکم کو سننا اس کو قبول کرنے سے کنایہ ہے۔ ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' کا معنی ہے: جس نے اللہ کی حمد کی اللہ نے اس کو قبول کر لیا' پس اس آیت میں یہ فرمایا ہے: تم ان لوگوں کی مثل نہ ہو جانا جو زبان سے کہتے ہیں: ہم نے اللہ کے احکام کو قبول کر لیا اور وہ اپنے دلوں سے قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ منافقین کی صفت ہے ف۲۷ اس آیت میں کفار کو جانوروں اور چوپایوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح جانور کسی نصیحت سے نفع حاصل نہیں کرتے' اسی طرح یہ کفار بھی کسی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق فرمایا: یہ بہرے اور گونگے ہیں' کیونکہ یہ کسی حکم کو سن کر قبول نہیں کرتے اور کسی وعظ اور نصیحت کو سن کر اس سے نفع نہیں اٹھاتے اور اپنی زبان سے کبھی سچ بولتے ہیں نہ سچائی کا اعتراف کرتے ہیں' سو یہ اپنے کانوں اور اپنی زبانوں سے کام نہیں لیتے اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں ف۲۸ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کو ان میں کسی خیر کا علم ہوتا تو وہ ان کو دین حق کے دلائل اور آخرت کے متعلق نصیحتیں سناتا اور ان کے ذہنوں اور دماغوں میں اس کی فہم پیدا کرتا' اور اگر وہ یہ جاننے کے باوجود کہ ان میں کوئی خیر نہیں اور وہ دلائل اور نصائح سے کوئی نفع حاصل نہیں کریں گے' پھر بھی ان کو دلائل اور نصائح سنا دیتا تو وہ ضرور اعراض کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتے ف۲۹ اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا: اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ (روح المعانی جز ۹ ص ۱۹۱) ف۳۰ مجاہد نے کہا: اس سے مراد حق ہے اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے کے بعد قبول حق پر برقرار رہنے کی تلقین فرماتے تھے کیونکہ آپ کے تمام احکام برحق تھے۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۲۸۳ ملخصاً) ف۳۱ امام ابن جریر نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ بندوں سے زیادہ ان کے دلوں کا مالک ہے اور جب بندے کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ان کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی شخص ایمان لا سکتا ہے نہ کفر کر سکتا ہے' نیک کام کر سکتا ہے نہ گناہ کر سکتا ہے۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۲۸۷) ف۳۲ اس آیت میں مسلمانوں کو فتنوں' آزمائشوں اور عذاب سے ڈرایا گیا ہے کہ اگر ظالم پر عذاب نازل ہو تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تم سب پر نازل ہوگا اور نیک لوگوں اور بدکاروں سب پر یہ عذاب نازل ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں' ورنہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۲۸۸)

أَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

اپنی نصرت سے تمہیں قوت عطا کی اور پاک چیزوں سے تمہیں روزی دی تاکہ تم شکر ادا کرو O ف۳۳

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا۟

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو ف۳۴ اور نہ اپنی امانتوں

أَمَٰنَٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَ

میں خیانت کرو حالانکہ تمہیں علم ہو O ف۳۵ اور یقین رکھو کہ تمہارے اموال اور

أَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ ع يَٰٓأَيُّهَا

تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں اور بے شک اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے O ف۳۶ اے ایمان والو!

ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ

اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں کفار سے الگ اور ممتاز کر دے گا اور تمہارے (صغیرہ)

سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ وَ

گناہوں کو مٹا دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے O ف۳۷ اور

إِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ

یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا قتل کریں یا جلا وطن کریں

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ

وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے O ف۳۸ اور جب ان

عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُنَا قَالُوا۟ قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَآ ۙ

پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: (بس رہنے دو) ہم سن چکے ہیں اگر ہم چاہتے تو ہم بھی

ف۳۳ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں تنگی سے آسانی کی طرف اور مصیبتوں سے نعمتوں کی طرف منتقل کیا' بایں طور کہ تمہیں مکہ سے مدینہ منتقل کیا اور تم کفار کے شر سے محفوظ ہو گئے اور اپنی نصرت سے تمہیں قوت عطا کی یعنی جنگ بدر کے دن کفار پر تمہاری ہیبت طاری کر دی' جس کے نتیجہ میں وہ تم سے تین گنا زیادہ ہونے کے باوجود شکست کھا گئے اور پاک چیزوں سے تمہیں روزی دی یعنی تمہارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو انفال (مالِ غنیمت) کی تقسیم میں تمہارا جھگڑنا مناسب نہیں ہے ف۳۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا تو حضرت جبریئل نبی ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو بتایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ میں ہے' تم اس کی طرف روانہ ہو اور اس خبر کو چھپا کر رکھنا۔ ایک شخص نے ابوسفیان کو یہ پیغام بھیج دیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں' سو تم اپنا دفاع اور اپنی حفاظت کا بندوبست کر لو' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۷ ص ۲۹۴) ف۳۵ تمام احکامِ شرعیہ کا مکمل ادا کرنا امانت ہے اور کسی بھی حکمِ شرعی میں کمی کرنا یا اس کو ترک کرنا خیانت ہے' اور مالِ غنیمت میں خیانت کرنا بھی اس میں داخل ہے' ہر چند کہ ان آیات کا نزول مالِ غنیمت میں خیانت کے متعلق ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے' خصوصیت مورد اور سبب (نزول) کا نہیں ہوتا ف۳۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت کی جن نعمتوں سے نوازا ہے' اور جو اولاد تمہیں عطا کی ہے' وہ تمہارے لیے امتحان اور آزمائش ہیں تاکہ اس آزمائش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے کہ تم مال اور اولاد میں اللہ کے حقوق کس طرح ادا کرتے ہو اور مال اور اولاد کی محبت تمہیں اللہ کے احکام پر عمل کرنے سے مانع ہوتی ہے یا نہیں' اور تم یہ یقین رکھو کہ اپنے مال اور اولاد میں تم اللہ کے احکام کے مطابق جو عمل کرتے ہو' اس کا اجر و ثواب اللہ ہی کے پاس ہے' سو تم اللہ ہی کی اطاعت کرو' تاکہ آخرت میں تمہیں اجر جزیل مل جائے ف۳۷ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا معنی ہے: تقویٰ اختیار کیے رہنا' اور تقویٰ کا معنی ہے: ایمان لانے کے بعد تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرنا اور تمام محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرنا۔ تقویٰ کا پہلا مرتبہ ہے: کبیرہ گناہوں سے بچنا اور دوسرا مرتبہ ہے: صغیرہ گناہ سے بچنا اور تیسرا مرتبہ ہے: خلافِ سنت اور خلافِ اولیٰ کاموں سے بچنا' اور اس آیت میں پہلا مرتبہ مراد ہے یعنی کبیرہ گناہوں سے بچنا' کیونکہ اس پر جو دوسری جزا مرتب کی ہے' وہ ہے تمہارے گناہوں (یعنی صغیرہ کو) مٹا دے گا' اور شرط اور جزا میں تغایر ہوتا ہے' اس لیے اس آیت کا معنی ہے کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو گے تو اللہ تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دے گا ف۳۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب سردارانِ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے' وہاں ابلیس شیخ جلیل (بوڑھے شخص) کی صورت میں آیا' سردارانِ قریش نے اس کو دیکھ کر پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں شیخ نجد ہوں' میں نے سنا ہے کہ تم یہاں کسی مشورہ کے لیے جمع ہو' میں نے کہا کہ میرا مشورہ بھی اس معاملہ میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' تم آ جاؤ۔ شیخ نجد نے کہا: تم اس شخص کا کوئی مؤثر بندوبست کرو ورنہ یہ تمہارے معاملات پر قابض ہو جائے گا۔ کسی شخص نے کہا: اس شخص (یعنی نبی ﷺ کو) زنجیروں میں جکڑ دو حتیٰ کہ ہلاک ہو جائے۔ شیخ نجد نے چلا کر کہا: نہیں' نہیں! یہ رائے بالکل ناپختہ ہے' اگر تم نے اس کو قید کر لیا تو اس کا رب اس کو قید سے نکال لائے گا اور اس کے اصحاب اس کو تمہارے ہاتھوں سے چھڑا لیں گے۔ کسی نے کہا: ان کو شہر سے نکال دو حتیٰ کہ تم سب کو اس سے نجات مل جائے۔ شیخ نجد نے کہا: یہ رائے بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیا تم کو اس کی زبان دانی اور دلوں میں اترنے والی شیریں بیانی کا علم نہیں ہے' یہ جہاں بھی ہو گا' اپنا ایک جتھا بنا لے گا' پھر تم پر حملہ کر کے تم سب کو ملیامیٹ کر دے گا۔ تب ابوجہل نے کہا: ہم ہر قبیلہ سے ایک نوخیز نوجوان اور ایک پختہ جوان کو لے لیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک برہنہ تلوار ہو اور سب مل کر یک بارگی ان پر ٹوٹ پڑیں اور ان کو قتل کر دیں۔ میں نہیں گمان کرتا کہ بنو ہاشم کا قبیلہ قریش کے تمام قبائل سے جنگ کر سکے گا' نتیجتاً وہ دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم کو ان سے نجات مل جائے گی۔ شیخ نجد نے بے ساختہ کہا: بہ خدا! یہی صحیح اور صائب رائے ہے۔ تب اللہ عزوجل نے حضرت جبریئل کے

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ

اس (کلام) کی مثل بنا لیتے' یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں O ٣٩ اور (یاد کیجئے) جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر

هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ

یہ (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر (کوئی دوسرا)

اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ

درد ناک عذاب لے آO ٤٠ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ

فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ

ان میں موجود ہوں' ٤١ اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں O ٤٢ اور اللہ انہیں

اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کیوں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں

وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور وہ اس (مسجد حرام) کے متولی نہیں ہیں' اس کے متولی تو صرف متقی مسلمان ہی ہوتے ہیں ٤٣ لیکن ان میں سے اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ

نہیں جانتے O اور بیت اللہ کے نزدیک ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ یہ سیٹیاں اور تالیاں

تَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ

بجاتے تھے ٤٤ سو اب عذاب کو چکھو کیوں کہ تم کفر کرتے تھے O ٤٥ بے شک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال کو اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں

ذریعہ آپ کو ان کی سازش سے آگاہ کیا اور آپ نے اسی رات ہجرت فرمالی۔ (جامع البیان جز ٩ ص ٣٠١-٣٠٠) ف ٣٩ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ ابن جریج سے اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق روایت کیا ہے کہ نضر بن الحارث ایک تاجر تھا' وہ تجارت کے لیے فارس اور دیگر ممالک کا سفر کرتا تھا۔ اس نے وہاں دیکھا لوگ انجیل پڑھتے تھے اور رکوع اور سجود کرتے تھے۔ جب وہ مکہ آیا تو اس نے دیکھا کہ سیدنا محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ بھی رکوع اور سجود کرتے ہیں تو نضر نے کہا: ہم اس قسم کا کلام سن چکے ہیں' اور اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں۔ (جامع البیان: ١٢٤٠٢) ف ٤٠ اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے کفار کا یہ کلام نقل کیا ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍO" (الانفال: ٣٢) یہ کلام نظم قرآن کی جنس سے ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ کفار نے قرآن کی مثل کلام بنا لیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کفار کا جو کلام نقل کیا گیا ہے' یہ بعینہٖ ان کا کلام نہیں ہے' وہ اتنا فصیح و بلیغ کلام نہیں کہہ سکتے تھے' انہوں نے جو کچھ بھی کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فصیح و بلیغ کلام میں منتقل کر کے بیان فرمایا ہے اور یہ درحقیقت اللہ کا کلام ہے' کفار کا کلام نہیں ہے۔ البتہ کفار کے کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ڈھال کر بیان فرمایا ہے ف ٤١ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس شبہہ کا جواب دیا ہے کہ اگر قرآن حق ہے اور وہ اس کے منکر ہیں تو ان پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے اور کوئی عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے کہ (سیدنا) محمد ﷺ ان کے درمیان موجود ہیں' ان پر عذاب نہیں آئے گا اور یہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور تمام انبیاء سابقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہی عادتِ جاریہ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بستی والوں پر اس وقت تک عذاب نہیں بھیجا' جب تک اپنے نبی کو وہاں سے نکال نہیں لیا' جیسا کہ حضرت ھود' حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں سے باہر بھیج دیا' اس کے بعد ان کی بستیوں پر عذاب نازل فرمایا ف ٤٢ امام ابن جریر نے کہا ہے کہ اس آیت کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ جب وہ اپنے کفر اور گناہوں پر استغفار کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا۔ (جامع البیان جز ٩ ص ٣١٢) ف ٤٣ یعنی جو مسلمان اللہ کے فرائض کو ادا کرتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں۔ (جامع البیان جز ٩ ص ٣١٦) ف ٤٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قریش بیت اللہ میں برہنہ طواف کرتے تھے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ مجاہد نے کہا: وہ نبی ﷺ کے طواف کرتے وقت معارضہ کرتے تھے اور آپ کے طواف اور آپ کی نماز میں خلل ڈالنے کے لیے سیٹیاں بجاتے تھے تاکہ آپ کی نماز میں التباس اور اشتباہ پیدا کریں۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زیادہ صحت کے قریب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان افعال کو نماز قرار دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٥ ص ٤٨١' ملخصاً) ف ٤٥ اس عذاب سے مراد تلوار کا عذاب ہے' جو ان کو جنگ بدر کے دن پہنچا یا یہ قول ان سے آخرت میں کہا جائے گا۔

فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۥ

وہ عنقریب اور بھی خرچ کریں گے پھر یہ ان کے لیے باعث پشیمانی ہو گا پھر یہ مغلوب ہو جائیں گے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے ○ ۳۶ تا کہ اللہ خبیث کو

مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ

طیب سے الگ کر دے اور سب خبیثوں کو اوپر تلے رکھے پھر ان سب کا ڈھیر بنا دے

جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ

پھر اس (ڈھیر) کو دوزخ میں ڈال دے یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ ۳۷ آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ

اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ

اور اگر انہوں نے پھر وہی کام کیے تو (اس معاملہ میں) پہلوں کی سنت گزر چکی ہے ○ ۳۸ اور ان کے خلاف

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ

جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کفر (کا غلبہ) نہ رہے ۴۹ اور پورا دین (صرف) اللہ کے لیے ہو جائے پس اگر وہ

انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا

باز آ جائیں تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو دیکھنے والا ہے ○ ۵۰ اور اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

تو یقین رکھو کہ بے شک اللہ تمہارا کارساز ہے وہ کیسا اچھا کارساز اور کیسا اچھا مددگار ہے ○ ۵۱

ف۴۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار اپنا مال مشرکین کو دیتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعہ قوت حاصل کر کے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کا یہ مال خرچ کرنا عنقریب ان کے لیے ندامت کا سبب ہو گا' کیونکہ ان کے اموال خرچ ہو جائیں گے اور ان کی تمنا پوری نہیں ہو سکے گی' کیونکہ ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اور کلمۃ الکفر کو کلمۃ اللہ پر غالب کر دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کلمہ کو بلند کرتا ہے اور کلمۃ الکفر کو پست کرتا ہے' پھر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے' اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جمع کرے گا اور ان کو عذاب دے گا' پھر ان کو اپنے ساتھ زندہ رہنے والوں اور مرنے والوں کے انجام پر اور اپنے انجام پر حسرت اور ندامت ہو گی' کیونکہ جو کافر ان کے ساتھ زندہ رہے' ان کا مال اس جنگ میں ضائع ہو گیا اور وہ غم زدہ اور شکست خوردہ لوٹے اور جو ہلاک ہو گئے' وہ قتل کیے گئے اور ان کے ہتھیار' سواری اور لباس اتار کر مجاہدین کو دیے گئے اور ان کو بہ عجلت دائمی عذاب اور آگ میں ڈال دیا گیا ف۴۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مؤمنین کے درمیان فرق کا ذکر فرمایا ہے اور کفار کو خبیث فرمایا ہے اور مسلمانوں کو طیب فرمایا ہے۔ یہ ان کے درمیان دنیا میں فرق ہے اور آخرت میں فرق یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کفار کو دوزخ میں داخل فرمائے گا ف۴۸ اس آیت کا معنیٰ ہے کہ اے نبی مکرم! آپ مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے باز آ جائیں اور ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا اور اگر ان مشرکوں نے پھر آپ کے خلاف جنگ کی اور مسلمانوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی تھی اور مشرکین کو شکست سے دوچار کیا تھا' وہ پھر ایسا ہی کرے گا' کیونکہ اس معاملہ میں اللہ کی سنت پہلوں میں جنگ بدر میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح پچھلی امتوں کے کافروں نے جب اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور سرکشی کی اور ان رسولوں کی نصیحت کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت ناک عذاب سے دوچار کر دیا ف۴۹ عروہ بن زبیر نے بیان کیا ہے کہ دعوتِ اسلام کی ابتداء میں مسلمانوں کو فتنہ میں مبتلا کیا جاتا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد دوسرا فتنہ یہ تھا کہ جب مکہ کی گھاٹیوں میں انصار نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت عقبہ کی تو قریش نے مسلمانوں کو ایذا دینا شروع کی اور یہ دوسرا فتنہ تھا' پھر ہجرت کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کفار کے خلاف قتال کریں تاکہ کفر کا زور ٹوٹ جائے اور وہ اسلام لانے کی بناء پر مسلمانوں کو تنگ نہ کر سکیں۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۳۲۹) ف۵۰ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک دنیا میں کفر کا زور اور شرک کا غلبہ ہے' کافروں سے جنگ کرتے رہو اور مسلمان اپنے آپ کو ہر وقت حالتِ جہاد میں سمجھیں اور ایسے اسباب اور وسائل کے حصول میں کوشاں رہیں' جس سے پوری دنیا سے شرک کا قلع قمع کر سکیں اور کافروں کے جن جن علاقوں کو فتح کریں' وہاں تبلیغ کر کے کافروں کو مسلمان بنائیں تاکہ ان کی عددی قوت میں اضافہ ہو ف۵۱ یعنی اگر کفار توبہ نہ کریں اور ایمان نہ لائیں تو تم ان کی پرواہ نہ کرو' اللہ تمہارا مولیٰ ہے' وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم سے مصیبتوں کو دور کرے گا' وہ کیسا اچھا کارساز اور کیسا اچھا مددگار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

اور (اے مسلمانو!) یاد رکھو! تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو ۵۲ تو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول

وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ

کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے ۵۳ اگر تم

كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ

اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (چیز) پر جو اللہ نے اپنے (مکرم) بندے پر فیصلہ کے دن نازل کی

یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ

جس دن دو لشکر مقابل ہوئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ۵۴ جب تم (وادیٔ بدر کے) قریبی

بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ

کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور (تجارتی) قافلہ تم سے نچلی جانب تھا

مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ

اور اگر تم مقابلہ کا وقت مقرر کرتے تو پہنچنے کے وقت میں ضرور مختلف ہو جاتے لیکن یہ اس لیے ہوا کہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو

اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ

(اللہ کے نزدیک) کیا ہوا تھا تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور

یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ

جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ○ ۵۵ (اور یاد کیجئے)

یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ

جب اللہ آپ کو خواب میں کافروں کو کم تعداد میں دکھا رہا تھا ۵۶ اور اگر اللہ آپ کو ان کی زیادہ تعداد دکھاتا تو

ف۵۲ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا تھا' اور جہاد میں جب مسلمان فتح یاب ہو جائیں تو میدانِ جنگ میں کفار کا جو مال' اسباب اور ہتھیار وغیرہ ہاتھ آئیں' وہ مالِ غنیمت ہے اور مالِ غنیمت اس مال کا نام ہے جو اہل حرب سے قہر اور غلبہ سے حاصل کیا جائے اور یہ قہر اور غلبہ فوج کے ذریعہ حاصل ہوگا اور فوج حقیقتاً ہوگی یا حکماً اور حکماً فوج کا معنی ہے: امام کا اذن۔ (بدائع الصنائع ج ۹ ص ۴۷۴) ف۵۳ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں خمس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے۔ ایک حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے' ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لیے' ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے ہے' جیسا کہ اس آیت کے شروع میں مذکور ہے: خمس اللہ کے لیے ہے' اس میں تنبیہ ہے کہ خمس عبادت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مساجد اللہ کے لیے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خمس کی تعظیم کے لیے ہو' جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں اضافت تعظیم کے لیے ہے۔ ہمارے علماء احناف رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا اور اب ہمارے نزدیک خمس کے تین حصے کیے جائیں گے' ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ فقراء کے لیے (اس حصہ میں بنو ہاشم کے فقراء بھی داخل ہیں) اور ایک حصہ مسافروں کے لیے۔ (بدائع الصنائع ج ۹ ص ۵۰۰۔۴۹۹) ف۵۴ ''یوم الفرقان'' سے یوم بدر مراد ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا تھا' اور ''جمعان'' سے مراد مسلمانوں اور کافروں کے دو گروہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے دن اپنے معزز بندے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو چیز نازل کی' اس سے مراد اس دن نازل ہونے والی آیات ہیں اور وہ فرشتے جو مسلمانوں کے قدم جمانے کے لیے نازل ہوئے تھے اور دیگر نشانیاں مثلاً خاک کی مٹھی کا ہر کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ تم تعداد میں کم تھے اور تم کو بڑی تعداد والوں پر غالب کر دیا۔ ف۵۵ مسلمانوں کا لشکر ابتداء میں کمی اور تیاری نہ ہونے کی وجہ سے بہت خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا تھا' جس جگہ ان کا قیام تھا' وہ جگہ پانی سے دور تھی اور وہ زمین ریتلی زمین تھی' جس میں ان کے پیر دھنس جاتے تھے اور کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی' ان کے پاس ہتھیار بھی وافر مقدار میں تھے' سامانِ خورد و نوش بھی بہت تھا اور وہ پانی کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کی زمین ریتلی زمین نہیں تھی' ان کے لیے چلنا آسان تھا اور ان کے پیچھے ان کا قافلہ تھا' جس سے ضرورت کے وقت ان کو مدد حاصل ہونے کی امید تھی' بہ ظاہر یہ حالات کافروں کے موافق اور مسلمانوں کے مخالف تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے معاملہ اُلٹ دیا اور جنگ کے وقت نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی اور کفار کو بدترین شکست ہوئی اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ تھا' اور آپ کے دعویٔ نبوت پر قوی دلیل تھی' کیونکہ آپ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ نے اس وقت مسلمانوں کو فتح کی پیش گوئی کی تھی جب ظاہری اور مادی طور پر مسلمانوں کی فتح کے کوئی آثار نہیں تھے' پس بدر کی فتح سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا اور اسلام کی صداقت پر قوی دلیل قائم ہو گئی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اگر کوئی کفر میں ہلاک ہوگا تو دلیل قائم ہونے اور حجت پوری ہونے کے بعد کفر میں ہلاک ہوگا اور جو اسلام کی حیات حاصل کرے گا تو وہ دلیل قائم ہونے کے بعد شرح صدر سے اسلام کو قبول کرے گا۔ ف۵۶ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کفار کی تعداد کم دکھائی' آپ نے مسلمانوں کو خبر دی کہ کافر تھوڑے ہیں تو ان کے دل مطمئن ہو گئے۔
(جامع البیان جز ۱۰ ص ۱۸)

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

(اے مسلمانو!) تم ضرور ہمت ہار جاتے اور آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے (تم کو اس سے) سلامت رکھا' بے شک وہ

الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا

درون سینہ امور کو بہ خوبی جاننے والا ہےO اور (یاد کرو) جب تم سے مقابلہ کے وقت تمہیں کفار کی تعداد کم دکھائی

وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ

اور تمہاری تعداد (بھی) ان کو کم دکھائی تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو اس کے نزدیک کیا ہوا ہے اور

اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ؑ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیںO ۵۷ اے ایمان والو! جب تمہارا مخالف فوج سے مقابلہ ہو تو

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

ثابت قدم رہو ۵۸ اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہوO ۵۹ اور اللہ اور

وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ

اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں مخالفت نہ کرو' ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ۶۰ اور صبر کرو'

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ۚ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہےO اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے

دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

اور لوگوں کو (اپنا زور اور قوت) دکھاتے ہوئے نکلے وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے تھے ۶۱

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور اللہ ان کے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہےO ۶۲ اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے

ف۵۷ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی تعداد کم دکھائی اور مشرکوں کو بھی مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ پہلی صورت میں مشرکین کی تعداد کم دکھانے کی حکمت یہ تھی کہ مسلمان ان کی اصل تعداد دیکھ کر گھبرا نہ جائیں اور دوسری صورت میں مشرکوں کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے میں یہ حکمت تھی تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں زیادہ تیاری اور احتیاط نہ کریں تاکہ وہ آسانی سے شکست کھا جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ زیادہ کو کم دکھانا اللہ کی شان کے کس طرح لائق ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور کافر دونوں ایک دوسرے سے اتنے فاصلہ پر ہوں کہ ہر فریق دوسرے کی اصل تعداد کا ادراک نہ کر سکا اور ہر فریق کو دوسرے کی تعداد اصل سے کم دکھائی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار اپنے تکبر اور بلند بانگ دعووں کی وجہ سے مسلمانوں کو جو پہلے ہی کم تھے' ان کو اور کم سمجھ رہے ہوں ف۵۸ یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو' کیونکہ تم نہیں جانتے ہو سکتا ہے کہ تم ان کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا کیے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور جب وہ اشتعال انگیز گیت گاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے آئیں تو تم زمین کو پکڑ لینا' زمین پر بیٹھ جانا اور یہ دعا کرنا: اے اللہ! ہمارے اور ان کے رب! ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں اور تو ہی ان کو قتل کرے گا' اور جب وہ تمہارے قریب پہنچیں تو تم ان پر حملہ کر دینا اور یہ یاد رکھنا کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۴۸) ف۵۹ قتادہ نے کہا: جس وقت بندہ تلوار سے جہاد کی شدت میں ہو' اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے اس پر ذکر فرض کیا ہے اور اس ذکر کا حکم یہ ہے کہ یہ خفی ہو کیونکہ مواضع قتال میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے جب کہ ذکر کرنے والا تنہا ہو لیکن مجاہدین کی جماعت کے ساتھ حملہ کرتے وقت بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مستحسن اور مستحب ہے' تاکہ دشمن اسلام پر رعب اور ہیبت طاری ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۳۸۲) ف۶۰ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے تمام مسلمان ایک نظامِ حکومت قائم کریں اور مسلمانوں کے تمام علاقے باہم متحد ہو کر ایک خلیفہ کے ماتحت ہوں' اور "وَلَا تَنَازَعُوْا" کا معنی یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی مملکتیں اور حکومتیں قائم کر کے وحدتِ ملی کو پارہ پارہ نہ کریں' کیونکہ اگر مسلمان ایک نظامِ خلافت کو توڑ کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئے تو ان کے رعب اور طاقت کی ہوا اکھڑ جائے گی اور وہ کم ہمت اور کم حوصلہ ہو جائیں گے' اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کی ایک سلطنت تھی اور مسلم ریاستیں باہم متحد تھیں تو دشمنانِ اسلام کو مسلمان ملکوں پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا اور جب یہ اتحاد ٹوٹ گیا اور خلافت اسلامیہ چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں تبدیل ہو گئی تو دشمنانِ اسلام نے مسلم ریاستوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا ف۶۱ امام ابن اسحاق نے کہا: اس سے مراد ابو جہل اور اس کے ساتھی ہیں' انہوں نے کہا تھا: ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے' جب تک ہم وادی بدر نہ پہنچ جائیں۔ وہاں پر ہم اونٹ ذبح کریں گے اور شراب پئیں گے اور ہماری باندیاں ہمیں جوش دلانے والے نغمے سنائیں گی اور جب بھی عرب ہمارا ذکر سنیں گے تو ہم سے خوف زدہ ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارا معاملہ ان لوگوں کی طرح اپنا زور دکھانے اور سنانے کے لیے نہیں ہونا چاہیے اور نہ لوگوں میں اپنی شہرت کے لیے ہونا چاہیے' تمہاری نیت خالص اللہ کی رضاجوئی اور اللہ کے دین کی نصرت کے لیے ہونی چاہیے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۳) ف۶۲ اس میں یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ بسا اوقات انسان یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس کام کو محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کر رہا ہے اور حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جاننے والا ہے۔ اسے علم ہے کہ تم کون سا کام حقیقت میں اللہ کے لیے کرتے ہو اور کون سا کام حقیقت میں دکھاوے کے لیے کرتے ہو۔

أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي

لیے خوش نما بنا دیا اور کہا: آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور بے شک میں تمہارا

جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ

رفیق ہوں' اور جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ ایڑیوں کے بل بھاگا اور کہنے لگا:

إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ

میں تم سے بری الذمہ ہوں بے شک میں ان کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے' ۶۳ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں'

وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ

اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○ اور (یاد کرو) جب منافقین ۶۴ اور جن لوگوں کے دلوں میں

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ

(کفر کی) بیماری تھی' یہ کہہ رہے تھے: ان لوگوں کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے' ۶۵ اور جس نے اللہ پر توکل

عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ

کر لیا تو بے شک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ ۶۶ اور کاش تم (وہ منظر) دیکھتے جب فرشتے

كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا

کافروں کی روح قبض کرتے ہیں' ان کے چہروں اور ان کے کولھوں پر ضرب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ

لو اب جلنے کا عذاب چکھو ○ ۶۷ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تم نے پہلے کیے تھے ۶۸ اور بے شک اللہ بندوں

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ○ ان کی عادت فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے لوگوں کی مثل ہے

ع ۶ / ۲

و۶۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن ابلیس کفار کے لشکر میں سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں متشکل ہو کر آیا اور کہنے لگا: آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور میں تمہارا محافظ ہوں۔ جنگ شروع ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر مشرکین کے چہرے پر ماری' پس وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حضرت جبرائیل ابلیس کی طرف بڑھے' اس وقت اس کا ایک ہاتھ مشرک کے ہاتھ میں تھا' ابلیس نے اس شخص سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور وہ اور اس کا ساتھی پیٹھ موڑ کر بھاگے' اس شخص نے کہا: اے سراقہ! تم تو ہمارے رفیق تھے' اب کہاں جا رہے ہو؟ ابلیس نے اس وقت یہ کہا کہ بے شک میں ان کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے' اور وہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا۔ (جامع البیان جز۱۰ ص۲۵) و۶۴ منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی عذر کے غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور بعض نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے مکہ میں بہ ظاہر اسلام کا اقرار کیا تھا۔ وہ مشرکین کے ساتھ جنگ بدر میں آئے' جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو کہا: ان لوگوں کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے۔ (جامع البیان جز۱۰ ص۲۸) و۶۵ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا تھے اور اسلام کے متعلق ان کو شرح صدر نہیں تھا' یہ مشرکین قریش کے ساتھ تھے' انہوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھ لیا تھا لیکن ان کے دلوں میں اسلام مستحکم نہیں ہوا تھا' انہوں نے کہا کہ اصحاب محمد کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے' جو وہ اتنی کم تعداد کے باوجود اپنے سے تین گنا زائد لشکر سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے ہیں۔ (جامع البیان جز۱۰ ص۲۹ ملخصاً) و۶۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے اور اس کی قضاء پر راضی ہو گئے تا کہ اللہ ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی حمایت فرمائے و۶۷ ''الحریق'' آگ کا اسم (نام) ہے۔ فرشتے کافروں کی روح نکالتے وقت ان کو گرز ماریں گے' جس سے ان کے زخموں میں آگ بھڑکے گی اور فرشتے ان سے استہزاءً کہیں گے: لو! اب اس آگ کا مزہ چکھو و۶۸ ہاتھوں سے مراد خود ان کے نفوس ہیں اور نفوس کو ہاتھوں سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اکثر کام انسان اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے۔

كَفَرُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا' بے شک اللہ بڑی قوت والا

شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً

سخت عذاب دینے والا ہے○ ف۲۹ یہ اس لیے ہے کہ اللہ جس قوم کو کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس وقت تک وہ اس نعمت

اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ

کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں' اور بے شک اللہ بہت سننے والا

عَلِیْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا

بے حد جاننے والا ہے○ (ان کا معاملہ) فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے' جنہوں نے ان سے پہلے

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ

اپنے رب کی آیات کی تکذیب کی تو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کے متبعین کو غرق کر

وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ

دیا اور وہ سب ظالم تھے○ بے شک زمین پر چلنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جنہوں

كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ ۖۚ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ

نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے○ ف۱ ان میں سے بعض لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا

عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

اور وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے○ ف۲ پس اگر آپ ان کو میدان جنگ

فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

میں پا لیں تو ان کو دھتکار دیں تاکہ جو ان کے پیچھے ہیں' وہ عبرت حاصل کریں○

ف۲۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں کا اپنے کفر میں وہ طریقہ ہے' جو فرعون کے متبعین کا اپنے کفر میں طریقہ تھا تو ان لوگوں کو قتل کر کے اور قید کر کے ایسی سزا دی گئی ہے' جیسی سزا فرعون اور اس کے متبعین کو سمندر میں غرق کر کے دی گئی تھی' نیز اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ اس دنیاوی عذاب کے علاوہ ان کو آخرت میں بھی عذاب دیا جائے گا' جیسا کہ قوم فرعون کو بھی غرق کرنے کے بعد آخرت میں عذاب دیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائی اور اپنے کفر پر ڈٹی رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتی رہی تو ان کو دنیا اور آخرت کا عذاب دیا گیا' اسی طرح یہ کفار بدر بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر معجزات دیکھنے کے باوجود آپ پر ایمان نہیں لائے' بلکہ آپ کی مخالفت میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے' اس لیے ان کو دنیا اور آخرت کا عذاب دیا گیا۔ ف۳۰ اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ کسی قوم کو نعمت دے کر اس وقت تک اس نعمت کو عذاب سے تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی بداعمالیوں سے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کرتی۔ یہ قاعدہ جس طرح پچھلی امتوں میں اور کفار مکہ میں جاری ہوا' اسی طرح یہ قاعدہ بعد میں اقوام مسلم میں بھی جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسیع سلطنت کی نعمت عطا کی' لیکن جب انہوں نے خلافت کو ملوکیت سے تبدیل کر لیا اور اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت کیا تو وہ اسلامی سلطنت جو تین براعظموں افریقہ' یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی' چھوٹے چھوٹے ملکوں میں سمٹ کر رہ گئی ف۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ قریش کی ایک جماعت ہے' جس کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۷۱۹) ف۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بنو قریظہ تھے' جنہوں نے جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑا' مشرکین کو ہتھیار فراہم کیے' پھر انہوں نے کہا: ہم سے غلطی ہو گئی' آپ نے ان سے دوبارہ معاہدہ کیا' انہوں نے اس معاہدہ کو پھر جنگ خندق میں توڑ دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۷)

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى

اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر برابر ان کی طرف پھینک دیں ۳ے

سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ ٥٨ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

بے شک اللہ عہد شکنوں کو پسند نہیں کرتا O ۴ے اور کافر اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ

كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ ٥٩ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

وہ نکل گئے بے شک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے O ۵ے اور (اے مسلمانو!) تم بہ قدر استطاعت

مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

ان (سے مقابلہ) کے لیے ہتھیار تیار رکھو ۶ے اور بندھے ہوئے گھوڑے اور ان سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا

کو مرعوب کرو ۷ے اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے' اللہ انہیں جانتا ہے اور تم اللہ

تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ

کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا' اور تم پر

لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ٦٠ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى

بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O ۸ے اور اگر (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہوں اور اللہ پر

اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ٦١ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

توکل کریں' بے شک وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ٦٢

اللہ آپ کو کافی ہے' ۹ے وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید فرمائی O

ع ۴/۲

ف۳ے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی قوم سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے دلائل ثابت ہوں تو پھر ان سے معاہدہ توڑ دینا واجب ہے' کیونکہ بنو قریظہ نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا' پھر انہوں نے ابوسفیان اور اس کے حامی مشرکوں کی نبی ﷺ کے خلاف مدد کی' تب رسول اللہ ﷺ کو یہ قوی گمان ہوا کہ یہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ بدعہدی کریں گے۔ ایسی صورت میں امام المسلمین پر واجب ہے کہ وہ ان سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دے اور ان سے اعلانِ جنگ کر دے اور جب دوسرے فریق کی جانب سے علانیہ عہد کی خلاف ورزی ہو اور ان کی عہد شکنی پر قطعی یقین حاصل ہو جائے تو پھر عہد توڑنے کے اعلان کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ کیا' کیونکہ خزاعہ نبی ﷺ کی حفاظت میں تھے اور اہل مکہ نے ان کو قتل کر دیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ ختم کر دیا ف۴ے اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر فریق ثانی نے عہد شکنی نہ کی ہو' نہ عہد شکنی کرنے کی کوئی علامت ہو تو پھر بغیر اعلان کے ان سے معاہدہ ختم کرنا یا توڑنا جائز نہیں ہے اور معاہدہ کی مدت کو پورا کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کی عہد شکنی کے برابر جھنڈا نصب کیا جائے گا اور سنو! امیر المؤمنین کی عہد شکنی سب سے بڑی ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب الجہاد: ۱۶(۱۷۳۸)۴۴۵۷) ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ دوسروں کی عہد شکنی کی بہ نسبت سربراہِ مملکت کی عہد شکنی بہت بڑا جرم اور عظیم گناہ ہے' اس میں بہت خرابیاں ہیں' کیونکہ جب وہ معاہدہ ختم کرنے کے اعلان کے بغیر دوسرے ملکوں سے معاہدہ توڑیں گے تو دشمنانِ اسلام ان کے کسی وعدہ پر اعتبار کریں گے نہ ان کی صلح پر۔ اس سے دنیا میں مسلمانوں کا بھرم جاتا رہے گا اور اس کا بہت نقصان ہوگا اور اس سے غیر مسلم مسلمانوں کی دعوتِ اسلام پر دینِ اسلام میں داخل ہونے سے متنفر ہوں گے اور تمام دنیا میں ائمہ مسلمین کی مذمت ہوگی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۹۱) ف۵ے اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بتا رہا ہے کہ جو کافر بدر میں نہ آنے کی وجہ سے قتل یا گرفتار ہونے سے بچ گئے' وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی گرفت سے بچ گئے' وہ دنیا میں کسی اور موقع پر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے' ورنہ آخرت میں تو بہرحال دائمی عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے ف۶ے اس آیت میں قوت سے مراد اسلحہ کی تمام انواع اور اقسام ہیں اور اس آیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ جن دشمنانِ اسلام سے تمہارا مقابلہ ہو' ان کے خلاف جو اسلحہ سب سے زیادہ مؤثر ہو' اس اسلحہ کو مہیا کرو اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو ہتھیار سب سے زیادہ مہلک ہو' اس ہتھیار کو حاصل کر لو۔ عہد رسالت میں سب سے زیادہ مہلک ہتھیار تیر تھا' اس لیے نبی ﷺ نے تیراندازی سیکھنے اور تیر و کمان کے حصول کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر ''وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ'' کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنو! یقیناً قوت تیراندازی ہے' سنو! یقیناً قوت تیراندازی ہے' سنو! یقیناً قوت تیراندازی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۴) اس زمانہ میں تیراندازی کی جدید شکل میزائل ہے' سو جس طرح اُس زمانہ میں تیراندازی کا علم حاصل کرنا اور اس کی مشق کرنا ضروری تھا' اسی طرح اس زمانہ میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تیاری کا علم حاصل کرنا اور میزائل بنانے کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس دور میں ایٹمی صلاحیت کو حاصل کرنا بہت ضروری ہے اور جب تک کسی ملک کو ایٹمی صلاحیت حاصل نہ ہو' اس کی بقاء کی ضمانت نہیں دی جا سکتی ف۷ے حضرت ابووہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کو باندھ کر رکھو اور ان کی پیشانیوں کو اور ان کی رانوں کو ملو اور دین کی سربلندی اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے ان کو رکھو نہ کہ زمانۂ جاہلیت کے بدلے لینے کے لیے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۴۳) عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں مجاہدین گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کرتے تھے اور دشمن ممالک کا سفر کرتے تھے۔ اس دور میں ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کو گھوڑوں کے بدلہ میں استعمال کیا جاتا ہے بلکہ دشمن ممالک پر حملہ کرنے کے لیے جنگی طیاروں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے' اس لیے ٹینک' بکتر بند گاڑیاں' فوجی ٹرک اور لڑاکا طیارے ان سب کے حصول میں وہی اجر و ثواب ہوگا جو پہلے گھوڑوں میں ہوتا تھا ف۸ے یعنی اے مسلمانو! تم آلاتِ حرب اور جنگ کے لیے سواریوں کے حصول میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے'

وَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

اور اس نے مسلمانوں کے درمیان الفت پیدا کی اگر آپ تمام روئے زمین کی چیزوں کو بھی خرچ کر دیتے تو (از خود)

مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیۡنَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ عَزِیۡزٌ

ان کے درمیان الفت پیدا نہ کر سکتے' لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کی ہے بے شک وہ بہت

حَکِیۡمٌ ﴿۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسۡبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۴﴾

غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے○ ف۸۰ اے نبی! آپ کو اللہ کافی ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے مؤمنین○ ف۸۱

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَی الۡقِتَالِ ؕ اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ

اے نبی (مکرم!) مؤمنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو

عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ ۚ وَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ

وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں

مِّائَةٌ یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفًا مِّنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ ﴿۶۵﴾

تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے کیوں کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے○

اَلۡـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنۡکُمۡ وَعَلِمَ اَنَّ فِیۡکُمۡ ضَعۡفًا ؕ فَاِنۡ یَّکُنۡ

اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے

مِّنۡکُمۡ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ ۚ وَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ

ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار (صبر

اَلۡفٌ یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفَیۡنِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۶۶﴾

کرنے والے) ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (کافروں) پر غالب آ جائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے○ ف۸۲ ع

اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں بھی اس کا اجر عطا فرمائے گا اور آخرت میں بھی اس نے تمہارے لیے ثواب ذخیرہ کر لیا ہے' جو تم کو قیامت کے دن پورا پورا دیا جائے گا ف۷۹ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کی صلح کی پیش کش کو قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔ (الانفال:۶۱) اور اس آیت میں صلح کے احکام میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کے لیے صلح کی پیش کش کریں' تب بھی آپ بہ وقت ضرورت ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیں' کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے اور صلح ایمان سے بڑی چیز تو نہیں ہے اور جب کوئی ایمان کا اظہار کرے' خواہ دل میں کفر ہو تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے تو پھر صلح کو بھی قبول کر لینا چاہیے ف۸۰ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام قبول کرنے سے قبل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے پہلے عرب قوم میں دائمی عداوت اور جنگ تھی' وہ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کا مال لوٹ لیتے تھے' لیکن جب سے وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ان کی باہمی عداوت اور دشمنی جاتی رہی اور دلوں کی سختی اور قساوت زائل ہو گئی اور اس کی جگہ ایک دوسرے سے شدید محبت اور الفت ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کے معاون اور ہمدرد بن گئے ف۸۱ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب کفار آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے یعنی وہ ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو اللہ کافی ہے' آپ دین و دنیا کی ہر ضرورت میں صرف اس پر نظر رکھیں اور آپ کے لیے وہ مؤمنین کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے ف۸۲ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ خوش دلی' ثابت قدمی' بہادری اور صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں' حتیٰ کہ شروع میں مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ایک مسلمان دس اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرما دی اور ایک مسلمان کو دو کافروں سے لڑنے کا مکلف کیا اور دشمن کے مقابلہ میں مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ فرار نہ ہوں اور جب ان کا دشمن ان سے دگنا ہو تو اس کے مقابلہ میں ان کا بھاگنا حرام ہے۔ یہ آیت اگرچہ صورۃً خبر ہے لیکن اس سے مراد امر ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے' اس آیت سے امر مراد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بعد میں تخفیف فرما دی ہے اور تخفیف اس کام میں ہوتی ہے جس کا حکم دیا گیا ہو' خبر میں تخفیف نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو جس کام کا پہلے حکم دیا گیا تھا' تخفیف کر کے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ

کسی نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے ف۸۳

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ

تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ

بہت غالب بڑی حکمت والا ہے O ف۸۴ اگر پہلے سے (مالِ غنیمت کو حلال کرنے کا) حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے

اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ

لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا O ف۸۵ پس تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے ف۸۶

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے O اے نبی! ان قیدیوں سے کہیے

لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

جو آپ کے قبضہ میں ہیں: اگر اللہ تمہارے دلوں کی کسی نیکی کو ظاہر فرمائے گا تو وہ تم کو

خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اس سے بہت زیادہ دے گا جو (بہ طور فدیہ) تم سے لیا گیا ہے ف۸۷ اور اللہ تم کو بخش دے گا' اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ

بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور اگر یہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو وہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے

مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

ہیں تو اللہ نے ان میں سے بعض لوگوں پر آپ کو قادر (غالب) کر دیا' اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O ف۸۸ بے شک

ف۸۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں مشورہ کیا تو حضرت صدیق اکبر نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنی قوم کا خیال فرمائیں' ان سے فدیہ لے لیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو قتل کر دیجئے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (المعجم الکبیر ج۱۱ ص ۳۴۸)

ف۸۴ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان صحابہ کو ملامت کی گئی ہے' جنہوں نے فدیہ لے کر قیدی آزاد کرنے کا مشورہ دیا تھا' لیکن حقیقتاً یہ خطاب ان تمام صحابہ کرام کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا روئے سخن ان بعض مسلمانوں کی طرف ہے' جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور مالِ دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی خواہش کی تھی۔ ورنہ حضرت ابوبکر صدیق مالِ دنیا کی طمع سے بَری ہیں' ان کا مشورہ اس وجہ سے تھا کہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئیں اور اسلام کی نشر واشاعت میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو' سو حضرت ابوبکر نے جو فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ دیا تھا' وہ آخرت کی بناء پر ہی تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا تھا' لہٰذا یہ آیت قیدیوں کو رہا کرنے کے خلاف نہیں ہے

ع ۵

ف۸۵ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فدیہ لینے کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق تھے کیونکہ اس سے پہلے فدیہ لینے سے ممانعت نہیں کی گئی تھی' پھر فدیہ لینا عذاب کا سبب کیسے ہوسکتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی شریعتوں میں مالِ غنیمت لینا حرام تھا اور ابھی اس کے حلال ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب بلا اجازت مسلمانوں نے کافروں کا مالِ غنیمت لوٹ لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے بنی آدم میں سے کسی کے لیے بھی مالِ غنیمت حلال نہیں کیا گیا' اور جب جنگ بدر ہوئی تو مالِ غنیمت کی حلت کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (سنن الترمذی: ۳۰۹۶) ف۸۶ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ الانفال کی ان آیات میں قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کرنے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ بلا اجازت مالِ غنیمت لینے پر ملامت کی گئی ہے اور اگر بالفرض ان آیات کا ربط قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے سے ہی جوڑا جائے تو اس ملامت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءً اسلام میں کفار کی بیخ کنی ہی مطلوب تھی' اس وجہ سے کفار کو قتل نہ کرنے اور گرفتار کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو پھر یہی حکم نازل ہوا کہ میدانِ جنگ میں کافروں کی گردنیں اُڑا دو' پھر ان کو گرفتار کرلو اور گرفتار کرنے کے بعد ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بلا فدیہ رہا کر دو ف۸۷ جو لوگ بدر میں قید ہو کر آئے' ان میں حضرت عباس بھی تھے' رسول اللہ ﷺ نے دیگر قیدیوں کی طرح حضرت عباس سے فرمایا: اے عباس! تم اپنا بھی فدیہ دو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن مجدم کا فدیہ بھی دو' حضرت عباس نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا: میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا' یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے' اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا' لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو' سو تم اپنا فدیہ ادا کرو' حضرت عباس نے کہا: مجھ سے آپ نے بہ طور غنیمت جو بیس اوقیہ سونا وصول کیا ہے' اس کو فدیہ میں کاٹ لیں' میرے پاس اور مال نہیں ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا' اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبداللہ کو دینا' تب عباس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہوگیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: ۳۳۱۰۔ ج۱' مجمع الزوائد ج۶ ص ۸۶' المستدرک ج ۳ ص ۳۲۴) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ علمِ غیب آپ کو اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہوا تھا' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس حدیث کو ۳۶ مستند حوالہ جات کے ساتھ ذکر کیا ہے

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا

اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں ۸۹

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں

شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ

ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم

النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

ہے ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور تم جو کام بھی

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے ○ ۹۰ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان میں سے بعض بعض کے ولی ہیں ۹۱

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَ

اگر تم ان احکام پر عمل نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا ○ اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو)

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

جگہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ برحق مومن ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور

تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ہر مکتبۂ فکر کے قدیم و جدید علماء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا علمِ غیب مسلم اور غیر نزاعی ہے اور یہ آیت حضرت عباس ہی کے متعلق نازل ہوئی۔ (المعجم الاوسط ج ۹ ص ۳۹) **ف۸۸** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عباس اور ان کے اصحاب نے نبی ﷺ سے کہا تھا کہ آپ جو کچھ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ہم آپ کے متعلق اپنی قوم کو نصیحت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اس عہد کو پورا نہیں کیا آپ سے خیانت کی تو آپ افسوس نہ کریں یہ اس سے پہلے بھی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں۔ انہوں نے کفر کیا آپ سے قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۶۶) **ف۸۹** اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اور یہاں ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت و معاونت ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۶۷ ملخصاً) **ف۹۰** یعنی جن مسلمانوں نے دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی پھر انہوں نے دارالحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں سے ان کی فوجی قوت یا مال سے مدد طلب کی تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان کو ناامید اور نامراد نہ کریں۔ ہاں! اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جس قوم کے ساتھ ایک مدت معین تک تمہارا معاہدہ ہو تو پھر تم اس معاہدہ کو نہ توڑو جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف آئے گا وہ اس کو انہیں واپس کر دیں گے اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ اگلے سال مسلمان عمرہ کے لیے آئیں گے اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں گے مثلاً تلوار اور تیر کمان وغیرہ پھر حضرت ابو جندل بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۰) **ف۹۱** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان ولایت (نصرت اور وراثت) کو منقطع کر دیا ہے اور مومنوں کو مومنوں کا ولی بنایا ہے اور کافروں کو کافروں کا ولی بنایا۔ کفار اپنے دین اور معتقدات کے اعتبار سے ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہیں اگر کسی کافر عورت کا مسلمان بھائی ہو تو وہ اس کی ولی نہیں ہے اور وہ اس کا نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے درمیان ولایت نہیں ہے۔ اس کا نکاح اس کا ہم مذہب ولی کرے گا جس طرح مسلمان عورت کا نکاح صرف مسلمان ولی ہی کر سکتا ہے اگر اس کا باپ یا دادا کافر ہو تو وہ اس کا نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۸۳)

رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

عزت والی روزی ہے○ ف۹۲ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ

مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

جہاد کیا سو وہ بھی تم میں سے ہیں ف۹۳ اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٥﴾

زیادہ حق دار ہیں ف۹۴ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے○

اٰيَاتُهَا ١٢٩ (٩) سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (١١٣) رُكُوْعَاتُهَا ١٦

سورۃ التوبہ مدنی ہے — اس میں ایک سو انتیس آیتیں سولہ رکوع ہیں ف۱

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١﴾

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے اعلان برأت (بیزاری) ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا○ ف۲

فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ

سو (اے مشرکو!) اب تم (صرف) چار ماہ (آزادی سے) چل پھر لو اور یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور

مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢﴾ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ

یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے○ ف۳ اور سب لوگوں کو اللہ اور

وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ

اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن ف۴ اللہ مشرکین سے بری الذمہ

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ

ہے اور اس کا رسول (بھی) پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر

ف۹۲ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں تکرار ہے کیونکہ آیت: ۷۲ میں بھی وہی مضمون بیان فرمایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت: ۷۲ سے مقصود یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ولایت کو بیان کیا جائے اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف کی جائے کیونکہ ان کا ایمان کامل ہے اور یہ برحق مؤمن ہیں۔ مہاجرین اولین نے ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا' انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا' عزیز و اقارب کو چھوڑا' مال و دولت اور مکانوں اور باغات کو چھوڑا۔ اسی طرح انصار نے بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے اپنے دیدہ و دل کو فرش راہ کیا ف۹۳ اس آیت سے وہ مسلمان مراد ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے بعد ہجرت کی' اور اس ہجرت کا مرتبہ پہلی ہجرت سے کم ہے' حدیبیہ کے دو سال تک صلح کا زمانہ رہا' پھر مکہ فتح ہو گیا اور ہجرت بھی ختم ہو گئی۔ ہجرت کی تعریف یہ ہے کہ دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف نکلنا یا دار الخوف سے دار الامن کی طرف نکلنا' جیسے مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ یا حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۹۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۴) ف۹۴ "ذوالرحم" کا معنی لغت میں مطلقاً "ذوالقرابت" ہے اور اصطلاحِ شرع میں "ذوالرحم" ہر وہ رشتہ دار ہے جس کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں اور نہ اجماع امت میں اور نہ وہ عصبہ ہو (یعنی میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار جیسے دادا' چچا' بیٹا' بھائی وغیرہ) اور جب صرف یہی ہو اور اس کے ساتھ ذوی الفروض' عصبہ نسبی اور عصبہ سببی نہ ہو تو میت کا کل مال اس کو مل جاتا ہے۔ (شرح السراجیہ ص ۱۴۵) قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ التوبہ: ف۱ سورۃ التوبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس لیے نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں فرمایا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۲۱) ف۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں مشرکین سے مسلمانوں کے کیے ہوئے معاہدہ کو فسخ کرنے کا اعلان فرما دیا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۶ ھ میں مسلمانوں نے مشرکین سے حدیبیہ میں صلح کی تھی' پھر ۹ ھ میں بنو ضمرہ اور بنو کنانہ کے سوا سب نے عہد شکنی کی' تب مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ سے بری الذمہ ہو جائیں' اور ان کو چار ماہ کی مہلت دی' اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ اگر مشرکین اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے ف۳ اس آیت میں ان مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے جنہوں نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تھی اور جن لوگوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی' ان کی مدت پوری ہونے تک ان کو امان دینے کا حکم ہے' جیسا کہ التوبہ: ۴ سے ظاہر ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۸۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو اہل مکہ کی طرف براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا تو میں ان کے ساتھ تھا' ان کے بیٹے نے پوچھا: آپ لوگوں کو کیا اعلان کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم یہ اعلان کرتے تھے کہ مؤمن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہو گا اور کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا' اور جس شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ تھا' اس کی انتہائی مدت چار ماہ ہے اور جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' پس میں یہ اعلان کرتا رہا حتیٰ کہ میری آواز کی تیزی ختم ہو گئی۔ (سنن نسائی: ۲۹۵۸) ف۴ ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: جو حج اس دن کے موافق ہو' جس دن رسول اللہ ﷺ نے اور تمام دیہاتیوں نے حج کیا تھا (وہ حج اکبر ہے)۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۹۳) علامہ ابن عابدین شامی نے علامہ رملی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے اور شیخ عزالدین بن جماعہ نے کہا: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ جمعہ کے دن کے حج کی باقی دنوں پر کیا فضیلت ہے؟ انہوں نے کہا:

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور آپ کافروں کو درد ناک

كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

عذاب کی خوش خبری دیجیے O ماسوا ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا

پھر انہوں نے اس معاہدہ کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی

اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴﴾

تو ان سے ان کے معاہدہ کو اس کی مدت معینہ تک پورا کرو' بے شک اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے O ۵

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو' ۶ ان کو گرفتار کرو'

وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ

اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ

توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں ۷ اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو' بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ

اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے

فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

تو آپ اسے پناہ دے دیجیے' حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سنے' پھر آپ اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجیے' یہ (حکم) اس لیے

جمعہ کے حج کو باقی دنوں کے حج پر پانچ وجہ سے فضیلت ہے: پہلی اور دوسری وجہ تو مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح جگہ کی فضیلت سے بھی عمل کی فضیلت ہوتی ہے' مثلاً مکہ میں عمل کی دوسرے شہروں کے عمل کی بہ نسبت فضیلت ہے' اسی طرح زمانہ کی فضیلت سے بھی عمل کی فضیلت ہوتی ہے اور جمعہ کا دن ہفتہ کے تمام دنوں سے افضل ہے (بلکہ سید الایام ہے)' پس واجب ہوا کہ جمعہ کے دن کا عمل باقی دنوں کے عمل سے افضل ہو' اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے' جس میں مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو سوال بھی کرے' اللہ اسے وہ عطا فرماتا ہے اور یہ فضیلت باقی دنوں میں نہیں ہے اور پانچویں فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے حج میں نبی ﷺ کے حج سے موافقت ہے کیونکہ حجۃ الوداع جمعہ کے دن تھا اور نبی ﷺ کے لیے سب سے افضل عمل اختیار کیا جاتا ہے۔ (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۰) ف ۵ امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت کا مصداق بنو ضمرہ تھے' جن کا تعلق کنانہ سے تھا' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے معاہدہ کی مدت کو پورا کریں اور نزولِ آیت کے وقت ان کی مدت ختم ہونے میں نو ماہ باقی تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے عہد شکنی نہیں کی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۲۷) ف ۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن (التوبہ: ۲۹) نے اس حکم سے ان اہل کتاب کو مستثنیٰ کر لیا جو جزیہ ادا کر دیں' اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کفار سے قتال کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے قتال نہ کرو اور اگر وہ قبول نہ کریں تو پھر ان کو دعوت دو کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر دار مہاجرین میں منتقل ہو جائیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو ان سے قتال نہ کرو' اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ کا سوال کریں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو پھر ان سے قتال سے رک جاؤ' اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے اللہ کی مدد سے قتال کرو اور ان سے خیانت نہ کرو اور ان سے عہد شکنی نہ کرو اور ان کا مثلہ نہ کرو اور ان کے بچوں کو قتل نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۱۲) نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو مقتول پایا تو آپ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۱۴) ف ۷ جو شخص فرضیتِ نماز کا قائل ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو' امام احمد کا اس کے متعلق مختار قول یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے گی' حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے' فقہاء احناف کے موقف پر یہ حدیث صراحتاً دلالت کرتی ہے: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے اوقات میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) اس کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں' اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱) نیز تارک نماز کو قتل نہ کرنے کا باعث یہ حدیث بھی ہے: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے ماسوا تین شخصوں کے: جو اسلام کو ترک کرنے والا ہو اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے والا ہو اور شادی شدہ زنا کرنے والا اور جس شخص کو کسی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۸) اس حدیث میں بھی کسی مسلمان شخص کو ان تین وجہوں کے علاوہ قتل کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور جو نماز کا تارک ہو' وہ ان تینوں وجہوں میں داخل نہیں ہے' لہٰذا اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ ۚ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝١٠ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ

ہے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے O ف٨ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ان مشرکین کے ساتھ کیوں کر کوئی عہد سکتا ہے؟ ماسوا ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی ان سے کیے ہوئے عہد کے پابند رہو بے شک اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے O ف٩ ان کے عہد کا کیسے اعتبار ہوسکتا ہے جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم پر غالب ہوں تو وہ نہ تمہاری رشتہ داری کا لحاظ کریں گے اور نہ تم سے کیے ہوئے عہد کا پاس کریں گے وہ تمہیں صرف اپنی زبانی باتوں سے خوش کرتے ہیں اور ان کے دل اس کے خلاف ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں O ف١٠ انہوں نے تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیتوں کو فروخت کر دیا پھر اللہ کے راستہ سے روکا' بے شک وہ بہت برے کام کرتے تھے O وہ نہ کسی مومن کی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ اس کے کسی عہد کا پاس کرتے ہیں اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں O ف١١ پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں ف١٢

ع ٦

ف٨ جس مشرک نے دین کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کے ملک میں داخل ہونے کی اجازت اور امان طلب کی ہو' اس کے جواز میں سب کا اتفاق ہے' لیکن جس مشرک نے تجارت یا کسی اور غرض سے مسلمانوں کے ملک میں دخول کی اجازت طلب کی ہو تو اگر مسلمان حکمران یہ سمجھیں کہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت اور منفعت ہے تو یہ جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٨ ص ١٥)

ف٩ امام ابن اسحاق نے کہا کہ عام معاہدہ یہ کیا گیا تھا کہ نہ مسلمان مشرکوں کو حرم میں جانے سے روکیں گے اور نہ مشرک مسلمانوں کو حرم میں جانے سے روکیں گے اور نہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کریں گے۔ یہ معاہدہ حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا' جو مسجد حرام کے قریب ہے اور یہ معاہدہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوا تھا۔ اس معاہدہ میں بنوبکر قریش کے حلیف تھے اور بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے' پھر معاہدہ کی مدت پوری ہونے سے پہلے بنوبکر نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا' اور جن لوگوں نے عہد کی پاس داری کی وہ بنوخزاعہ تھے۔ امام ابوجعفر نے کہا: وہ لوگ بنوبکر کے بعض افراد تھے' جن کا تعلق بنوکنانہ سے تھا' جب بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا تو بنوکنانہ نے بنوبکر کا ساتھ نہیں دیا اور اپنے عہد پر قائم رہے۔ یہ قول اس سے اولیٰ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سورۃ البراءۃ کا پیغام سنانے کے لیے مکہ مکرمہ گئے تھے تو اس وقت تک اہل مکہ میں سے قریش اور خزاعہ سے جنگ ہو چکی تھی اور فتح مکہ کے بعد ان آیات کے نزول سے پہلے وہ سب مسلمان ہو چکے تھے' اس وقت کنانہ ہی شرک پر تھے' لیکن انہوں نے چونکہ معاہدۂ حدیبیہ کی پاسداری کی تھی' اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب تک وہ عہد پر قائم رہیں' تم بھی ان کے ساتھ عہد نبھاؤ۔ (جامع البیان جز١٠ ص ١٠٧-١٠٦ ملخصاً) ف١٠ اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ٨ کے آخر میں فرمایا ہے: ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان لوگوں سے مراد ہے: مشرک اور کافر' اور شرک اور کفر فسق سے بہت بڑا گناہ ہے تو مشرکین کی مذمت میں فسق کی صفت ذکر کرنا کیسے مناسب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مشرکین اور کفار اپنے دین کے قواعد کے لحاظ سے نیک ہوتے ہیں مثلاً وہ امانت دار ہوں' سچ بولتے ہوں اور عہد پورا کرتے ہوں اور بعض مشرکین اپنے دین کے قواعد کے اعتبار سے بھی بدکار اور اخبث ہوتے ہیں مثلاً وہ جھوٹ بولتے ہوں اور عہد شکنی کرتے ہوں' سو یہ مشرکین شرک کرنے کے علاوہ اپنے دین کے قواعد کے اعتبار سے بھی فاسق ہیں ف١١ یہاں تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیتوں کو فروخت کرنے سے مراد یہ ہے کہ مشرکین کے لیے یہ موقع تھا کہ وہ اللہ کی آیات پر ایمان لے آتے' لیکن وہ دنیاوی مفاد کی خاطر اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لائے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے تھوڑی قیمت کے عوض اللہ کی آیات کو فروخت کر دیا' نیز ان کے متعلق فرمایا: یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں' اس سے مراد ان کی دیگر برائیوں کے علاوہ عہد شکنی ہے ف١٢ اس آیت میں توبہ کرنے والوں اور نماز قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے متعلق فرمایا: وہ تمہارے دینی بھائی ہیں' یہ ظاہر ایک حدیث اس آیت کے خلاف ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مؤمنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں' میری خواہش ہے کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں' صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے دینی بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم میرے صحابہ ہو اور میرے (دینی) بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٦) رسول اللہ ﷺ نے بعد کے مسلمانوں کو اپنا دینی بھائی فرمایا اور صحابہ کو دینی بھائی نہیں فرمایا حالانکہ جن مشترک اوصاف کی وجہ سے آپ نے بعد کے مسلمانوں کو اپنا (دینی) بھائی فرمایا' وہ اوصاف صحابہ کرام میں بھی تھے بلکہ زیادہ احسن اور زیادہ اکمل تھے۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو' دینی بھائی تو بعد کے لوگ ہوں گے' کیونکہ دینی بھائی ہونے میں صحابہ کرام کی کوئی انفرادیت اور خصوصیت نہیں تھی' وہ تو قیامت تک کے سارے مسلمان ہیں' ان کی خصوصیت صحابی ہونے میں تھی' کیونکہ بعد کے مسلمان کتنے ہی کامل کیوں نہ ہوں' درجۂ صحابیت کو نہیں پا سکتے۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ذکر میں اگر آپ کو صرف بشر کہا جائے تو یہ درست نہیں ہے۔ بشری تو مسلمان کے ساتھ بھی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ کافر بھی بشر ہیں' آپ

وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

اور ہم صاحبانِ علم کے لیے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں○ اور اگر یہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ

توڑ دیں اور تمہارے دین پر طنز کریں تو تم کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو ۱۳

اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝۱۲ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا

ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے شاید کہ وہ باز آ جائیں○ کیا تم ان لوگوں سے جنگ

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ

نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا ۱۴ اور انہوں نے رسول کو بے وطن کرنے کا قصد کیا ۱۵ اور پہلی بار جنگ کی انہوں نے ہی

مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

ابتداء کی تھی ۱۶ کیا تم ان سے ڈرتے ہو سو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو○

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ

ان سے جنگ کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا ۱۷ ان کو رسوا کرے گا ۱۸ اور

يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ

ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا○ ۱۹ اور ان کے دلوں کے غیظ کو دور فرمائے گا

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۵ اَمْ

اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہے○ (اے مسلمانو!) کیا تمہارا

حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

گمان یہ ہے کہ تم (ایسے ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو تمیز نہیں فرمایا

کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ سید البشر ہیں بشر کامل ہیں بشر ہونا تو ایک طرف صرف نبی ہونا بھی آپ کی خصوصیت نہیں ہے آپ سید الانبیاء ہیں قائد الانبیاء ہیں قائد المرسلین ہیں خاتم النبیین ہیں سو آپ کا ذکر کیا جائے تو آپ کے خصوصی اوصاف کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے کیونکہ عام اوصاف کے ساتھ تو آپ نے اپنے صحابہ کا ذکر کرنا بھی پسند نہیں فرمایا

ف۱۳ اس آیت کی رُو سے اسلامی ملک میں رہنے والے ان غیر مسلموں کو بھی قتل کرنا واجب ہے جو ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ یا انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کی بھی توہین کریں یعنی ان کی شان کے خلاف کوئی ایسا لفظ بولیں یا لکھیں جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودیہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرتی تھی' ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئی' نبی ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (السنن الکبریٰ ج۹ ص۲۰۰) اور ہمارے (علماء احناف کے) نزدیک حق یہ ہے کہ جب کوئی شخص علی الاعلان نبی ﷺ کو سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ سیر' ذخیرہ میں یہ تصریح ہے کہ امام محمد نے فرمایا: جب کوئی عورت علی الاعلان نبی ﷺ کو سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عدی نے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتی تھی' انہوں نے رات کو اس کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے ان کے اس فعل کی تعریف فرمائی۔ (الدر المختار علی ہامش رد المختار ج۳ ص۲۸۰۔۲۷۹) ف۱۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے قتال کے تین سبب بیان فرمائے ہیں اور یہ پہلا سبب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کا معاہدہ پکا کرنے کے بعد اس کو توڑ ڈالا اور انہوں نے بنوخزاعہ کی مدد کی' جنہوں نے عہد شکنی کی ابتداء کی تھی ف۱۵ یہ کفار سے قتال کرنے کا دوسرا سبب ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بے وطن کرنے کا قصد کیا اور یہ ان سے جنگ کرنے کا بہت بڑا داعیہ اور محرک ہے اور رسول اللہ ﷺ کو بے وطن کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی وجہ سے آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی ف۱۶ یہ کفار سے قتال کا تیسرا سبب ہے کہ انہوں نے خود جنگ کی ابتداء اس طرح کی کہ انہوں نے بدر میں حملہ کیا حالانکہ ان کا قافلہ ان کے پاس صحیح وسلامت پہنچ چکا تھا' لیکن انہوں نے کہا: ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ اسلام کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکیں ف۱۷ اس عذاب سے مراد دنیا کا عذاب ہے اور یہ عذاب کافروں کو قتل کرنے کی صورت میں حاصل ہوگا' اور ان کو قید کرنے کی صورت میں اور میدانِ جنگ میں ان کے اموال پر بہ طور مالِ غنیمت کے قبضہ کی صورت میں حاصل ہوگا ف۱۸ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ذلت آمیز اور عبرت ناک شکست سے دوچار کیا' اور جن مسلمانوں کو وہ بہت کمزور اور پس ماندہ سمجھتے تھے' انہوں نے ان کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور ان کا فخر اور غرور خاک میں مل گیا ف۱۹ بنوخزاعہ اسلام لا چکے تھے اور وہ مسلمانوں کے حلیف تھے اور بنوبکر قریش کے حلیف تھے۔ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے بنوبکر کی مدد کی' پھر مسلمانوں نے معاہدہ حدیبیہ کو فسخ کر کے مکہ پر حملہ کیا' کفار قریش کو شکست ہوئی اور بنوخزاعہ کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ

جنہوں نے کامل طریقہ سے جہاد کیا ہو ف۲۰ اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کے سوا

وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ

کسی کو اپنا محرم راز نہ بنایا ہو اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خوب خبر رکھتا ہے ○ مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ

وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں درآں حالیکہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا

ان کے اعمال ضائع ہو گئے ف۲۱ اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ اللہ کی

يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ

مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی

الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ

اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی

اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ

لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے ○ ف۲۲ کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ

کے آباد کرنے کو اس شخص (کی نیکیوں) کی مثل کر دیا جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کی راہ میں جہاد کیا' اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہوں گے' ف۲۳ اور اللہ ظلم کرنے والے

ف۲۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کی نفی کی ہے اور اس سے معلوم کی نفی کا ارادہ کیا ہے' یعنی انہوں نے بہت زیادہ کامل طریقے سے جہاد نہیں کیا' کیونکہ اگر انہوں نے کامل جہاد کیا ہوتا تو اس کا اللہ کو علم ہوتا' کیونکہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کے علم کا تعلق اس کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے وقوع کو مستلزم ہوتا ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم واقع کے مطابق نہیں ہوگا اور یہ محال ہے اور جس چیز کا اللہ کو علم نہ ہو وہ اس چیز کے عدم وقوع کو مستلزم ہوتا ہے' کیونکہ اگر وہ چیز واقع ہو تو کائنات میں ایسی چیز ہوگی جس کا اللہ کو علم نہ ہو اور یہ بھی محال ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۳۱۰۔ ۳۰۹) ف۲۱ مسجد کی تعمیر کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے: مسجد کی زیارت کرنا اور اس میں رہنا اور دوسرا معنی ہے: مسجد کو بنانا اور اس کا جو حصہ بوسیدہ ہو گیا ہو اس کو نیا بنانا' کیونکہ ''اِعْتَمَرَ'' اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے' جس نے مسجد کی زیارت کی اور اس سے لفظ عمرہ ماخوذ ہے کیونکہ عمرہ بیت اللہ کی زیارت کرنے کو کہتے ہیں اور جو شخص مسجد میں بہ کثرت آتا جاتا ہو اور مسجد ہی میں رہتا ہو اس کو عمار کہتے ہیں' پس اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ کفار کو مسجد میں داخل ہونے اور مسجد کو بنانے اور مسجد کی دیکھ بھال کا انتظام کرنے اور مسجد میں قیام کرنے سے منع کیا جائے کیونکہ یہ لفظ دونوں معنی کو شامل ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۸۷) ف۲۲ اللہ تعالیٰ نے تعمیر مساجد کا جواز پانچ چیزوں میں منحصر فرمایا ہے: (۱) اللہ پر ایمان (۲) قیامت پر ایمان (۳) نماز قائم کرنا (۴) زکوٰۃ ادا کرنا (۵) اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا' اس آیت میں مسجد بنانے کے لیے ایمان باللہ اور دیگر امور کا ذکر تو ہے لیکن ایمان بالرسول کا ذکر نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول کو مستلزم ہے' کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تمام ارشادات پر ایمان لایا جائے اور اللہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (الفتح: ۲۹) سو جس نے سیدنا محمد ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانا' اس نے اللہ عزوجل کو نہیں مانا ف۲۳ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا: اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے کسی اور عمل کی ضرورت نہیں ہے' سوا اس کے کہ میں حجاج کو پانی پلاتا رہوں گا۔ دوسرے شخص نے کہا: مجھے اسلام لانے کے بعد کسی اور عمل کی ضرورت نہیں ہے مگر میں مسجد حرام کی زیارت کروں گا اور اس کو آباد رکھوں گا۔ تیسرے شخص نے کہا: تم نے جو چیزیں بیان کی ہیں ان سے جہاد کرنا افضل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس آوازیں بلند نہ کرو اور وہ جمعہ کا دن تھا' لیکن میں جمعہ کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ میں دریافت کروں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مسند احمد: ۱۸۳۹۵)

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ

لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ

اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کیا' اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ

اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

ہے' اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں O ف۲۴ ان کا رب ان کو اپنی رحمت

مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ

اور رضا کی خوش خبری دیتا ہے اور ان جنتوں کی جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہے O ف۲۵ وہ ان جنتوں

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' بے شک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے O اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا

اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان

الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

پر ترجیح دیتے ہوں اور تم میں سے جو لوگ ان کو دوست بنائیں گے تو وہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ

ظالم ہیں O ف۲۶ (اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور

اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری تجارت جس کے کمائے

وقف لازم

ف۲۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک ایمان لانے والوں' ہجرت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا درجہ تمام مخلوق سے بڑا ہے اور ان کا درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کی رحمت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے "فوز" کا معنی ہے: اپنے مطلوب کو پالینا اور ان کا مطلوب عذاب سے نجات اور ثواب کا حصول ہے اور اس کا مصداق فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والے صحابہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" (الحدید: ١٠) (اے مسلمانو!) تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا' ان کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا' ان کا ان سے بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کی تائید اس حدیث میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کو سب وشتم نہ کرو (برا نہ کہو) پس اگر تم میں سے کوئی شخص (اللہ کی راہ میں) احد پہاڑ جتنا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں ہوسکتا۔ (صحیح البخاری: ٣٦٧٣) ف۲۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ان کا رب ان کو رحمت اور رضا کی خوش خبری دیتا ہے۔ یہ رب کریم کا وعدہ ہے اور حدیث میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت کے لیے موجود ہیں اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہوگئے؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کیوں نہیں راضی ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے افضل چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے زیادہ افضل اور کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رحمت اور رضا نازل کرتا ہوں' اس کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح البخاری: ٦٥٤٩) ف۲۶ اس آیت میں تمام مؤمنین سے خطاب ہے اور اس کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے اور اس آیت میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمادیا ہے' لیکن مسلمان ملکوں میں جو کافر مسلمانوں کی اجازت سے رہتے ہیں' ان کے ساتھ خرید وفروخت' مزدوری کرنے اور مزدوری کرانے اور ملکی' ملی اور سماجی اُمور میں ان سے تعاون کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دوستی اور محبت رکھنے سے منع کیا ہے اور بغیر دوستی اور محبت کے ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا' ان سے تحائف لینا اور ان کو تحائف دینا' ان سے قرض اور خرید وفروخت کا معاملہ کرنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے ایک ماہ کے اُدھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی۔ (صحیح البخاری: ٢٠٦٨) اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مشرک سے ایک بکری خریدی۔ (صحیح البخاری: ٢٦١٨) نیز ایلہ کے بادشاہ نے نبی ﷺ کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا' اور آپ کو ایک چادر پہنائی اور آپ نے اس سرزمین پر اس بادشاہ کی حکومت کے لیے لکھا۔ (صحیح البخاری' باب قبول الہدیۃ من المشرکین ص ٥٤٣)

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ

جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم لے آئے

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ

اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O ۲۷ بے شک اللہ نے بہ کثرت مواقع پر

مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

تمہاری مدد فرمائی اور (غزوہ) حنین کے دن (بھی) جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا (حالانکہ)

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

اس کثرت نے تم سے کسی چیز کو دور نہیں کیا ۲۸ اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر

وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ

تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹے O ۲۹ پھر اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت قلب نازل فرمائی اور

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ

ایمان والوں پر (بھی) اور اس نے ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا ۳۰ اور کافروں کو عذاب

كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ

دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے O ۳۱ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول

ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

فرمائے گا ۳۲ اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے O اے ایمان والو! تمام مشرک

ف ۲۷ انسان کو فطری طور پر اپنے باپ' دادا' بیٹے' بیویاں اور دیگر قریبی رشتہ دار بہت محبوب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کو اپنا کمایا ہوا مال اور اپنا کاروبار بھی بہت مرغوب ہوتا ہے اور اپنے رہائشی مکان بھی اس کو بہت پسند ہوتے ہیں اور ان سب کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلے جانا' اس کے لیے بہت دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ہجرت کرنا اس پر طبعاً گراں ہوتا ہے اور اپنی جان بھی اس کو بہت پیاری ہوتی ہے' اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس پر بہت شاق ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں' مال و دولت' اپنے مکانوں' بلکہ خود اپنی جانوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو محبوب رکھیں' اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے وطن سے ہجرت کریں اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا معنی کیا ہے' اللہ بندوں سے کس طرح محبت کرتا ہے اور بندے اس سے کس طرح محبت کریں' اس کی تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۱۹ تا ص ۱۲۳ کا مطالعہ فرمائیں' نیز رسول اللہ ﷺ سے محبت کا کیا معنی ہے؟ اور آپ سے محبت کی کیا وجوہات ہیں؟ اور آپ سے محبت کی کیا علامات ہیں؟ اس کی تفصیل بھی حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۵ تا ۴۵۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں بہ طور برکت ایک حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری: ۱۵) ف ۲۸ فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ مکہ میں ہی تھے کہ آپ کو ثقیف اور ہوازن کی جنگی تیاریوں کی خبر پہنچی' آپ نے حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لیے حنین بھیجا۔ انہوں نے حنین میں کئی دن جاسوسی کی' پھر آ کر نبی ﷺ کو حالات سے مطلع کیا۔ نبی ﷺ نے مقابلہ کی تیاری کی اور آپ چھ شوال کو حنین کی طرف روانہ ہوئے اور دس شوال کو حنین پہنچ گئے۔ بارہ ہزار کا کثیر التعداد لشکر دیکھ کر حضرت ابوبکر نے یہ کہا: آج ہم لشکر کی قلت کی وجہ سے شکست یاب نہیں ہوں گے' تو مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۴) ف ۲۹ ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم جنگ حنین کے دن بھاگ پڑے تھے' انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری تھی' بلکہ امر واقعہ یہ تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے چند جلد باز اور نہتے نوجوان آگے نکلے اور ان کا مقابلہ ہوازن اور بنونضر کے تیر اندازوں سے ہوا جن کا کوئی تیر خطا نہیں جاتا تھا۔ انہوں نے اس طرح تاک تاک کر تیر برسائے کہ ان کا کوئی تیر خطا نہیں گیا' پھر یہ جوان رسول اللہ ﷺ کی طرف ہٹ آئے' رسول اللہ ﷺ ایک سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اس کے آگے تھے' نبی ﷺ خچر سے اترے اور اللہ سے مدد طلب کی' اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳۰) ف ۳۰ ہوازن کی تیر اندازی سے جو مسلمان اچانک گھبرا گئے تھے اور مسلمانوں کے بھاگنے سے نبی ﷺ کو جو تشویش لاحق ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے کفار کو مغلوب کر دیا اور اس سے نبی ﷺ کی تشویش دور ہو گئی اور مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ غزوۂ حنین میں فرشتوں کا نزول صرف اس لیے ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کریں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۰) ف ۳۱ یعنی مسلمانوں کی تلواروں سے ہوازن اور ثقیف کو قتل کیا گیا اور ان کو قید کیا گیا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جنگ حنین میں حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے چالیس کافروں کو قتل کیا' اور رسول اللہ ﷺ نے چار ہزار کو گرفتار کیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۵) ف ۳۲ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین میں تھے' جب آپ نے ہوازن کا مال و متاع بہ طور غنیمت لے لیا اور ان کے لڑنے والوں کو غلام اور باندی بنا لیا اور یہ مال غنیمت اور قیدی جعرانہ بھیج دیئے۔ ہوازن مسلمان ہو گئے اور ان کا وفد جعرانہ میں آیا (حنین کے رئیس مالک بن عوف اور ان کی قوم نے اسلام قبول کر لیا)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲۶) اور ان کی توبہ

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ

محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ

عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ

آئیں' اور اگر تم فقر کا خوف کرو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو عنقریب اپنے فضل سے

فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ

غنی کر دے گا' بے شک اللہ بے حد جاننے والا بہت حکمت والا ہےO ۳۳ ان لوگوں سے قتال کرو

لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول

اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں

الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۲۹﴾ ع

جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ ۳۴ سے جزیہ ۳۵ دیںO

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے ۳۶ اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح

ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ

اللہ کا بیٹا ہے' ۳۷ یہ محض ان کے منہ سے کہی ہوئی (بے سروپا) باتیں ہیں' یہ اپنے سے پہلے کافروں کی

كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوا

کہی ہوئی باتوں کی مشابہت کرتے ہیں' ان پر اللہ کی پھٹکار' یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیںO انہوں نے اللہ

کی قبولیت یہی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت دی ف۳۳ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے۔ اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو ''اس سال کے بعد'' کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی' اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے: اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا' اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے' کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا' اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔ (روح المعانی جز ۱۰ ص ۷۷) ف۳۴ ہاتھ سے مراد احسان ہے یعنی ان پر مسلمانوں کا احسان ہے کہ وہ ان کو قتل کرنے کے بدلہ ان سے صرف جزیہ لے رہے ہیں اور ذلت کے ساتھ کا معنی یہ ہے کہ وہ اس طرح جزیہ کی رقم نہ دیں جیسے کوئی افسر اپنے ماتحت کو انعام دیتا ہے کیونکہ اس میں دینے والے کی بڑائی ہے بلکہ وہ اس طرح جزیہ کی رقم دیں جس طرح مجرم حاکم کو جرمانہ ادا کرتا ہے اور اس میں اس پر حاکم کا احسان ہے کہ وہ جرمانہ وصول کر کے اس کی سزا معاف کر رہا ہے ف۳۵ جزیہ کا لغوی معنی ہے: الجزاء یعنی بدلہ اور یہ قتل کا بدلہ ہے' کیونکہ جب کوئی ذمی جزیہ ادا کر دیتا ہے تو اس سے قتل ساقط ہو جاتا ہے اور الجزاء سزا کو بھی کہتے ہیں اور جزیہ کی رقم ذمی کے کفر کی سزا ہے۔ جزیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم جو صلح سے لی جاتی ہے' اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے اور نہ اس میں تغیر کیا جاتا ہے' جیسے نبی ﷺ نے اہل نجران سے اس پر صلح کی کہ وہ ہر سال دو ہزار حلے ادا کیا کریں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۴۱) اور جزیہ کی دوسری قسم وہ ہے جو اہل کتاب سے جبراً ہر سال لی جاتی ہے اور اس کے عوض ان کو ان کے املاک پر برقرار رکھا جاتا ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۶ ص ۲۳۹) اور جزیہ کی مقدار فقہاء احناف کے نزدیک یہ ہے کہ فقیر سے بارہ درہم سالانہ لیے جائیں گے' متوسط سے چوبیس درہم سالانہ اور امیر سے اڑتالیس درہم سالانہ لیے جائیں گے اور جو شخص دس ہزار درہم یا اس سے زیادہ کا مالک ہو' وہ غنی ہے اور جو شخص دو سو یا اس سے زیادہ درہم کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو شخص دو سو درہم سے کم کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہ ہو' وہ فقیر ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۶ ص ۲۴۰) فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے: محمد بن عبید اللہ ثقفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مردوں پر جزیہ مقرر کیا' غنی پر اڑتالیس درہم' متوسط پر چوبیس درہم اور فقیر پر بارہ درہم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۳۳) ف۳۶ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر ایک سو سال تک موت طاری کر دی تھی' پھر زندہ کر دیا' جب یہودیوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کی حیات کا علم ہوا تو وہ حضرت عزیر علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم میں آپ کے سوا کوئی تورات کا حافظ نہیں تھا' اور بخت نصر نے تورات کو جلا دیا تھا' اور اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں ہے سوائے چند سورتوں کے جو لوگوں کو حفظ ہیں' آپ ہمیں مکمل تورات لکھوا دیں۔ حضرت عزیر کے والد ''سروخا'' نے بخت نصر کے ایام میں ایک جگہ تورات کو دفن کر دیا تھا' جس کا حضرت عزیر کے سوا کسی کو علم نہیں تھا' حضرت عزیر اس جگہ لوگوں کو لے گئے اور تورات کو کھود نکالا' اس کے اوراق گل گئے تھے اور لکھائی مٹ چکی تھی۔ وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور بنو اسرائیل ان کے گرد بیٹھ گئے۔ آسمان سے دو ستارے نازل ہوئے اور ان کے پیٹ میں گھس گئے اور ان کو تورات یاد آ گئی اور انہوں نے بنو اسرائیل کے لیے از سرِ نو تورات لکھوا دی۔ جب بنو اسرائیل نے حضرت عزیر سے یہ غیر معمولی امور دیکھے تو وہ کہنے لگے: عزیر اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷ ص ۳۹۔۳۷ ملخصاً) ف۳۷ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے' اگر وہ حقیقی بیٹا کہتے ہیں تو یہ اللہ پر محال ہے کہ اس کی کوئی زوجہ ہو اور وہ کسی کا باپ ہو کیونکہ باپ اولاد کے حصول میں زوجہ کا محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا' نیز حقیقی باپ ہونا جسمیت کا متقاضی ہے اور جسم مرکب اور

أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ

کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پیروں کو خدا بنا لیا ہے ۳۸ع اور مسیح ابن مریم کو

مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ

(بھی) حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے'

سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ

وہ ان کے خود ساختہ شرکاء سے پاک ہےO وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو

بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾

اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو ناگوار ہوO ۳۹ع

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت ۴۰ع اور دین حق کے ساتھ بھیجا ۴۱ع تاکہ

عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اس کو ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو ناگوار ہوO ۴۲ع اے ایمان والو! بے شک

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ

(اہل کتاب کے) بہت سے علماء' اور پیر لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ

اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں' ۴۳ع اور جو لوگ سونے

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم

اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو

محتاج ہوتا ہے اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا اور اگر وہ مجازاً مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو اس میں مسیح کی تخصیص نہیں ہے' نیز خدا پر باپ کا اطلاق اس لیے جائز نہیں کہ یہ لفظ مخلوق کی صفت ہے' خالق کی صفت نہیں' اللہ کی شان خالق ہے' باپ اس کی شان نہیں ہے وف۳۸ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو اتار کر پھینک دو' میں نے اس آیت کے متعلق پوچھا: ''اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ الخ'' (التوبہ: ۳۱) آپ نے فرمایا: وہ اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کر دیتے تو وہ اس کو حلال کہتے اور جب وہ کسی چیز کو حرام کر دیتے تو وہ اس کو حرام کہتے۔ (سنن ترمذی: ۳۰۹۵) قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے' اس گمراہی کا قلع قمع کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب میرے قول کے خلاف کوئی حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور امام شافعی نے فرمایا: اگر میرا قول کسی حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر مار دو اور حدیث پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے متقدمین فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' انہوں نے کتنے ہی مسائل میں ائمہ کے اقوال کے خلاف حدیث پر عمل کیا ہے اور اس گمراہی کی جڑ کاٹ دی ہے لیکن اس زمانہ میں ہم نے دیکھا کہ اگر کسی شخص کے دینی پیشوا کے کسی قول کے خلاف قرآن اور حدیث سے کتنے ہی دلائل کیوں نہ پیش کیے جائیں' وہ اپنے دینی پیشوا کے قول کے ساتھ چمٹا رہتا ہے وف۳۹ اس آیت میں یہودیوں کی ایک اور اسلام دشمنی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی نبی علیہ السلام کی نبوت کے دلائل کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کو پیش کیا' جس کی فصاحت و بلاغت کی نظیر آج تک کوئی نہیں لا سکا' اس کی دی ہوئی پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئیں اور اس کے اس دعویٰ کو بھی کوئی رد نہیں کر سکا کہ اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی' اور یہ آپ کے دعویٰ نبوت کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ آپ سچے نبی ہیں اور آپ کا پیغام سچا ہے اور جس طرح کوئی شخص سورج کے نور کو بجھانے کے لیے پھونکیں مارتا رہے تو سورج کا نور کم نہیں ہو گا' اسی طرح یہود اور دیگر مخالفین اسلام کی اسلام دشمن کوششوں سے اسلام کی اشاعت اور فروغ میں کوئی کمی نہیں ہو گی وف۴۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد علیہ السلام کی رسالت اور بعثت کا ذکر فرمایا' رسالت دلائل اور معجزات سے ثابت ہوتی ہے اور آپ کے دلائل اور معجزات سب رسولوں سے زیادہ تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ سب سے عظیم اور کامل رسول ہیں وف۴۱ یعنی آپ کا دین اور آپ کی شریعت متوازن اور معتدل ہے' فطرت سلیمہ کے مطابق ہے' آپ کا کوئی حکم خلاف عقل نہیں ہے اور آپ کی تعلیم میں دین اور دنیا کی بے شمار حکمتیں ہیں' واضح ہوا کہ آپ کی شریعت ہی کامل ہے وف۴۲ غلبہ سے مراد دلائل اور حجت کے اعتبار سے غلبہ ہے اور تمام ادیان کے مقابلہ میں اسلام کے دلائل غالب ہیں اور اسلام کے آنے سے ہر دین پر عمل منسوخ ہو گیا وف۴۳ علماء یہود و نصاریٰ نے لوگوں کو یہ باور کرا دیا تھا کہ صحیح دین یہودیت یا عیسائیت ہے اور اس دین کی تقویت اس وقت ہو گی' جب اس دین کے حاملین کی مالی خدمت کی جائے' سو وہ ان باطل طریقوں سے اپنے عوام کا ناجائز طریقہ سے مال کھاتے تھے' ہر چند کہ وہ اس ناجائز مال کو کھانے کے علاوہ دیگر مصارف میں بھی خرچ کرتے تھے' لیکن عرف میں کسی سے ناجائز مال لینے کو مال کھانے سے تعبیر کیا جاتا ہے' اس لیے فرمایا: وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں' اور مفسرین نے اس کی یہ توجیہ بھی کی ہے کہ کسی کا مال لینے سے بڑا مقصود اس مال کو کھانے اور پینے پر صرف کرنا ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے ہیں۔

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى

درد ناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے ○ ۳۴ جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا

بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا یہ ہے وہ (سونا اور چاندی) جس کو تم نے

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا

اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو ○ ۳۵ بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ

عَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ

کی کتاب میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ۴۶ ان میں سے چار مہینے

اَرْبَعَةٌ حُرُمٌؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ

حرمت والے ہیں ۴۷ یہی دین مستقیم ہے سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں

اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةًؕ

پر ظلم نہ کرو ۴۸ اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِى

اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ○ مہینہ کو مؤخر کرنا محض کفر میں اضافہ کرنا ہے اس سے کافروں

الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ

کو گمراہ کیا جاتا ہے وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں

عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُؕ زُيِّنَ

تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر لیں پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کر لیں ۴۹ ان کے

ف۴۴ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ" (التوبہ: ۳۴) تو مسلمانوں پر یہ آیت شاق گزری' حضرت عمر نے فرمایا: چلو میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں' پھر انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارا باقی مال پاکیزہ ہو جائے اور وراثت تمہارے بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۶۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سونے کی پازیب پہنی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ' جمع شدہ مال جس پر آگ کے عذاب کی وعید ہے) ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۱۸) اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو خواہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی زکوٰۃ کو تم نے ادا نہیں کیا تو خواہ وہ ظاہر ہو وہ پھر بھی کنز ہے

ف۴۵ اس آیت میں پیشانیوں' پہلوؤں اور پیٹھوں کو سونے اور چاندی کے ساتھ داغنے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہ اشرف اعضاء ہیں' جو اعضاء رئیسہ دل' دماغ اور جگر پر مشتمل ہیں اور چونکہ انسان اپنے ان ہی اعضاء کی سلامتی کے لیے مال جمع کرتا ہے' اس لیے ان اعضاء کو اس مال کے ساتھ جلایا جائے گا یا اس لیے کہ انسان کے بدن کی چار اطراف ہیں: اگلا حصہ اور پچھلا حصہ' چہرہ اگلے حصہ اور پیٹھ پچھلے حصہ پر دلالت کرتی ہے اور دو پہلو دائیں اور بائیں جانبوں پر دلالت کرتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ ہر جانب سے اس کو عذاب محیط ہو گا ف۴۶ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عبادات اور معاملات کے احکام ان مہینوں اور سالوں کے اعتبار سے مقرر کیے جائیں گے جو مہینے اور سال اہل عرب کے نزدیک معروف تھے نہ کہ وہ مہینے جو عجمیوں' رومیوں' قبطیوں اور ہندیوں کے نزدیک معروف تھے' غیر عرب کے نزدیک مہینہ تیس دنوں سے زیادہ کا بھی ہوتا ہے اور اہل عرب کے نزدیک مہینہ کا اعتبار چاند کے حساب سے ہوتا ہے اور ایک مہینہ تیس دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا' البتہ تیس دن سے کم کا مہینہ بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ" (یونس: ۵) وہی ہے جس نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا اور چاند کو روشن اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں' تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان بارہ مہینوں کو مقرر کیا اور ان کے نام رکھے' جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر جو کتابیں نازل کی' ان میں ان مہینوں کا ذکر کیا ف۴۷ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل شکل پر آ چکا ہے' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینہ ہیں' ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم اور (قبیلہ) مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶۲) پہلے ان مہینوں میں قتال کرنا جائز نہیں تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ کر دیا اور تمام مہینوں میں قتال کو مباح کر دیا' کیونکہ نبی ﷺ نے ہوازن سے حنین میں اور ثقیف سے طائف میں قتال کیا اور شوال اور ذوالقعدہ کے بعض ایام میں ان کا محاصرہ کیا ف۴۸ ہر چند کہ کسی مہینہ میں بھی ظلم کرنا جائز نہیں ہے' لیکن یہ مہینے چونکہ حرمت والے ہیں' اس لیے ان مہینوں میں گناہ کرنا زیادہ شدت سے ممنوع ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی ایک وجہ سے حرمت اور عظمت مقرر فرماتا ہے تو وہ ایک وجہ سے محرم اور مکرم ہوتی ہے اور جس چیز کی دو یا دو سے زیادہ وجہ سے حرمت اور عظمت مقرر فرماتا ہے تو وہ دو یا دو سے زیادہ وجہ سے مکرم اور محرم ہوتی ہے' پس اس میں برے کاموں پر عذاب بھی دگنا چوگنا ہوتا ہے' جس طرح اس میں نیک کاموں کا اجر و ثواب بھی دگنا اور چوگنا ہوتا ہے' سو جو شخص حرمت والے مہینے مثلاً ذوالحجہ میں یا حرمت والی جگہ مثلاً مکہ مکرمہ یا مسجد حرام میں عبادت کرے گا' اس کا اجر و ثواب دوسرے اوقات اور دوسری جگہوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہو گا اور جو شخص اس حرمت والے مہینہ اور حرمت والی جگہ میں برے کام کرے گا' اس پر مواخذہ بھی دگنا چوگنا ہو گا ف۴۹ "اَلنَّسِیْٓءُ" کا معنی ہے: مؤخر کرنا' مشرکین حرمت والے مہینوں کو مؤخر

لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع

بُرے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں' اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا O

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ

سے چپک جاتے ہو' کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا

سو دنیا کی زندگی کا نفع تو آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے O ۵۰ اگر تم (اللہ کی راہ میں)

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ

نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں درد ناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں

شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ

پہنچا سکو گے' ۵۱ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ ان کی مدد کر چکا ہے۔ ۵۲

اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ

جب کافروں نے ان کو بے وطن کر دیا تھا' درآں حالیکہ وہ دو میں سے دوسرے تھے' ۵۳ جب وہ دونوں غار میں تھے

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے: غم نہ کرو' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے' ۵۴ سو اللہ نے ان پر

سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ

طمانیت قلب نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں

کرتے رہتے تھے' ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ محرم حرمت والا مہینہ تھا' اس میں قتال حرام تھا' مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے لوگ تھے اور ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے' ان تین مہینوں میں قتال سے صبر کرنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا' انہیں جب محرم کے مہینے میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینے کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور اصل محرم کے مہینہ میں قتال کر لیتے۔ اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ موخر کرتے رہتے' حتیٰ کہ جس سال نبی ﷺ نے حج کیا' اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ موخر ہو کر اپنی اصلی ہیئت پر آ چکا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلی ہیئت پر آ چکا ہے' جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ ف۵۰ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چپک جاتے ہو' اس سے مراد تمام مسلمان نہیں ہیں' بلکہ بعض مسلمان ہیں کیونکہ اکثر مسلمان نبی ﷺ کے حکم کے مطابق غزوۂ تبوک میں جہاد پر خوشی سے روانہ ہو گئے تھے' جن کی تعداد تیس ہزار تھی اور بعض مسلمان بغیر کسی عذر کے اپنی سستی کی وجہ سے رہ گئے تھے' جن کو بہت سخت ملامت کی گئی اور منافقین جھوٹے بہانے کر کے رہ گئے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۹۳) ف۵۱ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کرنا واجب ہے' نیز اس سے پہلی آیت میں ان مسلمانوں کی مذمت کی ہے جو جہاد پر بلانے کے باوجود جہاد کے لیے نہیں جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلائے تو ان پر واجب ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں' نیز اس آیت میں جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس طرح جہاد فرض ہے' اسی طرح نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں اور جب جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے تو باقی فرائض کے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہو گا کیونکہ بہ حیثیت فرض ان عبادات میں کوئی فرق نہیں ہے ف۵۲ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اگر مسلمانوں نے نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جا کر ان کی مدد نہیں کی تو اس سے رسول اللہ ﷺ کو کوئی کمی نہیں ہوئی' اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد فرمائی تھی' جب قریش نے آپ کو بے وطن کر دیا تھا ف۵۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو "ثانی اثنین" (دو میں سے دوسرا) فرمایا ہے اور دین کے اکثر مناصب میں حضرت ابوبکر سیدنا محمد ﷺ کے ثانی تھے' پہلے نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے' پھر حضرت ابوبکر نے حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور حضرت عثمان بن عفان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح اسلام کی دعوت دینے میں اوّل سیدنا محمد ﷺ اور ثانی حضرت ابوبکر تھے۔ اسی طرح ہر غزوہ میں حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اسی طرح وہ غزوات میں بھی ثانی اثنین ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر کو امام مقرر فرمایا' پس امامت میں بھی حضرت ابوبکر ثانی اثنین ہیں' اور جب حضرت ابوبکر فوت ہوئے تو وہ آپ کے پہلو میں دفن ہوئے' اس طرح وہ قبر (روضۂ رسول) میں بھی ثانی اثنین ہیں' اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قبر سے رسول اللہ ﷺ اٹھیں گے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر اٹھیں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۲) اور جنت میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ داخل ہوں گے اور امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر داخل ہوں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۵۲) خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ دین میں' ہجرت کرنے میں' مغازی میں' امامت میں' امارت میں' قبر میں' حشر میں' دخولِ جنت میں' تمام اہم دینی مناصب میں اوّل سیدنا محمد ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ف۵۴ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پہلے غار میں داخل نہ ہوں' پہلے میں داخل ہوتا ہوں تاکہ اس میں کوئی مضر چیز ہو تو اس کا ضرر مجھے لاحق ہو نہ کہ آپ کو' جب حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو اس میں بہت سوراخ تھے' انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر وہ تمام سوراخ بھر دیئے۔ دو سوراخ باقی رہ گئے تو انہوں نے ان پر اپنا پیر رکھ دیا' پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے اور اللہ بہت غلبہ والا

حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ

بڑی حکمت والا ہے○ (اللہ کی راہ میں) نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر وٓ۵۵ اور اپنے مالوں اور جانوں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ لَوْ كَانَ

کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ وٓ۵۶ (اے رسول مکرم! آپ نے جس طرح نکلنے

عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ

لیے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے لیکن دور دراز

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۗ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

کا سفر ان کو بھاری لگا وٓ۵۷ اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾

ساتھ روانہ ہوتے' وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں' اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں○ وٓ۵۸

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ

اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے انہیں (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) کیوں اجازت دے دی (اگر آپ اجازت نہ دیتے) تو

صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

آپ کو معلوم ہو جاتا کہ (عذر پیش کرنے میں) سچے کون ہیں اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے○ وٓ۵۹ جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ

والے ہیں وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے میں (کبھی رخصت کی) اجازت نہیں طلب کریں گے'

بلایا' رسول اللہ ﷺ آئے اور حضرت ابوبکر کی گود میں سر رکھ کر سو گئے' سانپ نے حضرت ابوبکر کے پیر میں ڈنک مارنے شروع کر دیے اور حضرت ابوبکر نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں۔ ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر گرے تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے' آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیر پر لعاب دہن لگایا تو ان کی تمام تکلیف دور ہو گئی۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ ص ۱۰۳)

وٓ۵۵ اس آیت میں پھر مسلمانوں کو جہاد کی طرف متوجہ کیا ہے اور فرمایا ہے: تم خفیف ہو یا ثقیل جہاد کے لیے نکلو' خفیف اور ثقیل کے مفسرین نے متعدد معانی بیان کیے: (۱) تمہارے لیے نکلنے میں خواہ آسانی ہو یا مشقت ہو (۲) اہل و عیال کی کمی ہو یا زیادتی (۳) ہتھیاروں کی زیادتی ہو یا کمی ہو (۴) سوار ہو کر نکلو یا پیادہ (۵) بہادر ہو یا بزدل' خلاصہ یہ ہے کہ جب تمہیں رسول اللہ ﷺ جہاد کے لیے بلائیں تو خواہ تم کسی حال میں ہو یا کسی کیفیت میں ہو تم پر جہاد کے لیے جانا واجب ہے وٓ۵۶ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جس کے پاس بھی مال ہو اور اس کا بدن بھی تندرست اور قوی ہو تو وہ اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرے اور جس کے پاس مال نہ ہو' لیکن وہ توانا اور تندرست ہو تو وہ اپنی جان کے ساتھ

ع ١٢

جہاد کرے اور جس کا بدن کمزور ہو یا وہ بیمار ہو یا معذور ہو لیکن مال دار ہو تو وہ اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے' حدیث میں ہے: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی نمازی کو اللہ کی راہ میں سامان دیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کی اور اس کے ساتھ نیکی کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۴۳) وٓ۵۷ یہ آیت ان منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسافت قریب ہوتی اور مال غنیمت کے منافع ملنے کا ظن غالب ہوتا تو یہ منافقین ان منافع کے لالچ میں آپ کے ساتھ ضرور جاتے' لیکن ایک تو سفر بہت دور کا تھا' دوسرا ان کے خیال میں رومی بہت طاقت ور اور تعداد میں بہت زیادہ تھے' اس لیے مسلمانوں کا ان پر غالب آنا اور ان سے مال غنیمت حاصل کرنا بہت مشکل تھا' اس وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں نہیں گئے وٓ۵۸ اس آیت کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے متعلق پہلے ہی یہ خبر دی تھی کہ یہ عنقریب قسمیں کھائیں گے' سو یہ غیب کی خبر اور پیشین گوئی ہے اور پھر بعد میں انہوں نے قسمیں کھائیں اور آپ کی پیشین گوئی سچی ہو گئی اور یہ آپ کی نبوت کے صدق پر دو طرح دلیل ہے: ایک آپ نے غیب کی خبر دی' دوسرا آپ کی پیشین گوئی سچی ہوئی اور یہ عظیم پیشین گوئی ہے' کیونکہ آپ نے ایسی پیشین گوئی کی جس کا پورا ہونا یا نہ ہونا دشمن کے اختیار میں تھا۔ اگر منافقین بعد میں قسمیں نہ کھاتے تو آپ کی پیشین گوئی جھوٹی ہو جاتی لیکن منافقین نے قسمیں کھائیں اور آپ کی پیشین گوئی سچی ہو گئی وٓ۵۹ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جس کام سے اللہ نے لازماً منع کیا ہو' اس کام کا کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور جس کام سے اللہ نے لازماً منع نہ کیا ہو بلکہ ترجیحاً منع کیا ہو یعنی اس کام کا نہ کرنا راجح ہو تو اس کام کا کرنا گناہ تو نہیں لیکن مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے' اب اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے منافقین کو اجازت دینے سے لازماً منع کیا ہوتا تو یہ فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہوتا' اور اگر ترجیحاً منع کیا ہوتا تو گناہ تو نہ ہوتا مگر یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہوتا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو منع کیا ہی نہیں تھا تو آپ کا ان کو اجازت دینا' کسی قسم کا گناہ ہے نہ یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے' بلکہ آپ کے لیے ان کو اجازت دینا یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی کیوں اجازت دے دی' حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو یہ پھر بھی جہاد میں شریک ہونے والے نہ تھے' یعنی ان کے حق میں آپ کا اجازت دینا یا نہ دینا دونوں امر برابر تھے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے ○ ف٦٠ آپ سے وہی لوگ (جہاد میں رخصت کی) اجازت طلب کرتے ہیں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ

جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دلوں میں (اسلام کے متعلق) شکوک ہیں پس وہ اپنے شکوک میں

يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

حیران ہوتے رہیں گے ○ ف٦١ اور اگر وہ (جہاد کے لیے) نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے زادِ راہ کی تیاری کرتے لیکن اللہ کو ان کا

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾

نکلنا ناپسند تھا تو اس نے ان کو پست ہمت کر دیا ف٦٢ اور ان سے کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں (بیماروں اور عورتوں) کے ساتھ بیٹھے رہو ○ ف٦٣

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۠اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

اور اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تم میں فساد زیادہ پھیلاتے اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے بہت

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

تیزی کے ساتھ تم میں افواہیں پھیلاتے ف٦٤ اور تم میں ان کے لیے باتیں سننے والے موجود ہیں ف٦٥ اور اللہ ظالموں

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ

کو خوب جاننے والا ہے ○ بے شک انہوں نے پہلے بھی (اوائل ہجرت میں) فتنہ پھیلانے کی کوشش کی تھی اور انہوں نے آپ کے لیے

حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ

کئی تدبیریں الٹ پلٹ کی تھیں حتیٰ کہ اللہ کی مدد آ گئی اور اللہ کا دین غالب آ گیا اور وہ (اس کو) ناپسند کرنے والے تھے ○ ف٦٦ اور

مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ

ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے رخصت کی) اجازت دیجئے اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیے سنو! یہ فتنے

ف٦٠ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں' وہ آپ سے جہاد میں شامل نہ ہونے کی یا اپنے گھروں میں بیٹھنے کی اجازت طلب نہیں کریں گے' بلکہ جب بھی آپ کسی بات کا حکم دیں گے وہ اس کی تعمیل سے جھپٹ پڑیں گے اور اس وقت جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت طلب کرنا علاماتِ نفاق سے تھا ف٦١ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے دلوں میں شکوک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکوک کا محل قلب ہے اور جب شک کا محل قلب ہوگا تو معرفت اور ایمان کا محل بھی قلب ہوگا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ" (المجادلہ: ٢٢) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت فرما دیا ہے۔ نیز فرمایا ہے: وہ اپنے شکوک میں حیران ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ جس کو کسی مسئلہ میں شک ہوتا ہے وہ نہ اس کی مخالف جانب کوئی حکم لگا سکتا ہے نہ موافق جانب اور وہ نفی اور اثبات کے درمیان متردد اور حیران رہتا ہے ف٦٢ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر منافقین کا جہاد کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لیے زادِ راہ کی تیاری کرتے اور سامانِ سفر جمع کرتے اور ان کا سامانِ سفر کی تیاری نہ کرنا' اس بات کی دلیل ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے جہاد میں نکلنے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ اگر وہ جہاد میں شرکت بھی کرتے تو جہاد سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی نہ ہوتی بلکہ ان کا مطمح نظر صرف مالِ غنیمت کا حصول ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر بزدلی طاری کر کے ان کو جہاد میں شامل ہونے سے روک دیا ف٦٣ بیٹھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جہاد میں شامل ہونے سے معذور ہوں' جیسے اندھے' اپاہج' بیمار' عورتیں اور بچے اور انہوں نے خود ایک دوسرے سے کہا تھا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ ف٦٤ اس آیت میں مؤمنوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر منافقین تمہارے ساتھ جہاد کے لیے نہیں گئے تو یہ مآل کار تمہارے لیے بہتر ہوا' کیونکہ اگر وہ تمہارے ساتھ جاتے تو فساد ڈالتے' چغلیاں کرتے اور تم کو ایک دوسرے سے لڑانے کی کوشش کرتے اور فتنہ ڈالنے کے لیے بہت تیزی سے افواہیں پھیلاتے ف٦٥ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر ان کے جاسوس موجود ہیں' جو تمہاری خبریں ان تک پہنچاتے ہیں ف٦٦ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسولِ مکرم! یہ منافقین اس سے پہلے بھی سازشیں کرتے تھے' جس کے نتیجہ میں آپ کے اصحاب آپ کے دین سے پھر جائیں' جیسے جنگ احد میں عبداللہ بن ابی عین معرکہ کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر میدان کارزار سے نکل گیا' اور وہ آپ کے دین اور آپ کی مہم کو ناکام کرنے کے لیے مختلف سازشیں کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ کی مدد آ گئی اور اللہ کا دین غالب آ گیا' اسی طرح اب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو رومیوں کے مقابلہ میں فتح اور نصرت عطا فرمائی اور آپ تبوک سے کامیاب و کامران ہو کر واپس آئے اور تبوک کی عیسائی ریاستوں نے آپ کا باج گزار بننا قبول کر لیا۔

إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِالْكٰفِرِينَ ﴿٤٩﴾ إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ

میں گر چکے ہیں ۶۷ اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرا ہے O اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے (آسمانی مدد یا مال غنیمت) تو ان کو

وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ

برا لگتا ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی احتیاط کر لی تھی (کہ جہاد میں نہیں گئے تھے)

وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

اور یہ خوشیاں مناتے ہوئے لوٹتے ہیں O ۶۸ آپ کہیے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچی ماسوا اس کے جو اللہ نے

لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ

ہمارے لیے مقدر کر دی ہے ۶۹ وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے O ۷۰ آپ کہیے کہ تم

تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

ہماری دو بھلائیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو اور ہم تمہارے متعلق صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ

أَنْ يُّصِيبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوٓا

اللہ تمہیں اپنے پاس سے عذاب پہنچاتا ہے یا ہمارے ہاتھوں عذاب دلواتا ہے سو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی

إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ

تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں O ۷۱ آپ کہیے کہ تم (اللہ کی راہ میں) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول

مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ

نہیں کیا جائے گا کیونکہ تم فاسق لوگ ہو O ۷۲ ان کے خرچ کیے ہوئے کو صرف اس وجہ سے قبول

مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ وَلَا يَأْتُونَ

نہیں کیا گیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے تھے اور صرف سستی اور

و۶۷ امام ابن جریر طبری' عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کرتے ہیں: جن دنوں رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے' ایک دن آپ نے بنو سلمہ کے بھائی جد بن قیس سے فرمایا: اے جد! اس سال بنو الاصفر (زرد عیسائیوں) سے جہاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس سے اجازت دیں گے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں' میری قوم کو معلوم ہے کہ میں عورتوں میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں اور جب میں بنو الاصفر کی عورتیں دیکھوں گا تو ان سے صبر نہیں کر سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اور فرمایا: میں نے تم کو اجازت دی' تو اس موقع پر جد بن قیس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ کہتا ہے: مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے' سنو! یہ فتنہ میں گر چکے ہیں' یعنی اگر وہ واقعی بنو الاصفر کی عورتوں کے فتنہ سے ڈرتا تھا تو یہ فتنہ اس کو لاحق نہیں ہوا لیکن وہ اس سے بڑے فتنہ میں پڑ گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شامل نہیں ہوا اور اس نے حضور کے حکم کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دی اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۹۲-۱۹۱) و۶۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ بھلائی سے مراد جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہے اور مصیبت سے مراد جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست ہے۔ اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس آیت کو اس معنی پر محمول کرنا واجب ہے' ورنہ اس آیت سے عموم مراد لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ منافقین کو مسلمانوں کی ہر بھلائی سے رنج ہوتا تھا اور ان کو مسلمانوں کی ہر مصیبت سے خوشی ہوتی تھی و۶۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم کو کوئی خیر یا شر' کوئی رنج یا راحت' کوئی سختی یا آسانی نہیں پہنچتی مگر وہ ہمارے لیے مقدر ہوتی ہے اور اللہ کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے خلاف ہونا محال ہے' کیونکہ اللہ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے اور اس نے اس کو لوح محفوظ میں لکھ دیا' اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس کے خلاف ہو سکتا ہے تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کے علم کے خلاف ہو سکتا ہے اور علم کے خلاف ہونا جہل ہے اور جہل اللہ کے لیے محال ہے' سو اللہ کے علم اور تقدیر کے خلاف ہونا بھی محال ہے و۷۰ اس میں ایک اشارہ یہ ہے کہ منافقین اور کفار دنیوی اسباب پر توکل کرتے ہیں' اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ صرف اللہ پر توکل کریں' دوسرا اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت پر آس لگائے رکھیں اور ہر چند کہ ہوگا وہی جو تقدیر میں لکھا ہوا ہے' لیکن بندوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت کے اُمیدوار رہیں اور اس سے دعا کرنا نہ چھوڑیں کیونکہ دعا اور دوا بھی مقدرات میں سے ہیں و۷۱ مسلمانوں کے مصائب پر منافقین جو خوشی کا اظہار کرتے ہیں' اس آیت میں اس کا دوسرا جواب ذکر فرمایا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان جب میدان جہاد میں جاتا ہے تو اگر وہ مغلوب ہو کر قتل کر دیا جائے تو اس کو دنیا میں شہید کہا جاتا ہے اور موت کے بعد دنیا میں بھی اس کی بہت تکریم ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے' وہ اپنی قبر میں جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہے اور اس کی روح سبز پرندوں میں بیٹھ کر جنت کی کیاریوں میں سیر کرتی ہے اور اگر مسلمان میدان جنگ میں غالب ہو تو وہ فتح و کامرانی' مال غنیمت اور نیک نامی کے ساتھ لوٹتا ہے' اور منافق جب جہاد کے لیے نہیں جاتا اور گھر میں بیٹھا رہتا ہے تو دنیا میں وہ بزدلوں میں شمار ہوتا ہے اور اندھوں' اپاہجوں اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ اس کا شمار ہوتا ہے' اور اس کے باوجود اس کو اپنی جان' مال اور اولاد کا خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا تو پھر ان کو مشرکوں کے ساتھ لاحق کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ وہ عذاب ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کو لاحق ہوگا اور مرنے کے بعد ان کو دائمی عذاب ہوگا' پس منافق مسلمان کی جن دو حالتوں کا منتظر ہے' ان میں سے ہر حالت عزت و تکریم کی حامل ہے اور مسلمان منافق کی جن دو حالتوں کا منتظر ہے وہ دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کی حالتیں ہیں و۷۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جد بن قیس نے کہا: میں عورتوں کو دیکھ کر اپنے نفس پر ضبط نہیں کر سکتا' لیکن میں اپنے مال کے ساتھ آپ کی امداد کروں گا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کافر جب دنیا میں کوئی نیک کام کرتا ہے مثلاً رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے' کسی کے نقصان کی تلافی کرے' کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے اور کسی بھوکے پیاسے کو کھلائے اور پلائے تو اس کو آخرت میں

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾

کاہلی کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور (اللہ کی راہ میں) صرف ناخوشی سے خرچ کرتے تھے○ ۵۴ے

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

سو ان کے مال اور اولاد سے آپ تعجب نہ ہوں اللہ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ

لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ

ان کو ان کے مال اور ان کی اولاد کے سبب سے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں

كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ

کہ وہ کفر کرنے والے ہوں○ ۵۵ے اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں

وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ

لیکن وہ تقیہ کرتے ہیں (کہ تم ان سے مشرکوں جیسا سلوک نہ کرو)○ ۵۶ے اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا بھاگنے

اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

یا دخول کی کوئی بھی جگہ تو وہ اس میں تیزی سے رسیاں تڑاتے ہوئے گھس جائیں○ اور ان میں سے بعض وہ ہیں

يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ

جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں اگر ان کو ان صدقات سے دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں

يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ

اور اگر ان کو ان صدقات سے نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں○ ۶ے اور اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو ان کو

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے ۷ے اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے

نیک کاموں کا اجر نہیں ملے گا' البتہ ان نیکیوں کے عوض دنیا میں اس کو نعمتیں اور راحتیں دی جائیں گی' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ابن جدعان زمانۂ جاہلیت میں رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا اور مسکینوں کو کھلاتا تھا' کیا یہ کام اس کو نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا: (یہ کام) اس کو نفع نہیں دیں گے' اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! حساب کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔ (مسند احمد ج ٦ ص ١٢٠) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کافر نے جو نیکیاں دنیا میں کی ہیں' ان تمام کا عوض اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں دے دے گا۔ (صحیح مسلم' صفات المنافقین: ٥٦ (٢٨٠٨) ٦٩٥٦) ۵۴ے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے: اگر وہ لوگوں کے ساتھ ہوتے تو نماز پڑھ لیتے اور اگر اکیلے ہوتے تو نماز نہ پڑھتے' ایسا شخص نماز پڑھنے پر کسی اجر کی امید رکھتا ہے اور نہ نماز نہ پڑھنے سے اس کو کسی عذاب کا خوف ہوتا ہے اور نفاق عبادات کی ادائیگی میں کاہلی اور سستی پیدا کرتا ہے ۵۵ے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تحقیر کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کو جو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کی کثرت عطا کی ہے' وہ صرف اس لیے ہے کہ ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب میں مبتلا فرمائے' دنیا کی زندگی میں ان پر جو مصائب آتے ہیں ان پر ان کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا' اس لیے یہ مصائب ان کے لیے محض عذاب ہیں' اس کے علاوہ شریعت نے ان کو زکوٰۃ اور دیگر صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی کا بھی مکلف کیا ہے' جس کو وہ عذاب سمجھتے ہیں ۵۵ے اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ منافقین دنیا اور آخرت کی زندگی میں نقصان اٹھانے والے ہیں اور ان کے لیے آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں ہے اور اس آیت میں پھر ان کے قبیح اوصاف اور بُرے کام بیان کرنے شروع فرمائے ہیں' چنانچہ فرمایا کہ وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں یعنی تمہارے دینِ اسلام پر ہیں اور حالانکہ وہ دینِ اسلام پر قائم نہیں ہیں' وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے پوشیدہ کفر کو ظاہر کر دیا تو ان کے ساتھ مشرکین جیسا سلوک ہوگا' ان کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کا مال بہ طور مالِ غنیمت کے ضبط کر لیا جائے گا ۶ے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے' اسی اثناء میں ایک شخص آپ کے پاس آیا' در آں حالیکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ ﷺ اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے' اس شخص نے کہا: اے محمد! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو' اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا' اگر میں عدل نہ کرتا تو میں (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں' یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور یہ لوگ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ٣١٦٨) ۷ے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے جتنا ان کو عطا فرمایا تھا' اگر یہ لوگ اسی پر راضی ہو جاتے اور خواہ وہ مال کم ہوتا لیکن وہ اس پر خوش ہوتے اور یہ کہتے کہ ہمیں یہ مال کافی ہے اور عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ کسی اور مالِ غنیمت سے عطا فرمائے گا اور رسول اللہ ﷺ ہم کو دوبارہ اس مرتبہ سے زیادہ عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فضل و کرم کی طرف رغبت کرتے ہیں تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دنیا کی لذات کی وجہ سے دنیا کو طلب کرتا ہے یا دنیا برائے دنیا طلب کرتا ہے تو وہ نفاق کے خطرہ میں ہے اور جو شخص دنیا اس لیے طلب کرتا ہے کہ اس سے عبادات کی انجام دہی میں آسانی ہو' دین کی زیادہ اور مؤثر طریقہ سے تبلیغ کر سکے تو یہ مستحسن اور محمود ہے۔

وَرَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ

عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہوتا)○ ف۷۸ یہ زکوٰۃ کے مصارف صرف

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

فقراء ف۷۹ اور مساکین ف۸۰ ہیں اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ ف۸۱ اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو ف۸۲

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ

اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو ف۸۳ اور مقروض لوگ ف۸۴ اور اللہ کی راہ میں ف۸۵ اور مسافرین ف۸۶ یہ اللہ کی جانب سے

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ

ایک فریضہ ہے اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے○ اور بعض منافقین نبی کو ایذاء پہنچاتے تھے اور

يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ

کہتے ہیں کہ وہ کانوں کے کچے ہیں ف۸۷ آپ کہیے کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہر ایک کی بات سنتے ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

مومنین کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں ف۸۸ اور جو لوگ رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ

کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے لیے درد ناک عذاب ہے○ ف۸۹ (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے

لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ ان کو راضی کرتے

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ

اگر وہ مومن تھے○ ف۹۰ کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک

ع ۱۷/۱۴

ف۷۸ اس آیت کا اہم فائدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دینے اور عطا کرنے کی نسبت درست ہے اور اس کو شرک کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی ترغیب دی ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے اور اللہ اور اس کے رسول کے دینے میں فرق ہے' اللہ بالذات عطا فرماتا ہے رسول اللہ ﷺ اللہ کی دی ہوئی طاقت' اس کے اذن اور اس کے حکم سے عطا فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کی اور آیات میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف عطا کرنے کی نسبت کی گئی ہے: "وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ" (التوبہ:۷۴) اور ان کو صرف یہ بات بُری لگی کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ "وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ" (الاحزاب:۳۷) اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے (بھی) اس پر انعام کیا ف۷۹ فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس مال جمع نہ ہو' فقہی اصطلاح میں جو شخص دو سو درہم (باون اعشاریہ ۵ تولہ چاندی) کا مالک نہ ہو یا اس کے پاس اس کی حاجت اصلیہ سے زائد دو سو درہم کے مساوی رقم نہ ہو ف۸۰ مسکین کا معنی ہے: جس شخص کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور یہ فقیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ دست ہوتا ہے ف۸۱ یعنی جو لوگ زکوٰۃ اور صدقات کو وصول کر کے لاتے ہیں' ان کو ان کی محنت اور مشقت کے مطابق مال زکوٰۃ سے اجرت دی جائے لیکن یہ اجرت اتنی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ زکوٰۃ کی وصول کردہ تمام رقم یا اس کے نصف پر محیط ہو۔ (عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۵۸۷) ف۸۲ ادائیگی زکوٰۃ کا چوتھا مصرف مؤلفۃ القلوب ہیں یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا مصرف' مصارف زکوٰۃ سے اب ساقط ہو چکا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ (اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۱۲۶) ف۸۳ جس غلام کے متعلق اس کے مالک نے یہ کہا ہو کہ اگر اس نے اتنے روپے مجھے ادا کر دیئے تو یہ آزاد ہو' اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں اور اس کی آزادی میں تعاون کرنے کے لیے زکوٰۃ میں سے اس کو حصہ دینا مشروع کیا گیا ہے ف۸۴ مقروض سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جائز ضروریات میں مقروض ہوں اور ان کے پاس قرض ادا کرنے کی رقم نہ ہو تو ان کو زکوٰۃ دی جانی چاہیے ف۸۵ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاد کرنے والوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے اور ان کے لیے اسلحہ' گھوڑے اور کھانے پینے کی چیزیں خریدی جائیں ف۸۶ "فتح القدیر" میں مذکور ہے کہ مسافر کے لیے اپنی ضرورت سے زیادہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور مسافر کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جس کے پاس مال نہ ہو خواہ اس کے شہر میں اس کے پاس مال ہو۔ (روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۲۴) ف۸۷ منافقین کی ایک جماعت نے نبی ﷺ کے متعلق نامناسب باتیں کہیں' پھر انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ ہماری باتیں ان تک پہنچ جائیں گی' تب جلاس بن سوید نے کہا: ہم جو چاہیں گے کہیں گے' پھر اگر ان تک یہ باتیں پہنچ گئیں تو ہم قسم کھا لیں گے اور وہ ہماری بات قبول کر لیں گے کیونکہ وہ تو سراپا کان ہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (عنایۃ القاضی ج ۴ ص ۵۹۱) ف۸۸ اس آیت میں تعریض ہے کہ منافقین کے بُرے کان ہیں' وہ اللہ کی آیات سنتے ہیں اور ان پر ایمان نہیں لاتے' اور مسلمانوں کی باتیں سنتے ہیں اور ان کو قبول نہیں کرتے اور نبی ﷺ ان کی باتیں از راہ شفقت سنتے ہیں' لیکن ان کو قبول نہیں کرتے۔ منافقین میں سے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس کا پردہ فاش نہیں کرتے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ وہ تمہارے حال سے ناواقفیت کی بناء پر تمہارے قول کو قبول نہیں کرتے بلکہ تم پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے تمہاری باتوں کو قبول کر لیتے ہیں ف۸۹ نبی ﷺ منافقین کے لیے بھی خیر و رحمت تھے اور وہ (منافقین) بہت خبیث اور گمراہ تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے احسان کا بدلہ بُرائی سے دیا۔ آپ نے بہ طور شفقت ان کی بات سنی اور انہوں نے کہا کہ یہ کان کے کچے ہیں' اس لیے وہ عذاب شدید کے مستحق ہو گئے کیونکہ نبی ﷺ کو ایذاء پہنچانا درحقیقت اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے ف۹۰ "یرضوہ" میں واحد کی ضمیر ہے اور چونکہ پہلے اللہ اور اس کے رسول دونوں کا ذکر ہے اس لیے بہ ظاہر تثنیہ کی ضمیر ہونی چاہیے تھی' جس کا معنی ہوتا کہ وہ ان کو راضی کرتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا واحد ہے' اس لیے ضمیر بھی واحد کی

لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ

اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' یہ بہت بڑی رسوائی ہے O واف منافقین

الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ

اس سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی سورت نازل ہو جائے گی جو مسلمانوں کو منافقوں کے دل کی باتوں کی خبر

قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

دے دے گی واف آپ کہیے: تم مذاق اڑاتے رہو بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو O

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ

اور اگر آپ ان سے (ان کے مذاق اڑانے کے متعلق) سوال کریں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے

اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ

آپ کہیے کہ کیا تم اللہ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے O ۹۴ اب عذر نہ پیش کرو بے شک

كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ

تم اپنے ایمان کے اظہار کے بعد کفر کر چکے ہو اگر ہم تمہاری ایک جماعت سے (اس کی توبہ کی وجہ سے) درگزر کرلیں تو بے شک ہم

نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ

دوسرے فریق کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے (وہ کفر اور مذاق اڑانے پر اصرار کرتے تھے) O ۹۵ منافق مرد اور

الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ

منافق عورتیں (نفاق میں) سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ۹۵ برائی کا حکم دیتے ہیں اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ

نیکی سے منع کرتے ہیں ۹۶ اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں ۹۷ انہوں نے اللہ کو بھلا

استعمال کی گئی واف اس آیت میں بھی منافقین کی بُرائیوں کا بیان ہے کہ واضح دلائل سے نبی ﷺ کا صدق ظاہر ہو چکا ہے' وہ کتنے عرصہ سے آیات اور معجزات کا مشاہدہ کر رہے ہیں' اس کے باوجود منافقین اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں۔ منافقین اگرچہ اللہ کو مانتے ہیں اور اپنے گمان میں وہ اللہ کی مخالفت نہیں کرتے' لیکن رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا درحقیقت اللہ کی مخالفت کرنا ہے وف۹۲ ابن کیسان نے کہا: یہ آیت بارہ منافقوں کے متعلق نازل ہوئی' جو ایک گھاٹی کے اوپر کھڑے ہوئے تھے کہ جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک سے لوٹیں تو وہ آپ پر حملہ کریں' ان کے ساتھ ایک مسلمان بھی تھا' جس نے اپنا حال ان سے چھپایا ہوا تھا' وہ اندھیری رات میں بھیس بدل کر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ ﷺ کو ان کے منصوبہ کی خبر دی' اور یہ کہا کہ آپ ان کے پاس ان لوگوں کو بھیجیں جو ان کی سواریوں پر ضرب لگائیں۔ حضرت عمار بن یاسر رسول اللہ ﷺ کی سواری کے آگے تھے اور حضرت حذیفہ پیچھے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کی سواریوں کے اوپر ضرب لگاؤ' حضرت حذیفہ نے ان کی سواریوں کو مار کر بھگا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: تم نے ان کو پہچانا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: میں نے ان میں سے کسی کو نہیں پہچانا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں اور فلاں تھے' حتیٰ کہ ان سب کے نام بتا دیئے۔ حضرت حذیفہ نے پوچھا: ان کے پیچھے کسی شخص کو بھیج کر ان کو قتل کیوں نہیں کرا دیتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں کہ جب (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب فتح یاب ہوتے ہیں تو وہ ان کو قتل کرنا شروع کر دیتے ہیں' بلکہ ہمارا بدلہ اللہ تعالیٰ ان سے لے گا۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۶۱' الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۲۲) وف۹۳ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوۂ تبوک کی ایک مجلس میں ایک شخص نے کہا: ہمارے قرآن پڑھنے والے جتنے پیٹ کے حریص ہیں اور جتنی باتوں میں جھوٹے ہیں اور مقابلہ کے وقت جتنے بزدل ہیں' اتنا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس مجلس میں دوسرے شخص نے کہا: تم نے جھوٹ بولا اور تم منافق ہو' میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچاؤں گا۔ نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچ گئی اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا' وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا تھا اور پتھروں سے اس کے پاؤں زخمی ہو رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یارسول اللہ! ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ یہ فرما رہے تھے: کیا تم اللہ کا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے' مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ایک منافق نے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) ہمیں یہ حدیث سناتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی' فلاں وادی میں' فلاں فلاں دن ہے' یہ غیب کو کیا جانیں۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰) وف۹۴ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی شان میں کوئی ایسا کلمہ کہنا جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو' وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے' خواہ اس نے توہین کی نیت کی ہو یا نہیں' کیونکہ منافقین نے کہا: ہم نے توہین کی نیت سے ایسا نہیں کہا تھا' مذاق سے کہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب بہانے نہ بناؤ تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کفر کر چکے ہو۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے: یہ تین آدمی تھے' دو نے مذاق اڑایا اور ایک ان کی بات پر ہنستا تھا۔ جو آدمی ہنستا تھا' وہ صدق دل سے نادم اور تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ اس نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہادت عطا فرمائے اور اس کی قبر کا کسی کو پتا نہ چلے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گیا اور مذاق اڑانے والے کفر اور نفاق پر قائم رہے اور مستحق عذاب ہوئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۲۴) وف۹۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی ایک اور قسم کی خرابی بیان فرما رہا ہے اور اس آیت سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کی عورتیں بھی ان کے مردوں کی طرح نفاق کی خرابیوں میں ملوث ہیں وف۹۶ یعنی وہ لوگوں کو کفر کرنے اور معصیت کا حکم دیتے ہیں' اس سے مراد ہر قسم کی بُرائی اور معصیت ہے اور خصوصیت کے ساتھ وہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی تکذیب کا حکم دیتے ہیں اور ہر قسم کے نیک کاموں سے منع کرتے ہیں اور خصوصاً سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے سے منع کرتے ہیں وف۹۷ یعنی وہ ہر خیر سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ ہر اس نیک کام کو نہیں کرتے جو فرض یا واجب ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف فرض یا

فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

دیا سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا بے شک منافقین ہی فاسق ہیں○ ۹۸ؔ اللہ نے منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ

اور منافق عورتوں اور کفار کو دوزخ کی آگ کی وعید سنائی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہ ان کے لیے کافی ہے

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے○ ۹۹ؔ (اے منافقو! تم) ان لوگوں کی مثل ہو جو تم سے پہلے تھے

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا

وہ تم سے زیادہ قوت والے تھے اور تم سے زیادہ مال دار اور اولاد والے تھے سو انہوں نے اپنے حصہ سے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ

فائدہ اٹھایا تو تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کر لیا جیسا کہ تم سے پہلے

مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا ۱۰۰ؔ اور تم بھی فضول کاموں میں مشغول ہو گئے جیسا کہ وہ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

فضول کاموں میں مشغول ہو گئے تھے ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے ۱۰۱ؔ اور وہی لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ

نقصان اٹھانے والے ہیں○ ۱۰۲ؔ کیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں پہنچی نوح کی قوم کی

وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ

اور عاد اور ثمود کی اور ابراہیم کی قوم کی اور اصحاب مدین کی

واجب کے ترک پر ملامت فرماتا ہے' اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوتے ۹۸ؔ نیز اس آیت میں فرمایا ہے: انہوں نے اللہ کو بھلا دیا' اس پر اعتراض ہے کہ بھول پر تو مواخذہ نہیں ہوتا اور نہ اس پر ملامت کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کا فسق فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھلانے کا لازمی معنی مراد ہے اور وہ ہے اللہ کے احکام پر عمداً عمل نہ کرنا اور ان کو اسی وجہ سے فاسق فرمایا ہے' پھر فرمایا: سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھولنا محال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی بھلانے سے اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی ان پر لطف و کرم نہ فرمانا اور ان کو عذاب میں مبتلا کرنا ۹۹ؔ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے جرائم بیان کیے تھے کہ وہ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور اس آیت میں ان جرائم کی سزا بیان فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے' اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے بالکل دور کر دیا ۱۰۰ؔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو ان کفار کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جو ان سے پہلے زمانہ میں تھے۔ وہ بُرائی کا حکم دیتے تھے اور نیکی سے منع کرتے تھے' اور خیرات کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ کافران منافقین سے زیادہ قوت والے تھے اور ان سے زیادہ مال اور اولاد والے تھے' پھر انہوں نے اس فانی زندگی سے چند روز فائدہ اٹھایا اور پھر بالآخر دائمی عذاب کی طرف لوٹ گئے اور تم جب کہ ان کی بہ نسبت کمزور ہو اور تمہارے پاس دنیاوی اچھائیاں بھی ان کی بہ نسبت کم ہیں تو تمہارا دائمی عذاب کی طرف لوٹنا زیادہ لائق ہے ۱۰۱ؔ یعنی ان کی' کی ہوئی نیکیاں ان کے مرنے کے بعد باطل ہو گئیں کیونکہ مرنے کے بعد کافر کو اس کی نیکیوں پر کوئی اجر نہیں ملتا ۱۰۲ؔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان منافقوں اور کافروں نے انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام کا رد کرنے میں اپنے آپ کو سخت مشقت میں ڈالا لیکن اس کے عوض میں انہوں نے دنیا اور آخرت کی نیکیوں کے ضائع ہونے کے سوا اور کچھ نہیں پایا' اور دنیا اور آخرت میں جو عذاب ان کو ملا وہ اس پر مستزاد ہے۔ اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ ان سے پہلے کافروں کو اعمال کے ضائع ہونے اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا' جب کہ وہ کافران منافقوں سے زیادہ طاقت ور تھے اور ان کے اموال اور اولاد بھی بہت زیادہ تھی تو یہ منافقین اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ یہ دنیا اور آخرت کے فوائد سے محروم ہوں اور دنیا و آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں۔

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اور (ان کی) جن کی بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا ۱۰۴ ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے سو ان پر ظلم کرنا

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اللہ کے شایانِ شان نہیں تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ ۱۰۵ اور مومن مرد

وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے کارساز ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا

الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ

کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ۱۰۵ ان ہی لوگوں پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بے شک اللہ بہت غلبہ والا بے حد حکمت والا ہے ○ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ

سے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور دائمی

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ

جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا (وعدہ فرمایا ہے) ۱۰۶ اور اللہ کی رضا (ان سب سے) بڑی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۷۲ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ

اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ ۱۰۷ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے

ف۱۰۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں سے چھ قوموں کا ذکر فرمایا ہے: (۱) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم' ان کو اللہ تعالیٰ نے طوفان میں غرق کر دیا تھا (۲) قومِ عاد' ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہولناک آندھی کے عذاب سے ہلاک کر دیا تھا (۳) قومِ ثمود' ان کو اللہ تعالیٰ نے گرج اور کڑک کے عذاب سے ہلاک کر دیا تھا (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم' اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہوئی نعمتیں ان سے چھین کر ان کو ہلاک کر دیا تھا اور نمرود کے دماغ میں ایک مچھر مسلط کر دیا تھا (۵) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم' اور یہ اصحابِ مدین تھے' کہا جاتا ہے کہ یہ مدین بن ابراہیم کی اولاد تھے' ان کو اللہ تعالیٰ نے ''یَوْمُ الظُّلَّةِ'' کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ ''الظلة'' کا معنی ہے: سائبان' ان کے پاس سائبان کی طرح ابر آیا اور اس میں سے آگ برسی اور زمین میں زلزلہ آیا' جس سے سخت ہولناک آواز آئی اور پوری قوم تباہ ہو گئی (۶) ''المؤتفکات'' یہ ''مؤتفکۃ'' کی جمع ہے اور لغت میں ''اَلْاِئْتِفَاک'' کا معنی ہے: انقلاب' اس سے مراد ہے: قومِ لوط۔ ان کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے پلٹ دیا تھا' زمین کا نچلا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا تھا' اور جن علاقوں سے متعلق یہ خبریں تھیں' وہ اہل عرب کے آس پاس تھے' مثلاً شام اور عراق وغیرہ اور وہ ان علاقوں کے سفر میں ان آثار کا مشاہدہ کرتے تھے ف۱۰۴ آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں پر جو عذاب نازل فرمایا' وہ اللہ کی طرف سے ان پر کوئی ظلم نہیں تھا' کیونکہ وہ اپنے ناجائز افعال کی وجہ سے اور انبیاء علیہم السلام کی بے حد تکذیب کرنے کی وجہ سے اس عذاب کے مستحق ہو چکے تھے' اسی وجہ سے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا ف۱۰۵ پہلی آیتوں میں فرمایا تھا کہ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے کارساز ہیں' منافق ہوائے نفس کی بناء پر ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں اور مومنوں کو جو ایک دوسرے کی موافقت حاصل ہوئی ہے' وہ اندھی تقلید کی بناء پر نہیں تھی بلکہ وہ سب حق کی تلاش کے لیے استدلال کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو توفیق اور ہدایت عطا فرماتا ہے' منافق برائی کا حکم دیتے تھے اور نیکی سے منع کرتے' نمازوں میں سستی کرتے اور زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے میں اپنے ہاتھ باندھے رکھتے اور مومن نیکی کا حکم دیتے ہیں' برائی سے منع کرتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ اور صدقات خوش دلی اور فراخ دستی سے ادا کرتے ہیں ف۱۰۶ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ''مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ'' کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ موتیوں کا ایک محل ہے' اس میں سرخ یاقوت کی ستر حویلیاں ہیں' ہر حویلی میں سبز زمرد کے ستر گھر ہیں' ہر گھر میں ستر تخت ہیں' ہر تخت پر ستر رنگ کے ستر بستر ہیں' ہر بستر پر بڑی آنکھوں والی ایک گوری بیوی ہے' ہر گھر میں ستر دسترخوان ہیں' ہر دسترخوان پر ستر قسم کے کھانے ہیں' ہر گھر میں ستر خدمت گار ہیں اور مومن کو ہر صبح اتنی قوت دی جائے گی کہ وہ ان تمام چیزوں کو صرف کر سکے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۲۲۹) نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا' اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی' پھر جو ان کے قریب ہوں گے' ان کی صورت چمک دار ستارے کی طرح ہوگی' وہ پیشاب اور پاخانہ نہیں کریں گے' تھوکیں گے نہ ان کی ناک نکلے گی' ان کی سونے کی کنگھی ہوگی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا' ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا' ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی' ان سب کی تخلیق ایک شخص کی طرح ہو گی' وہ سب اپنے باپ آدم کی صورت پر ہوں گے' جن کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۲۷) ف۱۰۷ اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے' بندہ کو جب یہ علم ہو جائے کہ اس کا مولیٰ اس سے راضی ہے تو اس کو ہر نعمت سے زیادہ خوشی ہوتی ہے' جیسا کہ اس کو جسمانی آرام اور آسائش حاصل ہو لیکن اس کو یہ علم ہو کہ اس کا مولیٰ اس سے ناراض ہے تو تمام عیش اور آرام مکدر ہو جاتا ہے اور اس کو پھولوں کی سیج بھی کانٹوں کی طرح چبھتی ہے اور جب اس کو اپنے مولیٰ اور محبوب کی رضا کا علم ہو تو جسمانی تکالیف اور بھوک و پیاس کا بھی احساس نہیں ہوتا چہ جائیکہ جسمانی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ اس کو یہ علم ہو کہ اس کا مالک اور مولیٰ اور محبوب بھی اس سے راضی ہے تو اس کی خوشی اور راحت

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

اور ان پر سختی کیجیے ۱۰۸ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا

الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ

ٹھکانا ہے ○ وہ (منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ بے شک انہوں نے کلمۂ کفریہ

الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ

کہا ہے اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ۱۰۹ اور انہوں نے اس کام کا قصد کیا جو ان کو حاصل نہ ہو سکا

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا ۱۱۰

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا اور اگر وہ اعراض کریں تو اللہ

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

دنیا اور آخرت میں ان کو درد ناک عذاب دے گا اور ان کے لیے زمین میں کوئی کارساز

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ

اور مددگار نہیں ہو گا ○ ۱۱۱ اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے

اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

فضل سے (مال) دیا تو ہم ضرور بہ ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور بہ ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے ○

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا کیا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی در آں حالیکہ وہ

کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ (البحر المحیط ج ۵ ص ۴۶۲-۴۶۱) ف ۱۰۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجیے اور ان دونوں سے الگ الگ قسم کا جہاد مطلوب ہے' کافروں کے ساتھ تلوار سے جہاد مطلوب ہے اور منافقوں کے ساتھ جہاد کا معنی یہ ہے کہ ان کے سامنے اسلام کی حقانیت پر دلائل پیش کیے جائیں' اور اب ان کے ساتھ نرم رویہ ترک کر دیا جائے اور ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے ف ۱۰۹ عروہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جلاس بن سوید کے متعلق نازل ہوئی' اس نے کہا تھا کہ (سیدنا) محمد ﷺ جو پیغام لے کر آئے ہیں' اگر وہ برحق ہے تو ہم لوگ گدھے سے بھی بدتر ہیں۔ یہ سن کر اس کی بیوی کے بیٹے نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جو کچھ کہا ہے میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچاؤں گا' اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو ضرور مجھ پر کوئی آفت آ پڑے گی' ورنہ تیری گرفت کی جائے گی' نبی ﷺ نے جلاس کو بلا کر پوچھا: اے جلاس! کیا تم نے ایسا ایسا کہا تھا؟ تو جلاس نے قسم کھائی کہ اس نے یہ نہیں کہا تھا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۳۱۹۰) سید ابو الاعلیٰ مودودی کلمۂ کفریہ کے متعلق لکھتے ہیں: ایک اور روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ نبی ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی' مسلمان اس کی تلاش کرتے پھر رہے تھے' اس پر منافقوں کے ایک گروہ نے اپنی مجلس میں بیٹھ کر خوب مذاق اڑایا اور آپس میں کہا: یہ حضرت آسمان کی خبریں تو خوب سناتے ہیں مگر ان کو اپنی اونٹنی کی کچھ خبر نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۲۱۶) اس روایت کا ذکر ان تفسیروں میں ان الفاظ سے ہے: مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک منافق نے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں فلاں فلاں دن تھی' ان کو غیب کی کیا خبر۔ یہ روایت التوبہ: ۶۵ کی تفسیر میں امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم اور امام ابن جوزی نے ذکر کی ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۲۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۳۰' زاد المسیر ج ۳ ص ۴۶۵) اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنے کو یا اس پر اعتراض کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ کے علم غیب کا انکار اور اس پر اعتراض منافقین کا طریقہ ہے ف ۱۱۰ بنو عدی بن کعب کے ایک شخص نے ایک انصاری کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم ادا کی' تب یہ آیت نازل ہوئی' یعنی ان کو دیت کی یہ رقم لینی ناگوار ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۳۲۰۱) ف ۱۱۱ امام ابو حاتم نے اس کی تفسیر میں عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب جلاس بن سوید نے وہ کفریہ کلمہ کہا کہ اگر (سیدنا) محمد (ﷺ) برحق ہیں تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں' تو ایک صحابی عمیر بن سعد نے نبی ﷺ کو یہ بتا دیا' جب نبی ﷺ نے جلاس کو بلا کر پوچھا تو اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ اس نے کلمہ کفریہ نہیں کہا' لیکن جب بعد میں یہ آیت نازل ہوئی: کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا' تو جلاس نے اعتراف کیا کہ اس نے کلمہ کفر کہا تھا' اور اپنے اس قول سے صدق دل سے توبہ کر لی' پھر نیک عمل کیے اور نبی ﷺ نے حضرت عمیر سے فرمایا: تمہارے رب نے تمہاری تصدیق کر دی۔ (جامع البیان: ۱۳۱۹۱)

مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ

اعراض کرنے والے تھےO سو اس کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لیے نفاق ڈال دیا جس دن وہ اس کے حضور

بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمۡ

پیش ہوں گے' کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھےO کیا انہیں

يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰٮهُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ

یہ معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دل کے راز کو اور ان کی سرگوشیوں کو (بھی) جانتا ہے اور بے شک اللہ تمام غیبوں کو بہت

الۡغُيُوۡبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيۡنَ يَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِيۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

زیادہ جاننے والا ہےO ف۱۱۲ بے شک جو (منافق) خوشی سے صدقہ دینے والے مؤمنوں کو طعنہ دیتے ہیں

فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَيَسۡخَرُوۡنَ

اور ان کو جن کے پاس (صدقہ کے لیے) اپنی محنت کی مزدوری کے سوا اور کچھ نہیں ہے' سو وہ ان کا

مِنۡهُمۡ‌ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۷۹﴾ اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ

مذاق اڑاتے ہیں' اللہ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO ف۱۱۳ آپ ان کے لیے مغفرت

اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ‌ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ

طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو

يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ‌ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ

ہرگز نہیں بخشے گا ف۱۱۴ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا' ف۱۱۵ اور اللہ

لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۸۰﴾ فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ

فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO (جنگ میں) رسول اللہ سے پیچھے رہ جانے والے

ف۱۱۲ عام کتب حدیث' کتب تفسیر اور کتب سیرت میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں جس منافق کی وعدہ خلافی کا ذکر کیا گیا ہے' اس کا نام ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اور یہ واقعی منافق تھا اور اوّل الذکر یعنی حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری بدری صحابی تھے اور جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس قصہ (یعنی ان آیات میں) جس شخص کا ذکر ہے' وہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں مرا تھا' اور اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے سورۂ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب انصاری تھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا (اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال میں زیادتی و کثرت ہو جانے کی دعا کے لیے کہا اور یہ کہا کہ وہ اس زیادتی و کثرت کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا) اور پھر پورا قصہ بیان کیا اور کہا کہ یہ شخص ثعلبہ بن ابی حاطب تھا' اور جو بدری صحابی ہیں' ان سے متعلق اتفاق ہے کہ وہ ثعلبہ بن حاطب تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے لیے فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو' میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۷) پس جس بدری صحابی کی یہ شان ہو' وہ ان آیات کا کیسے مصداق ہو سکتا ہے' جن میں مذکور ہے کہ قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا' پس ظاہر ہے اس قصہ میں جس شخص کا ذکر ہے وہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا غیر ہے اور تفسیر ابن مردویہ میں حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق وہ شخص ثعلبہ بن ابی حاطب تھا۔ (الاصابہ ج۱ ص ۵۱۷۔۵۱۶) ایک عظیم بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر جو اُردو کی عام تفاسیر و کتب میں افتراء باندھا گیا ہے' اس افتراء کو دور کرنے اور حضرت ثعلبہ بن حاطب کی نفاق اور بخل سے براءت کو بیان کرنے کی عظیم سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کو عطا فرمائی ہے' والحمد للہ علیٰ احسانہ۔ تفصیل کے لیے حضرت اقدس کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ تا ۲۰۹ کو ملاحظہ فرمایئے ف۱۱۳ حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کو صدقہ دینے کا حکم دیا گیا تو ہم مشقت کر کے صدقہ لاتے تھے' ابو عقیل نصف صاع (دو کلو گرام) لے کر آئے اور کوئی انسان اس سے زیادہ لے کر آتا تو منافقین کہتے: بے شک اللہ تعالیٰ اس صدقہ سے مستغنی ہے اور جو شخص زیادہ لے کر آیا ہے وہ محض دکھاوے کے لیے لے کر آیا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶۸) ف۱۱۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک ان کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: میں ان کے لیے استغفار کروں گا ف۱۱۵ اگر یہ اعتراض ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ عبد اللہ بن ابی کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو آپ نے اس کو اپنی قمیص کیوں عطا کی اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں کیوں رغبت کی' آپ کے عبد اللہ بن ابی کو قمیص دینے کا جواب اس حدیث میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بدر کے دن قیدیوں کو اور عباس کو لایا گیا' عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبد اللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبد اللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: عبد اللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا' آپ نے اس احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۸) علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی' مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام میں داخل کر دے گا۔ روایت ہے کہ خزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی آپ کی قمیص کو طلب کر رہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کر رہا ہے تو ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۴) نیز ان اعمال کے ذریعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کے بیٹے اور اس کی قوم کی دلجوئی بھی مقصود تھی۔

ع ۱۰ / ۱۶

خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اپنے بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا: گرمی میں نہ نکلو' آپ کہیے کہ جہنم

اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا

کی آگ اس سے بہت زیادہ گرم ہے' اگر وہ سمجھتے O ۱۱۶ پس ان کو چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں

كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى

زیادہ' یہ ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے O ۱۱۷ سو (اے رسول مکرم!) اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی

طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

گروہ کی طرف واپس لائے اور یہ آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو آپ ان سے کہیں کہ اب تم کبھی

مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ

بھی میرے ساتھ نہ جا سکو گے اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے قتال نہیں کرو گے' تم پہلی بار بیٹھے رہنے پر

بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى

راضی ہوئے' سو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو O ۱۱۸ اور جو ان میں سے مر جائے تو

اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

آپ ان میں سے کبھی کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں ۱۱۹ اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں' ۱۲۰ بے شک انہوں نے

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے O آپ ان کے اموال

ف۱۱۶ یہ آیت ان منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے بیٹھے رہ گئے تھے' اور ان کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا ناگوار ہوا تھا اور بعض منافقین نے بعض سے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو' کیونکہ غزوۂ تبوک کی طرف روانگی سخت گرمی میں ہوئی تھی' اس وقت پھل پک چکے تھے اور درختوں کا سایہ اور پھل اچھے لگتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان سے کہیے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے تم جس جہنم میں جانے والے ہو' وہ اس گرمی سے بہت زیادہ گرم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں' وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے' الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۳۲۶۵) ف۱۱۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ (یہ) دنیا قلیل ہے' یہ منافق اس میں جتنا چاہیں ہنس لیں' اور جب یہ دنیا منقطع ہو جائے گی اور یہ اللہ عزوجل کی طرف جائیں گے تو پھر یہ روئیں گے اور یہ رونا کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے لوگو! روؤ' اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کر کے روؤ' کیونکہ دوزخی دوزخ میں روئیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نہریں ہیں' حتیٰ کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے' پھر ان کا خون بہنے لگے گا اور وہ خون اتنا زیادہ بہہ رہا ہوگا کہ اگر اس میں کشتی چلائی جائے تو وہ چل پڑے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۶) ف۱۱۸ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ایک گروہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ مدینہ میں مخلص مسلمان بھی موجود تھے' جو معذور تھے اور عذر کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں نہیں جا سکے تھے' سو جب آپ مدینہ میں واپس آئیں اور یہ منافقین آپ سے پھر کسی غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کریں تو آپ کہہ دیں کہ تم اب کبھی بھی کسی غزوہ میں میرے ساتھ نہیں جا سکو گے' یہ ارشاد ان کے نفاق کے اظہار' ان کی اہانت اور مذمت اور ان پر لعنت کرنے کے قائم مقام ہے' کیونکہ جب انہوں نے جھوٹے حیلے بہانے کر کے آپ سے جہاد میں نہ شریک ہونے کی اجازت طلب کی تو ان کا چھپا ہوا کفر ظاہر ہو گیا' کیونکہ دین اسلام میں مسلمانوں کی جہاد کی طرف رغبت تو سب کو بداہتاً معلوم ہے اور نبی ﷺ کا آئندہ ان کو جہاد میں شرکت سے منع فرمانا' اس لیے تھا کہ مسلمان ان کے شر اور فساد اور ان کے مکر و فریب اور ان کی سازشوں سے محفوظ رہیں اور چونکہ یہ پہلی بار یعنی غزوۂ تبوک میں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ میں معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہیں' سو آئندہ بھی وہ اسی کو پسند کریں گے' گویا کہ جب ایک بار انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ جہاد میں جانا پسند نہیں کیا تو اس کی سزا ان کو یہ دی گئی کہ اب اگر آئندہ یہ آپ کے ساتھ جانا چاہیں گے' پھر بھی ان کو اجازت نہیں ملے گی' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص اس کے خلاف سازشیں کرتا ہے تو وہ آئندہ اس کو اپنا رفیق اور مصاحب بنانے سے گریز کرے ف۱۱۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' آپ نے انہیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ اس میں اس کو کفن دیا جائے' پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ اس کی نماز پڑھا رہے ہیں' حالانکہ وہ منافق تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں' اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ (التوبہ: ۸۰) آپ نے فرمایا: میں ستر سے زیادہ استغفار کروں گا' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۶۷۲) نبی ﷺ نے جو عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی' اس سے آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی' جو نہایت مخلص اور صالح مؤمن تھے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی' اور ایک شر کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی ﷺ مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگزر کرتے تھے' پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے' خواہ وہ

وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

اور اولاد پر تعجب نہ کریں' اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ

اور حالت کفر میں ان کی جانیں نکلیں O اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ

تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے متمول لوگ آپ سے اجازت مانگنے

مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا

لگتے ہیں' اور کہتے ہیں: ہم کو چھوڑ دیجئے ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں O انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾

رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے' سو وہ نہیں سمجھتے O

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾

اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا' اور ان ہی کے لیے سب اچھائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیںO

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اللہ نے ان کے لیے ان جنتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٨٩﴾ وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

رہنے والے ہیں' اور یہی بہت بڑی کامیابی ہےO ١٢١ اور بہانہ بناتے ہوئے دیہاتی آئے تاکہ ان کو

باطن میں اسلام کے مخالف ہوں' ان کے ساتھ آپ کے درگزر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا' اور ان کو متنفر نہ کرنے اور ان کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی' اس لیے آپ نے فرمایا تھا: کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں' اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے' تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا' جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتاً ممانعت نہیں کی گئی تھی' (نیز) امام ابن جریر طبری نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے اُمید ہے اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٣٣٦' جامع البیان: ١٣٢٦١_ ١٣٢٦٢' امام ابن جوزی نے اس کو قتادہ اور زجاج کے حوالہ سے ذکر کیا ہے' زاد المسیر ج ٣ ص ٤٨٠' معالم التنزیل ج ٢ ص ٢٦٧) ف ١٢٠ نبی ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ میت کے دفن کیے جانے کے بعد اس کی قبر پر کھڑے رہتے اور اس کے لیے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اس کو منکر و نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔

ع ١١/١٧

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو' کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٢٢١) اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے' اس دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی نماز جنازہ پڑھائی' ان کو قبر میں اتارا' جب ان کی قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہا اور ہم نے بہت دیر تک "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہا' پھر آپ نے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہا اور ہم نے بھی "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہا' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کس وجہ سے کہا؟ آپ نے فرمایا: اس نیک بندے کی قبر تنگ ہو گئی تھی' حتیٰ کہ اللہ نے اس پر کشادگی کر دی۔ (مسند احمد ج ١ ص ٣٦٠) ہمارے علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے کیونکہ اذان میں بھی اللہ کا ذکر ہے اور اس سے میت سے عذاب ساقط ہوتا ہے اور توحید اور رسالت کے ذکر سے میت کو سوالات کے جوابات کی تلقین ہوتی ہے ف ١٢١ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کی صفات بیان کرنے کے بعد مؤمنوں کی صفات کا ذکر فرماتا ہے اور کافروں اور منافقوں کی سزا کے بعد مؤمنوں کی جزا کا ذکر فرماتا ہے' پہلے فرمایا تھا کہ منافق حیلے بہانے کر کے جہاد سے بھاگتے ہیں اور ان کی سزا دوزخ ہے' اب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مؤمن اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور ان کی جزا جنت ہے۔

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

(بھی جہاد سے) رخصت دی جائے اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی تھی وہ (گھروں میں) بیٹھ گئے ۱۲۲ ان میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ

سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کو عنقریب عذاب ہو گا ○ کمزوروں اور بیماروں

وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

اور جو لوگ خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ان پر (جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی حرج نہیں ہے ۱۲۳

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اخلاص سے عمل کریں' نیکی کرنے والوں پر (طعنہ کرنے کی)

سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ

کوئی راہ نہیں ہے' اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ ۱۲۴ اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس

لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ

آئے تاکہ آپ انہیں جہاد کے لیے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے' وہ اس حال

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا

میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس (جہاد میں) خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے○ ۱۲۵

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ

مذمت کے مستحق تو صرف وہ لوگ ہیں جو مال دار ہونے کے باوجود آپ سے جہاد میں رخصت کو طلب کرتے ہیں' وہ اس کو پسند کرتے

يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ (گھروں میں) رہیں' اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ کچھ نہیں جانتے○ ۱۲۶

ف۱۲۲ "اَلْمُعَذِّر" (ذال پر تشدید کے ساتھ) وہ شخص ہے جو فی الواقع معذور نہ ہو اور جھوٹے عذر پیش کرے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۲۰) امام ابن اسحاق نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ بنو غفار کی ایک جماعت تھی' انہوں نے آ کر عذر پیش کیے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار نہیں دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۰)

ف۱۲۳ قرآن مجید کا اسلوب ہے ایک چیز بیان کر کے پھر اس کی ضد کو بیان کرنا' اس اسلوب پر پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو جھوٹے عذر پیش کرتے تھے اور اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو حقیقی اعذار لاحق تھے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ان سے جہاد کے احکام ساقط ہیں۔ ان معذورین کی اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں بیان فرمائیں: (۱) اوّل وہ ہیں جو بدن کے اعتبار سے تندرست ہوں لیکن بوڑھے ہونے کی وجہ سے کم زور ہوں' یا وہ لوگ جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے کم زور اور نحیف ہوں (۲) ثانی وہ ہیں جو بیمار ہوں' ان میں اندھے' لنگڑے' لولے اور اپاہج بھی داخل ہیں (۳) ثالث وہ ہیں جو طاقتور اور تندرست ہوں' لیکن ان کے پاس سواری اور زادِ راہ نہ ہو' جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ جہاد کے سفر پر نہ جا سکیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ (تبوک) کے دوران فرمایا: ہم مدینہ میں کچھ لوگوں کو چھوڑ آئے ہیں' ہم جس وادی اور گھاٹی میں بھی گئے' وہ ہمارے ساتھ رہے' وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳۸)

ف۱۲۴ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بخشش اور رحمت کا تعلق تو بُرائی کرنے والوں اور گناہ گاروں کے ساتھ ہوتا ہے' نہ کہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ' اس کے دو جواب ہیں: اوّل یہ کہ بخشش اور رحمت کا تعلق بُرائی کرنے والوں اور گناہ گاروں کے ساتھ ہے' بشرطیکہ وہ توبہ کر لیں اور اس کا تعلق محسنین (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی نیکیوں کی وجہ سے اپنے اوپر دنیا میں مذمت کا اور آخرت میں عذاب کا دروازہ بند کر دیا ہے' لہٰذا ان کی مذمت کی کوئی سبیل نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے خواہ نیکی کی انتہاء کو پہنچ جائیں' وہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی گناہ سے اور اپنے اور بندوں کے درمیان کسی بُرائی سے خالی نہیں ہوتے' لیکن اگر وہ گناہ کبیرہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے صغیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔ (النساء: ۳۱) نیز حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۴۹۹) اس حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا نیکی کرنے والا کیوں نہ ہو وہ کسی نہ کسی درجہ میں گناہ گار ہے' اور وہ توبہ کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت سے مستغنی نہیں ہے

ف۱۲۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں' آپ کے پاس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت آئی' جن میں حضرت عبد اللہ بن مغفل بھی تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں کوئی سواری عطا کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے' جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ جہاد سے رہ جانا ان پر بہت شاق تھا' اور ان کے پاس نہ زادِ راہ تھا نہ سواری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور جہاد پر حرص کی وجہ سے ان کے عذر میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۴) اس آیت اور اس کے شانِ نزول میں جو حدیث ذکر کی گئی' اس میں مذکور ہے کہ جہاد میں شرکت سے محروم ہونے کی وجہ سے صحابہ شدتِ غم کی وجہ سے رو رہے تھے' ہم لوگ جان' مال اور اولاد کے نقصان کے غم میں روتے ہیں' کبھی ایسا ہوا ہے کہ نماز قضا ہونے پر ہم روئے ہوں یا حج یا جہاد سے محروم ہونے پر ہم روئے ہوں

ف۱۲۶ ان کے دلوں پر مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ ان کا دل کفر کی طرف رغبت کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کے بعد ایمان لانے کا امکان باقی نہیں رہا' انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی سخت نافرمانی اور گستاخی کی ہے کہ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی' اب وہ ایمان لانا بھی چاہیں تو نہیں لا سکتے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا
(اے مسلمانو!) جب تم ان (منافقین) کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں گے (اے رسول مکرم!) آپ

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ
کہیے کہ تم بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے اللہ نے ہم کو تمہارے حالات سے مطلع کر دیا ہے اور اب اللہ اور اس

عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
کا رسول تمہارے (طرز) عمل کو دیکھیں گے ۱۲۷ پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے ۱۲۸

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا
پس وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے رہے تھے ○ جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ

انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ
تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم (ان کے جھوٹے بہانوں سے) ان سے صرف نظر کرو ۱۲۹ پس تم ان کی طرف

رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ
توجہ نہ کرو ۱۳۰ بے شک وہ ناپاک ہیں ۱۳۱ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (یہ) ان کے ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے ○ وہ تم کو

لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى
راضی کرنے کے لیے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے پس اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) گئے تو اللہ

عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ
فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا ○ ۱۳۲ مدینہ کے (گرد رہنے والے) دیہاتی کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں

اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
وہ اسی لائق ہیں کہ ان احکام شرعیہ سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں ۱۳۳ اور اللہ بہت علم والا

ف۱۲۷ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بہانوں کو اس لیے قبول نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع فرما دیا تھا کہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ مستقبل میں منافقوں کی کیا روش ہوگی' آیا جس صدق اور اخلاص کا وہ اظہار کر رہے ہیں وہ اس پر قائم رہیں گے یا نہیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے اعمال کا جائزہ لے رہے ہیں ف۱۲۸ ہر غیب اور ظاہر کو جاننا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ''الغیب'' میں الف لام استغراق کا ہے' اس لیے مخلوق کو ''عالم الغیب'' کہنا جائز نہیں ہے۔ امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں: علم غیب بالذات اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے' کفار اپنے معبودانِ باطلہ وغیرہم کے لیے مانتے تھے' لہٰذا مخلوق کا عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتانے سے اُمورِ غیب پر انہیں اطلاع ہے۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۸۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''عالم الغیب'' کو اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اللہ ان کے باطن میں چھپی ہوئی خباثتوں اور ان کے دلوں میں جو مکر و فریب اور سازشیں ہیں' ان سب کو جاننے والا ہے' اس آیت میں ان کو ڈرایا گیا ہے اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہے ف۱۲۹ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے لوٹے تو ملاقات کے لیے بیٹھ گئے' پھر آپ سے ملنے وہ لوگ آئے جو آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے' وہ آ کر قسمیں کھا کھا کر جھوٹے عذر پیش کرتے رہے' وہ اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر کے انہیں بیعت کر لیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۵) ف۱۳۰ نبی ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: ان منافقین کے ساتھ بات نہ کرو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور ان سے اس طرح اعراض کرو جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۸۶۵) ف۱۳۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کا باطن خبیث اور نجس ہے اور ان کی روح ناپاک ہے' اور جس طرح جسمانی نجاستوں سے احتراز کرنا واجب ہے' اسی طرح روحانی نجاستوں سے بھی احتراز کرنا واجب ہے تاکہ ان کی نجاستیں انسان میں سرایت نہ کر جائیں اور تاکہ ان کے بُرے کاموں کی طرف انسان کی طبیعت راغب نہ ہو ف۱۳۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافقین جھوٹے عذر پیش کر کے تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اور اگر تم ان سے راضی ہو گئے اور تم نے ان کی معذرت کو قبول کر لیا' کیونکہ تم کو ان کے سچ اور جھوٹ کے درمیان امتیاز نہیں ہے' سو تمہارا راضی ہونا اللہ کے نزدیک معتبر نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے باطنوں کو اور ان کے خفیہ اُمور کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے' یہ اللہ کے ساتھ کفر پر قائم ہیں اور ایمان سے کفر کی طرف اور اطاعت سے معصیت کی طرف جانے والے ہیں' پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو اللہ ان سے راضی ہونے والا نہیں ہے ف۱۳۳ اہل لغت نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کا نسب عرب کی طرف ثابت ہو تو اس کو عربی کہتے ہیں' اور جب کوئی شخص جنگل یا صحرا کا رہنے والا ہو تو اس کو اعرابی کہتے ہیں اور ''الاعراب'' کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وحشیوں کے مشابہ ہیں' کیونکہ ان پر گرم ہوا کا غلبہ ہوتا ہے جو کثرتِ طیش اور اعتدال سے خروج کا موجب ہوتی ہے اور جن لوگوں پر صبح و شام انوارِ نبوت کا فیضان ہوتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ سنتے رہتے ہیں اور دن رات آپ کی تربیت سے بہرہ مند ہوتے ہوں' ان کے برابر جنگل میں رہنے والے لوگ کب ہو سکتے ہیں جن کی کوئی تربیت کرتا ہو نہ ادب سکھاتا ہو۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! شقاوت اور دلوں کی سختی فدادین (چرواہوں) میں ہے جو اونٹوں کی دُموں کے پاس چیخ و پکار کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲' غرائب القرآن ج ۱ ص ۵۲۱۔ ۵۲۰) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنگلوں میں رہتا ہے وہ سخت دل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۶) یہاں ''الاعراب'' سے مراد منافقین اعراب کی ایک جماعتِ معینہ ہے جو مدینہ کے منافقین سے دوستی رکھتی تھی' لہٰذا اس سے مدینہ کے گرد رہنے والے منافق دیہاتی مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۲۵)

حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ

بے حد حکمت والا ہےO اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو (راہِ حق میں) اپنے خرچ کرنے کو جرمانہ قرار دیتے ہیں اور وہ تم پر

بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

گردشِ ایام کے منتظر ہیں ۱۳۴ حالانکہ بُری گردش ان ہی پر مسلط ہے اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہےO

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا

اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے و اللہ کے

يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ

نزدیک تقرب کا اور رسول کی نیک دعاؤں کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں ۱۳۵ سنو! یہ ان کے تقرب کا ذریعہ ہے

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع وَالسّٰبِقُوْنَ

اللہ عنقریب ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO ۱۳۶ اور مہاجرین

الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

کی' اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں

تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَ

جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہےO ۱۳۷ اور

مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ

تمہارے گرد بعض اعرابی (دیہاتی' بدوی) منافق ہیں' اور بعض اہل مدینہ (بھی منافق ہیں)

ف۱۳۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین تم پر زمانے کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں' زمانہ کی گردش سے کبھی راحت آتی ہے اور کبھی مصیبت' وہ اس انتظار میں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا جائیں اور مشرکین کا غلبہ ہو جائے۔ بعض اعراب راہِ حق میں خرچ کرنے کو جرمانہ قرار دیتے ہیں ف۱۳۵ اس آیت میں اعراب کی دوسری قسم بیان فرمائی ہے جو اپنے خرچ کرنے کو اللہ سے قرب کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی حاتم نے کہا: یہ مزینہ سے بنو مقرن تھے اور امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ یہ مقرن کے دس بیٹے تھے۔ (جامع البیان جز۱۰ ص۹' تفسیر امام ابن ابی حاتم جز۶ ص۱۸۶۷) ف۱۳۶ ''قربة'' یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کیا جائے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے' اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف قرب کا ذریعہ قرار دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کے حصول کا سبب قرار دیتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ صدقہ کرنے والوں کے لیے دعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ'' (التوبہ:۱۰۳) آپ ان کے لیے دعا کیجئے آپ کی دعا ان کے لیے طمانیت ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس جب کوئی شخص صدقہ لے کر آتا تو آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما یعنی اس پر رحم فرما اور اس کی مغفرت فرما' اور جب میرے باپ آئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! آل ابو اوفی پر صلوٰۃ بھیج۔ (صحیح البخاری:۱۴۹۷) ف۱۳۷ اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لایا' بعض علماء نے کہا: سب سے پہلے جو ایمان لائے وہ حضرت علی ہیں' بعض نے کہا: وہ حضرت صدیق اکبر ہیں' اور بعض دوسرے علماء نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ اسلام لائے' اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے ان اقوال کو جمع کیا ہے' انہوں نے کہا: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور عورتوں میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا' اور اپنے معتمد لوگوں کو اسلام کی دعوت دی' لہٰذا حضرت عثمان بن عفان' حضرت زبیر بن عوام' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور نماز پڑھ لی تو حضرت ابوبکر ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ یہ وہ آٹھ شخص تھے جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی' پھر لوگ پے در پے اسلام میں داخل ہونے لگے' اور رہے انصار میں سے سبقت کرنے والے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی' العقبۃ الاولیٰ میں چھ شخص مسلمان ہوئے تھے اور دوسرے سال چھ اور آ کر مسلمان ہوئے' یہ بھی اصحاب العقبۃ الاولیٰ ہیں' ان کے بعد ستر (۷۰) شخص مسلمان ہوئے' یہ اصحاب العقبۃ الثانیہ ہیں' حضرت مصعب بن عمیر ان کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۷۱ ملخصاً)

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ

وہ نفاق پر اڑ گئے ہیں ف۱۳۸ آپ انہیں نہیں جانتے انہیں ہم جانتے ہیں ف۱۳۹ عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ

مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا

عذاب دیں گے' پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے O ف۱۴۰ اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں

بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ أَنْ

نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا' انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے بُرے کاموں کے ساتھ ملا دیا' عنقریب اللہ ان کی

يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ف۱۴۱ آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے ف۱۴۲ بے شک آپ کی صلوٰۃ ان

لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

کے لیے باعث طمانیت ہے اور اللہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O ف۱۴۳ کیا یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں

عَنْ عِبَادِهٖ وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات کو لیتا ہے اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ

اور آپ کہیے کہ تم عمل کرو پس عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور مومنین (بھی) اور عنقریب

سَتُرَدُّوْنَ إِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾

تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم کرتے رہے تھے O ف۱۴۴

ف۱۳۸ اس آیت میں بیان فرمایا کہ مدینے کے اندر اور باہر دونوں جگہ منافقین ہیں۔ "مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ" کا معنی ہے: انہیں نفاق کی خوب مشق ہو چکی ہے وہ نفاق میں خوگر اور نفاق کے ماہر ہیں ف۱۳۹ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: "وَلَوْ نَشَاءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ" (محمد: ۳۰) اور اگر ہم چاہتے تو ضرور آپ کو منافقین دکھا دیتے' اور ان کی صورت سے تو آپ ان کو پہچان چکے ہیں اور ان کی باتوں کے لہجے سے بھی آپ ان کو ضرور پہچان لیں گے' اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ توبہ میں منافقین کے جس علم کی نفی ہے وہ قطعی ہے یعنی آپ قطعیت کے ساتھ منافقین کو نہیں جانتے اور سورۂ محمد میں جس علم کا ثبوت ہے وہ ظنی ہے یعنی آپ علامتوں اور قرینوں سے منافقوں کو پہچان لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطعیت کے ساتھ منافقین کی شناخت کرادی تھی اور ان کا علم دے دیا تھا ف۱۴۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (التوبہ: ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تو نکل جا تو منافق ہے' اے فلاں! تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا۔ اس دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے' جس وقت حضرت عمر آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے' وہ حضرت عمر سے چھپ رہے تھے' ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت عمر کو حقیقت واقعہ کا پتا چل گیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر سے کہا: آپ کو خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا' یہ ان پر عذاب اوّل تھا اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔ (المعجم الاوسط ج۱ ص ۲۴۲' جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۵' تفسیر کبیر ج۶ ص ۱۳۱) ف۱۴۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے' ان کی تعداد دس تھی' جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجدوں کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں سے نبی ﷺ گزرتے تھے' جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ ابولبابہ اور ان کے اصحاب ہیں' جو آپ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے۔ یہ اس وقت تک بندھے رہیں گے جب تک آپ ان کا عذر قبول کر کے ان کو نہیں کھولیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس وقت تک ان کو نہیں کھولوں گا اور ان کا عذر قبول نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ ہی ان کو کھولنے کا حکم نہ دے' ان لوگوں نے مجھ سے اعراض کیا اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نہیں گئے۔ جب ان مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم خود اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کھولے گا' تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۲۔۱۹ ملخصاً) ف۱۴۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابولبابہ اور ان کے اصحاب کو کھول دیا گیا' تو حضرت ابولبابہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے اموال لے کر آئے اور کہا: آپ ہمارے اموال لیجئے اور ان کو ہماری طرف سے صدقہ کر دیجئے' وہ کہتے تھے کہ آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے اور ہم کو پاک کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت تک ان میں سے کوئی چیز نہیں لوں گا جب تک کہ مجھے اس کا حکم نہ دیا جائے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۴) ف۱۴۳ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے غیر' امت کے عام افراد پر بھی مستقل طور پر صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے' اس سلسلے میں علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے' اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداءً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے' مثلاً ابوبکر ﷺ نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے' بعض اصحاب نے کہا: یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (الاذکار ج۱ ص ۱۳۵) ف۱۴۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تم مستقبل کے لیے جدوجہد کرو کیونکہ تمہارے اعمال کا ایک ثمرہ دنیا میں ہے اور ایک ثمرہ آخرت میں ہے' دنیا میں ثمرہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان تمہارے اعمال کو دیکھ

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ

اور بعض دوسرے وہ ہیں جن کو اللہ کا حکم آنے تک مؤخر کیا گیا ہے یا اللہ ان کو عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول فرما لے گا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا

اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے O ف١٤٥ اور وہ لوگ جنہوں نے ضرر پہنچانے کے لیے مسجد بنائی اور کفر کرنے

وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کے لیے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے اور اس شخص کی کمین گاہ بنانے کے لیے جو پہلے سے ہی اللہ اور اس کے رسول

مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

سے جنگ کر رہا ہے اور وہ ضرور یہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک

لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ

وہ ضرور جھوٹے ہیں O ف١٤٦ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں' ف١٤٧ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے

اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ

وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں' ف١٤٨ اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى

اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے O ف١٤٩ تو کیا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی مسجد

مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا

کی بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی

جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

جو گرنے کے قریب ہے ف١٥٠ تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑا اور اللہ ظلم کرنے والے لوگوں کو

رہے ہیں' اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو دنیا میں تمہاری بہت تعریف ہوگی اور دنیا اور آخرت میں تمہیں اجر عظیم ملے گا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں تمہاری مذمت ہوگی اور آخرت میں تمہیں شدید عذاب ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٤٢٠) ف١٤٥ جو لوگ غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے' ان کی چار قسمیں ہیں: (١) وہ منافق تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ١٠١ میں ذکر فرمایا ہے (٢) وہ مسلمان تھے جو سستی اور غفلت کی بناء پر غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے' وہ بعد میں نادم ہوئے اور انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کر لی' ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے التوبہ: ١٠٢ میں فرمایا ہے (٣) وہ مسلمان تھے جو سستی اور غفلت کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں نہیں گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جلد حاضری نہیں دی اور توبہ کرنے میں اوّل الذکر مسلمانوں کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا معاملہ مؤخر کر دیا۔ یہ کعب بن مالک' مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ تھے (٤) وہ مسلمان جو بہت بوڑھے' کمزور' نابینا یا اپاہج تھے' ان کو ان کے شرعی عذر کی وجہ سے رخصت دی گئی ف١٤٦ منافقین نے اپنی سازشوں کے مرکز کے طور پر ابوعامر راہب (یہ منافقین مدینہ میں سے تھا اور جنگ احد کے بعد روم کی طرف بھاگ نکلا تھا اور وہاں پر اس نے عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا) کے کہنے پر مسجد قبا کے قریب ہی اور مسجد بنا ڈالی اور رسول اللہ ﷺ کی تبوک روانگی سے پہلے وہ اس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آیئے اور ہماری مسجد میں نماز پڑھیے تاکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مسجد مستند ہو جائے' انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم نے کمزوروں اور بیماروں کی خاطر یہ مسجد بنائی ہے اور جو ضعیف لوگ سردیوں کی راتوں میں دور کی مساجد میں نہیں جا سکتے ان کے لیے آسانی ہو' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: ہمیں اس وقت غزوۂ تبوک کا سفر درپیش ہے' جب ہم واپس ہوں گے تو ان شاء اللہ دیکھا جائے گا اور جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے' اور ایک دن یا اس سے کچھ کم مدینہ کی مسافت رہ گئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور بتایا کہ منافقوں نے یہ مسجد ضرار بنائی ہے' اور مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے ان کا مقصد مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے' اور اس سے ان کا مقصود ابوعامر راہب کی کمین گاہ بنانا ہے۔ اس وحی کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی چند مسلمانوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ اس کو منہدم کر دیں اور اس کو جلا ڈالیں۔ آپ نے بنوسالم کے بھائی مالک بن دخشم اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی کو بلایا اور فرمایا: تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ ان دونوں نے اس مسجد کو گرایا اور جلا ڈالا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص ٤٣٥۔ ٤٣٢' ملخصاً) ف١٤٧ اس آیت میں نبی ﷺ کو منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار میں کھڑا ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ابن جریج نے کہا: منافقین جمعہ کے دن اس مسجد کو بنا کر فارغ ہو گئے تھے' انہوں نے جمعہ' ہفتہ اور اتوار کو اس مسجد میں نمازیں پڑھیں' اور پیر کے دن یہ مسجد گرا دی گئی' اللہ تعالیٰ نے اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ مسجد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے' کفر کرنے' مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا تھا' اس کی کمین گاہ کے لیے بنائی گئی ہے۔ ف١٤٨ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا اور بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص کا اس میں اختلاف ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی' وہ کون سی ہے؟ میں نے کہا: وہ مسجد رسول اللہ ہے اور بنوعمرو بن عوف کے شخص نے کہا: وہ مسجد قبا ہے' پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: وہ یہ مسجد ہے رسول اللہ ﷺ کی مسجد' اور فرمایا: اس مسجد میں بھی (مسجد قبا میں) خیر کثیر ہے۔ (صحیح مسلم: ١٣٩٨' سنن ترمذی: ٣٢٢٣) نیز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس مسجد کے متعلق سوال کیا گیا' جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی' آپ نے فرمایا: وہ میری مسجد ہے۔ (مسند احمد: ٢٢٨٦٩) ف١٤٩ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا سے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ (بقیہ صفحہ ٩٨١ پر)

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ

ہدایت نہیں دیتا ○ جس عمارت کو انہوں نے بنایا ہے (گرنے کے خطرہ کی وجہ سے) ہمیشہ ان کے دلوں میں

اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي

کھٹکتی رہے گی سوا اس کے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں' ۱۵۱ اور اللہ بے حد جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ○ بے شک اللہ نے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ

ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا'

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں' ۱۵۲ اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے

حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ

تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں' اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا

اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

اور کون ہے' پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے' اور یہی بہت

الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ اَلتَّاۗىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّاۗىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ

بڑی کامیابی ہے ○ ۱۵۳ (یہی لوگ ہیں) توبہ کرنے والے ۱۵۴ عبادت کرنے والے حمد کرنے والے ۱۵۵ روزے رکھنے والے ۱۵۶

السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے ۱۵۷ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ

اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیں ○ ۱۵۸ نبی اور ایمان والوں کے

ع ۱۳ | ۱۱ | ۲

ف ۱۵۱ اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد ضرار دین میں شکوک اور شبہات کا مصدر تھی اور کفر اور نفاق کا مظہر تھی' اور جب نبی ﷺ نے اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا تو یہ منافقین پر بہت شاق گزرا اور نبی ﷺ سے ان کا بغض اور زیادہ ہو گیا' اور آپ کی نبوت میں ان کے شکوک وشبہات اور بڑھ گئے اور ان کو اپنے متعلق یہ پریشانی رہتی تھی کہ آیا ان کو اسی نفاق کی حالت میں برقرار رکھا جائے گا یا ان کو قتل کر دیا جائے گا ف ۱۵۲ عرف میں خریدنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو اپنی ملک سے نکال کر دوسرے کو کسی اور چیز کے عوض دیتا ہے جو نفع میں اس چیز کے برابر ہوتی ہے یا کم یا زیادہ' پس مجاہدین نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اس جنت کے بدلہ میں فروخت کر دیا' جو اللہ نے مؤمنین کے لیے تیار کی ہے' بایں طور کہ وہ اہل جنت میں سے ہو جائیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکالنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے' اللہ اس شخص کے لیے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے یا اس کو اس کے گھر اجر اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا دے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۶۳) ف ۱۵۳ کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم کے اخلاق سے یہ ہے کہ وہ وعدہ کر کے اس کو ضرور پورا کرتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان میں سے مجاہدین کو مزید خوش کرنے کے لیے فرمایا: پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ کیونکہ تم نے اس بیع سے ایسا نفع حاصل کیا ہے جو کسی شخص کے ساتھ بیع کر کے نہیں حاصل کر سکتے' پھر فرمایا: یہی بہت بڑی کامیابی ہے یعنی اللہ کا تمہارے ساتھ یہ بیع کرنا تمہاری بہت بڑی کامیابی ہے یا یہ جنت بہت بڑی کامیابی ہے ف ۱۵۴ توبہ کا معنی ہے: رجوع' اور تائب کا معنی ہے: جو معصیت کی حالتِ مذمومہ سے اطاعت کی حالتِ محمودہ کی طرف رجوع کرے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں اچھے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۴۹۹) ف ۱۵۵ حمد کے معنی ہیں: صفاتِ کمالیہ کا اظہار اور حسن وخوبی کا بیان کرنا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت وتکلیف میں اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ (شعب الایمان: ۴۳۷۳) ف ۱۵۶ ''السائحون'' کا معنی ہے: روزہ رکھنے والے۔ روزہ کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی۔ حقیقی روزہ یہ ہے کہ طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور عمل ازدواج کو ترک کر دیا جائے' اور حکمی روزہ یہ ہے کہ تمام اعضاء اللہ کی معصیت کو ترک کر دیں اور اس آیت میں ''السائحون'' سے یہی معنی مراد ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۲۴) ف ۱۵۷ اس آیت میں صرف رکوع اور سجود کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تواضع اور تذلل کا پہلا مرتبہ ہے اور تواضع اور تذلل کا متوسط درجہ رکوع ہے اور غایت تواضع اور تذلل سجدہ میں ہے' پس رکوع اور سجدہ کا بالخصوص اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ غایت عبودیت پر دلالت کرتے ہیں تا کہ اس پر تنبیہ ہو کہ نماز سے مقصود انتہائی خضوع اور تعظیم ہے ف ۱۵۸ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جن احکام کا مکلف کیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں' ان کو دو قسموں میں منضبط کیا جا سکتا ہے: عبادات اور معاملات۔ عبادات جیسے نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور معاملات جیسے خرید وفروخت' نکاح' طلاق وغیرہ اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے: جیسے قتل' زنا' چوری' ڈاکہ' شراب نوشی اور جھوٹ وغیرہ' یہ تمام اُمور اللہ کی حدود ہیں۔ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو مکمل ادا کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا' یہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے آٹھ اُمور کو تفصیلاً بیان فرمایا اور نواں اور آخری امر یعنی حدود اللہ کی حفاظت' ان سب اُمور کو جامع ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى

لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں جب

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ

ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرکین) دوزخی ہیںO ۱۵۹ اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے

اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ

استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اس نے ابراہیم سے کیا تھا' اور جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا كَانَ

اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' ۱۶۰ بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھےO اور اللہ کی یہ

اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ

شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کر دے حتیٰ کہ ان کے لیے یہ بیان کر دے کہ انہیں کس چیز سے بچنا

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

چاہیے' بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہےO ۱۶۱ بے شک آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے'

یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾

وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے' اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مالک اور مددگار نہیں ہےO ۱۶۲

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ

بے شک اللہ نے نبی پر فضل فرمایا ۱۶۳ اور ان مہاجرین اور انصار پر ۱۶۴ جنہوں نے

اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ

تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ان کے ایک گروہ کے دل

ف۱۵۹ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی' جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے: سعید بن مسیب اپنے والد مسیب بن حزن سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت اس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے چچا! ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہیے' میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ کے پاس آپ کی سفارش کروں گا' تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کرتے ہو؟ پس نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہ کیا جائے گا میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۰) ف۱۶۰ جب مسلمانوں کو مشرک رشتہ داروں کے لیے دعاء مغفرت کرنے سے منع کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے عرفی باپ آزر کے لیے استغفار کیا تھا' اللہ سبحانہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ حضرت ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ آزر کے لیے استغفار کرنا محض اس کے اسلام لانے کے وعدہ کی وجہ سے تھا اور جب ان پر یہ منکشف ہو گیا کہ وہ ایمان لانے والا نہیں ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے اور ان پر یہ انکشاف اللہ تعالیٰ کے وحی فرمانے کی وجہ سے ہوا تھا یا آزر کی کفر پر موت کی وجہ سے ہوا تھا ف۱۶۱ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فوت شدہ قرابت داروں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے منع فرما دیا تو انہوں نے سوچا کہ ممانعت سے پہلے وہ جو ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے تھے' کیا اس پر ان سے مواخذہ ہوگا' اور جو مسلمان اس ممانعت سے پہلے فوت ہو گئے اور وہ اس طرح کی دعائیں کرتے رہے تھے' آیا ان پر بھی گرفت ہوگی' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم نازل کر دے اور پھر اس کے بعد اس کی خلاف ورزی کی جائے تو اللہ اس پر مواخذہ فرماتا ہے اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ اس حکم کے نازل کرنے سے پہلے کیے ہوئے کاموں پر مواخذہ فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت سے پہلے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت جائز تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت (جائز ہونا) ہے ف۱۶۲ اللہ تعالیٰ کے حکم پر جب مسلمان اپنے مشرک قرابت داروں سے لاتعلق ہو گئے تو ان کو احساسِ محرومی ہوا کہ وہ اب کس سے تعلق رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان سے محروم ہو گئے تو کیا ہوا' اللہ جو تمہارا مالک اور مددگار ہے تم اس سے محبت اور تعلق رکھو ف۱۶۳ اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور آپ کے درجات و مراتب میں ترقی فرمائی۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اپنے ترجمہ میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ف۱۶۴ انسان اپنی طویل زندگی میں سہو' تسامح اور لغزشوں سے خالی نہیں ہوتا' اور یہ اُمور صغائر کے باب سے ہوتے ہیں یا ترکِ افضل اور خلافِ اولیٰ سے' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے اس سفر میں بہت تکلیفیں' مشقتیں اور سختیاں اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کی یہ تکلیفیں اور سختیاں ان کی اس طویل زندگی کی تمام لغزشوں اور خلافِ اولیٰ کاموں کے لیے کفارہ بن گئیں اور یہ تکلیفیں ان کے اخلاص کے ساتھ توبہ کے قائم مقام ہیں۔

مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ

اپنی جگہ سے ہل جائیں' پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی' بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بہت رحم والا ہے O ١٦٥ اور اس

الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

نے ان تین شخصوں کی توبہ (بھی) قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا' حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ

تنگ ہوگئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ

اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

نہیں ہے' پھر ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ توبہ پر قائم رہیں' بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ١٦٦

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو' اور (ہمیشہ) سچوں کے ساتھ رہو O ١٦٧ اہلِ مدینہ

لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا

اور اس کے گرد رہنے والے بدوؤں (اعراب) کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ نہ جاتے

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ

اور نہ ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کی فکر کرتے' ١٦٨ یہ حکم

بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ

اس لیے ہے کہ انہیں جب بھی اللہ کی راہ میں کبھی پیاس لگے گی یا کوئی تھکاوٹ ہوگی یا بھوک لگے گی'

اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ

اور وہ جب بھی کسی ایسی جگہ جائیں گے جس سے کفار غضب ناک ہوں'

ع ١٤ ٨ ٤

ف١٦٥ اس آیت میں فرمایا ہے کہ مہاجرین اور انصار نے تنگی کے وقت میں نبی ﷺ کی اتباع کی' اس تنگی کے وقت سے مراد غزوۂ تبوک ہے' کیونکہ اس سفر میں مسلمانوں پر بہت سختیاں اور صعوبتیں آئی تھیں۔ حضرت جابر نے کہا: اس سفر میں سواری کے لیے بھی مشکلات تھیں' پانی کے لیے بھی اور زادِ راہ کے لیے بھی۔ سواری کی مشکلات یہ تھیں کہ دس مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سواری کرتے' اور زادِ راہ کی یہ مشکلات تھیں کہ بعض اوقات مسلمانوں کی ایک جماعت باری باری کھجور کی ایک گٹھلی چوستی تھی' ان کے پاس سڑے ہوئے جَو تھے' وہ ناک پکڑ کر اس کا لقمہ کھاتے تھے اور پانی کی مشکلات یہ تھیں کہ حضرت عمر نے کہا: شدتِ پیاس کی وجہ سے ہم میں سے ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا۔ (جامع البیان جز ١١ ص ٧٥' ملخصاً) ف١٦٦ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گیا تھا' اور میرا اس غزوہ میں پیچھے رہ جانا میری خوش حالی اور قوت کی وجہ سے تھا' اور پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے آپ ﷺ کو پیچھے رہ جانے کی اصل حقیقت بیان کی اور کوئی جھوٹا عذر نہیں پیش کیا' آپ کی طرح مزید دو صحابہ حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے' نبی ﷺ نے تمام صحابہ کو ان تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا اور یوں تمام صحابہ ان کے لیے اجنبی ہوگئے حتیٰ کہ زمین بھی ان کے لیے اجنبی ہوگئی' اسی حالت میں انہوں نے چالیس راتیں گزاریں' پھر نبی ﷺ کے قاصد نے انہیں جا کر خبر دی کہ وہ اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کے قریب نہ جائیں' اس حکم کے بعد انہوں نے مزید دس راتیں گزاریں حتیٰ کہ جب اس طرح پچاس روز گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٥ ص ٢٧٩۔ ٢٧٣' محصلاً' شرح السنہ: ١٦٧٦' محصلاً وملتقطاً) ف١٦٧ سچوں سے مراد سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدق کو لازم رکھو' کیونکہ صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے' ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں' ایک بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٠٩٤) ف١٦٨ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جانے کی ممانعت کر دی ہے' اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوپ' گرمی' بھوک اور پیاس' سفر کی مشقت اور دشمن کے حملوں سے محفوظ اور مامون رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جائے اور رسول اللہ ﷺ کو اس سخت گرمی کے سفر میں بھوک پیاس اور دشمن کے حملوں کی زد میں جاتا ہوا دیکھتا رہ جائے گویا اس کی جان رسول اللہ ﷺ کی جان سے زیادہ قیمتی اور حفاظت کے قابل ہے۔

نَيۡلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ

اور وہ جب بھی دشمن سے مالِ غنیمت حاصل کریں گے تو ان کے لیے اس کے سبب سے نیک عمل لکھا جائے گا' بے شک اللہ نیک کام

الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۱۲۰ۙ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ نَفَقَةً صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً

کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا O ف۱۶۹ اور وہ جب بھی (اللہ کی راہ میں) کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ کرتے ہیں

وَّلَا يَقۡطَعُوۡنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمۡ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا

یا کسی مسافت کو طے کرتے ہیں تو ان کا وہ عمل لکھ دیا جاتا ہے ف۱۷۰ تا کہ اللہ ان کو ان کے عمل کی

كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۲۱ وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً ؕ فَلَوۡلَا

بہترین جزا عطا فرمائے O اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) تمام مسلمان روانہ ہو جائیں' تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ

نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَ

ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے ف۱۷۱ اور

لِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ ۝۱۲۲ يٰۤاَيُّهَا

جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے O ف۱۷۲ اے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ وَلۡيَجِدُوۡا فِيۡكُمۡ

ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے قریب ہیں' ف۱۷۳ اور چاہیے کہ وہ تمہارے

غِلۡظَةً ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝۱۲۳ وَاِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ

دلوں میں سختی محسوس کریں' اور اچھی طرح یقین رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے O اور جب کوئی سورت نازل

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ اَيُّكُمۡ زَادَتۡهُ هٰذِهٖۤ اِيۡمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ

ہوتی ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا؟ ف۱۷۴ سو جو ایمان والے

ف۱۶۹ یعنی اللہ کی راہ میں کوئی چھوٹی سی چیز بھی صدقہ کی جائے یا اللہ کی راہ میں تھوڑی سی مسافت بھی طے کی جائے تو اللہ اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور اللہ صرف پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے' تو اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے' پھر اس کی پرورش کرتا رہتا ہے' جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۱۰) ف۱۷۰ نیک اعمال میں فرائض' واجبات' سنن' مستحبات سب شامل ہیں' بعض علماء نے کہا کہ ان میں مباح کام (مثلاً لذیذ کھانا' عمدہ لباس پہننا' بہترین مکان میں رہنا) شامل نہیں ہیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ مباح کام بھی اچھی نیت کے ساتھ کیے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرنا' یہ بھی اچھی نیت ہے اور بہترین جزا کا ذکر اس حدیث میں ہے: حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں کوئی چیز خرچ کرتا ہے' اس کے لیے وہ چیز سات سو گنا لکھی جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۲۵) ف۱۷۱ یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے' اور فرض کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم فرض عین ہے' اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے' مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے تو نماز کے احکام اور مسائل کا سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے' اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے تو اس کے مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر شخص پر فرض ہے اور جو شخص مال دار ہو اس پر زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے اور جو حج کے لیے روانہ ہو' اس پر حج کے ارکان' فرائض' واجبات اور موانع کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور ان کی فرضیت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۲۴) اور دوسری قسم فرض کفایہ ہے یعنی تمام احکام شرعیہ اور مسائلِ دینیہ کا ان کے دلائل کے ساتھ علم حاصل کرنا حتیٰ کہ جس کسی عام شخص کو زندگی میں جو بھی عملی اور اعتقادی مسئلہ درپیش ہو تو وہ عالم دین اس مسئلہ کا حل پیش کر سکے۔ اس میں عبادات' معاملات' حدود و تعزیرات' قصاص اور حدیث اور تفسیر کا علم شامل ہے ف۱۷۲ اس آیت کی رو سے جب یہ لوگ واپس آ کر اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان علاقہ والے لوگوں پر ان کے بیان کیے ہوئے احکام پر عمل کرنا واجب ہے اور یہی تقلید ہے کہ عام آدمی جو دلائل شرعیہ کو نہیں جانتا اور قرآن اور حدیث سے براہِ راست احکام حاصل نہیں کر سکتا' وہ عالم دین کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر عمل کرے اور اس کے لیے دلائل شرعیہ کو جاننا ضروری نہیں۔ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق دریافت کیا جو طواف زیارت کر چکی تھیں پھر اس کو حیض آ گیا (آیا وہ طواف وداع کیے بغیر اپنے وطن واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! وہ جا سکتی ہے (حضرت زید بن ثابت یہ کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کے بغیر نہیں جا سکتی)' انہوں نے کہا: ہم آپ کے قول پر عمل کر کے حضرت زید کے قول نہیں چھوڑیں گے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کو معلوم کر لینا' انہوں نے مدینہ پہنچ کر اس مسئلہ کو معلوم کیا' انہوں نے حضرت ام سلیم سے پوچھا' حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کی اس حدیث کو بیان کیا کہ وہ طواف زیارت کر چکی تھیں تو انہیں حیض آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں طواف وداع کے بغیر واپسی کی اجازت دی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۷۵۸) خلاصہ یہ ہے کہ اہل مدینہ پیش آمدہ مسائل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے' اور حضرت زید بن ثابت کے قول کے خلاف جب حضرت ابن عباس نے فتویٰ دیا تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل نہیں کیا اور یہی تقلید شخصی ہے ف۱۷۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین سے یہ فرما رہا ہے کہ جہاد کی ابتداء ان کافروں سے کرو جو تمہارے درجہ بدرجہ قریب ہیں۔ اس کی متعدد وجوہ ہیں' (۱) بیک وقت تمام دنیا کے کافروں سے جہاد کرنا تو عادتاً ممکن نہیں اور جب قریب اور بعید دونوں کافر ہوں تو پھر قرب مرجح ہے (۲) قرب اس لیے راجح ہے کہ اس میں جہاد کے لیے سواریوں' سفرخرچ اور آلات اور اسلحہ کی کم ضرورت پڑے گی (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

ہیں ان کے ایمان کو تو اس سورت نے (درحقیقت) زیادہ ہی کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں O ۱۷۵ اور رہے وہ لوگ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا

جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس سورت نے ان کی (سابق) نجاست پر ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور وہ حالت کفر

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً

میں ہی مر گئے O ۱۷۶ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کو ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے

اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ

پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں O ۱۷۷ اور جب کوئی سورت نازل

سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

ہوتی ہے تو وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا' پھر وہ

انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

پلٹ کر بھاگ جاتے ہیں ۱۷۸ اللہ نے ان کے دلوں کو پلٹ دیا ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھنے والے نہیں تھے O ۱۷۹

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے ۱۸۰

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں ۱۸۱ مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں O ۱۸۲ اب اگر یہ لوگ

فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

آپ سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ کہہ دیں: مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور وہ

و۱۷۵ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی سورت کے نازل ہونے سے مسلمانوں کو دو امر حاصل ہوتے ہیں: ایک تو یہ ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو مسلمان اس سورت پر ایمان لاتے ہیں' اس کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور یہ امر ان کے ایمان میں اضافہ اور تقویت کا موجب ہے اور ان کو اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سورت میں جو احکام مذکور ہیں' ان پر عمل کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی مزید خوشنودی اور اجر آخرت کے مستحق ہوں گے اور ان احکام پر عمل کرنے سے وہ دنیا میں بھی نصرت اور کامرانی حاصل کریں گے و۱۷۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کسی نئی سورت کے نازل ہونے سے منافقوں کو بھی دو امر حاصل ہوتے ہیں: ایک امر یہ کہ ان کی سابقہ نجاست میں اضافہ ہوتا ہے' نجاست سے مراد ان کے عقائد باطلہ اور اخلاق مذمومہ ہیں' وہ پہلے بھی قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کے منکر تھے اور جب یہ ایک اور سورت نازل ہوئی تو انہوں نے اس کا مزید انکار کیا اور یوں ان کے کفر میں اضافہ ہوا اور ان کے اخلاق مذمومہ میں حسد کرنے کا مرض تھا' اور جب نئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان کے حسد میں اور اضافہ ہوتا' اور دوسرا امر یہ تھا کہ ان کی موت کفر پر واقع ہوگی اور یہ حالت پہلی حالت سے زیادہ قبیح ہے و۱۷۷ اس آیت کی تفسیر میں قتادہ نے کہا کہ ان کو ہر سال ایک یا دو بار جہاد کی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ جہاد میں نہ شریک ہوتے تو لوگ ان کو لعن طعن کرتے اور اگر وہ جہاد میں شریک ہوتے تو ان کو جہاد میں اپنے مارے جانے کا خوف ہوتا و۱۷۸ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ جب منافقین قرآن مجید کی کوئی سورت سنتے ہیں تو ان کو اس کے سننے سے کوفت اور اذیت ہوتی ہے اور ان کے چہروں پر نفرت اور کدورت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں' پھر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اشاروں سے یہ کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا یعنی ان کے چہروں پر قرآن مجید سننے سے نفرت اور بیزاری کے جو آثار ظاہر ہو رہے ہیں ان کو کسی نے جانچ تو نہیں لیا و۱۷۹ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منافقین کو ایمان لانے کے بہت مواقع دیئے گئے' معجزات دکھائے گئے اور دلائل پیش کیے گئے' لیکن انہوں نے ان تمام دلائل اور معجزات کا مذاق اڑایا اور ایسا بھاری کفر کیا کہ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اسلام سے پھیر دیا و۱۸۰ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو سخت اور مشکل احکام کی تبلیغ کریں' جن کا برداشت کرنا بہت دشوار تھا' ما سوا ان مسلمانوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی توفیق اور کرامت سے نوازا تھا اور اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایسی آیت نازل فرمائی جس سے ان مشکل احکام کا برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ رسول تمہاری جنس سے ہیں اور تم میں سب سے نفیس تر ہیں اور اس رسول کو دنیا میں جو عزت اور شرف حاصل ہوگا' وہ تمہارے لیے باعث فضیلت ہے' نیز اس رسول کی یہ صفت ہے کہ جو چیز تمہارے لیے باعث ضرر ہو وہ ان پر سخت دشوار ہوتی ہے اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں تمہیں مل جائیں اور وہ تمہارے لیے ایک مشفق طبیب اور رحم دل باپ کے مرتبہ میں ہیں کیونکہ حاذق طبیب اور شفیق باپ کبھی اولاد کی بہتری کے لیے ان پر سختی کرتا ہے' سو اسی طرح یہ مشکل اور سخت احکام بھی تمہاری دنیا اور آخرت کی سعادتوں کے لیے ہیں و۱۸۱ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شب معراج' نبی ﷺ پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ نبی ﷺ نے بار بار اللہ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ میری امت ان کی طاقت نہیں رکھتی کچھ تخفیف فرمایئے حتیٰ کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں فرض ہو گئیں اور فرمایا کہ یہ تعداد میں پانچ نمازیں ہیں اور اجر میں پچاس نمازیں ہیں۔ (ملخصاً) (صحیح البخاری: ۳۴۹) اور آپ کا یہ عمل مومنین کی فلاح پر حریص ہونے کے سبب سے تھا و۱۸۲ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔
(سنن ترمذی: ۲۴۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹)

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

عرش عظیم کا مالک ہے O ۱۸۳

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ ۱۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۰۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

سورۂ یونس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو نو آیتیں گیارہ رکوع ہیں

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ

الف لام را' یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت سے معمور ہے O ۱ کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ

اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

ہم نے ان ہی میں سے ایک (مقدس) مرد پر یہ وحی نازل کی ہے کہ آپ (غافل) لوگوں کو ڈرائیں ۲ اور ایمان والوں کو

اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ان کے نیک اعمال کا) بہترین اجر ہے ۳ (اس پر) کافروں نے کہا:

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے O ۴ بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور

وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ

زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا ۵ وہ کائنات کو چلانے کا انتظام

الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

کرتا ہے' اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے' یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے

فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ

سو تم اس کی عبادت کرو' کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے O اسی کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے' یہ اللہ کا برحق

ف۱۸۳ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ نبی ﷺ کو تسلی دی جائے کہ اگر یہ مشرکین اور منافقین آپ کی تصدیق نہیں کرتے تو آپ غم نہ کریں' کیونکہ اسلام کی نشر و اشاعت اور دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته و بفضله تتم الصالحات۔

سورۂ یونس: ف۱ ''حکیم'' کا معنی ہے: یہ کتاب حکمت پر مشتمل ہے ''حکمت'' کا معنی ہے: علم اور عقل سے حق تک پہنچنا' اللہ تعالیٰ کی حکمت کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام اشیاء کا علم ہے اور اس نے ان اشیاء کو انتہائی خوبی اور بہتری کے ساتھ پیدا کیا ہے اور انسان کی حکمت یہ ہے کہ اس کو موجودات کی معرفت ہو اور وہ نیک کام کرے اور قرآن مجید کی حکمت یہ ہے کہ اس نے صحیح اور برحق باتیں بیان کی ہیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۶۸)

ف۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ ایک بشر کو رسول بنائے۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۰۷) ''قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا O'' (بنی اسرائیل: ۹۴) کفار نے کہا: کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا؟ O اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تعجب کو زائل فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: ''وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ O'' (الانعام: ۹) اور اگر ہم فرشتے کو رسول بناتے تو اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں O خلاصہ یہ ہے کہ جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے وہ اسی قوم کی جنس سے ہوتا ہے تا کہ اس رسول کا عمل اس قوم کے لیے نمونہ اور حجت ہو' نیز اگر رسول کسی اور جنس سے ہو تو قوم اس سے استفادہ نہیں کر سکتی جیسا کہ عام انسان فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں نہ ان کا کلام سن سکتے ہیں نہ ان کو مس کر سکتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اور بشر کی طرف انسان اور بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا جائے اور اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے' چنانچہ اس نے فرمایا ہے: ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ'' (یوسف: ۱۰۹) اور ہم نے آپ سے پہلے (بھی) صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے ف۳ حسن اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ مسلمانوں کی شفاعت کرنے والے اور ان پر مقدم ہیں: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو اور مقدم ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۸۳)

ف۴ کافروں کی مراد یہ بھی کہ قرآن مجید اپنی فصاحت اور بلاغت میں اتنے عظیم مرتبہ پر ہے کہ اس جیسا کلام بنانا غیر ممکن ہے اور اسی وجہ سے یہ جادو ہے اور نبی ﷺ جادوگر ہیں' ان کے اس کلام کا فاسد اور باطل ہونا بالکل بدیہی اور ظاہر تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب نہیں دیا' کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ نبی ﷺ کی نشو و نما ان کے درمیان ہوئی اور آپ کا کبھی جادوگروں سے واسطہ نہیں پڑا اور نہ ہی مکہ میں جادو سکھانے والے تھے حتیٰ کہ یہ کہا جاتا کہ آپ نے ان سے جادو سیکھ لیا' پھر آپ کا ایسا کلام پیش کرنا جس کی نظیر لانے سے سب عاجز تھے' معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں ف۵ رحمٰن کے عرش پر استواء کا معنی یہ ہے کہ اللہ کا خلق کرنا عرش پر مکمل ہو گیا اور اس نے عرش کے ماوراء کسی چیز کو پیدا نہیں کیا اور اس دنیا اور آخرت میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ دائرہ عرش سے خارج نہیں ہے کیونکہ وہ تمام کائنات کو حاوی ہے۔ ''استوی'' کا معنی استاذِ محترم نے تمام اور مکمل ہونا کیا ہے اور یہ اس آیت سے مستفاد ہے: ''وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى'' (القصص: ۱۴) اور جب وہ اپنے شباب پر پہنچا اور تام اور مکمل ہو گیا۔ (الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۸۳۔ ۱۸۲) علامہ شعرانی کی مراد یہ ہے کہ کائنات کے عناصر اور اجسام اور اس کی وضع کو پیدا کرنے کا سلسلہ عرش پر جا کر ٹھہر گیا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ مطلقاً خلق اور پیدائش کا سلسلہ عرش کو پیدا کرنے کے بعد موقوف ہو گیا۔

حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

وعدہ ہے بے شک وہ مخلوق کو ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے کھولتا ہوا پانی

حَمِيمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ

اور درد ناک عذاب ہے کیوں کہ وہ کفر کرتے تھے○ وہ وہی ہے جس نے سورج

الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُورًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ

کو روشنی دینے والا بنایا اور چاند کو روشن اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور

السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ

حساب کو جان لو اللہ نے یہ سب برحق ہی پیدا کیا ہے وہ علم والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانیاں

الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا

واضح کرتا ہے○ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ہر اس چیز میں

خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُونَ ﴿٦﴾ إِنَّ

جس کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں میں پیدا کیا ہے ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو (فکر میں غلطی سے) بچتے ہیں○ درحقیقت

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا

جو لوگ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے اور اس پر مطمئن

بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيٰتِنَا غٰفِلُونَ ﴿٧﴾ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ

ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں○ یہ وہی ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے

ف٦ کفار اور مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے' حشر اور جزا اور سزا کا انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حشر اجساد پر بہت زور دیا ہے اور دوبارہ زندہ کرنے پر بہت دلائل قائم کیے ہیں' یہ آیت بھی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر دلیل ہے اور عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے' چنانچہ ہم میں سے ہر شخص اپنا مشاہدہ کرتا ہے کہ کسی بیماری یا عارضہ کی وجہ سے اس کا جسم دبلا ہو جاتا ہے' پھر صحت مند ہونے کے بعد مقوی غذائیں اور فربہ کرنے والی خوراک کھانے سے وہ پھر موٹا اور فربہ ہو جاتا ہے اور پھر کسی عارضہ کی وجہ سے کمزور اور دبلا ہو جاتا ہے اور پھر دوبارہ موٹا ہو جاتا ہے اور کمزوری بہ منزلہ موت اور فربہی بہ منزلہ حیات ہے تو اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو کمزور اور دبلا کرنے کے بعد دوبارہ پھر موٹا اور طاقتور کرنے پر قادر ہے' اسی طرح وہ ہم کو مارنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے ف٧ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے الوہیت اور توحید پر استدلال کیا تھا' اور اس آیت میں سورج اور چاند کو پیدا کرنے سے توحید پر استدلال کیا ہے' اس استدلال کی تقریر یہ ہے کہ سورج' چاند اور باقی تمام سیارے بہ حیثیت جسم سب مساوی ہیں' اب سورج کو وضع مخصوص اور صفات مخصوصہ عطا کرنے کے لیے کوئی مرجح ہونا چاہیے اور وہ مرجح واجب الوجود اور قدیم بالذات ہونا چاہیے کیونکہ ممکن اور حادث تو اپنے وجود میں پھر کسی مرجح کا محتاج ہوگا اور واجب الوجود کا واحد ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر دو واجب الوجود ہوں تو ان میں ایک امر مشترک ہوگا اور ایک امر مخصص و ممیز ہوگا اور جو دو چیزوں سے مرکب ہو' وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور مرکب اور محتاج حادث اور ممکن ہوتا ہے' واجب اور قدیم نہیں ہوتا' پس ثابت ہوا کہ سورج کی وضع مخصوص اور اس کی صفات مخصوصہ ذاتی نہیں ہیں کیونکہ سورج جسم ہونے میں تمام اجسام کے مساوی ہے' اگر یہ اس کی جسمیت کا تقاضا ہوں تو تمام اجسام سورج کی طرح ہونے چاہئیں' اس لیے اس وضع اور ان صفات کے لیے کوئی مرجح ہونا چاہیے اور ہم بتا چکے ہیں کہ وہ مرجح واجب الوجود' قدیم اور واحد ہونا چاہیے اور واجب الوجود قدیم اور واحد اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے اور جب وہ سورج کا خالق ہے تو تمام کائنات کا وہی خالق ہے کیونکہ جو دلیل سورج میں جاری ہوئی ہے' وہی ساری کائنات میں جاری ہوگی' پس ثابت ہو گیا کہ تمام کائنات کا خالق اللہ ہے اور وہ واحد لاشریک ہے۔

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ان کاموں کی وجہ سے جو وہ کرتے رہے تھے O ف۸ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ

ان کا رب ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے ف۹ دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا جن کے نیچے

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

دریا بہتے ہیں O ف۱۰ اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی "پاک ہے تو اے اللہ!" اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے

فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع

کے لیے یہ دعا ہوگی: ف۱۱ "سلام (علیکم)" اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: "الحمد للہ رب العالمین" O ف۱۲

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ

اور اگر اللہ لوگوں (کی بداعمالیوں کی سزا میں ان) کو نقصان پہنچانے میں بھی اتنی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ (دنیا کے) نفع کی طلب میں کرتے ہیں تو

اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١﴾

انہیں (کب کی) موت آچکی ہوتی (لیکن) جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں O ف۱۳

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ پہلو کے بل یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے ف۱۴

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ

پس جب ہم اس سے اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا جب اس کو وہ مصیبت پہنچی تھی تو اس نے ہم کو پکارا

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ

ہی نہ تھا اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والوں کے کرتوت ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں O ف۱۵ (لوگو!) ہم نے تم سے پہلے کی

ف۸ ان آیتوں سے اللہ سبحانہ نے ان لوگوں کے احوال شروع کیے ہیں جو حشر (مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے) پر ایمان نہیں لاتے اور جو ان باتوں پر تعجب کرتے ہیں جن پر تعجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور ان چیزوں میں غور و فکر نہیں کرتے جن میں غور و فکر کرنا چاہیے' نیز ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان شقی القلب لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو قیامت کے دن اللہ سبحانہ سے ملاقات کا انکار کرتے تھے اور اللہ عزوجل سے ملاقات کی بالکل توقع نہیں رکھتے تھے' وہ اس دنیا کی زندگی پر راضی تھے اور ان کے دل اس سے مطمئن تھے۔ حسن بصری نے کہا: یہ لوگ کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں تدبر اور تفکر نہیں کرتے اور اللہ عزوجل کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے' سو حشر کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا کیونکہ انہوں نے دنیا میں جرائم اور گناہ کیے اور اس کے علاوہ وہ اللہ' رسول اور آخرت کا انکار کرتے تھے ف۹ جنت میں دخول کا سبب کیا چیز ہے' اس میں اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف ہے۔ معتزلہ کے نزدیک ایمان اور اعمال صالحہ دونوں مل کر جنت میں دخول کا سبب ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صرف ایمان دخول جنت کا سبب ہے' اگر کوئی شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل نہیں کیے یا بُرے عمل کیے تو وہ محض اللہ کی رحمت سے یا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے یا اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں چلا جائے گا اور یہ آیت اہل سنت کی مؤید ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ایمان کے سبب دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا ف۱۰ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مومن کے اعمال کو حسین صورتوں میں متشکل کر دیا جائے گا جن سے خوشبو آ رہی ہوگی' جب وہ قبر سے اٹھے گا تو وہ حسین صورت اس سے ملاقات کر کے اس کو جنت کی بشارت دے گی۔ مومن پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ صورت کہے گی: میں تمہارا عمل ہوں' پھر اس کے سامنے نور پھیلا دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور یہی اس آیت کا معنی ہے کہ ان کا رب ان کو دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا' اور کافر کے اعمال کو بھیانک اور ڈراؤنی شکل میں متشکل کر دیا جائے گا' جس سے بدبو آ رہی ہوگی۔ وہ ڈراؤنی شکل کافر سے چمٹ جائے گی اور اس کو دوزخ میں ڈال کر آئے گی۔ (جامع البیان: ۱۳۶۱۹) ف۱۱ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ نیک عمل کرنے والے مؤمنین جنت میں ہوں گے اور اس آیت میں یہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کے جنت میں کیا معمولات ہوں گے' اور اس آیت میں بتایا ہے کہ جس طرح مؤمنین دنیا میں سبحان اللہ کہتے تھے اور ہر قسم کے عیب سے اللہ کی براءت اور تنزیہ بیان کرتے تھے' سو اسی طرح جنت میں بھی وہ ہر وقت تسبیح اور تقدیس کرتے رہیں گے ف۱۲ یعنی ان کی گفتگو کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے ہوگا اور ان کی گفتگو کا اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد پر ہوگا ف۱۳ مشرکین کو یہ شبہ لاحق تھا کہ اگر سیدنا محمد (ﷺ) اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں اور ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کی مخالفت کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا' اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر تمہارے مطالبہ کی وجہ سے تم پر جلد عذاب بھیج دیا جاتا تو اب تک تمہارا کام ہو چکا ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے ڈھیل دیتا ہے کہ تم اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہو۔ (اللباب ج ۱۰ ص ۲۷۵) ف۱۴ مسلمانوں پر جب کوئی مصیبت نازل ہو تو ان پر حسب ذیل امور کی رعایت کرنا لازم ہے: (۱) مسلمانوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ ان کی تقدیر میں لکھی ہوئی تھی اور ان سے ٹل نہیں سکتی تھی (۲) مسلمانوں کو مصیبت پر صبر کرنا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرماتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O" (الزمر: ۱۰) اس کے سوا کچھ نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا O (۳) بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے دل میں یہ سوچے کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس کے کسی گناہ کا نتیجہ ہے' سو اسے اس گناہ سے توبہ کرنی چاہیے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ O" (الشوریٰ: ۳۰) اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھ کی کمائی کی وجہ سے پہنچتی ہے اور (تمہاری) بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے O (۴) جب کسی مسلمان پر مصیبت آئے تو اسے مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ یہ سوچ کر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس مرض' آفت یا مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔ حضرت عائشہ

قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

ان قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جنہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے اور وہ ایمان

لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ

نہ لائے اور ہم مجرم قوم کو اسی طرح سزا دیتے ہیں O ١٧ پھر ہم نے ان کے بعد

خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَاِذَا

تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم یہ ظاہر فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو O ١٧ اور جب

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ

ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہمارے سامنے حاضر ہونے کی توقع نہیں ہے تو وہ

بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ

کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اسی کو تبدیل کر دو آپ کہیے کہ اس کو تبدیل کرنا میرے

تِلْقَآئِ نَفْسِىْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ

اختیار میں نہیں ہے' ١٨ میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے ١٩ اگر میں اپنے رب کی

عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ

نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں O آپ کہیے: اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر

عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ

اس (قرآن) کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ تم کو اس کی اطلاع دیتا' پھر بے شک اس (نزول قرآن) سے پہلے میں تم میں عمر (کا ایک حصہ)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ

گزار چکا ہوں کیا تم (یہ) نہیں سمجھتے O ٢٠ پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان

رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو کوئی کانٹا چبھے یا اس سے زیادہ تکلیف ہو تو اللہ اس تکلیف کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔(صحیح البخاری: ٥٦٤٧) ف١٥ "مسرف" وہ شخص ہے جو اپنے کثیر مال کو کسی خسیس اور گھٹیا مقصد کے حصول میں خرچ کرے اور یہ معلوم ہے کہ دنیا کی رنگینیاں اور دنیا کی لذتیں اخروی نعمتوں کے مقابلہ میں خسیس اور گھٹیا ہیں' اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس' عقل اور تصرف کی قوتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ وہ ان سے اخروی نعمتوں کے حصول کی کوشش کرے' سو جس شخص نے اپنی ان قوتوں کو ان گھٹیا چیزوں کے حصول کی جدوجہد میں خرچ کیا تو اس نے اپنی ان قوتوں کو ضائع کر دیا اور ایسے شخص کے "مسرف" ہونے میں کیا شک ہے ف١٦ کفار اور مشرکین یہ کہتے تھے کہ اگر دین اسلام برحق ہے اور ہم اس کے منکر ہیں تو آپ ہم پر آسمان سے پتھر برسائیں یا کوئی دردناک عذاب لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ اپنے اس مطالبہ میں جھوٹے ہیں کیونکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور پہلو کے بل' بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے احوال یاد دلائے کہ ان کے پاس ان کے رسول دلائل اور معجزات لے کر آئے اور انہوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا اور یہ اس لیے فرمایا تاکہ مشرکین مکہ نزول عذاب کے مطالبہ سے باز آ جائیں ف١٧ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہیں تھا اور جب مشرکین عمل کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ کو علم ہو گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرے گا جیسا معاملہ معلومات حاصل کرنے والا اور امتحان لینے والا لوگوں کے ساتھ کرتا ہے تاکہ ان کو ان کے عمل کے مطابق جزا دے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے ف١٨ جس طرح سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر مشرکین کا طعن ذکر کر کے ان کے جوابات ذکر فرمائے تھے' اس آیت میں بھی ان کا ایک طعن ذکر کر کے اس کا جواب ذکر فرمایا ہے۔ مقاتل نے کہا ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے پانچ شخص تھے: عبداللہ بن امیہ المخزومی' ولید بن مغیرہ' مکرز بن حفص' عمر بن عبیداللہ بن ابی قیس العامری اور العاص بن عامر بن ہشام' یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی ﷺ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں جس میں لات' عزیٰ اور مناۃ کی عبادت سے ممانعت نہ ہو' اور نہ ان کی مذمت کی گئی ہو اور اگر اللہ ایسی آیتیں نازل نہ کرے تو آپ ایسی آیتیں بنا لیں' یا اس قرآن کو بدل ڈالیں اور عذاب کی آیتوں کی جگہ رحمت کی آیتیں بنا دیں یا حرام کی جگہ حلال اور حلال کی جگہ حرام لکھ دیں' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی۔ (معالم التنزیل ج ٢ ص ٢٩٣) ف١٩ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں قرآن مجید کے پہنچانے اور اس کی تلاوت کرنے میں وحی کی اتباع کرتا ہوں' اور اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر و تبدل نہیں کرتا اور نہ مجھ کو اس کا اختیار ہے ف٢٠ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اس نزول قرآن سے پہلے میں نے تم میں چالیس سال زندگی گزاری اور تم میرے صدق اور امانت اور میری پاکیزگی کو جان چکے ہو' میں نہ پڑھتا تھا نہ لکھتا تھا' پھر میں تمہارے پاس اس معجز کلام کو لے کر آیا تو اب کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کلام میرا نہیں ہو سکتا اور یہ صرف اور صرف وحی الٰہی ہے' پھر میں نے تم میں اپنے شباب کی پوری عمر گزاری ہے' جس میں' میں نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی تو اب تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا اور اس کے کلام کو بدل ڈالوں گا' کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے۔

كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تراشے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک مجرم فلاح نہیں پاتے O ۲۱ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان

اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں ۲۲ اور یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس ہماری

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى

سفارش کرنے والے ہیں' ۲۳ آپ کہیے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اللہ کو نہ آسمانوں میں علم ہے نہ

الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ

زمینوں میں' وہ ان تمام چیزوں سے بری اور بلند ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو O ۲۴ اور پہلے تمام لوگ

اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

صرف ایک اُمت تھے' پھر مختلف ہو گئے' اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک امر

لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ

پہلے ہی مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جن چیزوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا O ۲۵ اور کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر

عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ

اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا ۲۶ آپ کہیے کہ غیب تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے' سو تم بھی

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ ؑ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ

انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں O اور جب ہم لوگوں کو مصیبت پہنچنے کے بعد رحمت کی لذت چکھاتے ہیں ۲۷ تو وہ

مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِىْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ

اسی وقت ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں سازشیں کرنے لگتے ہیں' ۲۸ آپ کہیے کہ اللہ بہت جلد خفیہ تدبیر کرنے والا ہے' بے شک

ف ۲۱ مشرکین کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ قرآن مجید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ساختہ کلام ہے اور آپ نے اس کو اللہ کی طرف منسوب کر کے اللہ پر افتراء باندھا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ پر افتراء باندھے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا یعنی اگر بہ فرضِ محال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہوتا تو آپ (العیاذ باللہ) سب سے بڑے ظالم ہوتے' جب کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی وحی ہے تو جو مشرکین اس قرآن کو اللہ کا کلام نہیں مانتے وہ اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں ف ۲۲ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اس لیے بدل دیں کہ اس میں ان کے باطل معبودوں کی مذمت کی گئی ہے اور وہ اپنے بتوں کی مدح اور تعظیم و تکریم چاہتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتوں کی عبادت کی مذمت کی اور ان کی عبادت کے باطل ہونے کو واضح فرمایا ہے۔ مشرکین بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع بھی مانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کرنے کا رد فرمایا ہے ع اور اس کی تقریر یہ ہے کہ ان کے تراشیدہ بت جن کی وہ عبادت کرتے ہیں' عبادت کرنے کی بناء پر وہ ان کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور عبادت نہ کرنے کی وجہ سے وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ معبود کو عابد سے اعلیٰ اور افضل ہونا چاہیے اور کفار جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ خود ان کی بہ نسبت زیادہ طاقت اور قدرت رکھتے ہیں' اس لیے کہ ان بتوں کے بنانے والے وہ خود ہیں' وہ چاہیں تو ان بتوں کو بنائیں اور چاہیں تو ان بتوں کو توڑ ڈالیں' تو یہاں معبود کے نفع اور نقصان پر عابد کو قدرت ہے اور چاہیے یہ تھا کہ عابد کے نفع اور نقصان پر معبود کو قدرت ہوتی' لہٰذا مشرکین کا ان بتوں کی عبادت کرنا اور انہیں اپنا شفیع قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے ف ۲۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے اس طور پر اللہ کے ہاں شفیع ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش سے ہمارے دنیاوی کاروبار چلا رہا ہے' کیونکہ کفار و مشرکین قیامت اور جنت دوزخ کے قائل نہ تھے' نیز وہ بتوں کے متعلق دھونس دھمکی اور زبردستی کی شفاعت کے قائل تھے کیونکہ وہ بتوں کو اللہ مان کر شفیع مانتے تھے' قرآن مجید میں ہے: "اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O" (الشعراء: ۹۸) جب کہ (اے بتو!) ہم تم کو رب العالمین کے مساوی قرار دیتے تھے O اور وہ غیر شفیع کو شفیع مانتے تھے یعنی وہ اسلامی شفاعت سے تین طرح فرق کرتے تھے' اس لیے وہ مشرک تھے ف ۲۴ اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی سے مراد یہ ہے کہ فی نفسہٖ اس چیز کا وجود نہیں ہے' کیونکہ وہ چیز اگر کسی زمانہ میں بھی موجود ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا' اور جب اللہ تعالیٰ کو اس چیز کے موجود ہونے کا علم نہیں ہے تو واجب ہے کہ وہ چیز موجود نہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا شریک فی نفسہٖ محال ہے' اسی طرح اجتماع ضدین وغیرہ کا حکم ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۷) ف ۲۵ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں۔ یہ سب ہدایت پر تھے اور برحق شریعت پر تھے' پھر حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان کے درمیان اختلاف ہوا اور وہ پہلے رسول تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا' ان کو اس وقت بھیجا گیا جب ان میں اختلاف پیدا ہو گیا اور انہوں نے حق کو ترک کر دیا' تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی جس سے حق پر استدلال کیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۲۷۳) ف ۲۶ اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر مشرکین کے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے' وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور معجزہ پیش کریں' مثلاً ان پہاڑوں کو سونے کا بنا دیں یا آپ کا گھر سونے کا ہو جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید خود بہت عظیم معجزہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان پیدا ہوئے اور آپ نے وہیں نشوونما پائی اور ان کے سامنے آپ نے چالیس سال تک زندگی گزاری اور ان کو معلوم تھا کہ آپ نے کسی استاد سے پڑھا ہے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا ہے' پھر آپ نے یکایک اس قرآن کو پیش کر دیا جس کی فصاحت و بلاغت بے نظیر تھی اور جس میں اوّلین اور آخرین کی خبریں تھیں اور تہذیب اخلاق' تدبیر منزل اور ملکی اور بین الاقوامی معاملات کے احکام تھے اور جس شخص کو تعلیم کے اسباب مہیا نہ ہوں' اس سے اس قسم کے کلام کا صادر ہونا بغیر وحی الٰہی کے محال ہے' سو یہ قرآن مجید آپ کی نبوت پر قاہر معجزہ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی اور معجزہ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے ف ۲۷ مصیبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝۲۱ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ہمارے فرشتے تمہاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں۝ وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے

حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا

حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں (محو سفر) ہو اور وہ کشتیاں موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر جا رہی ہوں اور لوگ ان

جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا

سے خوش ہو رہے ہوں تو (اچانک) ان کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور (سمندر کی) موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور لوگ یہ یقین

اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا

کرلیں کہ وہ (طوفان میں) پھنس چکے ہیں ۲۹ؔ اس وقت وہ دین میں اللہ کے ساتھ مخلص ہو کر اس سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۲۲ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ

اس (طوفان) سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۝ ۳۰ؔ پھر جب اللہ نے انہیں بچا لیا تو وہ پھر

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ

یکایک زمین میں ناحق بغاوت (فساد) کرنے لگتے ہیں اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے ہی (مضر) ہے ۳۱ؔ دنیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۳

کی زندگی کا کچھ فائدہ (اٹھا لو) پھر تم نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے' پھر ہم تمہیں ان کاموں کی خبر دیں گے جو تم کرتے تھے۝

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

دنیا کی زندگی کی مثال محض اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کی وجہ سے زمین

نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ

کی وہ پیداوار خوب گھنی ہو گئی جس کو انسان اور جانور سب کھاتے ہیں حتیٰ کہ عین اس وقت جب کھیتیاں

کفر پر ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر ان سے بارشیں روک لیں اور ان کو خشک سالی اور قحط میں مبتلا کر دیا' پھر اللہ عزوجل نے ان پر رحم فرمایا اور ان پر بارشیں نازل فرمائیں' جس سے قحط دور ہو گیا اور ان کے کھیت ہرے بھرے ہو گئے' پھر چاہیے تھا کہ یہ ایمان لے آتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے' لیکن انہوں نے اس کے بجائے ان رحمتوں کی نسبت اپنے بتوں کی طرف کر دی' جو کسی نفع اور ضرر پر قادر نہیں ہیں ف۲۸ گزشتہ آیتوں میں یہ ذکر فرمایا تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا ہے بلکہ ان نعمتوں سے اعراض کرتا ہے اور اس آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ صرف اعراض اور شکر نہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اس کے احسان کو جھٹلاتا ہے اور اس کی عطا کی ہوئی رحمتوں کو اپنے باطل معبودوں' یعنی بتوں اور ستاروں کی طرف منسوب کرتا ہے اور اپنی سازشوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات میں شر اور فساد طلب کرتا ہے ف۲۹ ام حکیم بنت الحارث عکرمہ بن ابی جہل کے عقد میں تھیں' فتح مکہ کے دن وہ اسلام لے آئیں اور ان کے خاوند عکرمہ مکہ سے بھاگ گئے۔ وہ ایک کشتی میں بیٹھے' وہ کشتی طوفان میں پھنس گئی۔ عکرمہ نے لات اور عزیٰ کی دہائی دی' کشتی والوں نے کہا: اس طوفان میں جب تک اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کو نہیں پکارو گے کچھ فائدہ نہیں ہوگا' اللہ کے سوا اس طوفان سے کوئی نجات نہیں دے سکتا' تب عکرمہ کی آنکھیں کھل گئیں' انہوں نے دل میں سوچا اگر سمندر میں صرف اللہ فریاد کو سنتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی کام نہیں آ سکتا' انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا تو میں سیدھا محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اسلام کو قبول کر لوں گا' پھر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (دلائل النبوۃ ج۵ ص۹۸) ف۳۰ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی مشکلات' حاجات اور مہمات میں اللہ عزوجل ہی کو پکارنا چاہیے' یہ عمل کار ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت قطعی اور یقینی بھی ہے' تاہم کسی مسلمان کا اپنی مشکلات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان سے استمداد بھی شرعاً جائز ہے۔ امام محمد بن اثیر جزری لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید نے دشمن کو للکارا' پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق پکارا: ''یا محمداہ'' پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے' اس کو قتل کر دیتے۔ (الکامل فی التاریخ ج۲ ص۲۴۶' البدایہ والنہایہ ج۶ ص۳۲۴) امام بزار نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے بندو! اس کو روک لو' کیونکہ زمین میں اللہ کے لیے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج۴ ص۳۴' مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۶۹' تحفۃ الذاکرین ص۱۵۶۔۱۵۵' ملخصاً (الشوکانی) ف۳۱ فساد میں حد سے تجاوز کرنے کو بغاوت کہتے ہیں' اور امام کی اطاعت سے خروج کرنے کو بھی بغاوت کہتے ہیں۔ خواہش نفس کے مقابلہ میں اللہ عزوجل کے احکام کو ترک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی کرنا' یہ بھی بغاوت ہے' ان آیات میں بغاوت اسی معنی میں ہے: ''يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ'' (یونس: ۲۳) زمین میں ناحق بغاوت کرتے ہیں۔ ''اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ'' (یونس: ۲۳) اے لوگو! تمہاری بغاوت صرف تمہارے لیے (ہی) مضر ہے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بغاوت اور رشتہ توڑنے سے زیادہ اور کوئی گناہ اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس گناہ کے مرتکب پر اللہ جلد عذاب نازل فرمائے۔ (شعب الایمان: ۷۹۶۰) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ایک پہاڑ بھی دوسرے پہاڑ کے خلاف بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والا ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ (الادب المفرد: ۵۸۸)

الْاَرْضِ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ

اپنی تروتازگی اور شادابی کے ساتھ لہلہانے لگیں اور ان کے مالکوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ ان پر قادر ہیں

اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

تو اچانک رات یا دن کو ان پر ہمارا عذاب آ گیا' پس ہم نے ان کھیتوں کو کٹا ہوا (ڈھیر) بنا دیا جیسے کل یہاں

بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا

کچھ تھا ہی نہیں' غور وفکر کرنے والوں کے لیے ہم اسی طرح آیتوں کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں○ ف۳۲ اور اللہ

اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے○ ف۳۳ جن لوگوں

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ

نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزا ہے ف۳۴ اور اس کے علاوہ زائد اجر ہے اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ

وہی جنت والے ہیں ف۳۵ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ اور جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو ان ہی کی مثل

جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

بری سزا ملے گی ف۳۶ اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی ف۳۷ ان کو اللہ سے بچانے والا

عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ

کوئی نہیں ہو گا' گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ

وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ ف۳۸ جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر

ف۳۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے متعلق ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے جو دنیا کی لذتوں اور مرغوبات میں منہمک ہو کر آخرت سے اعراض کر لیتا ہے۔ آسمان سے جو پانی نازل ہوتا ہے' اس کی وجہ سے زمین کی پیداوار خوب گھنی ہو جاتی ہے اور بارش کی وجہ سے رنگ برنگ کے پھول' خوش نما بیلیں' خوش ذائقہ پھل اور طرح طرح کے غلوں کی اجناس پیدا ہوتی ہیں' حتیٰ کہ باغوں اور کھیتوں کا مالک جب ان ہری بھری لہلہاتی ہوئی فصلوں اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں کو دیکھتا ہے تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا' پھر وہ خوش نما منصوبہ بناتا ہے کہ ان باغوں اور کھیتوں سے اتنے منافع اور فوائد حاصل کرے گا' پھر اچانک ٹڈی دل کے بادل امڈ آتے ہیں اور تمام کھیتوں اور باغوں کو چاٹ کر چلے جاتے ہیں' یا آسمان سے زبردست ژالہ باری ہوتی ہے' اور سب کچھ اجڑ جاتا ہے یا دریاؤں میں سیلاب آتا ہے اور تمام فصلوں کو بہا کر لے جاتا ہے' اور وہ غم اور افسوس میں ہاتھ ملتا ہوا رہ جاتا ہے' اسی طرح جو آدمی آخرت سے اعراض کر کے دنیا کمانے کی دھن میں لگا رہتا ہے' جب وہ آخرت میں اجر وثواب سے محروم اور عذاب میں گرفتار ہوگا تو اس کا بھی یہی حال ہوگا ف۳۳ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی دونوں جانب دو فرشتے ندا کر رہے ہوتے ہیں: اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ' بے شک جو چیز تھوڑی اور کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ اور غافل کرنے والی ہو اور اس ندا کو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے اور اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (مسند احمد: ۲۱۷۸) اس آیت میں جنت کے لیے ''دار السلام'' کا لفظ استعمال ہوا ہے' جنت کو ''دار السلام'' کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جنت کے سات نام ہیں' ان میں سے ایک نام ''دار السلام'' ہے' وہ سات نام یہ ہیں: (۱) دار السلام (۲) دار الجلال (۳) جنت عدن (۴) جنت الماوی (۵) جنت الخلد (۶) جنت الفردوس (۷) جنت النعیم۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جنتی ایک دوسرے کو دعا دیتے ہوئے کہیں گے: ''سلام'' ''تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ'' (ابراہیم: ۲۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل جنت ہر ناپسندیدہ چیز سے سلامت اور محفوظ ہوں گے ف۳۴ نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو احکام فرض اور واجب مقرر کیے ہیں' ان کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور سنن اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں' اور جن کاموں کو حرام اور مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے' ان سے دائماً مجتنب رہتے ہیں اور مکروہات اور خلاف اولیٰ کاموں سے بھی بچتے رہتے ہیں اور کوئی فروگزاشت ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور ''حسنٰی'' (اچھی جزا) سے مراد جنت ہے ف۳۵ ''زیادہ'' (زائد اجر) سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ جو اپنے فضل سے زائد اجر عطا فرمائے گا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ''لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ'' (یونس: ۲۶) کی تفسیر میں فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے' تو ایک منادی ندا کرے گا: تمہارے لیے اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے' اہل جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا' کیا اس نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی' کیا اس نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ فرشتے کہیں گے: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: پھر حجاب کھول دیا جائے گا' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ نے اپنی طرف دیکھنے سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی محبوب چیز ان کو نہیں دی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۱) ف۳۶ اس کو بیان کرنے سے مقصود نیکی اور برائی کی جزا اور سزا کا فرق بیان کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی جزا دس گنا' سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے اور ایک برائی کی ایک ہی سزا دیتا ہے تاکہ انسان نیکی کی طرف راغب ہو اور برائی سے متنفر ہو ف۳۷ اس میں ان کی تحقیر وتوہین کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ذلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا'' (بنی اسرائیل: ۹۷) ہم ان کو قیامت کے دن چہروں کے بل اٹھائیں گے' اس حال میں کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اٹھنے والے لوگوں میں ایک قسم ان لوگوں کی ہوگی جو اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے (یعنی کفار)' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ اپنے چہرے کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس ذات نے ان کو ان کے قدموں سے چلایا ہے کیا وہ اس پر (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
ہم مشرکوں سے کہیں گے: تم اور تمہارے شریک سب اپنی اپنی جگہ ٹھہریں' پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا
ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے: تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے○ ف۳۹ پس ہمارے اور تمہارے درمیان

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا
اللہ کافی گواہ ہے کہ بے شک ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے○ اس وقت ہر شخص

كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ
اپنے بھیجے ہوئے اعمال (کے نتیجہ) میں مبتلا ہوگا' ف۴۰ وہ سب اللہ کی طرف لوٹا دیے جائیں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے اور وہ جو کچھ

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ
بہتان باندھتے رہے تھے وہ ان سے گم ہو جائیں گے○ آپ (ان سے) کہیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟

يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
یا کان اور آنکھوں کا کون مالک ہے؟ ف۴۱ اور مردے سے زندہ کو کون نکالتا ہے ف۴۲ اور زندہ سے مردے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ
کو کون نکالتا ہے؟ ف۴۳ اور نظام کائنات کو کون چلاتا ہے؟ ف۴۴ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ' پھر آپ کہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا
کہ تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں○ ف۴۵ یہی اللہ ہے جو تمہارا برحق رب ہے' تو حق کو چھوڑ کر گمراہی

الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
کے سوا اور کیا ہے' سو تم کہاں پھرائے جا رہے ہو○ ف۴۶ فاسقوں پر اسی طرح آپ کے رب کے دلائل قائم

ع ۳ ۱۰ ۸

ف۳۹ اس آیت سے مشرکین کی مذمت مقصود ہے کیونکہ دنیا میں مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بت اللہ کے پاس ہماری شفاعت کریں گے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ ظاہر فرمائے گا کہ قیامت کے دن ان کے خود ساختہ معبود اللہ کے پاس ان کی شفاعت نہیں کریں گے بلکہ ان کی عبادت سے براءت کا اظہار کریں گے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا" (البقرہ: ۱۶۶) جن لوگوں کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی' جب وہ ان لوگوں سے بیزار ہوں گے جنہوں نے پیروی کی تھی۔ اس آیت میں "شرکاء" سے مراد بت ہونے پر یہ اشکال ہے کہ وہ بت کیسے کلام کریں گے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں حیات' عقل اور نطق پیدا کر دے گا یا ان میں صرف نطق پیدا کر دے گا۔ ف۴۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کے نتیجہ کی پیروی کرے گا' اگر اس کے نیک اعمال تھے تو وہ جنت کی طرف جائے گا اور اگر اس کے بُرے اعمال تھے تو دوزخ کی طرف جائے گا ف۴۱ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرمائی تھی اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ ان کے مذہب کے بطلان اور اسلام کی حقانیت کو واضح فرما رہا ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزق' حواس اور موت وحیات کے احوال سے استدلال فرمایا ہے' رزق سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی نشوونما غذا سے ہوتی ہے اور غذا سبزیوں اور پھلوں سے حاصل ہوتی ہے یا گوشت سے اور گوشت کا مآل بھی نباتات ہیں کیونکہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کی غذا بھی زمین کی پیداوار ہے اور زمین کی پیداوار آسمان سے برسنے والے پانی اور زمین کی روئیدگی پر موقوف ہے' اور زمین اور آسمان کے نظام کو چلانے والا صرف اللہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رزق دینے والا صرف اللہ ہے' اور حواس میں سب سے اشرف کان اور آنکھیں ہیں کیونکہ یہی علم اور ادراک کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں اور حضرت علی نے فرمایا: سبحان ہے وہ ذات جس نے چربی سے دکھایا اور ہڈی سے سنایا اور گوشت کے ایک پارچہ کو گویائی بخشی ف۴۲ جس طرح اس نے انسان اور پرندے کو نطفہ اور انڈے سے نکالا جو بہ ظاہر بے جان ہیں یا جس طرح اس نے مؤمن کو کافر سے پیدا کیا ف۴۳ جس طرح اس نے نطفہ اور انڈے کو انسان اور پرندے سے نکالا یا جس طرح اس نے کافر کو مؤمن سے پیدا فرمایا ف۴۴ آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مشرکو! جب تمہیں یہ اعتراف واقرار ہے کہ زمین وآسمان سے رزق دینے والا' اور انسان کو حواس دینے والا' اور موت وحیات کو پیدا کرنے والا اور اس تمام کائنات کا نظام چلانے والا صرف اللہ ہے تو پھر تم اللہ کے لیے شریک کیوں بناتے ہو اور شریک بنانے پر اللہ کی گرفت اور عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے ف۴۵ یعنی جس کی ایسی عظیم الشان قدرت ہے' جس سے اس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جس کی ایسی وسیع رحمت ہے جس سے وہ ساری مخلوق کی پرورش کر رہا ہے یہی تو درحقیقت تمہارا رب ہے' تم اس کو چھوڑ کر کہاں مارے مارے پھر رہے ہو' ان گنت دروازوں پر گداگری کرنے کی کیا ضرورت ہے' اسی ایک در کے ہو رہو۔

الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم

ہو چکے ہیں' وہ یقیناً ایمان نہیں لائیں گے O ۲۶ؑ آپ کہیے کہ تمہارے (خود ساختہ) شرکاء میں سے کوئی ہے

مَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

جو مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کر سکے پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا کر سکے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی پیدائش کی ابتداء کرتا ہے پھر (فنا

فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۚ

کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا' سو تم کہاں اوندھے پھر رہے ہو O ۷ؑ۴ آپ کہیے کہ تمہارے (خود ساختہ) شرکاء میں سے کوئی ہے

قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ۗ أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ

جو حق کی طرف ہدایت دے سکے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے' تو کیا جو حق کی ہدایت دے وہ فرماں برداری کا زیادہ

أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۳۵﴾

حق ہے یا وہ جو بغیر ہدایت دیے خود ہی ہدایت نہ پا سکے' تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو O ۸ؑ۴

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں' بے شک گمان بھی یقین سے مستغنی نہیں کرتا ۹ؑ۴

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَن

بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں O اور قرآن ایسی چیز نہیں کہ اللہ

يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

کی وحی کے بغیر اس کو گھڑ لیا جائے لیکن یہ موجودہ (آسمانی) کتابوں کی تصدیق ہے ۵۰ؑ

وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ قف أَمْ يَقُولُونَ

اور الکتاب کی تفصیل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العلمین کی جانب سے ہے O ۵۱ؑ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ

ف۴۶ اصطلاح میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو مومن ہو اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو' لیکن اس آیت میں "فاسقین" سے مراد ایسے کافر ہیں جو ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنے کفر پر قائم تھے اور معجزات اور دلائل پیش کیے جانے کے باوجود اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید سے توبہ نہیں کرتے تھے اور وہ اپنے کفر اور عناد سے اس حد پر پہنچ چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اب ایمان نہیں لائیں گے ف۴۷ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات پر دلائل قائم کیے تھے اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر دلائل قائم فرما رہا ہے کہ جو ذات ابتداء مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر ہے' وہ دوبارہ بھی اس کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ سے فرماتا ہے: اے محمد (ﷺ)! ان مشرکین سے کہیے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو کیا وہ بغیر مادے کے کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں اور پیدا کرنے کے بعد کیا اس کو فنا کر سکتے ہیں اور پھر دوبارہ اس کو اسی شکل و صورت پر پیدا کر سکتے ہیں اور کیا ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے اور اس میں یہ واضح اور قطعی دلیل ہے کہ ان کا جو یہ دعویٰ ہے کہ یہ بت اللہ کے سوا رب ہیں اور یہ استحقاق عبادت میں اللہ کے شریک ہیں' وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب اور مفتری ہیں ف۴۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کی عبادت کرتے ہو کیا یہ کسی ایسے شخص کو سیدھا راستہ دکھا سکتے ہیں جو سیدھا راستہ گم کر چکا ہو' یہ خود اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کے خود ساختہ معبود کسی گم کردہ راہ کو راستہ دکھا سکتے ہیں کیونکہ بالفرض اگر یہ ایسا دعویٰ کریں بھی تو مشاہدہ اور واقعہ ان کی تکذیب کر دے گا' اور جب یہ اقرار کر لیں کہ ان کے اختراعی معبود کسی گم کردہ راہ کو راستہ نہیں دکھا سکتے تو پھر ان سے کہیے کہ اللہ ہی تو گمراہوں کو حق کی ہدایت دیتا ہے' تو جو گمراہوں کو حق کی ہدایت دیتا ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دعوت پر لبیک کہی جائے یا وہ جو بغیر ہدایت دیئے خود بھی ہدایت نہ پا سکے۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جو حق کی ہدایت دیتا ہے وہ اس کی بہ نسبت اطاعت و فرماں برداری کا زیادہ مستحق ہے جو بغیر کسی کی ہدایت دینے کے از خود ہدایت نہ پا سکتا ہو' لہٰذا تم ان بتوں کی عبادت کو ترک کر کے اس کی اطاعت و عبادت کرو جو خشکی اور سمندروں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو نہ کہ ان بتوں کی جن کو تم نے بغیر کسی دلیل کے اللہ کا شریک بنا لیا ہے ف۴۹ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان مشرکین میں سے اکثر صرف ظن اور تخمین کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل پچو سے بہتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور اس کی صحت اور واقعیت کے متعلق ان کو خود شکوک اور شبہات لاحق رہتے ہیں اور ظن کبھی بھی یقین سے مستغنی نہیں کر سکتا ف۵۰ مشرکین کو سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک شبہ یہ تھا کہ اس قرآن کو نبی ﷺ نے از خود تصنیف کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ اس طرح فرمایا کہ یہ قرآن ایسی چیز نہیں ہے کہ اللہ کی وحی کے بغیر اس کو گھڑ لیا جائے' لیکن یہ موجودہ (آسمانی) کتابوں کی تصدیق ہے' اس کی تقریر یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ ایک اُمّی شخص تھے' آپ نے حصول تعلیم کے لیے کسی شہر کا سفر نہیں کیا تھا' اور مکہ علماء کا شہر نہیں تھا اور نہ اس میں علم کی کتابیں تھیں' پھر نبی ﷺ نے یہ قرآن پیش کیا جس میں پہلی امتوں اور ان کے نبیوں کی خبریں ہیں' لوگ آپ کے شدید دشمن تھے' اگر قرآن مجید کی دی ہوئی خبریں تورات اور انجیل کے موافق نہ ہوتیں تو وہ قرآن مجید پر زبردست اعتراض کرتے اور کہتے کہ آپ نے گزشتہ امتوں کے جو واقعات بیان کیے ہیں' وہ سابقہ آسمانی کتابوں کے مطابق نہیں ہیں جب کہ آپ نے تورات اور انجیل کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور نہ ان کا علم حاصل کرنے کے لیے کسی کی شاگردی اختیار کی تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے احوال اور واقعات کی جو خبریں دی تھیں' وہ اللہ عزوجل کی وحی سے دی تھیں' لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن کلام اللہ ہے اور آپ کا بنایا ہوا نہیں ہے ف۵۱ قرآن مجید بنیادی طور پر ہدایت کی کتاب ہے' اس میں عقائد اور شرائع کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ عقائد میں اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا عقیدہ ہے اور اس کے واحد ہونے کا عقیدہ ہے' اور اس کی صفات کا عقیدہ ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی حیات' علم' قدرت' کلام' سمع' بصر' ارادہ اور تکوین کی صفات ہیں۔ قرآن مجید میں ان تمام صفات اور ان کے دلائل کا ذکر ہے'

افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ

رسول نے اس کتاب کو خود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیے کہ پھر اس کی مثل تم کوئی ایک سورت (بنا کر) لے آؤ اور اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا

جن کو تم بلا سکتے ہو ان کو (بھی) بلا لو اگر تم سچے ہو○ بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا

بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جس کا انہیں پوری طرح علم نہیں ہو سکا تھا ۵۲ اور ابھی تک ان کے پاس اس جھٹلانے کا انجام نہیں آیا اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ

جھٹلایا تھا پھر دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا○ اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان لائیں گے اور ان میں

وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاِنْ

سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے○ ع۵۳ اور اگر

كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ

یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم ان کاموں سے بری الذمہ ہو جو میں

وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ

کرتا ہوں اور میں ان کاموں سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو○ ۵۴ اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو کیا

تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ

آپ بہروں کو سنائیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں○ اور ان میں سے بعض آپ کی طرف دیکھتے ہیں

اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

تو کیا آپ اندھوں کو ہدایت دیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں○ ۵۵ بے شک اللہ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا

اسی طرح فرشتوں کے متعلق عقائد کا ذکر ہے اور نبیوں اور رسولوں کا تفصیل سے ذکر ہے اور یہ کہ اللہ کے حکم سے فرشتے نبیوں پر وحی نازل کرتے ہیں' قیامت کا' حشر ونشر کا' حساب و کتاب اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اور شرائع میں عبادت کے تمام طریقوں کا بیان ہے اور اخلاق اور آداب سے متعلق احکام کا بھی ذکر ہے اور قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ کی احادیث کے حجت ہونے سے متعلق بھی آیات ہیں اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کی تمام سنتوں کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے اور اجماع اور قیاس کے حجت ہونے کے دلائل بھی قرآن مجید میں ہیں' گویا تمام عقائد اور شرائع کی اصل اور اساس قرآن مجید میں ہے اور ان میں سے بعض قرآن مجید میں تفصیلاً مذکور ہیں بعض اجمالاً مذکور ہیں و۵۲ یعنی ان لوگوں نے قرآن مجید کی تکذیب کی' نہ اس کو سمجھا نہ جانا' اور اس قرآن میں عقائد اور شرائع کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اور دین حق کی جو رہنمائی کی گئی ہے نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی و۵۳ یعنی اے محمد ﷺ! قریش میں سے بعض وہ ہیں جو اس قرآن پر عنقریب ایمان لے آئیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس قرآن پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور کبھی اس کا اقرار نہیں کریں گے' اور آپ کا رب ان مفسدین کو خوب جاننے والا ہے اور ان کو عنقریب اس کے عذاب کا سامنا ہوگا و۵۴ یعنی میں نے جو اسلام کی تبلیغ کی ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کو ماننے اور اس کی عبادت اور اطاعت کرنے کی دعوت دی ہے' مجھے اس کا ثواب ملے گا اور تم کو تمہارے شرک کی سزا ملے گی اور کسی شخص سے دوسرے شخص کے اعمال کا مواخذہ نہیں ہوگا' یہ مضمون قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ہے: "قُلْ لَّا تُسْـَٔـلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔـلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ○" (سبا: ۲۵) آپ کہیے: (اگر بالفرض) ہم نے کوئی جرم کیا ہے تو تم سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور تمہارے کاموں کے متعلق ہم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا○ و۵۵ سورہ یونس: ۴۰ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی دو قسمیں کی تھیں: بعض آپ پر ایمان لائیں گے اور بعض آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اور ان آیتوں میں ایمان نہ لانے والوں کی دو قسمیں کی ہیں: بعض وہ ہیں جو بغض وعناد کی آخری حد تک پہنچے ہوئے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اس طرح نہیں ہیں' جو بغض وعناد کی آخری حد کو پہنچے ہوئے ہیں ان کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں: ایک وہ جو بہروں کی مانند ہیں کیونکہ جب ایک انسان دوسرے انسان سے حد سے زیادہ بغض وعناد رکھے تو وہ ہر اعتبار سے اس کی برائی کا طالب ہوتا ہے اور ہر لحاظ سے اس کی اچھائی سے اعراض کرتا ہے اور بہرا شخص کسی کی بات سن نہیں سکتا' اسی طرح سے یہ مشرکین بھی آپ کے کلام کے محاسن اور فضائل کا ادراک نہیں کرتے گویا کہ انہوں نے آپ کا کلام سنا ہی نہیں' اور دوسری مثال یہ دی کہ یہ اندھوں کی مانند ہیں' اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو کمالات اور خوبیاں عطا کی ہیں' یہ ان کا ادراک نہیں کرتے گویا کہ یہ آپ کو دیکھتے ہی نہیں اور جو لوگ بغض وعداوت میں اس حد کو پہنچ چکے ہوں' ان سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی اتباع کریں گے' سو اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ کو تسلی دی جائے کہ اگر آپ کی تبلیغ سے یہ مشرکین اسلام قبول نہیں کرتے تو آپ غم اور فکر نہ کریں' آپ کی تبلیغ میں کوئی کمی نہیں ہے' کمی تو ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں میں ہے' بغض وعداوت نے انہیں بہرا اور اندھا کر دیا ہے' یہ توجہ سے آپ کی بات سنتے نہیں' بصیرت سے آپ کو دیکھتے نہیں' پھر اگر یہ آپ کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوئے تو اس میں کیا تعجب ہے۔

النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ

لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ○ ف۵٦ اور جس دن وہ (اللہ) ان کو جمع فرمائے گا

كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ

(تو وہ یہ گمان کریں گے کہ) وہ (دنیا میں) دن کی صرف ایک گھڑی بھر رہے ہیں ف۵۷ وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے ف۵۸ بے شک

خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا

وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ○ اور اگر

نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

ہم آپ کو اس عذاب کا بعض حصہ دکھا دیں جس سے ہم نے ان کو ڈرایا ہے یا آپ کی مدت حیات پوری کر دیں تو ان کو

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا

(بہر حال) ہماری ہی طرف لوٹنا ہے' پھر اللہ ان کے افعال پر گواہ ہے ○ ف۵۹ اور ہر ایک اُمت کے لیے رسول ہے' تو جب

جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ

ان کا رسول آ جائے گا تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر (بالکل) ظلم نہیں کیا جائے گا ○ ف٦٠ اور

يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ

وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا ہو گا) اگر تم سچے ہو ○ ف٦١ آپ کہیے میں اپنی جان

لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ

کے لیے نہ کسی ضرر کا مالک ہوں نہ نفع کا مگر اسی کا جو اللہ چاہے' ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے جب ان کا مقرر وقت

اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ

آ جائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی مؤخر ہو سکیں گے اور نہ (ایک گھڑی) مقدم ہو سکیں گے ○ ف٦٢ آپ کہیے کہ

ف۵٦ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو کفر' شرک اور بدکاریوں پر مجبور نہیں کیا' یہ لوگ خود اپنے اختیار سے بُرے کام کرتے ہیں ف۵۷ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کفار دنیا میں قیام کو بہت کم خیال کریں گے' اسی طرح ایک اور مقام پر بھی فرمایا ہے: "قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَاۗدِّيْنَ ○" (المومنون: ۱۱۲-۱۱۳) اللہ فرمائے گا: (بتاؤ!) تم کتنے سال زمین میں ٹھہرے ○ وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تھے' سو گننے والوں سے پوچھیے ○ نیز اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں: (۱) چونکہ کفار نے اپنی عمروں کو دنیا کی طلب اور لذتوں کی حرص میں ضائع کر دیا اور دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کا انہیں آخرت میں نفع ہوتا تو ان کا دنیا میں زندگی گزارنا اور نہ گزارنا دونوں برابر تھے' اس لیے انہوں نے دنیا کی زندگی کو کم سمجھا (۲) جب وہ آخرت کے دہشت ناک اُمور دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی گزاری ہوئی زندگی بھول جائے گی (۳) محشر کے طویل دن کے مقابلہ میں (جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا) انہیں دنیا میں قیام کم معلوم ہوگا ف۵۸ مشرکین جو ایک دوسرے کو پہچانیں گے اس میں ان کے لیے زجر و توبیخ ہے' ایک دوسرے سے کہیں گے: تو نے مجھے گمراہ کر دیا اور مجھے دوزخ کا مستحق بنا دیا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳٦) ف۵۹ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دنیا میں کفار کی ذلت و رسوائی کی کچھ انواع دکھائے گا' اور آپ کے وصال کے بعد ان کو مزید ذلت و رسوائی میں مبتلا فرمائے گا' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی وہ ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوئے جیسا کہ جنگ بدر اور احزاب وغیرہ میں اور آپ کے بعد بھی ذلیل ہوئے جیسا کہ متعدد جنگوں میں ہوا اور قیامت تک رسوا ہوتے رہیں گے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ نیک لوگوں کا انجام محمود اور مستحسن ہوگا اور رسوائی بدکاروں کا مقدر ہوگی ف٦٠ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا میں ہر قوم کے پاس ایک رسول بھیجا جائے گا تو وہ تبلیغ کر کے اور دین اسلام کے حق ہونے پر دلائل قائم کر کے ہر قسم کے شک و شبہ کا ازالہ کر دے گا' پھر کفار کے پاس دین حق کی مخالفت کرنے اور اس کی تکذیب کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہے گا اور وہ قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دینے کے لیے کوئی آیا ہی نہیں تھا اور نہ کوئی عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا' اس معنی کی تائید میں یہ آیت بھی ہے: "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○" (بنواسرائیل: ۱۵) اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں ○ ف٦١ ان کا منشاء اس سے آخرت کے متعلق پوچھنا نہیں تھا کیونکہ آخرت پر تو ان کو یقین ہی نہیں تھا' وہ نبی ﷺ کی تکذیب اور آپ کا مذاق اڑانے کے لیے یہ کہتے تھے کہ آپ نے جو کہا ہے کہ اللہ کے دشمنوں پر عذاب نازل ہوگا اور اللہ کے دوستوں کی مدد کی جائے گی' آخر آپ کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا' اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے آئندہ آیات میں ذکر فرمایا ہے ف٦٢ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مجھے مالک اور قادر بنا دیتا ہے' اللہ تعالیٰ رازق ہے اور نبی ﷺ قاسم ہیں' آپ دنیا اور آخرت کی نعمتیں تقسیم کرتے ہیں۔ آپ نے دنیا میں لوگوں کو غنی کیا ہے' اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ کی نفع رسانی کے متعلق قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ" (التوبہ: ۷۴) اور ان کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ "وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ" (التوبہ: ۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے عطا کی اور وہ یہ کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے' عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے۔ "وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ" (الاحزاب: ۳۷) اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا۔ نیز آپ کی شفاعت سے مسلمان کو جنت ملے گی' جو شخص آپ کا انکار کرے وہ نقصان اٹھائے گا اور دوزخ میں جائے گا اور جو شخص آپ پر ایمان لائے گا وہ نفع پائے گا اور جنت میں جائے گا' سو یہ وہ نفع اور ضرر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدرت اور اختیار میں دیا ہے' ہاں! اللہ تعالیٰ کے قادر کیے بغیر آپ کو اپنی جان پر بھی کسی نفع اور ضرر کا اختیار نہیں ہے اور

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

بھلا بتاؤ تو سہی اگر اس کا عذاب (اچانک) رات کو آ جائے یا دن کو تو مجرم کس چیز کو جلدی سے (اپنے بچاؤ کے لیے)

الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ

کریں گے O ۶۳ کیا پھر جب یہ عذاب آ جائے گا تو پھر تم اس کا یقین کرو گے؟ (ان سے کہا جائے گا:) اب مانا تم نے

تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ

بے شک تم اسی کو جلدی طلب کرتے تھے O پھر ظالموں سے کہا جائے گا: دائمی عذاب کا مزہ چکھو

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ

تمہیں صرف ان ہی کاموں کی سزا دی جائے گی جو تم کرتے تھے O ۶۴ اور وہ آپ سے معلوم کرتے ہیں کیا واقعی وہ عذاب برحق ہے؟

قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔۚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ

آپ کہیے کہ ہاں! میرے رب کی قسم! وہ عذاب برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو O ۶۵ اور اگر ہر

لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا

ظالم کی ملکیت میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوتیں تو وہ (عذاب سے بچنے کے لیے) ان سب کو ضرور دے ڈالتا' اور جب وہ

النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے' اور ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ

بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O ۶۶ سنو! بے شک آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے' وہ (سب) اللہ کی ملکیت ہے

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

سنو! بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے O ۶۷ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی زندگی لیتا ہے

اس آیت میں یہی مراد ہے کہ اے کافرو! تم مجھ سے یہ مطالبہ کیوں کرتے ہو کہ میں جلد دوستوں کے لیے امداد ظاہر کروں اور دشمنوں پر عذاب لاؤں کیونکہ یہ چیز صرف اللہ عزوجل کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کے چاہے بغیر مجھے اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع اور ضرر کا اختیار نہیں ہے و۶۳ یعنی آپ ان مشرکین سے کہیے کہ اگر رات یا دن کے کسی وقت میں تمہارے پاس عذاب آ جائے اور قیامت قائم ہو جائے تو کیا تم قیامت کو اپنے اوپر سے دور کرنے پر قادر ہو؟ اور اگر تمہارے مطالبہ کی بناء پر بالفرض عذاب آ جائے تو تم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس وقت ایمان لانا تو کارآمد نہیں تو پھر کس لیے تم اس عذاب کے جلد آ جانے کا مطالبہ کر رہے ہو؟ و۶۴ یعنی جب ان پر اللہ کا عذاب واقع ہو جائے گا تو ان سے کہا جائے گا: اب تم ایمان لے آئے اور اب تم نے اس کی تصدیق کر دی' حالانکہ اس وقت تمہاری تصدیق کوئی فائدہ نہیں دے گی اور تم اس سے پہلے اس عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے تھے اور اس کے نزول کی تکذیب کرتے تھے سو اب تم اس چیز کو چکھو جس کی تم تکذیب کرتے تھے و۶۵ یعنی جس نے تم کو عذاب سے ڈرایا ہے' تم اس کو عذاب نازل کرنے سے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کام کرنا چاہے تو نہ کوئی اس کام کو روک سکتا ہے نہ اس میں مزاحمت کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کے اذن اور اس کی رضا کے بغیر کسی کی شفاعت کر سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کافر و مشرک کو دائمی عذاب سے بچا سکتا ہے و۶۶ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قیامت کے دن کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) ظالم کے اگر بس میں ہوتا تو وہ دنیا کی پوری دولت دے کر بھی اپنے آپ کو عذاب سے چھڑا لیتا (۲) ظالم عذاب کو دیکھ کر اپنی پیشانی کو چھپائیں گے (۳) ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا۔ ظالم تمام دنیا کی دولت دے کر بھی اپنے آپ کو نہیں چھڑا سکے گا' اس کی وجہ اوّلاً تو یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن تنہا آئے گا اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا O" (مریم:۹۵) اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اکیلا حاضر ہوگا O اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ قیامت کے دن ان سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا۔ "وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ O" (البقرہ:۴۸) اور نہ کسی نفس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O و۶۷ اس آیت میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس دنیا میں لوگ اسباب ظاہرہ کی طرف نظر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ فلاں کی بلڈنگ ہے' یہ فلاں کی فیکٹری ہے' یہ فلاں کی زمین ہے' یہ فلاں کا باغ ہے' سو وہ ہر چیز کی کسی اور مالک کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ وہ جہل اور غفلت کی وجہ سے امورِ ظاہرہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور مجازات میں منہمک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس غفلت پر متنبہ کیا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں' وہ زندگی دینے والا ہے' وہی زندگی لینے والا ہے' جب وہ تمہاری یہ زندگی واپس لے لے گا تو تمہاری ملکیت میں کیا رہ جائے گا' تم نہ اپنے مالک ہو نہ اپنی چیزوں کے مالک ہو' سب کا وہی مالک ہے۔

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ

اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت آ گئی

رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

اور دلوں کی بیماریوں کی شفا آ گئی اور وہ مؤمنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O ف۶۸

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا

آپ کہیے: (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب سے ہے سو اس کی وجہ سے مسلمان خوشی منائیں ف۶۹ یہ اس (مال) سے کہیں بہتر

يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ

ہے جس کو وہ (کفار) جمع کرتے ہیں O آپ کہیے کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل کیا پس تم نے اس

مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَ

میں سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال قرار دے دیا' آپ کہیے: کیا اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو O اور

مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ

جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہے ہیں ان کا قیامت کے متعلق کیا گمان ہے؟ بے شک

اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَمَا

اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے O (اے رسول اکرم!)

تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ

آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور آپ اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی قرآن سے تلاوت کرتے ہیں اور (اے مسلمانو!) تم جو

عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ

کام بھی کرتے ہو تو ہم (اس وقت) تم سب پر گواہ ہوتے ہیں جس وقت تم ان کاموں میں مشغول ہوتے ہو' اور آپ کے

ف۶۸ اس آیت میں "شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" عام ہے' اور قرآن مجید روحانی امراض کے علاوہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے۔ حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ انہوں نے اس کو خمر (شراب) پینے کا مشورہ دیا' پھر کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفاء نہیں رکھی' شفاء صرف دو چیزوں میں ہے: قرآن اور شہد میں اور ان میں دل کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۹۱۰) حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے حلق میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: تم قرآن پڑھنے کو لازم رکھو۔ (شعب الایمان: ۲۵۸۰) نیز امام بیہقی نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے کہ مریض کے پاس جب قرآن پڑھا جائے تو وہ آرام محسوس کرتا ہے' حضرت خیثمہ جب بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس گیا' میں نے کہا: آج آپ تندرست لگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: آج میرے پاس قرآن مجید پڑھا گیا تھا۔ (شعب الایمان: ۲۵۷۹' الدر المنثور ج ۴ ص ۳۶۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین دوا قرآن ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۱) ف۶۹ خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ" میں "فَضْلِ اللّٰهِ" سے مراد نبی ﷺ ہیں۔ (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۶۸' روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۵) اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "وبرحمته" میں رحمت سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O" (الانبیاء: ۱۰۷) (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۶۷' روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۵) اس تفسیر کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی اور آپ کی ولادت اور بعثت پر مسلمانوں کو خوشی منانا چاہیے ف۷۰ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل عطا فرمائی اور اپنی رحمت سے ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک عظیم نبی بھیجا' جس نے لوگوں کو حلال اور حرام کی تعلیم دی اور دین کے احکام بیان فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے رزق عطا فرمایا اور ان کے لیے منافع کو مباح کر دیا لیکن چیزوں کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار صرف اپنے پاس رکھا تا کہ لوگ احکامِ شرعیہ میں تصرف نہ کرنے لگیں جیسا کہ احبار اور رہبان تصرف کرتے تھے۔

عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ

رب سے ایک ذرہ کی مقدار بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں ایسے اور نہ

اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ

اس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی چیز مگر وہ روشن کتاب میں درج ہے○ سنو! اللہ کے ولیوں

اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ جو ایمان لائے اور (ہمیشہ)

يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا

متقی رہے○ ایسے ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی) بشارت ہے ۳ایسے اور آخرت میں بھی اللہ کی

تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ ان کی باتوں سے آپ

قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ

رنجیدہ نہ ہوں' بے شک ہر قسم کا غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے' وہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے○ ۳ایسے سنو! جو لوگ

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں سب اللہ ہی کے مملوک ہیں' یہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر (خود ساختہ) شریکوں کو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

پکارتے ہیں یہ کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ یہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ صرف غلط

يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

اندازے لگا رہے ہیں○ ۵ایسے وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دکھانے والا

ف۱ے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا اور اس کے بعد تمام مکلفین سے خطاب فرمایا' رسول اللہ ﷺ کے متعلق دو چیزوں کا ذکر فرمایا: آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ جو بھی نیکی کا کام کرتے ہیں' یا آپ اللہ کی طرف سے قرآن مجید کی جس قدر بھی تلاوت کرتے ہیں' پھر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ جو بھی کرتے ہو ہم اس پر گواہ ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے اور ہر چیز کا عالم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا خالق ہے اور جو چیز بھی موجود ہے وہ اس کی ایجاد سے موجود ہے اور جو کسی چیز کا موجد ہے وہ اس چیز کا عالم بھی ہوتا ہے' پس جب وہ تمام جہانوں کا موجد ہے تو پھر تمام جہانوں کا عالم بھی ہے ف۲ے ولی وہ

اولیاء اللہ

مؤمن کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے اور دائمی عبادت کرتا ہے' ہر قسم کے گناہوں سے مجتنب رہتا ہے' لذات اور شہوات میں انہماک سے گریز کرتا ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۷۳۔۷۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بعض بندوں میں سے ایسے انسان ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید (لیکن) اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی ان کی تحسین کریں گے۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں خبر دیں وہ لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے محض اللہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں نہ ان کو ان سے کوئی مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے' اللہ کی قسم! ان کے چہرے منور ہوں گے' اور بے شک وہ نور پر فائز ہوں گے (بعض روایات میں ہے: وہ نور کے منبر پر ہوں گے) اور جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو انہیں خوف نہیں ہوگا' اور جب لوگ غم زدہ ہوں گے تو انہیں غم نہیں ہوگا' پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۲۸' سنن ترمذی مختصراً: ۲۳۹۰) اولیاء کی ایک قسم ابدال بھی ہے جن کے فضائل کے متعلق کئی احادیث اور آثار مروی ہیں' ایک حدیث یہ بھی ہے: شریح بن عبید بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت کیجئے' آپ نے کہا: نہیں! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں' جب بھی ان میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا بدل بنا دیتا ہے' ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے' ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے' ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۲) اولیاء کرام اور ابدال کے فضائل و مناقب کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۵ ص ۴۱۶ تا ۴۴۶ کا مطالعہ فرمائیں ف۳ے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یہ نیک خواب ہیں جن کے ساتھ مؤمن کو بشارت دی جاتی ہے' یہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں' جو شخص یہ خواب دیکھے وہ اس کی خبر دے اور جس نے اس کے سوا کوئی چیز دیکھی تو وہ شیطان کی طرف سے غم میں مبتلا کرنے کے لیے ہے' اس کو چاہیے وہ بائیں جانب تھوک دے اور اس کی خبر کسی کو نہ دے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰) ف۴ے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے مختلف شبہات کے جوابات دیئے تھے' جب کفار مکہ دلائل سے عاجز آ گئے تو انہوں نے دھاندلی کا طریقہ اختیار کیا' انہوں نے نبی ﷺ کو دھمکایا اور خوف زدہ کیا' انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مال دار ہیں اور ان کا جتھہ ہے اور وہ اپنی طاقت اور اپنے زور سے نبی ﷺ کو ناکام بنا دیں گے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لیے اور نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں' اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے اور ہر قسم کا غلبہ اسی کے لیے ہے' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے خلاف ان کو قدرت نہیں دے گا ف۵ے اس سے پہلے فرمایا تھا: ''اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (یونس: ۵۵) یعنی آسمانوں اور زمینوں کی تمام غیر ذوی العقول چیزیں اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں' اور اس آیت میں فرمایا: ''اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ'' (یونس: ۶۶) یعنی آسمانوں اور زمینوں کی تمام ذوی العقول چیزیں بھی اللہ کی ملکیت میں ہیں' اور ذوی العقول سے مراد جن' انس اور ملائکہ ہیں' ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ عقل والے ہوں یا بے عقل'

مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

دن بنایا' بے شک اس میں (غور سے) سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیںO انہوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے

وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ

وہ (اس سے) پاک ہے' وہی بے نیاز ہے' آسمانوں اور زمینوں میں سب اسی کے مملوک ہیں' تمہارے

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

پاس اس (باطل قول) پر کوئی دلیل نہیں ہے' کیا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو جس کو تم خود (بھی) نہیں جانتےO ٦٧

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ ۭ

آپ کہیے: بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ (بھی) کامیاب نہیں ہوں گےO

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ

(یہ) دنیا کا عارضی فائدہ ہے پھر ہماری ہی طرف انہوں نے لوٹنا ہے پھر ہم ان کے کفریہ کاموں کی بناء پر

الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ

ان کو سخت عذاب چکھائیں گےO ٧٧ اور ان کے سامنے نوح کا قصہ بیان کیجئے' جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ

اے میری قوم! اگر تم کو میرا (تمہارے درمیان) رہنا اور تمہیں اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہے ٨٧

اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاۗءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

تو میں نے صرف اللہ پر توکل کیا ہے تم اپنے (خود ساختہ) معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کو پختہ کر لو پھر تمہاری وہ

اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

سازش تمہارے (گروہ پر) مخفی نہ رہے' پھر تم جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو وہ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دوO ٩٧ پھر اگر تم اعراض کرو

تمام جمادات' نباتات' حیوانات' جن' انسان اور فرشتے سب اللہ کے مملوک ہیں۔ اس میں مشرکین کا ردّ ہے جو بتوں کو پوجتے تھے' کیونکہ تمام پتھر اس کے مملوک ہیں' سو بت بھی اس کے مملوک ہیں اور جو مملوک ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے' اسی طرح اس میں یہود و نصاریٰ کا بھی ردّ ہے جو حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو معبود مانتے تھے' کیونکہ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ بھی اللہ کے مملوک ہیں اور جو مملوک ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے' اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر (خود ساختہ) شریکوں کی پیروی کر رہے ہیں یہ کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ یعنی یہ جن شریکوں کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو سب اللہ کے مملوک ہیں' وہ عبادت کے کیسے مستحق ہو گئے' یہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا اندازہ غلط ہے و٦ے اس آیت میں بھی مشرکین کا ردّ ہے'

الربع ١٢ ع ١٠

عیسائی یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور یہود یہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کا ردّ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ولد بنانے سے مستغنی ہے' کیونکہ ولد جب ہوتا ہے جب والد کا ایک جزء اس سے منفصل ہو' پھر اس جزء سے ولد بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ دو اجزاء نہیں ہے کیونکہ جس کے اجزاء ہوں وہ اپنے قوام میں ان اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور وہ حادث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا محتاج اور حادث ہونا محال ہے تو ثابت ہوا کہ اس کا ولد ہونا بھی محال ہے و٧ے ''فلاح'' کا معنی ہے: مقصود اور مطلوب تک پہنچنا اور فلاح نہ پانے کا مطلب ہے کہ وہ شخص اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوگا بلکہ ناکام و نامراد ہوگا' بعض لوگ گھٹیا مقاصد اور فوری نتائج کے طالب ہوتے ہیں تو جب انہیں اپنا ردی مقصود جلد حاصل ہو جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ یہ خسیس اور گھٹیا مطلوب دنیاوی زندگی میں متاعِ قلیل ہے' پھر بہرحال انہوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور پھر انہوں نے اپنے کفر اور تکذیب کی وجہ سے دائمی عذاب بھگتنا ہے تو یہ کامیابی نہیں ہے بلکہ واضح ناکامی ہے و٨ے اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو یہ ناگوار تھا کہ حضرت نوح ان کے درمیان رہیں' ان کی ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ وہ بت پرستی کے جس طریقے پر کار بند تھے' وہ طریقہ ان کو بہت مرغوب اور بہت محبوب تھا' وہ اس سے جذباتی وابستگی رکھتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام ان سے یہ فرماتے تھے کہ وہ اس طریقے کو ترک کر دیں' اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کو اس کے پسندیدہ طریقے سے ہٹانے کی کوشش کرے تو اس کو بُرا لگتا ہے و٩ے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ ان کی قوم کو ان کا قیام اور ان کا نصیحت کرنا ناگوار ہے تو انہوں نے ابتداء سے یہ فرمایا: ''فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ'' میں نے صرف اللہ پر توکل کیا ہے' کیونکہ مجھے اللہ کے وعدہ پر کامل بھروسا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور تم اس وہم میں نہ رہنا کہ تم جو مجھے قتل کرنے اور ایذاء پہنچانے کی دھمکیاں دیتے ہو تو میں اس سے ڈر کر اپنے مشن کو ترک کر دوں گا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دوں گا' پھر دوسری بار تاکید کی: ''فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ'' گویا کہ یہ فرمایا کہ تم میری مخالفت میں اور مجھے ایذاء پہنچانے کے لیے جس قدر اسباب جمع کر سکتے ہو وہ جمع کر لو اور نہ صرف تم بلکہ تم اپنے ساتھ اپنے مزعوم خداؤں کو بھی ملا لو' پھر تیسری بار فرمایا: پھر وہ تمہاری سازش (تمہارے گروہ پر) مخفی نہ رہے' یعنی تم نے میرے خلاف جو کچھ کرنا ہے وہ کھلم کھلا کرو' پھر چوتھی بار فرمایا: ''ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ'' پھر تم جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو کر گزرو' یعنی تم جو کچھ مجھے ضرر پہنچانا چاہتے ہو اور میرے خلاف جو بھی شر اور فساد کرنا چاہتے ہو وہ کر گزرو' اور پانچویں بار فرمایا: اور مجھے مہلت نہ دو' یعنی تم جس قدر جلد میرے خلاف کارروائی کر سکتے ہو وہ کرو' اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کفار کی دھمکیوں سے بالکل نہیں ڈرتے تھے' اور انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل توکل تھا۔

فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ

تو میں نے (تبلیغ دین کا) تم سے کوئی اجر طلب نہیں کیا' میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں

اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی

میں سے رہوںO ۸۰ سو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں (سوار) تھے سب کو

الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۚ

(طوفان سے) نجات دی اور ہم نے انہیں (ان کا) جانشین بنا دیا' اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی ان کو ہم

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ

نے غرق کر دیا ۸۱ تو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھاO ۸۲ پھر نوح کے بعد ہم نے (اور)

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا

رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا' سو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر ایمان لانے کے لیے

كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾

تیار نہ تھے جس کی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے ۸۳ ہم اسی طرح سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیںO ۸۴

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىٕهٖ

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیوں

بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ

کے ساتھ بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا وہ مجرم لوگ تھےO پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا

مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ

تو کہنے لگے: بے شک یہ تو ضرور کھلا ہوا جادو ہےO موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے متعلق یہ کہتے ہو

۸۰ اس کا معنی یہ ہے کہ دین اسلام کی دعوت دینے کی وجہ سے مجھے خواہ کوئی ضرر پہنچے' مجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر برقرار رہنے کا حکم دیا گیا ہے ۸۱ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان کیا معاملہ ہوا' اور اب یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب اور ان کی قوم کے درمیان انجام کار کیا معاملہ ہوا' سو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب مؤمنین کے متعلق یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی' اور یہ کہ ان کو کفار کے بعد زمین پر جانشین بنا دیا' بایں طور کہ کفار کو غرق کر دیا گیا ۸۲ اس آیت میں کفار کے لیے ترہیب اور عبرت کا سامان ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسول کی تکذیب کریں گے' ان پر ایسا عذاب آ سکتا ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کے مکذبین پر آیا تھا' اور اس آیت میں مؤمنوں کے لیے ترغیب ہے اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تحریص ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے اصحاب کو مخالفین کے شر اور فساد سے نجات عطا کی تھی' اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو بھی مخالفین کے ضرر سے بچائے گا ۸۳ اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسولوں کا نام ذکر نہیں فرمایا' ان رسولوں میں سے حضرت ھود' حضرت صالح' حضرت ابراہیم' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام وغیرہم ہیں' ان انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم معجزات دے کر بھیجا' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان انبیاء کی قوم کے لوگوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوئے ۸۴ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس قسم کا سخت کفر کیا جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی' دوسرا جواب یہ ہے کہ مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور یہ ایمان لانے کے منافی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًاO'' (النساء: ۱۵۵) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گےO

لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا

جب وہ تمہارے پاس آیا' کیا یہ جادو ہے؟ جادو کرنے والے تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے O ۸۵ انہوں نے کہا:

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ

کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں اس (دین) سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں تم

فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ

ہی دونوں کے لیے بڑائی ہو جائے اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں O فرعون نے حکم دیا کہ ہر

بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا

ماہر جادوگر کو ہمارے پاس لے آؤ O ۸۶ پس جب وہ جادوگر آ گئے موسیٰ نے ان سے کہا: تم ڈالو

مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ

جو کچھ ڈالنے والے ہو O ۸۷ پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا: تم جو کچھ لائے ہو

السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

وہ جادو ہے' بے شک عنقریب اللہ اس کو نیست و نابود کر دے گا' بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام کی اصلاح نہیں فرماتا O

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى

اور اللہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرما دے گا خواہ مجرموں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو O ۸۸ سو (ابتداء) موسیٰ کی قوم

اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ

کی بعض اولاد کے سوا ان پر کوئی ایمان نہیں لایا ۸۹ (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے درباریوں سے

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ

ڈرتے ہوئے ۹۰ کہ وہ ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے اور بے شک فرعون زمین میں متکبر تھا' اور وہ یقیناً حد سے بڑھنے

ف۸۵ ان آیتوں کا معنی بالکل واضح ہے' صرف یہ بات وضاحت طلب ہے کہ آیت: ۷۶ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھ کر فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا کہ بے شک یہ ضرور کھلا جادو ہے اور آیت: ۷۷ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم نے حق (معجزہ) کو دیکھ کر یہ کہا: کیا یہ جادو ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا یہ جادو ہے؟ یہ فرعون اور اس کے درباریوں کا قول نہیں ہے بلکہ ان کا قول محذوف ہے اور وہ یہ ہے: تم وہ کہتے ہو جو کہتے ہو' اور پورا مفہوم یوں ہے: موسیٰ نے کہا: کیا تم حق کے متعلق وہ کہتے ہو جو کہتے ہو؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہ طور انکار فرمایا: کیا یہ جادو ہے؟ پھر اس معجزہ کو جادو قرار دینے کا بطلان فرمایا: یہ جادو کیسے ہو سکتا ہے' جادو کرنے والے تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیاب فرمایا ہے' جادو کرنے والے تو نظر بندی کرتے اور ملمع کاری کرتے ہیں اور لاٹھی کو سانپ بنا دینا اور ید بیضاء نظر بندی یا ملمع کاری نہیں ہے

ع ۱۲/۱۴

ف۸۶ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور پیغام کو قبول نہ کرنے کے دو سبب بیان کیے: ایک یہ کہ ہم اس دین کو ترک نہیں کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا' انہوں نے دلائل ظاہرہ کے مقابلہ میں اندھی تقلید کو ترجیح دی اور اس پر اصرار کیا' اور دوسرا سبب یہ بیان کیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ملک مصر میں اپنی بڑائی' اپنا تسلط اور اپنا اقتدار چاہتے ہیں کیونکہ جب مصر کے رہنے والے ان کے معجزات کو دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں گے تو پھر سب ان ہی کے مطیع اور فرماں بردار ہوں گے۔ انہوں نے پہلے اندھی تقلید سے استدلال کیا اور اس کے بعد اس سے کہ مصر کی حکومت کو وہ اپنے ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتے اور پھر صراحتاً کہہ دیا کہ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا جادو کے زور سے معارضہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر کر دیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ پیش کیا تھا وہ دراصل جادو کی قسم سے ہے' پھر فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا تو ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم پیش کرو جو کچھ تم پیش کرنا چاہتے ہو **ف۸۷** اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجزہ کا جادو سے مقابلہ کرنا کفر ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کفر کا حکم کس طرح دیا؟ جب کفر کا حکم دینا بھی کفر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لاٹھیاں اور رسیاں پھینکنے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ جادوگروں نے پیش کیا ہے' وہ عمل فاسد ہے اور سعی باطل ہے اور جادوگروں کا یہ عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے اظہار کا ذریعہ بنا' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فی نفسہٖ جادوگروں کا عمل مطلوب نہیں تھا بلکہ ان کا عمل اس لیے مطلوب تھا کہ وہ ان کے عمل کی ناکامی اور نامرادی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے اظہار اور سرفرازی کا سبب بنے **ف۸۸** جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈال دیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم نے جو بھی عمل کیا وہ محض باطل جادو ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: آپ نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو ہے' اس لیے اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ جادو ہے اور وہ محض ملمع کاری ہے' جس کا بطلان ابھی ظاہر ہو جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے گا' اللہ تعالیٰ نے باقی سورتوں میں یہ بیان کر دیا ہے کہ اس نے جادو کو کس طرح باطل فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر ان تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گیا تھا **ف۸۹** اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عظیم معجزات پیش کیے اور ان کا عصا جادوگروں کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گیا' یہ ایسا عظیم حسی معجزہ تھا جس کو تمام لوگوں نے اپنی جاگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا' اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی بعض اولاد کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا' اس آیت میں سیدنا محمد ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ کفار کے اعراض کرنے اور کفر پر اصرار کرنے پر غم نہ کریں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے کہ ان کی پیہم تبلیغ اور بہ کثرت معجزات دکھانے کے باوجود معدودے چند افراد ہی ایمان لائے ہیں' سو اگر آپ کی مسلسل تبلیغ کے باوجود چند افراد نے ہی اسلام قبول کیا ہے؟

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ

والوں میں سے تھا O ۹۰ اور موسیٰ نے کہا: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو صرف اسی پر

فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

توکل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو O ۹۲ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ لا وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ

اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر O ۹۳ اور ہم کو اپنی رحمت

مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ

سے قوم کفار سے نجات عطا فرما O اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف یہ وحی فرمائی کہ تم اپنی قوم کے لیے مصر

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ط

میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (مساجد) قرار دو ۹۴ اور نماز پڑھو

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ

اور مومنین کو بشارت دو O ۹۵ اور موسیٰ نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور

مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ

اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے ۹۶ اے ہمارے رب! تاکہ وہ انجام کار

سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں ۹۷ اے ہمارے رب! ان کے مال و دولت کو برباد کر دے اور ان کے دلوں

فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ درد ناک عذاب کو نہ دیکھ لیں O فرمایا: تم دونوں کی

تو اس پر غم نہ کریں' آپ اس معاملہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ منسلک ہیں ف۹۰ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی طرف حضرت موسیٰ علیہم السلام کو بھیجا گیا تھا' لمبے عرصہ کے بعد وہ لوگ مر گئے اور ان کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔ (جامع البیان جز۱۱ص۱۹۴) ف۹۱ بنی اسرائیل کی اولاد میں سے جو بعض ایمان لائے تھے' ان کو بھی یہ ڈر تھا کہ فرعون اور اس کے سرداران کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے کیونکہ وہ فرعون سے بہت ڈرتے تھے اور فرعون کی گرفت بہت سخت تھی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا دشمن تھا' اور فتنہ کا معنی ہے: آزمائش' اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان پر طرح طرح کے عذاب مسلط کر کے ان کو ان کے سابق دین کی طرف لوٹانے کی کوشش کرے گا اور فرعون زمین میں متکبر تھا کیونکہ وہ اپنے مخالفین کو سخت سزائیں دیتا تھا اور بہت قتل کرتا تھا' اور وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے اللہ کا بندہ ہونے کے باوجود الوہیت کا دعویٰ کیا ف۹۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے فرما رہا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو صرف اللہ پر توکل کرو' کیونکہ اسلام کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا' اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا اور ایمان کا معنی یہ ہے کہ بندہ یہ مان لے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور واجب الوجود ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے اور اس کی مخلوق ہے اور اس کے زیر تصرف اور اس کی زیر تدبیر ہے اور جب بندہ میں یہ دونوں کیفیتیں پیدا ہو جائیں گی تو وہ اپنے تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کر دے گا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ پر توکل کا نور پیدا ہو جائے گا اور توکل کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کر دے اور تمام احوال میں صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے ف۹۳ اس دعا کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ قوم فرعون کو ہمارے ذریعہ آزمائش میں مبتلا نہ کر' کیونکہ اگر تو نے قوم فرعون کو ہم پر مسلط کر دیا تو ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو وہ ہم پر مسلط نہ ہوتے اور یہ ان کے کفر پر اصرار کرنے کا قوی شبہ ہو جائے گا اور اس طرح ہم پر ان کا تسلط ان کے لیے آزمائش بن جائے گا یا اگر تو نے ان کو ہم پر مسلط کر دیا تو وہ آخرت میں عذاب شدید کے مستحق ہوں گے اور یہ ان کے لیے آزمائش ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ان ظالموں کے ذریعہ ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ کر یعنی ان کو ہم پر قدرت نہ دے تاکہ وہ ہم پر ظلم اور قہر کریں اور یہ خطرہ ہو کہ ہم اس دین سے پھر جائیں جس کو ہم نے قبول کیا ہے ف۹۴ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ بنو اسرائیل نماز پڑھنے میں فرعون اور اس کی قوم سے ڈرتے تھے تو ان کو حکم دیا کہ تم اپنے گھروں کو قبلہ بنا لو' یعنی اپنے گھروں کو مسجد بنا لو اور ان میں نماز پڑھو۔ (جامع البیان:۱۱۷۷۴) ف۹۵ ''اقیموا الصلوۃ'' کا معنی ہے: فرض نماز کو اس کی شرائط کے ساتھ اس کے اوقات میں پڑھو' اور ''بشر المومنین'' کا معنی ہے: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! مومنین کو عظیم ثواب کی بشارت دیجئے (اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بنی اسرائیل کو یہ بشارت دیجئے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو فرعون اور اس کے سرداروں پر غلبہ عطا فرمائے گا)۔ (جامع البیان جز۱۱ص۲۰۲) ف۹۶ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے بڑے معجزات کو ظاہر کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور اس کے باوجود یہ دیکھا کہ فرعون اور اس کی قوم نے کفر پر اصرار کیا اور ایمان لانے سے انکار کیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی اور اس کے ساتھ ان کے وہ جرائم بھی بیان کیے' جن کی وجہ سے ان کے خلاف دعا کی تھی اور ان کے جرائم یہ تھے کہ انہوں نے دنیا کی محبت کی وجہ سے دین کو ترک کر دیا' اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں یہ ذکر کیا: تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے' اور یہاں زینت سے مراد ہے: ان کی صحت اور ان کا حسن و جمال' عمدہ لباس' بہ کثرت سواریاں' گھر کا ساز و سامان اور سونے اور چاندی کا ڈھیروں مال ف۹۷ اس دعا میں فرمایا: اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت اس لیے عطا کیا تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں' اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اس لیے مبعوث فرماتا

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

دعا قبول کر لی گئی ہے، تم دونوں ثابت قدم رہنا اور جاہلوں کے راستہ کی ہرگز پیروی نہ کرنا O

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهٗ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے

بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰىٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ

ان کا پیچھا کیا ۹۸ حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا: میں ایمان لایا کہ جس پر

إِلَّا الَّذِيٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوٓا إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾

بنی اسرائیل لائے ہیں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں O

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ

(فرمایا:) اب! (ایمان لایا ہے) حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا O ۹۹ سو آج ہم

نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ

تیرے (بے جان) جسم کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے اور بے شک بہت سے

النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُونَ ﴿٩٢﴾ ع وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ

لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں O ۱۰۰ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی

صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتّٰى جَآءَهُمُ

اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا سو انہوں نے اختلاف نہ کیا حتیٰ کہ ان کے پاس (بہ ذریعہ تورات)

الْعِلْمُ ۭ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا

علم آ گیا' بے شک آپ کا رب قیامت کے دن اس چیز میں فیصلہ فرمائے گا جس میں

ہے کہ وہ بندوں کو گمراہ کریں اور اس مفروضہ سے دین اور شریعت کا مقصود فوت ہو جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "لیضلوا" میں لام "کی" نہیں ہے' جس کا معنی ہے: تاکہ وہ گمراہ کریں' بلکہ یہ لام عاقبت ہے اور اس کا معنی ہے: انجام کار وہ گمراہ کردیں یا نتیجتاً وہ گمراہ کردیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال یہ ہے: "فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا" (القصص:۸) تو فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ کو اٹھالیا تاکہ انجام کار وہ ان کے دشمن اور ان کے لیے غم کا باعث ہو جائیں۔ اسی طرح جب کہ قوم فرعون کا انجام گمراہ ہونا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس کی خبر دے دی تھی' اس لیے انہوں نے دعا میں کہا کہ تو نے ان کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا تاکہ انجام کار یہ لوگوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کردیں ۹۸ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا قبول فرمائی' تو بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک معین وقت میں مصر سے روانہ ہو جائیں اور اس کے لیے اپنا سامان تیار کرلیں۔ فرعون اس معاملہ سے غافل تھا' اس کو جب معلوم ہوا کہ بنواسرائیل اس کے ملک سے نکل گئے تو وہ ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے ساتھ روانہ ہوئے اور سمندر کے کنارے پہنچے اور ادھر فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سروں پر آ پہنچا تو بنی سرائیل بہت خوف زدہ ہو گئے' ان کے ایک طرف دشمن تھا اور دوسری طرف سمندر تھا' تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا سمندر پر مارا تو ان کے لیے سمندر نے خشک ہو کر راستے بنا دیئے' جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنواسرائیل نے سمندر عبور کرلیا' اور آل فرعون سمندر میں غرق کردیئے گئے ۹۹ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ جب فرعون نے یہ کہہ دیا کہ میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان کیوں قبول نہیں فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون نزول عذاب کے وقت ایمان لایا تھا اور اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ O فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا" (المؤمن:۸۵۔۸۴) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور ہم نے ان کا انکار کیا جن کو ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے O پس ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا' جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا ف۱۰۰ اس کا معنی یہ ہے کہ تیری قوم تو سمندر کی گہرائی میں غرق ہو چکی ہے لیکن ہم تیرے بے جان جسم کو سمندر کی گہرائی سے نکال لیں گے تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا آج وہ بے جان مردہ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جسم کو بچالینے کا اعلان فرمایا اور اس کا جسم آج تک محفوظ ہے' مصر پر غیر مسلموں کی حکومت بھی رہی لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اس کے جسم کو ضائع کردیتا' یہ قرآن مجید کی صداقت اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ

یہ اختلاف کرتے ہیں O پس (اے مخاطب!) اگر تم اس چیز کے متعلق شک میں ہو جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے

الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِن

تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں بے شک تمہارے رب کی طرف سے

رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ

حق آ گیا ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا O ف۱۰۱ اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا جنہوں نے

كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ

اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے O ف۱۰۲ (اے رسول مکرم!) بے شک جن لوگوں پر

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ

آپ کے رب کا حکم صادر ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے O خواہ ان کے پاس تمام نشانیاں

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ

آ جائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو (بھی) دیکھ لیں O ف۱۰۳ تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ (عذاب کی نشانی دیکھ کر)

فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا اٰمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

ایمان لے آتی تو اس کا ایمان اس کو نفع دیتا سوا یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے دنیا

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ إِلٰى حِينٍ ﴿٩٨﴾

کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے ان کو ایک وقت مقرر تک فائدہ پہنچایا O ف۱۰۴

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنتَ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے تو کیا

ف۱۰۱ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس رکوع کی ابتدائی آیتوں میں سیدنا محمد ﷺ سے خطاب ہے یا عام انسانوں سے خطاب ہے‘ اگر سیدنا محمد ﷺ سے خطاب ہے تو یہ بہ ظاہر آپ سے خطاب ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہے یعنی عام انسان اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: ”لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ“ (الزمر: ۶۵) اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا‘ اس خطاب میں رسول اللہ ﷺ مراد نہیں ہیں بلکہ آپ کا غیر عام انسان مراد ہے‘ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس رکوع کی آیت: ۱۰۴ میں فرمایا ہے: ”یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ“ (یونس: ۱۰۴) اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو۔ اس آیت میں صراحتاً ذکر فرما دیا کہ شک کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے‘ آپ کے ساتھ نہیں ہے‘ لہٰذا یہ آیت پہلی آیتوں کی تفسیر ہے کہ ان آیتوں میں شک کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے‘ پہلی آیتوں میں اشارتاً عام لوگ مراد ہیں اور اس آیت میں صراحت کے ساتھ عام لوگوں کا ذکر فرمایا‘ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنی نبوت میں شک ہو گا تو دوسرے لوگوں کو بہ طریق اولیٰ آپ کی نبوت میں شک ہو گا‘ اور اس سے شریعت بالکلیہ ساقط ہو جائے گی‘ اور بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ان آیتوں میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب نہیں ہے بلکہ عام انسان سے خطاب ہے۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں تین قسم کے لوگ تھے: ایک وہ جو آپ کی تصدیق کرتے تھے‘ دوسرے وہ جو آپ کی تکذیب کرتے تھے اور تیسرے وہ لوگ جن کو آپ کے نبی ہونے کے متعلق شک اور تردد تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان تین قسم کے لوگوں سے خطاب فرمایا ہے اور جن اہل کتاب سے خطاب کرنے کا حکم دیا ہے‘ ان سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام‘ عبداللہ بن صوریا‘ حضرت تمیم داری اور حضرت کعب احبار وغیرہ ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کے نزدیک تو اس وقت کی آسمانی کتابیں محرف ہیں تو پھر ان محرف کتابوں کو نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کا ذریعہ کیسے بنایا‘ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی تحریف یہ تھی کہ جو آیات سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں‘ وہ ان آیات کو چھپاتے تھے تو اگر وہ خود ہی نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر دیتے تو یہ مسلمانوں کے لیے بہت قوی دلیل ہوتی ف۱۰۲ نبی ﷺ کے زمانے میں جو تین قسم کے لوگ تھے‘ ان میں سے تکذیب کرنے والوں کا معاملہ شک کرنے والوں سے زیادہ سخت ہے‘ اس لیے ان کے بعد تکذیب کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں ف۱۰۳ یعنی اللہ تعالیٰ کو ازل سے جن لوگوں کے متعلق علم تھا کہ ان کو ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار دیا جائے گا لیکن وہ ضدی اور ہٹ دھرم لوگ ہوں گے وہ کثیر معجزات اور دلائل دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق شقاوت کا فیصلہ کر دیا‘ سو جو لوگ اللہ کے علم میں ازل میں شقی تھے اور ان کے لیے ازل میں شقاوت لکھی جا چکی تھی‘ وہ ایمان نہیں لائیں گے ف۱۰۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب سے اپنی قوم کو ہلاک کرنے کی دعا کی‘ اور ان لوگوں کو خبر دی کہ تین دن بعد عذاب آ جائے گا‘ اور اپنی اہلیہ اور چھوٹے بچوں کو لے کر وہاں سے چلے گئے۔ وہ ایک پہاڑ پر چڑھ کر اہل نینوا کو دیکھنے لگے اور ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب نازل ہونے کا جو وقت مقرر کیا تھا‘ ان کی قوم بھی اس وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ جب انہیں نزولِ عذاب کا یقین ہو گیا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا‘ پھر اس وقت جو بنی اسرائیل کے نبی تھے‘ انہوں نے ان کی طرف رجوع کیا اور ان سے اس مصیبت کا حل دریافت کیا‘ جس میں وہ مبتلا ہو چکے تھے‘ انہوں نے کہا: حضرت یونس علیہ السلام کو بلاؤ‘ وہ تمہارے لیے دعا کریں گے کیونکہ انہوں نے ہی تمہارے خلاف دعا کی تھی۔ انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن وہ ناکام رہے‘ تب انہوں نے کہا: آؤ! ہم سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کریں‘ پھر وہ تمام مردوں‘ عورتوں اور مویشیوں کو لے کر نکلے‘ انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے‘ اپنے سروں پر راکھ ڈالی‘ اپنے پیروں میں کانٹے بچھائے اور رو رو کر گڑگڑا گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صدق کو دیکھ کر ان کی توبہ قبول فرمالی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲۸ ص ۱۱۱-۱۰۷ ملخصاً)

تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

آپ لوگوں پر جبر کریں گے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں ○ ۱۰۵ اور کسی شخص کے لیے یہ ممکن

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ۱۰۶ اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر کی)

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا

نجاست ڈال دیتا ہے○ ۱۰۷ آپ کہیے: تم غور سے دیکھو آسمانوں اور زمینوں میں (اس کی وحدت کی) کیسی نشانیاں ہیں اور یہ

تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ

نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو (ضد اور عناد سے) ایمان نہیں لاتے○ ۱۰۸ پس یہ لوگ

يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ

صرف اس طرح کے ایام کا انتظار کر رہے ہیں جیسے (عذاب کے) ایام ان سے پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں آپ کہیے کہ

فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا

تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں○ پس ہم (عذاب آنے پر) اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا

(عذاب سے) بچاتے رہے ہیں اسی طرح اللہ کی سنت جاری ہے مومنوں کو نجات دینا ہمارے ذمہ (کرم پر) ہے○ ۱۰۹ آپ کہیے:

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ

اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ

کے سوا عبادت کرتے ہو لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے ۱۱۰

ع ۱۱ / ۱۵

ف۱۰۵: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت میں ہوتا تو وہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو مومن بنا دیتا' لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے' اس کی حکمت میں نہیں ہے اور آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے صرف تبلیغ کے لیے بھیجا ہے' اگر کوئی شخص آپ کی پیہم تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لاتا تو آپ غم نہ کریں کیونکہ آپ کو اس لیے نہیں بھیجا گیا ہے کہ آپ ان پر جبر کر کے ان کو کلمہ پڑھا دیں' اسی مفہوم میں یہ آیت بھی ہے: "نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ○" (ق:۴۵) جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں' ہم اس کو خوب جانتے ہیں' اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں' سو آپ اس قرآن سے اس کو نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو○ ف۱۰۶: یعنی کسی نفس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ' اس کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر ایمان لے آئے یا کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی مشیت کے بغیر ایمان لے آئے' انسان کو ایمان لانے کا اختیار دیا ہے اور وہ ایمان یا کفر میں سے جس کو اختیار کرتا ہے' اس کے لیے اللہ تعالیٰ وہی پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ازل میں علم تھا کہ وہ ایمان یا کفر میں سے کسی چیز کو اختیار کرے گا' اور اسی چیز کو اس نے اس کے لیے لکھ دیا ہے اور اسی کا نام تقدیر ہے' سو انسان نہ تو مجبور محض ہے' کیونکہ اس کو اختیار دیا گیا ہے اور نہ وہ اپنے افعال کا خالق ہے ف۱۰۷: یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدت کے دلائل پر غور نہیں کرتے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی ذات پر جو نشانیاں رکھی ہیں اور خود انسان کے اندر جو اس کی ذات پر نشانیاں ہیں' ان میں غور و فکر نہیں کرتے اور وہ باپ دادا کی اندھی تقلید پر جمے رہتے ہیں ان کے دلوں پر اللہ کفر کی نجاست ڈال دیتا ہے یا ان کے لیے دائمی عذاب کو تیار کر دیتا ہے ف۱۰۸: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی تقدیر اور مشیت کے بغیر ایمان نہیں حاصل ہو سکتا اور اس آیت میں زمین اور آسمانوں میں جو اس کی ذات اور اس کی قدرت پر نشانیاں ہیں' ان میں تدبر اور تفکر کا حکم دیا ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ انسان مجبور محض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک گونہ مختار بنایا ہے' سو اس پر لازم ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی بناوٹ پر غور کرے اور ان میں جو کواکب اور سیارے ہیں' ان میں تفکر کرے کہ وہ ایک مخصوص نظام کے تحت قائم اور گردش کر رہے ہیں' اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا بھی واحد ہے ف۱۰۹: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم کی وجہ سے مومنوں سے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کریم وعدہ کر کے اسے پورا کرتا ہے' اس وجہ سے اس پر ثواب عطا فرمانا واجب ہے نہ اس وجہ سے کہ مومنوں کا اللہ پر کوئی حق ہے جیسے کام کرنے والے کا کام کرانے والے پر حق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے اوپر مومنوں کی نجات کو واجب کر لیا ہے' قرآن مجید میں ہے: "كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (الانعام:۵۴) تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے ف۱۱۰: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اہل مکہ سے بیان فرمائیں کہ اگر تم میرے دین کو نہیں پہچانتے تو میں تم کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا' جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' کیونکہ تم پتھروں کے جن تراشیدہ بتوں کی عبادت کرتے ہو وہ کسی نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں بلکہ میں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہوں' جو تم پر موت طاری کرے گا جس طرح اس نے تم کو زندگی دی ہے اور اس موت کے بعد پھر تم کو زندہ کرے گا' اور اس میں یہ تعریض ہے کہ دین برحق وہ ہوتا ہے جس میں کوئی صاحب عقل شک نہ کر سکے اور جس کی فطرت سلیم ہو' وہ اس کی تحسین کرے اور مشرکین ان بتوں کی پرستش کرتے تھے جن کو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا' سو جو بت اپنے وجود میں خود مشرکین کے محتاج ہیں' وہ ان کے خالق اور معبود کیسے ہو سکتے ہیں اور ان کی مشکلات کو کس طرح دور کر سکتے ہیں' یہ ایسا دین ہے جس کا ہر صاحب عقل انکار کرے گا۔

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٤﴾ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ

اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں O اور آپ اپنا چہرہ دین کے لیے

لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ

قائم رکھیں باطل سے منہ موڑتے ہوئے اور مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جائیں O اور اللہ کے سوا

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ

کسی کی عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان پہنچا سکے اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں

الظَّالِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ

میں سے ہو جائیں گے O ف۱۱۱ اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس تکلیف کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر

يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ

وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے ف۱۱۲ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ

پہنچاتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O ف۱۱۳ آپ کہیے: اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے

رَبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ

پاس حق آ چکا ہے تو جس شخص نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت کو اختیار کیا اور جس شخص نے

فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ

گمراہی کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی ضرر کے لیے گمراہی کو اختیار کیا اور میں تم پر جبر کرنے والا نہیں ہوں O ف۱۱۴ اور آپ اسی کی اتباع

إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

کیجئے جس کی آپ پر وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے O ف۱۱۵

ف۱۱۱ ان آیات میں بھی تعریض ہے' ذکر رسول اللہ ﷺ کا کیا گیا ہے اور مراد آپ کی امت ہے کیونکہ آپ تو پیدائشی اور دائمی مومن ہیں' نیز یہ کہ آپ معصوم ہیں اور شرک اور ظلم سے نہ صرف بری ہیں بلکہ ساری کائنات کو ان صفات رذیلہ سے بری کرنے والے ہیں ف۱۱۲ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر اور شر' اور نفع اور ضرر بالذات صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہے' اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے اور استحقاق عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی خوشبودار ہواؤں کے پیچھے پڑے رہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی خوشبودار ہوائیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیوب کو چھپائے اور تم کو تمہارے خوف کی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ (کنز العمال: ۳۱۸۹) ف۱۱۳ یعنی جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے' وہ اس کو بخش دیتا ہے خواہ اس نے کوئی گناہ کیا ہو حتیٰ کہ وہ توبہ کرنے سے شرک اور کفر کو بھی بخش دیتا ہے۔ انسان سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ کسی پر اس گناہ کو ظاہر نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے' نیز مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے گناہوں پر بھی ستر کریں جب تک کہ حاکم نے ان پر حد جاری نہ کی ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان پر پردہ رکھتا ہے' اللہ اس کا دنیا اور آخرت میں پردہ رکھتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۵) نیز آپ ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجاہرین کے سوا میری امت کے ہر شخص کو معاف کر دیا جائے گا اور مجاہرہ یہ ہے کہ بندہ رات کو ایسا عمل کرے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو اور دن میں وہ عمل لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۹) ف۱۱۴ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں توحید' رسالت اور قیامت پر دلائل قائم کیے اور منکرین کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور کافروں پر حجت پوری کرنے کے بعد فرمایا: جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ ہدایت کو اختیار کرے گا' وہی ہدایت کو اختیار کرے گا' اس لیے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تم کو ہدایت پر مجبور کرنے والا نہیں ہوں' تم تک ثواب عظیم کو پہنچانے کے لیے اور تم کو عذاب الیم سے چھڑانے کے لیے اس سے زیادہ کوشش کی ضرورت نہیں جتنی کوشش میں کر چکا ہوں ف۱۱۵ یہ مکی سورت ہے' اس وقت تک قتال اور جہاد فرض نہیں ہوا تھا' اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ دشمنانِ اسلام کی اذیت رسانیوں پر صبر کیجئے۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

ایاتہا ۱۲۳ | رکوعاتہا ۱۰ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | ۱۱ سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ ۵۲

سورۂ ھود مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو تیئیس آیتیں دس رکوع ہیں

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱

الف لام را یہ (آسمانی) کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کردی گئی ہیں اور خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے (ان کی) تفصیل کردی گئی ہے ؔ۱O

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲ وَّاَنِ

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ؔ۲ بے شک میں تم کو اس کی طرف سے (عذاب سے) ڈرانے والا اور (ثواب کی) خوش خبری دینے والا ہوں O

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا

اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کرو ؔ۳ وہ تم کو ایک مقرر مدت تک بہت اچھا فائدہ

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ

پہنچائے گا اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا ؔ۴ اور اگر تم نے روگردانی کی تو میں

تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳ اِلَى اللّٰهِ

تم پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خطرہ محسوس کرتا ہوں O تم نے اللہ

مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ

ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے O ؔ۵ سنو! وہ اپنے سینوں

صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ

کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

(اس وقت بھی) وہ اس کو جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ؔ۶O

سورۃ ھود: ف۱ اس کتاب کی عبارت مستحکم ہے اس میں کوئی نقص اور خلل نہیں ہے جیسے کوئی مضبوط اور پختہ عمارت ہو نیز جس طرح تورات اور انجیل کو قرآن مجید نے منسوخ کر دیا ہے اس طرح قرآن مجید کسی کتاب سے منسوخ نہیں ہے یہ مستحکم کتاب ہے ہر چند کہ اس کی بعض آیتوں کے احکام اس کی بعض دوسری آیتوں سے منسوخ ہیں مگر اس کی اکثر اور غالب آیات کے احکام منسوخ نہیں ہیں اور وہ آیات بھی اس لحاظ سے مستحکم ہیں کہ ان آیات کی تلاوت باقی ہے اور ان کو پڑھنے سے اجر ملتا ہے ف۲ اس کتاب کو نازل کرنے کا مقصدِ اصلی یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت کریں اور جس نے اللہ کی عبادت نہیں کی وہ ناکام اور نامراد ہے ف۳ اللہ تعالیٰ نے مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور طلب مغفرت کو توبہ پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ مغفرت مقصود بالذات ہے اور توبہ کرنا مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اس لیے وہ مقصود بالعرض ہے۔ اس ترتیب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے سابقہ گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے لیے اس کے حضور توبہ کرو تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلے ہر قسم کے شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے استغفار کرو پھر اپنے گناہوں پر توبہ کرو چوتھی وجہ یہ ہے کہ پہلے کبیرہ گناہوں پر استغفار کرو پھر صغیرہ گناہوں پر توبہ کرو پانچویں وجہ یہ ہے کہ فرائض اور واجبات میں کمی پر استغفار کرو اور محرمات اور مکروہات کے ارتکاب پر توبہ کرو ف۴ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخروی سعادتوں کے درجات اور مراتب مختلف ہیں کیونکہ یہ درجات دنیا میں عبادت اور قربِ الٰہی کے بالمقابل ہیں اور جب دنیا کی طرف التفات نہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت کے درجات غیر متناہی ہیں تو ان کے مقابلہ میں اخروی سعادتوں کے درجات بھی غیر متناہی ہیں اسی وجہ سے فرمایا: وہ ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ فائدہ پہنچائے گا ف۵ اس آیت میں تہدید (دھمکی) بھی ہے اور بشارت بھی ہے تہدید اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہماری کوئی جائے پناہ نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور جب ایسے زبردست حاکم کے سامنے پیش ہونا ہے اور ہمارے بہت عیوب ہیں اور بہت زیادہ گناہ ہیں تو پھر ہماری نجات بہت مشکل ہے سو اس آیت سے بہت خوف پیدا ہوتا ہے اور اس آیت میں بشارت بھی ہے کیونکہ وہ بہت قاہر اور غالب حاکم ہے اور ہم بہت عاجز اور کمزور ہیں اور جب قاہر اور غالب حاکم کسی عاجز اور کمزور کو ہلاکت کے قریب دیکھے تو وہ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس کو ہلاکت سے نجات دیتا ہے تو اے رحم فرمانے والے اور عیوب کو چھپانے والے اور بے کسوں کی دعا کو قبول فرمانے والے! ہم پر رحم فرما اور ہم کو عذاب سے نجات عطا فرما ف۶ عبداللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ منافقین جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرتے تو اپنا سینہ موڑ لیتے اور سر جھکا لیتے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے چھپ جائیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۲۳۶)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور زمین پر چلنے والے (ہر جان دار) کا رزق اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے وہ اس کے قیام کی

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ

جگہ کو (بھی) جانتا ہے اور اس کی سپردگی کی جگہ کو (بھی) جانتا ہے سب کچھ روشن کتاب میں (مذکور) ہے ○ وہی ہے جس نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا ۸ اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تم کو

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ

آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے ۹ اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم یقیناً موت

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷

کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ کہیں گے کہ یہ صرف کھلا ہوا جادو ہے ○

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا

اور اگر ہم ایک معین مدت تک ان سے عذاب مؤخر کر دیں تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ

يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ

عذاب کو کس چیز نے روک لیا؟ سنو! جس دن ان پر وہ عذاب واقع ہو گا تو پھر وہ ان سے دور نہیں کیا جائے گا اور جس

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ؒ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ

(عذاب) کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کرے گا ○ ۱۰ اور اگر ہم اپنے پاس سے انسان کو رحمت (کی لذت) چکھائیں پھر

نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ

اس سے اس رحمت کو واپس لے لیں (تو) یقیناً وہ ناامید اور ناشکرا ہو گا ○ ۱۱ اور اگر ہم اس کو مصیبت پہنچنے کے بعد

تفسیر

ف ۷ "دابۃ" عرف میں چوپایہ کو اور زمین پر چلنے والے کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہے: جان دار خواہ مذکر ہو یا مؤنث اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جان داروں کی بہت سی اقسام ہیں۔ یہ دریاؤں' سمندروں اور خشکی میں رہتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ ان کی طبائع کی کیفیتوں کو' ان کے احوال کو اور ان کی غذاؤں کو اور ان کی موافق اور مخالف چیزوں کو اور ان کے مسکنوں کو جانتا ہے۔ روایت ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی تھی' ان کے دل میں اپنے گھر والوں کا خیال آیا (کہ انہوں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں) اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک چٹان پر لاٹھی ماریں' اس سے ایک پتھر ٹوٹ کر نکلا' پھر انہوں نے اس دوسرے پتھر پر لاٹھی ماری' اس سے ایک اور پتھر ٹوٹ کر نکلا' انہوں نے اس پر بھی لاٹھی ماری' اس سے پھر ایک اور پتھر نکلا' اس پتھر میں چیونٹی کے برابر ایک کیڑا تھا' اس کے منہ میں غذا کے قائم مقام کوئی چیز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کیڑے کا کلام سنایا' وہ کہہ رہا تھا: پاک ہے وہ جو مجھے دیکھتا ہے اور میرا کلام سنتا ہے اور میری جگہ کو جانتا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے اور مجھے نہیں بھولتا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۸) ف ۸ دنوں کا تحقق افلاک کی حرکت اور سورج کے طلوع اور غروب سے ہوتا ہے اور جب آسمان اور زمین پیدا نہیں ہوئے تھے تو دنوں کا وجود بھی نہ تھا' اس لیے

ع ۱/۸

چھ دنوں سے مراد چھ دورانیہ یا چھ اطوار ہیں' یا اس سے مراد تقدیراً چھ دن ہیں' یعنی اگر اس دورانیہ میں دن ہوتے تو چھ دن لگتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور ناپسندیدہ چیزیں منگل کے دن پیدا کیں اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جمعرات کے دن اس میں حیوانات پھیلائے' اور جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' جمعہ کی ساعت میں سے آخری ساعت میں رات آنے سے پہلے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۸۹) ف ۹ نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ قرآن اور سنت کے مطابق اخلاص سے عمل کیے جائیں۔ فرائض' واجبات اور سنتوں پر عمل کیا جائے اور محرمات اور مکروہات کو ترک کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے' فرمایا: اے سونے والے! اٹھ اور عبادت کر۔ اس نے کہا: اے روح اللہ! میں عبادت کر چکا ہوں۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: تم نے کیا عبادت کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ' تم عابدین پر فائق ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۱۰) ف ۱۰ اس عذاب سے مراد یا تو دنیا کا عذاب ہے یا آخرت کا عذاب ہے' اگر دنیا کا عذاب مراد ہے تو یہ وہ عذاب ہے' جو غزوۂ بدر میں ان کو ذلت آمیز شکست کی صورت میں حاصل ہوا تھا اور اگر اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے تو وہ قیامت کے بعد ان پر نازل کیا جائے گا ف ۱۱ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں "الانسان" سے مراد مطلق انسان ہے' پھر آیت: ۱۱ میں اس سے نیک اور صبر کرنے والے مسلمانوں کا استثناء فرمایا ہے' جیسا کہ ان آیات میں ہے: "وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" (العصر: ۳-۱) زمانہ کی قسم ○ بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے ○ ماسوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ "الانسان" میں الف لام عہد کا ہے اور اس انسان سے کافر انسان مراد ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: "وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○" (یوسف: ۸۷) اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو' کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافر مایوس ہوتے ہیں ○

مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

آسائش (کا ذائقہ) چکھائیں تو وہ ضرور (خوشی سے) کہے گا: میرے تمام مصائب دور ہو گئے بے شک وہ اترانے والا شیخی خورہ ہے○

صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے ان ہی کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے○ ۱۲

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ

کیا آپ وحی کے کسی حصہ کو ترک کرنے والے ہیں اور آپ کا دل صرف اس بات سے تنگ ہونے والا ہے ۱۳ کہ وہ (کافر)

يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ

یہ کہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہ نازل کیا گیا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا

اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو ازخود گھڑ لیا ہے آپ کہیے کہ پھر تم

بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ

اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ (اور اپنی مدد کے لیے) اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو

اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ

بلا لو اگر تم سچے ہو○ ۱۴ پھر اگر وہ (تمہارے چیلنج کو) قبول نہ کریں اور یقین رکھو کہ قرآن اللہ ہی کے علم

اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو (اے کافرو!) کیا تم اسلام لانے والے ہو؟○ ۱۵

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں تو ہم ان کے کل اعمال کا صلہ

ف ۱۲ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے حال پر تعجب ہوتا ہے' اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مومن کے سوا اور کسی کا وصف نہیں ہے' اگر اس کو راحت پہنچے تو شکر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے' اور وہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۹۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کو جو درد ہو یا تھکاوٹ ہو یا بیماری ہو' یا غم ہو یا فکر اور پریشانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۴۲) ف ۱۳ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وحی اور تنزیل میں خیانت کریں اور وحی کی بعض چیزوں کو ترک کر دیں' کیونکہ اس طرح پوری شریعت مشکوک ہو جائے گی اور نبوت میں طعن لازم آئے گا کیونکہ رسالت کا معنی ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جائیں' اس لیے اس آیت کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور لازم آئے گی' اگر آپ پوری پوری وحی کی تبلیغ کریں تو کفار کے طعن' تشنیع اور ان کے مذاق اڑانے کا خدشہ ہے اور اگر آپ بتوں کی مذمت والی آیتوں کو بیان نہ کریں تو کفار آپ کا مذاق نہیں اُڑائیں گے لیکن وحی میں خیانت لازم آئے گی اور جب دو خرابیوں میں سے کوئی ایک خرابی ضرور لازم ہو تو بڑی خرابی کو ترک کر کے چھوٹی خرابی کو برداشت کر لینا چاہیے اور بڑی خرابی وحی میں خیانت ہے' سو آپ اس خرابی کو ترک کر دیں اور کفار کے طعن اور تشنیع کی خرابی کو برداشت کر لیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۲۴۔ ۳۲۳) ف ۱۴ مشرکین نبی ﷺ سے آپ کی نبوت پر معجزہ طلب کرتے تھے' آپ کو بتایا گیا کہ آپ یہ کہیں کہ میری نبوت پر معجزہ یہ قرآن مجید ہے' نبی ﷺ نے اس قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ' لیکن مخالفین کی کثرت اور علوم وفنون اور زبان و بیان کی روز افزوں ترقی کے باوجود کوئی شخص قرآن مجید کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکا' قرآن مجید نے کئی طرح سے یہ چیلنج پیش کیا ہے: ''قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○'' (بنی اسرائیل: ۸۸) آپ کہیے اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے' خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد (بھی) کریں○ اور زیر تفسیر آیت میں دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج دیا گیا ہے اور البقرہ: ۲۳ اور یونس: ۳۹ میں کسی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا ہے اور آخری چیلنج یہ دیا ہے: ''فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ○'' (الطور: ۳۴) اس جیسی ایک ہی بات بنا کر پیش کر دیں اگر وہ سچے ہیں○ ف ۱۵ اس آیت میں مشرکین کو یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم اس قرآن کی مثل دس سورتیں نہ لا سکو تو یہ جان لو اور یہ یقین رکھو کہ قرآن آسمان سے (سیدنا) محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے اذن کے ساتھ نازل ہوا ہے اور (سیدنا) محمد ﷺ نے اس کو اپنی طرف سے بنا کر ہم پر افتراء نہیں کیا اور یہ بھی یقین رکھو کہ مخلوق کی عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے' اور وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے' سوائے مشرکو! تم بت پرستی کو ترک کر دو اور خدائے واحد کی عبادت کرو۔

فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي

سکیں دے دیں گے اور یہاں ان کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی O ۱۶ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے

الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ برباد ہے O

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن

کیا جو شخص اللہ کی طرف سے دلیل پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہ (بھی) ہو اور اس سے پہلے موسیٰ

قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَ

کی کتاب جو رہنما اور رحمت ہے (وہ بھی گواہ ہو) (وہ ان منکروں کے برابر ہو سکتا ہے؟) ۱۷ ایسے ہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں

مَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

اور تمام فرقوں میں سے جس نے (بھی) اس کے ساتھ کفر کیا اس کی وعید کی جگہ دوزخ ہے (سو اے مخاطب!) تم اس

مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾

کے متعلق شک میں نہ پڑنا' بے شک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے' لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے O ۱۸

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے' یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش

عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ

کیے جائیں گے ۱۹ اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ

سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو O ۲۰ جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

ف۱۶ انسان جس کام کو جس نیت سے کرے گا اسی نیت کے اعتبار سے اس کو صلہ دیا جائے گا' اگر اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کوئی عمل کرے گا تو آخرت میں اس پر اجر ملے گا اور اگر لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے عمل کرے گا تو وہ عمل اس کے لیے باعث وبال ہوگا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ثمرہ ملتا ہے' سو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہو گی' اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف شمار کی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰۱) ف۱۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف سے دلیل پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے گواہ بھی ہو یعنی نبی ﷺ یا مؤمنین اہل کتاب' کیا یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو دنیا کی زندگی اور اس کی آسائش کو طلب کرتے ہیں؟ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ "شاھد" سے مراد رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک ہے کیونکہ جس شخص میں ذرا بھی عقل ہو جب وہ نبی ﷺ کے رخ انور کی طرف دیکھے گا تو فوراً یقین کرلے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ف۱۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی جان ہے' اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی' پھر وہ شخص اس حال میں مرے کہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص دوزخی ہی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۳) قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام دین والوں پر واجب ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں' یہود اور نصاریٰ کا خصوصیت سے اس حدیث میں اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور جب اہل کتاب پر یہ واجب ہے کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں تو دوسروں پر بہ طریق اولیٰ واجب ہے کہ وہ آپ کی رسالت پر ایمان لائیں' نیز اس حدیث میں یہ دلیل (بھی) ہے کہ جو شخص زمین کے دور دراز علاقوں میں رہتا ہو' جو آباد دنیا سے منقطع ہوں' اور اس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور نبی ﷺ کے ظہور اور آپ کی بعثت کی خبر نہ پہنچی ہو تو اگر وہ آپ پر ایمان نہ لائے تو اس سے گرفت نہیں ہوگی کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے میری نبوت کی خبر سنی اور مجھ پر ایمان لائے بغیر مر گیا تو وہ دوزخی ہوگا' لہٰذا آپ کی معرفت اور آپ پر ایمان لانا اس پر موقوف ہے کہ کوئی شخص آپ کے معجزہ کا مشاہدہ کرے اور آپ کے ایامِ حیات میں آپ کے صدق کو جانے اور جس نے مشاہدہ نہیں کیا' اس تک آپ کے دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی ہو' اس کے برخلاف اللہ پر ایمان اور اس کی توحید کو ماننا ہر شخص پر ضروری ہے خواہ متمدن دنیا میں نہ ہو اور غیر آباد علاقوں میں رہتا ہو' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کو عقل عطا کی ہے اور غور وفکر کر کے ہر شخص اللہ کی ذات اور اس کی توحید کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۱ ص۴۶۸) ف۱۹ اس آیت میں فرمایا: یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مکان اور جگہ سے پاک ہے' پھر یہ کفار اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیش ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو مقامات حساب اور سوال کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں' ان کفار کو وہاں پیش کیا جائے گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبیوں' فرشتوں اور مؤمنوں میں سے جن کے سامنے چاہے گا' پیش فرمائے گا ف۲۰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہے کفار اور منافقین تو تمام لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۸)

اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۖ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ

اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیںO یہ لوگ زمین

يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار تھا

اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ

ان کے لیے عذاب کو دگنا کیا جائے گا ۲۱ یہ (شدت کفر کی وجہ سے حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے

مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ

اور نہ یہ (بغض کی وجہ سے حق کو) دیکھتے تھےO ۲۲ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ

میں ڈال دیا اور جو کچھ یہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہاO بلاشبہ یقیناً یہی لوگ آخرت میں

الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا

سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیںO بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے

اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ

اپنے رب کی طرف عاجزی کی وہ لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیںO ۲۳ ان دونوں

الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

فریقوں (یعنی کافر اور مومن) کی مثال ایسے ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو کیا یہ دونوں

مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّيْ لَكُمْ

مثال میں برابر ہیں؟ پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتےO ۲۴ اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے کہا:)

ف۲۱ اس آیت میں یہ فرمایا ہے: ان کے لیے عذاب دگنا کیا جائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَO'' (الانعام: ۱۶۰) اور جو شخص بُرا کام کرے تو اسے صرف اسی ایک بُرے کام کی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گاO اور ان کے لیے عذاب کو دگنا کرنا اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس بُرائی کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی سزا ہی دگنا عذاب ہے اور اگر انہوں نے ایک بُرائی کی تھی تو ان کو اس کی سزا میں اسی ایک بُرائی کا دگنا عذاب دیا جائے گا' دو بُرائیوں کا عذاب نہیں دیا جائے گا' جیسا کہ فرمایا ہے: اسے صرف اسی ایک بُرے کام کی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا' ظلم تب ہوتا جب ایک بُرائی کرنے والوں کو دو بُرے کام کرنے کی سزا دی جاتی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر کی سزا جہنم کا دائمی عذاب ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے' لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے اور کجی کو تلاش کرنے یعنی دین اسلام کے خلاف شکوک و شبہات ڈالنے اور آخرت کا انکار کرنے کی سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دگنا عذاب ہے ف۲۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ (حق) کو سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ (حق) کو دیکھتے تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب ان میں حق کو سننے اور دیکھنے کی طاقت ہی نہ تھی تو پھر ان کے ایمان نہ لانے اور کفر پر قائم رہنے میں ان کا کیا قصور ہے' اس سوال کے متعدد جوابات ہیں' پہلا جواب یہ ہے کہ وہ کفر اور عناد اور رسول اللہ ﷺ سے بغض اور عداوت میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں تو ان پر کراہت اور ناگواری کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ ان دلائل کو سن پاتے ہیں نہ دیکھ پاتے ہیں' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے سے مقصود ہے حق کو قبول کرنا اور چونکہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے تو گویا وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ سننے اور دیکھنے کی از خود طاقت اور قدرت تو کسی میں نہیں ہے' جب بندہ سننے اور دیکھنے کا قصد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں وہ قدرت پیدا کر دیتا ہے' اور چونکہ کفار مکہ حق کو سننے اور دیکھنے کا قصد ہی نہیں کرتے تھے' اس لیے ان کے متعلق خصوصیت سے فرمایا: ان میں سننے کی طاقت ہے نہ دیکھنے کی ف۲۳ ''اَخْبَتَ اِلَى اللّٰهِ'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا اور ''اَخْبَتَ'' کا معنی خضوع اور خشوع کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ مسلمانوں کے اطمینان اور خضوع اور خشوع کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان جب اللہ کی عبادت کریں تو عبادت کے وقت ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوں اور اللہ کے ماسوا کی طرف ملتفت نہ ہوں اور ہر چیز سے خالی الذہن ہو کر اللہ کی عبادت کریں' یا اللہ تعالیٰ نے جو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور عذاب کی وعید فرمائی ہے' اس پر ان کے دل مطمئن ہوں' اور اگر ہم ''اخبات'' کے معنی خشوع کے لیں تو پھر اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب مسلمان اعمالِ صالحہ کریں تو ان کو یہ ڈر اور خوف ہو کہ ان کی کسی کمی اور کوتاہی کی بناء پر ان کے نیک اعمال مسترد کر دیے جائیں گے اور اس کو اپنے نیک اعمال کے متعلق یہ اطمینان نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے یہ نیک اعمال لازماً قبول ہو جائیں گے ف۲۴ سابقہ آیات میں مؤمنوں اور کافروں' نیک لوگوں اور بدکاروں' دو گروہوں کا ذکر فرمایا تھا' اب ان دونوں کی ایک مثال ذکر کر کے مزید وضاحت فرمائی ہے۔ کافر دنیا میں حق اور صداقت کے دلائل کو دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو وہ اندھے اور بہرے کی طرح ہے اور مؤمن اس کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیوں کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے تو وہ دیکھنے اور سننے والے کی مثل ہے۔ امام رازی نے کہا: ان میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح انسان جسم اور روح سے مرکب ہے اور جس طرح جسم کے لیے آنکھیں اور کان ہیں' اسی طرح روح کی بھی سماعت اور بصارت ہے' اسی طرح جب جسم اندھا اور بہرا ہو تو وہ حیران کھڑا رہتا ہے اور کسی نیکی کی راہ پر نہیں لگ سکتا' بلکہ وہ اندھیروں کی پستیوں میں پریشان ہوتا ہے' کسی روشنی کو دیکھتا ہے نہ کسی آواز کو سنتا ہے' اسی طرح جو شخص جاہل ہو وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے' اس کا دل اندھا اور بہرہ ہوتا ہے اور وہ گمراہی کے اندھیروں میں حیران اور پریشان ہوتا ہے۔

نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

میں تم کو علی الاعلان ڈرانے آیا ہوںO کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تم پر درد ناک

يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا

دن کے عذاب کا خوف ہےO ۲۵ پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تم کو اپنے جیسا

بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ

ہی بشر سمجھتے ہیں ۲۶ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے پس ماندہ اور کم عقل لوگ ہی

الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾

کر رہے ہیں ۲۷ اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ ہمارے گمان میں تم جھوٹے ہوO ۲۸

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي

(نوح نے) کہا: اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے (واضح) دلیل رکھتا ہوں اور اس نے اپنے پاس سے

رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا

مجھ کو رحمت عطا کی ہو جو تم سے مخفی رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کو زبردستی تم پر مسلط کر دیں گے جب کہ تم

كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى

اس کو ناپسند کرنے والے ہوO اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر کسی مال کو طلب نہیں کرتا، میرا اجر صرف اللہ پر

اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي

ہے اور میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں، بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں، لیکن میں

أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِن

سمجھتا ہوں کہ تم لوگ جاہل ہوO ۲۹ اور اے میری قوم! اگر میں ان (مؤمنوں) کو دھتکار دوں تو اللہ سے

ف۲۵ اس آیت میں دردناک دن فرمایا ہے اور دن کو دردناک سے متصف فرمایا ہے، حالانکہ دردناک عذاب کی صفت ہے نہ کہ دن کی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توصیف مجازی ہے جیسے عرب کہتے ہیں: ''نَهَارُكَ صَائِمٌ وَلَيْلُكَ قَائِمٌ'' تمہارا دن روزے سے ہے اور تمہاری رات قیام میں ہے، چونکہ یہ دردناک عذاب اس دن میں نازل ہوگا، اس لیے اس دن کو دردناک کے ساتھ متصف فرمایا۔ بہ ظاہر اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عذاب سے مراد عام ہو خواہ دنیاوی عذاب ہو یا آخرت کا، حضرت نوح علیہ السلام کو علم تھا کہ اگر ان کی قوم ایمان نہ لائی تو اس پر طوفان کا عذاب آئے گا، اور ان کی قوم بھی یہ سمجھتی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کو دنیاوی عذاب سے ڈرا رہے ہیں، اسی بناء پر وہ یہ کہتے تھے کہ آپ جس عذاب سے ہم کو دھمکا رہے ہیں، وہ عذاب لا کر دکھائیں ف۲۶ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کی اور اس سلسلہ میں ان کو ایک شبہ یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی مثل بشر ہیں، اور یہ شبہ ان کی جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ نبی اپنی نبوت کو دلائل اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور معجزات پیش کرتا ہے، اور وہ اپنی شکل وصورت اور اپنی خلقت سے نبوت کو ثابت نہیں کرتا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجتا اور وہ خلاف عادت کاموں کو اپنی نبوت پر دلیل بناتا تو اس کی نبوت میں طعن کرنے کا زیادہ موقع تھا کیونکہ یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ معجزات انسانوں کے اعتبار سے خلاف عادت ہیں، فرشتہ کے لیے خلاف عادت نہیں ہیں، لہٰذا یہ معجزات فرشتہ کی نبوت پر دلیل نہیں ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ جو عبادات سرانجام دیتا اور دوسرے نیک اعمال انجام دیتا، وہ انسانوں پر حجت نہ ہوتے کیونکہ یہ کہا جاسکتا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ فرشتہ کی حقیقت میں ایسا عنصر ہو جس کی وجہ سے وہ ان مشکل اور کٹھن عبادات کو انجام دے سکتا ہو اور انسان کی حقیقت میں وہ عنصر نہ ہو، نیز فرشتہ بھوک اور پیاس، غم اور غصہ، شہوت اور غضب سے منزہ اور مجرد ہوتا ہے، لہٰذا فرشتہ کا برائیوں سے بچنا اور نیک اعمال کرنا انسانوں پر حجت نہیں ہوسکتا، ان وجوہ کی بناء پر اگر فرشتہ کو نبی بنا دیا جاتا تو بندوں پر اللہ کی حجت پوری نہ ہوتی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر اور انسانوں سے رسول کو بھیجا نہ کہ فرشتوں سے ف۲۷ یہ شبہ بھی کفار کی جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلندی، برتری اور عظمت مال ودولت اور بلند مرتبوں سے نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کے نزدیک فقر اور افلاس مال ودولت سے زیادہ پسندیدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی تعلیم کے ساتھ بھیجا کہ وہ دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف راغب ہوں، تو مال ودولت کی کمی، نبوت اور رسالت میں طعن کی کس طرح موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اغنیاء کی بہ نسبت فقراء زیادہ مقرب اور افضل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، یہ میدانِ حشر کا نصف دن ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۳) ف۲۸ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کا تیسرا شبہ یہ تھا کہ ''اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے'' ان کا یہ شبہ بھی ان کی جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا معیار علم اور عمل ہے اور علم اور عمل کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت بالکل ظاہر تھی ف۲۹ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قوم کے کافر سردار نادار مؤمنوں کے ساتھ بیٹھنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ امام ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح سے کہا: اے نوح! اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان فقراء کو نکال دیں کیونکہ ہم اس پر بھی راضی نہیں ہوں گے کہ وہ اور ہم کسی معاملہ میں بھی برابر ہوں۔ (جامع البیان: ۱۳۹۸۹)

طَرَدْتُهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ

مجھے کون بچائے گا؟ کیا تم غور نہیں کرتے○ ف۳۰ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ

اور نہ یہ کہ میں (ازخود) غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ف۳۱ اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں

تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ

میں ان کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز ان کو کوئی خیر نہیں عطا فرمائے گا' اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا

(اگر بالفرض میں ایسا کہوں) تو بے شک اس صورت میں میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا○ انہوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم

فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

سے بحث کی اور بہت زیادہ بحث کی' ف۳۲ اب اگر تم سچے ہو تو وہ (عذاب) لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو○

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَ

(نوح نے کہا:) اگر اللہ نے چاہا تو تم پر وہی عذاب لائے گا اور تم (اس کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو○ ف۳۳ اور اگر

لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ

میں تم کو نصیحت کروں تو میں اپنی نصیحت سے تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب کہ اللہ تمہیں گمراہ

یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ؕ اَمْ یَقُوْلُوْنَ

کرنے کا ارادہ کر چکا ہو' ف۳۴ وہی تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا

اس (رسول) نے اس (قرآن) کو ازخود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیے کہ اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑ لیا ہے تو میرا گناہ

ف۳۰ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے نادار مسلمانوں کو نہ دھتکارنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں ان مؤمنوں کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہوں گا۔ اگر میں نے بالفرض ان کو اپنی مجلس سے نکال دیا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر گرفت فرمائے گا اور اس کے مقابلہ میں میری مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا' اور یہ وہ تمام اسرار اور رموز ہیں اور مسلمانوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالنے کی وجوہات ہیں' جن کو میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے ف۳۱ دنیا میں فضائل حقیقہ روحانیہ کا مدار تین چیزوں پر ہے' ان میں سے ایک استغناء مطلق ہے اور دنیا میں عادت جاریہ یہ ہے کہ جو شخص مال کثیر کا مالک ہو' اس کو غنی کہا جاتا ہے' اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ میں استغناء مطلق کا دعویٰ نہیں کرتا' اور دوسری چیز ہے: علم میں کمال اور مکمل علم۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں ازخود غیب کو نہیں جانتا' اور تیسری چیز ہے: کامل اور مکمل قدرت' اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات مقرر ہے کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ طاقت اور قدرت فرشتوں کو ہوتی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں' اور ان تینوں چیزوں کی نفی کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ان تینوں مراتب سے مجھے وہی کچھ حاصل ہے جو طاقت بشریہ اور قوت انسانیہ کے موافق ہے' رہا کمال مطلق تو میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا' حضرت نوح علیہ السلام کا یہ کلام بہ طور تواضع ہے ورنہ بہ شمول حضرت نوح علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں ف۳۲ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "جدال" کا معنی ہے: بحث اور مناقشہ میں فریق مخالف پر غالب آنے کی کوشش کرنا۔ "جدلت الحبل" کا معنی ہے: میں نے رسی کو مضبوطی سے بنایا' بٹ دیا' اور "اجدل" طاقت ور شکرے کو کہتے ہیں اور اسی سے "جدال" بنا ہے' گویا بحث اور مناقشہ کرنے والوں میں سے ہر فریق دوسرے کو اس کی رائے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ (المفردات ج۱ ص۱۰۷) دین میں "جدال" کرنا محمود ہے' اسی وجہ سے حضرت نوح اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے "جدال" کیا تاکہ حق کا غلبہ ہو اور جس نے ان کے مؤقف کو قبول کرلیا' وہ کامیاب اور کامران ہوگیا اور جس نے ان کے مؤقف کو مسترد کر دیا' وہ ناکام اور نامراد ہوگیا اور ناحق "جدال" کرنا تاکہ باطل کو غلبہ ہو' مذموم ہے اور ایسا "جدل" کرنے والا دنیا اور آخرت میں ملامت اور مذمت کیا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص۲۶) ف۳۳ سابقہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے دیے ہوئے جوابات بیان فرمائے تھے' جو انہوں نے کفار کے شبہات میں دیئے تھے' ان کے جوابات پر کفار نے دو اعتراض کیے: (۱) کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات کو "جدل" سے تعبیر کیا اور کہا کہ آپ نے بہت زیادہ "جدل" کیا ہے' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے بہت زیادہ بحث فرمائی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کا "جدال" توحید' نبوت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لیے تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرنا اور شبہات کا ازالہ کرنا' یہ وہ جدل ہے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید' جہل اور گمراہی پر اصرار کرنا اور اس پر جدل کرنا کفار کا طریقہ ہے (۲) حضرت نوح علیہ السلام ان کو جس عذاب سے ڈراتے تھے' کفار نے ان سے اس عذاب کو بہ عجلت طلب کیا اور کہا: اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے پاس اس عذاب کو جلد لے کر آئیں' جس سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: اگر اللہ نے چاہا تو تم پر وہی عذاب لائے گا' اور تم (اس کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب کو نازل کرنا میری طرف مفوض نہیں ہے' یہ اللہ کا کام ہے' وہ جب چاہے گا اس کو کرے گا اور اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں ہے ف۳۴ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو پھر ان کے گمراہ ہونے میں ان کا کیا قصور ہے؟ نیز جب اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے بھیجنے کا کیا فائدہ تھا؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار عطا فرمائے گا' لیکن وہ ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید پر جمے رہنے کو اختیار کریں گے اور ہٹ دھرمی سے کام لیں گے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سوءِ اختیار کی بناء پر ان کے

تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ

میرے ذمہ ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں○ اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے صرف

اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ

وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں' پس آپ ان کی کارروائی سے مغموم نہ ہوں○ اور آپ

الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ

ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے موافق کشتی بنایئے' اور ظالموں کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کریں کیونکہ وہ ضرور

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۙ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ

غرق کیے جائیں گے○ و۳۵ اور نوح کشتی بنا رہے تھے و۳۶ اور جب بھی ان کی قوم کے (کافر) سردار ان کے پاس سے گزرتے تو

قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ

ان کا مذاق اڑاتے' نوح نے کہا: اگر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو جس طرح تم (اب) ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو (وقت آنے پر)

كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے○ و۳۷ پھر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب

وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ

آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب آئے گا○ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور

التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

ابلنے لگا و۳۸ تو ہم نے (نوح سے) فرمایا: اس کشتی میں ہر قسم کے (نر اور مادہ) جوڑوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ

سوا ان کے جن (کو غرق کرنے) کا فیصلہ ہو چکا ہے' اور ایمان والوں کو بھی سوار کر لو و۳۹ اور ان پر کم لوگ ہی

حق میں کفر کو مقدر کر دیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی پر رکھنے کا ارادہ فرمایا' اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ فرمانا ان کے اختیار کی وجہ سے ہے' اس لیے قیامت کے دن وہ یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ جب تو نے ہی ہمیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تو ہدایت کو قبول نہ کرنے میں ہمارا کیا قصور ہے' اور نہ ہی حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت کے لیے بھیجنے کا عبث ہونا لازم آیا' کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے مسلسل ہدایت دینے کے باوجود انہوں نے اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول نہیں کیا و۳۵ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بتا دیا کہ ان کی قوم میں سے صرف وہی لوگ ایمان لانے والے تھے جو پہلے ایمان لا چکے ہیں' اس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو عذاب دینے والا ہے اور چونکہ عذاب کئی طریقوں سے آ سکتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بتا دیا کہ وہ عذاب از قبیل غرقابی ہوگا اور غرقابی اور ڈوبنے سے نجات صرف کشتی سے ہو سکتی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم دیا' اور یہ امر وجوب کے لیے تھا' کیونکہ اس وقت جان بچانا صرف کشتی کے ذریعہ ممکن تھا' اور جان بچانا واجب ہے اور جس پر واجب موقوف ہو' وہ بھی واجب ہوتا ہے' اس لیے کشتی کا بنانا واجب ہے و۳۶ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! کشتی کی کیا تعریف ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لکڑی کا ایک گھر ہے جو سطح آب پر چلتا ہے' میں اپنے عبادت گزاروں کو اس میں نجات دوں گا' اور نافرمانی کرنے والوں کو غرق کر دوں گا اور بے شک میں جو چاہوں اس پر قادر ہوں۔ (پھر) اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو انہیں کشتی بنانے کی تعلیم کے لیے بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ کشتی بنانے کا عمل جلد مکمل کریں' کیونکہ نافرمانی کرنے والوں پر میرا غضب بہت شدید ہے' پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اُجرت پر کچھ لوگوں کو کام پر لگایا اور ان کے بیٹوں میں سے سام' حام اور یافث بھی ان کے ساتھ کشتی بنا رہے تھے۔ انہوں نے وہ کشتی چھ سو ہاتھ لمبی بنائی اور اس کا عرض اور اس کا عمق تینتیس تینتیس ہاتھ تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین سے تارکول نکالا' جس کو انہوں نے کشتی پر ملا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کشتی کی تین منزلیں تھیں' پہلی منزل میں وحشی جانور' درندے اور حشرات الارض تھے' دوسری منزل میں چوپائے اور دوسرے حیوان تھے اور سب سے اوپر تیسری منزل میں حضرت نوح اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے تھے و۳۷ یعنی تم ہمارے کشتی بنانے پر مذاق اڑا رہے ہو' ہم تمہارے غرق ہونے کا مذاق اڑائیں گے و۳۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن بصری اور مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد روٹی پکانے کا تنور ہے' یہ حضرت نوح علیہ السلام کا تنور تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۶ ملخصاً) و۳۹ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ہر جاندار سے نر اور مادہ کا ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیا جائے' سو ایسا ہی کیا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے' جن کے نام سام' حام اور یافث تھے' یہ کشتی میں سوار ہوئے اور ایک بیٹا کنعان تھا' وہ ایمان نہیں لایا اور کشتی میں سوار نہیں ہوا اور ڈوب گیا' اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی ایمان نہیں لائی اور کشتی میں سوار نہیں ہوئی اور ڈوب گئی۔ زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والے اسی نفر تھے۔

إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسَاهَا

ایمان لائے تھے○ اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ' اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے ۴۰

إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ

بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○ ۴۱ اور وہ کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں میں لے کر جارہی تھی

وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ ان سے الگ تھا: اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ

وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي

اور کافروں کے ساتھ نہ رہو○ اس نے کہا: میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے

مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ

پانی سے بچالے گا' نوح نے کہا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوا اس کے جس پر (خود) اللہ رحم فرمائے

وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾ وَقِيلَ يَا أَرْضُ

اور ان دونوں (باپ بیٹے) کے درمیان موج حائل ہو گئی' سو وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا○ ۴۲ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین!

ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ

اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا' ۴۳ اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ۖ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَ

اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی ۴۴ اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگوں کے لیے (رحمت سے) دوری ہے○ اور

نَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ

نوح نے اپنے رب کو پکارا' سو کہا: بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ

ف ۴۰ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب انسان کسی کام کو شروع کرے تو کام شروع کرتے وقت اللہ کے نام کا ذکر کرے' حتیٰ کہ اس کے ذکر کی برکت سے اس کا مقصود پورا ہو جائے اور خصوصاً کسی سواری پر بیٹھتے وقت۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر ذی شان کام جس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام رہتا ہے۔ (الجامع الصغیر: ۶۲۸۴) اللہ کے نام سے مراد اللہ کا ذکر ہے' اس طرح اس حدیث کی درج ذیل حدیث سے موافقت ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ذی شان کام جو اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا گیا ہو' وہ ناتمام رہتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۴۰) ف ۴۱ کشتی میں سوار ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اس پر متنبہ فرمایا کہ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام کی برکت اور اس کے حکم اور اس کی قدرت سے ہے اور یہ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے قوم کو یہ خبر دی کہ یہ کشتی نجات کے حصول کا سبب نہیں ہے بلکہ نجات تو صرف اللہ کے فضل سے ہوگی' اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی قوت اور طاقت پر بھروسا نہ کرے اور نہ ظاہری اسباب پر اعتماد کرے بلکہ تمام چیزوں سے صرف نظر کر کے مسبب الاسباب پر اعتماد اور توکل کرے ف ۴۲ اس جگہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے خود یہ دعا فرمائی تھی: ''رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا○'' (نوح: ۲۶) اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ○ پھر انہوں نے اپنے بیٹے کو اس کے کفر کے باوجود کیوں پکارا؟ اس کے جوابات حسب ذیل ہیں: (۱) ہوسکتا ہے ان کا بیٹا منافق ہو' حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے ایمان کا اظہار کرتا ہو اور درحقیقت کافر ہو (۲) حضرت نوح علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ وہ کافر ہے لیکن ان کو یہ گمان تھا کہ جب وہ طوفان کی ہولناکیوں اور اس میں غرق ہونے کے خطرہ کا مشاہدہ کرے گا تو ایمان لے آئے گا' لہٰذا انہوں نے جو کہا: اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ' ان کا یہ قول اس کو ایمان پر راغب کرنے کے لیے تھا' نیز فرمایا: جب وہ ان سے الگ تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ کشتی سے الگ تھا' کیونکہ اس کا گمان یہ تھا کہ وہ پہاڑ کی پناہ کے سبب غرق ہونے سے بچ جائے گا' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ اپنے باپ' اپنے بھائیوں اور مسلمانوں سے الگ تھا' اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ کفار کی جماعت سے الگ کھڑا ہوا تھا' اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ ایمان لے آئے' کیونکہ وہ ان سے الگ کھڑا ہوا ہے' اسی لیے انہوں نے اس کو ندا کی تھی اور فرمایا تھا: اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ جب حضرت نوح کے بیٹے نے کہا: پہاڑ مجھے بچالے گا' تو حضرت نوح علیہ السلام نے متنبہ فرمایا: تم نے غلط کہا' آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوا اس کے جس پر اللہ رحم فرمائے ف ۴۳ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ پانی نگل لے اور آسمان کو حکم دیا کہ وہ پانی برسانا موقوف کر دے' اس سے معلوم ہوا کہ زمین اور آسمان اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور یہ اطاعت غیر اختیاری ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کائنات میں جو بھی تغیرات اور حوادث وقوع پذیر ہوتے ہیں' وہ سب اللہ عزوجل کے احکام کے تحت ہوتے ہیں' زمین اور آسمان کو ندا کر کے جو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے' اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ خطاب مجازی ہے کیونکہ زمین اور آسمان جمادات میں سے ہیں اور ان میں سننے اور سمجھنے کی خاصیت نہیں ہے' لیکن یہ ہماری سوچ اور ہماری فکر ہے' ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سننے اور سمجھنے کی ایسی خاصیت رکھی ہو جس کا ہمیں ادراک نہیں ہے ف ۴۴ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام سمیت اسی (۸۰) انسان تھے۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ مکرمہ کی طرف کر دیا' وہ کشتی چالیس دن تک بیت اللہ کا طواف کرتی رہی' پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جودی کی طرف روانہ کر دیا' وہاں جا کر وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے' وہ ایک مردار کو کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی۔ آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا' وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتا اور پنجوں میں مٹی لے کر آیا' اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ اندازہ لگایا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ آپ جودی کے نیچے اترے اور وہیں

الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ

برحق ہے اور تو تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے ○ ۴۵ (اللہ نے) فرمایا: اے نوح! وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْــَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

بے شک اس کے کام نیک نہیں ہیں تو آپ مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں ہے ۴۶ بے شک میں آپ کو

اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ

نصیحت کرتا ہوں (تاکہ) آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں ○ (نوح نے) عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں (اس سے) تیری

اَنْ اَسْــَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ

پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا ○ حکم دیا گیا کہ اے نوح! کشتی سے اتر جاؤ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور ان برکتوں

مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ

کے ساتھ جو تم پر ہیں اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں ۴۷ اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جنہیں ہم (عارضی) فائدہ پہنچائیں گے

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ

پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا ○ یہ (واقعات) من جملہ غیب کی خبروں سے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں ۴۸

مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ

جن کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم پس صبر کیجئے بے شک نیک انجام متقین کے لیے ہے ○ ۴۹ اور قوم عاد کی طرف

هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ

ہم نے ان کے بھائی (ہم قوم) ھود کو بھیجا ۵۰ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں

ایک بستی کی بنیاد رکھ دی۔ (جامع البیان: ۱۴۰۵۰) ف۴۵ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا اس خیال سے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل کو کشتی میں سوار کرنے کا حکم دیا ہے تو عرض کیا: میرا بیٹا (کنعان) بھی میرے اہل سے ہے' مطلب یہ تھا کہ اس کو بھی کشتی میں سوار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے ف۴۶ کنعان چونکہ منافق تھا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے ایمان کا اظہار کرتا تھا' اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کی اور کشتی میں سوار کرنے کی درخواست کی تھی' اگر ان پر یہ منکشف ہوتا کہ وہ کافر ہے تو وہ اس کی مغفرت کی کبھی دعا نہ کرتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۴۲' ملخصاً) ف۴۷ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر اترے تو وہاں کوئی درخت تھا نہ سبزہ تھا نہ کوئی حیوان تھا اور زندگی بسر کرنے اور کھانے پینے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے' ان میں سے اس وقت زمین پر کوئی چیز موجود نہ تھی' اس لیے اس وقت وہاں بھوک اور پیاس کا خوف تھا اور یہ تشویش تھی کہ ضروریاتِ زندگی کس طرح فراہم ہوں گی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سلامتی کی بشارت دی' جو ہر قسم کے خوف کے ازالہ کو شامل ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب وسعت رزق بھی حاصل ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو سلامتی کے ساتھ برکت کی بھی بشارت دی اور برکت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں کو دوام اور بقاء عطا فرمائے گا ف۴۸ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے مفصل حالات بیان فرمائے اور حالات بتانے کے بعد فرمایا: یہ غیب کی خبریں ہیں' اور آپ کو معلوم ہو جانے کے بعد بھی اس پر غیب کا اطلاق فرمایا' کیونکہ ماضی کے اعتبار سے وہ غیب ہے' جیسے کوئی ماسٹر پڑھانا چھوڑ دے' پھر بھی اس کو ماسٹر صاحب کہتے ہیں کیونکہ ماضی میں وہ ماسٹر تھا اور اس کو اسی اعتبار سے ماسٹر کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو چیز بتا دی جائے یا جس کی خبر دے دی جائے وہ غیب نہیں رہتی' ان کا یہ کہنا اس آیت کی روشنی میں غلط ہے' دراصل یہ اعتراض غیب کی تعریف سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ غیب کی تعریف یہ ہے کہ جس چیز کو حواس (خمسہ) سے ادراک نہ کیا جا سکے اور نہ اس کو ابتداءً عقل سے معلوم کیا جا سکے۔ (المفردات ص ۳۶۷) ف۴۹ اس آیت میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اور آپ کے متبعین کفار کی اذیتوں پر صبر کریں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم نے کافروں کی اذیتوں پر صبر کیا تھا اور صبر کرنے سے آپ کو اور آپ کے متبعین کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور کامیابی حاصل ہوگی' جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ کی مدد اور نصرت سے کامیابی حاصل ہوئی تھی ف۵۰ اس آیت میں حضرت ھود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا ہے اور یہ بات معلوم تھی کہ حضرت ھود علیہ السلام ان کے دینی بھائی تھے اور نہ ہی وہ ان کے نسبی بھائی تھے' ان کو قوم عاد کا بھائی صرف اس وجہ سے فرمایا کہ وہ ان کے قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ ان کا قبیلہ عرب کا ایک قبیلہ تھا اور وہ لوگ یمن کی جانب رہتے تھے' اس سورت میں جو فرمایا ہے: ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے قبیلہ کے ایک فرد کو نبی بنا کر بھیجا' اس سے مکہ والوں پر یہ حجت قائم کرنا مقصود ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کو نبی اور رسول بنانا بہت مستبعد سمجھتے تھے کیونکہ آپ ان ہی کے قبیلہ کا ایک فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے' حضرت ھود علیہ السلام عاد کے قبیلہ کے ایک فرد تھے اور ان کو نبی بنایا گیا' تو (سیدنا) محمد (ﷺ) بھی تمہارے قبیلہ کے ایک فرد ہیں اور ان کو نبی بنایا گیا تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے اور یہ کون سی نئی بات ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۶۲)

إِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى

ہے۵۰ تم اللہ پر (شریک کا) محض بہتان باندھنے والے ہو O اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا' میری اجرت

الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥١﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ

صرف اس (کے ذمہ کرم) پر ہے' جس نے مجھے پیدا کیا ہے' کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟O اے میری قوم! تم اپنے رب سے مغفرت

تُوْبُوْٓا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى

طلب کرو' پھر اس کی طرف توبہ کرو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا

گا ۵۲ اور مجرموں کی طرح (حق سے) پیٹھ نہ پھیرو O انہوں نے کہا: اے ھود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے ۵۳

نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٣﴾

اور ہم (محض) تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں O ۵۴

إِنْ نَّقُوْلُ إِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۗ قَالَ إِنِّيْٓ أُشْهِدُ

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنا دیا ہے' ۵۵ ھود نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں

اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا أَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ

اور تم (بھی) گواہ رہنا میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم (اللہ کا) شریک قرار دیتے ہو O اللہ کے سوا تم سب مل کر

جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٥٥﴾ إِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۗ

میرے خلاف سازش کرو' پھر تم مجھ کو (بالکل) مہلت نہ دو O ۵۶ بے شک میں نے اللہ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے'

مَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۗ إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٦﴾

ہر جاندار کو اس نے اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے' ۵۷ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر (ملتا) ہے O ۵۸

۵۱ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ثبوت پر دلائل قائم کیے بغیر اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف کیسے دعوت دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل بالکل ظاہر ہیں اور یہ دلائل اس خارجی کائنات میں بھی پھیلے ہوئے ہیں اور خود انسان کے اپنے اندر بھی موجود ہیں: "سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ" (حم السجدہ: ۵۳) ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے' اس خارجی کائنات میں اور خود ان کے اپنے نفسوں میں حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ وہی حق ہے ۵۲ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا اور قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے کئی سالوں تک ان سے بارش روک لی اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا' تب حضرت ھود علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ' پھر اس سے توبہ و استغفار کرو' تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری غیر آباد اور بنجر زمینوں کو سرسبز اور شاداب کر دے گا اور تم کو مال اور اولاد سے نوازے گا حتیٰ کہ تم بہت طاقت ور ہو جاؤ گے ۵۳ قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے' جب کہ یہ معلوم ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام نے ان کے سامنے معجزات پیش کیے تھے' لیکن ان کی قوم نے اپنی جہالت سے ان معجزات کا انکار کیا اور انہوں نے یہ زعم کیا کہ حضرت ھود علیہ السلام ان کے پاس قابل ذکر معجزات لے کر نہیں آئے ۵۴ ان کا یہ قول بھی باطل تھا' کیونکہ وہ یہ اعتراف کرتے تھے کہ نفع اور نقصان پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بت کسی کو کوئی نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے' ایسی صورت میں بداہت عقل کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کو ترک کر دیتے اور ان کا بتوں کی عبادت کرنے پر اصرار کرنا' ان کی جہالت' حماقت اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں' محض اندھی تقلید کرنے کی ضد ہے ۵۵ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ کا ہمارے بتوں کو بُرا کہنا' آپ کی عقل کے فساد اور آپ کے مجنون ہونے کی دلیل ہے ۵۶ حضرت ھود علیہ السلام کا اپنی قوم کو یہ چیلنج دینا اور للکارنا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ ایک تنہا شخص' بہت بڑی قوم سے یہ کہے کہ تم میری دشمنی میں اور مجھے نقصان پہنچانے میں جو کچھ کر سکتے ہو' وہ کر گزرو اور میرا جو کچھ بگاڑ سکتے ہو وہ بگاڑ لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو' تو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پر پورا پورا اعتماد ہو کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا اور اس کو دشمنوں سے بچائے گا ۵۷ عرب یہ جملہ اس وقت کہتے ہیں جب یہ بتانا ہوتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا بالکل مطیع ہے اور اس کے قبضہ و قدرت میں ہے' کیونکہ جو شخص کسی کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑتا ہے تو اس کو بالکل مسخر اور مقہور کر لیتا ہے اور عرب جب کسی قیدی کو گرفتار کرتے اور پھر اس پر احسان کر کے اس کو آزاد کرنا چاہتے تو اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عرب کے محاورہ کے مطابق یہ کلام فرمایا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر جان دار اس کے قبضہ و قدرت میں ہے اور اس کی قضاء و قدر کے تابع ہے ۵۸ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر چند کہ ہر جان دار اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا' اور ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو حق ہوتا ہے اور عدل اور صحیح ہوتا ہے' اس کا یہ معنی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور کوئی شخص اس سے بھاگ کر اس کی پہنچ سے باہر نہیں ہو سکتا۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖۤ اِلَيۡكُمۡ ؕ وَيَسۡتَخۡلِفُ رَبِّىۡ

اگر تم پیٹھ پھیرو (تو کوئی بات نہیں) میں تم کو وہ پیغام پہنچا چکا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا اور میرا رب تمہاری جگہ دوسری

قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۚ وَلَا تَضُرُّوۡنَهٗ شَيۡـــًٔا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

قوم کو لا کر آباد کر دے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' ۵۹ بے شک میرا رب ہر چیز کا

حَفِيۡظٌ ۝۵۷ وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا هُوۡدًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ

نگہبان ہے ○ اور جب ہمارا عذاب آ گیا ۶۰ تو ہم نے ہود کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے

بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ۝۵۸ وَتِلۡكَ عَادٌ ۟ ۙ جَحَدُوۡا

نجات دے دی' اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچا لیا ○ ۶۱ اور یہ ہیں قوم عاد کے لوگ

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ۝۵۹

جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ظالم ہٹ دھرم کا حکم مانا ○

وَاُتۡبِعُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا

اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے پیچھے لگی رہے گی) سنو! بے شک قوم عاد

كَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّعَادٍ قَوۡمِ هُوۡدٍ ۝۶۰ وَاِلٰى ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ

نے اپنے رب کا کفر کیا' سنو! ہود کی قوم عاد کے لیے پھٹکار ہے ○ ۶۲ اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم

صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ هُوَ اَنۡشَاَكُمۡ

صالح کو بھیجا' صالح نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے' اس نے تم کو

مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاسۡتَعۡمَرَكُمۡ فِيۡهَا فَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ ؕ

زمین سے پیدا کیا ۶۳ اور اس میں آباد کیا' ۶۴ سو تم اس سے مغفرت طلب کرو' پھر اس کی طرف توبہ کرو'

ف۵۹ یعنی تمہارے بعد اللہ تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرے گا' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گی' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کے منکروں پر ایسا عذاب آنے والا ہے جس سے پوری قوم کو ملیا میٹ کر دیا جائے گا اور پوری قوم عاد کو ہلاک کر دینے سے اللہ تعالیٰ کے ملک میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی ف۶۰ ان پر عذابوں کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات راتوں اور آٹھ دنوں تک ایک زبردست آندھی بھیجی' یہ سخت اور تیز ہوا ان کے نتھنوں میں گھستی اور ان کے پچھلے سوراخ (دبر) سے نکل کر ان کو منہ کے بل زمین پر گرا دیتی حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو گئے جس طرح کھجور کے تنے زمین پر گرے ہوئے ہوں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہوا نے ان کو کس طرح ہلاک کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہوا سخت گرم ہو یا بہت یخ بستہ اور ٹھنڈی ہو یا وہ ہوا بہت تیز اور بہت سخت ہو اور اس نے ان کو زمین پر پچھاڑ دیا ہو' ان میں سے ہر چیز ممکن ہے ف۶۱ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آندھی مسلمانوں اور کافروں دونوں پر آئی' لیکن مسلمانوں پر یہ آندھی رحمت بن گئی اور یہی آندھی کافروں پر عذاب بن گئی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں پر جو عذاب نازل فرماتا ہے' مسلمانوں کو اس عذاب سے نجات عطا فرماتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ کافروں پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب نازل ہوا ہے ف۶۲ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے تین جرائم کو بیان کیا ہے: (۱) انہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا (۲) انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی (۳) انہوں نے ہر ظالم ہٹ دھرم کا حکم مانا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان جرائم کی سزا یہ بیان فرمائی کہ اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہے گی' اس سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا اور آخرت میں ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکار دیا گیا ہے اور ان کو ہر خیر سے محروم کر دیا گیا ہے ف۶۳ حضرت صالح علیہ السلام نے جب توحید کا ذکر کیا تو انہوں نے اس پر یہ دلیل قائم کی کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اس کی دو تقریریں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے یعنی زمین کی مٹی سے پیدا کیا تھا (۲) انسان منی اور حیض کے خون سے پیدا ہوتا ہے اور منی خون سے بنتی ہے اور خون غذا سے پیدا ہوتا ہے اور غذا گوشت' روٹی' سبزیوں اور پھلوں سے حاصل ہوتی ہے اور ان سب چیزوں کا مآل زرعی پیداوار ہے اور زرعی پیداوار کا رجوع زمین کی طرف ہوتا ہے' پس واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین سے پیدا کیا ہے ف۶۴ اس آیت میں "استعمر" بہ معنی "اعمر" ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کو پوری زندگی نیک اعمال کے ساتھ آباد رکھتا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کو نیک نامی اور اچھی شہرت کے ساتھ باقی رکھتا ہے اور اس کے برخلاف فاسق و فاجر تاحیات بُری شہرت کے ساتھ برقرار رہتا ہے اور موت کے بعد بھی لوگ اس کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ دنیا نیک لوگوں اور بدکاروں دونوں کے لیے ظرف ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کی نیک نامی اس کی نسل کے قائم مقام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: "وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۝" (الشعراء: ۸۴) اور میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکرِ جمیل جاری رکھ ○ "وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِيۡنَ ۝ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۝" (الصّٰفّٰت: ۷۸-۷۷) اور ہم نے ان کی اولاد ہی کو باقی رکھا ○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر چھوڑا ○ "وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ ۝" اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر بہت برکتیں فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے بعض نیکوکار ہیں اور بعض اپنی جانوں پر کھلا ظلم کرنے والے ہیں ○

إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ

پس میرا رب قریب ہے' دعا قبول کرنے والا ہے○ ۶۵ انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے آپ ہماری امیدوں کا مرکز تھے' کیا

هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا

آپ ہمیں ان کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے ۶۶ بے شک آپ ہمیں جس دین کی دعوت

إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن

دے رہے ہیں اس نے ہمیں زبردست شک میں ڈال دیا ہے○ ۶۷ (صالح نے کہا:) اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے

رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ

روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو' تو اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا' اگر میں اس کی نافرمانی

فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً

کروں' تو تم میرے لیے سوا نقصان کے کس چیز میں زیادتی کر رہے ہو○ اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی

فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

ہے' ۶۸ سو اس کو چھوڑ دو یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے ۶۹ اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تم کو

عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ

عنقریب عذاب پہنچے گا○ ۷۰ سو انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں' تب (صالح نے) کہا: تم صرف تین دن مزے اٹھالو

أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا

(پھر تم پر عذاب آ جائے گا) یہ اللہ کی وعید ہے جو (ہرگز) جھوٹی نہیں ہوگی○ ۷۱ پس جب ہمارا عذاب آ گیا ۷۲ تو ہم نے صالح کو

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ

اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی' بے شک

ف۶۵ یعنی اپنی بت پرستی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' پھر فرمایا: اس کی طرف توبہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رجوع کرو کہ میرا رب دعا کو قبول فرماتا ہے ف۶۶ صالح علیہ السلام کی قوم نے حضرت صالح سے جو اپنی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں' اس کی دو وجوہات تھیں: (۱) حضرت صالح علیہ السلام بہت ذکی اور فہیم تھے اور فراخ دل اور بہت حوصلہ والے شخص تھے' اس لیے ان کی قوم کو یہ امیدیں تھیں کہ وہ ان کے دین کی مدد کریں گے' ان کے مذہب کو قوت اور استحکام پہنچائیں گے اور ان کے طریقوں اور مذہبی رسومات کی تائید کریں گے' کیونکہ جب کسی قوم میں کوئی باصلاحیت نوجوان پیدا ہو تو اس سے اس قسم کی امیدیں قائم کی جاتی ہیں (۲) حضرت صالح علیہ السلام غریبوں کی مالی امداد کرتے تھے' مہمانوں کی خاطر مدارت کرتے تھے اور بیماروں کی عیادت اور خدمت کرتے تھے' اس کی وجہ سے ان کی قوم یہ سمجھتی تھی کہ وہ ان کے مددگاروں اور ان کے دوستوں میں سے ہیں' اور جب صالح علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا تو ان کو سخت تعجب ہوا کہ ان کو اچانک یہ کیا ہو گیا' اس لیے انہوں نے کہا: آپ تو ہماری امیدوں کا مرکز تھے' کیا آپ ہم کو ان کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں' جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے ف۶۷ اس آیت میں "شك" اور "مريب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ "شك" یہ ہے کہ انسان نفی اور اثبات کے درمیان متردد ہو اور "مريب" وہ شخص ہے جو کسی کے ساتھ بدگمانی کر رہا ہو' جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم شک میں ہیں تو اس کا معنی یہ تھا کہ ہم کو آپ کے قول کے صحیح ہونے کے متعلق تردد ہے اور جب اس کے ساتھ "مريب" کا لفظ کہا تو اس کا معنی یہ تھا کہ ان کے اعتقاد میں حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا فاسد اور غلط ہونا راجح ہو چکا ہے ف۶۸ حضرت صالح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت پر ان کی قوم نے ان سے یہ سوال کیا کہ وہ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں' ان کی قوم نے پہاڑ کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس چٹان سے انہیں اونٹنی نکال کر دکھائیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ان کی فرمائش کے مطابق اس چٹان سے اونٹنی نکل آئی ف۶۹ اس قول سے حضرت صالح علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ قوم سے مشقت کو دور کریں' وہ اونٹنی ان کے لیے معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کو نفع پہنچاتی تھی اور ان کو نقصان نہیں دیتی تھی ف۷۰ جب حضرت صالح علیہ السلام کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ اس اونٹنی کو قتل کر دیں گے' تو انہوں نے پیش بندی کے طور پر یہ فرمایا' تاکہ وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے باز رہیں ف۷۱ قوم ثمود نے جو اونٹنی کو قتل کر دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کے دعویٰ نبوت پر دلیل تھی تو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت اور ان کی دشمنی میں اس اونٹنی کو قتل کر دیا' یا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات سے تنگ آ گئے تھے کہ ایک دن وہ لوگ کنویں سے پانی پئیں اور ایک دن وہ اونٹنی کنویں سے پانی پیے اور وہ اونٹنی اس قدر غیر معمولی جسیم تھی کہ وہ اپنی باری کے دن جب پانی پیتی تو سارا کنواں خالی کر دیتی' تب انہوں نے اس سے جان چھڑانے کے لیے اس کو قتل کر دیا یا انہوں نے اس کو اس لیے قتل کیا کہ وہ اس کا گوشت اور چربی کھانا چاہتے تھے' بہرحال انہوں نے اس کو قتل کر دیا ف۷۲ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب تین دن تک مسلسل حضرت صالح علیہ السلام کی بتائی ہوئی عذاب کی نشانیاں پوری ہو گئیں تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت پر ایمان لے آتے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ضدی لوگ تھے' وہ اس وقت تک حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت سے متردد رہے جب تک ان کے سر پر عذاب نہیں آ پہنچا اور عذاب آنے کے بعد ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

آپ کا رب ہی زبردست قوت والا بہت غلبہ والا ہےO ۶۶ے اور ظلم کرنے والوں کو ہولناک چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں

فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ

گھٹنوں کے بل (اوندھے) پڑے رہ گئےO ۶۷ے گویا کہ وہ ان میں کبھی رہے ہی نہ تھے سنو! بے شک قوم ثمود نے اپنے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ

رب کا کفر کیا سنو! قوم ثمود کے لیے پھٹکار ہےO اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم

بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

کے پاس بشارت لے کر آئے انہوں نے کہا: سلام ۵ے (ابراہیم نے جواباً) کہا: سلام پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے

حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ

کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئےO ۶ے پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو

مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ

اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے ۷ے فرشتوں نے کہا: آپ مت ڈریں بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہےO

قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾

اور ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی ۸ے تو ہم نے اس کو اسحاق کی پیدائش کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کیO

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا

(سارہ نے) کہا: ارے دیکھو! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہیں بے شک یہ

لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ

عجیب بات ہےO ۹ے فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب

۳ے "خزی" کا معنی ہے: رسوائی اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو "خزی" اس لیے فرمایا ہے کہ اس کی رسوائی بعد میں بھی باقی رہنے والی تھی اور ان معذبین کو بعد میں عبرت کا نشان بنا دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے نجات دی اور ان کی قوم میں سے کافروں پر عذاب نازل ہوا اور ان کے لیے وہ عار کا سبب ہو گیا اور ان کی طرف اس عذاب کی ذلت منسوب ہو گئی کیونکہ "الخزی" اس عیب کو کہتے ہیں جس سے کسی شخص کی رسوائی ظاہر ہوتی ہے اور اس قسم کے عیب لگنے سے حیا کی جاتی ہے ۴ے آسمان سے ایک چنگھاڑ آئی تھی' جس میں ہر بجلی کی کڑک تھی' جس کی ہیبت اور ہولناکی سے ان کے دل پھٹ گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۹ ص۵۵) ۵ے فرشتوں نے آ کر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی انہیں سلام کا جواب دیا' اس لیے سلام کرنا سنت انبیاء ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور قلیل کثیر کو سلام کرے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۳۲) ۶ے اس آیت سے یہ مستفاد ہوا کہ میزبانی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مہمان کو جلدی کھانا پیش کیا جائے اور جو چیز فوراً دستیاب ہو اس کو پیش کر دی جائے' اس کے بعد دیگر لوازمات تلاش کیے جائیں' اگر اس کی دسترس میں ہوں' اور زیادہ تکلفات کر کے اپنے آپ کو ضرر اور مشقت میں نہ ڈالے اور یہ کہ مہمان نوازی کرنا مکارم اخلاق' آداب اسلام اور انبیاء اور صلحاء کی سنتوں اور ان کے طریقوں میں سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی۔ حضرت ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو' وہ مہمان کی تکریم کرے اور اس کو جائزہ دے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جائزہ کیا ہے؟ فرمایا: ایک دن اور ایک رات اس کی زیادہ خاطر مدارت کرے اور تین دن اس کی ضیافت کرے (کھانا کھلائے) اور اس سے زیادہ دن اس کی طرف سے صدقہ ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۹) ۷ے قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب عربوں کے پاس کوئی مہمان جاتا اور وہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتا تو وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ شخص کسی نیک ارادہ سے نہیں آیا' اور وہ اپنے دل میں کوئی بُرا منصوبہ لے کر آیا ہے' اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے خوف زدہ ہوئے۔ (جامع البیان: ۱۴۳۶۱۔ ج۱۲) ۸ے حضرت سارہ کے ہنسنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ فرشتوں نے ان کو پہلے مطلقاً بچے کی بشارت دی ہو' اس پر ان کو بہ طور تعجب کے ہنسی آ گئی کیونکہ اس وقت ان کی عمر نوے سال سے اوپر تھی' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی ۹ے حضرت سارہ نے جو تعجب کیا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تعجب ہے تو یہ کفر ہے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہل ہے تب بھی کفر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعجب عرف اور عادت کی بناء پر ہے' انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان تھا' لیکن چونکہ یہ ولادت عرف اور عادت کے خلاف تھی' اس لیے انہوں نے اس پر اظہار تعجب کیا۔

بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ

کر رہی ہو؟ اے اہل بیت اتم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں' بے شک اللہ حمد و ثناء کا مستحق بہت بزرگ ہے○ پھر جب ابراہیم

عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ

کا خوف دور ہو گیا اور ان کے پاس بشارت آ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے متعلق بحث کرنے

لُوْطٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿٧٥﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ

لگے○ ف٨٠ بے شک ابراہیم بردبار' اللہ سے آہ وزاری کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے○ ف٨١ اے ابراہیم! اس

عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ

بات کو چھوڑو' بے شک آپ کے رب کا حکم آ چکا ہے' بے شک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے

غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ

جو ٹلنے والا نہیں ہے○ ف٨٢ اور جب ہمارے فرشتے (خوبصورت لڑکوں کی شکل میں) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین

بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ

ہوئے ف٨٣ اور ان کا دل تنگ ہوا' اور انہوں نے کہا: آج کا دن بڑا سخت ہے○ اور ان کی قوم کے لوگ

اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ

ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے' اور وہ پہلے ہی برے کام کرتے تھے ف٨٤ لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری

بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ

(قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں ف٨٥ اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو ف٨٦

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ

کیا تم میں کوئی نیک شخص نہیں ہے؟○ ف٨٧ انہوں نے کہا: آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی (قوم کی)

ف٨٠ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے بحث کرنا اللہ تعالیٰ پر سخت جرأت کرنا ہے' اور اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنا بہت بڑا گناہ ہے' کیونکہ اس بحث سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی نہیں تھے' اور اگر یہ بحث فرشتوں کے ساتھ تھی تو اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک نہ کریں' تو اگر حضرت ابراہیم کا گمان یہ تھا کہ فرشتے از خود قوم لوط کو ہلاک کر رہے ہیں تو یہ فرشتوں کے متعلق بدگمانی تھی اور اگر ان کا یہ گمان تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قوم لوط کو عذاب دینے کے لیے جا رہے ہیں تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ حضرت ابراہیم یہ چاہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کریں اور یہ اور بھی قابل اعتراض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منشاء یہ نہیں تھا کہ قوم لوط پر عذاب نازل نہ کیا جائے بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ اس عذاب کو مؤخر کر دیا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تاخیر کی وجہ سے ان میں سے بعض ایمان لے آئیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن یہ تو نہیں فرمایا کہ ان پر فوراً عذاب نازل کر دیا جائے اور فرشتوں کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کا جو حکم دیا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر فوراً عذاب نازل کر دیا جائے ف٨١ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت زیادہ مدح کی گئی ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ پتا چلا کہ فرشتے قوم لوط کو عذاب دینے کے لیے جا رہے ہیں تو ان کو بہت زیادہ رنج ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے' اس لیے فرمایا: وہ "حلیم" اور "اواہ" ہیں اور ان کو "منیب" اس لیے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر عذاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے کتنا ڈرنے والا اور اس کی طرف کتنا زیادہ رجوع کرنے والا ہوگا ف٨٢ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: اے ابراہیم! اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ قوم لوط پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور یہ تقدیر مبرم ہے جو ٹلنے والی نہیں ہے ف٨٣ حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنی قوم کی خباثت کی وجہ سے ان لڑکوں کی عزت کا خطرہ تھا اور وہ تنہا ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے ف٨٤ امام محمد بن اسحاق نے کہا کہ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے' اور ان کی قوم کو یہ خبر ملی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین وجمیل بے ریش لڑکے آئے ہیں' ان کو یہ خبر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے پہنچائی تھی' اس نے ان سے کہا: میں نے اس سے پہلے اتنے حسین وجمیل لڑکے نہیں دیکھے اور وہ لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے' اور ان سے پہلے کسی نے یہ خلاف فطرت کام نہیں کیا تھا' تو وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: کیا ہم نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ کے پاس کوئی شخص نہ آئے' اگر کوئی آیا تو ہم اس سے یہ بے حیائی کا کام کریں گے۔ (جامع البیان: ١٤١٩٠) ف٨٥ سعید بن جبیر نے کہا: یعنی قوم کی عورتوں سے نکاح کر لو جو ان کی بیٹیاں ہیں اور وہ ان کے نبی ہیں' کیونکہ نبی امت کا بہ منزلہ باپ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" (الاحزاب: ٦) اور نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں۔ (جامع البیان: ١٤١٨٨) ف٨٦ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بے حیائی کے ارتکاب سے باز رہو' اور اس کام کے نتیجہ میں جو عذاب آخرت ہوگا' اس کا خوف کرو' اور میرے مہمانوں سے اپنی خواہش نفس پوری نہ کرو' اس آیت میں "ضیف" کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: ایک مہمان' لیکن بعض اوقات لفظ واحد سے جمع کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں "طفل" کا لفظ ہے اور اس سے مراد اطفال ہیں: "اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ" (النور: ٣١) (عورتوں کا اپنی زیبائش کو ظاہر کرنا ان (مذکور مردوں) پر ممنوع نہیں ہے) یا وہ لڑکے جو عورتوں کی شرم کی باتوں پر مطلع نہیں ہوئے ف٨٧ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے عفت اور پاکیزگی کی ہدایت دی کہ وہ اس خلاف فطرت فعل سے باز رہے۔

بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ

بیٹیوں میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے O ۸۸ لوط نے کہا: کاش مجھ میں تم سے

قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لے لیتا O ۸۹ فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں

لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے ۹۰ آپ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں اور آپ میں سے

اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ

کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں بے شک اس کو (بھی) وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا' بے شک

الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا

صبح کو ان کی وعید کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں O سو جب ہمارا عذاب ۹۱ پہنچا تو ہم نے اس بستی کے اوپر

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً

کے حصہ کو اس کے نیچے کر دیا اور ہم نے ان کے اوپر پتھر کے کنکر لگاتار برسائے O جو (کنکر)

عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے اور یہ سزا ان ظالموں سے کچھ دور نہ تھی O ۹۱ اور (ہم نے) مدین والوں کی طرف

شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا

ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' تمہارے لیے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو' بے شک میں تم کو خوش حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر

ف۸۸ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ ہمیں بیویوں سے قضاء شہوت کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے اور ان سے نکاح کرنے کے لیے ہمیں آپ پر ایمان لانا پڑے گا اور وہ ہمیں منظور نہیں ہے اور آپ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ ہم لڑکوں سے خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں ف۸۹ قوم لوط میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا' جس کا حضرت لوط کے نسب سے تعلق ہو' کیونکہ حضرت لوط شام کے علاقہ سدوم سے تعلق رکھتے تھے' اور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کا خاندان عراق میں تھا' اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: کاش! میرے ساتھ لشکر یا میرے رشتہ دار اور قبیلہ ہوتا تو میں اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے ان سے مدد حاصل کرتا۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۴۱۵)

ع ۱۵ ⁄ ۷

ف۹۰ علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی' وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے' اور حضرت لوط دروازہ کو بند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے' اس وقت ان سے فرشتوں نے کہا: آپ دروازہ سے ہٹ جائیں' حضرت لوط ہٹ گئے اور دروازہ کھل گیا' پھر حضرت جبرئیل نے اپنا پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور الٹے پاؤں بچاؤ بچاؤ چیختے ہوئے بھاگے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ O" (القمر: ۳۷) اور انہوں نے لوط کے مہمانوں کے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا' سو اب میرے عذاب اور میری وعید کا مزا چکھو O (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۷۰) ف۹۱ محمد بن کعب القرظی نے کہا: جن بستیوں میں قوم لوط رہتی تھی' حضرت جبرئیل ان کے نیچے اپنا پر رکھ کر ان بستیوں کو آسمان کی طرف لے کر چڑھ گئے حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی آوازیں سنیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر لگاتار نشان زدہ پتھر برسائے اور حضرت جبرئیل نے اس زمین کو الٹ دیا اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور جن بستیوں کو پلٹا دیا تھا' وہ پانچ تھیں: صیغہ' صفرہ' عمرہ' دوما اور سدوم' اور یہ سب سے بڑی بستی تھی۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بدکاری کی مجلسیں برپا کرنے والوں' ان کی دعوت دینے والوں اور ان میں جانے والوں سب پر کنکریاں برسائی گئیں اور ان میں سے کوئی نہیں بچ سکا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٦ ص ۲۰٦۸-۲۰٦۷)

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

احاطہ کرنے والے دن کے عذاب کا خوف ہےO ۹۳ اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول کرو

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھروO ۹۴

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

اللہ کا جائز کیا ہوا نفع جو تمہارے پاس بچ رہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے ۹۴ اگر تم ایمان رکھتے ہو اور میں تمہارا ذمہ دار

بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ

نہیں ہوںO ۹۵ انہوں نے کہا: اے شعیب! کیا آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے ۹۶ کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ

اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِىْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ

دادا پرستش کرتے تھے اور ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق صرف کرنا چھوڑ دیں بے شک آپ تو بہت بردبار

الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ

اور راست باز ہیںO ۹۷ شعیب نے کہا: اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن

وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ

دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہو (تو میں اس کا حکم کیسے نہ مانوں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جن

اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ

کاموں سے میں تم کو منع کرتا ہوں میں خود اس کے خلاف کروں ۹۸ میں تو صرف اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنا چاہتا ہوں

اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ

اور میری توفیق صرف اللہ کی مدد سے ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوںO اور اے میری قوم! میری

ف۹۲ انبیاء علیہم السلام کی دعوت دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے: حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی۔ اوّل الذکر کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' اور ثانی الذکر کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا: اور ناپ تول میں کمی نہ کرو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپ تول میں کمی کرنا بہت قبیح جرم ہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سورت میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب کا عنوان قائم کیا ہے: "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَO الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَO وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَO" (المطففین: ۳۔۱) ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے عذاب ہےO جو لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیںO اور جب انہیں ناپ کر دیں یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیںO' اور رسول اللہ ﷺ نے بیچنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کوئی چیز تول کر فروخت کرے تو سودے کا پلڑا جھکتا ہوا رکھے۔ حضرت سوید بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص تھا جو اُجرت پر وزن کرتا تھا۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: وزن کرو اور جھکتا ہوا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳۶)

ف۹۳ لوگوں کو نقصان پہنچانا صرف ناپ تول میں کمی کرنے میں منحصر نہیں ہے' بلکہ کسی کی چوری کرنے' لوٹ مار کرنے' کسی کا مال غصب کرنے اور کسی کے ہاں ڈاکہ ڈالنے سے بھی کسی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے' کسی کو سود پر قرض دینے' کسی کو بلیک میل کرنے' نقلی اور ملاوٹ والی اشیاء فروخت کرنے اور بھتہ خوری سے بھی کسی کو نقصان میں مبتلا کیا جاتا ہے اور یہ تمام چیزیں شرعاً ممنوع ہیں اور فساد کا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح جو شخص کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو وہ دوسرا شخص بھی اس کو نقصان پہنچانے کی سعی کرے گا تو کسی شخص کو نقصان پہنچانا دراصل خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے' اور اس کا ایک واضح محمل یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے کیونکہ جب بیچنے والا ناپ اور تول میں کمی کرے گا تو خریدار جب اس کمی پر مطلع ہوگا تو وہ لازمی طور پر اس سے جھگڑا کرے گا اور بعض اوقات یہ جھگڑا دہشت گردی اور قتل و غارت کا سبب بنے گا ف۹۴ قتادہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو حصہ مقدر کر دیا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمہیں جو مال دیا ہے تم صرف اسی پر قناعت کرو' وہی تمہارے لیے بہتر ہے یا تمہارے لیے تمہاری عبادتوں کا جو ثواب مقدر کر دیا ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے' اس لیے ناپ تول میں کمی کر کے مال جمع کرنے کے بجائے اس مال پر قناعت کرو جو تمہاری تقدیر میں ہے' کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ فلاں شخص صادق اور امین ہے اور وہ خیانت کرتا ہے نہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو لوگ اس پر اعتماد کریں گے اور تمام معاملات میں اس کی طرف رجوع کریں گے تو اس پر رزق کے دروازے کھل جائیں گے اور جب کوئی شخص خیانت اور بددیانتی میں مشہور ہوگا تو لوگ اس سے معاملہ نہیں کریں گے اور اس پر رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ (جامع البیان ج ۱۲ ص ۱۳۲' ملخصاً) ف۹۵ اس کا معنی یہ ہے کہ ناپ اور تول میں کمی کرنے اور بے ایمانی کرنے سے' اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں تو اگر تم نے یہ بُری عادتیں نہ چھوڑیں تو تمہارے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں وہ زائل ہو جائیں گی' اور ان صورتوں میں' میں تمہاری نعمتوں کی حفاظت پر ذمہ دار نہیں ہوں ف۹۶ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو دو چیزوں کا حکم دیا تھا: ایک حکم یہ دیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں اور دوسرا حکم یہ دیا تھا کہ وہ ناپ اور تول میں کمی نہ کریں۔ پہلے حکم کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ کیا ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے اور اس سے ظاہر ہوا کہ ان کا بت پرستی کرنا باپ دادا کی اندھی تقلید پر مبنی تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے دوسرے حکم کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ کیا ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق خرچ نہ کریں ف۹۷ اس آیت میں "صلوٰۃ" سے کیا مراد ہے' اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ "صلوٰۃ" سے مراد دین اور ایمان ہے کیونکہ دین اور ایمان کا سب سے واضح اظہار نماز کے ذریعہ سے ہوتا ہے' اس لیے "صلوٰۃ" دین اور ایمان سے کنایہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ "صلوٰۃ" سے مراد یہی معروف نماز ہے۔ روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے اور ان کی قوم کے کفار جب ان کو نماز پڑھتے دیکھتے تو ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے اور ہنستے اور (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ

مخالفت تم کو ان کاموں پر نہ ابھارے جن کاموں کی وجہ سے تم پر ایسا عذاب آ جائے جیسا عذاب قوم نوح پر یا قوم ھود پر

اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾ وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ

یا قوم صالح پر آیا تھا ۹۹ اور قوم لوط تم سے زیادہ دور تو نہیں O ۱۰۰ اور تم اپنے رب سے استغفار کرو

ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ

پھر اس کی طرف توبہ کرو' بے شک میرا رب رحم فرمانے والا محبت کرنے والا ہے O ۱۰۱ کافروں نے کہا: اے شعیب! تمہاری

كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًاۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ

اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں' ۱۰۲ اور بلاشبہ ہم سمجھتے ہیں تم ہم میں کمزور ہو' اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں

لَرَجَمْنٰكَ٘ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ

پتھر مار مار کر ہلاک کر چکے ہوتے اور تم ہم پر کوئی بھاری نہیں ہو O شعیب نے کہا: اے میری قوم! کیا تمہارے نزدیک میرا قبیلہ اللہ سے

مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّاؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۹۲﴾

زیادہ طاقت ور ہے' اور تم نے اللہ کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے' بے شک میرا رب تمہارے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے O ۱۰۳

وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ مَنْ

اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں' ۱۰۴ عنقریب تم جان لو گے کس کے پاس

یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ

ایسا عذاب آئے گا جو اس کو رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے' تم (بھی) انتظار کرو (اور) میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

انتظار کرنے والا ہوں O اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے شعیب کو اپنی رحمت سے بچا لیا

ف۹۹ ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ حضرت شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! میرا بغض اور مجھ سے عداوت اور میرے دل سے نفرت تمہیں اس پر نہ اُبھارے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور بت پرستی اور ناپ تول میں کمی کرنے اور توبہ اور استغفار کو ترک کرنے پر جمے رہو اور ڈٹے رہو حتیٰ کہ تم پر بھی ایسا عذاب آ جائے جو تم کو جڑ سے اکھاڑ کر ملیامیٹ کر دے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان سے غرق کرنے کا عذاب آیا اور حضرت ھود علیہ السلام کی قوم پر ایک سخت اور زبردست آندھی کا عذاب آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر ایک چنگھاڑ اور زلزلہ کا عذاب آیا اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اوپر ان کی زمین کو پلٹ دیا گیا ف۱۰۰ اس سے مسافتِ بعیدہ مراد ہے کیونکہ لوط علیہ السلام کی بستی مدین کے قریب تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے دور کا زمانہ مراد ہو' کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں کو معلوم تھا کہ کچھ عرصہ پہلے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیا گیا تھا' ہر صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنے کا واقعہ ان سے مخفی نہیں تھا' اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم ان حالات سے عبرت پکڑو اور سبق سیکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے سے گریز کرو ورنہ تم پر بھی پچھلی قوموں کی طرح عذاب آ جائے گا ف۱۰۱ حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ خطاب بہت مرتب اور منظم ہے' انہوں نے سب سے پہلے یہ بیان کیا کہ ان کی نبوت کے دلائل بہت روشن اور واضح ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نعمتیں بہت وافر تعداد میں عطا فرمائی ہیں' اور یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے میں تقصیر کرنے اور خیانت سے مانع ہے اور یہ بیان کیا کہ وہ مسلسل پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر رہے ہیں اور تم کو بھی یہ اعتراف ہے کہ میں بہت بردبار اور نیک ہوں' سو اگر دین کی یہ دعوت باطل ہوتی تو میں ہرگز اس میں مشغول نہ ہوتا' پھر فرمایا: تم مجھ سے جو عداوت رکھتے ہو اور میرے طریقہ کی مخالفت کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ عداوت اور مخالفت تم کو پچھلی قوموں کی طرح عذاب سے دوچار کر دے' آخر میں ان کو پھر عذاب سے ڈرایا اور توبہ اور استغفار کرنے اور ایمان لانے کی دعوت دی ف۱۰۲ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی زبان میں گفتگو کی تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے کہا: تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے گئے ہیں: (۱) چونکہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام سے بہت سخت متنفر تھے' اس لیے وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو غور سے نہیں سنتے تھے' اسی وجہ سے وہ ان کی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ کے کافروں کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا: ''وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ'' (الانعام: ۲۵) اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ (آپ کے کلام کو) نہ سمجھیں (۲) وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو سمجھتے تھے لیکن وہ ان کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتے تھے اور توہین اور تحقیر کی نیت سے کہتے تھے: ہم آپ کی باتوں کو نہیں سمجھتے (۳) ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ نے توحید' رسالت' بعثت' ناپ تول میں کمی کرنے اور دیگر گناہوں کو ترک کرنے کے متعلق جو دلائل ذکر کیے ہیں' وہ ان کے نزدیک ناکافی ہیں اور وہ ان سے مطمئن نہیں ہیں ف۱۰۳ جب کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے اور قتل کرنے کی دھمکی دی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے میرے قبیلہ کی رعایت کر کے مجھے چھوڑ دیا اور مجھے قتل کرنے سے باز رہے' جب کہ میرے قبیلہ کی رعایت کے بجائے تمہیں اللہ کی رعایت کرنی چاہیے تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح نظر انداز کر دیا جس طرح کوئی شخص کسی بے کار چیز کو اپنے پس پشت ڈال دیتا ہے ف۱۰۴ یعنی تم جو کچھ کر رہے ہو وہ کرتے رہو' تم اپنے کفر اور ظلم پر کاربند رہو' میں تم کو ان کاموں سے حسب توفیق منع کرتا رہوں گا اور میں نے تم کو جس عذاب کی خبر دی ہے' تم بھی اس کا انتظار کرو اور میں بھی اس کا انتظار کرتا رہوں گا۔

مِنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ
اور ان لوگوں کو (بھی) جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اور ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں

جٰثِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ
گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے ○ ۱۰۵ گویا وہ ان گھروں میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے' سنو! دھتکار ہو اہل مدین کے لیے

ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى
جیسے پھٹکار تھی ثمود کے لیے ○ ۱۰۶ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا ○ ۱۰۷ فرعون

فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ مَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ
اور اس کے سرداروں کی جانب تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی' اور فرعون کا کوئی کام

بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ
صحیح نہ تھا ○ ۱۰۸ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں ٹھہرائے گا ۱۰۹ اور وہ کیسی

الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ
بری پیاس بجھانے کی جگہ ہے ○ ۱۱۰ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی' ان کو کیا

الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا
برا انعام دیا گیا ○ ۱۱۱ یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جن کا قصہ ہم آپ کو بیان کر رہے ہیں ان میں سے بعض

قَآىِٕمٌ وَّ حَصِیْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ
تو موجود ہیں اور بعض نیست و نابود ہو گئیں ○ ۱۱۲ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' ۱۱۳ سو اللہ

اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
کے سوا وہ جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے' جب اللہ کا عذاب آ گیا تو وہ ان کے

ف۱۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صرف دو قوموں پر ایک قسم کا عذاب نازل کیا ہے' قوم صالح پر اور قوم شعیب پر' ان دونوں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے ہلاک کر دیا' رہی قوم صالح تو اس پر نیچے سے ایک چنگھاڑ کی آواز آئی اور رہی قوم شعیب تو اس پر اس کے اوپر سے چنگھاڑ کی آواز آئی **ف۱۰۶** یعنی جس طرح وہ رحمت سے دور کر دیئے گئے تھے اسی طرح ان کو بھی رحمت سے مطلقاً دور کر دیا گیا **ف۱۰۷** اس آیت میں ''ایات'' کا لفظ ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد تورات کی آیتیں ہیں' جو شرائع اور احکام پر مشتمل ہیں اور ''سلطان مبین'' کا لفظ ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد کھلے ہوئے اور روشن معجزات ہیں مثلاً عصا اور ید بیضاء' کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت مشہور معجزے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلے ہوئے معجزے عطا فرمائے تھے: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) طوفان (۴) ٹڈیاں (۵) جوئیں (۶) مینڈک (۷) خون (۸) پیداوار میں کمی (۹) جانوں میں کمی' بعض مفسرین نے پیداوار اور جانوں میں کمی کی جگہ پہاڑ کو سائبان کی طرح اوپر اٹھا لینا اور سمندر کو چیرنا شمار کیا ہے۔ ان معجزات کو ''سلطان مبین'' اس لیے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے صدق پر روشن دلیل تھے **ف۱۰۸** امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ فرعون دہریہ تھا' وہ اس جہان کے لیے کسی پیدا کرنے والے کا منکر تھا' وہ کہتا تھا کہ اس جہان کا کوئی خدا نہیں ہے اور وہ اس بات کا بھی انکار کرتا تھا کہ اللہ کی معرفت' اس پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے میں رُشد اور ہدایت ہے اور چونکہ وہ ان چیزوں کا منکر تھا' اس لیے وہ رُشد اور ہدایت سے بالکل خالی تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعون کا کوئی کام بھی رشید نہ تھا **ف۱۰۹** یعنی جس طرح فرعون دنیا میں گمراہی میں ان کا مقتدا تھا' اسی طرح آخرت میں عذاب میں ان کا مقتدا ہو گا **ف۱۱۰** کیونکہ پانی کے گھاٹ پر جانے والا چاہتا ہے کہ اس کی پیاس بجھ جائے اور اس کا جگر ٹھنڈا ہو جائے اور دوزخ کی آگ تو اس کا بالکل الٹ ہے **ف۱۱۱** ''رفد'' کا معنی عطیہ ہے' یہ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے مطلوب میں معاون ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: پے در پے لعنت **ف۱۱۲** اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کی خبروں اور قصوں کو اس لیے بیان کیا ہے کہ جو لوگ ان قصص اور واقعات کو سنیں گے' ان کے دماغ میں یہ بات آ جائے گی کہ صدیق ہو یا زندیق' موافق ہو یا منافق' اس کو بہرحال ایک دن اس دنیا سے جانا پڑے گا اور جو نیک مومن ہوں گے' ان کا مرنے کے بعد تعریف اور تحسین سے ذکر کیا جائے گا اور ان کا نام عزت اور احترام سے لیا جائے گا اور جو کافر اور منافق ہوں گے' ان کا مرنے کے بعد اہانت اور رسوائی سے ذکر کیا جائے گا اور ان کا نام بے توقیری اور بے عزتی سے لیا جائے گا' جیسا کہ قرآن مجید میں سابقہ اقوام کے صالحین اور کافرین کا ذکر کیا گیا ہے اور جب بار بار یہ آیتیں پڑھی جائیں گی اور بار بار یہ چیز دماغوں میں جاگزیں ہو گی تو سننے والوں کے دل نرم ہوں گے اور ان کے دماغ حق کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوں گے' ان میں آخرت کا خوف پیدا ہو گا اور دین حق کو قبول کرنے کے لیے ان کے دل و دماغ آمادہ ہو جائیں گے' سو انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات بیان کرنے سے یہ فوائد اور ثمرات حاصل ہوں گے **ف۱۱۳** یعنی ہم نے ان کو دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب دے کر ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے کفر اور معصیت کر کے خود اپنے آپ کو اس ہلاکت اور عذاب کا مستحق بنایا۔

شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ

کسی کام نہ آسکے اور انہوں نے ان کی ہلاکت کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا O ۱۱۴ اور آپ کے رب

اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ

کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے' جب وہ بستیوں پر اس حالت میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں' بے شک اس کی گرفت

شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ

درد ناک شدید ہے O ۱۱۵ جو شخص عذاب آخرت سے ڈرتا ہو اس کے لیے بے شک اس میں نشانی ہے' ۱۱۶ یہ وہ

يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا

دن ہے جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور اسی دن سب حاضر ہوں گے O ۱۱۷ ہم اس دن کو مدت معین

لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ

تک کے لیے مؤخر کر رہے ہیں O جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا' بعض

شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ

ان میں سے بدبخت ہوں گے اور بعض نیک بخت O رہے بدبخت لوگ تو وہ دوزخ میں ہوں گے اور ان کے لیے اس میں چیخنا

وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا

اور چلانا ہو گا O وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں گے مگر جتنا

مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا

آپ کا رب چاہے بے شک آپ کا رب جو بھی ارادہ کرتا ہے اس کو خوب پورا کرنے والا ہے O اور رہے وہ لوگ جو نیک بخت

فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا

ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱۱۸ جب تک آسمان اور زمین رہیں گے ۱۱۹ مگر جتنا آپ کا

ف۱۱۴ اس کا معنی یہ ہے کہ کفار یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ بت ضرر اور مصیبت کو دور کرنے اور نفع اور راحت کے پہنچانے میں ان کی مدد کریں گے اور جب ان کافروں کو مدد کی سخت ضرورت ہوگی اور وہ ہلاکت کے گڑھے میں گر رہے ہوں گے تو یہ بت ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور اس وقت ان کا یہ اعتقاد زائل ہو جائے گا کہ یہ بت ضرر دور کرنے اور نفع پہنچانے کا سبب ہیں' لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ ان کا سراسر نقصان ہے ف۱۱۵ اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر اس کو مہلت نہیں دیتا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۱۰) ف۱۱۶ اس آیت میں قیامت کا ذکر ہے' قیامت کے وقوع کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو پیدا کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ اس کائنات کو پیدا کر سکتا ہے تو اس کو فنا بھی کر سکتا ہے اور فنا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں اس دنیا میں کئی لوگ ظلم کرتے رہتے ہیں اور ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور انہیں اس پر کوئی سزا نہیں ملتی اور کئی لوگ ظلم سہتے رہتے ہیں اور انہیں اس پر کوئی جزا نہیں ملتی اور ظالم کا بغیر سزا کے رہ جانا اور مظلوم کا بغیر جزا کے رہ جانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس جہان کے بعد کوئی اور جہان ہو' جہاں ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزا ملے اور جزا اور سزا کے عمل سے پہلے ضروری ہے کہ اس جہان کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے اور جب تک یہ جہاں باقی رہے گا' عمل ختم نہیں ہوں گے کیونکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے' مثلاً ایک انسان مسجد بنا دیتا ہے تو جب تک وہ مسجد زمین پر قائم رہے گی اور لوگ اس میں نماز پڑھتے رہیں گے' اس شخص کی نیکیوں کا سلسلہ اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا' اسی طرح کوئی شخص فحاشی کا اڈہ قائم کرتا ہے یا کوئی جوئے کا اڈہ قائم کرتا ہے تو جب تک برائیوں کا وہ اڈہ قائم رہے گا اور اس میں برائیاں ہوتی رہیں گی' اس کے نامہ اعمال میں برائیاں لکھی جاتی رہیں گی' یوں ہی لوگوں کے اعمال کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک یہ پوری دنیا ختم نہ کر دی جائے' اس لیے جزا اور سزا کے نظام کو برپا کرنے سے پہلے قیامت کا آنا ضروری ہے ف۱۱۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس دن نیک اور بد سب حاضر ہوں گے۔ دوسرے مفسرین نے کہا: اس دن آسمان والے اور زمین والے سب حاضر ہوں گے ف۱۱۸ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا: نہیں' یا رسول اللہ! ہاں! اگر آپ بتا دیں' آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبیلوں کے' پھر اس کے آخر میں کل تعداد لکھ دی گئی ہے' اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی' پھر اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبیلوں کے' پھر اس کے آخر میں کل تعداد لکھ دی گئی ہے' اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی۔ آپ کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! جب سب کچھ لکھ کر فراغت ہو چکی ہے تو پھر عمل کس لیے کریں؟ آپ نے فرمایا: نیک عمل کرو اور نیکی کے قریب رہو' کیونکہ جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے اعمال پر کیا جاتا ہے خواہ اس نے (زندگی بھر) کیسے ہی عمل کیے ہوں' اور دوزخی کا خاتمہ اہل دوزخ کے اعمال پر کیا جاتا ہے خواہ اس نے (زندگی بھر) کیسے ہی عمل کیے ہوں' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کتابوں کو ایک طرف ڈال دیا' پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں (کے عمل لکھنے) سے فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۴۱) ف۱۱۹ اس آیت میں آسمان اور زمین سے مراد دنیا کے آسمان اور زمین نہیں ہیں بلکہ جنت اور دوزخ کے آسمان اور زمین مراد ہیں' اور آخرت کے زمین و آسمان دنیا کے زمین و آسمان سے مختلف ہیں' اس پر یہ آیت دلیل ہے: "يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ" (ابراہیم: ۴۸) جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی' اور جب یہ واضح ہو گیا کہ جنت اور دوزخ کے زمین و آسمان

مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ

رب چاہے' ۱۲۰ یہ غیر منقطع عطاء ہے ○ ۱۲۱ اے مخاطب! جن معبودوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تم ان کے متعلق کسی شک میں نہ پڑنا' یہ ان کی محض اسی طرح عبادت کرتے جس طرح اس سے پہلے ان کے آباء واجداد عبادت کرتے تھے اور بے شک ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی ○ ۱۲۲ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا' ۱۲۳ اور یہ (لوگ) بے شک اس (قرآن) کی طرف سے زبردست شک میں ہیں ○ اور بے شک آپ کا رب ان میں سے ہر ایک کو (قیامت کے دن) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا' بے شک جو کچھ یہ کررہے ہیں وہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ○ ۱۲۴ پس آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے ۱۲۵ اور وہ لوگ (بھی) جنہوں نے آپ کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے' اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا' بے شک تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے ○ اور تم ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی' ۱۲۶ اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے' پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ○ اور دن کی دونوں طرفوں میں ۱۲۷ اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں

اس دنیا کے زمین و آسمان کے مغائر ہیں اور جنت اور دوزخ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی تو ان کے زمین و آسمان بھی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جنت اور دوزخ میں رہنے والے بھی ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ۱۲۰ قتادہ اور ضحاک نے بیان کیا کہ یہ استثناء ان موحدین کی طرف راجع ہے جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا' اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا ان کو دوزخ میں رکھے گا' پھر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔ (جامع البیان: ۱۲۳ ۱۴) ۱۲۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ اس لیے فرمایا کہ کسی کو وہم نہ ہو کہ اہل جنت کا جنت میں قیام منقطع ہو جائے گا بلکہ ان کا جنت میں قیام حتمی اور یقینی طور پر دائمی اور غیر منقطع ہے ۱۲۲ اس آیت میں بہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن مراد عام مخاطب ہے' کیونکہ بت پرستوں کی عبادت کے باطل ہونے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شک کرنا تو کسی طور متصور نہیں ہے ۱۲۳ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فیصلہ نہ کر لیا ہوتا کہ اختلاف کرنے والوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا تو اس دنیا میں ہی حق پرستوں اور باطل پرستوں کے درمیان امتیاز کر دیا جاتا' لیکن اللہ تعالیٰ یہ امتیاز قیامت کے دن کرے گا ۱۲۴ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے رسول کی تصدیق کی یا جس نے رسول کی تکذیب کی یا جس کو دنیا میں جلدی سزا مل گئی یا جس کی سزا مؤخر کی گئی' وہ سب اس امر میں برابر ہیں کہ ان کو پوری پوری جزا آخرت میں ملے گی' مصدقین کو ان کے ایمان لانے اور اطاعت پر ثواب ہوگا اور مکذبین کو ان کے کفر اور معصیت پر عذاب ہوگا' سو یہ آیت وعد اور وعید کی جامع ہے' پھر اس کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے' جب کہ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے تو اس کو ہر ایک کی اطاعت اور معصیت کا علم ہے' اس لیے اس کو یہ علم ہے کہ کون شخص کس جزا کا مستحق ہے' اس لیے وہ کسی کے حق اور اس کی جزا کو ضائع ہونے نہیں دے گا' اور وہ ہر شخص کو اس کے کاموں کی پوری پوری جزا دے گا ۱۲۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ'' (ھود: ۱۱۲) سے زیادہ شدید اور زیادہ شاق تمام قرآن میں کوئی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی' اس لیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے کہا کہ آپ پر بہت جلد بڑھاپا آ گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود اور ان جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۷) ۱۲۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس میلان سے منع فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: ظالموں کے طریقہ اور ان کی روش پر راضی ہونا اور ان کے طریقہ کی تحسین کرنا اور اس کو خوب صورت سمجھنا اور اس طریقہ کے کسی ایک باب میں شریک ہونا' لیکن اگر کوئی شخص دفع ضرر یا وقتی منفعت کے حصول کے لیے ناپسندیدگی کے ساتھ ان کے طریقہ میں داخل ہو تو وہ میلان نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۰۷) ۱۲۷ دن کی دونوں طرفوں کے متعلق متعدد اقوال ہیں اور ان میں صحت کے زیادہ قریب یہ قول ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں کیونکہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری طرف غروب شمس ہے' پس طرف اوّل فجر کی نماز ہے اور طرف ثانی سے مغرب کی نماز مراد لینا جائز نہیں کیونکہ وہ ''زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ'' (ابتدائی رات کے کچھ حصے) میں داخل ہے' پس واجب ہے کہ طرف ثانی سے مراد عصر کی نماز ہو اور جب یہ بات واضح ہو گئی تو یہ آیت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر دلیل ہے کہ فجر کو روشن کر کے پڑھنا افضل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۰۸)

الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾

نماز قائم رکھئے ۱۲۸ بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں ۱۲۹ یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں O

وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوۡلَا كَانَ

اور صبر کیجئے پس بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا O پس تم سے پہلی

مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اُولُوۡا بَقِيَّةٍ يَّنۡهَوۡنَ عَنِ الۡفَسَادِ

امتوں میں ایسے نیک لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے (لوگوں کو) روکتے

فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّنۡ اَنۡجَيۡنَا مِنۡهُمۡ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا

ماسوا چند لوگوں کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی اور ظالموں نے اس

مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِيۡهِ وَكَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ الۡقُرٰى

عیش و نشاط کی پیروی کی جس پر وہ جمے ہوئے تھے اور وہ لوگ مجرم تھے O ۱۳۰ اور آپ کے رب کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ

بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ

کسی ظلم کی وجہ سے بستیوں کو تباہ کر دے جب کہ ان کے رہنے والے نیک ہوں O ۱۳۱ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ

امت بنا دیتا (لیکن) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے O مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمۡ ؕ وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ

اور ان کو اسی لیے پیدا فرمایا ۱۳۲ اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی کہ میں ضرور جہنم کو

الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۢۡبَآءِ

جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا O ۱۳۳ اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں بیان

ف ۱۲۸ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت کا حکم دیا تھا اور اس کے متصل بعد اس آیت میں نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز پڑھنا ہے اور جب بھی کسی شخص کو مصیبت یا پریشانی لاحق ہو تو اس کو نماز پڑھنی چاہیے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی چیز سے زیادہ فکر مند ہوتے تو نماز پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۱۹) ف ۱۲۹ ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں' یہ پانچ نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح پانی میل کو مٹا دیتا اور دھو ڈالتا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۱۷۲) ف ۱۳۰ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ اس نے پچھلی امتوں پر ایسا ہمہ گیر عذاب نازل فرمایا تھا' جس نے ان قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا' اس آیت میں ان پر عذاب نازل کرنے کے دو سبب بیان فرمائے ہیں' پہلا سبب یہ بیان فرمایا کہ ان میں نیک لوگوں کی ایسی جماعت نہ تھی جو لوگوں کو برائیوں سے اور فساد پھیلانے سے روکتی اور دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ فانی لذات' شہوات اور طاقت اور اقتدار کے نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے' اس آیت سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر لوگ نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا چھوڑ دیں اور فانی لذتوں اور باطل شہوتوں کی تکمیل میں ڈوب جائیں تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہونے کا خطرہ ہے ف ۱۳۱ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے' جیسا کہ ایک اور آیت میں شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے: ''اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ O'' (لقمان: ۱۳) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے O اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کا حق دوسرے کو دینا ظلم ہے اور عبادت اللہ کا حق ہے اور یہ حق دوسروں کو دینا ظلم ہے اور جب مخلوق میں کسی کا حق دوسرے کو دینا ظلم ہے تو خالق کا حق دوسرے کو دینا سب سے بڑا ظلم ہے اور اب اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس وجہ سے کسی بستی کو تباہ نہیں کرتا کہ اس کے رہنے والے شرک کرتے ہوں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس وجہ سے کسی قوم پر ہمہ گیر عذاب نازل نہیں فرماتا کہ وہ قوم شرک اور کفر کا اعتقاد رکھتی ہو بلکہ وہ اس قوم پر اس لیے بھی عذاب نازل فرماتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں ف ۱۳۲ ان دو آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو جبراً مؤمن اور ایک امت بنا دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں' اس لیے اس نے انسانوں اور جنات کو اختیار دیا' پھر یہ عقائد اور اصول میں اختلاف کرتے رہے' کچھ لوگ تو سرے سے خدا کے منکر ہیں اور اس کائنات کو ایک اتفاقی حادثہ مانتے ہیں یا ارتقائی عمل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ بے دین اور دہریہ ہیں اور کچھ لوگ خدا کے وجود کے قائل ہیں' لیکن توحید کے قائل نہیں ہیں' نہ رسولوں کو اور آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں۔ یہ لوگ بت پرست' بدھ' ہندو اور سکھ ہیں اور کچھ لوگ خدا' رسول اور آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں' ان میں سے بعض تورات کو مانتے ہیں اور اس کو غیر منسوخ مانتے ہیں اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں' یہ یہودی ہیں اور بعض انجیل کو مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ان کو تین میں سے ایک مانتے ہیں' یہ عیسائی ہیں اور بعض کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور آپ پر قرآن مجید نازل کیا اور قرآن مجید نے سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ کر دیئے اور اب سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کے سوا اور کسی شریعت پر عمل کرنے سے نجات نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا اور کسی دین کو قبول نہیں فرمائے گا' یہ لوگ مسلمان ہیں ف ۱۳۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ چیز پہلے سے تھی کہ اللہ تعالیٰ جنات اور انسانوں کو اختیار دے گا تو ان میں سے بعض اپنے اختیار سے دین حق کو قبول کریں گے' ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے اور بعض دلائل اور شواہد دیکھنے کے باوجود دین حق کو مسترد کر دیں گے اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے کفریہ عقائد پر جمے رہیں گے' سو کچھ لوگ جنت کے مستحق ہوں گے اور کچھ لوگ دوزخ کے مستحق ہوں گے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا اور جب جنوں اور انسانوں کی اکثریت نے کفر کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی یہ بات پوری ہو گئی۔

الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ

فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں' اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آ گیا اور

مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا

مؤمنوں کے لیے نصیحت اور عبرت ○ ۱۳۴ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے آپ ان سے کہیے: تم اپنی جگہ

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ

کام کرتے رہو ہم (اپنی جگہ) کام کر رہے ہیں○ اور تم (بھی) انتظار کرو' بے شک ہم (بھی) انتظار کر رہے ہیں○ اور آسمانوں

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ

اور زمینوں کے سب غیب اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں اور اس کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے' پس آپ اسی کی عبادت کیجیے

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور اسی پر توکل کیجیے' اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اس سے آپ کا رب غافل نہیں ہے○ ۱۳۵

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ۵۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتہا ۱۱۱ — رکوعاتہا ۱۲

سورۂ یوسف مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں بارہ رکوع ہیں

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الف لام را' یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں○ ۱ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا ہے تاکہ

تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ

تم اس کو سمجھ سکو○ ہم آپ کو اس قرآن کی وحی کے ذریعہ سب سے حسین

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

قصہ سناتے ہیں ۲ اور بے شک آپ اس سے پہلے بے خبر تھے○

ف ۱۳۴ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے اور اس آیت میں ان قصص کو نازل کرنے کا فائدہ بیان فرمایا' اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو فرائضِ رسالت کی ادائیگی پر اور کفار کی پہنچائی ہوئی اذیتوں اور سختیوں پر ثابت قدم رکھا جائے' کیونکہ انسان جب کسی مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے' پھر دیکھتا ہے کہ اور لوگ بھی اس مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو اس پر وہ مشکل اور مصیبت آسان ہو جاتی ہے' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب کوئی سختی عام ہو تو وہ آسان ہو جاتی ہے تو جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات اور قصص بیان کیے گئے اور آپ نے یہ جان لیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اسی طرح کا ظالمانہ اور اذیت ناک سلوک کیا تھا تو پھر آپ پر کفار مکہ کی پہنچائی ہوئی اذیتیں آسان ہو گئیں اور آپ کے لیے ان تکلیفوں پر صبر کرنا مشکل نہ رہا۔ ف ۱۳۵ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ اطاعت گزاروں کی اطاعت کو ضائع نہیں فرمائے گا اور منکروں اور سرکشوں کو مزید ڈھیل نہیں دے گا' وہ قیامت کے دن سب کو میدانِ حشر میں زندہ کر کے جمع کرے گا اور ہر شخص سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا اور انجام کار نیکوکاروں کو جنت عطا فرمائے گا اور بدکاروں کو دوزخ میں دھکیل دے گا۔ اے اللہ! ہم کو اپنے فضل سے جنت عطا فرمانا اور دوزخ سے محفوظ رکھنا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۱۰ ۱۴۲ ۱۰

سورۂ یوسف: ف ۱ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی یہ صفت ذکر کی ہے کہ وہ مبین ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہدایت کے بہت واضح طریقے اور بہت روشن راستے بیان فرمائے ہیں اور حلال اور حرام کے صاف احکام اور حدود و تعزیرات کو بیان فرمایا ہے ف ۲ سورۂ یوسف کو "احسن القصص" فرمانے کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں جس قدر حکمتیں ہیں اور جس قدر عبرت انگیز واقعات ہیں' اتنے عبرت انگیز واقعات اور کسی سورت میں نہیں ہیں قرآن مجید میں ہے: "لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ" (یوسف:۱۱۱) بے شک ان قصوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو "احسن القصص" اس لیے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ نہایت احسن سلوک فرمایا' ان کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کیا اور جب ان کو اقتدار ملا اور وہ ان سے بدلہ لینے پر قادر ہوئے تو ان کو معاف کر دیا' حتیٰ کہ فرمایا: "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" (یوسف:۹۲) آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ

جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝٤ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ

سورج اور چاند کو دیکھا' میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں ۝ ۳ (باپ نے) کہا: اے میرے پیارے بیٹے!

رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ

اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے' بے شک شیطان انسان کا

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝٥ وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ

کھلا ہوا دشمن ہے ۝ ۴ اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں منتخب فرما لے گا ۵ اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم

الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا

عطا فرمائے گا ۶ اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس

عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝٦

نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر مکمل فرمایا تھا' ۷ بے شک تمہارا رب خوب جاننے والا نہایت حکمت والا ہے ۝

لَّقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝٧ إِذْ قَالُوا

بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں ۝ ۸ جب یوسف کے بھائیوں نے

لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا

مشورہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں' بے شک

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝٨ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ

ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے ۝ ۹ یوسف کو قتل کر دو یا اس کو کسی ملک میں چھوڑ آؤ'

ف۳ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج چاند نے ان کو سجدہ کیا ہے اور حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے' اس لیے گیارہ ستاروں کی گیارہ بھائیوں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سورج اور چاند کی باپ اور ماں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت یوسف کے سامنے تواضع سے جھک جائیں گے اور ان کے احکام کی پیروی کریں گے ف۴ اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے سامنے خواب نہ بیان کیا جائے جو شفیق اور خیر خواہ نہ ہو' اور نہ اس شخص کے سامنے خواب بیان کیا جائے جس کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کا علم نہ ہو ف۵ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ عظیم خواب دکھا کر تم کو شرف بخشا اور عزت اور فضیلت سے نوازا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ اور بڑے بڑے اور عظیم کاموں کے لیے تم کو منتخب فرمائے گا۔ حسن نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو نبوت کے لیے منتخب فرمائے گا ف۶ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم چالیس سال کے بعد دیا گیا تھا اور ان کی تعبیر میں کبھی خطاء واقع نہیں ہوئی اور یہ ان کا معجزہ تھا۔ ان کو خواب کی تعبیر کا علم سب سے زیادہ تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو کائنات میں سب سے زیادہ خواب کی تعبیر کا علم تھا اور امت میں یہ علم سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تھا' اور امام ابن سیرین کو بھی اس کا علم بہت زیادہ تھا اور اس کے قریب سعید بن مسیب کو اس کا علم تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۱۵) ف۷ نعمت کی تکمیل کی دو تفسیریں کی گئی ہیں' ایک یہ ہے کہ نعمت کو اس طرح کامل کر دینا کہ وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہو اور ایسی نعمت انسان کے حق میں صرف نبوت ہے' کیونکہ مخلوق کے تمام مناصب' منصب نبوت کے مقابلہ میں ناقص ہیں اور انسان کے حق میں تمام مطلق اور کمال مطلق صرف نبوت ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح اس سے پہلے اس نے نعمت کو تمہارے باپ دادا حضرت ابراہیم اور اسحاق پر مکمل فرمایا تھا اور وہ نعمت جو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ دادا میں مشترک ہے وہ صرف نبوت ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے حضرت ابراہیم اور اسحاق کو باقی انسانوں سے امتیاز حاصل ہوا' لہٰذا اس آیت میں تکمیل نعمت سے مراد نبوت ہے ف۸ یہود نے مدینہ میں سے کچھ لوگوں کو مکہ بھیجا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ سے یہ سوال کریں کہ شام میں ایک نبی تھے' ان کا بیٹا مصر چلا گیا' وہ اس کے فراق میں روتے رہے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے۔ اس وقت مکہ میں اہل کتاب میں سے کوئی شخص نہیں تھا اور نہ کوئی ایسا شخص تھا جو انبیاء علیہم السلام کی خبریں جانتا تھا' جب لوگوں نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے پوری سورۂ یوسف نازل فرما دی' اس میں تورات میں مذکور واقعات کا بھی ذکر ہے اور اس سے زیادہ خبریں بھی ہیں اور سورۂ یوسف کا نزول نبی ﷺ کا بہت بڑا معجزہ تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۱۵) ف۹ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ قول محض حسد ہے اور حسد تمام برائیوں کی جڑ ہے' اس حسد کی وجہ سے انہوں نے جھوٹ بولا اور اپنے بے قصور اور نیک بھائی کو ضائع کیا' اسے کنوئیں میں ڈالا' پھر اس کو غلامی میں مبتلا کیا' اور اس کو اس کے والد سے دور کیا' اور اپنے باپ کو طویل غم میں مبتلا کیا اور بہت سے گناہ کیے اور یہ تمام کام عصمت اور نبوت کے منافی ہیں اور جمہور کے نزدیک نبی اعلانِ نبوت سے پہلے اور اعلانِ نبوت کے بعد ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے' اس لیے ان کے نبی ہونے کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔

ع ۱۱ ۱۱

وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ قَآئِلٌ

پھر تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف رہے گی ۱۰ اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے ○ ۱۱ ان میں سے ایک کہنے والے

مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ

نے کہا: یوسف کو قتل نہ کرو اور اس کو کسی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو اس کو کوئی قافلہ والا اٹھا لے گا

السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى

اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو (تو اس طرح کرو) ○ انہوں نے (یعقوب سے) کہا: اے ہمارے ابا! کیا بات ہے آپ یوسف کے معاملہ

يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ

میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں ○ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ پھل کھائے

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ

اور کھیلے کودے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ (یعقوب نے) کہا: تمہارے اس کو لے جانے سے میں (اس کی

اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ

جدائی میں) ضرور غمگین ہوں گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا ○ ۱۲ انہوں نے کہا: ہماری

الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۱۴ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ

پوری جماعت کے ہوتے ہوئے اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوں گے ○ ۱۳ الغرض جب وہ اس کو لے گئے اور

اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

انہوں نے اس کو اندھے کنوئیں کی گہرائی میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا ۱۴ اور ہم نے اس کی طرف وحی کی ۱۵ کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۵ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝۱۶

ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی ○ ۱۶ اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ○

ف۱۰ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد انتہاء کو پہنچ گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کو اس کے باپ سے الگ کرنا ضروری ہے' اور اس کی دو صورتیں ہیں' یا تو اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو دور دراز کسی ملک میں چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ اس کا باپ اس سے ملاقات سے مایوس ہو جائے۔ انہوں نے یہ جو مشورہ کیا تھا' کسی حاسد کا شر اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا' پھر انہوں نے اس شر کی یہ توجیہ کی کہ یوسف کی وجہ سے ہمارے باپ کی توجہ ہماری طرف نہیں ہوتی اور جب یوسف ان کے پاس نہیں رہے گا تو پھر وہ ہمارے ساتھ توجہ' التفات اور محبت سے پیش آئیں گے ف۱۱ ان کے اس قول کا محمل یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہے ہیں وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں' انہوں نے کہا: ہم یہ کام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں گے' پھر ہم لوگ صالح ہو جائیں گے ف۱۲ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ فرمائش کی کہ وہ حضرت یوسف کو ان کے ساتھ بھیج دیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو عذر پیش کیے: ایک یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی ان کو غمگین کرے گی کیونکہ وہ ایک پل بھی ان کے بغیر نہیں گزار سکتے' دوسرا یہ کہ وہ اپنی بکریوں کو چرانے میں مصروف ہوں گے یا اپنے کھیل کود میں مشغول ہوں گے اور بھیڑیا ان کو کھا جائے گا' کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے نزدیک حضرت یوسف کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت یعقوب نے ان کو بھیڑیا فرمایا تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب کو ان بھائیوں سے خطرہ نہیں تھا' اگر آپ کو ان سے خطرہ ہوتا تو آپ حضرت یوسف کو ان کے ساتھ نہ بھیجتے' آپ کو دراصل بھیڑیئے ہی کا خطرہ تھا کیونکہ اس علاقہ کے صحارئی میں بھیڑیے بہت زیادہ تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص ۱۲۴) ف۱۳ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے یوسف کو بھیڑیا کھا گیا تو لوگ ہمیں نقصان زدہ کہیں گے' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر ہم اپنے بھائی کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر اپنی بکریوں اور بھیڑوں کی حفاظت بھی نہ کر سکیں گے اور ہمارے مویشی ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نقصان اٹھائیں گے' اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ ہم دن رات محنت مشقت کر کے اپنے باپ کی خدمت کرتے ہیں' تاکہ اس کی دعا اور ثناء حاصل کریں' اب اگر یوسف کو ہمارے ہوتے ہوئے بھیڑیا کھا گیا تو ہم اپنے باپ کی ناراضگی مول لیں گے اور اس کی دعا اور ثناء سے محروم ہوں گے اور ہماری پچھلی تمام خدمات ضائع ہو جائیں گی ف۱۴ جب حضرت یوسف اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے راستہ میں ان کے ساتھ شدید عداوت کا اظہار کیا' ایک بھائی حضرت یوسف کو مارتا تو وہ دوسرے سے فریاد کرتے تو وہ بھی ان کو مارتا پیٹتا اور انہوں نے ان میں سے کسی کو رحم دل نہ پایا۔ قریب تھا کہ وہ حضرت یوسف کو قتل کر دیتے' اس وقت حضرت یوسف کہہ رہے تھے: اے یعقوب! کاش آپ جانتے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے' تب یہودا نے کہا: کیا تم لوگوں نے مجھ سے یہ پکا عہد نہیں کیا تھا کہ تم لوگ اس کو قتل نہیں کرو گے' تب وہ حضرت یوسف کو کنوئیں پر لے گئے اور ان کو کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا کر کے ان کی قمیص اتاری' جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس قمیص پر خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیں گے (پھر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا)۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۱۹۰۔۱۸۹) ف۱۵ اس وحی سے مراد وحی نبوت ہے اور اس وقت ان پر وحی نازل کرنے سے مقصود یہ تھا کہ ان کو حامل وحی الٰہی ہونے کے مرتبہ پر فائز کیا جائے اور ان کے دل سے گھبراہٹ اور پریشانی اور رنج کو دور کیا جائے' نیز یہ کہ ان کو مطمئن اور پرسکون کیا جائے ف۱۶ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی طرف وحی کی کہ تم آج کے بعد کسی دن اپنے بھائیوں کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس وقت یہ پتا نہیں چلے گا کہ تم یوسف ہو' اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ ان کو عنقریب اس مصیبت سے نجات مل جائے گی اور وہ اپنے بھائیوں پر غالب ہوں گے اور وہ ان کے سامنے مغلوب اور سرنگوں اور ان کی قدرت اور اختیار میں ہوں گے۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا

انہوں نے کہا: اے ابا! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس

فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

چھوڑ دیا تھا' پس اس کو بھیڑیے نے کھا لیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں O ف۱۷

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے' کہا: (یعقوب نے) (بھیڑیے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل

اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

نے ایک بات گھڑ لی ہے ف۱۸ پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے ف۱۹ اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے O

وَ جَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰى

اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے ایک پانی لانے والے کو بھیجا' پس اس نے اپنا ڈول ڈالا' اس نے کہا: مبارک ہو یہ ایک لڑکا ہے اور انہوں

هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ

نے یوسف کو مال تجارت بنا کر چھپا لیا' اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے O ف۲۰ اور بھائیوں نے یوسف کو (قافلہ سے لے کر)

شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ ﴿۲۰﴾

حقیر سی قیمت چند درہموں کے بدلہ (ان ہی کے ہاتھ) بیچ دیا' اور وہ یوسف میں (ویسے ہی) رغبت کرنے والے نہ تھے O ف۲۱

وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى

اور مصر کے جس شخص نے یوسف کو (قافلہ سے) خریدا تھا' اس نے اپنی بیوی سے کہا: اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ' شاید

اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ؗ

یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے ف۲۲ اور اس طرح ہم نے سرزمین (مصر) میں یوسف کے پاؤں جما دیے

ف۱۷ ان کے اس قول کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ سچے آدمی کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہم آپ کے نزدیک نہایت معتبر اور سچے بھی ہوتے' پھر بھی آپ ہم پر جھوٹ کی تہمت لگاتے کیونکہ آپ کو یوسف سے بہت شدید محبت ہے اور آپ یہی گمان کرتے کہ ہم جھوٹے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ ہرچند کہ ہم سچے ہیں لیکن آپ ہم پر جھوٹ کی تہمت لگائیں گے اور ہماری تصدیق نہیں کریں گے ف۱۸ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام رونے لگے اور انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: مجھے اس کی قمیص دکھاؤ' انہوں نے اس قمیص کو سونگھا اور چوما' پھر وہ اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے تو وہ ان کو کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں دکھائی دی' انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! میں نے آج سے پہلے اتنا عقل مند بھیڑیا کوئی نہیں دیکھا' اس نے میرے بیٹے کو کھا لیا اور اس کو قمیص کے اندر سے نکال لیا اور قمیص بالکل نہیں پھٹی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۹ ص ۳۳) ف۱۹ حبان بن جبلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صبر جمیل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ صبر ہے جس میں کسی سے شکایت نہ کی جائے۔ (جامع البیان ج۱۲ ص۲۱۶) ف۲۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ایک قافلہ مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا' وہ راستہ بھٹک کر اس علاقہ میں جا پہنچا جہاں وہ کنواں تھا' جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا' جب وہ قافلہ کنویں کے قریب پہنچا تو انہوں نے ایک شخص کو اس کنویں سے پانی لانے کے لیے بھیجا' اس نے جب کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول کی رسی کے ساتھ لٹک گئے اور جب ڈول ڈالنے والے نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے حسن و جمال کو دیکھا تو وہ خوشی سے چلایا: مبارک ہو! یہ ایک حسین و جمیل لڑکا ہے۔ ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے انتہائی حسین لڑکا دیکھا تو انہوں نے کہا: ہم اس کو بڑی بھاری قیمت لے کر فروخت کر دیں گے اور اس سے ہم کو بہت نفع ہوگا ف۲۱ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو تین دن کے بعد وہ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کنویں پر واپس آئے کہ دیکھیں اب یوسف کا کیا حال ہے؟ اور جب انہوں نے قافلہ کے آثار اور نشانات دیکھے تو اس قافلہ کے پاس گئے اور جب انہوں نے وہاں حضرت یوسف کو دیکھا تو قافلہ والوں سے کہا: یہ ہمارا غلام ہے اور یہ ہمارے پاس سے بھاگ گیا تھا۔ قافلہ والوں نے ان سے کہا: اس غلام کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ تب انہوں نے حضرت یوسف کو فروخت کر دیا اور ان کو حضرت یوسف کی قیمت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' وہ تو صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یوسف اس علاقہ سے نکل جائیں ف۲۲ مصر کے جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا' وہ مصر کا بادشاہ تھا' اس کا لقب عزیز تھا اور اس کا نام قطفیر تھا' یہ کلبی کا قول ہے اور امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا نام اطفیر بن روحیب تھا' اللہ تعالیٰ نے عزیز کے دل میں حضرت یوسف کی محبت ڈال دی تھی' اس نے اپنی اہلیہ کو یہ وصیت کی کہ اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ۔

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ

تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کریں اور اللہ اپنے کام پر

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا

غالب ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۝ ۲۳ اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے ان کو فیصلہ کی قوت

وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ

اور علم عطا کیا' ۲۴ اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں ۝ ۲۵ اور وہ جس عورت کے گھر

بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ

میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا: جلدی آؤ! یوسف نے کہا:

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اللہ کی پناہ! ۲۶ وہ میری پرورش کرنے والا ہے' اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے' بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے ۝ ۲۷

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ

اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کرلیا' اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا' ۲۸ اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے (تو گناہ میں

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

مبتلا ہو جاتے) ۲۹ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم ان سے بدکاری اور بے حیائی کو دور رکھیں' بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں ۝

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا

وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے' اس عورت نے ان کی قمیص پیچھے سے پھاڑ ڈالی اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے

الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ

کے قریب پایا' اس عورت نے کہا: اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے' سوائے اس کے کہ اس کو

ف۲۳ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کرنے پر غالب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کو کر گزرتا ہے' آسمان اور زمین میں کوئی اس کی قضاء کو ٹال نہیں سکتا اور نہ اس کے حکم کو روک سکتا ہے ف۲۴ یعنی جب وہ اپنی قوت اور شباب کی انتہاء کو پہنچ گئے۔ (جامع البیان جز ۱۲ ص ۲۳۲) ف۲۵ اگرچہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ہم ہر محسن کو جزا دیتے ہیں لیکن اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں' یعنی جس طرح حضرت یوسف کو مصائب اور مشکلات میں مبتلا کرنے کے بعد ہم نے ان کو زمین میں اقتدار دیا اور علم عطا فرمایا' اسی طرح ہم آپ کے ساتھ معاملہ کریں گے اور آپ کو آپ کی قوم کے مشرکین سے نجات عطا فرمائیں گے اور آپ کو زمین پر اقتدار عطا فرمائیں گے اور آپ کے علوم میں اضافہ فرمائیں گے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۰۱) ف۲۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں جس عورت کے گھر تھے' اس کے خاوند نے اس کو یہ تاکید کی تھی کہ وہ حضرت یوسف کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھے۔ حضرت یوسف بہت حسین اور جمیل تھے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے' وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کمروں کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں لے گئی اور ہر کمرہ کا دروازہ بند کر کے تالا لگاتی چلی گئی' پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو (مختلف حیلوں سے) اپنے نفس کی طرف راغب کرنے لگی' لیکن حضرت یوسف علیہ السلام اس سے گریز فرماتے رہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۵:۷ ۱۱۴۱ ملخصاً) ف۲۷ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ وہ "عزیز مصر" میری پرورش کرنے والا ہے' اس نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں اور میری تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے' پھر یہ کس قدر احسان ناشناسی' ناشکری اور حیاء سوز بات ہو گی کہ میں ایسے بے لوث محسن کی بیوی کے ساتھ بدکاری کروں اور اس کی عزت پر ہاتھ ڈالوں اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میری پرورش کرنے والا ہے' اس نے مجھے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں تو میں اپنے رب کی نافرمانی کروں اور گناہ کا ارتکاب کروں' میں اس چیز سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کے نزدیک دوسری تفسیر راجح ہے کیونکہ مخلوق سے حیاء کر کے گناہ سے باز رہنے کی بہ نسبت یہ زیادہ قابل ستائش بات ہے کہ بندہ اللہ کے ڈر اور اس کے خوف اور اس سے حیاء کر کے گناہ سے باز رہے اور پیغمبر کی شان کے لائق یہی دوسری چیز ہے ف۲۸ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گناہ کا قصد کر لیا تھا' اور "وَهَمَّ بِهَا" کا' استاذی المکرم حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کے نزدیک مختار معنی یہ ہے کہ حضرت یوسف نے اس گناہ سے اپنا دامن بچانے کا قصد کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو گناہ میں مبتلا ہو جاتے اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ حضرت یوسف بھی گناہ کا ارادہ کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے' بہرحال اگر یہ معنی بھی ہو تو اپنے رب کی دلیل نہ دیکھنے کی تقدیر پر حضرت یوسف علیہ السلام سے جو قصد صادر ہوتا' وہ "ھم" کے درجہ میں ہوتا اور گناہ کا عزم نہ ہوتا اور جو چیز ممنوع اور معصیت ہے وہ گناہ کا عزم ہے نہ کہ گناہ کا "ھم"۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی عصمت میں اس قدر راسخ تھے اور اپنی ذات میں اس قدر کامل اور مکمل تھے کہ ایک حسین اور صاحب اقتدار عورت نے اپنی طرف راغب کرنے کی پوری کوشش کی اور ان کو حصول لذت کی دعوت دی لیکن انہوں نے خوف خدا کے غلبہ سے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا ف۲۹ رب کی برہان سے مراد نبوت ہے' جو بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے مانع ہوتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ مخلوق کو بُرے کاموں اور گناہوں سے منع کریں' اگر وہ لوگوں کو بُرے کاموں سے منع کریں اور وہ خود سب سے بڑی بُرائی میں ملوث ہوں تو وہ اللہ کی اس وعید میں داخل ہو جائیں گے: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝" (الصف: ۳-۲) اے ایمان والو! ایسی بات تم کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ۝ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا موجب ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ۝ اس مسئلہ کی مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۵ ص ۷۳۳

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ

قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے O یوسف نے کہا: اسی نے مجھے اپنی طرف راغب کیا تھا۔ ف۳۰ اس عورت کے خاندان میں سے

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ

ایک شخص نے گواہی دی: ف۳۱ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں

مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ

میں سے ہے O اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف

وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ

سچوں میں سے ہے O پھر جب اس نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا: یہ تم

مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ

عورتوں کی سازش ہے بے شک تمہاری سازش بہت سنگین ہے O یوسف اس سے درگزر کرو ف۳۲

وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ نِسْوَةٌ

اور اے عورت! تم اپنے گناہ کی معافی مانگو بے شک تم گناہ گاروں میں سے تھیں O ف۳۳ اور عورتیں شہر میں

فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا

یہ باتیں کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو اپنی طرف راغب کر رہی ہے اس کی محبت اس کے دل

حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ

پر چھا چکی ہے بے شک ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں O ف۳۴ جب اس عورت نے ان عورتوں کی نکتہ چینی سنی ف۳۵

اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا

تو اس نے ان کو بلوایا اور اس نے ان کے لیے تکیے سجا کر ایک محفل منعقد کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دے دی

تا ۲۴۷ کو ملاحظہ فرمائیں ف۳۰ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور وہ عورت ہر دو شخص ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لیے دروازے کی طرف دوڑے' حضرت یوسف علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ وہ جلدی سے آگے نکل جائیں تا کہ باہر جا کر اس عورت کے بچھائے ہوئے بدکاری کے جال سے نکل جائیں اور اس عورت کا ارادہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نکلنے نہ دے' اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پالیا اور پیچھے سے ان کی قمیص پکڑ کر کھینچی اور زور سے کھینچنے سے وہ قمیص پھٹ گئی' کیونکہ حضرت یوسف بھاگ رہے تھے اور وہ پیچھے سے کھینچ رہی تھی اور اس زورہ زوری میں وہ قمیص پیچھے سے پھٹ گئی' اور جب وہ دونوں دروازے سے باہر نکلے تو دروازہ کے قریب اس کا شوہر کھڑا تھا اس عورت نے اپنا جرم چھپانے کے لیے اور حضرت یوسف پر جھوٹا الزام لگانے کے لیے بولنے میں پہل کی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے سزا تجویز کرنے لگی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے الزام کو مسترد کر دیا ف۳۱ وہ شاہد ایک نوزائیدہ بچہ تھا' جو پالنے میں تھا اور اس نے یہ گواہی دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چار بچوں نے پالنے میں کلام کیا: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام صاحب جریج' شاہد یوسف اور فرعون کی بیٹی ماشطہ کا بیٹا۔ (مسند احمد: ۲۸۲۲) ف۳۲ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس بات کو مخفی رکھو اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا' کیونکہ اگر یہ بات پھیل جاتی تو اس سے عزیز مصر کی بدنامی ہوتی' کیونکہ اگر کسی شخص کی بیوی بدچلن ہو تو یہ اس شخص کے لیے موجب عار ہوتا ہے ف۳۳ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے خاوند میں غیرت کا مادہ بہت کم تھا' ورنہ اگر اس میں غیرت وحمیت ہوتی تو وہ ایسی بدچلن اور بدقماش عورت کو قتل کر دیتا یا اس کو بہت سخت اور عبرت ناک سزا دیتا' پھر طلاق دے کر گھر سے نکال دیتا لیکن اس نے صرف اس پر اکتفاء کیا کہ بیوی سے کہا: تم اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ مصریوں میں غیرت کا مادہ کم ہوتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے غیرت کا مادہ سلب کر لیا ہو ف۳۴ مصر کی ان عورتوں کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ چار عورتیں تھیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ پانچ عورتیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں ایک بادشاہ کے ساقی کی بیوی تھی' دوسری بادشاہ کے وزیر کی بیوی تھی' تیسری جیل کے داروغہ کی بیوی تھی' اور چوتھی باورچی کی بیوی تھی۔ مقاتل نے ان چار کے علاوہ نقیب کی بیوی کا بھی اضافہ کیا ہے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۱۴) ف۳۵ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی نکتہ چینی کو مکر سے تعبیر فرمایا ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) ان عورتوں نے یہ نکتہ چینی اس لیے کی تھی تا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے رخ زیبا کو دیکھ سکیں کیونکہ ان کا اندازہ تھا کہ جب عزیز مصر کی بیوی ان کی تنقید سنے گی تو وہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارک دکھائے گی تا کہ ان عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ حضرت یوسف پر فریفتہ ہوگئی ہے تو وہ اس میں معذور ہے (۲) ان عورتوں نے اس کی غیبت کی تھی اور یہ غیبت مکر کے مشابہ تھی۔ یہ عورتیں بہ ظاہر عزیز مصر کی بیوی پر نکتہ چینی کر رہی تھیں کہ وہ اپنے غلام پر فریفتہ ہوگئی ہے لیکن حقیقت میں وہ یہ چاہتی تھیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنا عذر ظاہر کرنے کے لیے انہیں حضرت یوسف کا حسین وجمیل چہرہ دکھائے' اسی طرح جب نبی ﷺ نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۷۹) یعنی جس طرح وہ بہ ظاہر عزیز مصر کی بیوی پر نکتہ چینی کر رہی تھیں اور حقیقت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھنا چاہتی تھیں' اسی طرح تم بھی بہ ظاہر یہ کہہ رہی ہو کہ کسی اور کو امام بنایا جائے اور درحقیقت تم یہ چاہتی ہو کہ حضرت ابوبکر کی امامت کو پختہ اور مؤکد کر دیا جائے۔

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ

اور (یوسف سے) کہا: ان کے سامنے باہر آؤ، ان عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو بہت عظیم جانا ۳۶ اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ

وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ

ڈالے ۳۷ اور کہا: سبحان اللہ! یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہےO اس نے کہا:

فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ

یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں، میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا

فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِنَ

یہ بچا رہا ۳۸ اور اگر اس نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے اس سے کہا ہے تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ بے عزت

الصَّاغِرِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ

لوگوں میں سے ہو جائے گاO یوسف نے کہا: اے میرے رب! مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں

وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٣﴾

اور اگر تو نے ان کی سازش مجھ سے دور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گاO ۳۹

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو عورتوں کی سازش سے محفوظ کر دیا، بے شک وہ بہت سننے والا

الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ

خوب جاننے والا ہےO پھر (یوسف کی پاک بازی کی) علامات دیکھنے کے باوجود ان کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کچھ عرصہ کے لیے

حِينٍ ﴿٣٥﴾ ع وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي

یوسف کو ضرور قید کر دیںO ۴۰ اور یوسف کے ساتھ دو جوان (بھی) قید خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب

ف۳۶ عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کی دعوت کی اور ان میں سے ہر عورت کو ایک معین جگہ بٹھا دیا اور پھل یا گوشت کاٹنے کے لیے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دے دی، پھر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ وہ ان عورتوں کے سامنے آئیں اور ان عورتوں کے سامنے سے گزریں۔ جب ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اچانک دیکھا تو انہوں نے آپ کو بہت عظیم جانا، اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جلوۂ حسن کو دیکھنے میں اس قدر منہمک اور مستغرق ہوئیں کہ انہوں نے پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو بالکل پتا نہیں چلا۔ ف۳۷ ابن اسحاق نے کہا: عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا: آپ ان کے سامنے آئیں، حضرت یوسف ان کے سامنے آئے، جب انہوں نے حضرت یوسف کے حسن کو دیکھا تو ان کی عقلیں مغلوب ہو گئیں، انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ان کو بالکل پتا نہیں چلا کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ٢٧٠) ف۳۸ اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور گناہ میں ملوث نہ ہونے کی صاف تصریح ہے کیونکہ اس عورت نے اعتراف کیا: میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا یہ بچا رہا، پھر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اس کی خواہش پوری نہ کی تو وہ ان کو جیل میں ڈلوا دے گی اور ان کو بے عزت کرا دے گی اور یہ بہت بڑی اور خطرناک دھمکی تھی، کیونکہ جو شخص لوگوں کی نگاہوں میں عزت دار ہو، جو منصب نبوت اور مرتبہ رسالت پر فائز ہو اگر اس کی عزت و ناموس کو خطرہ ہو اور لوگوں کی نگاہوں میں اس کے بے توقیر ہونے کا کھٹکا ہو تو یہ اس کے لیے سخت آزمائش ہے ف۳۹ اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جس دعا کا ذکر ہے، اس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے، یعنی یہ سب عورتیں ان کو گناہ کی طرف بلا رہی تھیں، اس کا ایک محمل تو یہ ہے کہ یہ سب عورتیں حضرت یوسف سے اپنی اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھیں اور محفل میں شریک ہر عورت یہ چاہتی تھی کہ حضرت یوسف اس کی خواہش کو پورا کریں، اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ عورتیں مل کر عزیز مصر کی بیوی کی سفارش کر رہی تھیں کہ تم نے اس عورت کی خواہش پوری نہ کر کے اس کے اوپر ظلم کیا ہے، تمہیں اپنی عزت کو قائم رکھنے کے لیے اور مال و دولت اور سہولتوں کی فراوانی حاصل کرنے کے لیے یہ چاہیے کہ تم اس کی خواہش کو پورا کرو ف۴۰ جب عزیز مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے براءت ظاہر ہو گئی تو واضح طور پر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا، ادھر وہ عورت اپنی تمام حیلہ سازیوں اور مکر و فریب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی موافقت پر ابھارتی رہی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئی تو اس نے اپنا انتقام لینے کے لیے اپنے خاوند سے کہا: اس عبرانی غلام نے مجھے لوگوں کے درمیان رسوا کر دیا ہے، یہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ اس عورت نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے مجھے بہکایا اور ورغلایا تھا اور میں ہر شخص کے سامنے جا کر اپنا عذر بیان نہیں کر سکتی، اس لیے اس فحش بات کا چرچا روکنے کے لیے اس غلام کو قید کر دیا جائے۔ عزیز مصر نے سوچا: اس طرح اس کی بھی بدنامی ہو رہی ہے، اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لیے اس کو قید کر دیا جائے۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ٢٧٩ ملخصاً)

ع ۴ ٦ ١٤

أَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا

میں دیکھا ہے کہ میں شراب (کے لیے انگور) نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں

تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾

اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس کی تعبیر بتایئے ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں ○ ۴۱

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ

یوسف نے کہا: تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے ۴۲ تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتا

يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

دوں گا' یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے' ۴۳ جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے

لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ

اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے ○ ۴۴ اور میں نے اپنے باپ

آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ

دادا' ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے' ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ

بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ

کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں' یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ

لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○ ۴۵ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا

مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ

بہتر ہیں یا ایک خدا جو غالب ہے؟ ○ ۴۶ تم اللہ کے سوا جن کی عبادت

ف۴۱ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں تھے تو مصر کے بادشاہ کو اپنے نان بائی اور ساقی پر شک ہوا کہ وہ اس کو زہر دینے والے ہیں' اس نے ان دونوں کو قید میں ڈلوا دیا اور یہ دونوں بادشاہ کے غلام تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں سے کہا تھا کہ وہ خواب کی تعبیر بتاتے ہیں' تو نان بائی اور ساقی نے ایک دوسرے سے کہا: آؤ ہم اس عبرانی غلام کا تجربہ کریں' پھر دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص۱۶۵) ف۴۲ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کل تمہارے پاس تمہارے گھروں سے کھانا پہنچنے سے پہلے میں تمہیں اس کھانے کی خبر دوں گا تاکہ تم کو یقین آ جائے کہ میں خواب کی تعبیر کا علم رکھتا ہوں' انہوں نے کہا: آپ اسی طرح کریں' تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس فلاں فلاں کھانے کی چیز آئے گی' سو ایسا ہی ہوا اور یہ علم الغیب تھا' جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مختص تھا' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس علم کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص۱۶۶) ف۴۳ اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ساقی اور نان بائی نے تو حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خوابوں کی تعبیر کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت یوسف نے ان کو یہ بتانا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس کس قسم کا کھانا آئے گا اور کتنا آئے گا اور کس وقت آئے گا' تو ان کا یہ جواب ان دونوں کے سوال کے مطابق نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور جب وہ اس جواب کو سنے گا تو بہت غم زدہ ہوگا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وعظ و نصیحت اور ان کی دیگر باتوں کے سننے سے متنفر ہو جائے گا' اس لیے حضرت یوسف نے اس میں مصلحت دیکھی کہ پہلے ایسی باتیں کریں جن سے حضرت یوسف کا علم اور ان کا کلام ان کے دلوں میں مؤثر ہو' حتیٰ کہ جب آپ ان کے خواب کی تعبیر بیان کریں تو اس کو عداوت اور تہمت پر نہ محمول کیا جائے۔ (تفسیر کبیر ج۶ ص۴۵۵) ف۴۴ چونکہ ساقی اور نان بائی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن اخلاق اور ان کے علم کی وجہ سے ان سے محبت کرنے لگے تھے تو حضرت یوسف نے چاہا کہ ان کے سامنے اپنے دین کا اظہار کریں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت یوسف دین میں ان کی قوم کے مخالف ہیں اور تاکہ وہ بھی حضرت یوسف کے دین کی اتباع کریں۔ حدیث میں ہے: اگر اللہ تمہاری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۷۰۱) (البحر المحیط ج۶ ص۲۷۶) ف۴۵ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے تو انہوں نے یہ کیوں فرمایا کہ میں نے اپنے باپ دادا کی ملت کی اتباع کی' کیونکہ نبی کی خود اپنی شریعت ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ملت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد دین ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے' کیونکہ دین ان اصول و عقائد کو کہتے ہیں جو سب نبیوں میں مشترک ہیں' مثلاً اللہ کی توحید' انبیاء' رسولوں' فرشتوں' تقدیر اور قیامت کو ماننا۔ ف۴۶ ''قہار'' کی یہ شرط ہے کہ اس کے سوا اور کوئی قہر کرنے والا نہ ہو' اور وہ اپنے سوا ہر ایک کے لیے قاہر ہو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ معبود واجب الوجود لذاتہ ہو کیونکہ اگر وہ ممکن ہوگا تو وہ اپنے وجود میں کسی موجد کا محتاج ہوگا' پھر وہ مقہور ہوگا' قاہر نہیں ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معبود واحد ہو کیونکہ اگر مثلاً دو معبود ہوں گے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے پر قاہر ہوگا کیونکہ ''قہار'' وہ ہوتا ہے جو اپنے سوا ہر ایک کے لیے قاہر ہو' اور جب ہر ایک دوسرے پر قاہر ہوگا تو ان میں سے ایک مقہور ہوگا' اس لیے ضروری ہے کہ جو معبود قہار ہو وہ واجب الوجود لذاتہ ہو اور واحد ہو اور جب معبود واحد ہے تو افلاک معبود نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ متعدد ہیں' نہ کواکب اور سیارے' نہ نور نہ ظلمت' نہ عقل نہ نفس' نہ حیوان نہ جمادات نہ نباتات کیونکہ یہ سب متعدد ہیں' سو جس نے ستاروں کو رب مانا تو وہ بھی ارباب متفرقین ہیں وہ قہار نہیں ہو سکتے' اسی طرح ارواح اور اجسام میں سے کوئی بھی معبود نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ متعدد ہیں اور متعدد چیزیں قہار نہیں ہو سکتیں' قہار تو صرف واحد ہوتا ہے تو اے میرے بھائیو! یہ بتاؤ کہ ان متعدد اور مختلف چیزوں کو رب ماننا بہتر ہے یا اللہ کو رب ماننا بہتر ہے جو واحد اور قہار ہے۔

دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ

کرتے ہو وہ صرف چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا

اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نہیں نازل کی' حکم صرف اللہ کا ہے' اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا

اِلَّاۤ اِیَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی صحیح دین ہے' لیکن اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۴۰ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ

نہیں جانتے O اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا

خَمْرًاۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖؕ

کرے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی' پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر) کھائیں گے

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِؕ ۝۴۱ وَ قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ

تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے O و۴۷ اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا

نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ

کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے' اس سے انہوں نے کہا: تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا' پس شیطان نے ان کو

فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَؕ ۝۴۲ وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ

اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا' پس وہ قید خانے میں (مزید) کئی سال ٹھہرے رہے O و۴۸ اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ

بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ

سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے

و۴۷ ابن السائب نے بیان کیا ہے کہ جب ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا: میں نے خواب دیکھا کہ میں انگور کے تین خوشوں سے شراب نچوڑ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے' تین خوشوں سے مراد تین دن ہیں' تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلوائے گا اور تم کو دوبارہ تمہارے منصب پر بحال کر دے گا' اور نان بائی سے فرمایا: تم نے بُرا خواب دیکھا ہے' تم نے خواب دیکھا ہے کہ تم روٹی کی تین زنجیریں اٹھائے ہوئے ہو' تین زنجیروں سے مراد تین دن ہیں' تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلائے گا اور تم کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دے گا اور تمہارے سر سے گوشت نوچ کر پرندے کھائیں گے۔ ان دونوں نے کہا: ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا تھا' حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جس چیز کے متعلق تم نے سوال کیا ہے اس کا اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے' یعنی اس معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے خواہ تم نے سچ بولا ہو یا جھوٹ بولا ہو' عنقریب اسی طرح واقع ہو گا و۴۸ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نسیان کی شیطان کی طرف نسبت کرنا کس طرح درست ہو گا حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر شیطان کا بالکل تسلط نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا نسیان صرف اس صورت میں محال ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں یعنی وحی الٰہی کی تبلیغ میں وہ اس سے معصوم ہوتے ہیں اور جن صورتوں میں ان سے نسیان ہونا جائز ہے' ان صورتوں میں ان کے نسیان کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور یہ نسبت وہیں کی جا سکتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے نسیان کی خبر دی ہو اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کی طرف نسیان کی نسبت کریں' قرآن مجید میں ہے: "وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا O" (طٰہٰ:۱۱۵) اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا' تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان (کی معصیت) کا کوئی قصد نہیں پایا O نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔ (سنن ترمذی:۳۰۷۶) (الجامع لاحکام القرآن ج۹ ص۱۷۲)

ع ۱۵

وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ

اور (سات) سوکھے ہوئے (خوشے دیکھے) اے میرے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم

لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ

خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو○ ۴۹ انہوں نے کہا: یہ تو پریشان خواب ہیں ۵۰ اور ہم پریشان خوابوں

الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ

کی تعبیر نہیں جانتے○ ان دو قیدیوں میں سے جو نجات یافتہ تھا اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا

اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ

اس نے کہا: میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں مجھے (یوسف کے پاس) بھیج دو○ ۵۱ (اس نے یوسف کے پاس جا کر کہا:)

اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

اے یوسف! اے بہت سچ بولنے والے! ۵۲ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ

سات سرسبز خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر لے کر جاؤں

لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًاۚ فَمَا

شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں ○ ۵۳ یوسف نے کہا: تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے پھر تم

حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ

جو کھیت کاٹو تو تمام غلے کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا اس قلیل غلے کے جس کو تم کھاؤ○ پھر

یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ

اس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا

ف۴۹ مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا کہ دریا سے سات موٹی تازی گائیں نکلیں اور ان کے پیچھے سات دبلی گائیں نکلیں' انہوں نے ان موٹی تازی گایوں کو کان سے پکڑا اور کھا گئیں اور اس نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور سات سوکھے ہوئے خوشے دیکھے' ان سوکھے ہوئے خوشوں نے ان سرسبز خوشوں کو کھا لیا اور ان میں سے کچھ باقی نہ بچا اور سوکھے ہوئے خوشے اسی طرح سوکھے رہے' اسی طرح دبلی گایوں نے موٹی گایوں کو کھا لیا تھا اور وہ اسی طرح دبلی کی دبلی رہیں۔ یہ خواب دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا' اس نے لوگوں کو' اہل علم کو' کاہنوں کو' نجومیوں کو' جادوگروں اور سرداروں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ خواب بیان کر کے کہا: اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص ۱۷۴) ف۵۰ انسان جو خواب دیکھتا ہے کبھی تو اس کا معنی بالکل واضح ہوتا ہے جیسے انسان بیداری میں سوچ بچار کرتا ہے اور کبھی اس کا معنی غیر مربوط' غیر منضبط اور غیر واضح ہوتا ہے جیسے غیر متناسب اور غیر مربوط اور غیر مرتب گھاس کے تنکوں کا گٹھا ہو' اس کو "اضغاث احلام" کہتے ہیں' اس میں غیر مربوط خیالات کو غیر متناسب اور مختلف قسم کے گھاس کے تنکوں کے مجموعہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ف۵۱ بادشاہ نے جب درباریوں سے خواب کے متعلق پوچھا اور وہ اس کی تعبیر نہ بتا سکے' اس وقت ساقی نے کہا: قید خانے میں ایک بہت عالم فاضل ہے اور بہت نیک ہے اور بہت عبادت گزار ہے' میں نے اور باورچی نے جو خواب دیکھے تھے' ہم نے اس سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی اور اس کی بتائی ہوئی تعبیر بالکل صحیح اور درست واقع ہوئی' اگر آپ بھی اپنے خواب کی صحیح تعبیر جاننا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے پاس قید خانے میں بھیج دیں' میں اس سے صحیح تعبیر معلوم کر کے آپ کو بتا دوں گا۔ (تفسیر کبیر ج۶ ص ۴۶۴) ف۵۲ ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو "صدیق" کہا' جس کا معنی ہے: بہت زیادہ سچ بولنے والا' اور اس نے آپ کی یہ صفت اس لیے بیان کی کہ اس نے آپ کو ہمیشہ سچ بولنے والا پایا اور اس لیے کہ آپ نے اس کو جو تعبیر بتائی وہ صادق ہوئی' اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص کسی سے علم حاصل کرنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی تعظیم کرے اور اس کو ایسے الفاظ سے مخاطب کرے جو احترام و تکریم پر دلالت کرتے ہوں۔ ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے خواب میں وہی الفاظ ذکر کیے جو الفاظ بادشاہ نے ذکر کیے تھے اور یہ اس وجہ سے کیا کہ اگر خواب کے الفاظ میں تبدیلی کر دی جائے تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی تعبیر بھی بدل جائے' اس لیے ساقی نے احتیاط کی اور خواب کے بعینہٖ وہی الفاظ بیان کیے' جو بادشاہ نے ذکر کیے تھے۔

لَهُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ

ماسوا تھوڑے سے غلے کے جس کو تم محفوظ رکھو گے ۵۳ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا

عَامٌ فِیۡهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیۡهِ یَعۡصِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالَ الۡمَلِکُ

جس میں لوگوں پر بارش ہو گی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے ۵۴ اور بادشاہ نے کہا:

ائۡتُوۡنِیۡ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّکَ

یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ' جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ ۵۵

فَسۡـَٔلۡهُ مَا بَالُ النِّسۡوَةِ الّٰتِیۡ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ

اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے ۵۶ بے شک

رَبِّیۡ بِکَیۡدِهِنَّ عَلِیۡمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطۡبُکُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ

میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے ۵۷ بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا: اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف

عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ

کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی؟ انہوں نے کہا: حاش للہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں جانی'

قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدۡتُّهٗ

عزیز مصر کی بیوی نے کہا: اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب

عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِکَ لِیَعۡلَمَ اَنِّیۡ

کرتی تھی اور بے شک وہ سچوں میں سے تھے ۵۸ اس نے کہا: میں نے یہ اس لیے کیا تا کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے

لَمۡ اَخُنۡهُ بِالۡغَیۡبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۲﴾

پس پشت اس کی خیانت نہیں کی ۵۹ اور یہ بھی جان لے کہ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کی سازش کو کامیاب ہونے نہیں دیتا ۶۰

و۵۳ خواب کی تعبیر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے گایوں کو سالوں سے تعبیر کیا اور فربہ گایوں کو خوش حالی اور غلہ کی فراوانی کے سالوں سے تعبیر کیا اور دبلی گایوں کو خشک سالی اور قحط کے سالوں سے تعبیر کیا' پھر ان کو معیشت کی اصلاح کا طریقہ بتایا کہ وہ خوش حالی اور غلہ کی فراوانی کے سالوں میں ضرورت سے زیادہ غلہ خرچ نہ کریں اور بے تحاشا خرچ کر کے ضائع نہ کریں بلکہ پس انداز کرنا مصلحت کے اعتبار سے ضروری ہے' اور بناوٹی صوفیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ صبح کھا لو تو شام کے لیے بچا کر نہ رکھو' جس نے صبح کو دیا ہے شام کو بھی وہی دے گا' نیز اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ قومی ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزی جائز ہے' منع اس صورت میں ہے جب لوگ بھوکے مر رہے ہوں اور تاجر اپنا نفع بڑھانے کے لیے غلہ کو گوداموں میں چھپا کر رکھیں اور مارکیٹ میں فروخت کے لیے نہ لائیں و۵۴ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر میں بتایا کہ فراوانی اور قحط سالی کے ۱۴ سال گزر جانے کے بعد ایک سال میں بہت بارش ہو گی اور زمین بہت پھل اُگائے گی اور لوگ پھلوں سے رس نچوڑیں گے اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے آنے والے پندرہ سالوں کی پیشگی خبریں بیان کر دیں اور یہ سب خبریں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے بیان کیں اور یہ غیب کی خبریں تھیں و۵۵ حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس وقت تک قید خانے سے نکلنے سے توقف کیا جب تک کہ ان کا بے قصور ہونا واضح نہ ہو جائے' اس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے احتیاط اور دانش مندی کو جو ملحوظ رکھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر حضرت یوسف بادشاہ کے بلانے پر فوراً چلے جاتے تو بادشاہ کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام پر لگائی ہوئی تہمت کا اثر باقی رہتا اور جب خود بادشاہ نے حضرت یوسف پر لگائی ہوئی تہمت کی تفتیش اور تحقیق کی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا واضح ہو گیا تو اب کسی کے لیے یہ گنجائش نہ رہی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار پر انگلی اٹھاتا و۵۶ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اس فرمان میں یہ تصریح نہیں کی کہ عزیز مصر کی بیوی سے پوچھو حالانکہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ وہ پیش پیش تھی' اور آپ کو قید کرانے میں اسی کا ہاتھ تھا' یہ آپ کا خلق کریم تھا کہ آپ نے اس کا صراحتاً نام نہیں لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا اور آپ پر اس بُرے کام کی تہمت لگائی' لیکن آپ نے معین کر کے کسی عورت کا نام نہیں لیا اور خصوصیت کے ساتھ کسی عورت کی شکایت نہیں کی و۵۷ ان عورتوں کی سازش کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) ان عورتوں میں سے ہر ایک عورت حضرت یوسف سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتی تھی اور جب وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئی تو اس نے انتقاماً حضرت یوسف علیہ السلام پر بُرائی کی تہمت لگائی (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر عورت حضرت یوسف کو اس پر آمادہ اور تیار کرتی رہی ہو کہ وہ ان کی مالکہ یعنی عزیز مصر کی بیوی کی خواہش پوری کریں اور حضرت یوسف علیہ السلام اس کو نہیں مانتے تھے' اوّلاً اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تھی' ثانیاً اس لیے کہ ہر شریف انسان اور نیک فطرت شخص اس قسم کی بُرائی اور بے حیائی سے دور رہتا ہے اور ثالثاً اس لیے کہ عزیز مصر کے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت دنیاوی احسان تھے' اس نے آپ کی بہت اچھی طرح پرورش کی تھی و۵۸ اس اعتراف کی وجہ یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے جب یہ دیکھا کہ حضرت یوسف نے عورتوں کا ذکر کیا اور اس کا نام نہیں لیا اور اس کی پرورش کے جو حقوق تھے' ان کی رعایت کرتے ہوئے اس کا پردہ رکھا تو اس نے بھی حضرت یوسف کے اس حسن اخلاق کے بدلہ میں یہ ظاہر کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر قسم کے گناہ اور تہمت سے بَری ہیں اور یہ اقرار کیا کہ گناہ اس کی جانب سے تھا' اس نے حضرت یوسف کو گناہ کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے اپنا دامن بچا لیا و۵۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی ہے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۳۴) و۶۰ یعنی جو شخص خائن اور سازشی ہوتا ہے' وہ ضرور رسوا ہو جاتا ہے' سو اگر میں خائن اور سازشی ہوتا تو ضرور رسوا ہو جاتا اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسوا ہونے نہیں دیا اور مجھے اس الزام اور تہمت سے بَری کرا دیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ میں خیانت کرنے والا نہ تھا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیتا' بے شک نفس تو بُرائی کا بہت حکم دینے والا ہے' سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے

رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ

بے شک میرا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO ۶۱ اور بادشاہ نے کہا: اس کو میرے پاس لے کر آؤ' میں اس کو اپنے لیے

لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ

مخصوص رکھوں گا' ۶۲ پھر جب بادشاہ نے اس سے گفتگو کی تو کہا: (اے یوسف!) آپ آج سے ہمارے نزدیک مقتدر اور امانت دار ہیںO

اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ

(یوسف نے) کہا: مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں' ۶۳ بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوںO ۶۴ اور اس طرح

مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ

ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار عطا کیا' وہ اس ملک میں جہاں رہنا چاہتے تھے' رہتے تھے' ہم جس کو

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ

چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتےO ۶۵ اور جو

الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَجَآءَ اِخْوَةُ

لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہےO اور یوسف کے بھائی

یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا

(غلہ خریدنے مصر) آئے تو ان کے پاس گئے' پس یوسف نے ان کو پہچان لیا ۶۶ اور وہ اس کو نہ پہچان سکےO ۶۷ اور جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا

یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا: تم اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس لے کر آنا' کیا تم

ف۶۱ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا تا کہ وہ (عزیز مصر) جان لے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی' اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ میں نے جو یہ کہا ہے ہو سکتا ہے یہ اپنی تعریف اور خود سرائی اور خود ستائی کے زمرہ میں آتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے خود ستائی سے منع فرمایا ہے' اس لیے اس کے ازالہ اور تلافی کے طور پر فوراً فرمایا: اور میں اپنے نفس کو بے قصور قرار نہیں دیتا' بے شک نفس تو بُرائی کا بہت حکم دینے والا ہے' سوا اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے' اور میرا اس گناہ سے بچنا اسی کے فضل و کرم اور رحمت کی وجہ سے ہے' میرا ذاتی کمال نہیں ہے ف۶۲ بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے لیے اس وجہ سے مخصوص کرنا چاہتا تھا کہ وہ آپ کے علم سے بہت متاثر ہوا تھا کیونکہ جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے اس کے تمام ارکانِ دولت عاجز ہو گئے تھے' اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے برجستہ اس خواب کی تعبیر بتائی اور اس کو جو پریشانی لاحق ہونے والی تھی' اور اس کی قوم پر جو مصیبت آنے والی تھی' اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا' نیز بادشاہ آپ کی پاکیزگی' پارسائی اور آپ کے ٹھوس اور پختہ کردار کی وجہ سے آپ سے متاثر ہوا ف۶۳ اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی مسلمان عالم فاضل شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی فاسق فاجر یا کسی کافر حکمران کے ماتحت کام کرے یا کسی کام کی ذمہ داریاں بجا لائے' البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہوگا جو اس کے دین یا شریعت کے منافی ہو' لیکن جب اس کے فرائض کی باگ ڈور کافر یا فاسق کے ہاتھ میں ہو اور اس کے لیے لازم ہو کہ وہ ان کی خواہشات پر عمل کرے تو پھر اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے ف۶۴ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو علم و فضل دیا ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس علم و فضل کے ساتھ اپنے آپ کو موصوف کرے' البتہ عام حالات میں اپنی صفات اور خوبیوں کا اظہار نہ کرنا اولیٰ ہے' حضرت یوسف علیہ السلام نے بوقت ضرورت اپنی صفات کا اظہار کیا تھا۔ (النکت والعیون ج ۳ ص ۵۲-۵۱) ف۶۵ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اقتدار عطا کیا تو انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' پھر انہوں نے مصر والوں کے مال' ان کے زیورات' ان کے مویشی' ان کی زمینوں اور ان کے غلاموں کے عوض ان کے ہاتھ غلہ فروخت کیا' پھر ان کی اولاد اور پھر ان کی جانوں کے عوض ان کے ہاتھ ان کو غلہ فروخت کیا' حتیٰ کہ تمام مصر والے حضرت یوسف کے غلام بن گئے' پھر حضرت یوسف نے بادشاہ سے کہا: تم نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیسا کرم کیا' بادشاہ نے کہا: ہم بھی تمہارے تابع ہیں' پھر حضرت یوسف نے فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اہل مصر کو آزاد کر دیا اور میں نے ان کی املاک ان کو لوٹا دیں' حضرت یوسف علیہ السلام ان ایام میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں کسی بھوکے کو بھول جاؤں۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۴۶-۲۴۵) ف۶۶ جب تمام شہروں میں قحط پھیل گیا اور جس شہر میں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے' اس میں بھی قحط پہنچ گیا اور ان کے لیے روح اور بدن کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو گیا' اور ہر طرف یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ مصر کا بادشاہ غلہ فروخت کر رہا ہے' تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مصر میں ایک نیک بادشاہ ہے جو لوگوں کو گندم فروخت کر رہا ہے' تم اپنی رقم لے کر جاؤ اور ان سے غلہ خریدو' سو حضرت یعقوب کے دس بیٹے سوا بنیامین کے' حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور یہ واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنے بھائیوں کے ساتھ ملاقات کا سبب بنا اور اللہ تعالیٰ نے کنوئیں میں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی تھی' اس کی تصدیق کا سبب بنا' وہ وحی یہ تھی: ''لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَO'' (یوسف:۱۵) (ایک وقت ایسا آئے گا) کہ تم ضرور ان کو ان کی کارروائی سے آگاہ کرو گے اور اس وقت ان کو (تمہاری شان کا) پتا بھی نہ ہو گاO ف۶۷ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اس لیے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی تھی کہ تم ضرور ان کو ان کی کارروائی سے آگاہ کرو گے اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لیے نہیں پہچان سکے کہ جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا' اس وقت وہ کم سن اور بچے تھے' اور اب انہوں

تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ

نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں○ پس اگر تم اس کو میرے پاس

بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ

نہ لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے○ ۶۸ انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق

اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ

اس کے باپ کو راضی کریں گے اور ہم یہ ضرور کرنے والے ہیں○ یوسف نے اپنے کارندوں سے کہا: ان کے پیسوں کی تھیلی

رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ

ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں تو اس کو پہچان لیں شاید وہ (پھر)

یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ

واپس آجائیں○ ۶۹ پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ لینے سے منع کر دیا

فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ

گیا ہے' آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں' اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے○ (ان کے باپ نے)

اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ

کہا: کیا اس کے متعلق میں تم پر اس طرح اعتبار کروں جس طرح میں اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق تم پر اعتبار کر چکا ہوں؟ پس اللہ

خَیْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے○ ۷۰ اور جب انہوں نے اپنا سامان

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ هٰذِهٖ

کھولا تو اس میں انہوں نے اپنے پیسوں کی تھیلی دیکھی جو ان کی طرف لوٹا دی گئی تھی' انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمیں اور کیا چاہیے

نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی ڈاڑھی آچکی تھی' اور ان کی شکل و صورت میں کافی تغیر ہو چکا تھا' انہوں نے دیکھا کہ وہ ریشم کا لباس پہنے ہوئے تخت پر بیٹھے تھے' ان کے گلے میں سونے کا طوق تھا' ان کے سر پر سونے کا تاج تھا' اور اتنا لمبا عرصہ گزرنے کی وجہ سے وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو بھول چکے تھے' جس وقت انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا' اس وقت سے اب تک چالیس سال گزر چکے تھے' ان اسباب میں سے ہر سبب ایسا ہے جس کی وجہ سے اتنا عرصہ پہلے کے شخص کو انسان بھول سکتا ہے' اور جب یہ تمام اسباب مجتمع ہوں تو اس کو نہ پہچاننا اور بھول جانا زیادہ متوقع ہے ف۶۸ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنے ساتھ اپنے باپ شریک بھائی (بنیامین) کو لانے کے لیے ترغیب بھی دی اور دھمکی بھی دی' ترغیب کے طور پر یہ فرمایا: کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں اور مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کو لے کر آئے تو میں تم کو بہ طور انعام غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ دوں گا' اور دھمکی یہ دی کہ اگر تم اس کو میرے پاس نہیں لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے ف۶۹ حضرت یوسف علیہ السلام نے کس حکمت کی وجہ سے وہ تھیلی ان کی بوریوں میں رکھوائی تھی' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) جب وہ گھر جا کر بوریاں کھولیں گے اور ان کو اپنی قیمت واپس مل جائے گی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرم اور آپ کی سخاوت سے متاثر ہوں گے اور دوبارہ جانے کے لیے راغب ہوں گے جب کہ انہیں غلہ کی طلب بھی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خطرہ تھا کہ شاید ان کے باپ کے پاس مزید غلہ خریدنے کے لیے رقم نہ ہو' اس لیے انہوں نے وہ قیمت بوریوں میں رکھ دی (۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ وہ قحط کا زمانہ ہے' ہوسکتا ہے ان کے باپ کا ہاتھ تنگ ہو تو وہ اس طرح باپ کی کچھ خدمت کر دیں ف۷۰ ایک سوال یہ ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام یہ تجربہ کر چکے تھے کہ انہوں نے بھائیوں کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا تھا اور پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر نہیں آئے اور کہہ دیا کہ ان کو بھیڑیا کھا گیا اور بالآخر ان کا جھوٹ ثابت ہو گیا تو دوبارہ ان کے کہنے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین کو بھیجنے پر کیسے تیار ہو گئے؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) وہ بھائی اب کافی بڑے ہو چکے تھے اور نیکی اور تقویٰ کی طرف مائل ہو چکے تھے اور اب ان سے سابقہ کارروائی کی توقع نہیں تھی (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ مشاہدہ کر لیا تھا کہ یہ لوگ بنیامین سے اس طرح حسد اور بغض نہیں رکھتے' جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد اور بغض رکھتے تھے (۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی کی ہو اور اس وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام تیار ہو گئے ہوں۔

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ

یہ ہماری رقم کی تھیلی ہمیں لوٹا دی گئی ہے[۱] ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر

بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ

لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے[۲] اور (بادشاہ کے لیے) یہ تو معمولی مقدار ہے O [۳] (ان کے باپ نے) کہا: میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز

مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ

نہیں بھیجوں گا حتی کہ تم اللہ کو گواہ کر کے مجھ سے یہ عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے کر آؤ گے[۴] ماسوا اس کے کہ تم کسی مصیبت

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ

میں گھر جاؤ[۵] جب انہوں نے اپنے باپ سے یہ عہد کر لیا تو اس نے کہا: ہم جو عہد کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے O اور اس نے

لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

کہا: اے میرے بیٹو! (شہر میں) تم سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا'

وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ

اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے' میں نے

تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ

اسی پر توکل کیا ہے' اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے O اور جب وہ وہاں سے داخل

اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً

ہوئے جہاں سے داخل ہونے کا ان کے باپ نے حکم دیا تھا' اور وہ انہیں اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا تھا

فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ

مگر وہ یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی'[۶] بے شک وہ صاحب علم تھے کیوں کہ ہم نے ان کو علم عطا کیا تھا

ف۱ اس آیت میں "مـا نبغی" کے دو محمل ہیں: یہ "مـا" نفی کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور استفہام کے لیے بھی ہو سکتا ہے' اگر یہ نفی کے لیے ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بادشاہ یعنی حضرت یوسف کے متعلق جو بتایا کہ وہ بہت فیاض اور جواد ہے تو ہم اس تعریف اور توصیف سے جھوٹ بولنا نہیں چاہتے تھے۔ دیکھئے اس بادشاہ نے ہمیں رقم کی تھیلی بھی واپس کر دی ہے' اور اس صورت میں دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے دوبارہ جانے کے لیے مزید رقم نہیں چاہتے کیونکہ بادشاہ نے ہماری پہلی رقم واپس کر دی ہے۔ اگر یہ "مـا" استفہام کے لیے ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہمیں اور کیا چاہیے ہماری رقم ہمیں واپس کر دی گئی ہے ف۲ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اپنے گھر والوں کے لیے طعام لے کر آئیں گے' اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اگر اپنے بھائی کو ساتھ لے کر آئے تو ان کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ زیادہ دیا جائے گا ف۳ اس قول کے حسب ذیل محمل ہیں: (۱) مقاتل نے کہا: اتنے فیاض اور جواد کے لیے ایک بار شتر دینا تو بہت معمولی بات ہے (۲) جتنی طویل مدت ہم نے ایام قحط میں گزاری ہے' اس کے مقابلہ میں یہ بہت کم مقدار ہے (۳) ہمارے بھائی کے بغیر جو ہمیں غلہ دیا گیا ہے یہ بہت کم ہے' آپ بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ ہم کو زیادہ غلہ مل سکے ف۴ اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ تم اللہ کو گواہ کر کے یہ عہد کرو اور دوسرا یہ کہ تم اللہ کی قسم کھاؤ ف۵ مصیبت میں گھر نے کے بھی دو معنی ہیں: ایک یہ کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ' دوسرا یہ کہ تم سب مقہور اور مغلوب ہو جاؤ ف۶ حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہ دس بیٹے بہت خوب صورت اور بہت باکمال تھے' مصر کے چار دروازے تھے' جب دس بیٹے مصر روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر دس کے دس ایک دروازے سے داخل ہوئے تو ان کو دیکھنے والوں کی نظر لگ جائے گی' اس لیے انہوں نے فرمایا: تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا' نظر لگنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نظر برحق ہے اور آپ نے گھورنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نظر بد کے دم کرانے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۳۸) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ' حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: تمہارے باپ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: میں (تم کو) شیطان' ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگانے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۳۷۱) ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نظر لگنا برحق ہے اور نظر کبھی انسان کو قتل بھی کر دیتی ہے۔ (جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عامر سے فرمایا: تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو۔ (موطا امام مالک: ۱۷۴۷) ان کی حضرت سہل بن حنیف کو نظر لگ گئی تھی) اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ بعض بدعتی فرقوں نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے' لیکن احادیث صحیحہ' امت کا اجماع اور مشاہدہ ان کے انکار کو رد کرتا ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں' جو نظر لگنے کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے' تاہم نظر کا لگنا یا نہ لگنا' اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن پر موقوف ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" (البقرہ: ۱۰۲) اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر اس جادو سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے۔

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا

أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا

اور بتایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں' سو تم اس بدسلوکی پر غمگین نہ ہونا جو یہ کرتے رہے تھے○ ۷ے پھر جب

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ

یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اس نے (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا' پھر منادی

مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا

نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو! بے شک تم ضرور چور ہو○ ۸ے انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تمہاری کیا چیز

تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

گم ہو گئی ہے؟○ کارندوں نے کہا: بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ

اور میں اس کا ضامن ہوں○ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے

وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا

اور نہ ہم چور ہیں○ کارندوں نے کہا: اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے؟○ انہوں نے کہا:

جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي

جس کی بوری سے وہ برآمد ہو سو اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کو رکھ لیا جائے' ہم ظالموں کو اسی

الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا

طرح سزا دیتے ہیں○ ۹ے تو یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریوں کی تلاشی لینی شروع کر دی' پھر اس پیالے کو

ع ۸/۱۱

۷ے وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے (اپنے بھائیوں میں) سے دو دو کو ایک دستر خوان پر بٹھایا اور بنیامین کو اکیلا بٹھایا' وہ رونے لگے اور کہنے لگے: اگر میرا بھی بھائی ہوتا تو آپ مجھے اس کے ساتھ بٹھاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: میں اس کو اکیلا دیکھ رہا ہوں' سو میں اس کو اپنے ساتھ بٹھا لیتا ہوں' پھر جب رات ہوئی تو دو دو کو ایک کمرہ دیا' بنیامین اکیلے رہ گئے تو کہا: اس کو میں اپنے ساتھ کمرے میں رکھ لیتا ہوں' تنہائی میں حضرت یوسف نے کہا: کیا تمہارا کوئی ماں شریک بھائی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میرا ایک ماں شریک بھائی تھا' وہ ہلاک ہو گیا۔ حضرت یوسف نے کہا: کیا تم پسند کرو گے کہ تمہارے اس ہلاک شدہ بھائی کے قائم مقام میں تمہارا بھائی ہو جاؤں؟ بنیامین نے کہا: اے بادشاہ! آپ جیسا بھائی کس خوش نصیب کا ہوگا؟ لیکن آپ یعقوب سے پیدا ہوئے نہ راحیل سے؟ پھر حضرت یوسف رونے لگے اور اس کو گلے لگا لیا اور فرمایا: میں تمہارا بھائی یوسف ہوں اور تم اب غم نہ کرنا یعنی وہ جو ہم پر حسد کرتے رہے تھے اور ہمارے باپ کی توجہ اپنی طرف پھیرنے کی جو کوشش کرتے رہے تھے' اس پر اب تم غم نہ کرنا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۵۶۔۲۵۵) ۸ے اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منادی نے یہ اعلان اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے کیا تھا تو ایک رسول برحق کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ بے قصور لوگوں پر بہتان باندھیں اور ان پر چوری کی جھوٹی تہمت لگائیں' اور اگر انہوں نے یہ حکم نہیں دیا تھا تو انہوں نے بعد میں منادی کا رد کیوں نہیں کیا کہ تم ان کو چور کیوں کہہ رہے ہو' یہ تو بے قصور ہیں' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) حضرت یوسف' بنیامین سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ تمہیں روکنے کا صرف یہی طریقہ ہے تو گویا ان کی رضامندی سے ان کو چور کہا جا رہا تھا (۲) حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ تم نے یوسف کو اس کے باپ سے چرایا تھا اور چرا کر پہلے کنویں میں ڈالا' پھر قافلہ والوں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ دیا' تو یہ کلام بہ طور توریہ تھا' اس کلام سے حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ تم یوسف کو چرانے والے ہو اور اس کلام کا ظاہر یہ تھا کہ تم شاہی پیمانہ چرانے والے ہو (۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منادی کا یہ کلام بہ طور استفہام ہو' یعنی اس نے پوچھا ہو کہ آیا تم چور ہو؟ ۹ے حضرت ابن عباس نے کہا: اس زمانہ میں ہر چور کو اس کی چوری کے جرم میں غلام بنا لیا جاتا تھا اور ان کی شریعت میں چور کو غلام بنانا' اس کے ہاتھ کاٹنے کے قائم مقام تھا۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۲۸۔۲۷)

مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ

اپنے بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا ۸۰ ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی وہ بادشاہ کے قانون کے

فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ

مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے ۸۱ ہم جس کو چاہتے ہیں درجات کی بلندی عطا کرتے ہیں اور ہر (تمام)

فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ

علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے○ ۸۲ انہوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو (کوئی نئی بات نہیں) اس سے پہلے

لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے' سو یوسف نے اس بات کو دل میں چھپایا اور ان پر ظاہر نہیں کیا' اس نے (دل میں) کہا:

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ

تم خود بدتر خصلت کے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے○ ۸۳ انہوں نے کہا: اے عزیز!

لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

اس کا باپ بہت بوڑھا ہے ۸۴ آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں ۸۵ ہماری رائے میں آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں○ ۸۶

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ

یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! کہ ہم نے جس کی بوری میں اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ ہم کسی اور کو رکھ لیں' پھر تو

اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَایْــٴَـسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ

ہم ظالم قرار پائیں گے○ جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی' ان کے بڑے بھائی نے کہا:

اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ

کیا تم کو علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ نے اللہ کی قسم لے کر تم سے پکا عہد لیا تھا' اور اس سے پہلے

ف۸۰ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ کہہ دیا کہ جس کی بوری سے وہ پیالہ نکل آئے اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے تو کارندوں نے کہا: اب تمہاری تلاشی لینی ضروری ہو گی اور تمہارے سامان کی تلاشی خود بادشاہ لے گا' اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سامان کی تلاشی لینی شروع کر دی اور پہلے بنیامین کے دوسرے بھائیوں کی تلاشی لی تاکہ ان پر تہمت نہ لگے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ وہ جب بھی کسی بوری کو کھولتے تو استغفار کرتے' حتیٰ کہ جب آخر میں صرف ان کے بھائی کی بوری رہ گئی تو انہوں نے خیال کیا: میرا خیال ہے کہ اس نے کوئی چیز نہیں اٹھائی ہو گی اس کی تلاشی نہ لی جائے' ان کے بھائیوں نے کہا: ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک مکمل تلاشی نہ لے لی جائے' پھر بنیامین کی بوری کھولی تو اس سے پیالہ نکل آیا' اور ان کے اقرار کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام' بنیامین کو پکڑ کر لے گئے ف۸۱ اس مقام پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک عظیم اور جلیل القدر نبی ہیں اور انہوں نے ایک حیلہ کر کے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا اور اس حیلہ کے نتیجے میں ان کے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام آیا' اور یہ اس کے لیے ذلت اور رسوائی کا باعث ہوا اور ان کے دوسرے بھائیوں کو اس پر طعن کا موقع ملا اور انہوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے' اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے' تو ایک نبی کی شان کے یہ کس طرح لائق ہے کہ وہ محض اپنی محبت کی تسکین کی خاطر اپنے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام لگوانے کا سامان مہیا کریں' جس کے نتیجہ میں وہ بھی رسوا ہوا اور اس کے فراق میں اس کا باپ بھی غم زدہ ہوا' اس سوال کا جواب یہ ہے کہ (۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی وحی کی اتباع میں تھا' اور اللہ تعالیٰ مالک ہے' وہ اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ○" (الانبیاء: ۲۳) اللہ جو کام کرتا ہے' اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور ان سب (بندوں) سے سوال کیا جائے گا○ البتہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کی حکمتیں ہوتی ہیں' وہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائیں گی (۲) رہا یہ سوال کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل کی تسکین کے لیے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام لگوا دیا اور باپ کو الگ غم زدہ کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنی یہ خواہش نہیں تھی کہ بنیامین ان کے پاس رہے' بلکہ خود بنیامین' حضرت یوسف کے پاس رہنا چاہتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود نہیں مانے تھے ف۸۲ اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے اور اللہ بھی ذی علم ہے' پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر بھی ایک عالم ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ ذی علم سے مراد مخلوق ہے' یعنی مخلوق میں ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے' اور اب ہر ذی علم کے عموم میں اللہ تعالیٰ داخل نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں ہے۔ (انوار التنزیل ج ۳ ص ۳۰۲-۳۰۱) اسی طرح متناہی یا فانی کی قید لگانے سے بھی اللہ تعالیٰ ذی علم کے عموم میں داخل نہیں ہو گا۔ اُردو کے مشہور مترجمین میں سے صرف حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے ہی ایسا ترجمہ کیا ہے' جس سے یہ اشکال خود بخود ہی دور ہو جاتا ہے ف۸۳ بھائیوں نے جو حضرت یوسف کی طرف چوری کی نسبت کی تھی' اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) سعید بن جبیر نے کہا: حضرت یوسف کا نانا کافر تھا اور وہ بتوں کی عبادت کرتا تھا' بچپن میں حضرت یوسف سے ان کی ماں نے کہا کہ وہ ان بتوں کو چرا کر توڑ دیں' اسی چوری کی طرف ان کے بھائیوں نے نسبت کی تھی (۲) بچپن میں ان کے گھر کوئی سائل آیا تو حضرت یوسف نے گھر سے کوئی چیز سائل کو اٹھا کر دی تھی' مجاہد نے کہا: وہ انڈا تھا' کعب نے کہا: وہ بکری تھی' سفیان بن عیینہ نے کہا: وہ مرغی تھی (۳) عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بھوک کے ایام میں حضرت یوسف اپنے بچپن میں باپ کے دستر خوان سے کچھ چیزیں اٹھا کر مانگنے والوں کو دے دیتے تھے۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۳۸) واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف ان کے بھائیوں نے چوری کی جو نسبت کی تھی' اس کے متعلق جتنی بھی روایات ذکر کی گئی ہیں' ان میں سے کسی پر بھی چوری کی تعریف صادق نہیں آتی' یہ سب ان کے بھائیوں کا ان کی طرف کذب اور بہتان تھا' ان کے زعم میں (بقیہ صفحہ ۹۸۱ پر)

قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ ۚ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي

تم یوسف کے معاملہ میں تقصیر کر چکے ہو' میں اس ملک سے ہرگز نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے اجازت دے

أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٠﴾ ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ

یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے O ٨٧ اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ

فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا

اور کہو: اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے' اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے

كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ﴿٨١﴾ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ

علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے O ٨٨ اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے ٨٩ اور اس قافلہ سے

الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

پوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں O (یعقوب نے) کہا: بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات

أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ

گھڑ لی ہے ٩٠ تو اب صبر جمیل ہی مناسب ہے' عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے

جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ

آئے گا' بے شک وہ خوب جاننے والا' بہت حکمت والا ہے O اور ان سے پشت پھیر لی اور کہا: ہائے افسوس!

عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾

یوسف (کی جدائی) پر ٩١ اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم برداشت کرنے والے تھے O

قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ

بیٹوں نے کہا: آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے یا

ف٨٧ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے بڑے نے کہا' اس سے مراد ہے: جو عمر میں بڑا تھا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۶۶) کہ اگر ہم بنیامین کے بغیر اپنے باپ کے پاس گئے تو یہ بڑے شرم کی بات ہے' ہم لوگ پہلے بھی یوسف کے معاملہ میں خیانت کر چکے ہیں اور ہمارے اس اقدام سے ہمارے باپ بہت رنج اور غم میں مبتلا ہوئے ہیں اور جب بنیامین کے بغیر باپ کے پاس جائیں گے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ جس طرح ہم نے پہلے یوسف کے معاملہ میں خیانت کی تھی' اسی طرح اب بنیامین کے معاملہ میں بھی خیانت کی ہے' نیز وہ یہ بھی سمجھیں گے کہ ہم نے جو پکی قسمیں کھا کر باپ سے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا' ہم نے ان قسموں اور ان وعدوں کو پورا نہیں کیا' اب میں اس حالت میں اس وقت تک اس ملک سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ میرا باپ مجھے واپس نہ بلائے یا اللہ کی تقدیر سے کوئی ایسا سبب بن جائے کہ ہمارا بھائی ہمیں واپس مل جائے اور میں اس کو لے کر باپ کے پاس جاؤں ف٨٨ اس قول کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) ہم نے یہ دیکھا کہ شاہی کارندوں نے شاہی پیالہ بنیامین کی بوری سے برآمد کر لیا اور حقیقت حال ہمیں معلوم نہیں ہے (۲) قتادہ نے کہا: ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کا بیٹا چوری کرتا ہے' اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا تو ہم اس کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاتے' نہ اس کو واپس لانے کے متعلق آپ کے سامنے پکی قسمیں کھاتے (۳) منقول ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: چلو مان لیا کہ اس نے چوری کی ہے' لیکن بادشاہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ بنو اسرائیل کی شریعت میں یہ مقرر ہے کہ جس پر چوری ثابت ہو جائے اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے' ضرور تم نے اپنے کسی مطلب کی وجہ سے بادشاہ کو یہ بتایا ہوگا' تب انہوں نے کہا کہ چوری کا واقعہ رونما ہونے سے پہلے ہم نے بادشاہ سے یہ ذکر کیا تھا' اور اس وقت ہم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ واقعہ ہو جائے گا کیونکہ ہم غیب پر نگہبان نہیں ہیں ف٨٩ علامہ ابوبکر الانباری نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس بستی سے پوچھئے' وہاں کے در و دیوار اور بازاروں سے پوچھئے تو وہ آپ کو بتائیں گے کیونکہ آپ انبیاء میں سے ہیں' بلکہ اکابر انبیاء میں سے ہیں' جب آپ سوال کریں گے تو کوئی بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جمادات کو گویا کر دے اور آپ کو صحیح واقعہ کی خبر دے دے اور یہ آپ کا معجزہ ہو جائے ف٩٠ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں کی بات سنی تو جس طرح انہوں نے حضرت یوسف کے متعلق ان کی دی ہوئی خبر پر یقین نہیں کیا تھا' انہوں نے اس خبر پر بھی یقین نہیں کیا' اور فرمایا: بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے' اس سے ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ تم نے جھوٹ کہا ہے بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ بنیامین کو میرے پاس سے نکالنے اور اس کو مصر لے جانے اور اس سے منفعت حاصل کرنے کے لیے تم نے ایک بات بنالی تھی' جس کے نتیجہ میں یہ مصیبت آئی' تم نے اس کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بہت ضد کی اور اس کو اپنے ساتھ لانے کے لیے عہد و پیمان کیے اور قسمیں کھائیں' لیکن تم نے جو کچھ سوچا تھا' تقدیر میں اس کے بالکل خلاف تھا ف٩١ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر' تو یہ شکایت کے الفاظ ہیں' پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر جمیل کدھر گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شکایت نہیں کی' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف شکایت کی' صبر جمیل کے منافی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کرتے' انہوں نے تو خود کہا تھا: "إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ" (یوسف: ۸۶) میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ ابن الانباری نے کہا: یہ دعائیہ کلمات ہیں اور ان کی مراد یہ تھی: اے میرے رب! یوسف کا جو مجھے رنج اور افسوس ہے' اس پر رحم فرما۔

تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ

ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے O (یعقوب نے) کہا: میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت

اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا

صرف اللہ سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے O ۹۲ اے میرے بیٹو! جاؤ

مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ

یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو' اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ کی

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا

رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوتے ہیں O ۹۳ سو جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا:

يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے ۹۴ اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

لے کر آئے ہیں' آپ ہمیں پورا غلہ ماپ کر دے دیں' اور ہم پر صدقہ کریں ۹۵ بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے O

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

یوسف نے کہا: کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم جہالت میں تھے O ۹۶

قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِيْ ؗ قَدْ

انہوں نے کہا: کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا: میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے' بے شک

مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا' ۹۷ بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکو کاروں کا اجر

ف۹۲ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت' اس کے احسان اور اس کی وحی سے میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے وہاں سے کشادگی لے کر آئے گا جہاں کا مجھے علم بھی نہیں ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ توقع تھی کہ ان کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے گی اور اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں: (۱) روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا تو آپ نے اس سے پوچھا تھا: آیا تم نے میرے بیٹے یوسف کی روح قبض کر لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' اے اللہ کے نبی!' پھر اس نے مصر کی طرف اشارہ کیا' آپ اس کو وہاں ڈھونڈیں (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہے کیونکہ حضرت یوسف میں سعادت' شرافت اور کمال کے آثار بہت نمایاں تھے اور ان جیسے لوگوں کے خوابوں میں خطاء نہیں ہوتی (۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی ہو کہ وہ عنقریب ان کو حضرت یوسف سے ملا دے گا' لیکن اس کا وقت معین نہ کیا ہو' اس لیے ان کے دل میں قلق اور اضطراب تھا لیکن ان سے ملاقات کا بہرحال یقین تھا ف۹۳ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے' کیونکہ انسان اللہ کی رحمت سے اس وقت مایوس ہوگا' جب اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کو اس کی مراد کا علم نہیں ہے یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کو علم تو ہے لیکن وہ اس کی مراد کو پورا کرنے سے عاجز ہے' اس پر قادر نہیں ہے یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کو علم اور قدرت تو ہے لیکن وہ بخیل ہے وہ ایسا کرے گا نہیں' اور یہ تمام وجوہ کفر ہیں' اس لیے مؤمن کو آخری وقت تک یہ اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی امید اور مراد کو پورا کر دے گا' لیکن اگر کسی وجہ سے وقت نکل جائے اور اس کی مراد پوری نہ ہو تو پھر یہ یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی مراد کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا' یا اس کی مراد خود اس کے حق میں نقصان دہ تھی اور اس کو اس کا علم نہیں تھا' یا اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ مراد پوری نہیں کی تو وہ اس کے عوض اس کو اس سے اچھی کوئی اور نعمت دنیا میں یا آخرت میں عطا کرے گا یا اگر اس نے مراد پوری نہ ہونے پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت اس سے دور کر دے گا ف۹۴ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے باپ نے تو ان سے کہا تھا کہ جا کر یوسف اور بنیامین کو تلاش کرو اور انہوں نے مصر پہنچ کر غلہ مانگنا شروع کر دیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کسی کی تلاش میں نکلتے ہیں' وہ اپنے مطلوب اور حصول کے لیے تمام ذرائع اور وسائل اور تمام حیلوں اور بہانوں کو کام میں لاتے ہیں' انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی تنگ دستی اور بدحالی کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ ان کے پاس غلہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے اور ان کو غلہ کی شدید حاجت ہے' وہ تجربہ کر رہے تھے کہ اگر بادشاہ کا دل ان کے لیے نرم ہو گیا تو ہم اس سے یوسف اور اس کے بھائی کے متعلق معلوم کریں گے اور اگر اس کا دل نرم نہیں ہوا تو خاموش رہیں گے ف۹۵ اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان فقر اور فاقہ میں مبتلا ہو تو اس کے لیے اپنی تنگ دستی اور بدحالی کو بیان کرنا جائز ہے' بشرطیکہ اس کا مقصد اللہ کی شکایت کرنا نہ ہو' اور اسی شرط کے ساتھ بیمار کے لیے ڈاکٹر کے سامنے اپنی بیماری کی کیفیت بیان کرنا جائز ہے اور یہ صبر جمیل کے خلاف نہیں ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے ف۹۶ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول کی تفسیر میں امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب انہوں نے حضرت یوسف سے کہا: اے امیر! ہم اور ہمارے گھر والے فقر اور فاقہ میں گرفتار ہیں' آپ ہم پر صدقہ کیجئے' تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل نرم ہو گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۷ ۱۹۹۳) تب انہوں نے ان سے یہ سوال کیا ف۹۷ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وہی ہوں' بلکہ فرمایا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے' تا کہ ان کے بھائی اس نام سے یہ جان لیں کہ میں وہی ہوں' جس پر انہوں نے ظلم توڑے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت و سرفرازی عطا فرمائی ہے' میں وہ ہوں جس کو عاجز سمجھ کر تم نے ہلاک کرنے کے لیے کنویں میں ڈال دیا تھا' اس کو آج اللہ نے ایسی حکومت اور ایسا اقتدار عطا فرمایا ہے کہ تم اپنی رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے اس کے پاس غلہ کی خیرات مانگنے آئے ہو۔

الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا

ضائع نہیں فرماتاO انہوں نے کہا: بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم

لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ

خطا کار تھےO یوسف نے کہا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ

أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ

سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہےO ۹۸ میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے

أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ

پر ڈال دو ۹۹ تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی ۱۰۰ اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤO اور جب قافلہ (مصر سے)

الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾

روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا: اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے ۱۰۱ تو مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہےO ۱۰۲

قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ

بیٹوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ اپنی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہیں O ۱۰۳ پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا

أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي

اور اس نے وہ قمیص ان کے چہرے پر ڈال دی تو وہ فوراً بینا ہو گئے' یعقوب نے کہا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک

أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا

مجھ کو اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہےO ۱۰۴ بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی

إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ

بخشش طلب کیجئے' بے شک ہم گنہ گار ہیںO ۱۰۵ یعقوب نے کہا: میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری بخشش طلب کروں گا' بے شک وہ بہت

ف۹۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں آج کے بعد تم کو تمہاری زیادتیوں پر کبھی ملامت نہیں کروں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کعبہ پر آئے اور دروازہ کی چوکھٹ کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے (مشرکین مکہ سے) فرمایا: تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے برادر زاد اور عم زاد ہیں اور انہوں نے یہ تین مرتبہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس طرح کہتا ہوں جس طرح حضرت یوسف نے کہا تھا: "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَO" (یوسف: ۹۰) آج تمہیں کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہےO پھر مشرکین مکہ تیزی سے اسلام میں داخل ہونے لگے' جیسے ان کے پیروں کی بیڑیاں کھول دی گئی ہوں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۱۸) ف۹۹ مطلب بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی قمیصوں میں سے ایک قمیص پہنائی تھی' حضرت ابراہیم نے یہ قمیص حضرت اسحاق کو پہنائی' اور حضرت اسحاق نے وہ قمیص حضرت یعقوب کو پہنائی اور حضرت یعقوب نے وہ قمیص حضرت یوسف کو پہنائی' پھر انہوں نے اس قمیص کو لپیٹ کر ایک چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف کے گلے میں ڈال دیا' جس وقت حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا' اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے' ان تمام واقعات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نلکی سے یہ قمیص نکال کر بھائیوں کے حوالے کی اور کہا: میری اس قمیص کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو' ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ص ۲۱۹۶) ف۱۰۰ یہ آیت تبرکات صالحین کے امراض میں مفید اور شفاء ہونے میں اصل ہے۔ حضرت عثمان بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی' اس میں نبی ﷺ کے مبارک بالوں میں سے کچھ بال تھے' جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اس کو اور کوئی بیماری ہو جاتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیج دیتا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۶) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ اس برتن میں پانی ڈالتیں اور ان کا دھوون اس بیمار کو پلاتیں' وہ آدمی شفاء طلب کرنے کے لیے اس پانی سے غسل کرتا اور اس کو اس پانی کی برکت حاصل ہوتی۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۵۳) ف۱۰۱ ابن ابی الہذیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ابھی حضرت یوسف علیہ السلام کا قافلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے آٹھ راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کی خوشبو آ گئی۔ (جامع البیان: ۱۵۱۱۰) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت یوسف' حضرت یعقوب کے گھر کے قریب کنوئیں میں تھے تو آپ کو حضرت یوسف کی خوشبو نہیں آئی تو پھر اتنے فاصلہ سے آپ کو حضرت یوسف کی خوشبو کیسے آ گئی؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں حضرت یوسف کا معاملہ' حضرت یعقوب سے مخفی رکھا تھا' تا کہ حضرت یوسف مکمل مصیبت میں گرفتار ہوں اور اس پر صبر کرنے سے حضرت یوسف کو اس مصیبت کا اور حضرت یعقوب کو ان کی جدائی کا پورا پورا اجر ملے اور جب مصیبت اور جدائی کے ایام ختم ہو گئے اور کشادگی اور فرحت کا دور آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فاصلہ کے زیادہ ہونے کے باوجود ان کو حضرت یوسف کی خوشبو پہنچا دی (۲) صبا (مشرق سے مغرب کی طرف چلنے والی ہوا) نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی کہ خوش خبری دینے والے سے پہلے وہ حضرت یوسف کی خوشبو حضرت یعقوب تک پہنچا دے' تو اللہ عزوجل نے اس کو اجازت دے دی' یہی وجہ ہے کہ ہر غم زدہ تک جب باد صبا کے جھونکے پہنچتے ہیں تو اس کی روح کو تازگی محسوس ہوتی ہے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۸۴' ملخصاً) ف۱۰۲ حسن اور مجاہد نے اس کے معنی میں کہا: اگر تم مجھے بڑھاپے کی وجہ سے زائل العقل قرار نہ دو۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۸۴' ملخصاً) ف۱۰۳ قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: آپ اپنی پرانی محبت میں گرفتار ہیں' آپ یوسف کو نہیں بھولتے اور وہ آپ کے دل سے نہیں نکلتا۔ اس معنی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے: "إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍO" (یوسف: ۸) بے شک ہمارا باپ ضرور محبت کی کھلی وارفتگی میں ہےO (بقیہ صفحہ ۹۸۲ پر)

الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ

بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۱۰۶ پھر جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے ۱۰۷ تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ

ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى

دی اور کہا: تم سب مصر میں داخل ہو جاؤ' ان شاء اللہ (وہاں) امن کے ساتھ رہو گے ○ اور اس نے اپنے ماں باپ کو

الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ

بلند تخت پر بٹھایا ۱۰۸ اور وہ سب یوسف کے لیے سجدہ میں گر گئے ۱۰۹ اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب

مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ

کی تعبیر ہے' بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا' اور بے شک اس نے مجھ پر احسان فرمایا جب اس نے مجھ

مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ

کو قید سے رہائی دی' اور شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو عناد پیدا کر دیا تھا

بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ

اس کے بعد آپ سب کو گاؤں سے لے آیا' بے شک میرا رب جو چاہتا ہے وہ حسن تدبیر سے کرتا ہے' بے شک وہ بے حد علم والا'

الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ

بہت حکمت والا ہے ○ اے میرے رب! تو نے مجھے (مصر کی) حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی

الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا

تعبیر کا علم عطا کیا' اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ

اور آخرت میں میرا کارساز ہے' مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا ۱۱۰ اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا ○ ۱۱۱ یہ غیب

ف۱۰۶ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس فرمان کا مطلب یہ تھا کہ میں جمعہ کی رات کو تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔ (جامع البیان ملخصا) ف۱۰۷ فرقد السبخی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیص ڈالی گئی تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کو بلایا ہے' پھر حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے بھائی مصر کی طرف روانہ ہوئے' جب حضرت یوسف کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مصر کے قریب پہنچ گئے ہیں تو وہ ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے اور ان کے ساتھ مصر کے تمام سردار اور معزز لوگ تھے۔ جب حضرت یعقوب اور حضرت یوسف ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف نے سلام میں پہل کرنا چاہی تو ان کو منع کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ حضرت یعقوب سلام کی ابتداء کرنے کے مستحق ہیں' تب حضرت یعقوب نے کہا: تم پر سلام ہو' اے مجھ سے رنج و غم دور کرنے والے۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۱۵۱۵۱) ف۱۰۸ اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ راحیل تو بنیامین کی ولادت کے وقت فوت ہو گئی تھیں۔ اس سوال کے حسب ذیل جواب ہیں: امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ بنیامین کی ولادت کے وقت فوت ہو گئی تھیں' اس لیے اس آیت میں ماں باپ سے مراد حضرت یوسف کے والد اور ان کی خالہ ہیں (قتادہ نے کہا: حضرت یعقوب' حضرت یوسف کی خالہ سے نکاح کر چکے تھے)۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۲۰۱) ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کو زندہ کر دیا تھا' تاکہ وہ حضرت یوسف کو سجدہ کریں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تحقیقی طور پر واقع ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۹ ص ۲۳۰) ف۱۰۹ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس لیے حضرت یوسف کو سجدہ کیا تاکہ ان کے بھائیوں کو حضرت یوسف کے سامنے سجدہ کرنے میں عار محسوس نہ ہو' جیسے ادارہ کا سربراہ کسی شخص کی تعظیم کرے تو ادارہ کے باقی ارکان بھی اس کی تعظیم بجالانے میں عار محسوس نہیں کرتے ف۱۱۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت یوسف کی مراد یہ تھی کہ اے اللہ! مجھ سے اسلام کو سلب نہ کرنا' حتیٰ کہ تو مجھے موت عطا کرے' اور ابن عقیل کہتے تھے کہ حضرت یوسف نے موت کی تمنا نہیں کی تھی' انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ ان کی موت صفت اسلام پر آئے اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ جب تو مجھے موت عطا فرمائے تو حالت اسلام پر موت عطا فرمانا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۲۹۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔ (صحیح البخاری: ۵۶۷۱) ف۱۱۱ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام خود اکابر انبیاء میں سے ہیں اور صالحین کا اطلاق تو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ان سے کم مرتبہ کے لوگوں پر بھی ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ صالحین سے حضرت یوسف کی مراد ہے ان کے آباء کرام' حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام۔

أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

کی خبریں ہیں جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں اور جب برادران یوسف اپنی سازش پر متفق ہو رہے تھے

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

اور اپنی سازش پر عمل کر رہے تھے تو اس وقت آپ ان کے پاس موجود نہ تھے O ١١٢ اور آپ خواہ کتنا ہی چاہیں اکثر لوگ

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

ایمان لانے والے نہیں ہیں O ١١٣ اور آپ ان سے اس (تبلیغ دین) پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتے' یہ (قرآن) تو صرف تمام

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ ع وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ

جہان والوں کے لیے نصیحت ہے O ١١٤ آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ

جن سے لوگ منہ پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں O ١١٥ اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر

اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں O ١١٦ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾

ان کے اوپر اللہ کا ایسا عذاب آ جائے جو ان کا مکمل احاطہ کر لے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو O ١١٧

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ

آپ کہیے کہ یہ میرا راستہ ہے' میں پوری بصیرت کے ساتھ (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلاتا ہوں' اور میرے پیروکار بھی

اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ

(اسی کی طرف بلاتے ہیں) ١١٨ اور اللہ پاک ہے' ١١٩ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں O اور ہم

ف١١٢ اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس مفصل واقعہ کی خبر دینا' غیب کی خبر ہے' اس لیے یہ آپ کی نبوت کا معجزہ ہے اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے' اور اہل مکہ کو علم تھا کہ سیدنا محمد ﷺ نے کسی کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور نہ کسی عالم کی شاگردی اختیار کی ہے' نہ اہل علم کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور نہ مکہ علماء کا شہر تھا' اس کے باوجود آپ کا حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو بغیر کسی غلطی اور تحریف کے اور کسی سے پڑھے اور سنے بغیر بیان کر دینا' آپ کا معجزہ ہے اور اس پر دلیل ہے کہ آپ پر اللہ کا کلام نازل ہوا ہے ف١١٣ قریش اور یہودیوں نے نبی ﷺ سے حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ دریافت کیا' نبی ﷺ نے بہت تفصیل سے یہ واقعات بیان فرمائے' آپ کو امید تھی کہ سورۂ یوسف کو سن کر یہ لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن آپ کی یہ اُمید پوری نہ ہوئی اور آپ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رنج زائل کرنے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (زادالمسیر ج ۴ ص ۲۹۳)

ع ١١ / ٥

وقف النبی علیہ السلام

ف١١٤ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں توحید' رسالت' مبدأ اور معاد کے دلائل ہیں اور نیک کاموں کی نصیحت ہے۔ قرآن مجید رشد وہدایت کے مضامین پر مشتمل ہے۔ آپ کا منصب دولت کمانا نہیں ہے اور نہ آپ نے اس کی کبھی خواہش کی ہے۔ آپ کی کوشش تو صرف یہ ہے کہ لوگ ہدایت پر آ جائیں اور وہ اخروی فلاح کو حاصل کر لیں ف١١٥ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر بہت نشانیاں ہیں' جن پر لوگ غور نہیں کرتے ہیں۔ اس کائنات میں ہمیں جو سب سے عظیم چیز نظر آتی ہے وہ سورج ہے' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک مقرر نظام کے تحت طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی عظیم قادر وقیوم کے نظام کے تابع اور مسخر ہے' اور جس عظیم قادر وقیوم نے اس کائنات کی سب سے عظیم چیز کو اپنے نظام کے مسخر اور اپنے احکام کے تابع کیا ہوا ہے' وہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کو چلانے والا ہے' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ زمین میں زرعی پیداوار' حیوانوں اور انسانوں کی تولید اور نشوونما کا نظام واحد ہے اور اس نظام کی وحدت' ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا اور اس نظام کو چلانے والا بھی واحد ہے' غرض آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے وجود اور اس کی وحدت پر بہت نشانیاں ہیں لیکن لوگ اس پر غور نہیں کرتے اور ان سے منہ پھیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں ف١١٦ حسن نے کہا: اس سے مراد اہل کتاب ہیں' وہ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ عیسائی' حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہود عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ شرک ہے ف١١٧ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے' وہ غیر اللہ کی عبادت پر ڈٹے رہتے ہیں' کیا ان کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ ان کے اوپر اللہ کا ایسا عذاب آ جائے جو ان کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لے یا اسی حال میں ان پر اچانک قیامت آ جائے اور اللہ تعالیٰ ان کو دائمی عذاب کے لیے دوزخ میں ڈال دے ف١١٨ یعنی اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ ان مشرکین سے کہیے کہ میں جس دین کی دعوت دے رہا ہوں' یہی میرا طریقہ اور میری سنت ہے' اسی طریقہ پر چل کر انسان جنت اور اخروی نعمتوں کو حاصل کر سکتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو پوری بصیرت اور یقین کے ساتھ اسلام کی دعوت دینی چاہیے اور علماء کرام جو دین کی تبلیغ کرتے ہیں' وہ اللہ کے بندوں کی طرف نبی ﷺ کے امین اور سفیر ہیں ف١١٩ یعنی مشرکین جو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فلاں اللہ کا شریک ہے' فلاں اللہ کا بیٹا ہے' فلاں اللہ کا مددگار ہے اور ایسی ہی دوسری خرافات' اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے اور برتر اور بلند ہے۔

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ

نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا ہے ۱۲۰ جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے وہ بستیوں کے رہنے والے تھے ۱۲۱

الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تو یہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا

کیسا انجام ہوا ۱۲۲ بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے O

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا

قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ

تو رسولوں کے پاس ہماری مدد آ گئی ۱۲۳ سو جس کو ہم نے چاہا وہ بچا لیا گیا اور مجرموں کی قوم

بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

سے ہمارا عذاب دور نہیں کیا جاتا O بے شک ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے

لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

نصیحت ہے ۱۲۴ یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے بلکہ یہ ان کتابوں کا مصدق ہے جو

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

اس سے پہلے نازل ہوئیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے ۱۲۵ اور یہ مومنوں کے لیے ہدایت

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع

اور رحمت ہے O ۱۲۶

ف۱۲۰ منکرین نبوت یہ کہتے تھے کہ اللہ نے اگر کوئی رسول بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیج دیتا' اور سیدنا محمد ﷺ کے متعلق یہ کہتے تھے کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہیں' یہ کیسے نبی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی صرف مردوں کو رسول بنایا ہے' کسی جن یا فرشتہ یا عورت کو رسول نہیں بنایا ف۱۲۱ اس سے مراد ہے کہ وہ شہر کے رہنے والے تھے' کیونکہ جنگلوں اور دیہاتوں کے رہنے والے عموماً سخت دل اور غیر مہذب ہوتے ہیں اور عقل و فہم سے عاری ہوتے ہیں اور شہروں کے رہنے والے عموماً عقل مند' بردبار اور مہذب ہوتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جنگلیوں اور دیہاتیوں میں سے کوئی نبی بھیجا اور نہ عورتوں میں سے اور نہ جنوں میں سے ف۱۲۲ اس لیے کہ زمین میں قومِ عاد' قومِ ثمود' قومِ مدین اور قومِ لوط پر عذاب کے آثار موجود ہیں' اگر یہ ان علاقوں میں سفر کرتے تو دیکھ لیتے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوتا ہے ف۱۲۳ اس آیت میں لفظ ''کذبوا'' کی قراءت دو طرح منقول ہے: ایک وجہ ہے: ''كُذِبُوْا'' ذال پر تشدید کے بغیر اور دوسری وجہ ہے: ''كُذِّبُوْا'' ذال پر تشدید کے ساتھ۔ عاصم' حمزہ اور کسائی کی پہلی قراءت ہے اور باقی قراء کی دوسری قراءت ہے۔ اسی طرح اس آیت کی چار توجیہات پیش کی گئی ہیں: ''کذبوا'' بغیر تشدید کے جو پڑھا گیا ہے اس کی دو توجیہات

ع ۱۲ / ۷ / ۹

ہیں: پہلی توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا' یہ صحیح توجیہ ہے اور دوسری توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا' یہ باطل توجیہ ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو رد کر دیا ہے اور امام رازی نے بھی ان کی موافقت کی ہے' اور اگر ''کذبوا'' کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی بھی دو توجیہات ہیں: پہلی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ رسولوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان کی امتوں نے ان کی تکذیب کر دی ہے' اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ رسولوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں' وہ اب ان کی تکذیب کریں گے' یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توجیہ ہے اور یہ سب سے بہترین توجیہ ہے ف۱۲۴ ان قصوں سے مراد حضرت یوسف' ان کے بھائیوں اور ان کے والد کے قصے ہیں اور کسی قصہ کا حسن یہ ہوتا ہے کہ اس میں نصیحت ہو اور حکمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے' یعنی جوان واقعات میں غور و فکر کریں' جو شخص کسی کے ظلم و ستم پر صبر کرے اور جب اسے کوئی حسین' جوان اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ اس سے اپنا دامن بچائے خواہ اس کے نتیجہ میں اس کو قید و بند کے مصائب اٹھانے پڑیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت عمدہ جزا دیتا ہے' اور وہ بھائی جو اپنی طاقت کے بل پر حضرت یوسف پر ظلم کر رہے تھے' ایک وقت آیا کہ وہ حضرت یوسف کے پاس غلہ کی خیرات لینے آئے اور وہ سب ان کے سامنے سجدہ ریز ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ ظالم بالآخر ناکام ہوتا ہے اور مظلوم انجام کار کامیاب ہوتا ہے ف۱۲۵ اس کا معنی یہ ہے کہ اس قرآن میں بندوں کی دنیا اور آخرت کی فلاح سے متعلق تمام احکامِ شرعیہ کی تفصیل ہے اور ان کی رشد و ہدایت اور اصلاحِ عقائد اور مبدأ اور معاد کی تمام تفصیل اس میں موجود ہے ف۱۲۶ قرآن مجید تو تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن اس کی ہدایت سے صرف ایمان والے فائدہ اٹھاتے ہیں' اس لیے فرمایا: یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الرعد مدنیۃ ۹۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰياتها ۴۳ رکوعاتها ۶

سورۃ الرعد مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تینتالیس آیتیں چھ رکوع ہیں

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

الف لام میم را' یہ اس کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ

لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے O اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں

بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

کے بلند کیا' (جیسا کہ) تم انہیں دیکھتے ہو۱ پھر اس نے عرش پر جلوہ فرمایا۲ اور اس نے سورج

وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ

اور چاند کو اپنے نظام پر کاربند فرما دیا ہر ایک اپنی مقرر مدت تک گردش کر رہا ہے۳ وہی دنیا کے معاملات کی تدبیر

الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ② وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ

کرتا ہے وہ آیتوں کی تفصیل فرماتا ہے تاکہ تم کو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کا یقین ہو O اور وہی ہے جس نے زمین کو

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ

پھیلایا اور اس میں پہاڑ نصب کیے اور دریا رواں کیے' اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں

فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

کے دو دو جوڑے بنائے' وہ رات سے دن کو چھپا لیتا ہے' بے شک اس میں غور و فکر

لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ③ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ

کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں O ۴ اور زمین میں ایک دوسرے کے قریب قطعات ہیں' اور

سورۃ الرعد: ف۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے برحق ہونے اور اپنے وجود اور اپنی توحید پر دلائل قائم فرما رہا ہے' اور اپنی قدرت پر براہین پیش فرما رہا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا' کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ کوئی چھت بغیر ستونوں یا دیواروں کی ٹیک کے قائم نہیں ہو سکتی تو جس قادر و قیوم نے آسمانوں کو بغیر کسی ٹیک اور سہارے کے بلند کر دیا تو یقیناً وہ ہستی ممکنات اور مخلوقات سے ماوراء ہے ف۲ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے' جیسا کہ متقدمین کا سلامتی والا طریقہ ہے اور یا پھر ان کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین کا طریقہ ہے تاکہ جاہلوں کے اعتراضات کو دور کیا جا سکے اور کم فہم لوگوں کو اپنے مسلک پر برقرار رکھا جائے۔ (شرح عقائد نسفی ص ۳۴) "اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" کی تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۴ ص ۱۵۸ تا ۱۶۸ کا مطالعہ فرمائیں ف۳ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند اور ان کی گردش کا ذکر فرمایا' ہم دیکھتے ہیں کہ سورج اور چاند ہمیشہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتے ہیں اور ایک مخصوص جانب میں غروب ہوتے ہیں' تو وہ کون ہے جس نے ان کو اس مخصوص نظام کے تحت گردش پر کاربند کیا اور وہ کون ہے جس نے ان کو اس مخصوص جانب سے طلوع اور غروب کا پابند کیا ہے' اگر اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی اور خدا ہے تو اس نے ان مخصوص جانبوں کے سوا کسی اور جانب سے ان کا طلوع اور غروب کرایا ہوتا' ان کی مخصوص گردش کے سوا کوئی اور گردش کرائی ہوتی اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا وہ ایک ہی خدا ہے' جس نے کائنات کا یہ مربوط نظام قائم کیا ہے' اس نظام کی یکسانیت اور طریقہ کار کی وحدت کا تسلسل یہ بتاتا ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے ف۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درختوں اور پھلوں سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا' اور درختوں اور پھلوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تقریر اس طرح ہے کہ تمام درختوں کی نشوونما کا نظام واحد ہے' سب درختوں کا تنا اوپر ہوتا ہے اور جڑیں نیچے جاتی ہیں اور شاخیں مختلف اطراف میں پھیل جاتی ہیں اور اس نظام کی وحدت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہو' اسی طرح پھلوں کی پیدائش کا نظام بھی واحد ہے' آم کے بیج سے ہمیشہ آم پیدا ہوتا ہے اور کھجور کے بیج سے کھجور پیدا ہوتی ہے' ہر پھل کا ایک موسم ہے وہ اسی موسم میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ پھل جس علاقہ اور جس زمین میں پیدا ہو' اس کی وہی خوشبو' وہی ذائقہ' وہی تاثیر ہوگی' غرض اس کی پیدائش' اس کی نشوونما' اس کے ذائقہ اور اس کی تاثیر کا نظام واحد ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے' اگر نظام بنانے والے متعدد ہوتے تو نظام واحد نہ ہوتا بلکہ متعدد نظام ہوتے۔ امریکہ میں معاشی نظام اور ہے' روس میں نظام اور ہے اور چین میں اور نظام ہے۔ یہ نظام اس لیے متعدد ہیں کہ نظام کے بنانے والے متعدد ہیں' جب نظام کے بنانے والے متعدد ہوں تو نظام متعدد ہوتے ہیں اور جب نظام بنانے والا واحد ہو تو نظام بھی واحد ہوتا ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ اس پوری کائنات میں چشموں' دریاؤں' سمندروں' پہاڑوں' درختوں' پتوں' پھولوں' پھلوں' حیوانوں اور انسانوں کی پیدائش اور نشوونما کا نظام واحد ہے' اس نظام کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے۔

أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ

انگوروں کے باغ اور کھیت ہیں ۵ اور ایک ہی جڑ سے نکلے ہوئے کھجور کے درخت ہیں اور الگ الگ بھی ہیں (حالانکہ

وَّاحِدٍ ۗ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم بعض پھلوں کو لذت میں بعض دوسرے پھلوں پر ترجیح دیتے ہیں' بے شک

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا

ان میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ ۷ اور اگر تم تعجب کرو تو باعث تعجب تو ان کا یہ قول ہے: کیا ہم

كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ

مٹی ہو جانے کے بعد از سر نو پیدا ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا

وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی دوزخی ہیں جس میں

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ

وہ ہمیشہ رہیں گے○ اور یہ لوگ ثواب سے پہلے عذاب کے طلب گار ہیں اور بے شک

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۗ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ

ان سے پہلے عذاب یافتہ لوگ گزر چکے ہیں' اور بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم (گناہوں)

عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

کے باوجود ان کو بخشنے والا ہے اور بے شک آپ کا رب ضرور سخت عذاب دینے والا ہے○ ۸ اور کافر کہتے ہیں کہ

كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ

ان کے رب کی طرف سے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ نازل ہوئی ۹ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور

ف۵ یعنی مختلف قسم کی زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہیں' بعض زمینیں زرخیز ہیں اور بعض زمینیں بنجر ہیں' بعض زمینیں سخت ہیں اور بعض زمینیں نرم ہیں' بعض پہاڑی زمینیں ہیں اور بعض میدانی زمینیں ہیں' بعض پتھریلی اور بجری والی زمینیں ہیں اور بعض ریتلی زمینیں ہیں' بعض ریگستان ہیں اور بعض نخلستان ہیں' بعض ایسی زمینیں ہیں جن میں صرف کھیت اگائے جا سکتے ہیں اور بعض زمینیں ایسی ہیں جن میں صرف باغات اور درخت اُگائے جاسکتے ہیں' بعض زمینوں میں صرف اناس' چائے' پان' پٹ سن' چاول اور بانس وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور بعض زمینوں میں بادام' چلغوزہ' اخروٹ اور کاجو پیدا ہوتا ہے' اور بھی زمین کی اقسام ہیں جن کی پیداواری صلاحیت الگ الگ ہے ف۶ ہم بعض پھلوں کو لذت میں بعض دوسرے پھلوں پر ترجیح دیتے ہیں' یعنی یہ پھل خوشبو' جسامت' رنگ اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بعض پھل میٹھے ہیں اور بعض کھٹے ہیں' پھر مٹھاس کا ذائقہ بھی الگ الگ ہے۔ کیلے کی مٹھاس اور ہے' کھجور کی مٹھاس اور ہے اور آم کی مٹھاس اور ہے' پھر آم کی مختلف قسموں کی مٹھاس الگ الگ: سرولی' دسہری' انور رٹول' فضلی اور چونسہ یہ سب میٹھے آم ہیں لیکن آپ الفاظ میں ان کی مٹھاس کا فرق بیان نہیں کر سکتے' کیلے اور کھجور کی مٹھاس کا فرق بیان نہیں کر سکتے' اناس' آڑو اور فالسہ یہ سب ترش پھل ہیں لیکن آپ الفاظ میں ان کی ترشی کا فرق بیان نہیں کر سکتے' پس سبحان ہے وہ ذات جس نے ایسے متعدد اور مختلف ذائقے پیدا کیے کہ زبان ان کے اختلاف کی تعبیر کرنے سے عاجز ہے ف۷ یعنی اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ کفار پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ بتوں کی پرستش کرتے ہیں' جو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں' اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور مر کر دوبارہ اٹھنے کی تکذیب کرتے ہیں۔ عادتاً غیر مستبعد اور غیر متوقع اور خلاف معمول چیز کو دیکھ کر ذہن میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو تعجب کہتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی چیز پر تعجب کرے کیونکہ تعجب تو اس کو ہوگا جس کو حقیقتِ حال کا علم نہ ہو' اور اللہ کو تو ہر چیز کا علم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جو آخرت کا انکار اور اس کی تکذیب کرتے ہیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے باعث تعجب ہونا چاہیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ف۸ اس آیت سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات گناہ کبیرہ کے مرتکب کو توبہ سے پہلے بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو گناہ کرتے وقت بھی معاف کر دیتا ہے' اور ظاہر ہے کہ بندہ گناہ کرتے وقت توبہ نہیں کر رہا ہوتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اسی پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ یہ بھی فرمایا ہے: بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا پہلا حصہ مؤمن مرتکب کبیرہ کے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کافر کے متعلق ہے ف۹ نبی ﷺ پر جو قرآن نازل کیا گیا وہ بہت عظیم الشان معجزہ ہے' پھر وہ کیوں کہتے تھے کہ آپ پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ ان کے فرمائشی معجزے کیوں نہیں پیش کیے گئے' سورۂ بنی اسرائیل میں ان کے فرمائشی معجزوں کا ذکر ہے: وہ کہتے تھے ہم آپ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ بن جائے' پھر آپ اس باغ کے درمیان بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں' یا آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے حجاب لے آئیں' یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے صرف چڑھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے' حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کر دیں جس کو ہم خود پڑھیں۔ (بنی اسرائیل: ۹۳-۹۰)

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ

ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں O ف۱۰ ہر مادہ کے حمل کو اللہ جانتا ہے' ف۱۱ اور ہر رحم میں جو کمی

الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ

اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے' ف۱۲ اور ہر چیز کا اس کے نزدیک ایک اندازہ ہےO وہ ہر غیب

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ

اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے' ف۱۳ سب سے بڑا نہایت بلند ہےO تم میں سے کوئی آہستہ بات کرتا ہے

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ

یا زور سے بولتا ہے' وہ رات کو چھپ جائے یا دن میں چلنے والا ہو

بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ

اس کے علم میں برابر ہےO اس کے لیے باری باری آنے والے محافظ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے سے

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں' ف۱۴ بے شک اللہ کسی قوم کی نعمت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ

بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

اپنی حالت کو نہ بدل دیں' ف۱۵ اور جب اللہ کسی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے' اور اس

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱ هُوَ الَّذِیْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ

کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہےO وہی ہے جو تم کو (کبھی) ڈرانے کے لیے اور کبھی امید دلانے کے لیے بجلی

طَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ

کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے O ف۱۶ بادل پر متعین فرشتہ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے ف۱۷

ف۱۰ آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جو قرآن مجید اور آپ کے دیگر معجزات کا انکار کرتے ہیں' اس کی وجہ سے آپ اپنے دل میں رنج محسوس نہ کریں' آپ تو صرف ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں اور ان کے سینوں میں ایمان کا پیدا کرنا آپ کا منصب نہیں ہے اور نہ یہ آپ کی قدرت میں ہے اور ہر قوم میں ہدایت پیدا کرنے والا اللہ عزوجل ہے۔(جامع البیان جز ۱۳ ص ۱۴۰) ف۱۱ ہر حاملہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے' اس کا اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ زندہ ہے کہ مردہ' اس کے اعضاء کامل اور سلامت ہیں یا وہ ناقص الخلقت ہے' وہ مذکر ہے یا مؤنث ہے' وہ ایک ہے یا متعدد ہے' اس کی صفات کیسی ہیں' وہ خوب صورت ہے یا بدصورت۔ الٹراساؤنڈ اور دیگر آلات سے بھی آج کل معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم بغیر آلات کے ہے' بلاواسطہ ہے' قدیم اور واجب ہے' غیر ممکن الزوال ہے' ازلی' ابدی اور سرمدی ہے' غیر متناہی اور انتہائی کامل ہے ف۱۲ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کمی سے مراد وہ بچہ ہے جو رحم میں نو مہینہ سے کم رہتا ہے اور زیادتی سے مراد وہ بچہ ہے جو نو ماہ سے زیادہ رہتا ہے۔(جامع البیان جز ۱۳ ص ۱۴۴) ف۱۳ یہاں غیب کا اطلاق لوگوں کے اعتبار سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے' کیونکہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اللہ سے غائب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "عالم الغيب والشهادة" (الانعام:۷۳) یعنی جو چیزیں تم سے غائب ہیں اور جو چیزیں تمہارے سامنے حاضر ہیں وہ ان سب کا جاننے والا ہے۔(المفردات ج ۱ ص ۴۷۵) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات واجبہ' ممکنہ اور معدومات ممکنہ اور ممتنعہ کا علم ہے اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی چیزوں کا علم ہے اور ان غیر متناہی چیزوں میں سے ہر چیز کا غیر متناہی وجوہ سے علم ہے۔(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۵) ف۱۴ "معقبات" کے معنی ہیں: ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے' جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد رات اور دن کے فرشتے ہیں' رات کے فرشتے آتے ہیں تو دن کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے آتے ہیں تو رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس آگے پیچھے آتے ہیں اور فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی' وہ اوپر جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے' حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تھا' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جب ان کو چھوڑا تھا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے' اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔(صحیح البخاری:۵۵۵) ف۱۵ یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو آزادی' سلامتی' استحکام' خوش حالی اور عافیت کی نعمت عطا فرماتا ہے اور وہ نعمت ان سے اس وقت تک سلب نہیں فرماتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کر کے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کر دیتی ف۱۶ جب بجلی چمکتی ہے اور بادل گرجتے ہیں تو کسانوں کو بارش کی اُمید ہوتی ہے اور یہ بھی ڈر ہوتا ہے کہ ان پر کہیں بجلی نہ گر جائے اور ان کو جلا کر خاکستر نہ کر دے' اسی طرح کبھی بارش سے لوگوں کو اپنی فصلوں کی نشوونما اور نفع کی اُمید ہوتی ہے اور اسی بارش سے بعض لوگوں کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے' بلکہ ہر حادث ہونے والی چیز کا یہی حال ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے کسی نفع کی توقع ہوتی ہے اور بعض لوگوں کو اس سے کسی ضرر کا خطرہ ہوتا ہے ف۱۷ "رعد" اس آواز کو کہتے ہیں جو اجسامِ سماویہ کی رگڑ کی وجہ سے بادل کے درمیان سے سنائی دیتی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس یہود آئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ہمیں بتائیے کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک فرشتہ ہے جس کو بادل کے اوپر مقرر کیا گیا ہے' اس کے پاس آگ کا ایک کوڑا ہے' وہ اس سے جہاں اللہ چاہتا ہے' بادل کو ہنکاتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: اور یہ آواز جو ہم سنتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: جہاں بادل کو لے جانے کا حکم دیا' وہاں لے جانے کے لیے فرشتہ جب بادل کو کوڑا مارتا ہے تو یہ اس کی آواز ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ الحدیث (سنن ترمذی:۳۱۱۷)

وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا

اور (نیز) فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (حمد اور تسبیح کرتے ہیں) اور وہی کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے' پھر جس پر چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ⑬ لَهٗ

ان بجلیوں کو گرا دیتا ہے درآں حالیکہ وہ اللہ کے متعلق جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے ○ (بہ طور حقیقی

دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ

حاجت روا کے) اسی کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ کسی اور کو (حقیقی حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں' ف۱۸ وہ ان کی پکار کا کوئی جواب

بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَ

نہیں دے سکتے' ان کا پکارنا صرف اس شخص کی طرح ہے جو (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تاکہ پانی اس کے منہ

مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ⑭ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے اور کافروں کی پکار صرف گمراہی میں ہے ○ ف۱۹ اور جو بھی آسمانوں اور زمینوں

وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮ السجدۃ قُلْ

میں ہیں وہ سب خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کے لیے سجدہ کر رہے ہیں ف۲۰ اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کو ○ آپ (ان سے)

مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ

پوچھیے: آسمانوں اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ کہیے: اللہ' آپ کہیے: کیا تم نے اللہ کے سوا ایسے

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ

مددگار بنا لیے ہیں جو خود اپنے لیے (بھی) کسی نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی ضرر کے' آپ کہیے: کیا

يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ

اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں یا اندھیرے اور روشنی برابر ہیں؟ ف۲۱

ف۱۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے والے کی مثال اس شخص سے دی ہے' جو پانی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھائے' حالانکہ پانی اس تک نہ پہنچ سکے۔ اس تمثیل کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں سننے' دیکھنے' جاننے اور کسی کی فریاد تک پہنچنے کی طاقت نہیں ہے' پانی پیاسے کو دیکھ سکتا ہے نہ اس کی فریاد کو سن سکتا ہے نہ از خود پیاسے کے منہ تک پہنچ سکتا ہے' اسی طرح بت کسی کو دیکھ سکتے ہیں نہ کسی کی فریاد سن سکتے ہیں نہ کسی کی فریاد کو پہنچ سکتے ہیں۔ سو جس طرح پانی کسی پیاسے کی پکار پر نہیں پہنچ سکتا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کافر جن بتوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی فریاد رسی نہیں کر سکتے' پھر یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ پانی کے ساتھ پیاسے کے اس عمل کو تو کفار اور مشرکین بھی خلاف عقل گردانتے ہیں تو پھر اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے ان بے جان بتوں کو جو یہ اپنی حاجات میں پکارتے ہیں اور ان سے مدد کے طالب ہوتے ہیں' اس کو یہ خلاف عقل کیوں نہیں قرار دیتے ف۱۹ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس آیت کے ترجمہ میں قوسین میں بہ طور حقیقی حاجت روا کی قید لگائی ہے' جس کا مفاد یہ ہے کہ غیر اللہ کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر پکارنا باطل اور شرک ہے اور اگر ان کو یہ سمجھ کر پکارا جائے کہ وہ غیر مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے بندوں کی مدد کرتے ہیں تو یہ جائز ہے باطل اور شرک نہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں' جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ اس طرح پکارے: اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو۔ (المصنف ج۱۰ ص۳۹۰) مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی لکھتے ہیں: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد طلب کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں جیسے فرشتے اور صالح جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ جب سواری کا پاؤں پھسل جائے یا وہ بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص۲۰۲) ف۲۰ سجدہ کا معنی ہے: تواضع اور تذلل اختیار کرنا' کسی کے سامنے جھکنا اور عجز کا اظہار کرنا' اور عرف میں اللہ کے سامنے تذلل اختیار کرنے اور اللہ کی عبادت کرنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ انسان' حیوانات اور جمادات سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: "وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ○" (الرحمٰن:۶) اور زمین پر پھیلنے والے پودے اور اپنے تنوں پر کھڑے ہوئے درخت (اللہ کے لیے) سجدہ کرتے ہیں ○ (النہایہ ج۲ ص۳۰۹ ملخصاً) ف۲۱ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہے یعنی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ بت پرستوں کے رد کی طرف متوجہ ہوا' اور فرمایا: آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب کون ہے؟ پھر خود ہی کہیے کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' چونکہ کفار اس بات کا انکار نہیں کرتے تھے اور وہ مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہی ان کا رب ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ جب تم مانتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب اللہ ہے تو پھر تم نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے بتوں کو اپنا مددگار کیوں بنا رکھا ہے' جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ خود اپنی ذات سے کسی ضرر اور نقصان کو دور کر سکتے ہیں اور جو اپنے لیے کسی نفع اور ضرر کے مالک نہ ہوں' وہ تم کو کب کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں' یا تم سے کس طرح کوئی ضرر دور کر سکتے ہیں' لہٰذا ان کی عبادت کرنا محض عبث اور بے فائدہ ہے اور جہالت کے سوا کچھ نہیں' پھر فرمایا کہ یہ دلیل تو بالکل واضح ہے اور جو شخص اس قدر واضح دلیل سے بھی جاہل ہو' وہ اندھے شخص کی طرح ہے اور اس دلیل کو جاننے والا بینا شخص کی طرح ہے یا اس دلیل سے جاہل اندھیرے کی طرح ہے اور اس دلیل کو جاننے والا روشنی کی طرح ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نابینا' بینا کے برابر نہیں ہے اور اندھیرا روشنی کے برابر نہیں ہے۔

أَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ

یا انہوں نے اللہ کے سوا ایسے شریک قرار دے لیے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے تو صفت خلق ان پر مشتبہ ہوگئی؟

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯ أَنْزَلَ مِنَ

آپ کہیے: اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے سب پر غالب ہے O وقف۲۳ اسی نے آسمان

السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

سے پانی نازل کیا جس سے اپنی وسعت کے مطابق ندی نالے جاری ہو گئے' پھر پانی کے زور نے بلبلے والے جھاگ بنا دیئے

رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ

اور جس دھات کو زیور یا کسی اور چیز (کی شکل) میں ڈھالنے کے لیے آگ میں پگھلاتے ہیں

زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَأَمَّا الزَّبَدُ

اس میں بھی ایسے ہی جھاگ بنتے ہیں' اللہ اسی طرح حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے' پس رہا جھاگ تو وہ

فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ؕ

بے فائدہ ہونے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے' اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے تو وہ زمین میں باقی رہتی ہے'

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ ⑰ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ

اسی طرح اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے O وقف۲۴ جن لوگوں نے اپنے رب کے دین کو قبول کیا ان کے لیے نیک انجام ہے وقف۲۵

وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهٗ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَّ

اور جن لوگوں نے اس کے دین کو قبول نہیں کیا اگر ان کے پاس تمام روئے زمین کی چیزیں اور اتنی ہی اور چیزیں

مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَأْوٰىهُمْ

بھی ہوتیں تو وہ اپنے آپ کو (عذاب سے) چھڑانے کے لیے ان کو فدیہ میں دے دیتے' وقف۲۵ ان ہی لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور ان کا

وقف۲۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور طرز سے بت پرستوں کا رد فرمایا کہ یہ مشرکین جو ان بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں تو کیا ان کے علم میں یہ چیز ہے کہ بتوں نے بھی کوئی مخلوق پیدا کی ہے' جس وجہ سے ان کو یہ اشتباہ ہو گیا کہ یہ بت بھی خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خالق ہے' تو جس طرح اللہ تعالیٰ خالق ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق ہے تو یہ بت بھی اسی وجہ سے عبادت کے مستحق ہیں' تو وہ بتائیں کہ ان بتوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ اور ظاہر ہے بتوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ خود ان بتوں کو مشرکوں نے بنایا ہے' سو آپ کہیے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے' ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے' وہی ایک ہے اور وہ سب پر غالب ہے وقف۲۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن اور کافر اور ایمان اور کفر کو نابینا اور بینا' اور اندھیرے اور روشنی سے تشبیہ دی تھی' اس آیت میں ایمان اور کفر کی ایک اور مثال دی ہے' اس میں پانی اور جھاگ کا ذکر فرمایا ہے کہ وادیوں میں پانی بہتا ہے اور وہ پانی وادیوں کی وسعت کے اعتبار سے کم اور زیادہ ہوتا ہے' اور اس میں جو خس و خاشاک ہوتا ہے وہ جھاگ اور بلبلوں کی صورت میں پانی کی سطح پر ظاہر ہوتا ہے اور بہت جلد فنا ہو جاتا ہے' اسی طرح جب سونے' چاندی' پیتل اور دیگر معدنیات کو پگھلایا جاتا ہے تو ان کا میل کچیل ان کی مائع سطح پر جھاگ اور بلبلوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی' جلالت اور احسان کے آسمان سے رحمت کا پانی نازل فرمایا' جو قرآن مجید ہے اور یہ پانی بندوں کے دلوں کی وادیوں میں نازل فرمایا۔ قرآن مجید کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ پانی حیات دنیوی کا سبب ہے اور قرآن مجید اخروی حیات کا سبب ہے اور وادیوں کو بندوں کے دلوں کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ جس طرح وادیوں میں پانی مستقر ہوتا ہے' اسی طرح بندوں کے دلوں میں انوار قرآن اور مضامین قرآن جگہ پاتے ہیں اور جس طرح بعض وادیاں تنگ ہوتی ہیں اور بعض کشادہ اور ان کی گنجائش اور وسعت کے اعتبار سے ان میں پانی ہوتا ہے' اسی طرح دلوں کی پاکیزگی اور ان کی نجاست اور ان کی قوت فہم کی زیادتی اور کمی کے اعتبار سے ان میں قرآن مجید کے مضامین اور انوار کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور جس طرح پانی اور پگھلے ہوئے معدنیات کی مائع سطح پر خس و خاشاک اور ان کا میل کچیل جھاگ کی صورت میں ان کی سطح پر آ جاتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے' اسی طرح قرآن مجید کے مضامین میں جو شکوک و شبہات ہوتے ہیں' وہ نبی ﷺ اور علماء کے بیانات سے جلد زائل ہو جاتے ہیں اور عقائد اور احکام شرعیہ کی تصریحات اور ہدایات اور علمی نکات باقی رہ جاتے ہیں وقف۲۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کیا اور توحید' رسالت' تقدیر' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر ایمان لے آئے' ان کے لیے نیک انجام ہے' اور نیک انجام سے مراد ہے: خالص منفعت جو ہر قسم کے نقصان اور ہر قسم کے خطرات سے خالی ہو' اور وہ منفعت دائمی ہو اور اس کا کبھی انقطاع نہ ہو وقف۲۵ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتے' وہ دنیا کی تمام چیزیں اور اتنی اور بھی اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لیے فدیہ میں دے دیں' پھر بھی وہ اپنے آپ کو عذاب سے نہیں چھڑا سکیں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَأُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ O" (آل عمران: ١٠) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا' ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ (کے عذاب) سے ہرگز نہ بچا سکیں گے اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں O

جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ

ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ ٹھہرنے کی کیسی بُری جگہ ہے O ۲۶ع بھلا جو شخص یہ جانتا ہو کہ آپ کے رب کی جانب سے جو آپ کی طرف نازل

رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِينَ

ہوا ہے وہ برحق ہے' کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہو؟ صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں O ۲۷ع جو

يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ

لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے O ۲۸ع اور جو ان رشتوں کو

مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ

جوڑے رکھتے ہیں جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب سے

الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

ڈرتے ہیں O ۲۹ع اور جو اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کرتے ہیں' ۳۰ع اور نماز قائم کرتے ہیں

وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ

اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور بُرائی کو اچھائی سے

السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

دور کرتے ہیں ان ہی کے لیے آخرت کا (اچھا) گھر ہے O دائمی جنتوں میں وہ خود (بھی) داخل

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ

ہوں گے اور ان کے باپ دادا' اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیکوکار اور فرشتے

يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

ہر دروازے سے ان کے پاس (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے O ۳۱ع تم پر سلامتی ہو' کیونکہ تم نے صبر کیا'

ع ۱۱ / ۸

ف۲۶ سخت حساب کا معنی یہ ہے کہ ان سے ہر چیز کا حساب لیا جائے گا اور کسی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا' ان کے ہر گناہ پر مواخذہ ہو گا اور ان کے کسی گناہ کو معاف نہیں کیا جائے گا ف۲۷ اس آیت میں بھی پہلی تشبیہ اور مثال کی طرف اشارہ ہے کہ کسی چیز کا عالم بہ منزلہ بینا ہے اور کسی چیز سے جاہل بہ منزلہ نابینا ہے' اور نابینا' بینا کی طرح نہیں ہے' کیونکہ نابینا جب کسی رہنما کے بغیر کسی راستہ میں جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ گڑھے' کنوئیں یا کسی کھلے ہوئے گٹر میں گر جائے اور ہلاکت کا شکار ہو جائے ف۲۸ اس عہد کی تفسیر یہ ہے کہ جب انسان کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گیا تو اس نے اللہ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ اس کے تمام فرائض پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا' اور جب اس نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کو مان لیا تو اس نے یہ التزام کر لیا اور یہ عہد کر لیا کہ وہ آپ کی اطاعت اور اتباع کرے گا ف۲۹ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہود کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا' جس کا خلاصہ ہے: خالق کی تعظیم' اور اس آیت میں مخلوق کے ساتھ تعلق جوڑنے کا حکم دیا ہے' جس کا خلاصہ ہے: مخلوق پر شفقت' اور انسان پر لازم ہے کہ وہ خالق کی تعظیم بھی کرے اور مخلوق پر شفقت بھی کرے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم رحمٰن کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے' اللہ تعالیٰ نے (رحم سے) فرمایا: جو تجھ سے ملاپ رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا اور جو تجھ سے منقطع ہو گا' میں اس سے منقطع ہوں گا۔ (صحیح البخاری: ۵۹۸۸) ف۳۰ صبر کے کئی محمل ہیں: ایک یہ ہے کہ انسان عبادات کی مشقت پر صبر کرے اور بیماری' تکلیف اور غم اور پریشانی کے باوجود عبادات کے بجالانے میں کوئی تقصیر اور کوتاہی نہ کرے اور صبر کی اس گھاٹی کے امام حضرت ایوب علیہ السلام ہیں' اور صبر کی دوسری قسم یہ ہے کہ نفس اور شہوت کے تقاضوں پر صبر کرے اور اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ نہ ہونے دے' اور صبر کی اس وادی کے امام حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور صبر کی تیسری قسم ہے: قدرتی آفات' مصائب اور نقصانات پر صبر کرنا اور صبر کے اس میدان کے امام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں ف۳۱ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی آٹھ صفات بیان فرمائی تھیں: (۱) جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے (۲) جو رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں (۳) اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں (۴) سخت حساب سے ڈرتے ہیں (۵) اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر کرتے ہیں (۶) نماز قائم کرتے ہیں (۷) ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں (۸) برائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آٹھ صفات ذکر فرمائیں' پھر اس کے بعد فرمایا: جو مسلمان ان آٹھ صفات کے ساتھ موصوف ہوں گے' ان کی جزا یہ ہے کہ (۱) اللہ تعالیٰ ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا (۲) ان کے باپ دادا' ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں گے' ان کو بھی دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا (۳) فرشتے ہر دروازہ سے ان کو سلام کرتے ہوئے داخل ہوں گے (۴) اور ان کے صبر کرنے کی تحسین فرمائیں گے۔

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ

پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے O ف۳۲ اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ

اور ان رشتوں کو توڑتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور

يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

زمین میں فساد کرتے ہیں' ف۳۳ ان ہی پر لعنت ہے اور ان کے لیے (آخرت میں) بُرا گھر ہےO ف۳۴

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے' اور کافر دنیا کی زندگی سے

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بہت خوش ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں محض معمولی فائدہ ہےO ف۳۵ اور کافر یہ کہتے ہیں کہ

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

ان کے اوپر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی' آپ کہیے: بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے

يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ ۖ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ

گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہےO ف۳۶ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ان کے دل

قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ

اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں' ف۳۷ سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیںO جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے طوبیٰ (خوش حالی) اور اچھا ٹھکانا ہےO ف۳۸ (جس طرح ہم نے پہلی امتوں میں

ف۳۲ حضرت عبداللہ بن سلام اور علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا' صبر کرنے والے اٹھ کھڑے ہوں گے' پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے' ان سے کہا جائے گا: جنت کی طرف جاؤ۔ ان کو راستہ میں فرشتے ملیں گے اور کہیں گے: کہاں جارہے ہو؟ وہ کہیں گے: جنت کی طرف۔ فرشتے کہیں گے: حساب سے پہلے؟ وہ کہیں گے: ہاں' فرشتے پوچھیں گے: تم لوگ کون ہو؟ وہ کہیں گے: ہم اہل صبر ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تم نے کس پر صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم نے اللہ کی عبادت کرنے پر صبر کیا' اور ہم نے اللہ کی معصیت سے رکنے پر صبر کیا' اور ہم نے آفتوں اور مصیبتوں پر صبر کیا' پھر فرشتے ان سے کہیں گے: تم جنت میں داخل ہو جاؤ' عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے' اور فرشتے کہیں گے: تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے' یعنی جنت دنیا کے مقابلہ میں کیسی اچھی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۹ ص ۲۷۳)

ع ۳ / ۹

ف۳۳ یعنی انہوں نے عالم میثاق میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو توڑتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر جو دلائل قائم کیے ہیں' ان میں غور و فکر نہیں کرتے اور انبیاء علیہم السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا جو پیغام پہنچایا' اس کو غور سے نہیں سنتے اور مسترد کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑ دیتے ہیں' یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے قطع تعلق کرتے ہیں' ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں سے حسن سلوک نہیں کرتے اور ان کے حقوق ادا نہیں کرتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں' یعنی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر ابھارتے ہیں' اور شرک اور بت پرستی کی دعوت دیتے ہیں' مسلمانوں کی جان و مال پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے خلاف جنگ کر کے ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں ف۳۴ یعنی دنیا اور آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہیں اور آخرت میں ان کا گھر جہنم ہے اور وہ بُرا گھر ہے ف۳۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۲۴) اور دنیا کی زندگی چند روزہ ہے' اس کی ٹھاٹھ باٹھ' زیب و زینت' اس کی شان و شوکت اور اس کے عیش و آرام کی خاطر اپنی جانوں کو گھلانا اور کھپانا نہیں چاہیے' یہ کافروں ہی کا حصہ ہے کیونکہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور مسلمانوں کو چونکہ آخرت میں دائمی نعمتیں ملیں گی' اس لیے ان کو دنیا کی عارضی نعمتوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے ف۳۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو آپ ہمارے پاس کوئی زبردست معجزہ لے کر آئیں' جس کا اعجاز بالکل ظاہر اور بدیہی ہو' جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا کہ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے ف۳۷ امام ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے' اس کے رسول سے اور میرے اہل بیت سے سچی محبت رکھیں اور مسلمانوں سے محبت رکھیں خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب' سنو! اللہ کے ذکر کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ (الدر المنثور ج۴ ص ۶۴۲) ف۳۸ ''طوبیٰ'' ''طیب'' کا مصدر ہے اور اس کا معنی مؤمنین کے لیے پاکیزہ زندگی ہے اور نعمت اور خیر اور سرور ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے' جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک سفر کرتا رہے گا۔ (مسند احمد: ۱۷) اور ''حسن مآب'' کا معنی ہے: عزت والا ٹھکانا۔

اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۠ عَلَيْهِمُ

رسول بھیجے تھے) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک اُمت میں بھیجا ہے' اس اُمت سے پہلے کئی اُمتیں گزر چکی ہیں

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ

تاکہ آپ ان پر اس کتاب کی آیتیں تلاوت کریں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں' آپ کہیے: وہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا

میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے ۹۵ اور اگر کوئی ایسا

سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ

قرآن ہوتا جس سے پہاڑ چلائے جاتے یا زمین کی مسافت (جلد) طے کی جاتی یا اس سے مُردوں کے ساتھ باتیں کی جاتیں (تو وہ پھر

لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْـــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ

بھی ایمان نہ لاتے) ۹۶ بلکہ تمام چیزیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں' کیا پس ایمان والوں پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو

لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ

سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا' ۹۷ اور کافروں کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی

بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب (مصیبت) آتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ کا

وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۳۱ۧ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

وعدہ آ جائے گا' بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ ۹۸ اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں

مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ

کا (بھی) مذاق اڑایا گیا' ۹۹ پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی' پھر میں نے

۹۵ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے ("الرحمٰن" لکھا) تو قریش نے کہا: الرحمٰن نہ لکھو' ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا چیز ہے اور ہم صرف "باسمك اللهم" لکھتے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۱۵۰) ۹۶ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ کعبہ کے پیچھے مشرکین مکہ بیٹھے ہوئے تھے' ان میں ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی تھے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلوایا' آپ تشریف لے آئے۔ عبداللہ بن امیہ نے کہا: اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ مکہ کے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا کر دور دور کر دیں حتیٰ کہ ہماری زمین کشادہ ہو جائے' یہ زمین بہت تنگ ہے' اور ہمارے لیے اس زمین میں چشمے اور دریا بنا دیں تاکہ ہم اس زمین میں فصل اگائیں اور باغ لگائیں۔ آپ کا مرتبہ آپ کے رب کے نزدیک حضرت داؤد سے کم تو نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی تو پہاڑ مسخر کر دیئے تھے اور وہ ان کے ساتھ چلتے تھے اور ہمارے لیے ہوا کو مسخر کر دیجئے تاکہ ہم اس پر سوار ہو کر ملک شام چلے جائیں اور اپنی ضروریات پوری کریں' پھر اسی دن ہم ہوا کے دوش پر سفر کرتے ہوئے واپس آ جائیں' آخر آپ کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی تو مسخر کر دیا تھا اور آپ کا مرتبہ آپ کے رب کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام سے کم تو نہیں ہے' اور آپ ہمارے لیے اپنے دادا قصی کو زندہ کر دیجئے یا ہمارے مردوں میں سے کسی اور کو زندہ کر دیجئے' ہم اس سے یہ تحقیق کریں گے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے یا باطل' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم تو نہیں ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ سب چیزیں اللہ کے اختیار میں ہیں' لیکن اگر ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جاتی تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۹ ص ۲۷۸) ۹۷ مفسرین نے کہا ہے کہ "افلم یايئس" کا معنی "افلم یعلم" یا "افلم یتبین" ہے یعنی کیا مؤمنوں کو یہ علم نہیں ہوا یا ان پر یہ واضح اور منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت دے دے گا' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ "افلم یايئس" کی ایک قراءت "افلم یتبین" ہے اور حضرت علی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عکرمہ' مجاہد' ابو مالک اور مقاتل وغیرہم نے اس لفظ کو اسی طرح پڑھا ہے' نیز النخع کی لغت میں "ییئس" کا معنی "یعلم" ہے یعنی کیا پس انہوں نے نہیں جانا۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۲۰۰) ۹۸ آیت کے اس حصہ کا محمل یہ ہے کہ کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو عداوت رکھتے تھے' آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور بُرے اعمال کرتے تھے' اس کی وجہ سے ان پر آئے دن آفتیں اور مصائب آتے رہتے تھے اور ان کی جان' مال اور اولاد کا نقصان ہوتا رہتا تھا' یا عنقریب ان پر مصائب آئیں گے جن سے یہ خوف اور دہشت میں مبتلا ہوں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جائے گا' اس سے مراد ان کی موت ہے یا قیامت ہے ۹۹ مشرکین مکہ نے بہ طور استہزاء اور تمسخر نبی ﷺ سے ان معجزات کو طلب کیا تھا' ان کا یہ استہزاء آپ پر بہت دشوار گزرا تھا' اور آپ کو ان باتوں سے بہت تکلیف اور اذیت پہنچی تھی' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ آپ اپنی قوم کے اس جاہلانہ مطالبہ پر صبر کریں۔

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ

ان کو پکڑ لیا' سو کیسا تھا میرا عذاب ○ ۴۴ کیا جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے (وہ بتوں کی مانند ہو سکتا ہے) ۴۵

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى

اور لوگوں نے (اس کے باوجود) اللہ کے شریک بنا لیے ۴۶ آپ کہیے: تم ان کے نام تو بتاؤ ۴۷ یا تم اس کو ایسی چیز کی خبر دے رہے ہو

الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جس کو وہ زمین میں نہیں جانتا یا یوں ہی بے سروپا بات کر رہے ہو' بلکہ کافروں کے لیے ان کا فریب

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

خوب صورت بنا دیا گیا اور ان کو راہِ حق سے روک دیا گیا' اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے

مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ○ ۴۸ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب

اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ

زیادہ دشوار ہے اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے ○ ۴۹ متقین سے جس جنت کا وعدہ

الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ

کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اس کا پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہے گا' یہ

عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ

متقین کا انجام ہے ۵۰ اور کافروں کا انجام دوزخ ہے ○ اور وہ لوگ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے ۵۱ اور ان گروہوں

ف۴۴ یعنی پہلے ان پر اپنے عذاب کو مؤخر کر دیا' پھر میں نے ان کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیا' یعنی جس طرح میں نے پچھلی امتوں سے انتقام لیا تھا' ان سے بھی انتقام لوں گا ف۴۵ اس "قائم" سے وہ معنی مراد نہیں ہے جو "قاعد" کی ضد ہے یعنی کھڑا ہوا ہو بیٹھا ہوا نہ ہو' بلکہ اس سے مراد ہے: جو مخلوق کے تمام کاموں کا متولی ہے' ان کو پیدا کرتا ہے' ان کو رزق دیتا ہے' ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو ان کے کاموں کی جزا اور سزا دیتا ہے' یعنی وہ تمام ممکنات پر قادر ہے اور تمام معلومات کا عالم ہے' لہٰذا وہ تمام انسانوں کے احوال کا جاننے والا ہے اور ان کے تمام مطالب کی تکمیل پر قادر ہے' وہ دنیا میں ان کو نفع پہنچانے اور ان سے ضرر کو دور کرنے پر قادر ہے اور آخرت میں اطاعت گزاروں کو ثواب عطا کرنے اور نافرمانوں کو عذاب دینے پر قادر ہے ف۴۶ یعنی جس کی صفت یہ ہے کہ وہ ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے' انہوں نے اس کی وحدانیت کو نہیں مانا اور اس کی تعظیم و توقیر اور اس کی عبادت نہیں کی اور اس کے شریک قرار دے دیئے ف۴۷ یعنی یہ اس قدر حقیر اور بے مایہ ہیں کہ یہ اس لائق ہی نہیں کہ ان کا نام لیا جائے یا ان کا کوئی نام رکھا جائے ف۴۸ کافروں کے مکر و فریب سے مراد ان کا کفر ہے' شیطان نے ان کے لیے ان کے کفر کو مزین کر دیا تھا' یا کافر ایک دوسرے کے سامنے کفر کی تعریف اور تحسین کرتے تھے' یا وہ خود اپنے کفر کو اچھا اور قابلِ تعریف جانتے تھے کیونکہ ان کا کفران کے باپ دادا کی تقلید پر مبنی تھا' ان کو راہِ حق سے روکنے والی ان کی یہی باپ دادا کی تقلید تھی' نیز وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر گردانتے تھے اور اپنے جیسے ایک شخص کو اپنا رہنما اور مقتدا مان لینا ان کے لیے باعث عار تھا اور ان کا یہی تکبر ان کو راہِ حق سے روکنے والا تھا' اور چونکہ انہوں نے اپنے لیے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں گمراہی کو پیدا کر دیا' اس لیے فرمایا: اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے' اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ف۴۹ دنیاوی عذاب یہ ہے کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا اور ان کو قتل کیا جائے گا اور ان کو قید کیا جائے گا اور میدانِ جنگ میں ان کا مال و متاع اور جنگی ساز و سامان ضبط کر لیا جائے گا اور آخرت میں جو ان کو عذاب ہوگا وہ زیادہ سخت اور زیادہ دشوار ہوگا' اور ان کے لیے اس عذاب سے کسی طرح چھٹکارا ممکن نہیں ہوگا ف۵۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) جنت کے نیچے دریا بہتے ہیں (۲) جنت کے پھل دائمی ہیں' دنیا کے باغات کے پھل' پتے اور منافع عارضی ہوتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں اور آخرت کے پھل کے منافع فنا نہیں ہوتے (۳) جنت کا سایا بھی دائمی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں گرمی ہوگی نہ سردی ہوگی' نہ وہاں سورج چاند ہوں گے اور نہ وہاں اندھیرا ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے: "مُتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ ○" (الدھر: ۱۳) وہ اس جنت میں اونچے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے' وہ جنت میں نہ دھوپ کی گرمی محسوس کریں گے نہ سردیوں کی ٹھنڈک ○ ف۵۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے' مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اور وہ لوگ مراد ہیں جو نصاریٰ میں سے مسلمان ہو گئے اور وہ اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ افراد تھے' چالیس شخص نجران کے تھے' آٹھ یمن کے اور بتیس (۳۲) حبشہ کے تھے' یہ لوگ قرآن مجید سے خوش ہوئے' کیونکہ یہ لوگ قرآن مجید پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے قرآن مجید کی تصدیق کی تھی۔

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ

میں سے بعض وہ ہیں جو اس (نازل شدہ) کے بعض کا انکار کرتے ہیں و۵۲ آپ کہیے کہ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت

بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ ۝۳۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا

کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں‘ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے○ اور اسی طرح ہم نے اس

عَرَبِیًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

(قرآن) کو نازل کیا ہے جو عربی زبان میں دستور ہے و۵۳ اور اگر آپ (بھی) اس علم کے آنے کے بعد (بالفرض)

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝۳۷ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا نہ بچانے والا○ و۵۴ اور بے شک ہم نے آپ

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

سے پہلے رسول بھیجے تھے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور اولاد بھی بنائی و۵۵ اور کسی رسول کے لیے

اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ یَمْحُوا اللّٰهُ

یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے ہر چیز کی مدت کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے○ اللہ جس چیز کو چاہے

مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹ وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ

مٹا دیتا ہے اور (جس چیز کو چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے○ و۵۶ اور اگر ہم ان سے کیے ہوئے کسی

بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ

وعدہ کی تکمیل آپ کو دکھا دیں یا (اس سے پہلے) آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے

وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ۝۴۰ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا

اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے○ و۵۷ کیا انہوں نے نہیں دیکھا و۵۸ کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے جا رہے ہیں و۵۹

ع ۱۱

و۵۲ اس سے مراد مشرکین ہیں و۵۳ بعض مشرکین کو یہ شبہہ ہوتا تھا کہ یہ قرآن مجید عربی میں کیوں نازل کیا گیا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے اس شبہہ کو زائل فرمایا کہ اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں اور صحائف نازل کیے گئے وہ ان کی زبانوں میں تھے‘ اس لیے ہم نے آپ پر عربی زبان میں حکم نازل فرمایا‘ اس قرآن مجید کو "حکم" اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نازل کرنے کا سبب ہے‘ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مکلفین کو قرآن مجید کے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حکم قرار دیا و۵۴ اس آیت میں بہ طور تعریض آپ کی امت مراد ہے‘ تعریض کا معنی یہ ہے کہ کسی کام کی نسبت صراحۃً کسی ایک شخص کی طرف کی جائے اور مراد دوسرا ہو‘ سو اس آیت میں ذکر آپ کا ہے اور مراد امت ہے‘ اگر امت نے مشرکین کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کا کوئی حامی ہوگا نہ بچانے والا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات مشرکین اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی سے محفوظ فرمائے و۵۵ مشرکین مکہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت میں طرح طرح کے شبہات پیش کیا کرتے تھے‘ کبھی یہ کہتے تھے: اگر یہ واقعی نبی ہوتے تو یہ بھی کسی پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دکھاتے‘ یا لاٹھی کو سانپ بنا کر دکھاتے‘ یا مُردوں کو زندہ کر کے ان سے باتیں کرتے اور کبھی وہ سیدنا محمد ﷺ کے کھانے پینے پر اعتراض کرتے تھے اور آپ کی ازواج اور اولاد پر بھی اعتراض کرتے تھے‘ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کا جواب دیا کہ گزشتہ انبیاء کے لیے بھی بیویاں اور اولاد تھی‘ سو جب ان گزشتہ رسولوں کے حق میں تعدد ازواج اور اولاد ان کی رسالت کے منافی نہیں تھی تو (سیدنا) محمد ﷺ کے حق میں تعدد ازواج اور اولاد ان کی رسالت کے منافی کیوں ہوگی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دن رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو مشرف فرماتے تھے‘ اور وہ گیارہ ازواج تھیں‘ آپ ﷺ کے وصال کے وقت نو (۹) ازواج مطہرات حیات تھیں۔ قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۸) اور حلیہ میں ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت تھی اور امام احمد‘ امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایک جنتی مرد کھانے پینے‘ جماع کرنے اور شہوت میں ایک سو دنیوی مردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اس حساب سے ہمارے نبی ﷺ چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۷۸) ایک دنیوی مرد چار عورتوں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے اور ہمارے نبی ﷺ میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی‘ اس حساب سے آپ سولہ ہزار عورتوں سے نکاح کی طاقت رکھتے تھے‘ لیکن آپ نے اپنے حرم میں صرف گیارہ ازواج کو داخل کیا‘ سو ان معترضین اور مستشرقین وغیرہ کو سوچنا چاہیے کہ نبی ﷺ کا صرف گیارہ ازواج کو رکھنا آپ میں شہوت کی بہتات تھی یا آپ کا اپنے نفس پر کمال ضبط تھا و۵۶ اس آیت کی تقریر یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تقدیر معلق ہے اور ایک تقدیر مبرم ہے۔ تقدیر معلق میں محو اور اثبات ہوتا رہتا ہے اور تقدیر مبرم اللہ کے علم سے عبارت ہے‘ اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا‘ مثلاً ایک شخص کی قسمت میں اولاد نہیں ہے تقدیر معلق ہے لیکن کسی مرد خدا کی دعا سے اس کے لیے اولاد مقدر کر دی جاتی ہے‘ پہلے اس کی قسمت میں لاولد لکھا تھا‘ اگر کسی مرد خدا نے دعا کر دی تو لاولد مٹا کر صاحب اولاد لکھ دیا جاتا ہے اور اگر کسی نے دعا نہیں کی تو وہ لاولد اسی طرح ثابت رہتا ہے اور یہ تقدیر معلق ہے جس کی طرف "یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ" میں اشارہ ہے اور تقدیر مبرم کا مرتبہ جس کی طرف "عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ" سے اشارہ ہے‘ وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ لاولد یا صاحب اولاد ہے اور اس کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی و۵۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم کفار مکہ پر عذاب نازل کرنے سے پہلے آپ کی روح قبض کر لیں یا آپ کو ان کا کچھ عذاب دکھا دیں تو اس سے آپ کے مشن اور کاز پر کیا فرق پڑے گا‘ آپ کا فریضہ تو قرآن مجید کو پہنچانا اور احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنا ہے اور رہا کافروں سے حساب لینا تو یہ ہمارا کام ہے و۵۸ اس آیت کی تقریر یہ ہے کہ کیا کفار یہ نہیں دیکھتے کہ دنیا میں تخریب اور تعمیر کا عمل مسلسل جاری ہے‘ موت کے بعد حیات ہے اور ذلت کے بعد عزت ہے اور

مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ

اور اللہ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں ہے اور وہ بہت جلد

الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ

حساب لینے والا ہے○ اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے سازش کی تھی سو تمام خفیہ تدبیروں کا اللہ ہی مالک ہے

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى

وہ ہر شخص کی کارروائی کو جانتا ہے ۶۰ اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ نیک انجام کا گھر

الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

کس کے لیے ہے○ اور کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں آپ کہیے: میرے اور

شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

تمہارے درمیان اللہ بہ طور گواہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے (وہ بھی بہ طور گواہ کافی ہے)○ ۶۱

سورۃ ابراھیم مکیۃ ۱۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتہا ۵۲ رکوعاتہا ۷

سورۂ ابراہیم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں باون آیتیں سات رکوع ہیں

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

الف لام را یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کی توفیق سے (کفر کے) اندھیروں

النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ

سے (اسلام کی) روشنی کی طرف لائیں ۱ اس کے راستے کی طرف جو بہت غالب بہت تعریف کیا ہوا ہے○ ۲ اللہ جس کی

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ

ملک میں تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی چیزیں ہیں ۳ اور کافروں کے لیے سخت عذاب

نقص کے بعد کمال ہے اور بیماری کے بعد صحت ہے' غرض دنیا میں تغیرات اور حوادث مسلسل روبہ عمل رہتے ہیں تو کفار کو یہ خوف اور خطرہ کیوں نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کے احوال پلٹ دے گا اور ان کو عزت کے بعد ذلت میں مبتلا کر دے گا ف۵۹ زمین کے اطراف میں کمی کی تقریر یہ ہے کہ زمین میں جو مقتدر معزز اور متکبر لوگ تھے' وہ مرتے رہے اور زمین ان سے خالی ہوتی رہی تو اس وقت جو کافر متکبر اور مغرور ہیں' وہ کس وجہ سے مطمئن اور بے خوف ہیں' جیسے پچھلی امتوں کے جابر اور متکبر لوگ مثلاً فرعون' ہامان اور نمرود وغیرہ زمین کو خالی کر کے دنیا سے گزر چکے ہیں' سو یہ بھی اسی طرح دنیا سے گزر کر زمین کو خالی کر جائیں گے ف۶۰ یعنی اس سے پہلی امتوں کے کافروں نے بھی اپنے نبیوں اور رسولوں کے خلاف سازشیں کی تھیں' اور اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی سازش کا علم ہوتا ہے' جب کوئی سازش کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ہونے والی کارروائی کو بھی وہی پیدا کرتا ہے کیونکہ ہر چیز کا وہی خالق ہے' اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی سازشوں کی سزا دے گا ف۶۱ قتادہ نے کہا: اس سے مراد اہل کتاب کے وہ علماء ہیں جو حق کی شہادت دیتے تھے' ان میں حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت سلمان فارسی اور حضرت تمیم داری وغیرہ شامل ہیں۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۶ / ۱۲

سورۃ ابراہیم: ف۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کتاب کے نزول کی وجہ سے آپ اپنے رب کی توفیق سے لوگوں کو کفر سے اسلام کی طرف لائیں' بایں طور کہ آپ لوگوں پر اس کتاب کی آیات کو تلاوت کریں تاکہ لوگ اس کتاب کی آیات میں غور و فکر کریں اور اس میں مذکور دلائل سے یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ عالم' قادر اور حکیم ہے اور قرآن کریم کے معجز ہونے کو پہچانیں تاکہ ان پر آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کا صدق منکشف ہو اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں اور جب وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے تو آپ ان کو جو بھی شرعی احکام دیں گے' وہ ان احکام کو مانیں گے اور ان پر عمل کریں گے ف۲ "العزیز" کا معنی ہے: بہت غالب' اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہو اور ہر چیز پر قادر ہو' ورنہ جس چیز کا اسے علم نہیں ہوگا' یا جس چیز پر اس کی قدرت نہیں ہوگی' وہ اس پر غالب نہیں ہوگا' اور "الحمید" کا معنی ہے: وہ جو اپنے ہر فعل پر حمد کا مستحق ہو اور جو اپنے ہر فعل پر حمد کا مستحق ہو' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک چیز سے مستغنی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ جو "عزیز حمید" کا راستہ ہے وہی سب سے اعلیٰ اور اشرف راستہ ہے اور وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو صراط مستقیم کہا جائے ف۳ اس آیت سے ہمارے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں' کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے' وہ اللہ تعالیٰ کا مملوک ہے اور بندوں کے افعال بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' لہٰذا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مملوک ہوئے اور ملکیت کسی چیز کو پیدا کرنے سے ہوتی ہے' یا کسی چیز کو خریدنے سے یا کسی چیز کی وراثت سے یا کسی کے ہبہ کرنے سے اور عطا کرنے سے' مؤخر الذکر تینوں طریقوں سے مالک ہونا تو اللہ تعالیٰ کے لیے غیر متصور ہے تو لامحالہ جو اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا مالک ہے تو ان کو پیدا کرنے کی وجہ سے مالک ہے۔

عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ
کی تباہی ہے○ جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں ف۴

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ
اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں وہ بہت دور

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ
کی گمراہی میں ہیں○ اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان ہی میں مبعوث کیا ہے تاکہ

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
وہ ان کو بیان کر سکے ف۵ پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ
اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ

اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ
اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاؤ ف۷ اور ان کو اللہ کے دنوں

اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ
کی یاد دلاؤ بے شک اس میں ہر بہت صبر کرنے والے بہت شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں○ ف۸ اور جب موسیٰ نے

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ
اپنی قوم سے کہا: تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون

اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ
کے متبعین سے نجات دی جو تم کو سخت اذیت پہنچاتے تھے وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے

ف۴ اس آیت میں فرمایا: جو لوگ دنیاوی لذات کو اخروی لذات پر ترجیح دیتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ دنیاوی لذات مذموم نہیں ہیں' لائق مذمت یہ چیز ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جائے' جس نے دنیاوی لذتوں کے حصول کے لیے کوشش کی' ان کے وسیلہ سے وہ اخروی نیکیاں حاصل کرے گا تو یہ مذموم نہیں ہے ف۵ اللہ تعالیٰ کا ہر قوم پر یہ احسان ہے کہ اس نے ان میں وہ رسول بھیجا' جو ان کی زبان بولتا تھا تاکہ افادہ اور استفادہ میں اور افہام اور تفہیم میں آسانی ہو اور قوم آسانی کے ساتھ رسول کی بات کو سمجھ سکے اور اس کے لیے شریعت کے اسرار اور حقائق کو سمجھنا آسان اور سہل ہو جائے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سیدنا محمد ﷺ کی زبان عربی تھی' اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا پیغام صرف ان لوگوں کے لیے حجت ہو' جن کی زبان عربی ہو اور جو دوسری زبانیں بولتے ہیں' ان کے لیے آپ کا پیغام حجت نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان کی زبانوں میں قرآن مجید اور احادیث اور آثار کا ترجمہ کر کے ان تک پہنچا دیا گیا تو آپ کا پیغام ان پر بھی حجت ہو گیا ف۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نشانیاں دی گئی تھیں: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) ٹڈیاں (۴) جوئیں (۵) خون (۶) مینڈکوں کی بارش (۷) سمندر کو چیرنا (۸) پتھر سے چشموں کا پھوٹنا (۹) پہاڑ کا سایا کرنا (۱۰) "المن" اور "السلوی" کا نازل کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم بنو اسرائیل کی طرف ان نشانیوں اور تورات کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے لیے دین اور شریعت کو بیان کریں' اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (ابراہیم:۱) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (ابراہیم:۵) کہ آپ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔ اس میں یہ بتانا ہے کہ تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد واحد ہے کہ وہ اس بات کی پیہم سعی کریں کہ وہ اللہ کی مخلوق کو گمراہی اور کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لائیں ف۷ "ایام اللہ" سے مراد وہ ایام ہیں جن میں پہلی امتوں کے اہم واقعات ہوئے ہیں' یا اس سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں پر عذاب نازل فرمایا' جیسے حضرت نوح کی قوم اور عاد اور ثمود پر۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۳۴۶) ف۸ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کے حال پر تعجب ہوتا ہے' اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مؤمن کے علاوہ کسی اور کا حال نہیں ہے' اگر اس کو خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے' سو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔ (صحیح مسلم:۲۹۹۹)

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ⑥

اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی O ۹

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا ۱۰ اور اگر تم نے

إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ⑦ وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن

ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے O اور موسیٰ نے کہا: اگر تم اور تمام روئے زمین

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ⑧ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ

کے لوگ مل کر ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے پرواہ اور حمد کیا ہوا ہے O ۱۱ کیا تمہارے پاس تم سے پہلے

الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِن

لوگوں کی خبریں نہیں آئیں ۱۲ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود کی اور ان کے بعد

بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

کے لوگوں کی جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۱۳ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل

فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم

لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ دیئے اور کہا: جس پیغام کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار

بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ

کرتے ہیں اور بے شک جس دین کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس کے متعلق سخت شک میں مبتلا ہیں O ان کے

أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم

رسولوں نے کہا: کیا اللہ کے متعلق شک ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے ۱۴ وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے

ف۹ اس آیت کی تفسیر' البقرہ: ۴۹ا میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں ف۱۰ شکر کا معنی ہے: نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرنا' اور اس کی ضد کفران نعمت ہے' یعنی نعمت کو بھول جانا اور اس کو چھپا لینا' شکر کی تین قسمیں ہیں: دل سے شکر کرنا اور یہ نعمت کا تصور ہے' زبان سے شکر کرنا اور یہ منعم کی تعریف و توصیف کرنا ہے اور اعضاء سے شکر کرنا اور یہ بہ قدر استحقاق نعمت کا بدلہ دینا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۵۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۱۹۵۴) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے احسان کا شکر ادا نہ کرے اور ان کی نیکیوں کا انکار کرے تو وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے تو اللہ اس کے شکر کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نعمتوں کا بیان کرنا شکر ہے اور ان کو بیان نہ کرنا ناشکری ہے اور جو کم نعمتوں کا شکر نہیں ادا کرتا' وہ زیادہ نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۸' شعب الایمان: ۴۴۱۹) ف۱۱ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انس اور جن' تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے' اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے' اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر فرد کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے' اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے' اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں' پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا' پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے' وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ (سنن ترمذی: ۲۴۹۵) ف۱۲ اس سے پہلی آیات میں ''ایام اللہ'' کا ذکر تھا' جن سے مراد وہ ایام تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں عطا فرمائیں یا وہ ایام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عذاب نازل فرمایا' پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو جو نعمتیں عطا کی تھیں' ان کا ذکر فرمایا تھا اور اب جن قوموں پر عذاب نازل فرمایا تھا ان کا ذکر فرمایا' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر' حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد پر اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود پر۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم سے خطاب ہو ف۱۳ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تک کا نسب کسی کو معلوم نہیں ہے۔ علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عدنان اور حضرت اسمٰعیل تک تیس آباء ہیں' جن کو کوئی نہیں جانتا' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے: نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں' یعنی وہ لوگ جو کسی کا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عاد اور ثمود کے بعد ایسی قومیں ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا ف۱۴ یعنی انسان کی فطرت اور بداہت عقل اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ کوئی چھوٹی سی صنعت بھی بغیر صانع کے وجود میں نہیں آتی' تو اتنی بڑی کائنات بغیر کسی بنانے والے کے کیسے وجود میں آسکتی ہے۔

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ

بعض گناہوں کو بخش دے ف۱۵ اور (موت کے) مقرر وقت تک تم کو (عذاب سے) مؤخر رکھے انہوں نے کہا: تم تو محض

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ

ہماری مثل بشر ہو تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جن کی ہمارے آباء و اجداد

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ

پرستش کرتے تھے سو تم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ○ ان سے ان کے رسولوں نے کہا: ہم

نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ

تمہاری طرح بشر ہی ہیں ف۱۶ لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان

عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

فرماتا ہے ف۱۷ اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں

وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى

اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے○ اور ہم اللہ پر توکل کیوں نہ کریں

اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَ

اس نے ہمیں ہماری (نجات کے) راستوں کی طرف ہدایت دی ہے اور تم نے جو ہمیں تکلیفیں پہنچائی ہیں ہم ان پر ضرور صبر کریں گے اور

عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے○ ف۱۸ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا:

لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ

ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ ف۱۹

ف۱۵ امام فخر الدین رازی کی تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بغیر توبہ کے گناہوں کے بخشنے کی نوید سنائی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۷۲) اور اسی طرح کی اور آیتیں بھی ہیں: "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ" (آل عمران: ۳۱) آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ "یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ" (الاحزاب: ۷۱) اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ "یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ" (الصف: ۱۲) تمہارے گناہوں کو بخش دے گا ف۱۶ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ جب تک انسان کی روح اور بدن میں علوی اور قدسی صفات نہ ہوں' اس میں نبوت کا حصول ممتنع ہے' اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ جس طرح عام انسان حیوانات سے عقل کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے' اسی طرح نبی عام انسانوں سے ایک وصف خاص کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے' اس میں ایک زائد قوت ادراک ہوتی ہے' جس وجہ سے وہ امور غیبیہ کا ادراک کرتا ہے' فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے' اسی طرح جنات کو دیکھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے اور نبیوں اور رسولوں کو عام انسانوں کی بہ نسبت ایک زائد قوت ادراک حاصل ہوتی ہے اور اسی قوت کی وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو نبی بناتا ہے' اس کو وہ قوت عطا فرماتا ہے ف۱۷ انبیاء علیہم السلام نے تواضع اور انکسار کی وجہ سے اس آیت میں اپنے روحانی اور جسمانی فضائل بیان نہیں فرمائے اور صرف یہ کہنے پر اکتفاء کی: لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے' کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مرتبہ نبوت کے ساتھ اس لیے مختص کیا ہے کہ وہ ان فضائل کے ساتھ متصف تھے' جن کی وجہ سے وہ ان خصوصیات کے مستحق ہوئے' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (الانعام: ۱۲۴) اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ خوب جانتا ہے ف۱۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو یہ تلقین کی کہ وہ اللہ ہی پر توکل کریں اور اللہ کے راستہ پر چلنے میں کفار کی طرف سے جو سختیاں جھیلنی پڑیں اور جن مصائب کا سامنا ہو' ان کو حوصلہ سے برداشت کریں اور اللہ پر توکل کرنے کو کسی حال میں نہ چھوڑیں ف۱۹ اس آیت سے بہ ظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پہلے ان کے دین میں تھے' پھر ان کے دین سے نکل کر موحد ہو گئے' اس لیے اب کافروں نے کہا: تم دوبارہ ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ' حالانکہ انبیاء علیہم السلام کبھی بھی کافروں کا دین اختیار نہیں کر سکتے' اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کافروں کے ملک میں پیدا ہوئے تھے' اور انہوں نے وہیں نشو و نما پائی تھی' ان کا تعلق ان ہی قبیلوں سے تھا' اور ابتداء میں انہوں نے کافروں کے دین کی مخالفت نہیں کی تھی' اس لیے کافروں نے یہ گمان کیا کہ وہ بت پرستی میں ان کے موافق ہیں اور منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد جب انہوں نے بت پرستی سے منع کیا تو کافروں نے یہ سمجھا کہ وہ ان کے دین سے نکل گئے' اس لیے انہوں نے کہا: ہم تم کو ضرور اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔

فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۳ وَلَنُسۡكِنَنَّكُمُ

پس ان کے رب نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے○ ف٢٠ اور ان کے بعد ہم تم کو

الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِىۡ وَخَافَ

ضرور اس ملک میں آباد کریں گے ف٢١ یہ (اعلان) اس کے لیے ہے جو میرے سامنے پیش ہونے اور میرے عذاب

وَعِيۡدِ ۝۱۴ وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ۝۱۵ مِّنۡ وَّرَآئِهٖ

دینے کی خبر سے ڈرے○ ف٢٢ اور رسولوں نے فتح کی دعا کی اور ہر ظالم ضدی ہلاک ہو گیا○ ف٢٣ اس کے بعد

جَهَنَّمُ وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ

دوزخ ہے اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا○ وہ اسے ایک ایک گھونٹ بھر کے

وَيَاۡتِيۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهٖ

مشکل سے پیئے گا اور اس کو حلق سے نہیں اتار سکے گا ف٢٤ اور اس کو ہر جگہ سے موت گھیرے گی اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے بعد

عَذَابٌ غَلِيۡظٌ ۝۱۷ مَثَلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ

ایک اور سخت عذاب ہے○ جن لوگوں نے اپنے رب کا کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی طرح ہے جس پر

اِۨشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ يَوۡمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا

سخت آندھی کے دن ہوا کا تیز جھونکا آئے انہوں نے جو کچھ بھی عمل کیا ہے وہ اس پر بالکل

عَلٰى شَىۡءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ ۝۱۸ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

قادر نہ ہو سکیں گے یہی بہت دور کی گمراہی ہے○ ف٢٥ (اے مخاطب!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ

آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق

ف٢٠ جب کافروں نے انبیاء علیہم السلام کو وطن سے نکالنے کی دھمکی دی تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ وحی فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ظالم سے اپنا بدلہ نہ لے اور اس کے ظلم پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے بدلہ لیتا ہے ف٢١ زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے' اللہ تعالیٰ کافروں سے ملک لے کر مسلمانوں کو اس میں آباد کر دیتا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا'' (الاعراف: ۱۳۷) اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا' ہم نے ان کو مشرق اور مغرب کی اس سرزمین کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی ف٢٢ یہ بشارت ہر اس شخص کے لیے ثابت ہے جو حشر کے دن اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے عذاب کی جو خبر دی ہے' اس سے خائف ہو اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے' ان سے باز رہتا ہو اور اس کے احکام کی اطاعت کرتا ہو ف٢٣ اس آیت میں ''جبار'' سے مراد وہ شخص ہے جو نیک اور شریف انسانوں پر دھونس اور دباؤ ڈالے اور دھونس اور دباؤ کے ذریعہ حق سے انحراف کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھے اور ''عنید'' وہ شخص ہے جو ان چیزوں پر اتراتا ہو جو اس کے پاس ہیں' بعض علماء نے کہا ہے: ''عنید'' وہ شخص ہے جو صراطِ مستقیم سے منحرف ہو' اس آیت میں بھی ''عنید'' کا یہی معنی مراد ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اَلۡقِيَا فِىۡ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيۡدٍ○ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ مُّرِيۡبٍ○'' (قٓ: ۲۵۔۲۴) ہر بڑے ناشکرے' حق کے مخالف کو جہنم میں ڈال دو○ جو نیکی سے بہت منع کرنے والا' حد سے بڑھنے والا' شک کرنے والا ہے○ ف٢٤ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ابراہیم: ۱۶ کی تفسیر میں فرمایا: وہ پانی اس کے منہ کے قریب لایا جائے گا' سو وہ اس کو ناپسند کرے گا' جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اور اس کے سر کی کھال گر جائے گی اور جب وہ اس کو پیئے گا تو وہ پانی اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا حتیٰ کہ اس کی انتڑیاں اس کی سرین سے نکل جائیں گی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَسُقُوۡا مَآءً حَمِيۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ○'' (محمد: ۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا○ ''وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ'' (الکہف: ۲۹) اگر وہ (پیاس کی وجہ سے) فریاد کریں تو اس پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی' جو پگھلتے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا' جو ان کے چہروں کو جلا دے گا' سو وہ کیسا بُرا پینا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۸۳) ف٢٥ کفار کے اعمال اور اس مثال میں وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھی راکھ کو اڑا لے جاتی ہے اور اس راکھ کے اجزاء اور ذرّات متفرق اور منتشر ہو جاتے ہیں اور اس راکھ کا کوئی اثر اور کوئی نشان اور اس کی کوئی خبر باقی نہیں رہتی' اسی طرح ان کے کفر نے ان کے تمام اعمال کو باطل کر دیا اور ان کے کسی عمل کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ رہا' اور ان کے اعمال سے وہ اعمال مراد ہیں جو انہوں نے اپنے زعم میں نیکی کی نیت سے کیے تھے' مثلاً صدقہ اور خیرات' رشتہ داروں سے حسن سلوک اور بھوکوں کو کھانا کھلانا' غلاموں کو آزاد کرنا اور مہمانوں اور مسافروں کی تعظیم و توقیر کرنا' ان کے کفر کی وجہ سے یہ تمام اعمال باطل ہو گئے اور اگر انہوں نے کفر نہ کیا ہوا ہوتا تو وہ ان اعمال سے فائدہ اٹھاتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان اعمال سے مراد ہو ان کا بتوں کی عبادت کرنا اور انہوں نے نجات کی توقع پر سخت مشقت والے کام کیے تھے اور ان کے نقصان کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بڑے عرصہ تک یہ مشقت والے کام کیے تاکہ آخرت میں ان کا نفع حاصل ہو لیکن انجام کار ان کے لیے یہ کام باعث عذاب بن گئے۔

جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا

لے آئے ○ اور یہ اللہ پر کوئی مشکل نہیں ہے ○ ۲۶ؑ اور آخرت میں سب اللہ کے سامنے پیش ہوئے

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

تو کمزور لوگوں نے بڑوں سے کہا: ہم (دنیا میں) تمہاری پیروی کرتے تھے پس کیا تم

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا

ہم سے اللہ کے عذاب کو کم کر سکتے ہو؟ ۲۷ؑ انہوں نے کہا: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا

اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ

تو ہم تم کو ضرور ہدایت دیتے' ہمارے لیے برابر ہے کہ ہم فریاد کریں یا صبر کریں ہمارے لیے (عذاب سے)

مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ

بالکل چھٹکارا نہیں ہے ○ ۲۸ؑ جب حشر کی کارروائی پوری ہو گئی تو شیطان نے کہا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا

وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

وہ برحق وعدہ تھا' اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا' ۲۹ؑ اور میرا تم پر کوئی غلبہ

سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا

نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی' پس تم نے میری دعوت قبول کر لی' سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے

اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ

آپ کو ملامت کرو ۳۰ؑ نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو' تم نے مجھے جو

بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ

(اللہ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کر چکا ہوں' بے شک ظالموں کے لیے ہی درد ناک

ع ۳ / ۹ / ۱۵

ف ۲۶ یعنی جو آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے' وہ اس بات پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے کہ وہ ایک قوم کو فنا کر دے اور اس کی جگہ دوسری قوم کو پیدا کر دے کیونکہ جو کسی مشکل اور سخت چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہو' وہ سہل اور آسان چیز کے پیدا کرنے پر بہ درجہ اولیٰ قادر ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں کفارِ مکہ کے ساتھ خطاب ہے کہ اے کفار کی جماعت! میں تم کو مار کر تمہاری جگہ اور مخلوق پیدا کر دوں گا جو میری فرماں بردار اور اطاعت گزار ہوگی' پھر فرمایا کہ یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ جو آسمانوں اور زمینوں جیسی عظیم مخلوق پیدا کر چکا ہے' اس کے لیے تمہیں مار کر تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کرنا کیا مشکل ہے ف ۲۷ اس آیت سے مقصود ان کی ندامت' شرمندگی اور رسوائی کو ظاہر کرنا ہے اور دیگر جسمانی عذاب کے علاوہ یہ ان کے لیے نفسیاتی اور روحانی عذاب ہوگا ف ۲۸ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ بعض دوزخی' بعض سے کہیں گے کہ جنتی لوگ اللہ کی بارگاہ میں رونے اور فریاد کرنے کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہیں' آؤ مل کر روئیں اور فریاد کریں' شاید ہمیں جنت مل جائے' وہ روتے اور فریاد کرتے رہیں گے' پھر جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے رونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو وہ کہیں گے: جنتی لوگ مصائب پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہیں' آؤ ہم صبر کرتے ہیں' پھر وہ صبر کریں گے لیکن اس پر بھی کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا' پھر وہ کہیں گے کہ ہم خواہ روئیں یا صبر کریں' ہم کو عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔ (جامع البیان: ۱۵۶۳۸) ف ۲۹ ابلیس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ وعدہ برحق تھا' یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں اور بُرے کاموں سے بچنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اجرِ عظیم عطا فرمائے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا اور کافروں اور بدکاروں کو آخرت میں عذاب دے گا اور ان کو دوزخ میں داخل فرمائے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ سچا کر دیا اور مؤمنین اور نیک عمل کرنے والے جنت میں داخل ہو گئے اور میں نے جو وعدہ کیا تھا کہ نہ قیامت قائم ہوگی' نہ لوگ مر کر دوبارہ زندہ ہوں گے' نہ حشر ہوگا' نہ حساب و کتاب ہوگا' نہ جنت ہوگی' نہ دوزخ ہوگی' سو میرا وعدہ جھوٹا ہو گیا کیونکہ وہ تمام اُمور واقع ہو گئے جن کی میں نے تکذیب کی تھی ف ۳۰ ''سلطان'' کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے: حجت اور دلیل اور دوسرا معنی ہے: تسلط اور غلبہ' یعنی زبردستی اور جبر سے کسی سے کوئی کام کرا دینا۔ اگر شیطان کی ''سلطان'' سے مراد حجت اور دلیل ہو تو اس کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ میرا کام تو تم کو صرف دعوت دینا اور وسوسہ ڈالنا تھا' تم اللہ تعالیٰ کے دلائل سن چکے اور انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کر چکے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے صدق اور ان کے برحق ہونے پر معجزات کا مشاہدہ کر چکے تھے' تم پر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں کی تلاوت بھی کی گئی تھی تو تم پر واجب تھا کہ تم میری باتوں کے دھوکا میں نہ آتے اور میری دعوت اور میرے وسوسہ کی طرف توجہ نہ کرتے اور جب کہ تم نے ان مضبوط اور قوی دلائل کے مقابلہ میں میری باتوں کو ترجیح دی تو پھر تم ملامت کے لائق ہو' تم دیکھ رہے تھے کہ میرے وسوسوں اور میری باتوں پر کوئی حجت اور برہان نہ تھی' میں نے بغیر کسی دلیل کے تم کو شرک اور کفر پر اُکسایا اور گناہوں پر برانگیختہ کیا اور تم نے میری بے دلیل باتوں کو مان لیا اور انبیاء علیہم السلام نے براہین اور دلائل کے ساتھ جو کہا تھا اس کو مسترد کر دیا' تو پھر تم ہی لائقِ مذمت ہو نہ کہ میں' اور اگر ''سلطان'' کے معنی تسلط اور غلبہ ہو' یعنی ایسی طاقت جس کے ذریعے زبردستی کسی سے کوئی کام کرایا جا سکے تو مطلب ہوگا: میں تو صرف تم کو بلاتا تھا اور تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈالتا تھا' تم نے اپنی خوشی سے میرے وسوسوں کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور انبیاء علیہم السلام کے پیغامات کو مسترد کر دیا' میں نے جبراً اور زبردستی تم سے یہ کام نہیں کرائے کیونکہ مجھے تم پر کوئی تسلط اور غلبہ حاصل نہیں تھا' تم نے اپنی خوشی سے میرے کہنے پر عمل کیا' لہٰذا اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔

اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

عذاب ہے ○ ۲۱ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کو ایسی جنتوں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا

میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اپنے رب کے اذن سے ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ایک دوسرے سے

سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ

ان کا کہنا ہو گا: سلام ہو ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ (بات) کی کیسی مثال بیان فرمائی

طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ

وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں ○ ۳۲ وہ درخت اپنے

حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ

یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ

نصیحت حاصل کریں ○ ۳۳ اور ناپاک کلمہ (بات) کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے

مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اوپر سے اکھاڑ دیا گیا اس کے لیے بالکل ثبات نہیں ○ ۳۴ اللہ ایمان والوں کو دنیا میں (بھی)

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ

مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی) اور اللہ ظالموں کو

الظّٰلِمِیْنَ ۙ۫ وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ

گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ ۳۵ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے

ع ۴ ۱۶

ف۳۱ اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان کے پیروکار جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اس جہان کے بنانے اور اس کے چلانے میں شیطان اللہ کا شریک ہے' اس نے کہا: میں اس کا انکار کرتا ہوں یا معنی یہ ہے کہ لوگ نیک کاموں میں اللہ کی اطاعت کرتے تھے اور بُرے کاموں میں شیطان کی اطاعت کرتے تھے' شیطان نے کہا: میں اس کا انکار کرتا ہوں کیونکہ اطاعت کے لائق اور اطاعت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے ف۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''کلمہ طیبہ'' سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور ''شجرہ طیبہ'' سے مراد مؤمن ہے' اور مجاہد اور عکرمہ نے کہا کہ ''شجرہ'' سے مراد کھجور کا درخت ہے اور اس آیت کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ مؤمن کے قلب میں کلمہ کی جڑ ہے اور وہ ایمان ہے' جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں' اسی طرح ایمان مؤمن کے سینہ میں راسخ ہوتا ہے' اور جس طرح کھجور کی شاخیں اوپر کی جانب بلند ہوتی ہیں' اسی طرح مؤمن کے نیک اعمال کو فرشتے اوپر کی جانب لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو ان نیک اعمال پر ثواب عطا فرماتا ہے' اس کو کھجور کے پھلوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے ف۳۳ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کھجور کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں ثابت ہوتی ہیں' اسی طرح ایمان مؤمن کے دل میں ثابت ہوتا ہے اور جس طرح کھجور کے پتے آسمان کی جانب ہوتے ہیں' اسی طرح مؤمن کے نیک اعمال کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور جس طرح کھجور کا پھل ہر وقت دستیاب ہوتا ہے' کبھی تازہ اور کبھی خشک چھواروں کی صورت میں' اسی طرح مؤمن کامل کا ہر عمل موجب ثواب ہوتا ہے' اس کا بولنا' اس کا خاموش رہنا' اس کا چلنا پھرنا' اس کا کھانا پینا اور اس کی خالص عبادات' اور عبادات میں تقویت اور تازگی حاصل کرنے کے لیے اس کا سونا' غرض یہ کہ اس کا ہر وقت ہر عمل موجب ثواب ہوتا ہے' پھر جس طرح کھجور کی کوئی چیز ضائع اور بیکار نہیں ہوتی' کھجور کے تنے کے شہتیر بن جاتے ہیں' اس کا پھل تازہ اور خشک ہر حال میں کھایا جاتا ہے' اس کے پتوں کی چٹائیاں' پنکھے' ٹوپیاں اور چنگیریاں بن جاتی ہیں' اسی طرح مؤمن کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا اور اس کا ہر حال موجب ثواب ہے' اس کو اگر کوئی نعمت ملے تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے' کھجور کے درخت میں ایک ایسا وصف بھی ہے جو اور کسی درخت میں نہیں ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرنا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے فراق سے کھجور کا درخت چیخیں مار کر رونے لگا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۸۵) ف۳۴ ناپاک کلمہ سے مراد شرک ہے' اور ناپاک درخت سے مراد حنظل ہے یعنی اندرائن' یہ بہت کڑوے پھل کا درخت ہے۔ (سنن الترمذی: ۳۱۱۹) ف۳۵ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو ان جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے' پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ ہیں' پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے' پھر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی: ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ'' (ابراہیم: ۲۷)۔ (المعجم الکبیر: ۹۱۴۵)

اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ

اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں پہنچا دیا ○ ف۳۶ (وہ تباہی کا گھر) جہنم ہے جس میں

الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا

وہ داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ○ اور انہوں نے اللہ کے لیے شریک قرار دیے تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کریں'

فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا

آپ کہیے تم (عارضی) نفع اٹھالو کیونکہ انجام کار تم نے دوزخ کی طرف لوٹنا ہے ○ آپ ہمارے ایمان والوں بندوں سے کہیے کہ

الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ

وہ نماز قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں' ف۳۷ اس سے پہلے کہ وہ

يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی ○ ف۳۸ اللہ (ہی) ہے جس نے آسمانوں

وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

اور زمینوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا' پھر اس سے تمہارے رزق کے لیے پھلوں کو پیدا کیا

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ

اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا تاکہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کیا ○ اور

سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۗىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو مسلسل گردش کر رہے ہیں' اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا ○

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ

اور تمہاری تمام مانگی ہوئی چیزوں میں سے تم کو (بہت کچھ) عنایت کیا' ف۳۹ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے'

ف۳۶ یہ آیت اہل مکہ کے متعلق نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے ان کو متعدد نعمتیں عطا فرمائیں' ان کو رزق کی وسعت عطا فرمائی' اپنے حرم میں ان کو سکونت مہیا کی' ان میں سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا' ان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا' ان کے کعبہ کو ساری دنیا کے مسلمانوں کی نمازوں کے لیے قبلہ بنا دیا لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کی' اور ایمان لانے کے بجائے کفر کیا اور اپنی قوم کو "دار البوار" (تباہی اور ہلاکت کے گھر میں) پہنچا دیا ف۳۷ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ نفلی صدقات کو پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح دینا جائز ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جو صدقات فرض ہیں' ان کو ظاہر طور پر دیں اور جو صدقات نفل ہیں ان کو پوشیدہ طور پر دیں ف۳۸ اس آیت میں دوستی کی نفی فرمائی ہے کہ قیامت کے دن کسی کی دوستی کسی کے کام نہیں آئے گی اور بعض آیات سے پتا چلتا ہے کہ اس دن متقین کی دوستی کام آئے گی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ○" (الزخرف: ۶۷) گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے ○ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی دنیا میں دوستی طبیعت کے میلان اور نفس کی رغبت کی وجہ سے ہوگی' وہ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور جن لوگوں کی دوستی محض اللہ کے لیے اور دین کی وجہ سے ہوگی' وہ دوستی اس دن کام آئے گی' جیسے مسلمان اولیاء اللہ سے اور علماء دین سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ دوستی محض دین کی وجہ سے اور اللہ کے لیے ہوتی ہے' جیسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت علی الہجویری رحمہما اللہ سے مسلمان محبت رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ سے محبت رکھتے ہیں ف۳۹ اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان کا ہر سوال تو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا نہیں کیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انسان کی ہر ضرورت اور مصلحت کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا' خواہ اس نے سوال کیا ہو یا نہیں' نیز اس کا معنی ہے: تم نے زبانِ حال سے جو بھی سوال کیا وہ تمہیں عطا کر دیا' یعنی زندگی گزارنے کے لیے تمہاری ضرورت کی جتنی چیزیں تھیں وہ سب تم کو فراہم کر دیں' تمہیں دن میں روشنی چاہیے تھی وہ تم کو مہیا کی' تمہاری فصلوں کو بارش کی ضرورت تھی' سو آسمان سے بارش نازل کی' تمہیں آلات اور مشینیں بنانے کے لیے لوہے' پیتل اور تانبے وغیرہ کی ضرورت تھی تو زمین میں معدنیات رکھیں' تمہیں ایندھن کی ضرورت تھی تو جنگلات میں درخت اگائے' زمین میں پتھر کا کوئلہ رکھا' قدرتی گیس اور تیل رکھا' روئی کو پیدا کیا تاکہ تم اس سے لباس بنا سکو' تمہاری غذائی ضرورت کے لیے اناج اور پھلوں کو پیدا کیا اور تمہارے علاج کے لیے جڑی بوٹیوں کو پیدا کیا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا

بے شک انسان بہت ظالم بہت ناسپاس ہے O ۴۰ اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ)

الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ

کو امن والا بنا دے ۴۱ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش کرنے سے محفوظ رکھO ۴۲ اے میرے رب! بے شک

أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ

ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے' سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے' اور جس نے

عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾ رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي

میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ۴۳ اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک' اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ

تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے

الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ

تاکہ وہ شکر ادا کریںO ۴۴ اے ہمارے رب! بے شک تو ان باتوں کو جانتا ہے جن کو ہم چھپاتے ہیں اور جن کو ہم ظاہر کرتے ہیں'

وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾

اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں O ۴۵

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے' بے شک

ف ۴۰ اللہ تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں ہیں' ہم ان نعمتوں کو گن سکتے ہیں نہ ان کا شکر ادا کر سکتے ہیں' ہم تو ایک سانس لینے کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فضا میں ہواؤں کے سمندر رواں دواں کیے ہوئے ہیں' اگر وہ یہ ہوا پیدا نہ کرتا تو ہم کیسے سانس لے سکتے' سانس لینے کے لیے منہ' ناک اور پھیپھڑے بنائے' یہ سب اعضاء نہ ہوتے تو ہم کیسے سانس لیتے' ہم مکان بنا کر ان میں رہتے ہیں' گرمی' سردی اور بارش سے محفوظ رہتے ہیں' مکان بنانے کے لیے جس سامان اور جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے' وہ کس نے پیدا کی ہیں اور اس میں کتنی چیزوں کا رول ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ درختوں کو نہ پیدا کرتا' لوہے کو نہ پیدا کرتا' بجری' چونے اور پتھروں کو نہ پیدا کرتا' وہ ذرائع پیدا نہ کرتا' جن سے بجلی حاصل ہوتی ہے اور مشینیں بنتی ہیں تو مکان کیسے بنتا۔ یہی حال لباس کا ہے' کتنی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' جن کے نتیجے میں لباس حاصل ہوتا ہے' ہمیں جو چھت میسر ہے' ہم نے جو لباس پہنا ہوا ہے اور ہم جو کھانا کھاتے ہیں' ان سب کے ساتھ غیر متناہی نعمتیں وابستہ ہیں۔ اگر ہم کسی ایک چیز کی نعمتوں کو گننا چاہیں تو نہیں گن سکتے' ان کا شکر ادا کرنا تو بہت دور کی بات ہے ف ۴۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی کہ مکہ کو امن والا بنا دے' اس سے مقصود یہ تھا کہ تو مکہ میں امن قائم کرنے کا حکم دے دے اور مکہ کو حرم بنا دے اور حدودِ مکہ میں قتل اور خون ریزی کو خصوصیت کے ساتھ منع فرما دے' لہٰذا مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنا دیا حتیٰ کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار بھی مکہ مکرمہ میں باہم قتل اور خون ریزی سے باز رہتے تھے' یہ ایک تشریعی حکم ہے اور اگر کسی نے اس حکم کی مخالفت کی تو وہ بہرحال آخرت میں عذاب کا مستحق ہو گا ف ۴۲ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بیٹوں کو بھی بت پرستی سے محفوظ رکھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول نہیں کی کیونکہ کفار قریش حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حالانکہ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ دعا ان کی اولاد میں سے مؤمنین کے ساتھ مخصوص تھی' کیونکہ اس کے بعد انہوں نے فرمایا: "فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي" "سو جو میری پیروی کرے گا' وہ میرا ہے ف ۴۳ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مسلمانوں کی شفاعت کی' جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا اور وہ بغیر توبہ کے مر گئے' اس سے مراد مسلمان ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں انہوں نے کافروں سے براءت کا یہ کہہ کر اظہار کر دیا تھا کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا' نیز اس آیت کے پہلے جملہ میں انہوں نے کہا: جس نے میری پیروی کی' وہ میرا ہے اور جس نے ان کے دین کی پیروی نہیں کی اور کفر پر مصر رہا' وہ ان کا نہیں ہے اور وہ اس کی اصلاح کے درپے نہیں ہیں' اور یہاں کبیرہ گناہوں کے مرتکبین مراد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہ تو نیکیوں سے ویسے ہی معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں ف ۴۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورتوں میں سے جس نے سب سے پہلے اپنی کمر پر پٹکا باندھا' وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں' انہوں نے یہ پٹکا اس لیے باندھا تھا کہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں اور حضرت سارہ کو پتا نہ چلے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر روانہ ہوئے اور جس جگہ بیت اللہ ہے' وہاں ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا' جس جگہ اب زم زم کا کنواں ہے' اس وقت مکہ میں کوئی آبادی نہیں تھی اور نہ وہاں پانی تھا۔ انہوں نے اس جگہ ان دونوں کو چھوڑ دیا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا' جس میں کھجوریں' ستو اور پانی تھا' پھر حضرت ابراہیم واپس جانے لگے تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا: اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہم کو اس غیر آباد اور بے آب و گیاہ وادی میں کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ وہ بار بار یہ جملے دہراتی رہیں اور حضرت ابراہیم نے ان کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا' پھر انہوں نے پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: ہاں' حضرت ہاجرہ نے کہا: پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور وہ (مطمئن ہو کر) لوٹ آئیں' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مقام ثنیہ پر پہنچے' جہاں انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا تو انہوں نے اپنا منہ اس طرف کیا جس طرف اب بیت اللہ ہے' پھر

رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ

میرا رب ضرور دعا سننے والا ہےO اے میرے رب! مجھے (ہمیشہ) نماز قائم کرنے والا رکھ اور میری بعض اولاد کو بھی

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ

اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرماO اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور سب مؤمنوں کی جس دن

الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا

حساب ہو گاO ۴۶ اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' وہ انہیں

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

اس دن تک کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO ۴۷ لوگ سر اٹھائے

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ

ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے درآں حالیکہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گےO آپ

النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى

لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کچھ مدت کی مہلت

اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ

دے دے' ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے' (تو ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے اس سے پہلے یہ

مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ ۙ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گاO اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر

اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

ظلم کیا تھا اور تم پر خوب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیںO ۴۸

انہوں نے دونوں ہاتھ بلند اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا کی' جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۳۶۴) ف۴۵ اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! تو ہماری ضروریات سے آگاہ ہے' ہم عواقب امور پر مطلع نہیں ہیں تو ہی خوب جانتا ہے کہ کیا چیز ہمارے حق میں مفید ہے اور کیا چیز ہمارے حق میں مضر ہے سو تو ہمیں وہ چیز عطا فرما جو ہمارے لیے مفید ہو اور ہم کو اس چیز سے محفوظ رکھ جو ہمارے حق میں مضر ہو' کیونکہ آسمان و زمین کی ہر ظاہر اور مخفی چیز کو تو جاننے والا ہے اور تجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ف۴۶ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مؤمن تھے' جن کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑھاپے میں بھی دعا کر رہے تھے' جب کہ آپ کے عرفی والد آزر آپ کی جوانی کے ایام میں ملک شام کے شہر حران میں حالت کفر میں انتقال کر چکے تھے' اس کے بعد آپ نے ان کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۰۰۶۰) ف۴۷ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان کیے' پھر یہ بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو شرک سے محفوظ رکھے اور ان کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ان کی' ان کے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور چونکہ طلب مغفرت کے ضمن میں یہ مطلوب آ گیا تھا کہ قیامت قائم ہوگی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت پر دلیل قائم فرمائی: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' اس سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اگر اللہ مظلوم سے ظالم کا انتقام نہ لے تو لازم آئے گا یا تو اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم سے لاعلم اور غافل ہے اور یا اس سے انتقام لینے سے عاجز ہے اور یا اس کے ظلم پر راضی ہے اور جب کہ یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ پر محال ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن تمام انسان' یہ جہان اور اس کی تمام چیزیں فنا کر دی جائیں گی اور ان تمام چیزوں کا فنا ہو جانا ہی قیامت ہے' اس کے بعد حشر اور روزِ حساب قائم ہوگا اور ظالم کو اس کے ظلم پر سزا دی جائے گی اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزا دی جائے گی ف۴۸ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب قیامت کے دن کفار عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے تو ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے' اس کی نظیر یہ آیت ہے: ''وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَO'' (الانعام: ۲۷) اور اگر آپ دیکھتے جب انہیں دوزخ کی آگ پر ٹھہرایا جائے گا تو وہ کہیں گے: کاش! ہمیں (دنیا میں) لوٹا دیا جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہیں کریں گے اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں گےO اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا' کیا اس سے پہلے تم قیامت اور مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزا اور سزا کے دن کا انکار نہیں کرتے تھے اور تم کو ہمارے رسولوں نے بتا دیا تھا کہ پچھلی امتوں میں سے جس نے ہمارے پیغام کو جھٹلایا' اس پر کس قسم کا عذاب آیا تھا' اور اس سے پہلے قومِ ثمود کے گھروں کی تباہی کے آثار دیکھ چکے ہو' تم نے ان کے آثار دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کی تھی۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ

اور انہوں نے گہری سازشیں کیں اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں ۴۹ اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان

مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ٹل جائیں ○ تو تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ

بے شک اللہ بہت غالب انتقام لینے والا ہے ○ ۵۰ جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی ۵۱ اور آسمان بھی ۵۲

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے جو واحد ہے اور غالب بھی ○ اور آپ اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں

سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ

گے ○ ۵۳ وہ (آگ بھڑکانے والے) روغن کی قمیصیں پہنے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں سے آگ لپٹ رہی ہوگی ○ تاکہ اللہ

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا

ہر شخص کو اس کے کاموں کا بدلہ دے' بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لیے پیغام ہے تاکہ انہیں

بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ یہ جان لیں کہ صرف وہ ایک ہی مستحق عبادت ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں ○ ۵۴

۱۵ سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّیَّةٌ ۵۴ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اٰیَاتُهَا ۹۹ رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۃ الحجر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ننانوے آیتیں چھ رکوع ہیں

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾

الف لام را' یہ کتاب اور قرآن مبین کی آیتیں ہیں ○ ۱

ف۴۹ اس سے مراد کفارِ مکہ ہیں' جب انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور آپ کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کرلیا تھا جیسے ہی آپ گھر سے باہر نکلیں آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے: "وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ○" (الانفال: ۳۰) اور یاد کیجئے جب کفار آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں' وہ اپنی سازش میں مصروف تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا' اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے ○ ف۵۰ رسولوں نے اپنی امتوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب لوگ مر جائیں گے اور سب چیزیں ختم ہو جائیں گی' پھر اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا اور سب انسانوں سے حساب لے گا' مومنوں اور پرہیزگاروں کو جزا دے گا' اور کافروں اور ظالموں کو سزا دے گا اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور ظالموں کو سزا اور مظلوموں کو جزا نہ دی جائے تو ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزا کے رہ جائیں گے اور یہ اللہ کی حکمت کے خلاف ہے ف۵۱ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو میدہ کی طرح سفید ہوگی' اس میں کسی کے گھر کی کوئی نشانی نہیں ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۶۵۲۱) ف۵۲ علامہ قرطبی نے تذکرہ میں صاحب الافصاح سے نقل کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا تبدیل کرنا دو مرتبہ ہوگا' پہلے صور پھونکنے کے وقت صرف ان کی صفات تبدیل ہوں گی' پس ستارے منتشر ہو جائیں گے اور سورج اور چاند کو گہن لگ جائے گا اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور سروں پر سے کھینچ لیا جائے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے اور زمین میں تموج ہوگا اور سمندر آگ بن جائیں گے' پھر ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک زمین پھٹ جائے گی' پھر اس کی بنیاد اور ہیئت بدل جائے گی' پھر اس کے بعد صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیا جائے گا ف۵۳ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر کافر اپنے شیطان کے ساتھ زنجیر یا طوق میں جکڑا ہوا ہوگا' حدیث میں ہے: "اذا كان اول ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن" الحدیث' جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو سرکش جنوں اور شیاطین کو زنجیروں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۸۲) ف۵۴ یہ سورۂ ابراہیم کی آخری آیت ہے' جس میں قرآن مجید کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ اس میں اللہ کا پیغام ہے تاکہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں اور سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت میں بھی قرآن کریم کا وصف بیان فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کے) اندھیروں سے اسلام کی روشنی کی طرف لائیں' گویا سورۂ ابراہیم کی ابتداء بھی قرآن مجید کے وصف سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء بھی قرآن مجید کے وصف پر ہوتی ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الحجر ف۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ آیتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں' اس کتاب کی آیتیں ہیں جو کتاب ہونے میں کامل ہے اور اس قرآن عظیم کی آیتیں ہیں جو مبداء اور معاد کے متعلق صحیح عقائد بیان کرتا ہے۔ ماضی کی خبریں اور مستقبل کی پیش گوئیاں بیان کرتا ہے' حلال اور حرام کے احکام بیان کرتا ہے اور دنیا اور آخرت کی کامیابی کا صحیح راستہ بیان کرتا ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝۲ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا
بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے ○ ۲ آپ ان کو کھانے میں

وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۳ وَمَا أَهْلَكْنَا
اور (دنیاوی) فائدہ اٹھانے میں چھوڑ دیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے دیں یہ عنقریب جان لیں گے ○ ۳ اور ہم نے جس

مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ
بستی کو بھی تباہ کیا اس کا لوحِ تقدیر میں وقت متعین تھا ○ کوئی گروہ اپنے مقرر وقت

أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝۵ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ
سے نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے ○ ۵ اور انہوں نے کہا: اے وہ شخص جس پر نصیحت نازل کی گئی ہے

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝۶ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
بے شک تو ضرور دیوانہ ہے ○ ۶ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں

الصَّادِقِينَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا
نہیں لاتے ○ ہم فرشتوں کو صرف حق کے ساتھ نازل کرتے ہیں اور اس وقت (جب وہ نازل ہوں گے) تو ان کو

مُنْظَرِينَ ۝۸ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝۹ وَ
مہلت نہیں دی جائے گی ○ ۷ بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ ۸ اور

لَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝۱۰ وَمَا يَأْتِيهِمْ
بے شک ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے ○ اور ان کے پاس جب بھی

مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝۱۱ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي
کوئی رسول آتا تھا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے ○ ہم اسی طرح اس کو مجرموں کے

ف ۲ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دوزخ والے دوزخ میں جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ اہل قبلہ بھی ہوں گے جن کو اللہ چاہے گا تو کفار کہیں گے: کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؛ پھر کفار کہیں گے: تمہارے اسلام نے تم سے کون سا عذاب دور کر دیا تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں آ گئے ہو مسلمان کہیں گے: ہمارے گناہ تھے ان گناہوں کی وجہ سے ہم پر گرفت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سنے گا پھر فرمائے گا: جو لوگ اہل قبلہ سے ہیں ان کو دوزخ سے نکال لو۔ جب دوزخی یہ معاملہ دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے: کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی دوزخ سے اس طرح نکال لیا جاتا' جس طرح ان کو نکال لیا گیا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: "رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ○" (الحجر: ۲) بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے ○ (کتاب السنۃ: ۸۴۳)

ف ۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کفار کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ وہ دنیا کے عیش و نشاط اور زیب و زینت سے جو اپنا حصہ لینا چاہتے ہیں' ان کو وہ حصہ لینے دیں' انہوں نے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے لمبی لمبی اُمیدیں باندھ رکھی ہیں' انہیں اس میں مشغول رہنے دیں اور ان کو ایمان لانے اور عبادت کرنے سے غافل رہنے دیں۔ عنقریب جب وہ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے اور اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتیں گے تو وہ خود جان لیں گے کہ آپ جو کچھ فرماتے تھے وہ صحیح اور حق تھا اور اس کے جواب میں وہ جو کچھ کرتے اور کہتے تھے وہ غلط اور باطل تھا ف ۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بستی کو ہلاک کیا ہے تو پہلے اس پر اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ حجت قائم کی اور حجت پوری ہونے کے بعد بھی جب ان لوگوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی ہلاکت کا جو وقت مقرر تھا' اس وقت کے آنے پر ان کو ہلاک کر دیا۔ ان کو ان کے مقررہ وقت سے پہلے ہلاک کیا اور نہ ان کی ہلاکت کو مؤخر کیا۔ اس میں اہل مکہ کو تہدید کی ہے کہ وہ شرک کو ترک کر دیں' ورنہ ان کی ہلاکت اور تباہی یقینی ہے ف ۵ مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کو دعویٰ نبوت سے دست بردار ہونے کے لیے مال و دولت اور عرب کی سرداری کی پیش کش کی' عرب کی سب سے حسین لڑکی سے شادی کی پیش کش کی' لیکن آپ نے مال و دولت اور منصب اور اقتدار کو ٹھکرا دیا اور سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں اور دعویٰ نبوت سے دست بردار نہیں ہوئے اور عیش و نشاط کو چھوڑ کر مصیبتوں کو اختیار کرنا مشرکین کے نزدیک محض دیوانگی تھی' اس لیے انہوں نے آپ سے بہ طور استہزاء کہا: اے وہ شخص جس پر نصیحت نازل کی گئی ہے! تو دیوانہ ہے ف ۶ اس کے مفسرین نے دو معنی بیان کیے ہیں' ایک یہ کہ جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے آئیں گے تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی' اور دوسرا یہ ہے کہ جب فرشتے ان پر عذاب لے کر آئیں گے تو ان کو مہلت نہیں دی جائے گی' لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کی امت پر ایسا عذاب نہیں آئے گا کہ پوری قوم نیست و نابود کر دی جائے ف ۷ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ قرآن مجید کا محافظ ہے تو صحابہ کرام اس کو جمع کرنے اور اس کو مرتب کرنے میں کیوں مشغول ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے ظاہری اسباب مقرر فرمائے تھے۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ کیا گیا اور اس کی اشاعت کی گئی اور جتنی اس کی اشاعت کی گئی تھی' اتنی دنیا میں کسی کتاب کی اشاعت نہیں کی گئی' اور قرآن مجید کو حفظ کیا گیا اور یہ دنیا کی واحد کتاب ہے' جس کو اول سے آخر تک پورا حفظ کیا جاتا ہے اور ہر دور میں دنیا میں اس کے بے شمار حافظ رہے ہیں' اگر کسی مجلس میں کوئی پڑھنے والا کسی سورت یا کسی آیت سے ایک لفظ کم کر دے یا اس میں اپنی طرف سے کوئی لفظ زیادہ کر دے تو اس مجلس میں لوگ بول اٹھیں گے' آپ نے یہ لفظ چھوڑ دیا' یا آپ نے جو لفظ پڑھا ہے' وہ قرآن مجید کا لفظ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص قرآن مجید کو چھاپے اور اس میں کوئی لفظ کم یا زیادہ کر دے یا کسی نقطہ میں کمی بیشی کر دے یا کسی زیر زبر میں تغیر کر دے تو سینکڑوں آدمی آ کر اس غلطی کی نشاندہی کریں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ" (حم السجدۃ: ۴۲) اس قرآن کے پاس باطل نہیں آ سکتا نہ اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾

دلوں میں ڈال دیتے ہیں○ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک پہلے لوگوں کی بھی یہی روش گزر چکی ہے○

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿۱۴﴾

اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ دن بھر اس پر چڑھتے (بھی) رہیں○

لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ﴿۱۵﴾

تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ بات صرف یہی ہے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے○ ۸

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنَاهَا

اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا○ ۹ اور ہم نے ان کو

مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿۱۷﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ

ہر راندۂ درگاہ شیطان سے محفوظ کر دیا○ سوا اس کے جو چوری سے (فرشتوں کی باتیں) سنے تو اس کے پیچھے

شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿۱۸﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ

ایک چمکتا ہوا انگارہ آتا ہے○ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا

اور اس میں ہر مناسب چیز اگائی○ اور ہم نے اس میں تمہارے لیے

مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا

سامانِ معیشت پیدا کیا اور ان کے لیے (بھی) جن کو تم روزی نہیں دیتے○ ۱۰ اور ہمارے ہی پاس ہر

عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ﴿۲۱﴾ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ

چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو صرف معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں○ ۱۱ اور ہم نے بادلوں

ع ۱۵ ۱

ف۸ ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کیا جو اس بات کی تصدیق کریں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بالفرض یہ مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ جادو ہے' ہر چند کہ ہم بہ ظاہر فرشتوں کو دیکھ رہے ہیں' لیکن ہم حقیقت میں ان کو نہیں دیکھ رہے ف۹ ان آیتوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت کے شبہات کا جواب دے کر ان کا ازالہ فرمایا تھا' اور یہ واضح اور جلی ہے کہ نبوت کا ثبوت الوہیت کے ثبوت پر مبنی ہے' تو اب اللہ تعالیٰ الوہیت کے دلائل کو بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا کہ آسمانوں میں بروج بنائے ہیں اور ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین فرمایا ہے' ان کی الوہیت پر اس طرح دلالت ہے کہ ہر برج دوسرے برج سے مختلف ہے اور ان کا اختلاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ قادر و مختار اور صانع ازل نے جس برج کو جس ہیئت پر چاہا' اس ہیئت پر بنا دیا اور ضروری ہے کہ ان کا بنانے والا واجب اور قدیم ہو' کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہو تو اس کو خود اپنے وجود میں کسی علت کی احتیاج ہو گی اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو' کیونکہ تعدد وجباء (یعنی متعدد خدا) محال ہے جیسا کہ اس سے پہلے کئی بار اس کا ذکر کیا جا چکا ہے' لہٰذا آسمانوں میں بروج کا ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ ان کا کوئی خالق ہو اور ضروری ہے کہ وہ خالق واجب' قدیم اور واحد ہو ف۱۰ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لوگوں کی ضروریات کے اندازہ سے پیدا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ لوگوں کو کس چیز کی ضرورت ہو گی اور وہ کس چیز سے نفع حاصل کر سکتے ہیں' اس لیے اس کے بعد فرمایا: اور اس (زمین) میں ہم نے تمہارے لیے سامانِ معیشت پیدا کیا' کیونکہ نباتات سے جو رزق حاصل ہوتا ہے' وہ انسانوں کی زندگی قائم رہنے کا سبب ہے اور جن کو انسان رزق مہیا نہیں کرتا یعنی حیوانوں کی زندگی قائم رہنے کا سبب بھی یہی زمین سے پیدا ہوئے والی نباتات ہیں ف۱۱ ''خزائن''، ''خزانہ'' کی جمع ہے' خزانہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی چیزیں چھپا کر رکھتا ہے' یا اس جگہ انسان اپنی چیزوں کو محفوظ کر کے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے رزق اور معیشت کے اسباب جمع کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ عام مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس خزانہ سے مراد بارش ہے' کیونکہ انسانوں' حیوانوں اور پرندوں کو رزق کی فراہمی بھی بارش کے ذریعہ ہوتی ہے۔ بارش سے سبزہ اُگتا ہے اور فصل تیار ہوتی ہے' جس میں انسانوں' حیوانوں اور پرندوں سب کے لیے غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر سال سب جگہ یکساں بارش نازل نہیں فرماتا بلکہ اپنی حکمت سے کسی جگہ کم بارش نازل فرماتا ہے' کسی جگہ زیادہ اور کسی جگہ بالکل بارش نازل نہیں فرماتا۔

لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ

کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں ۱۲ پھر ہم نے آسمان سے بارش برسائی سو ہم نے تم کو وہ پانی پلایا اور تم اس پانی کا

بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ

ذخیرہ کرنے والے نہ تھے O اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں O اور

عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ

بے شک ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تم میں سے مقدم ہیں اور ہم ان کو (بھی) جانتے ہیں جو تم میں سے موخر ہیں O ۱۳ اور بے شک

رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

آپ کا رب ہی ان سب کو جمع کرے گا' بے شک وہ بہت حکمت والا' نہایت علم والا ہے O اور بے شک ہم نے انسان

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ

کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا جو (پہلے) سیاہ سڑا ہوا گارا تھی O ۱۴ اور اس سے پہلے جنات کو بغیر

مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا

دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا O ۱۵ اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں بجتی ہوئی خشک مٹی سے

مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ

سیاہ سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں O سو جب میں اس کو (انسانی صورت میں) ڈھال لوں

مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور اس میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدہ میں گر جانا O پس تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا O

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ

سوا ابلیس کے اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا O ۱۶ فرمایا: اے ابلیس!

ف ۱۲ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ولفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے "لواقح" کے معنی میں یہ بیان کیا ہے کہ "لواقح" "لاقحۃ" کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: حاملہ۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۸۳) اور اس کا مصدر معروف "تلقیح" ہے' جس کا معنی ہے: نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈال دینا' عربی میں "تلقیح" اور "تابیر" کا ایک ہی معنی ہے' اس سلسلے میں یہ حدیث مشہور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا' جو کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو گا۔ اس کے بعد ردی کھجوریں پیدا ہوئیں' پھر کچھ دنوں بعد آپ کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے پوچھا: تمہاری کھجوروں کی کیا کیفیت ہے؟ انہوں نے کہا: آپ نے اس اس طرح فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی دنیا کے معاملات خود ہی زیادہ جانتے ہو۔ (صحیح مسلم' الفضائل: ۱۴۱' الرقم المسلسل: ۶۰۱۳) یہاں پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو کھجور کے درختوں میں پیوند لگاتے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا: کاش! تم یہ طریقہ ترک کر دو۔ انصار نے اس کو ترک کر دیا' پھر کوئی پیداوار نہیں ہوئی یا ردی کھجوریں پیدا ہوئیں۔ تب آپ نے فرمایا: تم اپنے دنیاوی معاملات کو خود ہی زیادہ جانتے ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے گمان سے کہا تھا وحی سے نہیں کہا تھا' اور شیخ سید محمد سنوسی نے کہا کہ آپ صحابہ کو توکل پر برانگیختہ کرنا چاہتے تھے۔ جب انہوں نے آپ کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے دنیاوی معاملات کو خود ہی زیادہ جانتے ہو اور اگر وہ آپ کے کہنے پر عمل کرتے اور ایک ایک یا دو سال تک نقصان برداشت کرتے تو وہ اس مشقت سے بچ جاتے۔ یہ جواب انتہائی لطیف ہے۔ (سیدی غوث عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ کے جواب کا خلاصہ بھی یہی ہے) (شرح الشفاء علیٰ ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۶۴) ف ۱۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے کہا کہ "مستقدمین" سے مراد مردہ لوگ ہیں اور "مستاخرین" سے مراد زندہ لوگ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ "مستقدمین" سے مراد نماز کی پہلی صفوں کے لوگ ہیں اور "مستاخرین" سے مراد نماز کی پچھلی صفوں کے لوگ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی بہترین صف پہلی اور بدترین صف آخری ہے اور عورتوں کی بہترین آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۴) اس حدیث میں بہترین صف سے مراد ہے: جس کا سب سے زیادہ ثواب ہو اور بدترین صف سے مراد ہے: جس کا سب سے کم ثواب ہو ف ۱۴ امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لیے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی' پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا' حتیٰ کہ وہ چٹخنے والی مٹی ہو گئی' پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار کیچڑ ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے شایانِ شان ہاتھ سے ان کا پتلا تیار کیا حتیٰ کہ وہ پتلا خشک ہو گیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی ہو گیا' جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھنکتی ہوئی آواز نکلے۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۷۷) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی بھی جنس کے جسم سے حضرت آدم کو پیدا کرتا اور وہ اس پر بھی قادر تھا کہ مرحلہ وار پیدا کرنے کے بجائے ابتداءً پیدا کر دیتا' لیکن جس طرح اس نے عالم کبیر کو تدریجاً چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے' اسی طرح اس نے عالم صغیر یعنی انسان کو بھی تدریجاً پیدا کیا اور اس میں بندوں کو یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ وہ اطمینان سے تدریجاً کام کیا کریں ف ۱۵ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ "الجان" کو حضرت آدم سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں یہ حدیث ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صورت بنائی تو جب تک اللہ نے چاہا حضرت آدم کے پتلے کو پڑا رہنے دیا۔ ابلیس نے ان کے چاروں طرف گھومنا شروع کر دیا' وہ غور کر رہا تھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ اندر سے کھوکھلے ہیں تو اس نے جان لیا کہ یہ ایسی مخلوق پیدا کی گئی ہے جو اپنے آپ کو غضب اور شہوت سے روکنے پر قادر نہیں ہو گی۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۱) ف ۱۶ اللہ تعالیٰ نے پہلے جمع کے صیغہ سے فرمایا: "فسجد الملائکۃ" اس کا معنی ہے: سب فرشتوں نے سجدہ کیا' پھر "کلھم" سے اس کی تاکید کی' کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ اکثر فرشتوں نے سجدہ کر لیا ہو اور سب فرشتوں نے سجدہ نہ کیا ہو'

مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ
تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا؟O اس نے کہا: میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں

خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا
جس کو تو نے بجتی ہوئی خشک مٹی سے سیاہ سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہےO ف۱۷ فرمایا: تو جنت سے

فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ
نکل جا بے شک تو راندۂ درگاہ ہےO اور بے شک تجھ پر قیامت تک لعنت ہےO اس نے کہا:

رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾
اے میرے رب! تو مجھے یوم حشر تک کی مہلت دےO فرمایا: بے شک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہےO

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ
معین وقت کے دن تکO اس نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گم راہ کر دیا ہے تو میں ضرور

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
ان کے لیے (برے کاموں کو) زمین میں خوش نما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گاO ف۱۸ سوا ان میں سے تیرے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ
ان بندوں کے جو اصحاب اخلاص ہیںO ف۱۹ فرمایا: مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا راستہ ہےO ف۲۰ بے شک

عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہے ف۲۱ سوا ان گمراہوں کے جو تیری پیروی

الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ
کریں گےO اور بے شک ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہےO اس کے سات

احتمال ساقط ہو گیا' پھر بھی یہ احتمال باقی رہا کہ بعض فرشتوں نے ایک وقت میں سجدہ کیا ہو اور بعض نے دوسرے وقت میں سجدہ کیا' لیکن جب یہ فرمایا: ''اجمعون'' تو یہ احتمال بھی ساقط ہو گیا اور اب معنی یہ ہے کہ تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا' نیز فرمایا: سوائے ابلیس کے اس کا معنی یہ ہے کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا ف۱۷ ان آیات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے طویل کلام کیا' حالانکہ اتنا طویل کلام قرآن مجید میں کسی نبی کے ساتھ بھی مذکور نہیں ہے اور اس سے شیطان کے لیے بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے لیے فضیلت تب ہوتی' جب اس کے ساتھ عزت اور کرامت اور محبت اور لطف کے ساتھ کلام ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ کلام اہانت اور غضب کے ساتھ کیا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ شیطان نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ لعین حضرت آدم سے افضل ہے اور وہ آگ سے بنایا گیا ہے اور حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے نص کے مقابلہ میں قیاس کیا اور قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب نص یعنی حکم صریح نہ ہو ف۱۸ اس لعین کا مطلب یہ تھا کہ جب میں آسمانوں کے اوپر حضرت آدم کے دل میں وسوسہ ڈالنے اور شجر ممنوع کی طرف رغبت دلانے میں کامیاب ہو گیا تو میں زمین پر ان کی اولاد کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور میں ان کی نظروں میں دنیا کی چیزوں کو حسین وجمیل بنا کر پیش کروں گا حتیٰ کہ وہ آخرت سے غافل ہو جائیں گے ف۱۹ ابلیس نے اپنے قول میں اصحاب اخلاص کا استثناء کیا' وہ ان کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ ان کا استثناء نہ کرتا اور مطلقاً کہتا کہ میں سب کو گمراہ کر دوں گا تو اس کا قول جھوٹا ہو جاتا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ وہ اصحاب اخلاص کو گمراہ نہیں کر سکے گا' لہٰذا اس نے جھوٹ سے بچنے کے لیے یہ استثناء کیا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس پر غور کرنا چاہیے کہ جھوٹ ایسی قبیح چیز ہے کہ اس سے شیطان بھی احتراز کرتا ہے تو مؤمن اور مسلمان کو جھوٹ بولنے سے کس قدر زیادہ احتراز اور اجتناب کرنا چاہیے ف۲۰ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: اس کا معنی ہے: یہ میرا سیدھا راستہ ہے' جس پر چل کر لوگ جنت تک پہنچیں گے' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: یہ میرے ذمہ ہے کہ لوگوں کو اپنا راستہ دلائل سے بیان کروں یا یہ میرے ذمہ ہے کہ میں لوگوں کو اپنے راستہ کی توفیق اور ہدایت دوں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۴) امام رازی نے کہا: یہ اخلاص مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے ف۲۱ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب شیطان کو اللہ کے نیک بندوں پر کوئی تسلط اور قدرت نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے متعلق فرمایا: ''فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ'' (البقرہ: ۳۶) پس شیطان نے ان کو اس درخت کے ذریعے لغزش میں مبتلا کیا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں نکال باہر کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کو ان کے دلوں پر قدرت نہیں ہے اور نہ ان کے اعضاء پر تسلط ہے کہ وہ جبراً ان سے کوئی گناہ کرائے۔ شیطان نے اللہ کی قسم کھا کر ان کو بتایا کہ اس درخت سے کھانے میں فائدہ ہے۔ حضرت آدم نے سوچا کوئی شخص اللہ کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا اور انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت سے جو منع کیا ہے' وہ ممانعت تنزیہی ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے' یا انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاص درخت سے منع کیا ہے' میں اس نوع کے کسی اور درخت سے کھا لیتا ہوں اور وہ یہ بھول گئے کہ یہ ممانعت اس نوع کے درخت سے تھی۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام کا اس درخت سے کھانا اجتہادی خطاء اور نسیان سے تھا' ان کا فعل کوئی گناہ نہیں تھا اور ان کا جنت سے زمین پر آنا کوئی سزا نہ تھی بلکہ اپنے مقصد خلقت کی تکمیل اور زمین پر اللہ کی خلافت جاری کرنے کے لیے وہ زمین پر آئے تھے۔

أَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿۴۴﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي

دروازے ہیں؛ ۲۲ ہر دروازہ کے لیے ان گمراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہےO بے شک اللہ سے ڈرنے والے جنتوں اور

جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي

چشموں میں ہوں گےO ۲۳ (ان سے کہا جائے گا:) تم ان میں بے خوف ۲۴ ہو کر سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤO ۲۵ اور ان کے دلوں

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کو نکال لیں گے' (وہ) ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گےO ۲۶ ان کو وہاں نہ کوئی

فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ

تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گےO آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ بے شک

اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوںO اور یہ کہ میرا عذاب ہی درد ناک عذاب ہےO ۲۷

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ

اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنائیے O جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: سلام!

قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ

ابراہیم نے کہا: بے شک ہم تم سے ڈر رہے ہیںO انہوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں! بے شک ہم آپ کو علم والے

عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ

بیٹے کی بشارت دے رہے ہیںO ابراہیم نے کہا: کیا تم مجھ کو (بیٹے کی) بشارت دے رہے ہو' حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے' سو اب

تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾

تم کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟O انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو برحق بشارت دی ہے' سو آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوںO

ع ۳/۱۹/۴ — وقف لازم

ف۲۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ سات دروازے یہ ہیں: (۱) جهنم (۲) السعير (۳) لظى (۴) الحطمه (۵) سقر (۶) الجحيم (۷) الهاويه' اور یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۲۶۵) ف۲۳ اللہ سے ڈرنے والے یعنی متقی لوگ' معتزلہ کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو شرک اور کفر کے علاوہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے ہوں اور اگر ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا تو مرنے سے پہلے انہوں نے اس پر توبہ کر لی ہو۔ یہی لوگ آخرت میں جنتوں اور چشموں میں ہوں گے' اور جمہور اہل سنت کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر و شرک سے دائما مجتنب رہے ہوں' لیکن متقی ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ انہوں نے ہر ہر کبیرہ گناہ سے اجتناب کیا ہو' جس طرح قاتل ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس نے انسان کے ہر ہر فرد کو قتل کیا ہو اور عالم ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کو ہر ہر مسئلہ کا علم ہو' ایک انسان کو بھی قتل کرنے والا قاتل کہلاتا ہے اور چند عام پیش آنے والے مسائل کو جاننے والا بھی عالم کہلاتا ہے۔ اسی طرح زندگی میں چند بار خوفِ خدا سے کبیرہ گناہوں کو ترک کرنے والا بھی متقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِO" (الرحمٰن: ۴۶) جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیںO سو جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے زندگی میں ایک بار بھی ڈرا اور خوفِ خدا سے اس نے کسی کبیرہ گناہ کو ترک کر دیا' وہ اس آیت کا مصداق ہے ف۲۴ اس کی تفسیر میں چار قول ہیں: (۱) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر داخل ہو (۲) جنت سے نکالے جانے سے بے خوف رہو (۳) موت سے بے خوف رہو (۴) مرض اور معصیت سے بے خوف رہو ف۲۵ اس کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) دوزخ سے سلامتی اور حفاظت کے ساتھ جنتوں میں داخل ہو (۲) ہر آفت سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو (۳) اللہ کے سلام کے ساتھ داخل ہو ف۲۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہیں کریں گے۔ امام رازی نے فرمایا: جس طرح دو شیشے متقابل ہوں گے تو ایک کا عکس دوسرے میں نظر آتا ہے' اسی طرح جنتی متقابل ہوں گے تو ایک کے انوار دوسرے میں منعکس ہوں گے ف۲۷ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی دو قسمیں ہیں: متقی' غیر متقی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے متقین کا ذکر فرمایا تھا' اس آیت میں اللہ عزوجل نے غیر متقین کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم یہ ہے کہ بندوں کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ آپ میرے بندوں کو بتا دیں' جیسے اللہ تعالیٰ نے معراج کے ذکر میں فرمایا: "سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ" (بنواسرائیل: ۱) سبحان ہے وہ ذات جو رات کے وقت میں اپنے بندے کو لے گیا' سو یہ اضافت تشریف اور تکریم کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو تاکیدات سے مزین کر کے بیان فرمایا ہے' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ میں نے اپنے کرم سے اپنے اوپر اپنے بندوں کی مغفرت کو لازم کر لیا ہے اور چونکہ یہ خدشہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی وسعت کا سن کر بندے گناہوں پر دلیر نہ ہو جائیں تو اس لیے ساتھ ہی فرمایا: اور یہ کہ میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے' یعنی لوگ عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز رہیں اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی اُمید رکھیں اور مایوس نہ ہوں اور ایمان خوف اور اُمید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا کیا تو سو رحمتیں پیدا کیں۔ ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھ لیں اور تمام مخلوق کے پاس ایک رحمت بھیجی۔ اگر کافر یہ جان لیتا کہ اللہ کے پاس کل کتنی رحمت ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا اور اگر مؤمن یہ جان لیتا کہ اللہ کے پاس کل کتنا عذاب ہے تو وہ دوزخ سے بے خوف نہ ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۹)

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا

ابراہیم نے کہا: اپنے رب کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ مایوس ہوتے ہیں○ ۲۸ۃ (ابراہیم نے) پوچھا:

خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾

اے فرشتو! تمہیں اور کیا کام ہے؟○ انہوں نے کہا: بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں○

اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ

آل لوط کے سوا' بے شک ہم ان سب کو بچا لیں گے○ ۲۹ۃ سوا اس کی بیوی کے' بے شک ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ

اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ

بلاشبہ وہ (عذاب میں) باقی رہ جانے والوں میں سے ہے○ پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے○ لوط نے کہا: بے شک

اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾

تم نا آشنا لوگ ہو○ فرشتوں نے کہا: بے شک ہم آپ کے پاس اس عذاب کو لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں○

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ

اور ہم آپ کے پاس برحق عذاب لے کر آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں○ سو آپ کچھ رات گزرنے کے بعد اپنے

الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ

گھر والوں کو لے کر روانہ ہوں اور آپ ان سب کے پیچھے چلیں' ۳۰ۃ اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور آپ سب وہاں جائیں

تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ

جہاں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے○ ۳۱ۃ اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے مطلع کیا کہ جس وقت یہ لوگ صبح کر رہے ہوں گے تو ان کی جڑ

مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ

کاٹ دی جائے گی○ دریں اثناء شہر کے لوگ اظہار خوشی کرتے ہوئے آ گئے○ ۳۲ۃ لوط نے کہا: بے شک

ف۲۸ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی عطا سے وہی شخص مایوس ہوتا ہے' جس کا اللہ تعالیٰ کے عالم' قادر اور جواد اور فیاض ہونے پر ایمان نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر ایمان نہ ہونا کھلی گمراہی ہے ف۲۹ "خطب" کے معنی ہیں: عظیم الشان کام' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان کے پاس متعدد فرشتے آئے ہیں' تو انہوں نے جان لیا کہ وہ ان کے پاس صرف بیٹے کی بشارت دینے نہیں آئے بلکہ وہ کسی اور زبردست کام کے لیے آئے ہیں' اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اے فرشتو! تم کس کام کے لیے آئے ہو؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے منکروں اور مجرموں کو عذاب دینے کے لیے آئے ہیں' ماسوا ان لوگوں کے جو حضرت لوط علیہ السلام کے متبع اور ان کی قوم کے مؤمنین ہیں۔ ہم ان سب کو نجات دے دیں گے اور منکرین پر عذاب نازل کریں گے ف۳۰ جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی آل کے پاس اور ان کے گھر گئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اجنبی شکلوں میں دیکھ کر کہا: تم اجنبی اور نا آشنا لوگ ہو' دوسرا احتمال یہ ہے کہ "منکرون" انکار سے بنا ہے' یعنی تم پر انکار کیا گیا ہے' کیونکہ وہ بہت حسین و جمیل نوجوانوں کی صورت میں آئے تھے اور قوم لوط خوب صورت لڑکوں کے ساتھ بُرا فعل کرتی تھی تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر انکار کیا کہ ان کی وجہ سے وہ اپنی قوم کے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ فرشتوں نے کہا: جس عذاب میں آپ کی قوم کے کافر اور منکر شک کرتے ہیں' ہم اس عذاب کو نازل کرنے کے لیے آئے ہیں اور اس عذاب کا نازل ہونا بالکل یقینی اور برحق ہے۔ اس عذاب سے محفوظ رہنے کے لیے کچھ رات گزرنے کے بعد آپ اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوں اور آپ ان سب کے پیچھے چلیں تاکہ ان میں سے کوئی واپس نہ جا سکے' مبادا اس پر بھی عذاب نازل ہو جائے ف۳۱ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر اس پر دہشت طاری ہو اور اس کے ہوش و حواس جاتے رہیں' اور آپ سب وہاں جائیں جہاں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد ملک شام ہے ف۳۲ کیونکہ وہ فرشتے بہت حسین و جمیل صورتوں میں آئے تھے اور کسی طرح شہر کے لوگوں کو پتا چل گیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں خوب صورت لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے کہ ان کو اپنی ہوس پوری کرنے کا موقع ملے گا' پھر شہر کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اظہار خوشی کرتے ہوئے پہنچے کہ اب ان کی ہوس عمدہ طریقہ سے پوری ہو سکے گی۔

هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِۙ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾

یہ میرے مہمان ہیں تم (ان کے معاملہ میں) مجھے شرمندہ نہ کرو○ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو○

قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ

ان لوگوں نے کہا: کیا ہم نے آپ کو دنیا کے لوگوں (کو ٹھہرانے) سے منع نہیں کیا تھا؟○ لوط نے کہا: یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں

كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَؕ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ

(ان سے نکاح کرلو) اگر تم کچھ کرنے والے ہو○ ۳۳ (اے محمد!) آپ کی زندگی کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے○ ۳۴

الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَۙ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ

سو جب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا○ پس ہم نے ان کی بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ کردیا

حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍؕ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ ﴿۷۵﴾

اور ہم نے ان پر کنکر کے سنگریزے برسائے○ ۳۵ بے شک اس (قصہ) میں اہل فراست کے لیے نشانیاں ہیں○

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَؕ ﴿۷۷﴾

اور بے شک وہ بستیاں عام راستے پر واقع ہیں○ ۳۶ اور بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانی ہے○ ۳۷

وَاِنۡ كَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ لَظٰلِمِيۡنَۙ ﴿۷۸﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ‌ۘ وَ

اور بے شک اصحاب الایکہ (گھنے جنگل والے) ظلم کرنے والے تھے○ سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور

اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيۡنٍؕ ﴿۷۹﴾ وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَۙ ﴿۸۰﴾

یہ دونوں بستیاں عام گزرگاہ پر ہیں○ ۳۸ اور بے شک وادی حجر ۳۹ کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی○ ۴۰

وَاٰتَيۡنٰهُمۡ اٰيٰتِنَا فَكَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَۙ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوۡا يَنۡحِتُوۡنَ

اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے روگردانی کرتے رہے○ ۴۱ وہ پہاڑوں کو تراش کر

ف۳۳ کیونکہ تم جو کام ان سے کرنا چاہتے ہو' وہ کام جس کے ساتھ کیا جائے' وہ اس کے لیے بہت عار اور ذلت کا موجب ہوتا ہے اور وہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کی عزت اور تکریم کی جاتی ہے اور تم ان کی بے عزتی کرنے پر تلے ہوئے ہو' اور مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہوتی ہے' سو تم مجھے بے عزت اور بے آبرو نہ کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم پہلے ہی تمہیں آگاہ کر چکے تھے کہ اجنبی لوگوں اور مسافروں کو مہمان نہ بنایا کرو اور اپنے پاس نہ ٹھہرایا کرو کیونکہ وہ لوگ اجنبیوں اور مسافروں کے ساتھ یہ کام کیا کرتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم پر شہوت کا بہت غلبہ ہے تو یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں' ان سے نکاح کر کے اپنی شہوت پوری کرلو۔ آپ نے اپنی قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا کیونکہ نبی اپنی قوم کے لیے بہ منزلہ والد ہوتا ہے اور قوم کی بیٹیاں اس کے لیے بیٹیوں کی منزلہ میں ہیں ف۳۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی زندگی کی قسم کھا کر آپ کی نہایت تعظیم اور بے حد تکریم فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا صفی بنا کر نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا کر سرفراز کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی عطا کیا۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا: وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا اور آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور یہ وہ فضیلت ہے جو اللہ نے آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں فرمائی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ''والطور'' فرما کر پہاڑ طور کی قسم کھائی ہے اور ''لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ○'' (البلد:۱) فرما کر شہر مکہ کی قسم کھائی ہے تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی بھی قسم کھائی ہے تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا مقابلہ اس کی جنس کے افراد میں ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے پہاڑ طور کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ پہاڑوں کی جنس میں جو پہاڑ اللہ کو محبوب ہے' وہ پہاڑ طور ہے اور شہر مکہ کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا کہ شہر تو دنیا میں اور بہت ہیں لیکن جو شہر اللہ کو پیارا ہے وہ شہر مکہ ہے اور جب اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی تو یہ ظاہر فرمایا کہ زندگیاں تو اور نبیوں اور رسولوں نے بھی گزاری ہیں لیکن جس نبی کی گزاری ہوئی زندگی اللہ کو محبوب ہے' وہ اے محمد مصطفیٰ! تمہاری زندگی ہے اور جس رسول کی گزاری ہوئی زندگی پر اللہ کو فخر ہے' وہ اے پیارے رسول! تمہاری زندگی ہے ف۳۵ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قوم لوط پر تین قسم کے عذاب آئے تھے' ایک تو زبردست ہولناک چنگھاڑ تھی' دوسرا ان کی زمین کو پلٹ دیا گیا تھا اور تیسرا ان پر کھنگر کی کنکریاں برسائی تھیں ف۳۶ فراست ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قلب میں القاء فرماتا ہے حتیٰ کہ اس سے بعض مغیبات منکشف ہو کر بالکل مشاہد ہو جاتے ہیں اور یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو علم و عمل میں مرتبہ کمال کو پہنچ جائے جیسا کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: میری امت میں ''ملھمین'' ہوں گے (جن پر الہام کیا جائے گا) اور آپ کا ارشاد ہے: جس نے چالیس روز تک اخلاص سے عمل کیا' اس کے قلب سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے' پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی: ''اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ○''۔ (سنن الترمذی: ۳۱۲۷) ف۳۷ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور دین اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے کہ اس سے ہدایت نصیب ہوتی ہے اور مؤمن گزشتہ انبیاء کی قوموں پر نازل ہونے والے عذاب کو ان کے کفر اور بدعملی کا نتیجہ جان کر اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے کنارہ کش رہتا ہے' جب کہ کافر اس قسم کے واقعات کو اتفاقی یا آسمانی تاثرات کا نتیجہ سمجھتا ہے اور ان کے ہونے کی پرواہ نہیں کرتا ف۳۸ اللہ تعالیٰ نے ''اصحاب الایکہ'' یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو ظالم فرمایا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے تھے' راستے میں ڈاکا ڈالتے تھے' اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور ایک زبردست چیخ اور زلزلہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ان کا زمانہ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانے کے قریب تھا۔ امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں' جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ف۳۹ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (بقیہ صفحہ ۹۸۲ پر)

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

گھر بناتے تھے تاکہ امن سے رہیں ○ پس صبح ہوتے ہی ایک چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا ○

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

اور جو کچھ وہ کرتے رہے تھے وہ ان کو نہ بچا سکا ○ ۴۲ اور ہم نے آسمانوں

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے اور بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے سو آپ حسن وخوبی

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ

کے ساتھ درگزر کیجیے ○ بے شک آپ کا رب ہی (سب کو) پیدا کرنے والا (سب کچھ) جاننے والا ہے ○ ۴۳ اور بے شک

اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ

ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دوبار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا ○ ۴۴ آپ اس طرح

عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

(دنیاوی) کی طرف (رشک سے) نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے کئی گروہوں کو دیا ہے ۴۵ اور نہ ان کافروں پر افسوس کریں

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ

اور ایمان والوں کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکائے رکھیں ○ اور آپ کہیں: میں ہی علی الاعلان ڈرانے والا

الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ

ہوں○ جیسا کہ ہم نے ان پر (عذاب) نازل کیا جو (اپنی کتاب کو) تقسیم کرنے والے تھے○ جنہوں نے قرآن کو (کچھ مان کر اور

عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

کچھ نہ مان کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا○ سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے○ کہ وہ کیا کرتے رہے تھے○

ف۴۲ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیج کر کفار کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تو رحیم و کریم ہے پھر عذاب بھیج کر کفار کو ہلاک کرنا اس کی رحمت اور کرم کے کس طرح مناسب ہے۔ ان آیتوں میں اس اعتراض کا جواب ہے جواب کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ وہ اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول ہوں اور عبادت اور اطاعت کی طرف متوجہ اور راغب کرنے کے لیے اس نے نبی اور رسول بھیجے پھر جنہوں نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی عبادت کو ترک کیا تو اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان منکروں اور سرکشوں کو ہلاک کر کے روئے زمین کو ان کے وجود سے پاک کر دے اس لیے اس نے آسمانی عذاب بھیج کر کافروں اور منکروں کو ہلاک کر دیا۔ ف۴۳ یہ اس لیے فرمایا کہ جزا اور سزا پر وہی قادر ہو سکتا ہے جس کو بندوں کے تمام اعمال کا علم ہو اور چونکہ وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے اور سب کے تمام اعمال کو جاننے والا ہے اس لیے وہ سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دینے پر قادر ہے ف۴۴ "السبع المثاني" سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الحمد لله" (سورۂ فاتحہ) "ام القرآن" ہے "ام الکتاب" اور "السبع المثانی" ہے۔ (سنن الترمذی: ۳۱۲۴) ف۴۵ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کفار کی دنیوی متاع اور ان کے سامان عیش و عشرت کی طرف رغبت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا بلکہ اس آیت میں آپ ﷺ کی امت کی طرف تعریضاً خطاب ہے۔ صراحتاً رغبت کی ممانعت آپ کی طرف کی گئی ہے اور مراد آپ کی امت ہے یعنی آپ کی امت کو یہ چاہیے کہ وہ کفار کے دنیوی ساز و سامان اور عیش و طرب کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور رشک اور حسرت سے نہ دیکھے۔ نبی ﷺ کی طرف دنیاوی عیش سے رغبت کی ممانعت کی نسبت حقیقتاً درست نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ دنیاوی عیش و آرام کے اسباب اور دنیوی زیب و زینت کی طرف التفات نہیں کرتے تھے اور نہ ان کو اختیار کرتے تھے اور نہ اپنے لیے دنیاوی مال کو پسند کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے یہ پیش کش کی کہ وہ میرے لیے مکہ کی پتھریلی زمین کو سونا بنا دے میں نے کہا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے عاجزی کا سوال کروں گا اور تیرا ذکر کروں گا اور جب میرا پیٹ بھرا ہوگا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔ (سنن الترمذی: ۲۳۴۷) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے کسی اضطرار اور مجبوری کی وجہ سے دنیا کے عیش و آرام اور دنیا کے ساز و سامان کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ آپ کا فقر اور آپ کی سادہ زندگی اختیاری تھی اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کافروں کے مال کی طرف رغبت کرتے ہوں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ

آپ اس کا برملا اعلان کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے اعراض کیجئے O ؁۹۶ آپ کا مذاق اڑانے

الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ

والوں سے (بدلہ کے لیے) ہم کافی ہیں O جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو (بھی) معبود قرار دیتے ہیں سو وہ عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جان لیں گے O اور بے شک ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے O

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ

سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے رہیے O ؁۷ اور اپنے رب کی عبادت

حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

کرتے رہیے حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے O ؁۸

۱۶ سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ۷۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۲۸ — رُكُوْعَاتُهَا ۱۶

سورۃ النحل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں سولہ رکوع ہیں

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱﴾

اللہ کا حکم آپہنچا سو (اے کافرو!) تم اس کو بہ عجلت طلب نہ کرو ؁۱ اللہ ان چیزوں سے پاک اور بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ

ہیں O وہی فرشتوں (کی ہم راہی میں جبریل) کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرماتا ہے کہ

اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

لوگوں کو اس سے ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے سو تم مجھ سے ڈرو O ؁۲ اسی نے آسمانوں

؁۹۶ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے نبی ﷺ چھپ کر تبلیغ کرتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ اور آپ کے اصحاب باہر نکل آئے اور علانیہ تبلیغ کرنے لگے۔ (جامع البیان: ۱۶۱۷۳) ؁۹۷ اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کا دل رنجیدہ اور پریشان ہو یا اس پر گھبراہٹ طاری ہو تو اس کو نماز پڑھنی چاہیے' کیونکہ نماز' حمد' تسبیح' سجدہ اور عبادت سب کی جامع ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ پر پریشانی طاری ہوتی تو آپ نماز پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۱۹) باقی رہا یہ کہ نماز پڑھنے سے انسان کی گھبراہٹ اور پریشانی کس طرح زائل ہو جاتی ہے' اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں: (۱) جب انسان عبادت میں مستغرق ہو جاتا ہے تو اس کی توجہ دنیا اور دنیا کے معاملات سے بالکل زائل ہو جاتی ہے اور اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے روشن ہو جاتا ہے اور جس پر یہ کیفیت طاری ہو' اس کے دل سے گھبراہٹ اور پریشانی زائل ہو جاتی ہے (۲) جب انسان تسبیحات پڑھتا ہے اور اس کے دل میں یہ اعتقاد جاگزیں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب اور قبائح سے منزہ ہے تو اس پر مشقت کا برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کا دل خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے ؁۹۸ اس آیت میں ''یقین'' کا معنی موت ہے' کیونکہ موت ایک امر یقینی ہے جو ہر زندہ مخلوق کو لاحق ہوتا ہے اور اس آیت کا معنی ہے: جب تک آپ زندہ ہیں اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں اور ایک لحظہ کے لیے بھی عبادت سے غافل نہ ہوں۔ (تفسیر البیضاوی مع حاشیۃ الخفاجی ج ۵ ص ۵۴۳) اس حدیث میں موت پر یقین کا اطلاق کیا گیا ہے' جبیر بن مسلم' ابومسلم خولانی سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے مال جمع کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ یہ حکم دیا کہ میں تاجروں میں سے ہوں' لیکن اس نے مجھے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے میں سجدہ کرنے والوں میں سے ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں حتیٰ کہ میرے پاس یقین (پیغام اجل) آجائے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۳۱) فقد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ النحل: ؁۱ اس سورت کا بڑا مقصد مشرکین کو شرک اور دوسرے بُرے کاموں سے روکنا ہے اور ان کاموں پر ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرانا ہے' اس سے پہلے بھی بہ کثرت آیات میں انہیں عذاب کی وعید سنائی جا چکی ہے اور ان کو یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جس میں ان کی شوکت اور قوت زائل ہو جائے گی' وہ کافی عرصہ تک اس کا انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ محض خالی خولی دھمکی ہے' حقیقت میں وہ دن آنے والا نہیں ہے تو انہوں نے سیدنا محمد ﷺ اور مسلمانوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور کہنے لگے: جس عذاب سے آپ ہمیں اتنے عرصہ سے ڈرا رہے ہیں آخر وہ اب تک کیوں نہیں آیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ؁۲ انسان کا کمال قوت نظریہ اور قوت عملیہ سے ہوتا ہے' قوت نظریہ کا کمال یہ ہے کہ اس کے عقائد صحیح ہوں اور قوت عملیہ کا کمال یہ ہے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے خوف کی وجہ سے ہو' اس لیے فرمایا کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' سو تم مجھ سے ڈرو' جب بندے یہ یقین رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو ان کا عقیدہ اور ایمان صحیح ہوگا اور یہ ان کی قوت نظریہ کا کمال ہے' اور جب وہ صرف اللہ سے ڈریں گے تو وہ بُرے کاموں اور گناہوں کو ترک کریں گے اور نیک کام کریں گے اور یہ ان کی قوت عملیہ کا کمال ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو انتہائی جامع پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے' جس سے انسان کی قوت نظریہ اور قوت عملیہ دونوں کامل ہو جاتی ہیں۔

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٣ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اور زمینوں کو برحق پیدا کیا' وہ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیںO اسی نے انسان کو

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝٤ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ

نطفہ سے پیدا کیا تو وہ (اس کے متعلق) علی الاعلان جھگڑنے لگاO ف۳ اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا' ان میں

فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝٥ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ

تمہارے لیے گرم کپڑے اور دوسرے فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہوO ف۴ اور ان میں تمہارے لیے حسن وزیبائش ہے

تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝٦ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ

جب تم شام کو انہیں چرا کر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں چراگاہ میں چھوڑتے ہوO اور وہ چوپائے تمہارا سامان لاد کر

تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٧

اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے خود نہیں پہنچ سکتے تھے' بے شک تمہارا رب نہایت رحیم بہت مہربان ہےO

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے' اور وہ ان چیزوں کو

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٨ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَاۗىِٕرٌ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ

پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتےO ف۵ اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے' اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں' اور اگر اللہ چاہتا

لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٩ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ

تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتاO وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی نازل کیا جس کو تم

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝١٠ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ

پیتے ہو اور اسی سے درخت (بھی سیراب ہوتے) ہیں جن میں تم مویشی چراتے ہوO وہ اس پانی سے تمہارے لیے فصل

ف۳ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اور ایک ناپاک قطرہ سے عجیب وغریب مخلوق بنائی' ماں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں اس قطرہ کو مختلف اشکال میں ڈھالتا رہا' پھر اس کی خلقت مکمل کرنے اور اس میں روح پھونکنے کے بعد اس کو دنیا کی روشنی میں لایا' اس کو غذا اور روزی دی' اس کی پرورش کرتا رہا حتیٰ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گیا اور اس قابل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس کی عبادت کرے تو اس نے اپنے رب کی نعمتوں کا کفر کیا اور اپنے پیدا کرنے والے کو ماننے اور صرف اس کی عبادت کرنے سے انکار کیا اور ان بتوں کی عبادت کی جو اس کو نفع پہنچا سکتے تھے اور نہ نقصان پہنچا سکتے تھے اور اپنے پروردگار کی قدرت کا اور اس کے دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کیا اور کہنے لگا: "قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌO قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌO" (یٰسین:۷۸-۷۹) اس نے کہا: جب ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟O آپ کہیں: ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا' اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہےO اور وہ اس کو بھول گیا جس نے ایک ناپاک اور گندے قطرہ سے اس کو ایسی پاکیزہ اور حسین شکل دی تھی ف۴ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اون کا لباس پہننا جائز ہے' ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ اور آپ سے پہلے جو رسول تھے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اون کا لباس پہنا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا' آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے' میں نے کہا: جی ہاں' آپ سواری سے اترے اور ایک طرف کو گئے حتیٰ کہ رات کی سیاہی میں آپ چھپ گئے' پھر آپ آئے تو میں نے برتن سے آپ کے اوپر پانی ڈالا' آپ نے اپنا چہرہ دھویا' آپ نے اون کا ایک جبہ پہنا ہوا تھا' آپ کے لیے اس کی آستینوں سے اپنی کلائیاں نکالنا مشکل ہوا' حتیٰ کہ آپ نے جبہ کے نیچے سے اپنی کلائیاں نکال لیں۔ (صحیح مسلم:۲۷۳) ف۵ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مویشیوں پر سواری کر کے سفر کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے' لیکن ان کی قوت برداشت سے زیادہ ان پر سامان نہ لادا جائے کیونکہ نبی ﷺ نے جانوروں کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور ان کے چارہ اور دانہ کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم فصلوں کے سرسبز اور زرخیز ہونے کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو بھی زمین کی پیداوار سے حصہ دو' اور جب تم قحط کے ایام میں سفر کرو تو سفر جلدی طے کرو اور جب تم رات کے پچھلے حصہ میں ہو تو راستہ میں قیام کرنے سے احتراز کرو کیونکہ رات میں وہ زمین کیڑے مکوڑوں کی آماجگاہ ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم:۱۹۲۶)

وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ

اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ

غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے O اور اس نے رات اور دن

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا ۶ اور (تمام) ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں' بے شک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا

عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O اور اس نے تمہارے لیے جو گوناگوں رنگوں کی چیزیں زمین میں

اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

پیدا کی ہیں' بے شک ان میں نصیحت حاصل کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے O اور وہی ہے

سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً

جس نے سمندر کو مسخر کر دیا ۷ تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ ۸ اور تم اس میں سے زیور

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ

نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو ۹ اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں ۱۰ تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو'

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

اور تاکہ تم شکر ادا کرو O اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ زمین تمہارے ساتھ (ایک طرف) جھک نہ

وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ ۙ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

جائے ۱۱ اور اس نے دریا اور راستے بنائے تاکہ تم سفر کر سکو O اور راستوں میں نشانیاں بنائیں' اور لوگ ستاروں سے سمت کا

ف۶ سورج اور چاند میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی نشانی ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج اور چاند ایک مخصوص نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں' وہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتے ہیں اور مخصوص جانب میں غروب ہو جاتے ہیں' ان کو اس نظام پر کس نے لگایا ہے اور کس نے ان کو اس نظام کا پابند کیا ہے' کسی بت نے' کسی انسان نے' کسی جانور نے' کسی درخت نے' کسی دیوی یا دیوتا نے' ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں حادث اور فانی ہیں' ان سے پہلے بھی سورج اور چاند اسی طرح گردش کر رہے تھے اور ان کے بعد بھی اسی طرح گردش کرتے رہے' اس سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کا خالق اس کائنات میں سے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ ان کا خالق اس کائنات سے باہر کوئی ہستی ہے اور وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ گردش ایک طرز اور ایک نمط پر نہ ہوتی اور ان کے طلوع اور غروب کی ایک جہت نہ ہوتی' اس لیے سورج اور چاند کا خالق ایسی ذات ہے جو اس کائنات سے خارج اور واحد ہے' اور اس کا وجود واجب اور قدیم ہے' کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہو تو وہ اپنے وجود میں کسی علت کا محتاج ہوگا' اور یہ سلسلہ کسی ایسی ذات پر منتہی ماننا ہوگا جو سب کی علت ہو اور اس کی کوئی علت نہ ہو' وہ واجب اور قدیم ہو اور حادث نہ ہو' وہی ساری کائنات کا خدا ہے' سب کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور وہی سب کی عبادت کا مستحق ہے ف۷ سمندر کو مسخر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمندر میں تصرف کرنے پر قادر کر دیا' وہ اس میں تیر سکتے ہیں' کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے' وہ اگر چاہتا تو سمندروں کو انسانوں کے اوپر مسلط کر دیتا اور سمندر لوگوں کو غرق کر دیتا اور ان کے لیے سمندر میں تیرنا' کشتیوں کے ذریعہ اس میں سفر کرنا کچھ بھی ممکن نہ ہوتا' اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور اس کا احسان ہے کہ اس نے سمندر کو ایسا بنا دیا کہ انسان آسانی کے ساتھ اس سے فوائد حاصل کر سکتا ہے ف۸ تر و تازہ فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ اس کو جلدی کھا لینا چاہیے ورنہ یہ گوشت سڑ کر خراب ہو جائے گا' نیز تر و تازہ فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ انسان اس کو کھانے میں رغبت کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا اظہار ہے کیونکہ سمندر کا پانی سخت کھارا اور کڑوا ہوتا ہے' انسان اس کا ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکتا' اور اس کھارے اور کڑوے پانی میں پیدا ہونے والی اور پلنے بڑھنے والی مچھلی کے گوشت میں کھارا پن اور کڑواہٹ کا ذائقہ بھی نہیں ہوتا اور اس کا گوشت بہت خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتا ہے' پس سبحان ہے وہ ذات جو ایک چیز میں اس کی ضد کو پیدا کر دیتا ہے ف۹ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی دوسری نعمت یہ بتائی کہ تم اس سے زیورات نکالتے ہو جن کو تم پہنتے ہو۔ اس سے مراد موتی اور مرجان ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ O'' (الرحمٰن: ۲۲) ان سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں O ف۱۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانی کو چیرنے والی کشتیوں کو ''مواخر'' فرمایا ہے اور ''مواخر'' کے معنی حسب ذیل ہیں: ''مواخر'' ''ماخرة'' کی جمع ہے' ''ماخرة'' کا معنی ہے: پانی کو پھاڑنے والی کشتی' آواز دینے والی کشتی' ہوا کے ایک جھونکے سے آگے بڑھنے والی کشتی' اس کا مصدر ''مخیر'' اور ''مخور'' ہے' اس کا معنی ہے: کشتی کا چلنا' پانی کو پھاڑنا' چلنے میں آواز پیدا ہونا' پانی کو ہاتھوں سے چیرنا' زمین نرم کرنے کے لیے اس کو پانی سے سیراب کرنا۔ حدیث میں ہے: ''اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَمَخَّرِ الرِّيْحَ'' جب تم پیشاب کرو تم ہوا کا رخ دیکھو (یعنی یہ دیکھو کہ ہوا کس رخ سے آ رہی ہے اور ہوا کے رخ کی طرف پیشاب نہ کرو ورنہ تم پر چھینٹیں پڑیں گی)۔ (النہایہ ج ۴ ص ۲۶۰) ف۱۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ نصب کر دیے تاکہ زمین اپنے مرکز پر قائم رہے' اور اپنے محور پر گردش کرتی رہے اور اس سے اِدھر اُدھر نہ ہٹ سکے۔

يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٧﴾

تعین کرتے ہیں O ١٢ سو جو (اتنی چیزیں) پیدا کرتا ہے کیا وہ اس کی مثل ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرسکے پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے O

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨﴾

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے بے شک اللہ ضرور بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے O ١٣

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو O اور وہ جن غیر اللہ کی

دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ

عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں O ١٤ وہ مردہ ہیں

اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے O ١٥ تمہاری عبادت کا مستحق واحد عبادت کا مستحق ہے

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل انکار کرنے والے اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ

تکبر کرنے والے ہیں O ١٦ یقیناً اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ چھپاتے ہیں اور جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ

بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا O ١٧ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے

رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ

تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں O تاکہ یہ قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) مکمل بوجھ

ف ١٢ اس نعمت کی قدر انسان کو اس وقت ہوتی ہے' جب اس کا گزر کسی لق ودق ریگستان سے ہو' اس وقت وہ صرف ستاروں سے اپنی منزل کا تعین کرتا ہے یا سمندری سفر میں انسان کو اس عظیم الشان نعمت کا احساس ہوتا ہے' کیونکہ وہاں پر اور کوئی علامت اور نشانی نہیں ہوتی' جس سے وہ اپنی منزل کی شناخت کرسکے' سو جہاں راستوں کا تعین کرنے کے لیے اور منزل کی شناخت کے لیے کوئی قدرتی علامت نہیں ہوتی' ایسے صحراؤں اور سمندروں میں اللہ تعالیٰ نے مسافروں کی رہنمائی کے لیے آسمان پر ستاروں کا جال بچھا رکھا ہے اور قدیم زمانے سے لے کر آج تک ان ہی ستاروں کے سہارے مسافر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں ف ١٣ اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر متناہی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنی مغفرت اور رحمت کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ کوئی دہریہ یا مشرک جو ساری عمر انکار خدا اور شرک میں زندگی گزارتا رہا ہو' اگر مرنے سے پہلے صرف ایک مرتبہ دہریت اور شرک سے تائب ہو کر کلمہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی ساری عمر کے کفر اور شرک کو اس ایک کلمہ کی وجہ سے معاف کر دیتا ہے اور اس پر اپنی جنت حلال کر دیتا ہے' اسی طرح حرص وہوس اور نفس پرستی میں ڈوبا ہوا گناہ گار انسان جب صدق دل سے تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اگر توبہ کے بعد وہ پھر لغزش میں پڑ جائے اور پھر معافی مانگے تو وہ پھر معاف فرما دیتا ہے' یہ کتنی عظیم نعمت ہے اور کتنی عظیم مغفرت ہے ف ١٤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ معبود کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے' یہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں' پس جو خود بنا ہوا ہو اور اپنے لیے بھی کسی نفع اور ضرر کا مالک نہ ہو' وہ کیسے معبود ہوسکتا ہے۔ (جامع البیان جز ١٤ ص ١٢٥) ف ١٥ ''اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ'' سے مراد اصنام (بت) ہیں' ان میں روحیں نہیں ہیں' نہ وہ سنتے اور دیکھتے ہیں' یعنی وہ جمادات ہیں' تم کیسے ان کی عبادت کرتے ہو جب کہ تم زندہ ہونے کی بناء پر ان سے افضل ہو۔ ''وما یشعرون'' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بت نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا' ان کو آدمیوں کے صیغے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ عقل اور علم رکھتے ہیں اور اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے تو ان کے عقیدہ کے اعتبار سے ان سے خطاب فرمایا' اور ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن ان بتوں کو اٹھایا جائے گا' اور ان کی روحیں ہوں گی اور وہ کافروں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور دنیا میں یہ بت جماد ہیں' یہ نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٠ ص ٨٦۔٨٥) ابو الاعلیٰ مودودی نے ان آیات کا مصداق انبیاء' اولیاء' شہداء اور صالحین کو قرار دیا ہے' یہ ان کی منفرد رائے ہے کیونکہ تمام معتمد اور قدیم مفسرین نے ''وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کا مصداق بتوں کو قرار دیا ہے۔ ابو الاعلیٰ مودودی کے شبہات کے تفصیلی جوابات کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ٦ ص ٣٨٣ تا ٣٩٣ ملاحظہ فرمائیں ف ١٦ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار مکہ کس وجہ سے توحید کا انکار کرتے تھے اور شرک پر اصرار کرتے تھے اور اس وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' وہ جب نیکیوں پر ثواب کے دلائل اور برائیوں پر عذاب کے دلائل سنتے ہیں تو وہ ثواب کے حصول میں رغبت کرتے ہیں اور دائمی عذاب سے ڈرتے ہیں اور وہ ان دلائل کو سن کر ان میں غور وفکر کرتے ہیں' اور ان دلائل سے نفع حاصل کرتے ہیں اور باطل سے حق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ نہ دائمی عذاب کی وعید سے ڈرتے ہیں اور نہ حصول ثواب کی توقع کرتے ہیں' وہ ہر اس دلیل اور نصیحت کا انکار کرتے ہیں جو ان کے قول کے مخالف ہو' اور دوسرے شخص کے قول کو ماننے اور قبول کرنے سے تکبر کرتے ہیں' سو وہ اپنی جہالت اور گمراہی کی وجہ سے اپنے قول پر اڑے رہتے ہیں ف ١٧ اس حدیث میں بھی تکبر کی مذمت ہے' حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک شخص نے کہا: ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے خوب صورت ہوں' اس کی جوتی خوب صورت ہو' آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے' تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (صحیح مسلم: ٩١)

الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جن کو یہ بغیر علم کے گمراہ کر رہے ہیں' سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے

يَزِرُوْنَ ۟۲۵ؑ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ

جو یہ اٹھا رہے ہیں ○ ۱۸؎ بے شک ان سے پہلے لوگوں نے (بھی ایسی) سازشیں کی تھیں تو اللہ نے

الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ

ان کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا' سو ان کے اوپر سے ان پر چھت گر پڑی پھر ان پر وہاں سے عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۟۲۶ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

آ گیا جہاں سے انہیں گمان تک نہ تھا ○ ۱۹؎ پھر وہ ان کو قیامت کے دن (بھی) رسوا کرے گا اور فرمائے گا:

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

کہاں ہیں وہ میرے شرکاء جن کے متعلق تم جھگڑتے تھے ۲۰؎ جن لوگوں کو علم

الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۟۲۷ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ

دیا گیا تھا وہ کہیں گے: آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے ○ ۲۱؎ (ان کا حال یہ ہے کہ) جب

الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں' اس وقت وہ اطاعت شعار بن جاتے ہیں

سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۟۲۸ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی برائی نہیں کرتے تھے' کیوں نہیں! بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ○ ۲۲؎ سو اب تم

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۟۲۹ وَقِيْلَ

دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ' ۲۳؎ ہمیشہ اس میں رہو گے' سو تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے ○ اور

ع ۳

ف۱۸ سیدنا محمد ﷺ نے اپنی نبوت پر قرآن مجید کو بہ طور معجزہ پیش فرمایا' مشرکین نے اس پر یہ شبہ پیش کیا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں' امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ کفار مکہ' مکہ کے راستوں میں بیٹھ جاتے تھے' اور باہر سے آنے والے قرآن عظیم کے متعلق سوال کرتے تو وہ کہتے کہ اس میں تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔ (جامع البیان: ۱۶۲۷۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب مشرکین لوگوں کو قرآن عظیم کے متعلق گمراہ کرتے ہیں اور ان کو اسلام لانے سے روکتے ہیں تو ان پر ان کے اپنے کفر پر قائم رہنے کے گناہ کا بوجھ بھی ہوگا اور جو لوگ ان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے اسلام نہیں لائیں گے ان کے کفر کے گناہ کا بوجھ بھی ان پر ہوگا' کیونکہ جو شخص کسی کے گناہ کا سبب ہوتا ہے تو اس کے گناہ کا بوجھ اس شخص پر ہوتا ہے اور اس دوسرے شخص کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی' کیونکہ پہلے شخص کے دو جرم ہیں' ایک تو اس نے خود گناہ کا کام کیا اور دوسرا جرم یہ ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں کو اس گناہ کی رہنمائی کی' سو اس کو گناہ کے کام کا عذاب بھی ہوگا اور گناہ کا راستہ دکھانے کا بھی عذاب ہوگا اور جتنے لوگوں کو وہ گناہ کا راستہ دکھائے گا' ان سب کے گناہوں کا سبب بننے کا اس کو عذاب ہوگا اور اس کی رہنمائی سے جو گناہ کریں گے ان کو صرف اپنے گناہ کا عذاب ہوگا' اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ دوسرے کے فعل کا اس کو عذاب کیوں ہوگا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" (الزمر: ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ف۱۹ امام ابن جوزی فرماتے ہیں: اس سے مراد نمرود بن کنعان ہے' اس نے ایک نہایت بلند عمارت بنائی تھی تا کہ اس عمارت پر چڑھ کر آسمان والوں سے جنگ کر کے ان کو ہلاک کر دے' اس عمارت کے طول میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا طول پانچ ہزار ہاتھ تھا' اور مقاتل نے کہا: اس کا طول دو فرسخ تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست آندھی بھیجی' جس نے اس محل کی چوٹی کو سمندر میں گرا دیا اور باقی عمارت اس کے رہنے والوں پر گر پڑی ف۲۰ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی شریک نہیں ہے' پھر اس نے کیسے فرمایا: کہاں ہیں میرے شرکاء؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے زعم اور اعتقاد میں جو میرے شرکاء تھے' وہ کہاں ہیں ف۲۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد فرشتے ہیں اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد مؤمنین ہیں' جب وہ قیامت کے دن کفار کی ذلت و رسوائی دیکھیں گے تو کہیں گے: آج ساری رسوائی اور بُرائی کافروں پر ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ کفار دنیا میں مسلمانوں کا انکار کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور جب قیامت کے دن مسلمان کافروں سے یہ بات کہیں گے تو یہ کلام کافروں کی اہانت اور ان کو ایذاء پہنچانے میں زیادہ مؤثر ہوگا ف۲۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس وقت ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اللہ کی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں اور اسلام لے آتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے یعنی شرک نہیں کرتے تھے' اور فرشتے ان کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کے قول کو رد کرتے ہیں: کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم جو کچھ شرک کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تکذیب کرتے تھے ف۲۳ اس آیت میں جہنم کے دروازوں کا ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں سزا کے مختلف درجات ہیں' لہٰذا بعض لوگوں کو سزا بعض دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوگی' اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے تا کہ ان کا رنج و غم زیادہ ہو' پھر فرمایا: متکبرین کا کیسا بُرا ٹھکانا ہے' ان کا تکبر یہ تھا کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے تھے' توحید پر واضح دلائل دیکھنے اور سننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تھے' اور انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین لے کر آئے تھے' اس کو قبول نہیں کرتے تھے۔

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

متقین سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اچھا (کلام) جن لوگوں نے اس دنیا

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ

میں نیک کام کیے ان کے لیے اچھا اجر ہے ۲۴ اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے اور بے شک متقین کا گھر

الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

کیا ہی اچھا ہے O ۲۵ جن میں وہ داخل ہوں گے وہ دائمی جنتیں ہیں ان کے نیچے سے دریا بہتے ہیں

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ۙ الَّذِيْنَ

ان کے لیے اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی وہ خواہش کریں گے اللہ متقین کو اسی طرح جزا دیتا ہے O ۲۶ ان (متقین) کی

تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا

جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ پاکیزہ ہوتے ہیں فرشتے کہتے ہیں: تم پر سلام ہو تم جنت میں

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

داخل ہو جاؤ' ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے O ۲۷ وہ (کافر) اس کے سوا اور کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ

الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کے رب کا عذاب آ جائے ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا ۲۸

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳

اللہ نے ان پر (بالکل) ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے O

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

سو ان کے کاموں کی برائیاں انہیں پہنچ گئیں اور ان کو اس عذاب نے گھیر لیا

ف ۲۴ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کیے' اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان کو ان کی نیکیوں کا اجر عطا فرماتا ہے اور دنیا میں نیکیوں کے اجر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت اور عقیدت پیدا فرما دیتا ہے' وہ ان کی زندگی میں بھی ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا O" (مریم:۹۶) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے عنقریب رحمٰن (اپنے بندوں کے دلوں میں) ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا O حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو' پھر اس بندے سے جبرئیل محبت کرتا ہے' تو جبرئیل نداء کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو' پھر اس بندے سے آسمان والے محبت کرتے ہیں' پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم : ۲۶۳۷) ف ۲۵ یعنی نیکوکاروں کو آخرت میں جو جنت کا ثواب ملے گا' وہ دنیا کے گھر سے بہت اچھا اور بہت عظیم ہے' کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے' اور فرمایا: متقین کا گھر کیا ہی اچھا ہے' اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ متقین کا جنت میں گھر کیا ہی اچھا ہے کیونکہ دنیا میں نیک عمل کر کے انہوں نے آخرت کے ثواب کو اور جنت کو حاصل کر لیا ہے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ متقین کا آخرت میں گھر کیا ہی عمدہ' شان دار اور بہترین ہے ف ۲۶ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دنیا میں انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی' یہ صرف جنت کا خاصا ہے کہ وہاں انسان کی ہر خواہش پوری ہوگی' البتہ جنت میں غلط قسم کی ناجائز خواہشیں پیدا نہیں ہوں گی' مثلاً کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوگی کہ اس کو نبیوں سے اونچا درجہ اور مرتبہ مل جائے' اسی طرح کسی کے دل میں قوم لوط کے عمل کی خواہش پیدا نہیں ہوگی ف ۲۷ امام رازی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: متقین اس وقت طیبین (پاکیزہ) ہوتے ہیں' یہ ایک جامع کلمہ ہے جو معانی کثیرہ کا محتمل ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا' متقین نے وہ تمام کام کیے اور جن کاموں سے منع کیا وہ ان تمام کاموں سے مجتنب رہے اور وہ پاکیزہ اخلاق سے مزین تھے اور بُرے اخلاق سے گریزاں تھے اور وہ نفسانی اور جسمانی لذتوں سے خالی اور روحانی لذتوں سے معمور تھے اور طیبین میں یہ معنی بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت ان کی روح قبض کی' اس وقت ان کو جنت کی بشارت بھی دی گویا کہ وہ اس حال میں جنت اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کر رہے تھے اور جس شخص کی مرتے وقت یہ کیفیت ہو اس کو قبض روح کے وقت جان کنی کی تکلیف اور اذیت نہیں ہوتی' اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ فرشتے متقین کی روح جس وقت قبض کرتے ہیں' اس وقت وہ طیب و طاہر ہوتے ہیں اور اس وقت فرشتے ان سے کہتے ہیں: تم پر سلام ہو' تم جنت میں داخل ہو جاؤ' ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۳۔ ۲۰۲) ف ۲۸ اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں' یا آپ کے رب کا عذاب آ جائے' اس عذاب سے مراد یا تو دنیا میں عذاب ہے' جیسے غزوۂ بدر میں کافروں کا قتل کیا گیا اور ان کو قید کیا گیا یا اس قسم کا عذاب ہے کہ ان پر زلزلے آئیں یا ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے قیامت کا عذاب مراد ہو اور کفار کسی آسمانی عذاب کے منتظر تھے نہ قیامت کے عذاب کے منتظر تھے' لیکن چونکہ وہ ایمان نہیں لا رہے تھے اور ان کا ایمان نہ لانا ان پر عذاب نازل کرنے کا موجب تھا' اس لیے عذاب کا انتظار کرنے کی ان کی طرف اضافت کی گئی یعنی ان کے ایمان نہ لانے کا انجام دنیا میں آسمانی عذاب ہے یا قیامت کے دن کا ہولناک عذاب ہے۔

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا

جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے○ اور مشرکین نے کہا: اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت

مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ

نہ کرتے (نہ) ہم نہ ہمارے باپ دادا' اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام کہتے' ان سے پہلے

مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى

لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا' ۲۹ سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (اللہ کے)

الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا

پیغام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے○ اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى

کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو' پس ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت

اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

دی اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو گئی سو تم زمین میں سفر کرو' پھر

فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ إِن تَحْرِصْ عَلَى

دیکھو کہ (رسولوں کی) تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا○ ۳۰ اگر آپ ان کی ہدایت

هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ وَمَا لَهُم مِّن

پر حریص ہیں (تو سن لیں کہ) بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ گمراہ کر دے اور ان کے لیے کوئی

نَّاصِرِينَ ﴿٣٧﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن

مددگار نہیں ہے○ ۳۱ اور انہوں نے اپنی پکی پکی قسموں میں سے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ مرنے والوں کو دوبارہ

ع ۱۰

ف۲۹ [illegible] کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ایمان لے آتے' خواہ آپ دعوت دیتے یا نہ دیتے' اور جب ہر چیز اللہ کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے تو اگر اللہ کو ہمارا ایمان مطلوب ہوتا تو وہ ہم کو مؤمن بنا دیتا اور اس میں آپ کو پیغام دے کر بھیجنے اور آپ کی تبلیغ کرنے کا کوئی دخل نہیں ہے' ان کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا' تمام فرشتے اور مخلوق اپنے اختیار کے بغیر جبرا اللہ کی اطاعت کرتی ہے بجز انسان اور جنات کے' اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ انسان اور جن اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی کے لیے جنت اور دوزخ کو بنایا اور باقی کسی مخلوق کے لیے جزا اور سزا کا نظام نہیں بنایا' پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی پیدا کیا جو لوگوں کو کفر اور بُرے کاموں کی طرف اُکساتا ہے اور نبیوں اور رسولوں کو بھی بھیجا جو لوگوں کو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں' اور انسان کے اندر بھی دو قوتیں پیدا کیں' ایک وہ قوت جو اس کو نیکیوں پر اُبھارتی ہے اور ایک وہ قوت جو اس کو بُرائیوں پر اُکساتی ہے' پھر انسان کو عقل سلیم عطا کی کہ وہ کفر اور ایمان اور بُرائی اور نیکی میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے' جو ایمان اور نیکی کو اختیار کرے گا' اس میں وہ ایمان اور نیک کاموں کو پیدا کر دے گا' اور جو کفر اور بُرے کاموں کو اختیار کرے گا تو وہ اس میں کفر اور بُرے کاموں کو پیدا کر دے گا کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے' پھر ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو اپنے فضل سے جنت اور اخروی نعمتیں عطا فرمائے گا اور کفر کرنے والوں اور بُرے کام کرنے والوں کو اپنے عدل سے دوزخ کے دائمی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ ف۳۰ سیدنا محمد ﷺ' کفار مکہ کے اسلام اور ایمان لانے کے لیے بہت کوشش کرتے تھے' اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے تھے۔ اس سے نبی ﷺ کو بہت رنج ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دینے کے لیے فرماتا ہے: ان لوگوں نے اپنے لیے کفر اور گمراہی کو اختیار کر لیا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر دیا اور جب اللہ ان کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر چکا ہے تو وہ اب ان کے لیے ہدایت کو پیدا نہیں کرے گا اور اب ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا' سو آپ ان پر افسوس نہ کریں اور ان کے متعلق غمگین نہ ہوں' قرآن عظیم میں ہے: ''وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا'' (المائدہ:۴۱) اور جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے تو آپ ہرگز اللہ کی طرف سے اس کے لیے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتے۔ ف۳۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ سزاوار نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ لائق نہیں تھا' اس نے میری جو تکذیب کی ہے وہ یہ کہ میں لوگوں کو پہلی شکل وصورت میں زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس نے مجھے جو گالی دی ہے وہ یہ کہ میرا بیٹا ہے' اور میں اس سے پاک ہوں کہ میری کوئی بیوی یا بیٹا ہو۔ (صحیح البخاری:۴۴۸۲)

يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ۝۳۸

زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا' کیوں نہیں! یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے' ۳۲ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

تاکہ وہ ان پر اس حقیقت کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اس لیے کہ کفار جان لیں کہ

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝۳۹ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ

وہ جھوٹے تھے ○ ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۴۰ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

''ہو جا'' سو وہ ہو جاتی ہے ○ ۳۳ اور جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت کی

ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ

ہم ان کو ضرور دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے ۳۴ اور آخرت میں اجر تو بہت بڑا ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ۝۴۱ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۴۲

کاش کہ وہ جانتے ○ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ○ ۳۵

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ

اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں ہی کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے ۳۶ اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل ذکر

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ۝۴۳ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

(اہل کتاب) سے پوچھ لو ○ ۳۷ (ان رسولوں کو) واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا' اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن عظیم)

الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۴

اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ۳۸ اور تاکہ وہ غور و فکر کریں ○

ع ۶ ۱۱ وقف لازم النصف

ف۳۲ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے' اس کا ہونا ضروری ہے' اور رہا کفار کا یہ شبہ کہ یہ مختلف اور مختلط ذرات کیسے باہم الگ الگ اور ممتاز ہوں گے تو یہ اس کے لیے مشکل ہے' جس کا علم کامل اور محیط نہ ہو' اللہ تعالیٰ کا علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے' سمندر کی تہہ میں' پہاڑ کے کسی غار میں' کسی جگہ بھی کوئی چیز ہو' وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے' اور ان کا یہ کہنا کہ ان تمام ذرات کو مختلف جگہوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کرنا' پھر ان سب کو جوڑ کر ویسا ہی جسم بنانا' پھر اس کو زندہ کرنا محال ہے تو یہ اس کے لیے محال ہے جس کی قدرت کامل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے' وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جب وہ پہلے کسی نمونہ اور مثال کے بغیر ایک شخص کو پیدا کر چکا ہے تو دوبارہ اس کو پیدا کرنا' اس کے لیے کیا مشکل ہوگا ف۳۳ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ جب وہ چیز موجود نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ہو جا' تو یہ معدوم کو خطاب ہے اور معدوم سے خطاب کرنا عبث ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور اگر وہ چیز موجود تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ہو جا' تو یہ تحصیل حاصل ہے اور یہ بھی عبث ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم اجمالی میں موجود تھی' اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ میں متوجہ ہو کر فرمایا: ہو جا' سو یہ معدوم سے خطاب نہیں ہے اور وہ پہلے معلوم اور موجود ذہنی کے درجہ میں تھی' اللہ تعالیٰ کے ''کــن'' فرمانے سے وہ خارج میں موجود ہوگئی' لہٰذا یہ تحصیل حاصل بھی نہیں ہے ف۳۴ یہ آیت مکہ میں رہنے والے نبی ﷺ کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی' حضرت بلال' حضرت صہیب' حضرت خباب' حضرت عمار اور حضرت ابوجندل بن سہیل کے متعلق۔ مشرکین نے ان کو مکہ میں پکڑ کر رکھا ہوا تھا اور ان کو سخت ایذاء پہنچاتے تھے اور عذاب دیتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا مدینہ میں ٹھکانا بنا دیا۔ (اسباب نزول القرآن: ۵۵۷) ف۳۵ اس آیت میں صبر اور توکل کا ذکر ہے' صبر کا معنی ہے: نفس پر قہر کرنا اور اس کو مغلوب کرنا اور اسے مصائب برداشت کرنے کا عادی بنانا اور توکل کا معنی ہے: مخلوق سے بالکلیہ منقطع ہو کر خالق کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونا اور صبر اللہ کی طرف سے سلوک کی پہلی منزل ہے اور توکل اللہ کی طرف سے سلوک کی آخری منزل ہے ف۳۶ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق کی آفرینش کی ابتداء سے اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ رہی ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے صرف انسان اور بشر کو رسول بنا کر بھیجا اور ظاہر ہے کہ بشر اور انسان کی ہدایت کے لیے اس کی جنس سے ہی رسول بھیجا جائے گا ف۳۷ یہ آیت تمام مخاطبین کو عام ہے اور واجب ہے کہ یہ ہر سوال کے جواب کو عام ہو' جس کا مخاطب کو علم نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ سے لے کر تقلید کے مخالفین کے ظہور سے پہلے تک عام آدمی مجتہدین سے فتویٰ طلب کرتے تھے اور احکامِ شرعیہ میں ان کی اتباع کرتے تھے اور علماء ان کے سوال کا جواب دیتے تھے اور اپنے قول کی دلیل کی طرف اشارہ نہیں کرتے تھے اور ان کو سوال کرنے سے منع نہیں کرتے تھے' پس عام آدمی کے لیے مجتہد کے قول کی اتباع کرنے پر اجماع ہو گیا اور عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر ہر آدمی پر یہ لازم کیا جائے کہ جب اسے کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ کتاب وسنت سے اس کا حل تلاش کرے تو لازم آئے گا کہ وہ معاش کے ذرائع میں مشغول نہ ہو اور اس سے صنعت اور حرفت معطل ہو جائے گا اور کھیتی باڑی ختم ہو جائے گی اور اس سے حرج عظیم لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ'' (الحج: ۷۸) اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱) یعنی اسلام کا کوئی ایسا حکم نہیں ہے جس سے کسی کو نقصان پہنچے اور اگر آدمی کو اس کا مکلف کیا جائے کہ وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل خود کتاب وسنت سے حاصل کرے تو لوگوں پر حرج اور ضرر لازم آئے گا' پس ضروری ہوا کہ عام آدمی اپنے مسائل کے حل کے لیے علماء کی طرف رجوع کرے اور ان کے اقوال کی تقلید کرے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۲۳۵۔۲۳۴) ف۳۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بعثت کی حکمت اور ضرورت بیان فرمائی ہے' یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ صرف کتاب نازل فرما دیتا' لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر پوری نہ ہوتی' کوئی انسان یہ کہہ سکتا تھا کہ اس کتاب کے مضامین ہمارے لیے ناقابل فہم ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا کہ وہ اس کتاب کے مضامین کی تعلیم دے اور

أَفَأَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ

جو لوگ بُری سازشیں کرتے ہیں کیا وہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے

اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

یا ان پر وہاں سے عذاب لے آئے جہاں سے عذاب آنے کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو○ یا ان کو چلتے پھرتے

فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ

پکڑ لے سو وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے○ یا وہ ان کو عین حالت خوف میں پکڑ لے ف۳۹

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

تو بے شک تمہارا رب بہت مہربان' نہایت رحم فرمانے والا ہے○ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو

شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ

چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتا ہے' ف۴۰ اور اس وقت

دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

وہ اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں○ اور جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمینوں میں ہیں'

مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ

زمین پر چلنے والے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں ف۴۱ اور وہ تکبر نہیں کرتے○ وہ اپنے اوپر

رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۩ ﴿۵۰﴾ وَقَالَ (السجدۃ ۱۱)

اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے○ ف۴۲ اور اللہ نے فرمایا:

اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ

دو کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ' وہ (اللہ) صرف ایک ہی عبادت کا مستحق ہے' ف۴۳ سو مجھ

ان کو سمجھائے' جس جگہ ان کو شک ہو وہ ان کے شک کو دور کرے اور جس آیت پر کوئی اعتراض ہو' وہ ان کے اعتراض کا جواب دے' اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ کوئی حکم ناقابل عمل ہے تو وہ اس پر عمل کر کے دکھائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام اُمور احادیث کہلاتے ہیں' لہٰذا یہ آیت حجیت حدیث کی واضح اور بین دلیل ہے ف۳۹ "تخوف" کا معنی خوف اور گھبراہٹ ہے اور اس کا معنی تنقص بھی ہے' یعنی نقصان اور کمی کرنا یعنی اللہ تعالیٰ ابتداءً ان پر عذاب نہیں لائے گا بلکہ پہلے ان کے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کرے گا اور ان کے گرد کی بستیاں کم ہوتی جائیں گی اور بہ تدریج عذاب کا ریلا ان کی طرف بڑھتا رہے گا ف۴۰ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جن کا سایا نہیں ہوتا مثلاً فرشتے' جنات' ہوا اور خوشبوئیں اور اس نوع کی دیگر چیزیں' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے' اس سے مراد ہے ایسی چیز جس کا سایا ہو سکتا ہو مثلاً کثیف مادی اجسام اور فرشتے' جنات اور ہوائیں لطیف اجسام ہیں۔ اور خوشبوئیں وغیرہ از قبیل اعراض ہیں

ع ۱۰ / ۱۲

ف۴۱ سجدہ کی دو قسمیں ہیں' سجدہ عبادت اور سجدہ بہ معنی اطاعت اور خضوع' سجدہ عبادت وہ ہے جیسے مسلمان اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور سجدہ بہ معنی اطاعت اور خضوع' یہ وہ سجدہ ہے کہ اس معنی میں کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز ممکن ہے اور ممکن کا عدم اور وجود مساوی ہوتے ہیں' اس لیے اس کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے کسی مرجح کی ضرورت ہوتی ہے' سو ہر ممکن زبانِ حال سے یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے وجود میں واجب الوجود کا محتاج ہے' اور اللہ تعالیٰ نے ممکنات میں سے جس چیز کو جس کام میں لگا دیا ہے' وہ اسی کام میں لگا ہوا ہے اور اسی کی اطاعت کر رہا ہے' سورج' چاند اور دیگر سیاروں کے لیے جو نظام بنا دیا ہے' وہ اسی نظام کے تحت کام کر رہے ہیں' دریاؤں اور سمندروں کی روانی' درختوں اور پتوں' پھلوں اور پھولوں کا کھلنا' حیوانات کی نشوونما' موسموں کا بدلنا' دن اور رات کا تواردُ' سب کچھ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے اور سب اسی کی اطاعت کر رہے ہیں اور کائنات کی ہر چیز جو اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے' وہ اسی معنی میں ہے ف۴۲ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ان کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر انہوں نے عمل کیا' لیکن اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ ان کو جس کام سے منع کیا گیا وہ اس سے باز رہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ممنوعہ کاموں سے باز رہنے کا بھی ان کو حکم دیا گیا تھا' لہٰذا جب یہ فرمایا کہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ہر حکم پر عمل بھی کرتے ہیں اور ہر ممنوع کام سے اجتناب بھی کرتے ہیں' نیز جب یہ ثابت ہو گیا کہ فرشتے ہر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ ہاروت و ماروت کا جو قصہ مشہور ہے' وہ باطل ہے ف۴۳ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا' وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کی وحدانیت پر آسان اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کثرت وحدت کے تابع ہوتی ہے' طالب علموں پر ایک استاذ ہوتا ہے' چند اساتذہ ہوں تو ہیڈ ماسٹر ایک ہوتا ہے' چند سپاہیوں پر ہیڈ کانسٹیبل ایک ہوتا ہے' چند ہیڈ کانسٹیبل ہوں تو ان پر انسپکٹر ایک ہوتا ہے' پھر چند انسپکٹر ہوں گے تو ان پر ڈی۔ ایس۔ پی ایک ہوتا ہے' پھر ایس۔ پی ایک ہوتا ہے' چند ڈی آئی۔ جی ہوں تو ان پر انسپکٹر جنرل ایک ہوتا ہے' چند وزیر ہوں تو وزیر اعلیٰ ایک ہوتا ہے اور چند وزیر اعلیٰ ہوں تو وزیر اعظم ایک ہوتا ہے' کسی ملک کے وزیر اعظم دو نہیں ہوتے اور نہ کسی ملک کے صدر دو ہوتے ہیں' اگر کسی بھی محکمہ میں اقتدار اعلیٰ دو آدمیوں کے پاس ہو تو اس محکمہ کا نظام فاسد ہو جائے گا' تو اگر اس پوری کائنات کا اقتدار اعلیٰ دو خداؤں کے پاس ہوتا تو اس کا نظام بھی فاسد ہو جاتا' اور جب ابتداء آفرینش عالم سے لے کر آج تک اس کائنات کا نظام فاسد نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ اس پوری کائنات کا مقتدر اعلیٰ بھی ایک ہے اور وہی ہم سب کی عبادت کا مستحق ہے۔

فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ

سے ہی ڈرو O اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور اسی کی عبادت

وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

لازم ہے ۴۴ کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرو گے؟O تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے ۴۵

ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ

پھر جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہوO پھر جب وہ تم سے اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے

عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ

تو پھر تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنا لیتا ہے O ۴۶ تاکہ وہ ہماری

اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ

دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں سو تم (عارضی) فائدہ اٹھا لو پھر تم عنقریب جان لو گےO اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے

نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ان کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو وہ جانتے ہی نہیں ۴۷ تم جو کچھ افتراء کرتے ہو اللہ کی قسم! تم سے اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گاO ۴۸

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا

اور وہ (فرشتوں کو) اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے اور اپنے لیے وہ جس کو وہ پسند کرتے ہیں (یعنی بیٹے)O ۴۹ جب

بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہتا ہے اور وہ غم زدہ رہتا ہےO

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى

وہ اس بشارت کو برا سمجھنے کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا رہتا ہے (وہ سوچتا ہے) کہ ذلت کے

ف۴۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا جو بھی چیز ہے اس پر اس کی اطاعت اور عبادت لازم ہے کیونکہ اس کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں بھی اللہ کی محتاج ہے اور اپنی بقاء میں بھی اللہ کی محتاج ہے سو اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرے ف۴۵ اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ انسان کو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے سب سے زیادہ شکر کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ شکر نعمت پر واجب ہوتا ہے اور انسان کو ہر نعمت اللہ تعالیٰ سے ملی ہے اس لیے اس کے شکر کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ ہے ف۴۶ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تمام نعمتیں انسانوں کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور اس سے وہ نعمت زائل ہو جاتی ہے تو وہ اللہ سے فریاد کرتا ہے کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اللہ کے سوا اس کی کوئی جائے پناہ ہے پھر جب اللہ تعالیٰ انسان سے اس مصیبت کو زائل کر دیتا ہے تو پھر اس صورت میں انسانوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض انسان تو اللہ عزوجل کے ساتھ وابستگی پر قائم رہتے ہیں اور اس مصیبت کے زائل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور بعض انسانوں کے عقائد میں تبدیلی آ جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک بنا لیتے ہیں اور یہ انتہائی ناسپاسی احسان فراموشی جہالت اور گمراہی ہے ف۴۷ مجاہد نے کہا: وہ جانتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہی ان کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہے پھر ان کی اطاعت کرتے تھے جن کے متعلق وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی اطاعت کرنے میں کوئی نفع ہے یا ان سے اعراض کرنے میں کوئی نقصان ہے ف۴۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ وہ ان سے ضرور سوال کرے گا' یہ زبردست تہدید ہے اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹ کر اور جھاڑ کر سوال کرے گا' ہو سکتا ہے کہ جس وقت عذاب کے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے آئیں' اس وقت ان سے یہ سوال کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں ان سے یہ سوال کیا جائے ف۴۹ ہو سکتا ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اس وجہ سے بیٹیاں کہتے ہوں کہ فرشتے آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں' جس طرح عورتیں مردوں سے پوشیدہ رہتی ہیں اور اس بناء پر انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا' یہ ان کی انتہائی جہالت اور گمراہی ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا' ان کی پرورش کی تدبیر اور انتظام کیا' ان پر انواع و اقسام کے انعام کیے' ان نعمتوں کے عطا کرنے کی وجہ سے وہ اس کا مستحق تھا کہ اس کی حمد کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے' اس کے بجائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب کیا' جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی بیٹا ہو یا بیٹی ہو' پھر کتنا ظلم ہے کہ وہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے لیے انہوں نے بیٹیاں پسند کیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ O" (الطور: ۳۹) کیا اس کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹےO

هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ساتھ اس کو رکھ لے یا اس کو (زندہ) زمین میں دبا دے' سنو! وہ کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیںO

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان ہی کی بُری صفات ہیں' ۵۰ اور اللہ کی بہت بلند

الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ

صفات ہیں اور وہی بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہےO اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی بناء پر ان کی

مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا' لیکن وہ ان کو معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے'

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾

سو جب ان کا معین وقت آ جائے گا تو وہ نہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکیں گے نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکیں گےO ۵۱

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ

اور وہ اللہ کے لیے ان چیزوں کو تجویز کرتے ہیں جن کو وہ خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں' اور ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ

لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ

ان کے لیے بھلائی ہے' بے شک ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے اور وہ (اس میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گےO ۵۲ اللہ کی قسم!

لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

ہم نے آپ سے پہلے (بھی) کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے پس شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا

فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

سو آج وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہےO ۵۳ اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس

ف۵۰ یعنی یہ لوگ جاہل اور کافر ہیں' جاہل اس لیے کہ یہ نہیں جانتے کہ اللہ کی اولاد نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے اور اس کی اولاد واجب اور قدیم نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد سے متاخر ہوتی ہے اور والد کے بعد حادث اور ممکن ہوتی ہے اور جو کسی سے متاخر ہو اور ممکن اور حادث ہو' وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا' جب کہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو اس کا واجب اور قدیم ہونا ضروری تھا کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے۔ اور وہ کافر اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرنا کفر ہے ف۵۱ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کے گناہ کی وجہ سے مخلوق پر گرفت فرماتا تو اس کا عذاب ساری مخلوق کو پہنچتا حتیٰ کہ بلوں اور سوراخوں میں کیڑوں اور مکوڑوں کو بھی پہنچتا اور آسمان سے بارش کو روک لیتا اور زمین سے کچھ پیدا نہ ہوتا' اور تمام جانور مر جاتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے عفو و درگزر اور فضل و کرم سے کام لیتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ O'' (الشوریٰ: ۳۰) اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھ کے کرتوتوں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہےO نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے: ''لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ O'' (الانبیاء: ۲۳) اللہ جو کچھ کرتا ہے اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جائے گا اور ان سے سوال کیا جائے گاO ف۵۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی میں فرمایا: انہیں دوزخ میں جلدی ڈال دیا جائے گا ف۵۳ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے قائم مقام ہے' کیونکہ کفار مکہ کے شرک اور کفر اور ان کی جاہلانہ باتوں سے نبی ﷺ کو غم ہوتا تھا' اس آیت میں فرمایا: سو آج وہی ان کا دوست ہے' اس سے مراد نبی ﷺ کا زمانہ ہے یعنی کفار مکہ کو جو شیطان گمراہ کر رہا ہے اور ان کو آپ سے دور کر رہا ہے' جیسا کہ آپ سے پچھلی امتوں کے زمانہ میں شیطان ان امتوں کو گمراہ کرتا تھا اور ان امتوں کو ان کے رسولوں سے دور کرتا تھا' اور ان کے لیے بھی عذاب سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے جس طرح شیطان کے لیے بھی عذاب سے نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔

الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

لیے نازل کی ہے تاکہ آپ اس چیز کو صاف بیان کر دیں جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں اور (یہ کتاب) مومنوں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ ۵۴ﻑ اور اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مردہ ہونے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع

کے بعد زندہ کیا بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانی ہے جو (غور سے) سنتے ہیں ○ ۵۵ﻑ

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ

اور بے شک مویشیوں میں بھی تمہارے لیے غور کا مقام ہے ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں

بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ

گوبر اور خون کے درمیان ہے اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لیے خوش گوار ہے ○ ۵۶ﻑ اور ہم تمہیں

ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا

کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے پلاتے ہیں تم ان سے میٹھے مشروبات تیار کرتے ہو ۵۷ﻑ اور عمدہ

حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ

رزق بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانی ہے ○ اور تیرے رب نے

اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَ

شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ وہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں

مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ

گھر بنائے ○ ۵۸ﻑ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس پھر اپنے رب کے بنائے ہوئے

ﻑ۵۴ درحقیقت یہ کتاب تمام انسانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے لیکن انجام کار اس کی ہدایت اور رحمت سے صرف مؤمنین فائدہ اٹھاتے ہیں' اس لیے فرمایا: یہ کتاب مؤمنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ قرآن مجید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''هُدًى لِّلنَّاسِ'' (البقرہ:۱۸۵) یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اور پھر فرمایا: ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○'' (البقرہ:۲) یہ قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے ○ یعنی فی نفسہٖ قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے' لیکن چونکہ اس سے فائدہ صرف متقین حاصل کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: یہ متقین کے لیے ہدایت ہے ﻑ۵۵ اس قرآن کا اہم مقصود توحید' رسالت' مبداء اور معاد کو ثابت کرنا ہے' پھر تہذیب اخلاق' تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کو بیان کرنا ہے' اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا رد فرمایا تھا' اب اس کے بعد پھر اہم مقصود کا ذکر فرمایا اور وہ الوہیت اور توحید ہے' کیونکہ آسمان سے پانی برسانا اور زمین سے فصل اگانا' یہ کس کا کارنامہ ہے' حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرعون اور نمرود کو خدا کہا گیا' لیکن ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی بارش ہوتی تھی اور زمین سبزہ اُگاتی تھی' بے جان مورتیوں اور دیوتاؤں کا بھی یہ کارنامہ نہیں ہو سکتا' کیونکہ بت تو خود بھی بے جان ہیں' وہ بارش اور فصل اُگانے میں مؤثر نہیں ہو سکتے اور دیوی دیوتا بھی حادث اور فانی ہیں' ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی بارش ہوتی تھی اور فصلیں اُگتی تھیں' اس لیے ان میں سے کوئی بھی بارش نازل کرنے اور زمینی پیداوار کا خالق نہیں ہے اور نہ ہی متعدد چیزیں اس کی خالق ہو سکتی ہیں' ورنہ ان میں یہ نظم اور تسلسل نہ ہوتا' اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور ہستی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آسمان سے بارش نازل کرنے اور زمین سے غلہ پیدا کرنے کا وہ خالق ہے' صرف اللہ تعالیٰ نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ زمین سے فصل اُگاتا ہے' تو پھر ہم کیوں نہ اس کی الوہیت اور توحید کی تصدیق کریں اور کیوں نہ ہم اس پر ایمان لائیں ﻑ۵۶ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جانور جو غذا کھاتے ہیں' اس سے ایک طرف تو خون بنتا ہے اور دوسری طرف گوبر بنتا ہے اور ان کے درمیان دودھ کی خلقت ایسی عجیب و غریب حکمتوں اور ایسے دقیق اسرار پر مشتمل ہے' جس سے عقل سلیم یہ شہادت دیتی ہے کہ دودھ کی یہ خلقت کسی عظیم مدبر اور زبردست قادر و قیوم کی تدبیر اور اس کے فعل کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی ﻑ۵۷ ابن العربی نے کہا ہے کہ ''سکر'' کا معنی نبیذ ہے' حدیث میں ہے کہ خمر کو بعینہا حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو۔ (لسان العرب ج ۴ ص ۳۷۳) علامہ ابن منظور افریقی نے جس حدیث کا تذکرہ کیا ہے' وہ یہ ہے: ''حرمت الخمر بعينها والسكر من كل شراب'' (کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۱۲۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۱۹۳' المعجم الکبیر: ۷۔۱۰۳) خمر (انگور کی شراب کو) بعینہا حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے ﻑ۵۸ یہاں شہد کی مکھی کا ذکر ایک مثال کے طور پر ہے' ورنہ جانور کا نوزائیدہ بچہ جو اپنی ماں کے تھنوں کو چوستا ہے' اس کو کوئی خارجی چیز آ کر یہ نہیں سکھاتی' اللہ ہی اس کے دل میں یہ ڈالتا ہے' اسی طرح جانور جو باقی فطری عمل کرتے ہیں' وہ اللہ ہی ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے' اسی طرح انسانوں کو کسی اچھے کام کا طریقہ اور حسن عمل کی تدبیر سوجھتی ہے تو یہ بھی اللہ ہی ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ

آسان راستوں پر چلتی رہ ان کے پیٹوں سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے

شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ؀ وَاللّٰهُ

اس مشروب (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے ۵۹ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانی ہے O اور اللہ

خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ڐ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

نے تمہیں پیدا کیا' پھر وہی تم کو وفات دے گا' اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے ۶۰

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَـيْــــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ؀ وَاللّٰهُ

تاکہ انجام کار وہ حصول علم کے بعد کچھ بھی نہ جان سکے ۶۱ بے شک اللہ نہایت علم والا بے حد قدرت والا ہے O اور اللہ

فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا

نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے ۶۲ سو جن کو رزق میں فضیلت دی گئی ہے

بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ

وہ اپنا رزق اپنے ان غلاموں کو دینے والے تو نہیں ہیں جو ان کی ملکیت میں ہیں تاکہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں'

اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ؀ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

پس کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے O اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لیے

اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ

بیویاں بنائیں ۶۳ اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے ۶۴ اور

رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ

تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا' تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا

ف۵۹ قرآن مجید کی اس آیت میں بیماریوں کا علاج کرنے اور دوا پینے کے جواز کی دلیل ہے۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے' جس طرح ان کے سر پر پرندے ہوں' میں سلام کر کے بیٹھ گیا' پھر اِدھر اُدھر سے اعرابی آ گئے' انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آیا ہم علاج کریں؟ آپ نے فرمایا: دوا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں رکھی مگر اس کی دوا بھی رکھی ہے' سوائے ایک بیماری کے' وہ بڑھاپا ہے۔ (سنن ابوداؤ: ۳۸۵۵) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ناک میں دوا چڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۶۷) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علاج کرانا نبی ﷺ کی سنت مبارکہ ہے' اس کو خلاف توکل اور مکروہ تنزیہی کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے ف۶۰ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے عجیب و غریب افعال ذکر کر کے ان سے اپنے خالق ہونے اور قادر ہونے پر استدلال فرمایا تھا' اور اس آیت میں انسان کی عمر کے مختلف مدارج اور مختلف احوال سے اپنی ذات پر استدلال فرمایا ہے۔ حکماء نے انسان کی عمر کے چار مراتب ذکر کیے ہیں' پہلا مرتبہ اس کی عمر کا وہ زمانہ ہے جب اس کے بچپن اور نوجوانی کا زمانہ ہوتا ہے اور اس کی نشوونما ہوتی ہے اور یہ ولادت سے لے کر بیس سال کی عمر ہے' دوسرا مرتبہ وہ ہے جب اس کی عمر اپنے شباب کو پہنچ جاتی ہے اور یہ بیس سال سے چالیس سال کی عمر ہے' اور تیسرا مرتبہ دور انحطاط ہے جب اس کی عمر ڈھل جاتی ہے اور وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ جاتا ہے' یہ چالیس سال سے ساٹھ سال تک کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے' اس کو کہولت کہتے ہیں' اور چوتھا مرتبہ انحطاط کبیر کا ہے' یہ بڑھاپے کا زمانہ ہے' یہ ساٹھ سال سے لے کر ستر اسی سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ انسان کی عمر کے ان تغیرات کا خالق کون ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ان تغیرات کا خالق ہے اور لوگوں نے اللہ کے سوا جن چیزوں کو خالق مانا' ان میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی' تب بھی انسان کی عمر میں یہ تغیرات ہو رہے تھے تو ہم کیوں نہ مانیں کہ انسان کی عمر کے ان تغیرات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں ہے' سو وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے ف۶۱ اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اس قدر بوڑھے ہو جائیں گے کہ ان کی عقل فاسد اور خراب ہو جائے گی اور وہ عالم ہو جانے کے بعد جاہل ہو جائیں گے تاکہ اللہ تم کو اپنی قدرت دکھائے کہ جس طرح وہ مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے' اسی طرح وہ عالم بنانے کے بعد جاہل بنانے پر قادر ہے۔ (زادالمسیر ج ۴ ص ۴۶۷) ف۶۲ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کا تونگر یا سرمایہ دار ہونا' اس لیے نہیں ہے کہ اس میں عقل زیادہ ہے یا اس نے محنت اور کوشش زیادہ کی ہے اور دوسرے شخص کا تنگ دست اور مفلس ہونا' اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اس کے پاس عقل یا علم کی کمی ہے بلکہ مال و دولت کی کثرت اور قلت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' (الزخرف: ۳۲) کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں' ہم نے ان کے درمیان ان کی روزی ان کی دنیاوی زندگی میں تقسیم کر دی ہے ف۶۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ مرد ان سے شادی کریں' اور اس کی مثال یہ آیت ہے: ''وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا'' (الروم: ۲۱) اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں بنائیں ف۶۴ علامہ ابن العربی نے لکھا ہے کہ ''بنین'' سے مراد ہے: کسی شخص کے صلبی بیٹے اور ''حفدہ'' سے مراد بیٹے کی اولاد ہے' نیز علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اور علماء لغت نے کہا ہے کہ ''حفدة'' کے معنی ہیں: خدام۔ (النہایہ ج ۱ ص ۳۹۰) تو قرآن مجید کی اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی شخص کی بیوی اور اس کی اولاد اس کے خدمت گار ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے: تمہارے لیے تمہاری بیویوں اور بیٹوں کو خدمت گار بنایا۔ سہل بیان کرتے ہیں کہ ابوسعید ساعدی نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی میں دعوت دی' ان کی بیوی دلہن ہونے کے باوجود ان سب کی خدمت کر رہی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۱۷۶) اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت ابوسعید ساعدی کی بیوی اپنی شادی کے دن بھی ان کی خدمت کر رہی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں

هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

کفر کرتے ہیں؟ ○ اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لیے

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾

آسمانوں اور زمینوں میں سے کسی بھی رزق کے مالک نہیں ہیں اور نہ کسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں ○ ۶۵

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

سو تم اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو ۶۶ اور بے شک اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي

نہیں جانتے ○ ۶۷ اللہ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی

شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا

چیز پر قادر نہیں ہے اور (دوسرا) ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور

وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾

سے اور ظاہراً خرچ کرتا ہے' کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں' ۶۸ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ ۶۹

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي

اور اللہ (ایک اور) مثال بیان فرماتا ہے دو مرد ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں

شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ

کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بار ہے اس کا مالک اسے جہاں بھی بھیجے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا ۷۰

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ

کیا یہ شخص اس کے برابر ہو جائے گا جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور وہ راہِ راست

رسول اللہ ﷺ کے جنابت سے آلودہ کپڑے دھوتی تھی' آپ نماز پڑھنے کے لیے جاتے اور آپ کے کپڑوں میں پانی سے بھیگنے کے نشانات ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹) نیز آپ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے تھے' آپ حجرے میں سر داخل کرتے تو میں آپ کا سر دھوتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) اسی طرح حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں چکی پیستی تھیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیویوں کو اپنے گھروں کے کام کاج میں اسی طرح حصہ لینا چاہیے' جس طرح کہ نبی ﷺ کے زمانۂ اقدس کی خواتین اور خود ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج کرتی تھیں' تاہم مردوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے گھر کے کام کاج میں حصہ لیں کیونکہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کام کاج فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۶۳) ف۶۵ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے: مشرکین جن کی عبادت کرتے ہیں' وہ کسی رزق کے مالک نہیں ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور بت پرستی کا مزید ردّ فرمایا ہے کہ لوگوں کو چاہیے اس کی عبادت کریں جو انہیں رزق دینے والا ہے' جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو پالنے والا ہے اور یہ کیسی اوندھی عقل کے لوگ ہیں کہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو کسی رزق کے مالک نہیں ہیں اور کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتے ف۶۶ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ کسی مخلوق کے ساتھ اللہ کو تشبیہ نہ دو کیونکہ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے' یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہ بناؤ' کیونکہ وہ واحد ہے اور اس کی مثل کوئی نہیں ہے ف۶۷ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تمہاری اس بت پرستی اور مثالیں گھڑنے کے نتیجے میں تم پر کتنا بڑا عذاب نازل ہونے والا ہے اور تم اس عذاب کی کیفیت اور مدت کو نہیں جانتے' اگر تم جانتے ہوتے تو اس بت پرستی کو چھوڑ چکے ہوتے ف۶۸ اس مثال کے حسب ذیل دو محمل ہیں: (۱) جب ایک غلام جو مجبور ہو وہ آزاد' دولت مند اور فیاض کے برابر نہیں ہے تو بت اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ بتوں کا حال ایک مجبور غلام سے بھی ابتر اور بدتر ہے' پھر مشرکین کی کیسی اوندھی عقل ہے کہ وہ ان بتوں کو اللہ کی عبادت میں اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں (۲) اس آیت میں جس (بندہ) غلام کا ذکر کیا گیا ہے' اس سے مراد کافر ہے' کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت سے محروم ہے تو وہ حقیر' فقیر اور عاجز غلام کی مانند ہے' اور اللہ تعالیٰ نے جس دوسرے شخص کا ذکر فرمایا ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ رزق عطا فرمایا ہے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں مشغول رہتا ہے اور مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور ضرورت مندوں کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت سے فیاضی کے ساتھ دیتا ہے' سو یہ دونوں شخص یعنی کافر اور مؤمن شرف اور مرتبہ اور اخروی اجر و ثواب میں برابر نہیں ہیں ف۶۹ یعنی بتوں کا کوئی کمال نہیں ہے اور وہ کسی تعریف کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ بتوں نے کسی پر کوئی انعام نہیں کیا' جس کی وجہ سے وہ کسی تعریف کے مستحق ہوں ف۷۰ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا ردّ فرمایا ہے کہ یہ بدیہی بات ہے کہ جو شخص گونگا اور عاجز ہو وہ فضل اور شرف میں اس شخص کے مساوی نہیں ہو سکتا جو بولنے والا اور قادر ہو' باوجود اس کے کہ بشریت اور باقی اعضاء کی سلامتی میں دونوں مساوی ہوں' تو جب گونگا اور عاجز' بولنے والے اور قادر کے برابر نہیں ہو سکتا تو زیادہ لائق ہے کہ بے جان اور ساکت پتھر اللہ کے برابر نہیں ہو سکتے تو پھر تمہارا ان بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا کس طرح عقل کے نزدیک صحیح ہوگا۔

مُّسْتَقِيمٍ ﴿۷۶﴾ ع وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ

پر ہے ○ ۷۶ اور آسمانوں اور زمینوں کے (سب) غیب (کا علم) اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے ۷۷ اور قیامت

السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

کا وقوع صرف پلک جھپکنے میں ہے یا اس سے بھی جلد ہو گا' بے شک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

ہر چیز پر قادر ہے ○ اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ

اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے ۷۸ اور اس نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ

تاکہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو ○ ۷۹ کیا ان لوگوں نے آسمان کی فضا میں پرندے نہیں دیکھے جو اللہ کے نظام

السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

کے تابع ہیں' انہیں اللہ کے سوا کوئی (گرنے سے) نہیں روکتا' بے شک اس میں ایمان لانے والوں

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ

کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ ۸۰ اور اللہ نے تمہاری رہائش کے لیے تمہارے گھر بنائے اور تمہارے لیے

لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ

مویشیوں کی کھالوں سے خیمے بنائے جن کو تم ہلکا پھلکا دیکھ کر سفر کے دن

وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

اور اقامت کے دن کام میں لاتے ہو اور ان (مویشیوں) کے اون اور پشم اور بالوں سے ایک معین وقت

و۷۶ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مومن اور کافر کی مثال بیان فرمائی ہے جو شخص گونگا اور عاجز ہے وہ کافر اور بت پرست ہے کیونکہ وہ حق کے ساتھ کلام نہیں کرتا اور کوئی نیک کام نہیں کرتا جس میں خیر وبرکت ہو اور جو شخص ناطق اور قادر ہے وہ مومن ہے کیونکہ وہ کلمہ حق بولتا ہے نیکی کا حکم دیتا ہے اور راہ راست پر ہے۔ (زادالمسیر ج ۴ ص ۴۷۳) و۷۷ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے غیب میں سے جتنا چاہے اس پر مطلع فرماتا ہے قرآن مجید میں ہے: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (آل عمران: ۱۷۹) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو اپنے غیب پر مطلع فرمائے البتہ (غیب پر مطلع فرمانے کے لیے) جن کو چاہتا ہے منتخب فرمالیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ بلاواسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے اور اولیاء کرام کو ان کے واسطے سے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کا علم عطا فرماتا ہے وہ ان کا معجزہ ہے اور اولیاء کرام کو جو غیب پر مطلع فرماتا ہے وہ ان کی کرامت ہے۔ معتزلہ' اولیاء اللہ کی کرامت کے منکر تھے اس لیے وہ ان کے لیے علم غیب نہیں مانتے تھے اور اہل سنت اولیاء کرام کے غیب پر مطلع ہونے کے قائل ہیں و۷۸ انسان اپنی پیدائش کے وقت اشیاء کی معرفت سے خالی تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل عطا فرمائی۔ جس سے اس نے چیزوں کو پہچانا اور اس کو خیر اور شر اور نفع اور نقصان کی تمیز حاصل ہوئی و۷۹ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے کانوں سے ان ہی چیزوں اور ان ہی آوازوں کو سنے' جن کے سننے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن کے سننے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان باتوں اور ان آوازوں کو نہ سنے جن کے سننے سے اللہ تعالیٰ ناخوش اور ناراض ہوتا ہے' مثلاً جن مجلسوں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جاتا ہے' اسلام پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں یا احکام شرعیہ کی مخالفت کی جاتی ہے' عورت کی آدھی گواہی اور اس کی عقل کی کمی کا رد کیا جاتا ہے' عورت کے پردے کو اس کی آزادی کے خلاف قرار دیا جاتا ہے' دوسری شادی کی اجازت کو ظلم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب میں کمی کی جاتی ہے اور آپ کی تعظیم وتکریم کے مظاہر کو ناجائز کہا جاتا ہے' آپ کے اصحاب اور اہل بیت کی توہین کی جاتی ہے' اسی طرح لہو ولعب کی باتیں' میوزک' فسق وفجور پر مبنی ڈائیلاگ اور فلمی گانے سنے جاتے ہیں' سو ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھا جائے اور ایسی باتیں نہ سنی جائیں و۸۰ یعنی جب پرندے آسمان اور زمین کے درمیان فضاء میں پرواز کر رہے ہوتے ہیں تو وہ کس طرح اپنے بازو پھیلا کر ہوا میں اڑ جاتے ہیں' ان پرندوں میں کس نے ایسی طاقت رکھی ہے جو انہیں اڑا کر ہوا میں لے جاتی ہے اور ثقیل جسم کی کشش کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زمین کی کشش سے فوراً بلندی سے نیچے گر جاتا ہے تو دوران پرواز پرندوں کو فضاء میں کون قائم رکھتا ہے اور نیچے گرنے سے کون روکتا ہے' کیا پتھر کے بنائے ہوئے یہ بت ان پرندوں کو اڑاتے ہیں اور ان کو دوران پرواز گرنے سے روکے رکھتے ہیں؟ جب یہ بت نہیں تراشے گئے تھے جب بھی پرندوں کے اڑنے اور ہوا میں قائم رہنے کا یہی نظام تھا' اس لیے بت ان کے خالق نہیں ہو سکتے ہیں' کیا سورج یا چاند اس نظام کے خالق ہیں؟ رات کو جب سورج نہیں ہوتا تب بھی پرندوں کی پرواز کا یہی نظام ہوتا ہے اور دن کو جب چاند نہیں ہوتا' اس وقت بھی پرندے اسی طرح پرواز کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سورج یا چاند اس نظام کے خالق نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر بھی اس نظام کے خالق نہیں ہیں کیونکہ جب حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر پیدا نہیں ہوئے تھے' اس وقت بھی پرندوں کی پرواز کا نظام اسی طرح جاری تھا اور اس کے بعد بھی یہ نظام اسی طرح جاری ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس جس کی بھی پرستش کی گئی ہے اور اس کو خدا مانا گیا ہے' ان میں سے کوئی بھی پرندوں کی پرواز کے اس طبعی نظام کا خالق نہیں ہے' وہی واحد لاشریک پرندوں کی پرواز کے اس طبعی نظام کا خالق ہے' اور جب پرندوں کے اس نظام کا وہی خالق ہے تو باقی کائنات کے نظاموں کا بھی وہی خالق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

أَثَاثًا وَّمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝۸۰ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا

تک فائدہ اٹھانے کے لیے گھریلو چیزیں بنائے ۞ و ۷۶ اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے تمہارے

وَّجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ

فائدے کے لیے سایہ دار چیزیں بنائیں اور اس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں محفوظ غار بنائے اور تمہارے

تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ

لیے ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں ۷۷ اور ایسے لباس (زرہیں) بنائے جو تم کو حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں وہ تم

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۝۸۱ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ

پر اسی طرح اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو ۞ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کا کام تو صرف وضاحت کے

الْمُبِينُ ۝۸۲ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ

ساتھ (اللہ کے احکام کو) پہنچا دینا ہے ۞ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں (اس کے باوجود) پھر ان کا انکار کرتے ہیں اور ان

الْكَافِرُونَ ۝۸۳ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا

میں سے اکثر کافر ہیں ۞ ۷۸ اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے ۷۹ پھر کافروں کو

يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝۸۴ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی ۸۰ اور نہ ان سے عتاب دور کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا ۞ ۸۱ اور جب ظالم لوگ عذاب

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝۸۵

دیکھیں گے تو ان سے نہ عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ۞

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا

اور جب مشرکین اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے وہ شرکاء

و۷۶ جس طرح حلال جانور کے بال' اس کا اون اور ہڈی پاک ہے' اسی طرح مردار جانور کے بال' اس کا اون اور ہڈی بھی پاک ہے اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے کو ہم پر احسان قرار دیا ہے اور ذبح شدہ جانور اور اس کے غیر میں فرق نہیں فرمایا' لہٰذا یہ آیت مویشیوں سے فائدہ حاصل کرنے کے جواز میں عام ہے' سوائے اس کے کہ کسی خاص دلیل سے ممانعت ثابت ہو و۷۷ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے' جن نعمتوں سے انسان اپنی دنیوی زندگی میں فائدہ حاصل کرتا ہے' مثلاً وہ رہنے کے لیے اینٹوں' پتھروں' سیمنٹ' لوہے اور لکڑی سے مکان بناتا ہے اور یہ تمام چیزیں خود یا ان کے اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ جنگلوں میں سفر کے لیے وہ ہلکے پھلکے خیمے لے جاتا ہے' قدیم زمانہ میں مویشیوں کی کھالوں سے خیمے بنائے جاتے تھے' اب کینوس یا کسی اور مضبوط کپڑے کے خیمے بنائے جاتے ہیں' ان سب چیزوں اور ان کے اسباب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں' اور ان مویشیوں کے بالوں' اون اور پشم سے انسان اپنے لباس بناتا ہے' جن سے موسم کی شدت کو دور کرتا ہے' خواہ سخت گرمی ہو یا سخت سردی۔ اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر سخت گرمی کا ذکر فرمایا کیونکہ حجاز کے لوگ عموماً سخت سردی سے نا آشنا تھے' انہوں نے کبھی برف باری نہیں دیکھی تھی' ان کے لیے سخت سردی کا پڑنا بہت حیران کن ہوتا' تاہم ایک چیز سے اس کی ضد سمجھ میں آجاتی ہے' سو جس طرح لباس انسان کو سخت گرمی سے بچاتا ہے' اسی طرح سخت سردی سے بھی بچاتا ہے و۷۸ ان آیتوں میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کریں' ان میں اکثر لوگ ضدی اور سرکش ہیں' وہ حق کو ماننے والے نہیں ہیں' عناد اور ہٹ دھرمی سے کفر کرنے والے ہیں و۷۹ ان گواہوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے: "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۞" (النساء: ۴۱) اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ پیش کریں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر پیش کریں گے ۞ و۸۰ قیامت کے دن کافروں کو اپنے کفر پر عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ۞" (المرسلات: ۳۶) اور ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ عذر پیش کریں ۞ یا ان کو آخرت سے دنیا کی طرف جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی و۸۱ "استعتب" کا معنی ہے: کسی کی رضا کو طلب کرنا۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ"۔ (صحیح البخاری: ۷۲۳۵) تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے وہ بُرائی سے باز آ جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا کو طلب کرے۔

الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ

جن کی ہم تیرے سوا عبادت کرتے تھے تو وہ جواب میں کہیں گے کہ بے شک

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِۨ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ

تم ضرور جھوٹے ہو○ اور اس دن وہ اطاعت شعاری کرتے ہوئے اللہ کے سامنے گر جائیں گے

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

اور جو کچھ وہ بہتان باندھتے تھے وہ ان سے جاتے رہیں گے○ ۸۲ جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے

اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب بڑھا دیں گے کیونکہ وہ فساد کرتے تھے○ ۸۳

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

اور جس دن ہم ہر امت کے خلاف ان ہی میں سے ایک گواہ پیش کریں گے اور (اے رسول مکرم!)

وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

ہم ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر پیش کریں گے ۸۴ اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے ۸۵ اور وہ مسلمانوں کے لیے ہدایت رحمت اور بشارت ہے○

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل اور احسان (نیک کام) کرو ۸۶ اور رشتہ داروں کو دو ۸۷

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے ۸۸ وہ تم کو نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم

ف۸۲ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بت از قبیل جمادات ہیں' وہ کیسے کلام کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں میں حیات' عقل اور نطق پیدا کر دے گا' پھران کو اٹھائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالکل بعید نہیں ہے۔ بتوں کو قیامت کے دن اٹھائے جانے کا ذکر اس حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا: جو شخص جس کی اتباع کرتا تھا وہ اس کے پیچھے چلا جائے' سو جو شخص سورج کی پرستش کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے چلا جائے گا اور جو شخص چاند کی پرستش کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے چلا جائے گا اور جو شخص بتوں کی پرستش کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے چلا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲) ف۸۳ اس آیت میں ان کافروں کے لیے وعید ہے جو خود بھی کافر تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کے راستے سے روک کر اور ان کو گمراہ کر کے انہیں کافر بنایا کرتے تھے چونکہ ان کا کفر دگنا تھا' اس لیے ان کی سزا بھی دگنی فرمائی' لہٰذا فرمایا: ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب بڑھا دیں گے یعنی ان کو اپنے کفر کا بھی عذاب ہوگا اور اپنے پیروکاروں کے کفر کا بھی عذاب ہوگا' جنہوں نے ان کی پیروی میں کفر کیا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی شخص کو ظلماً قتل کیا' اس کے قتل کے عذاب میں ایک حصہ پہلے ابن آدم کو بھی ملے گا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۳۵) ف۸۴ علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس آیت میں گواہ سے مراد انبیاء ہیں جو اپنی امتوں کے خلاف قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کو ایمان لانے کی دعوت دی' اور ہر زمانہ میں ایک گواہ ہوگا خواہ وہ نبی نہ ہو' اور ان کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ کہ وہ ہدایت دینے والے ائمہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے نائبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ علماء مبلغین ہیں' جو انبیاء علیہم السلام کی شرائع کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کی تبلیغ کرتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۱۴۹) ف۸۵ قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے اور ہدایت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے' وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں اور تمام اصول و فروع کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ پچھلی امتوں کے جن قصص اور واقعات کا قرآن عظیم میں ذکر ہے' وہ بھی ہدایت اور موعظت کے لیے ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر سنت' اجماع اور قیاس کی بھی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کا قرآن مجید میں صراحتاً ذکر نہیں ہے' ان کے حل کے لیے قرآن مجید نے سنت' اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی ہے اور ان کا حجت ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے ف۸۶ احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے' کیونکہ عدل یہ ہے کہ انسان کسی کو اتنا دے جتنا دینا اس پر واجب ہے اور اس سے اتنا لے جتنا لینے کا اس کا حق ہے اور احسان یہ ہے کہ جتنا اس پر واجب ہے اس سے زیادہ دے اور جتنا اس کا حق ہے اس سے کم لے۔ اسی طرح عدل یہ ہے کہ کسی نے اس کو جتنی ایذاء پہنچائی تھی' وہ اس کو اتنی ہی ایذاء پہنچائے اور احسان یہ ہے کہ وہ اس کی زیادتی کو معاف کر دے اور اس کے ساتھ نیکی کرے' قرآن مجید میں ہے: "وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ" (الشوریٰ: ۴۰) برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے' پھر جس نے معاف کر دیا اور نیکی کی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے' اور حدیث میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے سب سے افضل عمل بتایئے' آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے تعلق جوڑو' جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو (ایک روایت میں ہے کہ اس کو معاف کر دو)۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸) ف۸۷ یعنی ان کی قرابت کے حقوق ادا کرنے کے لیے ان کو مال دو' نیز فرمایا: "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" (بنی اسرائیل: ۲۶) اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ ملاپ رکھو۔ (صحیح البخاری: ۵۹۸۳) ف۸۸ اللہ تعالیٰ نے منکر (برائی) اور بغاوت (سرکشی) سے منع فرمایا

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا

نصیحت قبول کرو ○ اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو ٨٩ اور قسموں کو پکا

الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ

کرنے کے بعد نہ توڑو جب کہ تم اللہ کو اپنا ضامن قرار دے چکے ہو

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا

بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو○ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ

مضبوطی سے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس کا ذریعہ بنانے لگو کہ

تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ

ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ فائدہ مند رہے' اللہ اس سے محض تم کو آزمائش میں ڈالتا ہے' ٩٠ اور جن چیزوں

لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

میں تم اختلاف کرتے ہو ان کی حقیقت قیامت کے دن تم کو ضرور بیان فرما دے گا ○ اور اگر اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ

تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا' لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْــَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا

ہدایت دے دیتا ہے' ٩١ اور تم جو کچھ کرتے رہے ہو اس کے متعلق تم سے ضرور سوال کیا جائے گا○ اور اپنی قسموں

اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

کو آپس میں دھوکا نہ بناؤ کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم عذاب چکھو

بے حیائی کا بہت وسیع مفہوم ہے اور یہ الفاظ تمام خراب اور بُرے کاموں کو شامل ہیں' جن میں سے بعض یہ ہیں: اعتداء (حد سے تجاوز کرنا)' بخل' بہتان' غضب' فساد کرنا' چغلی کرنا' غیبت کرنا' حسد کرنا' اسراف کرنا' ملاوٹ کرنا' ذخیرہ اندوزی کرنا' بغض رکھنا' ناحق قتل کرنا' نشہ آور اشیاء کھانا پینا' اترانا' تکبر کرنا' جوا کھیلنا' میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ دکھانا' جھوٹ بولنا' مذاق اڑانا' ریاکاری کرنا' خیانت کرنا' ناحق مقدمہ کرنا' کسی کے خلاف سازش کرنا' کسی کو رسوا کرنا' کسی کا نام بگاڑنا' کسی کے متعلق بدگمانی کرنا' عہد شکنی کرنا' دھوکا دینا' انتقام لینا' خمر پینا' بغاوت کرنا' چوری کرنا' ڈاکا ڈالنا' کسی پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا' عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا' مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا' کسی کا مال غصب کرنا اور کسی پر ظلم کرنا۔ ان میں سے ہر ہر کام پر قرآن مجید میں صریح ممانعت ہے ف٨٩ اس عہد سے مراد اللہ کی قسم ہے اور جب کوئی شخص کام کو کرنے کے لیے اللہ کی قسم کھائے تو اس پر اس قسم کو پورا کرنا واجب ہے' سوا اس صورت کے جب اس نے گناہ کا کام کرنے کی قسم کھائی تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کے خلاف کرے یعنی گناہ نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔ حدیث میں ہے: حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد الرحمٰن بن سمرہ! جب تم کسی کام پر قسم کھاؤ' پھر تم یہ سمجھو کہ اس کام کے خلاف کرنا بہتر ہے تو وہ کام کرو جو بہتر ہے اور اس قسم کا کفارہ دے دو۔ (سنن ابوداؤد: ٣٢٧٧) ف٩٠ مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ کسی قبیلہ کے ساتھ دوستی اور تعاون کا معاہدہ کرتا اور جب کسی دوسرے قبیلہ سے اس کا تعلق ہوتا جس کو پہلے قبیلہ پر عددی اور مالی برتری حاصل ہوتی تو وہ اس پہلے قبیلہ سے کیا ہوا عہد توڑ دیتا اور اس دوسرے قبیلہ سے عہد و پیمان کر لیتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس کا منشاء یہ ہے کہ تم اس وجہ سے اپنے کیے ہوئے پختہ عہدوں کو نہ توڑو کہ فلاں قبیلہ کے افراد کی تعداد زیادہ ہے یا ان کے پاس مال و دولت زیادہ ہے یا ان کے پاس مادی قوت زیادہ ہے' اس سے مقصود یہ ہے کہ تم اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفار کی طرف اس وجہ سے نہ لوٹ جاؤ کہ ان کی تعداد زیادہ ہے یا ان کے پاس مال و دولت اور مادی طاقت زیادہ ہے۔ اللہ تم کو ان کی عددی اور مالی برتری دکھا کر آزماتا ہے کہ کون ان کی کثرت اور طاقت سے مرعوب ہوتا ہے اور کون مرعوب نہیں ہوتا ف٩١ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کا مکلف کیا کہ وہ عہد کو پورا کریں اور ان پر عہد توڑنے کو حرام قرار دیا۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان سب کو عہد پورا کرنے کا پابند کر دے۔ اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ دنیا کے تمام انسانوں کو ایمان لانے پر اور تمام احکامِ شرعیہ کے مطابق عمل پر ان کو کاربند کر دے' وہ اگر کسی کو جبراً مؤمن بنانا چاہے یا کسی کو جبراً کافر بنانا چاہے تو یہ اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

کے کیونکہ تم نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا ہے اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○ ۹۲

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

اور اللہ کے عہد کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو کیونکہ جو اللہ کے پاس (ایفاء عہد کا صلہ)

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا

ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ○ ۹۳ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا

اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا ۹۴ اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کے نیک کاموں کی

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

ضرور جزاء دیں گے ○ جس نے نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مؤمن ہو ۹۵

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا

تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے ۹۶ اور ہم ان کو ان کے نیک کاموں کی ضرور

يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

جزا دیں گے ○ پس (اے رسولِ مکرم!) جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے

الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

اللہ کی پناہ طلب کریں ○ ۹۷ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ

اس کا کوئی تسلط نہیں ہے ○ اس کا تسلط تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں

ف۹۲ اس آیت کی توضیح یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو توڑ دیا اور آپ کی شریعت کا انکار کر دیا' اس کا یہ فعل لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے مانع ہوا' کیونکہ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اگر اسلام برحق دین ہوتا تو یہ لوگ اسلام قبول کر کے اور اس پر پکی بیعت کر کے اس بیعت کو نہ توڑتے' تو یوں ان لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام اور آپ کی شریعت کی بیعت کر کے اور اس پر مؤکد قسمیں کھا کر توڑ دینا لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روک دینے کا سبب بنا اور ان کے آخرت میں بہت بڑے عذاب کا موجب ہوا کیونکہ مطلقاً قسم توڑ دینا اس قدر شدید عذاب کا موجب نہیں ہے بلکہ اس کی تلافی قسم کا کفارہ ادا کرنے سے ہو جاتی ہے ف۹۳ یعنی تم کفار سے رشوت لے کر اسلام کی بیعت کر کے اس کو توڑ دیتے ہو' پس تم دنیا کے قلیل مال کے عوض عہد شکنی نہ کرو اور اسلام کی بیعت کر کے اس کو نہ توڑو کیونکہ مال دنیا خواہ کتنا زیادہ ہو' وہ آخرت کے اجر و ثواب کے مقابلہ میں تھوڑا ہے کیونکہ دنیا کا مال فانی ہے اور اخروی اجر و ثواب باقی ہے اور باقی رہنے والی چیز فانی سے بہرحال افضل ہے ف۹۴ آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے دو وجوہات کی بناء پر افضل ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اعلیٰ درجہ کی دنیا کی نعمتیں ہوں تو جس وقت وہ نعمتیں اس کے پاس ہوں گی' اس وقت بھی وہ بہت فکر اور پریشانی میں ہوگا کہ کہیں وہ نعمتیں اس کے پاس سے چھن نہ جائیں' گم نہ ہو جائیں یا ضائع نہ ہو جائیں' اور جب وہ نعمتیں اس کے پاس سے چھن جائیں گی تو اس کا دن رات غم و غصہ' حسرت اور افسوس میں گزرے گا' کاش! وہ ان کی حفاظت کرتا' کاش! وہ اس کے پاس سے نہ جاتیں' پس واضح ہو گیا کہ آخرت کی نعمتیں ہی بہتر ہیں جن کو فنا نہیں ہے' جو دائمی اور غیر منقطع ہیں' اور اگر دنیا کی وہ نعمتیں اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں' بہت معمولی قسم کی ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ جنت کی نعمتیں ان سے بہت اعلیٰ اور بہت افضل ہیں ف۹۵ ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور محققین' متکلمین اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں اور یہ آیت فقہاء احناف کے مذہب پر قوی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نیک اعمال کے لیے ایمان کو شرط قرار دیا ہے' لہٰذا اعمال مشروط اور ایمان شرط ہے اور مشروط' شرط سے خارج ہوتا ہے' مثلاً نماز مشروط ہے اور وضو شرط ہے تو نماز وضو سے خارج ہے' اسی طرح ایمان اعمال سے خارج ہے ف۹۶ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد قناعت ہے' نیز انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! تو نے مجھے جو رزق دیا ہے' اس میں مجھے قناعت کرنے والا بنا دے اور اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اور میرے لیے غائب چیز میں خیر رکھ دے۔ (المستدرک: ۲:۳۴۱) ف۹۷ اس آیت کا بہ ظاہر معنی یہ ہے کہ جب آپ قرآن مجید پڑھ چکیں تو پھر اعوذ باللہ پڑھیں' حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عربی اسلوب کے مطابق ''اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَقْرَءَ الْقُرْاٰنَ'' محذوف ہے یعنی جب تم قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ پڑھو۔

هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝۱۰۰ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ

اور اس کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں ۝ ۹۸ اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کر دیتے ہیں ۹۹ اور اللہ ہی خوب جانتا ہے

بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۱

جو وہ نازل فرماتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ آپ تو صرف اپنے دل سے گھڑتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ۝ ۱۰۰

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ

آپ کہیے: اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے

اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۰۲ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ

اور یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے ۝ اور ہم جانتے ہیں کہ

يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ

یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) کو ایک آدمی سکھا کر جاتا ہے، وہ جس کی طرف سکھانے کو منسوب کرتے ہیں

اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۰۳ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن تو بہت واضح عربی زبان ہے ۝ ۱۰۱ بے شک جو لوگ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۰۴ اِنَّمَا

اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ ان کو ہدایت نہیں فرماتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ۝ ۱۰۲ جھوٹا بہتان

يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ

تو وہی لوگ لگاتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۵ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ

لوگ جھوٹے ہیں ۝ ۱۰۳ جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا اس کے جس کو کفر

ع ۱۳ / ۱۹

ف۹۸ اس آیت کا معنی یہ ہے: جو لوگ شیطان کے وسوسوں کو قبول کر کے اس کی اطاعت کرتے ہیں یعنی ان کے دل میں جب کوئی بُرا کام کرنے یا گناہ کرنے کا خیال آتا ہے تو وہ فوراً اس کے درپے ہو جاتے ہیں حالانکہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے اس کو نہیں کرنا چاہیے لیکن وہ بُرائی اور گناہ کی تحریک کو ترجیح دیتے ہیں اور گناہ سے منع کرنے کی آواز کو دبا دیتے ہیں اور یہ جو فرمایا: وہ اس کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شیطان کے گمراہ کرنے کے سبب مختلف چیزوں کو اللہ کا شریک بنا لیتے ہیں ف۹۹ تبدیل کا معنی ہے: ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز کو اس کی جگہ رکھ دینا اور آیت کو تبدیل کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک آیت کو اٹھا کر دوسری آیت کو اس جگہ رکھ دینا اسی کو نسخ کہتے ہیں یعنی ایک آیت کو منسوخ کر کے دوسرا حکم نازل کر دینا اور جو آیت نازل ہوتی ہے وہ دراصل یہ بیان کرتی ہے کہ حکم سابق کی مدت ختم ہو گئی اور اب دوسرا حکم واجب العمل ہو گا ف۱۰۰ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ جو سخت اور نرم احکام نازل فرماتا ہے' اس کی حکمت اللہ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو جانتا ہے۔ اس قول میں کفار کی اس بات کا ردّ ہے جو انہوں نے کہا تھا: آپ اپنے دل سے گھڑتے ہیں۔ یعنی اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کے موافق کس وقت کیا حکم نازل فرمائے اور دوسرے وقت میں کیا حکم نازل فرمائے گا' تو وہ احکام تبدیل کرنے کی وجہ سے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی طرف افتراء کی نسبت کیوں کرتے ہیں ف۱۰۱ امام فخر الدین رازی نے مشرکین کے اس افتراء کے باطل ہونے کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں' جن میں سے بعض یہ ہیں: (۱) مشرکین' رسول اللہ ﷺ کے معاند اور مخالف تھے اور انہوں نے یہ جو افتراء کیا تھا' یہ بلا دلیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس افتراء کا یہ ردّ فرمایا ہے کہ جس شخص کی طرف مشرکین آپ کو تعلیم دینے کی نسبت کرتے ہیں' وہ تو عجمی ہے اور یہ قرآن انتہائی فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے' جس کی فصاحت و بلاغت کی نظیر لانے سے تمام جن اور انس عاجز ہیں تو ایک عجمی شخص اس کی نظیر کیسے لا سکتا ہے (۲) قرآن مجید میں غیب کی خبریں ہیں' گزشتہ اقوام اور انبیاء سابقین کے واقعات ہیں اور انسانوں کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے انتہائی جامع اور کامل اصول بیان کیے ہیں' عبرت انگیز اور سبق آموز مثالیں بیان فرمائی ہیں' اگر کوئی شخص ان تمام علوم کو جاننے والا ہوتا تو اس کی تمام دنیا میں شہرت ہو جاتی اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ افتراء باطل ہے (۳) جب نبی ﷺ بار بار یہ چیلنج فرما رہے تھے کہ اس کلام کی نظیر کوئی نہیں لا سکتا اور یہ اللہ کا کلام ہے تو وہ شخص سامنے کیوں نہیں آیا' وہ سامنے آ کر بتاتا کہ یہ تو میرا کلام ہے اور میرا اعزاز ہے اور تمام عرب اس کو سروں پر اٹھا لیتے ف۱۰۲ یعنی یہ مشرکین جو قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے' ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ مشرکین کبھی قرآن مجید کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ اگلوں پچھلوں کے قصے کہانیاں ہیں' کبھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر کا قول ہے یعنی خیالی اور افسانوی باتیں ہیں' کبھی کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کسی بشر نے یہ کلام سکھا دیا تھا' یہ لوگ قرآن عظیم کے کلام اللہ ہونے پر ایمان نہیں لاتے اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں' اور ان کے اعتراضات مکڑی کے جالے سے بھی کمزور اور باطل ہیں ف۱۰۳ اس آیت میں مشرکین کا ردّ ہے' وہ نبی ﷺ کی طرف افتراء کی نسبت کرتے تھے کہ ایک عجمی شخص سے کلام سیکھ کر العیاذ باللہ یہ افتراء کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے' حالانکہ وہ نبی ﷺ کو الصادق الامین کہتے تھے' پھر بھی ان ظالموں نے یہ کہا کہ آپ معاذ اللہ' اللہ پر افتراء کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: افتراء تو وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے' یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کاذب اور مفتری وہی ہے جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتا کیونکہ سب سے بڑا کذب اور افتراء اللہ کا شریک قرار دینا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا ہے۔

أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ

پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو ہاں وہ لوگ جو کھلے دل

صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۶﴾

کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ ۱۰۴

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ

کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بے شک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۷﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ

کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں

قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۰۸﴾

اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں ۝

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ

بے شک صرف یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں ۝ ۱۰۵ پھر بے شک آپ کا رب ان لوگوں

هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ

کے لیے جنہوں نے آزمائشوں میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا' بے شک آپ

مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ

کا رب ان (آزمائشوں) کے بعد ضرور بہت بخشنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے ۝ ۱۰۶ جس دن ہر شخص اپنی جان کی طرف سے جھگڑتا

عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۱۱﴾

ہوا آئے گا ۱۰۷ اور ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ۝

ف۱۰۴ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر پر وعید بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں ان کا ذکر تھا جو مطلقاً ایمان نہیں لاتے اور اس آیت میں ان کا حکم بیان فرمایا ہے' جو فقط زبان سے کسی مجبوری کی وجہ سے کفر کرتے ہیں' دل سے کفر نہیں کرتے اور ان کا حکم بیان فرمایا جو زبان اور دل دونوں سے کفر کرتے ہیں۔ محمد بن عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ انہوں نے نبی ﷺ کو بُرا کہا اور ان کے معبودوں کو اچھا کہا' تب ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ حضرت عمار نے کہا: بہت بُرا ہوا' یارسول اللہ! انہوں نے مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتیٰ کہ میں آپ کو بُرا کہوں اور ان کے بتوں کو اچھا کہوں۔ آپ نے پوچھا: تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ تمہیں دوبارہ مجبور کریں تو دوبارہ کہہ دینا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۹۴)

ع ۱۴ / ۲۰

ف۱۰۵ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ہاں جو لوگ ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے' اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کیا اور مرتد ہو گئے تو ان کا یہ ارتداد اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تھی اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے اور ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کریں گے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت پیدا نہیں کی اور ان کے ارتداد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں' کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے' یعنی اب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان لانے اور ہدایت کے قابل نہیں رہے' اب اگر بالفرض وہ ایمان لانا بھی چاہیں تو ان کو ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے بلکہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں میں شمار کیا جائے' اس جگہ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جب اللہ نے ان کو ہدایت نہیں دی اور ان کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی' پھر ایمان نہ لانے میں ان کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی ہدایت کے اسباب پیدا کیے اور ان کی ہدایت کے لیے اپنے رسولوں کو بھیجا' ان کو انواع و اقسام کے معجزات عطا کیے' قرآن مجید کو نازل کیا' لیکن انہوں نے اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی اور جب انہوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی یہ سزا دی کہ دنیا میں ان کے دلوں' کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی اور آخرت میں سخت عذاب رکھا ف۱۰۶ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال اور ان کا حکم بیان فرمایا تھا' جنہوں نے ایمان لانے کے بعد شرح صدر سے کفر کیا اور جن لوگوں نے جان بچانے کے لیے زبانی طور پر کفر کیا تھا' لیکن ان کا دل اسلام پر مطمئن تھا' ان کا حکم اب بیان فرما رہا ہے کہ جو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے' پھر انہوں نے ہجرت کی اور صبر کیا تو ان سے زبانی طور پر جو کفر سرزد ہوا تھا' اللہ تعالیٰ اس کو بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کی راہ میں مشکلات اٹھائیں اور کفار کے مظالم برداشت کیے اور ہجرت کی' اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا مہربان ہے ف۱۰۷ اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: اس دن ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انسان کا ایک نفس ہوتا ہے' دو نفس نہیں ہوتے پھر یہ معنی کس طرح درست ہوگا: ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے نفس سے مراد انسان کا بدن ہے اور دوسرے نفس سے خود وہ انسان مراد ہے یا انسان کی روح ہے' یعنی انسان کی روح اور اس کے بدن میں تکرار ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: روح کہے گی: اے میرے رب! تو نے مجھ کو پیدا کیا ہے' کسی چیز کو پکڑنے کے لیے میرے ہاتھ تھے نہ کہیں جانے کے لیے میرے پیر تھے' کسی چیز کو دیکھنے کے لیے میری آنکھیں تھیں اور نہ کسی چیز کو سننے کے لیے میرے کان تھے اور نہ سوچنے کے لیے عقل تھی' حتیٰ کہ تو نے مجھے اس جسم میں داخل کر دیا' سو تو ہر قسم کا عذاب اس جسم پر نازل فرما اور مجھے نجات دے دے' اور جسم کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے پیدا کیا تو میں لکڑی کے ایک تختے کی طرح تھا' میں اپنے ہاتھوں سے نہ پکڑ سکتا تھا اور نہ قدموں سے چل سکتا تھا اور نہ آنکھوں سے دیکھ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا

اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو بے خوف تھی' ہر طرف سے مطمئن تھی' اس کے پاس

رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا

ہر جگہ سے وسعت کے ساتھ رزق پہنچتا ہے' پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کی

اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ

بداعمالیوں کے سبب ان کو بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا ○ ۱۰۸ اور ان کے پاس

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ

ان ہی میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی' سو ان کو عذاب نے آ پکڑا درآں حالیکہ وہ

ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ

ظلم کرنے والے تھے ○ ۱۰۹ سو اللہ کے دیئے ہوئے حلال طیب رزق میں سے کھاؤ' اور اللہ کی نعمت کا شکر

اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ

ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو ○ تم پر صرف (یہ) چیزیں حرام کی ہیں: مردار اور

الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ

(بہتا ہوا) خون' اور خنزیر کا گوشت' اور جس (جانور) پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا' پس جو شخص مجبور ہو جائے وہ سرکشی کرنے والا

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ

نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۱۱۰ اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری

اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر

سکتا تھا اور نہ کانوں سے سن سکتا تھا' پھر یہ روح نور کی شعاع کی طرح مجھ میں داخل ہوئی' اس سے میری زبان بولنے لگی اور اسی سے میری آنکھیں دیکھنے لگیں اور اسی سے میرے پیر چلنے لگے اور میرے کان سننے لگے' سو ہر قسم کا عذاب تو اس روح پر نازل کر اور مجھے نجات دے دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اندھے اور لنجے کی مثال بیان فرمائی جو ایک باغ میں گئے' اندھا پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور لنجا پھلوں کو توڑ نہیں سکتا' پھر لنجے نے اندھے سے کہا: تو مجھے اپنے اوپر سوار کر لے میں خود بھی پھل توڑ کر کھاؤں گا اور تجھے بھی کھلاؤں گا' پھر دونوں نے باغ سے پھل توڑ کر کھائے۔ اب کس پر عذاب ہوگا؟ فرمایا: دونوں پر عذاب ہوگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۵۷) ف۱۰۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس بستی سے مراد مکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو بھوک کا لباس پہنا دیا' اس بھوک کی اذیت ان کے اجسام کو پہنچی اور ان کے اجسام کا اس طرح احاطہ کر لیا' جس طرح لباس جسم کا احاطہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی تھی' جس کی وجہ سے ان پر کئی سال قحط طاری رہا' حتیٰ کہ وہ مردار' چمڑہ اور اس کے بال بھی کھا جاتے تھے' یہ ان کی بداعمالیوں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی سزا تھی۔ اسی طرح جس جگہ کے لوگ بھی بُرے اعمال انجام دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے' ان پر بھوک اور خوف کا عذاب طاری کر دیا جائے گا۔ آج مسلمان جو معاشی ناہمواری اور دشمنوں کے خوف میں مبتلا ہیں' اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اجتماعی طور پر ان کے اعمال درست نہیں ہیں اور وہ اللہ کی ناشکری بھی کر رہے ہیں ف۱۰۹ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے لیے مثال دی تھی کہ جن لوگوں کو اللہ نے نعمتیں دی ہوں اور وہ ان نعمتوں کی ناشکری کریں تو اللہ ان لوگوں پر بھوک اور خوف مسلط کر دیتا ہے' اور اس آیت میں ان لوگوں یعنی اہل مکہ سے خطاب فرمایا ہے' جن کے لیے یہ مثال دی تھی' فرمایا: اے اہل مکہ! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے' جو تمہاری ہی قوم کا ایک عظیم اور کامل فرد ہے' جس کے حسب نسب کو تم پہچانتے ہو اور اس کی گزری ہوئی پوری زندگی سے تم واقف ہو' پھر مکہ والوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو اللہ کے عذاب نے ان کو گرفت میں لے لیا ف۱۱۰ اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں کی حرمت دو مدنی سورتوں اور دو مکی سورتوں میں بیان فرمائی ہے اور مدنی سورتیں یہ ہیں: البقرہ: ۱۷۳ اور المائدہ: ۳' اور مکی سورتیں یہ ہیں: الانعام: ۱۴۵' اور النحل: ۱۱۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا حرام ہونا نبوت اور رسالت کے پورے دور کو محیط ہے اور یہ چیزیں کسی وقت بھی حلال نہیں تھیں۔

الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؁۱۱۶ۭ

جھوٹا بہتان باندھو بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے O

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ؁۱۱۷ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا

یہ تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے O ۱۱۱ؔ اور صرف یہودیوں پر ہم نے

حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

ان چیزوں کو حرام کیا ہے جو ہم پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؁۱۱۸ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْۗءَ

وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے O پھر آپ کا رب جن لوگوں نے ناواقفیت سے کوئی

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

گناہ کیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور نیک کام کیے (سو) بے شک آپ کا رب اس کے بعد

بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؁۱۱۹ۧ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ

ضرور بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ۱۱۲ؔ بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے ۱۱۳ؔ اللہ کے

حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؁۱۲۰ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ

اطاعت گزار ۱۱۴ؔ باطل سے مجتنب ۱۱۵ؔ اور مشرکین میں سے نہ تھے O ۱۱۶ؔ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے (اللہ نے)

وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؁۱۲۱ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ

ان کو منتخب کر لیا اور ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دی O اور ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی عطا فرمائی اور وہ

فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؁۱۲۲ۭ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ

آخرت میں بھی نیکو کاروں میں سے ہوں گے O پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملتِ ابراہیم

ع ۱۵ / ۹ / ۲۱

ف۱۱۱ اس آیت میں پہلی آیت کی تاکید ہے یعنی چار چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ مشرکین اپنی طرف سے ان چار چیزوں کو حلال کہتے تھے اور انہوں نے اپنی طرف سے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کا وہ دودھ دوہنا چھوڑ دیتے تھے اور اس کو بتوں کے لیے نامزد کرتے تھے۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو وہ بتوں کے لیے آزاد چھوڑ دیتے تھے' اس کو وہ سواری کے لیے استعمال کرتے تھے نہ باربرداری کے لیے' اور وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس سے پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہوتی تھی اور اس کے بعد دوبارہ بھی مادہ ہی پیدا ہوتی اور ان کے درمیان کوئی نر نہیں ہوتا تھا' ایسی اونٹنی کو وہ بتوں کے لیے آزاد چھوڑ دیتے اور اس سے سواری اور باربرداری کا کام نہ لیتے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲۳) اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اور تم یہ کہہ کر کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو' وہ ان چیزوں کے حرام کرنے اور حلال کرنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے' یہ ان کا دوسرا جرم تھا۔ خود کسی چیز کو حرام کرتے' پھر کہتے: اس کو اللہ نے حرام کیا ہے' یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ اسی طرح آج بھی کچھ لوگ سوئم' چالیسویں' برسی اور گیارہویں کے کھانے کو اپنی طرف سے حرام کہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان مخصوص دنوں میں کھانے کی حرمت پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ ان مخصوص دنوں میں میت کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور دنوں کی یہ تعیین شرعی نہیں ہوتی کہ ان کے علاوہ کسی اور دن میں ایصالِ ثواب کرنا جائز نہ ہو' بلکہ لوگوں کے اجتماع کے لیے سہولت کی خاطر تاریخ معین کر لی جاتی ہے جیسے جلسہ' منگنی اور شادی کی تاریخ معین کی جاتی ہے یا جیسے مساجد میں نمازوں کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے معین کیے جاتے ہیں ف۱۱۲ اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جو شخص لاعلمی یا ناواقفیت کی وجہ سے کوئی گناہ کرے' اس پر شرعی قواعد کے اعتبار سے ویسے ہی گرفت نہیں ہونی چاہیے' مثلاً کسی شخص کو کوکا کولا کی بوتل میں شراب بھر کر دے دی اور اس نے لاعلمی میں اس کو پی لیا تو اس پر ویسے ہی مواخذہ نہیں ہوتا اور نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطاء اور نسیان کو اٹھا لیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۵) اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے کفر اور کوئی اور معصیت کی اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ اس میں کتنا شدید عذاب ہو گا یا کتنی مدت عذاب ہو گا یا اس کا گناہ ہونا تو معلوم تھا لیکن گناہ کے ارتکاب کے وقت اس پر توجہ نہیں تھی' پھر بعد میں وہ نادم ہوا اور اس گناہ پر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا ف۱۱۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو امت کا اطلاق کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک قوم یا ایک امت مل کر جتنے نیکی کے کام کرتی یا جتنی عبادت کرتی' حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا اتنی عبادت کرتے تھے اور اتنے نیکی کے کام کرتے تھے' مجاہد نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ابتدائی دور میں صرف ایک مؤمن تھے اور باقی تمام لوگ کافر تھے' اس لیے وہ اپنی ذات میں امت تھے' جیسے آپ نے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق فرمایا: وہ قیامت کے دن ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۵۰۳) ف۱۱۴ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''قانت'' کا معنی ہے: اللہ کی اطاعت کرنے والا ف۱۱۵ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ حنیف ہیں' اور حنیف وہ ہے جو دین اسلام کی طرف دوام و ثبات کے ساتھ میلان کرنے والا ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص تھے' جنہوں نے ختنہ کیا اور جنہوں نے مناسک حج قائم کیے اور قربانی کی' یہ صفات حنیفیہ ہیں ف۱۱۶ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بچپن' جوانی اور تمام عمر میں مؤحد رہے اور توحید پر دلائل قائم کرتے رہے۔ نمرود پر حجت قائم کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ''رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ '' (البقرہ: ۲۵۸) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ ستاروں کی الوہیت کو باطل کرتے ہوئے فرمایا: ''لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ O'' (الانعام: ۷۶) میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا O بتوں کی عبادت کو باطل فرمایا اور بتوں کے متعلق فرمایا: ''قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ O اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O'' (الانبیاء: ۶۶-۶۷) ابراہیم نے کہا: تم اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو تم کو کچھ نفع پہنچا سکیں اور نہ تم کو نقصان پہنچا سکیں O تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کے سوا

إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ

کی پیروی کریں ۷۱۱ جو باطل سے مجتنب تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ○ ہفتہ کا دن تو صرف

السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

ان لوگوں پر لازم کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا' اور بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ

کے دن ان چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے ○ ۱۱۸ آپ اپنے رب کے راستے

رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ

کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے ۱۱۹ اور احسن طریقہ کے ساتھ ان پر حجت قائم

أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ

کیجئے' ۱۲۰ بے شک آپ کا رب ان کو بہت جاننے والا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گئے اور وہ ہدایت

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ

پانے والوں کو بھی خوب جاننے والا ہے ○ ۱۲۱ اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا

اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ○ ۱۲۲ اور آپ صبر کیجئے' اور آپ کا صبر

بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾

صرف اللہ کی توفیق سے ہے' ۱۲۳ اور آپ ان (کی سرکشی) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں ○

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کرنے والے ہیں ○

پرستش کرتے ہو تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟ ○ پھر حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑ ڈالا اور انجام کار بت پرستوں نے آپ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید طمانیت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ آپ کو دکھائے کہ وہ مُردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مُردے زندہ کر کے دکھا دیئے۔ غرض جو شخص بھی قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات کا مطالعہ کرے گا' اس پر یہ منکشف ہو گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحر توحید میں مستغرق تھے وکا۱۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرنے سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ کے طریقہ میں ان کی پیروی کیجئے یعنی جس طرح وہ نرمی اور سہولت سے تبلیغ کرتے تھے' آپ بھی اسی طرح نرمی اور سہولت سے تبلیغ کیجئے وف۱۱۸ مقاتل نے کہا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمعہ کا دن مقرر کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا: ہم ہفتہ کے دن کو فارغ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں کوئی چیز پیدا نہیں کی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تو جمعہ کے دن کا حکم دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے علماء نے کہا: تم اپنے نبی کے حکم کی تعمیل کرو۔ بنو اسرائیل نے اپنے علماء کے حکم کو بھی ماننے سے انکار کر دیا اور یہ ان کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جب حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ یہ ہفتہ کے دن کو مقرر کرنے پر بہت حریص

ع ۱۶/۹/۲۲

ہیں تو آپ نے انہیں ہفتہ کے دن کو مقرر کرنے کا حکم دے دیا' اور انہوں نے اس دن میں گناہ کرنے شروع کر دیئے' اور قتادہ نے کہا: بعض یہودیوں نے ہفتہ کے دن کو حلال قرار دیا اور بعض نے حرام قرار دیا۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۵۰۵) وف۱۱۹ "حکمت" کا معنی ہے: افعال کے حسن اور قبح اور صحت اور فساد کو جاننا اور ایک قول یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے نتائج کے فساد اور خرابی کی وجہ سے اختیار کرنے سے منع کرنا یا کسی چیز کو اس کے نتائج کی عمدگی کی وجہ سے اختیار کرنے کی تلقین کرنا' اور جو دلیل مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو اس کو بھی حکمت کہتے ہیں اور "موعظة حسنة" سے مراد ہے: کسی کام کی ترغیب کے لیے اچھے اجر کی مثال دینا یا کسی کام سے باز رکھنے کے لیے سزا اور عذاب سے ڈرانا اور جو دلیل مقدمات ظنیہ سے مرکب ہو اس کو بھی "موعظة حسنة" کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے جو دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو وہ حکمت ہے اور جو دلیل ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو یا قطعی الثبوت اور ظنی الدلالہ ہو وہ "موعظة حسنة" ہے وف۱۲۰ علامہ راغب اصفہانی نے کہا: کسی شخص کا دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے دلائل پیش کرنا جدل ہے' میر سید شریف نے کہا: جو قیاس مقدمات مشہورہ اور مقدمات مسلمہ سے مرکب ہو اس کو جدل کہتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخالف پر الزام قائم کیا جائے اور فریق مخالف کو ساکت کیا جائے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۱۷' التعریفات ص ۵۵) وف۱۲۱ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صرف ان تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں' باقی کسی کو ہدایت یافتہ بنا دینا' یہ آپ کا منصب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ ان میں سے کون اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول کرے گا اور اپنے اختیار سے گمراہی پر ڈٹا رہے گا' سو جس نے اپنے اختیار سے ہدایت کو قبول کرنا ہو اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ بنا دے گا' اور جس نے اپنے اختیار سے گمراہی پر ڈٹے رہنا ہو اس کو گمراہ رکھے گا ف۱۲۲ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جب مظلوم ظالم سے بدلہ لے تو وہ حد سے تجاوز نہ کرے اور اتنی ہی سزا دے جتنا اس پر ظلم کیا گیا ہے۔ ابن سیرین نے کہا: کسی شخص نے تم سے کوئی چیز چھینی ہے تو تم بھی اس سے اتنی ہی چیز لے لو وف۱۲۳ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو صبر کرنے اور بدلہ نہ لینے کا حکم دیا ہے۔ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ نبی ﷺ طبعاً بدلہ لینا چاہتے تھے' لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا' بلکہ آپ کی سیرت اور صفت یہی تھی کہ آپ صبر فرماتے تھے اور بدلہ نہیں لیتے تھے اور ان آیتوں سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی صبر اور درگزر کرنے کی صفت پر برقرار رہیے۔ حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طبعاً سخت مزاج تھے اور نہ درشت کلام کرتے تھے اور نہ تکلفاً سخت مزاج تھے اور نہ بازار میں شور کرتے تھے اور نہ بُرائی کا جواب بُرائی سے دیتے تھے' لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۱۶)

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ بنی اسرآءیل مکیۃ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۱۱۱ — رکوعاتھا ۱۲

سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں بارہ رکوع ہیں

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ

سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکتیں دی ہیں تاکہ ہم اس (عبد مکرم) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں بے شک

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۱ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى

وہی بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے ○ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کو

لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ۭ ذُرِّيَّةَ مَنْ

بنی اسرائیل کے لیے ہدایت دینے والا بنایا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ قرار دو ○ (اے) ان لوگوں کی اولاد

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ

جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا! بے شک وہ بہت شکر گزار بندے تھے ○ اور ہم نے بنی اسرائیل

اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ

کو (ان کی) کتاب میں بتا دیا تھا کہ تم ضرور دوبارہ زمین میں فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی

عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ

سرکشی کرو گے ○ سو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط

اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵

کر دیئے جو سخت جنگ جو تھے پس وہ شہروں میں تمہیں ڈھونڈنے کے لیے پھیل گئے اور یہ وعدہ پورا ہونے والا تھا ○

سورۃ بنی اسرائیل: ف۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی معراج کا ذکر فرمایا ہے' اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج خواب کا واقعہ ہے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف آپ کی روح کو معراج ہوئی آپ کے جسم کو معراج نہیں ہوئی تھی۔ خواب میں معراج کی روایات کے متعلق امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک صحیح اور برحق قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سیدنا محمد ﷺ کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی' جیسا کہ احادیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو براق پر سوار کرایا اور آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء اور رسل کو نماز پڑھائی' اور آپ کو بہت سی نشانیاں دکھائیں' اور جس شخص نے یہ کہا کہ صرف آپ کی روح کو معراج کرائی گئی تھی اور یہ جسمانی معراج نہیں تھی' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ واقعہ آپ کی نبوت پر دلیل نہ ہوتا' اور نہ اس کی حقیقت کا منکرین انکار کرتے' اور اگر یہ صرف خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین اس کا رد نہ کرتے' کیونکہ خواب میں کسی عجیب و غریب چیز کو دیکھنے پر کسی کو حیرت نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس کا انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ "اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ" یہ نہیں فرمایا: "اَسْرٰى بِرُوْحِ عَبْدِهٖ" اور نبی ﷺ کا براق پر سوار ہونا بھی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھی کیونکہ کسی سواری پر سوار ہونا جسم کا تقاضا ہے نہ کہ روح کا۔ (جامع البیان ج ۱۵ ص ۲۴۔۲۳) واقعۂ معراج کی تفصیل و تحقیق حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرہ آفاق تصنیف "شرح صحیح مسلم" ج ۱ ص ۶۸۶ تا ۷۹۶ میں ملاحظہ فرمائیں ف۲ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ اور کوئی معراج نہیں ہے کہ وہ بحر توحید میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ وہ اپنے تمام مقاصد اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر توکل نہ کرے ف۳ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' کیونکہ نوح علیہ السلام بہت شکر گزار بندے تھے اور وہ اس لیے بہت شکر کرتے تھے کیونکہ وہ موحد تھے اور ان کو جو بھی نعمت ملتی تھی' اس کے متعلق ان کو یہ یقین تھا کہ وہ نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عنایت فرمائی ہے اور تم سب لوگ نوح علیہ السلام کی اولاد ہو' سو تم بھی ان کی اقتداء کرو' اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ اور اس کے سوا اور کسی پر توکل نہ کرو اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرو۔ حضرت سلمان بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام جب کپڑے پہنتے یا کھانا کھاتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے' اس وجہ سے ان کو "عبد شکور" فرمایا۔ (جامع البیان: ۱۶۶۳۶) ف۴ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے متعلق پیش گوئیاں کی ہیں' پہلی پیش گوئی یہ ہے کہ وہ ضرور زمین میں فساد کریں گے اور سرکشی کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کے اس فساد اور سرکشی کی سزا میں ان پر ان کے ایسے دشمن کو مسلط کر دے گا جو ان کو ڈھونڈ کر قتل کر دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا اور ان کو غلبہ عطا فرمائے گا' پھر جب انہوں نے دوبارہ فساد اور سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ سزا دی اور ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا' اس کی تصدیق بائبل میں بھی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو تنبیہ کی: انہوں نے ان قوموں کو ہلاک نہ کیا' جیسا کہ خداوند نے ان کو حکم دیا تھا○ بلکہ ان قوموں کے ساتھ مل گئے اور ان کے سے کام سیکھ گئے○ ان کے بتوں کی پرستش کرنے لگے جو ان کے لیے پھندہ بن گئے○ بلکہ انہوں نے اپنے بیٹے بیٹیوں کو شیاطین کے لیے قربان کیا○ اور معصوموں کا یعنی اپنے بیٹے' بیٹیوں کا خون بہایا جن کو انہوں نے کنعان کے بتوں کے لیے قربان کر دیا اور ملک خون سے ناپاک ہو گیا○ یوں وہ اپنے ہی کاموں سے آلودہ ہو گئے اور اپنے فعلوں سے بے وفا بنے○ اس لیے خداوند کا قہر اپنے لوگوں پر بھڑکا اور اسے اپنی میراث سے نفرت ہو گئی' اور اس نے ان کو قوموں کے قبضہ میں کر دیا○ اور ان سے عداوت رکھنے والے ان پر حکمران ہو گئے○ ان کے دشمنوں نے ان پر ظلم کیا اور وہ ان کے محکوم ہو گئے○ اس نے تو بار بار ان کو چھڑایا○ لیکن ان کا مشورہ باغیانہ ہی رہا○ اور وہ اپنی بدکاری کے باعث پست ہو گئے○ (زبور' باب: ۱۰۶' آیت: ۳۴۔ ۴۳' کتاب مقدس ص ۵۹۲) یہ آیات قرآن مجید کی صداقت پر زبردست دلیل ہیں اور یہ کہ صحائف بنی اسرائیل کا جو حصہ غیر محرف ہے' قرآن مجید اس کا مصدق ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنٰكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ
پھر ہم نے تم کو دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے

جَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ
تمہاری مدد کی اور ہم نے تم کو بڑا گروہ بنا دیا ○ ۵ اور اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے ہی نیکی کرو گے

وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ
اور اگر تم بُرے عمل کرو گے تو اس کا وبال بھی تم پر ہی ہوگا' پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا (تو ہم نے دوسروں کو تم پر مسلط کر دیا)

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا
تاکہ وہ تمہیں روسیاہ کر دیں اور اس طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے اور وہ جس چیز پر بھی غلبہ پائیں

تَتْبِيْرًا ﴿٧﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا
اسے تباہ و برباد کر دیں ○ عنقریب تمہارا رب تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم نے دوبارہ تجاوز کیا تو ہم دوبارہ سزا دیں گے اور ہم نے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ
کافروں کے لیے دوزخ کو قید خانہ بنا دیا ہے ○ بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے

هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ
جو سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے اور جو ایمان والے نیک کام کرتے ہیں

لَهُمْ أَجْرًا كَبِيْرًا ﴿٩﴾ وَّأَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ أَعْتَدْنَا
ان کو بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے ○ ۶ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے

لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿١٠﴾ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ
ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ ۷ اور انسان جس طرح بھلائی کے جلد حصول کی دعا کرتا ہے

وقف لازم

ع ۱

ف۵ یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلی بار بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا اور ایک قول یہ ہے کہ جالوت کو مسلط کیا' اس نے وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' بڑوں کو قتل کیا اور بچوں کو غلام بنا لیا' بیت المقدس کو ویران کر دیا' پھر ان کی توبہ کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام اور طالوت کے ذریعہ ان کو نجات دی' انہوں نے دوبارہ سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کے مجوسیوں کو ان پر مسلط کر دیا' جب ان کا لشکر یہودیوں کی قربان گاہ پر پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک جگہ خون مسلسل جوش سے اُبل رہا ہے' انہوں نے یہودیوں سے پوچھا: یہ کیسا خون ہے؟ یہودیوں نے کہا: ہماری ایک قربانی قبول نہیں ہوئی تھی یہ اس کا خون ہے' امیر لشکر نے کہا: تم نے جھوٹ بولا اور اس نے ستر ہزار یہودیوں کو قتل کر دیا اور وہ خون مسلسل بہتا رہا' امیر لشکر نے کہا: تم سچ سچ نہیں بتاؤ گے تو میں تم سے کسی شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا' تب انہوں نے کہا: یہ یحییٰ کا خون ہے' اس نے کہا: اسی وجہ سے تمہارا رب تم سے انتقام لے رہا ہے' پھر اس نے کہا: اے یحییٰ! میرے اور تمہارے رب نے جان لیا کہ تمہاری وجہ سے تمہاری قوم پر کیسی مصیبت آئی ہے' اب تم اللہ کے اذن سے پرسکون ہو جاؤ ورنہ تمہاری قوم کا کوئی فرد بھی زندہ نہیں رہے گا' پھر وہ خون بہنے سے رک گیا

ف۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر قسم کی عزت اور کرامت اور دنیا اور آخرت میں سعادت اور سرفرازی کا موجب ہے' اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ذلت اور خواری کا سبب ہے' بنی اسرائیل نے دو مرتبہ سرکشی اور نافرمانی کی تو وہ دو مرتبہ ذلیل کیے گئے' پہلی بار جالوت نے ان پر حملہ کر کے ان کو غلام بنا لیا اور دوسری بار مجوسیوں نے ان پر حملہ کر کے ان کو غلام بنا لیا' مسلمانوں کی تاریخ بھی یہی ہے' جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہے تو وہ دنیا میں کامیاب و کامران اور سرفراز رہے اور جب وہ اجتماعی طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بجائے نافرمانی کرنے لگے' انہوں نے تبلیغ اور جہاد کو چھوڑ دیا' ہندوؤں کی رسومات کو اپنے دین میں جذب کر لیا تو ہندوستان پر کئی صدیوں تک حکومت کرنے والے مسلمانوں کو انگریزوں نے اپنا غلام بنا لیا اور وہ ڈیڑھ سو سال تک ان کی غلامی میں مبتلا رہے' اور جس طرح اللہ نے بنی اسرائیل کی توبہ قبول کر کے انہیں پھر آزادی کی نعمت عطا فرمائی تھی' اسی طرح برصغیر کے مسلمانوں کو بھی ایک بار پھر موقع دیا اور ان کو آزادی کی نعمت سے نوازا اور پاکستان کی شکل میں انہیں ایک آزاد خطہ عطا فرمایا' لیکن ان کی روش پھر وہی ہے' سو اب بھی وقت ہے' اس سے پہلے کہ یہود کی طرح دوبارہ مسلمانوں پر بھی ذلت اور غلامی کے مصائب پلٹ آئیں' وہ اللہ' اس کے رسول اور قرآن کی طرف لوٹ آئیں

ف۷ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ آیت یہود کے احوال کے بیان میں ہے اور یہود آخرت کا انکار نہیں کرتے تھے' تو ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح مناسب ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہ لائے' ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر یہود جسمانی ثواب اور عذاب کا انکار کرتے تھے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہود کہتے تھے: "لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ" (آل عمران: ۸۰) ہمیں دوزخ کی آگ صرف چند دن چھوئے گی۔ اس لیے ان کا آخرت کے متعلق ایمان صحیح نہ تھا۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ

اسی طرح بُرائی کی دعا کرتا ہے اور انسان بہت جلد باز ہے ○ ۸ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے

فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا

پھر ہم نے رات کی نشانی مٹا دی اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیا تاکہ تم اپنے رب کا

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ

فضل تلاش کرو اور سالوں کی گنتی اور حساب کو جان لو اور ہم نے ہر چیز کو

فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ

تفصیل سے بیان کر دیا ہے ○ ۹ اور ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے ۱۰

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ

اور ہم قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا ○ اپنا اعمال نامہ پڑھ لو

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

آج تم خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کے لیے کافی ہو ○ ۱۱ جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی

يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ

فائدے کے لیے ہدایت کو اختیار کیا ہے اور جو شخص گمراہی کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا ۱۲ اور کوئی بوجھ اٹھانے

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

والا دوسروں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں ○ ۱۳

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا

اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں

ف۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان غصہ اور غضب میں کہتا ہے: اے اللہ! اس پر لعنت فرما' یا اس پر غضب فرما' اگر اس کی یہ دعا جلدی قبول کر لی جائے تو وہ ہلاک ہو جائے۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۶۲) ف۹ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے تمہارے لیے رات اور دن کی دو مختلف نشانیاں بنائی ہیں' رات کی نشانی اندھیرا ہے اور دن کی نشانی روشنی ہے' رات کو اس لیے بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو' اور دن کو اس لیے بنایا ہے کہ تم اس کی روشنی میں اس رزق کو تلاش کرو' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اور تا کہ تم رات اور دن کے اختلاف سے اپنے لیے ہفتہ کے دنوں' مہینوں اور سالوں کا شمار کر سکو اور رات اور دن کے اوقات کی تعیین کر سکو ف۱۰ انسان کے گلے میں "طائر" (اعمال نامہ یا نوشتہ تقدیر) کو لٹکانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو اس کے لیے مقدر کر دیا اور اس کے علم میں جن کا ہونا لازمی ہے' وہ انسان کے لیے لازمی ہیں اور وہ ان سے منحرف نہیں ہو سکتا' جیسا کہ حدیث میں ہے: قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے قلم اس کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے' عقل' عمر' رزق' تنگی اور فراخی' بیماری اور صحت ان میں سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے' یہ محض اللہ کی تقدیر سے ہیں' اور نیک اعمال اور بد اعمال انسان کے اختیار سے ہیں اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان اپنے اختیار سے کیسے عمل کرے گا' اس نے ان تمام اُمور کو لکھ کر انسان کے گلے میں لٹکا دیا یعنی یہ تمام اُمور اس کے لیے لازم کر دیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا' پھر ان پر اپنا نور ڈالا' پس جس شخص کو وہ نور پہنچ گیا وہ ہدایت پا گیا اور جس شخص نے اس نور سے خطاء کی وہ گمراہ ہو گیا' اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۴۲)
ف۱۱ یعنی انسان کی طرف اس کا حساب سونپ دیا جائے گا تا کہ وہ بندوں کے درمیان اللہ کے عدل اور فضل کو جان سکے' اور وہ یہ جان لے کہ اس کے خلاف اللہ کی حجت قائم ہے اور وہ اپنے اعمال کے مطابق سزا کا مستحق ہے اور وہ یہ جان لے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہوا ہے تو اللہ عزوجل کے فضل سے داخل ہوا ہے نہ کہ اپنے عمل کی وجہ سے اور اگر وہ دوزخ میں داخل ہوا ہے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۶) ف۱۲ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان اپنے اعمال میں مجبور نہیں ہے' اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ خواہ وہ نیک عمل کرے خواہ بُرے عمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے ہدایت کو اختیار کیا تو اس نے اپنے ہی فائدے کے لیے اختیار کیا اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو اس کی گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا ف۱۳ اس آیت سے اس چیز پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس جزیرہ میں توحید اور رسالت کے دلائل نہ پہنچے ہوں' ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہے' مگر تمام احکام شرعیہ پر ایمان لانا ضروری نہیں' اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آخرت میں انہی لوگوں کو عذاب ہوگا جن کے پاس رسول پہنچ گئے' سو جس علاقہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت کا پیغام نہیں پہنچا' ان پر دنیا میں عذاب نازل ہوگا اور نہ آخرت میں انہیں عذاب پہنچے گا۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۰۹)

فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ

سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں' پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں' سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں O ۱۴ اور ہم نے

الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ

نوح کے بعد کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا' اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے

بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ

اور دیکھنے کے لیے کافی ہے O جو شخص (صرف) دنیا کا طلب گار ہو ہم اس کو اسی دنیا میں سے جتنا ہم چاہیں

لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا

دے دیتے ہیں جس کے لیے ہم ارادہ کریں' پھر ہم اس کا ٹھکانا دوزخ کو بنا دیتے ہیں جس میں وہ مذمت کے ساتھ

مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

دھتکارا ہوا داخل ہو گا O ۱۵ اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہو اور اس کے لیے ایمان کے ساتھ

مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ

بھرپور کوشش کرے تو ان ہی لوگوں کی کوشش مشکور (مقبول) ہو گی O ۱۶ ہم آپ کے رب کی عطا سے اس کی

وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾

اور اس کی (ہر فریق کی) مدد کرتے ہیں' اور آپ کے رب کی عطا کسی سے رکی ہوئی نہیں ہے O

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ

آپ دیکھیے ہم نے کس طرح ان کے بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے' اور آخرت کے بہت بڑے درجات ہیں

دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ

اور اس کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے O ۱۷ (اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بنا کہ

ف ۱۴ اس آیت پر بہ ظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل میں کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے' پھر اس کی بنیاد اور جواز فراہم کرنے کے لیے وہاں کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتا ہے تاکہ وہ ان احکام کی نافرمانی کریں' پھر اللہ تعالیٰ ان پر آسمانی عذاب نازل فرما کر ان کو تباہ و برباد کر دے' اور ان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرماتا ہے کہ ان پر احکام نازل کیے جائیں اور وہ ان کی خلاف ورزی کریں تاکہ ان پر عذاب نازل کرنے کا جواز مہیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتا کہ اس کے بندوں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے' وہ صرف اس سے راضی ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت اور عبادت کی جائے اور بندوں کو اجر و ثواب دیا جائے' وہ فرماتا ہے: ''مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ'' (النساء: ۱۴۷) اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا' اگر تم شکر ادا کرتے رہو اور ایمان پر قائم رہو۔ شکر ادا کرنے کا معنی یہ ہے کہ بُرے کاموں کو ترک کیا جائے اور نیک کاموں کو دوام اور تسلسل کے ساتھ کیا جائے اور تاحیات ایمان کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے ف ۱۵ بعض انسان دنیا میں اپنے اعمال سے دنیا کی منفعتوں' لذتوں اور دنیا میں اقتدار اور حاکمیت کے حصول کا ارادہ کرتے ہیں' یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں کیونکہ ان کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کی تو ان کی اپنی سرداری اور چودھراہٹ جاتی رہے گی' اللہ تعالیٰ دنیا میں سے جتنا حصہ انہیں دینا چاہے' وہ ان کو دے دیتا ہے اور انجام کار آخرت میں ان کو جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ مذمت کیے ہوئے' دھتکارے ہوئے جہنم میں داخل ہوں گے ف ۱۶ اس آیت میں کسی شخص کی کوشش کے قبول ہونے کی تین شرطیں بیان فرمائی ہیں: ایمان' نیت' اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا صحیح طریقہ ف ۱۷ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ دیکھیے کس طرح ہماری عطا دین اور دنیا پر محیط ہے' ہم ایک مؤمن تک اپنی نعمتیں پہنچاتے ہیں اور دوسرے مؤمن پر دنیا تنگ کر دیتے ہیں' اسی طرح ہم ایک کافر پر اپنی نعمتیں کھول دیتے ہیں اور دوسرے کافر پر اپنی نعمتیں بند کر دیتے ہیں' اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا'' (الزخرف: ۳۲) ہم نے ہی ان کے درمیان دنیاوی زندگی کی روزی کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعضوں کو بعض پر درجات کی بلندی دی ہے تاکہ بعض دوسروں کو اپنا ماتحت اور تابع فرمان بنا سکیں۔ یعنی مال و دولت' جاہ و منصب اور عقل و فہم میں ہم نے اس لیے یہ فرق رکھا ہے تاکہ زیادہ مال والا کم مال والے کو اور بلند منصب والا کم منصب والے کو اور زیادہ عقل والا کم عقل والے کو اپنا ماتحت بنا سکے اور زیادہ مال دار تنگ دستوں سے کام لے سکے' اللہ تعالیٰ کی اسی حکمت بالغہ سے کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ اگر سب برابر ہوتے تو کوئی کسی کا کام کرنے کے لیے تیار نہ ہوتا' بلڈنگوں کے بنانے کے لیے مزدور ضروری ہیں' اسی طرح سڑکیں' پل اور کارخانے ان کے بغیر نہیں بن سکتے' جوتی کی مرمت کرنے والے' جوتی بنانے والے' جوتی فروخت کرنے والے' اسی طرح کپڑے بنانے والے' کپڑے سینے والے اور کپڑے دھونے والے ضروری ہیں' علیٰ ہذا القیاس۔ اس کائنات کے نظام کے لیے سب قسم کے لوگ ناگزیر ہیں اور اگر سب لوگ ایک درجہ کے ہوتے تو یہ نظام کائنات چل ہی نہیں سکتا تھا۔

مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ

تو ناکام اور مذمت کیا ہوا بیٹھا رہ جائے O ۱۸ اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا ۱۹ اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک

كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا

بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اُن کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب

كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ

سے بات کرنا O ۲۰ اور ان کے سامنے عاجزی اور رحم دلی کا بازو جھکائے رکھنا ۲۱ اور یہ دعا کرنا:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ

اے میرے رب! ان پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی O ۲۲ تمہارا رب بہ خوبی جانتا ہے جو

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ

کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے O اور

ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾

رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ان کو دیتے رہو ۲۳ اور اسراف اور فضول خرچ کرنے سے بچو O ۲۴

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ

بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ

رب کا بہت ہی ناشکرا ہے O اور اگر تم کو اپنے رب کی رحمت (وسعت رزق) کی توقع

ف۱۸ اس آیت میں بہ ظاہر سیدنا محمد ﷺ کو خطاب ہے اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی شان سے بہت بعید بلکہ محال ہے کہ آپ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک بنائیں' اس لیے مفسرین نے کہا: اس آیت میں بہ ظاہر آپ کی طرف نسبت ہے اور مراد آپ کی امت ہے' جیسے اس آیت میں ہے: "لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ" (الزمر: ۶۵) اگر (بالفرض) آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے ف۱۹ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی عبادت کا حکم دیا' پھر اس کے بعد متصل ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے حکم میں حسب ذیل حکمتیں ہیں: (۱) انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ایجاد ہے اور اس کا ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے سبب حقیقی کی تعظیم کا حکم دیا اور اس کے متصل بعد سبب ظاہری کی تعظیم کا حکم دیا (۲) اللہ تعالیٰ قدیم موجد ہے اور ماں باپ حادث موجد ہیں' اس لیے قدیم موجد کے متعلق حکم دیا کہ اس کی عبودیت کے ساتھ تعظیم کی جائے اور ماں باپ حادث موجد ہیں' اس لیے ان کے متعلق حکم دیا کہ ان کی شفقت کے ساتھ تعظیم کی جائے (۳) منعم کا شکر واجب ہے' منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے' سو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا' اور مخلوق میں سے اگر کوئی اس کے لیے منعم ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں سو ان کا شکر کرنا بھی واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۹۵۵) ف۲۰ یعنی تم اپنے ماں باپ سے گھن نہ کھانا' جس طرح ان کو تم سے گھن نہیں آتی تھی' وہ تمہارا بول و براز اٹھاتے تھے اور اس کی بدبو سے ناک نہ چڑھاتے تھے نہ تیوری پر بل ڈالتے تھے' وہ تم کو نجاست سے صاف کرتے تھے اور ان کو بُرا نہیں لگتا تھا' اسی طرح بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ان کے جسم سے کوئی ناگوار بو آئے تو تم ناگواری سے اُف تک نہ کرنا' اور جب ماں باپ کو اُف تک کہنا منع ہے تو ان کے ساتھ سخت لہجہ میں بات کرنا اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا یا ان کو مارنا بہ طریق اولیٰ منع ہے' انسان جب ماں باپ سے بات کرے تو نظر نیچی رکھ کر بات کرے اور پست آواز میں بات کرے' ایسے لہجہ میں بات نہ کرے جو توہین آمیز ہو' اور نہ کوئی ایسی بات کرے' جس سے ان کی حوصلہ شکنی ہو ف۲۱ پرندہ جب اپنے چوزہ کو اپنے جسم کے ساتھ ملانا چاہتا ہے تو اپنے پروں کو جھکا لیتا ہے' اس وجہ سے پروں کو جھکانے سے مراد ہوتی ہے بچہ کی اچھی پرورش کرنا اور یہاں یہ مراد ہے کہ اپنے ماں باپ کی اچھی طرح کفالت کرو اور ان کے خرچ کو اپنے خرچ سے ملا لو اور ان کو الگ نہ کرو' جس طرح انہوں نے تمہارے بچپن میں تمہارے خرچ کو اپنے خرچ سے الگ نہیں رکھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ جب پرندہ اڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو پھیلا لیتا ہے اور جب اڑان اور پرواز ختم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے پروں کو سکیڑ لیتا ہے اور جھکا دیتا ہے' اس وجہ سے بازو اور پر پھیلانا علو سے کنایہ ہے اور پروں کو جھکانا تواضع اور عجز اور انکسار سے کنایہ ہے' سو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اکڑ اور ترفع کے ساتھ نہ رہو بلکہ عجز اور تواضع کے ساتھ رہو ف۲۲ جب ہم نماز میں دعاء ابراہیم پڑھتے ہیں: "رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ" (ابراہیم: ۴۱) اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میرے ماں باپ کی' تو اس حکم پر عمل ہو جاتا ہے' اور جب انسان اپنے ماں باپ کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے گا تو اس کو بھی مغفرت اور رحمت حاصل ہوگی' یہ تو دراصل اپنے ہی حق میں رحمت اور مغفرت کی دعا ہے ف۲۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم والدین کے ساتھ نیکی سے فارغ ہو گئے تو اب تم پر واجب ہے کہ باقی رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بہ درجہ نیکی کرو' پھر مسکینوں اور مسافروں کے احوال کی اصلاح کرو اور قرابت داروں کو دو' بہ شرطیکہ وہ محروم ہوں' تنگ دست ہوں اور کمانے سے عاجز ہوں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک امیر اور خوش حال پر واجب ہے کہ وہ اپنے تنگ دست قرابت داروں پر بہ قدر ضرورت خرچ کرے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۵ ص ۳۷۵) ف۲۴ مال کو ضائع کرنا اور اس کو فضول اور بے فائدہ خرچ کرنا "تبذیر" ہے' عثمان بن اسود نے کہا: میں مجاہد کے ساتھ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا' انہوں نے ابوقبیس پہاڑ کی طرف دیکھ کر کہا: اگر کوئی شخص اس پہاڑ کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو وہ مسرفین میں سے نہیں ہے اور

تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دو ○ ف۲۵ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملامت زدہ اور درماندہ بیٹھے رہو ○

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

بے شک آپ کا رب جس کے لیے چاہے رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں

خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

کی بہت خبر رکھنے والا بہت دیکھنے والا ہے ○ ف۲۶ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم

نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا

ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی' بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے ○ اور زنا

الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

کے قریب نہ جاؤ' بے شک وہ بے حیائی ہے' ف۲۷ اور برا راستہ ہے ○ اور اس شخص کو قتل نہ کرو

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا

جس کے ناحق قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے' ف۲۸ اور جو شخص مظلوماً قتل کیا گیا ہم نے اس کے

لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

وارث کو قوت دی ہے' پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ بڑھے' ف۲۹ بے شک وہ مدد کیا ہوا ہے ○

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ ماسوا بہتر صورت کے حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو

اگر وہ ایک درہم بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ کرے تو وہ مسرفین میں سے ہے۔(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۲۸) ف۲۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تمہارا ہاتھ تنگ ہو اور تمہارا اپنا بہ مشکل گزارہ ہو اور تمہارے پاس اتنی گنجائش نہ ہو کہ تم ضرورت مندوں کی مدد کر سکو' اور تمہارے غریب رشتہ دار' مسکین اور مسافر تم سے سوال کریں تو ان کے ساتھ نرمی سے معذرت کرو اور سخت لہجے سے ان کو منع کرنے اور جھڑکنے اور ڈانٹنے سے اور بد اخلاقی کے ساتھ پیش آنے سے احتراز کرو ف۲۶ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا رب ہے' اور اس کی مخلوق میں سے جس کو جتنی رزق کی ضرورت ہے' وہ اس کو اتنا رزق عطا فرماتا ہے' یا جس کو جتنا رزق دینے میں اس کی مصلحت ہے اس کو اتنا رزق عطا فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ میرے بعض بندوں کی مصلحت میں صرف فقر ہے' اگر میں ان کو غنی کر دیتا تو ان کا دین فاسد ہو جاتا اور میرے بعض بندوں کی مصلحت صرف غنا میں تھی' اگر میں ان کو فقیر بنا دیتا تو ان کا دین فاسد ہو جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳) ف۲۷ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ یعنی ایسا کوئی کام نہ کرو جو زنا کا محرک ہو اور زنا کا باعث اور سبب بنے' مثلاً اجنبی عورتوں سے تعلق پیدا کرنا' ان سے خلوت میں ملاقات کرنا' ان سے ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرنا اور ان سے ہاتھ ملانا اور بوس و کنار کرنا' مغربی تہذیب میں یہ تمام اُمور عام ہیں اور زندگی کے معمولات میں داخل ہیں' اسی وجہ سے وہاں زنا بھی عام ہے' ساحل سمندر پر' پارکوں میں یہ سب ہوتا رہتا ہے اور آئے دن سڑکوں پر ناجائز بچے ملتے رہتے ہیں' جس طرح ہمارے ہاں کوئی شخص کثیر الاولاد ہوتا ہے' اسی طرح ان کے ہاں کوئی شخص کثیر الولدیت ہوتا ہے اور لوگ فخر سے بیان کرتے ہیں کہ میں محبت کی پیداوار ہوں' اسلام نے اسی بندش کے لیے عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیا اور عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول کو سختی سے روکا ہے ف۲۸ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کو جائز قتل کرنے کی صورت ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص نے دوسرے شخص کو ظلماً قتل کر دیا ہو' حالانکہ اس کے علاوہ قتل کرنے کی اور بھی صورتیں جائز ہیں' جو حسب ذیل ہیں: (۱) نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا (۲) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا (۳) مرتد کو قتل کرنا (۴) شادی شدہ زانی کو سنگسار کر کے قتل کرنا (۵) مسلمان کے قاتل کو قصاص میں قتل کرنا (۶) ایک خلیفہ منعقد ہونے کے بعد دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا (۷) قوم لوط کے عمل کرنے والے کو قتل کرنا (۸) جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو قتل کرنا (۹) ڈاکو کو قتل کرنا (۱۰) مسلمان کا اپنی جان یا مال کی حفاظت اور مدافعت میں قتل کرنا (۱۱) چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنا (۱۲) ذمی کے قاتل کو قتل کرنا۔ جان و مال کی حفاظت اور مدافعت میں قتل کرنے کے جواز کا بیان اس حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ بتایئے کہ اگر ایک شخص مجھ سے میرا مال چھیننا چاہے تو؟ فرمایا: اس کو اپنا مال مت دو' اس نے کہا: اگر وہ مجھ سے قتال کرے؟ فرمایا: تم بھی اس سے قتال کرو' اس نے کہا: یہ بتایئے اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ فرمایا: تو پھر تم شہید ہو' اس نے کہا: اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا: تو وہ شخص دوزخی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰) باقی ماندہ گیارہ صورتوں میں قتل کرنے کے جواز کے قرآن مجید اور احادیث سے صحیح دلائل' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۳ ص ۶۸۸۔ ۶۸۷ میں ملاحظہ فرمائیں ف۲۹ اس کا معنی یہ ہے کہ ولی صرف قاتل کو قتل کرے اور غیر قاتل کو قتل نہ کرے' جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک قتل کے بدلہ میں پورے قبیلہ کو قتل کر دیتے تھے' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قاتل کو صرف قتل کیا جائے' اس کو مثلہ نہ کیا جائے یعنی اس کے ہاتھ پیر اور اس کے دیگر اعضاء نہ کاٹے جائیں۔

أَشُدَّهٗ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿۳۴﴾ وَأَوْفُوا

پہنچ جائے اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا O اور جب تم ناپنے لگو

الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ

تو پورا پورا ناپو اور جب تم وزن کرو تو درست ترازو سے پورا پورا وزن کرو یہ بہتر ہے

وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ

اور اس کا انجام بہت اچھا ہے O ۳۰ع اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہ ہو بے شک کان

وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ

اور آنکھ اور دل ان سب سے (روزِ قیامت) سوال کیا جائے گا O ۳۱ع اور زمین میں اکڑ اکڑ

فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

کر نہ چلو ۳۲ع کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم طول میں پہاڑوں

طُولًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّا

تک پہنچ سکتے ہو O ان تمام کاموں کی برائی آپ کے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے O ۳۳ع یہ وہ حکیمانہ احکام

أَوْحٰىٓ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا

ہیں جن کی آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور (اے مخاطب!) اللہ کے ساتھ دوسرا عبادت کا مستحق نہ بنا

آخَرَ فَتُلْقٰى فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿۳۹﴾ أَفَأَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ

ورنہ تجھ کو ملامت زدہ اور پھٹکارا ہوا بنا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا O کیا بیٹوں کے لیے اللہ نے تم کو

بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا

منتخب کر لیا اور فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنا لیا؟ بے شک تم بہت سنگین بات کہہ

ف۳۰ ان دونوں آیتوں کی تفسیر' الانعام: ۱۵۲ میں گزر چکی ہے ف۳۱ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اعضاء سے سوال کیا جائے گا' اور سوال کرنا اس سے صحیح ہے جو صاحب عقل ہو اور ظاہر ہے یہ اعضاء صاحب عقل نہیں ہیں' لہٰذا ان اعضاء سے سوال کرنا بہ ظاہر درست نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان اعضاء سے مراد ہے: ان اعضاء والوں سے سوال کیا جائے گا' جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ" (یوسف: ۸۲) بستی سے پوچھو۔ اور اس سے مراد ہے: بستی والوں سے پوچھو۔ اسی طرح کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا' اس سے مراد ہے: کان' آنکھ اور دل والوں سے سوال کیا جائے گا: کیا تم نے اس چیز کو سنا ہے جس کا سننا جائز نہیں تھا' کیا تم نے اس چیز کو دیکھا جس کا دیکھنا جائز نہیں تھا' کیا تم نے اس چیز کا عزم کیا جس کا عزم جائز نہیں تھا ف۳۲ اس آیت میں تکبر اور اکڑ اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ اس حکم کو متضمن ہے کہ زمین میں تواضع اور انکسار سے چلنا چاہیے' اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے: "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا" (الفرقان: ۶۳) اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی کے ساتھ چلتے ہیں ف۳۳ زمین کو پھاڑنے اور پہاڑ تک پہنچنے سے مقصود یہ ہے کہ تم ایسے طاقت ور نہیں ہو کہ زمین پر قدم رکھو تو تمہارے زور سے زمین میں سوراخ ہو جائے اور نہ ایسے بلند قامت ہو کہ قدم اٹھاؤ تو تمہارا قدم پہاڑ تک پہنچ جائے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم تکبر کیوں کرتے ہو جب کہ تمہارے قدم رکھنے سے زمین میں سوراخ نہیں ہو سکتا' اور نہ تم طول میں پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو' تمہارے نیچے جامد زمین ہے اور تمہارے اوپر سخت پہاڑ ہیں' تم دونوں طرف سے محاط ہو' پھر تکبر کس بات پر کر رہے ہو اور تکبر کرنا اور اکڑ اکڑ کر چلنا' یہ ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

عَظِيْمًا ۝٤٠ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ
رہے ہو O ف۳۴ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں کئی طرح بیان فرمایا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (لیکن) اس اسلوب نے

إِلَّا نُفُوْرًا ۝٤١ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ إِذًا لَّابْتَغَوْا
بھی ان کے نفرت ہی کو زیادہ کیا O ف۳۵ آپ کہیے: اگر اللہ کے ساتھ اور معبود (بھی) ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ اب تک

إِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝٤٢ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا
عرش والے تک کوئی راہ ڈھونڈ چکے ہوتے O ان کی باتوں سے اللہ بہت پاک اور بہت

كَبِيْرًا ۝٤٣ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ
بلند ہے O ف۳٦ سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ
اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ف۳۷

إِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝٤٤ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ
بے شک وہ نہایت حلم والا' بہت بخشنے والا ہے O اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور

بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝٤٥ وَّجَعَلْنَا
ان لوگوں کے درمیان پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے O ف۳۸ اور ہم نے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَإِذَا
ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے' ف۳۹ اور جب

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى أَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝٤٦
آپ قرآن میں صرف اللہ وحدہٗ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتے ہوئے پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتے ہیں O

ف۳۴ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے خلاف ہے' دنیا میں مذمت اور ناکامی اور آخرت میں ملامت اور دخول نار کا موجب ہے اور اس آیت میں اس کی دوسری نظیر کی طرف متنبہ کیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے لیے اولاد کا قول کرتے ہیں' وہ اس سے بھی بڑی جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہیں' کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اولاد کی دو قسمیں ہیں اور جو قسم اعلیٰ اور اشرف ہے وہ مذکر اور بیٹا ہے اور جو قسم ادنیٰ اور ارذل ہے وہ مؤنث اور بیٹی ہے' پھر ان ظالموں نے اپنے لیے تو بیٹے مانے حالانکہ یہ علم اور قدرت کے لحاظ سے انتہائی عاجز اور ناقص ہیں بلکہ ان کے پاس جو کچھ بھی علم اور قدرت ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور اس میں وہ اسی کے محتاج ہیں' اور ان جہلاء نے اللہ کے لیے بیٹیاں مانیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی بے حد و حساب ہے اور اس کی قدرت بھی بے پایاں اور بے انتہاء ہے اور یہ ان لوگوں کا انتہائی جہل اور ظلم ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے شکوہ فرمایا: "اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝" (الطور:۳۹) کیا اللہ کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں؟ O "اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝" (النجم:۲۲-۲۱) کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہیں O یہ تو بہت ظالمانہ تقسیم ہے O ف۳۵ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی تھا کہ وہ قرآن پر غور و فکر کر کے اس پر ایمان لے آتے' لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ قرآن عظیم کے دلائل اور مثالوں میں غور و فکر کرنے کے بجائے اس سے دوری اور اس سے نفرت اختیار کریں گے' سو ایسا ہی ہوا ف۳٦ اس آیت کی تقریر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی متعدد خدا ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ملک اور اس کی سلطنت کو مٹانے کے لیے اس تک پہنچ چکے ہوتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف ہے' وہ ان کی شرکت کو نہیں مانتا بلکہ وہ ان کے خدا ہونے کا انکار کرتا ہے' ایسے میں ضروری تھا کہ وہ عرش پر حملہ بول دیتے اور اس کے واحد ہونے کے دعویٰ کو باطل کر دیتے اور وہ یہ ثابت کر دیتے کہ وہ حقیقت میں اس کے شریک ہیں لیکن جب کہ فی الواقع ایسا نہیں ہوا ہے اور اس کا کوئی مخالف اس کے عرش تک نہیں پہنچ سکا اور اس کے ملک اور اس کی سلطنت کا بال بیکا نہیں کر سکا' تو پھر اب یہ تسلیم کرنے میں کیا کسر رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے ف۳۷ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس تسبیح سے مراد تسبیح حالی ہے' لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے' قرآن مجید میں ہے: "اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝" (صٓ:۱۸) ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا' وہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح پڑھتے تھے O اگر اس تسبیح سے مراد حالی تسبیح ہو تو پہاڑوں کو مسخر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہر چیز کی حقیقتاً تسبیح کے متعلق یہ احادیث ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں کے پاس یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے بلند آواز سے اذان دیا کرو کیونکہ تمہاری آواز کو جہاں تک جن اور انس اور جو چیز بھی سنے گی وہ تمہاری آواز کی گواہی دے گی۔ (صحیح البخاری:٦۰۹) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (صحیح البخاری:۳۵۷۹) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں' جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم:۲۲۷۷) ف۳۸ یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی' جو رسول اللہ ﷺ کو اس وقت ایذاء پہنچاتے تھے جب آپ قرآن کریم پڑھتے تھے' اور وہ ابوسفیان' النضر بن الحارث' ابوجہل اور ابولہب کی بیوی ام جمیل تھے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے سے ان کی بصارت کو اس وقت سلب کر لیا' جب آپ قرآن پڑھتے تھے وہ آپ کے پاس آتے' آپ کے پاس سے گزرتے اور آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۱) ف۳۹ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے تو پھر وہ ایمان نہ لانے میں معذور ہیں' تو اب ایمان نہ لانے پر ان کی مذمت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے بغض اور عناد سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں اتنی گستاخی کا

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ

ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے قرآن کو سنتے ہیں جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں

نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

اور جب وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں جب ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے O ۴۷

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

دیکھیے یہ آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں، پس وہ ایسے گم راہ ہو گئے کہ اب (صحیح)

سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا

راستہ پر نہیں آ سکتے O اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر ہم کو از سرِ نو

جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ

بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا O آپ کہیے: تم پتھر بن جاؤ یا لوہا O یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے

فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ

خیال میں بہت سخت ہو تو عنقریب وہ کہیں گے: ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ آپ کہیے کہ وہی جس نے

اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ

تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا (تو) اس پر وہ آپ کی طرف (انکاراً) سر ہلائیں گے اور کہیں گے: تو یہ کب ہوگا؟

قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ

آپ کہیے: کیا تعجب ہے کہ وہ وقت قریب آ پہنچا ہو O جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے

وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ

چلے آؤ گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے O اور آپ میرے بندوں سے کہیے کہ وہی

جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے محروم کر دیا، ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ۴۷ بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی ﷺ پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ پر جادو کا اثر ہوا، حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اور ایک یہودی عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے، جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے، اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے: "اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا" (بنی اسرائیل: ۴۷) O جب ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں، جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى O" (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا O اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو اور اس سے نبی ﷺ کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی ﷺ پر بھی اثر ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادوگر کی جگہ پر مطلع فرما دیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تاکہ یہ واقعہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو اور اس سے آپ کو ضرر پہنچا ہو اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے، ان الفاظ کا حدیث میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۹) مزید تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۶ ص ۷۳۰ تا ۷۳۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔ ۴۹ مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے، اور ان کا شبہ یہ تھا کہ انسان کی موت کے کچھ عرصہ بعد اس کا جسم گل سڑ جاتا ہے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ٹوٹ جاتی ہیں اور کچھ وقت گزرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں، پھر ایک مردہ کے ذرات دوسرے مردہ کے ذرات کے ساتھ مخلوط ہو جاتے ہیں، پھر مرور زمانہ اور انقلابات سے یہ ذرات فضا میں بکھر جاتے ہیں تو قیامت کے دن یہ ذرات کیسے مجتمع ہوں گے اور ایک دوسرے سے کیسے متمیز اور ممتاز ہوں گے، پھر ان منتشر ذرات سے دوبارہ کس طرح جسم بنایا جائے گا اور اس کو زندہ کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان منتشر اور مختلط ذرات کو متمیز کرنا اس کے لیے مشکل ہے جس کا علم ناقص ہو اور ان کو مجتمع کر کے دوبارہ ایک زندہ جسم میں ڈھال دینا اس کے لیے مشکل ہے جس کی قدرت ناقص ہو، لیکن جس کا علم غیر متناہی اور جس کی قدرت بے اندازہ ہے اس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں، وہ تم کو اسی طرح دوبارہ زندہ کرے گا جس طرح پہلی بار تم کو عدم سے وجود میں لایا تھا۔

هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ

بات کہا کریں جو سب سے اچھی ہو ۴۲ بے شک شیطان ان کے درمیان پھوٹ ڈالتا ہے بالشبہ شیطان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ

انسان کا کھلا دشمن ہے○ تمہارا رب تمہیں بہت زیادہ جاننے والا ہے وہ اگر چاہے تو تم پر رحم

اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ

فرمائے اور وہ اگر چاہے تو تم کو عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا○ ۴۳ اور آپ کا رب

اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ

ان کو خوب جاننے والا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' اور ہم نے بعض نبیوں کو دوسرے بعض نبیوں

عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی○ ۴۴ آپ کہیے کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں

مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں سو وہ تم سے نہ کسی ضرر کو دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے کے (مالک ہیں)○ ۴۵

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں' ۴۶ بے شک آپ کے رب کے

مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے○ اور ہم ہر بستی کو قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں

ف۴۲ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر دلائل قائم کیے تھے اور نبی ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا تھا' اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر مشرکین کے شبہات کو زائل فرمایا تھا' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ میرے بندوں سے کہیے کہ جب مخالفین کو تبلیغ کرو تو ان کے سامنے نرمی' حسن اخلاق اور احسن طریقہ سے دلائل پیش کرو' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" (العنکبوت: ۴۶) اور اہل کتاب سے صرف احسن طریقہ سے بحث کرو ف۴۳ یعنی اگر اللہ چاہے تو تم کو ایمان' ہدایت اور معرفت کی توفیق دے دے اور اگر وہ چاہے تو حالت کفر میں ہی تمہاری روح قبض کرلے اور پھر تم کو عذاب دے' مگر اس کی مشیت تم کو معلوم نہیں ہے' اس لیے تم دین حق کی طلب میں پوری کوشش کرو اور ظلم اور باطل پر اصرار نہ کرو تا کہ تم ابدی سعادت سے محروم نہ ہو' پھر سیدنا محمد ﷺ سے فرمایا: ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا' یعنی آپ ان پر تشدد نہ کریں اور سختی کے ساتھ ان کو دین حق کی طرف نہ بلائیں ف۴۴ یعنی ہمارا علم صرف تم میں اور تمہارے احوال میں منحصر نہیں ہے' بلکہ ہمارا علم تمام موجودات اور معدومات اور تمام زمین اور آسمانوں کو محیط ہے' اور وہ ہر ہر شخص کو تفصیلاً جانتا ہے اور اچھائیوں اور بُرائیوں میں سے کیا چیز اس کے لائق ہے اور کیا نہیں' اسی وجہ سے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی' حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عنایت کی اور حضرت محمد ﷺ کو قرآن عطا فرمایا' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا محمد ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔ نبی ﷺ کی تمام انبیاء اور رسل پر افضلیت کی وجوہ کی آگاہی حاصل کرنے کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱ ص ۹۳۸ تا ۹۶۸ کو ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ العزیز ایمان کو جلاء نصیب ہوگی ف۴۵ اس آیت سے مقصود مشرکین کا رد کرنا ہے' وہ کہتے تھے: ہم خود اس لائق نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' بلکہ عبادت کے لائق تو مقربین ہیں یعنی اللہ کے فرشتے' پھر انہوں نے فرشتوں کے فرضی مجسمے اور بت بنا رکھے تھے اور تاویل سے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ بعض مفسرین نے کہا: وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تم سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ بت ضرر کو دور نہیں کر سکتے اور نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مشرکین کو دیکھتے ہیں کہ وہ بتوں کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور ان کی مراد پوری نہیں ہوتی' اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ تم بھی خدا کے آگے گڑگڑاتے ہو اور بعض اوقات تمہاری بھی مراد پوری نہیں ہوتی' اگر تم اس کے جواب میں یہ کہو کہ اللہ کو علم تھا کہ ہماری مراد ہمارے حق میں نقصان دہ تھی تو وہ کہیں گے کہ بتوں کو بھی علم تھا کہ ہماری مراد ہمارے لیے مضر تھی اور جس طرح تمہاری بعض مرادیں پوری ہوتی ہیں' اسی طرح ہماری بھی بعض دعائیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ مشرکین اور بت پرست اس کو مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کا خالق ہے' اور فرشتے' اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرنا لازم ہے اور مخلوق کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے ف۴۶ بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جنوں کی عبادت کرتے تھے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انسانوں میں سے بعض افراد جنات کے بعض افراد کی عبادت کرتے تھے' پھر وہ جن مسلمان ہو گئے اور وہ انسان بہ دستور ان جنات کی عبادت کرتے رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۴) اور جو جنات مسلمان ہو چکے تھے' وہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں وہ سب اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٥٨﴾

یا اس کو سخت عذاب دینے والے ہیں' یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے O ۴۷

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ

اور ہمیں (فرمائشی) معجزات بھیجنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ پہلے لوگ ان کو جھٹلا چکے ہیں' ۴۸

وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ

اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی جو بصیرت افروز (نشانی) تھی' ۴۹ سو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لیے

إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿٥٩﴾ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا

معجزات بھیجتے ہیںO اور جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ آپ کے رب نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے' اور ہم نے آپ کو

الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي

(شب معراج) جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا ۵۰ اور اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت

الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ﴿٦٠﴾ وَإِذْ قُلْنَا

کی گئی ہے ۵۱ اور ہم انہیں ڈرا رہے ہیں' سو ہمارا ڈرانا تو صرف ان کی سرکشی کو ہی بہت بڑھاوا دے رہا ہےO اور (یاد کیجئے) جب

لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ

ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' اس نے کہا: کیا میں اس کو

خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ

سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہےO ۵۲ اس نے کہا: اچھا دیکھ لے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے' اگر تو نے

أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ

مجھے روزِ قیامت تک کی مہلت دی تو میں اس کی اولاد کو ضرور قابو میں کر لوں گا سوا چند لوگوں کےO ۵۳ فرمایا:

ف۴۷ قتادہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر سے ہے' جس سے فرار کا کوئی ذریعہ نہیں ہے' یا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے ان کو ہلاک کر دے گا یا اس بستی پر عذاب نازل فرمائے گا' جس سے وہ بستی نیست و نابود ہو جائے گی' (مؤمنین کو موت سے ہلاک کرے گا اور سرکش کافروں کو عذاب سے) عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے کہا: جب کسی بستی میں علی الاعلان زنا ہوگا اور سود کھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کو ہلاک کرنے کی اجازت دے دے گا۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۳۳) ف۴۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے لیے کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیں اور اس جگہ سے پہاڑوں کو ہٹا دیں تا کہ وہ اس جگہ کھیتی باڑی کر سکیں تو آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو مہلت دینا چاہتے ہیں تو ہم ان کو مہلت دے دیں اور اگر آپ ان کی فرمائش پوری کرنا چاہتے ہوں تو ہم ان کی فرمائش پوری کر دیں لیکن اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو پھر ان کو ہلاک کر دیا جائے گا جیسا کہ پچھلی قوموں کے کفار کو ہلاک کر دیا گیا تھا' آپ نے کہا: بلکہ ان کو مہلت دے دے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۶۹۰۴) ف۴۹ بصیرت افروز کا معنی یہ ہے کہ جو شخص پتھر سے اونٹنی کے نکلنے اور اس کی دیگر نشانیوں پر غور و فکر کرے گا' وہ حضرت صالح علیہ السلام کے دعوتِ نبوت کے صدق کو تسلیم کر لے گا ف۵۰ "رؤیا" کے معنی میں اختلاف ہے' اکثریت نے یہ کہا ہے کہ لغت کے اعتبار سے رؤیت اور رؤیا میں کوئی فرق نہیں ہے' کہا جاتا ہے: "رایت بعینی رویتہ ورویا" میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا' دیکھنا' اور کم لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ معراج کا پورا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا اور یہ قول ضعیف اور باطل ہے اور اس مشاہدہ کے آزمائش ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا تو مشرکین نے بڑی شد و مد سے انکار کیا اور جو مسلمان تھے' وہ اپنے ایمان پر قائم رہے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور اگر یہ واقعہ صرف خواب کا ہوتا تو پھر کسی کو اس کے انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ واقعہ لوگوں کی آزمائش کس طرح ہوتا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۱۱) ف۵۱ اس آیت میں فرمایا ہے: اس درخت پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے حالانکہ قرآن میں اس لعنت کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں اس درخت کو کھاتے وقت کفار اس پر لعنت کریں گے یا اس سے مراد ہر وہ طعام ہے جس کا ذائقہ مکروہ ہو اور وہ نقصان دہ ہو' اس کو عرب ملعون کہتے ہیں اور سورۃ الدخان اور الصّٰفّٰت میں اس کا بدذائقہ اور مکروہ ہونا بیان فرمایا ہے ف۵۲ اس آیت کی تفسیر' البقرہ: ۳۴۔۳۰' الاعراف: ۲۵۔۱۱' الحجر: ۴۴۔۲۶ میں ہو چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں ف۵۳ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: میں ان پر ضرور غالب آ جاؤں گا' مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: میں ان پر ضرور حاوی رہوں گا۔

اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

چلا جا! ان میں سے جنہوں نے تیری پیروی کی تو بے شک جہنم تمہاری سزا ہے پوری پوری سزا ○

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ

تو ان میں سے جن کو اپنی آواز کے ساتھ پھسلا ۵۴ سکتا ہے پھسلا دے ۵۵ اور ان پر اپنے سواروں

بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ

اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر دے ۵۶ اور ان کے اموال ۵۷ اور اولاد میں شریک ہو جا ۵۸ اور ان سے وعدے کر

وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ

اور شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے وہ دھوکا ہوتا ہے○ بے شک میرے (سچے) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں

سُلْطٰنٌ وَكَفٰی بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ

ہو گا' اور آپ کے لیے آپ کا رب کافی کارساز ہے○ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں

فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا

کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو بے شک وہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے○ ۵۹ اور سمندر میں جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ

تم پر کوئی آفت آتی ہے تو جن کی تم عبادت کرتے تھے وہ سب گم ہو جاتے ہیں ماسوا اللہ کے' پھر جب وہ تم کو

اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ

بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم (اس سے) اعراض کر لیتے ہو' اور انسان بہت ناشکرا ہے○ ۶۰ کیا تم اس سے بے خوف

بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی کسی جانب دھنسا دے یا تمہارے اوپر پتھر برسائے' پھر تم اپنے لیے

۵۴ اس کا معنی ہے: ان کو ڈگمگا دے اور گرا دے اس کا اصل معنی ہے: قطع کرنا' جب کپڑا پھٹ جائے تو کہتے ہیں: "تفـزز الثوب" اس کا معنی ہے کہ ان کو حق سے منقطع کر دے ۵۵ ہر وہ شخص جو کسی کو اللہ کی معصیت کی طرف بلاتا ہے' وہ شیطان کی آواز ہے' موسیقی' فحش گانے' ڈش' ٹی۔وی' وی۔سی۔آر اور ریڈیو کے رنگارنگ پروگرام' یہ سب شیطان کی آوازیں ہیں' البتہ قرآن مجید اور احادیث کا بیان' دینی معلوماتی پروگرام اور فقہی مسائل کا بیان اور ملکی اور بین الاقوامی خبریں اس سے مستثنیٰ ہیں ۵۶ سعید بن جبیر اور مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو سوار اور جو پیادہ اللہ کی معصیت میں سواری پر جائے یا پیدل جائے' وہ ابلیس کا سوار اور اس کا پیادہ ہے ۵۷ شیطان کی لوگوں کے اموال میں شرکت کا معنی یہ ہے کہ شیطان کے بہکانے سے لوگ چوری' ڈاکے' لوٹ مار اور بھتوں کے ذریعہ مال بنائیں' رشوت لیں' سرکاری مال خورد برد کریں' سرکاری دفاتر سے تنخواہ لیں اور کام نہ کریں' بغیر صلاحیت کے اور بغیر میرٹ کے جعلی سندوں اور سفارش سے ملازمت حاصل کریں' چور بازاری' ذخیرہ اندوزی اور اسمگلنگ کے ذریعہ مال کمائیں' شراب' ہیروئین' افیم اور چرس وغیرہ فروخت کریں' مضر صحت اشیاء بنائیں اور نقلی دوائیں فروخت کریں' دو نمبر مال بنائیں' جعلی کرنسی کا کاروبار کریں' سود لیں' ملکی اور قومی سودوں میں کمیشن کھائیں' ناقص میٹریل لگا کر بلڈنگیں' سڑکیں اور پل بنائیں' کسی بڑے منصوبہ کے لیے غیر ممالک سے قرض لیں اور رقم کھا جائیں' قومی ضروریات کے لیے عوام سے پیسہ لیں اور ہڑپ کر جائیں ۵۸ اولاد میں شرکت کا معنی یہ ہے کہ لوگ شیطان کے ورغلانے سے اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہ دیں اور ان کو دینی اقدار نہ سکھائیں' ان کو مشنری اسکول میں پڑھائیں' جب بچے کی آنکھ کھلے تو اس کی نظر ڈش کے پروگراموں پر ہو' وہ اپنے گھر سے ہی تمباکو نوشی سیکھ لے اور باہر جا کر ہیروئین کا عادی ہو جائے' اس کو تو جوانی میں ہی جوئے اور مار پیٹ کی لت پڑ جائے' مار دھاڑ اور ڈکیتی کی فلمیں دیکھ کر اور جنسی ہیجان خیز فلمیں دیکھ کر اس کو بھی ان کاموں کا شوق چرائے' اگر اس کے ماں باپ مر جائیں تو وہ اس قابل بھی نہ ہو کہ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکے۔ قرآن کی تلاوت کر کے ان کو ثواب پہنچا سکے' قبر پر جا کر ان کے لیے مغفرت کی دعا کر سکے کیونکہ یہ سب تو اس کو ماں باپ نے سکھایا ہی نہیں ۵۹ ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر دلائل ذکر فرمائے ہیں اور اپنی قدرت' اپنی حکمت اور اپنی رحمت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے سمندر کو تمہارے سفر کے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم سمندری سفر کے ذریعہ دور دراز علاقوں میں جا سکو اور ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں سے واقف ہوں اور ان کی تہذیب اور تمدن سے آگاہ ہوں اور ان کی ضروریات سے مطلع ہو کر وہاں سامانِ تجارت لے جائیں اور اس طرح ان کی روزی اور معاش کا بندوبست ہو ۶۰ یعنی سمندری سفر میں تمہیں غرق ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے تو اس وقت تم نہ کسی بت سے فریاد کرتے ہو نہ سورج اور چاند سے بلکہ اس حال میں تم صرف اللہ سے فریاد کرتے ہو اور جب اس حالت میں اللہ تعالیٰ تمہیں سمندر میں غرق ہونے سے بچا لیتا ہے اور تم خشکی پر سلامتی سے پہنچ جاتے ہو تو پھر تم اخلاص کے ساتھ اللہ پر ایمان لانے سے اعراض کرتے ہو اور انسان بہت ناشکرا ہے۔

وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ

کوئی کارساز نہ پاؤ O ۶۱ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ (سمندری سفر پر) بھیج دے

عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

پھر تم پر تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تم کو غرق کر دے پھر تم اس (ڈوبنے) پر ہمارے خلاف کوئی

لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ

چارہ جوئی کرنے والا نہ پاسکو O ۶۲ بے شک ہم نے اولادِ آدم کو فضیلت دی اور ان کو خشکی اور سمندر کی

وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ

سواریاں دیں اور ان کو طیب چیزوں سے رزق دیا ۶۳ اور ان کو ہم نے اپنی مخلوق میں سے

خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ ع يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ

بہت سوں پر فضیلت دی ہے O ۶۴ جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے سو جن

اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے اعمال ناموں کو پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم

فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

نہیں کیا جائے گا O ۶۵ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور (حق)

وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ

راستے سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا O ۶۶ اور قریب تھا کہ وہ آپ کو اس چیز سے لغزش دے دیتے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی

اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ

فرمائی ہے تا کہ آپ اس (وحی) کے علاوہ کوئی اور بات ہم پر گھڑ دیں اور تب یہ لوگ ضرور آپ کو اپنا دوست بنالیتے O اور اگر (بالفرض)

ف ۶۱ "خسف" اور "خسوف" کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہونا' کہا جاتا ہے: "عین من الماء خاسفة" چشمہ کا پانی زمین میں دھنس رہا ہے' یعنی کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ خشکی میں آنے پر تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی اور تم کو خشکی کی کسی جانب میں دھنسا نہیں دیا جائے گا' یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح اس پر قادر ہے کہ تم کو سمندر میں پانی کے اندر غرق کر دے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم کو زمین کے اندر دھنسا دے' پھر جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ زمین کے نیچے سے تم کو عذاب میں مبتلا کرے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ زمین کے اوپر سے تم پر عذاب نازل کرے ع اور تیز ہوا کے ساتھ تم پر کنکریاں برسائے اور پھر تم اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاسکو ف ۶۲ جب ایک بار انسان کو اللہ تعالیٰ کسی مصیبت سے نجات دے دے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور دوبارہ ایسے بُرے کام نہ کرے' جن کی وجہ سے اس پر وہ مصیبت آئی تھی اور اس بات سے بے خوف نہ ہو کہ اب دوبارہ اس پر وہ مصیبت نہیں آئے گی ف ۶۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر متعدد وجوہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کی بعض اہم وجوہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے صرف انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا' "وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" (البقرہ: ۳۰) (۲) اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کے پہلے فرد کو فرشتوں سے زیادہ علم عطا فرمایا اور فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا۔ (البقرہ: ۳۳-۳۱) (۳) تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے لفظ "کُن" سے پیدا کیا اور انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا' قرآن مجید میں ہے: "قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ" (ص: ۷۵) فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا' جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ف ۶۴ اس کا معنی یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں' جن پر انسان کو فضیلت نہیں دی اور وہ فرشتے ہیں بلکہ (بعض) فرشتے انسان سے افضل ہیں۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام' رسل ملائکہ (یعنی حضرت جبرئیل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل) سب سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عام انسانوں سے افضل ہیں اور تمام انسان یعنی نیک مسلمان عام فرشتوں سے افضل ہیں اور کفار اور فساق اور فجار سے تمام فرشتے بھی افضل ہیں ف ۶۵ اس آیت میں امام سے مراد ہر شخص کا اعمال نامہ ہے' اس کی تائید میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کا جسم ساٹھ ہاتھ کر دیا جائے گا' اور اس کا چہرہ سفید کر دیا جائے گا اور اس کے سر پر چمکتے ہوئے موتیوں کا تاج پہنایا جائے گا' اور وہ اپنے اصحاب کے پاس جائے گا' وہ اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے: اے اللہ! ہم کو بھی ایسا کر دے اور ہم کو اس میں برکت دے' حتیٰ کہ وہ شخص ان کے پاس پہنچ کر کہے گا: خوش خبری لو تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا' اور رہا کافر تو اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا اور اس کا جسم حضرت آدم کی صورت کے مطابق ساٹھ ہاتھ کر دیا جائے گا' اور اس کو (ذلت کا) ایک تاج پہنایا جائے گا' اور اس کے اصحاب اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے: ہم اس کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں' اے اللہ! اس کو ہمارے پاس نہ لانا' جب وہ ان کے پاس آئے گا تو وہ کہیں گے: اے اللہ! اس کو ذلیل کر' وہ کہے گا: اللہ تم کو دور کر دے' تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۳۶) ف ۶۶ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے' جو شخص دنیا میں اس کی معرفت سے اندھا رہا' وہ آخرت میں بھی اللہ کے اوصاف سے اندھا رہے گا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۶۵)

اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے ○ ۶۷ تو اس وقت ہم آپ کو

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

دنیا کی زندگی میں دگنا مزہ چکھاتے اور دگنا مزہ موت کے وقت' پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے ○ ۶۸

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا

اور بے شک قریب تھا کہ وہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تاکہ آپ کو اس سے

لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

باہر کر دیں' ۶۹ پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت کم عرصہ ٹھہر پاتے ○ ۷۰ آپ سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے تھے

مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ

ان کے لیے بھی یہی دستور تھا' اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ○ آپ سورج ڈھلنے سے لے کر

الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ

رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں' اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں' بے شک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے

مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ

حاضر ہوتے ہیں ○ ۷۱ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں' جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے' ۷۲ عنقریب آپ کا رب

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ

آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا ○ ۷۳ اور آپ کہیے: اے میرے رب! تو مجھے جہاں بھی داخل کرے مجھے سچائی کے راستہ میں داخل کرنا اور

اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾

تو مجھے جہاں سے بھی باہر لائے سچائی کے راستہ سے باہر لانا ۷۴ اور میرے لیے اپنے پاس سے وہ غلبہ عطا فرما جو میرا مددگار ہو ○

وف ۶۷ ان آیتوں میں ان مصائب اور آزمائشوں کی طرف اشارہ ہے جو کئی برسوں سے نبی ﷺ کو پیش آ رہے تھے' مشرکین مکہ سر توڑ کوشش کر رہے تھے کہ آپ کو دین اسلام کی دعوت سے باز رکھیں اور کسی نہ کسی طرح آپ کے استقلال اور عزم و ہمت میں کچھ لچک اور نرمی پیدا کریں' اور اگر آپ بالکل ان کے ہم نوا نہ ہوں تو کم از کم اتنا ہو جائے کہ آپ ان کے باطل خداؤں کی مذمت نہ کریں' اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے' آپ کو سیم و زر کے لالچ بھی دیے' عرب کی خوب صورت دوشیزاؤں کی پیش کش بھی کی' دھمکیاں بھی دیں' معاشی دباؤ بھی ڈالا' تین سال تک شعب ابو طالب میں محصور کر دیا اور باہر سے غلہ پہنچنے پر پابندی لگا دی' آپ اور آپ کے اصحاب پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی اور آپ کے ساتھ وہ سب کچھ کر ڈالا جو آپ کے عزم اور حوصلہ کو پست کرنے کے لیے کیا جا سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام امتحانوں میں آپ کو کامیاب اور سرخرو رکھا' مشرکین طرح طرح کی ترغیبات سے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو' وہ صرف اپنی ذاتی طاقت کے بل بوتے پر باطل کی قوتوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا' جب تک کہ اللہ کی مدد اور اس کی توفیق شامل حال نہ ہو' انسان کسی امتحان اور کسی آزمائش میں کامیاب نہیں ہو سکتا' یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پختہ حوصلہ اور عزم و استقلال تھا کہ نبی ﷺ باطل کے ان تمام طوفانوں کے سامنے حق و صداقت کے مسلک پر پہاڑ کی طرح جمے رہے اور کوئی بڑی سے بڑی آزمائش کا سیلاب بھی آپ کو اپنی جگہ سے سر مو ہٹا نہیں سکا۔ وف ۶۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں لیکن اس آیت میں تعریض ہے اور آپ کی امت کو ڈرایا گیا ہے تاکہ مؤمنین میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شرائع میں کسی مشرک کی طرف مائل نہ ہو۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۶۹) وف ۶۹ اس آیت کی تفسیر میں قتادہ نے کہا: یہ اہل مکہ تھے جنہوں نے نبی ﷺ کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا اور اگر وہ ایسا کرتے تو پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی' یعنی وہ بھی مکہ میں نہ رہ سکتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو نکالنے سے روک دیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو مکہ سے نکلنے کا حکم دیا' پھر نبی ﷺ کے مکہ سے جانے کے بعد یہ بہت کم عرصہ مکہ میں رہ سکے' حتیٰ کہ جنگ بدر میں کافی مشرکین مارے گئے اور کافی قید ہو گئے' پھر آٹھ سال بعد نبی ﷺ نے مکہ کو فتح کر لیا۔ وف ۷۰ شروع میں تو یہ صرف ایک دھمکی معلوم ہوتی تھی' مگر تقریباً نو سال کے عرصہ بعد یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صادق ہو گئی۔ وف ۷۱ ''دلوک'' سے مراد سورج کا نصف النہار سے زائل ہونا ہے' الازہری نے کہا: جب ''دلوک الشمس'' سے مراد زوال شمس سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت ہو گا تو اس میں ظہر اور عصر داخل ہوں گی' اس کے بعد فرمایا: رات کے اندھیرے تک' اس میں مغرب اور عشاء داخل ہیں' پھر فرمایا: ''وقرآن الفجر'' اس میں فجر کی نماز آ گئی' اس طرح یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہو گئی۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۷۲) وف ۷۲ ابو امامہ' حسن اور مجاہد نے کہا: تہجد کی نماز فرض پر زائد ہے اور خود فرض نہیں ہے اور یہ صرف نبی ﷺ کے لیے نفل ہے' مجاہد نے کہا: چونکہ آپ اپنی اگلی اور پچھلی زندگی میں مغفور ہیں تو جو چیز بھی آپ کے فرائض پر زائد ہو وہ آپ کے لیے نفل اور فضیلت ہے اور آپ کے غیر کے لیے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۷۶) وف ۷۳ مقام محمود کے سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سورج قریب آ جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا' وہ اسی حال میں ہوں گے' پھر حضرت آدم سے فریاد کریں گے' پھر حضرت موسیٰ سے' پھر محمد ﷺ سے' پھر آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے' پھر آپ جا کر جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑ لیں گے' پس اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۷۵) وف ۷۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مکہ میں تھے' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یعنی مجھے صدق کے ساتھ مدینہ میں داخل کر اور صدق کے ساتھ مدینہ سے باہر لا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۷۷)

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

اور آپ کہیے: حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا' اور بے شک باطل تھا بھی نابود ہونے والا O ۷۵

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو مؤمنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے' ۷۶ اور ظالموں

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ

کے لیے سوا نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوتی O اور جب ہم انسان کو کوئی انعام دیتے ہیں تو وہ (بجائے شکر کے) منہ پھیر

نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى

لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے' ۷۷ اور جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے O آپ کہیے کہ ہر شخص اپنے طریقہ اور

شَاكِلَتِهٖ ۗ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے' ۷۸ (تو اے مسلمانو!) تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ ہدایت والے طریقہ پر ہے O اور یہ لوگ

الرُّوْحِ ۗ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا

آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے' اور تم کو محض تھوڑا سا علم

قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ

دیا گیا ہے O ۷۹ اور اگر (بالفرض) ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے'

لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۗ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ

پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کو کوئی حمایتی نہ مل سکے O ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے' بے شک آپ پر اللہ کا بہت

عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا

بڑا فضل ہے O ۸۰ آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل

۷۵ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے گرد ۱۶۳ (ایک سوتریسٹھ) بت تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی' آپ وہ چھڑی ان بتوں پر مارتے ہوئے فرماتے: ''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا O'' (صحیح البخاری: ۴۷۲۰' سنن الترمذی: ۳۱۳۴) ۷۶ قرآن مجید روحانی امراض کے لیے شفاء ہے اور جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے۔ روحانی امراض عقائد فاسدہ اور اعمال فاسدہ کے لیے اس کا شفاء ہونا تو واضح ہے اور قرآن کے جسمانی امراض کے لیے شفاء ہونے کی مؤید یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی تھی' اس مرض میں آپ اپنے اوپر ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھ کر دم فرماتے تھے اور جب آپ زیادہ بیمار ہو گئے تو میں پڑھ کر دم کرتی تھی' اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ (صحیح البخاری: ۵۷۵۱) ۷۷ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نوع انسان کے اکثر افراد کا یہ حال ہے کہ جب انہیں اپنا مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو جاتے ہیں اور بغاوت اور سرکشی پر اتر آتے ہیں' اور جب اللہ تعالیٰ ان کی ناشکری کی وجہ سے ان سے وہ نعمت چھین لیتا ہے یا ان کے ظلم اور جرم کی پاداش میں ان پر کوئی مصیبت نازل کرتا ہے تو پھر وہ مایوس ہو جاتے ہیں ۷۸ ''الشاكلة'' کے معنی ہیں: طریقہ' مذہب' فطرت' مزاج' یعنی ہر شخص اپنی فطرت اور مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے' پس جن لوگوں کی روحیں نیک اور پاک ہیں ان پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان میں قرآن مجید کے تقاضوں پر عمل کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی سرشت اور اٹھان تقویٰ اور طہارت پر ہوتی ہے' اور جن کی روحیں ناپاک اور مکدر ہوتی ہیں' ان پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان میں گمراہی اور سرکشی کا اظہار ہوتا ہے' جیسے بارش اگر زرخیز زمین پر ہو تو اس میں سبزہ اور ہریالی اور زیادہ ہوتی ہے اور بنجر اور شور زمین پر ہو تو اس کی خرابی اور زیادہ ہو جاتی ہے ۷۹ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں جا رہا تھا' آپ ایک شاخ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' اس وقت وہاں سے کچھ یہود گزرے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو' اس نے کہا: تمہیں ان سے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے' دوسرے نے کہا: وہ تم کو ایسا جواب نہ دیں جو تم کو ناپسند ہو' پھر انہوں نے کہا: ان سے سوال کرو' سو انہوں نے آپ سے سوال کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا' میں سمجھ گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے' میں اپنی جگہ کھڑا رہا' پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۷۲۱) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں دیا گیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیا گیا۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ آپ اللہ کے محبوب ہیں اور تمام کائنات کے سردار ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جس کا آپ کو علم نہیں تھا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱) ۸۰ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بہت کم علم دیا ہے' اور اس آیت میں فرمایا: اگر اللہ چاہے تو لوگوں کے دلوں سے اس کم علم کو بھی نکال لے۔ بایں طور کہ دلوں سے اس علم کو مٹا دے اور کتابوں سے بھی اس کو محو کر دے' اگرچہ ایسا ہونا عادت کے خلاف ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے یعنی اس وحی کا سینوں اور صحیفوں میں باقی اور محفوظ رہنا صرف آپ کے رب کی رحمت اور اس کے فضل سے ہی ہو سکتا ہے اور چونکہ قرآن مجید مسلمانوں کے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ ہے' اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کے رب کی رحمت اور اس کا فضل آپ کے شامل حال ہے۔

بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے

ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

مددگار ہوں O ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں

فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ

مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا (ہر چیز کا) انکار کر دیا O ۸۱ اور انہوں نے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ

لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ

آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں O یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو

عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا

پھر آپ ان کے درمیان سے بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں O یا جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں ہم پر آسمان کو

زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ یَكُوْنَ

ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے (بے حجاب) لے آئیں O یا آپ کے

لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ

لیے سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر (بھی) ہرگز ایمان نہیں لائیں گے

حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

حتیٰ کہ آپ ہم پر کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں؛ ۸۲ آپ کہیے: میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک

بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى

بشر ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے O ۸۳ اور لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ جب بھی ان کے پاس ہدایت

ف۸۱ اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ سیدنا محمد ﷺ نے بنالیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو چیلنج دیا کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم اور جنات مل کر ایسا کلام بنا کر لے آؤ' لیکن وہ اس سے عاجز رہے' پھر فرمایا: چلو اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ (ھود: ۱۳) وہ اس سے بھی عاجز رہے' پھر فرمایا: چلو اس کی کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لے آؤ۔ (البقرہ: ۲۳) وہ اس سے بھی عاجز رہے۔ پھر فرمایا: چلو اس کی ایک آیت کی مثل بنا کر لے آؤ۔ (الطور: ۳۴) وہ اس سے بھی عاجز رہے اور اس کے باوجود ایمان نہیں لائے

ف۸۲ نبی ﷺ سے کفار مکہ نے چند معجزات کا مطالبہ کیا کہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے پیچھے دھکیل دیا جائے اور آپ پر فرشتے نازل کیے جائیں وغیرہ وغیرہ اور یہ ان کی اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے کی حکمت سے ناواقفیت تھی کہ اس کے بندے رسولوں کی تصدیق کریں اور دلائل میں غور وفکر کر کے ایمان لائیں اور اس وجہ سے ان کو ثواب ملے' اور اگر تمام حجابات اٹھا دیئے جاتے اور ان کو رسولوں کی بعثت کا بداہتاً علم ہو جاتا تو پھر ثواب اور عذاب دینے کی حکمت ہی باطل ہو جاتی کیونکہ جس کام میں انسان کے غور وفکر کا کسب نہ ہو' اس پر اس کو اجر نہیں دیا جاتا' اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت پر ایسے معجزات اور دلائل فراہم کیے جن میں انسان کے غور وفکر کا دخل ہو اور وہ ان دلائل میں غور وفکر کر کے نبی ﷺ کی تصدیق کرے تا کہ اس کو اجر کا مستحق قرار دیا جا سکے۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۴۷)

ع ۹ / ۱۰

ف۸۳ رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ضرور ہیں لیکن افضل البشر ہیں اور آپ کے کسی وصف میں کوئی آپ کا مماثل نہیں۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی رضوی لکھتے ہیں: رسول اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۹' شرح عقائد نسفی ص ۱۷) شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں: کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا' البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۳) شیخ انبیٹھوی کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ کے مماثل اور مساوی ہیں لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے' وہ حامل وحی ہوتے ہیں' فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں' اس لیے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں' کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے' اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے۔

إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾ قُل لَّوْ كَانَ فِى ٱلْأَرْضِ

آئی تو انہوں نے کہا: کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے○ آپ کہیے: اگر زمین میں فرشتے

مَلَٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَلَكًا

بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ ہی رسول بنا کر

رَّسُولًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًۢا بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ بِعِبَادِهِۦ

نازل کرتے ○ آپ کہیے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے' بے شک وہ اپنے بندوں کی

خَبِيرًۢا بَصِيرًا ﴿٩٦﴾ وَمَن يَهْدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن

بہت خبر رکھنے والا اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے○ ۸۴ اور جس کو اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے' اور جس کو وہ گم راہ

تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِهِۦ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ عَلَىٰ

کر دے تو ان کے لیے آپ اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں پائیں گے' اور ہم قیامت کے دن ان کو ان کے مونہوں کے

وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَّأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَٰهُمْ

بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے' گونگے اور بہرے ہوں گے' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' ۸۵ جب بھی وہ بجھنے لگے گی

سَعِيرًا ﴿٩٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَقَالُوٓا۟ أَءِذَا كُنَّا

تو ہم اس کو ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے○ ان کی یہ سزا اس بناء پر ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا

عِظَٰمًا وَرُفَٰتًا أَءِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿٩٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّ

اور کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ازسرنو پیدا کر کے ضرور اٹھائے جائیں گے○ کیا انہوں نے اس پر

ٱللَّهَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰٓ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ

غور نہیں کیا کہ اللہ ہی نے تو تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے (تو وہ) ان کی مثل دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے

ف ۸۴ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہہ ذکر فرمایا تھا کہ اگر نبی ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا تو وہ آپ کو نبی مان لیں گے' اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ فرشتوں کو نبی ماننا بھی اس پر موقوف ہے کہ وہ کوئی معجزہ دکھائیں تو اوّل آخر حجت معجزہ ہے تو جب (سیدنا) محمد ﷺ نے اپنی نبوت پر معجزہ پیش کر دیا تو تم ان کو نبی کیوں نہیں مانتے' اس جواب کی طرف اشارہ آیت: ۹۴' میں اور لفظ ہدایت سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر روئے زمین پر رہنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا' کیونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے' اور جب روئے زمین پر رہنے والے انسان اور بشر ہیں تو پھر ان کی طرف انسان کو ہی رسول بنا کا بھیجنا مناسب تھا' یہ تقریر آیت: ۹۵ میں ہے' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کی تائید میں معجزہ نازل فرما دیا تو میری نبوت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت حاصل ہو گئی اور میری نبوت پر اس کی شہادت کافی ہے' پھر فرمایا: بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے' یعنی وہ اپنے بندوں کے ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اور وہ ان کے دلوں کے احوال کو جاننے والا ہے' اس کو علم ہے کہ ان کے شبہات محض حسد اور عناد پر مبنی ہیں' حق کو سمجھنے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ یہ تقریر آیت: ۹۶ میں ہے ف ۸۵ اس آیت میں ان ہٹ دھرم کافروں کے متعلق وعید ہے' جو واضح دلائل اور روشن معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے نبی! قیامت کے دن کافر الٹا کیسے چلے گا؟ آپ نے فرمایا: جس ذات نے اس کو دنیا میں پیروں سے چلایا' وہ اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو سر کے بل چلائے' قتادہ نے کہا: کیوں نہیں! ہمارے رب کی عزت کی قسم۔ (صحیح البخاری: ۴۷۶۰)

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ

اور اس نے ان کی ایک مدت مقرر کر دی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے پس ظالموں نے کفر کے سوا (ہدایت کی) ہر چیز کا انکار کیا O

لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ

آپ کہیے: اگر تم (بالفرض) میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے

الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ

رکھتے ۸۶ اور (دراصل) انسان ہے ہی بخیل O ۸۷ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو واضح احکام دیئے ۸۸

بَیِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ

سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھئے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا:

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ

اے موسیٰ! میں تم کو ضرور جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں O موسیٰ نے کہا: تم خوب جانتے ہو کہ ان

اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ

(معجزات) کو اس نے نازل کیا ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے (یہ معجزے) بصیرت افروز ہیں ۸۹ اور اے فرعون!

مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ

میں تم کو ضرور ہلاک کیے جانے والا گمان کرتا ہوں O پس فرعون نے بنو اسرائیل کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ کیا ۹۰ سو ہم نے

مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ لا وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا

فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ایک ساتھ غرق کر دیا O اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا: تم اس سرزمین

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ ؕ وَبِالْحَقِّ

میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہوگا تو ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے O ۹۱ اور ہم نے قرآن کو صرف حق کے ساتھ

ف۸۶ کفار نے یہ کہا تھا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ نکال دیں۔ (بنی اسرائیل:۹۰) انہوں نے اپنے شہروں میں دریاؤں اور چشموں کا مطالبہ اس لیے کیا تھا تاکہ ان کے اموال زیادہ اور ان کی معیشت ان پر وسیع ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زمین کی پیداوار کا ان پر زیادہ ہو جانا اتنی بڑی چیز نہیں ہے' اگر وہ بالفرض اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کے بھی مالک ہو جائیں' پھر بھی ان کی حرص اور ان کا بخل کم نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ کے فضل کے خزانے اور اس کی رحمتیں غیر متناہی ہیں' بالفرض اگر وہ ان سب کے مالک ہو جائیں' تب بھی ان کی طمع ختم نہیں ہوگی اور نہ ان کا بخل ختم ہوگا ف۸۷ اس آیت میں فرمایا ہے: دراصل انسان ہی بخیل ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ بہت سارے انسان سخی ہوتے ہیں اور ساری عمر سخاوت کرتے رہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی اصل میں بخل ہے' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک شیر خوار بچے کی طرف آپ کوئی خوب صورت چیز بڑھائیں تو وہ لے لے گا اور اگر اس کے ہاتھ سے کوئی چیز لینا چاہیں تو وہ نہیں دے گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان کو محتاج بنایا گیا ہے اور محتاج کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پاس اس چیز کو سنبھال کر رکھے' جس کی اس کو ضرورت ہو' البتہ بعض اوقات مختلف وجوہات کی بناء پر وہ سخاوت بھی کرتا ہے' نبی ﷺ نے بخل کی بڑی مذمت فرمائی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں کا سبب ہے اور بخل کرنے سے بچو کیونکہ پچھلی امتوں کو بخل نے ہلاک کر دیا تھا' بخل نے ان کو خون ریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر اُبھارا تھا۔ (صحیح مسلم:۲۵۷۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان میں جو چیز شر ہے وہ حرص والا بخل ہے اور ہلاک کرنے والی بزدلی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: راہِ خدا میں جانے کا غبار اور دوزخ کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں کبھی جمع نہیں ہوگا اور بخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہوگا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بخیل' ظالم کی بہ نسبت معذور ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (المعجم الاوسط:۴۰۶۶) ف۸۸ اس آیت کی کئی تفاسیر کی گئی ہیں' ان میں سے صحیح تفسیر وہی ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے' وہ تفسیر یہ ہے: صفوان بن عسال بیان کرتے ہیں کہ دو یہودیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو اس نبی کے پاس جا کر ان سے سوال کرتے ہیں' دوسرے نے کہا: ان کو نبی نہ کہو' اگر انہوں نے سن لیا کہ تم ان کو نبی کہتے ہو تو ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی' پھر وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: "وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ" (بنی اسرائیل:۱۰۱) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (وہ نو آیات یہ ہیں:) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' زنا نہ کرو' جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو' چوری نہ کرو' جادو نہ کرو' کسی بے قصور کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کر دے' اور سود نہ کھاؤ' اور کسی پاک دامن کو تہمت نہ لگاؤ' اور میدانِ جنگ میں پیٹھ نہ دکھاؤ اور خصوصاً تم اے یہود! ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھو' پھر ان دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں' آپ نے پوچھا: پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبوت رہے' ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو یہود ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔ (سنن الترمذی:۳۱۴۴) ف۸۹ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے متعلق فرمایا: یہ بصیرت افروز ہیں' کیونکہ معجزہ اس خلاف عادت کام کو کہتے ہیں جس کو نبی کی تصدیق کے لیے ظاہر کیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لاٹھی کا اژدھا بن جانا' اور جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا جانا اور پھر ویسی ہی لاٹھی بن جانا' یہ کام خلاف عادت تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کام پر قدرت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس کام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمانا' اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے ف۹۰ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اس سرزمین یعنی مصر سے نکال دینے کا

اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۱۰۵

نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے ۹۲ اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا ۹۳ اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے O

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝۱۰۶

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے (حسب موقع) نازل کیا تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بہ تدریج نازل

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا

کیا ہے O ۹۴ آپ کہیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ' بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان پر

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝۱۰۷ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ

جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں O ۹۵ اور وہ کہتے ہیں: ہمارا رب پاک ہے

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝۱۰۸ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ

بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا کیا ہوا ہے O اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں اور

يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝۱۰۹ ۩ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا

قرآن ان کے خشوع اور خضوع کو اور بڑھا دیتا ہے O ۹۶ آپ کہیے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو' تم جس

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا

نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ

تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۱۰ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

بہت پست آواز سے اور ان دونوں کے درمیان طریقہ اختیار کریں O ۹۷ اور آپ کہیے: تمام تعریفیں اللہ

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ

ہی کے لیے ہیں جس نے نہ اپنی اولاد بنائی اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے ۹۸ اور نہ

ارادہ کیا ۹۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم تمہیں تمہاری قبروں سے نکال کر سمیٹ کر لے آئیں گے یعنی تمام مخلوق کو مسلمان ہوں یا کافر' نیک ہوں یا بد ۹۲ حق اس چیز کو کہتے ہیں: جو ثابت ہو اور زائل نہ ہو سکے' کیونکہ جو چیز باطل ہو وہ زائل ہو جاتی ہے اور قرآن کریم جن اُمور کے بیان پر مشتمل ہے وہ زائل نہیں ہو سکتے' کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے بیان پر مشتمل ہے اور اس میں ملائکہ کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلائل ہیں' قیامت اور حشر نشر کا ذکر ہے اور ان میں سے کوئی چیز زوال پذیر نہیں ہے اور اس میں شریعت اسلامیہ کا ذکر ہے' جس کے احکام ناقابل تنسیخ ہیں اور خود یہ کتاب لافانی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کا ضامن ہے' اس کتاب میں کمی یا زیادتی یا تحریف یا تنسیخ نہیں ہو سکتی' نہ اس کتاب کی کوئی مثال لا کر اس سے معارضہ کیا جا سکتا ہے ۹۳ اس ارشاد میں ان کی اس بات کا جواب ہے کہ وہ آپ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہیں' اگر یہ جہلاء آپ کے دین کو قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان کے کفر پر جمے رہنے سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا' ہم نے تو آپ کو صرف بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۹۴ اس آیت میں مشرکین کے اس سوال کا جواب ہے کہ چلو مان لیا کہ قرآن مجید معجز ہے لیکن تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل ہوا ہے' مکمل قرآن یک بارگی کیوں نازل نہیں ہوا ہے جیسے تورات اور انجیل یک بارگی نازل ہو گئیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا: اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید کا یاد کرنا آسان ہو' نیز نزولِ قرآن کی مدت کے درمیان لوگ مختلف قسم کے سوالات کرتے رہتے تھے اور ان کے سوالات کے جوابات میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں' اگر مکمل قرآن ایک ہی بار نازل ہوا ہوتا تو اس سے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا' نیز مکمل قرآن تئیس سال میں نازل ہوا اور تئیس سال تک نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہی اور تمام زمانۂ رسالت میں سیدنا محمد ﷺ کا اپنے رب سے رابطہ قائم رہا' اور بار بار نزولِ وحی کی وجہ سے حضرت جبرئیل کو بار بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا' نیز تورات کا نزول پہاڑ طور پر ہوا تھا' اور قرآن مجید کے بار بار نزول کی بناء پر جو شرف ایک مرتبہ صرف پہاڑ طور کو حاصل ہوا تھا' وہ شرف مکہ اور مدینہ کی گلیوں اور بازاروں کو' غار حرا اور غار ثور کو' وادی بدر کو' احد کی گھاٹیوں کو حتیٰ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کو بھی حاصل ہوا ۹۵ اس کی تفسیر یہ ہے کہ ٹھوڑی' ڈاڑھی سے کنایہ ہے اور جب انسان زیادہ خضوع اور خشوع سے سجدہ میں مبالغہ کرتا ہے تو اس کی ڈاڑھی بھی مٹی سے مَس کرتی ہے اور انسان ڈاڑھی کی بہت تعظیم کرتا ہے اور جب وہ اپنی ڈاڑھی بھی اللہ کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے تو یہ اس کا اللہ کے سامنے انتہائی ذلت اور بندگی کا اظہار ہے ۹۶ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت کم تر اور حقیر گردانتے ہیں اور ایمان لانے کو کوئی کمال اور فخر کی چیز نہیں گردانتے' اور یہ کہ ان کا ایمان لانا نبی ﷺ پر احسان نہیں ہے' اگر وہ ایمان نہ لاتے تو بہت لوگ جو ان سے بہتر ہیں وہ ایمان لا چکے ہیں۔ مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے دیگچی سے سالن اُبلنے کی آواز آتی ہے یا جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۰۴) ۹۷ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو' اللہ تعالیٰ کو اور آپ کو بُرا کہتے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے بہت پست آواز سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ کے اصحاب کو سنائی نہیں دیتا تھا' تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۷۲۲) ۹۸ اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد نہیں بنائی' اولاد نہ ہونے کے حسب ذیل دلائل ہیں: (۱) ولد اپنے والد کا جز ہوتا ہے' لہٰذا اس شخص کی اولاد ہو گی جس کے اجزاء ہوں گے' اللہ تعالیٰ اجزاء سے پاک ہے' اس لیے اس کی اولاد کا ہونا محال ہے (۲) جس شخص کی اولاد ہوتی ہے وہ اپنی تمام نعمتیں اپنی اولاد کے لیے روک کر رکھتا ہے اور جب اس کی اولاد نہیں ہوتی تو وہ اپنی نعمتیں اپنے غلاموں اور دیگر متعلقین کو دے دیتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو وہ اپنے خزانوں کا منہ اپنے بندوں پر نہ کھولتا (۳) ولد ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ والد کے فوت ہونے کے بعد ولد اس کا قائم مقام ہو اور اللہ تعالیٰ فوت ہونے سے پاک ہے' لہٰذا

لَهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۠ ﴿١١١﴾

کسی کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کو معظم سمجھتے ہوئے اس کی کبریائی بیان کرتے رہے O ۹۹

(١٨) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (٦٩) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیاتها ١١٠ — رکوعاتها ١٢

سورۃ الکہف کی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو دس آیتیں بارہ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے عبد (مکرم) پر الکتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی

عِوَجًا ﴿١﴾ؕ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

نہیں رکھی O ۱ مستقیم کتاب تاکہ وہ (عبد مکرم) اللہ کی طرف سے عذاب شدید سے ڈرائیں اور جو ایمان لائے

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿٢﴾ۙ مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ

اور انہوں نے نیک کام کیے ان کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے بہترین اجر ہے O جس میں وہ ہمیشہ

اَبَدًا ﴿٣﴾ۙ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿٤﴾ۗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

رہنے والے ہیں O اور وہ ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنالی ہے O ۲ (حالانکہ) نہ ان کے پاس اس

عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ

کا کوئی علم ہے نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھا' یہ بہت سنگین بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے' یہ جو

یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ

کچھ کہہ رہے ہیں محض جھوٹ ہے O اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو لگتا ہے کہ آپ

یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿٦﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً

فرط غم سے ان کے پیچھے جان دے دیں گے O ۳ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو اس زمین کی زینت

اس کی اولاد نہیں ہے **ف۹۹** یعنی یہ اعتقاد برقرار رکھئے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے منزہ ہے' اس کی تمام صفات غیر متناہی ہیں' اس کے علم کی کوئی حد ہے نہ اس کی قدرت کی' اس کی تمام صفات تغیر اور زوال سے پاک ہیں۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الکہف: ف۱ قرآن کریم میں کجی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی آیات میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا O" (النساء: ۸۲) اور اگر (یہ قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے O دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو توحید' رسالت' قضاء و قدر اور احکام شرعیہ بیان کیے گئے ہیں' یہ سب صحیح اور صادق ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی طریق مستقیم سے منحرف نہیں ہے **ف۲** ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ گناہ گار لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزاروں کو اجر و ثواب کی بشارت دیں' اور جب کہ دفع ضرر حصول نفع پر مقدم ہوتا ہے' اسی لیے عذاب سے ڈرانے کو اجر و ثواب کی بشارت دینے پر مقدم فرمایا ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان مجبور محض نہیں ہے اور اس کو ایک نوع کا اختیار عطا فرمایا ہے' ورنہ رسولوں کو بھیجنا اور عذاب سے ڈرانا اور ثواب کی بشارت دینا عبث ہے **ف۳** اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے پر افسوس اور رنج نہ کریں کیونکہ ہم نے آپ کو عذاب سے ڈرانے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے' اور ان کے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کا آپ کو مکلف نہیں کیا' یہ نہ آپ کی قدرت میں ہے اور نہ آپ کے ذمہ ہے۔ آپ کا کام صرف انہیں دین اسلام کی دعوت دینا ہے' اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو اس میں ان کا فائدہ ہے اور اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو اس میں انہی کا نقصان ہے۔

لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۞ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا

بنا دیا ہے ۴ تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان میں کون سب سے اچھے کام کرنے والا ہے O ۵ اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اس کو ضرور چٹیل

صَعِيْدًا جُرُزًا ۞ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ

میدان بنانے والے ہیں O (اے مخاطب!) کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں

كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۞ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ

میں سے ایک عجیب نشانی تھے O جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی ۶ تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب!

اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۞ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے مشن میں کامیابی کے اسباب مہیا فرما دے O پھر ہم نے اس

اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۞ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ

غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سالوں تک نیند مسلط کر دی O ۷ پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے

الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۞ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ

غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے O ۸ ہم ان کا واقعہ آپ کو حق کے

بِالْحَقِّ ۚ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۞ وَّرَبَطْنَا

ساتھ بیان فرماتے ہیں' بے شک یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو مزید ہدایت یافتہ فرمایا O ۹ اور ہم

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب وہ (بادشاہ وقت کے سامنے) کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا: ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا

لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۞ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا

رب ہے' ہم اس کے سوا کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے بہت دور ہوگی O ۱۰ یہ ہماری قوم

ف۴ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ میں نے زمین کو اور اُس کی زینت کو پیدا کیا ہے اور اس زمین سے کار آمد اور نفع آور چیزیں نکالی ہیں' اور اس زمین کو اور اس کی زینت کو پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ انسان کو چند احکام کا مکلف کیا جائے اور پھر یہ دکھایا جائے کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر اور اس کے احکام پر عمل کر کے ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا تکبر اور سرکشی کر کے ایمان نہیں لاتے اور اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں' اور میں ان کے کفر اور ان کی سرکشی کے باوجود ان سے اپنی نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا' تو اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ بھی ان کے کفر اور ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان پر بہت زیادہ افسوس نہ کریں اور انہیں دینِ حق کی طرف دعوت دینے کا سلسلہ جاری رکھیں ف۵ اللہ تعالیٰ نے زمین کی یہ زینت انسان کے امتحان کے لیے بنائی ہے کہ آیا وہ دنیا کے حسن و جمال میں کھو کر اپنے خالق و مالک کی اطاعت کو بھول جاتا ہے یا اس دنیا کی ترغیبات سے اپنا دامن بچا کر رکھتا ہے اور اس دنیا کی رنگینیاں اور لذت آفرینیاں اس کو اپنے مولیٰ کی عبادت سے غافل نہیں کرتیں ف۶ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ جب آبادی میں رہتے ہوئے دین کے احکام پر عمل کرنا دشوار ہو جائے تو اپنے دین کو بچانے کے لیے اپنے اہل و عیال' اپنے رشتے داروں' اپنے دوستوں اور اپنے مال و دولت اور اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی محفوظ علاقے یا جنگلوں اور غاروں کی طرف نکل جانا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کو بچانے کے لیے ہجرت کی اور غار میں بیٹھے۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح آپ کے اصحاب نے اپنے ملک اور اپنے وطن' اپنے اہل و عیال' اپنے بھائیوں' اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کو دین کی سلامتی اور دشمنانِ اسلام سے نجات کی خاطر چھوڑ دیا' اور ظالموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے محفوظ علاقے کی طرف نکل جانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزلت نشینی کی فضیلت بیان کی ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا سب سے بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی' وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے ان بکریوں کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں میں چلا جائے گا۔ (صحیح البخاری:۱۹) ف۷ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے ان کو سُلا دیا' یعنی ہم نے ان کے کانوں پر ایسے حجاب طاری کر دیئے' جس کی وجہ سے ان کے کانوں تک کوئی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جب انسان سوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں' پھر وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے اور جب اس کے کانوں میں کسی قسم کی آواز نہیں آتی تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس پر نیند مسلط ہوتی ہے ف۸ اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو جماعتیں کون سی تھیں' علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک جماعت وہ بادشاہ ہیں جو کے بعد دیگرے مسند اقتدار پر آتے رہے اور دوسری جماعت سے مراد اصحابِ کہف ہیں اور مجاہد نے یہ کہا ہے کہ جب اصحابِ کہف بیدار ہوئے تو غار کی مدت قیام کے متعلق ان میں اختلاف ہو گیا اور اس سے مراد ان کی دو جماعتیں ہیں ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں کسی واسطہ کے بغیر ایمان ڈال دیا ف۱۰ اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) جس وقت وہ کافر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس مقام پر ان کے اندر جرأت اور ہمت کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے بادشاہ کے دین کی مخالفت کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بادشاہ کی ہیبت کی پرواہ نہیں کی تھی (۲) وہ اس شہر کے سرداروں کے بیٹے تھے' وہ اس شہر سے نکلے اور اتفاقاً ایک جگہ کھڑے ہو کر جمع ہو گئے' جو ان میں سب سے بڑی عمر کا تھا' اس نے کہا: میں اپنے دل میں یہ بات پاتا ہوں کہ میرا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' باقی جوانوں نے کہا: ہم بھی اپنے دلوں میں یہی بات پاتے ہیں' پھر وہ سب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے' اگر ہم نے اس کے سوا کسی کی عبادت کی تو ہمارا یہ اقدام ظالمانہ ہوگا (۳) کھڑے ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف بھاگنے کا عزم لے کر اٹھے۔

ع ۱۴ / ۱۴

اِتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ

ہے جس نے اس کے سوا عبادت کے مستحق بنا لیے ہیں' یہ ان کے مستحق عبادت ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے'

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ﴿۱۵﴾ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ

سو اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا افتراء باندھے○ ۱۱ اور (انہوں نے آپس میں کہا:) جب

وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَی الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

تم ان سے کنارہ کش ہو چکے ہو اور ان سے بھی جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں' تو اب کسی غار میں پناہ لو' اللہ تم پر اپنی

رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَ تَرَی الشَّمْسَ اِذَا

رحمت کو کشادہ کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا○ ۱۲ اور (اے مخاطب!) جب سورج نکلتا

طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

ہے تو' تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو دھوپ

ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ

بائیں طرف پھر جاتی ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں' ۱۳ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے' ۱۴ جس کو

یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا

اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گم راہ کر دے تو' تو اس کے لیے کوئی مددگار'

مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ

ہدایت دینے والا نہیں پائے گا○ اور (اے مخاطب! اگر تو انہیں دیکھے تو) تو گمان کرے گا کہ وہ بیدار ہیں' حالانکہ وہ

الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ؕ

سوئے ہوئے ہیں' اور ہم خود ہی ان کی دائیں اور بائیں کروٹیں بدلتے ہیں' ۱۵ اور ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے

ف۱۱ یہ بات انہوں نے ایک دوسرے سے کہی۔ ان کی مراد یہ تھی کہ دقیانوس کے زمانہ میں لوگ پتھر سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس آیت کا معنی بہ ظاہر یہ ہے کہ جب کسی چیز کے ثبوت پر دلیل نہ ہو تو وہ چیز ثابت نہیں ہوتی لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی تھی تو اس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس وقت بھی تھا' اس لیے ان پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کے معبود ہونے پر کسی دلیل کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ معبود نہ ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال کا منشاء یہ ہے کہ دقیانوس کی قوم جو بتوں کی عبادت کرتی تھی' اس کے صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے اور کس دلیل کی وجہ سے ان کو عبادت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے اور جب انہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا' کسی پر کوئی احسان نہیں کیا' کسی کو کوئی نعمت نہیں دی تو وہ کس بناء پر شکر کیے جانے اور عبادت کیے جانے کے مستحق ہو گئے؟ ف۱۲ علامہ ابن عطیہ نے کہا: یہ بات ان کے رئیس نے کہی' جس کا نام یملیخا تھا' اور غزنوی نے کہا: ان کے رئیس کا نام مکسلمینا تھا۔ اس نے کہا: جب تم دقیانوس کی قوم اور ان کے معبودوں کو ترک کر چکے ہو تو پھر کسی غار میں پناہ لے لو' اس سے معلوم ہوا کہ اصحابِ کہف پہلے اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حق بات ڈال دی تو انہوں نے بتوں کی عبادت کو ترک کر دیا۔ انہوں نے کہا: جب ہم ان کے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کرنے لگے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم کسی غار کو اپنا ٹھکانا بنا لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس میں قیام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کو کھول دے گا اور ہمارے لیے آسانِ معیشت کے اسباب مہیا فرما دے گا ف۱۳ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ واقع میں کوئی شخص ان کے غار کے پاس کھڑا ہوا تھا اور وہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت دیکھ رہا تھا کہ دھوپ غار میں داخل ہوتی ہے یا نہیں' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص غار کے پاس کھڑا ہو تو وہ اس طرح دیکھے گا۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا' پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ غار کی دائیں جانب ہوتا اور جب سورج غروب ہوتا تو وہ غار کی بائیں جانب ہوتا' پس سورج کی دھوپ غار کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی اور خوشگوار اور ٹھنڈی ہوا غار کے اندر پہنچ جاتی تھی' اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو اس سے محفوظ رکھا تھا کہ ان کے اوپر سورج کی دھوپ پڑے ورنہ ان کے اجسام میں تعفن اور فساد پیدا ہو جاتا اور ان کے جسم گل سڑ جاتے ف۱۴ نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی مدت طویلہ تک ان کو غار میں محفوظ رکھا کہ اصحابِ کہف اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے اتنے عرصہ تک مرض اور موت اور مرورِ ایام کے اثرات سے محفوظ رہے' اور جس طرح اللہ تعالیٰ ابتداء میں ان کو کفر سے ایمان کی طرف لایا تھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انتہاء میں بھی ان کے اجسام کو گردشِ ایام کے اثرات سے سلامت رکھا ف۱۵ ان کے دائیں اور بائیں کروٹیں بدلنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ہر سال دو مرتبہ کروٹیں بدلتے تھے' چھ ماہ ایک جانب اور چھ ماہ دوسری جانب تاکہ زمین ان کا گوشت نہ کھا سکے' اور مجاہد نے کہا: وہ تین سو سال تک ایک کروٹ پر لیٹے رہے' پھر نو سال بعد ان کو دوسری کروٹ پر لٹایا گیا۔

ع ۵/۱۴

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾
ہے ۱۶ اگر تو انہیں دیکھتا تو ضرور خوف اور دہشت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ○

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ
اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں' ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم یہاں کتنی

لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا
دیر ٹھہرے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم ایک دن یا اس سے بھی کم ٹھہرے تھے' انہوں نے کہا: تمہارا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ

لَبِثْتُمْ ۖ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ
تم کتنی دیر ٹھہرے ہو؟ ۱۷ سو اب تم اپنے میں سے کسی کو چاندی کے یہ سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو ۱۸ کہ وہ غور کرے کہ

اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ
کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے اور اس میں سے تمہارے کھانے کے لیے لے کر آئے ۱۹ اور اس کو چاہیے کہ وہ نرمی سے کام لے اور کسی کو

بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ
تمہاری خبر نہ دے ○ بے شک اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو وہ تم کو سنگسار کر دیں گے یا وہ واپس تم کو اپنے دین میں

فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
لے آئیں گے اور پھر تم ہرگز فلاح نہ پا سکو گے ○ ۲۰ اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان کے حال سے

لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ
واقف کر دیا تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے' جب

يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۗ رَبُّهُمْ
لوگ ان کے معاملہ میں بحث کرنے لگے ۲۱ تو انہوں نے کہا: ان کے غار کے قریب عمارت بنا دو' ان کا رب ہی

ف۱۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اصحابِ کہف رات کے وقت اپنے ملک سے فرار ہوئے تھے' ان کا ایک چرواہے کے پاس سے گزر ہوا' اس کے ساتھ اس کا کتا تھا' چرواہا ان کے دین کے تابع ہو کر ان کے ساتھ چل پڑا۔ کعب نے کہا: وہ ایک کتے کے پاس سے گزرے' وہ ان پر بھونکنے لگا۔ انہوں نے اس کو بھگا دیا' وہ پھر آ کر بھونکنے لگا۔ انہوں نے اس کو پھر بھگا دیا' کئی بار اس طرح ہوا' آخر کتے نے کہا: تمہارا کیا ارادہ ہے' میری طرف سے مت ڈرو' میں اللہ کے دوستوں سے محبت کرتا ہوں' تم سو جانا میں تمہاری حفاظت کروں گا ف۱۷

(تفسیر القرآن [illegible] الدر المنثور [illegible])

ان آیتوں کا مفصل معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کیا تھا اور ہم نے ان کے دل مضبوط کیے تھے اور ان کے کانوں پر نیند مسلط کی تھی اور ان کو سلایا تھا اور ان کو بغیر کھلانے پلانے کے زندہ رکھا تھا اور ان کی کروٹیں بدلتے رہے تھے' اسی طرح ہم نے ان کو اس نیند سے اٹھا دیا جو موت کے مشابہ تھی تاکہ یہ ایک دوسرے سے سوال کریں اور اس بحث میں پڑیں کہ وہ کتنی دیر سوتے رہے تھے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ان کے اٹھانے سے یہی غرض تھی کہ وہ اس بات میں بحث کریں کہ وہ کتنی دیر تک سوتے رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کیونکہ جب وہ اپنی مدت قیام میں بحث کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت منکشف ہو گی اور کئی عجیب و غریب اُمور معلوم ہوں گے۔ ان میں سے ایک شخص نے پوچھا: ہم اس غار میں کتنی دیر ٹھہرے ہیں؟ تو اس کے ساتھیوں نے کہا: ہم اس میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ مفسرین نے کہا: وہ صبح کے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دن کے آخری حصہ میں ان کو اٹھایا تھا' اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم اس میں ایک دن ٹھہرے ہیں' پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو انہوں نے کہا: یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں' پھر انہوں نے کہا: تمہارا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ تم کتنا عرصہ ٹھہرے تھے ف۱۸ یہ کہنے والا ان کا رئیس یملیخا تھا ف۱۹ مفسرین نے کہا: ان کے پاس چاندی کے چند درہم تھے' جن پر اس زمانہ کے بادشاہ کی تصویر بنی ہوئی تھی' اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کھانے پینے کے حصول کی کوشش کرنا جائز ہے اور اس سے توکل باطل نہیں ہوتا' اور انہوں نے کہا کہ وہ غور کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کی مراد یہ تھی کہ وہ تفتیش کر کے حلال ذبیحہ خرید کر لائے' کیونکہ ان کے شہر کے عام لوگ مجوسی تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے ف۲۰ یعنی وہ چپکے سے شہر میں داخل ہو' اور کسی کو اپنی قیام گاہ کی خبر نہ دے کیونکہ اگر وہ ہماری قیام گاہ پر مطلع ہو گئے تو وہ ہم سب کو قتل کر ڈالیں گے یا دوبارہ ہم کو بت پرستی کے طریقہ میں داخل کر دیں گے اور پھر تم فلاح نہیں پا سکو گے' یعنی اگر تم ان کی بت پرستی کے طریقہ میں داخل ہو گئے تو پھر تم کو دنیا میں کوئی کامیابی حاصل ہو گی نہ آخرت میں ف۲۱ یعنی ہم نے ان لوگوں کو اصحابِ کہف کے احوال پر اس لیے مطلع کیا ہے تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ اللہ نے جو وعدہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کی روح قبض کرنے کے بعد ان کو پھر زندہ کرے گا' اس کا یہ وعدہ برحق ہے' کیونکہ روایت ہے کہ اس وقت کا بادشاہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا' لیکن وہ اپنے کفر کے باوجود منصف مزاج تھا تو اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے اس واقعہ کو اس بادشاہ اور اس کے ہم مشرب لوگوں کے لیے دلیل بنا دیا' اور ایک قول یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کا اس معاملہ میں اختلاف تھا' بعض کہتے تھے کہ جسم اور روح دونوں کو اٹھایا جائے گا اور دوسرے یہ کہتے تھے کہ صرف روح کو اٹھایا جائے گا' رہا جسم تو اس کو زمین کھا جائے گی' وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے' جس سے اس مسئلہ میں جو حق ہے' اس پر استدلال کیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے اصحابِ کہف کا معاملہ ظاہر کیا۔ اس واقعہ سے بادشاہ نے یہ استدلال کیا کہ اجسام پر موت طاری ہونے کے بعد ان کو پھر زندہ کیا جائے گا' کیونکہ اتنی طویل نیند کے بعد ان کا پھر بیدار ہونا' موت کے بعد پھر زندہ ہونے کے مشابہ ہے۔ لوگوں نے کہا: جب اللہ اس پر قادر ہے کہ تین سو نو سال تک ان کے اجسام کو محفوظ اور سلامت رکھے تو وہ اجسام پر موت آنے کے بعد ان کو زندہ کرنے اور میدانِ حشر میں ان کو جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔

أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ

ان کے حالات کو زیادہ جاننے والا ہے' جو لوگ ان کے معاملات پر زیادہ حاوی تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور بہ ضرور

مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ

ان کے قریب مسجد بنائیں گے ○ ف۲۲ عنقریب لوگ کہیں گے: وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے: وہ پانچ تھے چھٹا

كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل رَّبِّي

ان کا کتا تھا یہ تمام اقوال اٹکل پچو پر مبنی ہیں اور (بعض) کہیں گے: وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا آپ کہیے کہ میرا رب

أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً

ہی ان کی صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے' ان کو صرف چند لوگ جاننے والے ہیں ف۲۳ سو آپ ان کے متعلق

ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي

صرف سرسری بات کریں' اور ان کے متعلق اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں○ اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز

فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ

نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں ○ مگر یہ کہ اللہ چاہے ف۲۴ اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو

عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ

یاد کریں ف۲۵ اور آپ کہیے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھائے گا○ ف۲۶ اور وہ اپنے غار میں

ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ

تین سو سال ٹھہرے تھے اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے○ آپ کہیے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کتنا عرصہ ٹھہرے تھے ف۲۷

غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُم مِّن دُونِهِ

آسمانوں اور زمینوں کے غیب اسی کے پاس ہیں' وہ کتنا زیادہ دیکھنے والا اور کتنا زیادہ سننے والا ہے' اس کے سوا ان کا کوئی

ف۲۲ اس آیت کی روشنی میں اولیاء اللہ کے مزار پر ان کی یادگار قائم کرنا اور ان کے قرب اور جوار میں مسجد تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور ان سے برکت اور فیض حاصل کرنا جائز ہے۔ قاضی محمد ثناء اللہ نقشبندی لکھتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اولیاء اللہ کے مقابر کے پاس مسجد بنانا جائز ہے تاکہ ان سے برکت حاصل کی جائے (الی قولہ) جن احادیث میں قبروں کے پاس نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے' ان کا محمل یہ ہے کہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ (التفسیر المظہری ج ۶ ص ۲۲۔ ۲۳) ف۲۳ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق تین قول ذکر کیے ہیں' ان اقوال میں اولیٰ اور راجح کون سا قول ہے' مفسرین کا مختار یہ ہے کہ ان میں تیسرا قول راجح ہے یعنی اصحاب کہف کی تعداد سات ہے اور آٹھواں ان کا کتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اور دوسرے قول کے ساتھ واؤ کا ذکر نہیں کیا اور تیسرے قول کے ساتھ واؤ کا ذکر فرمایا ہے۔ (وثامنهم) اور تیسرے قول کو پہلے دو قولوں سے منفرد طریقہ سے ذکر کرنا' اس بات کی دلیل ہے کہ یہی قول صحیح ہے' نیز یہ کہ پہلے اور دوسرے قول کے بعد فرمایا: ''رجما بالغیب'' اور تیسرے قول کے بعد ''رجما بالغیب'' نہیں فرمایا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ پہلے دو قول کہنے والوں کے ظن اور گمان پر مبنی تھے اور تیسرا قول ظنی نہیں ہے بلکہ یقینی اور حتمی ہے ف۲۴ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان آیتوں کے نزول کا سبب یہ ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے روح اور اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے اس اعتماد سے کہ آپ پر آج وحی نازل ہو جائے گی' فرمایا: میں تمہیں بتا دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' پس حضرت جبرئیل نے پندرہ دن کی تاخیر کر دی کیونکہ آپ نے ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا' اور اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ یوں ہرگز نہ کہیں کہ میں کل فلاں کام کروں گا بلکہ یوں کہیں کہ ان شاء اللہ میں کل فلاں کام کروں گا ف۲۵ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: میں تمہیں کل اس کی خبر دے دوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے۔ آپ کے بھول جانے میں امت کے لیے رحمت ہے' پہلی رحمت تو یہ ہے کہ آپ کے بھول جانے کی وجہ سے یہ آیتیں نازل ہوئیں' اور یہ بات ازل میں مقرر تھی کہ آپ بھولیں گے اور یہ آیات نازل ہوں گی' دوسری رحمت یہ ہے کہ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو وہ اس کا کس طرح تدارک کرے' اور تیسری رحمت یہ ہے کہ یہ واقعہ سیدنا محمد ﷺ کے دعوئ نبوت کی صحت کی دلیل بن گیا کیونکہ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن' نبی ﷺ کی تصنیف ہے اور یہ آپ کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے جس کو آپ نے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے' اور اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ قرآن آپ کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو جب آپ نے فرمایا تھا: میں کل اس کی خبر دوں گا تو آپ آنے والی کل بتا دیتے کہ ان کا کیا قصہ ہے اور جب آپ پر اس دن وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ مسلسل پندرہ دن تک وحی نازل نہیں ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے اور نہ اس کا نزول آپ کے اختیار میں ہے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے' وہ جب چاہتا ہے اس کلام کو نازل فرماتا ہے ف۲۶ جب کفار مکہ نے بہ طور عناد نبی ﷺ سے اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی نبوت پر اور بہت دلائل نازل فرمائے گا' جو بہت زیادہ واضح ہوں گے اور ہدایت کے حصول کے زیادہ قریب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرسلین کے احوال کے بہت علوم الغیب عطا فرمائے۔ (الوسیط ج ۳ ص ۱۴۳' زاد المسیر ج ۵ ص ۱۲۹) ف۲۷ الماوردی نے بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے کہا: اصحاب کہف کے غار میں داخل ہونے سے لے کر اب تک تین سو نو سال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اس مدت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۳۰)

ع ۳ / ۵ / ۱۵

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ

کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ○ اور آپ اس وحی کی تلاوت کیجئے جو آپ کے رب کی کتاب سے آپ کی

كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

طرف بھیجی گئی ہے اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے ۲۸ اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہیں پائیں گے ○

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لازم رکھیں جو صبح اور شام اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں ۲۹ کہ آپ دنیاوی زندگی کی زینت کا ارادہ کرتے ہوں

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ

اور آپ اس شخص کا کہا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی

فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ

اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ○ اور آپ کہیے: حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے

فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ

کفر کرے ۳۰ بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایسی دوزخ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی ۳۱ اگر

يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَ

وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا برا مشروب

سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ

ہے ۳۲ اور وہ دوزخ کیسی بری آرام کی جگہ ہے ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ۳۳ یقیناً ہم ان لوگوں کا

ف۲۸ یعنی آپ اپنے اوپر قرآن مجید کی تلاوت کو لازم کر لیجئے اور اس کے احکام پر عمل کیجئے' اس کے کلمات میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا لازم ہے تو سنت اور قیاس پر عمل کرنے کی گنجائش نہ رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت پر عمل کرنا قرآن مجید پر عمل کے منافی اور خلاف نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی اتباع کا بھی حکم دیا گیا ہے اور قیاس سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرآن وسنت ہی کا حکم ظاہر ہوتا ہے ف۲۹ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس مشرکین میں سے بڑے بڑے مال دار لوگ آئے' انہوں نے آپ کے پاس حضرت خباب' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: جب ہم آپ کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اٹھا دیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ یہ بڑے لوگ ایمان لے آئیں' پھر ان کی اتباع میں ان کے ماتحت لوگ بھی ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے قریب تھا کہ آپ حضرت بلال وغیرہ کو ان کے آنے پر اپنی مجلس سے اٹھا دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی: ''وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ'' (الانعام: ۵۲) اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ اسی کی رضا جوئی چاہتے ہیں۔ پھر جب آپ اٹھنے کا ارادہ کرتے تو آپ اٹھ جاتے اور وہ مسکین مسلمان بیٹھے ہوئے ہوتے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۷۳۸۰) ف۳۰ اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے یا نہ لانے میں انسان کا اپنا نفع اور نقصان ہے' کسی کے ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہوگا نہ اس کے ایمان نہ لانے سے اس کو کوئی نقصان ہوگا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا'' (بنی اسرائیل: ۷) اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے فائدے کے لیے اور اگر برے کام کیے تو وہ بھی اپنے لیے ف۳۱ اس آیت میں ''سرادق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو کسی شے کا احاطہ کیے ہوئے ہو' خواہ چار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ' وہ ''سرادق'' ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دوزخ کے سرادق چار موٹی دیواریں ہیں' ہر دیوار (کی موٹائی) چالیس سال کی مسافت ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۸۴) جس طرح خیمے کی قناتیں خیمے کو چاروں طرف سے محیط ہوتی ہیں' اسی طرح دوزخیوں کو یہ دیواریں محیط ہوں گی' اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ سے نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوگا اور نہ ان دیواروں میں کوئی سوراخ ہوگا' جس سے وہ دوزخ کے پار دیکھ سکیں ف۳۲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''کالمھل'' (الکھف: ۲۹) کی تفسیر میں فرمایا: پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا' جب دوزخی اس کو پینے کے لیے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھڑ جائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۵۸۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: گرم پانی ان کے سروں کے اوپر انڈیلا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا حتیٰ کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیروں تک میں گھس کر پگھلا دے گا' پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۸۲) ف۳۳ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نیک اعمال کا الگ الگ ذکر کیا ہے اور نیک اعمال کا ایمان پر عطف کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ہوتا ہے' اور یہی امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔

مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ

اجر ضائع نہیں کرتے جنہوں نے نیک کام کیے ہوںO ان کے لیے دائمی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے

الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا

دریا بہتے ہیں' انہیں وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ۳۴ؔ وہ وہاں ریشم کے ہلکے

خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ

اور دبیز سبز کپڑے پہنیں گے ۳۵ؔ (اور) وہ وہاں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے کیا

الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اچھا اجر ہے اور وہ جنت کیسی اچھی آرام کی جگہ ہے O اور آپ انہیں دو مردوں کا قصہ سنائیے جن میں سے

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا

ایک شخص کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا فرمائے تھے جن کے چاروں طرف ہم نے کھجور کے درختوں کی باڑ لگا

بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَّ

دی تھی' اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیت پیدا کیے تھےO ۳۶ؔ دونوں باغ ۷ ۳ؔ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی اور

فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

ہم نے ان کے درمیان دریا رواں کر دیئے تھےO جس شخص کے پاس پھل تھے اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا: میں تم

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

سے زیادہ مال دار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیںO وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا باغ میں داخل ہوا'

قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ

اور کہنے لگا: مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی برباد ہو گاO اور نہ مجھے اس پر یقین ہے کہ کبھی قیامت قائم ہو گی اور

ع ۹/۱۶

ف۳۴ جنت میں مسلمانوں کو بناؤ سنگھار کا لباس بھی پہنایا جائے گا اور ستر پوشی کا لباس بھی پہنایا جائے گا' سابقہ آیتوں میں اس لباس کا ذکر تھا' جو بننے سنورنے کے اعتبار سے تھا اور اس کے بعد اس لباس کا ذکر فرمایا' جو ستر پوشی کے اعتبار سے ہے ف۳۵ "سندس" سے مراد پتلا اور ملائم ریشم ہے اور "استبرق" سے مراد دبیز اور موٹا ریشم ہے ف۳۶ اس قصے کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مال دار کافر اور مال دار مؤمن دونوں کے دنیا میں گزران اور ان کے طور طریقوں میں کیا فرق ہوتا ہے' کیونکہ کفار اپنے مال ومتاع اور اپنے دنیاوی مددگاروں کی وجہ سے فقراء مسلمین کے سامنے فخر اور تکبر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جو مال ملے' وہ اس کو محض اللہ کا فضل سمجھتے ہیں' اس آیت کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: مقاتل بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کی خبر دی' جو اپنے باپ کی طرف سے مال کثیر کے وارث ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ آٹھ ہزار دینار کے وارث ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مؤمن تھا' اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کر دیا۔ دوسرا بھائی کافر تھا' اس نے اپنا حق وصول کیا اور اس سے دو باغ بنا لیے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کچھ خرچ نہیں کیا' پھر بعد میں ان دونوں بھائیوں کا جو حال ہوا اس کا اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے مثال دی ہے اور پچھلی امت کے کسی شخص کے حال کی خبر نہیں دی تا کہ آپ کی امت دنیا میں بے رغبتی کرے اور آخرت میں رغبت کرے ف۳۷ جنت کا مادہ "ج ن ن" ہے' اس کا معنی ہے: ستر۔ باغ کو جنت اس لیے کہتے ہیں کہ گھنے درختوں اور ان کے سائے کی وجہ سے اس میں چیزیں چھپ جاتی ہیں' جب رات کا اندھیرا بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں: "جن اللیل" دل کو "جنان" کہتے ہیں' وہ بھی سینے میں مخفی ہوتا ہے۔ (الحکم والحیط الاعظم ج ۷ ص ۲۲۰)

لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ

اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا (بھی) گیا تو میں لوٹنے کی جگہ اس سے بھی بہتر (مال) حاصل کروں گا ○ ۳۸ اس کے ساتھی نے

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے تم کو مٹی سے بنایا' پھر نطفہ سے

ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ

پھر تمہیں مکمل مرد بنایا ○ ۳۹ لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا ○ ۴۰ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ

اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا

جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو کہتے: جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور اللہ کی مدد کے بغیر کسی کی کوئی طاقت نہیں' ۴۱ اگر تم یہ گمان

اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّىْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

کرتے ہو کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تم سے کم ہوں ○ تو وہ دن دور نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ

اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے ○ یا

يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

اس کا پانی زمین میں دھنس جائے' پھر تم اس کو ہرگز تلاش نہ کر سکو ○ ۴۲ اور اس مرد کے پھل (عذاب میں)

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ

گھیر لیے گئے اور اس نے اس باغ میں جو خرچ کیا تھا وہ اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا وہ باغ اپنی چھپریوں پر گرا پڑا تھا اور وہ شخص کہہ

يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

رہا تھا کہ کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا ○ ۴۳ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی

ف۳۸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کے پاس مال تھا اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا: میں تم سے زیادہ مال دار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو مسلمان تھا' وہ اس کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا رہتا تھا اور قیامت پر یقین رکھنے کے لیے اور نیک کام کرنے کے لیے وعظ اور نصیحت کرتا رہتا تھا۔ "المحاورۃ" کا معنی ہے: رجوع کرنا اور کسی بات کا جواب دینا۔ وہ جواب میں کہتا تھا: میرے پاس تم سے زیادہ مال ہے اور بہتر نفر ہیں۔ نفر کے معنی ہیں: کسی شخص کے قبیلہ کے لوگ اور اس کے حمایتی' پھر اس شخص نے مسلمان کو اپنا مال دکھاتے ہوئے کہا کہ اسے اس باغ کے فنا ہونے کا خطرہ نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو اس کو وہاں بھی بہت مال مل جائے گا۔ اس کے اس شبہ کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں اسی وجہ سے مال عطا کیا ہے کہ وہ اس مال کا مستحق ہے تو استحقاق کی بناء پر اس کو آخرت میں بھی مال عطا فرمائے گا۔ اس کی دلیل کی پہلی بنیاد ہی غلط تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں مال کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں عطا فرمایا تھا بلکہ استدراج کے طور پر عطا فرمایا' اور جتنے کافروں کو جو نعمتیں دیتا ہے' وہ بہ طور استدراج ہی ہوتی ہیں یعنی وہ نعمتیں ان کے لیے آزمائش ہوتی ہیں' جن کی وجہ سے وہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں ف۳۹ کافر نے قیامت کا انکار کیا تھا۔ مسلمان نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا: کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے تم کو مٹی سے بنایا' مسلمان کا منشاء یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو ایک بار عدم سے وجود میں لا چکا ہے تو اس کے لیے دوبارہ تم کو معدوم کرنا' پھر عدم سے وجود میں لانا کیا مشکل ہے؟ پھر کہا: اس نے تم کو مٹی سے بنایا' پھر نطفہ سے' پھر تم کو معتدل ہیئت میں بنایا' اس میں انسان کو پہلی بار بنانے کی طرف اشارہ ہے۔ کافر کا رد کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اس طرح پیدا کیا ہے تو اس نے تم کو عبث پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے تم کو عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد کہا: پھر تم کو معتدل ہیئت پر مرد بنایا' یعنی تم کو عقل عطا فرمائی' جس سے بھلے اور بُرے کی پہچان ہوتی ہے۔ کیا تمہاری عقل اس کو جائز کہتی ہے کہ جس ذات نے تم کو اتنی نعمتیں عطا فرمائیں' تم اس کا کفر اور انکار کرو ف۴۰ مؤمن کے اس قول کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) میرا اس پر ایمان ہے کہ فقر اور غناء صرف اللہ کی طرف سے ہے' اس لیے جب اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو میں اس کی حمد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو میں اس پر صبر کرتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو میں اس پر فخر اور تکبر نہیں کرتا اور نہ یہ سمجھتا ہوں کہ مال و دولت اور حمایتیوں کی کثرت میری کوشش کی وجہ سے ہے یا اس میں میرا کوئی کمال ہے' بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب اللہ کی عطا سے ہے (۲) وہ کافر نہ صرف یہ کہ قیامت کا منکر تھا' بلکہ وہ بت پرست اور مشرک بھی تھا' اس لیے مؤمن نے کہا: میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا ف۴۱ اس آیت میں مؤمن نے کافر کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا: جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو کہتے: "ماشاء اللّٰہ" (جو اللہ نے چاہا) اور اللہ کی مدد کے بغیر کسی کی کچھ طاقت نہیں' یعنی یہ باغ جو تم کو ملا ہے' یہ اللہ نے چاہا تو تم کو ملا ہے' اگر وہ نہ چاہتا تو تم کو یہ باغ نہ ملتا' اسی طرح تمہارے پاس جو مال ہے وہ اللہ کی قدرت سے ہے۔ اس میں تمہاری طاقت اور قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو تمہارے مال سے برکت اٹھا لیتا' پھر تمہارے پاس وہ مال جمع نہ ہوتا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ اس کو اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اچھی لگی اور اس نے کہا: "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اس کو نقصان نہیں ہوگا۔ (شعب الایمان: ۴۳۷۰) ف۴۲ جب مؤمن کافر کو تعلیم دے چکا تو پھر اس نے کافر کو اس کے فخر اور تکبر کا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ میرے پاس مال اور اولاد اور میرے حمایتی اور میرے اعوان و انصار کم ہیں تو مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ یہ دنیا فانی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بہتر باغ عطا فرمائے' خواہ اس دنیا میں خواہ آخرت میں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے باغ پر کوئی عذاب نازل فرما دے تو وہ چٹیل چکنا میدان ہو جائے اور اس کے پھل' پھول' میوہ جات' غلہ اور سبزیاں سب جاتی رہیں اور اس میں جو دریا ہیں' ان کا پانی زمین میں دھنس جائے اور پھر تم اس باغ اور اس کی پیداوار کو دوبارہ

دُونِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ

مدد کرتی اور وہ بدلہ لینے کے قابل نہ تھا O یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں ۴۴ جو سچا ہے وہی سب سے اچھا

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ

ثواب دینے والا ہے اور اس کے پاس بہترین انجام ہے O اور آپ ان کے سامنے کی زندگی کی مثال بیان کیجئے جو اس پانی کی مثل ہے

اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا

جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کے سبب سے زمین کا ملا جلا سبزہ نکلا' پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ

جس کو ہوا اڑا دیتی ہے' ۴۵ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے O مال اور بیٹے

زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

دنیا کی زندگی کی زینت ہیں' ۴۶ اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ازروئے ثواب

وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً لا وَّ

اور اُمید کے بہت بہتر ہیں O اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے ۴۷ اور

حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿٤٧﴾ ج وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ط

ہم ان سب کو جمع کریں گے' سو ہم ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے O اور سب آپ کے رب کی بارگاہ میں صف بہ صف پیش کیے جائیں گے'

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ

بے شک تم ہمارے پاس اسی حالت میں آ گئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تمہارا زعم یہ تھا کہ ہم تم سے

لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا

ملاقات کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے O اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا' پھر آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس میں لکھے ہوئے سے

حاصل کرنا چاہو اور حاصل نہ کر سکو ف۴۳ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مؤمن نے کافر کے متعلق جو کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام کے تمام پھلوں کو تباہ کر دیا اور وہ ندامت اور حسرت سے اپنا ہاتھ ملتا رہ گیا اور اس کے باغ میں انگوروں کی بیلیں' جن چھپروں پر قائم تھیں' وہ سب چھپر گر گئے' اس نے کہا: کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا ف۴۴ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کو جو قصہ ذکر کیا' اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اچھا انجام مؤمن کے لیے ہوتا ہے اور ہم نے یہ بھی جان لیا ہے کہ تمام مؤمنوں اور کافروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت اور تصرف حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' جس سے وہ اپنے اولیاء کی مدد فرماتا ہے اور انہیں کفار کے معاملات کا والی بنا دیتا ہے اور یہ جو فرمایا: ''یہیں سے'' اس کا معنی ہے: یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی کرامت کو ظاہر فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل فرماتا ہے ف۴۵ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان متکبرین کے سامنے دنیا کی حقارت' اس کی بے مائیگی اور بے ثباتی کی ایک اور مثال بیان کیجئے' جو فقراء مؤمنین کی مجلس میں بیٹھنا اپنے لیے باعث توہین اور باعث عار سمجھتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں اور دنیا میں چند وجوہ سے مناسبت ہے: (۱) پانی ایک کیفیت اور ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا' اسی طرح دنیا بھی ایک کیفیت اور ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی (۲) کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ پانی میں داخل ہو اور بھیگنے سے بچ جائے' اسی طرح کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ دنیا میں داخل ہو اور اس کے فتنوں اور اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکے (۳) جب پانی کو بہ قدر ضرورت باغات اور کھیتوں میں ڈالا جائے تو وہ ان کے لیے نفع بخش ہے اور ان کی روئیدگی کو بڑھانے والا ہے' اور جب ان میں ضرورت سے زیادہ پانی ڈالا جائے گا تو وہ ان کو تباہ و برباد کر دے گا' جیسا کہ دریاؤں کے سیلاب میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے' اسی طرح جب دنیا کے مال و متاع کو بہ قدر ضرورت لیا جائے گا تو وہ انسان کے لیے مفید اور نفع بخش ہے اور جب انسان دنیا کو اپنی ضروریات سے زیادہ لے گا تو وہ اس کے لیے فتنہ اور فساد کا سبب بن جائے گی ف۴۶ عیینہ بن حصن اور قریش کے دیگر متکبرین اپنے مال و دولت اور طاقتور حمایتیوں کی وجہ سے فقراء مسلمین کو حقیر جانتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے کو باعث عار گردانتے تھے' اللہ تعالیٰ ان پر ردّ فرماتا ہے کہ جن چیزوں پر تم گھمنڈ کر رہے ہو' یہ تو خس و خاشاک کی طرح ہوا میں اُڑ جانے والی ہیں' یہ بے ثبات اور ناپائیدار ہیں' اس لیے مال اور بیٹوں پر نہ اتراؤ اور ان کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ جانو۔ قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ'' (التغابن: ١٥) تمہارے اموال اور تمہارے بیٹے محض فتنہ ہیں ف۴۷ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ دنیا بہت خسیس اور رذیل ہے اور آخرت بہت عمدہ اور اشرف ہے اور چونکہ آخرت قیامت کے بعد آئے گی' اس لیے اب قیامت کے احوال بیان فرما رہا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے' لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہم پہاڑوں کو چلا کر کہاں لے جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو ان کی عظیم جسامت کے باوجود معدوم کر دے گا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا O فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا O'' (الواقعہ: ٦-٥) اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O سو وہ بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے O

فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا

خوف زدہ ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس نامہ اعمال کو کیا ہوا اس نے نہ کوئی صغیرہ گناہ چھوڑا ہے نہ

كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

کبیرہ مگر سب کا احاطہ کر لیا ہے ٤٨ؔ اور انہوں نے جو بھی عمل کیا تھا سب کو لکھا ہوا اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب

اَحَدًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ

کسی پر ظلم نہیں کرتا O ٤٩ؔ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم کو سجدہ کرو

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ

تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' وہ جنات میں سے تھا' ٥٠ؔ پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی' کیا تم پھر بھی مجھے

مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ

چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں' ظالموں کا کیسا بُرا بدلہ ہے O ٥١ؔ میں نے

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ

آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے وقت انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت' اور نہ میں گمراہ

الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا ہوں O ٥٢ؔ اور جس دن وہ فرمائے گا: ان کو پکارو جو تمہارے زعم میں میرے شریک تھے' سو وہ

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ

ان کو پکاریں گے اور وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی ایک جگہ بنا دیں گے O اور مجرم دوزخ

النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ وَلَقَدْ

کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں ٥٣ؔ اور وہ اس سے نجات کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے O بے شک

ف٤٨ؔ امام رازی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن ہر انسان کے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا یا اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں اور اس دن کفار اور مشرکین اپنے صحائف اعمال میں اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر خوف زدہ ہوں گے کہ تمام اہل محشر کے سامنے ان کے بُرے اعمال کھل جائیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب کا خوف بھی ہوگا اور مخلوق کے سامنے شرمندہ اور رسوا ہونے کا بھی خوف ہو گا۔ اس وقت وہ افسوس سے کہیں گے: ہائے افسوس! یہ کتاب تو نہ کسی صغیرہ گناہ کو چھوڑتی ہے نہ کبیرہ گناہ کو ف٤٩ؔ یعنی اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کی نیکیوں کو ضائع فرماتا ہے اور نہ کسی کو بغیر جرم و گناہ کے سزا دیتا ہے بلکہ وہ اپنے فضل سے نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا دگنا اجر عطا فرماتا ہے اور گناہ گاروں کے گناہوں کو ان کے توبہ کرنے پر معاف فرماتا ہے' یا کبھی محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیتا ہے ف٥٠ؔ اس آیت میں ابلیس کے جن ہونے کی تصریح ہے اور ابلیس کے جن ہونے پر حسب ذیل دلائل بھی ہیں: (١) فرشتوں کی نسل نہیں چلتی اور ابلیس کی نسل ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ" (الکہف: ٥٠) کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو (٢) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ" (التحریم: ٦) فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی (٣) امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا۔ (صحیح مسلم ج ٢ ص ٤١٣) اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ شیطان کو نار سے پیدا کیا گیا ہے' جو علماء ابلیس کو فرشتہ قرار دیتے ہیں وہ ان آیات اور اس حدیث میں تاویل کرتے ہیں اور جو ابلیس کو جن قرار دیتے ہیں وہ صرف "فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ" (البقرہ: ٣٤) میں تاویل کرتے ہیں یا اس استثناء کو منقطع قرار دیتے ہیں اور زیادہ آیتوں میں تاویل کرنے کی بہ نسبت ایک آیت میں تاویل کرنا اولیٰ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کے جن یا فرشتہ ہونے میں اختلاف ہے' لیکن اس کے جن ہونے پر زیادہ دلائل قائم ہیں اور فرشتہ ہونے پر صرف سورۃ البقرہ کی آیات (٣٤-٣) کے استثناء کو متصل قرار دے کر استدلال کیا گیا ہے اور اس استثناء میں یا تاویل کی جائے گی یا اس کو استثناء منقطع پر محمول کیا جائے گا ف٥١ؔ حسن اور قتادہ نے کہا: اس کی ذریت اس کی اولاد ہے اور شیطانوں کی بھی اسی طرح اولاد ہوتی ہے' جس طرح بنو آدم کی اولاد ہوتی ہے۔ (زاد المسیر ج ٥ ص ١٥٣) ف٥٢ؔ اس آیت سے مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے حقائق جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ستارہ شناسی کا دعویٰ کرتے ہیں' جو منجمین اور ستارہ شناسی کے مدعی ہیں' جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ اگر فلاں برج میں ہو تو اس کی یہ تاثیر ہے اور اگر فلاں برج میں ہو تو اس کی یہ تاثیر ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین گول ہے اور ایک دوسرے کو اس طرح محیط ہے' جس طرح پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان نو ہیں اور آسمان اور زمین گردش کر رہے ہیں اور ان میں مرکوز سیارے بھی گردش کر رہے ہیں' پہلے کہتے تھے کہ زمین ساکن ہے اور افلاک گردش کر رہے ہیں' پھر کہنے لگے: افلاک ساکن ہیں اور زمین گردش کرتی ہے۔ پہلے کہتے تھے کہ یہ سیارے سات آسمانوں میں مرکوز ہیں' اب کہتے ہیں: خلا میں ہیں۔ اسی طرح زمین کی تاثیرات کے متعلق بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں اور زلزلوں اور طوفانوں کے اسباب بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے نفس اور بدن کے متعلق بھی دعوے کرتے ہیں اور اس کے بارے میں مختلف ادوار میں یہ مختلف باتیں کرتے رہے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے: میں نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے وقت انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت' تو انہوں نے کیسے جان لیا کہ فلاں چیز کی کیا حقیقت ہے اور وہ کس چیز سے بنائی گئی ہے اور اس کی کیا تاثیرات ہیں اور دوسری چیز کی کیا حقیقت ہے اور اس کی کیا تاثیرات ہیں؟ ف٥٣ؔ اس آیت میں "ظن" کا لفظ ہے۔ "ظن" کا یہاں معنی علم اور یقین ہے' یعنی مجرم دوزخ کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں۔

صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال ہر طرح سے بیان فرما دی ہے اور انسان ہر چیز سے

شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا

زیادہ جھگڑالو ہے O ۵۴؎ اور لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے کس چیز نے منع کیا

رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

جب کہ ان کے پاس ہدایت آ چکی تھی سوا اس کے کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا دستور آ ئے یا ان کے سامنے عذاب آ جائے O ۵۵؎

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ

اور ہم رسولوں کو صرف خوش خبری سنانے اور عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں ۵۶؎ اور کفار باطل

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا

کے سہارے جھگڑتے ہیں تاکہ حق کو زائل کریں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جن باتوں سے انہیں ڈرایا گیا ہے ان کو

هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ

مذاق بنا لیا ہے O ۵۷؎ اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کو اپنے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا

مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ

اور ان کاموں کو بھول گیا جن کو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر آپ انہیں صحیح راستہ کی طرف بلائیں تو وہ کبھی ہرگز اس راستہ پر نہیں آئیں گے O ۵۸؎

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ

اور آپ کا رب بہت بخشنے والا رحمت والا ہے اور اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کا مواخذہ کرتا تو ضرور ان پر جلدی عذاب

۵۴؎ یعنی ہم نے قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں اور ہر طرح کی نصیحت کی ہے اور غور وفکر کرنے کے لیے ہر طرح کے دلائل بیان کیے ہیں تاکہ یہ اپنے کفر وشرک سے باز آ جائیں اور بتوں کی عبادت ترک کر دیں' لیکن انہوں نے دلائل کے مقابلہ میں کٹ حجتی سے کام لیا اور انبیاء علیہم السلام جب ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تو وہ اس پیغام کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے خود انبیاء علیہم السلام کی ذوات میں شک کرتے اور ان کے نبی ہونے پر اعتراض کرتے اور ان سے جدال کرتے' اور جدال سے مراد ہے: کفار کا اپنے انبیاء سے بحث کرنا اور وہ جو پیغام لے کر آئے اس کو رد کرنا اور ان کی نبوت میں شبہات پیش کرنا' جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہے: "مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ O" (المؤمنون: ۳۳) یہ تو تم جیسا ہی بشر ہے' یہ ان چیزوں کو کھاتا ہے جن کو تم کھاتے ہو اور جن چیزوں کو تم پیتے ہو یہ بھی انہی کو پیتا ہے O "اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ O" (المؤمنون: ۲۵) یہ شخص محض مجنون ہے تم ایک مقررہ وقت تک ان کے متعلق انتظار کرو O اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث بھی مروی ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی ﷺ ان کے پاس اور حضرت سیدتنا فاطمہ' نبی ﷺ کی صاحبزادی کے پاس آئے اور فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں' وہ جب بھی ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں' جب ہم نے یہ کہا تو نبی ﷺ واپس چلے گئے اور آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا' آپ اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا O" (الکھف: ۵۴) اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے O (صحیح البخاری: ۱۱۲۷) ۵۵؎ یعنی ان مشرکین کے پاس جب بھی اسلام کے صحیح اور دین برحق ہونے پر دلائل آتے اور ان کو ایمان لانے سے کوئی مانع اور رکاوٹ بھی نہ ہوتی' پھر بھی یہ ایمان نہیں لاتے تھے' اسی طرح اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار کرنے میں انہیں کوئی عذر نہ ہوتا' پھر بھی یہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر توبہ اور استغفار نہیں کرتے تھے ۵۶؎ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے پیش رو کافروں کی روش پر چلنا چاہتے ہیں' اس سے پہلے کافروں کا یہ طریقہ تھا کہ جب بھی انہیں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو وہ اپنے زمانے کے نبیوں سے کہتے تھے کہ آپ ایمان نہ لانے کی بناء پر جس عذاب سے ڈراتے ہیں' آپ ہمیں وہ عذاب لا کر دکھائیں۔ قرآن مجید میں ہے: "وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O" (الانفال: ۳۲) اور جب کہ ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ O ۵۷؎ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو رسول اللہ ﷺ سے ضد اور عناد کے طور پر بحث کرتے تھے اور آپ کو ساحر' مجنون' کاہن اور شاعر وغیرہ کہتے تھے' اس آیت میں "لیدحضوا" کا لفظ ہے' جس کا معنی ہم نے کیا ہے: تاکہ زائل کریں' اور "الدحض" کا اصل معنی پھسلنا ہے۔ حدیث میں ہے: نبی ﷺ سے پوچھا گیا: پل صراط کیا ہے: آپ نے فرمایا: "دحض مزلقة" یعنی وہ جگہ ہے جہاں سے پیر پھسل جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲) ۵۸؎ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار محض ضد اور عناد سے بحث کرتے ہیں۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ اوصاف بیان کیے' جو ذلت و رسوائی کے موجب ہیں۔ ان صفات میں پہلی صفت یہ ہے کہ ان سے بڑا اور کون ظالم ہے جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے دلائل پیش کیے جائیں تو وہ ان سے اعراض کرے' اور ان آیات اور دلائل سے اعراض کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ان بُرے کاموں کو بھول جائے' جو پہلے کر چکا ہے۔ ان بُرے کاموں سے مراد اُس کا کفر اور شرک ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر آپ انہیں صحیح راستے کی طرف بلائیں تو وہ کبھی ہرگز اس راستہ پر نہیں آئیں گے۔ کفار کی اس صفت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی تو پھر وہ ایمان لانے میں معذور ہوئے تو اب ان کی مذمت کیوں کی جا رہی

الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ

بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے وہ اس سے سرِ مو ٹلنے کا وقت نہیں پائیں گے ۵۹ اور یہ بستیاں ہیں

الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ

جب ان بستیوں والوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک میعاد مقرر کر دی تھی ۶۰ اور جب

مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: میں مسلسل چلتا رہوں گا حتیٰ کہ میں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں ۶۱ یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ

پس جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے سو مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے

سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا

اپنا راستہ بنا لیا ۶۲ پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ' ہمیں اس سفر سے

هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ

تھکاوٹ پہنچی ہے ۶۳ اس نے کہا: بھلا دیکھئے جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا'

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ

اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا تھا' اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا تھا

عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ لا

موسیٰ نے کہا: یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے پس ان دونوں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا

نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا ۶۴ جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم (لدنی)

ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شدید گستاخی کی کہ اس کی سزا کے طور پر ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے گئے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی گئی' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ" (النساء: ۱۵۵) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ف۵۹ اللہ تعالیٰ کے بہت بخشنے کی دلیل یہ ہے کہ اہل مکہ' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عناد رکھتے تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سے مواخذہ کرنے میں جلدی نہیں کی بلکہ فرمایا: ان سے مواخذہ کرنے کا ایک وقت مقرر ہے' اس سے مراد یا تو آخرت ہے اور یا دنیا میں غزوہ بدر کے موقع پر اور مسلمانوں کی فتح کے دیگر مواقع پر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست سے دوچار کیا ف۶۰ اس سے مراد بستیوں والے ہیں' جب ان لوگوں نے اہل مکہ کی طرح ظلم کیا تو ہم نے ان کو ایک وقت معین کی مہلت دی اور جب وہ ایک وقت معین تک اپنے کفر اور ظلم سے تائب نہیں ہوئے تو پھر ہمارے عذاب نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا ف۶۱ اس آیت میں "فتٰی" سے مراد حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہما السلام ہیں' اور دو سمندروں کے سنگم پر پہنچنے کے سلسلے میں قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے: یہ دو سمندر بحر فارس اور بحر روم ہیں۔ بحر روم مغرب کے قریب ہے اور بحر فارس مشرق کے قریب ہے۔ (جامع البیان: ۱۷۴۶۱) ف۶۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی اور حر بن قیس فرازی کی اس میں بحث ہوئی کہ حضرت موسیٰ کس سے ملنے گئے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: وہ خضر تھے۔ ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب گزرے۔ حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا: میری اور میرے اس ساتھی کی اس میں بحث ہوئی کہ حضرت موسیٰ کا وہ کون صاحب تھا جس سے ملاقات کا انہوں نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تھے تو ایک شخص نے سوال کیا: کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہو؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں' تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے' پھر حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات کی سبیل کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مچھلی کو نشانی بنا دیا اور فرما دیا: جب تم سے مچھلی گم ہو جائے تو تم لوٹ آنا' تمہاری خضر سے ملاقات ہو گی۔ حضرت موسیٰ سمندر میں مچھلی کے نشانات ڈھونڈتے رہے' پھر حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد نے کہا: بھلا دیکھئے! جب ہم اس چٹان کے پاس آ کر ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا' اور اس مچھلی کا ذکر کرنا مجھے شیطان نے ہی بھلایا اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طریقے سے راستہ بنا لیا تھا (حضرت) موسیٰ نے کہا: یہی تو وہ چیز ہے جسے ہم ڈھونڈ رہے تھے' تو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے (الکہف: ۶۴۔۶۳) پھر ان دونوں نے حضرت خضر کو پا لیا' پھر ان دونوں کا وہی قصہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۴) ف۶۳ اس میں یہ دلیل یہ ہے کہ انسان کو جو درد اور مرض لاحق ہو یا کسی کام سے کوئی تھکاوٹ ہو' اس کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور یہ اللہ کی رضا کے خلاف نہیں ہے اور نہ اللہ کی تقدیر کو تسلیم کرنے کے خلاف ہے' لیکن یہ اس وقت ہے جب یہ کلمات بے صبری' اللہ سے شکایت اور چیخ و پکار کے طور پر نہ صادر ہوں۔ اسی طرح انسان پر جو ناگہانی آفات اور مصائب آتے ہیں' مال و جان کا نقصان ہو جاتا ہے' بچے گم ہو جاتے ہیں' چوری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے حادثات پیش آتے ہیں' ان کی بھی خبر دینا جائز ہے اور یہ صبر اور ضبط کے خلاف نہیں ہے اور نہ تسلیم و رضا کے خلاف ہے ف۶۴ جمہور کے قول کے مطابق اس بندے سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو خضر اس لیے کہتے ہیں کہ جب وہ سفید پوستین (جانور کی کھال کی قمیص' جبہ) پر نماز پڑھتے تو اس کے نیچے سے سبزہ اُگنے لگتا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۵۱) حضرت خضر علیہ السلام کے مزید احوال کی تفصیل حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۷ ص ۱۶۰ تا ۱۶۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ

عطا کیا تھا ○ ۶۵ موسیٰ نے کہا: آیا میں آپ کی اس شرط پر پیروی کروں کہ آپ کو جو رشد و ہدایت کا علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی (کچھ)

رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا

تعلیم دیں ○ ۶۶ اس بندے نے کہا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے ○ اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کرسکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے

لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ

احاطہ نہیں کیا ○ ۶۷ موسیٰ نے کہا: آپ ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا

لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ

اس بندے نے کہا: پس اگر تم میری پیروی کر رہے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق اس وقت تک سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا تم سے ذکر

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ

نہ کروں ○ ۶۸ پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضر) نے کشتی (کے تختے) کو توڑ دیا (موسیٰ نے) کہا:

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

کیا آپ نے اس کو اس لیے توڑا ہے کہ اس میں سوار لوگ ڈوب جائیں' یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا ہے ○ (خضر نے) کہا: کیا میں نے

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَ

تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے ○ (موسیٰ نے) کہا: جو چیز میں بھول گیا ہوں ۶۹ اس پر میری گرفت نہ

لَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ

کیجئے ۰ ۷ اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے ○ پھر وہ دونوں چل پڑے' حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی تو اس (خضر) نے

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

اس لڑکے کو قتل کر دیا ۱ ۷ (موسیٰ نے) کہا: کیا آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے ۲ ۷

ف۶۵ یہ آیت علم لدنی کے اثبات میں اصل ہے۔ علم لدنی کو علم الحقیقۃ اور علم الباطن بھی کہتے ہیں۔ (روح المعانی جز ۱۵ ص ۴۷۶) ف۶۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول میں ادب کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کا تابع قرار دیا' کیونکہ انہوں نے کہا: آیا میں آپ کی اتباع کروں؟ (۲) حضرت خضر کی اتباع کرنے میں حضرت موسیٰ نے ان سے اجازت طلب کی گویا کہ انہوں نے یوں کہا: کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کی اتباع کروں' اس میں بہت زیادہ تواضع ہے (۳) کیا میں حصول تعلیم میں آپ کی اتباع کروں' اس قول میں اپنے لیے عدم علم اور اپنے استاد کے لیے علم کا اعتراف ہے (۴) موسیٰ نے کہا: آپ کو جو رُشد کا علم دیا گیا ہے' اس میں سے مجھے بھی عطا کریں گویا کہ وہ رشد کے طلب گار تھے (۵) حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کو جو رُشد کا علم دیا گیا ہے' اس میں یہ اعتراف ہے کہ آپ کو اللہ نے علم عطا کیا ہے ف۶۷ متعلم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہے جس نے پہلے کبھی نہ پڑھا ہو۔ ظاہر ہے استاد اس کے سامنے مسئلہ کی جو بھی تقریر کرے گا' اس کا شاگرد اس کو بلا چون و چرا تسلیم کرے گا۔ دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے کچھ پڑھا ہوا ہو اور اس کو اپنے پڑھے ہوئے پر مکمل اعتماد اور یقین ہو۔ یہ شخص استاذ کے اسی قول کو تسلیم کرے گا جو اس کے پڑھے ہوئے کے مطابق ہوگا اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کے قبول کرنے میں اس کو تامل ہوگا اور اس پر وہ اعتراض کرے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریع کے نبی ہیں اور جو بات ظاہر شرع کے مخالف ہوگی' اس پر وہ اعتراض کریں گے' جب کہ حضرت خضر علیہ السلام تکوین کے نبی تھے' اور ان کو معلوم تھا کہ ان کے کئی کام ظاہر شریعت کے خلاف ہوں گے اور ان پر حضرت موسیٰ اعتراض کریں گے اور اس طرح تعلیم اور تعلم کا یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چل سکے گا' اس لیے انہوں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی کہہ دیا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کرسکتے ہیں' جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا ف۶۸ یعنی جب آپ کے نزدیک میرا کوئی کام قابل اعتراض ہو تو جب تک میں خود اس کی توجیہ نہ کروں' آپ اس کے اوپر اعتراض نہ کریں اور یہی تعلیم و تعلم کا ادب ہے۔ سبق میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں' جن کی آگے چل کر خود بہ خود وضاحت ہو جاتی ہے' اس لیے متعلم پر لازم ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور جو بات بہ ظاہر غلط معلوم ہو' اس پر نہ ٹوکے حتیٰ کہ آگے چل کر استاذ خود اس کی وضاحت کر دے گا ف۶۹ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر سمندر کے کنارے جا رہے تھے' ان کے پاس سے ایک کشتی گزری' انہوں نے کشتی والے سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کرے۔ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان کو بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا۔ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہو گئے تو اس وقت حضرت موسیٰ چونک پڑے' جب حضرت خضر نے کلہاڑی سے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: ان لوگوں نے ہم کو بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا اور آپ نے ان کی کشتی کا تختہ توڑ دیا تاکہ ان کے سواروں کو غرق کر دیں' یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا۔ حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: جو چیز میں بھول گیا' اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے مشن کو مجھ پر دشوار نہ کیجئے ف۷۰ اس سے معلوم ہوا کہ بھولے سے کوئی کام کرنے سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا' لیکن یہ حکم حقوق اللہ میں ہے' حقوق العباد میں نہیں ہے' جیسے بھولے سے روزے میں کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' لیکن حقوق العباد میں یہ حکم نہیں مثلاً کسی سے قرض لے کر بھول گیا تو بھول کی وجہ سے اس سے رقم کی ادائیگی ساقط نہیں ہوگی' یا بیوی کو طلاق دے کر بھول گیا تو اس بھول کی وجہ سے وہ طلاق ساقط نہیں ہوگی یا کسی کی امانت رکھ کر بھول گیا تو اس امانت کی ادائیگی ساقط نہیں ہوگی ف۷۱ سعید نے کہا: وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' وہ کافر تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا' پھر اس کو چھری سے ذبح کر دیا' وہ لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۲۵) امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں کشتی سے اترے' جس وقت وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے تو حضرت خضر نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۴۹)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ

(خضر نے) کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے O موسیٰ نے کہا:

سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ

اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے

لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ

(حد) عذر کو پہنچ چکے ہیں O ۲ے پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان دونوں

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ

نے ان بستی والوں سے کھانا مانگا' ۳ے بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا' پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار

يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ

کو دیکھا جو گرا ہی چاہتی تھی' تو اس نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا' موسیٰ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے O ۴ے (خضر

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ

نے) کہا: اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے' ۵ے اب میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ

عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ

صبر نہ کر سکے تھے O رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے' ۶ے

فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ

اس لیے میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں (کیونکہ) ان کے آگے ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (صحیح و سالم) کشتی کو

غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا

زبردستی چھین لیتا تھا O ۷ے اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ مؤمن تھے تو ہمیں یہ خطرہ تھا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر

۲ے حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں اپنے پہلے کلام کی بہ نسبت ''لک'' کا اضافہ کیا ہے اور کلام میں الفاظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے' گویا اس جملہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کو نہایت سختی اور تاکید کے ساتھ تنبیہ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی بہت خواہش اور حصول علم کی بہت شدید حرص کی تھی' لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ وہ دوبارہ حضرت خضر علیہ السلام کے مقرر کردہ ضابطہ اور ان کی نصیحت کی خلاف ورزی کر چکے ہیں تو وہ بہت نادم ہوئے اور انہوں نے خود یہ پیش کش کی کہ اگر تیسری بار بھی انہوں نے حضرت خضر کے حکم کی خلاف ورزی کی تو بے شک حضرت خضر انہیں اپنے ساتھ نہ رکھیں اور اس معاملہ میں وہ حد عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت انصاف پسند تھے اور وہ استاذ کا بہت زیادہ ادب و احترام کرنے والے تھے ۳ے حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں نے کھانا مانگا' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر بھی انسان تھے' کیونکہ ظاہر ہے کھانے کی احتیاج انسانوں کو ہوتی ہے فرشتوں کو نہیں ہوتی' بلکہ فرشتوں کے سامنے حضرت ابراہیم نے کھانا رکھا تو انہوں نے کھانا نہیں کھایا' اور حضرت ابراہیم ان سے اجنبیت محسوس کر کے ان سے ڈرنے لگے۔ (ھود: ۷۰) پس حضرت خضر علیہ السلام کا کھانا طلب کرنا' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے' فرشتے نہ تھے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کا حضرت خضر علیہ السلام کو فرشتہ قرار دینا اور ان کے انسان ہونے کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے ۴ے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ محنت کی مزدوری کی اجرت لینا جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جائیداد نہ بناؤ ورنہ دنیا میں تم رغبت کرو گے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۳۱) اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال دنیا جمع کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کام کی اجرت لینا بھی مال دنیا جمع کرنے کا سبب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو دنیا کا مال عیاشی کے لیے جمع کرتے ہیں یا دنیا کی رنگینی اور چمک دمک کی وجہ سے مال دنیا جمع کرتے ہیں یا گناہوں سے لذت اندوزی کے لیے مال دنیا جمع کرتے ہیں' لیکن جو آدمی باعزت اور باوقار طریقہ سے روزی حاصل کرنے کے لیے مال جمع کرے یا اپنی اولاد کی تعلیم' ان کی شادی اور ان کی دیگر ضروریات کے لیے مال جمع کرے اور اس مال میں اللہ کے حقوق نہ بھولے' زکوٰۃ اور فطرہ ادا کرے' قربانی کرے' اس کا مال جمع کرنا جائز ہے' اسی طرح جو شخص حج اور عمرہ ادا کرنے کے لیے مال جمع کرے' اس کا مال جمع کرنا پسندیدہ ہے ۵ے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان فراق ہے' حضرت خضر نے ''ھذا'' سے کس چیز کی طرف اشارہ کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی طرف تھا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو پھر آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں' حضرت خضر نے ''ھذا'' سے اس فراق کی طرف اشارہ کیا تھا' جس کا حضرت موسیٰ نے وعدہ کیا تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ''ھذا'' کا اشارہ اس تیسرے سوال کی طرف ہے' کیونکہ یہ تیسرا سوال ہی ان کے اور حضرت خضر کے درمیان فراق کا سبب بنا تھا ۶ے ان کی مسکینی کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ کام نہیں کر سکتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے بدنوں میں ضعف تھا۔ کعب نے کہا: وہ دس بھائی تھے' پانچ اپاہج تھے اور پانچ سمندر میں کام کرتے تھے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۷۸) ۷ے حضرت خضر علیہ السلام کا اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ اس کشتی کا تختہ اکھاڑنے سے میری غرض یہ نہیں تھی کہ اس میں بیٹھنے والے سواروں کو میں غرق کر دوں' بلکہ اس سے میرا یہ مقصد تھا کہ جس راستہ پر یہ جا رہے ہیں' اس میں آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ آتا ہے جو ہر اس کشتی کو چھین لیتا ہے' جو بے عیب ہو' اس لیے میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا دیا تاکہ یہ کشتی اس ظالم بادشاہ کے چھیننے سے محفوظ رہے۔

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ

میں مبتلا کردے گا○ ۸۰ ہے تو ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب ان دونوں کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا بچہ عطا فرمائے ۷۹ ہے جو پاکیزہ اور

اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ

زیادہ رحم دل ہو○ اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی ۸۰ ہے

وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ

اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا ۸۱ ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ

يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا

وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں ۸۲ ہے اور میں نے

فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ ع

یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے یہ ان کاموں کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے○ ۸۳ ہے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ ؕ

اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ میں عنقریب تمہارے سامنے ان کا کچھ ذکر کروں گا○ ۸۴ ہے

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ

بے شک ہم نے ان کو زمین میں اقتدار عطا کیا تھا اور بے شک ہم نے ان کو ہر چیز کا سازوسامان دیا تھا○ ۸۵ ہے سو وہ ایک

سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ

مہم کی تیاری کرنے لگے○ حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے اسے سیاہ

عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ

دلدل کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے پایا ۸۶ ہے اور انہوں نے اس کے پاس ایک قوم کو پایا ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! تم ان کو

و۷۸ ہے اس آیت کی توجیہ یہ ہے کہ وہ لڑکا کافروں اور بدمعاشوں کے ساتھ وقت گزارتا تھا اور اس کے متعلق یہ غلبۂ ظن تھا کہ وہ بھی ان کی طرح ہو جائے گا' اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ ایسے لڑکے کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا' اس پر کفر کی مہر لگادی گئی تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۱۵۰) و۷۹ ہے عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پھر ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی' جس کے بطن سے ستر نبی پیدا ہوئے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۱۸۱) و۸۰ ہے اس آیت میں فرمایا: وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی' اس کا معنی ہے: وہ لڑکے چھوٹے اور نابالغ تھے' کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث یاد رکھی کہ احتلام ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۷۳) اس حدیث کا ظاہر معنی ہے کہ جب کسی لڑکے کو احتلام ہو جاتا ہے تو پھر وہ مرفوع القلم نہیں رہتا اور اس پر بالغوں کے احکام نافذ ہو جاتے ہیں' اب وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے اور اپنا نکاح خود کر سکتا ہے اور اگر وہ لڑکی ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہو سکتا و۸۱ ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ خزانہ سونے

ع ۱۲ / ۱

اور چاندی کا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۵۲) و۸۲ ہے حضرت ابن عباس نے کہا: ان کے باپ کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کرائی کیونکہ ان کی کوئی نیکی ذکر نہیں کی گئی' نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی وجہ سے اس کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے ساتھ نیکی فرماتا ہے اور اس کی ذریت کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ کے ستر اور اس کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۸۸۲) و۸۳ ہے یعنی آپ نے جو دیکھا ہے: میں نے کشتی کا تختہ توڑ دیا اور ایک لڑکے کو قتل کر دیا اور ان کنجوس لوگوں کی بستی میں جو دیوار گرا چاہتی تھی اس کی مرمت کر کے اس کو سیدھا کر دیا' تو یہ تمام کام میں نے اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے نہیں کیے بلکہ میں نے یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی وحی سے کیے ہیں' کیونکہ لوگوں کے اموال کو نقصان پہنچانا اور ان میں عیب ڈالنا اور لوگوں کو قتل کرنا' اللہ تعالیٰ کی وحی اور نص قطعی کے بغیر جائز نہیں ہے و۸۴ ہے قرآن مجید میں ذوالقرنین کی جو صفات بیان کی ہیں' ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایسا بادشاہ تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اسباب و وسائل کی فراوانی سے نوازا تھا۔ وہ مشرقی اور مغربی ممالک کو فتح کرتا ہوا ایک ایسے پہاڑی دَرے پر پہنچا' جس کی دوسری طرف یاجوج و ماجوج تھے۔ اس نے وہاں یاجوج و ماجوج کا راستہ بند کرنے کے لیے نہایت مضبوط بند تعمیر کیا۔ وہ اللہ کو ماننے والا اور آخرت پر یقین رکھنے والا نہایت نیک شخص تھا' وہ نفس پرست اور دولت کا حریص نہیں تھا' ان خصوصیات کا حامل صرف وہ شخص ہے جو فارس کا حکمران تھا' جسے یونانی سائرس' عبرانی خورس اور عرب کیخسرو کے نام سے پکارتے تھے' اس کا دور حکمرانی تقریباً ۵۳۹ قبل مسیح ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی اس کے متعلق لکھتے ہیں: امام ابن جریر نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہی شخص سکندر رومی ہے' یہ درست نہیں ہے۔ سکندر رومی ابن فیلبس المقدونی ہے' اس کا ظہور بعد میں ہوا ہے' اور ذوالقرنین کے متعلق ازرقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور اس نے آپ کی اتباع کی تھی اور اس کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے' اور سکندر بن فیلبس المقدونی الیونانی بعد کا ایک شخص تھا اور اس کا وزیر مشہور فلسفی ارسطاطالیس تھا' اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے گزرا ہے۔ وہب بن منبہ نے لکھا ہے کہ یہ بادشاہ تھا' اس کو ذوالقرنین اس لیے کہتے ہیں کہ یہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا' اور بعض نے کہا: اس کو ذوالقرنین اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فتوحات کرتا ہوا مشارق اور مغارب میں پہنچ گیا' یعنی جہاں سے سورج کا قرن طلوع ہوتا ہے اور جہاں پر سورج کا قرن غروب ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۲) و۸۵ ہے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا اور ایک بادشاہ کو اپنی سلطنت قائم کرنے کے لیے جس قدر چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے' ہم نے وہ چیزیں اس کو عطا کی تھیں اور ہم نے اس کو تمام اطراف مملکت میں تصرف کرنے کی قدرت عطا کی تھی اور ہم نے اس کو ہر قسم کے آلات حرب' اسباب (بقیہ صفحہ ۹۸۲ پر)

أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ

عذاب پہنچاؤ یا ان کے ساتھ حسن سلوک کرو○ اس نے کہا: جس شخص نے (اپنی جان پر) ظلم کیا

فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا

تو عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے' پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اس کو بدترین عذاب دے گا○ اور جو

مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ لَهُ

شخص ایمان لے آیا اور اس نے نیک عمل کیے تو ہم اس کو اچھا بدلہ دیں گے اور عنقریب ہم اس کو آسان

مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ

کاموں کے احکام دیں گے○ ف٨٧ پھر وہ ایک اور مہم کی تیاری کرنے لگے○ حتیٰ کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾

نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں بنایا○

كَذَٰلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتَّىٰ

واقعہ اسی طرح ہے' اور ہمارے علم نے ان کے تمام واقعات کا احاطہ کیا ہوا ہے○ ف٨٨ پھر وہ ایک اور مہم پر چل پڑے○ حتیٰ کہ

إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ

جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے ف٨٩ تو ان کے پار انہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو (ان کی) کوئی بات

يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ

نہیں سمجھتی تھی○ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں

مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ

فساد کر رہے ہیں ف٩٠ تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان

ف٨٧ ذوالقرنین کے اس سفر میں مغرب کی آخری جانب کافروں کی ایک قوم تھی یا بنی آدم کا ایک بہت بڑا گروہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں یہ الہام کیا کہ اگر یہ لوگ کفر پر اصرار کریں تو ان کو قتل کر دو یا تم صبر کرو اور ان کو حق اور سیدھے راستہ کی ہدایت دیتے رہو اور ان کو شرعی احکام کی تعلیم دیتے رہو اور ذوالقرنین نے ان لوگوں سے کہا: جس شخص نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور کفر اور شرک پر اصرار کیا تو ہم دنیا میں اس کو قتل کر کے سزا دیں گے اور جب آخرت میں وہ اپنے رب کی طرف لوٹے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں بہت سخت عذاب دے گا' اور جس نے میری دعوت کو قبول کر لیا اور وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اس نے نیک اعمال کیے تو اس کی جزا آخرت میں جنت ہے اور ہم اس کو مشکل اور سخت احکام کا مکلف نہیں کریں گے اور اس کو اللہ کی عبادت کرنے کے آسان طریقے بتائیں گے ف٨٨ جانب مغرب کی فتوحات کرنے کے بعد ذوالقرنین مشرق کی جانب روانہ ہوا اور وہ ایسی جگہ پہنچ گیا' جہاں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے' وہاں اس نے ایسی قوم کو دیکھا جو برہنہ پاؤں اور برہنہ بدن تھے' وہ اپنے جسم کو کسی چیز سے نہیں چھپاتے تھے۔ سورج کی گرمی اور موسم کی سردی سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ ان کے پاس لباس تھے نہ انہوں نے گھر بنائے ہوئے تھے' وہ یوں ہی جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ان کا گزران مچھلی پر تھا ف٨٩ "سدین" سے مقصود کا کیشیا کا پہاڑی درہ ہے' کیونکہ اس کی داہنی طرف بحر خزر ہے' جس نے شمال اور مشرق کی راہ روک رکھی ہے' بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لیے قدرتی روک ہے۔ درمیانی علاقہ میں اس کا سربہ فلک سلسلہ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے' پس اگر شمالی قبائل کے حملوں کے لیے کوئی راہ باقی رہ گئی تھی تو وہ صرف اس سلسلہ کوہ کا ایک عریض درہ یا وسطی وادی تھی اور یقیناً وہیں سے یاجوج ماجوج کو دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملتا تھا۔ اس راہ کے بند ہو جانے کے بعد نہ صرف بحر خزر سے لے کر بحر اسود تک کا علاقہ محفوظ ہو گیا' بلکہ سمندروں اور پہاڑوں کی ایک ایسی دیوار قائم ہو گئی' جس نے تمام مغربی اشیاء کو اپنی پاسبانی میں لے لیا اور شمال کی طرف سے حملے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا' اب ایران' شام' عراق' عرب' ایشیا کوچک' بلکہ مصر بھی شمال کی طرف سے بالکل محفوظ ہو گیا۔ (ترجمان القرآن ج ٢ ص ٤٠٧) ف٩٠ امام حاکم اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج' حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں' اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن وانس دس میں سے ایک ہیں اور یاجوج اور ماجوج دس میں سے نو ہیں۔ (فتح الباری ج ١٣ ص ٩٢٠) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے' ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی جائیں گی' پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گزریں گی' تو وہ کہیں گی: یہاں پر کسی وقت پانی تھا' اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے ایک کے سو دینار سے افضل ہو گی' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا' پھر صبح کو وہ سب دفعۃً مر جائیں گے' پھر اللہ کے نبی اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے' مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہو گی' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی مانند پرندے بھیجے گا' یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا وہاں پھینک دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا' جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان ہو یا کھال کا خیمہ' وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا' پھر زمین سے کہا جائے گا: تم اپنے پھل اُگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ' سو اس ایک دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھائے گی' اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہو گی اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہو گی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا' جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کر لے گی اور بُرے لوگ باقی رہ جائیں گے' جو گدھوں کی طرح کھلے عام جنسی عمل کریں گے اور

تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي

ایک مضبوط دیوار بنا دیں○ انہوں نے کہا: میرے رب نے مجھے جن چیزوں پر قدرت دی ہے وہ زیادہ بہتر ہیں سو تم صرف

بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ

محنت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا○ ۹۱ تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ

إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا

حتیٰ کہ جب اس دیوار کو ان دونوں پہاڑوں کے برابر کر دیا (تو) کہا: آگ کو خوب دہکاؤ یہاں تک کہ لوہے کی ان چادروں کو آگ بنا دیا

قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَ

(پھر) کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر انڈیل دوں○ پھر یاجوج اور ماجوج اس دیوار

مَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ

پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے○ ۹۲ انہوں نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (سے بنی) ہے اور جب میرے

وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا

رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے○ اور اس دن ہم

بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۖ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ

ان کے بعضوں کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ وہ تیز موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے صور پھونک دیا جائے گا پھر ہم

جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِينَ

ان سب کو جمع کر لیں گے○ اور اس دن ہم دوزخ کو کافروں پر پیش کر دیں گے○ جن کی

كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ

آنکھیں میری یاد سے پردے میں رہیں اور وہ (حق کو) سننے کی طاقت

انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۷۲۳۹) ف۹۱ یاجوج اور ماجوج کا ذکر قرآن مجید میں دوبار آیا ہے' ایک یہاں اور دوسرا الانبیاء: ۹۶ میں۔ یورپ کی زبانوں میں انہیں Gog and Magog کہا جاتا ہے' یہ کون سی قوم تھی' تمام تاریخی قرائن متفقہ طور پر شہادت دیتے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی اور طاقتور قبائل' جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چین کے شہنشاہ شین ہوانگ ٹی کو وہ عظیم الشان دیوار بنانی پڑی' جو پندرہ سو میل تک چلی گئی ہے اور جو دیوار چین کے نام سے مشہور ہے' اس کی تعمیر ۲۱۳ ق م میں شروع ہوئی اور دس برس میں ختم ہوئی' اس نے شمال اور مغرب کی طرف منگولین قبائل کے حملوں کی تمام راہیں مسدود کر دیں' اس لیے ان کے حملوں کا رخ پھر وسط ایشیاء کی طرف مڑ گیا۔ انہی کے حملوں کے روکنے کے لیے سائرس نے سد تعمیر کی' شمال مشرق کے اس علاقے کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے' لیکن چینی ذرائع سے پتا چلتا ہے کہ اس کا اصلی قدیم نام ''موگ'' ہے' جو چھ سو سال ق م میں یونانیوں میں میگ اور میگاگ پکارا جاتا تھا اور یہی لفظ عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔ (ضیاء القرآن ج ۳ ص ۵۰-۴۹) ف۹۲ اب ایک سوال اور غور طلب ہے۔ ذوالقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی' وہ درۂ داریال کی سد ہے یا دربند کی دیوار؟ یا دونوں؟ قرآن مجید میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا' اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا' اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کے برابر کر دیا' اس نے پگھلا ہوا تانبا استعمال کیا' تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں' یہ پتھر کی بڑی بڑی سلوں کی دیوار ہے' اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے بلکہ سمندر سے پہاڑ کے بلند حصہ تک چلی گئی ہے۔ اس میں آہنی تختیوں اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا' پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی سد کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا' البتہ درۂ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے۔ یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور یہ جو سد تعمیر کی گئی ہے' اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا' اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں ''آہنی دروازہ'' کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے' اس کا ترجمہ ترکی میں ''دامر کپو'' مشہور ہو گیا۔ بہرحال ذوالقرنین کی اصلی سد یہی سد ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد خود اس نے یا اس کے جانشینوں نے یہ دیکھ کر کہ کاکیشیا کا مشرقی ڈھلوان بھی خطرہ سے خالی نہیں' دربند کی دیوار تعمیر کر دی اور نوشیرواں نے اسے مضبوط کیا ہو' یا ممکن ہے کہ فی الحقیقت نوشیرواں ہی کی تعمیر ہو۔ (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۴۲۹)

سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ

نہیں رکھتے تھے ○ کیا کافروں کا یہ گمان ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا

دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ

دوست بنا لیں گے؟ ۹۳ بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے ○ آپ کہیے: کیا

نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی

ہم تم کو یہ خبر دیں کہ سب سے زیادہ نقصان وہ کام کن لوگوں کے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام مساعی

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ

دنیا کی زندگی میں اکارت گئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں ○ ۹۴ یہ وہ لوگ

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ

ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کے ساتھ کفر کیا' سو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت

لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا

کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ○ ۹۵ ان کی سزا جہنم ہے کیونکہ انہوں نے میری آیتوں

وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور میرے رسولوں کو مذاق بنا لیا تھا ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ

ان کے لیے فردوس کی جنتوں کی مہمانی ہے ○ ۹۶ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس

عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ

جگہ کو تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے ○ آپ کہیے: اگر میرے رب کے کلمات (کو لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے

۹۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ یہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں گے اور میری عبادت کے بجائے ان کی عبادت کریں گے اور میں ان کو کوئی سزا نہیں دوں گا' یا ان کا یہ عمل ان کو نفع دے گا ۹۴ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ بعض لوگ کسی کام کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں' حالانکہ اس کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ انسان کے اعمال کفر یا ارتداد کی وجہ سے ضائع ہوتے ہیں یا لوگوں کو دکھانے اور انہیں سنانے کے لیے عمل کرنے کی وجہ سے ان کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں اس سے مراد کفر ہے یعنی اس کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع ہوئے ۹۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک بہت بڑا اور بہت موٹا شخص آئے گا اور اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہوگا اور فرمایا: تم یہ آیت پڑھو: "فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا○" (الکہف: ۱۰۵)۔ (صحیح البخاری: ۴۷۲۹) اس آیت کا معنی مجازاً یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اعمال کا اس دن ہمارے نزدیک کوئی وزن نہیں ہوگا یعنی ان کے اعمال کی کوئی قدر نہیں ہوگی ۹۶ حضرت سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں' ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس کے اوپر عرش ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی: ۲۵۳۱)

قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا

کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ضرور سمندر ختم ہو جائے گا' خواہ ہم اس کی مدد کے لیے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں O ۹۷ آپ کہیے: میں

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ

(خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے ۹۸ سو جو شخص اپنے رب سے

رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ملاقات کی توقع رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے' اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے O ۹۹

(۱۹) سُوْرَةُ مَرْیَمَ مَكِّیَّةٌ (۴۴) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیاتها ۹۸ — رکوعاتها ۶

سورۂ مریم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھانوے آیتیں چھ رکوع ہیں

كٓهٰیٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

کاف ہا یا عین صاد O یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے ۱ جو اس کے بندہ زکریا پر کی O ۲ جب اس نے اپنے رب

نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ

کو چپکے سے پکارا O ۳ اس نے دعا کی: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں ہیں ۴ اور سر بڑھاپے

شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ

سے بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا O ۵ اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں

مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ﴿۵﴾

سے خطرہ ہے' اور میری اہلیہ بانجھ ہے' سو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما O

یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾ یٰزَكَرِیَّاۤ

جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو ۶ اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ بنا دے O اے زکریا!

ف۹۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علم کے کلمات اور اس کے احکام کو لکھا جائے اور سمندر اس کے لیے سیاہی ہو تو اس کے تمام کلمات کو لکھا نہیں جا سکتا خواہ سمندر کتنا ہی وسیع و عریض کیوں نہ ہو' وہ بہر حال متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات اور اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہود نے اعتراض کیا تھا کہ تم یہ کہتے ہو کہ تمہارے نبی کو حکمت دی گئی ہے اور تمہارے قرآن میں ہے: ''وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا'' (البقرہ:۲۶۹) اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی' پھر تم یہ کیوں کہتے ہو کہ تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے' ''وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا O'' (بنی اسرائیل:۸۵) اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو خیر کثیر دی گئی ہے اور آپ کا علم بہت عظیم ہے۔ تمام مخلوق کا علم آپ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے اور آپ کا علم تمام مخلوق کے مقابلہ میں سمندر ہے' لیکن آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اس طرح بھی نہیں ہے جیسا قطرہ سمندر کے سامنے ہو کیونکہ قطرہ کی نسبت سمندر کی طرف متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے علم کی نسبت اللہ کے علم کی طرف متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے ف۹۸ تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ بشر ضرور ہیں لیکن افضل البشر ہیں اور آپ کے کسی وصف میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔

علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے' یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔ (بقیہ صفحہ ۹۸۲ پر)

سورہ مریم: ف۱ اس کے معنی میں تین اقوال ہیں: (ا) جس چیز کا تم پر بیان کیا جائے وہ تمہارے رب کی رحمت ہے (ب) جو تم پر تلاوت کیا جائے گا وہ تمہارے رب کی رحمت ہے (ج) یہ تمہارے رب کی رحمت کا ذکر ہے ف۲ یہ رحمت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ زکریا پر کی تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت زکریا کی امت پر رحمت ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی ہدایت دی' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت پر رحمت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کس طرح تواضع' عاجزی اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی' سو اللہ تعالیٰ سے جب بھی مراد مانگنی ہو' اس سے اسی طرح دعا مانگنا چاہیے اور دعا کا یہ طریقہ بتانا آپ پر اور آپ کی امت پر رحمت ہے ف۳ حضرت زکریا علیہ السلام نے آہستگی سے اور چپکے چپکے دعا کی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند آواز سے اور چپکے چپکے دعا کرنا دونوں برابر ہیں اور چپکے چپکے دعا کرنا' اس لیے اولیٰ ہے کہ اس میں زیادہ اخلاص ہے اور یہ ریا سے دور ہے ف۴ دعا میں ایسے اُمور کا ذکر کرنا مستحب ہے' جن سے دعا کرنے والے کی عاجزی اور تذلل کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہو' حضرت زکریا نے اپنی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے کہا کہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں ہیں کیونکہ انسان کے جسم کے زیادہ مضبوط اور سخت اعضاء اس کے جسم کی ہڈیاں ہوتی ہیں' جن کے مقابلہ میں گوشت اور خون کمزور ہوتا ہے' اور جب ہڈیاں کمزور ہو جائیں تو جسم کے باقی اعضاء نسبتاً زیادہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور پورا جسم نرم اور کمزور ہو جاتا ہے' اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے عاجزی اور تواضع کی اور اسبابِ ظاہرہ پر اعتماد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی امداد اور اعانت پر بھروسا کیا ف۵ گویا کہ حضرت زکریا نے یہ کہا: تو نے پہلے میری دعا کو رد نہیں کیا تھا حالانکہ اس وقت میرا جسم قوی اور توانا تھا اور مجھے اتنی شدید حاجت نہ تھی تو اب جب میرا جسم کمزور اور لاغر ہو چکا ہے اور مجھے دعا قبول ہونے کی پہلے سے زیادہ احتیاج ہے تو میں تیرے کرم کا زیادہ محتاج ہوں اور مجھے قوی امید ہے کہ اب تو ضرور میری دعا کو قبول فرمائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک سائل کسی سخی داتا کے پاس جا کر کہتا ہے کہ آپ نے پہلے بھی میرے سوال کو پورا کیا تھا' اب میں پھر آپ کے پاس اسی امید اور اسی توقع پر آیا ہوں' تو وہ سخی داتا یہ کہتا ہے کہ اس شخص نے ہمارے کرم کو وسیلہ بنایا ہے' ہم اس کو مایوس نہیں کریں گے' اور اگر کوئی شخص کسی کو ابتداءً کچھ نہ دے تو وہ اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا' بہ نسبت اس کے کہ اس سے ملنے کی توقع ہو اور وہ نہ دے' تو سخی داتا اس شخص کا سوال رد نہیں کرتا' تو وہ کیسے سوال کو رد کرے گا جو سب کریموں سے بڑا کریم ہے اور سب سے زیادہ فیاض اور سب سے بڑا داتا ہے ف۶ زجاج نے کہا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے

إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں' اس کا نام یحییٰ ہوگا' ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO ے

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ

زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری اہلیہ بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے

مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ

انتہائی کم زور ہو چکا ہوںO ۸ فرمایا: اسی طرح ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا: یہ میرے لیے آسان ہے اور میں

خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ۭ

اس سے پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھےO ۹ زکریا نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمادے'

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ

فرمایا: تمہارے لیے یہ نشانی ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گےO پھر زکریا اپنے

مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى

حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اشارے سے کہا کہ تم صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے رہوO ۱۰ اے یحییٰ!

خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

پوری قوت سے کتاب کو لے لو' اور ہم نے ان کو بچپن میں ہی نبوت عطا کردیO ۱۱ اور اپنے پاس سے (ان کو) نرم دلی ۱۲

وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَ

اور پاکیزگی عطا کی اور وہ متقی شخص تھےO ۱۳ اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش نافرمان نہ تھےO اور

سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ع وَاذْكُرْ

ان پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہوگی اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گےO ۱۴ اس کتاب

رشتہ دار دین دار نہیں تھے' ان کو خطرہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد دین ضائع ہو جائے گا' اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا وارث طلب کیا' جو ان کے بعد دین کی حفاظت کرے اور دین کی اشاعت کرے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے مال کا وارث نہیں بنایا جاتا بلکہ ان کے علم اور نبوت کا وارث بنایا جاتا ہے ف ۷ اس کا معنی ہے: ہم نام اور مثل اور نظیر' یعنی ہم نے اس سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا ف ۸ اس مقام پر یہ سوال ہے کہ حضرت زکریا نے خود لڑکے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی تو پھر انہوں نے تعجب کا اظہار کیوں کیا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میں بہت بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے تعجب کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ یہ جاننا چاہا تھا کہ ان کے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا' آیا وہ میاں بیوی اسی طرح بڑھاپے کے حال میں ہوں گے اور ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا یا اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو توانا اور مضبوط بنادے گا اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کے مرض کو زائل کردے گا' پھر ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا' اور قرآن مجید کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کمزوری اور ان کی بیوی سے بانجھ پن کو دور کر کے ان کو بیٹا عطا فرمایا: ''فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ'' (الانبیاء:۹۰) پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو یحییٰ عطا فرمایا اور ہم نے اس کی بیوی کو تندرست کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا نے یہ جاننے کے لیے سوال کیا تھا کہ کس حال میں ان کے لیے بیٹا ہوگا ف ۹ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ پیدائش اس طرح ہوگی' اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ غلط ہے نہ اس کے خلاف کچھ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم فرمائی: یہ میرے لیے آسان ہے' میں تم کو عدم سے وجود میں لا چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ جواب بوڑھے مرد اور عورت سے بچہ پیدا کرے گا تو اسے اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ ان پر جوانی لوٹا دے بلکہ وہ ان کے بڑھاپے کی حالت میں ہی ان میں جوانوں کی سی قوت اور توانائی پیدا کردے گا اور ان کی بیوی سے بانجھ پن کے مرض کو زائل کردے گا ف ۱۰ اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت زکریا کلام پر قادر ہونے کے باوجود لوگوں سے بات نہیں کرسکتے تھے' اس طرح یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی اور آپ کا معجزہ ہوگیا' اگر آپ مطلقاً کلام پر قادر نہ ہوتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ کو کوئی مرض لاحق ہوگیا ہے' جس کی وجہ سے آپ بات نہیں کرسکتے' آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' نماز پڑھتے تھے اور تورات کی تلاوت کرتے تھے' لیکن لوگوں سے بالمشافہ بات نہیں کرسکتے تھے' ان سے اشاروں کے ساتھ بات کرتے تھے یا ان کو لکھ کر بھیج دیتے تھے ف ۱۱ ''کتاب'' سے مراد تورات ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو پوری قوت کے ساتھ حفظ کرو اور اس میں غور و فکر کرو اور اس کے احکام پر عمل کرو ف ۱۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اللہ عزوجل کا ان پر شفقت اور رحمت فرمانا اور دوسرا یہ ہے کہ ان کا لوگوں پر شفقت اور رحمت فرمانا اور ان کو کفر اور شرک سے نکالنا ف ۱۳ زکوٰۃ کا معنی ہے: پاک کرنا اور برکت دینا اور زکوٰۃ دینے والے کی خیر اور نیکی کو بڑھانا' یعنی ہم نے ان کو برکت والا بنادیا' وہ لوگوں کو ہدایت دیتے تھے اور وہ متقی تھے' یعنی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے ف ۱۴ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام پر کثرت سے سلام پڑھنا چاہیے' خصوصاً ان کے میلاد کے دن' اس لیے اہل سنت بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی مناتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس دن درود و سلام پڑھتے ہیں اور مجالس منعقد کرتے ہیں۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کی نعتیں پڑھی جاتی ہیں اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کیے جاتے ہیں' بعض اہل تنقیص اور مبتدعین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کے یوم وفات پر بھی سلام بھیجا گیا۔ پھر جس طرح تم رسول اللہ ﷺ کا یوم میلاد مناتے ہو' اس طرح تم ان کا یوم وفات بھی منایا کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ہمیں نعمت ملنے پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے' اور مصیبت پر غم منانے کا حکم نہیں دیا' بلکہ اس سے منع فرمایا ہے اور نعمت کے بیان کرنے اور اس پر خوشی کا اظہار کرنے کا ذکر ان آیتوں میں ہے: ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْO'' (الضحیٰ:۱۱) اور آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئےO ''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا'' (یونس:۵۸) آپ کہیے: لوگوں کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا چاہیے اور کسی مصیبت پر

فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ

میں مریم کا ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے دور مشرق میں ایک جگہ چلی گئیں O ۱۵ سو انہوں نے

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

لوگوں کی طرف سے ایک آڑ بنالی' پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا ۱۶ اس نے مریم کے سامنے ایک تندرست

سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ

بشر کی شکل اختیار کر لیO مریم نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہےO فرشتہ نے کہا: میں

اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں ۱۷ تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوںO ۱۸ مریم نے کہا: میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ

حالانکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوںO فرشتہ نے کہا: اسی طرح ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا ہے: یہ

عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا

مجھ پر آسان ہے تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنا دیں' اور اس کام کا فیصلہ

مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا

ہو چکا ہےO ۱۹ پس مریم کو اس کا حمل ہو گیا اور وہ اس حمل کے ساتھ دور جگہ پر چلی گئیںO ۲۰ پھر درد زہ ان کو

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا

ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا انہوں نے کہا: کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی

وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ

اور بھولی بسری ہو جاتی O ۲۱ پھر درخت کے نیچے سے (فرشتہ نے) ان کو آواز دی: آپ پریشان نہ ہوں آپ کے

اللہ تعالیٰ نے غم منانے کا حکم نہیں دیا بلکہ صبر اور ضبط نفس کا حکم دیا ہے اور رونے پیٹنے' ماتم کرنے اور چیخنے چلانے سے منع فرمایا ہے **و۱۵** حضرت مریم کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے گھر میں حضرت مریم کے لیے حجرہ بنادیا تھا' جب وہ گھر سے باہر جاتے تو اس کو بند کر جاتے تھے' ان کی یہ خواہش تھی کہ ان کی کوئی الگ جگہ ایسی ہو جہاں وہ آزادی سے آ جا سکیں' سو وہ بیت المقدس کی مشرقی جانب ایک جگہ چلی گئیں اور وہیں ان کے پاس حضرت جبرئیل آئے تھے **و۱۶** اس روح سے مراد حضرت جبرئیل ہیں اور قرآن مجید کی کئی آیتوں میں حضرت جبرئیل پر روح کا اطلاق کیا گیا ہے: "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ O عَلٰى قَلْبِكَ" (الشعراء: ۱۹۴۔۱۹۳) اس قرآن کو الروح الامین (جبرئیل) لے کر نازل ہوئے ہیںO آپ کے قلب پر۔ "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا" (القدر: ۴) لیلۃ القدر میں فرشتے اور روح (جبرئیل) نازل ہوتے ہیں **و۱۷** جب حضرت جبرئیل کو یہ علم ہوا کہ حضرت مریم انہیں اجنبی مرد سمجھ کر ان سے خوف زدہ ہیں تو انہوں نے کہا: میں آپ کے رب کا بھیجا ہوا ہوں' امام رازی نے کہا: صرف اتنا کہہ دینے سے حضرت مریم کا خوف زائل نہیں ہوسکتا تھا' اس لیے لازم ہے کہ حضرت جبرئیل نے ان کو کوئی نشانی دکھائی ہو' جس سے ان کو یقین آ گیا ہو کہ یہ فرشتہ ہے' اور حضرت مریم کو نشانی دکھانے اور فرشتوں کے ساتھ ہم کلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبیہ ہو جائیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى" (یوسف: ۱۰۹) ہم نے آپ سے پہلے جتنی بستیوں میں بھی رسول بھیجے' وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل کرتے تھے **و۱۸** بیٹا دینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' حضرت جبرئیل نے جو کہا: تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں' یہ اسناد مجازی ہے' بعض لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ولی کے وسیلہ سے یا اس کی دعا سے ان کو بیٹا دے دے یا ان کا کوئی اور کام بنا دے' اور جب ان کے ہاں بیٹا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ولی نے بیٹا دیا ہے' یہ بھی اسناد مجازی ہے اور حضرت جبرئیل کے قول کی طرح ہے **و۱۹** جب حضرت جبرئیل نے حضرت مریم کو بشارت دی کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں تو حضرت مریم کو تعجب ہوا کہ عادت کے خلاف بغیر نکاح اور بغیر شوہر کے ان کے ہاں بیٹا کیسے ہوگا' اس لیے انہوں نے کہا: مجھ سے لڑکا کیسے ہوگا' نہ تو کسی بشر نے مجھے مس کیا ہے یعنی نہ تو میرا نکاح ہوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ حضرت جبرئیل نے کہا: اسی طرح ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا ہے: وہ مجھ پر آسان ہے۔ سورۂ آل عمران میں ہے: "كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ O" (آل عمران: ۴۷) اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے' جب بھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے' وہ فرماتا ہے: ہو جا' سو وہ کام ہو جاتا ہےO یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے کرنے کے لیے مادہ اور آلات کی احتیاج نہیں ہوتی اور نہ اس کو کسی کام میں وقت لگتا ہے' ادھر کسی کام کا ارادہ کیا' اُدھر وہ وجود میں آ گیا' اور اللہ تعالیٰ اس لڑکے کی ولادت کو اپنے وجود اور اپنی قدرت کی نشانی اور اپنی رحمت بنانا چاہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر دے' اور اس کام کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے اور جس کام کا وہ فیصلہ فرما لے' اس کا ٹلنا محال ہے **ف۲۰** حضرت مریم کے حمل اور وضع حمل کی مدت کے سلسلہ میں حسن بصری نے کہا کہ اس میں نو (۹) گھنٹے لگے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۱۹) **و۲۱** حضرت مریم کے اس کلام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب حضرت جبرئیل انہیں اس بچے کی بشارت دے چکے تھے تو پھر انہوں نے یہ کلمات کیوں کہے اور اس قدر حزن و ملال کا اظہار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو جو درد زہ لاحق ہوا تھا' وہ اتنا شدید تھا کہ وہ حضرت جبرئیل کی بشارت کو بھول گئی تھیں' اور قیامت کی ہولناکی اور اللہ کے عذاب کا خوف' جب حضرات صحابہ کرام پر طاری ہوتا تھا تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی بشارات کو بھول جاتے تھے اور خوف خدا کے غلبہ سے اسی طرح کہتے تھے۔ مجاہد کہتے تھے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔ میری خواہش ہے کہ مجھ کو پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۵۷۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: کاش! میں بھولی بسری ہوتی۔ (کتاب الزہد للوکیع: ۱۶۰)

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ

رب نے آپ کے نیچے سے ایک نہر جاری کر دی ہے ○ اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں تو آپ کے

رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ

اوپر تروتازہ پکی کھجوریں گریں گی ○ سو کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی رکھو ۲۲ پس تم جب بھی

الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ

کسی انسان کو دیکھو تو اس سے (اشارہ سے) کہو کہ میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے کہ میں آج ہرگز کسی انسان

الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ۚ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ

سے بات نہیں کروں گی ○ ۲۳ پھر وہ اس بچے کو اٹھائے ہوئے لوگوں کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے تو

شَيْـًٔـا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ

بہت سنگین کام کیا ہے ○ ۲۴ اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ بدکردار تھا اور نہ تمہاری

اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ ښ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ

ماں بدچلن تھی ○ سو مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا ۲۵ ان لوگوں نے کہا: ہم گود کے بچے سے

صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ ۙ

کیسے بات کریں○ اس بچہ نے کہا: بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے○ ۲۶

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا

اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں' ۲۷ اور میں جب تک زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ

دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ ښ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ

کی وصیت کی ہے○ ۲۸ اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے اور مجھے متکبر اور بد بخت نہیں بنایا○ ۲۹ اور مجھ پر سلام ہو

ف۲۲ علامہ ابن العربی نے کہا: پہلے ان کے پاس خود بخود بے موسمی پھل آتے تھے اور اب ان کو درخت کے ہلانے کا حکم دیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ان کا دل اللہ کی یاد کے لیے بالکل فارغ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعضاء کو کام کرنے اور جھکنے سے فارغ رکھا اور جب ان کا دل اپنے بچہ کی حفاظت' اس کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کی طرف متوجہ ہو گیا تو ان کو بھی عام لوگوں کی طرح کسب اور اسباب کے حصول کی طرف متوجہ کر دیا۔ بہرحال اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاش حاصل کرنے کے لیے کسب کرنا اور اسباب کا حصول ضروری ہے ف۲۳ سابقہ شریعتوں میں خاموشی کا روزہ رکھنا جائز تھا' "صوم" کا معنی ہے: کسی کام سے رکنا' اور "صمت" کا معنی ہے: بولنے سے رکنا' اس لیے "صوم" کو "صمت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہماری شریعت میں چپ کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں نفس کو تنگی اور عذاب میں مبتلا کرنا ہے' اور یہ شریعت میں ممنوع ہے ف۲۴ وہب بن منبہ نے کہا: جب حضرت مریم بچہ کو قوم کے پاس لے کر آئیں تو بنو اسرائیل کے تمام مرد اور عورتیں جمع ہو گئیں' ایک عورت نے حضرت مریم کو مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس کا آدھا دھڑ سوکھ گیا' پھر اس کو اسی طرح اٹھا کر لے جایا گیا۔ ایک اور شخص نے کہا: مجھے یقین ہے اس نے زنا ہی کیا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گویائی سلب کر لی اور وہ گونگا ہو گیا' پھر لوگ سہم گئے اور ان کو مارنے اور ان کو تکلیف دہ بات کہنے سے باز رہے اور خوف زدہ ہوئے اور چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے: اے مریم! تم نے بہت سنگین کام کیا ہے ف۲۵ ان لوگوں نے حضرت مریم کو جب بہت زیادہ ملامت کی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ تمہاری تہمت اور تمہارے الزام کا جواب یہ بچہ دے گا ف۲۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے سب سے پہلی جو بات نکلی' وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنے بندہ ہونے کا اعتراف تھی اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے بعد میں ان کی شان میں غلو کیا' اور فرمایا: اس نے مجھے کتاب دی ہے' یعنی اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کتاب (انجیل) عطا فرما دی تھی اور اس کی فہم اور اس کا علم عطا فرما دیا تھا اور ان کو نبوت عطا فرما دی تھی' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو دفعتاً تمام اسماء کا علم دے دیا تھا' یا اس سے مراد مستقبل میں کتاب کا عطا کیا جانا ہے ف۲۷ "برکت" کا لغت میں معنی ہے: کسی چیز کا ثابت اور برقرار رکھنا' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دین پر ثابت اور برقرار رکھا ہے' نیز "برکت" کا معنی ہے: زیادتی اور بلندی' گویا کہ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام احوال میں غالب' کامیاب اور سرخرو بنا کر بھیجا ہے کیونکہ جب تک میں دنیا میں رہوں گا' میں حجت اور دلیل کے اعتبار سے دوسروں پر غالب رہوں گا اور جب وقت معین آئے گا تو اللہ تعالیٰ مجھے آسمانوں پر اٹھا لے گا' اور اس کا معنی ہے: میں لوگوں کے حق میں مبارک ہوں کیونکہ میری دعا کے سبب سے مردے زندہ ہوں گے اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی تندرست ہو جائیں گے ف۲۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب میں مکلف ہو جاؤں گا اور نماز پڑھنے' اور زکوٰۃ ادا کرنے پر قادر ہو جاؤں گا تو تمام زندگی نماز پڑھتا رہوں گا اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۳۰) ف۲۹ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی والدہ زنا کی تہمت سے بَری ہیں کیونکہ اگر وہ زانیہ ہوتیں تو رسول معصوم کو ان کی تعظیم کا حکم نہ دیا جاتا۔ "بَارّ" کا معنی ہے: نیکی کرنے والا اور "بَرّ" کا معنی ہے: نیکی' اس آیت میں حضرت عیسیٰ کو "بار" نہیں بلکہ "بَرّ" فرمایا ہے یعنی وہ صرف نیکی کرنے والے نہیں ہیں بلکہ مجسم نیکی ہیں' نیز فرمایا: وہ متکبر نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ متکبر ہوتے تو اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والے نہ ہوتے اور اگر وہ متکبر ہوتے تو معصیت کرنے والے اور بدبخت ہوتے۔ بعض علماء نے کہا ہے: جو شخص ماں باپ کا نافرمان ہوگا' وہ متکبر اور بدبخت ہوگا' پھر انہوں نے اس آیت کو پڑھا۔

عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى

جس دن میں پیدا کیا گیا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن میں (دوبارہ) زندہ اٹھایا جاؤں گا O ۳۰ یہ عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ

ابن مریم ہیں؛ یہی حق بات ہے جس میں یہ شک کرتے ہیں O ۳۱ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ

يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے وہ جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہی فرماتا ہے کہ "ہو جا"

فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾

سو وہ ہو جاتا ہے O اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے O

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ

پھر نصاریٰ کی جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں ۳۲ پس کافروں کے لیے عذاب ہو اس عظیم دن

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ

میں پیش ہونے پر O جس دن وہ ہمارے سامنے پیش ہوں گے تو کیسے سنتے ہوں گے اور کیسے دیکھتے ہوں گے لیکن ظالم

الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ

آج کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں O ۳۳ اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیے جب

الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

فیصلہ ہو چکا ہو گا ۳۴ اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لا رہے O ۳۵ بے شک ہم ہی زمین

الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اور ان کے وارث ہیں جو اس پر ہیں اور وہ سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے O اور آپ اس کتاب میں

وقف لازم

ع ۲ / ۲۵ / ۵

ف۳۰ "سلام" کا معنی ہے: بعینیں سلامت رہیں اور آفات اور بلیات سے امان حاصل ہو' گویا حضرت عیسیٰ نے یہ دعا کی کہ جو سلامتی اور امان حضرت یحییٰ پر نازل کی گئی ہے' وہی سلامتی اور امان ان پر نازل کی جائے۔ یوم ولادت' یوم وفات اور یوم بعثت' ان تین دنوں میں انسان اللہ کی سلامتی کا بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے' اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ ان تین دنوں میں سلامتی کے حصول کی دعا کی ف۳۱ اس کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ کا مریم کا بیٹا ہونا ہی حق بات ہے یعنی وہ ابن اللہ نہیں ہیں' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جس کی یہ صفات بیان کی ہیں یہی عیسیٰ ابن مریم ہیں اور یہ بات برحق ہے ف۳۲ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تو اس وقت ان کے اکابر علماء میں سے چار شخص موجود تھے' جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ کون تھے تو ان چاروں میں سے ایک نے کہا: وہ خود اللہ تھے' جو زمین پر اتر آئے تھے' انہوں نے جس کو زندہ رکھا' اس کو زندہ رکھا اور جس کو مار دیا' اس کو مار دیا' پھر وہ آسمان پر چڑھ گئے۔ اس عقیدہ کے پیروکاروں کا نام یعقوبیہ ہے' باقی تینوں نے اس کو جھوٹا کہا' پھر ان باقی ماندہ میں سے ایک نے کہا: وہ ابن اللہ تھے اور اس عقیدہ کے پیروکار نسطوریہ ہیں اور باقی دو نے اس کو جھوٹا کہا' پھر باقی دو میں سے ایک نے کہا: وہ تین میں کا تیسرا ہے' اللہ معبود ہے اور وہ یعنی عیسیٰ معبود ہے اور اس کی ماں معبود ہے اور اس کے پیروکاروں کا نام اسرائیلیہ ہے' یہ نصاریٰ کے بادشاہ ہیں' پھر چوتھے نے اس کی تکذیب کی اور کہا: بلکہ وہ اللہ کے بندے' اس کے رسول' اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور یہی مسلمان ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۳۲) ف۳۳ اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ ظالم آج کے دن یعنی دنیا میں کھلی گمراہی میں ہیں اور قیامت کے دن ان کو حقیقت کا پتا چل جائے گا' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ظالم جنت کے راستہ سے قیامت کے دن کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گے یعنی ان کو جنت کا راستہ نہیں ملے گا' اس کے برخلاف مؤمنین جنت کے راستہ پر جا رہے ہوں گے ف۳۴ اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے کافروں کو اس دن کے عذاب سے ڈرائیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کرنے سے ڈریں اور "یوم حسرت" سے مراد قیامت کا دن ہے' کیونکہ کفار کو قیامت کے دن یہ علم ہوگا کہ ان کے لیے جنتیں بنائی گئی تھیں' لیکن ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے وہ جنتیں مؤمنوں کو دے دی گئیں اور ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا' پھر انہیں جنت کو دیکھ کر حسرت ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سب اہل دوزخ جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو کہیں گے: کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا' تو ان کو حسرت ہوگی۔ (مجمع الزوائد: ۱۸۶۶۰) ف۳۵ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو سرمئی مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا' پھر ایک منادی یہ نداء کرے گا: اے اہل جنت' تو وہ گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے' تو وہ کہے گا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے' وہ سب اس کو دیکھ لیں گے' پھر وہ نداء کرے گا: اے اہل دوزخ' تو وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے' وہ کہے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے' وہ سب دیکھ لیں گے' پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا' پھر وہ منادی کہے گا: اے اہل جنت! اب دوام ہے' پس موت نہیں ہے' اور کہے گا: اے اہل دوزخ! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ" (مریم: ۳۹)۔ (صحیح البخاری: ۴۷۳۰)

اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ

ابراہیم کا ذکر کیجئے' بے شک وہ بہت سچے نبی تھےO جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا: اے میرے ابا!

مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ

آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے' اور نہ آپ کے کسی کام آ سکتا ہےO ۳٦ اے میرے ابا! بے شک

جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾

میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا' آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گاO

يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾

اے میرے ابا! آپ شیطان کی پیروی نہ کریں' بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہےO ۳٧

يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ

اے میرے ابا! مجھے خطرہ ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے عذاب پہنچے گا' پس

لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ

آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں گےO ۳٨ اس نے کہا: اے ابراہیم! کیا تو میرے خداؤں سے اعراض کرنے والا ہے' اگر تو

لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ

باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا ۳٩ اور تو ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ دےO ابراہیم نے کہا: تجھے سلام ہو ۴٠ میں عنقریب

لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ

اپنے رب سے تیرے لیے استغفار کروں گا ۴١ بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہےO میں تم سب کو (بھی) چھوڑتا ہوں اور ان کو (بھی) جن

دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾

کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں' اور امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہیں ہوں گاO

ف ۳٦ اس آیت میں بتوں کی عبادت کے باطل ہونے کا بیان فرمایا ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) عبادت سب سے زیادہ تعظیم کرنے کو کہتے ہیں اور سب سے زیادہ تعظیم کا وہی مستحق ہوگا' جس نے سب سے زیادہ انعام کیے ہوئے ہوں اور سب سے زیادہ انعام صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں' تو وہی عبادت کا مستحق ہے اور بتوں کا انسانوں پر کوئی انعام نہیں ہے تو بت کسی تعظیم کے مستحق نہیں ہیں (۲) جب بت سنتے اور دیکھتے نہیں ہیں تو وہ عبادت گزار کو غیر عبادت گزار سے متمیز نہیں کر سکتے' سو ان کی عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے (۳) عبادت کا مغز دعا کرنا ہے اور جب بت دعا کو سن ہی نہیں سکتے تو ان کی عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور جب وہ دیکھ نہیں سکتے تو ان کا تقرب حاصل کرنے میں کوئی منفعت نہیں ہے ف ۳٧ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان سے متنفر کرنے کے لیے آزر سے یہ کہا کہ شیطان اللہ کا نافرمان ہے' کیونکہ کسی شخص سے متنفر ہونے کی یہی سب سے بڑی وجہ ہے' اور جب شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا تو کسی چیز میں بھی اس کی اطاعت جائز نہیں ہے اور آزر کے جو عقائد تھے' وہ شیطان کی اطاعت سے ہی مستفاد تھے' اس لیے حضرت ابراہیم نے آزر کو شیطان سے متنفر کرنا چاہا ف ۳٨ اس آیت میں عذاب سے مراد رسوا ہونا ہے اور جو آدمی شیطان کو اپنا ولی بناتا ہے' وہ نقصان اٹھاتا ہے اور رسوا ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًاO'' (النساء:۱۱۹) اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو ولی بنائے گا تو وہ کھلا ہوا نقصان اٹھائے گاO
ف ۳٩ اس کا معنی ہے: میں تمہیں ہلاک کر دوں گا' ابو مسلم نے کہا: کسی شخص کو بھگانے اور دور کرنے کے لیے بھی اس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے ف ۴٠ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار کو سلام کرنا جائز نہیں ہے' پھر حضرت ابراہیم نے آزر کو کیوں سلام کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعظیم اور تحیت کا سلام نہیں تھا بلکہ یہ متارکہ کا سلام تھا یعنی کسی کو چھوڑنے اور اس سے قطع تعلق کرنے کا سلام' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفات میں فرمایا ہے: ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاO'' (الفرقان:۶۳) اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بحث کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: بس تمہیں سلام ہوO ف ۴١ کفار کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ سے یہ کہا تھا کہ میں عنقریب تیرے لیے استغفار کروں گا' یہ اس توقع کی بناء پر تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور جب وہ اسلام نہیں لایا تو وہ اس سے بیزار ہو گئے اور پھر اس کے لیے دعا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌO'' (التوبہ:۱۱۴) اور ابراہیم کا اپنے عرفی باپ کے لیے دعا کرنا' صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا' جب ان پر منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھےO

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ

پھر جب ابراہیم ان سب سے الگ ہوگئے اور ان سے (بھی) جن کی وہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو ہم نے ان کو اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ

اور یعقوب عطا کیے اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا O ف۴۲ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت عطا کی اور

جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۫

ہم نے (دنیا میں) ان کا ذکر جمیل بلند کیا O ف۴۳ اور آپ اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجیے

اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ

جو برگزیدہ تھے اور رسول نبی تھے O ہم نے انہیں طور کی دائیں

الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ

جانب سے ندا کی اور ہم نے انہیں قریب کر کے راز دار بنایا O ف۴۴ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو ان کے بھائی

هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

ہارون نبی عطا فرمائے O ف۴۵ اور آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجیے' وہ سچے وعدہ والے

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ ج وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ

اور رسول نبی تھے O ف۴۶ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ

عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا

اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے O ف۴۷ اور آپ اس کتاب میں ادریس کا ذکر کیجیے بے شک وہ بہت سچے

نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ قلا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

نبی تھے O اور ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا O ف۴۸ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے نبیوں میں سے انعام کیا

ف۴۲ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو چھوڑتا ہے اس کو کوئی خسارہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خاطر اپنے شہر اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑا تو ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ دین میں نہ دنیا میں بلکہ اس ہجرت سے ان کو نفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی اولاد عطا فرمائی جن کو اللہ تعالیٰ نے مقامِ نبوت پر سرفراز فرمایا اور کسی بشر اور انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کیا سعادت اور فضیلت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقامِ نبوت عطا فرمائے اور مخلوق پر اس کی اطاعت کو لازم کر دے اور آخرت میں اس کو اجر عظیم عطا فرمائے' یہ اس کے لیے دنیا اور آخرت کی عظیم نعمتیں ہیں ف۴۳ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی' اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرما لیا ہے' وہ دعا یہ ہے: ''وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ O'' (الشعراء: ۸۴) اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھO سو تمام قوموں نے حضرت ابراہیم کو اپنا مقتداء اور پیشوا مان لیا اور وہ ان کی طرف منسوب ہونے میں فخر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا' جب نبی علیہ السلام سے قربانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے' حج سارا کا سارا حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور حضرت سارہ کی پیروی ہے' ہم آج تک نماز میں حضرت ابراہیم پر بھیجی جانے والی صلوٰۃ کا ذکر کرتے ہیں ف۴۴ اس سے قرب مکانی بھی مراد ہو سکتا ہے اور قرب شرف اور قرب مرتبہ بھی' قرب مکانی پر یہ دلیل ہے کہ ابو العالیہ نے کہا کہ جب تورات لکھی جا رہی تھی تو حضرت موسیٰ اس پر قلم چلنے کی آواز سنتے تھے اور قرب شرف اور قرب مرتبہ پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے متعارف اور متبادر قرب مرتبہ ہوتا ہے' اسی اعتبار سے ملائکہ کو مقربین کہا جاتا ہے ف۴۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت ہارون' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو نبوت عطا کیے جانے کے متعلق دعا کی تھی' سو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی ف۴۶ حضرت اسماعیل علیہ السلام صادق الوعد تھے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں وہ نہایت صادق تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگوں سے جس بات کا وعدہ کرتے تھے' اس کو پورا کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا' وہ وہاں پر نہیں آیا تو آپ نے ایک سال تک اس کا انتظار کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۴۹) ف۴۷ اہل سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں جن کو تبلیغ کرنا ان پر واجب تھا تو اس میں ان کی امت بھی داخل ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب نماز اور زکوٰۃ سے فرض نماز اور فرض زکوٰۃ کا ارادہ کیا جائے' یا اہل سے مراد ان کے اہل خانہ ہیں اور وہ ان کو نفلی نمازوں اور نفلی صدقات ادا کرنے کا حکم دیتے تھے' اور گھر والوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ انسان پر لازم ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے گھر والوں کی اصلاح کرے' پھر اس کے بعد پورے ملک اور قوم کی اصلاح کرے' جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے: ''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O'' (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیےO ''وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا'' (طٰہٰ: ۱۳۲) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر جے رہیں۔ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا'' (التحریم: ۶) اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ ف۴۸ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ادریس' سفید رنگ کے طویل القامت تھے' ان کا سینہ چوڑا تھا اور جسم پر بال تھے اور سر پر بڑے بڑے بال تھے' جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر اہل زمین کا ظلم اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی دیکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھا لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا O'' (مریم: ۵۷)۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۴۹)

مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ
جو آدم کی اولاد سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور جو ابراہیم

ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى
اور یعقوب کی اولاد سے ہیں ۴۹ اور جو ان میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا' جب ان پر

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ
رحمٰن کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں O ۵۰ پھر ان کے بعد

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ ۙ
ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں ۵۱ اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ غی (ہلاکت) میں جا گریں گے O ۵۲

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
سوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾ ۙ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ
اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O ہمیشگی کی جنتیں ہیں ۵۳ جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ

بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ
غیب سے وعدہ کیا ہے' بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے O ۵۴ وہ جنت میں سلام کے سوا کوئی لغو بات نہیں سنیں گے' ۵۵

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ
اور ان کے لیے اس میں صبح و شام ان کا رزق ہوگا O یہ ایسی جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں

عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ
میں سے اس کو بنائیں گے جو متقی ہوگا O اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں' ۵۶ ہمارے

ف۴۹ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو آدم کی اولاد سے ہیں' اس سے مراد حضرت ادریس اور حضرت نوح ہیں' پھر فرمایا: ان لوگوں (کی نسل) سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا' اس سے مراد حضرت ابراہیم ہیں کیونکہ وہ سام بن نوح کی اولاد سے ہیں' پھر فرمایا: جو ابراہیم کی اولاد سے ہیں' اس سے مراد حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب ہیں' پھر فرمایا: جو حضرت اسرائیل (یعقوب) کی اولاد سے ہیں' اس سے مراد حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں ف۵۰ رحمٰن کی آیتوں سے مراد ان نبیوں کے صحائف کی آیتیں ہیں یا اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت اور قدرت کی نشانیاں ہیں' بعض نے کہا: اس سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں ف۵۱ نیک اولاد کو "خَلَف" (لام کی زبر) کہتے ہیں اور بُری اولاد کو "خَلْف" (لام کی جزم) کہتے ہیں۔ (المحکم والمحیط الاعظم ج۵ ص۱۹۷) نمازوں کو ضائع کرنے کا ایک معنی یہ ہے کہ نماز کے حقوق اور اس کے واجبات کی رعایت نہ کی جائے' مثلاً انسان نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے۔ اس سلسلے میں یہ حدیث ہے: حضرت ابووائل بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا' ایک شخص نماز میں رکوع اور سجدہ کامل طریقہ سے نہیں کر رہا تھا' جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو نبی ﷺ کی سنت کے خلاف مرو گے۔ (صحیح البخاری: ۸۰۸) نماز کو بہت تاخیر سے پڑھنا یہ بھی نماز کو ضائع کرنا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی: پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لو' پھر اگر تم ان کے ساتھ نماز کو پاؤ تو پڑھ لو' وہ تمہاری نفلی نماز ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۱) ف۵۲ جہنم کی ایک وادی ہے جس کا نام غی ہے' وہ اس وادی میں جا گریں گے ف۵۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ نیک مسلمان جنت میں داخل ہوں گے اور اس آیت میں جنت کی صفات بیان فرمائی ہیں' ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ جنات عدن ہیں' عدن کے معنی ہیں: کسی شئی کا دائمی ہونا' یعنی وہ ایسے باغ ہیں جو ہمیشہ قائم رہیں گے' اس کے برخلاف دنیا کے باغات دائمی نہیں ہوتے اور خزاں کے موسم میں ان کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور جنت میں ایسے باغات ہیں' جن کے پتوں' پھلوں اور پھولوں میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ف۵۴ اللہ تعالیٰ نے جنت کی دوسری صفت یہ ذکر فرمائی کہ رحمٰن نے اس جنت کا اپنے بندوں کے ساتھ غیبت سے وعدہ کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جنت ان بندوں سے غیب تھی' ان کے سامنے حاضر نہ تھی اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے: وہ بندے اس جنت سے غائب تھے اور اس کا مشاہدہ نہیں کر رہے تھے ف۵۵ لغو اس کلام کو کہتے ہیں جو فضول' بے مقصد اور بے فائدہ ہو' فحش باتوں کو بھی لغو کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: اللہ تعالیٰ مؤمنین اہل کتاب کی صفات میں فرماتا ہے: "وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ O" (القصص: ۵۵) اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' تم کو سلام ہے ہم جاہلوں سے بحث کرنا نہیں چاہتے O نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے صاحب سے کہا: چپ رہو' تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: ۹۳۴) اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اس میں صرف سلام سنیں گے۔ اس سے مراد ہے: جنتیوں کا ایک دوسرے کو سلام کرنا' یا فرشتوں کا ان کو سلام کرنا ف۵۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ آپ ہم سے ملاقات کے لیے جتنی بار آتے ہیں' اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے' تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۷۳۱)

أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ
آگے اور ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے○ آسمانوں کا اور

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۚ هَلْ
زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا وہی رب ہے' سو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو ۵۷ کیا تم

تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ وَيَقُوْلُ الْإِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ
اس کے کسی ہم نام کو جانتے ہو؟○ ۵۸ اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا میں ضرور عنقریب زندہ کر کے (قبر سے)

حَيًّا ﴿۶۶﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۷﴾
نکالا جاؤں گا؟○ اور کیا انسان یہ یاد نہیں کرتا کہ اس سے پہلے بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا○ ۵۹

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾
سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے' پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾
گے○ ۶۰ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں گے جو رحمٰن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہو گا○ ۶۱

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا
پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں○ اور بے شک تم میں سے ہر شخص

وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
ضرور دوزخ پر وارد ہو گا یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکالیں گے اور

وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ
ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے○ ۶۲ اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے' تو کفار مؤمنوں سے

ف۵۷ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا' اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' کا مالک اور مربی ہے' وہی ان سب چیزوں کا خالق ہے' وہی اس کائنات کو بنانے والا اور اس کو چلانے والا ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے' سو تم سب اس کی عبادت کرو' اور اس راہ میں اگر کچھ رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آئیں تو ان سے گھبرانا مت اور اگر نزولِ وحی میں تاخیر ہو جائے تو آپ اس سے آزردہ خاطر نہ ہوں اور دلجمعی سے پہلے کی طرح اس کی عبادت پر کمربستہ رہیں اور اگر کفار طعنے دیں تو ان کی پرواہ نہ کریں ف۵۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کیا تم اس کے کسی بیٹے کو جانتے ہو؟ یا اس کی نظیر یا اس کے کسی مثیل کو جانتے ہو' نیز فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا نام رحمٰن ہو' بعض مفسرین نے کہا: کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو' جس کا نام اللہ ہو' مشرکین اپنے بتوں کو اِلٰہ تو کہتے تھے لیکن انہوں نے اپنے معبود یا کسی بت کا نام کبھی اللہ نہیں رکھا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کسی کو کبھی اللہ نہیں کہا گیا ف۵۹ انسان سے مراد وہ کافر ہے' جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کی تصدیق نہیں کرتا' بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد معین کافر ہے اور وہ ابوجہل ہے یا ابی بن خلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا: کیا یہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور اٹھائے جانے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے' کیا اس کو یہ یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو عدم سے وجود میں لایا تھا اور کسی چیز کو دوبارہ بنانا پہلی بار بنانے سے زیادہ آسان ہوتا ہے ف۶۰ تمام لوگوں کا ایک ساتھ حشر کیا جائے گا اور کفار اور ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہی حشر ہوگا' لیکن ان کی یہ حالت نہیں ہوگی اور یہ اس لیے ہوگا کہ مسلمانوں کو کفار کی یہ رسوائی دیکھ کر خوشی ہو اور کافروں کو اور زیادہ غم ہو' ایک غم اس لیے ہو کہ ان کا ذلت کے ساتھ حشر ہو رہا ہے اور دوسرا غم اس لیے ہو کہ ان کے دشمن اور مخالف مسلمانوں کا حشر عزت کے ساتھ ہو رہا ہے' جب کہ کفار جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر ہوں گے ف۶۱ اس آیت میں گروہ کے لیے ''شیعة'' کا لفظ ہے' اور ''شیعة'' سے مراد عموماً وہ فرقہ اور گروہ ہوتا ہے جس کی گمراہی بہت زیادہ مشہور ہو چکی ہو' قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا'' (الانعام:۱۵۹) بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ بن گئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ سب کافروں کو جہنم کے گرد جمع فرمائے گا' پھر ان میں سے جو لوگ اپنے کفر میں زیادہ سرکش تھے' ان کو دوسروں سے متمیز کر کے الگ کھڑا کر دے گا تا کہ ان کو ان کے تابعین اور مقلدین سے زیادہ عذاب دیا جائے' کیونکہ جو شخص لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر ان کو باطل پر اُکساتا ہے' اس کا عذاب ان لوگوں سے زیادہ ہوگا' جو غفلت کی وجہ سے اس کی پیروی کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ○'' (النحل:۸۸) جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسرے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا' ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب کو زیادہ کریں گے کیونکہ وہ فساد پھیلاتے تھے○ اس لیے فرمایا کہ گمراہ لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف زیادہ سرکشی کرتے تھے' ہم ان کو دوسروں سے الگ اور ممتاز کر لیں گے تا کہ معلوم ہو کہ ان کا عذاب دوسروں سے زیادہ ہوگا ف۶۲ اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مؤمن اور کافر ہر شخص کا جہنم پر ''ورود'' ہوگا' اور ''ورود'' کا معنی دخول ہے' یعنی ہر شخص جہنم میں داخل ہوگا۔ ابوسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ''ورود'' کے معنی میں اختلاف ہوا' ہم میں سے بعض نے کہا: دوزخ میں مؤمن داخل نہیں ہوں گے اور بعض نے کہا: سب لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ متقین کو دوزخ سے نجات دے دے گا' پھر میری حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' میں نے ان سے اس اختلاف کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ورود'' دخول ہے' اور ہر نیک اور بد دوزخ میں داخل ہوگا' پھر دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' جیسا کہ حضرت ابراہیم پر تھی حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے دوزخ چیخ و پکار کرے گی' پھر اللہ تعالیٰ دوزخ سے متقین کو نجات دے دے گا اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل دوزخ میں چھوڑ دے گا۔ (مسند احمد: ۱۴۵۷۴) اسی طرح حضرت سیدنا عبد اللہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ

کہتے ہیں کہ دو فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ اچھا ہے اور کس کی مجلس زیادہ

نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾

بہتر ہے؟○ اور ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو تباہ کر چکے ہیں جن کا سامان اور آرائش ان سے زیادہ شاندار تھی○ ٦٣

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا

آپ کہیے: جو لوگ گمراہی میں مبتلا ہوں' پھر ان کو رحمٰن نے خوب ڈھیل بھی دی ہو' حتیٰ کہ وہ اس چیز کو

مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ

دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا عذاب یا قیامت' ٦٤ پھر وہ عنقریب جان لیں گے کہ

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ

کس کا مقام زیادہ بُرا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کم زور تھا○ ٦٥ اور اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے' ٦٦

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ

اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں اور انجام کے لحاظ سے (بھی) زیادہ اچھی ہیں○ ٦٧

الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ ؕ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی○ ٦٨ کیا وہ غیب پر مطلع

اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ ۙ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ

ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے○ ہرگز نہیں! ہم عنقریب اس کی باتوں کو لکھ لیں گے اور اس کے

لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ ۙ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا

عذاب کو بڑھاتے رہیں گے○ اور ہم ہی اس کی باتوں کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا○ اور انہوں نے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے' پھر اپنے اعمال کی وجہ سے اس سے نکل جائیں گے' بعض پلک جھپکنے کی طرح نکل جائیں گے' بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح' بعض شتر سوار کی طرح اور بعض تیز رفتار چلنے والے شخص کی طرح۔ (سنن ترمذی: ٣١٥٩)

ف٦٣ مشرکین قریش جو مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے منکر تھے' جب ان کے سامنے قیامت اور حشر اجسام پر دلائل قائم کیے گئے تو انہوں نے اس پر معارضہ کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا: اگر تم حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو تم دنیا میں بہت خوش حال اور ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے اور کفار بہت زبوں حال ہوتے' حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے' تم بہت غربت اور پس ماندگی کی زندگی گزار رہے ہو اور کفار بہت کشادگی اور شادمانی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: تم جس طرح عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو' پچھلی امتوں کے کفار اس سے زیادہ خوش حالی اور فراخی کی زندگی گزار رہے تھے' لیکن ان کے کفر اور ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اچانک ان پر ہمارا عذاب آ گیا اور ان کا تمام سامان عیش و عشرت ملیامیٹ کر دیا گیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی کی پرتعیش زندگی' اس کے برحق ہونے کی علامت نہیں ہے اور کسی کی پس ماندگی اور درماندگی اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے ف٦٤ ان آیتوں میں کفار کے شبہ کا دوسرا جواب ہے' اس کی تقریر یہ ہے کہ چلو مان لیا کہ کفار کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زیادہ ڈھیل دی ہوئی ہے' لیکن دنیا کی زندگی فانی اور متناہی ہے' آخر یہ زندگی ایک دن ختم ہوگی' پھر پہلے ان کو موت کی سختیوں کا سامنا ہوگا' پھر عذابِ قبر کا' پھر حشر کا عذاب ہوگا' اور بالآخر دوزخ کا عذاب ہوگا' پھر ان دنیاوی زندگی کی نعمتوں پر فخر اور خوشی کا کیا موقع ہے ف٦٥ کفار مؤمنوں سے کہتے تھے: کس کا مقام زیادہ اچھا ہے اور کس کی مجلس زیادہ بہتر ہے' سو جب وہ دیکھ لیں گے کہ ان کا مقام دوزخ ہے اور دنیا میں وہ اپنی جس جمعیت اور مددگاروں پر مان رکھتے تھے' جب قیامت کے دن ان میں سے کوئی ان کے کام نہیں آ سکے گا تو پھر وہ جان لیں گے کہ کس کا مقام زیادہ بُرا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا ف٦٦ یعنی جو شخص اللہ پر ایمان لے آتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کے سبب سے اس کی ہدایت میں اور اضافہ فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے درجات غیر متناہی ہیں۔ پہلے اسے معرفت کے ایک مرتبہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' پھر اس کے اخلاص کی وجہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات غیر متناہی ہیں۔ پہلے اسے ایک درجہ کا قرب عطا فرماتا ہے' پھر دوسرے درجہ کا اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے ف٦٧ کفار نے اپنے عیش و آرام اور قوت اور استحکام کا مقابلہ مسلمانوں کی تنگ دستی اور ان کے ضعف سے کیا تھا' سو مسلمانوں کی تنگی اور ان کا ضعف عارضی ہے اور اس کے بعد ان کو جو ثوابِ عظیم حاصل ہوگا' وہ دائمی ہے' اور کفار کو دنیا میں جو نفع حاصل ہے وہ عارضی ہے' اس کے بعد ان کو آخرت میں جو ضرر لاحق ہوگا وہ دائمی اور غیر متناہی ہے اور باقیات صالحات سے مراد ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں' کیونکہ ان کا نفع دائمی ہے اور باقی رہنے والا ہے اور بعض علماء نے کہا: باقیات صالحات سے مراد وہ نیک اعمال اور صدقہ و خیرات ہیں' جس سے دوسرے مسلمانوں کو نفع پہنچے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ" (الرعد: ١٧) اور جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے' وہ زمین میں برقرار رہتی ہے ف٦٨ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں العاص بن وائل کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے گیا' اس نے کہا: میں اس وقت تک تمہارا قرض واپس نہیں کروں گا' جب تک کہ تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے ساتھ کفر نہیں کرو گے' میں نے کہا: (میں آپ کے ساتھ کفر نہیں کروں گا) حتیٰ کہ تو مر جائے اور پھر تجھ کو اٹھایا جائے۔ (حضرت خباب نے یہ اس لیے کہا کیونکہ کفار کے نزدیک موت کے بعد زندہ کیا جانا محال ہے) العاص نے کہا: میں مر جاؤں گا' پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں' اس نے کہا: میرا وہاں بھی مال ہوگا اور اولاد ہوگی تو میں تمہارا قرض وہاں ادا کر دوں گا' تب یہ آیات نازل ہوئیں: "اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا"۔ (صحیح البخاری: ٤٧٣٢)

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ

اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں ○ ہرگز نہیں! عنقریب وہ ان کی

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ

عبادتوں کا انکار کردیں گے ١٩ اور وہ ان کے خلاف ہو جائیں گے ○ ٠ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ

پر (مسلط کرکے) بھیجا جو انہیں (برائیوں پر) برانگیختہ کرتے رہتے ہیں ○ ا سو آپ ان کے متعلق جلدی نہ کریں ہم تو صرف ان کی

عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ

میعاد پوری کر رہے ہیں ○ ٢ جس دن ہم متقین کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر بھیجیں گے ○ ٣ اور ہم مجرموں کو

اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ

پیاسا جہنم کی طرف ہانکیں گے ○ ۴ وہی شفاعت کے مالک ہوں گے جو رحمٰن سے عہد

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا

لے چکے ہیں ○ ۵ اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے (اپنی) اولاد بنا لی ہے ○ بے شک تم نے بہت سخت بات

اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

کہی ہے ○ ٦ قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ

هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ

ریزہ ہو جائیں ○ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ○ ٧ اور رحمٰن کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کسی کو بنا

وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾

بنائے ○ ٨ آسمانوں اور زمینوں میں سے ہر ایک رحمٰن کے سامنے بطور بندہ حاضر ہو گا ○

ف١٩ مشرکین قریش حشر اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حشر کے ثبوت میں دلائل دیئے اور اب بت پرستی کے ردّ میں آیات نازل فرمائیں۔ مشرکین بتوں کی اس لیے عبادت کرتے تھے تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت اور مددگار ہوں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ قیامت کے دن بت ان کی اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ کے عذاب سے چھڑالیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ فرمایا: ''کلا'' ایسا ہرگز نہیں ہوگا' بلکہ وہ بت خود اپنی عبادت کرنے والوں کا ردّ کردیں گے۔ بعض مفسرین نے کہا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان بتوں کو زندہ کردے گا' حتیٰ کہ وہ ان لوگوں کو زجروتوبیخ کریں گے جو دنیا میں ان کی عبادت کرتے رہے تھے' جس سے مشرکین کی حسرت اور ان کی مایوسی اور زیادہ ہوگی۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ مشرکین قیامت کے دن خود ان بتوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے اور بتوں کی عبادت کی مذمت کریں گے ف٠ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ''نـد'' ہے اور نہ کوئی ''ضـد'' ہے کیونکہ ''نـد'' اس کو کہتے ہیں: جو جوہر اور ذات میں مشترک ہو اور ''ضـد'' اس کو کہتے ہیں کہ ایک جنس کے تحت دو منافی چیزیں ہوں' اور اللہ تعالیٰ جوہر ہونے سے منزہ ہے' پس اللہ تعالیٰ کی کوئی ''ضـد'' ہے اور نہ کوئی ''نـد'' ہے۔ اور اس آیت میں جو فرمایا: وہ ان کی ضد ہو جائیں گے' اس کا معنی ہے: وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے ف١ ''ازا'' کا معنی ہے: کسی کو کسی کام پر برانگیختہ کرنا' اس کو بھڑکانا اور جوش میں لانا' جب دیگچی میں پانی اُبلتا ہے اور جوش میں آتا ہے تو اس کے اُبلنے کی آواز کو ''ازیـز'' کہتے ہیں۔ حدیث میں ثابت بن مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٩٠۴) ف٢ یعنی ان کے عذاب کے متعلق جلدی نہ کریں' ہم تو صرف ان کی میعاد پوری کر رہے ہیں' یعنی ان کی زندگی کے دنوں اور راتوں کو گن رہے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ جلدی نہ کریں' ہم ان کو اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ ان کے گناہ زیادہ ہوں۔ (الجامع لاحکام القرآن) ف٣ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: سنو! اللہ کی قسم! یہ لوگ پیدل نہیں جائیں گے اور نہ ان کو ہنکایا جائے گا' لیکن یہ ایسی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق نے ان جیسی اونٹنیاں نہیں دیکھی ہوں گی' ان کے پالان سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زمرد کی ہوں گی' وہ ان پر سواری کریں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣۴٠٠٣) ف۴ اس آیت کا معنی ہے: مجرموں کو پیاسا' ننگے پیر' پیدل فوج در فوج جہنم کی طرف ہانکا جائے گا ف۵ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ ہر صبح اور شام اللہ سے عہد لے' پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ہر صبح اور شام کو یہ کہے: ''اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيَاةِ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَتُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوَفِّيْنِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ'' اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے' غیب اور شہادت کو جاننے والے میں تیری طرف اس دنیا کی زندگی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں یہ شہادت دوں گا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو واحد ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے' اور بے شک (سیدنا) محمد (ﷺ) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں' تو مجھے میرے نفس کی طرف نہ سونپ دینا' کیونکہ اگر تو نے مجھے میرے نفس کی طرف سونپ دیا تو وہ مجھے خیر سے دور اور شر سے قریب کردے گا اور میں تیری رحمت کے سوا اور کسی چیز پر اعتماد نہیں کرتا' پس تو میرے لیے اپنے پاس عہد کرلے جس کو تو قیامت کے دن پورا کرے گا' بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا' پس جب وہ یہ کلمات پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات پر مہر لگا کر ان کو عرش کے نیچے رکھ دے گا' تو جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی یہ ندا کرے گا:

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اللہ نے ان سب کا احاطہ کر لیا ہے اور ان کو گن لیا ہے○ ۷۹ اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے

فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ

تنہا پیش ہو گا○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے

الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ

(لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا○ ۸۰ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے ۸۱ تا کہ آپ اس

وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ

سے متقین کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو اس سے ڈرائیں○ ۸۲ اور ہم اس سے پہلے کتنی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں ۸۳ کیا

تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی آہٹ سنتے ہیں○

۲۰ سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ ۴۵ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۳۵ — رُكُوْعَاتُهَا ۸

سورۂ طٰہٰ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو پینتیس آیتیں آٹھ رکوع ہیں

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ

طا ہا○ ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں○ ۱ یہ صرف ان کے لیے نصیحت ہے

يَّخْشٰى ﴿۳﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ

جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں○ ۲ اس کو نازل کرنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمینوں کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا○ جو رحمٰن

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَ

ہے اور (اپنی شان کے لائق) عرش پر جلوہ فرما ہے○ اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور

کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ کے پاس عہد ہے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (المستدرک: ۳۴۱۸) ۷۶ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے کا رد فرمایا تھا اور ان آیات میں اب ان کافروں کا رد فرما رہا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانتے تھے' یہود کہتے تھے: عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے تھے: المسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ (التوبہ: ۳۰) اور مشرکین عرب کہتے تھے: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرماتے ہوئے فرمایا: "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا○" بے شک تم نے بہت سخت بات کہی○ علامہ راغب نے کہا ہے کہ "اِدّا" کا معنی ہے: ایسا بُرا کام جس کے کرنے سے شور مچ جائے' یعنی رحمٰن کا بیٹا کہنا ایسا بُرا کلمہ ہے' جس کے کہنے سے شور مچ جائے یا جس پر لوگ تعجب کریں ۷۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے کا قول کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت غضب میں لانے والی بات ہے' اگر اللہ تعالیٰ حلیم نہ ہوتا اور اس نے عذاب کو مؤخر نہ کیا ہوتا تو اس بات کے سبب وہ ایسا عذاب بھیجتا کہ آسمان پھٹ جاتا' زمین شق ہو جاتی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ۷۸ یعنی اللہ کی عظمت اور جلال کے مناسب نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے کیونکہ مخلوق میں کوئی اس کا کفو نہیں ہے' کیونکہ تمام مخلوق اس کی مملوک اور اس کی غلام ہے اور بیٹا باپ کا مملوک اور غلام نہیں ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ بیٹے سے پاک ہے ۷۹ یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور قیامت تک جن کو پیدا کرتا رہے گا' وہ ان سب کی تعداد کو جانتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ ان میں کتنے مذکر اور کتنے مؤنث ہیں' کتنے بچے ہیں اور کتنے بڑے' وہ ان کی زندگی کے تمام حالات اور واقعات اور مرنے کے بعد ان کی جزا اور سزا سب کو تفصیل سے جانتا ہے ۸۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو نداء کر کے فرماتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے' سو تم اس سے محبت رکھو' پس حضرت جبریل اس سے محبت کرتے ہیں' پھر حضرت جبریل آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے' سو تم اس سے محبت رکھو' سو اس بندے سے آسمان والے محبت رکھتے ہیں' پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۴۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صالحین اور ملائکہ کے دلوں میں مؤمن کی الفت' ملاحت اور محبت پیدا کر دی ہے۔ (نوادر الاصول ج ۴ ص ۸۰) انبیاء علیہم السلام' صحابہ کرام' اہل بیت عظام اور اولیاء کرام کی محبت' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ حضرت سیدنا علی الہجویری' حضرت سیدنا غوث اعظم' حضرت سیدنا معین الدین چشتی اور سیدنا مجدد الف ثانی رحمہم اللہ ان سب اور دیگر اولیاء کرام کی محبت اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہے اور ہم ان کی ولایت کو لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت سے پہچانتے ہیں اور ان کی ولایت کو مسلمانوں کی شہادت سے پہچانتے ہیں ۸۱ یعنی ہم نے اس قرآن کو آپ کی عربی زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس کی فہم کو آسان کر دیا ہے ۸۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لُدّ" وہ شخص ہے جو سخت جھگڑا کرتا ہو' اور ڈرانے کے لیے جھگڑالو کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کیونکہ جو شخص معاند اور جھگڑالو نہ ہو' اس کو سمجھانا آسان ہے ۸۳ یعنی ان سے پہلے ہم لوگوں کے کتنے ہی گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں' اس آیت سے اہل مکہ کو ڈرانے کا قصد کیا گیا ہے تا کہ وہ گزشتہ امتوں جیسی سرکشی سے باز آ جائیں۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورہ طٰہٰ: ۱ "طٰهٰ" کے معنی بیان کرتے ہوئے ثعلبی نے کہا ہے کہ حساب جمل کے اعتبار سے طا کے نو عدد ہیں اور ہا کے پانچ عدد ہیں' سو یہ چودہ عدد ہوئے یعنی چودھویں کی رات کے چاند اور اس کا معنی ہے: اے بدر کامل! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۷۰) ۲ ہر چند کہ قرآن مجید سب کے لیے نصیحت ہے لیکن واقع میں اس سے نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں' جو اللہ سے ڈرتے ہیں' اس لیے اس آیت میں ان کی تخصیص کی گئی ہے۔

مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ

ان کے درمیان میں ہے اور زمین کی تہہ میں ہے○ ۳ اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بے شک وہ آہستہ اور

السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۤءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾ وَهَلْ

اس سے بھی زیادہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے○ ۴ اللہ معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تمام اچھے نام اسی کے ہیں○ ۵ کیا

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ

آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟○ ۶ جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا: ٹھہرو بے شک

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾

میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا میں آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں○ ۷

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ

جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ○ ۸ بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں سو آپ اپنے جوتے اتار دیجئے بے شک

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾

آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں○ ۹ اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے ۱۰ پس جو وحی کی جائے اس کو بہ غور سنیے○ ۱۱

اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾

بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو آپ میری عبادت کیجئے اور میری یاد کے لیے نماز قائم کیجئے○ ۱۲

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾

بے شک قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی سعی کا صلہ دیا جائے○

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾

پس آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں

ف ۳ ”ثریٰ“ کا معنی ہے: گیلی مٹی خاک۔ (مختار الصحاح ص ۶۲) اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے نیچے کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ محمد بن کعب نے کہا: اس سے مراد ساتویں زمین ہے ف ۴ اس آیت میں ”سر“ اور ”اخفیٰ“ کے الفاظ ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انسان دوسرے شخص سے پوشیدگی میں جو بات کرے وہ ”سر“ ہے اور انسان اپنے دل میں جو بات چھپالے اور کسی دوسرے شخص کو اس پر مطلع نہ کرے وہ ”اخفیٰ“ ہے ف ۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں' جس نے ان کو شمار کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۶) ف ۶ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیان فرمائی تھی' اب اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما رہا ہے تاکہ انبیاء علیہم السلام کے احوال سن کر اور ان کی تبلیغ کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے جو سختیاں اٹھائیں اور کفار نے ان کو جو دل آزار باتیں کہیں' ان سب پر مطلع ہو کر نبی ﷺ کو اطمینان اور تسلی ہو اور کفار کو تبلیغ کرنے کے لیے آپ کا دل مضبوط ہو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ“ (ھود: ۱۲۰) ہم آپ کے سامنے رسولوں کے تمام احوال بیان فرما رہے ہیں' جن سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کر رہے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے احوال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے ابتداء کی' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت فتنوں اور بہت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا تھا' تاکہ اس راہ میں سختیوں کے برداشت کرنے کے لیے آپ کے حق میں تسلی کا سبب فراہم ہو ف ۷ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کو دیکھا تو وہ تھوڑی دور چلے حتیٰ کہ آگ کے قریب پہنچ کر ٹھہر گئے۔ انہوں نے دیکھا وہ بہت عظیم الشان آگ تھی' جو ایک سرسبز درخت کی شاخوں سے بھڑک رہی تھی اور آگ کے بھڑکنے سے درخت جلنے کے بجائے اور زیادہ سرسبز ہو رہا تھا اور اس کا حسن اور زیادہ نکھر رہا تھا۔ (کتاب الزہد ص ۷۹) ف ۸ جب درخت سے نداء دی گئی: اے موسیٰ' تو حضرت موسیٰ نے فوراً جواب دیا: ”لبیک“ حالانکہ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ ان کو کس نے پکارا ہے' لیکن ان کو اس آواز سے اُنس ہو گیا' اس لیے انہوں نے بار بار ”لبیک“ کہا' انہوں نے کہا کہ میں آپ کی آواز سن رہا ہوں اور میں آپ کی جگہ کو نہیں دیکھ رہا' آپ کہاں ہیں؟ فرمایا: میں تمہارے اوپر ہوں' تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے قریب ہوں' جب حضرت موسیٰ نے یہ کلام سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام ان کے رب عزوجل کے سوا اور کسی کا نہیں ہے' سو انہوں نے اپنے رب پر یقین کر لیا۔ (کتاب الزہد ص ۸۰) ف ۹ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس دن حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے کلام کیا' اس دن انہوں نے اُون کی چادر اور اُون کا جبا پہنا ہوا تھا اور اس کی آستین بھی اُون کی تھیں اور شلوار بھی اُون کی تھی' اور ان کی نعلین مُردہ گدھے کی اُون کی تھیں۔ (سنن الترمذی: ۱۷۳۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتارنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ کے پیروں کو اس مقدس سرزمین کی مٹی لگے اور اس کی برکت آپ تک پہنچے ف ۱۰ یعنی آپ کی قوم میں سے آپ کو نبی اور رسول بنانے کے لیے منتخب فرما لیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے ذاتی استحقاق کی وجہ سے اس کو نبی نہیں بنایا جاتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے وہ جس کو چاہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ کے علم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تو پہلے سے تھے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنانے کا اعلان فرمایا ہے' اس کو بعثت کہتے ہیں ف ۱۱ وہب بن منبہ نے کہا: غور سے سننے کے آداب یہ ہیں کہ اعضاء پر سکون رہیں' نظر نیچی رہے' کان متوجہ ہوں' عقل حاضر ہو اور جو کچھ سنا جائے' اس پر عمل کرنے کا عزم ہو ف ۱۲ عبادت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی ذلت اور عجز کو اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنے کے لیے تیار رہنا' اللہ تعالیٰ کی عبادات میں یہاں نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا کیونکہ تمام عبادات میں نماز سب سے افضل عبادت ہے' کیونکہ اس میں قیام' رکوع اور سجدہ ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی ادب اور تذلل پر دلالت کرتے ہیں۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝۱۷ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ

اور اے موسیٰ! یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟O ۱۳ موسیٰ نے کہا: یہ میرا عصا ہے' میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور

اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝۱۸ قَالَ اَلْقِهَا

میں اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیںO فرمایا: اے موسیٰ!

يٰمُوْسٰى ۝۱۹ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝۲۰ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۟

اس کو ڈال دوO ۱۴ موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ تھاO فرمایا: اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت' ۱۵

سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝۲۱ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ

ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گےO اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝۲۲ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝۲۳ ۚ

سفید چمکتا ہوا نکلے گا' یہ دوسری نشانی ہےO ۱۶ تاکہ ہم آپ کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیںO

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۲۴ ۧ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝۲۵ لا وَ

آپ فرعون کی طرف جائیے اس نے (بہت) سرکشی کی ہےO ۱۷ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دےO ۱۸ اور

يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝۲۶ لا وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝۲۷ لا يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝۲۸ ص

میرے لیے میرا کام آسان کر دےO ۱۹ اور میری زبان کی گرہ کھول دےO ۲۰ کہ وہ لوگ میری بات سمجھیںO ۲۱

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝۲۹ لا هٰرُوْنَ اَخِي ۝۳۰ لا اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝۳۱ لا

اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنا دےO ۲۲ میرے بھائی ہارون کوO اس سے میری کمر کو مضبوط کر دےO ۲۳

وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝۳۲ لا كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝۳۳ لا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝۳۴ ط اِنَّكَ

اور میرے مشن میں اس کو میرا شریک کر دےO تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریںO اور تجھے بہت یاد کریںO ۲۴ بے شک تو

ف ۱۳ جب اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے تو پھر اس سوال میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کمال الوہیت کی معرفت کرائی تو یہ ارادہ کیا کہ ان کو بشریت کی کمزوریوں پر مطلع کیا جائے' اس لیے ان سے لاٹھی کے متعلق سوال کیا اور جب حضرت موسیٰ نے لاٹھی کے بعض فوائد بتائے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس لاٹھی کے اس سے کہیں زیادہ فوائد پر انہیں مطلع کیا تو اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسان کی عقل تو جو چیز اس کے سامنے حاضر ہو' اس کے فوائد کو بھی نہیں جان سکتی تو جو اس سے زیادہ اعلیٰ اور اشرف اشیاء ہیں' ان کے فوائد کا وہ کیسے ادراک کر سکتی ہے' ماسوا اس کے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت حاصل ہو جائے ف ۱۴ اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے پاؤں میں نعلین تھی' جس کی مدد سے وہ خطرہ کے وقت بھاگتے تھے

ع ۱۴ / ۱۰

اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا' جس کی مدد سے وہ کسی چیز کو حاصل کرتے تھے' گویا نعلین خطرہ کو دور کرنے کے لیے اور عصا کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نعلین اتار دو اور عصا زمین پر ڈال دو' دنیا کی کسی چیز سے ڈرو نہ کسی چیز کی طرف رغبت کرو اور ہر چیز سے خالی الذہن ہو کر میری معرفت میں ڈوب جاؤ ف ۱۵ حضرت موسیٰ کا اس سانپ سے خوف زدہ ہونا' آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ اگر آپ ساحر ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کے کسی عمل کی وجہ سے لاٹھی سانپ بن گئی ہے' تو پھر آپ نہ ڈرتے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے جب رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ بنا دیا تو وہ نہیں ڈرے' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان کے عمل کا نتیجہ ہے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا بن جانا ان کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا نہ آپ کو اس کے متعلق کوئی پیشگی علم تھا' انہوں نے عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا' سو ان کا اس سے خوف زدہ ہونا فطری عمل تھا ف ۱۶ قرآن مجید میں عیب کے لیے "سو" کا لفظ ہے' "سو" کا معنی ہے: کسی چیز میں ردّی چیز ہو' جو اس میں قبح پیدا کر دے' لیکن یہاں اس سے مراد برص ہے اور عرب برص کو بہت بُرا جانتے تھے' اس لیے اس کو کنایہ کے ساتھ تعبیر کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت گندم گوں رنگ کے تھے۔ جب انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کو بغل کے نیچے سے نکالا تو وہ بجلی کی طرح چمکتا ہوا تھا یا آفتاب کی طرح روشن تھا اور وہ برص کی طرح سفید نہ تھا' اور جب وہ اس ہاتھ کو دوبارہ اپنی بغل کے ساتھ ملاتے تو وہ پھر اسی طرح گندم گوں ہو جاتا ف ۱۷ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھیجنے کی علت یہ بیان فرمائی کہ اس نے بہت سرکشی کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کی طرف مبعوث تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجنے کا ذکر فرمایا کیونکہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ بہت متکبر تھا اور سب لوگ اس کی پیروی کرتے تھے' اس لیے اس کا ذکر کرنا زیادہ لائق تھا ف ۱۸ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ" (الشعراء: ۱۳) اور میرا سینہ تنگ ہے اور میری زبان نہیں چل رہی۔ سو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینہ کی تنگی کو فراخی اور وسعت میں تبدیل کر دے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا منشاء یہ تھا کہ ان کو جرأت' ہمت اور حوصلہ عطا فرما ف ۱۹ یعنی اس مشن میں جو رکاوٹیں ہیں' ان کو دور فرما دے اور اس مشن کی تکمیل کے جو اسباب اور وسائل ہیں' وہ مہیا فرما دے ف ۲۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں پیدائشی گرہ تھی' تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ اس گرہ کو زائل کر دے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گرہ کو کھولنے کا سوال ان وجوہ سے کیا تھا: (۱) تاکہ فرائض رسالت کی ادائیگی میں خلل نہ ہو (۲) جس شخص کی زبان میں لکنت ہو' لوگ اس کی بات کو توجہ سے نہیں سنتے اور اس کو اچھا نہیں جانتے اور رسول کے لیے ضروری ہے کہ لوگ اس کی بات کو توجہ سے سنیں اور اس کو اچھا جانیں (۳) اس لکنت کا دور ہونا' ان کا معجزہ ہو جائے' کیونکہ مصر والوں کو پتا تھا کہ ان کی زبان میں لکنت ہے اور یہ روانی سے بات نہیں کر سکتے تھے' پھر جب وہ روانی سے بات کریں گے تو حضرت موسیٰ کا معجزہ ہو گا ف ۲۱ یعنی لوگ جان لیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور میری بات سمجھیں' لغت میں "فقہ" کا معنی ہے: فہم اور عرف میں اس سے علم شریعت مراد ہوتا ہے اور جس کو اس کا علم ہو اس کو فقیہ کہتے ہیں ف ۲۲ "وزیر" کا لفظ "وزر" سے ماخوذ ہے' اور "وزر" کا معنی ہے: بوجھ' وزیر کو وزیر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سلطان کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے' حدیث میں ہے: (بقیہ صفحہ ۹۸۲ پر)

كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ

ہمیں خوب دیکھنے والا ہے ○ فرمایا: اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کر دیا گیا ○ بے شک (اس سے پہلے بھی) ہم نے

مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ

ایک بار اور آپ پر احسان فرمایا تھا ○ جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی تھی ۲۵ جو وحی آپ کی طرف کی جاری ہے ○ کہ اس

اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ

بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو ۲۶ پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے

يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ

اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا' اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی ۲۷ اور تاکہ میری نظر کے

عَلٰى عَيْنِىْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ

سامنے آپ کی پرورش کی جائے ۲۸ ○ جب آپ کی بہن جارہی تھی وہ (آل فرعون سے) کہہ رہی تھی: کیا میں تمہاری اس کی طرف رہنمائی

يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ

کروں جو اس بچے کی پرورش کرے' پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور

نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ

آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی' اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی' سو آپ کئی سال

اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ

اہل مدین میں رہے' ۲۹ پھر اے موسیٰ! آپ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آ گئے ○ اور میں نے آپ کو

لِنَفْسِىْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِىْ وَلَا تَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ ﴿۴۲﴾

خاص اپنے لیے چن لیا ○ ۳۰ آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں ۳۱ اور میری یاد میں سستی نہ کریں ۳۲ ○

وقف لازم

ف۲۵ اس وحی سے مراد الہام ہے' اور الہام سے مراد دل میں کسی نیک بات کا آ کر ٹھہرنا ہے ف۲۶ فرعون ایک سال بچوں کو قتل کرتا تھا' پھر دوسرے یا تیسرے سال بچوں کو چھوڑ دیتا تھا' حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے تھے' جس سال وہ بچوں کو چھوڑ دیتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ایک سال بعد پیدا ہوئے' جو بچوں کے قتل کرنے کا سال تھا' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ایک صندوق کے اندر روئی رکھی اور اس میں حضرت موسیٰ کو رکھا' پھر اس صندوق کو دریائے نیل میں ڈال دیا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کی ماں کو یہ خطرہ تھا کہ فرعون ان کو قتل کر دے گا تو صندوق میں حضرت موسیٰ کو رکھ کر اس صندوق کو دریا میں ڈال دینا اس سے کم خطرناک تو نہیں تھا' یہ بھی تو ایک طرح ان کو موت کے حوالہ کرنا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اپنے خواب یا الہام پر کامل اعتماد تھا ف۲۷ فرعون کی بیوی آسیہ اپنی باندیوں کے ذریعہ پانی منگوا رہی تھی تو اچانک اس کی نظر اس صندوق پر پڑی' اس نے باندیوں سے کہا: اس صندوق کو اٹھا لو' جب اس صندوق کو اٹھایا تو اس میں حضرت موسیٰ تھے۔ حضرت موسیٰ کی دل لبھانے والی صورت تھی' جو دیکھتا تھا اس کو آپ پر پیار آتا تھا' تو فرعون نے آپ کو پالنے اور پرورش کرنے کا ارادہ کر لیا ف۲۸ اس کا محمل یہ ہے کہ "عین" سے مراد ہے: حفاظت کرنا' کیونکہ جو شخص کسی کو دیکھ رہا ہو وہ اس چیز کی ایذاء دینے والی چیزوں سے حفاظت کرتا ہے ف۲۹ حضرت موسیٰ کے مدین میں قیام کے متعلق دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا: آپ وہاں دس سال رہے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ وہاں اٹھائیس سال رہے۔ دس سال اپنی بیوی صفورا کے مہر میں رہے اور اٹھارہ سال اس کے بعد رہے' حتیٰ کہ آپ کا وہب نام کا بیٹا پیدا ہوا۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۸۶) ف۳۰ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا قرب عطا کیا' آپ کی عزت افزائی کی اور آپ کو شرف کلام عطا کیا اور یہ اوصاف اس لیے عطا کیے کہ آپ کو منصب رسالت پر فائز کرنا تھا ف۳۱ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بایاتی" "میری نشانیاں" حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف دو نشانیاں دی تھیں اور عربی میں دو پر جمع کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہر چند کہ ایک نشانی تھا' لیکن وہ متعدد نشانیوں کا جامع تھا کیونکہ اس لاٹھی کا دوڑتا ہوا سانپ بن جانا' اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت پر اور حضرت موسیٰ کی نبوت پر دلیل تھا' اس عصا کے پتھر پر مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' یہ اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور اس کی حکمت پر دلیل ہے' سمندر پر عصا مارنے سے بارہ راستوں کا بن جانا اور بعد ازاں فرعون کو غرق کر دینا' یہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی دلیل تھا' خلاصہ یہ ہے کہ ایک عصا متعدد نشانیوں پر مشتمل تھا ف۳۲ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مجھے یاد کرتے رہنا اور یہ یاد رکھنا کہ اس دنیا کا کوئی اہم اور نیک کام میرے ذکر کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔

اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ

آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرانکار کیا ہے○ آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت

اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ

حاصل کرے یا ڈرے○ ف۳۳ ان دونوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا○ ف۳۴ فرمایا:

لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ

تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں○ سو اس کے پاس جاؤ' پھر اس سے کہو کہ ہم

فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ

تیرے رب کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو ایذاء نہ دے بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ

تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں اور اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی○ بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾

کہ اسی پر عذاب ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری○ ف۳۵ اس نے کہا: پھر تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ!○ ف۳۶

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ

موسیٰ نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا کی ہے ف۳۷ پھر ہدایت دی○ فرعون نے کہا: تو پہلی

الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ

قوموں کا کیا حال ہوا؟○ موسیٰ نے کہا: اس کا علم میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے ف۳۸ میرا رب نہ غلطی

وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا

کرتا ہے نہ بھولتا ہے○ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کے لیے زمین

ف۳۳ فرعون اپنی الوہیت کا مدعی تھا اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کا منکر اور مخالف تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا کیوں حکم دیا؟ اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون نے پرورش کی تھی' اس حق کی رعایت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ماں باپ کا حق کس قدر عظیم ہے (۲) جابر اور مقتدر لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو سختی کے ساتھ نصیحت کی جائے تو وہ مزید اکڑ جاتے ہیں اور ان کے غرور اور تکبر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی انانیت ان کو حق قبول کرنے سے باز رکھتی ہے ف۳۴ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہم کو قتل کرڈالے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴) ف۳۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دائمی عذاب صرف ان لوگوں کو ہوگا' جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہوں اور اس سے پیٹھ پھیرتے ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمانوں کو دائمی عذاب نہیں ہوگا ف۳۶ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مخالف کافر کے قول اور اس کے شبہات کو بھی نقل کرنا جائز ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے قول اور اس کے شبہ کو نقل فرمایا ہے' البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے شبہات کے جوابات بھی پیش کیے جائیں تاکہ کسی عام آدمی کے ذہن میں اسلام کے خلاف شکوک اور شبہات پیدا نہ ہوں' نیز تبلیغ کرنے میں مخالف کی بات صبر و سکون سے سنی جائے' پھر طیش اور غضب میں آئے بغیر اطمینان اور تسلی سے اس کے جوابات دیئے جائیں' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" (النحل: ۱۲۵) اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور بہترین طریقہ سے ان سے گفتگو کیجیے ف۳۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ہر وہ چیز عطا کی ہے' جس کی اس کو ضرورت پیش آسکتی ہے' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو اپنی منفعت کے لحاظ سے جس قسم کی شکل و صورت کی ضرورت پیش آسکتی تھی' اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قسم کی شکل و صورت عطا فرمائی ف۳۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوا ہے یا ہونے والا ہے' اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں لکھ دیا ہے اور وہ کتاب یعنی لوح محفوظ فرشتوں پر ظاہر کر دی گئی ہے تاکہ وہ اس پر زیادہ استدلال کرسکیں کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم ہے' اس آیت میں مذکور ہے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے۔ اس آیت میں لکھنے کا ثبوت ہے اور اس کی تائید میں حسب ذیل آیات ہیں: "وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً" (الاعراف: ۱۴۵) اور ہم نے موسیٰ کی تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت لکھ کر دی۔ "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ○" (الانبیاء: ۱۰۵) اور ہم زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے○ "وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ" (الاعراف: ۱۵۶) اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی۔ لکھنے کے جواز پر یہ احادیث بھی دلالت کرتی ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں' ماسوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے' کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳) نیز نبی ﷺ نے حج کے دن خطبہ دیا تھا' آپ نے فرمایا: یہ خطبہ ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲)

سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ

میں مختلف راستے بنائے اور آسمان سے پانی اتارا' ف۳۹ پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے

شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع

پیدا کیے○ کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں○

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے' ف۴۰ اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تم کو باہر نکالیں گے○

وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا

اور بے شک ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھائیں اس نے پھر بھی جھٹلایا اور انکار کیا○ ف۴۱ اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم اس لیے

مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ

ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم کو اپنے جادو کے ذریعہ ہمارے ملک سے نکال دو○ پس ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ضرور ایسا ہی جادو لائیں

بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

گے لہٰذا تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک مدت مقرر کر لو نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ تم کرنا' ف۴۲ یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہو

قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى

گا○ ف۴۳ موسیٰ نے کہا: تمہارے ساتھ جشن کے دن کا وعدہ ہے ف۴۴ اور دن چڑھے لوگ جمع ہو جائیں○ پھر فرعون چلا گیا

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا

اور اپنے ہتھکنڈے جمع کر کے آ گیا○ ف۴۵ موسیٰ نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے تم جھوٹ بول کر

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

اللہ پر بہتان نہ باندھو وہ تم کو عذاب سے ملیامیٹ کر دے گا' اور بے شک جس نے بہتان باندھا وہ نامراد رہا○ ف۴۶

ف۳۹ آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید پر دلیل ہے۔ اس دلیل کی توضیح یہ ہے کہ فرعون کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو بنا دیا تھا۔ اسی طرح جن نیک انسانوں کی صورت پر بت بنائے گئے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے' ان کے بھی پیدا ہونے سے پہلے یہ زمین بنا دی گئی تھی' لہٰذا ان میں سے کوئی بھی اس زمین کا خالق نہیں ہو سکتا۔ سورج' چاند' ستارے خود ایک لگے بندھے نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں' سو وہ بھی اس زمین کے خالق نہیں ہو سکتے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس زمین کے پیدا کرنے کا کوئی دعوے دار نہیں ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا اس زمین کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے ف۴۰ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہ ہماری اصل ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے تو چونکہ اصل انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے تو اس وجہ سے فرمایا: ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا ہے ف۴۱ سب نشانیوں سے مراد توحید اور رسالت پر دلائل ہیں' اور گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر یہ دلیل قائم کی کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں میں سے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت پر پیدا کیا' پھر ہر چیز میں اس کی خوراک کے حصول اور افزائش نسل کے طریقوں کی فطری ہدایت رکھی' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس پوری کائنات میں کوئی بھی اس بات کا دعویٰ دار نہیں ہے کہ یہ کارنامہ اس نے انجام دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور دلیل پر ایک اور دلیل قائم کی کہ اس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا' اور اس میں تمہارے چلنے کے لیے راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا' پھر اس پانی سے مختلف قسم کی زمینی پیداوار کے جوڑے پیدا کیے' کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ' بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے ہماری نشانیاں ہیں۔ یہ زمین اور اس کی پیداوار فرعون کے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھی' لہٰذا فرعون کا خدائی کا دعویٰ جھوٹا ہو گیا' اسی طرح فرعون کے علاوہ جن انسانوں اور مورتیوں کو خدا کہا گیا' ان سب سے پہلے یہ زمین موجود تھی اور اس کی روئیدگی بھی تھی۔ جس کے متعلق بھی خدائی کا دعویٰ کیا گیا' وہ دعویٰ جھوٹا تھا اور صرف اللہ کا یہ فرمانا سچا ہے کہ اس زمین کو اور اس کی روئیدگی کو اس نے پیدا کیا ہے ف۴۲ جب فرعون نے وہ معجزات دیکھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے تو اس نے کہا: یہ جادو ہے' تم نے یہ جادو اس لیے کیا ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں یہ وہم ڈالو کہ تم نے ایسی نشانی پیش کی ہے' جس کا تقاضا یہ ہے کہ تم پر ایمان لایا جائے اور تمہاری پیروی کی جائے' تاکہ تم ہم پر اور ہمارے ملک پر غالب آ جاؤ' لہٰذا ہم بھی تمہارا مقابلہ کریں گے اور جس طرح تم نے جادو کر کے دکھایا ہے' ہم بھی ایسا ہی جادو کر کے دکھائیں گے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ تم نے جو کچھ کر کے دکھایا ہے' وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے' پس اب تم اپنے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے لیے ایک جگہ مقرر کر لو ف۴۳ "مکانا سوی" کا معنی ہے: ہموار جگہ یا کھلا میدان' یا ایک ایسی جگہ ہو جس میں تمام لوگوں کے سامنے ہمارا مقابلہ پیش کیا جا سکے ف۴۴ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اس سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۲۹۵) ف۴۵ اس سے مراد ہے: فرعون نے اپنے جادوگر جمع کر لیے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ بہتر (۷۲) جادوگر تھے اور ان میں سے ہر جادوگر کے پاس رسیاں اور لاٹھیاں تھیں' ان جادوگروں کے رئیس کا نام شمعون تھا ف۴۶ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کے متعلق کوئی بات کہی' وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے ثواب کے حصول میں ناکام ہو گیا۔

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ

پھر وہ لوگ اپنے معاملہ میں مختلف ہو گئے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے ○ ۴۷ وہ کہنے لگے: بے شک یہ دونوں ضرور

لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ یَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ

جادوگر ہیں جو اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں ۴۸ اور تمہارے بہترین مذہب کو

الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ

مٹانا چاہتے ہیں ○ ۴۹ تم اپنے سارے داؤ پیچ جمع کر لو پھر صف باندھ کر آؤ' بے شک آج وہی کامیاب ہو گا

اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ

جو غالب رہے گا ○ انہوں نے کہا: اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے

مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ

والے ہو جائیں ○ ۵۰ موسیٰ نے کہا: بلکہ تم پہلے ڈالو ۵۱ پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو

اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾

سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں ○ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایا ○

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا

ہم نے کہا: آپ نہ ڈریں بے شک آپ ہی غالب رہیں گے ○ ۵۲ اور جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دیجئے وہ ان کی

صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

تمام کاری گری کو نگل جائے گا ۵۳ انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کا فریب ہے ۵۴ اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا ○

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ

پس سب جادوگر سجدے میں گر گئے انہوں نے کہا: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے ○ ۵۵ فرعون نے کہا:

ف۴۷ یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا تا کہ ایک رائے پر متفق ہو جائیں' اور یہ مشورہ کرنے والے جادوگر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے یہ سرگوشی کی تھی کہ اگر موسیٰ ان پر غالب آ گئے تو وہ ان کی پیروی کریں گے ف۴۸ اس سے ان کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر طعن کرنا تھا کیونکہ جو چیز جادو کے زور پر بنائی گئی ہو' اس کو قرار اور ثبات نہیں ہوتا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ جس دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں' اس کو بھی قرار اور ثبات نہیں ہے ف۴۹ جادوگروں نے یہ شبہ فرعون سے حاصل کیا تھا اور اس کا منشاء بھی لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے منحرف کرنا تھا' جادوگروں نے مزید یہ کہا کہ یہ تمہارے بہترین مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں' انہوں نے یہ جملہ بھی لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شدید متنفر کرنے کے لیے کہا تھا' کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک ان کا مذہب اور ان کا طریقہ عمدہ تھا اور ان کے نزدیک جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ان کو اس عمدہ طریقہ سے برگشتہ کرنا چاہ رہے ہیں تو لوگ ان سے سخت متنفر ہوں گے ف۵۰ اس سے پہلے یہ بیان گزر چکا ہے کہ تم یومِ زینت کو آنا' اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ تم سب مجتمع ہو کر آنا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ سب مقابلہ کے دن جمع ہو گئے' پھر انہوں نے کہا: اے موسیٰ آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں' یہ ان کی طرف سے انتہائی حسن ادب اور تواضع کا اظہار تھا' اور انہوں نے اللہ کے نبی کے سامنے جو تواضع کی تھی' اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا' پھر جب انہوں نے تواضع کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کے مقابلہ میں تواضع کی اور فرمایا: بلکہ تم پہلے ڈالو ف۵۱ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جادوگروں کا اپنی لاٹھیاں وغیرہ ڈالنا جادو اور کفر تھا' کیونکہ اس جادو سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کا قصد کیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کفر ہے تو گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کفر اور تکذیب کرنے کا حکم دیا' اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو لاٹھیاں وغیرہ ڈالنے کا حکم دیا' وہ اس جہت سے تھا کہ معجزہ اور جادو کا فرق ظاہر ہو جائے اور سب لوگوں کے سامنے فرعون کی خدائی کا دعویٰ جھوٹا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جو لاٹھیاں وغیرہ ڈالنے کا حکم دیا تھا' وہ ایک شرط کے ساتھ مشروط تھا یعنی اگر تم حق پر ہو تو لاٹھیوں کو ڈالو اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: ''فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○'' (البقرہ: ۲۳) اگر تم سچے ہو تو اس قرآن کی مثل کوئی سورت بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو ○ ف۵۲ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل اور اس کی طبیعت میں نامانوس چیز کو دیکھ کر توحش اور خوف پیدا ہونے کی کیفیت رکھی ہے' بشری تقاضے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی ان لاٹھیوں اور رسیوں کو دیکھ کر خوف پیدا ہوا' ہر چند کہ ان کو یقین تھا کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں ان تک نہیں پہنچ سکتیں اور اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے ف۵۳ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیجئے' ہو سکتا ہے اس کی وجہ سے اس لاٹھی کی تصغیر ہو یعنی ہر چند کہ ان جادوگروں کی لاٹھیاں بہت بڑی بڑی اور تعداد میں زیادہ ہیں' آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی لاٹھی ہے' اس کو زمین پر ڈال دیجئے' وہ ان کی سب بڑی لاٹھیوں کو نگل جائے گی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس عصا کی تعظیم کے لیے ہو کہ آپ ان بہت بڑی بڑی لاٹھیوں سے خوف زدہ نہ ہوں' آپ کے ہاتھ میں بہت عظیم عصا ہے اور یہ سب لاٹھیاں اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جادوگروں کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا تھا' اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس عصا کا بہت بڑا جسم ہو اور اس میں بہت شدید قوت ہو' اور یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب جادوگروں نے یہ دیکھا کہ اس عصا نے ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل لیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ پیش کیا ہے' وہ کسی بشر کی طاقت میں نہیں ہے ف۵۴ علامہ ابن عابدین شامی ''سحر'' کی تعریف میں لکھتے ہیں: یہ وہ علم ہے جس سے کسی شخص کو ایسی مہارت حاصل ہو جاتی ہے' جس سے وہ ایسے عجیب و غریب افعال پر قادر ہو جاتا ہے' جس کے اسباب مخفی ہوتے ہیں' اور اس کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سحر کا وجود' اس کا تصور اور اس کا اثر برحق ہے اور ذخیرہ الناظرہ میں مذکور ہے: اہل حرب

اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

تم میری اجازت سے پہلے اس پر ایمان لے آئے ٥٦ بے شک یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے ٥٧

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ

سو میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں

جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝٧١ قَالُوْا لَنْ

گا ٥٨ اور تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے ○ انہوں نے کہا: ہم تجھ کو ہرگز ان واضح

نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ

دلیلوں پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور اس ذات پر (ترجیح نہیں دیں گے) جس نے ہم کو پیدا کیا ہے پس تو جو کچھ

قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٧٢ۭ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا

کرنا چاہتا ہے وہ کر گزر تو صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے ○ ٥٩ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہمارے

خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝٧٣ اِنَّهٗ

گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادو کرنے کے اس گناہ کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا ٦٠ اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ○

مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي ۝٧٤

اور بے شک جو اپنے رب کے پاس جرم کرتا ہوا آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا نہ جیے گا ○

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ

اور جو اس کے پاس ایمان کے ساتھ حاضر ہو اور اس کے اعمال نیک ہوئے تو ان ہی لوگوں کے لیے بلند

الْعُلٰى ۝٧٥ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

درجات ہیں ○ دائمی جنتیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے

کے ساحر کا رد کرنے کے لیے سحر کا سیکھنا فرض ہے' اور عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے سحر کا سیکھنا حرام ہے اور ان میں موافقت پیدا کرنے کے لیے سحر کا سیکھنا جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ا ص ١٢٣) ف٥٥ جادوگروں نے یہ کہا: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے اور یہ نہیں کہا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کے دکھائے ہوئے معجزات کی وجہ سے ایمان لائے تھے اور ان نبیوں کی تبلیغ کی وجہ سے دولت ایمان سے مالا مال ہوئے تھے تو ان کا شکر ادا کرنے کے لیے ان کا ذکر کیا اور کہا: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے ف٥٦ فرعون کے اس کلام کا منشاء یہ تھا کہ تم سرسری طور پر بغیر بصیرت کے ایمان لے آئے ہو اور وہ لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے تم کسی دھوکے میں نہ آنا ف٥٧ اس سے فرعون کا منشاء یہ تھا کہ یہ جادوگر جو حضرت موسیٰ سے مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے' دراصل حضرت موسیٰ کے شاگرد تھے اور یہ صرف دکھاوے کا مقابلہ تھا' درحقیقت یہ نورا کشتی تھی اور ان کے درمیان پہلے سے طے شدہ معاہدہ کے مطابق نتیجہ برآمد ہوا ہے' اس لیے ان کے حضرت موسیٰ پر ایمان لانے سے تم دھوکا نہ کھانا اور یہ کلام بھی فرعون نے لوگوں کو سنانے کے لیے کیا تھا تا کہ ان جادوگروں کے ایمان لانے سے لوگ فرعون کے ساتھ اپنی وابستگی کو ختم نہ کر دیں' حالانکہ فرعون خود بھی جانتا تھا کہ یہ بات جھوٹ ہے' وہ جادوگر تو حضرت موسیٰ کی آمد سے پہلے جادو سیکھ چکے تھے ف٥٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور ان کو قتل کر دیا' اس وقت انہوں نے یہ دعا کی تھی: "رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ○" (الاعراف: ١٢٦) اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض فرما ○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ دن کے اوّل وقت میں کافر جادوگر تھے اور دن کے آخر وقت میں مسلمان شہداء تھے۔ (جامع البیان: ١٨٢٦٥) ف٥٩ جب فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور ان کو دوبارہ فرعون پر ایمان لانے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے فرعون! ہم جو دلائل اور معجزات دیکھ چکے ہیں' ہم ان پر تجھ کو کبھی ترجیح نہیں دیں گے' اب تجھے جو کرنا ہو وہ کر لے' تو جو کچھ کر سکتا ہے وہ اس دنیا میں کر سکتا ہے' یعنی تو صرف اس دنیا میں ہم کو عذاب دینے پر قادر ہے' اس کے بعد تیری کوئی سلطنت اور تیرا کوئی اختیار نہیں ہو گا ف٦٠ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے یہ کیسے کہا کہ تو نے ہمیں جادو کرنے پر مجبور کیا تھا' حالانکہ انہوں نے خوشی سے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں جادو میں حصہ لیا۔ قرآن مجید میں ہے: "وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○" (الاعراف: ١١٣۔ ١١٤) اور جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا: اگر ہم غالب ہو گئے تو یقیناً ہمارے لیے انعام ہو گا؟ ○ فرعون نے کہا: ہاں! اور بے شک تم یقیناً مقربین میں سے ہو جاؤ گے ○ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرعون لوگوں کو جادو سیکھنے پر مجبور کرتا تھا' ابن الانباری نے کہا کہ فرعون اپنی سلطنت کے لوگوں کو بلاتا اور ان کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنی اولاد کو جادو سکھائیں اور وہ اس کو ناپسند کرتے تھے' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا شغف جادو کے ساتھ تھا اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف جاگزیں ہو گیا' پس جادو پر مجبور کرنے سے ان کی مراد فرعون کا ان کو ابتداء میں جادو پر مجبور کرنا تھا۔ (زاد المسیر ج ٥ ص ٣١٨)

وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ وَ لَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ﴀ اَنْ اَسْرِ

اور یہی ان لوگوں کی جزاء ہے جو گناہوں سے پاک رہتے ہیں ○ ۶۱ اور بے شک ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ راتوں

بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا

رات ۶۲ میرے بندوں کو لے جائیں پھر ان کے لیے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں آپ کو کسی کے پکڑنے

وَّ لَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ

کا خوف ہو گا نہ ڈر ہو گا ○ پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا' پھر سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا

مَا غَشِیَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ یٰبَنِیْۤ

جو ڈھانپ لیا ○ ۶۳ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا' اور سیدھا راستہ نہ دکھایا ○ اے بنی اسرائیل!

اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ

بے شک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے (کوہ) طور کی دائیں جانب

الْاَیْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ

کا وعدہ کیا ۶۴ اور تم پر من اور سلویٰ نازل کیا ○ ان پاک چیزوں سے کھاؤ

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ ۚ وَ مَنْ

جو ہم نے تم کو دی ہیں ۶۵ اور ان میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو گا اور جس پر

یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ

میرا غضب نازل ہوا وہ یقیناً تباہ ہو گیا ○ اور بے شک میں اس کو ضرور بہت زیادہ معاف فرمانے والا

اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَ مَاۤ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

ہوں جو توبہ کرتا ہے' ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے' پھر ہدایت پر جم جاتا ہے ○ ۶۶ اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے

ع ۳ / ۲۲ / ۱۲

ف۶۱ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو اور وہ ان کاموں کو کرتا رہا ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور ان کاموں سے باز رہا ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تو وہ شخص دائمی جنتوں میں رہے گا اور اس کے درجات بلند ہوں گے' اور جو شخص اپنے آپ کو کفر سے اور کبیرہ گناہوں سے بچائے رکھے اور پاکیزہ زندگی گزارے' اللہ تعالیٰ اس کو ایسی ہی جزا عطا فرماتا ہے ف۶۲ بنو اسرائیل کو رات میں لے جانے کی حکمت یہ تھی کہ جب بنو اسرائیل روانہ ہونے کے لیے جمع ہوں تو کسی کو ان کا پتا نہ چل سکے اور کسی کو ان کی تیاریوں کا علم نہ ہو ف۶۳ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر راتوں رات وہاں سے نکل جائیں اور ان کو فرعون کے قبضہ سے چھڑا لیں' جب حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے تو صبح کو فرعون کو پتا چلا کہ بنو اسرائیل راتوں رات یہاں سے نکل گئے تو صبح ہوتے ہی فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکلا۔ جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا: اب تو ہم یقیناً پکڑ لیے جائیں گے' اب بنی اسرائیل گھبرا گئے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے' اگر پکڑ لیے گئے تو پھر فرعون کی غلامی اور اس کا ظلم وستم ہوگا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: پھر ان کے لیے سمندر میں سے خشک راستہ نکالیں' یہ سمندر' بحر قلزم تھا' آپ کو فرعون کے پکڑنے کا خوف ہوگا نہ سمندر میں ڈوبنے کا خطرہ ہوگا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ اپنے عصا کو سمندر پر ماریں' جب حضرت موسیٰ نے اپنے عصا کو سمندر پر مارا تو وہ بارہ حصوں میں منقسم ہو کر پھٹ گیا' پانی کا ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا اور بنو اسرائیل کے بارہ قبیلے ان بارہ راستوں سے گزرنے لگے' پھر بنو اسرائیل نے کہا: ہم کو اپنے ساتھیوں کی کچھ خبر نہیں' اللہ جانے وہ صحیح وسلامت گزر رہے ہیں یا نہیں' تو پھر ان راستوں کی دیواروں میں کھڑکیاں اور روشن دان بن گئے' وہ وہاں سے گزرتے جاتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کے بارہ گروہوں کے ساتھ اس سمندر کے پار گزر گئے' بعد میں جب فرعون اور اس کا لشکر اس راستے سے گزرنے لگا تو سمندر آپس میں مل گیا اور فرعون اور قبطیوں پر مشتمل اس کا لشکر غرق ہو گیا۔ قتادہ نے کہا کہ بنو اسرائیل چھ لاکھ تھے اور قبطی بارہ لاکھ تھے ف۶۴ ہر چند کہ یہ وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا' لیکن چونکہ یہ وعدہ بنو اسرائیل کی وجہ سے تھا' اس لیے فرمایا: ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا ف۶۵ پاک چیزوں کو کھانے کا حکم وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے' اور پاک چیزوں کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول ہے: اس سے مراد لذیذ کھانے ہیں کیونکہ من اور سلویٰ لذیذ کھانے تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حلال کھانے ہیں' کیونکہ یہ وہ کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نازل کیا تھا اور اس کھانے کو کسی آدمی کے ہاتھ نے مَس نہیں کیا تھا ف۶۶ اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''ثم اهتدی'' پھر وہ ہدایت حاصل کرتا ہے' یا ہدایت پاتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کا توبہ کرنا' ایمان لانا اور نیک عمل کرنا ہدایت پر ہونے کی وجہ سے تو ہیں' پھر ان کے بعد یہ کیوں فرمایا: پھر وہ ہدایت حاصل کرتا ہے' اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ توبہ' ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ کرنے سے مراد یہ ہو کہ اس کو ان اُمور کا علم دلائل سے حاصل ہو اور ان اُمور کے مجموعہ کو شریعت سے تعبیر کرتے ہیں' اور شریعت پر عمل کرنے کے بعد وہ اپنے ذہن کو فاسد خیالات سے اور اپنے قلب کو اخلاقِ مذمومہ سے پاک کر لے اور صفاء باطن کے اس مرتبہ کو طریقت کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کے بعد اس پر حقائق الاشیاء منکشف ہو جاتے ہیں اور اس کا قلب تجلیات ربانیہ کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اس مرتبہ کو لسان تصوف میں حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ توبہ' ایمان اور اعمالِ صالحہ سے مراد شریعت ہے اور ''ثم اهتدی'' سے مراد طریقت اور حقیقت ہے یعنی شریعت پر عمل کرنے کے بعد طریقت اور حقیقت حاصل ہو جاتی ہے۔

يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾

میں کیوں جلدی کی؟ ؁۶۷ موسیٰ نے کہا: وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور اے رب! میں نے تجھے راضی کرنے کے لیے جلدی کی ؁۶۷

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾

فرمایا: پس ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ؁۶۸ اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ؁

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ

پس موسیٰ غم اور غصہ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف لوٹے' موسیٰ نے کہا: اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ

اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ ؁۶۹ پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی یا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ

نازل ہو سو اس لیے تم نے مجھ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی ؁۷۰ انہوں نے کہا: ہم نے دانستہ آپ سے کیے

بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ

ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی' لیکن قوم (فرعون) کے زیورات کا بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا تو ہم نے ان کو (آگ میں) ڈال دیا' سو

اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا

اسی طرح سامری نے (ان کو آگ میں) ڈالا تھا ؁ پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس کی بیل کی (طرح) آواز تھی' ایے

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

تو لوگوں نے کہا: یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود' موسیٰ تو بھولا رہا تھا ؁ تو کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ ان کی

قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ

کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا اور نہ ان کے کسی نقصان اور نفع کا مالک تھا ؁ ؁۷۱ اور ہارون ان سے پہلے ہی یہ کہہ چکے تھے کہ

؁۶۷ فرعون اور اس کی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے پار اترے تو وہاں انہوں نے ایک قوم کو دیکھا' جو بتوں کی پرستش کر رہی تھی۔ بنو اسرائیل نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی اس طرح کا ایک معبود بنا دیجئے' جس طرح ان لوگوں کے معبود ہیں' حضرت موسیٰ نے کہا: تم لوگ کیسی جہالت کی باتیں کر رہے ہو' یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے اور حضرت موسیٰ کے رب نے ان سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا تھا' پھر ان میں دس راتوں کا اضافہ فرما دیا' یعنی ان چالیس دنوں میں دن اور رات روزے رکھیں' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کا کلام سننے کے شوق میں جلدی جلدی روانہ ہوئے اور بنو اسرائیل کی دیکھ بھال اور ان کو ہدایت پر قائم رکھنے کے لیے اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ مقرر کر دیا اور خود طور کی طرف چل پڑے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب عالم ہے لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کو تسکین دینے کے لیے اور ان کی عزت افزائی کے لیے یہ سوال کیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۰) اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نے اس لیے جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔ قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: یعنی تیری ملاقات کے شوق میں جلدی کی ؁۶۸ یعنی ہم نے ان کو آزمائش اور امتحان میں مبتلا کیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ ان میں کون الوہیت اور توحید کے عقیدہ میں راسخ ہے اور کس کا عقیدہ کمزور ہے۔ بنو اسرائیل اس وقت چھ لاکھ تھے' ان میں سے بارہ ہزار توحید پر قائم رہے اور باقی گوسالہ پرستی میں مشغول ہو گئے ؁۶۹ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے جس وعدہ کا ذکر فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان پر تورات نازل فرمائے گا' تاکہ انہیں احکام شرعیہ کا علم ہو اور وہ ان احکام پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی سرفرازی حاصل کریں اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے: "وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ" (طٰہٰ: ۸۰) ؁۷۰ اس کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ کے واپس آنے تک دین کے ان احکام پر عمل کرتے رہیں گے' جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتائے ہیں ؁۷۱ یہ زیورات بہ منزلہ مال غنیمت کے تھے' جو انہوں نے قوم فرعون سے حاصل کیے تھے' اور مال غنیمت ان کے لیے حلال نہیں تھا' اس لیے وہ ان کو ٹھکانے لگانا چاہتے تھے۔ مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان سے کہا تھا: یہ زیورات نجس ہیں' تم ان سے پاکیزگی حاصل کرو' اور سامری نے کہا: حضرت موسیٰ کو جو دیر ہو گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان زیورات کی سزا میں ان کو روک لیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں "اوزار" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گناہ' اور چونکہ قبطی ان زیورات کو اپنی کفریہ مجالس میں پہن کر جاتے' اس لیے ان کو گناہ فرمایا' پھر بنی اسرائیل نے کہا: ہم نے ان کو آگ میں ڈال دیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ حضرت موسیٰ کے آنے تک ان زیورات کو ایک گڑھے میں ڈال دو اور سامری کے کہنے سے انہوں نے ان کو آگ میں ڈال دیا۔ سامری نے ان زیورات کو پگھلا کر بچھڑے کا مجسمہ بنا لیا۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ سونے کا بے جان مجسمہ تھا یا وہ گوشت پوست کا چلتا پھرتا جاندار بچھڑا بن گیا تھا' لیکن دوسرا قول راجح ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو "العجل" فرمایا ہے اور "العجل" حقیقت میں زندہ جاندار بچھڑے کو کہتے ہیں ؁۷۲ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا تو پھر اس کا خدا ماننا صحیح تھا' کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: وہ ان کے کسی ضرر اور نفع کا (بالذات) مالک نہیں تھا اور معبود اور خدا ہونے کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بالذات ضرر اور نفع پہنچانے پر قادر ہو۔

مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ

اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں ڈالا گیا ہے' اور بے شک تمہارا رب رحمٰن (ہی) ہے' سو تم میری پیروی

وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا

کرو اور میرا حکم مانو○ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کے واپس آنے تک ہم اسی کی عبادت پر جمے رہیں

مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ

گے○ ۳ے موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب آپ نے دیکھا کہ یہ گم راہ ہو گئے تو آپ کو کس چیز نے منع کیا؟○ جو آپ نے میری

اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ

پیروی نہ کی؟ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی○ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپ میری ڈاڑھی نہ پکڑیں اور نہ

اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ

سر کو ۳ے بے شک مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا

قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا

انتظار نہیں کیا○ موسیٰ نے کہا: اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے○ سامری نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی

بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ

تو میں نے اللہ کے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی' پھر میں نے اس مٹھی بھر خاک کو (بچھڑے کے مجسمہ میں) ڈال دیا'

لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ

میرے دل نے یہی بات بنائی تھی○ موسیٰ نے کہا: اب تو یہاں سے چلا جا' اب تو زندگی بھر یہی کہے گا کہ "مجھے مت چھونا" ۵ے

وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ

اور تجھ سے (آخرت میں) سزا کا وعدہ ہے' جس سے تو ہرگز نہیں بچ سکے گا' اور تو اپنے اس (خود ساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت

۳ے ان آیتوں کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی طور سے واپسی سے پہلے ہارون علیہ السلام نے بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو سرزنش کی اور ان کو سمجھایا کہ اس بچھڑے سے جو خلاف عادت آواز آ رہی ہے' یہ صرف تمہاری آزمائش ہے کہ تم اپنے ایمان اور عقیدہ توحید پر قائم رہتے ہو یا اس آواز سے دھوکا کھا کر اور سامری کے کہنے میں آ کر اس بچھڑے کو خدا بنا لیتے ہو۔ تمہارا رب یہ بچھڑا نہیں' رحمٰن ہے' جس کا فضل اور اس کی رحمت' اس بچھڑے کو بنانے سے پہلے بھی ہر نیک اور بد پر عام تھی اور سب کو شامل تھی اور اس کے فنا ہونے کے بعد بھی اس کی رحمت سب کو شامل رہے گی' سو تم پوری توجہ اور کوشش کے ساتھ میری پیروی کرو اور میرے حکم کو مانو اور پوری لگن کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو' وہی تم سے نقصان اور ضرر کو دور کرنے والا ہے اور تم کو خیر اور نفع پہنچانے والا ہے' یا تم میرے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلو اور اس بچھڑے کی عبادت چھوڑ دو' انہوں نے کہا: جب تک حضرت موسیٰ واپس نہیں آتے' ہم اس بچھڑے کی عبادت پر ڈٹے رہیں گے' پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اس بچھڑے کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں۔ ان کا یہ زعم تھا کہ حضرت موسیٰ بھی ان کے ساتھ بچھڑے کی عبادت کریں گے۔ بارہ ہزار بنی اسرائیل کو چھوڑ کر چھ لاکھ میں سے باقی بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت اختیار کر چکے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا قوت سے ساتھ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر انہوں نے اس گمراہ گروہ سے قتال اور جہاد کیا تو دوسرے اپنی رشتہ داری کی وجہ سے ان کا ساتھ دیں گے اور اس طرح بنی اسرائیل میں دو فرقے ہو جائیں گے' جب کہ حضرت موسیٰ' حضرت ہارون کو ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دے کر نہیں گئے تھے۔ اس لیے حضرت ہارون ان سے علیحدہ ہو گئے اور بارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ رہے' جو اس فتنہ سے محفوظ تھے اور انہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی ۴ے عصمت انبیاء کے منکرین نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول تھے اور ان کے سر کے بالوں اور ڈاڑھی کو پکڑنا اور جوشِ غضب کے ساتھ ان سے کلام کرنا' ان کی توہین ہے اور اللہ کے نبی کی توہین کرنا کفر ہے' ورنہ کم از کم گناہ کبیرہ ضرور ہے' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے اور ان سے گناہ صادر ہو جاتے ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کسی کے سر کو پکڑ کر کھینچنا' ان کے زمانہ میں متعارف تھا جیسا کہ اب عرب کسی شخص کے اکرام اور اس کی تعظیم کے لیے اس کی ڈاڑھی پکڑتے ہیں' سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے سر کو پکڑ کر کھینچنا بہ طور اہانت نہ تھا (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو قریب کر کے ان سے رازدارانہ بات کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات کی الواح نازل کی ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی ہے اور ان کو اللہ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: میرا سر اور میری ڈاڑھی نہ پکڑو ورنہ آپ کے اس طرح بات کرنے سے بنی اسرائیل کو یہ غلط فہمی ہوگی کہ آپ میری اہانت کر رہے ہیں ۵ے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ اب تو زندگی بھر یہی کہے گا: مجھے مت چھونا۔ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں: (۱) جب کوئی شخص اس کو چھوتا تو اس کو اور چھونے والے کو' دونوں کو بخار چڑھ جاتا' اس لیے جب کوئی شخص اس کو چھونے کا ارادہ کرتا تو وہ خوف سے چلاتا: مجھے مت چھونا (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو محلہ سے نکال دیا تھا اور اس کو کسی آبادی میں رہنے سے منع کر دیا تھا اور تمام لوگوں کو اس سے ملنے جلنے سے منع کر دیا تھا' وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں پڑا رہتا تھا اور افسوس سے یہ کہتا رہتا تھا: مجھ سے کوئی ملتا جلتا نہیں ہے اور یہی "لَا مِسَاسَ" کا معنی ہے' یعنی مجھے کوئی مس نہیں کرتا کوئی چھوتا نہیں ہے۔

عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝٩٧ إِنَّمَا

پر تو جما بیٹھا تھا ہم اس کو ضرور جلا دیں گے ۷۹ پھر اس کی راکھ کو اڑا کر سمندر میں پھینک دیں گے ○ تمہارا معبود

إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝٩٨ كَذٰلِكَ

تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے ○ ہم اسی طرح

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا

آپ پر گزشتہ خبروں کا بیان فرماتے ہیں اور بے شک ہم اپنے پاس سے آپ کو ذکر (قرآن)

ذِكْرًا ۝٩٩ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ۝١٠٠

عطا فرما چکے ہیں ○ ۸۰ ۷ اور جس شخص نے اس سے منہ موڑا وہ یقیناً قیامت کے دن (بہت وزنی) بوجھ اٹھائے گا ○

خَالِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ۝١٠١ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي

وہ ہمیشہ اسی بوجھ میں رہیں گے اور قیامت کے دن ان کے لیے وہ کیسا برا بوجھ ہو گا ○ ۷۹ ۸ جس دن میں صور

الصُّورِ ۚ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝١٠٢ يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ

میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اٹھائیں گے اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی ○ ۸۰ ۹ وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے: ۸۱

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝١٠٣ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ

تم صرف دس دن ٹھہرے تھے ○ ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کہیں گے جب کہ ان کے نزدیک سب سے

طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝١٠٤ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ

اچھے طریقہ والا یہ کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ٹھہرے تھے ○ ۸۲ اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے:

يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝١٠٥ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝١٠٦ لَا تَرَىٰ فِيهَا

میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا ○ ۸۳ اور زمین کو کھلے ہوئے ہموار میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا ○ آپ اس زمین

۷۸ اس سے قبل سامری کے بچھڑے کے متعلق دو قول ذکر کیے گئے تھے ایک یہ کہ وہ سونے کا مجسمہ تھا اور جب اس میں حضرت جبرئیل کی سواری کے پاؤں کے نیچے کی خاک ڈالی تو وہ اس خاک کی برکت سے بیل کی سی آواز نکالنے لگا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گوشت پوست اور خون کے ساتھ زندہ ہو گیا تھا' اس آیت میں اسی دوسرے قول کی تائید ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: حضرت موسیٰ نے اس کو جلا کر راکھ کر دیا اور سونا جل کر راکھ نہیں ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مجسمہ گوشت' پوست اور خون کے ساتھ زندہ ہو گیا تھا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کیا اور جلا کر راکھ کر دیا۔ ۷۹ قرآن مجید کو "الذکر" فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) لوگوں کو دین اور دنیا کے تمام شعبوں اور تمام چیزوں میں جس ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے' ان سب کا تفصیل سے قرآن مجید میں ذکر ہے (۲) اس میں نبی ﷺ اور آپ کی قوم کے شرف کا ذکر ہے" إِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ " (الزخرف: ۴۴) (۳) اس میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر ہے اور اس میں تذکیر اور مواعظ ہیں (۴) اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا ذکر ہے' پچھلی اقوام کا' ان کے ایمان لانے والوں کا' ان کے کافروں کا اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے' جس سے عبرت اور نصیحت حاصل ہوتی ہے ۸۰ اس آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح قرآن مجید ان لوگوں کے لیے نعمت ہے' جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں' اسی طرح یہ ان لوگوں کے لیے زحمت اور ہلاکت کا باعث ہے جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس سے منہ موڑتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں۔ جو لوگ قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں' ان کے گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن ان کی کمر پر لاد دیا جائے گا' جیسے کسی شخص کی پشت پر وزنی بوجھ ہو' جس سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو ۷۹ صور کا پھونکا جانا دو مرتبہ ہو گا۔ پہلی بار صور پھونکنے سے قیامت آ جائے گی اور ساری مخلوق فنا ہو جائے گی اور دوسری بار صور پھونکنے سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور سب لوگوں کو میدان حشر کی طرف لے جایا جائے گا' اور اس آیت میں یہی صور مراد ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا ہے: اور مجرموں کو اکٹھا کیا جائے گا' اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی ۸۰ وہ چپکے چپکے اس لیے باتیں کریں گے کہ خوف اور دہشت سے ان کے دل بہت خوف زدہ ہوں گے یا اس لیے کہ وہ خوف اور دہشت سے بہت کم زور ہو چکے ہوں گے اور ان میں بلند آواز سے بولنے کی طاقت نہیں رہے گی ۸۱ اس سے مراد یہ تھی کہ تم دنیا میں صرف دس دن ٹھہرے تھے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو علم ہو گا کہ انہوں نے دنیا میں کتنا وقت گزارا ہے' لیکن جب وہ دنیا میں اپنی گزاری ہوئی عمروں کا آخرت کے تکلیف دہ اور عذاب والے ایام سے مقابلہ کریں گے تو ان کو دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہو گی' اس لیے وہ کہیں گے: دنیا میں تم نے صرف دس دن گزارے تھے' اور جو ان میں زیادہ عقل مند ہو گا' وہ کہے گا: ہم نے تو دنیا میں صرف ایک ہی دن گزارا تھا ۸۲ کفار کو یہ شبہہ لاحق تھا کہ اتنے بڑے بڑے' بلند و بالا اور ہیبت ناک پہاڑ زمین پر قائم ہیں تو قیامت کیسے آئے گی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! آپ ان سے کہیے: جن پہاڑوں کو تم وقوع قیامت سے مانع اور اس کی رکاوٹ سمجھتے ہو' ان کو میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔

عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ

میں نہ کوئی کجی دیکھیں گے نہ اونچ نیچ O اس دن سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے جائیں گے اس میں کوئی کجی نہیں ہوگی اور رحمن

الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ

کے خوف سے سب کی آوازیں پست ہوں گی' سو (اے مخاطب!) تو معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سن سکے گا O ۸۳ اس دن اس کے سوا

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ

کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کے لیے رحمن نے اجازت دی ہو اور جس کے قول سے وہ راضی ہو O ۸۴ اس کو وہ سب معلوم ہے

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ

جو لوگوں کے آگے ہے اور لوگوں کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے O ۸۵ تمام لوگ اس ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے

الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ

والے کی اطاعت کر رہے ہیں' ۸۶ اور بے شک وہ شخص ناکام اور نامراد ہوگا جو ظلم کا بوجھ لاد کر لائے گا O اور جو

يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

شخص ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے گا اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ کسی نقصان کا O ۸۷

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ

اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا ہے اور اس میں کئی قسم کی سزاؤں کی خبر سنائی ہے تاکہ

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ

لوگ ڈریں یا وہ (سزا کی خبر) ان کے دلوں میں نصیحت پیدا کر دے O پس بلند شان والا ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے'

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ

اور اس سے پہلے کہ آپ کی طرف پوری وحی کی جائے ۸۸ آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے' اور آپ دعا کیجئے کہ

ف۸۳ اس کی تفسیر یہ ہے کہ خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے سب کی آوازیں پست ہوں گی' پس تم آہٹ کے سوا اور کچھ نہیں سن سکو گے اور اس سے مراد ذکر خفی ہے' تمام انسانوں اور جنوں کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مالک نہیں ہے' اس لیے کھسر پھسر کے علاوہ ان کی کوئی آواز نہیں سنائی دے گی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ایسا کلام ہو' جس کا صرف ہونٹوں کے ملنے سے اندازہ ہو' اور جس شخص کا اللہ تعالیٰ حساب لینے والا ہو' اس کو خوف میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیے اور اس کی آواز پست ہونی چاہیے اور اس کا غم بہت زیادہ ہونا چاہیے ف۸۴ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاسق اور مرتکب کبیرہ کی شفاعت کے ثبوت میں یہ آیت بہت قوی ہے کیونکہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ شفاعت اسی کو فائدہ دے گی' جس کے کسی قول سے اللہ راضی ہوگا اور جس کے بھی قول سے اللہ راضی ہو' اس کو شفاعت فائدہ دے گی اور فاسق کے کم از کم اس قول سے اللہ راضی ہے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى" (الانبیاء:۲۸) وہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو۔ اور جس سے اللہ راضی ہوگا اس کے لیے شفاعت کرنے کا اذن بھی دے گا' سو اس آیت سے واضح ہو گیا کہ فاسق اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لیے اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن بھی دے گا اور وہ اس کے لیے شفاعت کرنے پر راضی بھی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۰۲۔۱۰۱) شفاعت کے متعلق بے شمار آیات ہیں' چند ایک یہ ہیں: حضرت نوح علیہ السلام کی شفاعت: "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا" (نوح:۲۸) اے میرے رب! میری' میرے والدین کی اور جو مؤمن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شفاعت: "رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ O" (ابراہیم:۴۱) اے میرے رب! روز محشر میری' میرے والدین کی اور تمام مؤمنوں کی مغفرت فرما O حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت: "رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ" (الاعراف:۱۵۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا حکم دیا: "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (آل عمران:۱۵۹) ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے۔ شفاعت کے متعلق احادیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر (کبیرہ گناہ کرنے والوں) کے لیے ہوگی (صغائر کی مغفرت' کبائر سے اجتناب اور نیک کام کرنے کی وجہ سے بغیر شفاعت کے محض اللہ کے فضل سے ہو جائے گی)۔ (سنن ابوداؤد:۴۷۳۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس شخص کے کبیرہ گناہ نہ ہوں' اس کا شفاعت سے کیا تعلق ہے۔ (سنن الترمذی:۲۴۳۶) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے بعض وہ ہیں: جو ایک جماعت کے لیے شفاعت کریں گے۔ (سنن الترمذی:۲۴۴۰) شفاعت کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۷ ص ۴۳۸ تا ۴۸۱ کو ملاحظہ کریں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان کو جلاء نصیب ہوگی) ف۸۵ مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ آگے سے مراد ہے: ان کے دنیوی معاملات اور ان کے اعمال اور ان کے پیچھے سے مراد ہے: ان کا ثواب یا عتاب ف۸۶ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم وہ ہے کہ جب اس کو پکارا جائے تو وہ جواب دے۔ وہ قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے: البقرہ' آل عمران اور طٰہٰ۔ (المعجم الکبیر:۷۷۵۸) ان تینوں سورتوں میں جو اللہ تعالیٰ کا اسم مشترک ہے' وہ ہے: "الحی القیوم"۔ (البقرہ:۲۵۵' آل عمران:۲' طٰہٰ:۱۱۱) ف۸۷ اس سے پہلی آیتوں میں قیامت کے دن کافروں کا حال بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں قیامت کے دن مؤمنوں کا حال بیان فرمایا ہے' ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس جگہ رکھنا جو اس کا محل نہ ہو' مثلاً کسی شخص کو بغیر جرم کے سزا دینا اور "ھضما" کا معنی ہے: نقص اور کمی' یعنی قیامت کے دن مؤمنوں کو نہ بغیر جرم کے سزا دی جائے گی اور نہ ان کے ثواب میں کمی کی جائے گی ف۸۸ اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ مخلوق پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے کیونکہ اس کی بادشاہی ذاتی ہے' کسی سے مستفاد نہیں ہے' اس کی بادشاہی کو زوال ہے نہ اس میں تغیر ہے' اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور

رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ

اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر دے ○ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا پس وہ بھول گئے اور

لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا

ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا ○ ۸۹ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس

اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا

کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کر دیا ○ پس ہم نے آدم سے فرمایا: اے آدم! یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے

یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ

ایسا نہ ہو کہ یہ آپ دونوں کو جنت سے نکلوا دے تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گے ○ ۹۰ بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے اور

لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ

نہ برہنہ ○ اور نہ آپ جنت میں پیاسے رہیں گے اور نہ دھوپ کی تپش محسوس کریں گے ○ ۹۱ شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا

الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

اور کہا: اے آدم! کیا میں دائمی حیات کے درخت کی طرف آپ کی رہنمائی کروں اور اس بادشاہت کی طرف جس کو کبھی زوال نہ ہو ○

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ

پس ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا ۹۲ سو ان دونوں کے ستر کھل گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے

وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلا ہو گئے ○ ۹۳ پھر ان کے رب نے

فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

انہیں برگزیدہ فرمایا' اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو (بلند درجات) کی ہدایت دی ○ فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ'

اس کی بادشاہی کے لائق ہے۔ وہ بلند اور برتر ہے' وہم اور عقل اس کی بلندی کا تصور نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی ذات کے لیے نفع کے حصول اور اپنی ذات سے ضرر کے دور کرنے سے منزہ ہے' اس نے قرآن مجید کو اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگ وہ کام نہ کریں' جو نامناسب ہیں اور وہ کام کریں جو کرنے چاہئیں

ع ۱۱ / ۱۵

ف۸۹ یعنی انہوں نے دانستہ اور عمداً اور نافرمانی کرنے کے قصد سے اس درخت سے نہیں کھایا

ف۹۰ مشقت سے مراد ہے: تلاشِ معاش اور روزی کی طلب میں جدوجہد اور محنت اور مشقت کرنا' جس کے نتیجہ میں انسان تھکاوٹ میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ محنت اور مشقت صرف مرد کرتا ہے' عورتیں نہیں کرتیں' اس لیے اس آیت میں صرف حضرت آدم کے متعلق فرمایا ہے: ورنہ آپ مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ کھیتی باڑی کرنے' ہل چلانے اور دیگر اسباب معیشت سے جو مشقت اور تھکاوٹ حاصل ہوتی ہے' اس سے وہ مراد ہے

ف۹۱ انسان کو پیٹ بھر کر کھانا مل جائے' پھر سیر ہو کر پینے کے لیے پانی مل جائے' تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا مل جائے اور درختوں کا سایا میسر ہو جائے تو یہ اس کے لیے بہت اہم اور بڑی نعمتیں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ نعمتیں جنت میں بغیر کسی محنت اور مشقت کے حاصل تھیں اور ان نعمتوں کی انسان کو اس وقت قدر ہوتی ہے جب یہ نعمتیں اس کو میسر نہ ہوں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ان نعمتوں کی اضداد کا ذکر فرمایا کہ جنت میں آپ نہ بھوکے رہیں گے نہ پیاسے' نہ برہنہ ہوں گے اور نہ آپ کو دھوپ کی تپش محسوس ہو گی اور جب آپ جنت سے چلے جائیں گے تو آپ کو ان تمام نعمتوں کے حصول کے لیے محنت اور مشقت کرنا ہو گی' اس لیے آپ شیطان کے بہکانے میں نہ آئیں تاکہ آپ کو جنت سے جانا نہ پڑے

ف۹۲ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہت عظیم مقام عطا فرمایا' ان کو مسجود ملائکہ بنایا اور ان کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا اور ان کو یہ بتا دیا کہ ان سے اور ان کی بیوی سے ابلیس سخت عداوت رکھتا ہے اور وہ ان کو بہکائے گا اور ان سے معصیت صادر کرا کر ان کو جنت سے نکلوانے کی کوشش کرے گا' اور ابلیس نے حضرت آدم کو اور ان کی بیوی کو لغزش میں مبتلا کر دیا' اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم بہت کامل تھا اور ان کی عقل بہت روشن تھی اور ان کو معلوم تھا کہ ابلیس ان کا دشمن ہے اور اس نے ان کو سجدہ نہیں کیا اور وہ اسی وجہ سے دائمی لعنت کا مصداق اور مستحق بن گیا' اس کے باوجود انہوں نے اس کے فریب میں آ کر اس درخت سے کھا لیا' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کو روک نہیں سکتی

ف۹۳ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے اعلانِ نبوت سے پہلے اور اعلانِ نبوت کے بعد عمداً گناہ کبیرہ صادر نہیں ہوتا' ہاں! نسیان اور اجتہادی خطاء سے صغائر کا ارتکاب ہو سکتا ہے' خواہ نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد' اور سورۂ طٰہٰ کی زیرِ تفسیر آیت میں جو وارد ہے: ''وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ'' آدم نے اپنے رب کی معصیت (نافرمانی) کی' سو یہ اطلاق ظاہری اور صوری اعتبار سے ہے اور یہ حقیقتاً گناہ نہیں ہے نہ صغیرہ نہ کبیرہ' کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اپنے قصد اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم کے خلاف کوئی کام کیا جائے اور اگر بھولے سے کوئی کام اللہ کے حکم کے خلاف کیا جائے تو وہ گناہ نہیں ہے' جیسے انسان رمضان کے روزے میں بھول کر کھا پی لے تو یہ گناہ نہیں ہے بلکہ اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹتا' اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھول کر اس درخت سے کھایا تھا یا قصداً اور عمداً کھایا تھا' قرآن مجید میں ہے: ''وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ○'' (طٰہٰ:۱۱۵) اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں) پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کرنے کا) قصد نہیں پایا ○ اور اس کو ظاہری اور صوری اعتبار سے معصیت اس لیے فرمایا کہ انہوں نے بہرحال اس درخت سے کھایا تھا' خواہ ان کا قصد معصیت کا نہیں تھا' اور انہوں نے چونکہ بھولے سے یہ فعل کیا تھا' اس لیے یہ گناہ نہیں ہے اور نہ عصمت کے خلاف ہے۔

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ

تم میں سے بعض دوسرے بعض کے دشمن ہوں گے پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی

وَ لَا یَشْقٰی ﴿۱۲۳﴾ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ

کی وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں مبتلا ہوگا O ۹۴ اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اس کی زندگی بہت تنگی میں گزرے گی ۹۵

نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰی وَ قَدْ

اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے O وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں (دنیا میں)

كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ

دیکھنے والا تھا O ۹۶ اللہ فرمائے گا: اسی طرح تیرے پاس میری نشانیاں آئیں تھیں تو تو نے ان کو فراموش کر دیا تھا اور اسی طرح آج

تُنْسٰی ﴿۱۲۶﴾ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ

تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا O اور جو شخص اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور حد سے تجاوز کرے ہم اسی طرح اس کو سزا دیتے ہیں،

وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰی ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

اور بے شک آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور بہت باقی رہنے والا ہے O ۹۷ کیا انہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی کہ ہم ان سے پہلے

مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی

کتنی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ لوگ چل پھر رہے ہیں بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں

النُّهٰی ﴿۱۲۸﴾ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی ﴿۱۲۹﴾

ہیں O ۹۸ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی مقدر نہ ہو چکی ہوتی ۹۹ اور ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کو اسی وقت

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

عذاب آ پہنچتا O ۱۰۰ سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے رہیے طلوع آفتاب سے پہلے

ف۹۴ اس آیت کی تفسیر البقرہ: ۳۸ میں گزر چکی ہے ف۹۵ اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کافر کی زندگی دنیا میں تنگی کے ساتھ گزرے گی' اس لیے کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد ہوتا ہے اور وہ جس حال میں بھی ہو' وہ پرسکون اور خوش رہتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً" (النحل: ۹۷) جو شخص نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو' تو ہم اس کو ضرور اچھی اور پرسکون زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔ اور جو شخص کافر ہوتا ہے وہ دنیا کے جمع کرنے پر حریص ہوتا ہے اور ہر وقت دنیا کے مال میں زیادتی کا طالب ہوتا ہے اور چونکہ اس کی نظر صرف اس دنیا پر ہوتی ہے' آخرت پر نہیں ہوتی تو اس کو ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں اس کا یہ مال اور دولت اور اس کی سلطنت اس سے زائل نہ ہو جائے ف۹۶ بعض آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر میدانِ حشر میں دیکھنے والا ہوگا' وہ اپنے اعمال نامہ کو پڑھے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کو دیکھے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ "اعمٰی" سے مراد "اعمی البصر" نہیں بلکہ "اعمی الحجت" ہے' یعنی دنیا میں تو اس نے اپنے کفر اور فسق پر حجتیں بنا رکھیں تھیں لیکن آخرت میں اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور وہ بالکل خالی ہاتھ ہوگا' اور اگر اس سے مراد "اعمی البصر" ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے بعض احوال میں اس کی بینائی نہیں ہوگی اور وہ اندھا ہوگا اور بعض دوسرے احوال میں وہ بینا ہوگا اور قیامت کے ہولناک مناظر کو دیکھنے کے لیے اس کو بینائی عطا کر دی جائے گی ف۹۷ یعنی جو شخص اپنے رب کی نافرمانی کرے اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان نہ لائے تو ہم دنیا' یا برزخ میں اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب دنیا اور قبر کے عذاب سے بہت زیادہ سخت ہے کیونکہ دنیا اور قبر کے عذاب کی ایک انتہاء ہے اور آخرت کا عذاب غیر متناہی مدت تک جاری رہے گا' آخرت کا عذاب کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے دنیا اور برزخ کے عذاب سے زیادہ ہوگا ف۹۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اہل مکہ کو ان کی خبر معلوم نہیں ہوئی جو ان سے صدیوں پہلے اپنے گھروں میں رہتے تھے' یعنی جب اہل مکہ تجارت کرنے اور اپنی روزی طلب کرنے کے لیے سفر پر نکلتے ہیں اور پچھلی امتوں کے شہروں کے کھنڈرات دیکھتے ہیں اور ان بستیوں کو دیکھتے ہیں جو اپنی بنیادوں پر گری پڑی ہیں تو کیا ان کو یہ خوف لاحق نہیں ہوتا کہ اگر وہ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے رہے تو ان پر بھی وہ عذاب آ سکتا ہے' جو پچھلی امتوں پر آ چکا ہے ف۹۹ اس بات سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو خبر دینا اور لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دینا کہ (سیدنا) محمد ﷺ کی امت خواہ اپنے رسول کی تکذیب کریں' ان کے اوپر پچھلی امتوں کی مثل عذاب نہیں بھیجا جائے گا' جو ان سب کو ہلاک کر دے اور ان کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دے' اس کی متعدد وجوہ ہیں: (۱) کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان مکذبین میں سے بعض ایمان لے آئیں گے (۲) ان مکذبین کی نسل میں سے بعض لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو مسلمان ہو جائیں گے' اگر ان سب پر عذاب نازل کر دیا جاتا تو وہ لوگ بھی ہلاک ہو جاتے (۳) اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر کوئی عذاب نازل کر دے۔ (الانفال: ۳۳) (۴) اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے: ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷) اور عذاب بھیجنا رحمت کے منافی ہے' پہلے انبیاء اپنی امتوں کے لیے عذاب کا مقدمہ بن کر آتے تھے' اگر ان کی امت ان کی تکذیب کرتی تو ان امتوں سے عذاب ٹل نہیں سکتا تھا اور آپ اپنی امت کے لیے رحمت کا مقدمہ بن کر آئے' آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب آ نہیں سکتا ف۱۰۰ اس آیت میں جس میعاد کا ذکر کیا گیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنگ بدر کا دن ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے' قرآن مجید میں ان دونوں میعادوں کا ذکر ہے: "سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ O" (القمر: ۴۵) عنقریب (جنگ بدر میں) اس جماعت کو شکست دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے O "بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰی وَ اَمَرُّ O" (القمر: ۴۶) بلکہ ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت بہت سخت اور بہت تلخ ہے O اگر یہ میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان پر اسی وقت عذاب لازم ہو جاتا' کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ایذاء پہنچاتے

ع ۱۳ / ۱۶

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

اور غروبِ آفتاب سے پہلے اور رات کے بعض اوقات میں اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھیے ۱۰۱ تاکہ آپ راضی ہو جائیں O

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

۱۰۲ اور ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کے لیے دنیا کی آرائش اور زیبائش کی جو چیزیں دے رکھی ہیں آپ ان کی طرف ہرگز آنکھیں نہ پھیلائیں' آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے O

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

اور آپ اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی نماز پر جمے رہیں' ہم آپ سے (آپ کے) رزق کا سوال نہیں کرتے' ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں اور نیک انجام صرف تقویٰ کا ہے O

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

اور انہوں نے کہا: یہ اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے' کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آ چکی جو پہلی کتابوں میں ہے؟ O ۱۰۳

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

اور اگر ہم رسول کو بھیجنے سے پہلے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم (عذاب میں) ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی اتباع کر لیتے O ۱۰۴

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

آپ کہیے: سب انتظار کر رہے ہیں' سو تم بھی انتظار کرو ۱۰۵ عنقریب تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے اور ہدایت یافتہ کون لوگ ہیں O ۱۰۶

تھے ف۱۰۱ صبر کا حکم دینے کے بعد فرمایا: آپ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے' اس میں یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح پڑھنے سے رنج اور غم زائل ہو جاتا ہے اور صبر کرنے میں تقویت حاصل ہوتی ہے' ان اوقات میں حمد اور تسبیح پڑھنے سے مراد پانچ وقتوں کی نماز پڑھنا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان اوقات میں پانچ نمازیں داخل ہیں۔ طلوعِ شمس سے پہلے حمد اور تسبیح پڑھنے سے مراد فجر کی نماز ہے اور غروبِ شمس سے پہلے تسبیح اور حمد پڑھنے سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں' کیونکہ یہ دونوں نمازیں غروبِ آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور رات کے اوقات میں تسبیح پڑھنے سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور دن کے حصوں میں جو تسبیح پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ظہر اور عصر کی نمازوں کی تاکید ہے۔ حمد اور تسبیح کرنے اور نماز پڑھنے کا سب سے افضل وقت رات کا وقت ہے کیونکہ اس وقت لوگ پرسکون ہوتے ہیں اور ان کے ظاہری اعضاء کام کاج سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں تو جو شخص رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے ف۱۰۲ اس آیت سے مقصود نبی علیہ السلام کے بلند مقام اور بلند مرتبہ کی خبر دینا ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کو راضی کرتی ہے اور اللہ عزوجل آپ کو راضی کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىO" (الضحیٰ: ۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے O حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ" (صحیح البخاری: ۴۷۸۸) میں صرف یہی دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا ثواب عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ آپ کا رب آپ کی شفاعت اس قدر زیادہ قبول فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ف۱۰۳ کفار نے اپنے اس کلام سے یہ وہم پیدا کیا کہ ان کو بغیر کسی دلیل اور معجزہ کے ایمان لانے کا مکلف کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: کیا پہلے صحائف میں ان کے پاس واضح دلائل نہیں آ چکے تھے' اور اس میں سیدنا محمد علیہ السلام کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سابقہ آسمانی کتابوں کے موافق ہیں حالانکہ رسول اللہ علیہ السلام نے کسی درس میں جا کر پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا اور نہ کسی استاد سے استفادہ کیا تھا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ تمام اُمور آپ کو غیب سے حاصل ہوئے تھے' یہ آپ کا معجزہ ہے ف۱۰۴ ہمارے علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی چیز کا وجوب حکم شرعی سے ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اگر حکم شرعی کے بغیر وجوب ثابت ہو جاتا تو رسول بھیجنے سے پہلے کفار پر عذاب آ سکتا تھا' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے' یعنی احکامِ شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے ہر کام کا کرنا یا نہ کرنا مباح اور جائز تھا اور جب احکامِ شرعیہ آ گئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا تو وہ واجب ہو گیا اور جس کام کے کرنے سے منع فرمایا وہ حرام ہو گیا ف۱۰۵ کفار و مشرکین کہتے تھے کہ ہم زمانہ کے حوادث اور انقلاب کا انتظار کرتے ہیں کہ کب مسلمانوں پر آئیں اور ان کا قصہ تمام ہو' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا انتظار کر رہے ہو اور مسلمان تمہاری عقوبت اور عذاب کا انتظار کر رہے ہیں ف۱۰۶ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا اور قیامت قائم ہو گی۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

أياتها ١١٢ — ٢١ سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ ٧٣ — ركوعاتها ٧

اس میں ایک سو بارہ آیتیں ہیں — سورۃ الانبیاء مکی ہے — اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ①

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا! اور وہ پھر بھی غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کر رہے ہیں O

مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ

ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے وہ اس کو کھیل کود

هُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ

کے مشغلہ میں ہی سنتے ہیں O ۲ ان کے دل کھیل کود میں ہیں؛ اور ظالموں نے آپس میں یہ سرگوشی کی کہ یہ شخص

ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ

تو تمہاری ہی مثل بشر ہے ۳ کیا تم جانتے بوجھتے جادو کے پاس

تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؗ

جا رہے ہو O (رسول اللہ نے) کہا: میرا رب آسمان اور زمین میں ہر بات کو خوب جانتا ہے؛

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ

اور وہ بہت سننے والا بے حد علم والا ہے O (کافروں نے) کہا: یہ (قرآن) پریشان خوابوں کا بیان ہے؛ ۴

افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤

بلکہ اس کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں؛ ۵ ان کو کوئی نشانی لانی چاہیے؛ جیسے پہلے رسول لائے تھے O

سورۃ الانبیاء: ف۱ اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: یوم حساب قریب ہے حالانکہ نبی ﷺ کی بعثت کو بھی چودہ صدیاں گزر چکی ہیں؛ ابھی تک تو قیامت نہیں آئی' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے اعتبار سے یوم حساب کو قریب فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ایک دن بھی ایک ہزار سال کا ہوتا ہے: "وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ O" (الحج: ٤٧) اور یہ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' اور اللہ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے O (۲) ہر وہ چیز جس کا آنا یقینی اور حتمی ہو' اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قریب ہے (۳) جب کسی میعاد کا اکثر حصہ گزر جاتا ہے تو پھر کہا جاتا ہے کہ وہ قریب ہے' تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے گزر جانے کے بعد قیامت آنی تھی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اب تک گزر چکے ہیں اور اب صرف ہمارے نبی ﷺ کی امت رہ گئی ہے' اس لیے آپ اور آپ کی امت کے لحاظ سے اب یوم حساب قریب آ چکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٦٥٠٤) ف۲ اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ وہ اس نصیحت کو غفلت اور بے پرواہی سے سنتے ہیں اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ اس نصیحت کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کو سنتے ہیں ف۳ کفار نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر یہ اعتراض کیا کہ یہ شخص تو تمہاری ہی مثل بشر ہے' ان کا یہ اعتراض باطل تھا' کیونکہ نبوت کسی شخص کی شکل و صورت پر موقوف نہیں ہے' نبوت کا ثبوت دلائل اور معجزات پر ہے' اور جب سیدنا محمد ﷺ نے اپنی نبوت پر دلائل اور معجزات پیش کر دیئے اور خصوصاً قرآن مجید کو اس چیلنج کے ساتھ پیش کیا کہ تم اس کی نظیر نہیں لا سکتے تو آپ کی نبوت اور رسالت ثابت ہو گئی' اور ان کا اعتراض ساقط ہو گیا ف۴ کفار کا یہ کہنا باطل ہے کہ یہ قرآن خواب پریشان ہے' کیونکہ پریشان خواب ان خوابوں کو کہتے ہیں جو بے ربط' خلط ملط اور غیر منضبط باتوں پر مشتمل ہوں اور قرآن مجید ایک مربوط اور منضبط کلام ہے' اس میں انسانی معیشت کا ایک جامع ضابطۂ حیات بیان کیا گیا ہے اور دنیا اور آخرت کی فلاح اور کامیابی کے حصول کا ایک مکمل طریقہ بیان کیا گیا ہے' یہ بے ربط' خلط ملط اور غیر منضبط کلام نہیں ہے اور نہ بے تکی باتوں کا مجموعہ ہے ف۵ کفار و مشرکین کا نبی ﷺ کو شاعر کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ آپ ﷺ شاعر ہیں نہ یہ قرآن شاعری ہے کیونکہ شعر میں خیال آرائی ہوتی ہے' افراط اور مبالغہ ہوتا ہے اور واقع اور حقائق کے خلاف باتیں ہوتی ہیں اور قرآن مجید تو صرف ذکر اور نصیحت ہے اور آپ صادق اور امین ہیں' آپ کا کلام جھوٹ نہیں ہے' اور نہ آپ نے قافیہ اور ردیف کی موافقت کے قصد سے یہ کلام بنایا ہے (کہ اسے شاعری قرار دیا جائے) اس لیے نہ آپ شاعر ہیں' نہ قرآن مجید شاعری کا مجموعہ ہے۔

مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ

ان سے پہلے جس بستی والوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں کیا وہ ایمان لے آئے تھے؟ جو یہ ایمان

یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ

لے آئیں گے○ ۶ اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا تھا جن کی طرف ہم

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ

وحی فرماتے تھے ۷ سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے پوچھ لو○ ۸ ہم نے ان (رسولوں)

جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ

کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں ۹ اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے○ پھر

صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا

ہم نے ان کے سامنے (اپنا) وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دے دی ۱۰ اور حد سے

الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۹﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ

تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا○ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہاری نصیحت ہے ۱۱

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً

سو کیا تم نہیں سمجھتے○ ۱۲ اور کتنی ہی (ایسی) بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظلم کرتی تھیں اور ان کے بعد

وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ

ہم نے دوسرے لوگوں کو پیدا کر دیا○ سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو

مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ ط لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ

فوراً اس سے بھاگنے لگے○ (ان سے کہا گیا:) اب بھاگو مت اور اسی جگہ لوٹو جہاں تمہیں آسودگی دی گئی

ف۶ اس کا معنی یہ ہے کہ ان سے پہلے کئی قوموں نے فرمائشی معجزات طلب کیے اور جب وہ ان معجزات کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا' تو اگر اب ہم نے ان کی فرمائش پوری کر دی تو ہم کو علم ہے یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ان کا ایمان نہ لانا ان پر عذاب نازل کرنے کا مقتضی ہوگا اور آپ کے ہوتے ہوئے ہم ان پر عذاب نازل کرنا نہیں چاہتے' اس لیے ان کے فرمائشی معجزات بھی نہیں بھیجے ف۷ اس آیت میں اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نبی اور رسول صرف مردوں کو بنایا جاتا ہے' عورت کو نبی اور رسول نہیں بنایا جاتا ف۸ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ عام شخص پر علماء کی تقلید کرنا واجب ہے اور اس آیت میں اہل ذکر سے مراد علماء ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ جب نابینا شخص کو قبلہ کا علم نہ ہو تو اس پر اس شخص کی تقلید کرنا واجب ہے جس کو قبلہ کا علم ہو' اسی طرح جس شخص کو دینی مسائل میں علم اور بصیرت نہ ہو' اس پر اس شخص کی تقلید کرنا واجب ہے' جس کو ان مسائل کا علم ہو اور جس کو ان مسائل پر بصیرت ہو' اسی طرح اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عام آدمی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو ان دلائل کا علم نہیں ہے جن کے ساتھ تحلیل اور تحریم کا تعلق ہوتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۱ ص ۱۸۲) ف۹ کفار کا یہ اعتراض تھا کہ اگر سیدنا محمد ﷺ سچے نبی ہیں تو وہ کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال تھا' وہ سب کھاتے بھی تھے اور پیتے بھی تھے۔ ان کے رسول ہونے کی بناء اور نبی ہونے کا سبب کھانے پینے سے بری ہونا نہیں ہے' بلکہ ان کے رسول ہونے کا سبب ان کے ہاتھوں پر معجزات کا ظہور ہے' سو جس کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور ہو وہ نبی ہے اگرچہ وہ کھاتا اور پیتا ہو ف۱۰ یعنی جن کافروں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تھی' ان پر آسمان سے عذاب بھیجا' جس نے ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور ملیامیٹ کر دیا اور انبیاء علیہم السلام اور مؤمنوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا ف۱۱ یعنی اس کتاب میں تمہارے شرف اور تمہارے مرتبہ کا ذکر ہے اور دوسری امتوں پر تمہاری فضیلت کا بیان ہے اور اس کتاب میں تمہیں نصیحت بھی کی گئی ہے تاکہ جو کام تمہارے لیے ناجائز ہیں تم ان سے بچو اور جو کام دنیا و آخرت میں تمہاری کامیابی کے لیے ضروری ہیں تم ان کو انجام دو' اور ذکر سے مراد نیک کاموں پر تمہارے لیے بشارت ہے اور بُرے کاموں پر تمہارے لیے سزا کی وعید ہے اور یہ قرآن سراپا نصیحت ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ○'' (المدثر: ۵۴) بے شک یہ (قرآن سراپا) نصیحت ہے○ ف۱۲ یعنی کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے' یعنی تم قرآن مجید میں غور و فکر کر کے اپنے دین اور دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور اپنی رہائش گاہوں میں تاکہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے O انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے O

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

ان کا مسلسل یہی کہنا رہا حتیٰ کہ ہم نے ان کو کاٹی ہوئی فصل کی طرح کر دیا زندگی کی حرارت سے بجھا ہوا O ف۱۳

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ

اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کود کے مشغلہ میں نہیں بنایا O اگر ہم کوئی

اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ

کھلونا بنانا چاہتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے' اگر ہم (اس کو واقعی) بنانے والے ہوتے O بلکہ

نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَ

ہم حق سے باطل پر ضرب لگاتے ہیں تو وہ (حق) اس (باطل) کا سر کچل دیتا ہے اور وہ (باطل) اسی وقت ملیامیٹ ہو جاتا ہے اور

لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

تمہارے لیے ان باتوں کی وجہ سے تباہی ہو جو تم بناتے ہو O ف۱۴ اور جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

وہ سب اسی کی ملکیت میں ہیں' اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں O ف۱۵

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً

وہ رات اور دن اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے O کیا ان لوگوں نے جن کو زمین میں معبود

مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ

قرار دیا ہوا ہے وہ (مردہ کو) زندہ کر سکتے ہیں O ف۱۶ اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا معبود ہوتے

ف۱۳ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات کا ذکر فرمایا تھا' اور ان آیتوں میں ان کو ان سے پہلی امتوں کے احوال سے ڈرایا ہے' جس طرح یہ کفار سیدنا محمد ﷺ کے لائے ہوئے پیغام نبوت کو قبول نہیں کر رہے اور اپنے آباء واجداد کی تقلید میں بت پرستی اور کفر وشرک پر اصرار کر رہے ہیں' اسی طرح ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے' لوگوں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو توحید کا پیغام دے کر بھیجتا' وہ اس پیغام کو قبول نہ کرتے اور پیہم اس کا انکار کرتے اور جب اللہ کا نبی ان کو ڈراتا اور یہ کہتا کہ اگر تم نے میرا پیغام قبول نہ کیا تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا جو تم سب کو ملیامیٹ کر دے گا اور تمہاری پوری آبادی تباہ اور برباد کر دی جائے گی' تو پھر وہ اس نبی کا مذاق اڑاتے اور اس سے عذاب کا مطالبہ کرتے' اور جب وہ اس عذاب کے آثار کو دیکھتے تو خوف زدہ ہو کر بھاگتے' پھر ان سے کہا جاتا: اب بھاگو مت! اپنی ان ہی آرام گاہوں اور عشرت کدوں کے پاس واپس جاؤ' تاکہ تم سے یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے مقابلہ میں تم نے کیا عبادتیں کی ہیں اور اس کے دیئے ہوئے ان انعامات کا کس طرح شکریہ ادا کیا ہے' اس وقت انہوں نے اعتراف کیا کہ ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے تھے' پھر ان قوموں پر ایسا عذاب آیا' جس نے ان سب کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ ان آیات میں کفار مکہ کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو وہ اس طرح کے عذاب کے مستحق ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے ان پر عذاب نازل نہیں کیا ف۱۴ ان آیات میں یہ اشارہ ہے کہ ہم نے (سیدنا) محمد ﷺ کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کیے اور ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے' اگر بالفرض آپ کا پیغام جھوٹا ہوتو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کے ہاتھ پر جو معجزات ظاہر کیے ہیں' وہ عبث اور بے فائدہ ہیں اور محض کھیل کود کے مشغلہ کے طور پر آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے' حالانکہ ہمارا کوئی کام عبث اور لغو نہیں ہوتا' اور اگر ہم کو کھیل کود کا مشغلہ کرنا ہی ہوتا تو ہم انسانوں کو کیوں پیدا کرتے ہم فرشتوں سے اپنا شوق پورا کر لیتے' بلکہ ہمارا طریقہ تو باطل پر ضرب لگانا ہے' ہم کھیل کود پر سنجیدگی کو مسلط کرتے ہیں' تم جو ہمارے نبی اور رسول کی تکذیب کرتے ہو اور قرآن مجید کو پراگندہ خواب اور جادو سے تعبیر کرتے ہو اور اسی طرح ان پر اعتراضات کرتے ہو اور حق سے روگردانی کرتے ہو تو اس طرح تم اپنے آپ کو عذاب اور ہلاکت میں مبتلا کر رہے ہو ف۱۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ زمین وآسمان بلکہ یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے' ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مملوک اور غلام ہے' انسانوں کی بہ نسبت فرشتے بہت طاقت ور ہیں اور بہت عظیم مخلوق ہیں' وہ ہر وقت اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور اس کی عبادت سے نہیں تھکتے۔ ف۱۶ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار اور مشرکین نے تو اپنے معبودوں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو مُردوں کو زندہ کرنا بہت بعید تھا' کیونکہ وہ یہ مانتے تھے کہ آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' اس کے باوجود وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے' وہ یہ کہتے تھے: ''مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ O'' (یٰسین: ۷۸) ان ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ O تو جب وہ اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود یہ نہیں مانتے کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو اپنے بتوں کے لیے مُردوں کو زندہ کرنے کی طاقت کیا مانیں گے۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ جب بتوں کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور عبادت کا فائدہ ثواب کی صورت میں مرتب ہونا ضروری ہے' پس ان کا بتوں کی عبادت کرنا' اس بات کو واجب کرتا ہے کہ وہ بتوں کو اجر وثواب عطا کرنے والا مانیں' اور بہت سے لوگوں کو اس زندگی میں اپنے کاموں پر اجر وثواب نہیں ملتا' اس سے لازم آئے گا کہ وہ اپنے بتوں کے لیے یہ مانتے ہوں کہ وہ اس زندگی کے بعد انہیں دوسری زندگی دینے پر قادر ہوں اور ان کا بتوں کو معبود ماننا اس بات کو واجب کرتا ہے کہ وہ بتوں کو حیات آفرینی اور زندگی دینے پر قادر مانیں۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ''يُنْشِرُوْنَ'' کا معنی موت کے بعد زندگی دینا ہے' لیکن مجازاً اس سے ابتداءً زندگی دینا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی کسی کو پیدا کرنا' مطلب یہ ہے کہ یہ کافر جن بتوں کو معبود مانتے ہیں' کیا وہ کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں؟ جب وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر

إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۲۲﴾

تو وہ ضرور درہم برہم ہو جاتے‘ ۱۸ سو اللہ جو رب العرش ہے وہ ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں O ۱۸

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ

اس سے ان کاموں کا سوال نہیں کیا جائے گا جو وہ کرتا ہے‘ اور ان سب سے باز پرس کی جائے گی O ۱۹ کیا انہوں نے اللہ کے سوا

دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ

اور معبود قرار دے رکھے ہیں؟ آپ کہیے: تم اپنی دلیل لاؤ‘ یہ میرے عہد کے لوگوں کے لیے نصیحت ہے

وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ

اور مجھ سے پہلوں کی نصیحت بھی موجود ہے بلکہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے‘ اس لیے

فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ

وہ منہ موڑ رہے ہیں O اور ہم نے آپ سے پہلے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا

إِلَّا نُوْحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

اس کی طرف ہم یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں‘ سو تم میری عبادت کرو O ۲۰ اور انہوں نے کہا: رحمٰن

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ

نے اولاد بنا لی ہے‘ وہ اس سے پاک ہے‘ بلکہ وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں O وہ کسی بات میں

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ

اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں O وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ

ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے

سکتے تو پھر ان کو معبود ماننا صحیح اور درست نہیں ہے ف۱۷ الانبیاء: ۲۲ میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل قائم کی گئی ہے‘ اس کو برہان تمانع کہتے ہیں‘ یہ بہت مشہور دلیل ہے‘ اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا فرض کیے جائیں اور ان میں سے ہر ایک خدا معین وقت میں زید کی حرکت کا ارادہ کرے اور دوسرا خدا اسی وقت میں زید کے سکون کا ارادہ کرے تو یا دونوں خداؤں کا ارادہ پورا ہوگا اور اس سے لازم آئے گا کہ زید اسی وقت میں حرکت بھی کرے اور ساکن بھی ہو اور یہ اجتماع ضدین ہونے کی وجہ سے محال ہے‘ اور یا وہ صرف حرکت کرے گا تو جس خدا نے اس کے ساکن ہونے کا ارادہ کیا تھا‘ اس کا ارادہ پورا نہیں ہوگا‘ سو وہ خدا نہیں ہوگا‘ اور یا وہ صرف ساکن ہوگا تو جس خدا نے اس کے حرکت کرنے کا ارادہ کیا تھا‘ اس کا ارادہ پورا نہیں ہوگا‘ سو وہ خدا نہیں ہوگا‘ غرض یہ کہ جب دو خدا فرض کیے جائیں تو ان میں سے ایک خدا ہوگا اور دوسرا خدا نہیں ہوگا۔ اس کی دوسری تقریر یہ ہے کہ خدا کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب الوجود ہو‘ یعنی اس کے لیے ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے‘ پس اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ان میں سے ہر ایک واجب الوجود ہوگا اور وجوب وجود ان میں امر مشترک ہوگا‘ پھر ان میں کوئی امر ایسا بھی ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں‘ پس ان میں سے ہر ایک دو چیزوں سے مرکب ہوگا‘ ایک امر مشترک ہوگا یعنی وجوب وجود اور ایک امر ممیز ہوگا اور جو مرکب ہو وہ حادث ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور حادث اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا ف۱۸ عرش کا ذکر اس لیے فرمایا کہ مشرکین بتوں کو خدا کہتے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے‘ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے‘ نور‘ ظلمت‘ لوح‘ قلم‘ اجسام‘ عناصر‘ موالید‘ جمادات‘ نباتات‘ حیوانات‘ انسانوں اور فرشتوں کا خالق ہے‘ اس کو چھوڑ کے بے جان جامد چیزوں کی پرستش کرنا اور ان کو معبود کہنا جن کو ان کے ہاتھوں نے بنایا ہے‘ کیسی بے عقلی کی بات ہے ف۱۹ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو کچھ تصرف فرماتا ہے‘ کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت دیتا ہے‘ کسی کو درجنوں بچے دیتا ہے کسی کو لاولد رکھتا ہے‘ کسی کو مال و دولت عطا کرتا ہے کسی کو فقر و فاقہ میں مبتلا کرتا ہے‘ کسی کو صحت اور قوت عطا فرماتا ہے اور کسی کو بیمار اور کمزور رکھتا ہے‘ کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت میں مبتلا رکھتا ہے‘ اس سے کسی بات کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا‘ کیونکہ سب اس کی مخلوق‘ مملوک اور غلام ہیں‘ سب اس کے زیر سلطنت اور زیر حکم ہیں‘ سب پر اس کی قضاء نافذ ہے‘ اس کے اوپر کوئی ہستی نہیں ہے‘ جو اس سے سوال کر سکے‘ اور آسمان اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب اس کے بندے ہیں اور ان سب سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا کیونکہ وہ سب کا مالک اور معبود ہے۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۰) ف۲۰ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی دلیل کو ذکر کیا‘ پھر ان سے یہ مطالبہ کیا کہ تم جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ کا شریک ہے‘ تم اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کرو‘ پھر فرمایا: ان کے پاس اپنے شرک پر کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے‘ بلکہ ان کا دعویٰ بے بنیاد ہے‘ اور ان کے عقائد محض جہالت‘ اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید پر مبنی ہیں‘ اسی وجہ سے یہ لوگ آپ کی دعوت سے منہ موڑتے ہیں‘ اور آپ نے ان کے سامنے جو دعوت پیش کی ہے‘ وہ کوئی نئی دعوت نہیں ہے‘ آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے‘ سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ صرف میں عبادت کا مستحق ہوں‘ سو تم صرف میری عبادت کرو۔

خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ

لرزہ براندام ہیں O اور ان میں سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا عبادت کا مستحق ہوں

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

تو اس کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں O ۲۱

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا

کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ (بارش نازل ہونے سے) آسمان اور (سبزہ اگانے سے) زمین بند تھے

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ

تو ہم نے دونوں کو کھول دیا ۲۲ اور ہم نے پانی سے ہر جان دار چیز بنائی

اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ

تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے O ۲۳ اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے تاکہ

بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

لوگوں کے بوجھ سے زمین ایک طرف ڈھلک نہ جائے اور ہم نے اس زمین میں کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں O

وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا

اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ۲۴ اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض

مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

کرنے والے ہیں O ۲۵ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور

وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ

چاند کو پیدا کیا ۲۶ ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے O اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر

ف۲۱ اس آیت سے ابلیس مراد ہے کیونکہ اس نے اللہ کا شریک ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کی دعوت دی اور وہ فرشتوں میں سے تھا (حقیقت میں وہ جنات میں سے تھا لیکن چونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لیے حکماً انہی میں سے تھا) اور فرشتوں میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اللہ کے سوا معبود ہے اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے معصوم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۱۹۱) ف۲۲ اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آسمان بند تھے۔ ان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بند تھی اس سے سبزہ نہیں اُگتا تھا پھر آسمان کو بارش کے لیے کھول دیا گیا اور زمین کو سبزہ اُگانے کے لیے کھول دیا گیا۔ (زادالمسیر ج ۵ ص ۳۴۸) ف۲۳ یعنی پانی کو جاندار کی حیات کا سبب اور ذریعہ بنایا اللہ تعالیٰ نے ہر حیوان کو نطفہ سے پیدا کیا اور وہ بھی پانی ہے اور درختوں سبزہ زاروں اور نباتات میں بھی ایک نوع کی حیات ہوتی ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پانی سے پیدا کیا ہے ف۲۴ آسمان کو چھت بنانے کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ جس طرح دوسری چھتیں گر جاتی ہیں اس طرح آسمان کو گرنے سے محفوظ بنا دیا جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے: ”وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ“ (الحج:۶۵) اور وہی آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر گر نہ پڑے۔ ”وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ“ (الروم:۲۵) اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ زیر تفسیر آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ آسمان کو فرشتوں یا ستاروں کے ذریعہ شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے ف۲۵ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمان کی حرکات میں اور اس کی کیفیات اور جہات میں اور اس کے ستاروں اور خود آسمان کے اتصال اور انفصال میں اور اس کے ستاروں کی گردش میں جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کی نشانیاں ہیں یہ مشرکین ان میں غور و فکر نہیں کرتے ف۲۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور نعمت کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے رات بنائی جس میں وہ آرام کریں اور دن بنایا جس میں وہ حصولِ معاش کے لیے جد و جہد کریں اور سورج اور چاند کو بنایا سورج کو دن کی علامت بنایا اور چاند کو رات کی علامت بنایا تاکہ لوگ مہینوں اور سالوں کا حساب کر سکیں۔

قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مِّتَّ فَهُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفۡسٍ

کے لیے (دنیا میں) دوام کو مقدر نہیں کیا' سو اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ O ف۲۷ ہر نفس

ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ وَنَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً ؕ وَاِلَيۡنَا

موت کو چکھنے والا ہے اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں' ف۲۸ اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف

تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ يَّتَّخِذُوۡنَكَ اِلَّا

لوٹائے جاؤ گے O اور یہ کفار جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (کہتے ہیں:) کیا یہ ہے

هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِىۡ يَذۡكُرُ اٰلِهَتَكُمۡ ۚ وَهُمۡ بِذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ

وہ شخص جو تمہارے خداؤں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ خود رحمٰن کے

هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ

ذکر کا انکار کرتے ہیں O ف۲۹ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے' ف۳۰ عنقریب میں تم لوگوں کو اپنی نشانیاں

فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ

دکھاؤں گا سو تم مجھ سے جلد بازی نہ کرو O ف۳۱ وہ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم

صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۸﴾ لَوۡ يَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا حِيۡنَ لَا يَكُفُّوۡنَ عَنۡ

سچے ہو؟ O ف۳۲ کاش! ان کافروں کو اس وقت کا علم ہوتا جب یہ اپنے چہروں سے

وُّجُوۡهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو دور نہ کر سکیں گے ف۳۳ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O

بَلۡ تَاۡتِيۡهِمۡ بَغۡتَةً فَتَبۡهَتُهُمۡ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ رَدَّهَا وَ

بلکہ وہ (قیامت) ان کے پاس اچانک ہی آ جائے گی اور ان کو حیران کر دے گی اور وہ اس کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے اور

ف۲۷ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا رد کرنے کے لیے کہا: یہ عنقریب فوت ہو جائیں گے' جیسے فلاں فلاں شاعر فوت ہو گیا' پھر ان کا دین اور ان کی تحریک بھی ختم ہو جائے گی' اور ان کے پیروکاروں کا جوش و خروش بھی ٹھنڈا پڑ جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر آپ فوت ہو گئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں' اس سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام فوت ہوتے رہے ہیں' آپ سے پہلے کوئی بشر ہمیشہ نہیں رہا' اور تم خوشی سے کیوں بغلیں بجا رہے ہو؟ آپ کے فوت ہو جانے سے کیا ہو گا تم بھی تو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہیں ہو۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۹ صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو سخت بیمار ہوئے' اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' آپ کی تمام ازواج وہاں جمع ہو گئیں' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو پیر کے دن فوت ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۳۵) نبی ﷺ کی تاریخ وفات جو بارہ ربیع الاوّل مشہور ہے' وہ تحقیق اور حساب کی رو سے درست نہیں ہے۔ مزید تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۷ ص ۵۷۶ تا ۵۷۸ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۸ اس آیت میں بُری حالت سے مراد دنیا کی وہ تکالیف اور مصائب ہیں' جو مسلمان پر وارد ہوتی ہیں جیسے فقر' تنگ دستی' بیماریاں اور ناگہانی افتاد اور اچھی حالت سے مراد صحت' خوشحالی اور دیگر نعمتیں ہیں اور آزمانے سے مراد یہ ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ مسلمان خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور تنگ دستی میں صبر کرتے ہیں اور اپنی بیماریوں اور بدحالیوں پر اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کرتے ف۲۹ مقاتل وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے' نبی ﷺ اس کے پاس سے گزرے' اس وقت اس کے پاس ابوسفیان بیٹھا ہوا تھا' ابوجہل نے ابوسفیان سے کہا: یہ شخص بنو عبد مناف کا نبی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: کیا تم بنی عبد مناف کے نبی ہونے کا انکار کرتے ہو۔ نبی ﷺ نے ان کی باتیں سنیں تو ابوجہل سے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک تم پر وہ وبال نازل نہ ہو' جو تمہارے چچا ولید بن مغیرہ پر نازل ہوا ہے' اور اے ابوسفیان! تم نے جو کچھ کہا ہے وہ عار کی بناء پر کہا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ لوگ نبی ﷺ کی مذمت اس لیے کرتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کا بُرائی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں حالانکہ ان کے معبود کسی کو نقصان سے بچا سکتے ہیں نہ اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں' اور جب کہ یہ رحمٰن کی بُرائی کرتے ہیں حالانکہ رحمٰن منعم حقیقی ہے' وہ ان کو زندگی دینے والا ہے اور وہی ان پر موت طاری کرے گا' اور اس سے بُری بات اور کیا ہو گی کہ بے جان بتوں کی مذمت کا بُرا منایا جائے اور اس کے انتقام میں خالق حقیقی اور قادر و مختار کی مذمت کی جائے ف۳۰ یعنی انسان کی فطرت اور خلقت میں عجلت رکھی گئی ہے۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۳۷) ف۳۱ اس آیت میں نشانیوں کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) عنقریب تم کو دنیا میں جلد ہلاک کر دیا جائے گا' خواہ آسمانی عذاب کے ذریعہ خواہ کسی جہاد میں' جیسے جنگ بدر میں کفار مارے گئے' پھر اس کے فوراً بعد تم کو اخروی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا' اس لیے فرمایا: یہ امر عنقریب ہونے والا ہے' تم اس کے مطالبہ میں جلدی نہ کرو (۲) ان نشانیوں سے مراد توحید اور رسالت کے دلائل ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں یہ دلائل تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں (۳) تم شام اور یمن کی طرف سفر کرتے ہو' وہاں دوران سفر تم نے گزشتہ قوموں کی بستیوں کی ہلاکت اور تباہی کے آثار دیکھے ہیں ف۳۲ کفار یہ اس لیے نہیں کہتے تھے کہ واقعی ان کو عذاب کا یا قیامت کا شدت سے انتظار تھا' بلکہ وہ نبی ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے اس طرح کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَلَوۡلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الۡعَذَابُ ؕ وَلَيَاۡتِيَنَّهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ O'' (العنکبوت: ۵۳) اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' اگر نزول عذاب کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا اور ان پر ان کی بے خبری میں ضرور عذاب آئے گا O لیعنی ان کے اعمال اور اقوال تو یقیناً اس لائق ہیں کہ ان کو فوراً صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے' لیکن ہماری سنت یہ ہے کہ ہم ہر قوم کو ایک خاص وقت تک مہلت دیتے ہیں اور جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا ہے' اور ہم نے عذاب نازل کرنے کا ایک وقت

لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

نہ انہیں مہلت دی جائے گی ○ اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اڑایا گیا تھا ۳۴ﻑ

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع

سو مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ

آپ کہیے کہ رات اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری کون حفاظت کرسکتا ہے؟ بلکہ یہ تو

عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ

اپنے رب کے ذکر سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں ○ ۳۵ﻑ کیا ان کے پاس کوئی اور معبود ہیں

دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا

جو ان کو ہمارے عذاب سے چھڑا لیں گے' وہ تو خود اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف

يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ

سے ان کی مدد کی جائے گی ○ ۳۶ﻑ بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کی زندگی میں بہت نفع پہنچایا حتیٰ کہ ان کی

الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ

زندگی بہت لمبی ہوگئی' کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان پر زمین کے کناروں کو کم کرتے چلے آ رہے ہیں'

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ

تو کیا یہ اب بھی غالب ہو سکتے ہیں؟ ○ ۳۷ﻑ آپ کہیے: میں تم کو صرف وحی سے ڈرا رہا ہوں اور بہروں کو جب

الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ

ڈرایا جائے تو وہ کسی پکار کو نہیں سنتے ○ ۳۸ﻑ اور اگر ان کو آپ کے رب کا عذاب ذرا سا بھی چھو جائے تو یہ ضرور

مقرر کیا ہوا ہے اور جب اس کا مقرر شدہ وقت آ جائے گا تو ان پر اس طرح عذاب آئے گا کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا' اگر اس سے مراد دنیا کا عذاب ہے تو اس کی مثال جنگ بدر میں کفار کا مارا جانا ہے اور اگر اس سے مراد قیامت کا عذاب ہے تو قیامت ان پر اچانک آ جائے گی ۳۳ﻑ یعنی وہ وقت ان پر سخت مشکل اور عذاب کا ہوگا' جب دوزخ کی آگ ان کو آگے اور پیچھے سے گھیر لے گی اور یہ اس آگ کو اپنے نفسوں سے دور کرنے پر قادر نہیں ہوں گے ۳۴ﻑ یعنی اگر یہ کفار مکہ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں تو آپ رنج اور غم نہ کریں' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے اور حق بات کہنے والوں کو ہمیشہ ایسی دل آزار باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۳۵ﻑ اس آیت سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ کفار آخرت میں اپنے چہروں اور پیٹھوں کو دوزخ کی آگ سے نہیں بچا سکتے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ دنیا میں بھی اگر اللہ ان کی حفاظت نہ کرتا تو وہ عذاب میں مبتلا ہو جاتے' یعنی وہ اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے جس عذاب کے مستحق ہیں' اس سے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی بچایا ہوا ہے' یا دنیا کی آفات اور مصائب سے یا مختلف جنگوں میں مارے جانے اور قید کیے جانے سے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی حفاظت میں رکھا ہوا ہے' ورنہ ان کے کرتوت تو ایسے تھے کہ ان کو اب تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس کی اطاعت کرتے' شکر اور اطاعت تو بجائے خود رہی' وہ تو اللہ کو یاد بھی نہیں کرتے ۳۶ﻑ صحبت' یہاں پر نصرت اور مدد کے معنی میں ہے' مسافر کے لیے کہا جاتا ہے: ''صَحِبَكَ اللّٰهُ وَنَصَرَكَ اللّٰهُ'' اللہ تمہارا صاحب ہو اور تمہاری مدد کرے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو ہماری طرف سے کوئی مدد اور اعانت حاصل نہیں ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار اپنے معبودوں کے متعلق یہ کہتے تھے کہ وہ آخرت میں ہماری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ وہ نہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اللہ کی طرف سے ان کی مدد کی جائے گی۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۴۷) ۳۷ﻑ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سرزمین عرب کے جن علاقوں پر پہلے کفار قابض تھے' اب ہم کافروں کو پیہم شکست دے کر ان علاقوں پر مسلمانوں کو قابض اور فتح یاب کرتے چلے آ رہے ہیں اور جن علاقوں پر کافروں کی حکومت اور ان کا تسلط تھا' ان کو ہم کم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا اب بھی کافروں کو یہ امید ہے کہ وہ مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے ۳۸ﻑ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں اس کلام کو سنا کر ڈرا رہا ہوں جو تمہارے رب کا کلام ہے' تم یہ گمان نہ کرو کہ میں اپنی طرف سے کچھ کہہ رہا ہوں اور اب جب کہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے تو تم پر اس کا قبول کرنا لازم ہے' اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا تو اس کا وبال صرف تم پر ہوگا۔ اس آیت میں ان کافروں کو بہرا فرمایا ہے کیونکہ سننے کی غرض و غایت یہ ہے کہ حق کو سن کر اس کو قبول کیا جائے لیکن جب انہوں نے پیغامِ حق کو قبول نہیں کیا تو گویا انہوں نے اس کو نہیں سنا اور وہ بہرے ہیں۔

عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ

کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! ہم ضرور ظلم کرنے والے تھے ○ ۳۹ اور ہم قیامت

الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ

کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ۴۰ ؕ اور

إِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا

اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ برابر بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے

حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً

کے لیے کافی ہیں ○ اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو کتاب فیصل اور روشنی

وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ

اور متقین کے لیے نصیحت دی ○ ۴۱ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ

مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ أَنْزَلْنٰهُ ؕ

قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ○ ۴۲ اور یہ برکت والا ذکر ہے جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے

أَفَأَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ إِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ

سو کیا تم اس کا انکار کرنے والے ہو ○ ۴۳ اور بے شک اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ہدایت عطا فرمائی تھی

مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا

اور ہم ان کو خوب جانتے تھے ○ ۴۴ جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی

هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا

مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے ہوئے ہو ○ انہوں نے کہا:

ف۳۹ اس کا معنی یہ ہے کہ اب تو یہ اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اگر ان کو معمولی سا عذاب بھی چھو گیا تو ان کی ساری اکڑفوں جاتی رہے گی اور اس وقت یہ ضرور کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! اللہ کے رسول تو ہمیں عذاب سے بچانے کے لیے آئے تھے ہم نے خود ہی ان کے پیغام کو مسترد کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ف۴۰ "موازین" کے متعلق دو قول ہیں۔ مجاہد' قتادہ اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ وزن کرنے کا معنی یہ ہے کہ ان کے اعمال میں انصاف کیا جائے گا' پس جس کی نیکیوں نے اس کی بُرائیوں کا احاطہ کر لیا ہو گا' اس کے میزان کا پلڑا بھاری ہو گا اور جس کی بُرائیوں نے اس کی نیکیوں کا احاطہ کر لیا ہو گا' اس کے میزان کا پلڑا ہلکا ہو گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال کا حقیقتاً وزن کیا جائے گا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ نیکیوں اور بُرائیوں کے الگ الگ رجسٹر ہوں گے' ایک پلڑے میں نیکیوں کے رجسٹر ہوں گے اور دوسرے پلڑے میں بُرائیوں کے رجسٹر ہوں گے' جو پلڑا بھاری ہو گا' اسی کے مطابق اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نیک اعمال کو سفید اور حسین صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور بُرے اعمال کو سیاہ اور قبیح صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور ان صورتوں کا وزن کیا جائے گا ف۴۱ "فرقان" سے مراد تورات ہے کیونکہ تورات حق اور باطل میں فرق کرتی تھی اور ضیاء اور روشنی بھی تھی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور احکامِ شرعیہ کی ہدایت کے راستوں کو بہت وضاحت اور تفصیل سے بیان کرتی تھی اور ان کے پیش آمدہ مسائل اور دین اور دنیا کی ضرورتوں میں مکمل نصیحت کرتی تھی اور اس میں ان کے شرف اور فضیلت کا پورا بیان تھا ف۴۲ اس آیت میں "غیب" سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو غیب ہے یعنی جو لوگ آخرت کے عذاب سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں' یا "غیب" سے مراد ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی غیب ہے اور وہ بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' اور تیسرا معنی یہ ہے کہ جس طرح وہ لوگ اللہ کے سامنے اللہ سے ڈرتے ہیں اور بے حیائی اور بُرائی کے کام نہیں کرتے' اسی طرح جب لوگ ان کے سامنے نہیں ہوتے اور وہ خلوت میں ہوتے ہیں' اس وقت بھی وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور بے حیائی کے کام اور دوسرے جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے' ان کو نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ○" (الملک: ۱۲) بے شک جو لوگ غیب (تنہائی) میں اللہ سے ڈرتے ہیں' ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے ○ ف۴۳ یعنی تم قرآن مجید نازل کرنے کا انکار کیوں کر رہے ہو حالانکہ ہم اس سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر تورات نازل کر چکے ہیں جب کہ اس قرآن میں معجز کلام ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس میں دلائل عقلیہ ہیں اور احکام شرعیہ کا مفصل بیان ہے اور ایسی کتاب کا انکار نہیں کیا جا سکتا ف۴۴ "رُشد" کی تفسیر کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم ان کو خوب جاننے والے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو نبوت کے ساتھ مختص کرتا ہے جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص نبوت کا حق ادا کرے گا اور جو کام منصب نبوت کے نامناسب ہوں اور جن کاموں سے اس کی قوم متنفر ہو' وہ کام نہیں کرے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ "رشد" سے مراد ہدایت ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ" (النساء: ۶) پھر اگر تم یتیموں میں ہدایت (ہوشیاری اور حسن تدبر) پاؤ تو ان کے اموال انہیں سونپ دو۔ اس میں ایک تیسرا قول بھی ہے کہ نبوت اور ہدایت دونوں رشد کے تحت داخل ہیں کیونکہ اسی شخص کو منصب نبوت پر فائز کرنا جائز ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات پر رہنمائی کر چکا ہو اور اس کو وہ اُمور بتا چکا ہو جو اس کے اور اس کی قوم کے رذائل سے منزہ ہونے اور فضائل سے متصف ہونے کے لیے ضروری ہوں' یعنی اس کو وہ کام معلوم ہوں جن کے کرنے سے دنیا اور آخرت میں مذمت ہوتی ہے اور جن کے کرنے سے دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین ہوتی ہے۔

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ

ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا تھاO (ابراہیم نے) کہا: بے شک تم اور تمہارے

وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ

باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں تھےO انہوں نے کہا: کیا آپ واقعی حق بات کہہ رہے ہیں یا یونہی

مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مذاق کر رہے ہیںO ۵ع (ابراہیم نے) کہا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے

الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ

جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوںO اور اللہ کی قسم!

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ

تمہارے پیٹھ پھیر کے جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گاO سو ابراہیم نے

جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ

ان کے بڑے بت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریںO انہوں نے کہا: ہمارے

فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا

معبودوں کے ساتھ جس نے بھی یہ کارروائی کی ہے وہ بے شک ضرور ظالموں میں سے ہےO انہوں نے کہا: ہم نے ایک

فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى

جوان کو ان (بتوں) کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس کو ابراہیم کہا جاتا ہےO ۲ع انہوں نے کہا: اس کو لوگوں

اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا

کے سامنے لاؤ تاکہ سب دیکھ لیںO انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے

ف۴۵ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ تو ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ وہ اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم اور تمہارے باپ دادا تو کھلی گمراہی میں تھے' ان کی قوم نے کہا: آپ سنجیدگی سے بات کر رہے ہیں یا مذاق کر رہے ہیں' کیونکہ ان کے نزدیک یہ بہت بعید تھا کہ جو کام برسوں سے نسل در نسل چلا آ رہا ہو' اس کو گمراہی کہا جائے ف۴۶ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے (عرفی) والد نے کہا: اے ابراہیم! ہماری ایک عید ہے' اگر تم ہمارے ساتھ اس دن جاؤ تو تم کو ہمارا دین اچھا لگے گا۔ جب عید کا دن آیا تو وہ سب روانہ ہوئے' جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام گر گئے اور فرمایا: میں بیمار ہوں اور ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔ جب وہ چلے گئے تو انہوں نے زور سے کہا: اور اللہ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر کر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ تدبیر کروں گا۔ ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس بات کو سن لیا تھا' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت کدہ کی طرف گئے' اس بت کدہ میں ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے سامنے ایک بہت بڑا بت نصب تھا اور اس کے ساتھ بہت چھوٹے چھوٹے بت رکھے ہوئے تھے اور ان بتوں کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا۔ ان کا پروگرام تھا کہ وہ اپنی عید یا میلے سے واپس آ کر اس طعام کو کھائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کے سامنے کھانا رکھا ہوا دیکھا' تو فرمایا: "فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَO مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَO فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِO" (الصّٰفّٰت: ۹۳-۹۱) آپ نے ان بتوں کے پاس جا کر فرمایا: تم کھاتے کیوں نہیں؟O تم کو کیا ہوا تم بات کیوں نہیں کرتے؟O پھر ان کی طرف مڑ کر ان کو دائیں ہاتھ سے مارنا شروع کر دیاO حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے سے تمام بتوں کو توڑنا شروع کر دیا اور تمام بت ٹوٹ کر ان کے قدموں میں گر گئے' پھر انہوں نے کلہاڑا اٹھا کر سب سے بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا' پھر جب ان کی قوم میلے سے واپس آئی تو کھانا کھانے کے لیے بت کدہ میں گئی' وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ بڑے بت کے سوا ان کے سارے خدا ٹوٹے پھوٹے پڑے تھے' اس وقت انہوں نے کہا: ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے یہ کارروائی کی ہے' وہ بے شک ضرور ظالموں میں سے ہے۔ انہوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان (بتوں) کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا' اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۵۱)

بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ

معبودوں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے؟○ (ابراہیم نے) کہا: بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں کا بڑا

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

یہ ہے سوان سے پوچھ لو ۴۷ اگر یہ بول سکتے ہوں○ پس انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور (آپس میں) کہا: بے شک تم ہی

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ

ظالم ہو○ ۴۸ پھر انہوں نے اپنے سر جھکا لیے (اور شرمندگی سے) کہا: تم کو معلوم ہے کہ یہ

يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ

بول نہیں سکتے○ ۴۹ (ابراہیم نے) کہا: کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ نفع دے سکتے ہیں

شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں○ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو'

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟○ انہوں نے کہا: اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم (کچھ)

فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَ

کرنے والے ہو○ ۵۰ ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا○ ۵۱ انہوں نے

اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ ۚ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا

ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلی' سو ہم نے ان کو ناکام کر دیا○ ۵۲ اور ہم ابراہیم کو اور لوط کو نجات دے کر

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ

اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت فرمائی تھی○ ۵۳ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا'

ف ۴۷ بہ ظاہر یہ جھوٹ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو خود توڑا تھا اور نسبت اس بڑے بت کی طرف کر دی اور یہ جھوٹ ہے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا○" (مریم: ۴۱) اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے بے شک وہ بہت سچے نبی تھے○ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اس فعل کی نسبت حقیقتاً ان کی طرف کی جائے اور انہوں نے اس بڑے بت کے عجز کو ثابت کرنے اور اس کی توہین کرنے کے لیے اس کی طرف نسبت کر دی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے ایک شخص بہت مشہور خوش نویس ہو اور ایک دوسرا شخص جس کے متعلق سب جانتے ہوں کہ یہ اچھا نہیں لکھتا۔ وہ خوش نویس کوئی بہت عمدہ اور نفیس عبارت لکھے اور جب لوگ پوچھیں' یہ اتنی عمدہ عبارت کس نے لکھی ہے؟ تو وہ اس دوسرے شخص کی طرف اشارہ کر دے کہ اس نے لکھی ہے' یعنی اس جیسا بدخط ایسی عبارت کب لکھ سکتا ہے' سو وہ اس کی مذمت کرنے کے لیے اس کی طرف نسبت کرے' سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس (بت) کے عجز اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور تعریضاً اس کی طرف نسبت کی۔ تعریض کا معنی یہ ہے کہ بہ ظاہر فعل کی نسبت ایک شخص کی طرف کی جائے اور حقیقت میں مراد دوسرا شخص ہو ف ۴۸ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ واضح کر دیا کہ بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے کیونکہ جو اپنے آپ کو کسی کی مار سے نہیں بچا سکتے' وہ سارے جہان کے خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ تب ان کی قوم کو یہ اندازہ ہوا کہ بتوں کی عبادت کر کے وہ اب تک اپنے اوپر ظلم کرتے رہے تھے ف ۴۹ بتوں کو توڑے جانے سے جو ان کو حیرت اور دہشت ہوئی تھی' اس وجہ سے انہوں نے یہ اعتراف کر لیا ف ۵۰ اہل تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ نمرود اور اس کے کارندوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک گھر میں قید کر لیا' پھر ایک بلند پہاڑ کے دامن میں ان کے لیے ایک قلعہ بنایا' جس کی دیواریں ۶۰ ذراع (نوے فٹ) اونچی تھیں اور بادشاہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ ابراہیم کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرو اور اس کام کو کرنے کے لیے کوئی بچہ یا بوڑھا کوتاہی نہ کرے' جو اس کام میں شریک نہیں ہوگا' اس کو بھی آگ میں جلا دیا جائے گا۔ تمام لکڑیاں اس دیوار کے برابر ہو گئیں' وہ چالیس دن تک اس مہم میں لگے رہے' پھر جب اس مکان میں لکڑیاں جمع ہو گئیں تو انہوں نے اس مکان سے نکلنے کے راستے بند کر دیئے اور اس میں آگ لگا دی۔ اس میں شعلے بھڑکنے لگے' اس کی تپش اس قدر زیادہ تھی کہ اس کے اوپر فضا میں بھی کوئی پرندہ گزرتا تو جل جاتا تھا' پھر انہوں نے اس قلعہ کے لیے ایک بلند جگہ منتخب کی اور اس پر منجنیق نصب کی اور اس منجنیق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کیا: اے اللہ! تو آسمان پر واحد ہے اور میں زمین پر واحد ہوں اور اس زمین پر میرے سوا کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے' اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے' پھر آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور فرشتوں نے کہا: اے ہمارے رب! ابراہیم علیہ السلام کو تیرے نام کی سربلندی کی وجہ سے جلایا جا رہا ہے تو ہمیں اس کی مدد کرنے کی اجازت دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اس کا خوب علم ہے' اگر وہ تم کو مدد کے لیے پکارے تو تم اس کی مدد کرو' پھر ان کافروں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا' اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی عمر اس وقت چھبیس سال تھی۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۶۷۔۳۶۶) ف ۵۱ اس کی تفسیر میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آگ اس طرح حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہوئی کہ ان کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ (جامع البیان: ۱۸۶۲۲) ف ۵۲ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ اور مناظرہ کیا اور اس میں وہ مبہوت اور لاجواب ہو گئے' پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانا چاہا لیکن وہ اس میں بھی ناکام ہو گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۰) ف ۵۳ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ کی خبر دی ہے اور سیدنا محمد ﷺ کی قوم قریش کو بتایا ہے کہ تمہاری طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی بت پرستی کرتی تھی اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تھی' اسی طرح قریش بھی آپ کو اذیت پہنچاتے تھے۔ آپ ان کو پیغامِ حق سناتے تھے اور اللہ کی عبادت کی

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً

اور اس پر زائد یعقوب عطا فرمایا ۵۴ اور ہم نے (ان) سب کو نیکو کار بنایا O اور ہم نے ان کو امام

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ

بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی وحی کی اور نماز قائم کرنے کی

وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ لا ج وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا

اور زکوٰۃ ادا کرنے کی ۵۵ اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے O ۵۶ اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت)

وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ

اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ لا وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ

بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھے O اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا ۵۷ بے شک

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

وہ نیکو کاروں میں سے تھے O اور (اے رسول مکرم!) نوح کو یاد کیجئے اس سے پہلے جب انہوں نے (ہم کو) پکارا

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ ج وَنَصَرْنٰهُ مِنَ

تو ہم نے ان کی دعا قبول کی ۵۸ اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی تکلیف سے نجات دی O ۵۹ اور ہم نے ان کی ان

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

لوگوں کے مقابلہ میں مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا' بے شک وہ بہت بُرے لوگ تھے' سو ہم نے

اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ

ان سب کو غرق کر دیا O اور داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب وہ ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے' جب

دعوت دیتے تھے' وہ اس دعوت کی مخالفت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا کر یہ بتایا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا تھا' آپ بھی اپنی قوم کی ایذاء رسانیوں پر صبر کریں اور جس طرح انہوں نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی' آپ کو بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا ہوگی **ف۵۴** اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کی جانے والی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اولاد سے نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی: "رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ O" (الصّٰفّٰت:۱۰۰) اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما O اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو حضرت اسحاق عطا فرمائے اور ان کی دعا کے بغیر حضرت اسحاق کو حضرت یعقوب عطا فرمائے۔ حضرت یعقوب کو نفل فرمایا ہے کیونکہ نفل فرض پر زیادتی کو کہتے ہیں اور حضرت اسحاق کو جو حضرت یعقوب عطا فرمائے تھے' وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر زائد تھے **ف۵۵** علامہ شامی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی' کیونکہ زکوٰۃ مال کو میل سے پاک کرنے کے لیے نکالی جاتی ہے اور انبیاء کا مال میل سے ملوث نہیں ہوتا۔ اس لیے اس آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو زکوٰۃ کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا نہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ سے مراد تزکیۂ نفس ہو' یعنی ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے باطن کو پاک اور صاف رکھیں **ف۵۶** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی پہلی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ صالح اور نیک ہیں' پھر ان کی صفت میں ترقی فرما کر بیان فرمایا کہ وہ امام ہیں' پھر مزید ترقی فرمائی کہ ان پر وحی کی جاتی ہے اور وہ شرف نبوت سے مشرف ہیں اور فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمتیں فرمائی ہیں' وہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں **ف۵۷** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ "رحمت" سے مراد ثواب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ان کو بُرے لوگوں کی صحبت سے محفوظ رکھا اور ان پر کشف کے دروازے کھول دیئے اور ان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے انوار اور تجلیات کی بارش ہونے لگی' اور یہ ایسا بحر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں اور حقیقت میں رحمت سے یہی مراد ہے **ف۵۸** اس آیت میں جو حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور پکار کا ذکر کیا گیا ہے' اس سے مراد ان کی وہ دعا ہے جو انہوں نے کفار کے خلاف کی تھی' جس کا اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے: "اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ O" (القمر:۱۰) میں مغلوب ہوں سو تو میرا ان سے انتقام لے O "وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا O" (نوح:۲۶) اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کوئی کافر رہنے کے قابل نہ چھوڑ O اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے جواب میں فرمایا: ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا صرف کافروں اور مخالفوں کو غرق کرنے کے لیے نہیں تھی بلکہ آپ نے یہ دعا بھی کی تھی کہ جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کے طریقہ کو اپنا چکے ہیں' ان کو ظالموں اور مخالفوں سے نجات دے دے **ف۵۹** "اہل" سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے دین کی پیروی کی' اور "کرب عظیم" سے مراد یہ ہے کہ ان کی قوم ان کی تکذیب کرتی تھی' اس وجہ سے ان کو غم لاحق ہوتا تھا اور ان کی قوم ان کو اذیت پہنچاتی تھی۔ اس غم اور اذیت کو "کرب عظیم" فرمایا جس سے ان کو نجات عطا فرمائی۔

نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِينَ ﴿٧٨﴾

کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات میں اس کھیت کو چر لیا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے O

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۖ وَّسَخَّرْنَا مَعَ

سو ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا ٦٠ اور ہم نے دونوں کو قوت فیصلہ اور علم عطا کیا تھا اور ہم نے پہاڑوں

دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِينَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنٰهُ

کو داؤد کے تابع کر دیا تھا جو داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی ٦١ اور ہم (ہی ہر) کام کرنے والے ہیں O اور ہم نے

صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

داؤد کو تمہارے لیے خاص لباس (زرہ) بنانا سکھایا ٦٢ تاکہ وہ تم کو جنگوں میں محفوظ رکھے پس کیا تم

شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى

شکر ادا کرو گے؟ O اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے اس

الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَ

زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی ٦٣ اور ہم ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں O اور

مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ

کچھ جنات بھی ان کے تابع کر دیے تھے جو ان کے حکم سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا

ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ

بھی کام کرتے تھے ٦٤ اور ہم (ہی) ان کی نگرانی کرنے والے تھے O اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو

مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا

پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے O سو ہم نے ان کی دعا قبول کی

ف٦٠ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے' ان میں سے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا مالک تھا' کھیت کے مالک نے کہا: اس آدمی نے اپنی بکریاں میرے کھیت میں ہانک دیں اور میرے کھیت میں سے کوئی چیز باقی نہیں بچی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ! یہ ساری بکریاں تمہاری ہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تھا' پھر بکریوں والا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا ہوا فیصلہ بتایا' پھر حضرت سلیمان' حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے' اس کے سوا ایک اور فیصلہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کھیت والے کو معلوم ہے کہ ہر سال اس کی کتنی فصل ہوتی ہے' وہ اس فصل کی قیمت بکریوں والے سے لے لے اور بکریوں والا بکریوں کے بال' ان کی اُون اور ان کے بچوں کو بیچ کر وہ قیمت ادا کر دے اور بکریوں کی نسل تو ہر سال چلتی رہتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: تم نے صحیح فیصلہ کیا اور فیصلہ یہی ہے۔ (جامع البیان : ۱۸۶۵۲) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں نے یہ فیصلہ اپنے اپنے اجتہاد سے کیا تھا' اگر اس مسئلہ میں کوئی نص ہوتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۳۷۲) اجتہاد کے متعلق تفصیلی ابحاث کے مطالعہ کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۳ ص ۲۷۶ تا ۲۸۳ اور ج ۷ ص ۶۲۷ تا ۶۳۳ کو ملاحظہ فرمائیں' اسی طرح آپ ہی کی شہرہ آفاق تصنیف' شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۶۸ کو ملاحظہ فرمائیں ف٦١ حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح کرتے کرتے تھک جاتے تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو تسبیح کرنے کا حکم دیتا۔ ان کی تسبیح سن کر حضرت داؤد علیہ السلام کی تھکن دور ہو جاتی اور وہ پھر تازگی اور ذوق وشوق کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ'' (الاسراء: ۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے' حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت سے پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا ذکر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا ذوق وشوق تازہ کرنے کے لیے آپ کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح سنا دیتا تھا۔ اس آیت میں غور کرنا چاہیے کہ پتھر اور جانور بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتے ہیں' اگر انسان اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح نہ کرے تو وہ پتھروں اور جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے ف٦٢ یہ آیت حصولِ معاش کے لیے صنعت کاری اور پیشے کی اصل ہے۔ بعض جاہل عجمی اور متکبر لوگ بعض پیشوں کو حقیر' خسیس اور گھٹیا کام سمجھتے ہیں حالانکہ اسباب صنعتوں اور پیشوں کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا طریقہ ہے' سو جو شخص پیشوں پر طعن کرتا ہے وہ درحقیقت کتاب اور سنت پر طعن کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ بناتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے ف٦٣ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مطیع اور تابع کر دیا' اگر وہ چاہتے کہ وہ ہوا تیز چلے تو وہ تیز چلتی اور اگر وہ چاہتے کہ وہ ہوا آہستہ چلے تو وہ آہستہ چلتی اور وہ ہوا ہر دو حال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی ف٦٤ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بعض جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سمندروں میں غوطے لگاتے اور اس میں سے جواہر اور قیمتی چیزیں نکال کر لاتے تھے اور اس کے علاوہ اور بھی اعمالِ شاقہ کرتے تھے اور محلات بناتے تھے' مجسمے اور دیگیں اور چکیاں' بوتلیں اور شیشے کی مصنوعات بناتے تھے۔

مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

پس ان کو جو تکلیف تھی اس کو ہم نے دور کر دیا ۶۵ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے (پہلے سے)

مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ

دگنے اہل و عیال عطا فرمائے اور (یہ) عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے○ ۶۶ اور اسماعیل اور ادریس

وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ ۚۖ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ

اور ذوالکفل کو یاد کیجئے یہ سب صبر کرنے والے تھے○ ۶۷ ہم نے ان (سب) کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ

بے شک یہ سب نیکو کار تھے○ اور مچھلی والے (یونس) کو یاد کیجئے جب وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر

اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ

نکلے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے ۶۸ پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا

سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ

مستحق نہیں ہے تو پاک ہے بے شک میں (ہی) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا○ تو ہم نے ان کی پکار سن لی ۶۹ اور

مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

ان کو غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح مؤمنوں کو نجات دیتے ہیں○ اور زکریا کو یاد کیجئے جب انہوں نے

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ

اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے○ تو ہم نے ان کی دعا سن لی

وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ

اور ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیے ۷۰ اور ہم نے ان کی (بانجھ) بیوی کو تندرست کر دیا' بے شک وہ (سب) نیک کاموں

ف۶۵ حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیاری مسلط کی گئی تھی' لیکن وہ بیاری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا: "اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ○" (ص: ۴۷) یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں○ اور حدیث صحیح مرفوع میں بھی اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' جیسا کہ مشہور ہے کہ زبان اور دل کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے' صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مرجانے کا اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے۔ علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث صحیح مرفوع ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں اٹھارہ سال مبتلا رہے' ان کے بھائیوں میں سے دو شخصوں کے سوا سب لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا' خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اور لوگ ہوں۔ وہ دونوں روز صبح و شام ان کے پاس آتے تھے' ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا: تم کو معلوم ہے کہ ایوب نے کوئی ایسا بہت بڑا گناہ کیا ہے جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اٹھارہ سال سے رحم نہیں فرمایا حتیٰ کہ اس سے بیماری کو دور فرما دیتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا: میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ میں دو آدمیوں کے پاس سے گزرا جو آپس میں جھگڑ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے' میں اپنے گھر گیا تا کہ ان کی طرف سے کفارہ ادا کروں کیونکہ مجھے یہ ناپسند تھا کہ حق بات کے سوا اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی ضروریات کے لیے جاتے اور جب ان کی حاجت پوری ہو جاتی تو ان کی بیوی ان کا ہاتھ پکڑ کر لے آتی۔ ایک دن ان کو واپس آنے میں کافی دیر ہو گئی' اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی: "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ○" (ص: ۴۲) (زمین پر) اپنی ایڑی ماریئے' یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے○ اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری بیماری کو اس پانی میں بہلنے سے دور کر دیا (اور پانی پینے سے ان میں طاقت آ گئی) اور وہ پہلے سے بہت صحت مند اور حسین ہو گئے' ان کی بیوی ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی اور پوچھا: اے شخص! اللہ تمہیں برکت دے' کیا تم نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے جو بیمار تھے' اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ ان کے مشابہ اور تندرست شخص کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے' ایک گندم کا کھلیان تھا اور ایک جَو کا کھلیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے' ایک گندم کے کھلیان پر برسا اور اس کو سونے سے اس قدر بھر دیا کہ سونا کھلیان سے باہر گرنے لگا اور دوسرا بادل جَو کے کھلیان پر برسا اور اس کو چاندی سے بھر دیا' حتیٰ کہ چاندی باہر گرنے لگی۔ (صحیح ابن حبان: ۲۸۹۸' مسند البزار ا: ۳۵۷) ف۶۶ یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں مسلمانوں کو مصائب میں صبر پر برانگیختہ کیا ہے تا کہ وہ تقدیر پر صابر اور شاکر رہیں اور انہیں صبر کرنے پر حوصلہ ملے' اور عبادت کرنے والوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت سے مسلمان اور عبادت گزار ہی نفع حاصل کرتے ہیں ف۶۷ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کی مشقت پر صبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں جو اذیت پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے تھے ف۶۸ جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ عاجز ہے' وہ کافر ہے کسی مؤمن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے تو انبیاء علیہم السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا کس طرح جائز ہوگا۔ شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ نے "قدر" کا ترجمہ قدرت سے کیا۔ (حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر تفسیر محمود الحسن ص ۴۳۹' مطبوعہ مملکت سعودی عربیہ) اور شیخ محمود الحسن کا ترجمہ ہے: پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو' اور اس آیت میں "نقدر" کو بہ معنی قدرت لینے کو ارباب لغت اور مفسرین نے کفر قرار دیا۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ) مفتی محمد شفیع دیوبندی ۱۳۹۶ھ۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۲۳' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۴۱۳ھ) اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے اور اب "نقدر" کا معنی "تنگی کرنا" ہوگا اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے اور حسب ذیل آیات میں بھی "قدر" بہ معنی تنگی کرنا ہے: "اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

میں جلدی کرتے تھے اور شوق اور خوف سے ہم سے دعائیں کرتے تھے اور وہ ہم سے عاجزی کرنے والے تھےO

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا

اور اس عورت (مریم) کو یاد کیجئے جس نے اپنی پاک بازی قائم رکھی تو ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونک دیا اور اس کو اور اس کے بیٹے

وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا

کو سارے جہان والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیاO [۱] بے شک یہ تمہاری ملت ہے جو در حقیقت ایک ہی ملت ہے اور میں (ہی) تمہارا

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

رب ہوں سو تم میری (ہی) عبادت کروO [۲] اور انہوں نے اپنے دین میں (مختلف) فرقے بنالیے وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ

والے ہیںO [۳] سو جو شخص بھی حالت ایمان میں نیک اعمال کرے گا اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی [۴]

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور بے شک ہم اس کے اعمال لکھنے والے ہیںO اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ان کا (دنیا میں) لوٹ کر آنا محال ہےO [۵] حتیٰ

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج (کی رکاوٹ) کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے

يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ

آئیں گےO [۶] اور سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا اس وقت کافروں کی آنکھیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا

پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ کہیں گے:) ہائے ہماری بدنصیبی! بے شک ہم تو اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی

[۱] حضرت مریم میں یہ نشانیاں ہیں: (۱) بغیر مرد کے حضرت مریم کا حاملہ ہونا' خلاف عادت کام ہے۔ یہ حضرت مریم کی کرامت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاص ہے (۲) حضرت مریم کا رزق جنت سے آتا تھا۔ حضرت مریم سے جب پوچھا جاتا: یہ رزق کہاں سے آیا؟ تو وہ کہتی تھیں: یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے (۳) حسن نے کہا: انہوں نے ایک دن بھی دودھ نہیں پیا اور انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ کی طرح بچپن میں کلام کیا' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بہت نشانیاں ہیں' وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے' انہوں نے گہوارے میں کلام کیا' وہ مُردے زندہ کرتے تھے' وہ مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفاء دیتے تھے' ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور بہت نشانیاں ہیں [۲] امت اس قوم یا جماعت کے لوگوں کو کہتے ہیں جو دین واحد پر مجتمع ہو' پھر اس کے مفہوم میں وسعت دے کر نفس دین پر بھی امت کا اطلاق کیا جاتا ہے' اور یہاں مراد یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے ایک ملت اور ایک دین کی دعوت دی گئی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اسی دین کی دعوت دی ہے اور سب کا دین واحد ہے [۳] اس آیت میں دین میں فرقے بنانے کی مذمت کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کے اکہتر یا بہتر فرقے تھے اور نصاریٰ کے بھی اتنے ہی فرقے تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۴۰) اس حدیث کی مکمل تفصیل اور تحقیق حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۱ ص ۵۲۱ تا ۵۲۵ میں ملاحظہ فرمائیں [۴] الانبیاء: ۹۴ کا معنی ہے: جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو جانا اور ان کو مانا یعنی ان کی تصدیق کی اور نیک اعمال کیے یعنی فرائض اور واجبات کو دائماً کیا اور سنن اور مستحبات کو اکثر اوقات میں بجالایا اور حرام اور مکروہ تحریمی کاموں سے دائماً بچا رہا اور مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ سے اکثر اوقات بچا رہا تو اس کے اعمال کی ناقدری نہیں ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اس کے ان اعمال کی بہترین جزا عطا فرمائے گا [۵] الانبیاء: ۹۵ کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان کا نہ لوٹنا حرام ہے' حالانکہ ان کا دنیا میں لوٹ کر آنا حرام ہے اور نہ لوٹ کر آنا واجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حرام واجب کے معنی میں ہوتا ہے یعنی کسی کام کا نہ کرنا واجب ہے' اس آیت میں اسی طرح ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے: درج ذیل آیت کا بھی لفظی ترجمہ اس طرح ہے: ''قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا'' (الانعام: ۱۵۱) آپ کہیے: آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ (اور اس کے علاوہ دوسری چیزیں ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا حرام ہے اور شرک نہ کرنا حرام نہیں ہے۔ اس لیے اس آیت میں بھی حرام بہ معنی واجب ہے' اور آیت کا معنی یہ ہے: آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کا کرنا واجب ہے' وہ یہ ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو' الآیۃ۔ اس اسلوب پر زیر تفسیر آیت کا معنی ہے: جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں' ان کا (دنیا میں) نہ لوٹنا واجب ہے [۶] اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے قریب وہ سد (دیوار) ٹوٹ جائے گی' جس کو ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے بنایا تھا' اس رکاوٹ کے ٹوٹتے ہی یاجوج ماجوج اس طرح اُمڈ آئیں گے جس طرح دریا کا بند ٹوٹ جائے یا سیلاب اُمڈ آتا ہے۔ یاجوج ماجوج کا یہ حملہ' ان کی پیش قدمی اور یورش آخری زمانہ میں ہوگی اور اس کے بعد قیامت بہت جلد واقع ہوگی۔

ظٰلِمِیْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

ظلم کرنے والے تھے O ۷۸ بے شک تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہیں ۷۸

اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ

تم (سب) اس میں داخل ہونے والے ہو O اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ داخل ہوتے اور

كُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ هُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وہ سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں O ان کی اس میں چیخ و پکار ہو گی اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے O

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی ۙ اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے مقرر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے O ۷۹

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ

وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور انہوں نے جن لذتوں کو چاہا تھا

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۚ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ

ان میں ہمیشہ رہیں گے O بڑی گھبراہٹ بھی ان کو غمگین نہ کر سکے گی ۸۰ فرشتے (یہ کہتے ہوئے) ان کا استقبال کریں گے:

هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ

یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا O جس دن ہم آسمانوں کو دستاویز

كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا

کے کاغذوں کی طرح لپیٹ لیں گے ۸۱ جس طرح ہم نے ابتداء پیدا کیا تھا ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارا وعدہ

عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ

ہے جس کو ہم ضرور پورا کرنے والے ہیں O ۸۲ اور ہم نصیحت کرنے کے بعد زبور میں یہ

ف۷۷ اس وعدہ سے مراد قیامت کا دن ہے' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہو گی تو اس کے شدید ہولناک واقعات سے ہر شخص پر گھبراہٹ طاری ہو گی اور اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور خوف اور دہشت سے کوئی شخص پلک تک نہیں جھپکا سکے گا۔ اس وقت جو بت پرست (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے' وہ افسوس سے ہاتھ مل کر کہیں گے: افسوس! ہم اس سے غافل رہے ف۷۸ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش پر بہت دشوار گزری اور انہوں نے کہا: انہوں نے ہمارے خداؤں کو بُرا کہا ہے' وہ ابن الزبعری کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا۔ اس نے کہا: میں ان کے پاس ہوتا تو ان کا ردّ کرتا' کفار نے کہا: تم کیا کہتے؟ اس نے کہا: میں یہ کہتا کہ مسیح کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں تو اس آیت کے عموم کے اعتبار سے وہ بھی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ قریش اس کے اعتراض سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دلیل سے مغلوب ہو جائیں گے۔ (ان کا یہ اعتراض لغو تھا' کیونکہ عربی زبان میں "مـا" غیر ذوالعقول کے لیے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام ذوالعقول ہیں' سو یہ آیت ان پر نہیں بلکہ بتوں پر چسپاں ہوتی ہے کیونکہ وہ غیر ذوالعقول ہیں) جب قریش نے یہ لغو اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی ۙ اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ O" (الانبیاء:۱۰۱) بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے اچھی جزا پہلے سے مقرر ہو چکی ہے' وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے O ف۷۹ اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا" (مریم:۷۱) اور تم میں سے ہر شخص دوزخ میں وارد ہونے والا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں وارد ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے بلکہ وہ دوزخ کے نزدیک کھڑے ہوں گے یا پل صراط پر کھڑے ہوں گے' اس پر بھی صادق آئے گا کہ وہ دوزخ میں وارد ہوئے ف۸۰ امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے' وہ "اَلْفَزَعَ الْاَكْبَرُ" سے خوف زدہ اور دہشت زدہ نہیں ہوں گے' ایک وہ شخص جو لوگوں کا امام ہو اور لوگ اس سے راضی ہوں' دوسرا وہ شخص جو ہر دن اور رات اذان دے اور تیسرا وہ شخص جو اللہ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۶۸۳) ف۸۱ اس کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح طومار (صحیفہ) کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۹۱) ف۸۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ" (الانبیاء:۱۰۴)۔ (صحیح البخاری:۳۳۴۹) اس حدیث کی تفصیل اور تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۷ ص ۶۷۱ تا ۶۷۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ فِيْ

لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے O ۸۳ بے شک اس (قرآن)

هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً

میں عبادت گزاروں کے لیے عظیم پیغام ہے O ۸۴ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

ہی بنا کر بھیجا ہے O ۸۵ آپ کہیے: میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک مستحق عبادت ہے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى

سو کیا تم اسلام لانے والے ہو؟O پھر اگر یہ پیٹھ پھیر لیں تو آپ کہیے: میں واضح طور پر تم کو

سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ

خبردار کر چکا ہوں' ۸۶ اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ نزدیک ہے یا دور O ۸۷ بے شک

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ

وہ بلند آواز سے کی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو O ۸۸ اور میں (از خود) نہیں

اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ

جانتا کہ اس (ڈھیل) میں ہو سکتا ہے تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک معین وقت تک تمہیں فائدہ پہنچانا ہو O (نبی نے) کہا:

رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى

اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے' ہمارا رب رحمٰن ہے' اسی سے ان باتوں پر مدد طلب کی جاتی ہے

مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع

جو تم بیان کرتے ہو O ۸۹

ف۸۳ قرآن مجید کی اس آیت کی تصدیق موجودہ زبور میں بھی ہے۔ باب: ۳۷' داؤد کا مزمور (یعنی ان کا گیت) کی آیت: ۳۴ میں ہے: خداوند کی آس رکھ اور اس کی راہ پر چلتا رہ اور وہ تجھے سرفراز کر کے زمین کا وارث بنائے گا۔ (پرانا عہد نامہ ص ۵۴۹) ہزاروں سال گزر گئے' بائبل میں بہت تبدیلی اور تحریف بھی کی گئی ہے' لیکن قرآن مجید نے جو کہا تھا کہ زبور میں نصیحت کے بعد ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے' وہ نصیحت کا قاعدہ زبور میں آج بھی اسی طرح موجود ہے اور یہ قرآن مجید کی صداقت اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی حقانیت پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے ف۸۴ عبادت گزاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو شریعت کا پورا علم ہو اور وہ اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوں کیونکہ جو شخص بغیر علم کے عبادت کرے گا' وہ گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا اور جو علم رکھنے کے باوجود عمل نہ کرے' وہ درخت بے ثمر ہو گا ف۸۵ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں' اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ کو جو دین دے کر بھیجا گیا ہے اس میں دنیا اور آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا' جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کی روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے' قصور ان کا ہے جنہوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ نبی ﷺ کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ تمام ممکنات پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے فیض الٰہی کے لیے واسطہ ہیں' اسی لیے آپ ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے' اور حدیث میں ہے: اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا' اور حدیث میں ہے: اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۱) اور ابن القیم نے مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے کہ اگر نبی نہ ہوتے تو جہان میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی' نہ کوئی نیک عمل ہوتا' نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے' ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے' سو دنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے' وہ آثار نبوت سے ہے اور جو شر اور برائی ہے' وہ آثار نبوت کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے' پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی روح ہے اور جب زمین پر نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا' ستارے بکھر جائیں گے' سورج کو لپیٹ دیا جائے گا' چاند تاریک ہو جائے گا' پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا' زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور جو لوگ زمین کے اوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے' پس اس جہان کا قیام آثار نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہان بھی نہیں رہے گا۔ (روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۵۵) نبی ﷺ کی رحمت کاملہ' تامہ' عامہ کی تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۷ ص ۶۸۲ تا ۶۹۶ کو ملاحظہ فرمائیں ف۸۶ ''ایذان'' کا معنی ہے: کسی کو جنگ کے لیے بلانا' للکارنا اور مبارزت کرنا' یعنی اگر تم نے میری دعوت اسلام کو قبول نہیں کیا تو میری طرف سے اعلان جنگ قبول کر لو' میں معلم کی حیثیت سے تم کو پوری پوری تعلیم دے چکا ہوں ف۸۷ یعنی میں از خود بغیر وحی کے یا محض عقل سے نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے قریب ہے یا دور ف۸۸ اس سے مقصود یہ ہے کہ تم اخلاص سے عمل کرو اور نفاق کو چھوڑ دو کیونکہ جب وہ دل کی باتیں جانتا ہے تو پھر نفاق اور ریاکاری کا کیا فائدہ ہے ف۸۹ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! جو میرے لائے ہوئے پیغام کے منکر ہیں' ان کے اور میرے درمیان عذاب نازل کر کے فیصلہ فرما دے۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ اس طرح فیصلہ فرما دے کہ سب پر حق ظاہر ہو جائے۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

اقترب للناس ١٧ — ٥٢٩ — الحج ٢٢

اٰیَاتُهَا ٧٨ — ٢٢ سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ ١٠٣ — رُكُوْعَاتُهَا ١٠

اس کی اٹھتر آیتیں ہیں — سورۃ الحج مدنی ہے — اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ①

اے لوگو! تم سب اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سنگین چیز ہے O [1]

یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ

جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو فراموش کر دے گی اور ہر

كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ

حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ

بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ② وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ

مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے O [2] اور بعض لوگ اللہ کے متعلق بغیر علم کے

فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ③ كُتِبَ عَلَیْهِ

جھگڑا کرتے ہیں [3] اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں O جس کے متعلق (لوح محفوظ میں)

اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ④

یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کر دے گا اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا O [4]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اے لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد زندگی میں شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا

منزل ۴

سورۃ الحج: ف[1] اس آیت میں اللہ سبحانہ نے لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیا' پھر قیامت کی ہولناکیوں اور عذابِ شدید کو بیان فرمایا تاکہ لوگ جان لیں کہ جب وہ تقویٰ اختیار کریں گے تو اپنے آپ کو قیامت کے اس دہشت ناک عذاب سے بچالیں گے اور اپنے نفس کو ضرر سے بچانا واجب ہے' اس لیے تقویٰ اختیار کرنا واجب ہے ف[2] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم!' وہ کہیں گے: ''لبيك وسعديك'' پھر بلند آواز سے نداء فرمائے گا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں سے دوزخ والوں کو نکال دو۔ وہ کہیں گے: اے میرے رب! دوزخ والے کتنے ہیں؟ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ یہ بات اصحاب پر بہت سخت گراں گزری حتیٰ کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نو سو ننانوے یاجوج ماجوج (اور ان جیسوں) میں سے ہوں گے اور ایک تم میں سے ہوگا (یعنی تمہاری مثل تمام امتوں میں سے ہوگا) اور تم لوگوں کے مقابلہ میں ایسے ہو جیسے سفید بیل کے پہلو میں سیاہ بال ہو یا سیاہ بیل کے پہلو میں سفید بال ہو' اور مجھے توقع ہے کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے' پھر ہم نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر' پھر فرمایا: تم تہائی اہل جنت ہو گے' ہم نے پھر کہا: اللہ اکبر' پھر فرمایا: تم نصف اہل جنت ہو گے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر۔ (صحیح البخاری: ۴۷۴۱) علامہ نووی کہتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ حاملہ کا وضع حمل کس وقت ہوگا؟ بعض علماء نے کہا: یہ دنیا میں ہوگا' جب قیامت سے پہلے زلزلہ آئے گا اور بعض نے کہا: قیامت کے دن ہوگا۔ اوّل الذکر صورت میں وضع حمل حقیقتاً ہوگا اور ثانی الذکر صورت میں وضع حمل مجازاً ہوگا کیونکہ قیامت کے دن نہ کوئی حمل ہوگا اور نہ کوئی ولادت ہوگی' اور معنی یہ ہے کہ وہ ایسا ہولناک اور دہشت ناک دن ہوگا کہ اگر اس دن کوئی حاملہ عورت فرض کی جاتی تو اس کا حمل ساقط ہو جاتا ف[3] اللہ تعالیٰ نے بغیر علم کے جدال کرنے کی مذمت کی ہے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ علم کے ساتھ مجادلہ کرنا جائز ہے۔ (تکملہ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۲) جدال باطل کے متعلق فرمایا: ''مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا'' (الزخرف: ۵۸) وہ آپ سے صرف جھگڑا کرتے ہیں' اور جدال حق کے متعلق فرمایا: ''وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' (النحل: ۱۲۵) اور ان سے اچھی طرح بحث کیجئے۔ باقی رہا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کس چیز میں جدال کرتے تھے' سو وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے' اس کو خالق اور مالک جانتے تھے' البتہ یہ نہیں مانتے تھے کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور قیامت اور حشر کا انکار کرتے تھے' یہ جدال کرنے والا النضر بن الحارث تھا ف[4] اس آیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ جو شخص حشر اور قیامت کا انکار کرتا ہے اور اس میں جدال اور جھگڑا کرتا ہے' اس کے متعلق لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا اور دوزخ کی طرف لے جائے گا' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جو شخص سرکش شیطان کی پیروی کرتا ہے اور اس سے دوستی رکھتا ہے تو وہ شیطان اس کو جنت سے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کی طرف لے جائے گا' اس سے مقصود یہ ہے کہ سرکش شیطانوں اور بدمذہب لوگوں سے دوستی نہ رکھی جائے اور ان سے محبت کا تعلق نہ رکھا جائے۔

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ
پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو مکمل شکل کا ہوتا ہے

مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا
اور ادھوری شکل کا بھی تا کہ ہم تمہارے لیے ۵ (اپنی قدرت کو) ظاہر کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں

نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ
ایک مقررہ مدت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں پھر ہم بچے کی صورت میں تمہیں نکالتے ہیں ۶ تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچ جاؤ ۷

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا
اور تم میں سے بعض لوگ (اس سے پہلے) وفات پا جاتے ہیں اور تم میں سے بعض ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں

يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ
تا کہ وہ علم کے بعد کسی چیز کو نہ جان سکیں اور تم زمین کو خشک حالت میں دیکھتے ہو پس جب

اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ
ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوش نما

بَهِيْجٍ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ
سبزہ اگاتی ہے ○ ۸ یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور بے شک وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلاشبہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ۙ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ
وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ۹ اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ
اور اللہ ان سب کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں ○ اور بعض لوگ بغیر علم کے

ف۵ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ بغیر علم کے حشر اور نشر کے وقوع میں جدال اور جھگڑا کرتے ہیں اور ان کی اس پر مذمت کی تھی' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر اور نشر کی صحت اور امکان پر دلائل قائم کیے ہیں' گویا کہ یوں فرمایا: اگر تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر شک ہے تو تم اپنی تخلیق پر غور کرو' جب وہ تم کو پہلی بار عدم سے وجود میں لا سکتا ہے تو تمہارے مرنے کے بعد تم کو کیوں پیدا نہیں کر سکتا' پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی خلقت کے سات مراتب بیان فرمائے: (۱) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' مٹی سے پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ تمہاری اصل اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا: ''كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ'' (آل عمران:۵۹) (عیسیٰ) آدم کی مثل ہیں جن کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا (۲) ہم نے تم کو نطفہ سے پیدا کیا' مرد کی صلب سے جو پانی نکلتا ہے وہ نطفہ ہے (۳) تخلیق کا تیسرا مرتبہ ''العلقة'' ہے یعنی جمے ہوئے خون میں کوئی مناسبت نہیں ہے (۴) گوشت کا لوتھڑا خواہ وہ مکمل ہو یا ناقص' ''مخلقة'' سے مراد ہے: جو نقصان اور عیب سے سالم ہو' اس کے اعضاء اور حواس سالم ہوں' اور ''غیر مخلقة'' سے مراد ہے: جس کی خلقت میں کوئی نقص اور عیب ہو ف۶ یہ انسان کی خلقت کا پانچواں مرتبہ ہے' اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی نوع سے ہر فرد کو اسی طرح پیدا کرتے ہیں ف۷ یہ انسان کی خلقت کا چھٹا مرتبہ ہے' اس سے مراد ہے: قوت' عقل اور تمیز کا اپنے کمال کو پہنچنا' یعنی تمہارے پیدا ہونے کے بعد ہم بہ تدریج تمہاری پرورش کرتے ہیں اور تمہاری غذا میں بھی اضافہ اور تبدیلی کرتے رہے' حتیٰ کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے ف۸ یہ انسان کی خلقت کا ساتواں مرتبہ ہے' یعنی بعض نوجوانی میں فوت ہو جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے تک پہنچ جاتے ہیں اور اسی طرح نحیف اور کمزور ہو جاتے ہیں جیسے اپنی طفولیت کی ابتداء میں تھے' اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے حشر و نشر اور بعث بعد الموت پر استدلال فرمایا ہے' اور دوسرا استدلال زمین کی روئیدگی سے کیا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین بنجر اور خشک ہوتی ہے اور اس میں فصل اور سبزہ کے کوئی آثار نہیں ہوتے' پھر اللہ تعالیٰ اس مُردہ زمین پر پانی برسا کر اس کو زندہ کر دیتا ہے' تو جس طرح اللہ تعالیٰ بے جان نطفہ اور گوشت کے لوتھڑے سے جیتا جاگتا' چلتا پھرتا اور ہنستا بولتا انسان کھڑا کر دیتا ہے اور مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ تمہیں زندہ کر دے گا ف۹ اللہ ہی حق ہے' اس کا معنی ہے: وہی واجب الوجود ہے' یعنی اس کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے اور اس کے سوا ہر چیز ممکن اور حادث ہے اور ممکن کی شان یہ ہے کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا' دونوں برابر ہوں' پھر اس کو عدم سے وجود میں لانے کے لیے ایسی چیز ہونی چاہیے جو اس کی طرح ممکن نہ ہو' ورنہ وہ بھی اسی کی طرح ہوگی اور کسی چیز کو وجود میں لانے کی علت نہیں ہو سکے گی' اور یہ سارا جہان ممکن ہے تو اس کا پیدا کرنے والا ایسا ہونا چاہیے' جو واجب الوجود ہو' اور جو واجب الوجود ہوگا وہ ہر چیز پر قادر ہوگا' وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگا' اور جب یہ ساری کائنات ممکن ہے تو اس ساری کائنات کو معدوم کرنا بھی ممکن ہوگا اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرنا بھی ممکن ہوگا اور جب یہ سب اُمور ممکن ہیں تو پھر تم قیامت کا کیوں انکار کرتے ہو اور حشر اور نشر کا کیوں انکار کرتے ہو؟

فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ

اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں ○ ‏ف١١ وہ (ازراہِ تکبر) اپنی

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ

گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے گمراہ کرے ‏ف١١ اس کے لیے دنیا میں ذلت ہے ‏ف١٢ اور ہم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ

قیامت کے دن اس کو جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ○ (اس سے کہا جائے گا:) یہ تیرے ان کاموں کی سزا ہے جن کو تیرے

اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ

ہاتھ پہلے بھیج چکے ہیں اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ○ ‏ف١٣ اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ

اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

کی عبادت کرتا ہے ‏ف١٤ پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی

فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ

آزمائش آ جائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا یہی کھلا ہوا

الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا

نقصان ہے ○ ‏ف١٥ وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتا ہے جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ

لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ

نفع دے سکتا ہے یہی دور کی گمراہی ہے ○ وہ اس کو پکارتا ہے جس کا ضرر اس کے

اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ

نفع سے زیادہ قریب ہے ‏ف١٦ وہ کیسا بُرا مددگار ہے اور کیسا بُرا ساتھی ہے ○ بے شک جو لوگ

ف١٠ اس سے پہلے الحج:٣ میں بھی فرمایا تھا: بعض لوگ اللہ کے متعلق بغیر علم کے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں ○ اور یہاں بھی یہی فرمایا ہے: اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں ○ اور بہ ظاہر یہ تکرار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کافر سرداروں کے اتباع اور مقلدین کے متعلق ہے اور دوسری آیت ان کافر سرداروں کے بارے میں ہے جن کی وہ تقلید کرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت نضر بن الحارث کے متعلق ہے اور دوسری آیت ابوجہل کے متعلق ہے' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں نضر بن الحارث کے متعلق ہیں اور یہ تکرار نہیں ہے بلکہ تاکید اور مبالغہ ہے ف١١ الحج:٩ میں ہے: "ثانی عطفه" اس کا معنی ہے: تکبر سے گردن اکڑانا یا تکبر سے اپنی گردن پھیر لینا' یعنی نضر بن الحارث تکبر سے اپنی گردن اکڑائے ہوئے ہے یا تکبر کی بناء پر ذکر اور نصیحت سے اعراض کر رہا ہے' یہ معنی مبرد نے کیا ہے' اور مفضل نے کہا: اس کا معنی ہے: پہلو تہی کر رہا ہے اور تکبر سے دوسری جانب پھر رہا ہے' یعنی وہ اپنے جدال میں حق کو قبول کرنے سے پہلو بچا رہا ہے ف١٢ یعنی قیامت تک مومن اس آیت کی تلاوت کرتے رہیں گے اور اس کی ذلت اور رسوائی ہوتی رہے گی ف١٣ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو جو عذاب دیتا ہے' وہ انہی کے اعمال کی سزا ہے' اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ف١٤ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حال کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پہاڑ کے ایک کنارے پر کھڑا ہو اور پہاڑ پر اس کے قدم جمے ہوئے نہ ہوں' اسی طرح منافقین کے دلوں میں بھی اسلام جما ہوا نہیں ہے' یا جو لشکر کے ایک کنارہ پر کھڑا ہو' اگر لشکر فتح یاب ہو تو وہ لشکر میں شامل رہے ورنہ بھاگ جائے' سو اسی طرح منافقین ہیں' ان کو اسلام کی صداقت اور حقانیت پر یقین نہیں ہے' اگر ان کو زکوٰۃ' صدقات اور مالِ غنیمت سے حصہ ملے تو وہ اسلام پر قائم رہتے ہیں اور اگر ان کو آفات اور مصائب پیش آئیں تو وہ اسلام سے روگردانی کرتے ہیں ف١٥ ضحاک نے کہا: یہ آیت ان دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو اپنے دیہاتوں سے ہجرت کر کے مدینہ آتے تھے' ان میں سے جب کوئی شخص مدینہ آتا اور اس کو مدینہ کی آب و ہوا موافق آ جاتی' اس کی گھوڑی اچھے بچے جنتی اور اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے مال اور مویشی بڑھ جاتے تو وہ خوش اور مطمئن ہوتا اور کہتا: جب سے میں اس دین میں داخل ہوا ہوں' مجھے بھلائی اور اچھائی ہی ملی ہے' اور اگر وہ مدینہ آ کر بیمار پڑ جاتا' اس کی بیوی لڑکی جنتی اور اس کے مال میں نقصان ہو جاتا اور صدقات دیر سے ملتے تو شیطان اسے آ کر بہکاتا اور وہ کہتا: اللہ کی قسم! جب سے میں اس دین میں داخل ہوا ہوں' مجھے شر اور مصائب ہی ملے ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان:١٨٨٦٧) ف١٦ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا: بت کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اس آیت میں فرمایا: ان کا ضرر ان کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ ضرر پہنچاتے ہیں اور یہ تعارض ہے' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں: (١) بت فی نفسہا ضرر نہیں پہنچاتے لیکن ان کی عبادت کرنا اخروی عذاب اور ضرر کا سبب ہے اور سبب کے اعتبار سے ان کی طرف ضرر کی اضافت کی ہے' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے متعلق فرمایا: "رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ" (ابراہیم:٣٦) اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حالانکہ بت خود گمراہ نہیں کرتے' گمراہی کا سبب ہیں' پس سبب کے اعتبار سے ان کی طرف اضافت کی (٢) واقع میں بت نفع اور ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں لیکن بہ فرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے تو ان کا ضرر پہنچانا نفع دینے سے زیادہ ہے (٣) کفار جب اپنے دل میں انصاف کریں گے تو جان لیں گے کہ دنیا میں ان بتوں سے ان کو نفع یا ضرر حاصل نہیں ہوا' پھر جب وہ آخرت میں ان بتوں کی وجہ سے عذابِ عظیم کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ تمہارا ضرر تمہارے نفع سے زیادہ ہے۔

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اللہ ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ

دریا بہتے ہیں' بے شک اللہ جس کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر کے رہتا ہے ○ ١٧ جو یہ گمان کرتا تھا کہ

اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى

اللہ اپنے رسول کی دنیا اور آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ اونچی جگہ پر رسا باندھ کر (اپنے

السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿١٥﴾

گلے میں ڈال لے) پھر اس رسے کو کاٹ لے پھر یہ دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس کے غضب اور غصہ کو دور کرتی ہے (یا نہیں) ○ ١٨

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾

اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح آیتوں کے ساتھ نازل کیا ہے' بے شک اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دیتا ہے ○ ١٩

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئی (ستارہ پرست) اور عیسائی

وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

اور آتش پرست اور شرک کرنے والے یقیناً اللہ ان سب کے درمیان قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

کے دن فیصلہ فرما دے گا ٢٠ بے شک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا

اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

کہ اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور سورج

ف۱۷ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی عبادات اور ان کے باطل معبودوں کا حال بیان کیا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عبادت کی صفت اور ان کے معبود کی صفت بیان فرمائی ہے' منافقین کی عبادت کسی طرح درست نہیں تھی اور ان کے معبود کسی کو نفع یا ضرر پہنچانے پر قادر نہیں تھے' اور رہے مؤمنین تو ان کی عبادت ایک حقیقت ثابتہ ہے اور ان کا معبود ان کو سب سے عظیم نفع عطا فرمائے گا اور وہ جنت ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کے محاسن بیان فرمائے کہ اس میں سبزہ زار ہیں' دریا ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے ارادہ فرمائے گا اس کو اپنے فضل اور احسان سے اور بہت سی نعمتیں عطا فرمائے گا' جیسا کہ فرمایا: "فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ" (النساء: ۱۷۳) تو وہ ان کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائے گا ف۱۸ مقاتل نے کہا: یہ آیت بنو اسد اور بنو غطفان کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اللہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہیں کرے گا' پھر ہمارے اور ہمارے حلیف یہودیوں کے درمیان رابطہ منقطع ہو جائے گا' پھر وہ ہم کو غلہ فراہم نہیں کریں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاسدین اور آپ کے اعداء کو یہ توقع تھی کہ اللہ آپ کی مدد نہیں کرے گا اور آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ نہیں دے گا' اور جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بہت بھاری مدد کی ہے تو وہ غیظ و غضب سے جل بھن گئے' اسی لیے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ف۱۹ ہدایت کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ کائنات میں اللہ کے وجود اور اس کی توحید پر دلائل قائم کیے جائیں' لیکن اس معنی میں ہدایت تو سب کے لیے حاصل ہے۔ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے: وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے' یعنی یہ ہدایت ہر ایک کو حاصل نہیں ہے' اس لیے یہاں پر ہدایت کا دوسرا معنی مراد ہے اور وہ ہے انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدا کرنا' اور اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے' یہ ہدایت پیدا کر دیتا ہے ف۲۰ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اس دنیا میں تو حق اور باطل کا پتا غور اور فکر سے چلتا ہے اور قیامت کے دن ہر شخص کو بداہتاً علم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان میں یہ علم پیدا کر دے گا' جس سے سب کو معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيرٌ

اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت

مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ

انسان اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب مقدر ہو چکا ہے ۲۲ اور جس کو اللہ ذلیل کر دے

فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿۱۸﴾ هَٰذَانِ خَصْمَانِ

اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ○ ۲۳ یہ دو فریق ہیں

اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن

جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھگڑا کیا ۲۴ سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے بیونت (کاٹ) کر کے

نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي

بنائے جائیں گے ۲۵ اور ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا ○ جس سے وہ سب گل جائے گا جو

بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَا أَرَادُوا

ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں (بھی گل جائیں گی) ○ ۲۶ اور ان (کو مارنے) کے لیے لوہے کے گرز ہیں ○ جب بھی وہ شدت

أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ

تکلیف سے اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو پھر اسی آگ میں جھونک دیا جائے گا ۲۷ (اور ان سے کہا جائے گا:) اور جلانے والے

الْحَرِيقِ ﴿۲۲﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

عذاب کو چکھو ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن

ان کو اللہ ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں ان جنتوں میں ان کو سونے کے کنگن

السجدة

ع ۲ ۱۲ ۹

ف۲۱ امام ابو العالیہ نے بیان کیا ہے کہ ہر ستارہ' چاند اور سورج جب غروب ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گرا ہوا ہوتا ہے' پھر جب تک اس کو واپس ہونے کی اجازت نہ ہو' وہ سجدے میں گرا رہتا ہے اور جب اس کو اجازت ملتی ہے تو وہ اپنی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' علامہ قشیری نے کہا: اس مسئلہ میں سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حدیث مروی ہے اور وہ یہ ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی خوب علم ہے' آپ نے فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب یہ اپنے مستقر پر پہنچ جاتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ میں گر جاتا ہے' پھر اسی طرح سجدہ میں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ بلند ہو اور جہاں سے آیا ہے' وہیں واپس لوٹ جا' پھر یہ واپس لوٹ جاتا ہے اور پھر صبح کو اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے' پھر اسی طرح چلتا رہتا ہے' لوگ اس کی حرکت کو غیر معمولی نہیں پائیں گے' حتیٰ کہ یہ اپنے مستقر پر عرش کے نیچے جا کر ٹھہر جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا کہ بلند ہو اور اپنے غروب کی جگہ سے طلوع ہو' پھر صبح کو یہ اپنے غروب کی جگہ (یعنی مغرب سے) طلوع ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو ایسا کب ہوگا؟ یہ اس وقت ہوگا جب کسی شخص کے لیے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا' جو اس سے پہلے ایمان نہ لا چکا ہو یا جس نے اس سے پہلے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ (صحیح البخاری: ۴۸۰۳) ف۲۲ یعنی بہت سے بنو آدم ایسے ہیں جن کے لیے عذاب ثابت ہے اور ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب واجب ہے' اس کے باوجود ان کے سائے بھی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۱۷۱) ف۲۳ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اس کی شقاوت اور اس کے کفر کی وجہ سے رسوا کر دے تو کوئی شخص اس کو ذلت اور رسوائی سے بچا نہیں سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص اللہ کی عبادت میں سستی کرتا ہے' وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے ف۲۴ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جھگڑنے والے دو فریق کون تھے؟ ایک قول یہ ہے کہ یہ دو فریق وہ تھے جنہوں نے جنگ بدر میں ایک دوسرے سے مبارزت کی تھی اور جنگ کے لیے للکارا تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت حضرت حمزہ اور ان کے دو ساتھیوں اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے کو للکارا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مؤمنین اور اہل کتاب کے دو فریق ہیں' جنہوں نے آپس میں مباحثہ کیا تھا۔ اہل کتاب نے مؤمنین سے کہا: ہم تم سے زیادہ اللہ کے قریب ہیں' ہماری کتاب تم سے پہلے نازل ہوئی ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے تھے' اور مؤمنین نے کہا: ہم اللہ کے زیادہ حق دار ہیں' ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی پر بھی ایمان لائے' تم ہماری کتاب کو اور ہمارے نبی کو پہچانتے تھے' پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے حسد کی وجہ سے ان کا کفر کیا' ان کی یہ خصومت ان کے رب کے پاس ہوگی۔ (جامع البیان: ۱۸۸۸۹) ف۲۵ آگ کے کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ آگ ان کے پورے جسم کا احاطہ کر لے گی' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ" (الاعراف: ۴۱) ان کے لیے دوزخ کی آگ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا ف۲۶ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر دوزخ کے پانی کا ایک قطرہ بھی پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہ گل جائیں گے۔ اس گرم پانی کو جب ان کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا تو جس طرح وہ ان کے ظاہر جسم پر اثر کرے گا' اسی طرح ان کے جسم کے باطن پر بھی اثر کرے گا اور ان کے پیٹ کی انتڑیاں اور دیگر اجزاء جل جائیں گے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھولتا ہوا پانی ان کے سروں کے اوپر انڈیلا جائے گا اور وہ کھولتا ہوا پانی ان کے جسم کے اندر داخل ہو کر ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے' اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ پانی ان کے قدموں سے نکل جائے گا' پھر دوبارہ ان کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ (سنن الترمذی: ۲۵۸۲) ف۲۷ ابوظبیان نے بیان کیا ہے کہ جب دوزخ کی آگ جوش سے اُبل رہی ہوگی اور ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھینک رہی ہوگی تو دوزخ ان کو اپنے بڑے دروازوں کی طرف پھینک دے گی' اس وقت وہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوزخ کے محافظ انہیں لوہے کے گرز مار کر پھر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ

اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم ہو گا ○ اور ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف

مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہدایت کی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ان کو ہدایت کی جائے گی ○ ۲۸ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ

اور وہ اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے ۲۹

لِلنَّاسِ سَوَاۗءَۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ

خواہ وہ اس مسجد میں معتکف ہوں یا باہر سے آئیں' اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا

بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ

ارادہ کرے گا' ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے ○ ۳۰ اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ

الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـــًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَ

مقرر کر دی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور

الْقَاۗىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ

قیام کرنے والوں' اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا ○ ۳۱ اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے ۳۲

رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے ○ ۳۳

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ

تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ۳۴ ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۷) ف۲۸ اس سے پہلی آیتوں میں آخرت میں کفار کی تین قسم کی سزاؤں کا بیان فرمایا تھا اور ان آیتوں میں آخرت میں مؤمنوں کے چار قسم کے انعامات کا بیان فرمایا ہے: (۱) پہلا انعام ان کے مسکن کا ذکر ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو ان جنتوں میں رکھے گا' جن کے نیچے دریا بہتے ہیں (۲) دوسرا انعام یہ ہے کہ ان کا لباس ریشم کا ہوگا (۳) تیسرا انعام یہ ہے کہ مؤمنوں کو جنت میں زیورات پہنائے جائیں گے (۴) جنت میں چوتھا انعام یہ ہوگا کہ ان کو پاکیزہ باتوں کی طرف ہدایت کی جائے گی اور حمد کرنے والوں کے راستہ کی طرف ان کی ہدایت کی جائے گی ف۲۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت سفیان بن حرب اور اس کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب انہوں نے حدیبیہ کے سال (چھ ہجری میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ان سے جنگ کرنے کو ناپسند کیا تھا' آپ اس وقت عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے' پھر آپ نے اس شرط پر صلح کی کہ آپ اگلے سال آ کر عمرہ کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۶) ف۳۰ ''الحاد'' کا معنی ہے: میانہ روی سے انحراف یا تجاوز کرنا' حضرت ابن عباس' عطاء بن ابی رباح اور مقاتل نے کہا: ''الحاد'' سے مراد شرک ہے یعنی جو شخص اللہ کے حرم میں شرک کرنے کے لیے آیا' اس کو اللہ عذاب دے گا۔ (جامع البیان: ۱۸۹۱۴) محققین نے کہا: ظلم کے ساتھ الحاد کرنا تمام قسم کے گناہوں کو شامل ہے کیونکہ کوئی گناہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا' حرم میں اس کا عذاب بہت سخت ہے۔ (زاد المسیر ج ۵ ص ۴۲۱) ف۳۱ سدی بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ طواف کرنے والوں کے لیے میرے بیت کو پاک کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو کر مکہ گئے' پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کدال اور پھاوڑے لے کر کھڑے ہوئے اور ان' یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کعبہ کس جگہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ایک سانپ کی صورت میں بھیجا' اس نے کعبہ کے اردگرد اور اس کی پہلی بنیادوں سے کوڑا کرکٹ صاف کر دیا' پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے ان بنیادوں سے کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ (جامع البیان: ۱۸۹۲۸) ف۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کرو آواز پہنچانا میرا کام ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا' پس تم حج کرو' آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سنا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے لوگ تلبیہ پڑھتے ہوئے حج کرنے کے لیے آتے ہیں۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۵) ف۳۳ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کی: اے لوگو! اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نداء ان سب کو سنا دی جو مردوں کی پشتوں میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس نداء کا جواب دیا' جو اللہ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے' انہوں نے کہا: ''لبیك اللھم لبیك'' (اور قیامت تک وہی حج کر سکے گا جس نے اس نداء پر لبیک کہا)۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۶) ف۳۴ ان منافع سے مراد دنیوی منفعت بھی ہے اور اخروی منفعت بھی۔ دنیوی منفعت یہ ہے کہ سفر حج میں تجارت کر کے دنیا کا مال کمائیں اور اخروی منفعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے۔

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا

وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیے ہیں، وف۳۵ پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ

الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ

فقیر کو بھی کھلاؤ ○ وف۳۶ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں وف۳۷ اور اپنی نذروں کو پورا کریں وف۳۸

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ

اور اس قدیم گھر کا طواف کریں ○ وف۳۹ یہی حکم ہے، اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى

تو اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے، وف۴۰ اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کر دیے گئے سوا ان کے جو

عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ

تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، وف۴۱ سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے

الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

پرہیز کرو ○ ہر باطل سے الگ، صرف اللہ کے ہو کر رہو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناتے ہوئے وف۴۲ اور جس نے کسی

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ

کو اللہ کا شریک قرار دیا وہ گویا آسمان سے گر گیا، پھر اسے مردار خور پرندے جھپٹ لیتے ہیں یا آندھی

مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ

اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے ○ یہی حق ہے، اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ

تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ

دلوں کے تقویٰ (کے آثار) سے ہے ○ وف۴۳ تمہارے لیے ان مویشیوں میں مدت معین تک فوائد ہیں، وف۴۴

وف۳۵ قربانی کے تین دن ہیں اور ان تین دنوں کی تخصیص اور تحدید حسب ذیل احادیث سے کی گئی ہے: نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: قربانی صرف قربانی کے دن اور اس کے دو دن بعد ہے۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۷۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم اپنی قربانی کا گوشت تین دن کے بعد نہیں کھاتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کے بعد بھی گوشت کھانے اور لے جانے کی اجازت دے دی۔ (صحیح البخاری: ۳۹۹۷) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دن تک قربانی کا گوشت کھاؤ۔ (صحیح البخاری: ۶۱۸۸) اس طرح کی اور بہت احادیث ہیں اور ان تمام احادیث میں تین دن کی تخصیص میں اس پر دلیل ہے کہ قربانی کا جواز تین دن میں منحصر ہے، نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ "ایام معلومات" یہ جمع کا صیغہ ہے لیکن اس میں تین دن متعین اور متفق علیہ ہیں اور چوتھا دن مشکوک اور مختلف فیہ ہے تو عبادت اس دن کی کرنی چاہیے جس دن اس کا قبول ہونا یقینی ہو وف۳۶ اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں، ایک حصہ خود کھائے اور اہل و عیال کو کھلائے، ایک حصہ احباب اور رشتہ داروں کو دے اور ایک حصہ فقراء کو صدقہ کر دے وف۳۷ "تفث" کے کئی معانی ہیں۔ اس کا ایک معنی ہے: تمام مناسک حج ادا کرنا۔ اس کا دوسرا معنی ہے: میل کچیل اپنے بدن سے زائل کر کے اس کو صاف کرنا۔ ازہری نے کہا: اس کا معنی ہے: مونچھیں تراشنا، ناخن کاٹنا، بغلوں اور زیر ناف بالوں کو مونڈنا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب حج کرنے والا احرام کھول دے وف۳۸ نذر یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کر لو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی اور تم یہ کہو: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس عبادت کی نذر مانی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۳۰) سورۃ الحج کی اس آیت میں نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۶۹۷) وف۳۹ طواف کی تین قسمیں ہیں: طواف قدوم، طواف زیارت اور اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور طواف وداع، اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں، جو حج کرنے والا مسافر ہو اس کے لیے طواف قدوم سنت ہے اور طواف زیارت ہر حج کرنے والے پر فرض ہے اور طواف وداع حج کرنے والے مسافر پر واجب ہے وف۴۰ "حرمات" سے مراد مناسک حج ہیں، یعنی حج کی مخصوص عبادات، اس کا معنی ہے: ان عبادات کی تعظیم کی جائے اور جن جگہوں پر وہ عبادات کی جائیں ان جگہوں کی تعظیم کی جائے وف۴۱ یعنی اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کا کھانا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، یعنی قرآن مجید میں جن کا کھانا حرام کر دیا ہے، اور یہ مردار اور چوٹ لگنے سے مرا ہوا وغیرہ ہیں، جن کا المائدہ: ۳ میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، اسی طرح اگر غیر محرم نے خصوصیت کے ساتھ محرم کے لیے جانور کو شکار کیا تو اس محرم کے لیے اس جانور کا کھانا حرام ہے وف۴۲ "زور" کا معنی باطل اور کذب ہے اور اللہ کا شریک بنانا بھی باطل اور زور ہے۔ حضرت فاتک اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک جگہ پر کھڑے ہو کر تین بار فرمایا: جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کے برابر قرار دیا گیا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ" (الحج: ۳۰-۳۱)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۹۹) وف۴۳ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنا "شعائر اللہ" میں سے ہے، اور شیطانوں کو کنکریاں مارنا "شعائر اللہ" میں سے ہے، اور قربانی کے اونٹ (ھدی) "شعائر اللہ" میں سے ہیں، جو شخص ان کی تعظیم کرے گا وہ اس کے دل میں تقویٰ کا اظہار ہے۔ (جامع البیان: ۱۹۰۱۷) وف۴۴ ان مویشیوں کے فوائد سے مراد ہے: اونٹوں پر سوار ہونا، اونٹنیوں کا دودھ پینا، ان کی نسل بڑھانا اور ان کی اون اور بالوں کو کام میں لانا بہ شرطیکہ ان مویشیوں کے مالک نے ان کو ھدی (قربانی کا جانور) نہ قرار دیا ہو۔ حج یا عمرہ کرنے والا جس جانور کو ساتھ لے جائے کہ اس کو حرم میں ذبح کیا جائے تو اس کو ہدی کہتے ہیں۔

مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا

پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام قدیم گھر کی طرف ہے ○ ف۴۵ اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے

اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

تاکہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں پس تمہاری عبادت کا

وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

مستحق واحد مستحق عبادت ہے ف۴۶ اسی کی اطاعت کرو ف۴۷ اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجئے ○ ف۴۸ جب اللہ کا ذکر کیا جائے

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى

تو ان کے دل تھرتھرا جاتے ہیں اور وہ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم

الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ

رکھتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ○ ف۴۹ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے

مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ

اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے ف۵۰ پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے (ان کو نحر کرنے کے وقت)

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ

اللہ کا نام لو ف۵۱ پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود (بھی) ان سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا

اسی طرح ہم نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو ○ ان کے خون اور ان کے گوشت

وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا التقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے

ف۴۵ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام شعائر حج' وقوف عرفہ' شیطانوں کو کنکریاں مارنا اور صفا اور مروہ کی سعی' بیت اللہ میں طواف افاضہ پر ختم ہو جاتے ہیں یعنی بیت اللہ کا طواف زیارت کرنے کے بعد مناسک حج پورے ہو جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی نے کہا: اس سے مراد موضع ذبح ہے اور اس سے مراد پورا حرم مکہ ہے اور وہ بیت العتیق ہی کے حکم میں ہے ف۴۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے لے کر سابقہ تمام امتوں میں سے ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی قربانیوں پر اللہ عزوجل کا نام لیں' پھر فرمایا: پس تمہاری عبادت کا مستحق' واحد مستحق عبادت ہے یعنی زبانوں اور قوموں کے اختلاف سے قربانی کرنے کے طریقے مختلف ہوتے رہے ہیں لیکن ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں صرف اسی خدائے واحد کی عبادت مشروع کی گئی تھی' شریعتیں مختلف رہی ہیں اور دین سب کا ایک ہے ف۴۷ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کے تمام احکام کو تسلیم کرو اور مانو اور ان کے تقاضوں پر عمل کرو ف۴۸ نظم قرآن میں "مخبتین" کا لفظ ہے' "خبت" کا معنی پست زمین اور گڑھا ہے' اور جو جگہ پست ہو وہ جھکی ہوئی ہوتی ہے' اس لیے حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا ہے: "مخبتین" کا معنی ہے: متواضعین یعنی عاجزی کرنے والے ف۴۹ یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں' اور اس خوف کے دو اثر ہیں' ایک یہ کہ وہ مشکلات اور مصائب پر صبر کرتے ہیں' جیسا کہ اس کے بعد فرمایا: اور وہ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور یہ سوچ کر پرسکون رہتے ہیں کہ یہ بیماریاں اور تکلیفیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں اور جو چیز محبوب کی طرف سے آتی ہے وہ بھی محبوب ہوتی ہے' اور جو مظالم ظالموں اور کافروں کی طرف سے آئیں' ان پر صبر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ انسان پر واجب ہے کہ حتی الامکان ان مظالم کو دفع کرے' خواہ اس کے لیے ان سے جنگ کرنی پڑے' اور اس کا دوسرا اثر یہ ہے کہ انسان اپنی جان اور مال سے اللہ کی تعظیم میں مشغول رہے' جان سے اللہ کی تعظیم نماز پڑھنے میں ہے اور مال سے اس کی تعظیم' اس کی دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرنے میں ہے' اس لیے اس کے بعد فرمایا: اور وہ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے' اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ف۵۰ قربانی کے اونٹ کے لیے اس آیت میں "البدن" کا لفظ ہے' "بدن" کا معنی ہے: جسم' لیکن جثہ کے اعتبار سے جسم کو بدن کہا جاتا ہے اور رنگ کے اعتبار سے جسم کو جسد کہا جاتا ہے۔ جس عورت کا بدن بھاری ہو اس کو "بادن" اور "بدین" کہتے ہیں اور جو اونٹ بہت فربہ اور موٹے تازے ہوں ان کو "بدنہ" کہتے ہیں۔ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکوع اور سجود میں مجھ پر سبقت نہ کرو کیونکہ میں اگر تم سے پہلے رکوع کروں تو تم مجھے پالو گے اور اسی طرح جب میں سر اٹھاؤں "فانی قد بدنت" کیونکہ اب میرا جسم بھاری ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۶۱۹) اور قرآن مجید میں ہے: "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ" (الحج: ۳۶) اس آیت میں "البدن"' "بدنة" کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جن کو قربانی کے لیے روانہ کیا جائے۔ (المفردات ج۱ ص۵۰) ف۵۱ زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ایک شخص کے پاس گئے وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس اونٹ کو کھڑا کرو اور یہ بندھا ہوا ہو' پھر نحر کرو' یہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۱۳) علامہ حصکفی لکھتے ہیں کہ اونٹ کی گردن کے نچلے حصے میں نحر کرنا مستحب ہے اور ان کو ذبح کرنا مکروہ ہے' اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: المضمرات میں مذکور ہے کہ سنت یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے اور گائے اور بکری کو لٹا کر ذبح کیا جائے۔ (الدر المختار و رد المحتار ج۹ ص۳۶۲) ف۵۲ اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا چاہیے اور اس کی تکبیر پڑھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں: بسم اللہ پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ ذکر خالص ہو اور اس میں دعا کی آمیزش نہ ہو (الی قولہ) اور اگر اس نے اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کو ملا کر ذکر کیا' مثلاً "بسم الله اللهم تقبل من فلان" تو یہ مکروہ ہے (الی قولہ) اور اگر اس نے فصل کر لیا' مثلاً ذبح کرنے سے پہلے دعا کر لی یا ذبح کرنے کے بعد دعا کر لی تو اب صحیح ہے کیونکہ اب ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کے نام کا اتصال نہیں ہوا۔ (الدر المختار ج۹ ص۳۶۳-۳۶۲) اور علامہ ابن عابدین

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ

تاکہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجئےO بے شک اللہ

يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا O ۵۳

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ

جن لوگوں سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے ۵۴ بے شک اللہ

لَقَدِيْرُ ۨ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا

ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہےO جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ

رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ

ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دور کرتا نہ رہتا تو راہبوں

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

کی خانقاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے معبد اور جن مسجدوں میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے ان سب کو ضرور منہدم کر دیا جاتا ۵۵

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ

اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے بے شک اللہ ضرور قوت والا بہت غلبہ والا ہےO ان لوگوں

اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ

حکم دیں اور برائی سے روکیں ۵۶ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے O اگر یہ

ع ۵ / ۱۲

شامی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: اگر اس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے اور اپنا یا کسی اور کا نام لینے میں صورۃً یا معنیً فصل کر لیا تو یہ جائز ہے مثلاً اس نے جانور کو لٹایا' پھر "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر جانور ذبح کیا' پھر دعا کی: "اللھم تقبل منی او من فلان" یا پہلے دعا کی' پھر بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کیا تو یہ جائز ہے اور حدیث میں ہے: پہلے نبی ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر مینڈھا ذبح کیا' پھر دعا کی (اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ پہلے دعا پڑھی' پھر ذبح کیا)۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۳۶۴۔ ۳۶۳) ۵۳ الحج: ۳۸ اس موقع پر نازل ہوئی جب کفار کی ایذاء رسانیوں اور زیادتیوں پر مسلمانوں کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا اور یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ خفیہ طریقہ سے کافروں کو قتل کر دیں تو آپ نے ان کو منع فرما دیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمان فکر نہ کریں' اللہ تعالیٰ مشرکین سے خود دفاع کرے گا اور ان کا بدلہ لے گا' بے شک اللہ تعالیٰ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا یعنی مسلمانوں کو اس سے منع کیا کہ وہ خفیہ طریقہ سے کافروں کو قتل کریں کیونکہ یہ غدر' دھوکا اور خیانت ہے۔ حدیث میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دھوکا دینے والے اور عہد شکنی کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۸) ۵۴ اس آیت کی تفسیر میں ابن زید نے کہا: مشرکین کو معاف کرنے کا حکم دینے کے دس سال بعد یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو ان سے قتال کی اجازت دی گئی۔ (جامع البیان: ۱۹۱۰۰) قتادہ نے کہا: یہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کفار سے قتال کی اجازت دی گئی۔ (جامع البیان: ۱۹۱۰۵) ۵۵ اس کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) اس سے مراد ہے: مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کی اجازت دینا گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ مسلمانوں کو مشرکین کے خلاف جہاد کی اجازت دے کر ان سے کفار اور مشرکین کو دور فرماتا ہے' اور اگر اللہ یہ اجازت نہ دیتا تو مشرکین مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر قبضہ کر لیتے اور اسی وجہ سے راہبوں کی خانقاہوں' کلیساؤں اور یہودیوں کے معبد کا بھی ذکر فرمایا' ہر چند کہ یہ غیر اہل اسلام کی عبادت گاہیں ہیں (۲) جو مسلمان عذر کی وجہ سے جہاد نہیں کر سکتے' اللہ تعالیٰ ان سے جہاد کی مشقت کو جہاد کرنے والے مسلمانوں کے سبب دور فرما دیتا ہے (۳) اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی وجہ سے بُرے لوگوں سے عذاب کو دُور فرما دیتا ہے' سو نمازیوں کی برکت سے بے نمازیوں کے عذاب کو دور فرما دیتا ہے' اور صدقہ کرنے والوں کی وجہ سے ان سے عذاب کو دور کر دیتا ہے جو صدقہ نہیں کرتے' اور حج کرنے والوں کی وجہ سے ان سے عذاب کو دور کر دیتا ہے جو حج نہیں کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نیک مسلمان کے سبب سے اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور کر دیتا ہے۔ (الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۲۷۴) ۵۶ الحج: ۴۱ میں اقتدار دینے سے مراد ہے: ان کو سلطنت اور حکومت عطا فرمانا اور ان کو یہ قوت دینا کہ وہ اپنے احکام کو لوگوں پر نافذ کر سکیں' اور اس سے مراد مطلق قدرت نہیں ہے کیونکہ مطلق قدرت تو ہر شخص کو حاصل ہے' لیکن ہر شخص کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ زمین میں نماز کا نظام قائم کرے' مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کے مصارف پر خرچ کرے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے یعنی لوگوں سے نیک کاموں پر عمل کرائے اور بُرے کاموں پر ان پر حد اور تعزیر جاری کرے۔ اب رہا یہ کہ ان لوگوں سے مراد کون ہیں اور یہ کن لوگوں کی صفت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی آیت میں فرمایا ہے: جن لوگوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا' محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ (الحج: ۴۰) خلاصہ یہ ہے کہ اس سے مراد مہاجرین ہیں اور اس آیت کا مصداق خلفاء راشدین ہیں' کیونکہ انہی کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں سلطنت عطا فرمائی تھی اور اقتدار دیا تھا اور انہوں نے ہی نمازوں اور زکوٰۃ کا نظام قائم کیا' نیک کاموں کو پھیلایا اور بُرے کاموں پر حدود و تعزیرات جاری کیں۔ خلفاء راشدین کے بعد ہر چند کہ نیک اور عادل حکمران آئے لیکن خیر اور فلاح کا جو نظام خلفاء راشدین کے عہد میں جاری ہوا تھا' اس کی نظیر بعد کے کسی دور میں نہیں مل سکی۔

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُودُ ﴿۴۲﴾ وَ

آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی○ اور

قَوْمُ إِبْرٰهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۴۳﴾ وَّأَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوسٰى

ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے○ اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی ۵۷

فَأَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۴۴﴾ فَكَأَيِّنْ

پس میں نے کافروں کو کچھ مہلت دی ۵۸ پھر میں نے ان کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب○ پس ہم نے

مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا

کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو ظالم تھیں؛ سو اب وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی پڑی ہیں

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿۴۵﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اور بہت سے غیر آباد کنویں اور بہت سے مضبوط محل○ ۵۹ سو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ

فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَّعْقِلُونَ بِهَا أَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا ۚ

ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوتے جن سے یہ غور سے سنتے

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي

پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے

الصُّدُورِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۚ

ہیں○ ۶۰ اور یہ آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللہ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا ۶۱

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۴۷﴾ وَكَأَيِّنْ

اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار دنوں کی مثل ہے○ ۶۲ اور میں نے

ف۵۷ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے قتال کرنے کی اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی نصرت اور مدد کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے' اور کفار اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور مخالفت کرتے تھے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے اور آپ ان کے اس ظالمانہ سلوک پر صبر کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ آپ سے پہلے تمام امتوں کے کافروں نے اپنے اپنے نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کی ہے' حضرت نوح کی قوم نے ان کی تکذیب کی' اسی طرح عاد اور ثمود نے اپنے اپنے نبیوں کی تکذیب کی' اور الحج: ۴۳ میں فرمایا: اور حضرت ابراہیم کی قوم نے اور حضرت لوط کی قوم نے ان کی تکذیب کی' اور الحج: ۴۴ میں فرمایا: اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور حضرت موسیٰ کی تکذیب کی گئی' یہاں پر اس طرح نہیں فرمایا کہ موسیٰ کی تکذیب ان کی قوم نے کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی تکذیب ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں کی تھی بلکہ ان کی تکذیب ان قبطیوں نے کی تھی جو کہ فرعون کی قوم تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس کے ذیل میں فرمایا ہے کہ ہر قوم نے اپنے رسول کی تکذیب کی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی تھی حالانکہ ان کی نبوت کی نشانیاں بہت واضح تھیں اور ان کے معجزات بہت عظیم تھے تو اگر آپ کی بھی مشرکین اور مخالفین نے تکذیب کی ہے تو آپ غم نہ کریں۔ ف۵۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکذبین پر عذاب نازل نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مصلحت کی وجہ سے مہلت دے رہا ہے' اس لیے خواہ آپ پر دشوار ہو آپ تسلیم و رضا کے طریقہ کو اپنائیں' ہر چند کہ گزشتہ آیتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہو چکی تھی' لیکن چونکہ کفار مسلسل آپ کو ایذاء پہنچاتے رہتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کے لیے وقتاً فوقتاً ایسی آیات نازل فرماتا رہتا تھا۔ ف۵۹ الحج: ۴۵ میں یہ بیان فرمایا: ہم نے کتنی ایسی بستیوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا' جن میں ظالم لوگ رسولوں کی تکذیب کرتے تھے' جن بستیوں کے محلات کھنڈر بن چکے ہیں' اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں' ان کی منزلیں ویران ہو گئیں' ان کے کنویں خالی پڑے ہوئے ہیں' چونے اور پتھروں سے بنائے ہوئے ان کے مضبوط اور بلند و بالا محلات زمین بوس ہو گئے' ان کی خوبصورتی اور مضبوطی عبث اور بے کار ثابت ہوئی۔ اللہ کے عذاب نے ان کو تہس نہس کر دیا۔ ف۶۰ امام ابن ابی الدنیا نے بعض حکماء کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ نصیحت کے ساتھ اپنے دل کو زندہ رکھو اور غور و فکر کے ساتھ دل کو منور کرو اور زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ نفس کو مارو اور یقین کے ساتھ اس کو قوی کرو' موت کی یاد سے دل کو ذلیل کرو اور فناء کے یقین سے اس کو صابر بناؤ اور زمانے کی مصیبتوں کو دکھا کر اس کو خوف زدہ کرو' دن رات کے تعاقب اور تواتر سے اس کو بیدار رکھو' گزشتہ لوگوں کے واقعات سے اسے عبرت دلاؤ اور پہلے لوگوں کے قصے سنا کر اسے بیدار رکھو' ان کے شہروں اور ان کے حالات میں غور و فکر کرنے کا اس کو عادی بناؤ اور دیکھو کہ بدکاروں اور گناہ گاروں کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا' وہ کس طرح الٹ پلٹ کر دیئے گئے' سو اس آیت میں بھی یہی ارشاد ہے کہ پہلی امتوں کے واقعات کو سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھ دار بناؤ' اور ان کی تباہی اور بربادی کے واقعات سن کر عبرت حاصل کرو اور یاد رکھو صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں' دل بھی اندھے ہوتے ہیں اور سب سے بڑا اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے' دل اگر اندھا ہو تو انسان نصیحت پکڑتا ہے نہ عبرت حاصل کرتا ہے اور نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۵۴۔ ۳۵۳) ف۶۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جلد عذاب بھیجنے کا مطالبہ کرتے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہمیشہ ڈراتے رہتے تھے کہ اگر تم نے کفر' شرک اور بت پرستی کو ترک نہیں کیا تو تم پر عذاب آئے گا اور اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے' کیونکہ اگر اس سے مراد دنیا کا عذاب نہ ہوتا بلکہ آخرت کا عذاب ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا: اور اللہ تعالیٰ اپنی وعید کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا' اور اگر یہ آخرت کا عذاب ہوتا تو پھر وہ اس عذاب کو جلد بھیجنے کا مطالبہ نہ کرتے' اور یہ عذاب جنگ بدر کے دن شکست کی صورت میں ان پر آ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وعید پوری ہو گئی۔ ف۶۲ یعنی ان کو آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا' اس کا ایک دن بھی ہزار دن کے برابر ہو گا' یعنی

مِنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ

ایسی بہت سی بستیوں کو مہلت دی تھی جو ظالم تھیں' پھر میں نے ان کو پکڑ لیا' اور میری

الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾

ہی طرف لوٹ کر آنا ہے O ۶۳ آپ کہیے: اے لوگو! میں تمہیں واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں O ۶۴

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی

كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

روزی ہے O اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب میں سرتوڑ کوشش کرتے ہیں وہی دوزخ

الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ

والے ہیں O ۶۵ اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی)

اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي

تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر) اس کی تمنا (پوری) ہونے میں رخنہ ڈال دیا' سو اللہ شیطان کے

الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ

ڈالے ہوئے (شبہات) کو زائل کر دیتا ہے' پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے O ۶۶ تاکہ

مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ

اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت

قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

ہو چکے ہیں' بے شک ظالم لوگ بہت دور کی مخالفت میں ہیں O ۶۷ اور جو اہل علم ہیں

اس عذاب کا درد اور اس کی شدت اس قدر زیادہ ہوگی کہ اس عذاب کا ایک دن بھی ہزار دنوں کے برابر معلوم ہوگا۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جس دن حساب لیا جائے گا' وہ اس قدر طویل دن ہوگا جو اپنے طول میں ہزار دنوں کے برابر ہوگا اور جب کہ دنیوی دن جو کم مقدار میں ہوتے ہیں' ان میں بھی درد اور شدت کا وقت بہت طویل معلوم ہوتا ہے تو جو دن فی نفسہٖ طویل ہو اور اس میں درد اور شدت بھی زیادہ ہو' اس کی تکلیف اور اذیت کا کون اندازہ کر سکتا ہے' پھر وہ کیسے بے عقل لوگ تھے جو اللہ کے عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے دنیوی ایک دن ہو یا ہزار سال کا ایک دن' دونوں برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب وہ ایک دن کی مہلت کو دور نہیں سمجھ رہے تو ہزار دن کی مہلت کو کیسے دور سمجھ رہے ہیں ف ۶۳ اس سے مراد یہ ہے کہ کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں' جو کفر اور ظلم کرتی تھیں اور اس کے باوجود میں نے ان کو مہلت دی اور ان سے عذاب کو مؤخر رکھا' اور اس مہلت سے انہوں نے دھوکا کھایا اور اپنے کفر اور ظلم پر ڈٹے رہے' پھر میں نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان پر اپنا عذاب نازل کر دیا' پس ان کا عذاب رکا ہوا ہے اور بالآخر انہوں نے میری ہی طرف لوٹنا ہے ف ۶۴ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ دائمی طور پر مستقلاً ان کو عذاب سے ڈراتے رہیں اور مشرکین مکہ جب آپ کا انکار اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہیں' وہ آخر کب آئے گا؟ تو آپ اس سے دل برداشتہ اور رنجیدہ نہ ہوں' اور ان سے کہیں کہ میں تو صرف عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں اور تمہاری یہ تند و تیز اور طنز آمیز باتیں اور تمہاری یہ تضحیک مجھے اپنا مشن پورا کرنے اور عذاب سے ڈرانے سے نہیں روکیں گی ف ۶۵ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وعد اور وعید کا ذکر فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے پیغام کو قبول کریں گے اور اللہ کے عذاب سے ڈر کر ایمان لے آئیں گے اور کفر اور گناہوں کو ترک کر دیں گے اور نیک عمل کریں گے' ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے' اور جو کفر اور سرکشی میں ڈٹے رہیں گے اور ہماری آیتوں کی تکذیب میں سرتوڑ کوشش کریں گے' وہ اپنے زعم میں ایسی زبردست مہم چلائیں گے اور ایسے اعتراض کریں گے' جن کی بناء پر وہ ہمارے رسول کو اور رسول کے متبعین کو عاجز کر دیں گے تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں ف ۶۶ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب اپنی تبلیغ کے پیش نظر امت میں وسعت کی تمنا کرتے تو شیطان مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک ڈال دیتا' مثلاً ''شجرۃ الزقوم'' کے بارے میں کہتا: جہنم میں درخت کا کیا معنی؟ درخت تو لکڑی کا ہوتا ہے اور آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے' پھر جہنم میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن میں مکھی کا ذکر آیا تو کہا: اتنا بڑا خدا ہے اور اتنی حقیر چیز کی مثال دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء: ۹۸) تم اور اللہ کے سوا تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ تو کہا: عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کی بھی عبادت کی گئی ہے' اگر وہ بھی جہنم میں گئے تو ہمارے بت بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: ''وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' (الانعام: ۱۲۱) اور جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے' اسے مت کھاؤ۔ تو کہا: کمال ہے خدا کا مارا ہوا حرام ہو اور تمہارا مارا ہوا حلال ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے ان تمام شبہات کو زائل کر کے اپنے دین اور اپنی آیات کو مستحکم فرما دیا۔ اس تفسیر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ''تمنّٰی'' کا معنی ''پڑھا'' نہیں (جنہوں نے اس کا ترجمہ 'پڑھا' کیا ہے انہوں نے خطا کی ہے) بلکہ (اس کا ترجمہ) ''آرزو کی'' ہے' اور اب آیات کا ترجمہ یوں ہوگا: ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا مگر جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔ (روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۵۷) اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے ایک انتہائی ضعیف بلکہ موضوع روایت نقل کی ہے' اس کے بطلان پر حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے انتہائی شاندار اور جامع بحث کی ہے' (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

أُوْتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ

ان کو یہ جان لینا چاہیے ۶۸ کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے پس وہ اس پر ایمان لائیں ۶۹ اور ان کے دل

قُلُوْبُهُمْ ؕ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴

اس کی طرف جھک جائیں اور بے شک اللہ ایمان والوں کو ضرور صراطِ مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے O

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس کے متعلق ہمیشہ شک میں ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت

بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝۵۵ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ

ٹوٹ پڑے ۷۰ یا ان کے پاس بے رحم دن کا عذاب آ جائے O ۷۱ اس دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ

وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے

النَّعِيْمِ ۝۵۶ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

وہ نعمت والی جنتوں میں ہوں گے O اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان ہی لوگوں کے لیے

مُّهِيْنٌ ۝۵۷ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا أَوْ مَاتُوْا

ذلت والا عذاب ہے O ۷۲ اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیے گئے یا وہ (طبعی موت) مر گئے

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸

اللہ ان کو ضرور عمدہ رزق عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ سب دینے والوں سے بہترین دینے والا ہے O

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹

اللہ انہیں ضرور ایسی جگہ داخل فرمائے گا جس سے وہ راضی ہوں گے ۷۳ اور بے شک اللہ خوب جاننے والا بردبار ہے O

ف۶۸ ایک قول یہ ہے کہ اہل علم سے مراد مؤمنین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں ف۶۹ مقاتل نے کہا: اس سے مراد ہے کہ یہ قرآن حق ہے۔ کلبی نے کہا: شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کا منسوخ ہونا حق ہے اور فرمایا: اللہ ایمان والوں کو ضرور صراطِ مستقیم دکھانے والا ہے جس سے وہ جان لیں گے کہ شیطان کے یہ ڈالے ہوئے شبہات باطل ہیں ف۷۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کفار کو قیامت تک طویل زندگی بھی مل جائے تو وہ پھر بھی اسلام اور قرآن مجید کے حق ہونے کے متعلق شکوک وشبہات میں ہی رہیں گے ف۷۱ اس آیت میں فرمایا: ان کے پاس "یوم عقیم" کا عذاب آ جائے۔ "عقم" اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو چنانچہ محاورہ ہے: "عقمت مفاصله" اس کے جوڑ خشک ہو گئے اور لاعلاج مرض کو "داء عقام" کہتے ہیں اور "عقیم" اس عورت کو کہتے ہیں جو مرد کا نطفہ قبول نہیں کرتی۔ حضرت سارہ نے کہا: "قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ O" (الذاریات: ۲۹) میں بوڑھی بانجھ ہوں O "ریح عقیم" اس ہوا کو کہتے ہیں جو بادل لے کر آئے نہ کسی درخت میں پھل لائے: "اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ O" (الذاریات: ۴۱) جب ہم نے ان پر خیر وبرکت سے خالی ہوا بھیجی O جو چیز کسی خیر کا اثر قبول نہ کرے اس کو بھی "عقیم" کہتے ہیں اس بناء پر "یوم عقیم" کا معنی ہے: وہ دن جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۴۵) اس دن کو "یوم عقیم" اس لیے فرمایا کہ کفار اس دن میں کوئی راحت اور کسی قسم کا آرام نہیں پائیں گے ف۷۲ اس ملک سے مراد قیامت کا دن ہے اور وہی جزا اور سزا کا دن ہے اس دن مؤمنوں اور صالحین کو ان کی نیکیوں پر اجر دیا جائے گا اور کافروں اور مکذبوں کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا ف۷۳ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد جب مدینہ میں فوت ہو گئے تو بعض لوگوں نے کہا: جو اللہ کی راہ میں فوت ہو جائے وہ اس سے افضل ہے جو طبعی موت مرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ مہاجرین میں سے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے یا جو طبعی موت مرے گا اللہ تعالیٰ دونوں کو رزقِ حسن عطا فرمائے گا یعنی دونوں کا مرتبہ برابر ہے اور ظاہر شریعت کی اس پر دلالت ہے کہ شہید افضل ہے اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والے کا مرتبہ اور اس کی فضیلت زیادہ ہے اور بعض نے کہا: دونوں کا مرتبہ زیادہ ہے اور انہوں نے اس آیت سے اور حسب ذیل آیت اور حدیث سے استدلال کیا ہے: "وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ" (النساء: ۱۰۰) اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلا پھر اس کو موت نے آ لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ثابت ہو گیا۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا پھر مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے یا اس کو اس کے گھوڑے نے گرا دیا یا اس کو کسی سانپ یا بچھو نے ڈس لیا یا وہ بستر پر مر گیا یا جس طرح اللہ نے چاہا وہ طبعی موت مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۹۹) حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کے نزدیک افضل تو وہی ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اور اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے مجاہدین کے ساتھ نکلا پھر اس کو طبعی موت نے آ لیا تو اس کی نیت اور جہاد کے لیے اس کے نکلنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی وہی ثواب عطا فرمائے گا جو شہید کو عطا فرماتا ہے۔ اس آیت اور حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہر طبعی موت مرنے والا اجر وثواب میں شہید کے برابر ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

اور یہ اس لیے ہے کہ جس نے اتنی ہی اذیت پہنچائی جتنی اسے اذیت پہنچائی گئی تھی' پھر اس پر زیادتی کی گئی

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿٦٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ

تو اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا' ف٧٤ بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے ○ ف٧٥ یہ اس لیے

الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے ف٧٦ اور بے شک اللہ بہت سننے والا

بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ

بہت دیکھنے والا ہے ○ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اس کے سوا جس کی عبادت

دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

کرتے ہیں وہ باطل ہے' ف٧٧ بے شک اللہ بہت بلند نہایت بڑا ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا

اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ

کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا جس سے زمین سرسبز ہو گئی' ف٧٨ بے شک

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اللہ بہت لطف کرنے والا نہایت خبر رکھنے والا ہے ○ اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے'

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ ؑ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا

اور بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے تمام تعریفیں کیا ہوا ○ ف٧٩ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی تمام

فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ

چیزیں تمہارے نفع کے لیے مسخر کر دی ہیں اور اسی کے حکم سے سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں ف٨٠ اور وہی آسمان

ف٧٤ مقاتل نے کہا: یہ آیت مکہ کے ان مشرکین کے متعلق نازل ہوئی کہ جب رجب شروع ہونے سے دو دن پہلے مسلمانوں کے ساتھ مشرکوں کا ٹکراؤ ہوا تو انہوں نے آپس میں کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب حرمت والے مہینوں میں قتال کو مکروہ جانتے ہیں' سو انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا' پس مسلمان ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف ان کی مدد فرمائی' پھر حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں خطرہ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز ١٧ ص ٢٥٦) جس شخص نے کسی شخص کے جرم کی اتنی ہی سزا دی جتنا اس کا جرم ہے تو یہ جرم نہیں بلکہ عدل و انصاف ہے' مثلاً کسی شخص نے کسی کا دانت توڑا تو اس کا دانت توڑنا جرم ہے اور اس کے بدلہ میں اس کا دانت توڑنا عدل و انصاف ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا'' (الشوریٰ: ٤٠) اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے ف٧٥ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں بخشنے کا اس لیے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے' وہ اپنے بندہ کو معاف کر دیتا ہے اور سزا نہیں دیتا' تو بندہ کو بھی چاہیے کہ وہ بدلہ نہ لے اور معاف کر دے اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی صفت کا مظہر بنے' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سیرت ہے کہ آپ بدلہ نہیں لیتے تھے' معاف فرما دیتے تھے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے' بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: ٢٠١٦) ف٧٦ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ وہ مظلوم کی مدد پر قادر ہے' یہ ارشاد اسی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت قادر ہے اور یہ اس کی قدرت کے آثار میں سے ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے' سو جو دن اور رات میں تصرف فرماتا ہے' وہ مصیبت زدہ کی مدد پر ضرور قادر ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا محمل یہ ہے کہ جب اندھیرا چلا جاتا ہے تو روشنی آ جاتی ہے اور جب روشنی چلی جاتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی راتوں کی مقدار کم کر کے دن کو زیادہ کر دیتا ہے اور کبھی دن کی مقدار کم کر کے رات کو زیادہ کر دیتا ہے ف٧٧ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا جو بیان فرمایا ہے' وہ اسی طرح ہے کیونکہ اللہ ہی حق ہے' یعنی وہی ایسا موجود ہے جس کا وجود واجب لذاتہٖ ہے' اس پر تغیر اور زوال ممتنع اور محال ہے' اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے وعد اور وعید کے کرنے پر قادر ہے اور صرف اس کی ہی عبادت کرنا حق ہے اور اس کے غیر کی عبادت کرنا باطل ہے ف٧٨ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بہت رحیم ہے اور ان کی ضروریات کی خبر رکھنے والا ہے' اس لیے اس نے آسمان سے پانی نازل فرما کر زمین میں سبزہ' غلہ اور پھل وغیرہ پیدا فرمائے تاکہ انسانوں اور حیوانوں کی غذا کا سامان فراہم ہو' اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قادر ہے تو اس تمام کائنات کو بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے ف٧٩ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کائنات اپنے اختیار سے یا بغیر اختیار کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کائنات میں ہر قسم کا تصرف فرما رہا ہے اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہے اور وہ کسی کی تعریف کرنے سے بھی مستغنی ہے۔ اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی حکمت سے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے اناج پیدا فرمایا۔ یہ اس کی انسانوں اور حیوانوں پر رحمت ہے اور اس کا انعام اور احسان ہے' اسے اس کی ضرورت اور غرض نہ تھی' سو وہی حمد کا مستحق ہے' اس لیے اس کا حمد کیا ہوا ہونا واجب ہے ف٨٠ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے مطیع اور تمہارے تابع بنا دی ہیں' پتھر سے زیادہ کوئی سخت چیز نہیں اور لوہے سے زیادہ کوئی وزنی چیز نہیں اور آگ سے زیادہ گرم کوئی چیز نہیں اور ان سب چیزوں کو تمہاری قدرت اور دسترس میں کر دیا' اسی طرح حیوانات پر تم کو متمکن کر دیا' تم ان کو کھاتے ہو' ان پر سواری کرتے ہو اور ان پر بوجھ لادتے ہو اور ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہو' اونٹ' بیل اور گھوڑے کتنے قوی ہیکل جانور ہیں' اس کے باوجود ان کو کمزور سے کمزور انسان کے تابع کر دیا' وہ جس طرح چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے' اور کشتیوں کو تابع کرنا اس کو متضمن ہے کہ ہوا اور پانی کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کیونکہ انہی کی وجہ سے کشتیاں رواں دواں رہتی ہیں۔

أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ

کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مگر اس کی اجازت سے بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا

رَّحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ

بہت مہربانی کرنے والا ہےO اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا' پھر وہ تمہیں موت دے گا' پھر تم کو زندہ کرے گا'

إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ۖ

بے شک انسان بہت ناشکرا ہےO ۸۱ ہم نے ہر امت کے لیے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے' جس کے موافق وہ عبادت

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ ۚ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى

کرنے والے ہیں تو انہیں اس (طریقہ) میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور آپ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دیں' بے شک

مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾

آپ ضرور سیدھے راستہ پر ہیںO ۸۲ اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیں کہ اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہےO ۸۳

اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾

اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھےO ۸۴

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے' بے شک

ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُونَ

یہ سب ایک کتاب میں (مرقوم) ہے' بے شک یہ سب اللہ پر آسان ہےO ۸۵ اور یہ اللہ

مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُم

کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جن

ف۸۱ یعنی جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے اور تم پر انعام کیا ہے' اسی کا تم پر یہ انعام ہے کہ اس نے پانی کی ایک بوند سے تم کو پہلی بار زندگی دی' پھر تم کو موت دی اور دوسری بار زندگی دے کر آخرت کی نعمتوں کا دروازہ تم پر کھول دیا' اللہ تعالیٰ نے تم پر اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں' سوچو کہ تم اس کا کتنا شکر ادا کرتے ہو اور فرمایا کہ بے شک انسان بہت ناشکرا ہے کیونکہ انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتی' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُO'' (سبا: ۱۳) اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیںO ف۸۲ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی' جب کافروں نے یہ اعتراض کیا کہ جو جانور طبعی موت مر جائے' تم اس کو نہیں کھاتے اور جس کو تم ذبح کرتے ہو اس کو کھا لیتے ہو' گویا اللہ کا مارا ہوا نہیں کھاتے اور اپنا مارا ہوا کھا لیتے ہو' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا جو طریقہ چاہیں مقرر کریں' کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے' اور آپ اپنے اس طریقہ پر قائم رہیں اور لوگوں کو اللہ کی توحید' اس کے دین اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہیں' آپ سیدھی راہ پر ہیں' اس میں کوئی کجی نہیں ہے ف۸۳ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت سے مشرکین مکہ مراد ہیں' جو آپ کی نبوت کے دعویٰ میں آپ سے جھگڑا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ان کے کرتوتوں کو یعنی ان کے شرک اور بت پرستی کو اور حق کے خلاف شور وغوغا کرنے کو اور بے حیائی کے کاموں کو اور کمزوروں اور ناتوانوں پر ظلم وستم کرنے کو خوب جانتا ہے اور قیامت کے دن فیصلہ ہو جائے گا کہ کس کا طریقہ حق تھا اور کس کا طریقہ باطل تھا اور کون جنت میں جائے گا اور کس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا ف۸۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حسن ادب کی تعلیم دی ہے کہ جو شخص بحث وتمحیص میں کٹ حجتی' ہٹ دھرمی اور تکبر سے کام لے' اس سے بحث نہیں کرنی چاہیے اور یہ کہہ دینا چاہیے کہ بحث مت کرو' قیامت کے دن تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے ف۸۵ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا' جن میں تم اختلاف کرتے تھے' اور قیامت کے دن فیصلہ کرنا اس چیز پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہو کہ کون سزا کا مستحق ہے اور کون انعام کا مستحق ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو ہر چیز کا علم ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ پر فیصلہ کرنا بہت آسان ہے' سب کچھ ایک کتاب میں لکھے ہوئے ہونے کے متعلق یہ احادیث ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں' یا رسول اللہ! سوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں' جو کتاب آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں جنت والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں' پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اور اس میں نہ کبھی اضافہ کیا جائے گا اور نہ کبھی کمی کی جائے گی' پھر آپ کے بائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی' اس کے متعلق فرمایا: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے' اس میں دوزخ والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں' پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے' نہ ان میں اضافہ ہوگا نہ ان میں کمی ہوگی' آپ کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! جب سب کاموں سے فراغت ہو چکی ہے تو عمل کس میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک اور صحت کے قریب کام کرتے رہو کیونکہ جو شخص جنتی ہے اس کا خاتمہ جنت والوں کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی عمل کرتا رہے' اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی عمل کرتا رہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کتابوں کو گرا دیا' پھر فرمایا: تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۱۴۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیر کو لکھ دیا تھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

بِهٖ عِلْمٌ ۚ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

(کے معبود ہونے) کا انہیں خود بھی کوئی علم نہیں ہے اور ظالموں کا کوئی حامی نہیں ہے ○ ۸۶ اور جب ان پر ہماری واضح

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ

آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو آپ کافروں کے چہروں پر ناگواری کو پہچان لیتے ہیں ۸۷ لگتا ہے کہ

يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ

وہ ہماری آیتیں تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر بیٹھیں گے آپ کہیے: کیا میں تم کو

مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ

اس سے بھی زیادہ بری خبر دوں وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کفار سے وعدہ کیا ہے اور وہ

الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ

برا ٹھکانا ہے ○ ۸۸ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو بے شک

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا

اللہ کو چھوڑ کر تم جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو وہ سب مل کر بھی ہرگز ایک مکھی کو (بھی) پیدا نہیں

لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ

کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ اس سے واپس نہیں لے سکتے ۸۹ طالب

الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور مطلوب دونوں کم زور ہیں ○ ۹۰ انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا بے شک اللہ

لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ

نہایت قوی بے حد غالب ہے ○ ۹۱ اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے اور انسانوں

ع ۸ / ۱۶

و۸۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں' ان کی یہ عبادت کسی سمعی دلیل پر مبنی نہیں ہے' اس کے بعد فرمایا: اور انہیں خود بھی اس کا علم نہیں ہے یعنی ان کی یہ عبادت کسی عقلی دلیل پر بھی مبنی نہیں ہے' پس ان کا بتوں کی عبادت کرنا اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر مبنی ہے یا جہالت پر مبنی ہے یا کسی کمزور شبہ پر' سو ہر صورت میں ان کا بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بھی کافر کو خود اپنے کافر ہونے کا علم نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اندھی تقلید کرنا باطل ہے و۸۷ ان آیات سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جن پر ہماری آیات بینات کی تلاوت کی جاتی ہے' کیونکہ یہ آیات دلائل عقلیہ اور احکام کو متضمن ہیں' اس لیے یہ آیات بین اور واضح ہیں اور یہ بتایا کہ ان کی جہالت اس درجہ پر پہنچ چکی ہے کہ جب ان کو ان دلائل پر متنبہ کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے سے ناگواری اور غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے و۸۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو وہ قرآن پڑھنے والے کو غصہ میں آ کر سختی سے پکڑنے کا ارادہ کرتے ہیں' کفار جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سرکشی کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا نقشہ کھینچا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں یہ وعید سنائی' فرمایا: آپ کہیں: میں تم کو اس سے بھی زیادہ بُری خبر دوں' یعنی تم کو ایسی خبر دوں جو تمہاری ناگواری کو اور تمہارے غیظ و غضب کو اور زیادہ بڑھائے' جس سے تم اور زیادہ بپھر جاؤ اور پھٹ پڑو اور وہ یہ کہ تم اپنے بُرے عقیدہ اور بُرے اعمال کی وجہ سے اور قرآن مجید کی آیات سن کر غیظ و غضب میں آنے کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم غصہ میں آ کر زیادہ سے زیادہ قرآن مجید پڑھنے والے کو ہلاک کر دو گے اور پھر قرآن پڑھنے والا جنت میں جائے گا اور ہمیشہ جنت میں رہے گا اور تم دوزخ میں داخل ہو گے اور ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہو گے و۸۹ اس جگہ ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے' اس کے بعد مثال میں بیان فرمایا کہ یہ بت ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ اس سے اس چیز کو واپس نہیں لے سکتے' حالانکہ یہ جو ذکر فرمایا ہے یہ کوئی ضرب المثل نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا کہ ایک مثال بیان کی جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مثال کسی عجیب و غریب نکتہ پر مبنی ہوتی ہے اور اس آیت میں جو مثال بیان کی گئی ہے' یہ بھی ایک عجیب و غریب امر پر مبنی ہے' اس لیے اس کو مثال قرار دینا صحیح ہے' فرمایا ہے کہ یہ سب مل کر ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے اور جب سب بت مل کر مکھی کو نہیں پیدا کر سکتے تو ایک بت تو بہ طریق اولیٰ مکھی کو پیدا نہیں کر سکتا جب کہ یہ ایک بت کی بھی عبادت کرتے ہیں ف۹۰ طالب اور مطلوب کے تعین میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ بت طالب ہیں مکھی مطلوب ہے' کیونکہ بت مکھی کو پیدا کرنا چاہتے ہیں یا اس سے چھینی ہوئی چیز واپس لینا چاہتے ہیں' اور دوسرا قول یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والا طالب ہے اور خود بت مطلوب ہیں۔ بعض لوگ شرک کی نفی کرنے اور توحید کے اثبات میں حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احترام کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور یہ آیت جو بتوں کی اور ان کی پرستش کرنے والوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے' اس کو انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کرتے ہیں' یہ بہت خطرناک اور توہین آمیز طریقہ ہے اور خوارج سے بھی بدتر طریقہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر قرار دیتے اور فرماتے تھے: جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں' یہ ان کو مؤمنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری' کتاب استتابۃ المرتدین' باب قتل الخوارج والملحدین) کفار کی آیات کو مؤمنوں پر چسپاں کرنے والے جب مخلوق میں سب سے بدتر ہیں تو ان کی بُرائی اور بدعقیدگی کا کیا عالم ہو گا و۹۱ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہیں کی' جس طرح تعظیم کرنے کا حق تھا کیونکہ بت جو انتہائی کمزور اور گھٹیا ہیں' انہوں نے ان کو استحقاق عبادت میں اللہ کا شریک بنا دیا' اور اللہ تعالیٰ قوی ہے' اس کے لیے کوئی کام کرنا مشکل نہیں ہے اور وہ غالب ہے کیونکہ کوئی شخص اور کوئی چیز اس کا مقابلہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ یہ آیت یہودیوں میں سے مالک بن الصیف' کعب بن اشرف اور کعب بن اسد وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو بنانے کے بعد تھک گیا' پھر وہ لیٹ

النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ

میں سے، بے شک اللہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہےO وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے

مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گےO ۹۲ اے ایمان والو!

ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ

رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کے کام کرو

تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ السجدة وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

تاکہ تم کامیاب ہوO ۹۳ اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے ۹۴ اسی نے تم کو

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ

برگزیدہ بنایا ہے اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ۹۵ (یہ) تمہارے باپ ابراہیم ۹۶

اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا

کی ملت ہے، اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے ۹۷ اور اس (قرآن)

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

میں تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ

النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ

ہو جاؤ ۹۸ پس تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو ۹۹ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو وہی

مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع

تمہارا مالک ہے تو کیسا اچھا مالک ہے اور کیسا اچھا مددگار ہےO

گیا اور ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر آرام کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۵۲) تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' اسی طرح حسب ذیل آیت بھی ان کے رد میں نازل ہوئی: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍO" (ق:۳۸) اور بے شک ہم نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' ان سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہم کو تھکاوٹ نے چھوا تک نہیںO یہ تمام شبہات اس وقت پیدا ہوتے ہیں' جب اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے مشابہ مانا جائے اور جب یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور کوئی چیز اس کی مثال نہیں ہے' تو پھر کوئی اشتباہ نہیں ہوتا' پس اللہ سبحانہ عزیز اور غالب ہے' وہم اس کا تصور نہیں کر سکتا اور فکر اس کا اندازہ نہیں کر سکتی اور عقل اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتی' زمانہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا' جہات اس کی تحدید نہیں کر سکتیں' وہ صمدی الذات اور سرمدی الصفات ہے ف۹۲ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے اور جو کچھ دنیا میں بعد میں ہوگا' یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے اور جو کچھ آخرت میں ہوگا' پھر فرمایا: اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے' اس میں بتایا کہ وہ اپنی حاکمیت میں منفرد ہے اور لوگوں کو اپنی نافرمانی سے ڈرایا ہے ف۹۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین احکام بیان فرمائے ہیں: (۱) نماز' اس پر "واسجدوا" دلالت کرتا ہے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک نماز کا افضل ترین رکن سجدہ ہے' اور رکوع اور سجود نماز کے ساتھ مختص ہیں' حتیٰ کہ رکوع اور سجود نماز کے قائم مقام ہیں (۲) دوسرے حکم کا ذکر ہے: اور تم اپنے رب کی عبادت کرو' اور اس کے کئی محمل ہیں: (ا) تم اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے غیر کی عبادت نہ کرو (ب) جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے' ان سب کاموں میں اپنے رب کی عبادت کرو (ج) رکوع اور سجود اور باقی اطاعت کو بہ طور عبادت کرو کیونکہ فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں ہے جب تک کہ ان افعال میں عبادت کا قصد نہ کیا جائے کیونکہ عبادت سے ہی ثواب کا دروازہ کھلتا ہے (۳) اور نیکی کے کام کرو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد ہے: صلہ رحم اور دوسرے اچھے اخلاق ف۹۴ اس کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ جہاد کرنا ہے' یعنی یہ جہاد دنیا کے لیے کیا جائے نہ ناموری کے لیے نہ مال غنیمت کے حصول کے لیے' صرف اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی رضا کے حصول کے لیے جہاد کیا جائے (۲) جس طرح ابتداءً جہاد کیا گیا ہے' اسی طرح انتہاءً بھی جہاد کیا جائے' کیونکہ ابتداءً جو جہاد کیا جاتا ہے' وہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور اس میں مسلمان نسبتاً زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اس طرح جہاد کرو جس طرح تم نے پہلی بار جہاد کیا تھا۔ (جامع البیان: ۱۹۲۰۱) ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا' تم اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ (جامع البیان: ۱۹۲۰۲) ف۹۵ حضرت ابوہریرہ نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے ہم سے کون سی تنگی اور حرج کو دور کیا ہے' انہوں نے کہا: بنو اسرائیل پر جو مشکل احکام تھے' ان کا بوجھ تم سے اتار دیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۰۳۳) ف۹۶ اس آیت میں حضرت ابراہیم کو تمام مسلمانوں کا باپ فرمایا ہے' حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مسلمانوں کے باپ نہیں ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے باپ ہیں اور آپ اپنی تمام امت کے لیے بہ منزلہ باپ ہیں' کیونکہ باپ اولاد کی حیات کا سبب ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی حیات ابدیہ کا سبب ہیں اور اخروی حیات کا سبب ہیں اور وہی حیات لائق شمار اور قابل ذکر ہے ف۹۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قتادہ' مجاہد اور ضحاک نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۷۱) ف۹۸ یہ آیت اس بات میں قطعاً نص صریح ہے کہ نبی ﷺ تمام مسلمانوں کے اوپر شاہد اور گواہ ہیں' اور شہادت میں اصل یہ ہے کہ واقعہ کا مشاہدہ کر کے گواہی دی جائے اور بغیر علم کے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور جب رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کے اعمال پر شاہد اور گواہ ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ کو تمام مسلمانوں کے اعمال کا علم ہو' اور اگر کچھ روایات اس کے خلاف ہوں تو اگر ان کی توجیہ ممکن ہو تو ان کی توجیہ کی جائے گی' ورنہ اس نص قطعی کے (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱۸ — رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۃ المؤمنون مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں چھ رکوع ہیں

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾

بے شک ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی ○ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں ○ ۱

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ

اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں ○ ۳ اور جو اپنا باطن صاف کرنے

فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى

والے ہیں ○ ۴ اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ سوا اپنی

اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ

بیویوں کے یا باندیوں کے سو بے شک ان میں وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں ○ اور جس نے

ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا سو وہی لوگ (اللہ کی حدود سے) تجاوز کرنے والے ہیں ○ ۵ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں

وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ

اور عہد کی پاس داری کرنے والے ہیں ○ ۶ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں ○ وہی

هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

لوگ وارث ہیں ○ جو (جنت) فردوس کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ ۷

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ○ پھر ہم نے اس کو

سورۃ المؤمنون: ف۱ ابن فارس نے کہا: ''خشوع'' کا صرف ایک معنی ہے: جھکنا اور پست ہونا' جب کوئی شخص جھک جائے اور سر کو جھکا لے تو کہا جاتا ہے: ''خشع فلان'' اور یہ لفظ ''خضوع'' کے قریب المعنی ہے' مگر بدن کے ساتھ عاجزی اور ذلت کے ساتھ اطاعت اور فرماں برداری کرنے کو ''خضوع'' کہتے ہیں اور ''خشوع'' بدن' آواز اور بصر سب میں عام ہے' بدن کو جھکانا' پست آواز سے بات کرنا' نظر جھکانا یہ سب ''خشوع'' ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ'' (القلم: ۴۳) درآں حالیکہ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے: ''وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ'' (طٰہٰ: ۱۰۸) اور رحمٰن کے لیے آوازیں پست ہوگئیں۔ (مقاییس اللغۃ لابن الفارس ج ۲ ص ۱۸۲) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب صحابہ نمازیں پڑھتے تھے تو اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے' اپنی نظریں جھکا کر سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور ان کو یقین ہوتا تھا کہ اللہ ان کی طرف متوجہ ہے اور وہ دائیں بائیں التفات نہیں کرتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۸۴) خشوع کے متعلق تفصیلی اور تحقیقی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۷ ص ۳۴۲ تا ۳۵۳ میں ملاحظہ فرمائیں ف۲ وہ کام یا وہ بات جو ساقط کرنے کے لائق ہو (یعنی قابل شمار نہ ہو) اس کو لغو کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۴ ص ۲۲۲) حدیث میں ہے: ''من قال لصاحبه والامام يخطب صه فقدلغا'' (صحیح البخاری: ۹۳۴) امام کے خطبہ جمعہ کے دوران جس نے اپنے ساتھی سے کہا: خاموش رہو اس نے لغو بات کی' نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''من مس الحصي فقدلغا۔ (صحیح مسلم: ۸۵۷) جس نے (نماز جمعہ میں) کنکریوں کو چھوا' اس نے لغو کام کیا ف۳ ابو مسلم نے کہا: ہر پسندیدہ اور مستحسن فعل کو زکوٰۃ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○'' (الاعلیٰ: ۱۴) جس نے اپنے باطن کو صاف کرلیا وہ کامیاب ہوگیا ○ ''فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ'' (النجم: ۳۲) تم اپنی تعریف اور تحسین نہ کرو۔ اس آیت میں زکوٰۃ کا یہی معنی مراد ہے' زکوٰۃ کا دوسرا معنی ہے: بہ قدر نصاب مال پر جب ایک سال گزر جائے تو اس میں سے اڑھائی فیصد مال نکال کر فقراء اور مساکین کو دینا' اس آیت سے زکوٰۃ کا یہ معنی مراد نہیں کیونکہ اس معنی میں زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اور یہ سورت مکی ہے' اس کا معنی یہی ہے کہ وہ اچھے اور نیک کام کرتے ہیں ف۴ اس آیت میں بیویوں اور باندیوں کے ماسوا سے جنسی لذت حاصل کرنے کو حرام فرمایا ہے' اس سے عمل قوم لوط یعنی مردوں کا مردوں سے جنسی عمل کرنا یا عورتوں کا عورتوں سے جنسی لذت حاصل کرنا بھی حرام ہے' اسی طرح کوئی شخص اپنے ہاتھ سے یا اپنی ران سے رگڑ کر منی نکالے' یہ بھی اس آیت سے حرام ہے ف۵ ''عہد'' کا معنی ہے: قول' اقرار' پیمان اور معاہدہ وغیرہ' علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ کسی چیز کی حفاظت اور اس کی بہ تدریج رعایت کرنے کو عہد کہتے ہیں اور جس چیز کا عہد کیا جائے اس کو پورا کرنا لازم ہے' قرآن مجید میں ہے: ''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ○'' (بنی اسرائیل: ۳۴) اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا ○ عہد کی کئی قسمیں ہیں: (۱) اللہ کا عہد کبھی ہماری عقلوں میں مرکوز اور ہماری فطرت میں پیوست ہوتا ہے' جیسے اللہ پر ایمان لانے کا عہد ہماری عقلوں میں مرکوز ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی وساطت سے کتاب اور سنت کے ذریعہ ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس کے تمام احکام پر عمل کریں گے (۳) کبھی کوئی عبادت ابتداءً ہم پر لازم نہیں ہوتی' ہم نذر مان کر اس عبادت کو اپنے اوپر فرض کر لیتے ہیں' یہ نذر بھی ہمارا عہد ہے (۴) دو عقد کرنے والے آپس میں کوئی بات طے کر لیتے ہیں اور اس کو وثیقہ یا اسٹامپ پیپر پر لکھ لیتے ہیں (۵) مسلمان حکومتیں کافر حکومتوں سے باہمی دلچسپی کا کوئی معاملہ طے کرلیتی ہیں مثلاً تجارت' یا صنعت وحرفت اور ثقافت سے متعلق اُمور (۶) مسلمان حکومتیں اہل کتاب سے جزیہ لے کر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتی ہیں' اس کو بھی عہد کہتے ہیں۔ عہد کی ان تمام قسموں کا پورا کرنا لازم ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۵۵ ملخصاً وموضحاً) ف۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ نماز کو اپنے وقت پر پڑھ لیتے ہیں اور نماز کو ضائع نہیں کرتے اور نماز کے وقت میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے' اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ جو لوگ نماز کو دائماً پڑھتے ہیں۔

نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ

نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا○ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر ہم نے اس جمے

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ

ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا' پھر ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں بنا دیا' پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پہنا دیا' پھر

اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان پیدا کر دیا' پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے○ پھر اس کے بعد

بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ

تم (سب) ضرور مرنے والے ہو○ پھر یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے○ بے شک اور بے شک

خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾

ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے ۸ اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں ○ ۹

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا

اور ہم نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے پانی نازل کیا' پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا اور بے شک

عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ

ہم اس کو (بہا کر) لے جانے پر بھی قادر ہیں ○ ۱۰ پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لیے کھجور

وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً

اور انگور کے باغات اگائے جن میں تمہارے لیے بہ کثرت پھل ہیں اور جن سے تم کھاتے ہو ○ ۱۱ اور وہ درخت

تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾

(زیتون) پیدا کیا جو طور سیناء سے نکلتا ہے جو تیل لگاتا ہے اور کھانے والوں کا سالن ہے ○ ۱۲

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے' جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے' میں نے پوچھا کہ اس صورت میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے وقت میں پڑھ لو' پھر اگر نماز میں تم ان سے مل جاؤ تو پڑھ لو' یہ تمہاری نفل نماز ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۱) اور ان تمام صفات کو اختیار کرنے والے جنت کے وارث ہوں گے' بالخصوص جنت الفردوس کے وارث ہوں گے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے' ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو (جنت) الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا اوسط ہے اور سب سے بلند درجہ ہے' اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اس سے جنت کے دریا نکلتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۰) وقف لازم

ف۷ ان آیتوں میں انسان کی تخلیق کے جو مراحل بیان کیے گئے ہیں' حدیث میں بھی اسی طرح انسان کی تخلیق کے مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اور آپ صادق و مصدوق ہیں: بے شک تم میں سے کسی ایک کی خلقت کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رکھا جاتا ہے' پھر چالیس دن تک وہ جما ہوا خون ہوتا ہے' پھر چالیس دن میں وہ گوشت بن جاتا ہے' پھر اللہ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: وہ اس کا رزق لکھتا ہے' اس کی موت و حیات لکھتا ہے' اس کا عمل لکھتا ہے اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے' پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! تم میں سے کوئی شخص اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر کتاب (تقدیر) سبقت کرتی ہے' وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے' اور تم میں سے کوئی شخص اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر کتاب (تقدیر) سبقت کرتی ہے اور وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۴۳) ف۸ اس آیت میں راستوں کے لیے ''طرائق'' کا لفظ ہے' یہ ''طریقۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: راستہ' یہاں اس سے مراد آسمان ہیں' عربی میں اوپر تلے کی چیزوں کو بھی ''طریقۃ'' کہتے ہیں' آسمان بھی اوپر تلے ہیں' اس لیے انہیں ''طرائق'' فرمایا ف۹ یعنی ہم آسمانوں کو پیدا کر کے زمین کی مخلوق کی مصلحتوں اور ان کی زندگی سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم ان کی تدبیر اور ان کا انتظام کرتے رہتے ہیں ف۱۰ یعنی نہ اتنا زیادہ پانی نازل کیا کہ تمام زمین والے سیلاب اور طوفانوں کی زد میں آ جائیں اور نہ اتنا کم کہ وہ زمین کی پیداوار اور دیگر ضروریات کے لیے کافی نہ ہو' اور فرمایا: پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا یعنی یہ تدبیر کی کہ تمام پانی نازل ہو کر فوراً بہہ کر ختم نہ ہو جائے بلکہ ہم نے چشموں' نہروں' دریاؤں اور کنوؤں کی صورت میں اس پانی کو محفوظ کر دیا' تا کہ جن دنوں میں بارشیں نہ ہوں یا جن علاقوں میں بارشیں کم ہوتی ہیں اور وہاں پانی کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے' ان دنوں میں اس ذخیرہ کیے ہوئے پانی کو حاصل کر لیا جائے ف۱۱ انگور شیریں اور لذیذ پھل ہے' زود ہضم ہے' اس کا مزاج گرم تر ہے' اس میں غذائیت بہت ہوتی ہے' خون صالح پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے' زیادہ مقدار میں کھانے سے اسہال ہوتے ہیں' خون کی کمی کے لیے یہ بہت عمدہ غذا ہے' روزانہ آدھ پاؤ میٹھا انگور کھانے سے خون بڑھتا ہے' جب انگور دستیاب نہ ہوں تو کشمش کھانی چاہیے ف۱۲ زیتون کا روغن بہ طور تیل استعمال ہوتا ہے اور اس کا پھل کھایا جاتا ہے۔ سالن کو ''صبغ'' فرمایا ہے کیونکہ ''صبغ'' کے معنی رنگنا ہیں اور روٹی سالن میں ڈوبنے اور بھیگنے کے بعد گویا رنگی جاتی ہے' طور سیناء کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ اس کا قرب و جوار زیتون کی پیداوار کے لیے بہت زرخیز علاقہ ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ

اور تمہارے لیے چوپایوں میں ضرور مقام غور ہے' ہم تمہیں ان میں سے وہ (دودھ) پلاتے ہیں ١٣ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور

فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

تمہارے لیے ان میں بہت زیادہ فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ○ اور ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تم سوار

تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ؒ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

کیے جاتے ہو ○ ١٤ اور بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ

عبادت کرو' اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں ہے' تو کیا تم نہیں ڈرتے ○ ١٥ پس ان کی قوم کے کافر

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

سرداروں نے کہا: یہ تو محض تمہاری مثل بشر ہے جو تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا

عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا

چاہتا ہے اور اگر اللہ کسی کو (پیغام دے کر) بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا' ہم نے تو اس بات کو اپنے پہلے باپ دادا

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى

میں سے کسی سے نہیں سنا ○ ١٦ یہ تو صرف ایک مجنون آدمی ہے' سو تم اس کو ایک معین میعاد

حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ

تک ڈھیل دو ○ نوح نے دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ یہ میری تکذیب کر رہے ہیں ○ پس ہم نے ان کی طرف

اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

وحی کی کہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے موافق کشتی بنائیں' پھر جب ہمارا عذاب آنے لگے اور تنور جوش میں آجائے

ع ٢٢

ف١٣ انسان کے لیے دودھ بہترین غذا ہے' اس میں گوشت' ہڈی اور خون پیدا کرنے کے تمام ضروری اجزاء موجود ہیں' اور یہ بیماری کے لیے شفاء بھی ہے۔ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جو بیماری رکھی ہے اس کے لیے شفاء بھی رکھی ہے' تم گائے کے دودھ کو لازم رکھو۔ (مسند احمد: ٦: ١٩٠٣٢)

ف١٤ یعنی ہم نے تم کو مویشیوں کا مالک اور ان پر متصرف بنا رکھا ہے' تم ان کا گوشت کھاتے ہو اور ان پر سواری کرتے ہو اور ان سے اور طرح طرح کے فوائد حاصل کرتے ہو' یہ تمہاری خشکی کی سواریاں ہیں' پھر تمہارے لیے دریاؤں اور سمندروں میں سفر کرنے کے لیے الگ سواریاں بنائی ہیں' کیا ان تمام نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے باوجود اب بھی تمہارے دل میں اس مالک' رازق اور منعم پر ایمان لانے اور اس کا شکر ادا کرنے کی تحریک پیدا نہیں ہوتی

ف١٥ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت مبعوث کیا' جب بتوں کی عبادت اور شیطان کی اطاعت شروع ہو چکی تھی اور لوگ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو بندوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا' وہ لوگوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور ان کو غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتے تھے اور حضرت نوح کے پہلے رسول ہونے کا بیان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث شفاعت میں ہے۔ قیامت کے دن لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں۔ (صحیح البخاری: ٤٧١٢)

ف١٦ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اپنی جنس میں سے ایک انسان کے رسول بنانے کو مستبعد خیال کرتی تھی اور اس پر تعجب کرتی تھی۔ ان کے استبعاد اور تعجب کی حسب ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں: (١) رسول بھیجنے کا مقصد چند احکام کا مکلف کرنا ہے اور اس تکلیف سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ نفع اور ضرر سے پاک ہے اور نہ بندہ کو اس سے کوئی فائدہ ہے کیونکہ ان احکام کی وجہ سے وہ اس دنیا میں مشقت میں مبتلا ہوتا ہے اور ان احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے آخرت میں ثواب کا حصول متوقع ہے' تو اللہ تعالیٰ ان احکام کا مکلف کیے بغیر بھی ثواب پہنچانے پر قادر ہے تو پھر ان احکام کا مکلف کرنا عبث ہوگا اور اللہ تعالیٰ عبث کام سے پاک ہے' لہٰذا کسی رسول کی بعثت باطل ہوگئی' کیونکہ رسول صرف احکام پہنچانے کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے (٢) اگر احکام کے مکلف کیے جانے کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی رسول کا بھیجنا غیر ضروری ہے کیونکہ رسول اچھے کاموں کا حکم دے گا اور بُرے کاموں سے روکے گا اور اچھائی اور بُرائی کے لیے عقل کافی ہے' سو جو کام عقل کے نزدیک اچھا ہوگا اس کو ہم کریں گے اور جو بُرا کام ہوگا اس کو ترک کر دیں گے' پھر کسی رسول کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے (٣) اگر یہ مان لیا جائے کہ رسول کا بھیجنا ضروری ہے تو پھر کسی فرشتے کو بھیجنا چاہیے' کیونکہ ان کی ہیبت زیادہ سخت ہوگی اور ان کی پاکیزگی زیادہ اکمل ہوگی' ان کا کھانے پینے سے مستغنی ہونا معلوم ہے اور ان کا گناہوں سے معصوم ہونا اور جھوٹ سے دور ہونا محقق ہے۔

قوم نوح کے ان اشکالات کا جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی نیکی سے فائدہ اور کسی کی بُرائی سے کوئی نقصان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سخت احکام کا مکلف کیا تاکہ اس کے حکم پر عمل کرنے والوں کو ثواب اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب ہو اور اس سے اس کا فضل اور عدل ظاہر ہوگا۔ وہ رحیم و کریم بھی ہے اور قہر و غضب کرنے والا بھی ہے اور ان احکام کی تکلیف اور رسولوں کی بعثت سے اس کی ان صفات کا ظہور ہوگا۔ عقل تمام احکام کے حسن اور قبح کا ادراک نہیں کر سکتی اور عقل یہ معلوم نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کے اوقات اور طریقوں کو محض عقل سے نہیں جانا جا سکتا' اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی رسول بھیجے جو بندوں کو یہ بتائے کہ اللہ تعالیٰ کس فعل سے راضی ہوتا ہے اور کس فعل سے ناراض ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو رسول بنا دیتا تو لوگ ان سے کیسے استفادہ کرتے' وہ ان کو دیکھ سکتے تھے نہ ان کا کلام سن سکتے تھے اور چونکہ فرشتے اور انسان الگ الگ جنس ہیں تو فرشتوں کے افعال انسانوں کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتے۔

فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ
تو آپ ہر جنس کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا اس (کشتی) میں بٹھا لیں اور اپنے اہل کو بھی اس میں سوار کر لیں
عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ إِنَّهُمْ
سوا ان کے جن کے متعلق پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اور ان ظالموں کے متعلق آپ مجھ سے سفارش نہ کیجئے گا' بے شک
مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ
وہ ضرور غرق کیے جائیں گے O وےا پھر جب آپ اور آپ کے اصحاب اطمینان سے کشتی میں سوار ہو جائیں تو آپ کہیں کہ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ
تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی O اور آپ کہیں: اے میرے رب!
أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
مجھے برکت والی زمین پر اتارنا اور تو (ہی) سب سے بہتر اتارنے والا ہےO بے شک اس قصہ میں ہماری (معرفت کی)
وَّإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾
ضرور نشانیاں ہیں ۱۸ اور ہم ضرور (بندوں کو) آزمانے والے ہیںO پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور زمانہ کے لوگ پیدا کیےO وا۱۹
فَأَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ
پس ہم نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا و۲۰ (جس نے کہا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہاری عبادت کا
غَيْرُهٗ ۚ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
اور کوئی مستحق نہیں' تو کیا تم نہیں ڈرتے O اور رسول کی قوم کے وہ کافر سردار جنہوں نے
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَأَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ إِلَّا
آخرت کی ملاقات کی تکذیب کی تھی اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں فراوانی عطا فرمائی تھی' (وہ) کہنے لگے: یہ رسول

وےا حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرنے کے بعد بالآخر قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر دعا کی: ''فَدَعَا رَبَّهٗٓ أَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْO'' (القمر:۱۰) سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مظلوم ہوں تو ان سے میرا انتقام لےO ''وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًاO إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًاO'' (نوح: ۲۶-۲۷) اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑO بے شک تو نے اگر انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گم راہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بدکار شدید کافر ہی ہو گیO اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی اور فرمایا: میری آنکھوں کے سامنے یعنی میری نگرانی اور ہدایت کے مطابق کشتی تیار کریں اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ حیوانات' نباتات اور ثمرات میں سے ہر ایک کا' ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) کشتی میں رکھ لیں تاکہ سب کی نسل باقی رہے اور جن لوگوں کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے ان کو ہلاک کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے جیسے حضرت نوح کی بیوی اور ان کا بیٹا' تو ان میں سے کسی کی بھی سفارش نہ کریں' اور کشتی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ظالموں کو غرق کر کے ان سے نجات عطا فرمائی' اور یہ دعا کریں کہ کشتی خیر و عافیت کے ساتھ کنارے لگ جائے

ع ۲/۱۰

وا۱۸ حضرت نوح علیہ السلام کی جو سرگزشت بیان کی گئی ہے کہ اہل ایمان کو نجات دی گئی اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا' اس میں یہ نشانیاں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام' اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام لے کر آتے ہیں اس میں وہ سچے ہوتے ہیں' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب حق اور باطل میں کشمکش ہو تو وہ ایک مدت تک ڈھیل دیتا ہے' پھر وقت مقرر پر کفار کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ان پر عذاب نازل فرما کر ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور وہ انبیاء کرام اور رسل عظام کے ذریعہ سے اس طرح کی آزمائش کرتا رہتا ہے وا۱۹ یعنی نوح علیہ السلام کے بعد پھر بہت قومیں دنیا میں ہوئیں' جن میں رسول بھی مبعوث ہوئے' جن کی مخالفت کی وجہ سے وہ قومیں ہلاک ہوئیں' اسی طرح موجودہ کفار جو آپ کی مخالفت کر رہے ہیں' ان پر بھی ویسا ہی عذاب آ سکتا ہے و۲۰ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: ''وَاذْكُرُوْٓا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً'' (ہود:۶۹) اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا جانشین بنا دیا اور تمہاری جسامت کو بڑھا دیا۔

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝۳۳

صرف تمہاری مثل بشر ہے یہ ان ہی چیزوں میں سے کھاتا ہے جن سے تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں سے پیتا ہے جن سے تم پیتے ہو O ف۲۱

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۳۴ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ

اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے O ف۲۲ کیا یہ رسول تم سے

اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝۳۵ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ

یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے O جس کا تم سے وعدہ

لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝۳۶ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا

کیا گیا ہے (اس کا پورا ہونا) بہت دور ہے بہت دور ہے O ف۲۳ ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۳۷ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ

ہم (قبروں سے) اٹھائے نہیں جائیں گے O یہ رسول تو صرف اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے

مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۸ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝۳۹ قَالَ عَمَّا

والے نہیں ہیں O رسول نے دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے O اللہ نے فرمایا:

قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝۴۰ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ

تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ یہ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے O بالآخر تقاضائے عدل کے مطابق ان کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا ف۲۴

غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا

پس ہم نے ان کو (ہلاک کر کے) خس و خاشاک بنا دیا سو ظالم لوگوں کے لیے دوری ہو O ف۲۵ پھر ان کے بعد ہم نے اور کئی امتیں

اٰخَرِيْنَ ۝۴۲ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۴۳ ثُمَّ

پیدا کیں O ف۲۶ کوئی امت اپنی مقررہ میعاد سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے O ف۲۷ پھر

ف۲۱ اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات میں قومِ عاد کا ذکر ہے' جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ھود علیہ السلام نے بعثت کے بعد سب سے پہلے وہی پیغام پہنچایا اور اسی دین کی دعوت دی' جو ہر نبی کا اوّلین نصب العین اور ان کے مشن کا سرنامہ رہا ہے۔ ان کی قوم کے سرداروں نے اس طرح ان کے پیغام کو مسترد کر دیا' جس طرح ہر نبی کی قوم کے کافر سردار اپنے اپنے نبیوں کے لائے ہوئے پیغام کو ردّ کرتے رہے ہیں اور ان کی اکثریت ایمان لانے سے محروم رہتی ہے' کیونکہ یہ لوگ بہت مال دار' مضبوط جھتے والے اور اثر و رسوخ والے ہوتے تھے اور پوری قوم ان کے پیچھے چلتی تھی۔ ان کے کفر اور گم راہی کے دو بنیادی سبب تھے' ایک تو ان کا آخرت کے عقیدے پر ایمان نہیں تھا' اور دوسرا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس دنیوی مال و دولت اور سامانِ عیش و عشرت کی فراوانی تھی' چنانچہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے رسول کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ شخص تو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے' یہ اللہ کا رسول کس طرح ہو سکتا ہے' انہوں نے صرف اپنے رسول کی بشریت اور ظاہر حال کو سامنے رکھا اور اس کے دیگر فضائل اور مناقب اور اس کے باطن کی روشنی کی طرف دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں: جس طرح آج بھی ان کے طریقہ پر چلتے ہوئے بہت سے گمراہ فرقے سیدنا محمد ﷺ کی بشریت کو سامنے رکھتے ہیں اور آپ کے بشری تقاضوں کا ذکر کرتے ہیں اور توحید کے پرچار کے نام پر کمالاتِ نبوت اور آپ کے تمام فضائل اور مناقب سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں' اور آپ کی خصوصیات اور شرف و مرتبہ اور آپ کی عزت و وجاہت کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے' وہ نبی کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے دنیا میں پیش کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ سوائے شرعی مسائل کے آپ کو اور کسی چیز کا علم تھا اور نہ کسی کمال کے اظہار کی قدرت تھی' اور وہ آپ کے کمالات کے باب میں ذاتی اور عطائی کے فرق کو بھی تسلیم نہیں کرتے ف۲۲ ان کافر سرداروں نے اپنے متبعین سے کہا: اگر تم نے اپنے جیسے انسان کے دعویٔ نبوت کو تسلیم کر لیا اور اس کی فضیلت اور اس کی برتری کو مان لیا تو تم زبردست نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ ایک بشر دوسرے بشر سے کیوں کر افضل ہو سکتا ہے' یہی وہ مغالطہ ہے' جس کی وجہ سے کافر سرداروں نے اپنے رسولوں کی رسالت کو نہیں مانا حالانکہ اللہ تعالیٰ جس بشر کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے چن لیتا ہے تو وہ اس وحی اور رسالت کی وجہ سے تمام غیر نبی اور غیر رسول انسانوں سے شرف اور مرتبہ میں بہت بلند اور افضل اور اعلیٰ ہو جاتا ہے ف۲۳ ''ھیھات'' اس کا معنی ہے: دوری ہو اور اس کو تاکید کی وجہ سے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے ف۲۴ جب وہ رسول اپنی قوم کے اکابر اور اصاغر کے ایمان لانے اور پیغامِ حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ یہ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے' اس کا محمل یہ ہے کہ ان کی قوم کے سامنے عذاب کی علامات نمودار ہو گئیں' جس کی وجہ سے وہ اپنے نبی کی دعوت قبول نہ کرنے پر پچھتائے اور عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لانا قبول نہیں ہوتا' اس لیے ان کو اپنی ندامت اور حسرت سے کوئی فائدہ نہ ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے برحق عذاب کا ذکر فرمایا کہ ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا' اس چنگھاڑ کے متعلق تین اقوال ہیں: (۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے اوپر ایک زبردست چنگھاڑ ماری اور اس کی وجہ سے وہ مر گئے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس چنگھاڑ سے مراد زلزلہ ہے (۳) حسن نے کہا: چنگھاڑ سے مراد نفس عذاب اور موت ہے ف۲۵ یہ ارشاد لعنت کے منزلہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی خیر سے ان کے لیے دوری ہو' یہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استخفاف اور ان کی توہین کے لیے فرمایا اور ان کے اوپر ایسا عذاب نازل فرمایا' جو ان کے عذاب اخروی پر دلالت کرتا ہے' جس میں یہ نعمتوں' راحتوں اور اجر اور ثواب سے بہت دور ہوں گے ف۲۶ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے زمین کو مکلفین سے خالی نہیں رکھا' ہم نے زمین میں لوگوں کو پیدا کیا اور ان کو مکلف ہونے کی عمر تک پہنچایا حتیٰ کہ وہ متمدن دنیا میں پچھلے لوگوں کے قائم مقام ہو گئے ف۲۷ اس آیت میں ''اجل'' کا لفظ ذکر فرمایا ہے اور جب ''اجل'' کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد موت کا وقت ہوتا ہے' اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر امت کی زندگی اور موت کی ایک میعاد مقرر ہوتی ہے' جو نہ مقدم ہوتی ہے نہ مؤخر' اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے وجود

اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا

ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی سو ہم بعض کو

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

بعض کے بعد لائے اور ہم نے ان سب کو (نیست و نابود کر کے) قصہ کہانی بنا دیا ۲۸ پس ان لوگوں کے لیے دوری ہو جو ایمان نہیں لاتے O

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۴۵﴾

پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا O ۲۹

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ بہت سرکش لوگ تھے O ۳۰ تو وہ کہنے لگے:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا

کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم تو ہماری عبادت کرتی ہے O ۳۱ سو انہوں نے ان دونوں کی

فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ

تکذیب کی تو وہ ہلاک شدہ لوگوں میں سے ہو گئے O اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ

يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى

راہ راست پر آ جائیں O ۳۲ اور ہم نے ابن مریم اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا ۳۳ اور ہم نے ان کو بلند ہموار

رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ

زمین کی طرف پناہ دی جو لائق سکونت تھی اور اس میں چشمے جاری تھے O ۳۴ اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ

اور نیک عمل کرتے رہو بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O ۳۵ بے شک یہ تمہارا دین

سے پہلے جانتا ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے: ''اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O'' (نوح: ۴) بے شک جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جائے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا' کاش! کہ تم جانتے O اس کا معنی یہ بھی ہے کہ جس امت کے ایمان نہ لانے کی بناء پر اس کے عذاب کا وقت مقرر کر دیا ہے' اس امت پر اس وقت سے پہلے عذاب نہیں آ سکتا اور نہ وقت آنے کے بعد اس امت سے عذاب مؤخر ہو سکتا ہے' اور وہ عذاب اس امت کو اس وقت تک جڑ سے نہیں اکھاڑتا' جب تک کہ اللہ کو یہ علم نہ ہو کہ یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور دن بہ دن ان کے عناد میں اضافہ ہوتا رہے گا' اور ان سے کوئی مؤمن نہیں پیدا ہوگا اور ان کو زمین پر زندہ رکھنے میں کسی کے لیے کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان کے ہلاک ہونے سے کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوگا' تو پھر ان کو عذاب بھیج کر ملیامیٹ کر دیا جاتا ہے' جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ''اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا O'' (نوح: ۲۷) بے شک اگر تو نے ان کافروں کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے (دوسرے) بندوں کو گمراہ کریں گے اور یہ صرف بدقماش کافروں کو پیدا کریں گے O

ع ۱۸ / ۳

و۲۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے بعض قوموں کے فنا ہونے کے بعد دوسری بعض قوموں کو پیدا فرمایا اور ہر قوم کی طرف ایک رسول کو مبعوث فرمایا' اور ہر بعد والی قوم اپنے سے پہلی قوموں کی تکذیب کے راستہ پر چل پڑی' جن پر اللہ تعالیٰ انواع و اقسام کے عذاب نازل فرما چکا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ان کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیا' حتیٰ کہ وہ محض ایک قصہ کہانی بن کر رہ گئے و۲۹ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جن نشانیوں کے دینے کا ذکر ہے' ان کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ یہ نو نشانیاں ہیں: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) ٹڈیوں کو نازل کرنا (۴) جوؤں کو نازل کرنا (۵) مینڈکوں کو نازل کرنا (۶) خون کو نازل کرنا (۷) سمندر کو چیر کر بارہ راستے بنانا (۸) قبطیوں پر قحط نازل کرنا (۹) ان کے پھلوں کی پیداوار کو کم کرنا ف۳۰ یعنی ان کو دنیا میں حکومت اور اقتدار دیا گیا تھا اور ان کے پاس مال و دولت کی بہتات تھی اور ان کو بہت قوت اور سطوت حاصل تھی و۳۱ انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ حضرت موسیٰ کی قوم ان کی خدمت اور ان کی غلامی کرتی تھی اور جو شخص کسی کی خدمت کرے' عرب اس کو عبادت سے تعبیر کرتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون الوہیت کا مدعی تھا' اس لیے اس نے یہ کہا کہ لوگ اس کے بندے ہیں اور لوگوں کا اس کی اطاعت کرنا درحقیقت اس کی عبادت کرنا ہے و۳۲ اس کتاب سے مراد تورات ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کتاب اس لیے دی تھی کہ ان کی قوم ہدایت حاصل کرے لیکن جب وہ اس کے باوجود اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے تو پھر وہ بھی سابقہ امتوں کی طرح عذاب کے مستحق ہو گئے و۳۳ حضرت عیسیٰ بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا کیونکہ ان کو بغیر کسی مرد کے پیدا کیا اور پیدا ہوتے ہی پنگھوڑے میں ان کو متکلم بنا دیا' اور ان کے ہاتھ سے مادرزاد اندھوں کو' برص کے مریضوں کو شفاء دی اور مُردوں کو زندہ کیا' اور حضرت مریم کو بھی اپنی نشانی قرار دیا کیونکہ وہ بغیر مرد کے حاملہ ہوئیں اور ان کے پاس بے موسمی پھل آتے تھے و۳۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ رملہ (فلسطین) ہے اور قتادہ اور ابو العالیہ نے کہا: یہ بیت المقدس کی سرزمین ہے' جس کو ایلیاء کہتے ہیں و۳۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم اس کو متضمن ہے کہ ناپاک اور حرام چیزیں نہ کھائی جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ طیب ہے اور وہ سوا طیب اور طاہر چیزوں کے کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ (طاہر کا معنی ہے: وہ چیز فی نفسہ حلال ہو اور طیب کا معنی ہے: وہ چیز حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو) اور بے شک اللہ نے مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے' اس نے فرمایا: ''يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ O'' (المؤمنون: ۵۱) اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O اور فرمایا: ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ'' (البقرۃ: ۱۷۲) اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ پھر آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر طے کر کے آتا

أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

ایک ہی دین ہے ۳۶ اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرو○ ۳۷ پھر لوگوں نے اپنے دین کے امور کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے

زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى

ٹکڑے کرلیا ہر گروہ اسی سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو○ ۳۸ پس (اے رسول مکرم!) آپ ان کو ان کے کفر کی غفلت میں چھوڑ دیں ۳۹

حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ

حتیٰ کہ ان کا وقت آ جائے○ ۴۰ کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جو ان کی مدد کر رہے ہیں○ تو وہ ان کو

لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ

بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے○ ۴۱ بے شک جو لوگ اپنے رب کے

خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾

جلال سے ڈرتے رہتے ہیں○ اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں○

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے○ اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ أُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ

وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کے ساتھ) کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں○ ۴۲ وہ لوگ نیک کاموں

فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں○ ۴۳ اور ہم ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف کرتے ہیں

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ

اور ہمارے پاس ان کا نوشتہ اعمال ہے جو حق کے ساتھ کلام کرتا ہے ۴۴ اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا○ ۴۵ (نہیں نہیں!)

ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلودہ ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟ (صحیح مسلم:۱۰۱۵) ف۳۶ ”امۃ“ کا معنی طریقہ اور دین ہے کہا جاتا ہے: ”فلان لا امۃ لہ“ یعنی اس کا کوئی دین نہیں ہے قرآن مجید میں ہے: ”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ“ یعنی تم اہل دین میں سب سے بہتر ہو۔ (مختار الصحاح ص۲۸) اس آیت کا معنی ہے کہ جس طرح تمام انبیاء کا اس پر اتفاق واجب ہے کہ وہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ کریں اسی طرح ان کا اس پر اتفاق واجب ہے کہ وہ توحید پر قائم رہیں اور گناہوں سے اجتناب کریں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب تمام رسولوں کی شریعتیں مختلف ہیں تو ان کا دین واحد کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین سے مراد وہ اُمور ہیں جن میں ان کا اختلاف نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت رہیں ان کی شریعتیں تو ان میں جو ان کا اختلاف ہے اس کو دین میں اختلاف نہیں کہا جاتا ف۳۷ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں سب کا ایک ہی دین ہے اور اس کی معصیت سے اجتناب میں سب کا ایک ہی دین ہے اور اس میں شریعتوں کے اختلاف کا کوئی دخل نہیں ہے ف۳۸ مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ مشرکین مکہ مجوس یہود اور نصاریٰ نے اور ہر فریق نے جو اپنا نظریہ گھڑ لیا اور اپنی خواہشات کو دین کا جامہ پہنا دیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو نظریہ اپنایا ہے وہ حق ہے اور اس کا مخالف باطل پر ہے ف۳۹ یعنی آپ ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اپنے پیش رو کفار کے حکم میں ہیں اور ان کے کفر اور ان کی سرکشی کے باوجود جو ان سے عذاب مؤخر ہو رہا ہے آپ اس کی پرواہ نہ کریں ف۴۰ اس کا معنی ہے: ان کافروں کو دوزخ میں جانے دیجئے حتیٰ کہ یہ منکر خود اپنی آنکھوں سے عذاب کو دیکھ لیں ف۴۱ یہ امداد تو ان کو صرف کفر میں ڈھیل دینے کے لیے ہے اور ان کو معاصی کی دلدل میں زیادہ کھینچنے کے لیے ہے اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں ان کی زیادہ نیکیوں کا ان کو صلہ مل رہا ہے نہیں نہیں! یہ تو حیوانات اور بہائم کے مشابہ ہیں ان میں کوئی سمجھ اور شعور نہیں ہے کہ یہ اس پر غور کرتے کہ یہ استدراج اور ڈھیل ہے یا ان کی نیکیوں کا انعام ہے ف۴۲ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرمائی تھی اور ان آیتوں میں حسب ذیل پانچ وجوہ سے مؤمنین کی تحسین فرمائی ہے: (۱) مؤمنین اپنے رب سے ڈرتے ہیں (۲) اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں (۳) وہ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اس سے مراد شرک خفی ہے یعنی وہ ریاکاری نہیں کرتے اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں کسی کو دکھانے اور سنانے کے لیے اللہ کی عبادت نہیں کرتے (۴) اور جب وہ کچھ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں تو خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ”وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ“ (المؤمنون:۶۰) کیا اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اے صدیق کی بیٹی! اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔ (سنن الترمذی:۳۱۷۵) ف۴۳ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت رغبت اور اہتمام سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں یہ عبادت اپنے وقت سے مؤخر نہ ہو جائے اور کہیں اس عبادت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے اور یہ کہ دوسرے لوگوں سے پہلے نیکی کرنا چاہتے ہیں ف۴۴ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلص مؤمنوں کی صفات کا اور ان کے اعمال کی کیفیات کا ذکر فرمایا تھا اور اب بندوں کے احکام میں سے دو حکم بیان فرمائے ہیں ایک حکم یہ ہے کہ وہ لینے کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کا مکلف نہیں کرتا اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک کتاب میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور کتاب حق کے ساتھ کلام کرتی ہے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: ”هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○“ (الجاثیہ:۲۹) یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے خلاف سچ سچ بتا رہی ہے بے شک تم جو بھی عمل کرتے رہے تھے ہم اس کو لکھوا رہے تھے○ ف۴۵ ظلم اس طرح متصور ہوسکتا ہے کہ ان کو ان کے جرم سے زیادہ سزا

فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا

بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں و۴۶ اور اس کے سوا ان کے اور (بھی) بُرے اعمال ہیں جن کو وہ

عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾

کرنے والے ہیں O و۴۷ حتیٰ کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے و۴۸ تو وہ بلبلانے لگیں گے O

لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

آج مت بلبلاؤ' بے شک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی O و۴۹ بے شک اس سے پہلے میری آیتیں

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا

تم پر تلاوت کی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے O اس پر تکبر کرتے ہوئے و۵۰ اس قرآن کو

تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ

افسانہ کہہ کر بکواس کرتے ہوئے O و۵۱ آیا انہوں نے اللہ کے کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آگئی تھی جو ان کے پہلے

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ

باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی O و۵۲ یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے O و۵۳ یا

يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

وہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو جنون ہے! (نہیں نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو

كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

ناپسند کرتے ہیں O و۵۴ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو تمام آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں وہ سب

وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

ہلاک ہو جاتے و۵۵ (نہیں نہیں!) بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں' سو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں O

دی جائے یا ان کو ان کی نیکی سے کم ثواب دیا جائے یا ان کو اس جرم کی سزا دی جائے جو انہوں نے نہیں کیا' یا ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف کیا جائے' اور اس قسم کا ظلم وہی کر سکتا ہے جو بندوں کی طاقت سے بے خبر ہو' یا بندوں کے کیے ہوئے کاموں اور اس پر مرتب ہونے والی سزا یا جزا سے لاعلم ہو' اور اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا علم مخفی نہیں ہے اور اس کا بے خبر ہونا محال ہے' اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی بندے کا کوئی حق نہیں ہے' اجر و ثواب دینا اس کا فضل ہے اور گناہوں پر گرفت کرنا اور سزا دینا اس کا عدل ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی طرح بھی ظلم کا تصور نہیں ہو سکتا و۴۶ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دل حیرت میں ہیں اور قرآن کے معانی سے اندھے پن اور حجاب میں ہیں و۴۷ قتادہ اور مجاہد نے کہا: حق کے انکار کے علاوہ ان کے اور بھی گناہ ہیں' اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ خالق کا کفر کرنے کے علاوہ' انہوں نے مخلوق پر ظلم بھی کیا ہے و۴۸ اس گرفت سے مراد وہ عذاب ہے جو جنگ بدر کے دن شکست کی صورت میں ان پر نازل ہوا' ان کے ستر افراد قتل کیے گئے اور ستر افراد قید کیے گئے اور باقی افراد پسپا ہو کر ذلت کے ساتھ الٹے پاؤں بھاگے و۴۹ "یجئرون" کا معنی ہے: وہ زور سے چیخیں گے اور فریاد کریں گے' "جوار" کا اصل معنی ہے: بیل کی طرح گڑگڑ کر آواز نکالنا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تم مت بلبلاؤ' تم سے عذاب دور نہیں کیا جائے گا اور تمہارا چیخنا اور چلانا تم کو کوئی نفع نہیں دے گا و۵۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم میری آیات کو سنتے ہو تو تم تکبر اور سرکشی کرتے ہو اور تم ایمان نہیں لاتے و۵۱ "سامرًا" کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا اور "تھجرون" کا معنی ہے: بُری باتیں کرنا' یعنی وہ رات کو قرآن مجید اور نبی ﷺ کے متعلق بُری باتیں کرتے تھے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ اپنی راتیں اطاعت اور عبادت کے بجائے' معصیت اور بے ہودہ گوئی میں گزارتے تھے۔ "سمر" (رات کو باتیں کرنے) کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۸) جو شخص عشاء کی نماز کے بعد رات گئے تک باتیں کرتا رہے گا' وہ تہجد کی نماز کے لیے نہیں اٹھ سکے گا اور بعض اوقات صبح کی نماز کے وقت بھی آنکھ نہیں کھلے گی۔ رات کو جاگ کر دیر تک باتیں کرنا' اس صورت میں ممنوع اور مکروہ ہے' جب قصہ کہانی اور کھیل تماشے کی یا دنیاوی باتیں کی جائیں' لیکن اگر فقہ اور دین کی باتیں کی جائیں یا اذکار' تسبیح پڑھنے' صلوٰۃ التسبیح اور شبینہ پڑھنے یا وعظ اور دینی تقاریر سننے اور سنانے میں رات دیر تک جاگا جائے تو وہ مذموم نہیں' محمود ہے بشرطیکہ نماز صبح کا اہتمام کیا جائے و۵۲ المؤمنون: ۶۸ میں یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید ان کے نزدیک مشہور اور معروف تھا اور وہ اس میں غور و فکر کرنے پر قادر تھے کیونکہ ان کے کلام اور قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت میں نمایاں اور غیر معمولی فرق تھا اور قرآن مجید میں کسی قسم کا تضاد اور تعارض نہیں تھا اور قرآن مجید نے ان کو صانع کے وجود کی معرفت اور اس کی وحدانیت کی معرفت پر متنبہ کیا تھا تو وہ اس قرآن میں کیوں تدبر نہیں کرتے تاکہ باطل کو ترک کر کے حق کو اختیار کر لیں و۵۳ یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کے صدق اور آپ کی دیانت اور آپ کے مکارم اخلاق سے ناواقف تھے' اس لیے آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے' سو یہ بات بھی غلط ہے' کیونکہ نبی ﷺ کے دعویٰ نبوت سے پہلے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نبی ﷺ صادق اور امین ہیں اور جھوٹ اور بُرے اخلاق سے بہت دور ہیں تو جب وہ آپ کے صادق اور امین ہونے پر متفق تھے تو پھر کیوں آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں و۵۴ ان کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو تسلیم کر لیتے تو تمام لوگ آپ کی اتباع کرتے اور عوام پر ان کی ریاست اور اقتدار جاتا رہتا' اور اکثر اس لیے فرمایا کہ بعض لوگ آپ کے برحق ہونے کو پہچانتے تھے اور وہ آپ پر اس لیے ایمان نہیں لائے تھے کہ ان کی قوم ان کو ملامت کرے گی اور کہے گی کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر دیا و۵۵ اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں: (ا) مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ حق یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کے اور شرکاء بھی عبادت کے مستحق ہیں حالانکہ اللہ کے ساتھ اور شریک بھی ہوتے تو آسمان اور زمین کا نظام فاسد ہو جاتا کیونکہ ہر خدا کا حکم دوسرے کے مخالف ہوتا' مثلاً ایک سورج کو مشرق سے نکالنا چاہتا اور دوسرا مغرب سے' دونوں کا ارادہ بیک وقت پورا ہونا

أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ

کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں سو آپ کے رب کا اجر ہی سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے O اور

اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بے شک آپ ضرور ان کو صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے ہیں O اور بے شک جو لوگ آخرت

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ

پر یقین نہیں رکھتے وہ ضرور صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں O ۵۶ اور اگر ہم ان پر (مزید) رحم کرتے اور جو تکلیف

مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ

انہیں پہنچی ہے اس کو دور کر دیتے تو یہ ضرور اپنی سرکشی میں بھٹکنے پر اصرار کرتے O ۵۷ اور بے شک ہم نے ان کو

بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا

عذاب میں گرفتار کر لیا مگر پھر بھی یہ لوگ نہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ گڑگڑائے O حتیٰ کہ جب

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع

ہم ان پر عذابِ شدید کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت وہ ناامید ہو کر رہ جائیں گے O

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۗ قَلِيْلًا

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے (مگر) تم بہت کم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾

شکر ادا کرتے ہو O ۵۸ اور وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے O

وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۗ

اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور رات اور دن کا اختلاف (بھی) اسی کے اختیار میں ہے

محال تھا' پھر کسی ایک کا ارادہ پورا ہوتا اور وہی خدا ہوتا (۲) ان کی خواہش یہ تھی کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کی جائے' اور ان کی اس خواہش کا پورا ہونا محال تھا کیونکہ متعدد خداؤں کی عبادت اس وقت صحیح ہوتی' جب واقع میں متعدد خدا ہوتے اور اگر واقع میں متعدد خدا ہوتے تو عالم کا نظام فاسد ہو جاتا (۳) ان کی خواہشات متعارض اور متضاد تھیں اور اگر ان متضاد خواہشوں کو پورا کیا جاتا تو عالم کا نظام فاسد ہو جاتا ف ۵۶ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے متعلق مشرکین کے شبہات کو زائل فرمایا تھا اور اب یہ بیان فرما رہا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت برحق ہے اور جو آپ کی نبوت کو نہیں مانتے اور آپ کا کفر کرتے ہیں' وہ آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتیں گے ف ۵۷ اس آیت میں جس تکلیف کا ذکر فرمایا ہے' اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں: (۱) اس سے مراد قحط اور بھوک ہے اور دنیا کے باقی مصائب اور تکلیفیں مراد ہیں (۲) اس سے مراد ہے: مختلف جنگوں اور جہادوں میں ان کا قتل کیا جانا اور ان کا قید کیا جانا (۳) اس سے مراد آخرت کا ضرر اور عذاب ہے اور یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنے عناد اور سرکشی میں اس قدر پہنچ چکے ہیں کہ آخرت کا عذاب ان سے دور نہیں ہو سکتا' پھر یہ کہیں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے' لیکن ان کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا اور اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو یہ پھر اسی ڈگر پر چلیں گے ف ۵۸ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے سامنے اپنی آیات بیان فرما رہا ہے کہ وہی ہے جس نے تم کو کان' آنکھیں اور دل عطا کیے ہیں اور تم کو ان اعضاء کو استعمال کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا کی ہے' اور اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ جو اعضاء کا صحیح استعمال نہیں کرتا' وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس یہ اعضاء نہ ہوں' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ" (الاحقاف: ۲۶) اور بے شک ہم نے ان (قومِ عاد) کو ان چیزوں پر اقتدار دیا تھا' جن پر تمہیں اقتدار نہیں دیا اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل بھی دیئے ہوئے تھے لیکن ان کے کان اور آنکھوں اور دلوں نے ان کو نفع نہیں پہنچایا' جب کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اللہ سبحانہٗ نے ان آیتوں میں اپنی عظیم نعمتوں کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے کان' آنکھیں اور دل عطا کیے ہیں' اور ان نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر استدلال کرنا' ان ہی اعضاء پر موقوف ہے' پھر یہ فرمایا کہ لوگ ان نعمتوں کا بہت کم شکر ادا کرتے ہیں۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوا أَإِذَا

کیا پس تم نہیں سمجھتے○ ف۵۹ بلکہ انہوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح پہلے لوگ کہتے آئے تھے○ انہوں نے کہا: کیا جب

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ

ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے○ بے شک ہم سے اور

وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾ قُلْ

ہمارے باپ دادا سے پہلے بھی اسی طرح کا وعدہ کیا گیا تھا یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں○ ف۶۰ آپ کہیے کہ

لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ

یہ زمین اور اس میں جو لوگ ہیں وہ کس کی ملکیت ہیں؟ (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو!○ عنقریب

لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَ

وہ کہیں گے کہ سب اللہ کی ملکیت ہیں آپ کہیے کہ کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے○ آپ کہیے کہ سات آسمانوں کا رب اور

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾

عرش عظیم کا رب کون ہے؟!○ عنقریب وہ کہیں گے: اللہ ہی سب کا رب ہے آپ کہیے کہ کیا پھر (بھی) تم نہیں ڈرتے○

قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ

آپ کہیے کہ کس کے ہاتھ میں سب کی سلطنت ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا (بتاؤ)

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ﴿٨٩﴾

اگر تم جانتے ہو○ عنقریب وہ کہیں گے کہ سب کا اللہ ہی مالک ہے آپ کہیے: پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے؟!○

بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ

بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں○ ف۶۱ اللہ نے (اپنی) کوئی اولاد نہیں بنائی

ف۵۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری نعمت کا اس طرح ذکر فرمایا: اور وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلا دیا یعنی نسل در نسل تم کو زمین میں آباد کر دیا اور قیامت کے دن تم کو دارِ آخرت میں جمع فرمائے گا' جہاں اس کے سوا اور کوئی حاکم نہیں ہوگا اور تیسری نعمت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ وہی ہے جس نے تم کو حیات عطا کی تاکہ تم اس حیات میں نیک عمل کر کے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے امیدوار ہو جاؤ' اور موت عطا کی' اور موت اس وجہ سے نعمت ہے کہ موت کے بعد ہی تم آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں کو حاصل کر سکتے ہو اور چوتھی نعمت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ وہ دن اور رات کو بار بار لاتا رہتا ہے' دن میں تم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کام کاج اور کسب کرتے ہو اور دن کی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے تم رات میں آرام کرتے ہو' اگر دن اور رات کا یہ اختلاف نہ ہوتا' مثلاً اگر مسلسل دن ہوتا اور رات نہ ہوتی تو تمہاری تھکاوٹ دور نہ ہوتی اور نیند اور سکون میسر نہ ہوتا اور اگر مسلسل رات ہوتی تو تم کام کاج اور کاروبار نہ کر سکتے' اس لیے دن اور رات کا اختلاف بنایا' سو دن اور رات کا یہ اختلاف بھی تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے ف۶۰ مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے کے متعلق مشرکین کو دو شبہات لاحق تھے' ان کا ایک شبہ یہ تھا کہ جب ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر اور گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور خاک بن کر خاک میں مل جائیں گی اور ہوا کے تھپیڑوں سے ان کی خاک دوسروں کی خاک میں مل جائے گی تو ان بکھرے ہوئے منتشر ذرّوں کو کس طرح جمع کیا جائے گا' اور جو ذرّات ایک دوسرے سے مختلط ہو چکے ہیں' ان کو کیسے الگ الگ اور متمیز کیا جائے گا؟ اور ان کا یہ شبہ اس لیے باطل ہے کہ ان مختلط ذرّات کو وہ متمیز نہیں کر سکتا' جس کا علم ناقص ہو اور ان منتشر ذرّات کو وہ جمع نہیں کر سکتا جس کی قدرت ناقص ہو' اور جس کا علم بھی کامل ہو اور جس کی قدرت بھی کامل ہو' اس کے لیے ان منتشر ذرّات کو جمع کرنا اور ان مختلط ذرّات کو متمیز کرنا کیا مشکل اور کیسے بعید ہے' اور ان کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ اس سے پہلے دوسرے انبیاء بھی قیامت آنے اور حشر و نشر کا وعدہ کر چکے تھے اور اتنا طویل عرصہ گزر گیا اور ابھی تک قیامت آئی نہ حشر ہوا' سو یہ محض قصے اور کہانیاں ہیں' ان کا یہ شبہ بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت کا ایک وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آ جائے گا تو قیامت کے آنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں ہوگی ف۶۱ ان آیتوں سے ان کا رد کرنا مقصود ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے' اور ان مشرکین کا رد مقصود ہے جو بتوں کی پرستش کرتے تھے' کیونکہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے' پھر اولاً اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنانے کا ذکر کیا' پھر سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کے بنانے کا ذکر کیا' پھر اپنی قدرت کا عموم اور شمول بتایا کہ تمام چیزوں کو اسی نے بنایا ہے' تو جو ایسا زبردست قادر ہے وہ تمہیں موت دے کر پھر زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟ اور جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے' وہ عبادت کا مستحق ہے یا پتھر کی بے جان مورتیاں؟ فرمایا: پھر تم کہاں سے جادو کیے گئے ہو یعنی تم نے کس سے دھوکا کھایا ہے' ان کو دھوکا دینے والا شیطان ہے اور ان کی باطل خواہشیں ہیں' اور فرمایا: ہم حق لے کر آئے ہیں اور یہ حق کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَ

اور نہ اس کے ساتھ کوئی عبادت کا مستحق ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور

لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾

ان میں سے بعض دوسرے بعض پر غالب آ جاتے ۶۲ اللہ ان اوصاف سے پاک ہے جو یہ اس کے متعلق بیان کرتے ہیںO

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا

وہ ہر باطن اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ اس شرک سے بلند ہے جو وہ اس کے متعلق کرتے ہیںO آپ کہیے کہ اے میرے رب!

تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

اگر تو مجھے وہ عذاب دکھاوے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہےO اے میرے رب! تو مجھے ظلم کرنے والے لوگوں میں شامل نہ کرناO ۶۳

وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ

بے شک ہم آپ کو وہ عذاب دکھانے پر ضرور قادر ہیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہےO ۶۴ برائی کو اس طریقہ سے

اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ

دور کیجئے جو بہت اچھا ہو ۶۵ (آپ کے متعلق) یہ جو باتیں بناتے ہیں ہم ان کو خوب جانتے ہیںO اور آپ کہیے: اے میرے رب! میں شیطان

مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوںO ۶۶ اور اے میرے رب! میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیںO ۶۷

حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ

حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دےO تاکہ میں

اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ

اس دنیا میں وہ نیک کام کر لوں جن کو میں چھوڑ آیا ہوں ۶۸ ہرگز نہیں! یہ صرف ایک بات ہے جس کو یہ کہہ رہا ہے اور

ف۶۲ المؤمنون: ۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے دو دعوے کیے: ایک یہ دعویٰ فرمایا کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور اس میں ان مشرکین کا رد فرمایا' جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' اور دوسرا دعویٰ یہ فرمایا کہ اس کے ساتھ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اس میں ان مشرکین کا رد فرمایا' جو بتوں کو بھی عبادت کا مستحق کہتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے عیسائیوں اور مجوسیوں کا رد مقصود ہو کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور مجوسی یہ کہتے تھے کہ عبادت کے دو مستحق ہیں: یزداں خالق خیر ہے اور اہرمن خالق شر ہے' پھر فرمایا: ورنہ ان میں سے بعض دوسرے بعض پر غالب آ جاتے جیسے متعدد بادشاہ ہوں تو ان میں اقتدار کی کشمکش رہتی ہے اور ہر قوی اپنے سے ضعیف پر غالب آنا چاہتا ہے اور جو ضعیف اور مغلوب ہو' وہ الوہیت کا مستحق نہیں' اور اس دلیل سے اللہ تعالیٰ کی اولاد کی بھی نفی ہوتی ہے کیونکہ بیٹا بھی ملک اور سلطنت کے حصول کے لیے باپ پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے' جیسے اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہ جہاں کو اقتدار سے محروم کر کے قید خانہ میں ڈال دیا تھا ف۶۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تعلیم دی ہے کہ آپ تواضع اور انکسار کے طور پر یہ دعا کریں کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے ضرور وہ عذاب دکھائے جو ان کافروں کو دنیا میں دیا جائے گا یا آخرت میں دیا جائے گا تو مجھے ان معذب لوگوں میں شامل نہ کرنا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ تو معصوم ہیں' آپ کو دنیا یا آخرت کے عذاب میں شامل کرنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے تو پھر آپ کو عذاب سے محفوظ رکھنے کی دعا کیوں تعلیم فرمائی؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع کرنے اور انکسار کرنے کی تعلیم دی ہے (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہر چند کہ آپ معصوم ہیں اور آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا' جس کی وجہ سے آپ عذاب کے مستحق ہوں تاہم اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' آپ اس کے جلال سے ڈرتے رہیے اور یہ دعا کرتے رہیے کہ جب اللہ ظالموں کو عذاب دے تو آپ کو وہ اس عذاب سے محفوظ رکھے (۳) اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے لیے آئیڈیل اور نمونہ ہیں' آپ یہ دعا کریں تاکہ آپ کی امت بھی آپ کی اتباع میں یہ دعا کرے' اور اس دعا کو کرنے میں آپ کی امت کے لیے دو فائدے ہیں' ایک اس دعا کو کرنے کا صلہ ملے گا یعنی ان کی دعا قبول کی جائے گی اور دوسرا آپ کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کی اتباع کرنے کا ثواب ملے گا ف۶۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے رسول کو کفار کا عذاب دکھائے لیکن اس نے ان سے اس عذاب کو مؤخر کر دیا ہے' کیونکہ اس کو علم ہے کہ ان میں سے بعض ایمان لے آئیں گے یا ان کی اولاد ایمان لے آئے گی یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ جب آپ ان کے درمیان ہوں تو وہ ان پر عذاب بھیج دے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کفار کا عذاب دکھا دیا' جب ان پر قحط کی صورت میں بھوک کا عذاب نازل کیا حتیٰ کہ وہ مُردار کھانے پر مجبور ہو گئے' اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کفار کا عذاب جنگ بدر کے دن دکھا دیا' جب ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر کافر گرفتار اور باقی ذلت کے ساتھ پسپا ہو کر بھاگ گئے' اور فتح مکہ کے دن کفار کا عذاب دکھایا' جب کفار مکہ کو شکست فاش ہوئی اور نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب' فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ف۶۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ظلم کا جواب احسان سے دیجئے' زیادتی کا جواب عفو کے ساتھ اور غضب کا جواب عفو و درگزر کے ساتھ اور بے ہودگیوں کا جواب چشم پوشی کے ساتھ اور ناپسندیدہ باتوں کا جواب برداشت اور حلم سے دیجئے ف۶۶ اس کا معنی ہے: اللہ کے ذکر سے غافل کرنے کے لیے شیطان جن باتوں کو دل میں ڈالتا ہے' ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا ف۶۷ اس آیت میں شیطان کے حاضر ہونے سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان تمہاری ہر چیز کے پاس حاضر ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے پاس بھی حاضر ہوتا ہے' پس جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو اس لقمہ پر جو خراب چیز لگ گئی ہے' اس کو صاف کر کے اس لقمہ کو کھا لے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بلا تکرار: ۲۰۳۳) ف۶۸ موت کے وقت ایمان لانے اور نیک عمل

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ
ان کے پس پشت ایک حجاب ہے جس دن تک ان کو اٹھایا جائے گاO پھر جب صور پھونک دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان

اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
رشتے قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کر سکیں گےO وا۹ سو جن (کی نیکیوں) کے میزان میں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
پلے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گےO اور جن (کی نیکیوں) کے پلے ہلکے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِىْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ
اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گےO وے آگ ان کے چہروں کو جھلس

النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ
رہے گی اور وہ اس میں بری حالت میں ہوں گےO کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی پھر

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾
تم ان کی تکذیب کرتے تھےO اے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم (واقعی) گمراہ لوگ تھےO ۲ے

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا
اے ہمارے رب! ہمیں اس دوزخ سے نکال اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گےO (اللہ) فرمائے گا: تم

وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِىْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اسی میں دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کروO ۳ے بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا: اے ہمارے رب!

اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ
ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہےO تو (اے کافرو!) تم

کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست کرنا' صرف کافروں کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ جو مسلمان ساری عمر اللہ کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور گناہوں میں ڈوبے رہتے ہیں' وہ بھی جب موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ بھی اس وقت یہ تمنا کریں گے کہ کاش! ان کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تا کہ وہ نیک عمل کریں اور گناہ نہ کریں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَO وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَO" (المنافقون: ١٠۔٩) اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے تو جس نے ایسا کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیںO اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے' اس میں سے خرچ کرو' اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے' پھر وہ یہ کہے: اے میرے رب! تو مجھے تھوڑی دیر مہلت کیوں نہیں دیتا تا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤںO و۹۹ اس صور پھونکنے سے مراد دوسری بار صور کا پھونکنا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس طرح لوگ دنیا میں اپنے اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں' آخرت میں کوئی اس طرح اپنے نسب پر فخر نہیں کرے گا اور جس طرح دنیا میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ تم کس قبیلہ سے ہو اور تمہارا کیا نسب ہے' آخرت میں کوئی کسی سے اس طرح سوال نہیں کرے گا اور اس دن کے شدید خوف اور دہشت کی وجہ سے کوئی شخص دوسرے سے متعارف نہیں ہوگا ف ے "موازین"' "میزان" کی جمع ہے' اس میزان کی ایک ڈنڈی ہے اور اس کے دو پلے ہیں' اس میں نیکیوں کا اچھی صورت میں وزن کیا جائے گا اور برائیوں کا بری صورت میں وزن کیا جائے گا' سو جس کی نیکیاں بھاری ہوں گی' اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جس کی برائیاں بھاری ہوں گی' اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا ف ا ے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اختیار دیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کریں یا اس کی نافرمانی کریں' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اختیار کیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعضاء میں نافرمانی کے افعال پیدا کر دیئے اور ان کے اختیار کی وجہ سے ان کو عذاب دیا جائے گا ف ۲ ے اس سے پہلے فرمایا تھا: کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی' پھر تم ان کی تکذیب کرتے تھے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا جو قول نقل فرمایا ہے' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر بدبختی غالب آ گئی اور ہم (واقعی) گم راہ لوگ تھے' یہ ان کی طرف سے جواب کے قائم مقام ہے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ ہم نے حرام لذات کو طلب کیا اور ہم نے برے کاموں کی حرص کی' جس کی وجہ سے بدبختی ہم پر غالب آ گئی' یہ ان کی طرف سے کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے' لیکن یہ ان کی طرف سے اعتراف ہے کہ ان کے غلط کاموں کی وجہ سے ان کے خلاف اللہ کی حجت قائم ہو چکی ہے' نیز انہوں نے کہا: ہم واقعی گم راہ لوگ تھے' ان کا اپنے آپ کو گم راہ کہنا اس لیے ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی جو تکذیب کی تھی' اس کی علت یہی تھی کہ وہ گم راہ تھے ف ۳ ے "خساء" کا لفظ تحقیر کے ساتھ کسی کو دھتکارنے کے لیے ہے' جیسے کتے کو دھتکارتے ہیں' اور یہ جو فرمایا: مجھ سے بات مت کرو' اس میں انہیں بات نہ کرنے کا مکلف نہیں کیا کیونکہ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب ساقط کرنے یا عذاب میں تخفیف کرنے کے لیے مجھ سے دعا نہ کرو اور یہ کافروں کا آخری کلام ہے' اس کے بعد وہ سوا چلانے' چنگھاڑنے اور کتوں کی طرح بھونکنے کے کوئی آواز نہیں نکال سکیں گے۔

سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَکُنۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیۡ

نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ (اس مشغلہ نے) تمہیں میری یاد (بھی) بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے O بے شک

جَزَیۡتُہُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا ۙ اَنَّہُمۡ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ کَمۡ لَبِثۡتُمۡ

میں نے آج ان کے صبر کی اچھی جزا دی اور بے شک وہی کامیاب ہیں O ۴ے اللہ فرمائے گا: تم زمین

فِی الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِیۡنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوۡا لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ فَسۡـَٔلِ

میں کتنے سال رہے تھے؟O وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے ۵ے آپ گننے والوں

الۡعَآدِّیۡنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا لَّوۡ اَنَّکُمۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾

سے پوچھ لیجئے O ۶ے اللہ فرمائے گا: تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے کاش! تم نے پہلے جان لیا ہوتا O ۷ے

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾

کیا پس تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا تھا اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے O

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ ﴿۱۱۶﴾

پس اللہ بلند شان والا ہے اور سچا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے O ۸ے

وَمَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡہَانَ لَہٗ بِہٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ

اور جو شخص اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سو اس کا حساب

عِنۡدَ رَبِّہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلۡ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ

اس کے رب کے پاس ہی ہوگا ۹ے بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے O اور آپ کہیے: اے میرے رب! مغفرت فرما

وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

اور رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے O ۱۰ے

وٞے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کیوں عذاب میں مبتلا کیا تھا' اور اب ان آیتوں میں بتا رہا ہے کہ مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں اچھی جزا دی ہے۔ مقاتل نے کہا کہ قریش کے سردار مثلاً ابوجہل' عتبہ اور ابی بن خلف وغیرہم' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا مذاق اڑاتے تھے اور حضرت بلال' حضرت خباب اور حضرت عمار اور حضرت صہیب ایسے فقراء صحابہ پر ہنستے تھے اور ان کا مذاق اڑانے کو انہوں نے اپنا مشغلہ بنا لیا تھا' اور ان صحابہ نے ان کی ان باتوں پر صبر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت کی کامیابی عطا فرمائی وٞ۵ے اس سوال سے ان کو جھڑکنے اور ڈانٹنے کا قصد فرمایا ہے کیونکہ وہ آخرت میں ٹھہرنے کا مطلقاً انکار کرتے تھے اور صرف دنیا میں ٹھہرنے کو مانتے تھے اور ان کا یہ یقین تھا کہ مرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائیں گے اور ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ دوزخ میں جائیں گے' اس لیے ان سے یہ سوال کیا تا کہ ان کو اس پر متنبہ کریں کہ دنیا میں جس قیام کو انہوں نے دائمی سمجھا ہوا تھا' ان کی زبانوں سے اعتراف کرائیں کہ وہ کتنا کم اور مختصر تھا' اس وقت ان کو حسرت ہوگی کہ دنیا میں ان کا اعتقاد کس قدر غلط اور واقع کے خلاف تھا اور انہوں نے جواب میں جو یہ کہا: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے تو یہ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا ہوگا بلکہ دوزخ کے عذاب کے درد اور دہشت

ع ۶ ۲۶

کی وجہ سے وہ دنیا میں اپنے قیام کی اصل اور صحیح مدت کو بھول گئے ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوزخ میں انہوں نے عذاب میں جو وقت گزارا اور غیر متناہی مدت تک انہوں نے اس عذاب کو برداشت کرنا تھا' اس کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا میں جو وقت عیش و آرام میں گزارا تھا' وہ ان کو بہت کم اور تھوڑا محسوس ہوگا وٞ۶ے اس سے مراد کراماً کاتبین فرشتے ہیں' جو ان کی گزری ہوئی زندگی کا ایک ایک عمل لکھ رہے تھے یا مراد یہ ہے کہ ان فرشتوں سے پوچھ لیجئے جو دنیا کے ایام اور اس کی ساعات کو لکھتے رہتے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان سے پوچھ لیجئے جو ان ایام کو گنتے رہتے ہیں' ہم تو بھول چکے ہیں وٞ۷ے اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے سچ کہا' تم دنیا میں بہت کم وقت ٹھہرے تھے اور اس سوال سے یہی غرض تھی کہ آخرت کے ایام کے مقابلہ میں دنیا کے ایام بہت کم ہیں' اور اگر تم نے دنیا میں حشر اور نشر کو جان لیا ہوتا تو تم دنیا میں قیام کی مدت کم ہونا جان لیتے اور حشر و نشر کا انکار نہ کرتے وٞ۸ے اللہ تعالیٰ نے پہلے قیامت کی صفات بیان کیں' پھر قیامت کے دلائل کی طرف متوجہ کیا کہ اگر قیامت نہ ہوتی تو مطیع اور عاصی' صدیق اور زندیق اور نیک و بد کے درمیان امتیاز نہ ہوتا' اور اس وقت اس جہان کو پیدا کرنا عبث اور فضول ہوتا اور جب تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس کے سوا اور کوئی مالک اور حاکم نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فضول اور بے فائدہ چیزیں پیدا کرنے سے اپنی تنزیہہ بیان فرمائی' پس اللہ بلند شان والا سچا بادشاہ ہے۔ ''الملك'' سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء کا مالک ہے' اس کے ملک' اس کی سلطنت اور اس کی قدرت کو کبھی زوال نہیں ہے' اور ''الحق'' سے مراد یہ ہے کہ ملک اور سلطنت اسی کو لائق سزاوار اور زیبا ہے کیونکہ ہر چیز کی اسی سے ابتداء ہے اور اسی کی طرف انتہاء ہے' اور وہ عرشِ کریم کا رب ہے' عرش کو کریم اس لیے فرمایا کیونکہ رحمت' خیر اور برکت اسی سے نازل ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ عرش کی نسبت ''اکرم الاکرمین'' کی طرف ہے جیسے کریم شخص کے گھر کے متعلق کہا جاتا ہے: یہ کریم کا گھر ہے یعنی اس کے رہنے والے کریم ہیں وٞ۹ے اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہی ''الملك الحق'' ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو اب یہ بتایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی معبود کی پرستش کا دعویٰ کیا تو اس کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ اس دعویٰ کے صحت اور ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے' پھر یہ بتایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور معبود کی پرستش کا دعویٰ کیا تو اس کی سزا یہ ہے کہ آخرت میں اس کو سخت عذاب دیا جائے' اس لیے فرمایا: سو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہوگا اور بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے وٞ۱۰ے اس سورت کو ''قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ O'' سے شروع فرمایا تھا اور ختم ''لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ O'' پر کیا' مؤمنوں کی کامیابی کی نوید سے اس سورت کو شروع فرمایا اور کافروں کی ناکامی کی وعید پر اس سورت کو ختم فرمایا اور یہ اس سورت کی فاتحہ اور خاتمہ اور ابتداء اور انتہاء میں بہت قوی مناسبت ہے' اور آخری آیت میں اپنے رسول کو یہ دعا کرنے کی تلقین کی کہ اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو سب

سورۃ النور مدنیۃ ۱۰۲ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیاتها ۶۴ رکوعاتها ۹

سورۃ النور مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چونسٹھ آیتیں نو رکوع ہیں

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

یہ ہے وہ سورت[۱] جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا[۲] اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائیں تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ

تم نصیحت حاصل کرو ○ زانیہ عورت اور زانی مرد[۳] ان میں سے ہر ایک کو تم

جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

سو کوڑے مارو[۴] اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے اگر تم

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ

اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت

الْمُؤْمِنِيْنَ ② اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ

حاضر ہونی چاہیے ○ زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا اور زانیہ

لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی[۴] اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے ○

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں[۵] پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ

نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو

سے اچھا رحم فرمانے والا ہے' اس سے پہلے کفار کی صفات بیان کی تھیں اور دنیا میں ان کی جہالت اور آخرت میں ان کے عذاب کا بیان فرمایا تھا تو اب اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس کی مغفرت اور اس کی رحمت کی پناہ میں آنے کا حکم دیا' کیونکہ اللہ کی مغفرت اور رحمت سے ہی ہر آفت' مصیبت اور عذاب سے نجات مل سکتی ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ النور: ف۱ "سورة" کا معنی ہے: "المنزلة الرفيعة" یعنی بلند مقام' "سور المدينة" اس چار دیواری کو کہتے ہیں جو کسی شہر کے گرد بنی ہوئی ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی سورت کو بھی اسی مناسبت سے سورت کہا جاتا ہے' کیونکہ ایک سورت بھی اپنی آیتوں کو اسی طرح محیط ہوتی ہے' جس طرح شہر کی چار دیواری شہر کو محیط ہوتی ہے یا جس طرح چاند کی منازل ہوتی ہیں' اسی طرح سورت بھی قرآن کی منازل میں سے ایک منزل ہے اور "سور" کا معنی ہے: کسی چیز کا بقیہ اور سورت بھی قرآن مجید کا بقیہ ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۲۷۔ ۳۲۶) ف۲ "فرض" کا معنی ہے: کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا' اور "فرض" کا معنی ہے: کسی چیز کو حساب سے مقدر اور معین کرنا' اور فرمایا: "فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ" (البقرہ: ۲۳۷) یعنی تم نے میت کا جو ترکہ معین کیا ہے اس کا نصف' اور فرمایا: "اَلَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ" (القصص: ۸۵) یعنی جس ذات نے آپ پر قرآن مجید کو معین کیا ہے' اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کو واجب کرنا' اور اس آیت کا معنی ہے: ہم نے اس سورت کے احکام کو آپ پر واجب کیا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۸۶) ف۳ (زانی وہ شخص ہے) جو دارالاسلام میں احکامِ اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قُبُل (اندام نہانی) میں وطی کرے درآں حالیکہ وہ قُبُل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک' حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے مواضع اشتباہ سے خالی ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳) زنا کرنے والا شخص یا عورت اگر غیر شادی شدہ ہوں' تو ان کو سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں گے اور اگر زانی اور زانیہ شادی شدہ ہوں تو ان کو رجم (سنگسار) کیا جائے گا' اور رجم کی صحیح مرفوع احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں' جن کو مسلم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ درج کیا ہے۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف لطیف "شرح صحیح مسلم" میں رجم کی ۵۳' احادیث مرفوع بیان کی ہیں' ۱۴ مرسل روایات بیان کی ہیں' ۱۴' آثار صحابہ اور پانچ فتاویٰ تابعین کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۰۴ تا ۸۱۲) ف۴ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اُم مھزول نامی ایک عورت سے نکاح کرنے کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی' وہ عورت زنا کرتی تھی اور اس پر اُجرت لیتی تھی تو نبی ﷺ نے اس شخص کے سامنے یہ آیت پڑھی: "اَلزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ" (النور: ۳)۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹) ف۵ "احصان" یہ ہے کہ جس شخص کو تہمت لگائی گئی ہے' وہ (۱) آزاد (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مسلمان اور (۵) زنا کے فعل سے پاک دامن ہو' آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن مجید میں آزاد پر "احصان" کا اطلاق ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ" (النساء: ۲۵) ان لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف ہے۔ اور عقل و بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ اور مجنون کو زنا کی تہمت سے عار لاحق نہیں ہوتا کیونکہ ان سے فعل زنا کا تحقق نہیں ہوتا اور اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من اشرك بالله فليس بمحصن" (سنن دار قطنی) جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔ اور زنا سے پاک دامن ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ جو پاک دامن نہ ہو' اس کو عار لاحق نہیں ہوگا اور تہمت لگانے والا اس تہمت میں سچا ہوگا۔ (ہدایہ اولین ص ۴۸۹)

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ

کبھی بھی قبول نہ کرو‘ اور یہی لوگ فاسق ہیں ○ سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور

اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے ○ ۶ اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ

کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں‘ تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی

شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ

یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ ضرور سچوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار یہ کہے کہ

اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ

اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○ اور عورت سے حد زنا اس طرح

اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۸ ۙ

دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے ○

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹

اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو ○ ۷

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا) اور بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت حکمت والا ہے○

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ

بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ پر) تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے‘ تم اس (تہمت) کو اپنے لیے شر نہ سمجھو

ف ۶ اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا تعلق کوڑے مارنے کی سزا کے ساتھ نہیں ہے‘ یعنی اگر کسی شخص نے تہمت لگانے کے بعد اس تہمت سے رجوع کر لیا اور یہ کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو اس کو پھر بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی توبہ کے بعد اب بھی شہادت قبول نہیں کی جائے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور اس استثناء کا تعلق فسق سے ہے‘ یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۶۵ ‘ملخصاً) ف ۷ حضرت سہل بن سعد الساعدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی‘ حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر تم اس شخص کو قتل کرو گے؟ یا پھر وہ شخص کیا کرے؟ اے عاصم! تم میری خاطر رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کا حل دریافت کرو‘ پھر حضرت عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے اس سوال کو مکروہ جانا اور اس کی مذمت کی‘ حتیٰ کہ حضرت عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے جو جواب سنا‘ اس سے انہیں بہت رنج ہوا‘ جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو حضرت عویمر ان کے پاس آ گئے اور ان سے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو سوال کیا تھا آپ نے اس کو ناپسند کیا۔ حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے خود نہ پوچھ لوں‘ اس وقت تک خاموش نہیں رہوں گا‘ پھر حضرت عویمر‘ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھ گئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پائے تو آیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے تو پھر وہ شخص کیا کرے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق اللہ کا حکم نازل ہو گیا ہے‘ جاؤ! اس کو لے کر آؤ۔ سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر لعان کیا (لعنت کی)‘ میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا‘ جب وہ ایک دوسرے پر لعنت کر کے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر اب میں نے اس عورت کو نکاح میں رکھا تب تو پھر میں جھوٹا ہوں گا‘ پھر انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں‘ ابن شہاب زہری نے کہا: لعان کا یہی طریقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰۸) امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے‘ مذکور الصدر حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے‘ یارسول اللہ ﷺ فرماتے: اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی‘ نیز یہ حدیث بھی امام اعظم ابو حنیفہ کی دلیل ہے: نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔ (صحیح البخاری: ۵۳۱۳) ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ رسول اللہ ﷺ لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ

بلکہ وہ (مآل کے اعتبار سے) تمہارے لیے بہتر ہے' اس گروہ میں سے ہر فرد کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس شخص نے

وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

ان میں سے اس (تہمت) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ۸O جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں

ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ

اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا ۹ اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ تو

اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا

کھلا ہوا بہتان ہے O ۱۰ (تہمت لگانے والے) اس (تہمت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے! پس جب وہ

بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں O ۱۱ اور اگر تم پر دنیا

اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ

اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نے جس (تہمت) کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ

اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ ۚۖ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

سے تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا O جب تم یہ (تہمت) اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ

سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے

اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ

نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی O ۱۲ تم نے اس (تہمت) کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ

ف۸ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک غزوہ (غزوۂ بنو مصطلق جو شعبان پانچ ہجری میں پیش آیا) میں' میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلی' مجھے ہودج (کجاوہ' پالان) میں بٹھا جاتا اور ہودج سے اتارا جاتا حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے واپس لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کرنے کا حکم دیا' تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی' جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں اپنے کجاوہ کی طرف بڑھی' اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا' میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک لیا' اور وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے' انہوں نے ہودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا' ان کا یہ گمان تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوئی ہوں' اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں' ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا' کیونکہ وہ بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں' اس لیے جب لوگوں نے میرے ہودج کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا' اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی' انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے' ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا' میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی' وہاں پر کوئی بلانے والا تھا' نہ جواب دینے والا' میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں میں پہلے ٹھہری ہوئی تھی' میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی' اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تاکہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں' وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی' پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا' جب انہوں نے مجھے پہچانا تو کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ'' یہ سن کر میں بیدار ہو گئی' میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا' انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا' اور میں اس پر سوار ہو گئی' وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے' حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے' جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے' پس جو ہلاک ہوا سو ہلاک ہو گیا' اور جس نے اس تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا' وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' ہم مدینہ میں پہنچے' مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی' اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا' مجھے اس میں کسی بات کا پتا نہیں تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمائیں: ''اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ'' (النور: ۱۱)۔ (صحیح البخاری: ۵۰-۴۷ ملتقطاً) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کو بیان کیا۔ امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ یہ اٹھارہ آیات ہیں' جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی۔ حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے' یہ آیات ''اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ'' سے شروع ہوتی ہیں اور ''رِزْقٌ كَرِیْمٌ'' پر ختم ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۱۹) ف۹ پہلے صیغہ غائب کے ساتھ مسلمانوں سے کلام فرمایا تھا' اور اب زجر و توبیخ کرنے کے لیے صیغہ خطاب کے ساتھ کلام فرمایا' اور اس میں یہ خبر دی کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان' مسلمانوں کے ساتھ نیک گمان کریں اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے باز رہیں اور جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان پر تہمت لگا رہے تھے' ان کی تہمت کو دور فرمایا ف۱۰ یعنی مسلمانوں کو یہ چاہیے تھا کہ جب انہوں نے تہمت کی یہ خبر سنی تو وہ فوراً کہہ دیتے: یہ کھلی ہوئی تہمت اور نرا بہتان ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے بھی ایسا ہی کہنا چاہیے خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ اور تمام مسلمانوں کی ماں کے متعلق تو ضرور اور لازماً ایسا کہنا چاہیے تھا ف۱۱ اس آیت میں یہ اصول بیان فرما دیا کہ جب کوئی شخص کسی پر چار گواہ پیش کیے بغیر تہمت لگائے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے' اور چونکہ اس واقعہ میں عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے بغیر کسی گواہ کے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی' اس لیے تہمت لگانے والے جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہ کا دامن عفت بے غبار ہے ف۱۲ اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ تم تو محض ایک سنی سنائی بات نقل کر رہے تھے اور اس پر یقین اور وثوق حاصل کیے بغیر اس کو آگے پھیلا رہے تھے' ہر چند کہ تم اس کو معمولی سمجھ رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات تھی' کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا معاملہ تھا' یہ صرف اتنا جرم نہیں تھا کہ اسّی کوڑے مارنے سے اس کی تلافی ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دنیا والوں کی نگاہوں میں معزز' محترم اور

تَتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ
بات کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے' اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت سنگین بہتان ہے ○ اللہ تمہیں

اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو ○ ف۱۳ اور اللہ تمہارے لیے آیتیں

الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ
بیان فرما رہا ہے اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے ○ بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں

الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ
میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ ف۱۴ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور

رَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
یہ کہ اللہ بہت شفیق اور بے حد مہربان ہے (تو تم پر عذاب آ جاتا) ○ ف۱۵ اے ایمان والو!

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو' اور جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلے گا'

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
تو وہ بے شک بے حیائی اور برائی (کے کاموں) کا حکم دے گا' ف۱۶ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت

رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کا بھی باطن کبھی بھی پاک اور صاف نہ ہوتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اس کا باطن پاک اور صاف کر دیتا ہے' ف۱۷

باوقار بنایا ہے اور اس کے حرم اور اس کی اہانت کرنا' خود اس رسول کو لوگوں کی نگاہوں میں بے وقعت بنانا ہے' کیونکہ جس شخص کی اہلیہ پر ایسی تہمت ہو' اس کو کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی' یہ صرف رسول کے مشن کو نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اللہ نے جس حکمت سے رسول کو مبعوث فرمایا ہے' اس حکمت کو نقصان پہنچانا ہے ف۱۳ اس آیت میں پہلی آیت کی مزید تاکید فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کا معاملہ عام مسلمانوں کی بیویوں کی طرح نہیں ہے' تمہارے ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ تم منافقوں سے اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے: سبحان اللہ! یہ تو بہت بڑا بہتان ہے' ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ اب جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فحاشی کی تہمت لگائے' وہ کافر ہو جائے گا' کیونکہ یہ قرآن مجید کا انکار ہے

ع ۱۰ ۸

ف۱۴ ''الفاحشہ'' کا معنی ہے: بے حیائی اور بدکاری' اور بے حیائی کی جھوٹی خبر کی اشاعت بھی بے حیائی ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو ''عذاب الیم'' کا باعث فرمایا ہے۔ الزمخشری نے کہا: کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جتنی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے' عتاب بلیغ ہے اور زجر (ڈانٹ) عنیف (ملامت) ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں سے ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۱۹) ف۱۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ بہت شفقت کرنے والا بے حد مہربان ہے تو اے تہمت لگانے والو! اللہ تعالیٰ کا عذاب تم کو اپنی گرفت میں لے لیتا کیونکہ تم نے انتہائی سنگین جرم کیا ہے ف۱۶ ''خطوات''' ''خطوۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: چلتے وقت دو قدموں کا درمیانی فاصلہ' اور اس سے مراد ہے: سیرت اور طریقہ' اور اس آیت کا معنی ہے: شیطان کے طریقہ کی اتباع نہ کرو اور جو لوگ کسی پاک دامن مسلمان خاتون پر بدکاری کی تہمت لگا رہے ہوں' اس کو کان لگا کر نہ سنو' اور مسلمانوں میں کسی بے حیائی کی بات کو نہ پھیلاؤ' علامہ ابن اثیر الجزری نے لکھا ہے کہ ''الفحش'' اور ''الفحشاء'' ہر اس معصیت اور گناہ کو کہتے ہیں جس کا قبح بہت زیادہ ہو' اس کا اکثر اطلاق زنا پر کیا جاتا ہے اور ہر قبیح قول یا فعل کو ''فاحشۃ'' کہا جاتا ہے' حدیث میں ہے: اللہ ہر فاحش اور متفحش سے بغض رکھتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۹) ''فاحش'' کا معنی ہے: جو شخص برا کام کرے اور بری باتیں کریں اور ''متفحش'' کا معنی ہے: جو تکلفاً اور قصداً برے کام اور بری باتیں کرے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۳۷۲) ''المنکر''' ''المعروف'' کی ضد ہے' قرآن مجید اور احادیث میں ''المنکر'' کا بہ کثرت ذکر ہے اور یہ ہر وہ کام اور ہر وہ فعل ہے جو شرعاً معیوب اور قبیح ہو' یا جس کام کو شریعت نے مکروہ یا حرام قرار دیا ہو۔ (النہایہ ج ۵ ص ۱۰۱) ف۱۷ ''تزکیۃ'' کا لفظ زکوٰۃ سے بنا ہے' زکوٰۃ کا معنی ہے: طہارت' کسی چیز کا بڑھنا اور برکت' قرآن مجید اور احادیث میں ''تزکیۃ'' کا لفظ بہت آیا ہے' ''تزکیہ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پاک اور صاف کرنا' کوئی شخص اپنی تعریف' توصیف اور حمد و ثناء کرے یا خودستائی کرے' اس کو بھی تزکیہ کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۲ ص ۲۷۸) قرآن مجید میں ہے: ''فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○'' (النجم: ۳۲) تم خودستائی نہ کرو اللہ اس کو خوب جانتا ہے جو متقی ہے ○ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ جن مسلمانوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لینے کے بعد اس سے رجوع کر لیا' توبہ کر لی اور ان پر حد قذف جاری ہو گئی تو یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے ان کے دلوں میں جو گناہ کا میل کچیل آ گیا تھا اور ان کے قلوب پر جو معصیت کی ظلمت اور تاریکی چھا گئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق دے کر ان کے دلوں سے معصیت کی اس کدورت اور زنگ کو دور کر دیا اور ان کے باطن کو پاک اور صاف کر دیا۔

وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ

اور اللہ خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے ○ اور تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت

اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ

یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں ۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے

وَلۡيَـعۡفُوۡا وَلۡيَـصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ

ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں' کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا

رَّحِيۡمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا

بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۱۸ بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر (بدکاری کی)

فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ

تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے' اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ○ ۱۹ جس دن ان کے خلاف ان کی

اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ يَوۡمَئِذٍ

زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے تھے ○ اس دن

يُّوَفِّيۡهِمُ اللّٰهُ دِيۡنَهُمُ الۡحَـقَّ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ الۡمُبِيۡنُ ﴿۲۵﴾

اللہ حق اور انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا' اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے حقائق کو منکشف کرنے والا ○

اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ

بری باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں اور برے لوگ بری باتوں کے لیے ہیں اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے لوگ اچھی

وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۤئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ

باتوں کے لیے ہیں' وہ (اچھے لوگ) ان تہمتوں سے بری ہیں جو لوگ ان پر لگاتے ہیں' ۲۰ ان کے لیے بخشش ہے

ف۱۸ یہ آیت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' ان کے خالہ زاد بھائی مسطح نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا اور جب حضرت عائشہ کی براءت نازل ہو گئی اور مسطح کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو حضرت ابوبکر کو بہت رنج ہوا' کیونکہ مسطح یتیم تھا اور ان کی حضرت ابوبکر نے پرورش کی تھی' سو انہوں نے کہا: میں اب مسطح پر بالکل خرچ نہیں کروں گا' مسطح نے معافی مانگی اور معذرت کی' لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت غم و غصہ میں تھے' وہ دوبارہ مسطح کے اخراجات بحال کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے' تب یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا اور فرمایا: کیوں نہیں! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرما دے اور میں اب مسطح پر پہلے سے زیادہ خرچ کروں گا۔ (جامع البیان ج۱۸ ص۱۳۶) یہ آیت حسب ذیل وجوہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے: (۱) تواتر سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے (۲) اس آیت میں حضرت ابوبکر کو "اُولُوا الْفَضْلِ وَالسَّعَةِ" (اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت) فرمایا ہے (۳) "اُولُوا الْفَضْلِ وَالسَّعَةِ" جمع کا صیغہ ہے اور جب واحد شخص پر جمع کا اطلاق کیا جائے تو اس کی تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے (۴) اللہ تعالیٰ نے فضل کو مطلق فرمایا اور اس کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر "فاضل علی الاطلاق" تھے اور آپ میں ہر اعتبار اور ہر جہت سے فضیلت تھی (۵) "فضل" کا معنی ہے: زیادہ' یعنی حضرت ابوبکر تمام مؤمنوں سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والے تھے (۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اولوا الفضل منکم" یعنی جو تم میں سے سب سے زیادہ صاحب فضیلت ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حضرت ابوبکر کی صفت مخصوصہ ہے ف۱۹ اس آیت میں جس وعید کا ذکر کیا گیا ہے' وہ عبداللہ بن ابی اور دیگر ان منافقین کے لیے ہے جنہوں نے اس تہمت کو پھیلایا تھا' اور جو مسلمان اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس تہمت لگانے میں شامل ہو گئے تھے' وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان کا مقصد نبی ﷺ کی زوجہ کی توہین کرنا اور آپ کو اذیت و تکلیف پہنچانا نہیں تھا' ان پر حدِ قذف جاری کی گئی' وہ صدقِ دل سے تائب ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی توبہ قبول فرمائی' ہاں! جو مسلمان اب حضرت ام المؤمنین پر تہمت لگائے گا' وہ مرتد ہو جائے گا کیونکہ اب آپ پر تہمت لگانا قرآن مجید کا انکار کرنا ہے ف۲۰ النور:۱۱ سے لے کر النور:۲۶ تک سولہ (۱۶) آیتیں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں کی لگائی ہوئی تہمت کی براءت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور یہ اس سلسلہ کی آخری آیت ہے۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد اور ضحاک وغیرہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ ﷺ کی منافقین کی تہمت سے براءت کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور اس کا معنی ہے: بُری باتیں بُرے لوگوں کے لیے ہیں اور بُرے لوگ بُری باتوں کے لیے ہیں۔ (جامع البیان:۱۹۵۹۷۔۱۹۵۹۵) اور ابن زید نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں۔ (جامع البیان:۱۹۶۰۷) اس آیت کی یہ دو تفسیریں ہیں' ایک تفسیر میں "الـخبیثات" سے مراد بُری باتیں ہیں اور دوسری تفسیر میں "الـخبیثات" سے مراد بُری عورتیں ہیں' امام ابن جریر طبری نے پہلی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔ (جامع البیان ج۱۸ ص۱۴۴) اس کے علاوہ امام ابن ابی حاتم' امام بغوی' امام ابن جوزی' امام رازی' امام قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے بھی پہلی تفسیر کو ترجیح دی ہے' یعنی "الـخبیثات" سے مراد بُری باتیں ہیں' اور "الـطیبات" سے مراد اچھی باتیں ہیں۔ تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف "تبیان القرآن" ج۸ ص۲۰-۱۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ

اور عزت کی روزی ہے O ۲۱ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو

حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت

تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ

حاصل کرو O ۲۲ اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت

لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے ۲۳ اور تم جو

تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

کچھ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے O اور اگر تم ایسے گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو

مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اور ان میں تمہارا سامان ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے ۲۴ اور اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو O

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ

آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے

أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ

بہت پاکیزہ ہے بے شک اللہ ان کاموں کی خبر رکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو O ۲۵ اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے

مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا

کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ۲۶ اور اپنی زیبائش

ع ۳ ۶

ف ۲۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مغفرت سے مراد دنیا میں گناہوں سے محفوظ رہنا ہے اور آخرت میں بخشش ہے اور "رزق کریم" سے مراد جنت کا رزق اور ثواب عظیم ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۵۹)
ف ۲۲ حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے گھر میں اس حال میں ہوتی ہوں کہ اس حال میں میں یہ نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے دیکھے خواہ میرا والد ہو یا میرا بیٹا ہو اور ہمارے گھر میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۹۶۲۰) عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت طلب کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس نے کہا: میرے علاوہ اس کا اور کوئی خدمت گار نہیں ہے کیا میں پھر بھی داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کروں؟ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں آپ نے فرمایا: پھر تم اس سے اجازت لے کر داخل ہو۔ (جامع البیان: ۱۹۶۲۴) ف ۲۳ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گئے اور کہا: "السلام علیکم" یہ عبد اللہ بن قیس ہیں (یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام ہے) حضرت عمر نے اجازت نہیں دی انہوں نے دوبارہ کہا: "السلام علیکم" یہ ابوموسیٰ ہے پھر کہا: "السلام علیکم" یہ الاشعری ہے پھر واپس چلے گئے حضرت عمر نے کہا: ان کو میرے پاس لاؤ ان کو واپس لایا گیا وہ آ گئے (حضرت عمر نے) پوچھا: اے ابوموسیٰ! تم کیوں واپس چلے گئے؟ ہم کام میں مشغول تھے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جائے تو فبہا ورنہ واپس چلے جاؤ۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۵۵۲۶) ف ۲۴ جب بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی تو مسلمانوں کو یہ مشکل پیش آئی کہ مدینہ سے مکہ کے راستے میں اور دوسرے راستوں میں رفاہِ عام کے لیے مکان بنے ہوئے تھے جن میں لوگ عارضی قیام کرتے تھے اس طرح وہاں دکانیں سرائے ہوٹل سبیل اور بیت الخلاء وغیرہ بنے ہوتے تھے جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا تھا نہ وہ شخصی ملکیت ہوتے تھے اور ان میں بغیر اجازت کے داخلے کی ممانعت میں عام مسافروں اور مسلمانوں کے لیے بڑی دشواری تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے آسانی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا جو عمارتیں کسی خاص شخص یا قوم کی ذاتی ملکیت نہ ہوں اور وہاں عام افراد کو آنے جانے کی ممانعت نہ ہو اور وہاں ٹھہرنے اور ان کو استعمال کرنے کی عام اجازت ہو جیسے ہوٹل مسافر خانے سرائے اسٹیشن اور ہوائی اڈے کی عمارت مسجدیں خانقاہیں دینی مدارس ہسپتال ڈاک خانے اور اس طرح کی دوسری عمارتیں (وہاں آدمی بغیر اجازت لیے داخل ہو سکتا ہے) اور جس جگہ داخلہ کی پابندی ہو وہاں داخل ہونے کی جو شرائط مقرر کی گئی ہوں ان کی پابندی کرنا ضروری ہے ف ۲۵ اس سورت کے شروع میں زنا سے ممانعت فرمائی ہے اور زنا کا پہلا محرک اور سبب اجنبی عورتوں کو دیکھنا ہے اس لیے اس آیت میں مردوں کو اجنبی عورتوں کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی الحسن نے حسن بصری سے پوچھا کہ عجمی عورتیں اپنے سینوں اور سروں کو کھلا رکھتی ہیں؟ انہوں نے کہا: تم اپنی آنکھوں کو ان سے دور رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔ (النور: ۳۰) زہری نے کہا: جن نابالغ لڑکیوں پر شہوت آئے ان کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ کم عمر ہوں۔ (صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب: ۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔ (سنن الترمذی: ۲۷۷۷) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی عورت کی طرف پہلی نظر ڈال کر نظر نیچی کر لیتا ہے اللہ اس کے لیے ایسی عبادت پیدا کر دیتا ہے جس میں حلاوت ہوتی ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوا اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو دیکھ کر جھک گئی اور سوا اس آنکھ کے جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور سوا اس آنکھ کے جس سے اللہ کے خوف سے ایک ننھا سا قطرہ بھی نکلا۔ (کنز العمال: ۴۳۳۵۷) (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ

کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی

زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ

زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں، یا اپنے باپ دادا پر، یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر

أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ

یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر،

أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ

یا اپنی خواتین پر یا اپنی مملوکہ باندیوں (نوکرانیوں) پر ۲۷ یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں

مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ

کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں ۲۸ اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا

کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں ۲۹ اور اے مسلمانو! تم سب

إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ

اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ○ اور تم اپنے بے نکاح

مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ

مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو، ۳۰ اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا، ۳۱ اگر وہ فقیر ہیں تو

يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ

اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے ○ اور جو لوگ

ف۲۷ زینت دو قسم کی ہے، ایک ظاہری زینت ہے، وہ عورتوں کا لباس ہے اور ایک مخفی زینت ہے، وہ عورتوں کے زیورات ہیں۔ (جامع البیان: ۱۹۶۴۴) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان محارم پر جس زیبائش کو ظاہر کیا جا سکتا ہے، اس زیبائش سے مراد زیورات وغیرہ ہیں، اور رہے عورتوں کے بال تو ان کو شوہروں کے سوا اور کسی کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان: ۱۹۶۶۹) جن محارم کے سامنے عورت اپنی زیبائش کو ظاہر کر سکتی ہے، ان میں اپنی خواتین اور اپنی مملوکہ باندیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ غیر مسلم عورت کے سامنے اپنی زیبائش کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن جریج نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اس سے مراد مسلم خواتین ہیں اور کسی مسلم خاتون کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی باطنی زینت کسی مشرکہ کو دکھائے سوائے اس صورت کے کہ وہ اس کی باندی ہو۔ (جامع البیان: ۱۹۶۷۱) ف۲۸ اس سے مراد صرف ایسے لوگ ہیں جن کا مقصد صرف کھانا پینا ہو اور ان کو عورتوں کی خواہش بالکل نہ ہو اور جس نوکر یا خادم کو عورتوں کی طرف رغبت ہو، اس کو گھروں میں عورتوں کے پاس نہ جانے دیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی ازواج کے پاس ایک مخنث آتا جاتا رہتا تھا اور گھر والوں کو یہ گمان تھا کہ اس کو عورتوں کو خواہش نہیں ہے، ایک دن نبی ﷺ آئے اور وہ آپ کی ازواج کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا کہ وہ اتنی موٹی ہے کہ اس کے جسم پر سلوٹیں پڑتی ہیں، جب وہ آتی ہے تو اس کے جسم پر چار سلوٹیں پڑتی ہیں اور جب وہ جاتی ہے تو اس کے جسم پر آٹھ سلوٹیں پڑتی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ یہ ان تمام چیزوں کو سمجھتا ہے، یہ تمہارے پاس نہ آیا کرے، پھر ازواجِ مطہرات اس سے پردہ کرنے لگیں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۸۱) ف۲۹ یعنی کوئی عورت فرش پر زور زور سے پیر مار کر نہ چلے کہ اس سے اس کی پازیب کی آواز گھر سے باہر سنائی دے۔ جس عورت نے خوشی سے یا اتراتے ہوئے ایسا کیا تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور اگر اس نے مردوں کو دکھانے، سنانے اور ان کو لبھانے کے لیے ایسا کیا تو اس کا عمل مذموم اور حرام ہے ف۳۰ اس سورت کے زیادہ تر احکام زنا اور اس کے دواعی اور محرکات کے سدباب اور عفت اور پاکیزگی اور پاک دامنی سے متعلق ہیں اور نکاح کرنا زنا کے سدباب کا ایک قوی ذریعہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں جو بے نکاح مرد اور عورتیں ہوں، ان کا بھی نکاح کرو اور تمہارے خادموں اور خادماؤں میں جو بے نکاح ہوں، ان کا نکاح بھی کر دو۔ "ایامٰی"، "ایم" کی جمع ہے "ایم" اصل میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ، ابوعبید نے کہا ہے کہ ہر چند کہ "ایم" کا لفظ مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے لیکن اس کا غالب استعمال عورتوں کے لیے ہوتا ہے، بہرحال اس آیت میں "ایامٰی" کا معنی ہے: بے نکاح مرد اور بے نکاح عورتیں ف۳۱ اس آیت میں فرمایا ہے: "وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ" یعنی تم اپنے نیک بے نکاح غلاموں اور باندیوں کا نکاح کر دو، اس آیت میں "عبد" کی اضافت مخلوق کی طرف کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے اور یہاں "عبد" کا معنی غلام ہے اور جب عبداللہ کہا جاتا ہے تو وہاں "عبد" کا معنی بندہ ہوتا ہے، عربی میں غلام کو "عبد" کہا جاتا ہے اور اُردو میں عبد بہ معنی بندہ لیا جاتا ہے، لہٰذا عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے، شرک نہیں ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی نے کفر اور شرک کی باتوں کے تحت لکھا ہے: علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا۔ (بہشتی زیور ج ا ص ۳۵، مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور) ظاہر ہے قرآن مجید کی اس نصِ قطعی کے مقابلہ میں تھانوی صاحب کا یہ قول صحیح نہیں ہے، تاہم چونکہ ہمارے عرف میں "عبد" کا اطلاق صرف بندے پر کیا جاتا ہے غلام پر نہیں کیا جاتا، اس لیے عبدالنبی کے بجائے غلام نبی نام رکھنا چاہیے۔

الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِیْنَ

نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے ف۳۲ اور

یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ

تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان

خَیْرًا ۖۗ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ

کی بہتری ہو اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے ف۳۳ اور تمہاری باندیاں

عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ

اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور

مَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ

جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ف۳۴ اور بے شک

اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

ہم نے تم لوگوں کی طرف واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان فرمائیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے

وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ

متقین کے لیے نصیحت نازل کی ہے ○ ف۳۵ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے ف۳۶ اس کے نور کی مثال

كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا

ایسے طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو وہ چراغ ایک فانوس میں ہو وہ فانوس ایک

كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا

روشن ستارے کی مانند ہو وہ چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے وہ (درخت) نہ مشرقی ہے نہ مغربی

ف۳۲ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنی پاکیزگی برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے' جب کہ ان کے لیے نکاح کرنا مشکل ہو' زیادہ تر نکاح کرنا مشکل اس وقت ہوتا ہے جب انسان کے پاس نکاح کرنے کی گنجائش نہ ہو' اس لیے فرمایا کہ ایسے لوگ اپنی پاکیزگی قائم رکھیں حتیٰ کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے' اور ان کے لیے ایسے اسباب اور وسائل مہیا کر دے جن سے وہ آسانی کے ساتھ نکاح کر سکیں۔ جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ نکاح کرے اور اگر وہ نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بدکاری نہ کرے اور اپنی عفت کو برقرار رکھے' اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنے سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے' اس آیت میں نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر کنٹرول رکھے اور ضبط نفس کرے' اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں بتائی' اگر کوئی اور جواز کی صورت ہوتی تو وہ بیان فرما دیتا' اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ استمناء کرنا جائز ہے ف۳۳ اسلام نے غلامی کو بہ تدریج ختم کیا ہے' غلام کو آزاد کرنے پر دوزخ سے نجات کی بشارت دی' قتل خطاء' ظہار' قسم توڑنے اور روزہ توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا' غلام کو مکاتب کرنا بھی غلامی کو ختم کرنے کی ایک صورت ہے' ایک شخص اپنے غلام سے کہتا ہے کہ تم مثلاً پانچ ہزار روپے مجھے لا کر دو تو تم آزاد ہو' اس فعل کو مکاتبت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں' اب اس غلام کے ذمہ یہ ہے کہ وہ محنت مزدوری کرے اور اپنے آقا کو وہ رقم لا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی مد میں ایک یہ شق بھی رکھی ہے کہ غلاموں کو آزاد کرانے کی مد میں زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور مسلم معاشرے میں مسلمان اپنے ایک غلام بھائی کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے رقم خرچ کریں ف۳۴ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک باندی تھی مسیکہ' اس نے کہا: میرا مالک مجھے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۹۷۴۱) ف۳۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: (۱) قرآن مجید کی آیات واضح' روشن اور مفصل ہیں (۲) اس میں تم سے پہلے لوگوں کی مثالیں ہیں یعنی جس طرح تورات اور انجیل میں حدود قائم کرنے کے احکام تھے' اسی طرح قرآن میں بھی ہیں (۳) اس میں متقین کے لیے نصیحت ہے' ہر چند کہ قرآن مجید کی نصیحت تمام انسانوں کے لیے ہے لیکن چونکہ قرآن کی نصیحت سے صرف متقین ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں' اس لیے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ف۳۶ نور کا معنی ہے: ضیاء (روشنی)۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۳) امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نور چونکہ ایک کیفیت حادثہ کو کہتے ہیں' اس لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ'' (الانعام: ۱) اللہ نے ظلمات (اندھیروں) اور نور (روشنی) کو پیدا کیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نور مجعول اور مخلوق ہے' اور اللہ خالق نور ہے خود نور نہیں ہے کیونکہ نور مخلوق ہے' اور چونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر نور کا اطلاق فرمایا ہے' اس لیے علماء نے اس میں حسب ذیل توجیہات کی ہیں: (۱) نور ظہور اور ہدایت کا سبب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ'' (البقرہ: ۲۵۷) اللہ مؤمنوں کا کارساز ہے وہ ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکال لاتا ہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں نور کا اطلاق ہدایت پر کیا گیا ہے تو ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ'' کا معنی ہے: یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کے نور والا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان والوں اور زمین والوں کو اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت حاصل ہوتی ہے' یعنی وہی ان کا ہادی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثرین کا یہی قول ہے (۲) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے آسمانوں اور زمینوں کا مدبر ہے' جیسے بہت بڑے عالم کے لیے کہا جاتا ہے: وہ شہر کا نور ہے کیونکہ وہ شہر والوں کی عمدہ تدبیر کرتا ہے تو وہ ان کے لیے بہ منزلہ نور ہوتا ہے' جس سے ان کو شہر کے معاملات میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے (۳) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے' اس کا ایک محمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں کو ملائکہ سے منور کرتا ہے اور زمین کو انبیاء سے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں کو اور زمینوں کو سورج' چاند اور ستاروں سے منور کرتا ہے اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اس نے آسمان کو سورج' چاند اور ستاروں سے مزین کیا ہے اور

غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ

عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اٹھے گا خواہ اسے آگ نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے ۳۷

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ

اللہ جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O جن گھروں کے بلند کیے جانے اور ان میں

فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ

اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے ۳۸ ان میں صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے ہیں O وہ مرد جن کو

تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۙ

تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی ۳۹

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ

وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں O ۴۰ تاکہ اللہ ان کو

اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ

ان کے بہترین کاموں کی جزا دے ۴۱ اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ عطا فرمائے ۴۲ اور اللہ جس کو چاہے

بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ

بے حساب رزق عطا فرماتا ہے O اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں

الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ

جس کو پیاسا دور سے پانی گمان کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں پاتا

زمین کو انبیاء اور علماء سے مزین کیا ہے' یہ تفسیر حضرت ابی بن کعب سے منقول ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۷۹) ف۳۷ اس آیت میں "مشکوٰۃ" سے مراد سیدنا محمد ﷺ کا سینہ ہے اور "الزجاجۃ" سے مراد آپ کا قلب ہے اور "مصباح" سے مراد دین کے اصول اور فروع کی وہ معرفت ہے جو آپ کے دل میں ہے اور "شجرۃ مبارکۃ" سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ ان کی اولاد سے ہیں اور ان کی ملت کی اتباع کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں فرمایا: وہ نہ شرقی ہیں نہ غربی ہیں کیونکہ آپ عیسائیوں کی طرح مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نہ یہود کی طرح مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چراغ کے تیل کی صفت میں فرمایا: وہ عنقریب بھڑک اٹھے گا اور روشن ہو جائے گا خواہ اس کو آگ نے نہ چھوا ہو' کعب احبار نے کہا: اس تیل سے مراد سیدنا محمد ﷺ کا نور ہے اور آپ اپنے صفاء جوہر اور اپنی مقدس ذات میں اس قدر کامل تھے کہ اگر آپ پر وحی نازل نہ ہوتی تب بھی آپ میں یہی کمالات ہوتے' آپ اسی طرح نیکی کی ہدایت دیتے اور آپ کی یہی پاکیزہ صفات ہوتیں اور آپ پر قرآن نازل نہ ہوتا تب بھی آپ کی نبوت لوگوں پر آشکارہ ہو جاتی اور آپ پر قرآن مجید کا نازل ہونا "نورٌ علی نور" ہے اور نور بالائے نور ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۹۰' زاد المسیر ج ۶ ص ۴۴) ف۳۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کے نزدیک ان گھروں سے مراد مساجد ہیں۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۴۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد کو بنایا' اللہ جنت میں اس کی مثل اس کا گھر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۵۷) اور مسجد میں ذکر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو ان میں چر لیا کرو' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: مساجد' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان میں چرنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر"۔ (سنن الترمذی: ۳۵۰۹) ف۳۹ سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بازار میں تھے' نماز کی اقامت کہی گئی تو مسلمانوں نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور مسجد میں چلے گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: انہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: "رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ"۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۷:۱۴۶۴) ف۴۰ قیامت کے دن کے ہول اور دہشت سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گی' اس سے مراد کفار کے دل اور ان کی آنکھیں ہیں' ان کے دل اپنی جگہ سے نکل کر حلق میں آ جائیں گے' وہ واپس اپنی جگہ جا سکیں گے نہ حلق سے باہر آ سکیں گے' اور آنکھوں کے پلٹنے کا معنی یہ ہے کہ پہلے ان کی سرمگیں آنکھیں تھیں اور قیامت کے دن ان کی آنکھیں نیلی ہو جائیں گی ف۴۱ اس آیت میں نیک کاموں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے اور برے کاموں کی سزا کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ قیامت کے دن جزا اور سزا دونوں ہوں گی' اس کی دو وجہیں ہیں' ایک وجہ یہ ہے تاکہ مسلمانوں کو نیک کام کی ترغیب دی جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں ان مسلمانوں کا ذکر ہے' جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کریں گے اور ان کے صغیرہ گناہ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے معاف کر دیئے جائیں گے ف۴۲ اس کا ایک محمل یہ ہے کہ ایک نیکی کا دس گنا' پھر سات سو گنا اجر عطا فرمائے اور جس کے لیے چاہے گا اس کو بھی دگنا کر دے گا' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کے استحقاق کے بغیر ان کو اجر عطا فرمائے گا۔

فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ

اور وہ اللہ کو اپنے قریب پاتا ہے جو اس کو اس کا پورا حساب چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○ ۴۳ یا (ان کے اعمال)

لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ

گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مثل ہیں جن کو موج بالائے موج ڈھانپے ہوئے ہے اس کی بعض تاریکیاں

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ

بعض سے زیادہ ہیں' جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو دیکھ نہ سکے ۴۴ اور جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے

اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي

تو اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے ○ ۴۵ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمانوں والے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ

اور زمینوں والے اور صف بہ صف اڑنے والے (پرندے) بے شک اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں' ۴۶ ہر ایک کو اپنی نماز اور

تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

تسبیح کا علم ہے' ۴۷ اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ○ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ

اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے' پھر ان کو (باہم) جوڑ دیتا ہے'

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ

پھر ان کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے' پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش ہوتی ہے' اور اللہ آسمان

السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ

کی طرف سے پہاڑوں سے اولے نازل فرماتا ہے' سو وہ جس پر چاہے ان اولوں کو برسا دیتا ہے اور

ع ۱۱

۴۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے اعمال کی مثال بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں کافروں کے اعمال کی مثال بیان فرمائی ہے' مقاتل نے کہا: یہ آیت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے متعلق نازل ہوئی' اس نے دین کی طلب میں رہبانیت اختیار کی اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ کافر ہو گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۶۲) ابن قتیبہ نے کہا: دوپہر کے وقت ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت پانی کی طرح نظر آتی ہے اس کو "سراب" کہتے ہیں' اور "القیعة" اور "القاع" ایسی ہموار زمین کو کہتے ہیں جس میں کوئی روئیدگی اور سبزہ نہ ہو پس جو شخص ایسے ریگستان میں سفر کرتا ہے تو اس کو دور سے چمکتی ہوئی ریت پانی معلوم ہوتی ہے اور جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہاں کوئی پانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کافر یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے ہاں ان کو نفع پہنچائیں گے لیکن جب وہ آخرت میں پہنچیں گے تو ان کے اعمال ان کو کوئی نفع نہیں دے سکیں گے بلکہ اس کے برعکس ان کے اعمال ان کے لیے باعث عذاب ہوں گے ۴۴ اس آیت میں تاریکیوں سے مراد کفار کے اعمال ہیں اور سمندر کی گہرائی سے مراد کفار کے قلوب ہیں اور موج بالائے موج سے مراد وہ جہالت' شکوک اور اندھیرے ہیں جو کفار کے دلوں پر چھائے ہوئے ہیں اور بادل سے مراد ان کے دلوں کا زنگ ہے اور وہ مہر ہے جو ان کے دلوں پر لگا دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر نے بیان کیا کہ جس طرح جو شخص سمندر کے گہرے پانی کے اندھیروں میں ہو' اس کو ہاتھ سے ہاتھ سجھائی نہیں دیتا' اسی طرح کافر اپنے دل سے نور ایمان کا ادراک نہیں کر سکتا ۴۵ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ جس کے لیے اللہ دین نہ بنائے اس کے لیے کوئی دین نہیں' اور جس کے پاس ایسا نور نہ ہو جس سے وہ قیامت کے دن چل سکے تو وہ جنت کی ہدایت نہیں پائے گا۔ الزجاج نے کہا: یہ آیت دنیا پر محمول ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہدایت نہ دے' وہ ہدایت نہیں پائے گا ۴۶ تسبیح سے مراد یہ ہے کہ ہر مخلوق اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا خالق ہر قسم کے نقص اور عیب سے منزہ اور پاک ہے اور ہر قسم کے حسن اور کمال سے متصف ہے اور یہ دلالت زبان حال سے بھی ہے اور زبان قال سے بھی ہے' زبان حال سے دلالت اس طرح ہے کہ ہر مخلوق تغیر پذیر ہے اور کسی چیز کا متغیر ہونا اس کے حادث اور ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس کا حادث اور ممکن ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا موجد اور خالق حدوث اور امکان کے نقص و عیب سے پاک ہے' کیونکہ اگر وہ بھی حادث اور ممکن ہوتا تو وہ بھی ان کی مثل ہوتا' ان کا خالق نہ ہوتا' اس طرح ہر مخلوق زبان حال سے اپنے خالق کی تسبیح اور حمد کرتی ہے اور فرشتہ اور مؤمنین (جن وانس) زبان حال کے علاوہ زبان قال سے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتے ہیں ۴۷ اس آیت میں "علم" کا لفظ ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں حیوانات کے ادراک پر بھی علم کا اطلاق ہے' حالانکہ عرف اور لغت میں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور قرآن مجید لغت عربی میں نازل ہوا ہے' اس لیے بہ ظاہر حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق موجب اشکال ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں مجازات بھی ہیں اور یہاں حیوانات کے ادراک پر علم کا اطلاق مجازاً ہے' اس کے علاوہ دیگر جواب یہ ہیں کہ ہر چیز کی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم صرف ذوالعقول کو ہے' لیکن ذوالعقول کو غیر ذوالعقول پر غلبہ دے کر سب کے متعلق فرما دیا کہ ان کو اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم ہے' لہٰذا یہ اطلاق باب تغلیب سے ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ "قد علم" کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یعنی "کل قد علم اللّٰه صلوته وتسبیحه" اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں: بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حشرات الارض کو ایسے لطیف اعمال کا الہام کیا ہے جن کو وجود میں لانے اور بروئے کار لانے سے اکثر عقلاء عاجز ہیں' اور جب ایسا ہو سکتا ہے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور حیوانوں کو اپنی معرفت کا الہام کر دیا ہو اور ان کو دعا کرنے' تسبیح پڑھنے اور نماز پڑھنے کا الہام کر دیا ہو' یا ان کو ان چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہو' ہم دیکھتے ہیں مکڑی مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے مکھیوں اور مچھروں کو اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی مسدس شکل میں شہد کا چھتا بنا لیتی ہے اور اس کو ایسی کاریگری سے بناتی ہے کہ ماہر انجینئر بھی اس کی صنعت کو دیکھ کر

عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ

جس سے چاہے ان کو پھیر دیتا ہے ۴۸ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی لے جائے ○ اور اللہ

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ

دن اور رات کو ادل بدل کرتا رہتا ہے' بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے ○ ۴۹ اور اللہ نے

كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

زمین پر چلنے والے تمام جان داروں کو پانی سے پیدا کیا ہے ۵۰ سو ان میں سے بعض پیٹ کے بل رینگتے ہیں اور ان میں

يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ

سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہے

مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ

پیدا فرماتا ہے اور بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ۵۱ بے شک ہم نے واضح بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائی ہیں

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا

اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے ○ ۵۲ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ

بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی' پھر اس کے باوجود ان میں سے ایک فریق پیٹھ پھیر لیتا ہے

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ

اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں ○ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت

بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا

دی جاتی ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں تو اس وقت ان میں سے ایک فریق اعراض کرنے والا ہوتا ہے ○ اور اگر ان کے حق میں فیصلہ

حیران رہ جاتے ہیں' پھر شہد کی مکھیوں کی ایک ملکہ ہوتی ہے جو اپنی ریاست کا نظام چلاتی ہے اور تمام مکھیاں اس کے احکام کے تابع ہوتی ہیں' اور ہم دیکھتے ہیں کہ سارس اپنی موافق ہوا اور موسم کو طلب کرنے کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف پرواز کر جاتا ہے' اسی طرح جو درندے دوسرے حیوانوں کا شکار کرتے ہیں' وہ بھی بہت عیاری سے اپنا شکار حاصل کرتے ہیں' ہم جنگلوں میں دیکھتے ہیں بعض پرندے تنکوں سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں' وہ گھونسلے کئی کئی منزلوں کے ہوتے ہیں' ان میں اوپر نیچے خانے بنے ہوتے ہیں' جو کمروں کے قائم مقام ہوتے ہیں' وہ تنکے چن چن کر ان کو موڑ توڑ کر انتہائی باریکی اور فنکاری سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں' ان کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں اور حیوانوں کو ضرور ان کاموں کی معرفت اور عقل عطا فرمائی ہے کیونکہ اگر ان میں ان کاموں کے لیے عقل اور معرفت نہ ہو تو صرف حواسِ خمسہ سے ان کاموں کو انجام نہیں دیا جا سکتا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۰۳۔۴۰۲ ملخصاً وموضحاً) ۴۸ "بـــرد" کا معنی ہے: ٹھنڈک' اور اس سے مراد اولے ہیں' مشہور یہ ہے کہ جب بخارات اوپر چلے جاتے ہیں اور حرارت سے تحلیل نہیں ہوتے تو وہ سخت ٹھنڈک والی ہوا کے طبقہ میں پہنچ جاتے ہیں' جہاں درجہ حرارت منفی پچاس درجہ سینٹی گریڈ سے بھی زیادہ ہوتا ہے' وہاں پر وہ بخارات منجمد ہو کر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں' پھر اگر وہاں زیادہ ٹھنڈک نہ ہو تو وہ بادل قطرہ قطرہ ہو کر گرنے لگتے ہیں اور یوں بارش ہوتی ہے' اور اگر ٹھنڈک اجزاء بخاریہ کے مجتمع ہونے سے پہلے پہنچ جائے تو پھر برف باری ہو جاتی ہے اور اگر اجزاء بخاریہ کے مجتمع ہو جانے کے بعد ٹھنڈک پہنچے تو پھر ژالہ باری ہوتی ہے اور یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تابع ہیں ۴۹ یعنی دن اور رات کے اس توارد میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانیاں ہیں' جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کامل ہونے اور ہر چیز کو اس کے علم کے محیط ہونے اور اس کے احکام کے نافذ ہونے اور تمام نظامِ کائنات کے اس کی قدرت اور مشیت کے تابع ہونے کا پتا چلتا ہے ۵۰ زمین پر چلنے والے جاندار کو "دابـــة" کہتے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال چار ٹانگوں والے جاندار پر ہوتا ہے' اس آیت میں فرمایا: زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ہے' اس سے مراد مخصوص پانی ہے یعنی نطفہ' اس میں تغلیباً اکثر جانوروں پر تمام جانوروں کا حکم لگا دیا ہے' کیونکہ بعض حیواناتِ نطفہ سے نہیں پیدا ہوتے' جنات اور ملائکہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ جنات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں' حضرت آدم مٹی اور پانی سے پیدا کیے گئے ہیں' حضرت حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخ جبرئیل سے پیدا کیے گئے ۵۱ یعنی اللہ تعالیٰ مختلف صورت اور مشکل اور مختلف اعضاء اور حرکات اور افعال اور مختلف خواص کی مخلوقات پیدا فرماتا ہے حالانکہ ان سب کو ایک ہی عنصر سے پیدا فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور اس کی صفت کے کمال پر دلالت کرتا ہے ۵۲ یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسی آیتیں نازل فرمائی ہیں جو واحد خالق پر تفصیل اور وضاحت سے دلالت کرتی ہیں' جو اس تمام نظامِ کائنات کو صرف اپنی تدبیر سے چلا رہا ہے' ان آیتوں میں دین و دنیا کی رُشد اور فلاح کا وضاحت سے بیان ہے اور بُرے کاموں سے نفس کی آلودگی کی تطہیر کی اور نیک کاموں سے نفس کو مزین کرنے کی مکمل ہدایت ہے' پھر جو شخص نیکی اور صلاحیت کو اپنانے اور ایمان اور تقویٰ کے حصول کا ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں یہ اوصاف پیدا فرما دیتا ہے اور جو بُرائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ بُرائی پیدا فرما دیتا ہے۔

اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ

ہو تو وہ آپ کی طرف فرماں برداری کرتے ہوئے چلے آتے ہیں○ آیا ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں

اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا

یا وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول (معاذ اللہ) ان پر ظلم کریں گے' بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں○ ف۵۳ اور جب

كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

مومنوں کو بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کو یہی کہنا

اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ

چاہیے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں○ ف۵۴ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○ ف۵۵

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ

اور (منافقوں نے) اللہ کی خوب پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں (جہاد کے لیے) نکلنے کا حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے ف۵۶ آپ کہیے:

لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

تم قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) اطاعت معلوم ہے' بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے○ ف۵۷ آپ کہیے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو' پس اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے

وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے' اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف احکام کو

ع ۶ ۱۰ ۱۲

ف۵۳ بشر نام کا ایک منافق تھا' جس کا ایک یہودی سے زمین کے متعلق جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا: چلو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں' منافق کا موقف باطل تھا' اس نے انکار کیا اور کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر ظلم کرتے ہیں' ہم کعب بن اشرف سے فیصلہ کراتے ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' ایک روایت یہ ہے کہ مغیرہ بن وائل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان زمین اور پانی میں تنازع تھا' مغیرہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ نہیں کراؤں گا' وہ مجھ سے بغض رکھتے ہیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' اور جب ان کا موقف درست اور حق ہو تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے کے لیے آپ کے پاس دوڑے ہوئے آجاتے ہیں کیونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ آپ حق کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں اور فرمایا: یہ لوگ ظالم ہیں کیونکہ یہ حق سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جب حاکم کسی شخص کو فیصلہ کرنے کے لیے بلائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ حاکم کے پاس جائے۔ حسن بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اس کے فریق مخالف نے کسی مسلمان حاکم کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے بلایا اور وہ نہیں گیا تو وہ ظالم ہے اور اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۷ ص ۲۷۳' معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۴)

ف۵۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی اطاعت کی خبر دی ہے' خواہ اللہ کی کتاب میں یا رسول اللہ کی سنت میں ایسا حکم ہو' جو طبیعت پر دشوار اور ناگوار ہو' تب بھی مومنوں کا یہی کہنا ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اور اگر یہ منافقین بھی مخلص مومن ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۷۳) اس آیت میں شریعت نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر مسلمانوں کو اسی طرح کہنا چاہیے ف۵۵ اسلم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے تھے کہ روم کا ایک دہقانی ان کے پاس آ کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا' حضرت عمر نے اس سے پوچھا: تم یہ کلمہ کیوں پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اللہ کے لیے اسلام لایا ہوں' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس کا کوئی خاص سبب ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے تورات' انجیل اور دیگر انبیاء کے صحائف پڑھے ہیں' میں نے ایک قیدی سے قرآن مجید کی ایک آیت سنی' جو تمام کتب متقدمہ کی تعلیمات اور احکام کی جامع ہے' تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے' حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس نے یہ آیت پڑھی: ''من یطع اللّٰہ'' (جس نے فرائض میں اللہ کی اطاعت کی) ''ورسولہ'' (اور سنتوں میں اس کے رسول کی اطاعت کی) ''ویخش اللّٰہ'' (اور وہ گزری ہوئی عمر کے گناہوں کو یاد کر کے اللہ سے ڈرا) ''ویتقہ'' (اور بقیہ عمر میں اللہ کی نافرمانی سے بچا) ''فاولئک ھم الفائزون'' (تو یہی لوگ کامیاب ہیں' دوزخ سے نجات پائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جوامع الکلم (ایسا کلام جس کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں) عطا کیے گئے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۷۴) ف۵۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ دوبارہ منافقین کے ذکر کی طرف متوجہ ہوا' کیونکہ جب انہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو ناپسند کرتے ہیں اور ناگوار سمجھتے ہیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنی بیویوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور اپنے گھروں سے نکل جائیں گے' اور اگر آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں گے تو ہم جہاد کریں گے ف۵۷ آپ کہیے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ' اس کے بعد فرمایا: ''طاعۃ معروفۃ'' اس کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ تمہاری اطاعت تو ہمیں معلوم ہے اور وہ مشہور ہے کہ تم کیسی اطاعت کرتے ہو' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تمہیں قسمیں کھانے کے بجائے اخلاص کے ساتھ اطاعت کرنی چاہیے۔ مجاہد نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تمہاری اطاعت تو معروف ہے اور وہ محض جھوٹ ہے۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے کہ تم زبان سے اطاعت کرنے کی قسمیں کھاتے ہو اور عمل سے اپنی قسموں کی مخالفت کرتے ہو۔

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

صاف صاف پہنچا دینا ہے ○ ۵۸ اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا ۵۹ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ

اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرما لیا ہے اور ضرور بہ ضرور

بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ

ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا' وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے' ۶۰ اور جن

بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں ○ ۶۱ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ کافروں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ

مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

وہ زمین میں ہمیں عاجز کرنے والے ہیں' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے ○ ۶۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ

اے ایمان والو! تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین

لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے ۶۳ نماز فجر سے پہلے

ف۵۸ یعنی اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے پھر گئے تو رسول کے ذمہ وہ کام ہیں جن کا ان کو مکلف کیا گیا ہے' یعنی انہیں احکامِ شرعیہ کی تبلیغ عام کرنے کا حکم دیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ کام ہیں جن کا تم کو مکلف کیا گیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے احکام کو سننا اور ان پر عمل کرنا اور اگر تم نے ان احکام پر عمل کر لیا تو تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور رسول پر تو تبلیغ کر کے دین کے احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے ف۵۹ ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' وہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہیں اور مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مکہ میں کب فتح عطا فرمائے گا' اور ہمیں کب امن نصیب ہوگا' اور ہم سے کب مصائب دور ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' اور اس آیت کے مخاطب نبی ﷺ کے اصحاب ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۷۶۱-۱۴۷۶۰)

ع ۱۳

ف۶۰ یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ جو مؤمنین صالحین سیدنا محمد ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلافت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرما لیا ہے اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا' اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ وعدہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پورا ہونا تھا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ آپ کی وفات کے بعد ہی مقرر کیا جانا تھا' اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا تھا کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں' اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ خلافت حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو ہی عطا کی گئی ہے کیونکہ ان ہی کے ایامِ حکومت میں فتوحاتِ عظیمہ ہوئی ہیں اور زمین پر اقتدار حاصل ہوا ہے اور دین کا غلبہ ہوا ہے اور امن برپا ہوا ہے' اور یہ چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حاصل نہیں ہوئیں کیونکہ آپ اپنے پورے دورِ حکومت میں مسلمانوں میں سے اپنے مخالفین کے ساتھ جنگ میں مشغول رہے اور آپ کو کفار کے خلاف جنگ کرنے کی فرصت نہیں ملی' پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں ان خلفاء کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی فرع ہے' اس لیے اس آیت سے ان کی خلافت بھی ثابت ہوئی ف۶۱ "وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ" میں کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے اور اس سے کفر باللہ مراد نہیں ہے' اور فاسقوں سے مراد اللہ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ مفسرین نے کہا: سب سے پہلے جنہوں نے اس نعمت کا کفر کیا' وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا تھا' جب انہوں نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جو امن کی نعمت عطا کی تھی' وہ واپس لے لی اور ان پر خوف مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے اور خون ریزی میں مشغول ہو گئے' حالانکہ ان سے پہلے وہ بھائی بھائی تھے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۱۷) حمید بن بلال کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے متعلق کہا: جب سے رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تھے' اس وقت سے آج تک فرشتے تمہارے مدینہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں' پس اللہ کی قسم! اگر تم نے عثمان کو قتل کر دیا تو وہ فرشتے لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۰۹۶۳) ف۶۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ کافروں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ہماری گرفت سے باہر نکل سکتے ہیں اور جب ہم ان کو عذاب دینا چاہیں تو وہ بھاگ سکتے ہیں ف۶۳ مقاتل بن حیان اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری اور اس کی بیوی اسماء بنت مرشد' دونوں نے نبی ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا' اور لوگ ان سے اجازت لیے بغیر ان کے گھر میں داخل ہو گئے تو حضرت اسماء نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کتنی بُری بات ہے کہ ایک عورت' اس کا خاوند ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا خادم بغیر اجازت لیے ہوئے گھر میں داخل ہو جاتا ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۷۹۵) اور سدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ان اوقات میں اپنی ازواج سے جماع

وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ
اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات

الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ
تمہارے پردے کے ہیں ان تین اوقات کے بعد (بلا اجازت آنے میں) نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر

بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
کوئی گناہ ہے وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنے جانے والے ہیں اللہ اسی طرح

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ
(اپنی) آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا بے حد حکمت والا ہے ○ ۶۴ اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغت کو

الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ
پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیے جیسا کہ ان سے پہلے مرد اجازت طلب کرتے ہیں ۶۵ اللہ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ
اپنی آیتیں تمہارے لیے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا بے حد حکمت والا ہے ○ اور وہ بوڑھی عورتیں

الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے حجاب کے کپڑے اتار رکھیں

غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
جب کہ وہ اپنا بناؤ سنگھار دکھانے والی نہ ہوں ۶۶ اور اگر وہ اس سے بھی احتیاط کریں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ بہت سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا
بے حد جاننے والا ہے ○ نابینا پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ

کرنے کو پسند کرتے تھے' پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۷۹۶) ف۶۴ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو آدمیوں نے اس آیت کے متعلق سوال کیا' جس میں اللہ تعالیٰ نے پردہ کے ان تین اوقات میں اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ستر کرنے والا ہے اور ستر کو پسند فرماتا ہے' لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے' اور نہ ان کے گھروں میں حجاب ہوتا تھا' بسا اوقات اچانک اس کے گھر میں اس کا خادم یا اس کا بیٹا یا اس کی لے پالک بیٹی آ جاتی اور وہ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں اجازت طلب کر کے گھر میں داخل ہوں' پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت اور کشادگی کر دی اور انہوں نے اپنے گھروں میں پردے ڈال لیے اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا پردہ ڈال دینا کافی ہے اور اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۷۸۷) یہ حکم پہلے واجب تھا کیونکہ پہلے گھروں کے نہ کواڑ تھے نہ دروازے اور اگر پھر ایسے گھر ہوں تو یہ حکم پھر واجب ہوگا' اور ابو قلابہ نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے' ان کی مصلحت کے اعتبار سے یہ حکم دیا گیا تھا' لیکن اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب اور ثابت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۲۸۲' ملخصاً) ف۶۵ جب آزاد لڑکے بالغ ہو جائیں تو وہ گھر میں داخل ہونے کے لیے ہر وقت اجازت طلب کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب آزاد لڑکا بالغ ہو جائے تو وہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے ہاں کسی وقت بھی بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور جس طرح اور مرد گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرتے ہیں' وہ بھی اجازت طلب کرے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۸۱۹) سعید بن جبیر نے کہا: جس طرح کسی شخص کے بڑے بیٹے اور دیگر رشتہ دار اجازت طلب کرتے ہیں' اسی طرح بالغ لڑکے بھی اجازت طلب کریں ف۶۶ فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح سے مایوس ہو چکی ہیں' اگر ان کے سر کے بال کھلے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے' اس بناء پر ان کا دوپٹہ اتار کر رکھنا جائز ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ ستر اور حجاب میں فرق ہے' عورت کا پورا جسم سوا چہرے' ہاتھوں اور پیروں کے واجب الستر ہے اور اس کے سر کے بالوں کا بھی ستر واجب ہے اور چہرے' ہاتھوں اور پیروں کو چادر سے ڈھانپنا حجاب ہے' اس لیے بوڑھی عورت کے لیے چادر کو اتارنا اور چہرے' اور ہاتھوں اور پیروں کو کھولنا جائز ہے لیکن سر کے بالوں کو ڈھانپنا واجب ہے' بوڑھی عورت ستر میں جوان عورت کی مثل ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ گھر میں قمیص پہنے اور دوپٹہ اوڑھے اور اوپر اوڑھنے والی چادر اتار سکتی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۸۴۴) ام الضیاء بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' میں نے عرض کی: اے ام المؤمنین! آپ بالوں کو رنگنے' کپڑوں کو رنگنے' کانوں میں بالیاں پہننے' پازیب پہننے' سونے کی انگوٹھی پہننے اور باریک کپڑوں کے پہننے کے بارے میں کیا فرماتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! یہ سب چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں لیکن تمہارے اس بناؤ سنگھار کو غیر محرم نہ دیکھے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۸۴۹)

عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

بیمار پر کوئی حرج ہے ف۶۷ اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ ف۶۸ یا اپنے باپ

اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے

اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا

چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں

مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا

سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں ف۶۹ یا اپنے دوست کے گھر سے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ

اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ

یا الگ الگ کھاؤ ف۷۰ پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو اللہ سے اچھی دعا کرو کر

اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اللہ اسی طرح تمہارے لیے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو O

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى

مومنین صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقۃً ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی مجتمع ہونے والی

اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ

مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے بے شک جو لوگ آپ سے

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ

اجازت طلب کرتے ہیں وہی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت

ف۶۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ'' (البقرہ:۱۸۸) اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ۔ تو مسلمانوں نے بیماروں' اپاہجوں' اندھوں اور لنگڑوں کے ساتھ کھانے میں حرج سمجھا' انہوں نے کہا: ہمارا سب سے افضل مال تو کھانا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ناحق مال کھانے سے منع فرمایا ہے' اور اندھا کھاتے وقت یہ نہیں دیکھ سکتا کہ پلیٹ میں اچھا طعام کس جگہ ہے (مثلاً بوٹیاں یا انڈے کس جگہ رکھے ہیں) اور لنگڑا پوری طرح بیٹھنے پر قادر نہیں ہے اور وہ صحیح طرح نہیں کھا سکتا' اور بیمار آدمی کمزوری کی وجہ سے اچھی طرح نہیں کھا سکتا' اس لیے وہ ان معذوروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج سمجھنے لگے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان :۱۹۸۷۲) ف۶۸ اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی بیویوں کے گھروں سے کھاؤ تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے' حدیث میں ہے: عمر بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے' آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے اور بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے' سو تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰) ف۶۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد کسی شخص کا وکیل اور اس کا قیم (مختار کار' منیجر' منتظم) ہے' جو اس کی زمین اور اس کے مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان کا انتظام کرتا ہو اور اس کی طرف سے اس کے اُمور اور معاملات کا ذمہ دار اور جواب دہ ہو' اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ اس کی زمین کے پھلوں سے کھائے اور اس کے مویشیوں سے دودھ پیے۔ (جامع البیان :۱۹۸۷۹) ف۷۰ قتادہ' ضحاک اور ابن جریج نے کہا: یہ آیت بنولیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو بنوکنانہ کا قبیلہ تھا' ان کا ایک شخص تنہا کھانا نہیں کھاتا تھا حتیٰ کہ کوئی مہمان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے۔ بسا اوقات وہ شخص اپنے سامنے کھانا رکھ کر صبح سے شام تک بیٹھا رہتا تھا اور بعض اوقات اس کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں ہوتی تھیں اور وہ اس وقت تک ان کا دودھ نہیں پیتا تھا حتیٰ کہ کوئی شخص اس کے ساتھ دودھ پینے والا آ جاتا' پس جب شام تک کوئی نہیں آتا تو وہ انتظار کر کے کھا لیتا۔ عکرمہ اور ابوصالح نے کہا: یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی' جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ اس مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے' تو ان کو اجازت دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں کھا لیں تنہا یا کسی کے ساتھ مل کر۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث :۱۴۸۸۸۔ ۱۴۸۸۳) ف۷۱ مسلمان کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ گھر داخل ہو تو اللہ کی طرف سے اپنے اوپر سلام بھیجے' یعنی اللہ کی طرف سے اپنے لیے امان اور سلامتی طلب کرے تاکہ وہ اللہ کی رضا کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے باز رہے' کیونکہ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک لحہ کے لیے بھی اللہ کی پناہ میں آنے میں سستی کرے تاکہ اس کے اوپر ہمیشہ اللہ سبحانہ کی عصمت اور حفاظت سایہ افگن رہے اور وہ کسی شرعی مکروہ کام کو کرنے سے بچا رہے۔ (لطائف الاشارات ج ۲ ص ۵۷۳)

شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں ۲؎ اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ

اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو ۳؎

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ

بے شک اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تمہارے درمیان سے کسی کی آڑ میں چپکے سے نکل جاتے ہیں' سو جو لوگ رسول کے حکم کی

عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ

خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے ○ سنو بے شک اللہ ہی

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ

کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اللہ کو خوب علم ہے تم جس حال میں ہو' اور جس دن

اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ ان کے کیے ہوئے سب کاموں کی خبر دے گا' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ ۴؎

۲۵ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۴۲ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۷۷ رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۃ الفرقان مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ستتر آیتیں چھ رکوع ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ ﴿۱﴾

وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر بہ تدریج الفرقان (قرآن مجید) کو نازل فرمایا ۱؎ تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے (عذاب سے)

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ

ڈرانے والے ہوں ○ ۲؎ وہ ذات جس کی سلطنت میں تمام آسمان اور تمام زمینیں ہیں' اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کی

ف۲ "امر جامع" سے مراد جہاد کا لشکر ہے' یا پانچ وقت کی نماز ہے یا نماز جمعہ ہے یا نماز عید ہے یا کسی اہم کام کے لیے مشورہ کرنے کی مجلس ہے' مفسرین نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن جب منبر پر خطبہ دے رہے ہوتے اور اس وقت کوئی شخص اپنے کسی کام یا کسی ضرورت کی بناء پر مسجد سے جانا چاہتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو جاتا' آپ اس کو دیکھ کر جان لیتے کہ یہ اجازت لینے کے لیے کھڑا ہوا ہے' پھر آپ ان میں سے جس کو چاہتے اجازت دے دیتے۔ مجاہد نے کہا: جمعہ کے خطبہ میں امام ہاتھ کے اشارہ سے اجازت دے دے' اہل علم نے کہا: اسی طرح ہر وہ مہم جس میں مسلمان امام کے ساتھ جمع ہوں' اس میں مسلمان امام کی اجازت کے بغیر اس مجلس سے نہ نکلیں' اور جب کوئی شخص اجازت طلب کرے تو امام کو اختیار ہے وہ چاہے تو اجازت دے دے اور چاہے تو اجازت نہ دے اور اجازت لینا اس وقت ضروری ہے جب کوئی طبعی مانع پیش نہ آئے' مثلاً اگر مسجد کے اجتماع میں کسی عورت کو حیض آ جائے یا کسی شخص کو احتلام ہو جائے تو وہ اجازت طلب کیے بغیر بھی جا سکتا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۲۳۴-۲۳۳) ف۳ "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ" کے مفسرین نے تین محامل بیان کیے ہیں: (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تمہارے خلاف دعا واجب القبول ہے' تم اس سے بچو۔ (جامع البیان: ۱۹۹۱۱) (۲) مجاہد نے کہا: آپ کو یا محمد کہہ کر نہ بلاؤ۔ (جامع البیان: ۱۹۹۱۲) (۳) مبرد اور قفال کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کے حکم کو ایسا نہ قرار دو' جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو کیونکہ آپ کے بلانے پر جانا فرض ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا: سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں' وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۵) مجاہد کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ کو یا محمد کہہ کر نہ بلاؤ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر بلاؤ' اس بناء پر بعض علماء نے لکھا ہے کہ یا محمد کہہ کر آپ کو نداء نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہد کی تفسیر میں یا محمد کہہ کر آپ کو بلانے سے منع کیا ہے' یا محمد کہہ کر آپ کو نداء کرنے سے منع نہیں کیا' اور ہم یا محمد کہہ کر نداء کے قائل ہیں کیونکہ نداء میں اس کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے جس کو نداء کی جا رہی ہے' اس کو بلانا مقصود نہیں ہوتا' جیسے ہم یا اللہ کہتے ہیں تو اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کو بلانا نہیں ہوتا بلکہ اس کی ذات کو اپنی ذات اور اپنے حال کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور آپ کو بلانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ لفظ "محمد" کے دو لحاظ ہیں' ایک اعتبار سے یہ آپ کا علم کا اور نام ہے اور اس اعتبار سے آپ کو نداء کرنا منع ہے یعنی آپ کا نام لے کر بلانا منع ہے اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ یہ آپ کی صفت ہے کیونکہ محمد کا معنی ہے: جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور اس اعتبار سے آپ کو نداء کرنا اور بلانا جائز ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں: "او قصد به المعنى الوصفي دون المعنى العلمي"۔ (مرقات ج ۱ ص ۵۱) (جب حضرت جبرئیل نے آپ کو یا محمد کہا تو) اس لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا گیا اور "علمی" (نام کی) مراد کا ارادہ نہیں کیا۔ مزید تحقیق و تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ولفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف تبیان القرآن ج ۸ ص ۱۹۳ تا ۱۹۹ کو ملاحظہ فرمائیں ف۴ الوہیت کا مدار دو چیزوں پر ہے' علم اور قدرت پر۔ ضروری ہے کہ خدا کو اپنی تمام مخلوق کا علم ہو' اگر اس کو علم نہ ہو تو اس کو پتا نہیں چلے گا کہ اس کی مخلوق اس کے احکام پر عمل کر رہی ہے یا نہیں کر رہی' اور اگر اس کو اپنی پوری مخلوق کا علم ہو اور ان پر قدرت نہ ہو تو اس کی مخلوق میں سے جو اس کی نافرمانی کرے تو وہ ان سے مواخذہ اور ان پر گرفت نہیں کر سکتا' اس لیے مخلوق کی فرماں برداری کرنے پر (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

سورۃ الفرقان: ف۱ قرآن مجید کو "الفرقان" فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حق اور باطل اور مؤمن اور کافر میں فرق کرنے والا ہے' اس میں حلال اور حرام کاموں کا فرق کیا گیا ہے ف۲ "للعٰلمین" اس سے مراد انسانوں اور جنات کا عالم ہے' کیونکہ سیدنا محمد ﷺ ان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور ان کو عذاب سے ڈرانے والے تھے' اور آپ خاتم الانبیاء ہیں' حضرت نوح طوفان کے بعد سب انسانوں کے رسول تھے اور آپ سب انسانوں اور جنات کی طرف رسول ہیں۔ آپ کے علاوہ اور کسی نبی کی رسالت

لَهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾

سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا' پھر اس کو ایک مقرر کردہ اندازے پر رکھا O ۳

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ

اور لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً

وہ اپنے لیے کسی ضرر اور نفع کے مالک ہیں اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے

وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ

اور نہ مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے O ۴ اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف من گھڑت بات ہے جس کو اس

وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَ

(رسول) نے گھڑ لیا ہے' اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے' سو ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا O ۵ اور

قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ

انہوں نے کہا: یہ گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس (رسول) نے لکھوا لیا جو اس پر صبح و شام پڑھی جاتی

اَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ہیں O آپ کہیے کہ اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے' ۶

اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ

بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اور کافروں نے کہا: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے

الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ

اور بازاروں میں چلتا ہے؟ بے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب سے)

میں عموم اور شمول نہیں ہے' بلکہ حق یہ ہے کہ آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی اور غنیموں کو میرے لیے حلال کر دیا گیا' اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور مسجد بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور میرے بعد سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳)

حضرت یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا كَفَرَةَ اَوْ فَسَقَةَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ'' (المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۶۲) ہر چیز یہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے جنات اور انسانوں میں سے کافروں اور فاسقوں کے ف۳ ''فرقان'' کا اجمالی طور پر ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل شروع فرمائی اور اس تفصیل کو ترتیب سے شروع فرمایا' پہلے اللہ سبحانہ کے اوصاف شروع کیے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی سلطنت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے رسول بنا کر بھیج دیتا ہے۔ اس لیے آسمانوں اور زمینوں میں اس نے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا کسی کو اس کا انکار کرنے کا حق نہیں ہے' اس نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی جو اس کے رسول پر اپنی برتری جتائے اور نہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے' جو اس کے رسول پر کوئی اعتراض کرے' اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے اور جب سب اس کی مخلوق ہیں تو مخلوق میں سے کون اس کی اولاد یا اس کا شریک ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے' پھر اس نے ہر چیز کو ٹھیک ٹھیک اندازے سے بنایا اور جو چیز جس مرتبہ کے لائق تھی اور جس چیز میں جیسی استعداد تھی' اس چیز کو اسی مرتبہ اور اسی وصف پر رکھا ہے ف۴ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ علم رکھا تھا کہ ان کا کوئی خالق ہے اور زمین اور آسمان کی ہر چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان تمام مخلوقات سے ماورا ہے کیونکہ وہ اگر ان ہی کی جنس سے ہوتا تو ان کی طرح مخلوق ہوتا' ان کا خالق نہ ہوتا' اور تمام مخلوق کا ایک نمط اور نہج پر ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا خالق بھی ایک ہے' اور اس تمام کائنات کا نظم واحد پر قائم رہنا یہ بتاتا ہے کہ اس کائنات کا خالق اور ناظم بھی واحد ہے' لیکن بیشتر لوگوں نے اس مشاہدہ سے صحیح رہنمائی حاصل نہیں کی اور بھٹک گئے اور بہت کم تر اور اسفل چیزوں کو اپنا خالق اور معبود مان لیا' اللہ تعالیٰ نے ''دون'' کا لفظ فرمایا' جس کا معنی بہت پست اور بہت اسفل ہے' یعنی اللہ کی شان جس قدر بلند اور برتر ہے' یہ بت اتنے ہی پست اور اسفل ہیں' جن کو ان لوگوں نے اپنا خالق اور اپنا خدا مان لیا' جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے' جو خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ اپنے لیے کسی ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں تو وہ اپنی پرستش کرنے والوں کو کب کسی ضرر سے بچا سکتے ہیں یا کب کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں' اور نہ موت' نہ حیات اور نہ مر کر دوبارہ اٹھنے پر قادر ہیں ف۵ یہ مشرکین کا قول ہے کہ اس قرآن کو اس رسول نے گھڑ لیا ہے اور دوسروں نے اس گھڑنے پر اس کی مدد کی ہے۔ مجاہد نے کہا: دوسروں سے مراد یہود ہیں۔ مقاتل نے کہا: انہوں نے حویطب کے آزاد کردہ غلام عداس کی طرف اشارہ کیا تھا' اور عامر بن حضرمی کے غلام یسار کی طرف اور عامر کے ایک اور غلام جبر کی طرف' یہ تینوں اہل کتاب میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۷۲) ف۶ یعنی اے رسول مکرم! آپ یہ کہیے کہ اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا جو عالم الغیب ہے' سو مجھے کسی معلم کی ضرورت نہیں ہے اور اگر یہ قرآن اہل کتاب کی کتابوں سے ماخوذ ہوتا تو اس میں ان کتابوں سے زیادہ تفصیل نہ ہوتی' اور یہ ان کی کتابوں کے احکام کا ناسخ نہ ہوتا' اور اس میں یہ بیان نہ کیا جاتا کہ گزشتہ کتابوں میں تحریف کر دی گئی ہے' اور اگر یہ قرآن ان کتابوں سے ماخوذ ہوتا تو پھر مشرکین اور منکرین کے لیے اس قرآن کی نظیر بنانا بہت آسان ہوتا' وہ بھی اہل کتاب کی معاونت سے اس جیسی کتاب بنا لیتے جب کہ وہ بار بار کے تقاضوں کے باوجود اس کی کسی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بھی بنا کر نہ لا سکے اور چودہ صدیاں گزرنے کے بعد اب تک بھی کوئی کسی ایک سورت تو کجا ایک آیت کی مثل بھی بنا کر نہ لا سکا' سو واضح ہو گیا کہ مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہمارے رسول نے اس قرآن کو اہل کتاب کے تعاون سے بنا لیا ہے ف۷ مشرکین قریش نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَ

ڈرانے والا ہوتا! O یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ

قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا

کھاتا ۸ اور ظالموں نے کہا: تم صرف ایک جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو O ۹ بھلا آپ دیکھیے انہوں نے

لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ

آپ کے لیے کیسی مثالیں گھڑ رکھی ہیں پس وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے اب وہ کسی طرح ہدایت پر نہیں آ سکتے O وہ برکت والا ہے

شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

جو اگر چاہے تو آپ کے لیے (ان کے کہے ہوئے) باغات سے بہتر بنا دے ایسے باغات جن کے نیچے سے دریا جاری ہوں

وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ

اور آپ کے لیے محل بنا دے O ۱۰ بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ

بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا

تیار کر رکھی ہے O جب وہ (آگ) ان کو دور سے دیکھے گی ۱۱ تو وہ اس کی غصہ سے بھرنے اور دھاڑنے

وَّزَفِيْرًا ۝ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ؕ

کی آوازیں سنیں گے O ۱۲ اور جب ان کو زنجیروں سے جکڑ کر (دوزخ کی) تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا ۱۳ تو وہاں وہ موت کو پکاریں گے O

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

آج تم ایک موت کو نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو O ۱۴ آپ کہیے: آیا یہ (دوزخ)

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝

اچھی ہے یا دائمی جنت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے ۱۵ وہ ان کی جزا اور ٹھکانا ہے O

ف ۸ مشرکین مکہ نے آپ کی نبوت پر دوسرا اعتراض یہ کیا تھا کہ آپ فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے ہیں اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سونے اور چاندی کے محلات بنا دے جن میں آپ رہیں اور آپ کے پاس انگوروں اور پھلوں کے باغات ہوں جن سے آپ کھائیں۔

ع ۱۷ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سونے اور چاندی کے محلات میں عیش و عشرت کی زندگی کی پیش کش کی تھی لیکن آپ نے اس کے مقابلہ میں فقر و فاقہ کی زندگی کو اختیار فرمایا' نیز آپ کو فرشتہ بننے کا اختیار دیا گیا تھا لیکن آپ نے عبد بننے کو ترجیح دی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی سرزمین کو سونے کا بنا دے' سو میں نے کہا: نہیں' اے میرے رب! میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا' پس جب میں بھوکا ہوں گا تو تیری طرف فریاد کروں گا اور جب میرا پیٹ بھرا ہو گا تو تیری حمد کروں گا اور تیرا شکر ادا کروں گا۔ (سنن الترمذی: ۲۳۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں' میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا نیفہ کعبہ کے برابر تھا' اس نے کہا: آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے: اگر آپ چاہیں تو نبی اور عبد رہیں اور اگر آپ چاہیں تو نبی اور فرشتہ ہو جائیں' میں نے جبریل کی طرف دیکھا' انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ تواضع اختیار کریں تو میں نے کہا: نبی اور عبد' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح عبد کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح عبد بیٹھتا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۹۲۰) ف ۹ اس کی تفصیل بنی اسرائیل: ۴۷ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ ہو ف ۱۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان مشرکین نے آپ کے لیے جن باغات اور محلات کا ذکر کیا ہے' اللہ اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر باغات بنا دے' جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے۔ خیثمہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ نبی ﷺ سے کہا گیا کہ ہم آپ کو روئے زمین کے تمام خزانے اور اس کی چابیاں عطا فرمائیں گے' جو ہم نے آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیں' اس سے اللہ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی' آپ نے عرض کی: اے اللہ! میرے لیے ان چیزوں کو آخرت میں جمع کر دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۶۶) ف ۱۱ اس آیت میں دوزخ کے دیکھنے کا ذکر ہے' حدیث میں بھی اس کی تائید ہے: خالد بن دریک ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی اور جس نے اپنے آپ کو اپنے والدین کے غیر کی طرف منسوب کیا اور جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا' وہ جہنم کی دو آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنا لے۔ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا جہنم کی دو آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۹۹۹) ف ۱۲ ''زفیر'' کے معنی ہیں: چلانا' ''زفیر'' کا اصل معنی ہے: اس قدر تیز سانس لینا جس سے پسلیاں پھولنے لگیں' اور ''شہیق'' کا معنی ہے: سانس کو سینے کی طرف لوٹانا' یا ''زفیر'' کا معنی ہے: سانس کو کھینچ کر سینے سے نکالنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''زفیر'' بلند آواز ہے اور ''شہیق'' پست آواز ہے۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۷۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک شخص کو دوزخ کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا تو دوزخ اس کی طرف چلائے گی' جس طرح خچر گھاس اور جَو کو دیکھ کر چلاتا ہے۔ یہ آواز سن کر ہر شخص ڈر جائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۶۸) ف ۱۳ یحییٰ بن اُسید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو اس طرح زبردستی دوزخ میں جھونکا جائے گا جس طرح کیل کو دیوار میں ٹھونک دیا جاتا ہے ف ۱۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے آگ کا حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) ابلیس کو پہنایا جائے گا' وہ اس کو اپنے بھوؤں پر رکھے گا' اور اس کو اپنے پیچھے سے گھسیٹے گا اور چلائے گا: ہائے میری ہلاکت! اور اس کی ذریت اس کے پیچھے ہو گی' اور کہے گی: ہائے ہماری ہلاکت! اس وقت کہا جائے گا: (بقیہ صفحہ ۹۸۳ پر)

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

اس (جنت) میں ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جس کو وہ چاہیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا (اس کے کرم کی بناء پر) سوال کیا جائے گا ○ ۱۶

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ

اور جس دن ان (کافروں) کو جمع کیا جائے گا اور ان کو جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے پھر وہ ان

اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

(معبودوں) سے فرمائے گا: آیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے؟ ○ وہ کہیں گے: تو ہر

مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ

عیب اور نقص سے پاک ہے' ہمیں یہ لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کو مددگار بناتے لیکن

مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ

تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوش حالی عطا فرمائی ۱۷ حتیٰ کہ انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا ۱۸ اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے ○ سو

كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ

(اے مشرکو!) تمہارے معبودوں نے تمہاری کہی ہوئی باتوں کی تکذیب کر دی' ۱۹ پس اب تم نہ عذاب کو دور کر سکتے ہو نہ اپنی مدد کر سکتے ہو'

يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ

اور تم میں سے جس نے بھی ظلم کیا ہے ہم اس کو بہت بڑا عذاب چکھائیں گے ○ ۲۰ اور ہم نے آپ سے پہلے

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ

جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے ۲۱ اور ہم نے تم

جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

میں سے بعض کو دوسرے بعض کے لیے آزمائش کا سبب بنایا ہے' کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے ○ ۲۲

ع ۲ / ۱۱ / ۱۷

وف ۱۶ ابوحازم نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قیامت کے دن مومنین یہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو جن کاموں کا حکم دیا تھا' وہ ہم نے کر لیے اب تو اس کو پورا فرما جس کا تو نے ہم سے (ازراہِ کرم) وعدہ فرمایا تھا وف ۱۷ یعنی دنیا میں ان کو صحت' لمبی زندگی اور کشادگی اور فراخی عطا فرمائی حتیٰ کہ انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا' یعنی انہوں نے تجھے یاد کرنا چھوڑ دیا' اور تکبر میں آ کر تیرے ساتھ شرک کیا' اور ہمارے حکم کے بغیر ہماری عبادت کی وف ۱۸ "ذکر" کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد وہ کتابیں اور صحائف ہیں جو رسل علیہم السلام پر نازل کیے گئے' جن پر ان کی قوم نے عمل کرنے کو ترک کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا شکر ادا نہیں کیا وف ۱۹ ابوعبید نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے معبود تم کو حق سے ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' جس کی طرف اللہ نے تمہیں ہدایت دی تھی اور نہ تم پر نازل ہونے والے عذاب کو تم سے دور کر کے تمہاری مدد کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے تمہاری تکذیب کر دی تھی وف ۲۰ حضرت ابن عباس نے کہا: اس کا معنی ہے: تم میں سے جس نے شرک کیا' پھر وہ اسی شرک پر مر گیا' ہم اس کو آخرت میں بہت سخت عذاب دیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۳)

وف ۲۱ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو عار دلایا اور کہا: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں' سب سے ان کے زمانہ کے مشرکوں نے یہی کہا تھا کہ تم کیسے رسول ہو جو کھانا کھاتے ہو اور بازاروں میں چلتے ہو۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۹) وف ۲۲ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور جس پر فضیلت دی ہے' اس کو صبر کرنے اور تقدیر پر راضی رہنے کا حکم دیا ہے اور جس کو فضیلت دی ہے' اس کو فضل اور نعمت پر شکر کرنے کا حکم دیا ہے' اور ایک قوم کو مصائب کے ساتھ خاص کر لیا اور ان کو اہل مصائب کے لیے آزمائش بنا دیا اور دوسری قوم کو عافیت اور آسائش کے ساتھ خاص کر لیا' اور ایک قوم کو بیماریوں اور دردوں کے ساتھ خاص کر لیا' پس جس کو نعمتیں دیں اس کا کوئی کمال نہیں ہے اور جس کو آزمائش میں ڈالا ہے' اس کا کوئی نقص اور عیب نہیں۔ کسی پر اس کے جرم کی وجہ سے مصائب نہیں آتے بلکہ اللہ کے حکم کی وجہ سے آتے ہیں اور کسی پر نعمتیں اس کے استحقاق اور اس کی کارکردگی کی وجہ سے نہیں ہوتیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہوتی ہیں اور اس کے ارادہ کی وجہ سے ہوتی ہیں' ان کی عبادتوں کی وجہ سے نہیں ہیں' اور مصائب اس کے اختیار کی وجہ سے ہیں' ان کے بُرے اخلاق کی وجہ سے نہیں ہیں' پھر فرمایا: کیا تم صبر کرو گے؟ یہ استفہام حکم کے معنی میں ہے' یعنی صبر کرو' پس جس کو توفیق ہو گی وہ صبر اور شکر کرے گا' اور جس کو توفیق نہیں ہو گی' وہ انکار کرے گا اور کفر کرے گا۔

(لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۸۰)

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ
اور جو لوگ ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے' انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہیں

اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾
نازل کیے گئے یا ہم نے اپنے رب کو دیکھ لیا ہوتا' انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی O ۲۳

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن ان مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی ۲۴ وہ کہیں گے: (کاش ہمارے درمیان) کوئی

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ
رکاوٹ والا حجاب ہوتا O ۲۵ انہوں نے (اپنے زعم میں) جس قدر (نیک) کام کیے تھے ہم ان کی طرف قصد کریں گے اور ان کو فضا میں

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ
بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنادیں گے O ۲۶ اس دن جنت والوں کا بہترین ٹھکانا ہو گا اور نہایت

مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾
عمدہ خواب گاہ ہو گی O ۲۷ اور جس دن آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتوں کی جماعتیں نازل کی جائیں گی O

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾
اس دن برحق سلطنت صرف رحمٰن کی ہو گی اور وہ دن کافروں پر سخت دشوار ہو گا O

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ
اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا (اور) کہے گا: کاش میں نے رسول کے

الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾
ساتھ راستہ اختیار کر لیا ہوتا! O ۲۹ ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا! O

ف۲۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو مترین ہماری ملاقات سے خوف زدہ نہیں ہیں اور ہمارے عذاب سے نہیں ڈرتے' انہوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے' جو ہمیں یہ خبر دیتے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) برحق نبی ہیں اور وہ جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے' یا ہم اپنے رب کو خود دیکھ لیں تو وہ ہمیں خود اس بات کی خبر دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا ہے اور تکبر کیا ہے اور اپنے اس قول میں وہ تکبر کی حد سے بھی بڑھ گئے ہیں ف۲۴ اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتوں کو کوئی شخص موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا' موت کے وقت فرشتے مؤمنوں کو جنت کی بشارت دیں گے اور کافروں پر لوہے کا گرز مار کر ان کی روحوں کو جسموں سے نکالیں گے ف۲۵ اگر یہ قول فرشتوں کا ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا: تمہارے لیے وہ چیزیں ممنوع اور حرام ہیں جن کی بشارت مؤمنوں کو دی جاتی ہے' اور اگر یہ قول کافروں کا ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ جب کافر موت کے وقت فرشتوں کو گرز مارتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے: کاش! ہمارے اور فرشتوں کے درمیان کوئی رکاوٹ اور حجاب ہوتا' اور ہم فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے ف۲۶ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے' جن کے پاس تہامہ کے پہاڑوں جتنی نیکیاں ہوں گی حتیٰ کہ جب ان کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو "هَبَآءً مَّنْثُوْرًا" کردے گا' پھر ان کو دوزخ میں ڈال دے گا' سالم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' یہ بتائیں کہ وہ لوگ کیسے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں گے' روزے رکھتے ہوں گے' نیند سے بیدار ہو کر رات کو قیام کرتے ہوں گے' لیکن جب ان کے اوپر کوئی حرام چیز پیش کی جائے گی تو وہ اس پر اچھل پڑیں گے (گرم جوشی سے اس کو قبول کریں گے) اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کو ضائع فرمادے گا۔ (الدرالمنثور ج ۵ ص ۲۲۵) نیکیاں صرف کفر اور ارتداد سے ضائع کی جاتی ہیں' اس لیے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ وہ حرام چیزوں اور حرام کاموں کو جائز اور حلال سمجھیں گے اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے' یا یہ آیت بھی کفار سے متعلق ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ کفار نے اپنے زعم میں جو نیک اعمال کیے تھے' وہ آخرت میں ریزہ ریزہ کر کے ضائع کر دیئے جائیں گے اور وہ فضا میں بکھرے ہوئے سورج کی شعاعوں کے باریک ذرات کی طرح ہو جائیں گے کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی صالح عمل مقبول نہیں ہوتا ف۲۷ سعید الصواف کا بیان ہے کہ قیامت کے دن مؤمنوں کا فیصلہ اتنی دیر میں کر دیا جائے گا جتنی دیر عصر سے غروب آفتاب تک ہوتی ہے' پھر وہ جنت کے باغات میں جا کر قیلولہ کریں گے' حتیٰ کہ تمام لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے: "اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا O" (جامع البیان: ۱۹۹۸۰) ف۲۸ یہ خطاب اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دن مؤمنوں پر دشوار نہیں ہوگا' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر ہوگا' سو یہ کس قدر طویل دن ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مؤمن پر یہ دن اس سے بھی کم وقت میں گزر رے گا' جتنے وقت میں وہ دنیا میں فرض نماز پڑھتا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹۳' البدور السافرہ: ۲۸۴) ف۲۹ مقسم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کی آپس میں ملاقات ہوئی' وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے' ایک نے دوسرے سے کہا: مجھے معلوم ہے کہ تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے پاس گئے ہو اور تم نے ان کا پیغام سنا ہے' اور اللہ کی قسم! میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ تم ان کے چہرے پر نہ تھوکو اور ان کی تکذیب نہ کرو' پس اللہ نے اس کو اس پر قادر نہیں کیا اور عقبہ بن ابی معیط' جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا اور رہا ابی بن خلف اس کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا۔ امام عبدالرزاق نے زہری سے روایت کیا ہے: جنگ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط کو قید کیا گیا' وہ قیدیوں میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیں۔ عقبہ نے کہا: یا محمد! کیا مجھے ان قیدیوں کے درمیان قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں' اس نے پوچھا: کیوں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے کفر اور فجور کی وجہ سے اور اللہ اور اس

لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ

اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو

خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ

رسوا کرنے والا ہے ○ ۳۰ اور رسول کہیں گے: اے میرے رب بے شک میری قوم (میں سے کافروں) نے اس قرآن کو

مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ؕ وَ

متروک بنا لیا تھا ○ ۳۱ اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرمین میں سے دشمن بنا دیے ہیں اور

كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّ نَصِیْرًا ﴿۳۱﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ

آپ کا رب آپ کو ہدایت دینے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے ○ ۳۲ اور کافروں نے کہا: یہ پورا قرآن ایک ہی دفعہ

عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ

کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (ہم نے) اسی طرح (تدریجاً نازل کیا ہے) تاکہ اس سے آپ کے دل کو مضبوط

رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ

کریں اور ہم نے اس کو وقفہ وقفہ سے تلاوت فرمایا ہے ○ اور یہ آپ کے پاس جو بھی مثال (یا اعتراض) لائیں گے ہم اس کی برحق اور

تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾ ؕ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓىِٕكَ

عمدہ توجیہ بیان کریں گے ○ ۳۳ جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ کر لائے جائیں گے ۳۴ ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا

شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

اور وہ سب سے زیادہ سیدھے راستے سے بھٹکنے والے ہوں گے ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور

جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ﴿۳۵﴾ ۚ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ

ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنا دیا ○ پس ہم نے فرمایا: تم دونوں ان لوگوں

کے رسول کے سامنے سرکشی کرنے کی وجہ سے' پھر حضرت علی نے اس کی گردن اڑا دی اور رہا ابی بن خلف تو اس نے کہا تھا کہ میں محمد کو قتل کروں گا' جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: بلکہ ان شاء اللہ میں اس کو قتل کروں گا' پھر جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیا۔ (ملخصاً) اور ان ہی دونوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان: ۱۹۹۹۰) ف۳۰ پھر فرمایا: (وہ قیامت کے دن کہے گا: یعنی (عقبہ بن ابی معیط) ہائے افسوس! کاش! میں نے فلاں شخص کو (یعنی امیہ بن خلف کو) دوست نہ بنایا ہوتا' اس کے بعد فرمایا: (وہ کہے گا:) اس نے تو میرے پاس نصیحت آنے کے بعد مجھ کو گمراہ کر دیا' یعنی میرے پاس رسول اللہ ﷺ' قرآن مجید لے کر آ چکے تھے' اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہے' شیطان سے مراد انسانوں اور جنات میں سے ہر وہ شخص ہے جو متکبر' معاند اور سرکش ہو' اور ہر وہ شخص جو اللہ کے راستہ سے روکے' وہ شیطان ہے۔ ان دو آیتوں کا حکم ہر دو ایسے دوستوں کے حق میں عام ہے' جو اللہ عزوجل کی معصیت پر مجتمع اور متفق ہو جائیں۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۳) ف۳۱ قیامت کے دن رسول یہ کہیں گے کہ کافروں نے قرآن مجید کو متروک بنا لیا تھا' وہ اس سے اعراض کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے تھے ف۳۲ مقاتل نے اس کی

مع ۳ ع ۱۴ ۱

تفسیر میں کہا: آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے نبیوں کو بھی اپنی قوموں کی طرف سے اس قسم کی باتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا' سو جس طرح انہوں نے اپنے مخالفوں کی دل آزار باتوں پر صبر کیا تھا' آپ بھی ان کی باتوں پر صبر کریں' آپ کا رب آپ کو ہدایت دینے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے ف۳۳ مشرکین کا یہ اعتراض تھا کہ جس طرح تورات' زبور اور انجیل مکمل یک بارگی نازل ہوئیں' اسی طرح آپ پر مکمل قرآن یک بارگی کیوں نہیں نازل ہوا اور تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳ (تئیس) سال میں قرآن مجید کا نزول کیوں مکمل کیا گیا' اگر آپ بھی ان کی طرح نبی اور رسول ہیں تو آپ پر بھی اس طرح قرآن نازل کیا جاتا۔ ان آیتوں میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: (۱) انبیاء سابقین لکھنے اور لکھے ہوئے کو پڑھنے والے تھے' اس لیے ان پر مکمل کتابیں نازل کر دی گئیں کہ وہ اس میں سے حسب ضرورت آیات نکال کر پڑھتے رہیں گے' اس کے برخلاف آپ اُمی تھے' آپ نے کسی سے لکھنا اور لکھے ہوئے کو پڑھنا نہیں سیکھا تھا' آپ کے لیے اس قرآن کو محفوظ رکھنے کی صرف یہ صورت تھی کہ آپ اس کو زبانی یاد کریں' اس لیے قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تاکہ آپ کے لیے اس کو یاد کرنا آسان ہو۔ واضح رہے کہ ابتداء میں آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے' بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔ تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف تبیان القرآن ج ۴ ص ۳۵۷ تا ۳۶۸ کو ملاحظہ فرمائیں (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ آیتیں ہیں' مثلاً پہلے بیوہ کی عدت ایک سال مقرر فرمائی' پھر یہ عدت چار ماہ دس دن قرار دی' پہلے کفار کی زیادتیوں سے درگزر کرنے کا حکم دیا' پھر ان سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم دیا' پہلے ایک مسلمان کو دس کافروں سے لڑنے کا حکم دیا' پھر تخفیف کر دی اور ایک مسلمان کو دو کافروں سے لڑنے کا مکلف فرمایا۔ بعض احکام پہلے مشکل تھے' پھر آسان کر دیئے' جیسے یہ مثالیں ہیں' اور بعض احکام پہلے آسان تھے' پھر ان کو بہ تدریج سخت کیا گیا' جیسے شراب نوشی کو بہ تدریج حرام فرمایا اور یہ تمام اُمور اسی وقت ہو سکتے تھے' جب قرآن مجید کو بہ تدریج نازل کیا جاتا ف۳۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن کافر کا منہ کے بل کس طرح حشر کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس ذات نے ان کو پیروں کے بل چلایا ہے' وہ ذات ان کو منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۱۴۴)

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا

کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہے' پھر ہم نے ان کو مکمل طور پر ہلاک کر دیا ○ ۳۵ اور نوح کی قوم کے کافروں نے

الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

جب رسولوں کی تکذیب کی ۳۶ تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ہم نے ان کو لوگوں کے لیے (عبرت کی) نشانی بنا دیا' اور ہم نے ظالموں کے

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ ۚ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ

لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں اور ان کے درمیان بہت سی قوموں

ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ

کے لیے○ اور ہم نے ہر ایک کے لیے مثالیں بیان فرمائی ہیں' پھر ہم نے ہر ایک کو تباہ و برباد کر دیا○ ۳۷ اور

لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا

یہ (کفار) اس بستی پر آ چکے ہیں جس پر پتھروں کی بارش ہو چکی ہے' کیا انہوں

يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ

نے اس بستی کو نہیں دیکھا' بلکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے○ ۳۸ اور یہ لوگ جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو

اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ

آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے○ بے شک یہ ہم کو ہمارے معبودوں

اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ

سے بہکانے لگے تھے اگر ہم ان کی پرستش پر ثابت قدم نہ رہتے' اور وہ جب عذاب کو دیکھیں گے تو عنقریب جان لیں گے کہ کون

الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ

سیدھے راستہ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہے○ ۳۹ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے○ ۴۰

ف۳۵ اس آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں کو قبطیوں کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور النزعٰت: ۱۷ اور طٰہٰ: ۲۴ میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ جب ہر ایک کو قوم فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تھا تو جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی طرف نسبت کر دی جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے صرف حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم دیا ہو' لیکن جب حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ میرے اہل میں سے میرے بھائی کو میرا وزیر بنا دے۔ (طٰہٰ: ۲۹) تو پھر دونوں کو قوم فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ف۳۶ اس آیت میں فرمایا: اور نوح کی قوم کے کافروں نے رسولوں کی تکذیب کی' حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی کیونکہ اس وقت میں حضرت نوح علیہ السلام کے سوا اور کوئی رسول نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو توحید' رسالت' قیامت' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' جزا اور سزا اور باقی ان تمام احکامِ شرعیہ کی تعلیم اور تبلیغ کے لیے بھیجا تھا' جن کی تعلیم اور تبلیغ کے لیے ان کے بعد تمام رسولوں کو بھیجا گیا تھا' لہٰذا حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب دراصل ان کے بعد آنے والے تمام رسولوں کی تکذیب تھی' اسی لیے فرمایا: اور نوح کی قوم کے کافروں نے جب رسولوں کی تکذیب کی ف۳۷ اس آیت میں عاد' ثمود' اصحاب الرس اور ان کے درمیان کی قوموں کا عطف قوم نوح پر ہے یعنی آپ قوم نوح کو یاد کیجئے اور عاد' ثمود' اصحاب الرس اور ان کی درمیانی قوموں کو یاد کیجئے یا اس کا معنی ہے: ہم نے قوم نوح کو غرق کر دیا اور ان کے لیے آخرت میں عذاب تیار کر رکھا ہے' اسی طرح ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور ان کی درمیانی قوموں پر عذاب نازل کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس آیت میں ''اصحاب الرس'' کا ذکر ہے' اس کے متعلق مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اصحاب الرس'' ایک قوم ہے' جو درخت کی عبادت کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہودا بن یعقوب کی اولاد سے اس کی طرف نبی بھیجا۔ انہوں نے ایک کنواں کھود کر اس نبی کو اس کنویں میں گرا دیا' اس کی پاداش میں ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا گیا (۲) سعید بن جبیر نے کہا: یہ وہ قوم ہے' جس کے نبی کا نام حنظلہ بن صفوان تھا' انہوں نے اپنے نبی کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا (۳) وہب بن منبہ نے کہا: یہ قوم ایک کنویں کے پاس رہتی تھی' یہ لوگ اس کنویں سے پانی پیتے تھے' یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب کو بھیجا' مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے' تو یہ کنواں منہدم ہو گیا اور ان کے گھروں کو اس کنویں میں دھنسا دیا گیا۔ (زاد المسیر ج ۶ ص ۹۰) ف۳۸ ان کافروں سے مراد مشرکین مکہ ہیں' اور بستی سے مراد قوم لوط کی بستی ہے' جن کی بدفعلیوں کی وجہ سے ان کے اوپر آسمان سے پتھر برسائے گئے تھے' کفار جب مختلف علاقوں کے سفر پر جاتے تو اس بستی میں عذاب نازل ہونے کے آثار دیکھتے تھے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب کفار قریش شام کے تجارتی سفر پر جاتے تو قوم لوط کے شہروں سے گزرتے تھے' اس کے باوجود عذاب کے آثار دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے تھے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان نہیں لاتے تھے ف۳۹ عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریش کی کتنی زیادہ عداوت دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا: ایک دن قریش کے سردار حطیم کعبہ میں جمع تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا' وہ آپ ﷺ کے خلاف باتیں کر رہے تھے' ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' وہ سب چھلانگیں لگا کر آپ کے پاس گئے اور آپ کو گھیر لیا اور آپ سے کہنے لگے: آپ ہی وہ شخص ہیں جو اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں' اور وہ سب باتیں کہیں جو آپ نے ان کے باطل خداؤں کی مذمت میں کہی تھیں' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے ہی یہ باتیں کہی ہیں' پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے آپ کی چادر کو پکڑ کر گھسیٹا اور حضرت ابوبکر صدیق اس شخص کے پاس کھڑے تھے اور اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' پھر وہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ گئے۔ یہ قریش کا سب سے (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ

کیا آپ اس کی حمایت کر سکتے ہیںO یا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں

أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ أَلَمْ

یا سمجھتے ہیں' ؎۱۴ یہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیںO ؎۲۴ کیا آپ

تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا

نے اپنے رب کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا وہ اگر چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا کر دیتا' پھر ہم نے

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ

سورج کو اس کے اوپر علامت بنا دیاO ؎۳۴ پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیاO اور وہی ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ

جس نے رات کو تمہارے لیے ساتر اور حجاب بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو اٹھنے اور کام

نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ

کرنے کے لیے بنایاO ؎۴۴ اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیاO ؎۵۴ تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ

زندہ کریں اور وہ پانی اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلائیںO اور بے شک ہم نے اس پانی کو ان کے درمیان

لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي

گردش دی ؎۶۴ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا اور ہر رویہ کا انکار کر دیاO اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں

؎۱۴ یعنی یہ کفار ان لوگوں کے قائم مقام ہیں جن کے پاس نہ عقل ہے نہ کان ہیں' جب انہوں نے سننے سے اس کی غرض کو پورا نہیں کیا اور دیکھنے سے اس کی غرض کو پورا نہیں کیا اور غور و فکر سے اس کی غرض کو پورا نہیں کیا تو گویا وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سوچ و بچار کرتے ہیں۔ ان کو کان اس لیے دیئے تھے کہ وہ قبول کرنے کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کا کلام سنتے' محبت سے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھتے' آپ کی نبوت کے دلائل میں غور و فکر کرتے اور جب انہوں نے اس غرض کو پورا نہیں کیا تو وہ اللہ کے نزدیک سننے والے ہیں نہ دیکھنے والے ہیں' نہ غور و فکر کرنے والے ہیں ؎۲۴ یہ کفار ان چوپایوں کی طرح ہیں جن کی کوشش کھانے' پینے اور قضاء شہوت کے سوا اور کسی چیز کے لیے نہیں ہوتی' سو جس شخص نے صرف اپنی نفسانی خواہشوں کے لیے جدوجہد کی وہ ان چوپایوں کی مثل ہے' اور اللہ سبحانہ نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان کی جبلت میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا کیا اور ان کی جبلت میں صرف حیوانی تقاضے رکھے' اور بنو آدم کو پیدا کیا اور ان کی جبلت میں یہ دونوں چیزیں رکھیں یعنی عقل اور حیوانی تقاضے' پس جس نے اپنی خواہشات کو اپنی عقل پر ترجیح دی' وہ چوپایوں سے بدتر ہے اور جس نے اپنی عقل کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی' وہ فرشتوں سے افضل ہے اور یہی مشائخ کا قول ہے۔ (لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۸۵) ؎۳۴ اس سے مراد طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک کا وقت ہے' اس وقت ایسا سایا ہوتا ہے جس کو اللہ نے پھیلایا ہوا ہوتا ہے کیونکہ اس وقت دھوپ نہیں ہوتی' ایک وہ وقت ہے جب مکمل تاریکی ہوتی ہے' یہ رات کا وقت ہے اور ایک وہ وقت ہے جب مکمل روشنی اور دھوپ ہوتی ہے' یہ دن کا وقت ہے اور ایک سائے کا وقت ہے جس میں سورج کی دھوپ اور رات کے اندھیرے کی درمیانی کیفیت ہوتی ہے اور یہ سائے کا وقت ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو سائے کو دائمی کر دیتا اور سورج کبھی طلوع نہ ہوتا اور دن کی روشنی حاصل نہ ہوتی اور لوگ تلاش روزگار کے لیے کوئی کام نہ کر سکتے' پھر اللہ آہستہ آہستہ سائے کو بہ تدریج اپنی طرف کھینچ لیتا ہے' یعنی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے تمام روئے زمین پر سایا پھیلا ہوا ہوتا ہے' پھر جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو سایا آہستہ آہستہ کم ہونے لگتا ہے اور جب سورج بالکل سروں پر پہنچ جاتا ہے اور مکمل دھوپ پھیل جاتی ہے تو سایا نہ ہونے کے برابر ہو جاتا ہے' پھر سورج مغرب کی طرف جھکنے لگتا ہے تو پھر سائے نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور سائے کی نمود اور اس کے گھٹنے' بڑھنے اور ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ نے سورج کو علامت اور دلیل بنا دیا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۴۷) اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ روئے زمین پر اس وقت جو کفر اور شرک کا سایا پھیلا ہوا ہے' وہ کوئی دائمی اور مستقل چیز نہیں ہے' سیدنا محمد ﷺ کی صورت میں آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا ہے' بہ ظاہر جہالت کا یہ سایا دور دور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا ہے مگر جیسے ہی آفتاب نبوت اوپر چڑھے گا' جہالت کا یہ سایا سمٹتا چلا جائے گا' جس طرح اس ساری کائنات میں سایا فوراً معدوم نہیں ہوتا' بہ تدریج کم ہو کر ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح روحانی دنیا میں بھی آفتاب نبوت کا عروج اور گمراہی کے سائے کا زوال بہ تدریج کم ہو کر ختم ہو گا ؎۴۴ رات کو لباس فرمایا کیونکہ جس طرح لباس بدن کو چھپاتا ہے' اسی طرح رات کے اندھیرے بدن کو بھی چھپا لیتے ہیں' اور نیند کو ''سُبات'' فرمایا۔ ''سُبات'' کے معنی راحت کے ہیں' کیونکہ رات کو لوگ کام کاج اور محنت مزدوری کرنے کو چھوڑ دیتے ہیں اور رات کو صرف آرام کرتے ہیں' جس سے ان کو آرام اور راحت ملتی ہے' نیند سے پہلے انسان کے اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں' سب سے پہلے اس کے کان کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو نیند آ جاتی ہے' اس کے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام ملتا ہے اور جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو بالکل تر و تازہ ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن کام کاج کرنے کے لیے بنایا اور رات کو اندھیرا سونے اور آرام کرنے کے لیے بنایا' اگر مسلسل دن ہوتا تو انسان آرام نہ کر سکتا اور اگر مسلسل رات ہوتی تو انسانوں کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ نہ ملتا' پس سبحان ہے وہ ذات جس نے دن بھی بنایا اور رات بھی بنائی۔ اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کی رات اب ختم ہو چکی ہے اور علم اور ہدایت کا سورج اب طلوع ہو چکا ہے اور عنقریب کفر کی یلغار ختم ہو گی اور ایمان والوں کا غلبہ ہو جائے گا ؎۵۴ ''طہور'' اس پانی کو کہتے ہیں جو فی نفسہٖ پاک ہو اور نجس اشیاء کو پاک کرنے (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾

ایک عذاب سے ڈرانے والا بھیج دیتے ۰ ۴۷ سو آپ کافروں کی پیروی نہ کریں اور اس قرآن کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کریں ۰ ۴۸

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ

اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا کر جاری کر دیئے یہ نہایت شیریں ہے اور یہ کھاری (اور) کڑوا ہے ۴۹

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ

اور ان کے درمیان ایک (قدرتی) حجاب اور روکی ہوئی آڑ ہے ۰ اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو

الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

پیدا کیا ۵۰ پھر اس کے لیے نسب اور سسرال کا رشتہ بنایا ۵۱ اور آپ کا رب قدرت والا ہے ۰ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ

ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور کافر اپنے رب کی مخالفت کرنے پر

ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

کمربستہ رہتا ہے ۰ اور ہم نے آپ کو صرف ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۰ آپ کہیے کہ میں

مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى

اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف راستہ کو اختیار کرلے ۰ ۵۲ اور آپ اس پر توکل کیجئے

الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ

جو زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی

خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ ۚ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

خبر رکھنے کے لیے کافی ہے ۰ ۵۳ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا'

۴۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں رسول بھیج دیتے جو کفر اور نافرمانی کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈراتا' جیسا کہ ہم نے مختلف علاقوں میں بارشیں نازل کی ہیں اور مادی رزق کی فراہمی کے متعدد ذرائع بنا دیئے ہیں' اسی طرح ہم چاہتے تو روحانی رزق کے بھی متعدد وسائل بنا دیتے اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ کو تمام جہانوں کے لیے نذیر بنایا اور جس طرح ایک آفتاب تمام کائنات کو روشن کرنے کے لیے کافی ہے' اسی طرح صرف آپ کی تنہا ذات تمام جہانوں کی ہدایت کے لیے کافی ہے ۴۸ ''جہاد کبیر'' کا معنی یہ ہے کہ تبلیغ دین کے لیے مسلمان اپنی تمام توانائیوں کو اور مساعی کو بروئے کار لے آئیں اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے تمام ذرائع اور وسائل کو داؤ پر لگا دیں اور جس جس محاذ اور مورچے پر دشمن کی طاقتیں کام کر رہی ہوں' اپنی تمام قوتوں کو وہاں صرف کر دیں اور جان و مال' زبان و قلم اور اسلحہ اور مادی آلات کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد کریں ۴۹ سمندر میں کھارے اور میٹھے پانی کا اجتماع عموماً ایسے مقامات پر ہوتا ہے' جہاں سمندر میں دریا کا پانی آ کر گرتا ہے' ایک جگہ دریا کا میٹھا پانی ہوتا ہے اور اس سے متصل سمندر کا کھارا پانی ہوتا ہے اور یہ دونوں پانی ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے' اسی طرح سمندر کے بعض مقامات پر میٹھے پانی کے چشمے

مع

ہیں' وہاں بھی یہ صورت ہے کہ سمندر میں ایک مقام پر کھارا پانی ہے اور دوسرے مقام پر میٹھا پانی ہے' یہ دونوں پانی متصل ہیں اور ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے ف۵۰ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندھ کر ان کا خمیر تیار کیا گیا تا کہ وہ پانی بشر کی اصل اور اس کا مادہ ہو اور وہ پانی مٹی سے مل کر مختلف شکلوں کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت رکھ سکے' اس بناء پر اس پانی سے مراد معروف پانی ہے اور بشر سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں' اور بشر پر تنوین تعظیم کی ہے' اور ''من'' ابتدائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے پانی سے ایک عظیم بشر کی خلقت کی ابتداء کی' اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ پانی سے مراد نطفہ ہے اور بشر سے مراد حضرت آدم کی اولاد ہے ۵۱ نسب کا رشتہ انسان کے باپ کی طرف سے قائم ہوتا ہے۔ (لسان العرب ج ۱ ص ۷۵۵) اور ''صہر'' کے متعلق خلیل نے کہا ہے کہ بیوی کے اہل بیت کو ''صہر'' کہتے ہیں' مثلاً بیوی کا باپ' اسی طرح بیوی کی ماں وغیرہ یہ اصہار ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۷۵) حضرت ربیعہ ابن الحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''لقد نلت صهر رسول الله صلى الله عليه وسلم فما نفسناه عليك'' (صحیح مسلم: ۱۰۷۲) نکاح کے ذریعہ جو صہر اور سسرالی رشتہ کی عورتیں ہوتی ہیں' ان کے حرام ہونے پر تمام فقہاء اور ائمہ کا اتفاق ہے خواہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد ہو' مثلاً بیوی کی ماں' بیوی کے سابق شوہر کی بیٹی' یا بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) اور اسی طرح زنا کی وجہ سے زانی پر مزنیہ (جس عورت سے زنا کیا گیا ہو) کی ماں اور بیٹی دونوں سے نکاح حرام ہے' نیز جس شخص نے کسی عورت کو شہوت سے مس کر لیا یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی بھی اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے (شہوت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے دل میں اس سے وطی کرنے کی خواہش ہو اور یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے جو اس کے بتانے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے)۔ احناف کے نزدیک جو زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا عورت کو مس کرنے یا اس کی فرج کی طرف دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے تو اس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث و آثار ہیں: امام ابوہانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی عورت کی فرج کی طرف دیکھا' اس شخص کے لیے اس عورت کی ماں اور بیٹی حلال نہیں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۲۹) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص اپنی بیوی کی ماں سے زنا کرے' اس پر اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۲۶) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا' جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کی فرج کی طرف دیکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۲۸) عطاء نے بیان کیا کہ جو شخص کسی عورت سے زنا کرے' اس پر اس کی بیٹی حرام ہو جاتی ہے اور اگر بیٹی سے زنا کرے تو اس پر اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۲۳۱) ۵۲ یعنی ہم نے تم کو جو قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ

پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا' وہی رحمٰن ہے آپ اس کے متعلق کسی خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں ○ اور جب

لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ

ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو (تو) وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں

زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ۧ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ

اس (حکم) نے ان کو اور متنفر کر دیا ○ ۵۴ؔ وہ برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے ۵۵ؔ اور اس

فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

میں (سورج کو) چراغ اور روشن چاند بنایا ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ

والا بنایا یہ اس کے لیے ہے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرے ○ ۵۶ؔ اور رحمان کے بندے

يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا

وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں ۵۷ؔ اور جب ان سے جاہل بحث کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں:

سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ

بس سلام ہو ○ ۵۸ؔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں ○ ۵۹ؔ اور وہ لوگ جو کہتے

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ

ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کے عذاب کو پھیر دے بے شک دوزخ کا عذاب

غَرَامًا ﴿۶۵﴾ۖ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا

چمٹنے والا ہے ○ ۶۰ؔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے ○ اور وہ لوگ جب خرچ

۵۴ؔ "رحمٰن" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے' زمانہ جاہلیت میں کفار اللہ تعالیٰ کو اس نام سے نہیں پہچانتے تھے' صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کے شروع میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھوایا تو مشرکین مکہ نے کہا: ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے' آپ "باسمك اللّٰھم" لکھیں۔ اس آیت میں بھی کفار کے "رحمٰن" کے نام سے بِدکنے اور سجدہ کرنے سے گریز کا ذکر ہے ۵۵ؔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس سے مراد وہ بارہ برج ہیں جو سات کواکب سیارہ کی منازل ہیں' وہ بارہ برج یہ ہیں: "الحمل" (بھیڑ کا بچہ)' "الثور" (بیل)' "الجوزاء" (وہ سیاہ بکری جس کے وسط میں سفیدی ہو)' "السرطان" (کیکڑا)' "الاسد" (شیر)' "السنبله" (گندم کا خوشہ)' "المیزان" (ترازو)' "العقرب" (بچھو)' "القوس" (کمان)' "الجدی" (بکری کا بچہ)' "الدلو" (ڈول)' "الحوت" (مچھلی)۔ "الحمل" اور "العقرب" مریخ کی منزل ہے' "الثور" اور "المیزان" زہرہ کی منزل ہے' "الجوزاء" اور "السنبله" عطارد کی منزل ہے' "السرطان" قمر کی منزل ہے' "الاسد" شمس کی منزل ہے' "القوس" اور "الحوت" مشتری کی منزل ہے' "الجدی" اور "الدلو" زحل کی منزل ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۴) ۵۶ؔ یعنی جو شخص رات اور دن کے تعاقب اور توارد میں غور و فکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کے آنے کا یہ سلسلہ فضول اور عبث نہیں بنایا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں خوب غور و فکر کرے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرے' بایں طور کے دن کے وقت میں جائز اور حلال طریقوں سے کسب معاش کرے اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی کا انتظام کرے' اور دن اور رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ نے اس پر جو نمازیں فرض کی ہیں اور ان کے علاوہ جن عبادتوں کا مکلف کیا ہے' ان کو ادا کرے ۵۷ؔ دنیا کے تمام انسان رحمٰن کے بندے ہیں' اور اس آیت میں بندوں کی رحمان کی طرف اضافت تخصیص اور تشریف کے لیے ہے' یعنی وہ رحمٰن کے بہت خاص اور بہت شرف والے بندے ہیں' جو زمین پر آہستگی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں' اتراتے ہوئے اکڑتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے نہیں چلتے ہیں' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا" (لقمان: ۱۸) اور لوگوں سے اپنا چہرہ نہ پھیر اور زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم وقار کے ساتھ چلو' کیونکہ بھاگنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۷۱) ۵۸ؔ اس آیت میں فرمایا ہے: اگر ان سے کوئی جاہلانہ بات کرے تو وہ کہتے ہیں: "سلامًا"' "سلامًا" کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ وہ درست بات کہتے ہیں' پلٹ کر جاہلانہ جواب نہیں دیتے۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ ان کو حقیقتاً سلام کر کے ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ مجاہد نے کہا: وہ صحیح بات کہتے ہیں اور مقاتل بن حیان نے کہا: وہ ایسا جواب دیتے ہیں جس میں وہ گناہ سے سلامت اور محفوظ رہتے ہیں ۵۹ؔ اس آیت کا معنی ہے: اور جو لوگ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے رات کو نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے عشاء کی نماز کے بعد دو یا دو سے زیادہ رکعات نماز پڑھی' وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۵) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو یہ آدھی رات کے قیام کے برابر ہے اور جس شخص نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو وہ پوری رات کے قیام کی مثل ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۶) ۶۰ؔ اس آیت میں دوزخ کے عذاب کو "غرام" فرمایا' "غرام" کے معنی ہیں: شدت اور سختی سے مطالبہ کرنا' قرض خواہ اور قرض دار دونوں کو "غریم" کہتے ہیں' دوزخ کے عذاب کو "غرام" فرمایا کیونکہ وہ عذاب مجرموں کے ساتھ لازم اور دائم رہے گا اور ان سے بالکل جدا نہیں ہوگا۔ قرض خواہ کو بھی اس لیے "غریم" کہتے ہیں کہ وہ مقروض سے چمٹا رہتا ہے اور ہر وقت اپنے قرض کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔

لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝٦٧ وَالَّذِيْنَ

کرتے ہیں تو نہ وہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی پر ہوتا ہے ۝ ۶۱ اور وہ لوگ

لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ

جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو

اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝٦٨ يُّضٰعَفْ

اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا ۝ ۶۲ قیامت کے دن

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝٦٩ اِلَّا مَنْ تَابَ

اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا ۝ سوا اس کے جس نے توبہ

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ

کرلی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا ۶۳

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٧٠ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ

اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو بے شک وہ اللہ کی طرف

اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝٧١ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ

سچی توبہ کرتا ہے ۝ ۶۴ اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے ۶۵ اور جب وہ کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو

مَرُّوْا كِرَامًا ۝٧٢ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا

وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں ۝ ۶۶ اور جب ان لوگوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے تو وہ ان آیتوں پر

صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝٧٣ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے ۝ ۶۷ اور وہ لوگ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں

ف۶۱ ''اسراف'' یہ ہے کہ تم اپنی خواہش پوری کرنے میں اور نفس کا حصہ ادا کرنے میں خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جتنا بھی خرچ کرو اس میں ''اسراف'' نہیں ہے' اور ''اقتار'' یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے خرچ کرنے کے بجائے جمع کر کے رکھو' اور نفس کی خواہش کا گلا گھونٹنے کے لیے اور اتباع شہوات کو کچلنے کے لیے خرچ کرنے پر' جو اپنے نفس پر پابندی لگائی جائے' وہ ''اقتار'' نہیں۔ (لطائف الاشارات ج ۲ ص ۳۹۳) ف۶۲ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے لیے کوئی شریک قرار دے کر اس کی عبادت کرو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے' اس نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا' اس نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پھر اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے الفرقان: ۶۸ کو نازل فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۷۷) ف۶۳ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت و شفقت پر دلالت کرتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو نہ صرف یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرما دیتا ہے ف۶۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا یہ معنی ہے: اہل مکہ میں سے جو شخص ایمان لے آیا اور اس نے ہجرت کر لی اور اس نے قتل کیا نہ زنا کیا بلکہ نیک کام کیے اور فرائض کو ادا کیا تو ان کی اللہ کی طرف سچی توبہ ہے' یعنی میں نے ان کو' ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جنہوں نے نبی ﷺ سے قتال کیا اور حرام کاموں کو حلال قرار دیا ف۶۵ الضحاک اور اکثر مفسرین نے کہا: ''الزور'' سے مراد شرک ہے اور علی بن ابی طلحہ نے کہا: اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس کوڑے مارتے تھے اور اس کا منہ کالا کر کے اس کو بازار میں گشت کراتے تھے ف۶۶ مقاتل نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ کفار کا سب و شتم سنتے ہیں اور ان کی اذیت رسانی کا سامنا کرتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں' حسن بصری نے کہا: ہر قسم کا گناہ لغو ہے یعنی جب وہ بے ہودہ اور باطل کاموں کی مجلس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۵۹) ف۶۷ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ آخرت اور حشر کے دن کو یاد کرتے ہیں اور قرآن کریم کو غفلت سے نہیں سنتے (۲) وہ کفار کی طرح قرآن سے اعراض کرتے ہوئے بہرے اور اندھے ہو کر قرآن کریم کو نہیں سنتے (۳) جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور ان آیات پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما ﴿۷۴﴾ اولئک

اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما ۶۸ اور ہمیں متقین کا امام بنا دے○ ۶۹ یہ وہ لوگ ہیں

یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیها تحیة وسلما ﴿۷۵﴾

جنہیں ان کے صبر کی جزا میں جنت کی بلند عمارات دی جائیں گی اور وہاں ان کو دعا اور سلام پیش کیا جائے گا○

خلدین فیها حسنت مستقرا ومقاما ﴿۷۶﴾ قل ما یعبؤا بکم

وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے وہ ٹھہرنے اور رہنے کی عمدہ جگہ ہے○ ۷۰ آپ کہیے کہ اگر تم میرے رب

ربی لولا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما ﴿۷۷﴾

کی عبادت نہ کرو تو اس کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے' پھر بے شک تم نے اس کو جھٹلایا تو اس کا عذاب تم پر ہمیشہ لازم رہے گا○ ۷۱

۲۶ سورة الشعراء مکیة ۴۷ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — ایاتها ۲۲۷ — رکوعاتها ۱۱

سورۃ الشعراء مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں دو سو ستائیس آیتیں گیارہ رکوع ہیں

طسم ﴿۱﴾ تلک ایت الکتب المبین ﴿۲﴾ لعلک باخع نفسک الا

طا سین میم○ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں○ ۱ (اے رسول مکرم!) شاید آپ اس غم میں جان دے دیں گے

یکونوا مؤمنین ﴿۳﴾ ان نشا ننزل علیهم من السماء ایة فظلت

کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں○ ۲ اگر ہم چاہتے تو ان کے اوپر آسمان سے ایسی نشانی نازل

اعناقهم لها خضعین ﴿۴﴾ وما یاتیهم من ذکر من الرحمن

کر دیتے جس سے ان کی گردنیں ہمیشہ جھکی رہیں○ ۳ اور جب بھی ان کے پاس رحمن کی طرف

محدث الا کانوا عنه معرضین ﴿۵﴾ فقد کذبوا فسیاتیهم انبؤا

سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے یہ اس سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں○ سو انہوں نے تکذیب کی پس

منزل ۵

و۶۸ رحمن کے بندوں کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ اپنی بیویوں سے اپنی ایسی اولاد کے حصول کی دعا کرتے ہیں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو یعنی ان کی اولاد ایسی ہو جس کو وہ اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہوئے دیکھیں' جس سے ان کی دنیا اور آخرت میں آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں' ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ ان کی اولاد بہت حسین و جمیل ہو اور بہت مال دار اور دنیاوی فنون میں طاق ہو' بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد ایسی ہو' جو اللہ تعالیٰ کی بہت فرماں بردار اور بہت عبادت گزار ہو و۶۹ مجاہد نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں ایسا امام بنا دے کہ ہم اپنے سے پہلے متقی مسلمانوں کی اتباع کریں اور ہم اپنے بعد والوں کے امام ہو جائیں۔ امام ابن جریر نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو متقی مسلمان تیری نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں' ہمیں ان کا امام بنا دے' یہ سوال نہیں کیا کہ متقی لوگوں کو ان کا امام بنا دے۔ (جامع البیان جز ۱۹ ص ۶۸) و۷۰ یعنی رحمن کے یہ مقبول بندے جنت میں بلند درجے کو حاصل کریں گے'' غرفہ'' بلند و بالا عمارت کو کہتے ہیں' دنیا کی کسی بلند ترین عمارت کو دیکھ کر جنت کے پرشکوہ محلات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو یہ بلند درجات ان کے صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوں گے' اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے اور اس کی عبادت میں مشقت برداشت کرنے میں جو صبر کیا تھا' اور یا مشرکین کی پہنچائی ہوئی اذیتوں کو برداشت کرنے میں جو صبر کیا تھا' یا اپنی نفسانی خواہشوں اور شہوات کے تقاضوں کو روکنے میں جو صبر کیا تھا' اس صبر کی جزا میں ان کو جنت کے بالاخانے دیئے جائیں گے اور جنت میں فرشتے ان کو سلام کریں گے و۷۱ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ہی بندوں کی طرف توجہ اور التفات فرماتا ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں' اس سے دعا کرتے ہیں اور اس کو پکارتے ہیں' اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور گڑگڑاتے ہیں' اس کے آگے سر اطاعت خم کرتے ہیں اور اسی کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے ہیں' اور اس کے نام کی مالا جپتے ہیں اور جو اس کو یاد نہیں کرتے' نہ اس کو پکارتے ہیں نہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں' بھلا اس بے نیاز ذات کو ایسے لاتعلق رہنے والوں' منحرف اور سرکش لوگوں کی طرف التفات اور توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ قد تمت السورة فالحمد للہ الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الشعراء: و۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں' اس کا معنی یہ ہے: یہ سورت' اس روشن کتاب کی آیتوں کا مجموعہ ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سورت کے مخاطبین کفار مکہ ہیں تو اس سورت کی آیات ان کے لیے ان احکام کو کیسے بیان کرنے والی ہوں گی' جن پر عمل کرنا ان کے لیے لازم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قرآن کی کسی ایک سورت کی نظیر لانے کا ان کو چیلنج دیا گیا اور جب وہ ایک بڑے عرصہ تک اس کی کسی ایک سورت کی بھی نظیر لانے سے عاجز رہے تو یہ واضح ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت ثابت ہو گئی اور چونکہ یہ کلام سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے' اس لیے آپ کی رسالت بھی ثابت ہو گئی' اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہو' اس پر لازم ہے کہ قرآن مجید کے بیان کیے ہوئے تمام احکام پر ایمان لائے اور ان پر عمل کرے و۲ ''باخع'' کا معنی ہے: شدت غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا' اگر کوئی شخص انتہائی ناگواری کے ساتھ کسی چیز کو مان لے یا اس کا اقرار کر لے تو اس کو بھی ''باخع'' کہتے ہیں۔ اس آیت میں آپ کو اس پر برانگیختہ کیا ہے کہ آپ کفار کے ایمان نہ لانے پر غم اور افسوس کرنا چھوڑ دیں۔ (المفردات ج ۱ ص ۴۸) و۳ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت پر متعدد معجزات اور نشانیاں دکھائیں اور سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید پیش کیا' مگر انہوں نے ان نشانیوں کو قبول نہیں کیا اور فرمائشی معجزات طلب کرتے رہے' مثلاً وہ کہتے تھے کہ آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کریں' یا آپ کا سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اس قسم کی نشانیاں نازل کرنا' اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے' وہ چاہتا تو آسمان کے اوپر سے کوئی ایسی نشانی نازل کر دیتا جس سے اضطراری طور پر ان کی

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا

ان کے پاس عنقریب اس چیز کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے O ۓ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝٧ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

ہم نے اس میں کتنے ہر قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کیے ہیں O ۵ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے ٦ اور ان میں سے اکثر

مُّؤْمِنِيْنَ ۝٨ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٩ ع وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ

ایمان لانے والے نہیں ہیں O بے شک آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے O اور (یاد کیجئے) جب

مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ لا قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝١١

آپ کے رب نے موسیٰ کو ندا کی کہ آپ ظالم قوم کے پاس جائیے O ۷ جو کہ فرعون کی قوم ہے کیا وہ ڈرتے نہیں ہیں O

قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝١٢ ط وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے O اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان

يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝١٣ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ

(روانی سے) نہیں چل رہی سو تو ہارون کی طرف (بھی) وحی بھیج دے O ۸ اور ان کا مجھ پر ایک قصور کا الزام ہے سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے

اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝١٤ ج قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝١٥

قتل کر دیں گے O ۹ فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہوگا! سو تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ' بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (ہر بات) سننے والے O

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦ لا اَنْ اَرْسِلْ

لہٰذا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو: ہم دونوں رب العٰلمین کے رسول (بھیجے ہوئے) ہیں O ١٠ کہ تو بنو اسرائیل کو

مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝١٧ ط قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ

ہمارے ساتھ روانہ کر دے O فرعون نے کہا کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی' اور تم

گردنیں جھک جاتیں اور یہ جبراً مسلمان ہو جاتے لیکن ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے ف۴ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کفار کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ اعراض کرتے ہیں' پھر یہ صفت بیان کی کہ وہ تکذیب کرتے ہیں' پھر یہ صفت بیان کی کہ وہ مذاق اڑاتے ہیں' اور ان میں ہر بعد والی صفت پہلی والی صفت سے زیادہ قبیح اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے اور جو شخص گمراہی اور بدبختی میں آگے بڑھتا ہے' اس کا یہی حال ہوتا ہے' پہلے وہ حق اور صدق سے اعراض کرتا ہے' پھر صراحت کے ساتھ اس کی تکذیب کرتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے' پھر اس کی تکذیب بڑھتی رہتی ہے اور حق کے ساتھ اس کی مخالفت زیادہ ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ حق کا مذاق اڑانے پر تل جاتا ہے اور کفارِ مکہ نے بھی یہی روش اختیار کی' پہلے انہوں نے آپ کی دعوت سے اعراض کیا اور پیٹھ موڑی' پھر آپ کی دعوت کو جھٹلایا اور کھل کر مخالفت کی' پھر سرعام آپ کا مذاق اڑایا ف۵ ''زوج'' سے مراد زمین کی پیداوار کے جوڑے ہیں اور ''کریم'' ہر اس چیز کی صفت ہے جو اپنی جنس اور اپنے باب میں پسندیدہ ہو اور قابل تعریف ہو' اور زمین میں جو ''زوج کریم'' ہے اس سے مراد زمین کی وہ پیداوار ہے جس کے منافع بہت زیادہ ہوں' کیونکہ زمین کی پیداوار دو قسم کی ہیں' ایک وہ جو نفع آور ہوں اور دوسری قسم وہ ہے جو نقصان دہ ہوں' کھجور کا جو درخت اچھا اور زیادہ پھل دے' عرب اس کو ''نخلة کریمة'' کہتے ہیں' اسی طرح جو اونٹنی زیادہ دودھ دے' اس کو وہ ''ناقة کریمة'' کہتے ہیں' شعبی نے کہا: لوگ بھی زمین کی پیداوار ہیں' جو جنت میں داخل ہوگا' وہ کریم ہے اور جو دوزخ میں داخل ہوگا' وہ لئیم ہے یعنی ملامت کیا ہوا ف٦ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں ف۷ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے معرکہ کو یہاں اس طور پر بیان فرمایا کہ سیدنا محمد ﷺ کو اس سے سخت رنج اور تکلیف پہنچتی تھی کہ آپ نے بار بار کفارِ قریش کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر قرآن کریم میں جو دلائل پیش کیے ہیں' وہ ان کو سنائے اور اپنے رسول ہونے پر علمی' عقلی اور حسی نشانیاں اور معجزات پیش کیے اور اس پیغام کو قبول نہ کرنے کی صورت میں عذابِ الٰہی سے متعدد بار ڈرایا لیکن کفارِ قریش پر اس پیہم تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہوا' وہ بدستور اپنے انکار پر جمے رہے اور آپ کی مخالفت پر ڈٹے رہے' اس صورتِ حال سے آپ کو اس قدر رنج ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں گھل گھل کر اپنی جان دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ کو پیغام حق سنانے کی راہ میں کفار کی مخالفت کا جو سامنا کرنا پڑ رہا ہے' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کیے ف۸ سورۃ الشعراء: ١٣ کا یہ معنیٰ ہے کہ تو جبریل کو میرے بھائی کے پاس وحی دے کر بھیج دے تاکہ وہ میری مدد اور معاونت کریں' اور اس آیت میں صراحۃً یہ نہیں فرمایا تاکہ وہ میری مدد کریں' جیسا کہ سورہ طٰہٰ: ٣٠ اور سورۂ قصص: ٣٤ میں فرمایا' کیونکہ ان سورتوں میں صراحۃً رسالت کا ذکر کر دینے سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی مدد کے لیے حضرت ہارون کو رسول بنا دیا جائے' اس لیے سورۃ الشعراء: ١٣ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ تو میرے بجائے حضرت ہارون کو رسول بنا دے' اور جب ایک جگہ کسی سبب اور علت کا ذکر کر دیا جائے تو دوسری جگہ اس کو حذف کرنا جائز ہے اور اس حذف پر قرینہ دوسری جگہ اس سبب کا ذکر ہوتا ہے' کلام عرب میں اس کے بہت نظائر ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٣ ص ٨٨) ف۹ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ ایک اسرائیلی اور ایک قبطی میں لڑائی ہو رہی تھی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اسرائیلی کو بچانے کے لیے قبطی کو تادیباً ایک گھونسا مار دیا تھا' وہ شخص اتفاقاً اس گھونسے سے مر گیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھونسا نہیں مارا تھا نہ عادۃً کوئی شخص ایک گھونسے سے مرتا ہے۔ بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ قوم فرعون کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی ہے' وہ اس قبطی کے انتقام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تو وہ مصر چھوڑ کر مدین چلے گئے' آٹھ دس سال بعد اچانک اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیں اور انہیں

فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ

نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس نہیں بسر کیے تھے O اور تم نے وہ کام کیے جو تم نے کیے اور

اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾

تم ناشکروں میں سے تھے O ١١ موسیٰ نے کہا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں بے خبروں میں سے تھا O

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ

سو جب مجھے تم سے خطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے پاس سے چلا گیا ١٢ تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا ١٣ اور مجھے

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْۤ

رسولوں میں سے بنا دیا O اور کیا تو مجھ پر یہی احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

کو غلام بنا رکھا ہے! O ١٤ فرعون نے کہا: رب العٰلمین کی کیا تعریف ہے؟ O موسیٰ نے کہا: وہ آسمانوں اور زمینوں

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ

اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو تو! O ١٥ فرعون نے اپنے گرد بیٹھنے والوں سے کہا:

اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ

کیا تم غور سے سن رہے ہو! O (موسیٰ نے) کہا: وہ تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے O فرعون نے کہا:

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ

(اے لوگو!) بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور مجنون ہے O موسیٰ نے (پھر) کہا:

وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ

وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو O فرعون نے کہا: اے موسیٰ!

اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں' اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطرہ ہوا کہ ان لوگوں نے تو ان کے خلاف قبطی کو قتل کرنے کے سلسلے میں پہلے ہی ایک الزام قائم کیا ہوا ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں توحید کا پیغام سنانے سے پہلے وہ ان سے اس قتل کے سلسلہ میں باز پرس کرنا شروع کر دیں اور ان سے بدلہ لینے کے لیے ان کو قتل کرنے کی کارروائی شروع کر دیں ف١٠ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کا سوال کیا تھا' ایک یہ کہ ان سے فرعون کے شر کو دور کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ حضرت ہارون کو بھی رسول بنا دیا جائے' اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے سوال کو یہ فرما کر پورا کیا: ہرگز ایسا نہیں ہوگا' یعنی فرعون تمہارے خلاف کوئی شرارت نہیں کر سکے گا' اور دوسرا سوال یہ فرما کر پورا کیا: لہٰذا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو: ہم دونوں رب العالمین کے رسول ہیں ف١١ اس قول کا محمل یہ ہے کہ جس وقت تم نے اس قبطی کو قتل کیا' اس وقت تم میرے احسانات کو فراموش کرنے والے تھے ف١٢ اس قول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی: جب میں نے اس قبطی کو گھونسا مارا تھا' اس وقت میں اس سے بے خبر تھا کہ میرا یہ گھونسا جان لیوا ثابت ہوگا' میرا یہ فعل زیادہ سے زیادہ سہو کے حکم میں تھا اور میں اس فعل کی وجہ سے مصر سے نکل جانے کا مستحق نہ تھا' اس کے باوجود میں نے سنا کہ تمہارے درباری مجھے قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں تو پھر میں مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف چلا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وضاحت سے یہ بتایا کہ میں نے کوئی ناشکری کی اور نہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان ہے بلکہ درحقیقت تم نے میرے ساتھ بدسلوکی کی کیونکہ جو فعل مجھ سے سہواً سرزد ہوا' تم نے اس کی وجہ سے میرے قتل کا منصوبہ بنایا ف١٣ ''حکم'' سے مراد علم اور فہم ہے' اور علم میں عقل اور رائے بھی داخل ہے اور اگر علم سے مراد توحید کا علم لیا جائے تو وہ زیادہ قریب ہے کیونکہ اس وقت تک کسی کو منصب نبوت پر فائز کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی عقل' رائے اور توحید کا علم کامل نہ ہو جائے ف١٤ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان جتایا تھا: کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی' اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کیے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اور کیا تو مجھ پر یہی احسان جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب کی حسب ذیل تقریریں ہیں: (١) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس کے ہاتھوں میں تربیت اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے بنو اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا' گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا: اگر تو ہم پر اور ہمارے آباء و اجداد پر یہ ظلم نہ کرتا کہ بنو اسرائیل کو غلام بناتا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا' تو میں تیری پرورش کرنے سے مستغنی ہوتا' سو تیری پرورش مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے (٢) تو نے میری پرورش ضرور کی تھی لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا تھا' تو تیری پرورش کا احسان اس ظلم کی وجہ سے ساقط ہو گیا (٣) حسن بصری نے کہا کہ اس کی تقریر یہ ہے کہ تو نے بنو اسرائیل کو غلام بنایا اور ان کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا اور میری پرورش کے لیے تو نے اسی مال کو خرچ کیا تو اس میں تیرا مجھ پر کیا احسان ہے ف١٥ جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے تو تعریف میں اس چیز کے اجزاء اور اس کی جنس اور فصل بیان کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اجزاء اور جنس اور فصل سے پاک ہے' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کے ساتھ تعریف کی جو اللہ کے سوا اور کسی پر صادق نہیں آتیں' کیونکہ تعریف سے یہی مقصد ہوتا ہے کہ جس کی تعریف کی جائے وہ دوسروں سے مکمل طور پر ممتاز ہو جائے' حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں فرمایا: وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اور یہ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز حادث اور فانی ہے' کوئی چیز بھی پہلے موجود نہ تھی' پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی' خود فرعون بھی پہلے موجود نہیں تھا' سو وہ بھی حادث ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہو' اس کائنات میں نظم و ضبط کا تسلسل اور ہر چیز کا اَن گنت حکمتوں پر مبنی ہونا زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے' اور وہ ممکن اور حادث نہیں ہے' ورنہ وہ بھی ان ہی کی طرح ہوتا' لہٰذا وہ واجب اور قدیم ہے۔

إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿۲۹﴾ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ

اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تم کو قیدیوں میں شامل کر دوں گا O ۱۶ موسیٰ نے کہا: خواہ میں

بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۱﴾

تمہارے پاس کوئی روشن چیز بھی لے آؤں! O فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ! O

فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿۳۲﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ یکایک کھلم کھلا اژدہا بن گیا O ۱۷ اور انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ

هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ

اچانک دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا بن گیا O فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا: بے شک یہ ضرور کوئی ماہر جادوگر

عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا

ہے O یہ اپنے جادو کے ذریعہ تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے سو اب تم کیا

تَأْمُرُونَ ﴿۳۵﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۳۶﴾

مشورہ دیتے ہو؟ O ۱۸ انہوں نے کہا: اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہراؤ اور (مختلف) شہروں میں جادوگروں کو اکٹھا کرنے والے بھیج دو O

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾

جو تمہارے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے کر آئیں O سو ایک مقرر دن کے وعدہ پر تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے O

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ

اور عوام سے کہا گیا: آیا تم بھی اکٹھے ہو گے؟ O ۱۹ اگر وہ غالب آ گئے تو

إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ

شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں O ۲۰ سو جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا:

ف۱۶ ان کا صاف مطلب یہ ہے کہ رب العالمین وہ ہے جو سورج اور چاند ستاروں کو ایک مقرر وقت اور ایک مقرر جہت سے طلوع کرتا ہے اور ایک مقرر وقت اور ایک مقرر جہت میں غروب کرتا ہے' جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے' جب تو نہ تھا جب بھی سورج اسی طرح طلوع اور غروب ہوتا تھا اور جب تیرے باپ دادا نہ تھے تب بھی یہ نظامِ کائنات اسی طرح چل رہا تھا' سو اس کائنات کا رب تو ہے نہ تیرے باپ دادا۔ اس کائنات کا رب وہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ فرعون جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلائل سے عاجز آ گیا تو دھمکیاں دینے پر اتر آیا ف۱۷ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدت پر جو دلائل پیش کیے تھے' وہ علمی اور عقلی تھے' جن کے متعلق یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ وہ فرعون کے درباریوں اور عوام کی سمجھ میں نہ آئیں' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اب اسلوب بدل کر حسّی دلائل پیش کیے' جن کا سب لوگ مشاہدہ کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لاٹھی کو زمین پر ڈالا اور وہ لاٹھی کھلم کھلا اژدھا بن گئی' دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ اژدھا ایک میل لمبا تھا' وہ فرعون کی طرف لپکا اور اپنے جبڑوں میں فرعون کا سر لانا چاہا' اور وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں' پھر فرعون نے گھبرا کر اور خوف زدہ ہو کر کہا: اے موسیٰ! میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دیتا ہے تم اس اژدھا کو پکڑ لو' حضرت موسیٰ نے اس اژدھا پر ہاتھ ڈالا تو وہ پھر اسی طرح لاٹھی بن گیا۔ (جامع البیان: ۲۰۲۱۵) ف۱۸ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھرے دربار میں لاٹھی کو اژدھا بنا دیا' جس کے خوف سے فرعون کا پیشاب خطا ہو گیا اور اس نے حضرت موسیٰ کو خدا کا واسطہ دے کر فریاد کی کہ مجھے اس سے بچاؤ تو تمام دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت چھا گئی اور یہ واضح ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں' اور فرعون کو بھی یہ اندازہ ہو گیا کہ اہل دربار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے اہل دربار کے اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے تین باتیں کہیں' ایک یہ کہ یہ شخص حق پر نہیں ہے بلکہ یہ کوئی بہت بڑا اور ماہر جادوگر ہے اور اس نے جو کچھ دکھایا ہے وہ جادو کا کرشمہ ہے' دوسری بات یہ کہی کہ یہ اپنے جادو کے زور سے تم کو وطن سے نکالنا چاہتا ہے' یہ اس لیے کہا کہ اہل دربار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا دشمن خیال کریں اور ان سے متنفر ہوں اور تیسری بات ان کی دل جوئی کے لیے کہی کہ اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ان باتوں سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل دربار کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے برحق ہونے کا جو تاثر پیدا ہو گیا ہے' وہ زائل ہو جائے' اور ان سے مشورہ طلب کیا تا کہ وہ یہ سمجھیں کہ فرعون ان کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ رہا ہے او اگر ان کے دلوں میں فرعون سے دوری ہوئی ہے تو وہ اپنائیت کے جذبے میں ڈھل جائے' اہل دربار فرعون کی باتوں سے رام ہو گئے اور انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ ملک کے تمام شہروں سے جادوگروں کو اکٹھا کیا جائے' ان کا یہ خیال تھا کہ بہت سارے جادوگر مل کر اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کریں گے تو حضرت موسیٰ مغلوب ہو جائیں گے اور ان کے عیش و آرام کے دن اسی طرح گزرتے رہیں گے ف۱۹ مقرر دن سے مراد ہے: ان کی زینت (جشن) کا دن' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ سال کی پہلی تاریخ تھی اور وہ ان کی عید کا دن تھا اور وہ یوم نیروز تھا۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۶۶) اور مقابلہ کا وقت دن روشن ہونے کے بعد طے ہوا تھا۔ "مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَن يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى O" (طٰہٰ: ۵۹) تمہارے ساتھ زینت (جشن) کے دن کا وعدہ ہے اور یہ کہ جب دن روشن ہو جائے تو سب لوگ جمع ہو جائیں O فرعون کے اہل دربار نے اس مقابلہ کو مؤخر کرنے کا مشورہ دیا تھا تا کہ تمام جادوگر جمع ہو جائیں' اور سب لوگوں کے سامنے یہ مقابلہ ہو۔ فرعون نے ان کے اس مشورہ کو مان لیا' ان کا یہ خیال تھا کہ سب جادوگر مل کر حضرت موسیٰ پر غالب آ جائیں گے اور سب کے سامنے حضرت موسیٰ کو شکست ہو جائے گی اور اس کی خدائی برقرار رہے گی' اور وہ یہ بھول گیا کہ حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر اس پر کیسی ہیبت طاری ہوئی تھی اور اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے کیونکہ اپنی خدائی کو ثابت کرنے کی محبت نے اس کو ہر خطرہ سے غافل کر دیا تھا' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی چیز کی محبت تم کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۳۰) ف۲۰ بہ ظاہر سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بھی اعلان کرنے

اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ

اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو انعام ملے گا؟O فرعون نے کہا: ہاں اس صورت میں

اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾

تم میرے خواص اور مقربین سے ہو جاؤ گےO موسیٰ نے ان سے کہا: تم ان چیزوں کو ڈالو جن کو تم ڈالنے والے ہوO ۲۲

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں ڈالیں اور کہا: فرعون کی عزت کی قسم!

الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾

یقیناً ہم ہی غالب ہیں O ۲۲ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ ان کی شعبدہ بازیوں کو نگلنے لگا O

فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ

سو اسی وقت تمام جادوگر سجدے میں گر گئے O انہوں نے کہا: ہم رب العٰلمین پر ایمان لے آئےO جو موسیٰ

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ

اور ہارون کا رب ہےO ۲۳ فرعون نے کہا: تم مجھ سے اجازت لینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے! یقیناً

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ

وہی تمہارا وہ بڑا ماہر جادوگر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے' سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا' میں ضرور

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾

تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو (ہر ایک کی) مخالف جانب سے کاٹ ڈالوں گا' اور میں ضرور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گاO ۲۴

قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا

انہوں نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں' ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیںO بے شک ہماری یہ خواہش ہے کہ

والوں نے کہی تھی کیونکہ بھرے دربار میں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اور اس کے مقابلہ میں فرعون کی پسپائی دیکھی تھی' وہ فرعون کے خدائی کے عقیدہ سے متزلزل ہو گئے تھے' یہی حال ان عوام کا تھا جن تک اس واقعہ کی خبر پہنچی تھی' اس لیے اعلان کرنے والوں نے کہا: اگر جادوگر موسیٰ پر غالب آ گئے تو شاید ہم جادوگروں کی اتباع میں فرعون کی خدائی کے عقیدہ پر برقرار رہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون اور اس کے حواریوں نے حضرت موسیٰ پر طنز کرتے ہوئے کہا ہو: اگر یہ اور ہارون غالب آ گئے تو شاید ہم ان کی اتباع کریں ف۲۱ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جادوگروں کا لاٹھیوں اور رسیوں کو ڈالنا' جادو تھا اور کفر تھا' تو حضرت موسیٰ کے لیے کس طرح جائز ہو گیا کہ وہ ان کو جادو کرنے اور کفر کرنے کا حکم دیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ وہ ایمان لے آئیں اور ان کا ایمان لانا اس پر موقوف تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں اور مقابلہ میں شکست کھا کر حق کا اعتراف کر لیں اور اس کا ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی اپنا عصا ڈال دیتے تو تمام عوام اور جادوگر اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگ جاتے اور یہ مقابلہ منعقد نہ ہوتا اور نہ حضرت موسیٰ کا جادوگروں پر غلبہ ظاہر ہوتا اور نہ جادوگروں کے ایمان لانے کا واقعہ ہوتا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ پہلے جادوگر اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم ان چیزوں کو ڈالو جن کو تم ڈالنے والے ہو ف۲۲ جادوگروں نے یہ قسم اس لیے کھائی تھی کہ ان کو اپنے اوپر مکمل بھروسا تھا اور ان کو پختہ یقین تھا کہ اس مقابلہ میں وہی کامیاب ہوں گے' کیونکہ وہ اپنی طرف سے جادو کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے ف۲۳ "رب العالمین" کے بعد انہوں نے کہا: جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے' اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ صرف یہ کہتے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے تو یہ خدشہ تھا کہ فرعون یہ کہتا کہ یہ مجھ پر ایمان لائے ہیں' اس لیے انہوں نے وضاحت سے کہا: ہم رب العالمین پر ایمان لائے ہیں جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ غور کا مقام ہے کہ صبح کو وہ کافر جادوگر تھے اور شام کو وہ مؤمن' صابر اور شہید تھے' اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کسی عمل سے دھوکا نہ کھائے' ہو سکتا ہے اس وقت وہ جو نیک عمل کر رہا ہے بعد میں اس کو میسر نہ ہوں' اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو ف۲۴ فرعون نے جب یہ دیکھا کہ تمام جادوگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر ایمان لے آئے ہیں تو اس نے سوچا کہ اب کسی طریقہ سے عوام کو حضرت موسیٰ اور ان جادوگروں سے متنفر اور برگشتہ کرنا چاہیے' ورنہ مصر میں اس کی خدائی کا بھرم قائم نہیں رہے گا اور اس کی الوہیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا' سو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں سے عوام کو متنفر کرنے کے لیے حسب ذیل نکات اٹھائے: (۱) اس نے جادوگروں سے کہا: تم میری اجازت سے پہلے (حضرت) موسیٰ پر ایمان لے آئے' اس قول سے اس نے یہ وہم ڈالا کہ اس قدر سرعت کے ساتھ تمہارا (حضرت) موسیٰ پر ایمان لانا یہ بتاتا ہے کہ تم پہلے سے ان کی طرف مائل تھے' اور اس بات میں جادوگروں پر یہ تہمت لگائی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے جادو کے مقابلہ میں اپنے مکمل فن اور مہارت کا اظہار نہیں کیا اور عمداً جلدی شکست کھا گئے (۲) پھر کہا: یقیناً وہی تمہارا بڑا جادوگر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اس قول میں اس نے جادوگروں پر یہ الزام لگایا کہ در حقیقت تم موسیٰ ہی کے شاگرد ہو اور تمہاری آپس میں یہ سازش اور ملی بھگت تھی کہ معمولی مقابلہ کر کے تم ہار جاؤ۔ اس طرح اس نے عوام کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی کے تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کی (۳) پھر اس نے کہا: عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اپنے اس قول سے اس نے ساحروں کو شدید وعید سنائی اور بہت بڑی دھمکی دی۔

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

ہمارا رب ہمارے گناہوں کو بخش دے ۵ؕ۲ کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں O ۶ؕ۲ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

آپ میرے بندوں کو راتوں رات نکال کر لے جائیں کیونکہ آپ سب کا پیچھا کیا جائے گا O ۷ؕ۲ پھر فرعون نے جمع کرنے والوں کو شہروں

حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا

میں بھیج دیا O کہ بے شک یہ جماعت (بنی اسرائیل) بہت کم تعداد میں ہے O اور بے شک وہ ضرور

لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ

ہم کو غضب میں لانے والے ہیں O ۸ؕ۲ اور بے شک ہم لوگ ان سے محتاط ہیں O ۹ؕ۲ سو ہم نے ان (فرعونیوں) کو (ان کے) باغات

وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ

اور چشموں سے نکال باہر کیا O اور (ان کے) خزانوں اور عمدہ مسکنوں سے O یہ واقعہ اسی طرح ہوا' اور ہم نے بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ

کو ان کا وارث بنایا O ۳۰ سو دن کے روشن ہوتے ہی فرعونیوں نے ان کا پیچھا کیا O پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو

اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ

اصحاب موسیٰ نے کہا ہم یقیناً پکڑ لیے گئے O موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں ! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے

سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ

جو یقیناً میری رہ نمائی فرمائے گا O ۳۱ تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ آپ اپنا عصا سمندر پر ماریں' تو یکایک سمندر پھٹ گیا'

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ

پس (اس کا) ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا O اور دوسروں کو اس جگہ

۲۵ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو چکے تھے کہ وہ ہر حادثہ اور ہر مصیبت میں اللہ سے واصل ہونے اور اس کی ذات کا ارادہ کرتے تھے' وہ ثواب کی رغبت میں ایمان لائے تھے اور نہ عذاب کے خوف سے' ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا اور اس کی معرفت کے اسباب میں ڈوب جانا تھا ۲۶ ان کے "اوّل المومنین" ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ اس میدان میں جو لوگ حاضر ہوئے تھے' ان میں وہ سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جادوگروں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے' یا فرعون کی رعایا میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے ۲۷ الشعراء: ۵۲ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر مصر سے نکل جائیں' اور بنی اسرائیل چونکہ اللہ کے رسول کے ماننے والے تھے' اس لیے ان کو فرمایا: میرے بندوں' اور یہ بتایا کہ آپ سب کا پیچھا کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو بحر قلزم (عرب اور افریقہ کا درمیانی سمندر) کی طرف نکال کر لے جائیں' وہاں آپ کے اوپر میرے جو احکام پہنچیں آپ ان پر عمل کریں' یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب آپ متعدد سال مصر میں فرعونیوں کے درمیان ٹھہر چکے تھے' اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کی مسلسل دعوت دیتے رہے تھے' اور ان کے سامنے معجزات پیش کرتے رہے تھے' لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ تکبر اور سرکشی سے آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرتے رہے' بنی اسرائیل نے اپنی کسی تقریب میں شرکت کے لیے قبطیوں سے زیورات عاریۃً لیے ہوئے تھے' نیز فرعونیوں نے اپنے کام کاج اور خدمت کے لیے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنایا ہوا تھا' اس لیے حضرت موسیٰ نے بتایا کہ جب ان کو پتا چلے گا کہ تم مصر سے جا رہے ہو تو وہ تمہارا پیچھا کریں گے ۲۸ صبح کو فرعون اٹھا اور اس کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل راتوں رات مصر سے نکل رہے ہیں تو اس نے ان کے تعاقب کا ارادہ کیا اور اس نے مختلف شہروں میں اپنے ہرکارے بھیجے کہ بنی اسرائیل ہاتھ سے جا رہے ہیں' لہٰذا ان کو پکڑنے کی فوراً کوشش کی جائے' مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو اسرائیل کی کل تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی اور فرعون کا لشکر دگنا تگنا یا اس سے بھی زائد تھا' کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے متعلق کہا: یہ "شرذمة قليلة" ہے یعنی بہت کم تعداد کی جماعت ہے' اس نے کہا: ان کا بھاگنا ہمارے لیے سخت غیظ و غضب کا باعث ہے ۲۹ یعنی ہمیں احتیاط کرنی چاہیے اور مستعد رہنا چاہیے اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ان کا پیچھا کرنا چاہیے ۳۰ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے بعد فلسطین کا وارث کر دیا تھا ۳۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے از خود کہا: میرے ساتھ میرا رب ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا" (النحل: ۱۲۸) بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں۔ اور ہمارے نبی ﷺ سید المتقین ہیں' سو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سب سے زیادہ ہے' نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پہلے اپنا ذکر کیا: "اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ" (الشعراء: ۶۲) اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے پہلے اللہ کا ذکر کیا' پھر اپنا' اور کہا: "اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" (التوبہ: ۴۰) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے' اور ان دونوں مقاموں میں کتنا فرق ہے' حضرت موسیٰ کی نظر پہلے اپنی طرف ہے اور پھر اللہ کی طرف ہے اور آپ کی نظر پہلے اللہ کی طرف ہے' پھر اپنی طرف ہے۔

الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ

ہم قریب لے آئے ○ اور موسیٰ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہم نے نجات دے دی ○ ۳۲ پھر

اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ

والے نہ تھے ○ ۳۳ اور بے شک آپ کا رب ہی بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے ○ اور ان کے سامنے

اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ

ابراہیم کی خبر (بھی) پڑھیے ○ جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اس کی قوم سے کہا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ ○ انہوں نے

اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ

کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں ۳۴ سو ہم ان ہی کے لیے جم کر بیٹھے رہتے ہیں ○ ابراہیم نے کہا: کیا وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں جب

تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا

تم انہیں پکارتے ہو؟ ○ یا وہ تمہیں نفع اور نقصان بھی پہنچاتے ہیں ○ ۳۵ انہوں نے کہا: (نہیں!) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا

كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ

کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ○ ۳۶ ابراہیم نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ تم کن کی عبادت کرتے رہے تھے؟ ○ تم اور

اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾

تمہارے باپ دادا؟ ○ بے شک وہ (سب) میرے دشمن ہیں (کوئی برحق معبود نہیں) سوا رب العٰلمین کے ○

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾

جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے ○ ۳۷ اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ○

ف۳۲ امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ سمندر پر پہنچے تو آپ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ سمندر میں اتر جائیں تو حضرت یوشع بن نون کے سوا سب نے انکار کر دیا' انہوں نے اپنی سواری پر ضرب لگائی اور سمندر میں اتر گئے اور دوسرے پار پہنچ کر واپس آ گئے' بنو اسرائیل نے سمندر میں اترنے سے انکار کر دیا' پھر حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر پر اپنا عصا مارا اور وہ پھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنو اسرائیل کا ہر قبیلہ ایک راستے سے گزرنے لگا' ان بارہ راستوں کو ممتاز کرنے کے لیے ان کے درمیان دیواریں تھیں اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند الگ تھا' تو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا: ہمیں اپنے قبیلہ والوں کا حال معلوم نہیں کہ آیا وہ زندہ ہیں یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان دیواروں کے درمیان کھڑکیاں اور روشن دان بنا دیئے' وہ سمندر پار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے ف۳۳ اس آیت میں جو فرمایا: ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے' اس میں نبی ﷺ کو تسلی ہے' کیونکہ آپ نے کفارِ مکہ کو بہت معجزات دکھائے اور ان کے ایمان کی بہت کوشش کی' اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے' اس وجہ سے آپ کو بہت رنج اور قلق ہوتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا کہ یہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے' حضرت موسیٰ نے بھی اپنی قوم کو بہت معجزات دکھائے' وہ ایسے معجزات تھے جن سے عقل بہت حیران اور مبہوت ہو جاتی ہے' اس کے باوجود فرعون کی قوم سے صرف تین نفر ایمان لائے اور اکثر ایمان نہیں لائے' سو اگر آپ پر بھی کفارِ مکہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اس پر زیادہ ملول خاطر نہ ہوں ف۳۴ ''اصنام''' ''صنم'' کی جمع ہے اور ''صنم'' اس مجسمہ کو کہتے ہیں جو چاندی یا پیتل یا لکڑی سے بنایا گیا ہو۔ کفار اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے ان کی عبادت کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً'' (الانعام: ۷۴) اور جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بعض حکماء نے کہا: ہر وہ چیز جس کی اللہ کو چھوڑ کر پرستش کی جائے' وہ صنم ہے بلکہ ہر وہ چیز جس کی مشغولیت اللہ سے غافل کر دے' وہ صنم ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۷۶) ف۳۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جو شخص اپنے غیر کی عبادت کرتا ہے' اس کا غالب حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور حاجات کا اپنے معبود سے سوال کرتا ہے تاکہ اس کا معبود جب اس کے سوال کو سنے تو جان لے کہ اس کی کیا ضروریات ہیں؟ پھر اس کو نفع پہنچائے یا اس سے ضرر کو دور کرے' اور جب حال یہ ہے کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور نہ ان کو تمہاری ضروریات اور حاجات کا علم ہوتا ہے' پھر وہ کیسے تمہاری حاجت روائی کریں گے یا تم کو نفع پہنچائیں گے یا کس طرح تم سے ضرر کو دور کر سکیں گے' اور جب وہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ تو تم سے ضرر اور نقصان کو دور کر سکتے ہیں تو پھر ایسے گونگے' بہرے اور کسی کام نہ آ سکنے والے پتھروں کے بے جان مجسموں کی عبادت کو تم کس وجہ سے جائز قرار دیتے ہو ف۳۶ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے پاس بتوں کی عبادت کرنے پر سوائے اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کے اور کوئی سند نہیں تھی' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلائل کے مقابلہ میں محض تقلید سود مند نہیں ف۳۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام تمام دنیاوی اور دینی نعمتوں اور منافع کو شامل ہے۔ خلق کرنے میں دنیا کی تمام نعمتوں کا ذکر آ گیا اور ہدایت دینے میں دین کی تمام نعمتوں کا ذکر آ گیا۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾

اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے O ۳۸ اور وہی میری روح قبض کرے گا' پھر مجھے زندہ فرمائے گاO ۳۹

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي

اور جس سے مجھے امید ہے کہ وہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو قیامت کے دن معاف فرما دے گاO ۴۰ اے میرے رب! مجھے حکم

حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي

(صحیح فیصلہ) عطا فرما ۴۱ اور مجھے نیکو کاروں کے ساتھ ملا دے O ۴۲ اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا

الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي

ذکر خیر جاری رکھO ۴۳ اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دےO ۴۴ اور میرے (عرفی) باپ

إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا

کو بخش دے ۴۵ بے شک وہ گمراہوں میں سے تھاO اور جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مجھے شرمندہ نہ کرناO ۴۶ جس دن نہ

يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ

مال نفع دے گا اور نہ اولاد O ۴۷ سوا اس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہواO اور متقین

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا

کے لیے جنت قریب کر دی جائے گیO ۴۸ اور گمراہوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کیا جائے گاO اور ان سے کہا جائے گا: وہ کہاں ہیں

كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾

جن کی تم عبادت کرتے تھے؟O اللہ کو چھوڑ کر' کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ تمہارا بدلہ لے سکتے ہیں؟O

فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا

پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیے جائیں گےO اور ابلیس کا سارا لشکر بھیO ۴۹ وہ دوزخ میں

ف۳۸ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں بیمار ہوتا ہوں اور یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیمار کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح اور سالم بدن دیا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس قول سے یہ تنبیہ فرمائی کہ انسان بے اعتدالی اور بے راہ روی سے خود اپنے آپ کو بیمار کر لیتا ہے ف۳۹ یعنی دنیا میں جب میری اجل (مدت حیات) پوری ہو جائے گی تو وہ میری روح قبض فرمائے گا' پھر دوبارہ مجھے زندہ فرمائے گا' تاکہ مجھے میرے اعمال کی جزا عطا فرمائے' موت دینے اور روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی کہ ارباب کمال کے لیے موت بھی نعمت ہے کیونکہ دنیا کے رنج والم سے خلاصی اور حیات ابدیہ کے حصول کے لیے موت وسیلہ ہے۔ (روح البیان ج ۶ ص ۳۶۵) ف۴۰ اس دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ گناہوں سے اجتناب کریں اور ڈریں اور اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی مغفرت طلب کریں اور طلب مغفرت میں ان کی اقتداء کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے امام ہو جائیں' جس طرح عباد الرحمٰن نے یہ دعا کی تھی: ''وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًاO'' (الفرقان: ۷۴) اور ہم کو متقین (اللہ سے ڈرنے والوں) کا امام بنا دےO ف۴۱ ''حکم'' سے مراد علم شریعت ہے یا ایسا علم جس کے ذریعہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی خلافت قائم کر سکیں اور مخلوق کی رہنمائی کر سکیں ف۴۲ یعنی مجھے ایسے علوم اور ایسے اعمال اور اخلاق کی توفیق دے جو مجھے عبادت و ریاضت میں ایسے کاملین اور راسخین کے گروہ میں شامل کر دے جو تمام صغائر اور کبائر گناہوں سے منزہ ہوں یا جنت میں مجھے ان کے ساتھ مجتمع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی' چنانچہ ان کے متعلق فرمایا: ''وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَO'' (البقرہ: ۱۳۰) اور بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں (بھی) برگزیدہ کیا اور بے شک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہیںO ف۴۳ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو ایسی عزت اور فضیلت عطا فرمائی' جس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی کیونکہ یہود' عیسائی اور مسلمان سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں ف۴۴ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنت کے حصول کی دعا کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے اور اس کو ترک کرنا تکبر ہے' بعض غالی اور ان پڑھ صوفی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے ہمیں تو مولیٰ کی رضا چاہیے' بعض کہتے ہیں: ہمیں جنت نہیں مدینہ چاہیے' یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ قرآن مجید کی بہ کثرت آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی طرف رغبت دلائی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جنت الفردوس کے سوال کرنے کا حکم دیا ہے' سو جنت کے حصول کی دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول راضی ہوں گے اور اس کا سوال نہ کرنے سے یا جنت کی تنقیص کرنے سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوں گے' سو اللہ کی رضا جنت کی دعا کرنے میں ہے نہ کہ جنت کی دعا ترک کرنے میں' باقی رہا مدینہ کا مطلوب ہونا' سو اس کی طلب برحق ہے اور اللہ کی رضا کا مطلوب ہونا بھی برحق ہے لیکن اس کو کب مستلزم ہے کہ پھر جنت کو طلب نہ کیا جائے اور اس کے حصول کی دعا نہ کی جائے' نیز جس جگہ نبی ﷺ مدفون ہیں' وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے' سو رسول اللہ ﷺ اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے' اور مدینہ صرف اس لیے محبوب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مسکن کا شہر ہے اور آپ کا اصل مسکن دنیا اور آخرت میں جنت ہی ہے' سو شہر مدینہ کی نسبت وہ جگہ زیادہ محبوب ہونی چاہیے جو آپ کا اصل مسکن ہے اور وہ جنت ہے' لہٰذا شہر مدینہ کی بہ نسبت جنت زیادہ محبوب ہونی چاہیے کیونکہ آپ اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں ہوں گے اور یہ واضح ہے کہ پورا شہر مدینہ جنت نہیں ہے ف۴۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (عرفی) باپ آزر کے لیے مغفرت کی دعا اس کے ایمان لانے کے وعدہ پر اعتماد کرتے ہوئے کی تھی' جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ أَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ'' (التوبہ: ۱۱۴) اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) والد کے لیے مغفرت کی دعا کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو اس نے ان سے کر لیا تھا اور جب ابراہیم پر یہ منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ

(ایک دوسرے سے) لڑتے ہوئے کہیں گے:○ اللہ کی قسم! بے شک ہم ضرور کھلی ہوئی گمراہی میں تھے○ جب کہ (اے بتو!)

نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا

ہم تم کو رب العلمین کے مساوی قرار دیتے تھے○ اور ہمیں صرف مجرموں نے گمراہ کر دیا○ ف٥٠ سو ہمارے لیے

مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ

کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے○ اور نہ کوئی سچا دوست○ ف٥١ اگر کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم

لوٹنا ہوتا تو ہم پکے مومن بن جاتے○ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر

مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ

ایمان لانے والے نہ تھے○ ف٥٢ بے شک آپ کا رب ہی ضرور بہت غالب' بے حد رحم فرمانے والا ہے○ نوح کی قوم

الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ

نے رسولوں کی تکذیب کی○ ف٥٣ جب ان کے ہم قبیلہ نوح نے ان سے کہا: کیا تم نہیں ڈرتے○ بے شک میں

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں○ ف٥٤ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○ ف٥٥ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین)

أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾

پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العلمین پر ہے○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○

قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا

ان کی قوم نے کہا: کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں حالانکہ آپ کی پیروی پسماندہ لوگوں نے کی ہے○ نوح نے کہا: ان کے کاموں

ف٥٠ مجرموں سے مراد وہی بت اور شیاطین ہیں ف٥١ جب مشرکین اور کفار یہ دیکھیں گے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مؤمنوں کی شفاعت کر رہے ہیں اور ان کو دوزخ اور عذاب سے نجات دلا رہے ہیں تو اس وقت وہ حسرت اور افسوس سے کہیں گے: ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی سچا دوست ہے ف٥٢ انسان کا نفس اس کو برائی کا اور کفر کا حکم دیتا ہے اور کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے نفس امارہ کی مخالفت کر کے ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے ف٥٣ اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے صرف حضرت نوح کی تکذیب کی تھی تو یہ ایک رسول کی تکذیب ہوئی' تمام رسولوں کی تکذیب تو نہ ہوئی' پھر یہ کیوں فرمایا: انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی' اس کا جواب یہ ہے کہ تمام رسولوں کی رسالت کے اثبات کا طریقہ ایک ہے' سب رسول دلائل اور معجزات سے اپنی رسالت ثابت کرتے ہیں اور اپنی سابقہ پاکیزہ حیات اور اپنے صدق اور امانت کو اپنی رسالت کی دلیل قرار دیتے ہیں' سو جس نے ایک رسول کا انکار کیا تو اس نے سب رسولوں کا انکار کر دیا کیونکہ سب رسولوں کی رسالت کے اثبات کا طریقہ واحد ہے ف٥٤ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو وحی نازل کی ہے وہ میرے پاس امانت ہے' میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا اور جوں کی توں وحی اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتا ہوں' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں امانت دار مشہور تھے' جس طرح ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے اپنی قوم میں الصادق الامین کے لقب سے مشہور تھے' اس قول سے حضرت نوح علیہ السلام یہ دلیل قائم کرنا چاہتے تھے کہ جب میں لوگوں کی امانت میں خیانت نہیں کرتا تو اللہ کے معاملہ میں کیسے خیانت کر سکتا ہوں کہ اس نے مجھے نبی نہ بنایا ہو اور مجھ پر وحی نہ نازل کی ہو اور میں کہوں: اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے اور مجھ پر وحی نازل کی ہے' سو جس طرح اس آیت سے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوتی ہے' اسی طرح اس آیت سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت بھی ثابت ہوتی ہے ف٥٥ یعنی جب میرا رسول ہونا دلیل سے ثابت ہو گیا تو پھر تم میری اطاعت کرو' اور اللہ کے عذاب سے ڈرو' کیونکہ اگر تم میری اطاعت نہیں کرو گے تو تم پر اللہ عذاب نازل فرمائے گا' لہٰذا تم میرے کہنے سے اللہ کو واحد مانو' اور شرک اور بت پرستی کو ترک کر دو۔

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَ

کو جاننے سے مجھے کیا سروکار ہے ○ ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں کچھ شعور ہو ○ ۵٦ اور

مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ

میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں ○ اور میں تو صاف طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ○ ۵۷ (ان کی قوم نے کہا:)

لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ

اے نوح! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو سنگسار کر دیا گیا ○ ۵۸ (نوح نے) عرض کیا: اے

كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ

میرے رب! میری قوم نے میری تکذیب کر دی ○ پس تو میرے اور ان کے درمیان آخری فیصلہ کر دے اور مجھے اور ان لوگوں کو نجات دے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ

دے جو میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں ○ پس ہم نے ان کو نجات دے دی اور ان لوگوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں ان کے ساتھ تھے ○ ۵۹

اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

بعد ازاں باقی تمام لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا ○ ٦٠ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ كَذَّبَتْ عَادُ

ایمان لانے والے نہ تھے ○ بے شک آپ کا رب ضرور بہت غالب بہت رحم فرمانے والا ہے ○ ٦١ قوم عاد نے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

رسولوں کی تکذیب کی ○ جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے کہا: کیا تم نہیں ڈرتے ○ بے شک میں

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ○ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر

ف٥٦ ان کی قوم نے کہا: یہ لوگ غور و فکر اور بصیرت سے ایمان نہیں لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: مجھے ان کے ظاہر کا معاملہ دیکھنا ہے اور ان کے دل میں اخلاص ہے یا نفاق ہے' یہ جاننا اور یہ فیصلہ کرنا میرا منصب نہیں ہے' ان کے باطن اور ان کے دل کی تفتیش کرنا میرا کام نہیں ہے' میرا کام صرف ظاہر پر حکم لگانا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ف٥٧ اس آیت سے التزامی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متکبرین نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لائیں تو ان بے وقعت اور گھٹیا لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیں کیونکہ ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔ ان کے ساتھ بیٹھنے میں ہماری توہین ہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں ان کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ میں تو صرف اللہ کا رسول ہوں جسے مکلفین کو ڈرانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے' اور کفر و شرک اور گناہوں سے منع کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے' خواہ وہ امیروں سے ہوں یا غریبوں سے' سو امیروں کو قریب کرنے کے لیے غریب مسلمانوں کو دھتکارنا میرے لیے کب مناسب ہے' بلکہ جس نے میرے پیغام کو قبول کر لیا' وہی میرے قریب ہے اور جس نے میرے پیغام کو رد کر دیا' وہ مجھ سے بعید ہے ف٥٨ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متکبرین حضرت نوح علیہ السلام کے دلائل کا جواب نہ دے سکے' تو انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں جیسا کہ ہر وہ شخص کرتا ہے جو دلائل سے عاجز اور لاجواب ہو جائے ف٥٩ اس آیت میں ''الفلك المشحون'' کا لفظ ہے' ''الفلك'' کا معنی ہے: کشتی' اور ''المشحون'' کا معنی ہے: بھری ہوئی۔ وہ کشتی انسانوں اور جانوروں سے بھری ہوئی تھی' اس کشتی میں ہر قسم کے حیوان تھے اور کھانے پینے اور برتنے کی وہ تمام چیزیں تھیں' جن کا تعلق ضروریاتِ زندگی سے ہے ف٦٠ اس آیت میں فرمایا: ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے رسول بنایا تھا اور یہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا اور حضرت نوح کے متبعین کے سوا روئے زمین کے تمام لوگوں کو غرق کر دیا تھا' اس لیے فرمایا: ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا' جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا تھا: ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا' یعنی فرعونیوں کو ف٦١ اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ایمان والے کم لوگ تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے اکثر لوگ اللہ کے نزدیک اسفل اور ارذل ہیں اور جو لوگ اللہ کے نزدیک معظم اور مکرم ہوں وہ بہت کم ہیں اور اللہ کے نزدیک معظم اور مکرم وہی لوگ ہیں' جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ'' (الحجرات: ١٣) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور بے شک آپ کا رب عزیز اور غالب ہے تو جو اللہ کے نزدیک ارذل' اسفل اور نیچ لوگ ہیں وہ اس کی طرف ہدایت نہیں پاتے' اور وہ بہت رحم فرمانے والا ہے تو جو اس کے نزدیک معزز اور مکرم ہیں' وہ اپنی رحمت سے ان کو اپنی طرف ہدایت دینے کے لیے چن لیتا ہے۔

أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ

کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العٰلمین پر ہے O کیا تم ہر اونچی جگہ پر

آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا

لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو؟ O ٦٢ اور تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے O ٦٣ اور جب

بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا

تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو O ٦٤ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور اس

الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ

سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو O اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی O اور باغوں سے

وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوا سَوَاءٌ

اور چشموں سے O بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے O انہوں نے کہا: ہمارے لیے

عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُن مِّنَ الْوٰعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هٰذَا إِلَّا خُلُقُ

برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں O یہ صرف پہلے

الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ ۗ إِنَّ فِي

لوگوں کا طریقہ ہے O اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O ٦٥ سو انہوں نے ہود کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا' بے شک اس

ذٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے

الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صٰلِحٌ

بہت رحم فرمانے والا O ٦٦ ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی O جب ان سے ان کے ہم قبیلہ صالح نے کہا: کیا

ع ١٨ / ١١

ف٦٢ اس آیت میں ''ریع'' کا لفظ ہے' ''ریع'' کا معنی ہے: ٹیلا' ہر وہ اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے۔ (المفردات ج ٢ ص ٢٧٤) اور اس میں ''تعبثون'' کا لفظ ہے' یہ ''عبث'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کھیل کود اور بے کار کام میں مشغول ہونا۔ جس کام کی کوئی غرض صحیح نہ ہو' اس کو عبث کہتے ہیں۔ (المفردات ج ٢ ص ٤١٦) اور اس میں ''ایۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: علامت' نشانی اور یادگار۔ قوم عاد ہر اونچی جگہ پر جو ایک یادگار تعمیر کرتے تھے' اس کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں: (١) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہر وہ اونچی جگہ پر مکان بناتے تھے جس میں وہ رہائش کا ارادہ نہیں رکھتے تھے' اس لیے اس کو عبث فرمایا (٢) سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا: وہ عمارت بنا کر اس کے اوپر برج بناتے تھے اور اس برج میں کبوتر رکھتے تھے (٣) ضحاک نے کہا: وہ بلند جگہ پر ایک عمارت بناتے اور اس میں کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ (زاد المسیر ج ٦ ص ١٣٦-١٣٥) کبوتر کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت ہے' اس سلسلے میں یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا' جس سے وہ کھیل رہا تھا' تو آپ نے فرمایا: شیطان' شیطان کا پیچھا کر رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٩٤٠) تاہم جسمانی ورزش اور باہمی دلچسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں' ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی عبادت ضائع نہ ہوتی ہو تو ان کا کھیلنا جائز ہے۔ تفصیلی ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف ''تبیان القرآن'' ج ٣ ص ٣٠٦ تا ٣٠٩ کا مطالعہ فرمائیں ف٦٣ یعنی ان کے ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مکانوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں' اس کی مذمت اس لیے فرمائی ہے کہ ان کا یہ فعل اسراف تھا' یا اس میں اظہار تکبر تھا' اس کی مذمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی دلچسپیوں میں منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ سے اور مرنے سے غافل ہو گئے تھے' یہ بھول گئے تھے کہ یہ دنیا سرائے فانی ہے' یہاں سے آگے گزر جانا ہے' یہ دائمی قیام گاہ نہیں ہے ف٦٤ یعنی جب تم کسی کو گرفتار کرتے ہو تو اس کو سزا دینے کے لیے کوڑے مارتے ہو یا تلوار سے قتل کرتے ہو اور جس طرح کسی ظالم اور جابر شخص کے دل میں کوئی نرمی ہوتی ہے نہ ترس ہوتا ہے' اسی طرح تمہارا معاملہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو ادب سکھانے کے لیے اس کو معمولی سرزنش کرے تو یہ درست ہے' یا کسی ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے کے لیے بہ قدر ظلم اس کو سزا دے تو یہ جائز ہے اور قصاص اور بدلہ لینا بھی جائز ہے لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ اور استاد بچوں کو سزا دینے کے لیے ان کو بڑے بڑے پائپوں اور ڈنڈوں سے بہت سخت مارتے ہی اور ان کے منہ پر طمانچہ یا تھپڑ مارتے ہیں' اسلام میں منہ پر طمانچہ اور تھپڑ مارنا جائز نہیں ہے اور کسی بڑے یا بچے کو سزا دینے کے لیے دس ڈنڈیوں سے زیادہ مارنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ٥٥٤١) حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کو دس کوڑوں (درخت کی ٹہنیوں یا ڈنڈیوں) سے زیادہ نہ مارا جائے' ماسوا اللہ تعالیٰ کی حدود کے۔ (صحیح البخاری: ٦٨٤٨) ف٦٥ ان کی مراد یہ تھی کہ آپ خواہ ہمیں نصیحت کریں یا نہ کریں' ہم آپ کی بات ماننے والے نہیں ہیں' پھر انہوں نے اپنے مؤقف پر یہ دلیل قائم کی کہ ہم جس دین اور جس طریقہ پر ہیں' یہ ہم سے پہلے لوگوں کا دین اور ان کا طریقہ ہے' ہم ان ہی کی تقلید کر رہے ہیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی لوگ اسی طرح زندہ تھے اور مر جاتے تھے' ہم بھی اسی طرح جیتے اور مرتے رہیں گے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح پہلے لوگ اپنی طرف سے من گھڑت باتیں کرتے تھے' آپ بھی اسی طرح من گھڑت باتیں کر رہے ہیں' پھر انہوں نے اپنے آپ کو اطمینان اور تسلی دلاتے ہوئے خود فریبی سے کہا: اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اور انہوں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حشر اور حساب و کتاب کا انکار کر دیا ف٦٦ اللہ تعالیٰ نے ایک تند و تیز ہوا بھیجی' جس نے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کر دیا' ہوا بہت لطیف چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس لطیف اور ضعیف چیز کے ذریعہ اتنی زبردست قوم کو ہلاک کر دیا اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا' جس طرح نمرود جیسے ظالم اور جابر بادشاہ کو ایک حقیر مچھر سے ہلاک کر دیا' سو انسان کو چاہیے

أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَ

تم کیوں نہیں ڈرتے؟ O بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور

مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾

میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر صرف رب العالمین پر ہے O

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ

کیا تم یہاں کی چیزوں میں امن کے ساتھ رہتے رہو گے؟ O باغوں میں اور چشموں میں O کھیتوں میں

وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾

اور کھجور کے درختوں میں جن کے خوشے نرم ہیں O ١٦٧ اور تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو O

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو O جو زمین میں

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ

فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے O ١٦٨ انہوں نے کہا: تم صرف ان لوگوں میں سے ہو

الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ۚ فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ

جن پر جادو کیا ہوا ہے O تم صرف ہماری مثل بشر ہو' اگر تم سچوں میں سے ہو (اپنی نبوت پر)

الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾

کوئی نشانی لاؤ O صالح نے کہا: یہ اونٹنی ہے' ایک دن اس کے (پانی) پینے کا ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے (پانی) پینے کا ہے O ١٦٩

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا

اور تم اس کے ساتھ کوئی برائی نہ کرنا' ورنہ بڑے دن کا عذاب تم کو پکڑ لے گا O پھر بھی انہوں نے

کہ اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کرے اور اس عزیز اور غالب سے ڈرتا رہے' جو قادر و قیوم ہے' جس کو کسی کی بڑائی اور تکبر پسند نہیں ہے' وہی حقیقت میں جبار اور متکبر ہے' اور اس کے سوا کوئی جبار نہیں ہے ف ١٦٧ ان آیات کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم ھود کے اوپر عقلی اور معنوی لذات غالب تھیں کیونکہ وہ سربلندی کو' ہمیشہ باقی رہنے کو' انفرادیت کو اور تکبر کو پسند کرتی تھی' اور حضرت صالح کی قوم پر حسی اور ظاہری لذات غالب تھیں کیونکہ وہ کھانے پینے کی چیزوں کو اور اچھی رہائش کو پسند کرتی تھی اور یہ اہل دنیا کی لذات میں سے لذتیں ہیں' اور آخرت کی لذتیں ان تمام لذتوں سے بالاتر ہیں' یہ علوم اور معارف کی قلبی اور روحانی لذتیں ہیں' اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر و فکر کی لذتیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے محبت اور وارفتگی اور آپ کی اطاعت اور اتباع کی لذتیں ہیں' جن میں ہر وقت یہ جی چاہتا ہے کہ انسان آپ کی سنتوں میں جذب ہو جائے اور آپ کے پیکر میں ڈھل جائے ف ١٦٨ یعنی جو لوگ دنیاوی لذتوں سے بہرہ اندوز ہونے میں اور ان کی طلب میں حد سے بڑھ چکے ہیں' جن کو صرف کھانے پینے اور جنسی خواہش ہی پوری کرنے کی طلب ہوتی ہے اور اسی میں مصروف رہتے ہیں' اور ان کو اس کا کوئی خیال نہیں آتا کہ اگر زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور جنسی عمل کرنا ہی ہو تو پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے' یہ لوگ اپنی خواہشوں کو ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورا کرتے ہیں اور حلال اور حرام کا کوئی فرق نہیں کرتے' اگر اپنی سفلی اور حیوانی خواہشات کی تکمیل کے لیے چھیننا اور جھپٹنا پڑے اور اس سے بڑھ کر لڑنا' جھگڑنا' قتل اور خون ریزی کرنا پڑے تو یہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتے ف ١٦٩ روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگے' تب ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے' تو اس چٹان سے ایک اونٹنی نکلی اور ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور فوراً اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ٨ ص ٥٢٥)

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ

اس کی کونچیں کاٹ دیں' پس وہ پچھتائے O ۱۰ے سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا' بے شک اس میں ضرور نشانی ہے' اور

مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ

ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے O بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا O ۱ے لوط کی قوم

قَوْمُ لُوْطِ ﹰ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

نے رسولوں کی تکذیب کی O ۲ے جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے کہا: کیا تم نہیں ڈرتے؟O

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ

بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں O سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو O اور میں تم سے اس

عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ

(تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا' میرا اجر تو صرف رب العٰلمین پر ہے O کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس

مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

آتے ہو!O ۳ے اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو! بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے

قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾

والے ہو O ۴ے انہوں نے کہا: اے لوط! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو بستی سے نکال دیا گیا ہے O

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

لوط نے کہا: میں تمہارے کام کی وجہ سے تم سے سخت ناراض ہوں O اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکاریوں سے نجات دے

فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

دے O سو ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دے دی O سوا ایک بوڑھی عورت کے جو باقی رہنے والوں میں سے تھی O ۵ے

ف ۹ے ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم پر عذاب آنے والا ہے' انہوں نے پوچھا: اس عذاب کی کیا علامت ہے؟ حضرت صالح نے فرمایا: اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے' پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے' اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے: اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟ اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے: اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟ اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے' پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا؟ حتیٰ کہ ان کو عذاب کا یقین ہو گیا' پھر انہوں نے خوشبو لگائی' کفن پہنے اور اپنے گھروں میں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت جبرئیل نے ایک چیخ ماری جس سے ان کے جسموں سے روحیں نکل گئیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۸۸۰) ۱۰ے یعنی قوم ثمود نے جو حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی' ان کا انتقام لینے کے لیے وہ بہت غالب ہے' پس اس نے ان کو عذاب میں مبتلا کر کے نیست و نابود کر دیا' اس لیے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہیے تا کہ وہ بھی اس عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں' جس عذاب میں پچھلی تکذیب کرنے والی قومیں ہلاک ہو گئی تھیں' اور فرمایا: اللہ تعالیٰ بہت رحم فرمانے والا ہے کہ وہ بغیر استحقاق کے عذاب نازل نہیں کرتا اور استحقاق ثابت ہونے کے بعد بھی توبہ کا موقع فراہم کرنے کے لیے ڈھیل دیتا رہتا ہے ۱ے اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے صرف حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کی تھی تو یہ ایک رسول کی تکذیب ہوئی' تمام رسولوں کی تکذیب تو نہ ہوئی' پھر یہ کیوں فرمایا: انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی' اس کا جواب یہ ہے کہ ہر رسول تمام رسولوں کی تصدیق کرنے کا حکم دیتا ہے تو جس نے کسی ایک رسول کی تکذیب کی تو اس نے تمام رسولوں کی تکذیب کر دی' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ "المرسلین" میں الف لام جنس کا ہے اور جنس کا الف لام جمعیت کے معنیٰ کو باطل کر دیتا ہے اور اس آیت کا معنی ہے: انہوں نے جنس رسالت کی تکذیب کر دی' اس کا تیسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عقائد دہریوں اور برہموں کی طرح ہوں اور وہ نبوت کو بالکل نہ مانتے ہوں ۳ے اس سے مراد یہ ہے کہ تم مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے ہو' جنسی خواہش پوری کرنے کو کنایۃً آنے سے تعبیر فرمایا ہے جس طرح اس آیت میں ہے: "نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ" (البقرہ: ۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں' تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح سے چاہو آؤ۔ یہاں کھیتیوں سے مراد بیویوں سے جماع کرنا ہے جس کو کنایۃً کھیتیوں میں آنے سے تعبیر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جنسی خواہش پوری کرنے کو الفاظ میں بیان کرنا ہو تو کھلے کھلے لفظوں میں ذکر کرنے کے بجائے اشارے اور کنائے میں اس کا ذکر کرنا چاہیے اور شرم و حیاء اور حجاب کو قائم رکھنا چاہیے ۴ے اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اشارہ اور کنایہ میں کلام فرمایا' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے جس عضو کو اس مقصد کے لیے بنایا ہے' وہ اس عضو کے بجائے پچھلے عضو میں دخول کرتے تھے اور عمل معکوس کرتے تھے' مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: تم عورتوں کی قبل (اندام نہانی) کو چھوڑ کر مردوں اور عورتوں کی پشت میں دخول کرتے ہو۔ (جامع البیان: ۲۰۳۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں کرتا جو اپنی بیوی کی پچھلی جانب میں جماع کرتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۱۶۲) ۵ے یعنی ان کو اور ان کے گھر والوں کو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے گھروں سے نکال لیا ماسوا ایک بوڑھی عورت کے' جس کا نام والھہ تھا' یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی اور ان پر ایمان نہیں لائی تھی' حضرت لوط علیہ السلام کی منکوحہ ہونے کے اعتبار سے اس کو آپ کے اہل میں شامل رکھا گیا۔ اس آیت میں اس کے لیے "عجوز" کا لفظ ہے۔ "عجوز" عاجز کا اسم مبالغہ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ عاجز' چونکہ بوڑھی عورت کام کاج سے بہت زیادہ عاجز ہوتی ہے' اس لیے اس کو

الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾

پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیاO اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی سو جن لوگوں کو عذاب سے ڈرایا جا چکا تھا ان پر کیسی بری بارش تھیO

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ

بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھےO ۷۶ بے شک آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ

ہی ضرور غالب ہے، بہت رحم فرمانے والاO ۷۷ اصحاب الایکہ (سرسبز جنگل والوں) نے رسولوں کی تکذیب کیO جب ان سے شعیب نے

لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

کہا: کیا تم نہیں ڈرتے!O ۷۸ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوںO سو تم اللہ سے ڈرو

وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی

اور میری اطاعت کروO اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ زِنُوْا

صرف رب العٰلمین پر ہےO پیمانہ پورا بھر کر دو اور کم تولنے والوں میں سے نہ بن جاؤO اور صحیح ترازو

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا

سے تول کر دیا کروO ۷۹ اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز

فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾

نہ کروO ۸۰ اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت (سرشت) کو پیدا کیا ہےO ۸۱

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ

انہوں نے کہا: تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہےO اور تم صرف ہماری مثل بشر ہو اور بے شک

''عجوز'' کہا جاتا ہے''غابرین'' کے معنی ہیں: باقی رہنے والے' اس کو ان لوگوں میں باقی رکھا گیا جن کو عذاب دیا گیا تھا' کیونکہ یہ بھی قوم کی طرف مائل تھی اور ان کے افعال پر راضی تھی' آسمان سے برسنے والے پتھر اس پر بھی لگے۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ نہیں گئی تھی اور ان لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئی تھی' جن پر عذاب آیا ۷۶ یعنی قوم لوط کو جو عذاب دیا گیا' اس میں بعد والی نسلوں کے لیے عبرت کا سامان ہے تاکہ وہ اس قسم کی بدکاری اور ایسے قبیح فعل کے ارتکاب سے باز رہیں تاکہ ان پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے' جو قوم لوط پر آیا تھا' پھر فرمایا: ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔ اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی مؤمن نہیں تھا' حضرت لوط علیہ السلام مؤمن تھے اور ان کی دو بیٹیاں اور ان کے داماد مومن تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۲۴) ۷۷ پھر فرمایا: بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے کہ وہ اپنے اور اپنے رسولوں کے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور بہت رحم فرمانے والا ہے کہ وہ انبیاء اور اولیاء کی مدد فرماتا ہے' اور کفار پر بھی بغیر تنبیہ کے عذاب نازل نہیں فرماتا اور ان کو ایمان لانے اور اصلاح کرنے کی مہلت دیتا ہے اور عذاب کے مستحقین کو عذاب دینا بھی صالحین کے اوپر اس کی رحمت ہے' کیونکہ جس کے کسی عضو میں ناسور ہو جاتا ہے تو اس عضو کو کاٹ دینا ہی پورے جسم کی اصلاح کا ضامن ہے اور یہ جہاں بھی ایک جسم کی طرح ہے اور کفار اس جہاں میں اس عضو کی طرح ہیں جس میں ناسور ہو' تو ان کفار کو ہلاک کر دینے میں ہی پورے جہان کی سلامتی ہے ۷۸ عکرمہ نے کہا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا۔ ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا' پھر اس قوم کی نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو ''اصحاب الایکۃ'' (سرسبز جھاڑیوں والے علاقے کے رہنے والوں) کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں' جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ (ہرچند کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس حدیث کی بناء پر اسی قوم کو راجح قرار دیا ہے کہ یہ دو الگ الگ امتیں ہیں۔) (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۳۰۸۔۳۰۷) ۷۹ ''قسطاس'' کا معنی ہے: ترازو اور اس کو عدالت سے تعبیر کیا جاتا ہے' اور ''قسط'' کا معنی ہے: عدل و انصاف کے ساتھ کسی چیز کا حصہ' قرآن مجید میں ہے: ''لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ'' (یونس: ۴) تاکہ اللہ ایمان والوں اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ اجر دے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۲۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مقسطین'' (عدل کرنے والے) اللہ کے پاس نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب بیٹھے ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں' جو لوگ اپنے گھر والوں اور جن پر ان کو حاکم بنایا گیا ان میں عدل سے فیصلہ کریں گے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲۷) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ عراق والوں میں سے کوئی شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: میں آپ کے پاس ایک ایسے کام کے لیے آیا ہوں' جس کا کوئی سر ہے نہ دُم ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ہمارے علاقے میں جھوٹی گواہیاں دینے کا بہت رواج ہو گیا ہے' حضرت عمر نے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! عدل کے بغیر اسلام میں کوئی خوش حال نہیں ہو سکتا۔ (موطأ امام مالک: ۱۴۶۵) ۸۰ اس آیت میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔ پہلے ان کو خصوصیت کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرنے سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں انہیں مطلقاً لوگوں کے مالوں میں کمی کرنے سے منع فرمایا' خواہ وہ کمی چوری کے ذریعہ کی جائے یا ڈاکے کے ذریعہ یا ناپ تول میں کمی کے ذریعہ' اور ان کو زمین میں قتل و غارت گری کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اس آیت میں ''عثی'' کے بعد ''فساد'' کا ذکر فرمایا اور ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں: فساد کرنا اور حد سے تجاوز کرنا' اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی کام صورۃً فساد ہوتا ہے لیکن حقیقۃً فساد نہیں ہوتا' جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے مسکینوں کی کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا' یا جیسے انہوں نے ایک

نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ
ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں○ اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ
آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو○ شعیب نے کہا: میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو○ سو انہوں نے شعیب کی
فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾
تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا' بے شک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھا○ ۸۲
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
بے شک اس میں ضرور نشانی ہے' اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے ○ اور بے شک آپ کا رب
لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ
ہی ضرور غالب ہے' بہت رحم فرمانے والا○ اور بے شک یہ (قرآن) رب العٰلمین کی نازل فرمائی ہوئی کتاب ہے○ جس کو الروح
الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ
الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے ہیں○ ۸۳ آپ کے قلب کے اوپر تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں○ ۸۴
عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً
صاف صاف عربی زبان میں○ ۸۵ اور بے شک اس قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں (بھی) ہے○ ۸۶ کیا ان (کفار مکہ) کے لیے یہ کافی نشانی
اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ
نہیں ہے کہ اس (قرآن) کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں ○ ۸۷ اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی
الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ
شخص پر نازل کرتے○ پھر وہ اس (قرآن) کو ان کے سامنے پڑھتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے ○ ۸۸ اسی طرح ہم نے

لڑکے کو قتل کر دیا تھا' یہ کام بہ ظاہر فساد تھے' حقیقت میں اصلاح تھے یا جیسے جراح یا سرجن سرجری کرتا ہے اور کسی عضو کو کاٹ ڈالتا ہے' بہ ظاہر یہ اعضاء کو کاٹنا ہے' لیکن اس میں جسم کی فلاح اور اصلاح ہوتی ہے' اس طرح بعض کام صورۃً اور ظاہراً فساد ہوتے ہیں اور درحقیقت وہ اصلاح اور فلاح ہوتے ہیں' اس لیے یہاں "عثی" کے بعد فساد کا ذکر فرمایا کہ تم اس طرح کا فساد نہ کرو جس میں حد سے تجاوز ہو اور اس میں اصلاح اور فلاح کا کوئی پہلو نہ ہو **۸۱ف** یعنی کافروں کے جو اوصاف ہیں وہ فطری اور جبلی ہیں' تکبر' عناد اور ہٹ دھرمی ان کی سرشت میں ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ" (الاسراء: ۸۴) ہر شخص اپنی فطرت اور سرشت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۱۳) **۸۲ف** علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بیس سال کی عمر میں مدین کی طرف مبعوث کیا' یہ قوم ناپ تول میں کمی کرتی تھی' حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی اور ان کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا' حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہترین جواب دیتے تھے' اس لیے ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا' جب اہل مدین کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی کا عذاب بھیجا' وہ گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ایک بادل بھیجا' جس نے سورج سے ان کے اوپر سایا کر لیا' اس سے ان کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوئی' پھر ان میں سے بعض نے بعض کو بلایا حتیٰ کہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اوپر ایک آگ بھیجی' جس نے ان سب کو جلا ڈالا اور یہی "یوم الظلة" سائبان کے دن کا عذاب ہے۔ (المنتظم ج ۱ ص ۲۱۰) **۸۳ف** حضرت جبریل کو "الروح" فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ وہ وحی لانے پر مامور ہیں اور وحی سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ہوتی ہے اور اس معرفت سے دل زندہ ہوتے ہیں اور روح زندگی کا سبب ہے' اس لیے حضرت جبریل کو "الروح" فرمایا ہے **۸۴ف** ہر چند کہ آپ نیک اعمال پر ثواب کی بشارت دینے والے بھی ہیں اور بُرے اعمال پر اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے بھی ہیں' لیکن اس آیت میں صرف عذاب سے ڈرانے کا ذکر کیا ہے کیونکہ ثواب کے حصول کی بہ نسبت عذاب سے بچنا زیادہ اہم اور اس پر مقدم ہے۔ رذائل سے خالی ہونا فضائل سے متصف ہونے پر مقدم ہوتا ہے جیسے بیمار اور کمزور آدمی پہلے بیماری کو دور کرتا ہے پھر قوت بخش غذائیں کھاتا ہے **۸۵ف** مجاہد نے کہا: قرآن مجید لسانِ قریش پر نازل ہوا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۹۴۸) **۸۶ف** اس آیت میں کتابوں کے لیے "زُبُر" کا لفظ ہے' اور "زُبُر" کا لفظ جمع ہے اور اس کا واحد زبور ہے' جیسے "رُسُل" کا لفظ رسول کی جمع ہے' یعنی سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو اس نبی پر نازل فرمائے گا جو آخر زمانہ میں مبعوث ہو گا **۸۷ف** امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام' علماء بنی اسرائیل میں سے تھے' اور ان میں سے سب سے افضل مانے جاتے تھے' وہ سیدنا محمد ﷺ کی کتاب کے اوپر ایمان لے آئے تھے' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا ان (کفار مکہ) کے لیے یہ کافی نشانی نہیں ہے کہ اس (قرآن) کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں۔ (جامع البیان: ۲۰۳۴۸) **۸۸ف** اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل کرتے یعنی جو عربی زبان اچھی طرح بولنے والا نہ ہوتا' تب بھی یہ اس کا کفر کرتے اور اپنے انکار اور کفر پر اس کے عجمی ہونے کو دلیل اور عذر بنا لیتے اور کہتے: اس عجمی شخص پر ایمان لانا ہمارے لیے باعث عار ہے اور تکبر کی وجہ سے اس پر ایمان نہ لاتے' حالانکہ ایک عجمی شخص کا ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کرنا جس کی نظیر لانے سے تمام دنیائے عرب عاجز تھی' اپنے معجز ہونے میں بہت زیادہ واضح اور جلی تھا' لیکن یہ لوگ محض تکبر کی وجہ سے اس پر ایمان نہ لاتے۔

فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾

منکروں کے دلوں میں ان کے انکار کو داخل کر دیا ہے ○ ۸۹ وہ اس وقت تک اس پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں ○

فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

ان پر اچانک وہ عذاب آئے گا اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہو گا ○ اس وقت وہ یہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ ○

اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ

کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟ ○ اچھا یہ بتائیے کہ اگر ہم ان کو کئی سالوں کی مہلت دے بھی دیں ○ ۹۰ پھر اس کے بعد

مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَاۤ اَهْلَكْنَا

ان پر وہی عذاب آ جائے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا ○ تو وہ سامان ان کے کس کام آئے گا جس سے فائدہ اٹھانے کی ان کو مہلت دی گئی تھی ○

مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰی وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا

ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا اس کے لیے عذاب سے ڈرانے والے (بھیجے گئے) تھے ○ ان کو یاد کرانے کے لیے اور ہم (ان پر) ظلم کرنے والے

تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ

نہ تھے ○ ۹۱ اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں نازل ہوئے ○ اور نہ وہ اس کے لائق ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ○ بے شک وہ

عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ

(فرشتوں کا کلام) سننے سے محروم کر دیئے گئے ہیں ○ ۹۲ سو (اے مخاطب!) تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کر ورنہ تو بھی

مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ

عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا ○ ۹۳ اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرایئے ○ ۹۴ اور جن

جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ

مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکا کر رکھیے ○ ۹۵ پھر بھی اگر وہ آپ کی

ف۸۹ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اسی طرح ہم نے منکروں کے دل میں شرک کو داخل کر دیا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۹۸۹) ف۹۰ الشعراء: ۲۰۵ کے دو معنی کیے گئے ہیں' ایک معنی یہ ہے کہ انہوں نے مدت العمر جو عیش و عشرت اور ناز و نعم کا سامان جمع کیا تھا تو وہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے' جب ان پر اچانک عذاب آ گیا' اور دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم نے جو ان کی مدت عمر تک ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا' اور ان کو ان کی زندگی خوش حالی کے ساتھ گزارنے کے لیے ساز و سامان عطا کیا' اس سے انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا کیونکہ انہوں نے اپنے شرک سے توبہ نہیں کی' تو عذاب کی اس تاخیر نے ان کو ناکامی اور نامرادی کے سوا اور کیا دیا اور ان کو کیا نفع پہنچایا بلکہ جوں جوں ان کی عمر زیادہ ہوئی انہوں نے زیادہ کفر کیا اور بت پرستی کی اور دیگر بڑے بڑے گناہ بھی' جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ عذاب کے مستحق ہوئے اور اگر ان کی عمر میں یہ اضافہ نہ کیا جاتا تو وہ یہ گناہ نہ کرتے اور زیادہ عذاب کے مستحق نہ ہوتے تو اس ڈھیل دینے اور عذاب کو مؤخر کرنے سے بجائے فائدہ کے ان کو الٹا نقصان ہوا ف۹۱ ہر چند کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی ڈرانے والے کو نہ بھیجے اور اس کے بغیر کسی بستی پر عذاب بھیج کر اس کو ہلاک کر دے تو یہ بھی اس کا ظلم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا مالک ہے اور مالک اپنی مملوک میں جو چاہے تصرف کرے' اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اور یہ اس کا ظلم نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ظلم سے اپنی کمال نزاہت اور براءت کو ظاہر کرنے کے لیے اس طرح فرمایا ف۹۲ یعنی اس قرآن کو شیاطین نے سیدنا محمد ﷺ پر نازل نہیں کیا' بلکہ اس کو آپ پر "الروح الامین" نے نازل کیا ہے' اور نہ شیاطین کے لیے یہ لائق ہے کہ وہ اس کو آپ پر نازل کریں اور نہ وہ اس کی صلاحیت اور استطاعت رکھتے ہیں کیونکہ آسمان کی جس جگہ سے قرآن مجید نازل ہوتا ہے' وہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتے اور شیاطین کو قرآن سننے کی جگہ تک پہنچنے سے معزول کر دیا گیا ہے' وہ وہاں تک پہنچنے کی کوشش کریں تو ان پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں ف۹۳ بہ ظاہر یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن حقیقت میں یہ آپ کے غیر سے خطاب ہے کیونکہ حکیم کا یہ اسلوب اور طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی قوم سے خطاب کو مؤکد کرنا چاہتا ہے تو ظاہر میں اس خطاب کو اس قوم کے رئیس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے' ہر چند کہ اس خطاب سے مقصود اس رئیس کے متبعین ہوتے ہیں اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرنے میں آپ کی امت آپ کی پیروی اور آپ کی اتباع کرے اور اس میں بھی ان کو آپ کی اتباع کرنے کا شرف حاصل ہو' اس وجہ سے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو خطاب فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۳۵) ف۹۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ○" (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے' اور آپ نے بلند آواز سے فرمایا: "یا صباحاہ" تو مکہ کے سب لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن کا ایک بڑا لشکر اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہے تو کیا تم سب میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا' اس لیے ہم آپ کی تصدیق کریں گے' آپ نے فرمایا: تو میں تم کو اس بات سے ڈرا رہا ہوں کہ تمہارے سامنے بہت سخت عذاب ہے' تب ابولہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو' کیا تم نے ہم کو صرف اس لیے جمع کیا تھا' پھر وہ کھڑا ہو گیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○" (تب: ۱)۔ (صحیح البخاری: ۴۹۷۱) ف۹۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ مؤمنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں اور ان کو عفو و درگزر کے دامن میں چھپا لیں' ان کی تقصیرات سے صرف نظر کریں اور ان کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئیں' ان کی خطاؤں کو معاف کریں اور ان کے لیے استغفار اور شفاعت کریں۔

إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي

نافرمانی کریں تو آپ کہیے: میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں O اور بہت غالب اور بے حد رحم کرنے والے پر توکل کیجئے O جو آپ کو

يَرٰىكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾

آپ کے قیام کے وقت دیکھتا ہے O اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو O و٩٦ بے شک وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے O

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ

کیا میں تمہیں ان کی خبر دوں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں O وہ ہر بہت بہتان باندھنے والے

أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾

گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں O وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں O و٩٧ اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں O

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَّهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں O و٩٨ اور بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے O

إِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا وَّانْتَصَرُوا مِنْ

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا

بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾

اور انہوں نے اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا و٩٩ اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کیسی لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں O

٢٧ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ٤٨ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٩٣ — رُكُوْعَاتُهَا ٧

سورۃ النمل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ترانوے آیتیں سات رکوع ہیں

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿١﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى

طاسین یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں O ف١ یہ ان ایمان والوں کے لیے ہدایت

و٩٦ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کی روح ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہو رہی تھی' سو اسی تقدیر پر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے' اور اس وقت یہ قطعی طور پر ثابت ہو گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے۔ (اسرار التنزیل وانوار التاویل ص ٢٦٧) علامہ سہیلی لکھتے ہیں: حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخ میں ہے' جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔ (صحیح مسلم: ٢٠٣) اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے والدین کے متعلق ایسی کوئی بات کہیں اور آپ کو ایذاء پہنچائیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ وہ حدیث یہ ہے: عمرو بیان کرتے ہیں کہ جب عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو لوگ جمع ہو کر کہنے لگے: یہ ابوجہل کا بیٹا ہے' یہ ابوجہل کا بیٹا ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ٤٣ ص ١٩٤) اور حضرت عکرمہ کے والد کو کافر کہنا حضرت عکرمہ کے لیے باعث اذیت ہے تو نبی ﷺ کے والدین کو کافر کہنا آپ کے لیے کس قدر باعث ایذاء ہو گا' (اور قرآن مجید میں ہے:) "إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا O" (الاحزاب: ٥٧) بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے O نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب عزوجل نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے' پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس ہوئے' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ مقام حجون پر بہت افسردگی کے عالم میں اترے تھے' پھر آپ بہت خوش خوش واپس ہوئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کر دیا' وہ مجھ پر ایمان لائیں' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔ (یہ حدیث مسلم کی حدیث کے لیے ناسخ ہے۔) (الناسخ والمنسوخ: ٦٣٠) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قدرت اس سے عاجز نہیں ہے اور نبی ﷺ اس کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو جس چیز کے ساتھ چاہے خاص کر لے۔ (الروض الانف ج ١ ص ٢٩٩ ملخصاً وموضحاً) اس مسئلہ کی تفصیل اور تحقیق کے لیے' اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے اسی موضوع پر لکھے گئے سات رسائل کو ملاحظہ کرنے کے لیے' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف "تبیان القرآن" ج ٨ ص ٤٧٧ تا ٥١١ کا مطالعہ فرمائیں و٩٧ مشرکین قریش یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کاہن ہیں' ان کے پاس کوئی جن ہے جس کا وہ کلام سنتے ہیں اور پھر اس کلام کو نقل کر کے یہ دعویٰ کرتے ہیں' یہ خدا کا کلام ہے' ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور یہ بتایا کہ شیاطین کس قسم کے بدکار' گناہ گار لوگوں پر نازل ہوتے ہیں' وہ پاک دامن اور پاک طینت لوگوں پر نازل نہیں ہوتے' اور نبی ﷺ کی زندگی تو صاف اور شفاف ہے اور پاکیزہ زندگی ہے' تو شیاطین آپ پر کیسے نازل ہو سکتے ہیں اور نہ قرآن مجید کے مضامین شیطان کا موضوع ہیں' کفار مکہ کا یہ کہنا ہر اعتبار سے باطل اور غلط ہے کہ اس قرآن مجید کو شیاطین نے نازل کیا ہے' قرآن مجید تو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے و٩٨ کفار قریش' قرآن مجید کو شاعری کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ شاعر نہیں ہیں اور قرآن مجید شعر نہیں ہے کیونکہ شعراء کی پیروی تو جاہل اور گمراہ لوگ کرتے ہیں اور ہمارے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جاہل اور گمراہ نہیں ہیں بلکہ وہ تو ہدایت یافتہ' نیک' باکردار' اصحاب فہم وفراست ہیں و٩٩ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار نے اپنے اشعار میں نبی ﷺ کی ہجو اور آپ کی مذمت کی تھی تو انہوں نے بھی اس کے بدلہ میں مشرکین کی ہجو اور مذمت کی تھی' جیسے حضرت حسان بن ثابت' حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہم' (بقیہ صفحہ ٩٨٤ پر)

سورۃ النمل: ف١ اس سورت کو "قرآن" بھی فرمایا اور "کتاب" بھی' قرآن کا لفظ قراءت سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: پڑھنا اور کتاب کا لفظ "کتب" سے بنا ہے' جس

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

اور خوش خبری ہے ○ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ

آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے

اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

کاموں کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے پس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے

فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ

اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں ○ اور بے شک آپ کو بے انتہا حکمت اور علم والے کی طرف

حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ

سے قرآن سکھایا جا رہا ہے ○ جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے آگ دیکھی ہے میں تمہارے پاس

مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷

ابھی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی سلگتا ہوا انگارہ تاکہ تم حرارت حاصل کرو ○

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِىَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ

پھر جب وہ اس جگہ پہنچے تو ان کو ندا کی گئی کہ جو آگ (کی تجلی) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے وہ برکت والا ہے

اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ۙ

اور اللہ سبحان ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ اے موسیٰ! سنو! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں بہت غالب بڑی حکمت والا ○

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ

اور اپنا عصا ڈال دیجئے پھر جب انہوں نے اس کو اس طرح لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا

کا معنی لکھنا ہے اس کو قرآن اس لیے فرمایا کہ اس کو سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور کتاب اس لیے فرمایا کہ اس کو سب سے زیادہ لکھا جاتا ہے اور قرآن کے لفظ کو کتاب کے لفظ پر اس لیے مقدم فرما دیا کہ پہلے اس کو پڑھا جاتا تھا پھر اس کو لکھا جاتا تھا ف۲ اس آیت میں ہدایت کو مؤمنوں کے ساتھ مخصوص کر دیا حالانکہ یہ کتاب تو تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ہدایت کے ساتھ بشارت کا بھی ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کتاب بشارت تو صرف مؤمنوں کے لیے ہے کیونکہ کافروں کے لیے بہرحال بشارت نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کتاب کی آیتوں سے فائدہ تو صرف مؤمنوں نے اٹھایا ہے اس لیے مآل کار یہ کتاب صرف مؤمنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: "اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ○" (النٰزعٰت: ۴۵) آپ تو صرف ان کو ڈرانے والے ہیں جو قیامت سے ڈرتے ہیں ○ ف۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ نفس پر دشواری کے باوجود نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دراصل وہی مسلمان آخرت پر کامل یقین رکھنے والے ہیں ف۴ اس آیت کے ظاہر پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ان کے کاموں کو مزین کرنے کی اپنی طرف نسبت کی ہے اور دوسری آیتوں میں ان کاموں کو مزین کرنے کی شیطان کی طرف نسبت کی ہے قرآن مجید میں ہے: "وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ" (الانفال: ۴۸) اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو مزین کر دیا "فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○" (الانعام: ۴۳) سو ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ عاجزی کرتے اور گڑگڑاتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ○ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کے اعمال کا بھی وہی خالق ہے اور بندہ جس عمل کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے اس عمل کو پیدا کر دیتا ہے سو جب کافروں نے شرک کفر اور دیگر برے اعمال کو اچھا جانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہوں میں ان کفریہ اعمال کا حسن پیدا کر دیا ف۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ کا ایک شعلہ سا دکھائی دیا انہوں نے کہا: میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں ممکن ہے کہ اس روشنی سے راستہ کی سمت معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارہ لے آؤں جس سے تم لوگ سردی کی اس یخ بستہ رات میں حرارت حاصل کرو ف۶ حضرت ابن عباس حسن بصری اور محمد بن کعب نے کہا: وہ آگ اللہ عزوجل کا نور ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عظیم نور کو دیکھا اور اس کو آگ گمان کیا اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنی آیات اور اپنے کلام کو آگ سے ظاہر فرمایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت اور کسی سمت میں تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۸) ف۷ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت موسیٰ کو یہ آواز آئی کہ "میں ہی اللہ ہوں" تو انہوں نے کیسے یہ یقین کر لیا کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ ابلیس یا کسی جن نے یہ آواز دی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی قوت ادراک عطا کی ہے جس کی وجہ سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ یہ انسان کی آواز ہے یہ کسی چرند کی آواز ہے یہ کسی درندے کی آواز ہے اور یہ کسی پرندے کی آواز ہے پھر انسانوں کی آواز میں بھی ہم جان لیتے ہیں یہ فلاں انسان کی آواز ہے یہ فلاں انسان کی آواز ہے۔ اسی طرح چرندوں میں بھی ہم کو معلوم ہوتا ہے یہ گائے کی آواز ہے یہ بکرے کی آواز ہے اسی طرح درندوں اور پرندوں میں ہمیں ان کا باہمی امتیاز معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو صرف عالم شہادت اور ظاہر کی آوازوں کے ادراک کی قوت دی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اس سے زائد علم غیب اور باطن کے ادراک کی قوت عطا کی ہے وہ فرشتوں کے کلام کو سنتے ہیں جنات کے کلام کو سنتے ہیں شیاطین کے کلام کو سنتے ہیں اور ان کے کلام کے باہمی فرق کو پہچانتے ہیں اس لیے جب ان کے پاس پہلی بار فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو ان کو اس میں بالکل تردد نہیں ہوتا کہ یہ فرشتہ کا کلام ہے جس طرح ہمیں کسی انسان کا کلام سن کر اس کے انسان کے کلام ہونے میں بالکل شک نہیں ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ آپ نے (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ

(تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے موسیٰ! ڈریے مت ۱۰ بے شک میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے O ۱۱ سوا اس کے جس نے ظلم کیا

ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ

پھر اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی کی تو بے شک میں بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہوں O اور آپ اپنا ہاتھ اپنے

فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ

گریبان میں ڈالیں تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا' آپ نو نشانیاں لے کر فرعون

وَقَوْمِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً

اور اس کی قوم کے پاس جایئے بے شک وہ نافرمانوں کا گروہ ہے O سو جب ان کے پاس ہماری بصیرت افروز نشانیاں آگئیں تو انہوں

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا

نے کہا: یہ تو کھلا ہوا جادو ہے O انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل

وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

ان (نشانیوں کی صداقت) کا اعتراف کر چکے تھے پس دیکھئے ان فتنہ پرور لوگوں کا کیسا انجام ہوا O ۱۲ اور بے شک ہم نے

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى

داؤد اور سلیمان کو عظیم علم عطا کیا تھا اور ان دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو

كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ

اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے O ۱۳ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ

اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے ۱۴ اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا ہے' بے شک

ف۱۰ اس آیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ آپ میرے غیر سے مت ڈریے اور دوسرا یہ کہ آپ مطلقاً مت ڈریے ف۱۱ بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ رسول مطلقاً نہیں ڈرتے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب ان پر وحی کی جائے اور اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہو' اس وقت وہ نہیں ڈرتے کیونکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مطالعہ میں منہمک اور مستغرق ہوتے ہیں۔ اس لیے اس وقت وہ کسی سے نہیں ڈرتے' اور باقی اوقات میں وہ اللہ سبحانہ سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آخرت میں انجام باخیر ہوگا' اس لیے وہ سوء عاقبت (برے انجام) سے نہیں ڈرتے ف۱۲ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے متعلق بتایا کہ انہوں نے کھلے کھلے اور روشن معجزات دیکھنے کے باوجود ظلم اور تکبر کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا' اس میں کفار کو تنبیہ کرنا ہے کیونکہ وہ بھی سیدنا محمد ﷺ کے روشن معجزات دیکھنے کے باوجود ظلم اور تکبر کی بناء پر آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا' سو جو فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر چکا ہے' اس کے لیے کفارِ مکہ کو ہلاک کرنا کیا مشکل ہے' اس لیے عقل والوں کو چاہیے کہ قومِ فرعون کے حال سے نصیحت حاصل کریں اور ان کاموں کو ترک کر دیں جن کاموں کی وجہ سے قومِ فرعون کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا ف۱۳ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے کہا: اللہ نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے' یہ نہیں کہا کہ اس نے اپنے سب بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے' اگرچہ ان کو بہت لوگوں سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے' اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تواضع اور انکسار کو اختیار کیا' کیونکہ جب کوئی شخص یہ کہے گا کہ مجھے سب سے زیادہ علم دیا گیا ہے تو اس میں ایک گونہ افتخار اور تعلّی کا پہلو نکلتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کبر اور بڑائی کے شائبہ سے بھی دور رہتے ہیں ف۱۴ اس آیت میں وراثت سے مراد علم اور نبوت کی وراثت ہے' مال کی وراثت نہیں ہے' کیونکہ اگر یہاں مال کی وراثت مراد ہوتی تو پھر اس کے بعد "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ" کا کوئی فائدہ نہ تھا اور جب اس سے مراد نبوت اور ملک کی وراثت ہو تو یہ کلام عمدہ ہے کیونکہ پرندوں کی بولی کا سکھانا بھی علوم نبوت کے ساتھ مربوط اور متصل ہوگا جبکہ مال کے وارث کا پرندوں کی بولی کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے' اسی طرح "وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" "ہمیں ہر چیز سے دیا گیا" یہ بھی ملک کی وراثت کے ساتھ مربوط ہوگا اور مال کے وارث کا اس کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے' اسی طرح اس کے بعد فرمایا: "اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ O" "اور بے شک یہی کھلا ہوا فضل ہے O" اس فضل کا تعلق بھی علم اور نبوت کی وراثت سے ظاہر ہے اور مال کے وارث کا فضیلت والا ہونا ظاہر نہیں ہے کیونکہ مال کا وارث کامل شخص بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی' نیک بھی اور بدکار بھی' اسی طرح اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا ذکر کیا گیا' اس کا ربط اور تعلق بھی اسی صورت میں ظاہر ہوگا' جب اس وراثت سے مراد علم' نبوت اور ملک کی وراثت ہو نہ کہ مال کی وراثت مراد ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۴۷)

هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ⑯ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ

یہی کھلا ہوا فضل ہے ○ ۱۵ اور سلیمان کے لیے جنات اور انسانوں اور

وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑰ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ

پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور ہر ایک کو الگ الگ منظم کیا گیا ○ ۱۶ حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ

تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ' کہیں سلیمان اور ان

وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑱ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے ○ اس کی بات سے سلیمان مسکرا کر ہنس دیے ۱۷ اور دعا کی: اے میرے رب!

رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ

تو نے مجھے اور میرے والدین کو جو نعمتیں عطا کی ہیں مجھے ان کا شکر ادا کرتے رہنے پر قائم رکھ

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ

اور مجھے ان نیک اعمال پر قائم رکھ جن سے تو راضی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل

الصّٰلِحِيْنَ ⑲ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ

کر لے ○ ۱۸ اور انہوں نے پرندوں کی تفتیش کی تو کہا: کیا وجہ ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا! یا وہ

مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ

غیر حاضروں میں سے ہے ○ میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا' یا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا ورنہ وہ مجھ سے اس کی صاف

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ

صاف وجہ بیان کرے ○ ۱۹ وہ (ہد ہد) کچھ دیر بعد آ کر بولا: میں نے اس جگہ کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا

ف۱۵ اصل میں "کُل" کا لفظ احاطہ افراد کے لیے آتا ہے اور اس کا حقیقی معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے یہ کہا: ہمیں دنیا کی ہر چیز دی گئی ہے' لیکن یہاں حقیقت مراد نہیں ہے کیونکہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تھا اس وقت تو ان کے پاس تخت بلقیس بھی نہیں تھا اور "کُل" مجازاً اکثر چیزوں کے لیے آتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت زیادہ چیزیں دی گئی تھیں' ان کو ملک' سلطنت' نبوت' کتاب' ہواؤں' جنات اور شیاطین کی تسخیر دی گئی تھی' پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا تھا' تانبا' پیتل اور بہت معدنیات دی گئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام دنیا اور آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتے تھے' وہ انہیں مل جاتی تھی۔ (روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۵۸) ف۱۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا تخت رکھتے تھے اور اس کی دائیں اور بائیں جانب کرسیاں رکھتے تھے' پہلے انسانوں کو بیٹھنے کی اجازت دیتے' پھر جنات کو بیٹھنے کی اجازت دیتے' جو انسانوں کے پیچھے بیٹھتے تھے' پھر شیاطین کو بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے جو جنات کے پیچھے بیٹھتے تھے' پھر ہوا کو حکم دیتے تھے وہ ان سب کو اٹھا کر لے جاتی اور پرندے ان کے اوپر سایا کرتے اور ہوا ان کے تخت اور ان کی کرسیوں کو اُڑا کر لے جاتی' وہ صبح کے وقت بھی ایک ماہ کی مسافت کی سیر کرتے اور شام کو بھی ایک ماہ کی مسافت کی سیر کرتے ف۱۷ مقاتل نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات کو تین میل کی مسافت سے سن لیا تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تو تخت پر تھا اور ہوا ان کو اُڑا کر لے جا رہی تھی' اور جب وہ فضاء میں تھے تو ان سے چیونٹیوں کو روندنا کس طرح متصور ہو سکتا تھا حتیٰ کہ چیونٹیوں کی ملکہ کو ان سے ڈرانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر ہوا میں پرواز کر رہے تھے اور ان کا لشکر سوار اور پیادوں پر مشتمل تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر کرنے سے پہلے پیش آیا ہو۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام وادیٔ نمل میں پہنچے تو آپ نے اپنے لشکر کو روک لیا' حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو گئیں۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۹۵) ف۱۸ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعا کی ہے: مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما دے' یعنی جب ان نیک بندوں کا ذکر کیا جائے تو میرا بھی ذکر کیا جائے' گویا مجھے ایسے اعمالِ صالحہ عطا فرما کہ ان اعمالِ صالحہ کی بناء پر بعد کے لوگ میرا اشمار صالحین میں کریں' کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عمل صالح کرنے والے کا شمار صالحین میں کیا جائے' ہزاروں لوگ نیک عمل کرتے ہیں' لیکن ان کا شمار صالحین میں نہیں کیا جاتا۔ مقصد یہ تھا کہ بعد میں بھی آپ کی ثناءِ جمیل اور تحسین ہوتی رہے' اور اس دعا میں آپ نے اپنے جد کریم کی اتباع کی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اس طرح کہا تھا: "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○" (الشعراء: ۸۴) اور میرا ذکرِ خیر بعد کے لوگوں میں بھی باقی رکھ ○ ف۱۹ حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام سفر کے دوران ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پر پانی نہیں تھا' اور ہد ہد زمین کے ظاہر اور باطن کو دیکھتا تھا' پھر جن زمین سے اس چیز کو نکال لیتے' جیسے بکری سے کھال اتار لی جاتی ہے' جب حضرت سلیمان جنگل میں اس جگہ ٹھہرے اور انہیں پانی کی ضرورت پڑی تو ان کو ہد ہد کا خیال آیا کہ وہ زمین کو دیکھ کر بتائے کہ اس کے اندر پانی ہے یا نہیں تاکہ جنات سے پانی نکلوایا جا سکے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۲۲۳)

بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ

میں آپ کے پاس (ملک) سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں ○ ۲۰ میں نے دیکھا کہ ان پر ایک عورت حکومت کر رہی ہے ۲۱

وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا

اور اس کو ہر چیز سے دیا گیا ہے ۲۲ اور اس کا بہت بڑا تخت ہے ○ میں نے اس کو اور اس

یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ

ان کے (ان) کاموں کو خوش نما بنا دیا ہے سو ان کو اللہ کے راستے سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت نہیں پائیں گے ○ یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں

الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ

نہیں کرتے' جو آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو باہر لاتا ہے' اور وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو اور

مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۶﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ

جن کو تم ظاہر کرتے ہو ○ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہی عرش عظیم کا مالک ہے ○ سلیمان نے کہا: ہم دیکھتے ہیں

اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ

کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹوں میں سے ہو ○ ۲۳ میرا یہ مکتوب لے جاؤ اور اسے ان کے پاس ڈال دو' پھر ان سے پشت پھیر لو

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ

اور دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ (ملکہ سبا نے) کہا: اے میرے سردارو! بے شک میرے پاس ایک معزز مکتوب پہنچایا گیا

اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾

ہے ○ بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے ۲۴ اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو بہت مہربان نہایت رحم

ف۲۱ ہدہد نے جو کہا تھا کہ میں نے اس چیز کا احاطہ کر لیا ہے' جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا' اور احاطہ کا معنی ہے: کسی چیز کی جمیع جہات سے معرفت ہو' اس سے ہدہد کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس نے ان حقائق علوم اور دقائق معارف کا احاطہ کر لیا ہے جو علماء اور حکماء کا خاصہ ہے' حتیٰ کہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے سامنے اس کا یہ کہنا دائرۂ ادب سے تعدی اور اپنی حد سے تجاوز ہو اور اس کا یہ کلام بے باکی اور گستاخی پر محمول کیا جائے' اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس علم کی جو نفی کی تھی' اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے ادبی اور توہین قرار دیا جائے' اور پھر اس کی یہ توجیہ کی جائے کہ ہدہد نے جو کچھ کہا وہ اللہ تعالیٰ کے الہام سے کہا تھا' تا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت' حکمت' علوم کثیرہ اور معلومات وافرہ کے احاطہ کی جو فضیلت دی گئی ہے' اس کی وجہ سے ان کو تفاخر نہ ہو اور ان کو اس پر تنبیہ ہو کہ اللہ کی ادنیٰ اور ضعیف ترین مخلوق نے بھی اس چیز کے علم کا احاطہ کر لیا' جس کا حضرت سلیمان کے علم نے احاطہ نہیں کیا تا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام متواضع اور منکسر رہیں۔ (جیسا کہ بعض لوگوں نے خیال کیا) بلکہ ہدہد کا اپنے اس قول سے یہ ارادہ تھا کہ ہدہد نے جس ملک سبا کو دیکھا ہے' اس کا دیکھنا ان اُمور میں سے نہیں ہے جس کا احاطہ کرنا کوئی فضیلت ہو اور نہ اس سے غافل ہونا کوئی نقص ہو کیونکہ ملک سبا کا احاطہ کرنا تو صرف اس کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے پر موقوف ہے اور اس کے ادراک میں عقل والے اور بے عقل سب برابر ہیں اور ہدہد کو یہ معلوم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک سبا کا مشاہدہ نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی اور سے اس کی خبر سنی ہے' اس لیے ہدہد نے اس طریقہ سے یہ بات کہی تا کہ حضرت سلیمان کو ملک سبا کو دیکھنے کا شوق ہو اور وہ اس کے غائب رہنے کا عذر اس لیے قبول کر لیں کہ وہ ایک نئی چیز دکھانے اور اس کی طرف راغب کرنے کے لیے غیر حاضر رہا تھا۔ (تفسیر ابو سعود ج ۵ ص ۸۷) ف۲۱ بعض علماء نے بلقیس کی حکمرانی سے عورت کی حکمرانی کے جواز پر استدلال کیا ہے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ جس دور میں بلقیس حکمران تھی' اس دور میں وہ کافرہ تھی اور کافروں پر اس کی حکومت تھی' جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت ہے اور کافروں کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہوتا' ثانیاً اس لیے کہ ہمارے لیے حجت ہمارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے اور آپ نے عورت کی حکمرانی کی مذمت فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکمران بنا لیا ہے' تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنا امیر بنا لیا۔ (صحیح البخاری: ۷۰۹۹) عورت پورے ملک کی سربراہ ہو یا مردوں کے کسی ایک ادارہ کی سربراہ ہو' تو بہر حال عورت مردوں پر مقدم ہو گی حالانکہ حدیث میں یہ حکم ہے کہ عورتوں کو مردوں سے مؤخر رکھا جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کو مؤخر رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤخر رکھا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۹۴۸۴) عورت کی سربراہی کی ممانعت کے متعلق تفصیلی ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف ''تبیان القرآن'' ج ۸ ص ۶۶۴ تا ۶۷۶ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۲ یعنی اس دور میں بادشاہوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی تھی' وہ سب اشیاء اس کے پاس موجود تھیں ف۲۳ یہ آیات ایک سوال کے جواب میں ہیں' سوال یہ ہے کہ جب ہدہد نے اپنی پوری بات سنا دی تو حضرت سلیمان نے کیا فرمایا' اس کے جواب میں حضرت سلیمان نے فرمایا: ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹوں میں سے ہو' حضرت سلیمان کے اس فرمان میں یہ دلیل ہے کہ خبر واحد صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے' خبر واحد وہ ہے جو متواتر کے مقابلہ میں ہو اور خبر متواتر اسے کہتے ہیں کہ ابتداء سے آخر تک ہر دور میں اس کے بیان کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ وہ عقل کے نزدیک جھوٹ پر متفق نہ ہو سکیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول میں یہ بھی دلیل ہے کہ ہر چند کہ خبر واحد صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے تاہم خبر واحد سننے کے بعد اس کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاتا' بلکہ اس کی تفتیش کی جائے گی کہ دیگر دلائل اور قرائن سے اس کا صدق متعین ہوتا ہے یا کذب' اگر اس کا صدق ثابت ہو جائے تو اس کو خبر صادق قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا کذب ثابت ہو جائے تو اس کو کاذب قرار دیا جائے گا۔ خبر متواتر مفید یقین ہوتی ہے اور خبر واحد مفید ظن ہوتی ہے ف۲۴ بلقیس نے حضرت

أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي

فرمانے والا ہے ○ یہ کہ تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ ○ (ملکہ بلقیس نے) کہا: اے سردارو! میرے اس

أَمْرِي مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿٣٢﴾ قَالُوا نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ

معاملہ میں مجھے مشورہ دو' میں اس وقت تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی جب تک کہ تم (مشورہ کے ساتھ) حاضر نہ ہو ○ انہوں نے کہا: ہم

وَأُولُو بَأْسٍ شَدِيدٍ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ إِنَّ

بہت طاقت والے اور سخت جنگ جو ہیں اور فیصلہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے آپ سوچ کر بتائیے آپ کیا حکم دیتی ہیں ○ ۲۵ اس نے کہا:

الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ

بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور اس کے معززین کو رسوا کر دیتے ہیں' اور وہ (بھی)

يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ

ایسا ہی کریں گے ○ اور بے شک میں ان کی طرف ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں' پھر دیکھوں گی کہ

الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ

سفیر کیا جواب لاتے ہیں ○ ۲۶ پھر جب وہ (سفیر ہدیہ لے کر) سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کر رہے

خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُم بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ

ہو' سو اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش ہوتے رہو ○ ۲۷ ان کے پاس واپس جاؤ

فَلَنَأْتِيَنَّهُم بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِّنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ

(اور انہیں بتا دو) کہ ہم ضرور ایسے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو ذلیل

صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي

اور رسوا کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے ○ ۲۸ سلیمان نے کہا: اے سردارو! تم میں کون ان کے اطاعت گزار ہو کر آنے سے پہلے اس

ع ۲ ۱۷

سلیمان علیہ السلام کے مکتوب کو کریم اور معزز کہا اور ان کے مکتوب کی تکریم کی' اور نبی کی تکریم کرنے کی برکت سے اسلام اس کے دل میں داخل ہوا' جیسے فرعون کے جادوگروں نے مقابلہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکریم کی اور ان سے کہا: اے موسیٰ! آپ پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں' تو نبی کے ادب اور احترام کرنے کی برکت سے ان کو ایمان لانا نصیب ہوا' اس کے برخلاف جب ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے کسریٰ کی طرف مکتوب روانہ کیا تو اس نے مکتوب کی بے ادبی کی' سو وہ ایمان سے محروم ہوا' اس کو قتل کر دیا گیا' اس کی سلطنت پارہ پارہ ہو گئی اور اس کو دنیا اور آخرت کا خسارہ ہوا ف۲۵ ہدہد' حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب لے کر بلقیس کے پاس غیر معمولی طریقہ سے پہنچا تھا' اس کو پڑھ کر بلقیس بہت مرعوب اور دہشت زدہ ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا: تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھانا اور میرے اطاعت گزار ہو کر میرے پاس حاضر ہو جانا' اب دو صورتیں تھیں: یا تو بلقیس' حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف مقابلہ کے لیے تیار ہوتی یا اللہ پر ایمان لا کر ان کی مطیع ہو کر ان کے پاس حاضر ہو جاتی' وہ دیکھ چکی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پرندوں پر بھی حکومت تھی' سو ایسے غیر معمولی حکمران سے مقابلہ کرنے سے وہ خوف زدہ تھی' اس لیے اس نے اپنے دربار کے سرداروں سے مشورہ لیا۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی رائے کو حرفِ آخر نہ سمجھے اور کسی اہم پیش آمدہ معاملہ میں اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے مشورہ لے۔ اس آیت میں مشورہ کے جواز کی دلیل ہے' قرآن مجید میں ہے: ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ'' (آل عمران:۱۵۹) اور (اہم) معاملات میں ان سے مشورہ لیجئے۔ ''وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ'' (الشوریٰ:۳۸) اور ان کے معاملات باہمی مشوروں سے ہوتے ہیں۔ بلقیس کے سرداروں کا مشورہ یہ تھا کہ اگر سلیمان نے ہم پر حملہ کیا تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے' ہم آسانی سے شکست کھانے والے نہیں ہیں' اور اپنی رائے پیش کر کے انہوں نے فیصلہ کا اختیار بلقیس کو دے دیا ف۲۶ بلقیس نے کہا: میں عنقریب حضرت سلیمان کے پاس ایک ہدیہ بھیجوں گی' اور دیکھوں گی کہ ان کی طرف سے کیا جواب آتا ہے' ہو سکتا ہے وہ ہماری طرف سے ہدیہ قبول کر لیں اور ہم پر حملہ کرنے سے باز آ جائیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہم پر ہر سال کچھ مال کی ادائیگی بہ طور خراج مقرر کر دیں اور ہم اس کو مان لیں' اور وہ ہم سے جنگ اور قتال کو چھوڑ دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین نے کہا: بلقیس نے کہا تھا کہ اگر انہوں نے ہدیہ قبول کر لیا تو وہ بادشاہ ہیں' پھر تم ان سے جنگ کرنا اور اگر انہوں نے ہدیہ قبول نہیں کیا تو پھر وہ نبی ہیں ف۲۷ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بلقیس نے کہا: میں ایک ہدیہ بھیج کر ان کو اپنے ملک سے دور کرتی ہوں' سو اس نے سونے کی ایک اینٹ کو ریشم میں لپیٹ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم:۱۶۳۲۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بلقیس نے ہدیہ روانہ کیا اور کہا: اگر انہوں نے اس ہدیہ کو قبول کر لیا تو وہ بادشاہ ہیں' میں ان سے جنگ کروں گی اور اگر انہوں نے اس ہدیہ کو مسترد کر دیا تو وہ نبی ہیں' میں ان کی پیروی کروں گی۔ جب بلقیس کے سفیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ وہ ان کے محل میں ایک ہزار سونے کی اینٹوں اور ایک ہزار چاندی کی اینٹوں کا فرش بچھا دیں' جب اس کے سفیروں نے سونے اور چاندی کا محل دیکھا تو وہ جو سونے کی اینٹ ریشم میں لپیٹ کر تحفہ میں دینے کے لیے لائے تھے' وہ ان کو بہت حقیر لگی اور کہنے لگے: اب ہم سونے کی ایک اینٹ کو ہدیہ میں دے کر کیا کریں گے' ان کا تو پورا محل ہی سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم:۱۶۳۳۹) ف۲۸ اس آیت سے پہلے ایک عبارت مقدر ہے' یعنی بلقیس کا سفیر واپس گیا اور بتایا کہ حضرت سلیمان نے اس پر حملہ کرنے کی قسم کھائی ہے' تب بلقیس نے اطاعت شعاری کی نیت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کی اور اس کو یقین ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور وہ ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ روایت ہے کہ اس نے شہر سے نکلتے وقت اپنے تخت کو محفوظ کر دیا' ان کے ہاں سات کمرے تھے' ہر کمرے کے پیچھے ایک کمرہ تھا۔ اس نے ساتویں کمرہ میں تخت کو بند کر دیا اور کمرے میں تالے لگائے اور اس کی حفاظت کے لیے چوکیدار مقرر کر دیئے' پھر اپنے خدام اور

مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ

کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے؟O ایک بہت بڑے جن نے کہا: میں آپ کے مجلس برخواست کرنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس

مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ

حاضر کر دوں گا اور میں اس پر ضرور قادر اور امین ہوں O ۲۹ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا:

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ

میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو آپ کے پاس حاضر کر دوں گا' ۳۰ سو جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۗ وَمَنْ شَكَرَ

دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تا کہ وہ میرا عمل ظاہر کرے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو

فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا

شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ ہی کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ بزرگ ہے O سلیمان نے حکم دیا کہ اس

لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

تخت میں کچھ تغیر کر دو تا کہ ہم آزمائیں کہ آیا وہ اس کو پہچاننے کی راہ پالی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے O

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ

جب بلقیس آئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا اس کا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: گویا کہ یہ وہی ہے' اور ہمیں اس سے پہلے

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ

ہی علم دیا گیا تھا اور ہم اطاعت گزار ہو چکے تھے O ۳۱ اور اس کو (اطاعت سے) اس چیز نے روکا تھا جس کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتی تھی ۳۲

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ

بے شک وہ کافروں میں سے تھی O اس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جا' سو جب اس نے اس (شیشے کے فرش) کو دیکھا تو اس نے اس کو

متبعین کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی' اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں تا کہ آپ کے احکام کو سمجھوں اور جس دین کی آپ مجھے دعوت دے رہے ہیں' اس میں غور کروں ۲۹ مجاہد' سدی اور دیگر مفسرین نے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کرنے اور دیگر کارروائی کے لیے صبح کے اوّل وقت سے لے کر زوال تک بیٹھتے تھے۔ اس جن نے کہا: میں اس تخت کے لانے پر قوی ہوں اور اس میں جو قیمتی ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں' ان پر میں امین ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۰۰) ف ۳۰ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا' وہ آصف بن برخیا تھے' جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے' ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۱۹۰) شیخ اکبر نے کہا: آصف نے عین عرش میں تصرف کیا تھا' اس نے اس جگہ اس عرش کو معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیا کیونکہ مرد کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے لفظ "کُــن" کی طرح ہوتا ہے۔ (روح المعانی جز ۱۹ ص ۳۰۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت "کُــن" کا مظہر بنایا۔ آپ نے کئی چیزوں کے متعلق فرمایا: "ہو" سو وہ ہو گئیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ ایک سفید ہیئت والا شخص ریگستان سے آ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کن ابا خیثمہ" تو ابوخیثمہ ہو جا' تو وہ ابوخیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۹) قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: حق کے مشابہ یہ ہے کہ "کــن" یہاں پر تحقیق اور وجود کے لیے ہے یعنی تو تحقیقی طور پر ابوخیثمہ ہو جا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۲۷۸) حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر بیٹھتا تھا اور جب آپ بات کرتے تو وہ آپ کو چڑانے کے لیے اپنا منہ بگاڑ لیتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کن کذالك" تم اسی طرح ہو جاؤ' پھر ہمیشہ اس کا منہ بگڑا رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۳۹) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق فرمایا: "کن ابا ذر" تو ابوذر ہو جا' سو وہ شخص ابوذر ہو گیا۔ (المستدرک: ۴۳۷۳) ف ۳۱ مفسرین نے لکھا ہے کہ جنات کو یہ معلوم تھا کہ بلقیس کی ماں جنیہ تھی' اس لیے وہ جنات کے راز ہائے داروں سے واقف ہے' ان کو خدشہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو پسند کر لیا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو وہ ان کے تمام راز حضرت سلیمان کو بتا دے گی' اس لیے انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس سے متنفر کرنے کے لیے کہا تھا: اس کی عقل بہت کم ہے' سو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی آزمائش کے لیے حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ ردّ و بدل کر دو تا کہ اس کی عقل کا امتحان ہو' وہ اپنے تخت کو پہچان پاتی ہے یا نہیں۔ بلقیس نے اس تخت کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا: گویا کہ یہ وہی ہے' اور گویا کہ اس لیے کہا کہ اس میں ردّ و بدل ہو چکا تھا اور وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی عقل کا امتحان لینے کے لیے اور اپنی نبوت پر معجزہ پیش کرنے کے لیے میرے تخت کو یہاں منگوا لیا ہے اور ہم تو یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ان کی نبوت کا اعتراف کر کے اطاعت پذیر ہو چکے ہیں ف ۳۲ کیونکہ انسان جب کسی کام میں مشغول ہوتا ہے تو وہ کام اس کو اپنی ضد سے باز رکھتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی چیز کی محبت تم کو (اس کے ماسوا سے) اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۳۰)

لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ

گہرا پانی گمان کیا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا' سلیمان نے کہا: بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے و۳۳ بلقیس نے کہا:

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' میں سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لے آئی جو رب العلمین ہے ۰ ۴۴

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قبیلہ صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو

فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

تو وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے ۰ صالح نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی کی طلب سے پہلے برائی کی طلب میں

الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ

کیوں جلدی کر رہے ہو؟ تم اللہ سے گناہوں کی بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۰ و۳۵ انہوں نے کہا: ہم آپ کو اور آپ

بِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ

کے اصحاب کو بدشگون (منحوس) خیال کرتے ہیں و۳۶ صالح نے کہا: تمہاری بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں ہے و۳۷ بلکہ تم فتنہ میں مبتلا ہو ۰ اور

كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾

(ثمود کے) شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ۰ و۳۸

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا

انہوں نے کہا: سب آپس میں قسمیں کھا کر اللہ سے یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے' پھر

مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ

ان کے وارث سے ہم یہ کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کے قتل کے موقع پر حاضر ہی نہ تھے' اور بے شک ہم سچے ہیں ۰ و۳۹ اور انہوں نے خفیہ

و۳۳ بلقیس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے قریب پہنچی تو اس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جاؤ۔ ("الصرح" کا معنی ہے: بلند عمارت اور خالص چیز) بلقیس نے دیکھا کہ اس محل میں سورج چمک رہا ہے اور اس میں مچھلیاں تیر رہی ہیں تو اس نے سمجھا کہ محل کے صحن میں پانی بھرا ہوا ہے تو اس نے اپنے پائنچے پنڈلیوں سے اوپر اٹھا لیے تا کہ اس کا لباس بھیگ نہ جائے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: بے شک یہ شیشے سے بنا ہوا چکنا محل ہے' یعنی جس کو وہ پانی گمان کر رہی ہے' وہ شیشے کا فرش ہے' اس کے نیچے پانی بھرا ہوا ہے جو شیشے میں سے نظر آ رہا ہے' اس لیے تم کو اس سے بچنے کے لیے پائنچے اوپر اٹھانے کی ضرورت نہیں و۳۴ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعدد معجزات دیکھ کر بلقیس ان کی نبوت پر ایمان لے آئی' اور ان کا جو پیغام تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو' اس کو مان لیا اور اس کو اپنی سابقہ زندگی پر تاسف اور ملال ہوا کہ اس نے سورج کی پرستش کرنے میں اپنی عمر ضائع کی' اس لیے اس نے کہا: بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' اور اب میں حضرت سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لے آئی ہوں' جو تمام جہانوں کا رب ہے' گویا اب بلقیس پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تھی کہ اب تک وہ سورج کی پرستش کرتی رہی تھی اور سورج تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے' جو واحد لاشریک ہے و۳۵ یعنی رحمت سے پہلے عذاب کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو' اللہ پر ایمان لانا باعث ثواب ہے' تم اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا کفر اور انکار کر رہے ہو' جو باعثِ عذاب ہے۔ اس کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ متکبر کافروں نے ہٹ دھرمی اور عناد سے کہا: تم ہمیں کفر پر جس عذاب سے ڈراتے ہو' وہ عذاب لا کر دکھاؤ' اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا: تم اللہ کی رحمت اور اس کے عفو کے بجائے اس کے عذاب کو کیوں جلد طلب کر رہے ہو و۳۶ بدشگونی سے مراد نحوست ہے۔ کسی انسان کی عقل کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ کسی چیز سے بدشگونی لے اور اس کو منحوس سمجھے۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ گائے کا ڈکرانا اور کوے کا کائیں کائیں کرنا نحوست ہے اور بعض الّو کو منحوس کہتے ہیں' یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ عرب بھی بدشگونی کے قائل تھے' وہ کوئی کام کرنے سے پہلے پرندے کو اڑاتے تھے' اگر وہ ان کی دائیں طرف اُڑ جاتا تو وہ اس کام کو مبارک سمجھتے اور اگر وہ پرندہ ان کی بائیں طرف اُڑ جاتا تو وہ اس کام کو منحوس یعنی نامبارک اور بے برکت سمجھتے۔ قطن بن قبیصہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمل (لکیریں کھینچ کر غیب کا حال معلوم کرنا) اور بدشگونی لینا اور فال نکالنے کے لیے پرندے کو اڑانا شیطانی اعمال سے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۰۷) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے' جب آپ کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے' اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے اور اگر آپ کو اس کا نام پسند نہ آتا تو آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۲۰) و۳۷ حضرت صالح کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس شر اور مصیبت کو تم نحوست قرار دے رہے ہو' وہ تمہاری تقدیر میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے اور تمہاری تقدیر میں وہ مصیبت تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے لکھی گئی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ تم جس چیز کو بدشگونی اور مصیبت کہہ رہے ہو' وہ تمہاری اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے و۳۸ یہ نو شخص وہ تھے' جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ ایڑی کے اوپر جو پاؤں کے پٹھے ہوتے ہیں' ان کو کونچیں کہتے ہیں' ان نو شخصوں کے نام کا اس روایت میں ذکر ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کے نام یہ تھے: رعمی' رعیم' ہرمی' دوار' صواب' ریاب' مسطع' مصداع اور ان کا سردار قدار بن سالف' اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ (تفسیر امام ابن ابی الدنیا ۶۶: ۱۶۴) و۳۹ امام محمد بن اسحاق نے کہا کہ ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' پھر انہوں نے کہا: چلو مل کر صالح کو قتل کر دیں' اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے۔ وہ شب خون مارنے کے لیے حضرت صالح کے گھر پر پہنچے' فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا' جب وہ وقت مقررہ پر اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچے تو ان کے ساتھی ان کو تلاش کرتے ہوئے حضرت صالح

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٠ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ

سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر کی اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں ہوا○ سو آپ دیکھیے کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا' ہم نے ان کو اور ان کی

اَجْمَعِيْنَ ۝٥١ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

ساری قوم کو ہلاک کر دیا○ ۴۰ پس یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرے پڑے ہیں ۴۱ بے شک اس (واقعہ) میں اہل علم کے

يَّعْلَمُوْنَ ۝٥٢ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٥٣ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ

لیے ضرور نشانی ہے○ اور ہم نے ایمان والوں اور متقی لوگوں کو نجات دے دی○ ۴۲ اور لوط (کو یاد کیجیے جب انہوں)

لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٥٤ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ

نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو!○ ۴۳ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے

شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝٥٥ فَمَا كَانَ جَوَابَ

کے لیے ضرور عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو○ ۴۴ سو ان کی قوم کا صرف

قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

یہ جواب تھا: انہوں نے کہا آل لوط کو شہر بدر کر دو' یہ بہت پاک باز بن رہے

يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝٥٦ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٥٧

ہیں○ سو ہم نے لوط کی بیوی کے سوا ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی ہم نے اس کو ان (لوگوں) میں مقدر کر دیا تھا جو عذاب میں رہ

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝٥٨ ع قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

جانے والے تھے○ ۴۵ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان پر وہ کیسی بری بارش تھی○ آپ کہیے کہ سب تعریفیں

وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٥٩

اللہ ہی کے لیے ہیں' اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو' کیا اللہ اچھا ہے یا وہ (بت) جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں!○ ۴۶

علیہ السلام کے گھر گئے' وہاں دیکھا کہ وہ خون میں لت پت پڑے تھے اور پتھروں سے ان کو کچل دیا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے ان کو قتل کیا ہے' اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' تو حضرت صالح کے قبیلہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہتھیار نکال لیے اور کہا کہ تم ان کو قتل نہیں کر سکتے' انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم پر تین دن میں عذاب آئے گا' اگر یہ سچے ہیں تو تم اپنے رب کو زیادہ غضب میں نہ لاؤ' اور اگر یہ (بالفرض) جھوٹے ہیں تو پھر تین دن کے بعد جو چاہے کر لینا اور پھر ان نو آدمیوں کے حمایتی واپس چلے گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۶۴۶۸) ف۴۰ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل نے ایک زبردست چیخ ماری تھی' جس سے وہ ہلاک ہو گئے تھے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نو افراد فرشتوں کے پتھر مارنے سے ہلاک ہوئے تھے اور باقی کفار کو حضرت جبرئیل کی چیخ سے یا زلزلہ سے ہلاک کر دیا ف۴۱ "خاوية"، "خوی" سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: خالی ہونا' کھوکھلا ہونا۔ عرب کہتے ہیں: "خوی بطنه من الطعام" اس کا پیٹ کھانے سے خالی ہے' اور جب کوئی گھر خالی ہو تو اس کو کہا جاتا ہے: "خوی الدار" قوم ثمود کے مکان بھی اجڑے پڑے تھے' مکینوں سے خالی تھے' اس لیے فرمایا: "فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً"۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۱۷) ف۴۲ ایک قول یہ ہے

ع ۱۴
۱۹

کہ حضرت صالح علیہ السلام پر چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے' اور باقی لوگ عذاب سے ہلاک ہو گئے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا: تم پر تین دن بعد عذاب آئے گا' پہلے دن ان کے بدنوں پر چنے کے برابر سرخ دانے نکل آئے' دوسرے دن ان کا رنگ پیلا ہو گیا اور تیسرے دن ان کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کو ذبح کیا تھا اور تین دن بعد اتوار کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی چیخ سے وہ ہلاک ہو گئے ف۴۳ اس آیت میں دیکھنے کے حسب ذیل محامل ہیں: ایک یہ کہ تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ" (العنکبوت: ۲۹) کیا تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو اور (افزائش نسل کے) راستے بند کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بے حیائی اور بدفعلی کرتے ہو؟ وہ اس شرمناک کام کو لوگوں سے چھپ کر نہیں کرتے تھے' بلکہ برسر مجلس اس بے حیائی کے کام کو کرتے تھے۔ ان کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم کو یہ بصیرت ہے اور تم کو اس کا علم ہے کہ یہ ایسی بے حیائی کا کام ہے کہ تم سے پہلے اس کو کسی نے نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مردوں سے حصول لذت کے لیے نہیں پیدا کیا بلکہ مردوں کی شہوت برآری کے لیے عورتوں کو پیدا کیا ہے۔ اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ تم سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی' تم ان کے عذاب کے آثار دیکھ چکے ہو' جیسے قوم ثمود اور قوم عاد پر عذاب کے آثار ہیں ف۴۴ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ تم دیکھتے ہو یعنی تم کو بصیرت ہے' اور اس کا معنی ہے: تم علم والے ہو' اور یہاں یہ فرمایا: تم جاہل ہو' تو وہ عالم بھی ہوں اور جاہل بھی ہوں' یہ کیسے ہو سکتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور اس کے باوجود وہ علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے تھے اور جاہلوں کی طرح بے حیائی کے کام کرتے تھے' دوسرا جواب یہ ہے کہ تم اس برے کام کی سزا اور آخرت میں اس پر مرتب ہونے والے عذاب سے جاہل ہو' اگرچہ تم کو اس کام کی برائی کا علم ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جہالت سے مراد یہ ہے کہ تم جاہلوں کی سی ضد اور ہٹ دھرمی کر رہے ہو' خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند تم کو اس برائی کا علم ہے لیکن علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے یا تو اس کام کے انجام سے جاہل ہو' یا علم کے باوجود جاہلوں کی طرح ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہو ف۴۵ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایمان نہیں لائی تھی' اس لیے اس کو بھی دیگر کافروں کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا گیا ف۴۶ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں "خیر" کا لفظ ہے اور "خیر" کے معنی ہیں: بہتر اور زیادہ اچھا' اور اب معنی اس طرح ہوگا: کیا اللہ زیادہ اچھا ہے کہ کفار کے خود ساختہ شرکاء' گویا کفار کے خود ساختہ شرکاء بھی اچھے ہیں لیکن اللہ زیادہ اچھا ہے' حالانکہ کفار کے خود ساختہ شرکاء میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا: یہاں "خیر" کا معنی اسم تفضیل کا نہیں ہے یعنی اس کا ترجمہ زیادہ اچھا اور بہتر نہیں ہے بلکہ اس کا معنی ہے: اچھا' یعنی اللہ اچھا ہے یا کفار کے خود ساختہ شرکاء' (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

(بھلا بتاؤ تو سہی) آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمانوں سے پانی کس نے اتارا!

فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ

تو ہم نے اس سے بارونق باغات اگائے! تم میں یہ طاقت نہ تھی کہ تم ان (باغات) کے درخت اگاتے' کیا اللہ کے

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ

ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ لوگ راہ راست سے تجاوز کر رہے ہیں ○ ۷۷ (بتاؤ!) کس نے زمین کو جائے قرار بنایا ۸۷

قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ

اور اس میں دریا رواں دواں کر دیے اور زمین کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط پہاڑ بنا دیے اور دو سمندروں کے درمیان

الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

آڑ پیدا کر دی' ۹۷ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے! ○

أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ

(بتاؤ!) جب بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو کون قبول کرتا ہے اور کون تکلیف کو دور کرتا ہے ۵۰ اور تم کو زمین

خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

پر پہلوں کا قائم مقام بناتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! تم لوگ بہت کم نصیحت کو قبول کرتے ہو! ○ ۵۱

أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ

(بتاؤ) وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے! اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت سے

بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا

پہلے ہی خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! اللہ ان سے بہت بلند ہے جن کو وہ اللہ کا

تفسیر

ف ۷۷ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: کیا اللہ اچھا ہے یا وہ (بت) جن کو وہ اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں' اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ دلائل سے بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اچھا ہے' وہی تم کو پیدا کرنے والا ہے' اور پیدا کرنے کے بعد تمہاری زندگی قائم رکھنے کے لیے انواع و اقسام کی نعمتیں عطا کرنے والا بھی وہی ہے' اسی نے تم پر آسمانوں سے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں' جو تمہاری روزی اور بقائے حیات کا سبب بنیں اور اس نے تمہارے رہنے کے لیے زمین بنائی اور اس میں نعمتیں رکھیں' وہی تمہاری ضروریات کو پورا کرتا ہے اور تمہاری دعاؤں کو سنتا ہے' وہی بحر و بر میں تمہارے کام آتا ہے' وہی تمہیں مرنے کے بعد زندہ کرے گا' بتاؤ! یہ تمام نعمتیں تم کو کس نے عطا کی ہیں' صرف اس ایک اللہ نے یا اس کے ساتھ اور بھی کوئی شریک ہیں؟ اور کوئی کیسے شریک ہو سکتے ہیں کیونکہ جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک قرار دے رہے ہو' جب ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں تھی' تب بھی اللہ تم پر نعمتوں کی بارش کر رہا تھا تو پھر وہی واحد لاشریک ہے' وہی عبادت کا مستحق ہے تو تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو ف ۸۷ زمین کے جائے قرار ہونے کی وجوہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا کر ہموار کر دیا اور اس میں لوگوں کی سکونت سہل اور آسان بنا دی اور زمین کو سختی اور نرمی کے درمیان متوسط اور معتدل بنایا' اگر وہ پتھر کی طرح سخت ہوتی تو اس پر انسان کا لیٹنا مشکل ہوتا اور اگر وہ پانی کی طرح نرم ہوتی تو انسان اس میں گھس کر نیچے چلا جاتا اور ڈوب جاتا' اور اس میں سورج کی شعاؤں کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ورنہ ٹھنڈک کی زیادتی سے اس پر جانداروں کا رہنا مشکل ہو جاتا' سورج کے گرد زمین کی گردش کو اس کیفیت سے رکھا کہ عام لوگوں کو اس کی گردش محسوس نہیں ہوتی ف ۷۹ اس سے مقصود یہ ہے تاکہ میٹھا پانی کھارے پانی سے مختلط نہ ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○" (الرحمٰن: ۲۰-۱۹) اس نے دو سمندر جاری کر دیے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں ○ ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ○ دو سمندروں سے مراد ایک کھارے پانی کا سمندر ہے اور ایک میٹھے پانی کا دریا ہے' یا اس سے مراد یہ ہے کہ سمندر میں دو قسم کی لہریں ہیں' ایک میٹھے پانی کی اور ایک کھارے پانی کی' اور ہر ایک لہر دوسری لہر سے ممتاز اور ممیز رہتی ہے' یہ نعمتیں اور زمین میں یہ خصوصیت کس نے پیدا کی ہیں' تم حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہو' ان کے ہونے سے پہلے بھی زمین میں اور سمندروں میں یہ خصوصیات تھیں۔ درختوں میں' پتھروں میں' آگ میں' ان میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ زمین کو اور سمندروں کو یہ خصوصیات دے سکے' نہ سورج اور چاند میں یہ طاقت ہے کیونکہ سورج اور چاند زمین کے جس حصہ سے غروب ہو جاتے ہیں' اس غروب سے زمین کے اس حصہ کی خصوصیات میں کوئی فرق نہیں آتا' پھر بتاؤ کہ زمین میں یہ خصوصیات کس نے پیدا کی ہیں' اور ان کے پیدا کرنے کا کون دعوے دار ہے؟ پھر کیوں نہیں مان لیتے کہ اللہ ہی ان کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ان کو قائم رکھنے والا ہے اور وہی سب کی عبادتوں کا مستحق ہے ف ۵۰ جب کوئی شخص کرب میں مبتلا ہو' مضطر اور بے قرار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے خواہ وہ شخص مؤمن ہو یا کافر ہو' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ تین (قسم کی) دعائیں قبول ہوتی ہیں: مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا اور باپ کی دعا اس کی اولاد کے لیے۔ (سنن ابو داؤد: ۱۵۳۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی دعا (اور قبولیت) کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۳) ف ۵۱ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا تو جس طرح اللہ نے اپنی عبادت اور توحید کا پیغام دے کر رسول بھیجے ہیں تو وہ دوسرا معبود بھی اپنا پیغام بھیجتا' اپنے رسولوں پر معجزات نازل کرتا' وہ بھی آسمانی کتابیں نازل کرتا' اور جب ایسا نہیں ہوا تو مان لو کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی واحد لاشریک ہے' وہی ستائش اور عبادت کا مستحق ہے' اس کے سوا اور کوئی اس کائنات کا پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ ہر صاحب عقل اس بات کو تسلیم کرے گا کہ ستائش اور عبادت کا وہی مستحق ہے جو مصائب دور کرنے' دکھ اور پریشانی میں کام آئے' اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا مصائب کو کوئی دور نہیں کرتا' مشکلات کو اس کے سوا کوئی حل نہیں کرتا تو اس کے سوا عبادت کا

يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ

شریک قرار دیتے ہیں○ (تاؤا) وہ کون ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ کون ہے

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے! آپ کہیے: اگر تم

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ○ ف۵۲ آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں

الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ

اللہ کے سوا کوئی (ازخود) غیب نہیں جانتا ف۵۳ اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا○ کیا ان کو آخرت

عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ قف بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ز بَلْ هُمْ

کا پورا علم حاصل ہو گیا؟ (نہیں) بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں ہیں بلکہ وہ آخرت کے

مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا

متعلق اندھے (بالکل جاہل) ہیں○ اور کافروں نے کہا: جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مر کر) مٹی ہو جائیں گے (تو) کیا

لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ

ہم کو (قبروں سے) ضرور نکالا جائے گا○ ف۵۴ بے شک اس سے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے یہ وعدہ کیا گیا تھا یہ صرف

هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں○ آپ کہیے کہ تم زمین میں سفر کرو پھر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ

کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا○ اور آپ ان کے متعلق غم نہ کریں اور ان

بھی کوئی مستحق نہیں ہے ف۵۲ مشرکین یہ مانتے تھے کہ سارے جہان کا خالق اور رازق اللہ تعالیٰ ہے لیکن وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کو نہیں مانتے تھے' اللہ تعالیٰ ان پر حجت قائم فرماتا ہے کہ جس نے اس کائنات کو ابتداءً پیدا کیا ہے وہ اس کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا' سو اللہ تعالیٰ نے ہی ابتداءً پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا' وہی پیدا کرتا ہے وہی رزق دیتا ہے' اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے یہ سارا جہان پیدا کیا ہے' یا اس کے سوا کسی اور نے کسی بھی چیز کو پیدا کیا ہے تو تم اس پر دلیل لاؤ اور اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور کے ساتھ مل کر یا اس کے تعاون سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے تو تم اس پر دلیل قائم کرو ف۵۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے جس علم کی نفی کی گئی ہے' یہ وہ علم ہے جو ذاتی ہے' یعنی بلاواسطہ اور کیونکہ تمام آسمانوں اور زمینوں والے ممکن بالذات ہیں' اس لیے ان میں سے کسی کا علم بالذات اور بلاواسطہ ہو ہی نہیں سکتا' اور خواص کو جو علم غیب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے افاضہ (فیضان) کرنے سے حاصل ہوتا ہے' اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان کو بالذات اور بلاواسطہ غیب کا علم ہے اور یہ کہنا کفر ہے' البتہ یہ کہا جائے گا کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا یا ان کو غیب پر مطلع کیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ ان کو غیب کا علم اللہ کے عطا کرنے سے ہے' کیونکہ قرآن مجید کی آیات میں معروف صیغہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا' اس لیے معروف صیغے کے ساتھ خواص کے لیے غیب کا علم ثابت نہ کیا جائے اور یوں نہ کہا جائے کہ خواص غیب جانتے ہیں تاکہ قرآن مجید کی ظاہری آیات سے تعارض لازم نہ آئے' بلکہ یوں کہا جائے کہ خواص کو غیب کا علم دیا گیا ہے یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے ہیں اور مجہول کے صیغوں کے ساتھ ان کے لیے علم غیب کو ثابت کیا جائے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۸) رسول اللہ ﷺ کو علم غیب کلی اور علم ما کان اور ما یکون دیئے جانے کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف "تبیان القرآن" ج ۸ ص ۲۱۷ تا ۲۳۲ اور ج ۴ ص ۴۴۲ تا ۴۶۲ کو ملاحظہ فرمائیں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان کو جلا نصیب ہوگی) ف۵۴ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات اور اپنی الوہیت اور توحید پر دلائل بیان فرمائے تھے تاکہ دنیا میں اس پر ایمان لایا جائے اور نیک عمل کر کے اپنی آخرت کو سنوارا جائے' اس سے پہلی آیت میں یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ کفار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے قائل نہ تھے' ان کا شبہ یہ تھا کہ جب ہم مرنے کے بعد گل سڑ جائیں گے اور ہمارے جسم مٹی ہو کر مٹی میں مل جائیں گے اور ہواؤں سے ہماری مٹی کے ذرات دوسروں کی مٹی کے ذرات سے مختلط ہو جائیں گے تو ہمارے ذرات کو دوسروں کے ذرات سے کیسے ممیز اور ممتاز کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں اس کا جواب دیا تھا کہ یہ کام اس پر مشکل ہے جو پوشیدہ چیزوں کو نہ جانتا ہو' اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے' سو تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔

فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
کی سازشوں سے تنگ دل نہ ہوں ○ ۵۵ اور یہ (کافر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا

صٰدِقِیْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ
اگر تم سچے ہو ○ آپ کہیے کہ جس چیز کو تم جلد طلب کر رہے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ
تمہارے ساتھ لگ چکی ہو ○ ۵۶ اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ○ ۵۷ اور بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو ضرور جانتا ہے

صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ مَا مِنْ غَآىٕبَةٍ فِی السَّمَآءِ
جن کو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور آسمان اور زمین میں جو چیز

وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى
بھی چھپی ہوئی ہے وہ روشن کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے ○ ۵۸ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّهٗ
ان بہ کثرت چیزوں کو بیان فرما دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ○ ۵۹ اور بے شک

لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ
یہ (قرآن) مومنین کے لیے ضرور ہدایت اور رحمت ہے ○ ۶۰ بے شک آپ کا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان

بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى
فیصلہ فرما دے گا اور وہ بہت غالب، بہت علم والا ہے ○ سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے، بے شک آپ

ف۵۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کے متعلق غم نہ کریں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ رنج اور غم' وہ نفسانی کیفیات ہیں جن پر انسان کا اختیار نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غم کرنے سے کیسے منع فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غم کے اسباب کو اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے یعنی آپ ان کے کفر اور انکار پر اصرار کو خاطر میں نہ لائیں تا کہ آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے غم نہ ہو' اور ان کی سازشوں کی طرف توجہ نہ کریں' یہ آپ کو ہلاک کرنے کی سازش کرتے ہیں تو آپ اس کی بھی فکر نہ کریں' آپ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ آپ کی تبلیغ سے کتنے لوگ اسلام لائے' آپ کے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اس کے دین اور اس کی شریعت کو پہنچانا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کرنا' یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے ف۵۶ کفار یہ کہتے تھے کہ تم نے جس عذاب کی وعید سنائی ہے' وہ کب آئے گا؟ آپ کہیے: وہ عذاب تمہارے قریب آ پہنچا ہے اور وہ عذاب تمہارے لیے بہ منزلہ ردیف ہے' ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جو سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھتا ہو' یعنی جس طرح ردیف سوار کے قریب ہوتا ہے' اسی طرح وہ عذاب تمہارے قریب آ پہنچا ہے' پھر اس عذاب کی ایک قسط تو جنگ بدر میں شکست کی صورت میں ان کو ملے گی اور اس کی دوسری قسط ان کو موت کے بعد ملے گی ف۵۷ کفار پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ اس نے دنیا میں ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا ہے' اور قیامت کے منکرین جو عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں' یہ ان کی پرلے درجہ کی جہالت ہے' نیز فرمایا: لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو ان گنت نعمتیں دی ہیں' وہ ان پر غور نہیں کرتے' اگر پانچ منٹ کے لیے اللہ تعالیٰ ہواؤں کو روک لے تو سب کا دم گھٹ جائے' پانی نہ ملے تو پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ جائیں' بول و براز بند ہو جائے تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں' سو ہم پر لازم ہے کہ ہر آن استغفار کریں اور ہر لحظہ اس کا شکر ادا کریں ف۵۸ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے' اب اس پر دلیل قائم فرمائی ہے کہ آسمان اور زمین میں جو چیز بھی چھپی ہوئی ہے وہ اس کے علم میں ہے۔ عموماً لوگوں کے دلوں میں دوسروں کے خلاف حسد' کینہ اور عداوت چھپی ہوئی ہوتی ہے' سو مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو حسد' کینہ اور عداوت سے پاک صاف رکھے' کسی کی چغلی کرے نہ کسی کی غیبت کرے' نہ کسی کے متعلق بدگمانی کرے' مسلمان کی عزت اس کی جان کی طرح قیمتی ہے' اس لیے پس پشت کسی کا عیب بیان کر کے اس کو رسوا کرنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے' اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ لایعنی باتوں سے اپنے سینہ کو صاف رکھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص میرے اصحاب کی کوئی بات مجھے نہ پہنچائے کیونکہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس حال میں آؤں کہ میرا سینہ صاف ہو۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۴۸۶۰) ف۵۹ یہ قرآن جو سیدنا محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے' ان بہ کثرت باتوں کے درمیان محاکمہ کر دیتا ہے' جن میں بنی اسرائیل اپنی جہالت کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں' جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کے متعلق ان کا اختلاف ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جسموں کو زندہ کر کے اکٹھا کیا جائے گا یا صرف روحوں کو جمع کیا جائے گا' اور اگر وہ انصاف سے کام لیتے اور قرآن مجید کو مان لیتے' اسلام کو قبول کر لیتے تو وہ دائمی عذاب سے سلامت رہتے اور انہیں ان اختلافات سے بھی نجات حاصل ہو جاتی ف۶۰ یہاں "مومنین" سے مراد عام ہے خواہ وہ بنی اسرائیل کے مومنین ہوں یا کسی اور دین پر ایمان رکھنے والے ہوں' لیکن ہمارے نبی ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں ہے' قرآن مجید کی ہدایت تو تمام لوگوں کے لیے ہے لیکن اس آیت میں مومنین کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ قرآن مجید کی ہدایت سے صرف وہی مستفید ہوتے ہیں۔

الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ

کھلے ہوئے حق پر ہیں ○ ف۶۱ بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سناتے ہیں

اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ

جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں ○ ف۶۲ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (از خود) ہدایت دینے والے ہیں

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ

آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں' سو وہی مسلمان ہیں ○ اور جب ان پر

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ

ہمارا قول واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا' بے شک

النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ

لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے ○ ف۶۳ اور جس دن ہم ہر امت میں سے لوگوں کے ایک گروہ کو

فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ

جمع کریں گے اور ان لوگوں کو الگ کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ○ حتیٰ کہ جب وہ آجائیں گے تو (اللہ)

قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِیْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ

فرمائے گا: کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم نے اپنے علم سے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا اگر یہ بات نہیں تو پھر

تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

تم کیا کرتے رہے تھے؟ ○ ف۶۴ اور ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان پر قول (عذاب) واقع ہو چکا' سو اب وہ کچھ نہیں بولیں گے ○

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے رات ان کے آرام کرنے کے لیے بنائی اور دن کو ہم نے (کام کرنے کے لیے) روشن بنایا'

ع ۶ / ۱۴

ف۶۱ ''توکل'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دینا' اور اس کے ماسوا سے امید نہ رکھنا اور ان سے اعراض کرنا' اللہ پر توکل کرنے کے بعد دل کو سکون مل جاتا ہے اور مصیبت اور پریشانی نازل ہونے پر بھی اس کا اطمینان ختم نہیں ہوتا' پھر اللہ تعالیٰ نے توکل کی وجہ بیان فرمائی کہ آپ کا موقف برحق ہے اور آپ نے اس کو دلائل سے واشگاف کر دیا ہے اور آپ اللہ عزوجل کی حفاظت اور اس کی نصرت کے سائے میں ہیں ف۶۲ اہل سنت و جماعت کے نزدیک قبر میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں' اور اس آیت میں مردوں کے سننے کی نفی نہیں کی بلکہ مردوں کو سنانے کی نفی کی ہے' نیز اس آیت میں مُردوں سے مراد وہ نہیں ہیں جن کے جسم مردہ ہوں بلکہ اس آیت میں مُردوں سے مراد وہ ہیں جن کے دل مردہ ہیں' نیز آیت میں مُردوں سے مراد وہ نہیں ہیں جو حقیقتاً مردہ ہوں بلکہ اس آیت میں زندہ کافروں کو تشبیہاً اور مجازاً مُردہ فرمایا ہے اور ہم جو کہتے ہیں کہ قبر میں مُردے سنتے ہیں' اس سے مراد حقیقتاً مردے ہیں نہ کہ وہ جو حقیقتاً زندہ ہوں اور مجازاً مُردہ ہوں۔ مُردوں کے سننے کے متعلق ان احادیث میں واضح تصریح ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ پھیر کر واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے' اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر کہتے ہیں: تم اس شخص (سیدنا) محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ جو شخص یہ کہے گا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' تو اس سے کہا جائے گا: دیکھو! تمہارا ٹھکانا دوزخ میں تھا' اللہ نے تمہارے اس ٹھکانا کو جنت کے ٹھکانا سے بدل دیا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی آدمی اس شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پھر اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہیں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶) مزید تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۷۶ تا ۵۸۹ کو ملاحظہ فرمائیں ف۶۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی ایسے شخص کے لیے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دجال اور دآبۃ الارض۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸) اس جانور (دآبۃ الارض) کی تعیین اور اس کی صفت میں اختلاف ہے اور اس میں کہ یہ جانور کہاں سے نکلے گا؟ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ یہ جانور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۱۷) دآبۃ الارض کی مزید تفصیل جاننے کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکاتہ علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف ''تبیان القرآن'' ج ۸ ص ۷۳۲ تا ۷۴۵ کو ملاحظہ فرمائیں ف۶۴ یعنی میں نے اپنے رسولوں پر جو آیتیں نازل کی تھیں تم نے ان کی تکذیب کی تھی یا میں نے اپنی توحید پر جو دلائل قائم کیے تھے' تم نے ان کا انکار کیا تھا' حالانکہ تم نے دلائل کے ساتھ ان آیات کے باطل ہونے کو نہیں جانا تھا بلکہ تم نے بغیر دلائل کے جہالت سے ان آیتوں کا انکار کیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا: جب تم نے ان آیتوں پر بحث و تمحیص نہیں کی اور ان پر غور و فکر نہیں کیا تو تم کیا کر رہے تھے؟

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي

بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں O وف۶۵ اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا

الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن

تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے گھبرا جائیں گے' ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے

شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً

اور سب اس کے سامنے عاجزی سے حاضر ہوں گے O وف۶۶ اور (اے مخاطب!) تو اس دن پہاڑوں کو اپنی جگہ جما ہوا

وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

گمان کرے گا حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے' یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے وف۶۷

إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ

بے شک وہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس (نیکی) سے اچھی جزا ہے وف۶۸

وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے مامون ہوں گے O وف۶۹ اور جو لوگ برائی لے کر آئیں گے تو ان

وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾

کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا' اور تم کو ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے O

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ

مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے وف۷۰ اور

كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ

اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے رہوں O اور یہ کہ میں

وف۶۵ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رات کو دن سے' اور دن کو رات سے بدل دیتا ہے اور نور کو ظلمت میں اور ظلمت کو نور میں ڈھال دیتا ہے' اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کا علم اور قدرت ہر چیز کو محیط ہو اور جس کا علم ہر چیز کو شامل ہو اور جس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہو' وہی اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد ہے' اس کے شریک اور معاون نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ واحد نہ ہوتا تو دن اور رات کو تواتر اور تسلسل میں یکسانیت اور نظم و ضبط نہ ہوتا کہ ہمیشہ گرمیوں میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور سردیوں میں ہمیشہ دن چھوٹے اور راتیں بڑی ہوتی ہیں' اور یہ آیت لوگوں کو مارنے کے بعد زندہ کرنے اور حشر اور نشر پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ جو ذات اس پر قادر ہے کہ دن کے نور کو ظلمت اور رات کی ظلمت کو نور سے بدل دے' وہ حیات کو موت سے اور موت کو حیات سے بدلنے پر بھی قادر ہے' اور یہ آیت نبوت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے منافع کے لیے دن کے بعد رات کو اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے اور نبیوں اور رسولوں کو احکامِ شرعیہ کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجنے میں بھی مخلوق کے منافع ہیں' اور دن اور رات کے توارد میں مخلوق کا صرف دنیا میں نفع ہے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں دنیا میں بھی نفع ہوتا ہے اور آخرت میں بھی نفع ہوتا ہے' سو یہ آیت توحید' آخرت اور رسالت تینوں اصولی مباحث کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں' حالانکہ اس میں تو تمام مخلوق کے لیے نشانیاں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہٖ اس آیت میں تمام مخلوق کے لیے نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں سے فائدہ صرف ایمان لانے والے حاصل کرتے ہیں' اس لیے فرمایا: اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں وف۶۶ محققین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صور میں صرف دو مرتبہ پھونکا جائے گا' پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب مر جائیں گے اور دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے اور حسب ذیل احادیث میں اس پر دلیل ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو بار صور میں پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا' لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! چالیس دن؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا: چالیس ماہ؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا: چالیس سال؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۸۱۴) امام ابن ابی داؤد نے کتاب البعث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صور میں پھونکا جائے گا اور صور سینگ کی شکل پر ہے تو جو لوگ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' وہ سب مر جائیں گے اور دو مرتبہ پھونکنے کے درمیان چالیس سال ہیں' پھر ان چالیس سال میں اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا' تو لوگ زمین سے اس طرح اُگنے لگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے۔ الحدیث (کتاب البعث لابن ابی داؤد: ۴۲' البدور السافرہ ص ۸۷) وف۶۷ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے' اس دن پہاڑ اپنی جگہوں پر نہیں رہیں گے بلکہ بادلوں کی طرح چلیں گے اور اڑیں گے اور یہ اللہ کی عظیم قدرت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا' لیکن وہ ان مضبوط چیزوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح بنا کر اڑا دیتا ہے وف۶۸ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس نیکی سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۶۶۴۴) صنابحی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' وہ مرض الموت میں تھے' میں رونے لگا' انہوں نے کہا: چپ کرو' تم کیوں روتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر مجھ سے شہادت طلب کی گئی تو میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا اور اگر مجھے شفاعت دی گئی تو میں تمہارے حق میں شفاعت کروں گا' اور اگر میں تم کو نفع پہنچا سکا تو میں تم کو ضرور نفع پہنچاؤں گا' پھر انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو بھی حدیث سنی جس میں تمہارا نفع تھا' وہ میں نے تم سے بیان کر دی ماسوا ایک حدیث کے' اور میں عنقریب تم سے آج وہ حدیث بیان کر دوں گا' کیونکہ اب میری جان لبوں پر ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے "لا الٰہ الا اللہ

الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

قرآن کی تلاوت کروں' اپنے سو جس نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت قبول کی اور جو گمراہی پر ڈٹا رہا

فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

ہے تو آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں O اور آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں ۲۲

فَتَعْرِفُوْنَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

عنقریب تمہیں وہ اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو O

اٰيَاتُهَا ۸۸ ۲۸ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹ رُكُوْعَاتُهَا ۹

اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں سورۃ القصص مکی ہے اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ

طا سین میم O یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں O ۱ ہم آپ کے سامنے

نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ

موسیٰ اور فرعون کی برحق خبریں ان لوگوں کے لیے تلاوت کرتے ہیں جو ایمان لانے والے ہیں O ۲ بے شک

فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ

فرعون (اپنے) ملک میں سرکش تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ رکھا تھا' وہ ان میں سے ایک گروہ کو

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ

کم زور قرار دے کر ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا ۳ بے شک

محمد رسول اللّٰہ'' کی شہادت دی' اللہ اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔ (صحیح مسلم:۲۹) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اہل توحید جنت میں داخل ہوں گے خواہ ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے' وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے **ف۱۹** اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کے دن تو انبیاء علیہم السلام بھی خوف زدہ ہوں گے' جب لوگ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: کسی اور کے پاس جاؤ' میں اپنے متعلق فکر مند ہوں' جب قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اس قدر پریشان ہوں گے تو عام مسلمان اس دن کیسے بے خوف ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے اوپر معاذ اللہ عذاب کا خوف نہیں ہوگا' وہ اللہ کی جلالت ذات اور اس کی بے نیازی سے خوف زدہ ہوں گے اور جس کا جتنا بڑا مرتبہ ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا اتنا زیادہ خوف ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور مجھے تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) کا علم ہے۔ (صحیح البخاری:۲۰) اس آیت میں مسلمانوں کے لیے یہ بشارت ہے کہ قیامت کے دن وہ دائمی عذاب سے مامون ہوں گے' رہا یہ کہ قیامت کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکیوں کے مشاہدہ سے انسان کے دل پر جو ہیبت اور دہشت طاری ہوگی تو اس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہوگا۔ عام مسلمانوں پر زیادہ ہیبت اور دہشت طاری ہوگی اور خواص پر کم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی باز پرس اور گرفت کے خوف سے کوئی نفس بے فکر نہیں ہوگا۔ ''اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ O'' (الاعراف:۹۹) کیا یہ لوگ اللہ کی گرفت سے بے فکر ہو گئے ہیں' سو اللہ کی گرفت سے صرف نقصان اٹھانے والے بے فکر ہوتے ہیں O **ف۲** اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی اضافت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں' لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے' وہ شہر مکہ ہے' اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے' یہی شہر اس کے محبوب سیدنا محمد ﷺ کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر مہبط وحی الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنا دیا ہے' اس کو حرم فرمانے کی چند وجوہ ہیں' جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے' اس پر حالت احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں' وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا' خوشبو نہیں لگا سکتا' ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں' جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے' اس کو ایذاء پہنچانا حرام ہے' اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے' اس شہر میں قتال کرنا' مال لوٹنا اور کسی کی عزت پامال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں **ف۲۱** اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا حکم دیا' اور نبی ﷺ نے ان تمام احکام پر عمل کیا اور تمام امت کے لیے اپنے اعمال میں نمونہ فراہم کیا **ف۲۲** یعنی میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اور اس کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ القصص: ف۱ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ (القصص:۲) یعنی آپ کے قلب پر جو آیتیں نازل کی گئی ہیں یہ دنیا اور آخرت کی تمام مصلحتوں کی جامع ہیں اور ان میں احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے' اور یہ سورت ان چیزوں کو بیان کرتی ہے جس میں بنو اسرائیل اختلاف کرتے تھے' اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے وہ حقائق اور دقائق بیان کیے گئے ہیں' جن کو ان کے ماہرین میں سے بھی بہت کم لوگ جانتے ہیں' یہ سورت بیان کرتی ہے کہ فرعون اور اس کی قوم سے کس طرح انتقام لیا گیا' اور قارون کو کس طرح سزا دی گئی' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل پر کیا کیا انعام کیے گئے' اور اس سورت میں وہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں' جو دوسری سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بیان نہیں کی گئیں **ف۲** اس سے مراد وہ مسلمان ہیں کہ جب بھی کسی واقعہ کے متعلق کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان آیتوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا ہے کیونکہ ان خبروں کو جاننے کے لیے آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور نبی وہی شخص ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے غیب پر مطلع فرماتا ہے **ف۳** امام رازی نے اس حکم کی

كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا O اور ہم ان لوگوں پر احسان فرمانا چاہتے تھے جن کو (اس کے)

فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَ

ملک میں کم زور قرار دیا گیا تھا' اور ہم ان کو امام بنانا چاہتے تھے اور (ان کے ملک کا) وارث بنانا چاہتے تھے O ۴ اور

نُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا

ہم ان کو ان کے ملک کا اقتدار عطا کرنا چاہتے تھے ۵ اور ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں

مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ

کو (بنی اسرائیل کے ہاتھوں) وہ انجام دکھانا چاہتے تھے جس سے وہ خوف زدہ تھے O اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تم اس کو

اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ

دودھ پلاؤ' اور جب تم کو اس پر خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خوف

وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦

اور غم نہ کرنا ۶ بے شک ہم اس کو تمہارے پاس واپس لائیں گے اور (ہم) اس کو رسول بنانے والے ہیں O

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ

سو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا تاکہ انجام کار وہ ان کا دشمن اور باعث غم ہو جائے بے شک

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ⑧ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر جرم کرنے والے تھے O اور فرعون کی بیوی نے کہا:

فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

یہ (بچہ) میری اور تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا' شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے

حسب ذیل وجوہ بیان کی ہیں: (۱) ایک کاہن نے فرعون سے کہا: بنی اسرائیل کے ہاں آج رات کو ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی وجہ سے تمہارا ملک جاتا رہے گا' اس رات بارہ لڑکے پیدا ہوئے فرعون نے ان سب کو قتل کرا دیا' اور اکثر مفسرین کے نزدیک بنی اسرائیل اس عذاب میں کئی سال تک مبتلا رہے (اور یہی قول معتمد ہے)۔ وہب بن منبہ نے کہا: قبطیوں نے حضرت موسیٰ کی تلاش میں نوے ہزار بنی اسرائیل کو قتل کر دیا (۲) سدی بیان کرتے ہیں کہ فرعون نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی ہے اور مصر پر پھیل گئی ہے اور اس آگ نے قبطیوں کو جلا ڈالا ہے جو مصر کے اصل باشندے تھے اور بنی اسرائیل کو نہیں جلایا' اس نے اپنے درباریوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس کو بتایا گیا کہ جس شہر سے بنی اسرائیل آئے ہیں' اسی شہر والوں کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کے ہاتھوں سے تمہاری مصر کی حکومت زائل ہو جائے گی اور تم بھی قتل کر دیئے جاؤ گے (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو انبیاء تھے انہوں نے حضرت موسیٰ کے مبعوث ہونے اور ان کے ہاتھوں فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تھی اور یہ خبر کسی واسطہ سے فرعون تک پہنچ گئی تھی' اس لیے اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۷۸۔۵۷۷) ف۴ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ان کو نیک کاموں میں پیشوا بنانا چاہتے تھے۔ مجاہد نے کہا: ان کو نیکی اور خیر کا داعی اور ہادی بنانا چاہتے تھے اور قتادہ نے کہا: ان کو حکمران اور بادشاہ بنانا چاہتے تھے اور یہ تفسیر زیادہ عام اور شامل ہے' کیونکہ بادشاہ بھی امام ہوتا ہے اور اس کی اقتداء کی جاتی ہے' اور ہم ان کو وارث بنانا چاہتے تھے یعنی وہ فرعون کے ملک اور اس کی سلطنت کے وارث ہوں اور قبطیوں کے مکانوں میں رہائش پذیر ہوں ف۵ یعنی ہم ملک شام اور ملک مصر کا اقتدار بنی اسرائیل کے سپرد کرنا چاہتے تھے' اور فرعون' ھامان اور ان کے لشکروں کو ان کے خواب کی وہ تعبیر دکھانا چاہتے تھے جس سے وہ خوف زدہ تھے' کیونکہ ان کو یہ خبر دی گئی تھی کہ ان کی ہلاکت بنی اسرائیل کے ایک شخص کے ہاتھوں سے واقع ہوگی ف۶ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی ماں کو حمل ہو گیا تو انہوں نے اس کو لوگوں سے چھپایا' اور ان کے حاملہ ہونے کا کسی کو پتا نہیں چلا اور چونکہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر احسان کرنا چاہتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو مستور رکھا اور جس سال حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تھے' اس سال فرعون نے بنی اسرائیل کی عورتوں کی تفتیش کے لیے دائیوں کو بھیجا اور بہت سختی سے عورتوں کی تلاشی لی گئی' جتنی اس سے پہلے کبھی تلاشی نہیں لی گئی تھی' اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حمل ہوا تو ان کا پیٹ پھولا اور نہ ان کا رنگ بدلا' تو دائیوں نے ان سے کچھ سروکار نہیں رکھا' اور جس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے' اس رات ان کے پاس کوئی دائی تھی نہ کوئی مددگار تھا' اور ان کی پیدائش پر ان کی بہن مریم کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام کیا کہ وہ ان کو دودھ پلاتی رہیں اور جب ان پر خطرہ محسوس کریں تو ان کو ایک تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیں' ان کی ماں ان کو گود میں تین ماہ تک دودھ پلاتی رہیں' وہ گود میں روتے تھے نہ حرکت کرتے تھے اور جب ان کو حضرت موسیٰ پر خطرہ ہوا تو انہوں نے ان کو تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۲۳)

أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ⑨ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ

یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے اور یہ لوگ (مستقبل کا) شعور نہیں رکھتے تھے○ اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو

مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ

گیا تھا اگر ہم نے ان کے دل کو ڈھارس نہ دی ہوتی تو قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا راز فاش کر دیتیں (ہم نے اس لیے ڈھارس دی)

قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ⑩ وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ

تا کہ وہ (اللہ کے وعدہ پر) اعتماد کرنے والوں میں سے ہو جائیں○ ۸ اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا: تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ

فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ⑪ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ

تو وہ اس کو دور دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا○ اور ہم نے اس (کے پہنچنے) سے پہلے

الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ

موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا سو وہ کہنے لگی آیا میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں

يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ⑫ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ

جو تمہارے اس بچہ کی پرورش کرے اور وہ اس کے لیے خیر خواہ ہو○ ۹ سو ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف

تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَّلَٰكِنَّ

لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور وہ یقین کرے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ⑬ ع وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ

ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے○ اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت (جوانی) کو پہنچ گئے ۱۰ اور توانا ہو گئے

حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ⑭ وَدَخَلَ

تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں○ ۱۱ اور موسیٰ اس وقت

ف ۷ حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی اور اس کے علاوہ اس کی اور کوئی اولاد نہیں تھی' اور فرعون کے نزدیک وہ سب سے زیادہ مکرم تھی اور فرعون کے پاس اس کی ہر روز تین فرمائشیں تھیں' اس لڑکی کو برص کی شدید بیماری تھی' فرعون نے اس کے علاج کے لیے تمام اطباء اور جادوگروں کو جمع کیا تھا' انہوں نے اس کے معاملہ میں غور کر کے کہا: اے بادشاہ! تمہاری یہ بیٹی صرف دریا کی طرف سے تندرست ہو سکتی ہے' اس دریا سے انسان کے مشابہ کوئی شخص ملے گا' اس کے لعاب دہن کو جب برص پر لگایا جائے گا تو یہ تندرست ہو جائے گی' اور یہ کام فلاں دن اور فلاں وقت میں طلوع آفتاب کے بعد ہوگا' جب وہ دن آیا (وہ پیر کا دن تھا) تو فرعون ایک مجلس میں دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا' اس کے ساتھ اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی تھی' اور فرعون کی بیٹی بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی' وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھیں کہ دریا کی موجیں ایک تابوت کو لے آئیں' فرعون نے کہا: یہ دریا میں کوئی چیز ہے جو درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے' اس کو میرے پاس لاؤ' لوگ ہر طرف سے کشتیاں لے کر دوڑے حتیٰ کہ اس تابوت کو فرعون کے سامنے لا کر رکھ دیا' انہوں نے بڑی مشکل سے اس تابوت کو کھولا تو اس میں ایک کم سن بچہ تھا' اس کی آنکھوں کے درمیان نور تھا' اور وہ اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہا تھا' اللہ تعالیٰ نے آسیہ اور فرعون کے دل میں اس کی محبت ڈال دی' جب اس بچہ کو تابوت سے نکالا تو جہاں اس کا لعاب دہن گرا تھا' فرعون کی بیٹی نے اس کو اٹھا کر اپنے برص کے داغوں پر لگایا تو وہ تندرست ہو گئی' اس نے بچہ کو چوما اور سینہ سے لگایا' فرعون کی قوم کے گمراہ لوگوں نے کہا: اے بادشاہ! ہمارا گمان ہے کہ یہی بنی اسرائیل کا وہ بچہ ہے جس سے ہم کو خطرہ تھا' انہوں نے اس کو آپ کے ڈر سے دریا میں ڈال دیا ہے' آپ اس کو قتل کر دیں' فرعون نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آسیہ نے کہا: یہ بچہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا' آپ اس کو قتل نہ کریں' ہو سکتا ہے یہ ہم کو نفع دے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور وہ بے اولاد تھیں' اس نے فرعون سے حضرت موسیٰ کو مانگ لیا اور فرعون نے ان کو دے دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۲۴۔ ۵۲۳) ف ۸ دل خالی ہونے کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) حسن بصری نے کہا: ان کا دل حضرت موسیٰ کی فکر اور ان کے غم کے سوا ہر فکر اور ہر غم سے خالی ہو گیا تھا (۲) امام محمد بن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جوان کی طرف الہام کیا تھا کہ تم اس کو دریا میں ڈال دو اور تم خوف اور غم نہ کرنا' ہم اس کو تمہاری طرف واپس لائیں گے' ان کا دل اس الہام سے خالی ہو گیا اور شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ فرعون تمہارے بیٹے کو قتل کر دے گا' اور یہ خود تمہارا کیا دھرا ہے' اور جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت موسیٰ اب فرعون کے ہاتھوں میں ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا الہام بھول گیا' اور اس عظیم صدمہ کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ یاد نہ رہا (۳) ابو عبیدہ نے کہا: ان کا دل غم اور فکر سے خالی تھا کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی حفاظت کرے گا اور فرعون ان کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۱) ف ۹ ضحاک نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنی ماں کے دودھ کو قبول کر لیا تو ھامان نے ان سے کہا: تم ضرور اس بچہ کی ماں ہو' اس نے کہا: نہیں' اس نے کہا: پھر کیا وجہ ہے کہ اس بچہ نے تمہارے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: اے بادشاہ! میں صاف ستھری اور خوشبو لگانے والی عورت ہوں' اور میرا دودھ میٹھا ہے' یہی وجہ ہے کہ اس بچہ نے مجھے سونگھتے ہی میرے دودھ کو قبول کر لیا۔ فرعونیوں نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر آل فرعون کے تمام لوگوں نے حضرت موسیٰ کی ماں کو سونے اور جواہر کے ہدیے اور تحائف دیے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۳) ف ۱۰ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے یعنی جب حضرت موسیٰ اپنے طبعی ارتقاء کے کمال کو پہنچ گئے اور ان کا مزاج معتدل ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان لفظوں کے معنی الگ الگ ہیں اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے: (۱) ''اشد'' کا معنی ہے: جسمانی اور بدنی قوت کا کمال اور ''استواء'' کا معنی ہے: قوت عقلیہ کا کمال یعنی جب ان کا بدن اور ان کی عقل کامل ہو گئی (۲) ''اشد'' کا معنی ہے: وہ بلوغت کو پہنچ گئے اور ''استواء'' کا معنی ہے: (بقیہ صفحہ ۹۸۲ پر)

الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا

شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غافل تھے ۱۲؎ تو وہاں انہوں نے دو مردوں کو لڑتے

رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ

ہوئے پایا' یہ (ایک) ان کی قوم میں سے تھا اور یہ (دوسرا) ان کے مخالفین میں سے تھا سو جو ان کی قوم

الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى

میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد طلب کی جو ان کے مخالفوں میں سے تھا' پس موسیٰ نے اس کو مکا مارا

فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

سو اس کو ہلاک کر دیا' موسیٰ نے کہا: یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا' ۱۳؎ بے شک شیطان دشمن ہے اور

مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ

کھلا بہکانے والا ہےO موسیٰ نے عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی سو تو مجھے معاف فرما' پس اللہ نے اس

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

کو معاف کر دیا' بے شک وہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO ۱۴؎ موسیٰ نے عرض کیا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر

اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا

انعام فرمایا ہے سو اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گاO ۱۵؎ پس موسیٰ نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں صبح کی (کہ اب کیا ہو

يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ

گا) پس اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی پھر ان کو مدد کے لیے پکار رہا تھا' موسیٰ نے

لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ

اس سے کہا: بے شک تو کھلا ہوا گمراہ ہےO ۱۶؎ پھر جب موسیٰ نے اس شخص کو پکڑنا چاہا

ف۱۲ حضرت موسیٰ جب جوان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دین اور ان کے آباء کے دین کا علم عطا فرمایا' تو انہوں نے جان لیا کہ فرعون اور اس کی قوم باطل پر ہیں' حضرت موسیٰ نے دین حق کا بیان کیا اور ان کے دین کی مذمت کی' اور یہ چیز مشہور ہو گئی اور فرعونی ان کے مخالف ہو گئے اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت ان کا وعظ سنتی تھی اور ان کی اقتداء کرتی تھی' پھر فرعون کا خطرہ یہاں تک بڑھا کہ حضرت موسیٰ فرعون کے شہر میں بہت محتاط ہو کر داخل ہوتے تھے' ایک مرتبہ وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے جب شہر والے غافل تھے' اکثر مفسرین کے نزدیک وہ دوپہر کا وقت تھا اور اس وقت وہ لوگ قیلولہ (دوپہر کو نیند) کر رہے تھے ف۱۳ حضرت موسیٰ جب جوان ہو گئے تو وہ ایک دن شہر میں جا رہے تھے' انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا' ایک بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا آل فرعون سے تھا۔ اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف حضرت موسیٰ سے مدد طلب کی' حضرت موسیٰ نے اس فرعونی سے کہا: اس اسرائیلی کو چھوڑ دو' اس فرعونی نے کہا: اے موسیٰ! تم کو معلوم نہیں یہ ہمارے مالک فرعون کو بُرا کہتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے خبیث! تم نے جھوٹ بولا' بلکہ مالک صرف اللہ ہے' اور فرعون اور اس کے کاموں پر لعنت ہو' جب فرعونی نے یہ بات سنی تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ سے لڑنے لگا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور وہ قضاءً مر گیا۔ (تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۲۳) ف۱۴ جو لوگ عصمت انبیاء کے قائل نہیں ہیں' وہ اس واقعہ کی وجہ سے عصمت انبیاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خود اعتراف کیا کہ یہ شیطان کا عمل تھا اور انہوں نے اس پر استغفار کیا اور کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اس فرعونی کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھونسا نہیں مارا تھا' بلکہ تادیباً گھونسا مارا تھا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے جو یہ فرمایا کہ یہ شیطان کا عمل تھا' یہ ظاہر کے اعتبار سے فرمایا یعنی ظاہر میں یہ شیطانی عمل تھا' اگرچہ حقیقت میں ایسا نہ تھا' اور انہوں نے جو یہ دعا کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما' تو یہ ان کی تواضع اور انکسار ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تھی: ''رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا'' (الاعراف: ۲۳) ف۱۵ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ چونکہ تو نے مجھے ہدایت پر برقرار رکھا اور مجھے استغفار کرنے کی توفیق عطا کی' سو اس کے شکر میں' میں اب کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا' اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ بعض روایات کے مطابق وہ اسرائیلی کافر تھا اور قرآن کریم میں جو یہ فرمایا: وہ ان کی جماعت سے تھا' اس سے مراد دین میں موافقت نہیں ہے صرف نسب میں موافقت ہے' اسی بناء پر حضرت موسیٰ نادم ہوئے کیونکہ انہوں نے ایک کافر کی کافر کے خلاف مدد کی تھی' پس انہوں نے کہا: میں آئندہ مجرمین یعنی کافرین کی مدد نہیں کروں گا' لیکن ان کا یہ اقدام گناہ نہیں تھا کیونکہ وہ اسرائیلی مظلوم تھا اور مظلوم خواہ کافر ہو اس کی مدد مستحسن ہے' اس پر حضرت موسیٰ کا نادم ہونا محض ان کی تواضع اور انکسار ہے' اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا یہ قول خبر نہیں ہے بلکہ دعا ہے اور اس کا معنی یہ ہے: اے میرے رب! مجھے مجرموں کا مددگار نہ بنانا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۴۲) ف۱۶ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے سے وہ فرعونی ہلاک ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوف کی حالت میں اس دن کے بعد صبح کی' آپ کو یہ خدشہ تھا کہ اگر فرعون اور اس کے درباریوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ کے ہاتھ سے وہ فرعونی مارا گیا ہے تو آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا' پس دوسرے دن آپ چھپتے ہوئے نکلے' اچانک آپ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی کل والا اسرائیلی جس نے گزشتہ کل آپ سے مدد طلب کی تھی' وہ پھر مدد کے لیے چلا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس سے فرمایا: تو کھلا ہوا گمراہ ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کا کافر تھا تو آپ نے اس کو کھلا ہوا گمراہ کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سخت بے وقوف تھی اور احمق تھی' انہوں نے اس پر دلائل کا مشاہدہ کر لیا تھا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے' اس کے باوجود انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: ''اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ'' (الاعراف: ۱۳۸) ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسا ان لوگوں کا خدا ہے۔ تو ''غوی مبین'' سے حضرت موسیٰ کی مراد یہ تھی کہ تم جاہل اور احمق ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص ہر روز کسی سے جھگڑا کرے وہ کھلا ہوا گمراہ ہی ہو گا۔

بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ

جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے (غلط فہمی سے) کہا: اے موسیٰ! کیا آج تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو

كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا

جس طرح کل تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تھا! تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ تم اس شہر میں زبردست (دادا گیر)

فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝۱۹ وَ

بن جاؤ اور تم مصلحین میں سے نہیں بننا چاہتے ○ ۱۷ اور

جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ

ایک مرد شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا' اس نے کہا: اے موسیٰ! بے شک

الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ

(فرعون کے) سردار آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں' سو آپ یہاں سے نکل جائیں بے شک میں آپ کے خیر خواہوں

النّٰصِحِیْنَ ۝۲۰ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ

میں سے ہوں ○ ۱۸ سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوگا! انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب!

الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۱ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى

مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات دے دے ○ اور موسیٰ جب مدین کی جانب متوجہ ہوئے (تو) کہا: عنقریب

رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝۲۲ وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ

مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا دے گا ○ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا

وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۫۬ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ

وہاں لوگوں کا ایک گروہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو خواتین کو دیکھا جو

ف۱۷ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مشترکہ دشمن کو پکڑنا چاہا تو اسرائیلی نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ حضرت موسیٰ اس کو پکڑ رہے ہیں' اس لیے اس نے کہا: آپ تو شہر میں جبار' یعنی زور اور زبردستی کرنے والے بننا چاہتے ہیں جس کو ہمارے عرف میں دادا گیر کہتے ہیں اور اس اسرائیلی کا حضرت موسیٰ کو جبار یعنی دادا گیر کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دراصل کافر تھا۔ "جبار" سے مراد وہ شخص ہے جو جس کو چاہے مارے پیٹے یا قتل کر دے اور جس پر جو چاہے ظلم کرے ف۱۸ علامہ ثعلبی نے کہا: اس شخص کا نام حزقیل بن صبورا تھا' اور وہ آل فرعون میں سے مؤمن تھا' اور وہ فرعون کا عم زاد تھا۔ قتادہ نے کہا: وہ آل فرعون سے مؤمن تھا اور اس کا نام شمعون تھا' اور جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس شخص کو یہ خبر پہنچ گئی' اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آ کر بتا دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۴۵ ملخصاً)

ع ۲ ۸ ۵

امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى

(اپنے مویشیوں کو پانی پر جانے سے) روک رہی تھیں' موسیٰ نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا

يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝۲۳ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى

سکتیں جب تک کہ (سب) چرواہے (پانی پلا کر) واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ○ پس موسیٰ نے ان کے مویشیوں

الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝۲۴

کو پانی پلا دیا' پھر سائے کی طرف آ گئے ف۱۹ اور عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں اس اچھائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی

فَجَاۗءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَي اسْـتِحْيَاۗءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ

ہے ○ ف۲۰ پھر ان دونوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور کہا: بے شک میرے والد آپ کو بلاتے ہیں

لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ

تاکہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کی جزا دیں' پس جب موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان کو

الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڣ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۵

سارا قصہ سنایا (تو) انہوں نے کہا: آپ فکر نہ کریں آپ ظالم لوگوں سے نجات پا چکے ہیں ○ ف۲۱

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ

ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا: اے ابا جان! آپ ان کو اجرت پر رکھ لیجئے' بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے ان میں

الْاَمِيْنُ ۝۲۶ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ

بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو ○ ف۲۲ انہوں نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ

عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ

نکاح کر دوں ف۲۳ اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے

ف۱۹ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں سے خوف زدہ ہو کر اچانک مدین کی طرف چل پڑے تھے' پہلے سے ان کا کوئی منصوبہ نہ تھا' ان کے پاس سواری تھی نہ راستے میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے: وہ راستہ میں درختوں کے پتے کھا کر سفر کر رہے تھے' فرعون نے ان کی تلاش میں اپنے کارندے دوڑا دیئے تھے' اس نے کہا: ان کو راستے کی گھاٹیوں سے پکڑ لاؤ' ان کو مدین کا راستہ معلوم نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو گھوڑے سوار کی صورت میں بھیجا' اس نے حضرت موسیٰ سے کہا: آپ میرے ساتھ چلیں' یوں حضرت موسیٰ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ عنقریب مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا دے گا۔ حضرت موسیٰ ایک کنوئیں پر پہنچے' وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے' اور کنوئیں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں' جو اپنی بکریوں کو کنوئیں کی جانب سے روک رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پوچھا: تم اس طرح الگ کیوں کھڑی ہو؟ اور کیوں اپنی بکریوں کو روک رہی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں اور اتنے رش میں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں' اور ہمارے والد بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں' اگر وہ طاقتور ہوتے تو خود آ کر جانوروں کو پانی پلا دیتے' اس لیے جب تک سب چرواہے اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلا کر نہ چلے جائیں' وہ پانی نہیں پلا سکتیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو کنوئیں سے پانی نکال کر پلایا' پھر آ کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۴ ص ۲۶-۲۵) ف۲۰ اس کا معنی یہ ہے کہ تو نے میری طرف کھانے پینے کی چیزیں یا جو نعمتیں نازل کی ہیں' میں ان کا محتاج ہوں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ چونکہ ایک ہفتہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی طعام نہیں کھایا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے طعام کا سوال کیا تھا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے میری طرف دین کی جو اچھائیاں نازل کی ہیں اور مجھ کو جو نیک لوگوں کی سیرت پر کاربند رکھا ہے' میں اسی نعمت کا محتاج ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال کے مناسب یہی معنی ہے۔ خیر کا اطلاق کھانے پر' اُمورِ خیر پر' عبادات پر' قوت و طاقت پر اور مال پر کیا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا: یہاں خیر کا اطلاق کھانے پر کیا گیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانے کی دعا کی تھی۔ (تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۳۶) ف۲۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کے ساتھ جو ایثار اور احسان کیا تھا' انہوں نے گھر جا کر اس کا ذکر اپنے بوڑھے باپ سے کیا' جس سے انہوں نے بھی اس احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہا اور ان کو اپنے گھر بلایا۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے ان کو کھانا پیش کیا' حضرت موسیٰ نے کہا: میں کھانا نہیں کھاؤں گا' میں نے یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے' اور اگر تمام روئے زمین کو سونا بنا دیا جائے تو میں اس کے عوض بھی اللہ کی رضا کے لیے کیے ہوئے کام کو فروخت نہیں کروں گا۔ حضرت شعیب نے کہا: یہ آپ کے پانی پلانے کا معاوضہ نہیں ہے' لیکن مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا ہمارے آباء و اجداد کا طریقہ ہے' تب حضرت موسیٰ نے کھانا کھا لیا ف۲۲ حضرت شعیب علیہ السلام نے (اس سے) پوچھا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقتور اور ایمان دار ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا: جس کنوئیں سے انہوں نے پانی پلایا تھا اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوا تھا کہ دس آدمی مل کر اس پتھر کو اٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھا لیا تھا' یہ ان کے طاقتور ہونے کی دلیل ہے' اور ان کے ایمان دار اور متقی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راستہ بتانے کے لیے میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی' ہوا سے بار بار میری چادر اُڑ جاتی تھی' تو انہوں نے کہا: تم پیچھے پیچھے چلو' میں آگے آگے چلتا ہوں تاکہ میری نظر تمہارے جسم کے کسی حصہ پر نہ پڑے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۶۸۴۳) ف۲۳ ہمارے معاشرہ میں لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ کی پیش کش کو معیوب سمجھا جاتا ہے' لیکن قرآن مجید کی اس آیت میں تصریح ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی کسی ایک بیٹی کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما' حضرت خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' جب وہ مدینہ میں فوت ہو گئے اور حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا' جب انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضرت عمر نے کہا: پھر میں نے حضرت ابوبکر سے

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ

(احسان) ہو گا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ! مجھے نیک لوگوں

الصّٰلِحِيْنَ ۝۲۷ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِیْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ

میں سے پائیں گے O ۲۴؎ موسیٰ نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا

فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۲۸ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى

کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہو گی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے O ۲۵؎ پھر جب موسیٰ نے (اجارہ

الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ

کی) میعاد پوری کر دی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے (پہاڑ) طور کی جانب ایک آگ دیکھی انہوں نے اپنی اہلیہ سے

لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ

کہا: تم لوگ یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس کی کوئی خبر لاؤں یا

جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۲۹ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ

آگ کا کوئی انگارہ لاؤں جس سے تم ہاتھ تاپو O ۲۶؎ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں

شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ

اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا کی گئی کہ

يّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۰ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا

اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ رب العٰلمین ہوں! O ۲۷؎ اور یہ (بھی آواز آئی) کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں پھر جب

رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ

موسیٰ نے اس کو سانپ کی طرح لہراتے ہوئے دیکھا تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور واپس مڑ کر نہ دیکھا (ہم نے کہا:) اے موسیٰ آگے

کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا آپ سے نکاح کر دوں؟ حضرت ابوبکر خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا' پھر چند دن بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے لیے پیغام دیا تو میں نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا' بعد میں جب حضرت ابوبکر کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: جب آپ نے حضرت حفصہ کا رشتہ مجھے پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ کو اس سے رنج پہنچا ہوگا؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے جواب دینے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا' اور میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنا نہیں چاہتا تھا' اور اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو ترک کیا ہوتا تو میں ان کو قبول کر لیتا۔ (صحیح البخاری: ۵۱۲۲' ملخصا)

ع ۳

امام بخاری نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے کہ کسی شخص کا نیک لوگوں پر اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ پیش کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے معاشرہ کا یہ رواج انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کے طریقہ کے خلاف ہے و۲۴ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آٹھ سال خدمت کی شرط لگائی تھی' اس کی منفعت ان کے لیے تھی' ان کی بیٹی کے لیے نہیں تھی کیونکہ انہوں نے "تاجرنی" کہا تھا نہ کہ "تاجرها" اور ہوسکتا ہے کہ اس طرح کا نکاح ان کی شریعت میں جائز ہو کہ اس میں ایک مدت مقررہ تک لڑکی کے ولی کے لیے منفعت کی شرط لگائی جائے' جس طرح ہماری شریعت میں یہ جائز ہے کہ ایک مدت مقررہ تک لڑکی کی بکریاں چرانے کی شرط لگائی جائے اور عین المعانی میں لکھا ہے کہ پہلی شریعتوں میں یہ جائز تھا کہ لڑکی کے سرپرست کو مہر دیا جائے اور ہماری شریعت میں یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا: "وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً" (النساء: ۴) اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو و۲۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت کو پورا کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: جو زیادہ تھی' اور پوچھا گیا: حضرت موسیٰ نے دو عورتوں میں سے کون سی عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا: آپ نے فرمایا: جوان میں چھوٹی تھی۔ (مسند البزار: ۲۲۴۴) و۲۶ حضرت موسیٰ اپنی اہلیہ کو لے کر مدین سے روانہ ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کو اختیار ہے وہ اپنی بیوی کو اس کے گھر سے جہاں چاہے لے جائے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ طور کی جانب ایک آگ دیکھی' اور وہ صحراء میں ایک اندھیری اور سخت رات تھی' سخت تیز ہوا چل رہی تھی' ان کی بکریاں اِدھر اُدھر منتشر ہوگئیں' پھر بارش بھی شروع ہوگئی' ایسے میں ان کو دور سے آگ نظر آئی' وہ اپنی منزل کا راستہ بھول چکے تھے' آگ دیکھ کر انہوں نے کہا: میں اس کی روشنی میں راستہ کا پتا کر کے آتا ہوں' یا کچھ انگارے لے کر آتا ہوں جس سے ہاتھ تاپ کر تم سردی دور کر سکو' پھر جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ندا کی گئی: اے موسیٰ! میں ہی اللہ رب العالمین ہوں و۲۷ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ کہا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا' اور اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو آواز اور حروف کے واسطہ سے سنا تو پھر خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے کلام کو فرشتہ یا کتاب کی وساطت کے بغیر سنا' اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ کلام اللہ تعالیٰ کی تجلی کے بعد سنا' تو پھر حضرت موسیٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تجلی حضرت موسیٰ کے علاوہ کسی اور نبی کے لیے واقع نہیں ہوئی' باقی رہا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے علم ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں علم بدیہی پیدا کر دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا ان کو معجزہ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک ہرے بھرے درخت سے آگ نکلتی ہوئی دیکھی اور یہ امر خلاف عادت ہے اور اسی درخت سے بغیر کسی بولنے والے کے آواز آ رہی تھی اور یہ امر بھی خلاف عادت اور معجزہ ہے۔ (روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۱۱) ہرچند کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کو بغیر حرف اور آواز کے سنا ہے اور فرشتہ اور کتاب کے واسطہ کے بغیر بھی سنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تجلی میں بھی سنا ہے' اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ کلیم اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ظہور ہمارے نبی

وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ۝۳۱ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ

بڑھیے اور خوف زدہ نہ ہوں' بے شک آپ مامون رہنے والوں میں سے ہیں O ف۲۸ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیے

تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ

وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا باہر نکلے گا' اور خوف (دور کرنے) کے لیے اپنے بازو اپنے ساتھ ملا لیں' ف۲۹

الرَّهْبِ ۖ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۚ

پس آپ کے رب کی طرف سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی جانب ہیں'

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝۳۲ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

بے شک وہ فاسق لوگ ہیں O موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میرے ہاتھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا'

فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝۳۳ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا

سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے O اور میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ روانی سے

فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۖ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۝۳۴

بولنے والے ہیں تو ان کو میری مدد کے لیے رسول بنادے وہ میری تصدیق کریں گے' کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے O

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا

فرمایا: ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے • ف۳۰ اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا کریں گے سو وہ

يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا ۚ أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ۝۳۵

آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے' ف۳۱ ہماری نشانیوں کے سبب سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے O ف۳۲

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

سو جب موسیٰ ہماری کھلی کھلی نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: یہ تو صرف ایک گھڑا ہوا (مصنوعی)

سیدنا محمد ﷺ سے پہلے ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام آپ سے پہلے سنا ہے' تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ ہونا اور ان کے باقی تمام کمالات ان کو ہمارے نبی ﷺ کے وسیلہ سے ہی حاصل ہوئے ہیں ف۲۸ وہب بن منبہ نے کہا: حضرت موسیٰ سے کہا گیا: آپ جہاں تھے' وہیں لوٹ آئیں۔ حضرت موسیٰ واپس آئے اور اپنے جبہ کے پلو کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا' فرشتہ نے کہا: یہ بتائیے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ کپڑا لپیٹنا آپ کو بچا سکتا ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! بلکہ میں کمزور ہوں' پھر انہوں نے اپنا ہاتھ کھول کر اس کو سانپ کے منہ میں ڈال دیا تو وہ پھر دوبارہ عصا بن گیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۵۲) ف۲۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو اپنے ہاتھ کی چمک اور شعاؤں سے خوف ہو تو اپنے ہاتھ کو پھر گریبان میں ڈال لیں' وہ پھر اپنی حالت میں واپس آ جائے گا۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کو بھی کسی چیز سے خوف لاحق ہو اور وہ اپنے بازو کو اپنے ساتھ ملا لے تو اس کا خوف جاتا رہے گا۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۳۴) ف۳۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک فرعونی مارا جا چکا تھا' اور جب ان کو معلوم ہوا کہ اس وجہ سے فرعونی سردار ان کو قتل کرنے کی فکر میں ہیں تو حضرت موسیٰ مصر سے ہجرت کر کے مدین کی طرف چلے گئے' اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کے پاس جا کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا: وہ تو میرے خون کے پیاسے ہیں' ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے قصاص میں قتل کر ڈالیں' پھر حضرت موسیٰ کو یاد آیا کہ جب بچپن میں انہوں نے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی تھی تو انہوں نے آزمائش کے لیے آپ کے سامنے ایک انگارہ اور ایک کھجور یا موتی رکھا تھا تو آپ نے انگارے کو منہ میں ڈال لیا تھا' جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی اور آپ کو روانی سے بولنے میں دشواری ہوتی تھی' اس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں' اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے' ان سے میرا بازو مضبوط کر دے اور ان کو میرے کار تبلیغ میں میرا شریک بنا دے تاکہ میں آسانی سے فریضۂ رسالت ادا کر سکوں' اور تیرے بندوں کو تیری عبادت کی طرف بلا سکوں' اس جگہ بھی یہی دعا نقل فرمائی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے بھائی ہارون کو بھی میرے ساتھ رسول بنا دے تاکہ وہ میرے معاون اور میرے وزیر ہو جائیں۔ اس سے میرا بازو مضبوط ہو گا اور میرے دل کو تقویت ہو گی' کیونکہ دو آدمیوں کی بات ایک آدمی کی بہ نسبت زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور اگر میں نے تنہا فرعون اور اس کے حواریوں کو تبلیغ کی تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اس دعا کے جواب میں فرمایا: ہم عنقریب آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ عطا کریں گے' سو وہ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے' ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ''قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ O'' (طٰہٰ:۳۶) اے موسیٰ! تمہارے تمام سوالات پورے کر دیئے گئے ہیں O اس لیے بعض اسلاف نے یہ کہا کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر کیا کیونکہ حضرت موسیٰ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی کو نبی بنا دیا اور ان کو حضرت موسیٰ کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا ف۳۱ اس آیت میں آپ کی تسلی کے لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت قوی معجزات عطا کیے ہیں' سو ہمارے ان معجزات کی وجہ سے فرعون اور اس کے حواری آپ دونوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے' سو آپ بے خوف و خطر تبلیغ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات میں ہمارے نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے: ''يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' (المائدہ:۶۷) اے رسول مکرم! جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا' اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ ''الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا O'' (الاحزاب:۳۹) (انبیاء سابقین) اللہ کے پیغام کو پہنچاتے تھے اور وہ اس سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے O ف۳۲ اس آیت میں فرمایا ہے: ہماری نشانیوں کی

مُفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝۳۶ وَقَالَ

جادو ہے' اور ہم نے اپنے پہلے باپ دادا کے زمانہ میں ان باتوں کو نہیں سناO اور موسیٰ نے

مُوْسٰی رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ

کہا: میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لیے اچھا

تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۷ وَقَالَ

اخروی انجام ہے' بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتےO ۳۳ اور فرعون نے کہا:

فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ

اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا' اے ہامان میرے لیے

یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی

اینٹوں کو آگ سے پکاؤ' پھر میرے لیے ایک بلند عمارت بناؤ تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر

اِلٰهِ مُوْسٰی ۙ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝۳۸ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ

دیکھوں' اور بے شک میں اس کو جھوٹوں میں سے گمان کر رہا ہوںO ۳۴ اور فرعون نے اور اس

وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا

کے لشکروں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں

لَا یُرْجَعُوْنَ ۝۳۹ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ

لوٹائے جائیں گےO ۳۵ سو ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا' پھر ہم نے ان سب کو دریا میں ڈال دیا' ۳۶ سو

كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ۝۴۰ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی

دیکھئے ظالموں کا کیسا انجام ہواO اور ہم نے ان کو (کافروں کا) امام بنا دیا جو لوگوں کو

وجہ سے آپ دونوں اور آپ کے متبعین غالب رہیں گے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ'' (المجادلہ:۲۱) اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول ضرور غالب رہیں گے وٖ۳۳ اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف گئے اور ان کے سامنے اللہ کے عطا کیے ہوئے قوی معجزات اور مستحکم دلائل پیش کیے اور ان کو اللہ کی توحید اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے کی دعوت دی' جب فرعون اور اس کے درباریوں نے یہ پیغام سن لیا اور معجزات کا مشاہدہ کر لیا تو ان کو اپنے دلوں میں یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ سچے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچانے والے ہیں' پھر بھی ان کے دلوں میں کفر راسخ ہو چکا تھا اور باپ دادا کی اندھی تقلید پر وہ سالہا سال سے چلے آ رہے تھے اور فرعون لوگوں کے سامنے اپنی جھوٹی عزت اور اپنا رعب قائم رکھنا چاہتا تھا' اس لیے اس نے حق کو ماننے اور قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت موسیٰ کو سچا مان لینے میں اپنی ہتک محسوس کی' اس لیے اس نے تکبر اور سرکشی سے کہا: یہ تو صرف مصنوعی اور بناوٹی جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے باپ دادا کے زمانہ میں یہ نہیں سنا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے' ہم تو یہی سنتے چلے آ رہے ہیں کہ اور خدا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خدائی میں شریک ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: میری اور تمہاری بہ نسبت اللہ تعالیٰ بہت زیادہ جاننے والا ہے کہ کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور وہ عنقریب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا کہ انجام کار کس کو کامیابی نصیب ہوتی ہے اور بے شک ظالم لوگ یعنی اللہ کے شریک ٹھہرانے والے فلاح نہیں پاتے وٖ۳۴ فرعون نے اس قدر بلند قلعہ اس لیے بنایا تھا کہ اس سے بلند عمارت اس وقت تک نہیں بنائی گئی تھی اور اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس دعویٰ کا رد کرے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا ہے جو تمام جہانوں کا خدا ہے جیسا کہ اس نے کہا تھا: میں موسیٰ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔ اور اس نے کہا: اے درباریو! میں اپنے سوا تمہارا اور کوئی خدا نہیں جانتا وٖ۳۵ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر اور اس کی سرکشی کو بیان فرمایا ہے کہ فرعون لعنہ اللہ نے اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کیا تھا جیسا کہ فرمایا: ''فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ'' (الزخرف:۵۴) وہ اپنی قوم کو کم عقل سمجھتا ہے (اس نے ان کو بہکایا) سو انہوں نے اس کی بات مان لی۔ اس نے اپنی قوم کو اپنی خدائی ماننے کی دعوت دی اور انہوں نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس کی خدائی کو مان لیا اور اس نے کہا: اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں جانتا' اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اس قول کی خبر دی: ''فَحَشَرَ فَنَادٰیO فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰیO فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰیO'' (النزعٰت:۲۵-۲۳) پھر فرعون نے سب کو جمع کر کے اعلان کیاO پس کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوںO سو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت کے عبرت ناک عذاب میں گرفتار کر لیاO یعنی جب فرعون نے سب لوگوں کو جمع کر کے ان میں اپنی الوہیت کا اعلان کیا تو سب نے اس کو اپنا معبود مان لیا اور اس کی اطاعت کی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے انتقام لیا اور اس کو دنیا والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا' فرعون کی دیدہ دلیری یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہا تھا کہ ''قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَO'' (الشعراء:۲۹) فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو خدا قرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گاO وٖ۳۶ یعنی ایک دن صبح کے وقت ہم نے ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔

النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ

دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی O اور ہم نے اس دنیا میں

الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

(بھی) ان کے پیچھے (اپنی) لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بد حال لوگوں میں سے ہوں گے O ۳۷

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ

اور ہم نے پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب

الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

دی ۳۸ جو لوگوں کے لیے بصیرت افروز تھی اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ

اور آپ (طور کی) مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا تھا

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ

اور نہ آپ اس وقت (ان کو) دیکھنے والوں میں سے تھے O لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا

سو ان پر طویل زمانہ گزر گیا' اور نہ آپ اہل مدین میں رہتے تھے کہ آپ ان پر ہماری آیتیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

تلاوت کرتے' اور البتہ ہم ہی (آپ کو) رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں O اور نہ آپ (پہاڑ) طور کی جانب تھے

الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

جب ہم نے ندا فرمائی تھی' ۳۹ لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے (کہ اس نے آپ کو غیب کی خبریں دیں) ۴۰

۳۷ یعنی جو لوگ خدا کے منکر ہیں اور دہریے ہیں' اور رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور فرعون کے راستہ اور اس کے طور طریقہ پر چلتے ہیں' ہم نے فرعون کو ان کا پیشوا بنا دیا' اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اور اس کے فرشتوں نے ان پر لعنت کی اور رسولوں کے پیروکاروں اور مؤمنوں نے ان پر لعنت کی اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی اور قیامت کے دن وہ بد حال لوگوں میں سے ہوں گے' قتادہ نے کہا: یہ آیت اس آیت کی طرح ہے: ''وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ O'' (ھود:۹۹) اور ان پر اس دنیا میں بھی لعنت کی گئی اور آخرت میں بھی' ان کو کیسا بُرا انعام دیا گیا O (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۸۔ ۴۲۷ ملخصاً) ۳۸ اس آیت کی تفسیر میں امام حاکم نیشاپوری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب سے تورات کو نازل کیا ہے' اس نے سوا اس بستی کے جس کے لوگوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا تھا' اس نے روئے زمین پر اور کسی قوم یا قرن یا امت پر آسمانی عذاب نہیں بھیجا۔ (المستدرک :۳۵۳۴) اور قرون اولیٰ (پہلے زمانہ کے لوگوں) سے مراد ہیں: قوم نوح' قوم عاد اور قوم ثمود' جن کو ہلاک کیا گیا ۳۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی امت کو اس وقت نداء کی جب وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے' اے امت محمدیہ! میں نے تمہارے دعا کرنے سے پہلے تمہاری دعا کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ نداء فرمائی تھی جب حضرت موسیٰ ستر افراد کو لے کر پہاڑ طور پر گئے تھے۔ وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سیدنا محمد ﷺ کی فضیلت کا ذکر کیا تو حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے ان کو دکھا' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کو نہیں دیکھ سکتے اگر تم چاہو تو میں تم کو ان کی آواز سنا دوں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں! اے میرے رب!' تو اللہ سبحانہ نے پکارا: اے امت محمد! تو انہوں نے اپنے آباء کی پشتوں سے جواب دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کی آواز سنا دی' پھر فرمایا: میں نے تمہارے دعا کرنے سے پہلے تمہاری دعاؤں کو قبول فرما لیا ہے' جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں گزر چکا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۰۳) ۴۰ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے وقت موجود نہیں تھے اور نہ وہ واقعات کسی کتاب میں آپ پر پڑھے گئے تھے' لیکن ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی طرف ان واقعات کی وحی فرمائی' یہ ہماری رحمت ہے تاکہ آپ کو جن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آپ ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں' اور ان کے سامنے آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو' اور ان مذکور الصدر چاروں آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت پر دلیل قائم کی ہے اور قرآن مجید کا معجزہ اور کلام اللہ ہونا بیان فرمایا ہے' کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کی رسالت پر دلیل قائم کی ہے اور قرآن مجید کا معجزہ اور کلام اللہ ہونا بیان فرمایا ہے' کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ کی ولادت سے لے کر فرعون کے غرق ہونے تک تمام احوال بیان فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان کس طرح مکالمہ اور مناظرہ ہوا' کوہ طور پر آپ پر کس طرح وحی نازل کی گئی' یہ تمام چیزیں آپ نے بیان فرمائیں حالانکہ آپ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں موجود نہ تھے اور آپ اُمی تھے' آپ نے یہ واقعات تورات میں نہیں پڑھے' نہ آپ علماء اہل کتاب کی مجلس میں رہے' پھر آپ نے یہ غیب کی خبریں کیسے بیان کر دیں' اس کی صرف یہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو ان خبروں پر مطلع فرمایا اور یہی آپ کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

تاکہ آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب بھی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ

اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم مومنوں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ

ہو جاتے (تو ہم کوئی رسول نہ بھیجتے) O ۴۱؎ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا: ان کو

اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے جیسے معجزے موسیٰ کو دیئے تھے کیا اس سے پہلے (کافروں نے) موسیٰ کے معجزوں کا

مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۗ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ

کفر نہیں کیا تھا! انہوں نے کہا: یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں نے کہا: بے شک ہم (ان میں سے)

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

ہر ایک کا کفر کرنے والے ہیں O ۴۲؎ آپ کہیے کہ تم اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو (بالفرض) ان دونوں سے

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ

زیادہ ہدایت دینے والی ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو O پس اگر یہ آپ کی دعوت قبول نہ کریں تو جان لیجئے کہ

اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ

یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گم راہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت

۴۱؎ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ آپ پر غیب کی باتوں کی وحی فرمانا ہماری رحمت ہے تاکہ آپ کے دعویٰ نبوت پر دلیل قائم ہو اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو مکہ والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تاکہ ان کے لیے ایمان نہ لانے کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور جب قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول آیا ہی نہیں تھا' ہم کیسے ایمان لاتے' اور اس کی نظیر یہ آیتیں بھی ہیں: "رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ" (النساء:۱۶۵) (اور ہم نے ثواب کی) خوش خبری دینے اور (عذاب سے) ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لیے (ایمان نہ لانے کا) اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ رہے۔ "يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ" (المائدہ:۱۹) اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا جو انقطاعِ رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکامِ شرعیہ) بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی (ثواب کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا نہیں آیا' تو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے

۴۲؎ مجاہد نے کہا: یہود نے قریش سے کہا: تم (سیدنا) محمد ﷺ سے سوال کرو کہ وہ ایسے معجزات لے کر آئیں جیسے معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ قریش سے یہ کہیں کہ وہ یہود کے پاس جا کر یہ کہیں کہ کیا تم نے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار نہیں کیا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات ایک ہی بار مکمل نازل ہو گئی تھی' اسی طرح آپ پر بھی قرآن مجید ایک بار ہی مکمل کیوں نہیں نازل ہوا اور جس طرح ان کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دیا گیا تھا' آپ کو بھی ایسے معجزات کیوں نہیں دیئے گئے' نیز ان کے لیے سمندر کو چیر کر راستہ بنایا گیا' ان کی امت پر بادل کا سایا کیا گیا' پتھر سے پانی نکالا گیا' ان پر من وسلویٰ نازل کیا تو آپ کے لیے ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے جن معجزات کو طلب کیا تھا' وہ معجزات اثباتِ نبوت کے لیے لازم نہیں تھے' کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ایک جیسے ہوں اور نہ یہ ضروری ہے کہ ان پر ایک جیسی کتاب نازل ہو' کیونکہ اصلاح اور ہدایت کے لیے کتاب کا نازل ہونا ضروری ہے خواہ وہ کتاب ایک بار ہی مکمل نازل کر دی جائے یا تھوڑی تھوڑی حسبِ ضرورت نازل کی جائے' اور معجزات کا ایک جیسا ہونا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ ہر زمانہ کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں' اس لیے اس زمانہ کے تقاضوں کے اعتبار سے معجزات عطا کیے جاتے ہیں' پھر فرمایا: یہ یہود جو مشرکین کو اعتراض سکھا رہے ہیں کہ تم (سیدنا) محمد (ﷺ) سے یہ کہو کہ وہ ایسے معجزات دکھائیں جیسے معجزات حضرت موسیٰ نے پیش کیے تھے تو اے یہودیو! یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے آباء واجداد نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا کفر نہیں کیا تھا اور ان کو جادوگر نہیں کہا تھا؟

هُدًى مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ

کو چھوڑ کر اپنی خواہشوں کی پیروی کرے بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O ۴۳ اور ہم لگاتار

وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَؕ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

(اپنا) کلام لوگوں کے لیے بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں O ۴۴ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا

وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں O ۴۵ اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ

اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾

ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے ہیں O ۴۶

اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان (کے اعمال) کا دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو

السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا

اچھائی سے دور کرتے ہیں ۴۷ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں O اور جب وہ کوئی بے ہودہ

عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘

بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں تمہیں سلام ہو

لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ

ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے O ۴۸ بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے لیکن

اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ قَالُوْۤا

اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے O ۴۹ اور انہوں نے کہا

ع ۵ / ۸

ف۴۳ یعنی اے مشرکو! اگر تم ان دونوں کتابوں تورات اور قرآن کا انکار کرتے ہو اور ان کو جادو کہتے ہو اور ان کو ہدایت دینے والی کتابیں نہیں مانتے تو پھر کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو اور اگر وہ آپ کے اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو پھر اے نبی مکرم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ جان لیجئے کہ یہ صرف اپنے دل کے خیالات اور آراء کی پیروی کرتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے شیطان کی تقلید کرتے ہیں ف۴۴ اس آیت کا معنی ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی قوم قریش بنی اسرائیل کے یہودیوں کے لیے مسلسل ماضی کی خبریں بھیجتے رہے اور جن قوموں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس کی پاداش میں ہم نے ان پر عذاب نازل کیا تھا' ان کی خبریں سناتے رہے' تاکہ یہ لوگ ان کی طرح اللہ کا کفر نہ کریں اور اس کے رسولوں کی تکذیب نہ کریں' اور ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔ اگر ایک ہی بار پورا قرآن نازل کر دیا جاتا اور ان پر بار بار آیات نازل نہ ہوتیں تو ان کو نصیحت حاصل کرنے کے اتنے مواقع میسر نہ ہوتے ف۴۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب کی خبر دی ہے جو ابتداء میں قرآن مجید پر ایمان لے آئے تھے' جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان وغیرہما اور ان میں وہ علماء نصاریٰ بھی داخل ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ چالیس افراد تھے' ان میں سے بتیس (۳۲) افراد تو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ (۸) افراد شام سے آئے تھے' یہ لوگ نصاریٰ کے ائمہ تھے ف۴۶ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے نزول سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اس کی بشارت پڑھ کر اس پر ایمان لا چکے تھے' یا ہم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت پڑھ کر آپ پر ایمان لا چکے تھے' یا اس کا معنی ہے: ہم پہلے ہی موحد تھے' یا ہمارا پہلے ہی ایمان تھا کہ عنقریب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے اور آپ پر قرآن نازل ہوگا۔ اس آیت میں جو فرمایا ہے: ہم پہلے ہی مسلمین تھے' اس سے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ہم پہلے ہی اطاعت گزار اور اطاعت شعار تھے' اسلام کا معروف اصطلاحی معنی صرف دین اسلام ہے اور صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۶۳) ''اسلام'' کا لفظ ہمارے نبی کے دین کے ساتھ مخصوص ہونے اور ''مسلمین'' کا لفظ ہمارے نبی کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہونے کے متعلق تفصیل وتحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۸ ص ۸۲۵ تا ۸۳۶ ملاحظہ فرمائیں ف۴۷ اس آیت کی تائید اور تصدیق میں یہ حدیث ہے: ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کو دگنا اجر ملے گا' اہل کتاب سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا اور وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور وہ شخص جس کے پاس باندی ہو' وہ اس کو ادب سکھائے تو اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے تو اچھی تعلیم دے' پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ (صحیح البخاری: ۹۷) ف۴۸ یہ سلام متارکہ ہے' سلام تحیت نہیں ہے یعنی یہ کسی کی تعظیم کرنے کے لیے سلام نہیں ہے بلکہ اس سے تعلق منقطع کرنے کے لیے سلام ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۳۱۵) ف۴۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا: آپ کہیے ''لا الٰہ الا اللہ'' قیامت کے دن اس کلمہ کی وجہ سے میں آپ کے حق میں شہادت دوں گا۔ ابو طالب نے کہا: اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے اور یہ نہ کہتے کہ موت کی گھبراہٹ میں انہوں نے کلمہ توحید پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۳۱۸۸) ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ اختلافی ہے' صحیحین اور سنن کی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو طالب ایمان نہیں لائے تھے' بعض علماء نے ابو طالب کے اشعار سے استشہاد کرتے ہوئے ایمان ابو طالب کا قول کیا ہے' تاہم اگر ابو طالب کے عدم ایمان کا قول ہی کیا جائے تو پھر بھی ابو طالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور ان کے متعلق فضول بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے علویوں کو ایذاء پہنچتی ہے بلکہ یہ بعید نہیں کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے کیونکہ اس آیت سے بہر حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ

إِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ

اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے' کیا ہم نے ان کو

لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا

حرم میں نہیں آباد کیا جو امن والا ہے' اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں'

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ

لیکن ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتےO ف۵۰ اور ہم نے بہت سی ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جن کے

مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا

رہنے والے اپنی خوش حالی پر اتراتے تھے ف۵۱ سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم

قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

سکونت کی گئی ہے ف۵۲ اور (انجام کار) ہم ہی وارث ہیں O اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا

والا نہیں ہے جب تک کہ ان کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کو تلاوت کرتا ہو اور ہم صرف

مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ

ان ہی بستیوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جن کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں O ف۵۳ اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے

شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

تو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس (اجر) ہے وہ اچھا ہے

وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰ ع اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ

اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے' تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتےO ف۵۴ کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا جس کو

آپ کو ابوطالب سے محبت تھی' اور صاحب عقل کو احتیاط لازم ہے۔(روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۴۴) اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ہدایت دینے کی نفی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" (القصص: ۵۶) بے شک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے' لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے' اور دوسری آیت میں آپ کے ہدایت دینے کو ثابت فرمایا ہے: "اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO" (الشوریٰ: ۵۲) بے شک آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتے ہیںO اور بہ ظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' اس کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) ہدایت دینے کے ثبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اسلام اور صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی نفی کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو مسلمان نہیں بناتے اور اس کو صراطِ مستقیم کی توفیق نہیں دیتے' یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے (۲) نفی کا محمل یہ ہے کہ آپ کسی کے دل میں ہدایت پیدا نہیں کرتے اور ثبوت کا محمل یہ ہے کہ آپ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہدایت کو نافذ کرتے ہیں (۳) آپ خلقاً ہدایت نہیں دیتے اور کسباً ہدایت دیتے ہیں (۴) آپ "اراءة الطریق" کرتے ہیں (راستہ دکھاتے ہیں) اور "ایصال الی المطلوب" اللہ تعالیٰ کرتا ہے یعنی وہ مطلوب تک پہنچا دیتا ہے' دنیا میں مؤمن بنا دیتا ہے اور آخرت میں جنت عطا فرما دیتا ہے ف۵۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل کیا ہے' امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے سیدنا محمد ﷺ سے کہا: اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اُچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان: ۲۰۹۷۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کا جواب دیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں بہ کثرت رزق رکھا ہے' حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کرنے والے ہو' اور بتوں کی پرستش کی طرف رغبت کرنے والے ہو' پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم زیادہ متوقع ہوگا اور تمہیں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا ف۵۱ اس آیت میں کفار کے اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ ہم ایمان لائے تو ہم سے یہ نعمتیں زائل ہو جائیں گی' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ایمان لانے سے نعمتیں زائل نہیں ہوتیں بلکہ ایمان نہ لانے سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں' پچھلی امتوں کے جو لوگ ہماری دی ہوئی خوش حالی پر اتراتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے' ہم نے ان کی بستیاں ہلاک کر دیں ف۵۲ ان میں سکونت نہ ہونے کی یہ تفصیل ہے کہ (۱) ان خالی مکانوں میں صرف مسافر یا راستہ سے گزرنے والے ایک یا دو دن رہتے تھے (۲) ان مکانوں میں رہنے والوں کے گناہوں کی نحوست ان مکانوں میں سرایت کر گئی تھی' اس لیے ان مکانوں میں کوئی نہیں رہتا تھا ف۵۳ ہر چند کہ قریش مکہ بھی کفر اور شرک کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ عنقریب ایمان لے آئیں گے اور اگر یہ خود ایمان نہ لائے تو ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایمان لے آئیں گے ف۵۴ اس آیت میں کفار کے اس شبہ کا جواب ہے کہ ان کے ایمان لانے سے ان کی دنیا کی نعمتیں زائل ہو جائیں گی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دنیا کی جن نعمتوں کے زوال کے خوف سے ایمان نہیں لا رہے' وہ دنیا کی زندگی کا عارضی سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو آخرت کا اجر ہے' وہ دائمی ہے اور وہی اچھا ہے۔

لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

وہ حاصل کرنے والا ہے' اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کی چیزیں دیں' پھر وہ قیامت کے دن

مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

(مجرموں کے ساتھ) حاضر کیا جائے گا O ف۵۵ اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا: وہ کہاں ہیں

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا

جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے؟O وہ لوگ کہیں گے جن کے متعلق (عذاب کی) وعید ثابت ہو چکی ہے: اے ہمارے

هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫

رب! یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا ہم نے ان کو اس طرح گمراہ کیا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے' ہم ان سے بیزار ہو کر

مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

تیری طرف رجوع کرتے ہیں' یہ صرف ہماری عبادت نہیں کرتے تھے O ف۵۶ اور ان سے کہا جائے گا: ان کو بلاؤ جن کو تم اللہ کا شریک

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾

کہتے تھے تو وہ ان کو پکاریں گے' سو وہ ان کو کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور وہ سب عذاب کو دیکھیں گے کاش وہ ہدایت پا لیتے O ف۵۷

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ

اور جس دن وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ O تو اس دن ان

عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ

سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی' پس وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے O ف۵۸ سو جس نے توبہ

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے' پس عنقریب وہ کامیابوں میں سے ہو جائے گا O ف۵۹

ف۵۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت حمزہ بن عبد المطلب اور ابو جہل بن ہشام کے متعلق نازل ہوئی' مجاہد نے کہا: یہ آیت نبی ﷺ اور ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی۔ (جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۱۹) اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ہر مؤمن اور ہر کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ کافروں کو دنیا میں بہت عیش و آرام اور وسعت دی گئی ہے اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ ہے اور ہر مؤمن اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے دنیا کے مصائب و آلام برداشت کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے جنت ہے ف۵۶ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو نداء کر کے یہ فرمائے گا: جن کو تم اپنے زعم میں میرا شریک قرار دیتے تھے' اور یہ کہتے تھے کہ وہ آخرت میں تمہاری مدد کریں گے اور تمہاری شفاعت کریں گے وہ اب کہاں ہیں؟ ان مشرکین کے سردار اور رئیس کہیں گے: اے ہمارے رب! ان لوگوں کو ہم نے شریک بنانے کی دعوت دی تھی' ان سے کہا جائے گا: تم نے ان کو گم راہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم نے ان کو اسی طرح بہ رضا و رغبت گم راہ کیا تھا' جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گم راہ ہوئے تھے' ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں' شیاطین اپنے پیروکاروں سے براءت کا اظہار کریں گے اور ان کے سردار پہلے لوگوں سے براءت کا اظہار کریں گے ف۵۷ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ دنیا میں ہدایت پا لیتے تو وہ ہدایت ان کو آخرت میں فائدہ پہنچاتی اور ان سے عذاب کو دور کر دیتی۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے تو دنیا میں بتوں کی عبادت نہ کرتے' اور آخرت میں جب وہ مشرکین عذاب کو دیکھیں گے تو یہ خواہش کریں گے کہ کاش! وہ دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے ف۵۸ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا کہ جب تمہارے پاس انبیاء بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اللہ کے پیغام پہنچائے تھے تو تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟ اس وقت ان سے خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی' مجاہد نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت کوئی عذر نہیں پیش کر سکیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے پاس رسول بھیج کر ان پر اپنی حجت تمام کر دی اور وہ ایک دوسرے سے عذر کو پوچھ بھی نہیں سکیں گے' اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن ان پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ نہ خود ان کے دماغوں میں کوئی عذر آئے گا نہ وہ کسی سے عذر پوچھ سکیں گے ف۵۹ جو شخص کفر اور شرک سے توبہ کرے گا اور رسول کی تصدیق کرے گا اور اس پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا' فرائض کو پابندی کے ساتھ دائماً پڑھے گا اور نوافل کی کثرت کرے گا تو وہ یقیناً کامیاب لوگوں میں سے ہوگا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں ہے ف۶۰ اللہ پاک ہے

اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ

اور ان چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور آپ کا رب ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو وہ اپنے سینوں میں

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى

چھپاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ ظاہر کرتے ہیں O اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے دنیا اور آخرت

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

میں اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے O ف۶۱ آپ کہیے: یہ بتاؤ! اگر

جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

اللہ تمہارے لیے قیامت تک کی مسلسل رات بنا دے تو اللہ کے سوا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے؟ کیا پس تم نہیں سنتے! O آپ کہیے: یہ بتاؤ

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

اگر اللہ تمہارے لیے قیامت تک کا مسلسل دن بنا دے تو اللہ کے سوا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

معبود ہے جو تمہارے لیے رات لے کر آئے جس میں تم آرام کر سکو؟ کیا پس تم نہیں دیکھتے O

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات کو اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں

ف۶۰ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ بندوں کو کسب کے سوا کسی چیز کا اختیار نہیں ہے' یعنی وہ جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: بندوں نے جب کوئی کام کرنا ہو تو اس وقت تک کوئی کام نہ کریں جب تک اس کام کے متعلق استخارہ نہ کرلیں' حدیث میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے' جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے' آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نفل نماز پڑھے' پھر یہ دعا کرے: اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے طاقت کو طلب کرتا ہوں' اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں' کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا' اور تو علام الغیوب ہے' اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور معاش میں اور میرے انجامِ کار میں میرے لیے بہتر ہے تو اس کام کو میرے لیے مقدر کر دے اور اس کو میرے لیے آسان کر دے اور میرے لیے اس میں برکت رکھ دے' اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور معاش اور میرے انجام کار میں بُرا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھ کو اس سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے' خواہ وہ کہیں بھی ہو پھر مجھ سے راضی ہو جا' اور فرمایا کہ دعا کرنے والا اپنی حاجت اور اپنے کام کا ذکر کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۶۲) ف۶۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے واجب ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی کا حکم واجب الاطاعت نہیں ہے' اور رسول اللہ کے احکام بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں یا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ اوّلاً بالذات حکم دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے' پھر جس کو اللہ تعالیٰ حکم دینے کا منصب عطا فرمائے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ ارشاد دراصل شرک کی تردید میں ہے۔ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے جو بے شمار معبود بنا لیے ہیں اور ان کو اپنی طرف سے جو اوصاف مراتب اور مناصب سونپ رکھے ہیں' اس پر اعتراض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے پیدا کیے ہوئے انسانوں' فرشتوں' جنوں اور دوسرے بندوں میں سے ہم خود جس کو جیسے چاہتے ہیں اوصاف' صلاحیتیں اور طاقتیں بخشتے ہیں اور جو کام جس سے لینا چاہتے ہیں لیتے ہیں۔ یہ اختیارات آخر ان مشرکین کو کہاں سے مل گئے کہ میرے بندوں میں سے جس کو چاہیں مشکل کشا' جسے چاہیں گنج بخش اور جسے چاہیں فریاد رس قرار دے لیں؟ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶۵۸) اہل سنت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کو غوثِ اعظم کہتے ہیں اور دیگر اولیاء کرام کو بھی غوث اور قطب کہتے ہیں اور غوث کے معنی ہیں: فریاد رس' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشاء کہتے ہیں اور حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ المعروف داتا گنج بخش کو گنج بخش کہتے ہیں' ابو الاعلیٰ مودودی نے اس عبارت میں ان (اہل سنت) کو مشرکین قرار دیا ہے' جب کہ اہل سنت ان اولیاء کرام کو غوث' مشکل کشاء یا گنج بخش حقیقتاً اور بالذات نہیں کہتے۔ کسی شخص کو حقیقتاً اور بالذات مشکل کشاء یا گنج بخش اعتقاد کرنا' یہ شرک ہے اور مجازاً یعنی اسناد مجازی کے طور پر ان کی طرف ان اوصاف کی نسبت کرنا شرک نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید میں اس کی نظائر موجود ہیں۔ حضرت جبرئیل نے حضرت مریم سے کہا: ''قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا O'' (مریم: ۱۹) (جبرئیل نے) کہا: میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تا کہ آپ کو پاکیزہ لڑکا دوں O لڑکا یا بیٹا دینا اللہ کی صفت ہے لیکن جبرئیل نے اپنی طرف بیٹا دینے کی نسبت کی اور یہ اسناد مجازی ہے' اسی طرح اہل سنت بھی مجازاً اولیاء کرام کی طرف بیٹا دینے کی نسبت کرتے ہیں کیونکہ ان کی دعا سے بیٹا پیدا ہو جاتا ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے: ''وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ'' (التوبہ: ۷۴) اور ان (منافقین) کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو غنی اور دولت مند کر دیا۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دولت مند کرنے کی نسبت کی ہے اور یہ نسبت بھی مجاز عقلی ہے' اسی نہج پر اہل سنت اولیاء کرام کو مشکل کشاء' غوث اور گنج بخش مجازاً کہتے ہیں' کیونکہ وہ مسلمان ہیں' توحید کی گواہی دیتے ہیں' رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور تمام انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق مانتے ہیں اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ ان اوصاف کی نسبت اولیاء کرام کی طرف مجازاً کرتے ہیں' وہ بت پرست نہیں ہیں

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ

آرام کرو اور اس (دن) میں اس کے فضل کو تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو O ۶۳ اور جس دن

فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا

وہ ان کو ندا کر کے فرمائے گا: وہ کہاں ہیں جن کو تم اپنے گمان میں میرا شریک قرار دیتے تھے؟ O ۶۳ اور ہم ہر

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ

امت میں سے ایک گواہ کو الگ کر لیں گے پھر ہم فرمائیں گے: اپنی دلیل لاؤ تب وہ جان لیں گے کہ حق

لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ

اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ وہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا O ۶۴ بے شک قارون موسیٰ کی قوم

قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ

سے تھا' پھر اس نے ان کے خلاف سر اٹھایا' اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ

ان کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو تھکا دیتی تھیں' جب اس کی قوم نے اس سے کہا:

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ

تم اتراؤ مت' بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا O ۶۵ اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے

اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ

اس سے آخرت کے گھر کی تلاش کرو' اور اپنے دنیا کے حصہ کو (بھی) نہ بھولو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو

كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ

جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے' اور ملک میں سرکشی نہ کرو' بے شک

کہ ان کی طرف ان اوصاف کی نسبت حقیقتاً کریں' اور ظاہر ہے ابو الاعلیٰ مودودی تمام کہنے والوں کے حال پر متوجہ نہیں تھے کہ انہیں بغیر کسی قرینے کے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ ان اولیاء کو حقیقتاً مشکل کشاء اور غوث وغیرہ کہتے ہیں' اس لیے ان کو علی الاطلاق مشرکین وہی شخص کہہ سکتا ہے جو "علیم بذات الصدور" ہو اور دلوں کے حال جاننے کا دعویٰ رکھتا ہو اور حقیقت میں شرک بھی یہی ہے۔ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق شمار کرتے اور فرماتے کہ ان لوگوں نے ان آیتوں کو مؤمنوں پر چسپاں کر دیا جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ (صحیح البخاری' کتاب استتابۃ المرتدین' باب:۶) ف۶۲ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ان کے اسباب معیشت بیان فرمائے ہیں' اس نے دن بنایا تا کہ اس کی روشنی میں انسان اپنی روزی حاصل کرے اور رات بنائی تا کہ تھکا ماندہ انسان اس میں آرام کرے اور دن میں سورج کی حرارت سے غلہ اور پھل پک جائیں اور رات کو چاند کی کرنوں سے ان میں ذائقہ پیدا ہو' اور فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم غیر اللہ کی عبادت کر کے کتنی بڑی غلطی کر رہے ہو اور تم کو خود یہ اقرار ہے کہ اگر وہ رات کے بعد دن نہ لائے یا دن کے بعد رات نہ لائے تو اس کے سوا اور کوئی دن کے بعد رات' یا رات کے بعد دن نہیں لا سکتا' ان نعمتوں میں غور کرو تا کہ تم ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو

ع ۱۵ ۱۰

ف۶۳ یہ نداء اللہ تعالیٰ نہیں فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان (کفار) سے کلام نہیں کرے گا' قرآن مجید میں ہے: "وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (البقرۃ:۱۷۴) اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں فرمائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو حکم دے گا' وہ ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرے گا' اور مقامِ حساب میں ان کے خلاف حجت قائم کرے گا ف۶۴ مجاہد نے کہا: "شہید" (گواہ) سے مراد نبی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا O" (النساء:۴۱) سو اس وقت آپ کا کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے O اور ہر امت میں سے اس کا رسول "شہید" (گواہ) ہوتا ہے' جو اس کے متعلق گواہی دیتا ہے' اور "شہید" کا معنی ہے: حاضر' یعنی ہم ہر امت کے سامنے اس کے رسول کو حاضر کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم اپنا عذر پیش کرو کہ ایمان کیوں نہیں لائے' اس وقت ان کو یقین ہو جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام نے جو پیغام پہنچایا تھا وہ برحق تھا اور وہ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے تھے کہ اس کے ساتھ اور بھی معبود ہیں وہ سب ان کے دماغوں سے نکل جائیں گے ف۶۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عم زاد تھا' قارون کا نام تھا: قارون بن یصعب بن قاہث' اور حضرت موسیٰ کا نام تھا: موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ المؤمن: ۲۴۔ ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون بنی اسرائیل سے ہونے کے باوجود فرعون سے جا ملا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مقابلہ میں فرعون کے بعد وہ بھی ہامان کی طرح حضرت موسیٰ کے مخالفین میں سے تھا۔ قتادہ بن دعامہ نے کہا: قارون تورات بہت خوش الحانی سے پڑھتا تھا' لیکن وہ دشمن خدا' سامری کی طرح منافق تھا' وہ اپنے مال کی کثرت کی وجہ سے سرکش اور متکبر ہو گیا تھا اور وہ اپنی قوم کے سامنے بڑائی کے اظہار کے لیے اپنا لباس ایک بالشت لمبا رکھتا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ طاقت ور لوگوں کی جماعت ان خزانوں کی چابیاں اٹھانے سے تھک جاتی تھی' جب وہ سوار ہو کر نکلتا تھا تو ستر خچروں کے اوپر اس کے خزانے کی چابیوں کو لادا جاتا تھا۔

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ

اللہ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O ۷٦ اس نے کہا: یہ مال مجھے اس علم کی

عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ

وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے ۷۷ کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اس سے پہلے اللہ کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے

الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْـَٔلُ

جو اس سے زیادہ طاقت ور اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ

کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا O ۷۸ ایک دن وہ سج دھج کر اپنی قوم میں نکلا

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ

جو لوگ دنیاوی زندگی کے شائق تھے انہوں نے کہا: اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا

اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ

قارون کے پاس ہے بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے O ۷۹ اور جن لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ

علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے' جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک

صَالِحًا ۚ وَ لَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ

عمل کیے اس کے لیے اللہ کا اجر بہت اچھا ہے اور یہ (نعمت) صرف صبر کرنے والوں کو ملتی ہے O ۸۰ سو ہم نے اس کو اور اس کے

الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ

گھر کو زمین میں دھنسا دیا' پس اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی

ف۷٦ یعنی اس مال کو اللہ کی اطاعت میں اور اس کی راہ میں خرچ کرو' جس سے تم کو دنیا اور آخرت میں ثواب ملے گا' اور دنیا سے (بھی) اپنے نصیب کو نہ بھولو' اچھے کھانے پینے' لباس پہننے' مکان اور بیوی سے نکاح کے حصول میں اپنا مال خرچ کرو' حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن میں روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ!' آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو' روزہ بھی رکھو اور روزہ کو ترک بھی کرو اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کیا کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے' اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے (تو ہر حق دار کا حق ادا کرو)۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۵) اور جس طرح اللہ اپنی مخلوق پر احسان فرماتا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو' اور تم اپنی توجہ اور ہمت کو سرکشی اور فساد کی طرف مبذول نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ف۷۷ علماء اور واعظین کی نصیحت کے جواب میں قارون نے کہا: مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھے اس وجہ سے دیا ہے کہ اس کو معلوم تھا کہ میں اس مال کا مستحق ہوں' حالانکہ قارون کا یہ جواب بداہۃً باطل تھا کیونکہ اس کو یہ مال اس کے استحقاق کی وجہ سے نہیں دیا گیا تھا بلکہ یہ مال اسے اللہ تعالیٰ نے محض آزمائش کے لیے دیا تھا کہ آیا وہ یہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کر کے نیکی اور جنت کا راستہ اختیار کرتا ہے یا اس مال پر اترا کر فساد اور ہلاکت کا راستہ اختیار کرتا ہے ف۷۸ اس کا محمل یہ ہے کہ ان سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا گناہ کیے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام کاموں کا علم ہے' البتہ ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے یہ گناہ کیوں کیے تھے' اور قارون سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کئی قوموں کو ہلاک کیا اور ان قوموں کو ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا تھا' اور قارون کو اس کے تکبر اور بے حساب مال ہونے کے باوجود اس کی زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہلاک کیا گیا ف۷۹ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ایک دن قارون بہت شان و شوکت اور بہت کروفر سے نکلا' اس نے بہت قیمتی لباس پہنا' اور غلاموں اور باندیوں کے جلوس میں بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے اتراتا ہوا اور اکڑتا ہوا باہر آیا' دنیا کے طلب گاروں نے جب اس کو دیکھا تو انہوں نے کہا: اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا' یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور اس کی قسمت بہت اچھی ہے ف۸۰ علماء نے جب عام لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو وہ ان کو سمجھانے لگے کہ تم پر افسوس ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لیے جو نیک اور عبادت گزار ہیں' آخرت میں اس سے کہیں اچھی جزا تیار کر رکھی ہے۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا کھٹکا گزرا ہے' اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" (السجدہ: ۱۷) سو کوئی نفس نہیں جانتا کہ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیزیں چھپا رکھی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۲۴۴) امام ابن جریر نے کہا: جنت کی یہ نعمتیں ان لوگوں کو ملیں گی جو دنیا کی محبت اور دنیا کے عیش و آرام کے نہ ملنے پر صبر کریں گے اور آخرت میں رغبت کریں گے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ

اور نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا O اور کل تک جو لوگ اس کے مقام تک پہنچنے

بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے: افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے

مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ

اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے'

وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا

افسوس ہم بھول گئے تھے کہ کافر فلاح نہیں پاتے O اے یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مقدر کرتے ہیں ۲؎

لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ

جو زمین میں بڑا بننے کا ارادہ کرتے ہیں نہ فساد کرنے کا ۳؎ اور اچھا انجام پرہیز گاروں

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ

کے لیے ہے O اور جو شخص نیکی کرے گا اسے اس کی نیکی سے اچھا اجر ملے گا ۴؎ اور جو شخص برائی کرے گا

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا

تو جنہوں نے برائی کی ہے ان کو صرف ان ہی کاموں کی سزا ملے گی جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى

انہوں نے کیے ہیں O بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ)

مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّىْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِىْ

ضرور واپس لائے گا' ۵؎ آپ کہیے کہ میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے اور اس

۱؎ اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ قارون بڑے ناز و انداز اور کروفر اور تبختر کے ساتھ چل رہا تھا اور زمین پر اترا اترا کر اور اکڑ اکڑ کر چلنا' اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور وہ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دیتا ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص ایک حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) پہنے ہوئے جا رہا تھا' جو اس کو اچھا لگ رہا تھا' اور وہ اس پر اتراتا ہوا چل رہا تھا' اس نے اپنے سر کے بال لٹکائے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا' اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۸۹) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پچھلی امتوں میں ایک شخص غرور کے ساتھ اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ اسی طرح قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۹۰) قارون کے ہلاک ہونے اور زمین میں دھنسنے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ وہ اپنے مال و دولت اور جاہ و حشم پر بہت فخر اور تکبر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو زمین میں دھنسا دیتا ہے۔ اس کا دوسرا سبب مفسرین اور مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر زکوٰۃ دینا لازم کر دیا تھا' اس لیے وہ آپ کا دشمن ہو گیا تھا' ایک وجہ یہ ہے کہ وہ آپ پر حسد کرتا تھا اور کہتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور ہارون امام ہیں' میرے لیے کوئی منصب نہیں' پھر قارون نے ایک فاحشہ عورت کو رشوت دے کر اس پر تیار کیا کہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے ہوں تو وہ آپ سے کہے کہ تم وہی ہو نا جس نے میرے ساتھ فحش کام کیا تھا' (سو اس عورت نے اسی طرح کیا) حضرت موسیٰ یہ سن کر کانپ اٹھے' اسی وقت دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت سے کہا: میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں' جس نے سمندر میں تمہارے لیے خشک راستہ بنایا' جس نے تمہیں اور تمہاری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی' تم سچا واقعہ بیان کرو' یہ سن کر اس عورت کا رنگ اڑ گیا اور اس نے لوگوں کے سامنے قارون کے رشوت دینے کا واقعہ بیان کر دیا' حضرت موسیٰ پھر سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے قارون کی سزا طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے' آپ نے زمین سے کہا: تو قارون کو اور اس کے محل کو اور اس کے تمام مال کو نگل لے' سو زمین نے اس کو نگلنا شروع کیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا' اور بالآخر وہ اپنے جاہ و حشم کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۹' ملخصاً) ۲؎ اس "دار" سے مراد جنت ہے ۳؎ عکرمہ نے کہا: زمین میں "علو" اور "فساد" نہ چاہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ سلاطین اور بادشاہوں کے سامنے بڑا بننے کا ارادہ نہیں کرتے' مسلم البطین نے کہا: "علو" سے مراد ناحق تکبر کرنا ہے' حضرت علی نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے دوست کی جوتی کے تسمہ سے اچھا ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۰۲۳) حضرت علی کے ارشاد کی توجیہ یہ ہے کہ وہ اپنے دوست پر اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے اور اپنے دوست کو حقیر قرار دینے کے لیے یہ ارادہ نہ کرے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے دوست کی جوتی سے اچھا ہے' کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا' وہ خوب صورت تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! حسن و جمال میرے نزدیک پسندیدہ ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کس قدر حسن دیا گیا ہے حتیٰ کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ جائے خواہ وہ جوتی کے تسمہ میں ہی مجھ سے بڑھے' آیا یہ تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۹۲) ۴؎ سب سے بڑی نیکی "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" پڑھنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ میری امت کے ایک شخص کو منتخب کر کے الگ کھڑا کر دے گا' پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے' ہر رجسٹر حد نگاہ تک بڑا ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں' یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں' یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے (بقیہ صفحہ ۹۸۴ پر)

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ

کو جو کھلی گمراہی میں ہے○ اور آپ (کسی چیز سے) یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے ۷۶ے سو آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں○

وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ

اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کی گئی ہیں ۷۷ے اور اپنے رب کی

اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ

طرف (لوگوں کو) بلایئے اور آپ شرک کرنے والوں سے ہرگز نہ ہوں○ اور اللہ کے سوا کسی اور معبود

اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ

کی عبادت نہ کریں اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے ۷۸ے

لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

اسی کا حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○

۹ سورۃ العنکبوت مکیۃ ۸۵ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیاتہا ۶۹ — رکوعاتہا ۷

سورۃ العنکبوت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انہتر آیتیں سات رکوع ہیں

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ

الف لام میم○ کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا

لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ

نہیں جائے گا○ لے اور بے شک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تھا ۲ے سو اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کر

وقف لازم — ع ۹ — ۱۲

۷۶ے یعنی آپ پر صرف آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے یہ کتاب نازل کی گئی ہے اور کسی وجہ سے یہ کتاب نازل نہیں کی گئی یا آپ پر رحمت کے سوا اور کسی حال میں یہ کتاب نازل نہیں کی گئی۔ (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۹۲) اس آیت سے یہ استدلال درست نہیں ہے کہ آپ بعثت سے قبل اپنی نبوت سے بے خبر تھے کیونکہ آپ ﷺ نے دس سال کی عمر میں اپنے شق صدر کے واقعہ کو بیان کیا اور اسی واقعہ کو نبوت کی ابتداء قرار دیا۔ (دلائل النبوۃ لامام ابونعیم ج ۱ ص ۲۱۹) نیز آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کو شجر و حجر سلام کرتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کے ایک راستے پر جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا پتھر آتا تو وہ کہتا تھا: "السلام علیک یا رسول اللّٰہ" (سنن ترمذی: ۳۶۰۹) ۷۷ے اس آیت کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے سرداروں کو یہ بتایا کہ اگر وہ دل کے کسی گوشہ میں یہ اُمید اور توقع رکھے ہوئے ہوں کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے اسلام اور توحید کے پیغام میں کچھ ردّ و بدل یا کمی بیشی کرا لیں گے تو وہ مایوس ہو جائیں' اللہ کے نبی اس معاملہ میں ان کی کسی قسم کی مدد کرنے والے نہیں ہیں ۷۸ے اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' کیونکہ عبادت کا حق دار وہ ہوگا جس کی ذات واجب الوجود ہو' جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے' اور اس کے سوا ہر چیز ممکن ہے اور ہلاک ہونے والی ہے اور جو چیز ممکن ہو' وہ اپنے ہونے میں کسی اور کی طرف محتاج ہوگی اور جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو' وہ عبادت کا مستحق کب ہو سکتا ہے۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ العنکبوت: لے اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے' ابن جریج اور ابن عمیر نے کہا: یہ آیت حضرت عمار بن یاسر کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب ان کو اللہ کے ماننے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے تھے' جنہیں اللہ تعالیٰ کے واحد ماننے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور یہ سابقین اوّلین میں سے تھے' ایک دن نبی ﷺ ان کے پاس سے گزرے' جب ان کو عذاب دیا جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اے آلِ یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ (الاصابہ: ۵۷۲۰) ۲ے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے' ہم نے آپ سے عرض کیا: آیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے' آیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو زمین میں دبا دیا جاتا' پھر اس کے جسم پر آری رکھ کر اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا جاتا' اور یہ ظلم اسے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا' اور اس کے جسم میں لوہے کی کنگھی چلا کر اس کے گوشت' اس کی رگوں اور اس کے پٹھوں کو چھیل دیا جاتا اور یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا' اور اللہ اپنے اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا' البتہ اس کو اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیے کا ڈر ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۶۱۲)

اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ③ اَمْ حَسِبَ

دے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور ظاہر کر دے گا جو جھوٹے ہیں O ے جو لوگ برے کام کرتے

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ④

رہتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے! وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں O ے

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ

اور جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ بہت سننے والا

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ⑤ وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ

سب کچھ جاننے والا ہے O اور جو (اس کے دین میں) کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کوشش کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ⑥ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے O ے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ

تو ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے مٹا دیں گے ے اور ہم ان کے اچھے

الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ⑦ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ

کاموں کی ضرور ان کو جزا دیں گے O اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ

حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے، جس کا تجھے علم

فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧

نہیں ہے تو تو ان کی اطاعت نہ کر میری ہی طرف تم سب نے لوٹنا ہے پھر میں تم کو خبر دوں گا کہ تم کیا کام کرتے تھے O ے

ف۳ اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: سو اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو (بھی) ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں' اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستقبل میں ہونے والے کسی کام کا پہلے علم نہیں ہوتا بلکہ اس کام کے واقع ہو جانے کے بعد اس کا علم ہوتا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا امتحان لینے سے پہلے ان کا علم ہوتا ہے' اس کا علم قدیم تام ہے' اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دے گا حتیٰ کہ اس کا معلوم ہونا موجود اور محقق ہو جائے۔ الاخفش نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ اس کو ممتاز اور ممیز کر دے گا۔ (الکشف والبیان ج ۷ ص ۲۷۰) ف۴ اس سے یہ مراد ہے کہ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم کو عاجز کر دیں گے اور ہم ان کی گرفت نہیں کر سکیں گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت الولید بن المغیرہ' ابوجہل' الاسود' العاص بن ہشام' شیبہ' عتبہ' الولید بن عتبہ' عقبہ بن ابی معیط' حنظلہ بن ابی سفیان اور العاص بن وائل وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے رب کی صفات کے متعلق جو یہ کہا کہ وہ اپنے رب کی گرفت میں نہیں آسکیں گے' ان کا یہ کہنا بہت بُرا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ف۵ اس کا معنی ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہتا ہے اور کفار سے جہاد میں مشغول رہتا ہے تو اس کی یہ تمام سعی اپنے نفس کے لیے ہے' کیونکہ ان تمام نیک اعمال کا ثواب اس کو ہی ملے گا' ان اعمال کا کوئی نفع اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا' بے شک اللہ تمام جہانوں سے غنی ہے یعنی اس کو کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو' سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں' تم مجھ سے ہدایت کا سوال کرو میں تم کو ہدایت دوں گا' تم سب فقیر ہو' سوا اس کے جس کو میں غنی کروں' تم مجھ سے سوال کرو میں تم کو رزق دوں گا' اور تم سب گناہ گار ہو' سوا اس کے جس کو میں عافیت سے رکھوں' سو تم میں سے جس کو یقین ہو کہ میں گناہ بخشنے پر قادر ہوں' پھر وہ مجھ سے بخشش کا سوال کرے تو میں اس کو بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' اور اگر تمہارے اوّل و آخر اور زندہ اور مُردہ اور تر اور خشک مل کر ایک میرے بندوں میں سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار کے دل کے مطابق ہو جائیں تو میرے ملک میں مچھر کے پَر کے برابر اضافہ نہیں ہوگا' اور اگر تمہارے اوّل اور آخر اور زندہ اور مُردہ اور تر اور خشک مل کر میرے بندوں میں سے سب سے فاسق و فاجر کے دل کے مطابق ہو جائیں تو میرے ملک میں مچھر کے پَر کے برابر کمی نہیں ہوگی' اور اگر تمہارے اوّل اور آخر اور زندہ اور مُردہ اور تر اور خشک مل کر ایک میدان میں جمع ہو جائیں' پھر تم میں سے ہر انسان اپنی تمام آرزوؤں کا سوال کرے اور میں ہر شخص کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو میرے ملک میں سے صرف اتنی کمی ہوگی جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں سے سوئی ڈبو کر نکال لے' کیونکہ میں جواد اور واجد اور ماجد (بہت سخی اور بہت بزرگ) ہوں' جو چاہتا ہوں کرتا ہوں' میری عطا میرا کلام ہے اور میرا عذاب (بھی) میرا کلام ہے' جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو فقط اتنا کہتا ہوں "ہو" اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۴۹۵) ف۶ گناہوں کو مٹانے سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کے بعد جو دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے' اس نقطہ کو مٹا دیا جائے گا' یا فرشتوں نے اس کے صحائف اعمال میں اس کے جو گناہ لکھے ہیں' ان کو مٹا دیا جائے گا' یا یہ مغفرت اور بخشش سے کنایہ ہے ف۷ یہ آیت اور لقمان: ۱۴' اور الاحزاب: ۲۷' حضرت سعد بن ابی وقاص (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ اور ان کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان کے متعلق نازل ہوئی ہیں' جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے' حضرت سعد سابقین اوّلین میں سے تھے اور اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکی کرتے تھے' ان کی ماں نے کہا: یہ کون سا دین ہے جو ابھی ظاہر ہوا ہے؟ اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک کہ تم اپنے سابق دین کی طرف رجوع نہیں کرو گے' ورنہ میں مر جاؤں گی اور تم کو ہمیشہ یہ طعنہ دیا جائے گا کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو' پھر ان کی ماں نے پورا دن کھائے' پیے اور آرام کیے بغیر گزار دیا' پھر اس نے دوسرا دن بھی اسی طرح کھائے پیے بغیر گزار دیا' پھر حضرت سعد ان کے پاس گئے اور کہا: اے ماں! اگر آپ کے پاس سو زندگیاں ہوتیں اور آپ اسی طرح ایک ایک کر کے ان زندگیوں کو ختم کر دیتیں' پھر بھی میں اپنے دین کو ترک نہ کرتا' آپ چاہیں تو کھانا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم ان کو ضرور نیکو کاروں میں داخل کریں گےO ۸

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ

اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے پس جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی اذیت دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی

فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ

ایذاء کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں اور اگر آپ کے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو

لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ

وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے! کیا اللہ ان چیزوں کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہان

الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

والوں کے سینوں میں ہیں!O اور اللہ ایمان والوں کو ضرور ظاہر فرما دے گا اور منافقوں کو (بھی) ضرور ظاہر فرما دے گاO

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا: تم ہمارے طریقہ کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہوں کو اٹھا لیں گے' ۹ حالانکہ وہ

خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ

ان کے گناہوں میں سے کسی بھی چیز کو نہیں اٹھا سکیں گے' بے شک

لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَ

وہ ضرور جھوٹے ہیںO اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ (اور)

لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

کئی بوجھ اور قیامت کے دن ان سے ضرور ان کی افتراء کی ہوئی باتوں کے متعلق سوال کیا جائے گاO ۱۰ اور بے شک ہم نے نوح کو ان

کھائیں اور چاہیں تو کھانا نہ کھائیں۔ جب ان کی ماں حضرت سعد کے سابق دین کی طرف لوٹنے سے مایوس ہوگئیں تو پھر انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کریں اور حسن سلوک کریں اور اگر وہ اللہ کا شریک بنانے کا حکم دیں تو اس حکم میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۵۱) ف ۸ "صالحین" سے مراد ہے: جو نیکی کے آخری درجہ کو پہنچے ہوئے ہوں اور جب مؤمن نیکی اور تقویٰ کے انتہائی درجہ پر فائز ہوگا تو اس کو اس کا ثمرہ اور اس کی جزا حاصل ہوگی اور وہ جنت ہے' سو ان دونوں آیتوں کا ایک ہی مآل ہے ف ۹ کفار کے اس قول کا معنی یہ ہے: اگر تم نے ہمارے عقائد کو اپنا لیا تو ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ مشرکین قریش نے مسلمانوں سے کہا: ہم اور تم دونوں مرنے کے بعد زندہ نہیں کیے جائیں گے' اگر تمہارے گناہ ہوئے تو وہ ہمارے ذمہ ہیں اور جو کام تمہارے اوپر واجب ہیں ان کے نہ کرنے کا بوجھ بھی ہمارے ذمہ ہوگا' ایک روایت ہے کہ یہ کہنے والا ولید بن المغیرہ تھا ف ۱۰ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی کا حق ضائع کرے گا تو حق دار کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی گناہ کا سبب بنے گا' اس پر اس کے گناہ کا بوجھ ڈال دیا جائے گا۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا' پھر فرمایا: تم ظلم کرنے سے بچو' کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قسم کھا کر فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! آج کوئی شخص ظلم کی سزا پائے بغیر نہیں رہے گا' پھر ایک منادی نداء کرے گا: فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ وہ اپنی نیکیوں سمیت آئے گا' اس کی نیکیاں پہاڑوں کی طرح ہوں گی' لوگ نظریں اونچی کر کے اس کی طرف دیکھیں گے' حتیٰ کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے گا' پھر منادی یہ اعلان کرے گا: جس شخص کے حقوق اس کے ذمہ ہوں یا اس شخص نے جس پر ظلم کیا ہو وہ بدلہ لینے کے لیے آ جائے' پھر لوگ رحمٰن کے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں گے' پھر رحمٰن فرمائے گا: میرے اس بندے سے اپنے حقوق لے لو' لوگ کہیں گے: ہم اس سے کس طرح حقوق لیں' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس کی نیکیاں لے لو' لوگ اس کی نیکیاں لینا شروع کر دیں گے' حتیٰ کی اس کی ایک نیکی بھی نہیں رہے گی' اور ابھی بدلہ لینے والے باقی ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس سے اپنا حق لے لو' لوگ کہیں گے: اس کی تو اب ایک نیکی بھی نہیں رہی ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے اپنے گناہ اس کے اوپر لاد دو' پھر نبی ﷺ نے اس آیت سے استدلال کیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۱۸۷) قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جس نے کسی قوم کو گمراہی کی طرف بلایا' اس کے اوپر اس قوم کے گناہ لاد دیئے جائیں گے اور اس قوم کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۱۸۹) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مؤمن سے قیامت کے دن اس کی تمام باتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا' حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کے سرمہ کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا اور اس نے انگلی سے کسی کی مٹی کھرچی ہوگی' اس کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا' سوائے معاذ! میں قیامت کے دن تمہیں اس حال میں نہ پاؤں کہ کوئی شخص تم سے ان نیک اعمال کے لینے میں کامیاب ہو جائے جو تم کو اللہ نے عطا کیے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۱۹۰)

إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ

کی قوم کی طرف بھیجا ف۱۱ وہ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے ف۱۲ پس ان لوگوں کو طوفان نے پکڑ لیا اس حال

الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَ

میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے ○ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور

جَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾ وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا

ہم نے اس کشتی کو جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا ○ ف۱۳ اور ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی عبادت کرو

اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ

اور اس سے ڈرتے رہو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ○ ف۱۴ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر صرف بتوں کی

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ

عبادت کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو بے شک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ

وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں سو تم اللہ سے رزق طلب کرو

وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ

اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اور اگر تم تکذیب کرو

كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾

تو تم سے پہلے کتنی ہی امتیں تکذیب کر چکی ہیں ف۱۵ اور رسول کے ذمہ صاف صاف پیغام پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے ○

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا' پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا' بے شک یہ

ف۱۱ حضرت نوح علیہ السلام کے ماں باپ دونوں مؤمن تھے' ان کی ماں کا نام قینوش بنت برکاییل تھا' اوران کے والد کا نام شیث تھا' ان کو قابیل کی اولاد کی طرف مبعوث کیا گیا تھا' بعثت کے وقت حضرت نوح کی عمر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: اس وقت ان کی عمر ۵۰ سال تھی اور بعض نے کہا: اس وقت ان کی عمر تین سو پچاس (۳۵۰) تھی اور بعض نے کہا: اس وقت ان کی عمر چار سو اسی (۴۸۰) سال تھی۔ (عمدة القاری ج۱۵ص۲۹۸) ف۱۲ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے اور ان کی قوم کی اکثریت نے ان کی رسالت اور نبوت کو نہیں مانا اور بالآخر ان پر ایک طوفان بھیج کر ان کو غرق کر دیا گیا' اس میں نبی ﷺ کو یہ تسلی دی ہے کہ آپ کو مکہ میں تبلیغ کرتے ہوئے چند سال ہوئے ہیں' اگر یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے یا آپ کے ساتھ بدسلوکی کر رہے ہیں تو آپ رنج اور افسوس نہ کریں' حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھیں وہ ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور اسّی افراد کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لایا تو حضرت نوح علیہ السلام کی بہ نسبت آپ صبر کرنے کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ آپ کی تبلیغ کی مدت ان سے بہت کم ہے اور آپ کے متبعین ان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں ف۱۳ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ طوفان صرف ان ہی کے علاقہ میں آیا تھا یا تمام روئے زمین پر وہ طوفان آیا تھا۔ مسلم مؤرخین اور مفسرین کے زیادہ تر اقوال یہ ہیں کہ یہ طوفان پوری روئے زمین پر آیا تھا۔ امام ابن عساکر' امام ابن جوزی اور امام ابن الاثیر جزری' ان سب نے لکھا ہے: "فسارت بهم السفينة فطافت بهم الارض كلها فی ستة اشهر لا تقر علی شئی حتی اتت الحرم فلم تدخله' ودارت بالحرم اسبوعا ورفع البيت الذی بناه ادم رفع من الغرق"۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج۶۵ ص۱۸۷' المنتظم ج۱ ص۲۳۲' الکامل فی التاریخ ج۱ ص۴۱) وہ کشتی چھ ماہ تک تمام روئے زمین کے اوپر تیرتی رہی' وہ کسی چیز پر نہیں ٹھہری حتیٰ کہ حرم میں پہنچی اور اس میں داخل نہیں ہوئی اور حرم کے گرد ایک ہفتہ تک گھومتی رہی اور جس بیت کو حضرت آدم نے بنایا تھا اس کو اٹھا لیا گیا اور وہ غرق ہونے سے بلند رہا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: بعض جاہل فارسیوں اور اہل ہند نے وقوع طوفان کا انکار کیا اور کہا کہ یہ طوفان صرف ارضِ بابل (عراق) میں آیا تھا' یہ بے دین مجوسیوں کا قول ہے ورنہ تمام اہل ادیان کا اس پر اتفاق ہے اور تمام رسولوں سے منقول ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ طوفان آیا تھا اور یہ تمام روئے زمین پر چھا گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج۱ ص۱۸۲) ف۱۴ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا اجمالی ذکر فرمایا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو حکم دیئے تھے' ایک یہ کہ اللہ کی عبادت کرو' دوسرا یہ کہ اس سے ڈرتے ہو۔ اللہ کی عبادت کرو' اس حکم میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات ہے اور ڈرتے رہو' میں اس کا شریک بنانے کی ممانعت ہے' یا یہ کہ پہلے حکم میں فرائض اور واجبات پر عمل کرنے کا حکم ہے اور دوسرے حکم میں محرمات اور مکروہات کے ارتکاب کی ممانعت ہے ف۱۵ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم سے پہلے تو صرف حضرت نوح کی امت گزری ہے' پھر حضرت ابراہیم کا یہ فرمانا کس طرح درست ہوگا کہ تم سے پہلے کتنی ہی امتیں تکذیب کر چکی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح سے پہلے حضرت ادریس کی امت گزر چکی ہے' اور حضرت شیث کی قوم گزر چکی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے کئی نبی اور کئی امتیں گزر چکی ہوں گی کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں اور قرآن اور حدیث میں ہم سے صرف چند نبیوں کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" (المؤمن:۷۸) بے شک ہم آپ سے پہلے بہت رسول بھیج چکے ہیں' جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور بعض کے واقعات آپ سے بیان نہیں کیے۔ قرآن مجید میں صرف پچیس (۲۵) انبیاء اور رسل کا ذکر ہے اور جن کا ذکر نہیں ہے' ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ

اللہ پر آسان ہے O آپ کہیے کہ تم زمین میں سفر کرو' پس غور کرو کہ کس طرح اللہ نے ابتداءً مخلوق کو پیدا کیا ہے'

ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ ۚ

پھر اللہ دوسری بار نئی پیدائش کرے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾

وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے' اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O ۱۶

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ

اور تم (اللہ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں' اور اللہ کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ ۧ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

چھوڑ کر تمہارے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار O ۱۷ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں

اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اور اس سے ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان لوگوں کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ

درد ناک عذاب ہے O ۱۸ سو ابراہیم کی قوم کا صرف یہ جواب تھا کہ اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا ڈالو' ۱۹

اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

تو اللہ نے اس کو آگ سے بچا لیا' بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ

نشانیاں ہیں O ۲۰ اور ابراہیم نے کہا: تم نے صرف دنیاوی زندگی کی باہمی دوستی کی بناء پر اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے'

ف۱۶ یعنی وہ حاکم مطلق ہے' وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے' سب اس کے بندے اور مملوک ہیں اور اس کے فیصلہ اور تصرف پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے' وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو ضرور عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۱۳۶) اس آیت میں عذاب دینے کو رحم فرمانے کے ذکر پر مقدم کیا ہے حالانکہ حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت کرتی ہے۔ (مسند الحمیدی: ۱۱۲۶) چونکہ ان آیات میں کفار سے خطاب ہو رہا ہے' اس لیے اس مقام پر عذاب کا ذکر رحمت کے ذکر پر مقدم فرمایا اور اس لیے بھی کہ گناہ کرنے والے مسلمان اللہ کے عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز آ جائیں اور اس کی رحمت کی امید پر نیک کام کریں۔ یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ گناہوں پر عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور نیکیوں پر ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے

ع ۲ / ۹ / ۱۴

ف۱۷ اس سے پہلے کفار کو عذاب دینے کا ذکر فرمایا تھا اور عذاب سے نجات یا تو اس طرح ہو سکتی ہے کہ انسان عذاب دینے والے کی پہنچ سے بھاگ جائے اور اس کی گرفت سے باہر نکل جائے اور یا اس سے مقابلہ کر کے اس کو زیر کر دے' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صورتوں کا رد فرما دیا کہ تم اس سے بھاگ کر کہیں زمین میں جا سکتے ہو نہ آسمان میں اور نہ تم طاقت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روک سکتے ہو' کیونکہ اس کے مقابلہ میں تمہارا کوئی دوست ہے' نہ مددگار ہے ف۱۸ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وعظ ہی کا ایک حصہ ہے' پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر دلائل قائم کیے' پھر اپنی رسالت کو بیان فرمایا اور پھر حشر نشر اور حیات بعد الموت کا ذکر فرمایا' اور اب اس آیت سے انہوں نے توحید اور آخرت کے ذکر کو پھر دوہرایا اور جو کفار اس میں ان کی مخالفت کر رہے تھے' ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا: جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا' آیتوں سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود پر اور اپنی توحید پر جو دلائل قائم فرمائے تھے' ان کا انکار کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید پر جو دلائل قائم فرمائے تھے ان کا انکار کیا' اور اللہ سے ملاقات کا انکار کیا یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جانے کا انکار کیا' وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے' کیونکہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت مؤمنوں پر بھی ہے اور کافروں پر بھی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف مؤمنوں پر ہو گی کافروں پر نہیں ہو گی' سو آخرت میں کافر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے' ہر چند کہ ان کا مایوس ہونا آخرت میں متحقق ہو گا لیکن اس کا وقوع اور تحقق یقینی ہے' اس لیے فرمایا: وہ میری رحمت سے یعنی میرے رب کی رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان لوگوں کے لیے درد ناک عذاب ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ العنکبوت: ۱۶ سے العنکبوت: ۲۵ تک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم سے خطاب کو نقل فرمایا ہے اور درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بہ طور جملہ معترضہ نقل فرمایا' سو العنکبوت: ۲۳ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کو نقل نہیں فرمایا بلکہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے ف۱۹ جو شخص کسی شخص کے دلائل کا معقولیت کے ساتھ جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو ہمیشہ سے اس کا یہی طریقہ رہا ہے کہ پھر وہ دھمکیوں پر اتر آتا ہے' اسی طرح جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلائل سے عاجز آ گیا تو اس نے کہا تھا: ''قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰـهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ O'' (الشعراء: ۲۹) فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود قرار دیا تو میں تم کو قیدیوں میں ڈال دوں گا O اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے کفار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے کہا: اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا ڈالو' اور اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک فریق دوسرے فریق کے دلائل کا جواب نہیں دے سکتا ہے تو وہ گالیوں اور کوسنوں پر اتر آتا ہے ف۲۰ یہ آیت اس آیت کے موافق ہے: ''قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
پھر تم قیامت کے دن ایک دوسرے کا کفر کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا
کرو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی

لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ
مددگار نہ ہو گا ○ سو لوط ان پر ایمان لائے اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف

اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ
ہجرت کرنے والا ہوں بے شک وہی بہت غلبے والا ہے بڑی حکمت والا ہے ○ ف۲۲ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق

يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ
اور یعقوب عطا فرمائے ف۲۳ اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا ف۲۴ اور ہم نے

اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾
ان کو اس دنیا میں ان کا اجر دے دیا اور بے شک وہ آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہیں ○

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا
اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بے شک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو

سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ○ کیا تم مردوں سے

الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ
شہوت پوری کرتے ہو اور راستے منقطع کرتے ہو ف۲۵ اور تم اپنی عام مجلسوں میں بے حیائی کا

وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ○" (الانبیاء:۶۹) ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا○ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخالفین پر اپنی حجت تمام کر دی اور ان کی گمراہی اور جہالت کو اس طرح ظاہر کر دیا کہ وہ لاجواب ہو گئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کی تیاری شروع کر دی' آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ تیار کیا گیا اور اس میں منجنیق کے ذریعہ حضرت ابراہیم کو پھینکا گیا' پس اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی والی بن جا' اگر اللہ تعالیٰ ٹھنڈک کے ساتھ سلامتی والی نہ فرماتا تو اس کی ٹھنڈک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ناقابل برداشت ہوتی' اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایک بہت بڑا معجزہ ظاہر فرمایا کہ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دہکتی ہوئی اور بھڑکتی ہوئی آگ چشم زدن میں گل و گلزار بن گئی ف۲۱ یعنی تم کسی دلیل کی بناء پر ان بتوں کی پرستش نہیں کر رہے' بلکہ اپنے آباء و اجداد اور دوستوں اور ساتھیوں کی اندھی تقلید میں ان بتوں کی عبادت کر رہے ہو' تمہارے دوستوں' رشتہ داروں اور بڑوں کی عبادت کا جو طریقہ ہے تم اس سے سرمو منحرف ہونا نہیں چاہتے' اس لیے تم ان بتوں کی عبادت کر رہے ہو' یہ تمہارے قومی بت ہیں جو تمہاری اجتماعیت اور باہمی دوستی کی بنیاد ہیں اور تم نے محض دنیاوی دوستی کی خاطر دلیل و حجت کی پیروی کو ترک کر دیا ہے ف۲۲ اس کا معنی ہے: میں اپنے رب کے حکم سے ہجرت کر رہا ہوں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پچھتر سال کی عمر میں ہجرت کی تھی۔ حضرت ابراہیم جب اپنے وطن کے لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو پھر آپ نے ہجرت فرمائی' آپ کا وطن کوفہ کے مضافات میں تھا' اس کا نام کوثی تھا' وہاں سے آپ نے شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم نے جب ہجرت کی تو ان کے ساتھ حضرت لوط بھی تھے اور ان کی عم زاد حضرت سارہ بھی تھیں' جس سے انہوں نے نکاح کر لیا تھا' وہ پہلے حیران میں گئے' پھر وہاں سے ہجرت کر کے مصر میں پہنچے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۲۵۱) ف۲۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد کی نعمت عطا کی' ان کو دو بیٹے عطا فرمائے' حضرت اسماعیل جو حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے اور حضرت اسحاق جو حضرت سارہ سے پیدا ہوئے اور ان کے بیٹے کو بیٹا عطا فرمایا اور حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوئے' پھر فرمایا: ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا' کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء ان کی صلب سے پیدا ہوئے' بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت اسحاق کی صلب سے پیدا ہوئے اور حضرت اسماعیل کی صلب سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پیدا ہوئے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ان کی اولاد میں کتاب کو رکھ دیا' اس سے مراد تورات' زبور' انجیل اور قرآن مجید ہے' تورات ان کی اولاد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور زبور ان کی اولاد میں سے حضرت داؤد پر نازل ہوئی اور انجیل ان کی اولاد میں سے حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی اور قرآن مجید ان کی اولاد میں سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوا ف۲۴ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو قسم کے اجر عطا فرمائے' ان کو ظالموں سے نجات عطا فرمائی اور ان کی اولاد میں انبیاء بنائے اور ان انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے نیکوکاروں کی تمام نیکیوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی آخرت میں اجر ملے گا اور مزید یہ فرمایا کہ ان کا شمار آخرت میں صالحین میں ہوگا۔ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں' اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور ان کے طریقہ پر اتباع کی ترغیب دی ہے ف۲۵ اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ آنے جانے والوں' مسافروں اور اجنبی لوگوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر یہ بے حیائی کا کام کرتے تھے' جس کی وجہ سے لوگوں کا سفر کرنا اور راستوں سے گزرنا مشکل ہو گیا تھا اور لوگ گھروں میں بیٹھے رہنے میں عافیت سمجھتے تھے' اس کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ مسافروں کو لوٹ لیتے تھے' ان کو قتل کر دیتے تھے اور از روئے شرارت ان پر کنکر مارتے تھے۔

الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا

کام کرتے ہو تو ان کی قوم کا صرف جواب تھا کہ

بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ

اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آئیں ○ لوط نے دعا کی کہ

انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا

اے میرے رب ان فسادی لوگوں کے خلاف میری مدد فرما ○ ۲۶ اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے

إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ

پاس بشارت لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم بے شک اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا

یقیناً اس بستی والے ظلم کرنے والے ہیں ○ ۲۷ ابراہیم نے کہا: بے شک اس بستی میں لوط (بھی) ہیں ۲۸ فرشتوں نے کہا:

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ

ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو اس بستی میں ہیں' ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور بچالیں گے سوا ان کی بیوی کے

كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَن جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ

وہ (عذاب میں) باقی رہ جانے والوں میں سے ہے○ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کو

بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ

فرشتوں کا آنا ناگوار ہوا اور ان کی وجہ سے ان کا دل تنگ ہوا ۲۹ فرشتوں نے کہا: آپ نہ خوف کریں اور نہ غمگین ہوں' یقیناً ہم آپ کو

إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٣﴾

اور آپ کے گھر والوں کو (عذاب سے) بچانے والے ہیں سوا آپ کی بیوی کے وہ (عذاب میں) باقی رہنے والوں میں سے ہے○

ف۲۶ حضرت لوط علیہ السلام نے جب قوم لوط کو ان کے بُرے کاموں سے منع کیا تو انہوں نے کہا: آپ ہم پر اللہ کا عذاب لے آئیں' اور انہوں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ ان کو حضرت لوط علیہ السلام کے دعویٰ رسالت کے جھوٹا ہونے کا یقین تھا' پھر حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے (ان کی نصرت کے لیے' اور ان کی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے)ان کے پاس عذاب کے فرشتے بھیج دیے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۱۳ص ۳۰۴)

ف۲۷ یہ فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس حضرت سارہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہونے کی بشارت لے کر آئے تھے' اثناء گفتگو میں انہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا: ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں' اس بستی کا نام سدوم تھا' اور یہ قوم لوط کی بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی اور مردم پرستی اور مردوں کے ساتھ بے حیائی کا سب سے پہلے اسی بستی میں ظہور ہوا تھا' فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بستی کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں' اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بستی اس بستی کے قریب تھی ف۲۸ یہ ان کی حضرت لوط پر کمال شفقت تھی' وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ نزولِ عذاب کے وقت حضرت لوط اس بستی میں ہوں گے یا پہلے ان کو اس بستی سے نکال لیا جائے گا' پھر اس بستی پر عذاب نازل کیا جائے گا ف۲۹ قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کو منع کیا تھا کہ وہ کسی مہمان کو اپنے گھر میں نہ ٹھہرائیں اور جب فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں ان کے ہاں بطور مہمان آ گئے تو حضرت لوط علیہ السلام پریشان ہو گئے' اُدھر ان کی قوم کے لوگوں کو پتا چل گیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر خوب صورت بے ریش لڑکے آئے ہیں' انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر دھاوا بول دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کر لو مگر ان کی قوم اپنے مطالبہ پر بضد رہی' تب فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں' آپ ہمارے متعلق پریشان نہ ہوں' یہ لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے' فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا: آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں' ماسوا آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ کافرہ ہے۔ اُدھر وہ لوگ گھر کے اندر دروازہ توڑ کر داخل ہو گئے' فرشتوں نے ان پر اپنے پَر مارے تو وہ اندھے ہو گئے اور چیختے چلاتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئے اور جیسے ہی صبح ہوئی تو ان کو عذاب نے آ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا' انہوں نے اپنا پَر اس بستی کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا' پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں اور کنکریوں کو برسایا۔ زمین کو ان کے اوپر اس لیے پلٹ دیا کیونکہ یہ بھی شہوت رانی کے وقت لڑکوں کو پلٹ دیتے تھے اور ان پر کنکریاں اس لیے برسائی کیونکہ یہ بھی لوگوں کو کنکر مارتے تھے۔

إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ

بے شک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ وہ

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

ان کی نافرمانی کرتے تھے O اور بے شک ہم نے اس بستی کے بعض آثار کو عقل والوں کے لیے (عبرت کی)

يَعْقِلُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا

واضح نشانی بنا کر چھوڑ دیا O ۳۰ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا' انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٣٦﴾

اور روزِ قیامت کی توقع رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو O ۳۱

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٣٧﴾

پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی تو انہیں ایک زلزلے نے پکڑ لیا' سو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے O ۳۲

وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ ۖ وَزَيَّنَ لَهُمُ

اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کیا' اور (اے مکہ والو!) تم پر (سفر میں) ان کی بستیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور شیطان نے

الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿٣٨﴾

ان کے لیے ان کے اعمال کو خوب صورت بنا دیا تھا' سو اس نے ان کو صراطِ مستقیم (پر چلنے) سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے O ۳۳

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو ہلاک کر دیا' ۳۴ اور بے شک ان کے پاس موسیٰ واضح معجزات

فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا أَخَذْنَا

لے کر آئے تھے' پس انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم پر سبقت کرنے والے نہ تھے O سو ہم نے ہر ایک

ف ۳۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد ان کے ویران اور اوندھے گرے ہوئے مکانوں کے کھنڈرات ہیں۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد ان پر برسائے ہوئے پتھر ہیں اور اس امت کے بعض حقد مین کو وہ پتھر ملے بھی تھے' ابو سلیمان الدمشقی نے کہا: اب بھی ان کے گھروں کی بنیادیں اوپر ہیں اور چھتیں نیچے ہیں ف ۳۱ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا: تم صرف ایک اللہ کے احکامات کی اطاعت اور اس کی عبادت کرو' اور روزِ قیامت کی توقع رکھو کیونکہ اس دن نہایت ہولناک اُمور پیش آئیں گے' اس دن کے دہشت ناک حوادث کو دیکھ کر حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے' اس دن ہر شخص اپنے انجام کے متعلق فکر مند اور خوف زدہ ہوگا' سو تم ایسا نیک عمل کرو جو تمہیں اس دن کی ہولناک پریشانیوں سے نجات دے اور اللہ کے عذاب سے بچائے اور تمہیں جنت کے ثواب تک پہنچائے' اور تم اپنی موت کو یاد رکھو' اور ناپ تول میں کمی کر کے اس دن کی مشکلات میں اضافہ نہ کرو۔ "عثو" اور "فساد" عربی میں دونوں کا معنی زمین میں فتنہ اور بغاوت کرنا ہے اور یہاں تاکیداً دونوں لفظ ذکر کیے ہیں کیونکہ بعض فساد میں اصلاح بھی مضمر ہوتی ہے جیسے ڈاکٹر اور سرجن کسی عضو کو کاٹ دیتا ہے کیونکہ ایک عضو کو کاٹ دینے میں پورے جسم کی اصلاح مضمر ہوتی ہے لیکن ناپ اور تول میں کمی کرنا یہ ایسا فساد ہے جس میں کسی قسم کی خیر اور صلاح نہیں ہوتی ف ۳۲ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ناپ تول میں کمی کرنے اور شرک سے باز نہیں آئے تو ان پر شدید زلزلہ آیا' جس سے ان کے گھر منہدم ہو گئے اور پورا شہر کھنڈر بن گیا ف ۳۳ عاد قوم کی بستی حضر موت (یمن) کے قریب ہے اور ثمود کی بستی حجر ہے' اس کو آج کل مدائن صالح کہتے ہیں' یہ علاقہ حجاز کے شمال میں ہے' عربوں کے لیے ان کی بستیاں انجان نہیں تھیں' ارشاد فرمایا: اور ہم نے (حضرت) ہود (علیہ السلام) کی قوم عاد کو ہلاک کر دیا اور (حضرت) صالح (علیہ السلام) کی قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور اے اہل مکہ! تم نے اپنے سفر کے دوران قوم عاد کے گھروں کے کھنڈرات اور قوم ثمود کے ویران مکانوں کے آثار دیکھے ہوں گے' شیطان نے ان کے کفر اور دیگر ناجائز کاموں کو ان کی آنکھوں میں خوب صورت اور خوش نما بنا دیا تھا اور ان کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا تھا' جس پر چلنا ان پر واجب تھا اور یہ وہ صراطِ مستقیم ہے' جس کی انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کو ایک مانیں اور صرف اس کی اطاعت اور عبادت کریں' حالانکہ وہ لوگ سمجھ دار تھے' ان میں عقل تھی' غور و فکر کرنے اور نظر اور استدلال کرنے کی صلاحیت تھی' لیکن شیطان کی پیروی کرنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی بصیرت اور دیگر صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا ف ۳۴ ان آیات کو ذکر کرنے سے مقصود نبی ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ مشرکین کے سردار اور صنادید قریش آپ پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کیوں بنا دیا' اگر مکہ کے کسی شخص کو نبی بنانا تھا تو جو مال دار تھے اور جن کے اعوان و انصار بہت زیادہ تھے' ان میں سے کسی کو نبی بنایا جاتا' ایک غریب گھرانے کے فرد کو کیوں نبی بنایا گیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ان کے حسد سے نہ گھبرائیں' قارون بھی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کرتا تھا کہ اس جیسے مال دار شخص کے ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ ایسے تہی دست شخص کو کیوں نبی بنایا' لیکن اس کا حسد حضرت موسیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکا بلکہ اپنے بغض و حسد اور غرور اور تکبر کی وجہ سے وہ خود اللہ کے عذاب میں ہلاک ہو گیا' سو آپ ان کی معاندانہ کارروائیوں اور حاسدانہ سازشوں سے بے فکر اور بے خوف ہو کر اپنے مشن کو جاری رکھیں' انجام کار آپ ہی کامیاب اور کامران ہوں گے اور آپ کے مخالفین ناکام اور نامراد ہوں گے۔

بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

(سرکش) کی اس کی سرکشی پر گرفت کی تو ہم نے ان میں سے بعض پر پتھر برسائے اور ان میں سے

اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ

بعض کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے

مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

بعض کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ

کرنے والے تھے ○ ف۳۵ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور مددگار بنا لیے ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے

الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ

(جالوں کا) گھر بنایا' اور بے شک سب سے کم زور گھر ضرور مکڑی کا

الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ

گھر ہے' کاش یہ لوگ جانتے ○ ف۳۶ بے شک یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت

دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

کرتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے ○ اور ہم لوگوں کے لیے ان

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ

مثالوں کو بیان فرماتے ہیں' اور ان مثالوں کو صرف علماء سمجھتے ہیں ○ ف۳۷ اللہ نے آسمانوں اور

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا' بے شک اس میں مومنوں کے لیے ضرور نشانی ہے ○ ف۳۸

ف۳۵ انسان کو چار عناصر سے پیدا فرمایا گیا ہے: آگ' ہوا' پانی اور مٹی اور انسانوں میں سے کافروں اور منکروں پر جو عذاب نازل کیے گئے ہیں وہ بھی ان چار عناصر کی نوع سے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "حاصب" کا ذکر فرمایا ہے' یہ آگ میں تپائی ہوئی کنکریاں تھیں جو مجرموں کے جسم میں نفوذ کر جاتی تھیں اور آر پار ہو جاتی تھیں جیسا کہ قوم لوط پر کنکریاں برسائی گئیں اور اس میں آگ کے عذاب کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے "الصیحۃ" کا ذکر فرمایا ہے' اس کا معنی آواز ہے' ان کو ہولناک چنگھاڑ سے عذاب دیا گیا اور چیخ و چنگھاڑ دراصل ایک متموج ہوا ہے کیونکہ آواز ایک ہوا کے ساتھ نکلتی ہے اور فضاء میں جو ہواؤں کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہے' اس سے ٹکراتی ہوئی کانوں کے پردوں تک پہنچتی ہے اور اس میں ہوا کے ساتھ عذاب دینے کی طرف اشارہ ہے اور حضرت ھود اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں سے کافروں کو اسی سے عذاب دیا گیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے "خسف" کا ذکر فرمایا یعنی ان کو زمین میں دھنسا کر عذاب دیا گیا اور اس میں مٹی کے ساتھ عذاب دینے کی طرف اشارہ ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے غرق کرنے کا ذکر فرمایا' اس میں پانی کے ساتھ عذاب دینے کی طرف اشارہ ہے' جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے کافروں اور منکروں کو طوفان میں غرق کر دیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو بحر قلزم میں غرق کر دیا تھا' سو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عناصر اربعہ سے پیدا فرمایا اور ان میں سے ہر عنصر اس کے وجود اور اس کی بقاء کا سبب تھا' پھر ان ہی عناصر اربعہ میں سے ہر ہر عنصر کے ساتھ اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور جس چیز کو اس کے وجود کا سبب بنایا تھا' اسی چیز کو اس کے عدم کا سبب بنا دیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کوئی اپنی ذات میں مؤثر نہیں ہے' مؤثر حقیقی صرف اللہ عزوجل ہے' وہ چاہے تو آگ' ہوا' مٹی اور پانی سے انسان کو موجود کر دے اور جیتا جاگتا انسان کھڑا کر دے' وہ چاہے تو ان ہی چیزوں سے انسان کو فنا کر دے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۶) ف۳۶ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کو مکڑی کے گھر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح تیز آندھی مکڑی کے جالوں کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اس کو بکھرے ہوئے غبار کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی ہے' اسی طرح کفار نے بتوں کی خاطر جو عمل کیے ہیں' وہ بھی قیامت کے دن ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے' قرآن مجید میں ہے: "وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○" (الفرقان: ۲۳) اور ہم ان کے کیے ہوئے کاموں کی طرف قصد کریں گے' پھر ہم ان کو بکھرے ہوئے ذرات کی طرح بنا دیں گے ○ ف۳۷ علماء ہی قرآن مجید میں دی گئی مثالوں کی صحت' حسن اور فائدہ کو سمجھتے ہیں کیونکہ مثالوں اور تشبیہات کے ذریعے ان معانی کو دریافت کیا جاتا ہے جو پردوں میں مستور ہوتے ہیں جیسے تار عنکبوت کے ضعف کی مثال سے موحد اور مشرک کے حال کے فرق کو واضح فرمایا ہے۔ (الکشاف ج ۳ ص ۴۵۹) اور عالم دین وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہو اور اس کا علم ہو کہ کن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ واجب ہے' اسی طرح اس کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے مراتب اور ان کی صفات کا علم ہو اور اس کو علم ہو کہ مکلف پر کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں واجب ہیں اور اس کو سنن اور مستحبات اور مباحات کا علم ہو' اور اس کو معلوم ہو کہ کیا چیزیں حرام ہیں اور کیا مکروہ تحریمی ہیں اور کیا مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا خلاف اولیٰ ہیں' اور وہ علم کلام اور عقائد' علم تفسیر' علم حدیث اور علم فقہ و اصول فقہ پر عبور رکھتا ہو' علم صرف' علم نحو' علم معانی اور علم بیان میں ماہر ہو اور بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ ہو اور اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ اس سے دین کے جس مسئلہ کا بھی سوال کیا جائے' وہ اس کا جواب دے سکے خواہ وہ جواب اس کو مستحضر ہو یا کتب متعلقہ سے از خود تلاش کر سکے' اور جو شخص ان صفات کا حامل نہیں ہے وہ عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ اس زمانہ میں بہت لوگ تفسیر و حدیث بے خواندہ اور بے اجازت اساتذہ برسر بازار و مسجد وغیرہ میں بہ طور وعظ و نصائح بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی و مطلب میں کچھ مس نہیں فقط اُردو کتابیں دیکھ کر کہتے ہیں' یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لیے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آپ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: حرام ہے' اور ایسا وعظ سننا بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ حصہ اوّل ص ۱۸۸) نیز فرماتے ہیں: اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں' وہ جتنا سنوارے گا (بقیہ صفحہ ۹۸۵ پر)

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ

(اے رسول مکرم!) آپ اس کتاب کی تلاوت کرتے رہیے جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے ۳۹ اور نماز قائم رکھیے بے شک نماز

تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ

بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے ۴۰ اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے

مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ

جو کچھ تم کرتے ہو O اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے صرف عمدہ

اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ

طریقہ سے بحث کرو' ماسوا ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں ۴۱ اور تم کہو: ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف

اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے ۴۲ اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے اطاعت شعار ہیں O

وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ

اور (اے رسول مکرم!) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے' پس جن کو ہم نے کتاب دی ہے

یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا یَجْحَدُ

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور بعض ان (مشرکین) میں سے بھی ایمان لے آتے ہیں اور ہماری

بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ

آیتوں کا صرف کفار ہی انکار کرتے ہیں O اور آپ نزول قرآن سے پہلے کوئی کتاب

کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ

نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اس سے پہلے آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے O ۴۳ بلکہ

ف۳۹ اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کو اس بات سے رنج اور افسوس ہوتا ہے کہ آپ کے پیہم تبلیغ کرنے کے باوجود اہل مکہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اس کتاب کی تلاوت کیجئے' اس میں حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے قصص نازل کیے گئے ہیں' ان کی پیہم تبلیغ اور معجزات پیش کرنے کے باوجود ان کی قوم سے بہت کم لوگ ایمان لائے اور وہ اپنی گمراہی' جہالت اور کفر وشرک سے باز نہیں آئے' اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد جب آپ ان آیات کی تلاوت کریں گے تو آپ کا غم دور ہوگا اور آپ کو تسلی ہوگی کہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ نہیں پیش آیا' بلکہ تاریخ حسب سابق اپنے آپ کو دُہرا رہی ہے ف۴۰ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پابندی سے نماز نہیں پڑھتے ہیں اور بے حیائی اور بُرائی کے کام بھی کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور منع کرتی ہے' یہ نہیں فرمایا کہ نماز کے روکنے اور منع کرنے سے نمازی ان کاموں سے رُک جاتا ہے' یہاں تو بندہ کو نماز کے برائیوں سے روکنے اور منع کرنے کا ذکر ہے' خود اللہ عزوجل بھی تو بندہ کو بے حیائی اور بُرائی سے منع کرتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کے منع کرنے سے تمام بندے بُرائیوں سے نہیں رُکتے تو نماز کے منع کرنے سے اگر تمام بندے بُرائیوں سے نہ رُکیں تو اعتراض کی بات کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ '' (النحل: ۹۰) بے شک اللہ عدل کرنے اور نیکی کرنے اور قرابت داروں کو (ان کی ضرورت کے مطابق مال) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی' بُرائی اور زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے روکتا ہے' تو اگر بعض بندے بے حیائی اور بُرے کاموں سے نہیں رُکتے تو یہ اللہ تعالیٰ کے بے حیائی اور بُرائی سے روکنے کے خلاف نہیں ہے' اسی طرح نماز بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے روکتی ہے تو اگر بعض نمازی بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے نہیں رُکتے تو یہ نماز کے بے حیائی سے روکنے کے خلاف نہیں ہے ف۴۱ مجاہد نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب کو نرمی کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کے ساتھ سختی نہ برتی جائے اور ان کے اسلام لانے کی امید رکھی جائے' اور یہ جو فرمایا: ماسوا ان کے جو ظالم ہیں' یعنی اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تم پر ظلم کیا ہے' ورنہ تمام اہل کتاب ظالم ہیں اور ان ظالموں سے تم بحث میں سخت لب ولہجہ اختیار کر سکتے ہو ف۴۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے' پھر مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور یوں کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا (اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے)۔ (صحیح البخاری: ۷۵۴۲) ف۴۳ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے اور نہ علماء اہل کتاب کی مجلس میں بیٹھتے تھے' جس سے آپ پہلی امتوں کی خبر سن لیتے' بلکہ آپ نے جو قرآن مجید لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے' یہ اللہ کا کلام ہے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے' اور اگر آپ پہلے سے لکھتے پڑھتے ہوتے تو باطل پرست شبہ میں پڑ جاتے' مشرکین کہتے کہ انہوں نے انبیاء سابقین کی جو خبریں بیان کی ہیں' وہ انہوں نے تورات میں پڑھ لی ہیں' غیب کی خبریں نہیں ہیں اور ان پر اللہ کا کلام نازل نہیں ہوا' اور اہل کتاب یہ کہتے: ہماری کتاب میں جس آخری نبی کی پیش گوئی کی ہے وہ اُمّی ہے اور یہ تو پڑھے لکھے ہیں۔ تاہم محققین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ قید ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے پڑھتے اور لکھتے نہیں تھے اور نزولِ قرآن کے بعد جو آپ نے لکھا یا پڑھا' یہ آیت اس کی مؤید ہے' اس کے خلاف نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق سے پڑھنا لکھنا سیکھے بغیر آپ کا لکھنا اور پڑھنا ایک الگ معجزہ ہے۔ اس بحث کی تفصیل وتحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''شرح صحیح مسلم'' ج ۵ ص ۴۳۳ تا ۴۴۶ اور آپ ہی کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۳۵۷ تا ۳۶۸ کا مطالعہ فرمائیں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان کو جلا نصیب ہوگی)

هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ

یہ ان لوگوں کے سینوں میں واضح آیتیں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے اور ظالموں کے

بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ

سوا ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا ○ ف۴۴ اور کافروں نے کہا: ان پر ان کے رب کی طرف سے (مطلوبہ) معجزات کیوں

رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

نہیں نازل کیے گئے! آپ کہیے: معجزات تو اللہ ہی کے پاس ہیں میں تو صرف بر سرِ عام عذاب سے ڈرانے والا ہوں ○ ف۴۵

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ

کیا ان کے لیے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر الکتاب نازل کی ہے جس کی ان پر تلاوت کی جاتی ہے ف۴۶ بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

اس میں ایمان لانے والوں کے لیے ضرور رحمت اور نصیحت ہے ○ آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

درمیان بہ طور گواہ اللہ کافی ہے، اس کو علم ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے ف۴۷

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کے ساتھ کفر کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ○ ف۴۸

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ

یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں اور اگر عذاب کے لیے ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر ضرور عذاب

الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ

آ چکا ہوتا ف۴۹ اور ان پر ضرور عذاب اچانک آئے گا اس حال میں کہ ان کو اس کا شعور بھی نہ ہوگا ○ یہ آپ سے عذاب

ع ۵ / ۱

ف۴۴ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ "ایات بینات" کا مصداق ہیں' آپ ایک آیت نہیں ہیں بلکہ آیات ہیں' کیونکہ آپ میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی ایک نشانی نہیں ہے بلکہ آپ کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی بہ کثرت نشانیاں ہیں' نیز آیات سے دین کے احکام کا علم ہوتا ہے اور آپ سے (بھی) دین کے احکام کا علم حاصل ہوا ف۴۵ مشرکین نے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان کو ویسے معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جیسے معجزات انبیاء سابقین کو دیئے گئے تھے' مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کے لیے پہاڑ سے اونٹنی نکالی گئی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مُردے زندہ کیے گئے' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیے: معجزات تو اللہ کے پاس ہیں' وہ جس طرح چاہتا ہے' اپنے نبیوں اور رسولوں کو معجزات عطا فرماتا ہے۔ معجزہ کو وجود میں لانا نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو معجزہ عطا فرما دے تو پھر اس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ جب چاہے اس معجزہ کو لوگوں کے سامنے دکھائے اور پیش کر دے ف۴۶ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک ہڈی پر لکھی ہوئی ایک کتاب لائے اور فرمایا: کسی قوم کی حماقت اور اس کی گمراہی کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کا نبی ان کے پاس ایک کتاب لے کر آئے اور وہ اس سے اعراض کر کے کسی اور کتاب کا مطالعہ کریں' پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۹: ۱۷۴۳) ف۴۷ یعنی تم جو میرے رسول ہونے کی تکذیب کر رہے ہو' وہ اس کو جانتا ہے' اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ جو میں تم سے کہتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں' اگر میں نے تم سے جھوٹ بولا ہوتا اور اللہ پر افترا باندھا ہوتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لیتا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ○" (الحاقہ: ۴۴۔۴۷) اور اگر یہ کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے ○ تو ہم ضرور ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے ○ پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی ان کی طرف سے مدافعت کرنے والا نہ ہوتا ○ اور جب اللہ تعالیٰ نے میرے دعویٰ رسالت پر کوئی گرفت نہیں کی اور کوئی انتقام نہیں لیا تو معلوم ہو گیا کہ میرا دعویٰ رسالت سچا ہے' اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روشن معجزات اور قوی دلائل سے میری نبوت اور رسالت کی تائید فرمائی' اور اللہ کی گواہی برحق ہے کیونکہ اس کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کا علم ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ف۴۸ یعنی بتوں کی' شیطان کی اور اللہ کے سوا دوسری چیزوں کی پرستش کی اور اللہ کے ساتھ کفر کیا یعنی جس کا انکار کرنا چاہیے تھا' اس پر ایمان لائے اور جس پر ایمان لانا چاہیے تھا اس کا انکار کیا' اس طرح انہوں نے اپنی فطرت اصلیہ اور فطری ہدایت کو ضائع کیا اور ان کو جو دلائل پہنچائے گئے تھے' ان کو بھی انہوں نے ضائع کیا' یہی لوگ قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے ہوں گے' جب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کی سزا دے گا ف۴۹ نضر بن الحارث نے کہا تھا: یہ عذاب کی وعید کب پوری ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: اگر عذاب کے لیے ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر ضرور عذاب آ چکا ہوتا' اور ان پر عذاب آنے میں تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی قوم پر ایسا عذاب نازل نہیں کرے گا جس سے آپ کی قوم نیست و نابود ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے منکروں اور کافروں کے عذاب کو روزِ قیامت تک مؤخر کر دے گا۔

بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ

کو جلد طلب کر رہے ہیں' اور (یہ مطمئن رہیں) یقیناً دوزخ کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے ○ اس دن ان کو عذاب

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا

ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا ۵۰ اور (اللہ) فرمائے گا:

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ

جو کچھ تم کرتے تھے (اب اس کا) مزہ چکھو ○ اے میرے ایمان دار بندو! بے شک میری زمین

وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟

وسیع ہے' سو تم میری ہی عبادت کرو ○ ۵۱ ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے'

ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ہم ان کو ضرور اس جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جس کے نیچے سے دریا بہتے ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' نیک عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا اجر ہے ○ ۵۲ جن لوگوں نے صبر کیا

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۗ

اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ○ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے'

اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

ان کو اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تم کو (بھی) ۵۳ اور وہ بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے ○ اور اگر آپ ان سے سوال

ف۵۰ جس طرح دنیا میں ان کی حرص نے اور شہوت نے اور تکبر اور حسد نے اور غضب نے اور کینہ نے ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے تمام اقوال' افعال اور احوال نفس کی ان صفات ذمیمہ کے تابع ہوتے تھے' تکبر' غضب' حسد اور کینہ ان کے اوپر سے ان پر حاوی تھا اور حرص اور شہوت نیچے سے ان پر غالب تھی' اس کی سزا میں دوزخ کی آگ ان کو ان کے اوپر اور ان کے نیچے سے ڈھانپ لے گی ف۵۱ سعید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جب کسی زمین میں گناہوں کا ارتکاب کیا جائے تو وہاں سے نکل جاؤ' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی زمین وسیع ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۳۹۷) ف۵۲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے کو اس طرح دیکھیں گے' جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو' کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ انبیا کے درجات ہوں گے جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۶) ف۵۳ اس سے پہلی آیت میں "توکل" کا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ حریص اور متوکل کو اور دنیا میں رغبت کرنے والے اور زاہد اور قناعت گزار دونوں کو رزق عطا فرماتا ہے' اسی طرح قوی اور ضعیف اور سخت کوشش کرنے والے اور سست اور عاجز سب کو رزق عطا فرماتا ہے' حدیث میں ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے' وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (سنن الترمذی: ۲۳۴۴) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ توکل میں سعی اور جدوجہد اور حصولِ اسباب کو ترک نہیں کیا جاتا' بلکہ توکل میں اسباب کی ایک نوع کا حصول ضروری ہے کیونکہ پرندوں کو بھی ان کی کوشش اور طلب کے بعد رزق دیا جاتا ہے' اسی لیے امام احمد نے کہا ہے: اس حدیث میں ترکِ عمل کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں حصولِ رزق کے لیے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے آنے جانے اور تمام کاموں میں اللہ پر توکل کرتے اور یہ یقین رکھتے کہ ہر قسم کی خیر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو وہ پرندوں کی طرح اپنی ہر مہم میں کامیابی کے ساتھ لوٹتے' اور جو شخص اللہ پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنی قوت اور اپنے عمل پر اعتماد کرے تو یہ توکل کے منافی ہے۔

مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے کام پر لگایا تو

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' تو وہ کہاں الٹے پھر رہے ہیں O ۵۴ؑ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾

دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا' ۵۵ؑ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا O

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا' پھر اس سے زمین کے مردہ

مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

ہو جانے کے بعد اس کو زندہ فرمایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' بلکہ ان کے اکثر

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ۧ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَ

لوگ سمجھتے نہیں ہیں O ۵۶ؑ اور دنیا کی یہ زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے ۵۷ؑ اور

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا

بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے اگر وہ جانتے ہوتے O سو جب وہ کشتیوں میں

رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ

سوار ہوتے ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں' ۵۸ؑ پھر جب وہ انہیں (سمندر سے) بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ اسی

اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا

وقت شرک کرنے لگتے ہیں O تا کہ وہ ان تمام نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم نے ان کو دی ہیں اور (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھائیں'

ع ۶ / ۱۲ / ۲ — وقف لازم

۵۴ؑ یعنی اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ اہل مکہ سے سوال کریں کہ مخلوق کی مصلحت اور فائدہ کے لیے آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو تمہاری ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے کس نے ایک مقرر نظام کا پابند کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے' پھر تم اس کی توحید کا کیوں اقرار نہیں کرتے اور کیوں اس کے شریک قرار دیتے ہو ۵۵ؑ اس آیت میں فرمایا: وہی رزق میں کمی اور زیادتی کرتا ہے' اس کا معنی ہے: وہی زندہ ہے اور علم والا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور وہی اپنے علم اور قدرت کے موافق کلام کرنے والا ہے' اور اپنی مخلوق کو دیکھنے والا ہے اور ان کی فریاد سننے والا ہے اور وہی چاہنے والا ہے اور جس چیز کو چاہے اس کو کرنے والا ہے اور اسی کی سلطنت ہے' وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں' وہ جس کو چاہے تو نگر بنا دے اور جس کو چاہے نان شبینہ کا محتاج بنا دے' کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں' سب اس کے مملوک اور اس کے بندے ہیں' سو وہی تمام کائنات کی اطاعت اور عبادت کا مستحق ہے ۵۶ؑ آیت کے اس حصہ میں یہ دلیل ہے کہ تم بارہا دیکھتے ہو کہ وہی مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے اور قحط اور خشک سالی کے بعد خوش حالی' ترو تازگی اور فصلوں کی زرخیزی لاتا ہے تو جو مردہ زمینوں کو زندہ کر رہا ہے اور جو زمینوں کو بار بار مردہ کرتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے' وہ اس پوری کائنات اور تمام انسانوں کو مردہ کر کے ان کو زندہ نہیں کر سکتا' اس نے ابتداءً اس کائنات کو بنایا' پھر اس کائنات کو اور خصوصاً تمہیں باقی اور زندگی پر قائم رکھنے کے لیے زمین کی فصلیں اگانے اور بارش نازل کرنے کا نظام بنایا اور تمہارے رزق کا سبب بنایا' سو وہی ہر نعمت پر ہر انسان سے ہر زمانہ میں حمد اور تعریف کا مستحق ہے' جو محمود ہے وہی معبود ہے' اس لیے آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں' بلکہ ان کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے' کوئی بتوں کی پرستش کرتا ہے' کوئی حضرت عیسیٰ کی عبادت کر رہا ہے اور کوئی اپنی خواہش کے آگے سر جھکا رہا ہے' اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اپنے نفس کے حکم کی بڑائی ظاہر کر رہا ہے' پھر زبان سے کہتا ہے: اللہ اکبر' اللہ ہر چیز سے بڑا ہے' سو یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے' اسی طرح یہ مشرکین کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ نے بنایا' اسی نے چلایا ہے' پھر اس کی مخلوق کے آگے سر جھکاتے ہیں اور شرک کرتے ہیں ۵۷ؑ دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشے کے ساتھ دو وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشا جلد ختم ہو جاتا ہے اور دائمی نہیں ہوتا' اسی طرح دنیا کی زیب و زینت اور اس کی باطل خواہشیں بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشے میں مشغول رہنا بچوں اور کم عقلوں کا کام ہے نہ کہ عقل والوں کا' اسی طرح عقل والے دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے دور رہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "ما انا من دد ولا الددمنی" "نہ میں کھیل کود سے ہوں اور نہ کھیل کود مجھ سے ہے۔ (النہایہ ج ۱ ص ۱۰۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا پر لعنت کی گئی ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے' اس پر بھی لعنت کی گئی ہے' سوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو اس کے ذکر کے قائم مقام ہے یا عالم یا متعلم کے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۱۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی: اے داؤد! دنیا کی مثال اس مردار کی طرح ہے جس پر کتے جمع ہو کر اس کو گھسیٹ رہے ہوں۔ (اے مخاطب!) کیا تو پسند کرتا ہے تو بھی ان کی طرح کتا بن کر دنیا کو ان کے ساتھ گھسیٹے۔ (جمع الجوامع: ۸۷۹۹) ۵۸ؑ اخلاص کا معنی ہے: دل کو اللہ کے ماسوا ہر چیز سے خالی کر لیا جائے اور اللہ کے سوا کسی چیز پر انسان کا اعتماد نہ ہو اور اس کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ نہ ہو اور ذہن میں اس کے سوا اور کسی کا قصد نہ ہو' اور انسان کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع اور ضرر پر قادر نہیں ہے' اور جب انسان پر کوئی افتاد پڑے یا کوئی مصیبت آئے تو اس سے نجات کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی طرف نظر نہ کرے' اور جب وہ اس کی عبادت کرے تو صرف اسی کے حکم پر عمل کرنا اس کا مقصود ہو اور اس کی رضامندی کا حصول اس کا مطلوب ہو تو وہ اپنی عبادت میں اور اپنی فریاد اور پکار میں مخلص ہوگا۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ

پس وہ عنقریب جان لیں گے O ف۵۹ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے حالانکہ ان

النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

کے گردونواح سے لوگوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے تو کیا وہ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں

يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ

کو نہیں مانتے O اور اس سے بڑا اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا

كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى

جب اس کے پاس حق آ جائے تو اس کو جھٹلائے کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں

لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ

ہو گا O اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں (اور مشقت اٹھاتے ہیں) ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے ف۶۰

وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

اور بے شک اللہ ضرور محسنین (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ ہے O ف۶۱

سُورَةُ الرُّومِ مَكِّيَّةٌ ۸۴ — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — آیاتها ۶۰ — رکوعاتها ۶

سورۃ الروم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ساٹھ آیتیں چھ رکوع ہیں

الٓمٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّومُ ﴿٢﴾ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ

الف لام میم O رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے O قریب کی سرزمین میں' اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد

غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ﴿٣﴾ فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ

عنقریب دوبارہ غالب ہوں گے O چند سالوں میں' ف۱ پہلے (بھی) اور بعد (بھی) حکم اللہ ہی

ف۵۹ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں' ایک یہ ہے کہ یہ لام "کَی" ہے یعنی وہ شرک اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے راستے پر چلیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لام "امر" ہے یعنی انہوں نے شرک کیا ہے تو اب انہیں چاہیے کہ وہ اللہ کی ناشکری کریں اور یہ امر تہدید اور وعید کے لیے ہے' جیسے فرمایا: "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO" (حٰم السجدہ: ۴۰) تو جو چاہو کرو وہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہےO

ف۶۰ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) جو لوگ ہماری نشانیوں سے ہم تک پہنچنا چاہتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنی ذات کی معرفت کی ہدایت دیں گے' یہ نشانیاں اس کے اپنے اندر بھی ہیں اور اس خارجی کائنات میں بھی ہیں' انسان کے اندر اس کے جسمانی اعضاء اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق اپنا اپنا کام کر رہے ہیں' جگر غذا سے خون بنا کر رگوں میں پہنچا رہا ہے اور فاضل تلچھٹ کو مثانہ میں بھیج رہا ہے' معدہ غذا کو ہضم کر رہا ہے اور فاسد مادہ بڑی آنت میں بھیج رہا ہے' یہ کس کا بنایا ہوا نظام ہے؟ سورج طلوع ہو کر دن میں روشنی مہیا کر رہا ہے تاکہ لوگ کاروبارِ حیات کو انجام دے سکیں اور غروب ہو کر رات کو لا رہا ہے تاکہ لوگ دن کی تھکاوٹ اتار کر آرام کر سکیں' سو یہ کس کا نظام ہے' اللہ تعالیٰ نے غور و خوض کے لیے انسان کے اندر اور اس کے باہر اس کائنات میں یہ نشانیاں رکھی ہیں کہ انسان کے اندر اور اس کے باہر سب ایک ہی نظام کے تحت کام کر رہے ہیں اور اس کے اندر کے نظام کی وحدت اور اس کے باہر نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے' اسی لیے فرمایا ہے: "سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ" (حٰم السجدہ: ۵۳) عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اس کائنات میں بھی اور خود ان کے اپنے نفسوں میں بھی حتیٰ کہ ان پر منکشف ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ (۱) سو جو لوگ اپنے اندر اور اپنے باہر کی نشانیوں میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کو تلاش کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ضرور انہیں اپنی راہ دکھاتا ہے (۲) جو لوگ اپنی جسمانی طاقت کو خرچ کر کے جہاد کے ذریعہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہیں' کفار سے جنگ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ضرور انہیں فتح و کامرانی کی راہیں دکھاتا ہے (۳) جو لوگ صدقہ و خیرات کر کے دین کو پھیلانے کے لیے مال کو خرچ کر کے دین کی ترویج اور اشاعت کی جدوجہد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں دین کی ترویج اور اشاعت کی راہیں دکھاتا ہے ف۶۱ اس کا معنی ہے: وہ دنیا میں ان کی نصرت اور اعانت فرماتا ہے اور ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے' اور آخرت میں ان کی مغفرت فرمائے گا' ان کو اپنے فضل سے اجر و ثواب' جنت' اپنا دیدار اور اپنی رضا عطا فرمائے گا۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ الروم: ف۱ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "الٓمّٓ O غُلِبَتِ الرُّوْمُ O" تو مشرکین نے حضرت ابوبکر سے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے نبی نے کیا کہا ہے' وہ کہتے ہیں کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: میرے نبی نے سچ کہا ہے' مشرکین نے کہا: کیا تم اس پر شرط لگاؤ گے' پھر حضرت ابوبکر نے ایک شرط مقرر کر دی' اور رومیوں کے غلبہ سے پہلے وہ مدت پوری ہو گئی' نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ رنجیدہ ہوئے اور حضرت ابوبکر سے پوچھا: تمہیں اس شرط پر کس نے برانگیختہ کیا' انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نے' آپ نے فرمایا: ان سے پھر بات کرو اور شرط اور مدت دونوں میں اضافہ کر دو' حضرت ابوبکر نے مشرکین سے بات کی اور دوبارہ شرط لگائی' ابھی وہ مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے' حضرت ابوبکر اپنی جیت کی اونٹنیاں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' آپ نے فرمایا: ان کو صدقہ کر دو' یہ سحت ہے' تو حضرت ابوبکر نے ان کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۷۴۵۸) قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے لوٹے (۶ ہجری میں) تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے۔

وَمِنْ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۟ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ

کو زیبا ہے اور اس دن مومنین خوش ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے

مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۟ۙ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ

مدد فرماتا ہے اور وہ بہت غالب بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے

وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۟ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ ۲ وہ ظاہری دنیاوی

مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۟ اَوَلَمْ

زندگی کا علم رکھتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل ہی غافل ہیں ○ ۳ کیا وہ اپنے

یَتَفَكَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

نفسوں میں (اس پر) غور نہیں کرتے کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمینوں کو

وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ

اور ان کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ اور مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے' ۴ اور بے شک اکثر لوگ

النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۟ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

اپنے رب سے ملاقات کے ضرور منکر ہیں ○ ۵ کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا

فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ

پس وہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ قوت والے تھے

مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا

اور انہوں نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو آباد کیا' اور انہوں نے زمین کو ان سے زیادہ

ف۲ ''وعد'' کا معنی ہے: کسی مفید اور نافع کام کی اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا اور ''وعید'' کا معنی ہے: کسی مضر اور ہلاکت خیز کام کی اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا۔ یہ صرف رومیوں کی فتح کی خبر میں منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کے اُمور میں سے جس چیز کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور جس چیز کے وقوع کی خبر دی ہے' اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرتا' کیونکہ کسی چیز کا خبر کے خلاف واقع ہونا کذب ہے اور اللہ سبحانہ پر کذب محال ہے ف۳ یعنی اکثر لوگ کفار ہیں اور ان کو صرف دنیا کا علم ہے اور ان کو دنیا کا علم بھی کامل نہیں ہے' ان کو دنیا کا علم صرف ظاہری ہے' وہ دنیا کی رنگینیوں' اس کی زیبائشوں' اس کی لذتوں اور دنیا میں کھیل کود کی انواع اور تجارت اور حصولِ آمدنی کے ذرائع اور عیش و عشرت کی اقسام کا علم رکھتے ہیں اور وہ دنیا کے باطن کو نہیں جانتے' دنیا میں مستغرق ہونے کے ضرر کو اور دنیاوی عیش و عشرت' شکوہ اور سلطنت کے وبال کو نہیں جانتے' وہ دنیا کی فنا سے غافل ہیں اور اس وجہ سے وہ آخرت اور قیامت اور مرنے کے بعد دوسری زندگی کے بھی منکر ہیں ف۴ اللہ تعالیٰ نے الروم: ۸ میں توحید اور حشر پر دلیل قائم کی ہے اور یہ دو اعتبار سے قائم کی ہے' ایک انسان کے اپنے نفس کے اعتبار سے اور دوسری دلیل خارج کے اعتبار سے قائم فرمائی ہے' انسان کے اپنے نفس میں اور اس کے جسم کے اندر ایسے شواہد موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور حشر پر دلالت کرتے ہیں۔ انسان اپنے جسم کے اندر غور کرے' اس کے جسم میں معدہ ہے' معدہ کے اوپر ایک منفذ ہے اور معدہ کے نیچے بھی ایک منفذ ہے' اوپر والے منفذ سے غذا معدہ کے اندر داخل ہوتی ہے' اور اس وقت نیچے والے منفذ کا منہ بند ہو جاتا ہے' پھر جب غذا معدہ میں پہنچ جاتی ہے تو معدہ اس میں ہضم کا عمل کرتا ہے اور غذا کو پیتا ہے' اور اس کا جوہر مصفّٰی جگر کی طرف روانہ کر دیتا ہے اور جو تلچھٹ اور فضلہ رہ جاتا ہے' وہ نچلے منفذ سے بڑی آنت کی طرف روانہ کر دیتا ہے' پھر جگر میں اس کا دوسرا ہضم ہوتا ہے' جگر اس غذا کے جوہر مصفّٰی کو خون کی شکل میں منتقل کرتا ہے اور اس کے تلچھٹ کو گردوں کی طرف روانہ کرتا ہے جس میں کچھ خون بھی ہوتا ہے اور خون کی بڑی رگوں کی طرف روانہ کرتا ہے' پھر گردے عمل کرتے ہیں اور خون کو باریک رگوں کی طرف بھیجتے ہیں اور خالص پانی کو مثانہ کی طرف روانہ کر دیتے ہیں' معدہ کے منہ پر ایک غدود بنا ہوا ہے' جس کو لبلبہ کہتے ہیں' اس سے ایک سیال مادہ خارج ہوتا رہتا ہے' جس کو انسولین کہتے ہیں' خون میں جو ضرورت سے زیادہ شکر ہوتی ہے' وہ اس سیال مادہ سے جل جاتی ہے' اگر لبلبہ کمزور ہو تو یہ سیال مادہ کم مقدار میں خارج ہوتا ہے اور خون میں شکر کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے' اس سے ذیابیطس کا مرض ہو جاتا ہے۔ تمام انسانوں کے جسموں میں یہ واحد نظام ہے' جو واحد ناظم پر دلالت کرتا ہے اور وہ ناظم واحد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ف۵ انسان اپنے جیسے اجسام کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنی عمر طبعی پوری کر کے مر جاتے ہیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری کائنات بھی ایک دن فنا ہو جائے گی' پھر اگر انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان سے ان کے اعمال کا محاسبہ نہ کیا جائے اور ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کو جزا اور سزا نہ دی جائے تو پھر لازم آئے گا کہ انسانوں کو پیدا کرنا محض عبث اور بے فائدہ تھا' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ نیک عمل کریں یا نہ کریں اور بُرے کاموں کو ترک کریں یا نہ کریں' پھر اگر وہ انسانوں کے مرنے کے بعد ان سے یہ حساب نہ لے کہ انہوں نے نیک کام کیا ہے اور بُرے کام کو ترک کیا ہے یا نہیں تو پھر ان کو آزادیٔ عمل کے اختیار دینے کا اور رسولوں کو نیک کاموں پر ثواب کی بشارت دینے اور بُرے کاموں پر عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ سارا سلسلہ عبث اور رائیگاں ہوگا' نیز انسانوں کو نیک عمل کرنے کی ترغیب اور بُرے کاموں کو ترک کرنے کی تحریک اسی وقت ہوگی' جب انہیں نیک کاموں پر کسی اجر اور ثواب کی توقع ہو اور بُرے کاموں پر کسی گرفت اور سزا کا خطرہ ہو اور یہ اسی وقت ہوگا جب انسان کا جزا و سزا پر ایمان ہو۔

وَجَاۤءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۗ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

آباد کیا تھا' ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے تو اللہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود

كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۤءُوا

اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے O ۷ پھر برے کام کرنے والوں کا برا انجام ہوا کیونکہ

السُّوْۤاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ اَللّٰهُ

وہ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے O ۷ اللہ پہلی بار

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا' پھر تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O ۸ اور جس دن قیامت قائم ہوگی

يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَاۤىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا

اس دن مجرمین مایوس ہو جائیں گے O اور ان کے (مزعوم) شرکاء میں سے کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا اور وہ (خود)

بِشُرَكَاۤىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۳ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝۱۴

اپنے شرکاء کے منکر ہو جائیں گے O اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ منتشر ہو جائیں گے O ۹

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝۱۵

رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کو جنت میں ۱۰ خوش و خرم رکھا جائے گا O ۱۱

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۤئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰۗىِٕكَ فِى

اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری ملاقات اور ہماری آیات کی تکذیب کی تو ان (سب) کو

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝۱۶ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝۱۷

عذاب میں پیش کیا جائے گا O پس شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو اور جب تم صبح کو اٹھو O

ف ۶ یعنی کیا اہل مکہ نے اپنی آنکھوں سے سفر کے دوران ان لوگوں کے آثار کو نہ دیکھا جو زمین میں ہل چلاتے تھے اور اہل مکہ سے زیادہ بلند عمارتیں بناتے تھے' رسول ان کے پاس معجزات لے کر آئے اور احکام شرعیہ لے کر آئے' انہوں نے ان رسولوں کو نہیں مانا اور ان کے احکام کا انکار کیا' اور اللہ نے ایسا نہیں کیا کہ بغیر کسی رسول کو بھیجے اور بغیر دلائل قائم کیے اور ان کے کسی گناہ کے بغیر ان قوموں کو عذاب بھیج کر ہلاک کر دیتا' جس کو بہ ظاہر ظلم کہا جاتا (کیونکہ حقیقت میں اگر وہ اس طرح کرتا بھی تو یہ اس کا ظلم نہ ہوتا کیونکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور سب اس کے مملوک ہیں) لیکن وہ شرک اور نافرمانی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ف ۷ اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد قرآن مجید ہے یا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور آپ کے معجزات ہیں یا خود آپ کی ذاتِ مقدسہ مراد ہے' کفار مکہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے' آپ کا انکار کرتے تھے اور شرک کرتے تھے اور یہ سب سے برے کام ہیں' اس وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے ف ۸ دنیا میں پہلی بار اللہ تعالیٰ انسان کو نطفہ سے پیدا فرماتا ہے اور پھر آخرت میں اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا' اس کے بعد سب کو مخاطب کر کے فرمایا: پھر حساب اور جزا اور سزا کے لیے تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے' اس آیت میں حصر ہے یعنی تم کو کسی اور کی طرف نہیں پیش کیا جائے گا' تم سب کو صرف اسی احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا ف ۹ قیامت کے دن بت مشرکین سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور مشرکین بتوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور کہیں گے: نہ یہ ہمارے خدا ہیں' نہ یہ ہماری شفاعت کرنے والے ہیں' پھر مؤمنین اور کافرین الگ الگ ہو جائیں گے جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا ہے: "وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ O" (یٰسین:۵۹) اور اے مجرمو! آج (نیکوکاروں سے) الگ ہو جاؤ O اور یہ حالت ان کی مایوسی پر مترتب ہے گویا پہلے وہ مایوس ہوں گے' پھر ان کو نیکوکاروں سے الگ کھڑا کر کے انہیں مزید مایوس کیا جائے گا' پھر مؤمنوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور کافروں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' اور قیامت کا ذکر مکرر فرمایا ہے تاکہ لوگ قیامت سے ڈریں' کفار ایمان لے آئیں اور فساق برے عمل ترک کر کے نیک عمل کرنا شروع کر دیں' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مؤمنین اور کافرین ایک دوسرے سے کس طرح الگ الگ ہوں گے ف ۱۰ ضحاک نے کہا ہے: "الروضة" کا معنی جنت ہے' یعنی باغ اور اس کی جمع "ریاض" ہے یعنی "جنان"' بعض علماء نے کہا: جو باغ اونچی جگہ پر ہو' اس کو "الروضة" کہتے ہیں' اور بعض علماء نے کہا: جو باغ پست زمین پر بنا ہو' اس کو "الروضة" کہتے ہیں ف ۱۱ ضحاک نے کہا: "یحبرون" کا معنی ہے: ان کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں اور پچھلے پہر اور دوپہر کو ○ ۱۲

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ

وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے' اور زمین کو اس کے مردہ ہو

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ

جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے ○ ۱۳ اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ

اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر اب تم بشر ہو کر پھیلتے جا رہے ہو ○ ۱۴ اور اس کی نشانیوں میں

اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم کو ان سے سکون حاصل ہو اور اس نے تمہارے

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ

درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی' ۱۵ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں

اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ

میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے'

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ

بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ ۱۶ اور اس کی نشانیوں میں سے رات

وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

اور دن میں تمہاری نیند ہے ۱۷ اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے' بے شک اس میں غور سے سننے والوں کے لیے

ف۱۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے اوقات کو بیان فرمایا ہے' مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت' اس آیت کے اس حصہ میں ہے: پس شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو' اور فجر کا وقت اس حصہ میں ہے: اور جب تم صبح کو اٹھو' اور دوسری آیت میں فرمایا: اور پچھلے پہر' اس میں عصر کا وقت ہے' اور فرمایا: اور دوپہر کو' اس میں ظہر کا وقت ہے' اور دوسری آیت کے شروع میں جو فرمایا ہے: اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں' یہ جملہ معترضہ ہے۔ (جامع البیان:۲۱۲۶۱) اس آیت کا معنی اس طرح ہے: ان پانچ اوقات کی نمازوں میں اللہ سبحانہ کی تسبیح کرو' نماز کو تسبیح سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ تسبیح نماز کا جز ہے کیونکہ ثناء میں پڑھا جاتا ہے: "سبحانك اللّٰهم" اور رکوع میں پڑھا جاتا ہے: "سبحان ربی العظیم" اور سجدہ میں پڑھا جاتا ہے: "سبحان ربی الاعلٰی" اور اس آیت میں کل پر جز کا اطلاق کیا گیا ہے اور کل کو جز کا نام دیا گیا ہے' قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی نماز پر تسبیح کا اطلاق کیا گیا ہے: "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○" (طٰہٰ:۱۳۰) اور (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' آفتاب کے طلوع سے پہلے (فجر میں) اور آفتاب کے غروب سے پہلے (نماز عصر میں) اور رات کے بعض اوقات میں (مغرب اور عشاء کی نمازوں میں) اور دن کے درمیانی کناروں میں اس کی تسبیح کیجئے (ظہر کے وقت میں) تاکہ آپ راضی ہو جائیں ○ اور حدیث میں نفل نماز پر "سبحة" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے جن کو میں بالکل ترک نہیں کرتا: (۱) مجھے ہر ماہ تین روزے رکھنے کی وصیت کی ہے (۲) اور یہ کہ میں وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں (۳) اور یہ کہ میں سفر میں اور حضر میں تسبیح الضحیٰ (چاشت کی نماز) کو ترک نہ کروں۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۳۳) ف۱۳ اس آیت میں حشر و نشر پر دلیل ہے' یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ مُردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے' اسی طرح مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرمائے گا ف۱۴ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر تم کو چلتا پھرتا بشر بنا کر کھڑا کر دیا' اور مٹی ایک بے جان عنصر ہے جس میں حیات اور حرکت کا کوئی اثر نہیں ہے' جو چیزیں عناصر سے مرکب ہیں' ان میں پہلا مرتبہ معدنیات کا ہے' پھر نباتات ہیں' پھر حیوانات ہیں' اور اس کے بعد انسان اور بشر ہے' اللہ تعالیٰ نے معادن کی تمام خوبیاں نباتات میں رکھ دیں اور نباتات کے تمام خواص حیوان میں رکھ دیئے اور حیوان کے تمام کمالات انسان میں رکھ دیئے' پھر انسان اور بشر کو حیوانات سے ایک زائد وصف عطا کیا اور وہ عقل سے ادراک کرنا ہے' پھر اس عظیم خالق کا یہ کتنا زبردست کمال ہے کہ اس نے بے جان اور ساکن مٹی سے ایک جیتا جاگتا' متحرک انسان اور بشر بنا کر کھڑا کر دیا جو صرف حیوانات کی طرح چلنے پھرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ ملائکہ کی طرح غور و فکر کرنے والا ہے ف۱۵ نسل انسانی کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ مرد عورت کی کشت میں تخم ریزی کرے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کے درمیان غیر معمولی محبت پیدا کر دی حالانکہ یہ عمل اس قدر حیاء سوز ہے کہ عام حالات میں انسان یہ عمل نہ کرتا' لیکن نسل انسانی کی افزائش کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اس قدر پرکشش بنا دیا کہ انسان اس عمل کو ترک نہیں کر سکتا' اور مرد اور عورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمدردی بھی رکھ دی' یہی وجہ ہے کہ جب دونوں ضعیف ہو جاتے ہیں اور اس عمل کے قابل نہیں رہتے تو وہ ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ف۱۶ تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو' عربوں کی زبان اور ہے' افریقیوں کی زبان اور ہے' انگریزی' جرمن' فارسی' ہسپانوی زبان اور ہے' کرۂ ارض پر بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں کا خالق کون ہے؟ تم اپنے رنگوں پر غور کرو' جسمانی ساخت پر سوچو' کسی کا رنگ دوسرے کے رنگ سے نہیں ملتا' کسی کا چہرہ دوسرے کے چہرہ سے نہیں ملتا' حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ کی لکیریں دوسرے کے ہاتھوں کی لکیروں سے نہیں ملتیں' کسی انسان کے انگوٹھے کی لکیریں دوسرے انسان کے انگوٹھے کی لکیروں سے نہیں ملتیں' ہزارہا سال سے اربوں انسان پیدا ہو رہے ہیں اور کسی کا نقش دوسرے کے نقش سے' رنگ' رنگ سے اور لکیریں' لکیروں سے نہیں ملتیں' اتنی باریکی اور بوقلمونی کس کی تخلیق ہے! کیا یہ محض

يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ

ضرور نشانیاں ہیں ○ ۱۸ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو ڈرانے اور امید پر قائم رکھنے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کے لیے بجلیوں کی چمک دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے پھر اس سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ

کرتا ہے بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ ۱۹ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ زمین اور آسمان اس کے حکم

بِاَمْرِهٖ ۗ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾

سے قائم ہیں، پھر جب تم کو وہ زمین سے بلائے گا تو تم فوراً (قبروں سے) باہر نکل آؤ گے ○

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے اور سب اس کے اطاعت شعار ہیں ○ ۲۰ اور وہی ہے

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۗ وَلَهُ الْمَثَلُ

جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے ۲۱ اور آسمانوں

الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ضَرَبَ

اور زمینوں میں اسی کی سب سے بلند صفات ہیں اور وہی بہت غلبہ اور بہت حکمت والا ہے ○ اللہ نے تمہارے

لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۗ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

لیے تم میں سے (ہی) ایک مثال بیان فرمائی، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا اس رزق

مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ

میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے، کہ تم اور وہ (غلام) اس (رزق) میں برابر ہوں، تم کو ان سے اس طرح

اتفاق ہے یا پتھر کی مورتیوں کا کارنامہ ہے یا کسی دیوی یا دیوتا کی صناعی ہے، تم کہتے ہو کہ اس عالم کو بنانے میں خدا کے کچھ شریک ہیں، وہ شریک خود کیوں نہیں کہتے کہ اس عالم کی تخلیق پر کسی فرد واحد کا اجارہ نہیں ہے، اس میں ہمارا بھی حصہ ہے، حضرت آدم سے لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کی زبان سے اللہ تعالیٰ یہ کہلواتا رہا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اگر واقع میں اس کے کچھ شریک تھے تو انہوں نے اس کا رد کیوں نہیں کیا، وہ بھی اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے، کوئی آسمانی کتاب نازل کرتے

ف۱۷ نیند اور سونے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے، نیند موت کی بہن ہے، جب انسان سو جاتا ہے تو وہ مردہ کی طرح گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد بیدار کرنا ایسے ہے جیسے موت کے بعد زندگی ہے اور اس میں یہ نشانی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں نیند کے بعد بیدار کر دیتا ہے، اسی طرح وہ تمہیں موت کے بعد پھر زندہ کر دے گا

ع ۳ / ۸ / ۶

ف۱۸ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں اور اس آیت میں فرمایا ہے: اس میں غور سے سننے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں، کیونکہ بعض ایسی نشانیاں ہوتی ہیں جن کا پتا بغیر غور و فکر کے نہیں چلتا اور بعض ایسی نشانیاں ہوتی ہیں کہ محض توجہ دلانے سے ان کا پتا چل جاتا ہے اور رات اور دن میں سونا اور رزق کی صورت میں اس کے فضل کو تلاش کرنا، ایسی ہی نشانی ہے ف۱۹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان پر بجلی کوندتی ہے، جسے دیکھ کر کبھی تم دہشت سے خوف زدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر یا تمہارے کسی سامان پر بجلی گرے اور وہ ہلاک ہو جائے، اور کبھی تم کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ بجلی چمک رہی ہے، اب بارش ہو گی، پیاسی زمین سیراب ہو گی اور خشک سالی دور ہو جائے گی، اور وہ زمین جس پر کوئی سبزہ نہ تھا، بارش کے بعد وہ لہلہانے لگتی ہے اور کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی ہیں اور باغوں میں درخت پھلوں سے لد جاتے ہیں اور عقل والے اس نشانی سے صاحب نشان تک پہنچتے ہیں کہ ہزاروں برس سے زمین کی سیرابی کا یہی نظام ہے، اس میں سر مو کوئی تبدیلی نہیں ہے اور اس نظام کا تسلسل اور اس کی یکسانیت یہ بتاتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا ممکن نہیں ہے، واجب ہے ورنہ وہ خود کسی ناظم کا محتاج ہوتا، اور وہ حادث نہیں ہے قدیم ہے اور متعدد نہیں ہے واحد لاشریک ہے اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمینوں کو زندہ کر دیتا ہے، اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا ف۲۰ زمینوں اور آسمانوں کی ہر چیز اس کی ملکیت ہے، اور ملکیت کسی چیز کو خریدنے سے ہوتی ہے، اس نے آسمان اور زمین کسی سے نہیں خریدا، یا ملکیت کسی چیز کے وراثت میں ملنے سے ہوتی ہے، اس کا کوئی مورث نہیں ہے، جس کے مرنے کے بعد یہ کائنات اس کو ملی ہو، یا ملکیت کسی چیز کو ہبہ کرنے یا تحفہ میں دینے سے ہوتی ہے، اسے کوئی دینے والا نہیں بلکہ وہی سب کو دینے والا ہے، پھر ملکیت کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی چیز کو بنانے سے کوئی شخص اس کا مالک ہوتا ہے، سو اس نے تمام کائنات کو بنایا ہے، سو وہی اس کا خالق اور مالک ہے اور خالق کے لیے ضروری ہے کہ وہ واجب اور قدیم ہو کیونکہ اگر وہ ممکن اور حادث ہو تو اس کو پھر کسی خالق کی ضرورت ہو گی، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خالق واحد ہو ورنہ تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ محال ہے، اور جب وہ سب کا خالق اور مالک ہے تو سب اس کے مملوک ہوئے اور مملوک کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالک کا اطاعت شعار ہو، سو ساری کائنات اس کی اطاعت گزار ہے ف۲۱ اس تمام کائنات کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے اور جب وہ اس کائنات کو ایک بار پیدا کر چکا ہے تو اس کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾

خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے ہم عقل والوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیات بیان فرماتے ہیں O

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ فَمَن يَهْدِي

بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کی ۲۲ سو جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اس کو کون ہدایت

مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ

دے سکتا ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے O سو آپ باطل پرستوں سے کنارہ کش

حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ

ہو کر اپنے آپ کو دین حق پر قائم رکھیں (اے لوگو!) اپنے آپ کو اللہ کی بنائی ہوئی اس خلقت

اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

پر قائم رکھو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے ۲۳ یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾

(اسی دین پر قائم رہو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ O ۲۴

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ

ان لوگوں میں سے (نہ ہو جاؤ) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے ۲۵ ہر گروہ اسی سے خوش

فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ

ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو O اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتے ہیں

إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ

پھر جب وہ اپنی طرف سے ان کو رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اسی وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا

ف۲۲ اس مثال کا معنی یہ ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ جو شخص اس کا نوکر اور غلام ہو وہ اس کے مال اور کاروبار میں اس کا شریک بن جائے تو تم اس لیے اس کو ناپسند کرتے ہو کہ تمہارے نوکروں اور غلاموں کو تمہارے اموال اور کاروبار میں شریک کہا جائے تو تم اللہ کے مملوک اور اس کی مخلوق کو اللہ کا شریک کیوں کہتے ہو اور جو چیز تمہیں اپنے لیے ناپسند ہے اس کو اللہ کے لیے پسند کیوں کرتے ہو پھر فرمایا: تم کو ان سے اس طرح خوف ہو جس طرح تم کو اپنے ہم مثلوں سے خوف ہے اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم اپنے غلاموں اور نوکروں سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح تم آزاد لوگ ایک دوسرے سے ڈرتے ہو یعنی جس طرح تم مشترکہ کاروبار یا مشترکہ املاک میں تصرف کرتے ہوئے ڈرتے ہو کہ دوسرے شرکاء تم سے باز پرس کریں گے کہ تم نے ان کو بتائے بغیر کیوں تصرف کیا' کیا تم اپنے نوکروں اور غلاموں سے بھی اسی طرح ڈرتے ہو' یعنی نہیں ڈرتے کیونکہ جب تم نے اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنے کاروبار اور املاک میں شریک بنایا ہی نہیں تو پھر ان سے ڈرنے کا کیا سبب ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کی' یعنی کفار جو بت پرستی کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں' یہ کسی دلیل کی بناء پر نہیں ہے بلکہ کفار اپنی خواہش سے ان بتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں ان کی پرستش کرتے ہیں ف۲۳ یعنی اللہ کی خلقت اور بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے' یہ صورۃً خبر ہے اور معنیً نہی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خلقت اور ہیئت میں تبدیلی نہ کرو' اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی اور تغیر نہ کرو' جو لوگ اپنے اعضاء مثلاً گردہ وغیرہ نکلوا کر کسی کو دے دیتے ہیں' ان کا یہ فعل بھی اس آیت کی رو سے ممنوع اور حرام ہے۔ اپنے جسم کے اعضاء نکلوانے کے حرام ہونے پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل فرمایا: " وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ " (النساء:۱۱۹) اور مجھے قسم ہے! میں ضرور ان کو گمراہ کر دوں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے۔ جو مرد ڈاڑھی منڈواتے ہیں' عورتوں کی طرح چوٹی رکھتے ہیں اور جو عورتیں مردوں کی طرح بال کٹواتی ہیں یا سر منڈواتی ہیں اور جو بوڑھے مرد بالوں پر سیاہ خضاب لگاتے ہیں اور جو مرد خصی ہو جاتے ہیں یا کسی کو دینے کے لیے اپنے بعض اعضاء نکلواتے ہیں' یہ سب شیطان کے حکم پر عمل کر کے تغییر خلق اللہ کر رہے ہیں اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کر رہے ہیں' سو یہ تمام افعال ناجائز اور حرام ہیں' سفید بالوں کو عنابی' زرد یا مہندی کے رنگ سے رنگنا اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس رنگ کا خضاب حدیث سے ثابت ہے اور مطلوب اور مستحسن ہے۔ انسانی اجزاء کی پیوندکاری کی تحریم اور ممانعت کے متعلق جامع اور تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر " تبیان القرآن " ج ۹ ص ۱۵۴ تا ۱۹۰ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے ظاہراً کفر کیا۔ (المعجم الاوسط: ۳۳۴۸) اس حدیث میں عمداً نماز ترک کرنے کو کفر قرار دیا ہے' لیکن اس کا محمل یہ ہے کہ جب نماز کو غیر اہم اور معمولی سمجھ کر ترک کیا جائے یا نماز کی فرضیت کا انکار کر کے ترک کیا جائے یا نماز کی اہانت کرتے ہوئے اس کو ترک کیا جائے تو پھر یہ کفر ہے ف۲۵ حضرت ابو ہریرہ' حضرت عائشہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اس سے مراد اہل قبلہ کے بدعتی فرقے ہیں۔

يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ

ہےO ۲۶ تاکہ وہ ہماری ان نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم نے ان کو دی ہیں' سو تم (عارضی) فائدہ اٹھالو ۲۷ پھر تم عنقریب جان لوگےO

اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ

کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے جو ان کے شرک کی تصدیق کرتی ہے؟ O ۲۸ اور جب

اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں' اور جب ان کے پہلے سے کیے ہوئے برے کاموں

اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ مایوس ہوجاتے ہیںO ۲۹ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ

کردیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے رزق) تنگ کردیتا ہے' ۳۰ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیںO پس

ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

آپ قرابت داروں کو ان کا حق ادا کریں ۳۱ اور مسکینوں کو اور مسافروں کو' یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ

جو اللہ کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں O اور تم جو مال

مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ

سود لینے کے لیے دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہوکر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا ۳۲ اور تم اللہ کی

اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

رضا جوئی کے لیے جو زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال بڑھانے والے ہیں O ۳۳

ف۲۶ اس آیت میں یہ وصف عام لوگوں کا بیان فرمایا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں روح کی ہدایت اور اطاعت بھی ہے اور نفس کی گمراہی' اس کی نافرمانی اور سرکشی بھی ہے' ان پر جب آفتوں اور مصیبتوں کی یلغار ہوتی ہے تو ان کے نفوس مضمحل ہو جاتے ہیں اور نافرمانی کے محرکات معطل ہو جاتے ہیں' پھر ان کی ارواح شہوتوں اور نفسانی تقاضوں کی قیود سے نکلتی ہیں اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کی طرف لوٹ آتی ہیں' پھر لوگ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور ان کے نفوس بھی اپنے طبعی تقاضوں کے خلاف اپنی ارواح کی موافقت کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیتے ہیں' اور جب اللہ ان سے وہ مصائب دور کر دیتا ہے تو ان کے سرکش نفوس اپنی بری عادتوں کی طرف پھر لوٹ آتے ہیں ف۲۷ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تہدید فرمائی کہ تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور رحمتوں سے عارضی فائدہ اٹھالو' پھر تم نے اپنی نافرمانی اور سرکشی کے موافق جو عمل کیے ہیں' ان کی سزا پالو گے ف۲۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''سلطان'' سے مراد حجت اور دلیل ہے' اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ایسی حجت اور دلیل نازل نہیں کی' جو ان کے شرک کی تصدیق اور تائید کرتی ہو' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ بندوں کے اعمال جب اللہ تعالیٰ کے کیے کے موافق ہوں گے تو وہ اعمال ان کے حق میں مفید ہوں گے اور جب ان کے اعمال ان کے سرکش نفوس کے تقاضوں کے موافق ہوں گے تو وہ ان کے حق میں مضر ہوں گے' پس محض اپنی طبیعت کے موافق عمل کرنا گمراہی ہے اور اللہ کی نازل کی ہوئی دلیل کے موافق عمل کرنا ہدایت ہے ف۲۹ اس آیت میں کافروں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کو کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اس پر اِتراتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پھر وہ مایوس ہو جاتے ہیں' اس کے برخلاف مؤمن کو جب کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اللہ سے رحمت اور اس مصیبت کے دور ہونے کی اُمید رکھتا ہے ف۳۰ یعنی کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے وسعت کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے' اس لیے محض فقر کی وجہ سے ان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اس کو مال دنیا کی نعمتیں دے کر اس کو شکر کی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے' اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور مصیبت کے ایام میں صبر سے کام لیں ف۳۱ اس آیت کا پہلی آیت سے ربط ہے کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوا تھا کہ کچھ لوگ مال دار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تنگ دست' اس سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ مال دار لوگوں کو چاہیے کہ وہ تنگ دستوں کی مدد کریں' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب مال دار لوگ غریبوں کی مدد کریں تو اس میں ترجیح یہ ہے کہ پہلے اپنے قرابت دار کو دیں کیونکہ اس میں صلہ رحم ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ زیورات سے کیا کرو' حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں عبد اللہ ابن مسعود کے پاس آئی اور ان سے کہا: تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے' تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو (اگر تمہیں دینا) ادا ئیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب کہتی ہیں: حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا: تم خود جاؤ' حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ ﷺ سے بہت مرعوب رہتے تھے' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا: تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہو: دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں' ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں' حضرت بلال رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا' رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال سے پوچھا: وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: ایک انصار کی عورت ہے' دوسری زینب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون سی زینب' انہوں نے کہا: عبد اللہ بن مسعود کی بیوی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں دو اجر ملیں گے' ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶) ف۳۲ اس آیت میں سود سے مراد وہ ہدیہ ہے جس میں ہدیہ دینے والا اس سے افضل چیز کا طالب ہو' یہ حقیقۃً سود نہیں ہے' لیکن صورۃً سود کے

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ

اللہ نے ہی تم کو پیدا کیا' پھر تم کو رزق دیا' پھر تم کو موت دے گا' پھر تمہیں زندہ کرے گا' کیا

مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے' اللہ ان تمام چیزوں سے پاک

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي

اور بلند ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O ف۳۴ خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں سے کی ہوئی

النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ

بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے' شاید وہ باز آ جائیں O ف۳۵ آپ کہیے:

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ

تم زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ

جن میں سے اکثر مشرک تھے O ف۳۶ آپ اپنا رخ دین مستقیم ہی کی طرف رکھیں ف۳۷

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا' اس دن سب لوگ متفرق ہو جائیں گے O ف۳۸

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ

جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہو گا اور جن لوگوں نے نیک کام کیے تو وہ اپنے ہی لیے

يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ

(جنت کو) تیار کر رہے ہیں O ف۳۹ تاکہ اللہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

مشابہ ہے' اس لیے اس کو سود فرمایا ہے' یہ جائز ہے' اس میں ثواب ہے نہ گناہ ہے' ہمارے عرف میں اس کو نیوتا کہتے ہیں ف۳۳ یعنی جو شخص ریاکاری کے لیے یا معاوضہ کے لیے صدقہ دیتا ہے تو اس کا مال نہیں بڑھتا' اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کرتا ہے تو اس کو اس کا اجر آخرت میں دس گنا ملے گا یا اس کو اس کا اجر سات سو گنا ملے گا (البقرہ: ۲۶۱)۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۳۷) ف۳۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تنزیہ بیان کی کہ کوئی اس کا شریک ہو' یا اس کی ضد ہو یا اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو' اور فرمایا: اللہ نے تم سب کو پیدا کیا' وہ تم سب کو رزق دیتا ہے' پھر تم سب پر موت طاری کرے گا' پھر تم سب کو زندہ کرے گا' پھر یہ چیلنج فرمایا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے ہو' کیا ان میں سے کوئی ان کاموں کو کر سکتا ہے؟ ف۳۵ فساد سے مراد ہر وہ خرابی اور بگاڑ ہے' جس سے انسانی معاشرہ میں امن وسکون تباہ ہو جائے' یہ کبھی انسان کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اللہ کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے' جیسے نعمتوں کا زائل ہونا' اور آفات اور مصائب کا آنا مثلاً قحط آنا اور زمین میں پیداوار کا نہ ہونا' بارشوں کا رُک جانا' یا بہ کثرت سمندری طوفانوں کا آنا' دریاؤں میں سیلاب آنا' فوائد کا کم اور نقصانات کا زیادہ ہونا' زلزلوں کا آنا' آگ لگ جانے' ڈوب جانے' مال چھن جانے' چوری اور ڈاکہ کے واقعات کا زیادہ ہونا' ہمارے زمانے میں دہشت گردی کے واقعات عام ہو رہے ہیں' شہر کراچی میں اور اسی طرح دوسرے شہروں میں سیاسی' مذہبی' علاقائی اور لسانی اختلاف کی بناء پر لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں' زندہ جلا رہے ہیں' انسان کے جسم سے کھال اتاری جاتی ہے' اس کے جسم کو سگرٹوں سے داغا جاتا ہے' اس کے جسم میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے جاتے ہیں' روز گاڑیوں کے چھن جانے اور اغواء برائے تاوان کے عام واقعات ہوتے ہیں' البر اور البحر کنایہ ہے تمام دنیا سے' غرض ساری دنیا فساد کی زد میں ہے' ہم جنس پرستی کی بناء پر ایڈز کی بیماری کی وباء پھیل گئی ہے' فحاشی اور بے راہ روی کی وجہ سے لوگوں کا ذہنی سکون ختم ہو گیا' لوگ رات کی نیند سے محروم ہو گئے' پھر سکون کی تلاش میں لوگوں نے تیز سے تیز نشہ کی پناہ لی' خود کو شراب میں ڈبو دیا' ہیروئن' چرس' راکٹ اور پتھوڈین کے انجکشنوں سے خود کو تباہ کر لیا اور یہ تمام فساد اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور سرکشی کا نتیجہ ہے' یہ شرک اور بداعمالیوں کا ثمرہ ہے۔ "وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ O" (الشوریٰ: ۳۰) اور تم کو جس قدر مصائب پہنچتے ہیں' وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہیں اور بہت سی باتوں سے اللہ درگزر فرما لیتا ہے O ف۳۶ مکہ کے کفار سیدنا محمد ﷺ کی مخالفت کرتے تھے اور شرک اور کفر کو ترک نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ اہل مکہ سے کہیے: تم زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا' جن میں سے اکثر مشرک تھے یعنی تم پچھلی امتوں پر آئے ہوئے عذاب کی نشانیوں پر غور کرو' عاد وثمود کی بستیوں میں تباہی کے آثار کو دیکھو' دشتِ لوط پر غور کرو' اللہ تعالیٰ نے کس طرح سابقہ امتوں کو ان کے کفر اور شرک اور فطرت سے بغاوت کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ان کو کس طرح ملیامیٹ کر دیا گیا' اور صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا' سو تم ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو' شرک اور کفر سے توبہ کر لو اور ہمارے رسول جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں' جس نظام زندگی پر عمل کرنے کے لیے تم سے کہہ رہے ہیں اور ہمارے جس پیغام کو پہنچا رہے ہیں' اس کو قبول کر لو اور ایمان لے آؤ اور نیک اعمال کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو برباد ہونے سے بچا لو ف۳۷ اس کا معنی ہے: آپ اپنی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت میں اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں اور ان کے اسلام نہ لانے سے غم نہ کریں ف۳۸ اس سے مراد قیامت کا دن ہے' اس دن لوگ متفرق ہو جائیں گے' نیک لوگ جنت میں چلے جائیں گے اور کفار دوزخ میں چلے جائیں گے ف۳۹ "مهد" کا معنی ہے: بستر اور مسکن اور قرار کی جگہ' "مهد الصبی" بچے کے پالنے کو کہتے ہیں اور "مهاد" بستر کو کہتے ہیں' "تمهيد الامور" کا معنی ہے: چیزوں کو ہموار کرنا اور ان کی اصلاح کرنا اور "تمهد" کا معنی ہے: جگہ حاصل کرنا۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ

بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ○ ۴۰ اور اس کی بعض نشانیوں میں سے خوش خبری دیتی ہوئی ہواؤں کا بھیجنا ہے ۴۱

وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ

اور اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے بہرہ مند کرے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ تم اس کے

فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا

فضل سے رزق تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو ○ ۴۲ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسولوں کو

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس دلائل لے کر گئے تو ہم نے مجرموں سے انتقام لیا ۴۳

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ

اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا (ہمارے فضل سے) واجب ہے ○ ۴۴ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں

فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا

پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے پانی نکلتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا

مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

ہے ان تک وہ پانی پہنچا دیتا ہے ۴۴ تو وہ خوش ہو جاتے ہیں ○ ۴۵ اور بے شک وہ اس

اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ

پانی کے نازل کیے جانے سے پہلے ضرور مایوس تھے ○ پس اللہ کی رحمت کی

ف۴۰ اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی جو جزا دیتا ہے یہ محض اس کا فضل ہے اس میں بندوں کا استحقاق نہیں ہے بلکہ بندے جو نیک عمل کرتے ہیں وہ بھی اس کے فضل سے کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو طاقت نہ دیتا اور اس کو نیک اعمال کی توفیق نہ دیتا تو وہ کب کوئی نیک عمل کر سکتا تھا' کسی بندے کے نیک عمل کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو اتنی زیادہ نعمتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں کہ بندہ ان کا حساب بے باک نہیں کر سکتا' انسان کو اس کے بالغ اور عبادت کے قابل ہونے سے پہلے ہی اتنی نعمتیں مل چکی ہیں کہ وہ اپنی تمام زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت میں صرف کر کے بھی ان نعمتوں کا پورا پورا شکر ادا نہیں کر سکتا' تو اگر اللہ تعالیٰ ان سابقہ نعمتوں کے شکر میں تقصیر اور کوتاہی سے ہی صرف نظر کرے اور اس کو معاف کر دے تو اس کا بڑا کرم ہے اور اجر وثواب کے استحقاق کا کیا سوال ہے' جیسے کوئی شخص کسی کو سو روپے روزانہ کی اجرت پر ملازم رکھے اور اس کو پیشگی دس کروڑ روپے دے دے' اور پانچ دس سال کام کرنے کے بعد وہ ملازم اس سے اجرت مانگے تو وہ شخص کہے گا: میں پیشگی ہی دس کروڑ روپے دے چکا ہوں' تم پہلے ان کا حساب بے باق کر دو' سو کسی شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے' خواہ وہ کتنی ہی عبادت کرے' وہ کسی اجر کا مستحق نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کو ان کی نیکیوں پر جو اجر عطا فرمائے گا' وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے' بندہ کا اس کے اوپر کوئی حق نہیں ہے ف۴۱ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمالات میں سے بارش کی خوش خبری دینے والی ہواؤں کا بھیجنا ہے' اس سے اللہ اپنی رحمت سے آشنا کرتا ہے' بارش ہوتی ہے' زمین سیراب ہوتی ہے اور فصلیں زرخیز ہوتی ہیں' سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں' فرمایا: تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو یعنی اس کے واحد ہونے پر ایمان لاؤ اور نیک اعمال کرو تاکہ ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا ہو ف۴۲ اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے' کیونکہ آپ کو اس پر غم ہوتا تھا کہ آپ کفار مکہ کے سامنے دلائل اور براہین بیان کرتے تھے' مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے غم کو زائل کرتے ہوئے فرمایا: یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' ہمیشہ سے کفار رسولوں کی تکذیب کرتے چلے آئے ہیں ف۴۳ آیت کے اس حصہ میں سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کے لیے بشارت ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی مدافعت کی تو اللہ عزوجل پر یہ حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو دور رکھے۔ (مسند احمد: ۲۷۶۰۳) ف۴۴ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو چلاتا ہے اور ان سے بادلوں کو جس جہت کی طرف چاہتا ہے روانہ کرتا ہے' پھر ان کو آسمانوں میں جمع کرتا ہے اور پھیلاتا ہے' پھر وہ بادلوں کو مختلف اقسام کے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے' اس سے کبھی بادل ہلکے ہوتے ہیں' کبھی بھاری ہو جاتے ہیں' یعنی جب سمندر سے اٹھنے والے بخارات پانی کے قطرات کی صورتوں میں بادل میں مجتمع ہو جاتے ہیں تو اس سے بادل بھاری ہو جاتے ہیں' پھر ان کے درمیان سے پانی نکلتا ہے' پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک وہ پانی پہنچاتا ہے' تو وہ خوش ہو جاتے ہیں ف۴۵ یعنی بارش کے نازل ہونے سے پہلے وہ بارش کے ضرورت مند اور محتاج تھے' پھر جب ان پر بارش نازل ہوتی ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ
نشانیوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے' بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۵۰ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا
اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ ۴۶ؑ اور اگر ہم تیز ہوا بھیج دیں پھر وہ اپنی کھیتیوں کو زرد

لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ۝۵۱ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ
پائیں تو وہ ضرور اس کے بعد ناشکری کریں گے ○ ۴۷ؑ پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے ۴۸ؑ اور نہ آپ

الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝۵۲ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ
بہروں کو پکار سناتے ہیں جب وہ (بہرے) پیٹھ موڑ کر جا رہے ہوں ○ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی

ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۵۳ ع
سے ہدایت دینے والے ہیں' آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں' سو وہی مسلمان ہیں ○

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ
اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا' پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی'

قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ
پھر اس قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کیا ۴۹ؑ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے

وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝۵۴ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ
اور وہ بہت علم والا بے حد قدرت والا ہے ○ اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرم قسم کھا کر کہیں گے:

مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ۝۵۵ وَقَالَ الَّذِیْنَ
ہم صرف ایک ساعت ٹھہرے تھے' وہ اسی طرح بھٹکتے رہے ○ ۵۰ؑ اور جن لوگوں کو علم

ف۴۶ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل ذکر فرمائے' پھر فرمایا: اللہ کی رحمت کے آثار پر غور کرو یعنی بارش سے اس پر استدلال کرو جو مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرنے پر قادر ہے' وہ قیامت کے دن مُردہ انسانوں کو زندہ کرنے پر کیوں نہیں قادر ہو گا ف۴۷ اس سے پہلے فرمایا تھا: اگر ان سے بارش روک لی جائے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں اور جب ان پر بارش نازل ہو تو وہ خوش ہو جاتے ہیں' اب فرمایا: اگر ان پر تیز ہوائیں بھیج دی جائیں تو وہ ناشکری کریں گے۔ چونکہ ان کا اللہ پر ایمان نہیں ہے' اس لیے وہ اللہ سے اچھی امید رکھتے ہیں' نہ مصائب پر صبر کرتے ہیں' نہ نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں ف۴۸ عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مردہ کے گھر والوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا کہ مردہ کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں' اور یہ ایسا ہی ہے کہ جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور اس میں مشرکین میں سے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا جو فرمانا تھا' حضرت عمر نے روایت کیا: یہ میرا کلام سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے' آپ نے فرمایا تھا: ان کو علم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ برحق ہے' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیتیں پڑھیں: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' (النمل: ۸۰' الروم: ۵۲) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ ''وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○'' (فاطر: ۲۲) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ○ (صحیح مسلم' الجنائز ۲۶ (۹۳۲) ۲۱۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن آیتوں سے استدلال کیا ہے ان سے مراد کفار ہیں گویا کہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور ان آیتوں میں سنانے سے مراد ان کا نبی ﷺ کے ارشاد کو سمجھنا اور آپ کے پیغام کو قبول کرنا ہے' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○'' (الانفال: ۲۳) اور اگر (بالفرض) اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں (آپ کا پیغام) ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) اللہ انہیں سنا بھی دیتا تب بھی وہ اعراض کرتے ہوئے پیٹھ پھیرتے ○ اور یہ اس طرح ہے جیسے ان کے حواسِ خمسہ سلامت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا' گونگا اور اندھا فرمایا' کیونکہ سننے' بولنے اور دیکھنے کی جو غرض و غایت اور اس کے تقاضے ہیں' وہ ان کو پورا نہیں کرتے تھے' اور ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو اپنا پیغام نہیں سناتے جو اس پیغام کو فہم و تدبر سے نہیں سنتے اور نہ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۸۶) سماعِ موتیٰ کی تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۵۷۶ تا ۵۸۹ کو ملاحظہ فرمائیں ف۴۹ کمزوری کی حالت میں پیدا کیا' اس سے انسان کی پیدائش کی حالت اور اس کے بچپن کی حالت مراد ہے' کیونکہ اس وقت اس کا جسم اور بدن کمزور ہوتا ہے' اور کمزوری کے بعد قوت دی' اس سے اس کی جوانی کی حالت مراد ہے' پھر بہ تدریج اس میں ضعف پیدا کیا' وہ پہلے ادھیڑ عمری کی حالت میں پہنچا' پھر وہ بڑھاپے میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ قوت کے بعد کمزوری کی حالت ہے ف۵۰ آیت کے اس حصے سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ مشرکین نے عذابِ قبر کا ذکر نہیں کیا' اگر انہیں قبر میں عذاب ہوا ہوتا تو وہ اس کا بھی ذکر کرتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرما دیا اور وہ اسی طرح بھٹکتے رہے' یعنی جس طرح وہ دنیا میں جھوٹ بولتے تھے اور گمراہی میں مبتلا رہتے تھے اور حق سے منحرف رہتے تھے' اسی طرح اب بھی حق سے منحرف ہو رہے ہیں اور یہ جھوٹی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت رہے' عذابِ قبر کے ثبوت میں متعدد احادیث ہیں' بعض ازاں یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ ﷺ اور میرے والد حضرت ابوسفیان اور میرے بھائی معاویہ سے نفع پہنچانا' تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں اور عمروں کے متعلق سوال کیا جو مقدر ہو چکی ہیں اور ان روزیوں (ارزاق) کے متعلق سوال کیا جو تقسیم کی جا چکی ہیں' لیکن تم اللہ

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫

اور ایمان عطا کیا گیا تھا وہ کہیں گے: بے شک تم لوحِ محفوظ کے موافق حشر تک ٹھہرے رہے ہو

فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ

سو یہ یوم حشر ہے لیکن تم جانتے ہی نہ تھے ○ پس اس دن ظالموں

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی اور نہ ہی ان سے عتاب اور ناراضگی کو زائل کیا جائے گا ○ ۵۱ اور ہم نے اس

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں' اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی معجزہ

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

پیش کریں تو کفار ضرور کہیں گے کہ آپ تو محض جھوٹے ہیں ○ اللہ اسی طرح جاہلوں کے

عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ

دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ○ ۵۲ سو آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے'

لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

کہیں آپ کو وہ لوگ بے صبرا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے ○ ۵۳

۳۱ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۃ لقمان مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چونتیس آیتیں چار رکوع ہیں

الٓمّٓ ﴿۱﴾ ج تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ لا هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ لا

الف لام میم ○ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں ○ (یہ کتاب) نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ○ ۱

تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۳۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں' اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۷۷) **ف۵۱** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کفار کا قول رد کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم اپنی قبروں میں حشر تک رہتے رہے ہو' اور یہی وہ حشر کا دن ہے جس کا تم انکار کرتے رہے تھے' اور لوحِ محفوظ میں پہلے ہی یہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ تم حشر تک قبروں میں رہو گے' اور جب مسلمان ان پر رد کریں گے تو وہ پھر دوبارہ دنیا میں لوٹائے جانے کا سوال کریں گے اور اپنے پچھلے کفر اور شرک پر معافی طلب کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ان کی معذرت قبول کی جائے گی۔ ع ۶ "یستعبون" میں ازالہ ماخذ کا معنی مراد ہے یعنی ان سے عتاب اور ناراضگی کو دور نہیں کیا جائے گا اور وہ اللہ کے عتاب اور ناراضگی کے ازالہ کو طلب کریں گے لیکن ان سے عتاب اور ناراضگی کو زائل نہیں کیا جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۴۶) **ف۵۲** یعنی عقائد کی تفہیم کے لیے ہم نے ان کی ضرورت کی ہر مثال بیان کر دی ہے' اور ان کے تمام شبہات اور اعذار کو زائل کر دیا ہے اور دین کو پہنچانے میں ہمارے رسولوں کی طرف سے کوئی تقصیر نہیں ہوئی' اس کے باوجود اگر وہ آپ سے کوئی دلیل اور معجزہ طلب کرتے ہیں تو یہ محض ضد اور عناد ہے' اور جو شخص کسی معجزہ کو جھٹلا سکتا ہے' اس کے لیے دیگر معجزات کو جھٹلانا بھی آسان ہے' اور اگر آپ ان کے مطالبہ کے موافق کوئی اور معجزہ پیش کریں مثلاً سمندر کو چیر کر راستہ بنا دیں یا پہاڑ سے اونٹنی نکالیں تو اس کو بھی یہ لوگ یہ کہہ کر رد کر دیں گے کہ یہ جادو ہے اور جھوٹ ہے' اور جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر ہے حتیٰ کہ یہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر انکار کر دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ اسی طرح جاہلوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے' سو آپ ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا **ف۵۳** اس سے مراد النضر بن الحارث ہے' اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے اور اس میں تعریض ہے' خطاب آپ سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ لقمان: ف۱ اس کو ہدایت اس لیے فرمایا کہ اس کتاب میں نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ہدایت ہے' یا زندگی کے ہر شعبہ کو صحیح اور صالح طریقہ سے گزارنے کی ہدایت ہے یا زندگی کے ہر باب میں عبادت کے طریقہ کی ہدایت ہے یا اس کتاب میں ایک فرد' ایک خاندان اور ایک ملک کو فساد اور بگاڑ سے دور رکھنے اور صلاح اور فلاح سے مزین کرنے کی ہدایت ہے' اور لوگوں کے عقائد اور اعمال کی صحت اور ثواب اور آخرت میں عذاب سے بچنے اور ثواب کے حاصل کرنے کی ہدایت ہے اور یہ عبادت کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور عارفین کے لیے دلیل اور حجت ہے۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

جو لوگ نماز قائم رکھتے ہیں ۲ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ۳ اور وہی آخرت کے

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

یقین رکھتے ہیں ○ وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں اور وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ

کامیاب ہیں ○ اور بعض لوگ غافل کرنے والی کہانیاں خریدتے ہیں ۴

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں' ان ہی لوگوں کے لیے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ

ذلت والا عذاب ہے ○ ۵ اور جب اس شخص پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں' وہ تکبر کرتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے

لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦

سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے ۶ سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجئے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ⑧ خٰلِدِيْنَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان ہی کے لیے نعمت والی جنتیں ہیں ○ ان میں وہ ہمیشہ

فِيْهَا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

رہنے والے ہیں' یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے' اور وہی بہت غالب حکمت والا ہے ○ ۷ اللہ نے بغیر

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

ستونوں کے آسمان بنائے جنہیں تم دیکھتے ہو ۷ اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا تاکہ وہ تمہیں

ف۲ "اقامت صلوٰۃ" کا معنی یہ ہے کہ نماز کو اس کی ظاہری شرائط کے موافق ادا کیا جائے' شرم گاہ کو ڈھانپا جائے' پہلے وضو کیا جائے' قبلہ کی طرف منہ کیا جائے' نماز کو اس کا وقت داخل ہونے کے بعد شروع کیا جائے' پاک جگہ میں نماز پڑھی جائے اور نماز کی باطنی شرائط کے مطابق نماز پڑھی جائے' اپنے دل و دماغ کو دنیاوی افکار اور تعلقات سے خالی کر لیا جائے' اپنے تمام عیوب اور گناہوں سے توبہ کر کے اپنے دل کو پاک صاف کر لیا جائے' کیونکہ وہ جہاں بھی ہوگا اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہوگا' پس اگر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب سے صرف نظر کرے تو وہ عیوب اور گناہوں کے اقدام سے باز رہے' یہ باطنی شرم گاہ کا چھپانا ہے اور باطنی جگہ کی پاکیزگی یہ ہے کہ اس کے دل میں کوئی دعویٰ بلاتحقیق نہ ہو' اور باطنی وقت کے دخول کا معنی یہ ہے کہ اس کو علم ہو کہ اس کا دل اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہے اور متذلل اور متواضع ہے اور بڑائی اور تکبر سے خالی ہے' اور اپنے دل کے قبلہ کی طرف متوجہ ہو اور اس کا دل پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ (لطائف الاشارات ج ۳ ص ۱۴) ف۳ یعنی زکوٰۃ کو اس کی شرائط کے مطابق مستحقین کو ادا کرتے ہیں' اور اہل سنت و جماعت کے مستحق افراد کو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کیونکہ الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ اہل بدعت اور بدمذہبوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ف۴ کلبی اور مقاتل نے کہا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ تجارت کے لیے فارس جاتا تھا' وہاں سے عجمیوں کی خبریں خرید کر لاتا تھا' ان کو روایت کرتا اور قریش کو سناتا' اور کہتا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) تم کو عاد اور ثمود کی خبریں سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار کی خبریں سناتا ہوں اور عجمی بادشاہوں کے قصے سناتا ہوں' لوگ اس کی خبروں اور قصوں کی طرف مائل ہوتے اور قرآن سننا چھوڑ دیتے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گانے والی باندیوں کو تعلیم دینا اور ان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی آمدنی حرام ہے' اور اسی کی مثل یہ آیت نازل ہوئی: "وَمِنَ النَّاسِ الخ"۔ (سنن ترمذی: ۳۱۹۵' الکشف والبیان ج ۷ ص ۳۱۰) ف۵ یہ آیت لھو الحدیث کی مذمت میں ہے اور لھو الحدیث کی تفسیر میں آلات موسیقی اور غنا کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں مزامیر (منہ سے بجائے جانے والے آلات موسیقی) اور برابط اور معازف (ہاتھوں سے بجائے جانے والے آلات موسیقی) کو اور ان بتوں کو مٹادوں جن کی زمانہ جاہلیت میں پرستش کی جاتی تھی۔ الحدیث (مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۷' روح البیان ج ۷ ص ۸۴) آلات موسیقی کے استعمال اور تواجد کی تحریم اور ممانعت پر تفصیلی دلائل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۹ ص ۲۲۰ تا ۲۳۵' اور آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "شرح صحیح مسلم" ج ۲ ص ۶۷۲ تا ۷۰۷ کا مطالعہ فرمائیں ف۶ اس سے پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافر معاند کا حال بیان فرمایا تھا کہ جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ تکبر کرتا ہوا پیٹھ موڑ لیتا ہے' اور ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کا حال بیان فرمایا ہے کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ان کا استقبال کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں' کفار ان آیتوں سے پیٹھ موڑ لیتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں' اس کے مقابلہ میں مؤمنین ان آیتوں کو قبول کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں' جو شخص ان آیات کو سن کر قبول کرے اور ان پر عمل کرے تو اس کا درجہ اس شخص سے زائد ہوگا جو ان آیتوں کو قبول تو کرے لیکن ان کے تقاضوں پر عمل نہ کرے ف۷ یعنی آسمان کسی ایسی چیز پر قائم نہیں ہے جو ان کو اپنی جگہ سے زائل ہونے سے روک رہی ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾ هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِۦ ۚ بَلِ الظَّٰلِمُونَ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا لُقْمَٰنَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِابْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَٰلُهُۥ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَٰلِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

لرزا نہ سکے اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ۸ اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کر کے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کیے O یہ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا! پس مجھے وہ دکھاؤ جو اللہ کے ماسوا دوسروں نے پیدا کیا ہے بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں O ۹ اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو' اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر ادا کرتا ہے' ۱۰ اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے' حمد کیا ہوا ہے O اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' ۱۱ بے شک شرک کرنا ضرور سب سے بڑا ظلم ہے O ۱۲ اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا' ۱۳ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے ۱۴ (اور یہ کہ تو) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا (تو نے) میری ہی طرف لوٹنا ہے O اور اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک قرار دے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا

ف۸ یعنی زمین کا اپنے مدار میں گردش کرتے رہنا اور اس کا متزلزل نہ ہونا' اس میں مختلف جانداروں کے سکون اور ان کے چلنے پھرنے کا سبب ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب زمین گردش کر رہی ہے تو ہم ہلتے جلتے کیوں نہیں؟ اور چکر کھا کر گر کیوں نہیں جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت بڑے بحری جہاز میں جو لوگ سفر کرتے ہیں' وہ بھی اس میں پرسکون بیٹھے رہتے ہیں اور ان کو اس کی حرکت کا پتا نہیں چلتا بلکہ ہوائی جہاز میں جو لوگ سفر کرتے ہیں' وہ بھی اس میں پرسکون بیٹھے رہتے ہیں اور ان کو اس کی حرکت کا پتا نہیں چلتا تو زمین تو بحری جہاز اور ہوائی جہاز سے کروڑہا اور اربہا درجہ بڑی ہے' اس کی حرکت اور گردش سے زمین والوں کے سکون اور ان کے چلنے پھرنے میں کب فرق آ سکتا ہے ف۹ جب اللہ تعالیٰ کی صناعی اور اس کی قدرت میں غور کیا جائے تو عقلاء کی عقلیں اور اذکیاء کی فہمیں حیران رہ جاتی ہیں' جب انسان درختوں کے عجائبات اور ان کے خواص' ان کے فوائد اور ان کے نقصانات' ان کے پتوں' پھولوں اور پھلوں کے مختلف رنگوں' ان کی مختلف خوشبوؤں اور ان کے مختلف ذائقوں پر غور کرتا ہے تو اس کو بے اختیار کہنا پڑتا ہے: یہ سب یوں ہی اتفاق سے نہیں پیدا ہو گیا ہے' ان سب کو ایک زبردست مدبر اور حکیم نے بنایا ہے' اور ان تمام چیزوں کی یکسانیت یہ بتاتی ہے کہ ان چیزوں کا بنانے والا واحد ہے' اگر ان کے بنانے والے متعدد ہوتے تو ان میں یکسانیت اور نظم نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور حیوانات اور نباتات کا جوڑ کر فرمایا ہے' ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا' تو اے مشرکو! مجھے دکھاؤ کہ جن کو تم نے عبادت میں اللہ کا شریک بنا رکھا ہے' انہوں نے کیا پیدا کیا ہے ف۱۰ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے ہی اجر و ثواب کے لیے کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے یعنی اس کو واحد نہیں مانتا اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے ف۱۱ حکیم لقمان کا بیٹا اور اس کی بیوی دونوں کافر تھے' حکیم لقمان ان دونوں کو مسلسل نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۹۴) ف۱۲ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے یا حکیم لقمان کا قول ہے' جس کو اللہ نے نقل فرمایا ہے۔ شرک کو سب سے بڑا ظلم اس لیے فرمایا کہ ظلم کا معنی ہے: کسی کا حق دوسرے کو دے دینا جو اس حق کا مستحق نہ ہو' اور مستحق عبادت ہونا اللہ کا حق ہے' اسی طرح اللہ ہی کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' پس اگر مخلوق میں سے کسی کا حق دوسرے غیر مستحق کو دے دیا جائے تو یہ بھی ظلم ہے' لیکن سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ کسی غیر مستحق کو دے دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو عبادت کا مستحق مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے ف۱۳ اس سے پہلی آیت میں شرک کی ممانعت فرمائی تھی' اور عبادت کے قریب اطاعت ہے' تو بتایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت ہے' اور اگر والدین مشرک بھی ہوں' پھر بھی ان کی خدمت اور اطاعت کی جائے گی' لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی میں والدین یا کسی کی بھی اطاعت نہیں کی جائے گی' اس وقت ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنا واجب ہے ف۱۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے تین درجے بیان فرمائے: اس نے کمزوری پر کمزوری برداشت کی' اس کو پیٹ میں رکھا' اور اس کو دودھ پلایا' اس وجہ سے ماں کو باپ پر تین درجہ فضیلت حاصل ہے' اور نبی ﷺ نے بھی ماں کی تین درجہ زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں' کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۱)

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ

اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا ۱۵ اور اس کے طریقہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو ۱۶

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ إِنَّهَآ

پھر تم سب نے میری ہی طرف لوٹنا ہے' سو میں تم کو ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے ○ (لقمان نے کہا:)

إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي

اے میرے پیارے بیٹے! اگر ایک رائی کا دانہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا

السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿۱۶﴾

زمینوں میں' تو اللہ اس کو لے آئے گا ۱۷ بے شک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ○

يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ

اے میرے پیارے بیٹے! تم نماز کو قائم رکھنا اور نیکی کا حکم دینا ۱۸ اور برائی سے روکنا اور تم کو جو

عَلٰى مَآ أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا' ۱۹ بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ○ اور لوگوں سے تکبر کے ساتھ

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

اپنا چہرہ نہ پھیرنا ۲۰ اور نہ زمین میں اکڑتے ہوئے چلنا' بے شک اللہ کسی اکڑنے والے

مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ

متکبر کو پسند نہیں کرتا ○ اور اپنی رفتار درمیانہ رکھنا' اور اپنی آواز پست رکھنا' بے شک تمام آوازوں

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿۱۹﴾ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ

میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے ○ ۲۱ (اے لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں

ف۱۵ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ کافر ہوں اور تنگ دست ہوں تو اس کو چاہیے کہ جہاں تک اس کے لیے ممکن ہو وہ ان کی مالی امداد کر کے ان کی خدمت کرتا رہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ان کی ماں آئیں اور وہ مشرکہ تھیں' اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور ان کی ماں کے والد سے بھی معاہدہ تھا' وہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا اور میں نے کہا: میری ماں میرے پاس آئی ہے' اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہے' آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحم کرو۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۹) ف۱۶ یہ آیت بھی انسان کو وصیت کرنے کے سیاق میں ہے' اور اس میں تمام جہانوں کے انسانوں کے لیے وصیت ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہے وہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین ہیں ف۱۷ رائی کا دانہ بہت باریک ہوتا ہے اور انسان اس کا وزن نہیں محسوس کر سکتا اور وہ ترازو کے پلڑے کو جھکا نہیں سکتا' اس کے باوجود اگر انسان کا رزق رائی کے دانہ کے برابر ہو اور وہ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں چھپا ہو' پھر بھی اللہ تعالیٰ اس رزق کو اس بندے تک پہنچا دے گا' جس کا وہ رزق ہے' اس لیے بندے کو اپنے رزق کی تلاش میں سرگرداں ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادات سے غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کے

ع ۲ ۸ ۱۱

فرائض اور واجبات کو ادا کرے اور پھر حصولِ رزق اور کسبِ معاش کے لیے جدوجہد کرے ف۱۸ نیکی کا حکم دینے سے مراد تمام فرائض اور واجبات کا حکم دینا ہے اور تمام کبائر اور صغائر سے منع کرنا ہے اور تمام اچھے کاموں کا حکم دینا اور تمام بُرے کاموں سے منع کرنا ہے ف۱۹ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ حوادث روزگار اور آفات اور مصائب اور بیماریاں اگر تم کو پہنچیں تو تم اللہ سے شکوہ اور شکایت نہ کرنا اور جزع اور فزع نہ کرنا' اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز پڑھنے اور احکام شرعیہ کی تبلیغ سے تم کو جو مشقت ہو اس پر صبر کرنا' کیونکہ بعض اوقات انسان کو نماز پڑھنے میں بھی مشقت اٹھانی پڑتی ہے' جیسے سخت گرمی اور دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا (اور سخت سردی میں فجر اور عشاء کی باجماعت نماز ادا کرنا) یہ بھی نفس کے لیے بار خاطر ہوتا ہے ف۲۰ ''لاتصعر'' کا لفظ ''صعر'' سے بنا ہے' ''تصعیر'' کا معنی ہے: تکبر سے گردن پھیر لینا۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۹۹) حدیث میں ہے: ''کل صعار ملعون'' ہر وہ شخص جو تکبر کے ساتھ لوگوں سے رخ پھیرتا ہو' وہ ملعون ہے۔ (صحیح مسلم' التوبہ: ۵۳) ف۲۱ جب کسی کو بہت ملامت کی جائے اور اس کی زیادہ مذمت کی جائے تو اس کی گدھے کے ساتھ مثال دی جاتی ہے' بعض لوگ گدھوں پر سواری کرنے کی بہ نسبت پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں' اور نبی علیہ السلام نے جو دراز گوش پر سواری فرمائی' وہ آپ کی تواضع اور انکسار پر محمول ہے اور جو آپ کی سواری کو کم تر خیال کرے وہ گدھے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے' اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۳)

مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ

اور زمینوں کی تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ۲۲؎ اور اس نے اپنی تمام ظاہری اور

بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں' ۲۳؎ اور بعض لوگ بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ

اور بغیر کسی واضح کتاب کے اللہ کے متعلق بحث کرتے ہیں○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ

جن کو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' خواہ ان کو

السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو○ ۲۴؎ اور جس شخص نے اپنے چہرہ کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دیا ہو اور وہ نیک عمل

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ

کرنے والا ہو تو اس نے ایک مضبوط دستہ پکڑ لیا' ۲۵؎ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے○ ۲۶؎ اور جس نے کفر کیا تو اس کا

كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے انہوں نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے' پھر ہم ان کو خبر دیں گے کہ انہوں نے کیا عمل کیے ہیں' بے شک اللہ دلوں کی

الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ ہم ان کو (دنیا میں) تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر ان کو جبراً سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے○ ۲۷؎

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! آپ کہیے کہ

ف۲۲ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر اس سے استدلال فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمان بنائے' جنہیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں مضبوط پہاڑوں کو نصب کر دیا' تاکہ وہ تمہیں لرزا نہ سکے اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی نازل کیا' سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے عمدہ غلے (اور میوے) پیدا کیے○ (لقمان: ۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید پر اپنی دی ہوئی مزید نعمتوں سے استدلال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنو آدم پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ آسمان میں جو سورج' چاند اور ستارے ہیں اور ان پر فرشتے مقرر ہیں' وہ ان ثوابت اور سیاروں کے فوائد انسانوں تک پہنچاتے ہیں' اور اسی طرح زمینوں میں جو پہاڑ' درخت' دریا' سمندر اور معدنیات ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے منافع انسانوں تک پہنچائے ہوئے ہیں' کیا یہ نعمتیں اس کی الوہیت اور اس کی توحید کی معرفت کے لیے کافی نہیں ہیں ف۲۳ ان ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تفصیل میں حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) مقاتل نے کہا: ظاہری نعمت سے مراد اسلام ہے اور باطنی نعمت سے مراد اس کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کا پردہ رکھنا ہے (۲) مجاہد نے کہا کہ ظاہری نعمت سے مراد زبان اور باطنی نعمت سے مراد دل ہے (۳) نقاش نے کہا: ظاہری نعمت سے مراد لباس ہے اور باطنی نعمت سے مراد گھر کا ساز و سامان ہے (۴) ظاہری نعمت دنیا کی زیب و زینت ہے اور باطنی نعمت آخرت میں جنت اور اللہ کی رضا اور اس کا دیدار ہے۔ یہ چند نعمتیں ہیں اور اللہ کی نعمتیں تو غیر متناہی ہیں' وہ فرماتا ہے: "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (ابراہیم: ۳۴) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ف۲۴ یعنی جب کفار اور مشرکین سے کہا جاتا ہے: اللہ کو واحد مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت کرنے کو چھوڑ دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان ہی کی عبادت کریں گے جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے رہیں گے جیسا کہ ہمارے باپ دادا بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: خواہ ان کے باپ دادا کو شیطان بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف دعوت دے رہا ہو۔ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ عقائد اور اصولِ دین میں کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ عقائد اور اصولِ دین میں غور و فکر کر کے دلائل کی اتباع کرنا لازم ہے' البتہ فروعی مسائل اور احکام عملیہ میں ائمہ کی تقلید کرنی جائز ہے ف۲۵ اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کے حوالے کر دیا' جس طرح بیچنے والا کسی چیز کو فروخت کر کے خریدار کے حوالہ کر دیتا ہے' اور اس سے یہ بھی مراد ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل کرے ف۲۶ یعنی لوگوں کا باطن اور ظاہر اور ان کی خلوت اور جلوت اس سے پوشیدہ نہیں' وہ ان کے دلوں کے ارادوں اور منصوبوں کو جاننے والا ہے اور قیامت کے دن لوگوں کو اس کی خبر دے گا ف۲۷ یعنی دنیا میں بھی وہ اپنی مقررہ زندگی پوری کریں گے اور تھوڑا عرصہ رہیں گے' پھر بتایا: ان کو اپنی تکذیب اور کفر کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور ہم ان پر سخت ترین عذاب مسلط کر دیں گے اور ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا' اور وہاں فرشتے ان پر آگ کے گرز ماریں گے۔ ایک اور توجیہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت میں ان پر منکشف ہوگا کہ رسول تو سچی خبریں دے رہے تھے اور وہ جو ان کو جھٹلا رہے تھے وہی غلط اور باطل تھے' اس وقت وہ خجل اور شرمندہ ہوں گے اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے گھبرائیں گے تو فرشتے ان کو گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے' اس لیے فرمایا: آپ ان کے کفر اور تکذیب سے غم نہ کریں' ہم روزِ قیامت ان کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تم فرمائیے: الحمد للہ کے لیے ہے' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ○ ۲۸ جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ

وہ سب اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' بے شک اللہ ہی بے پرواہ' حمد کیا ہوا ہے ○ اور اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں'

وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

اور تمام سمندر سیاہی ہوں اور اس کے بعد ان میں سات سمندروں کا اور اضافہ ہو تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے ۲۹ بے شک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ

اللہ بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے ○ تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو دوبارہ زندہ کرنا (اس کے نزدیک) ایک جان کی مانند ہے ۳۰ بے شک

اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا

فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ

ہے ۳۱ اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے' ان میں سے ہر ایک مقرر میعاد تک گردش

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا

کر رہا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے ○ ۳۲ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور اس کے ۳۳

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع اَلَمْ تَرَ

سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں ۳۴ اور بے شک اللہ ہی نہایت بلند' بہت بزرگ ہے ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ

اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ

اللہ کی نعمت سے سمندر میں کشتیاں رواں دواں ہیں تاکہ وہ تم لوگوں کو اپنی بعض نشانیاں دکھائے' بے شک اس میں

ف۲۸ اس سے پہلی آیت میں بتایا کہ کفار جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اس پر آپ غم نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتا دے گا کہ آپ سچے ہیں اور یہ جھوٹے ہیں' اور اس آیت میں یہ بتایا کہ یہ کفار مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اور ان کا اعتراف ہے آپ کے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ اللہ واحد ہے' اور جو شرک کرتے ہیں ان کا جھوٹ اور بے عقلی پر ہونا واضح ہو جاتا ہے تو آپ ان کی حجت پر کہیے "الحمد للہ" اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کیونکہ آپ کے دعویٰ کا صدق اور آپ کے مخالفین کا کذب ظاہر ہو گیا' اگرچہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے کذب اور آپ کے صدق کے ظہور کو نہیں جانتے ف۲۹ علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں کہ لقمان ۲۷ کی آیت کے دو شان نزول ہیں: (۱) قتادہ نے بیان کیا ہے کہ مشرکین نے کہا قرآن ایک کلام ہے اور یہ عنقریب ختم ہو جائے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر زمین کے ہر درخت کی قلمیں بنائی جائیں اور اس سمندر کی سیاہی بنا لی جائے اور اس کے ساتھ سات سمندر اور بھی ملا لیے جائیں تب بھی یہ قلم ٹوٹ جائیں گے اور سیاہی ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات اور اس کی حکمت اور اس کے علم کے کلمات ختم نہیں ہوں گے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں گئے تو آپ سے علماء یہود نے کہا: اے محمد (ﷺ)! قرآن مجید میں ہے: "وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○" (بنی اسرائیل: ۸۵) اور تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے ○ اس آیت سے آپ کی قوم مراد ہے یا ہم مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ہو یا وہ ہوں' جس کو بھی جو علم دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے' تب انہوں نے کہا: آپ نے اللہ کی طرف سے یہ بتایا ہے کہ ہمیں تورات دی گئی ہے اور تورات میں ہر چیز کا واضح بیان ہے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ بھی بہت کم ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۳۴۴) "کلمات اللہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو جنت میں اہل جنت کو دی جائیں گی' یا اس سے مراد وہ امور ہیں جو لوح محفوظ میں مذکور ہیں یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہیہ ہیں۔ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی دو آیتوں میں تعارض ہے' ایک آیت میں ہے: "وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○" (بنی اسرائیل: ۸۵) اور تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے ○ اور دوسری آیت میں ہے: "وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا" (البقرہ: ۲۶۹) اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔ پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ علم کم دیا گیا ہو اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس کو حکمت دی گئی اس کو کثیر علم دیا گیا' سو ان کو کم علم بھی دیا گیا ہو اور زیادہ بھی' یہ اجتماع ضدین ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو حکمت دی گئی اس کو فی نفسہٖ کثیر علم دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے یہ بہت کم علم ہے' جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہے' بلکہ یہ نسبت بھی نہیں کیونکہ قطرہ کی سمندر کی طرف نسبت متناہی کی متناہی کی طرف ہے اور مخلوق کے علم کی اللہ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی غیر متناہی کی طرف ہے ف۳۰ یہ آیت امیہ بن خلف' ابی الاشدین اور منبہ اور نبیہ کے متعلق نازل ہوئی' انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے کئی مراحل میں ہماری تخلیق کی ہے' پہلے نطفہ بنایا' پھر جما ہوا خون بنایا' پھر گوشت کی بوٹی بنائی' پھر ہڈیاں بنائیں اور آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک ساعت میں دوبارہ پیدا کر دے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو چیزیں بندوں پر دشوار ہوتی ہیں وہ اللہ پر دشوار نہیں ہوتیں' اس کے لیے تمام عالم کو پیدا کرنا ایک جان پیدا کرنے کی مانند ہے ف۳۱ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا محمل یہ ہے کہ سردیوں کے دنوں کا کچھ حصہ گرمیوں کے دنوں میں داخل کر دیتا ہے اور گرمیوں کی راتوں کا کچھ حصہ سردیوں کی راتوں میں داخل کر دیتا ہے' سو گرمیوں کے دن بڑے ہوتے ہیں اور سردیوں کی راتیں ف۳۲ یعنی سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ہو رہا ہے اور وہ ایک مقررہ نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم دن اور رات میں کیا کر رہے ہو ف۳۳ مجاہد نے کہا: شیطان باطل ہے۔ ابن کامل نے کہا: انہوں نے جن بتوں اور دوسری چیزوں کو اللہ کا شریک قرار دیا ہوا ہے' وہ سب باطل ہیں۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۳۴۵)

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا

ہر زیادہ صبر کرنے والے کے بہت شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں ○ ۳۴ اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے تو وہ

اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا

اخلاص سے عبادت کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں اور جب اللہ انہیں (طوفان سے) نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو بعض ان

يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا

میں سے معتدل رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا صرف وہی شخص انکار کرتا ہے جو بڑا بدعہد اور سخت ناشکرا ہے ○ اے لوگو! اپنے رب سے

يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

ڈرو اور اس دن کا خوف رکھو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے فدیہ نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی بیٹا

وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وقفة

اپنے باپ کی طرف سے کوئی فدیہ دے سکے گا' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' پس تم کو دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ

نہ ڈال دے اور نہ تمہیں شیطان کا فریب اللہ کے متعلق دھوکے میں ڈالے ○ ۳۵ بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے ۳۶

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ

وہی بارش نازل فرماتا ہے ۳۷ اور وہی (از خود) جانتا ہے کہ (ماؤں کے) رحموں میں کیا ہے اور کوئی (از خود)

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ

نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا' بے شک

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

اللہ ہی بہت جاننے والا سب کی خبر رکھنے والا ہے ○ ۳۸

ف ۳۴ لقمان: ۳۱ میں "صبار" اور "شکور" کے الفاظ ہیں' "صبار" وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر صبر کرے اور "شکور" وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں پر شکر کرے' صبر اور شکر ایمان کی افضل صفات ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے دو نصف ہیں' ایک نصف صبر میں ہے اور ایک نصف شکر میں ہے۔ (شعب الایمان: ۹۷۱۵) ف ۳۵ یعنی تم دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں میں منہمک ہو کر آخرت کو نہ بھول جانا' اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کو ترک نہ کر دینا' کیونکہ شیطان انسان کو دھوکہ میں ڈال دیتا ہے' وہ اس کے دل میں دنیا کے حصول کی تمنائیں ڈالتا ہے اور اس کو آخرت سے غافل کر دیتا ہے ف ۳۶ یعنی قیامت کا علم کلی' ذاتی اور محیط اللہ ہی کے پاس ہے۔ علم کلی اور محیط کی قید اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات بتائیں کہ قرب قیامت میں مہدی کا ظہور ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۹۰) اور فرمایا: قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا' یاجوج وماجوج کا ظہور ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۰۱) اور آپ نے فرمایا: محرم کی دس تاریخ کو قیامت واقع ہوگی۔ (فضائل الاوقات للبیہقی ص ۴۴۱) اور یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی۔ (صحیح مسلم: ۸۵۴) اور یہ بھی بتا دیا کہ جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان قیامت آئے گی۔ (الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳) آپ نے قیامت کے وقت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا صرف سن نہیں بتایا' کیونکہ اگر آپ سن بھی بتا دیتے تو ہمیں آج معلوم ہوتا کہ قیامت آنے میں اتنے سال رہ گئے ہیں اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً" (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا سن بھی بتا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے مصدق بن کر آئے تھے' اس کے مکذب بن کر نہیں آئے تھے' سو آپ نے قرآن کی تصدیق کے لیے قیامت کا سن نہیں بتایا اور اپنے علم کے اظہار کے لیے وقوع قیامت کی تمام نشانیاں' مہینہ' تاریخ' دن اور دن کا مخصوص وقت سب کچھ بتا دیا ف ۳۷ اس کا بھی یہی معنی ہے کہ بارش کا کلی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے' ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بارش نازل ہونے کی خبر دی ہے: "ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ" (یوسف: ۴۹) اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش نازل کی جائے گی' اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارش کے نزول کی خبریں دی ہیں: امام شافعی نے کتاب الام میں المطلب بن حنطب سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی ہر ساعت میں بارش نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اس بارش کو لے جاتا ہے۔ (مسند شافعی ص ۸۲' الدر المنثور ج ۱ ص ۷۹) سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ اس بارش کو جہاں چاہتا ہے' لے جاتا ہے اور بارش کے ساتھ فلاں فلاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ کہاں بارش ہو رہی ہے اور کس کو رزق مل رہا ہے اور اس کے قطروں سے کیا نکل رہا ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۰۳) ف ۳۸ ماؤں کے رحم میں کیا ہے' اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عطا فرمایا' قرآن مجید میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق کی بشارت دی اور حضرت سارہ کے پیٹ میں لڑکے کی خبر دی: "قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○" (الذاریات: ۲۸) فرشتوں نے کہا: آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی بشارت دی ○ اور فرشتوں کو بتا دیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور فرشتے ماں کے پیٹ میں لکھ دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱۸) اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسن پیدا ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۳) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کل اور آئندہ ہونے والے واقعات سے بھی انبیاء اور بالخصوص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا' حضرت یوسف علیہ السلام نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں بتایا: "قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○" (یوسف: ۴۷-۴۸) (حضرت) یوسف نے کہا: تم لگاتار سات سال تک معمول کے مطابق کاشت کاری کرنا اور فصل کاٹ کر اس کو

آیاتھا ۳۰ ۳۲ سورۃ السجدۃ مکیۃ ۷۵ رکوعاتھا ۳

اس میں تیس آیتیں ہیں سورۃ السجدہ مکی ہے اور تین رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

الٓمٓ ﴿۱﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ

الف لام میم O یہ تمام جہانوں کے رب کی نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے O کیا یہ منکرین کہتے ہیں

افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ

کہ اس (رسول) نے اس کتاب کو گھڑ لیا ہے' بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے تا کہ آپ (اللہ کے عذاب سے) اس قوم کو

مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ

ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت قبول کریں O اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ

زمینوں کو اور ان تمام چیزوں کو جو ان میں ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا' پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا'

مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۴﴾ يُدَبِّرُ

اسے چھوڑنے کے بعد نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ شفاعت کرنے والا' پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے O وہ آسمان سے

الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ

زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے' پھر وہ کام اس کی طرف اس دن میں چڑھے گا

مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۵﴾ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

جس کی مقدار تمہارے گننے کے مطابق ایک ہزار سال ہے O وہی عالم الغیب ہے اور عالم الظاہر ہے'

خوشوں میں رہنے دینا' سوا اپنے کھانے کی تھوڑی چیزوں کے O اس کے بعد سات سخت قحط کے سال آئیں گے' وہ تمہارے ذخیرہ کیے ہوئے غلہ کو کھا جائیں گے' سوا اس تھوڑے سے غلہ کے جس کی تم حفاظت کرو گے O حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے صرف کل کی نہیں' چودہ سال کی پہلے خبر دی تھی اور نبی ﷺ نے کل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: "لاعطین الرایۃ غدا یفتح اللّٰہ علی یدہ" (صحیح البخاری: ۳۷۰۱) کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔ مرنے کی جگہ کے علم کے متعلق بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قید کے ایک ساتھی سے فرمایا تھا: تمہیں سولی دی جائے گی۔ (یوسف: ۴۱) اس کا معنی ہے کہ آپ نے بتا دیا کہ تمہیں پھانسی کے تختہ پر موت آئے گی' اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے مرنے کی جگہ کا علم تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے مقتولین بدر کے متعلق فرمایا: "ھکذا مصرع فلان ان شاء اللّٰہ غدا"۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۳) ان شاء اللہ کل فلاں کافر اس جگہ قتل ہوگا' خلاصہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا بالذات' بلاواسطہ اور از خود علم تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے' اور ان پانچ چیزوں کا کلی علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے' اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے بتانے سے ان کی جزئیات کا علم فرشتوں کو بھی ہے اور نبیوں اور رسولوں کو بھی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی ہے اور جس کا جتنا مرتبہ زیادہ ہے' اس کو اتنا زیادہ علم ہے اور سب سے زیادہ ان کی جزئیات کا علم ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو ہے۔

قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ السجدہ: ف۱ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا' اور اتوار کے دن زمین میں پہاڑوں کو پیدا کیا اور پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا اور منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور زمین پر چلنے والے جانداروں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور تمام مخلوق کے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا' حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کی ساعات میں سے آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات کے وقت کے درمیان پیدا کیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۸۹) ف۲ اس آیت میں "یدبر" کا لفظ ہے اور وہ "تدبیر" سے بنا ہے' "تدبیر" کا معنی ہے: کسی کام کے نتیجہ اور انجام میں غور و فکر کرنا' اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے: کسی کام کا مقدر کرنا اور اس کے اسباب مہیا کرنا' علامہ قرطبی نے عبدالرحمان بن سابط سے نقل کیا ہے کہ دنیا کی تدبیر کرنے والے چار فرشتے ہیں: جبرئیل' میکائیل' ملک الموت اور اسرافیل' صلوٰت اللہ علیہم اجمعین' رہے جبرئیل تو وہ ہواؤں اور لشکروں پر مامور ہیں' اور میکائیل رزق کی فراہمی اور بارش نازل کرنے پر مقرر ہیں' اور ملک الموت کے ذمہ روحوں کو قبض کرنا ہے' اور رہے اسرافیل تو ان کا کام حوادث کو نازل کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۸۱) ف۳ آیت کے اس حصہ کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ عرش اور لوح محفوظ سے قضاء و قدر کے احکام زمین پر نازل فرماتا ہے اور زمین پر وہ احکام نافذ ہوتے ہیں' جیسے موت اور حیات' صحت اور مرض' عطا اور منع' غنا اور فقر' جنگ اور صلح' عزت اور ذلت وغیرہ' اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے اپنی تقدیر کے مطابق یہ تدبیریں کرتا ہے اور اپنے تصرفات کو نافذ فرماتا ہے (۲) اللہ تعالیٰ عرش سے زمین پر احکام شرعیہ کو فرشتوں کے ذریعے بھیجتا ہے' پھر فرشتے ان احکام کے مطابق بندوں کے کیے ہوئے اعمال کو مقبول کرانے کے لیے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں' اور زمین سے آسمانِ دنیا کی مسافت پانچ سو سال کا عرصہ ہے اور ان کے اترنے اور چڑھنے کی مسافت دنیا والوں کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے' اگرچہ فرشتے یہ مسافت ایک دن سے بھی کم میں طے کر لیتے ہیں (۳) اللہ تعالیٰ روزانہ حادث ہونے والے معاملات کی تدبیر لوح محفوظ میں مقرر فرما دیتا ہے' پھر فرشتے ان کو لے کر زمین پر اترتے ہیں' پھر اس کی رپورٹ لے کر آسمانوں پر چڑھتے ہیں جو فی نفسہٖ ایک ہزار سال کی مسافت ہے' لیکن وہ بہت کم وقت میں چڑھتے ہیں۔

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ ٦ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ

بہت غالب اور بے حد رحم فرمانے والا ہے O جس نے ہر چیز کو حسین بنایا اور انسان

الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ۝ ٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ٨

کی تخلیق مٹی سے کی O ف۵ پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بڑھائی O

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

پھر اس (کے پتلے) کو ہموار کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی ف۶ اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں

وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ ٩ وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ

اور دل بنائے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو O اور انہوں نے کہا: جب ہم مٹی میں مل جائیں گے

أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ بَلْ هُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝ ١٠ قُلْ

تو کیا پھر ہماری از سر نو پیدائش ہوگی؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں O آپ کہیے:

يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝ ١١

تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے ف۷ جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے O

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا

اور اگر آپ دیکھ لیتے جب مجرمین اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! (اب) ہم نے دیکھ لیا

وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝ ١٢ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا

اور سن لیا تو ہمیں لوٹا دے ہم نیک عمل کریں گے اور ایمان لائیں گے (تو آپ بہت تعجب خیز امر دیکھتے) O ف۸ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو

كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ

ہدایت فرما دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات برحق ہے کہ میں ضرور جہنم تمام (ظالم) انسانوں

ف۴ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ وہ آسمانوں سے زمین تک تمام مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے' اور اس آیت میں یہ بتایا کہ وہ صرف مخلوق کی تدبیر نہیں فرماتا بلکہ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کا علم رکھتا ہے اور صرف علم ہی نہیں رکھتا' وہ بہت غالب بھی ہے' لوگ جلوت میں کوئی عمل کریں یا خلوت میں کوئی عمل کریں' اس سے کسی مخلوق کا کوئی عمل مخفی نہیں ہے' اگر وہ اس کی نافرمانی کریں یا اس سے بغاوت کریں تو وہ ان کا مواخذہ کرنے اور ان کی گرفت کرنے پر قادر ہے' وہ غالب ہے' ان کو ہر طرح کی سزا دے سکتا ہے اور وہ بے حد رحم فرمانے والا ہے' اس لیے اگر بندوں سے کوئی خطاء ہو جائے تو وہ مایوس نہ ہوں' وہ رحیم و کریم ہے' ان کی خطاؤں کو معاف کر دے گا ف۵ اس ارشاد کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں اور ان کو مٹی سے بنایا ہے' دوسرا یہ کہ اس سے مراد عام انسان ہے' اور عام انسان بہ ظاہر نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے مٹی سے پیدا ہونے کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ فرشتہ انسان کے مدفن سے مٹی اٹھا کر لاتا ہے اور اس کو انسان کے نطفہ پر چھڑک دیتا ہے' اس سے اس کا خمیر تیار کیا جاتا ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۶۵) اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ نطفہ خون سے بنتا ہے اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا زمین اور مٹی کی پیداوار سے حاصل ہوتی ہے تو اس طرح نطفہ کا مآل بھی مٹی ہے اور یوں ہر انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے ف۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ پھر اس نطفہ کو معتدل کیا اور ماں کے رحم میں اس کے اعضاء کو مکمل کیا اور اس کی تصویر اس کی صلاحیت کے مطابق جیسی چاہیے تھی ویسی بنائی' اور اس میں اپنی روح پھونکی' روح کی اپنی طرف اضافت اس کو مشرف کرنے کے لیے ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے اور یہ بتانے کے لیے ہے کہ یہ بہت عظیم مخلوق ہے۔ (روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۸۸) ف۷ قرآن مجید میں وفات دینے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کیا گیا ہے' اور ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام کی طرف بھی اسناد کیا گیا ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی اس کا اسناد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف موت طاری کرنے کا اسناد اس آیت میں ہے: "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا" (الزمر: ۴۲) اللہ ہی روحوں کی موت کے وقت ان کو قبض فرما لیتا ہے' اور جن کو موت نہیں آئی ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض فرما لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف موت طاری کرنے کی جو نسبت کی گئی ہے' وہ خلق کے اعتبار سے ہے یعنی وہ موت کو پیدا کرتا ہے' یا اس اعتبار سے ہے کہ وہ حضرت عزرائیل اور دیگر فرشتوں کو روح قبض کرنے کا اذن دیتا ہے اور اس آیت میں ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل کی طرف موت طاری کرنے کی نسبت کی گئی ہے اور یہ نسبت باعتبار کسب کے ہے یا ان کا روح قبض کرنا اللہ تعالیٰ کے اذن کے تابع ہے' اور اللہ تعالیٰ کا روحوں کو قبض کرنا اور موت کو طاری کرنا اصالۃً اور استقلالاً ہے اور قرآن مجید میں فرشتوں کی طرف بھی موت طاری کرنے اور روح قبض کرنے کی نسبت کی گئی ہے: "اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ" (النحل: ۲۸) جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کی طرف جو روح قبض کرنے کی نسبت کی گئی ہے' وہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ اس معاملہ میں ملک الموت کی مدد کرتے ہیں ف۸ اس آیت کا معنی یہ ہے: یارسول اللہ! اگر آپ منکرین حشر کا حال قیامت کے دن دیکھ لیں تو آپ بہت تعجب خیز امر دیکھیں گے۔ جب ان کا رب ان کا حساب لے گا تو وہ ندامت اور رسوائی سے اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور اس وقت یہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اس چیز کی صداقت کو دیکھ لیا جس کی ہم تکذیب کرتے تھے اور ہم نے تیری وعید کے صادق ہونے کو جان لیا اور ہم جن باتوں کا انکار کرتے تھے ان کو سن لیا' انہوں نے ان چیزوں کی صداقت کو اس وقت دیکھا جب اس کے دیکھنے کا کوئی فائدہ نہ تھا اور انہوں نے اس وقت ان چیزوں کو غور سے سنا' جب ان کے سننے کا کوئی فائدہ نہ تھا' پھر وہ کہیں گے: اب تو ہمیں دنیا میں بھیج دے' ہم اس دین اور اس پیغام کی تصدیق کریں گے جس کو سیدنا محمد ﷺ تیرے پاس سے لے کر آئے ہیں' اب ہمارے تمام شکوک اور شبہات زائل ہو چکے ہیں' اب ہم تیرے رسول پر ایمان لائیں گے' وہ کفار دنیا میں بھی سنتے اور دیکھتے تھے' لیکن وہ اس پر تدبر اور غور و فکر نہیں کرتے تھے' اور اس وقت یوں لگتا تھا جیسے وہ نہ سنتے ہوں نہ دیکھتے ہوں' اور جب انہیں

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

اور (سرکش) جنات سے بھر دوں گا O تم نے جو اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا اب تم اس کا مزہ چکھو

هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا

بے شک ہم نے (بھی) تم کو فراموش کر دیا ہے ۹ اور تم جو کچھ کرتے تھے اس کی سزا میں دائمی عذاب چکھو O ہماری

يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ

آیتوں پر صرف وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں جنہیں جب ان (آیات) سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد

رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے O ۱۰ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں وہ خوف اور امید

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ

سے اپنے رب کو پکارتے ہیں ۱۱ اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں O سو کوئی نہیں جانتا کہ اس

نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس کے اعمال کی جزاء میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے O ۱۲

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ

تو کیا کوئی مومن کسی فاسق کی مثل ہو سکتا ہے! وہ برابر نہیں ہیں O ۱۳ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا

اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کی مہمانی میں ان کے رہنے کے لیے جنتیں ہیں جو کچھ انہوں نے عمل کیے تھے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ

اس کی جزا میں O ۱۴ رہے وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا آگ ہے جب بھی وہ اس آگ

آخرت میں متنبہ کیا گیا تو ایسا لگا جیسے انہوں نے ابھی سنا ہو اور ابھی دیکھا ہو ف۹ نسیان کا ایک معنی ہے: کسی چیز کا یاد نہ آنا اور اس کو بھول جانا' اس معنی میں اللہ تعالیٰ نسیان پر مواخذہ نہیں فرماتا' اور نسیان کا دوسرا معنی ہے: کسی چیز کو بالکل ترک کر دینا اور اس کام کو کبھی نہ کرنا' اس معنی میں نسیان پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتا ہے اور اس آیت میں نسیان کا یہی معنی مراد ہے۔ حدیث میں ہے: امام ابن ابی الدنیا نے ضحاک سے روایت کیا ہے: اس آیت کا معنی ہے: آج ہم تم کو اس طرح ترک کر دیں گے جس طرح دنیا میں تم نے ہمارے احکام کو ترک کر دیا تھا۔ (الدرالمنثور ج۶ ص ۴۸۰) ف۱۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مجرمو! تم ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور ان کے تقاضوں کے موافق عمل نہیں کرتے لیکن ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے' ہمارے ایسے بندے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری حمد اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں ف۱۱ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا' میں صبح کے وقت آپ کے قریب ہوا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؟ آپ نے فرمایا: تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کا سوال کیا' بے شک یہ اسی پر آسان ہے' جس پر اللہ اس کو آسان کر دے' تم اللہ کی عبادت کرو' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو' پھر فرمایا: کیا میں تم کو نیکی کے ابواب کی رہنمائی نہ کروں' روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے' اور انسان کا آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" (السجدہ:۱۶)۔ (سنن الترمذی:۲۶۱۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت (السجدہ:۱۶) نماز عشاء کے انتظار کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ (سنن الترمذی:۳۱۹۶) حضرت ابو درداء' حضرت عبادہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عشاء کی اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' اس نے گویا نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی' اس نے گویا کہ ساری رات قیام کیا۔ (صحیح مسلم:۶۵۶) ف۱۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ان نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے' بلکہ یہ ان نعمتوں کے علاوہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مطلع فرمایا ہے' پھر آپ نے اس آیت (السجدہ:۱۷) کو تلاوت فرمایا۔ (صحیح مسلم:۲۸۲۵) ف۱۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور الولید بن عقبہ بن ابی معیط کے متعلق نازل ہوئی' ان دونوں میں مناقشہ ہوا' ولید نے کہا: میری زبان تم سے بڑی ہے اور میرے دانت تم سے تیز ہیں اور میرا جسم تم سے مضبوط ہے' حضرت علی نے فرمایا: خاموش رہ! تو فاسق ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرے' اس کا اطلاق مؤمن پر بھی ہوتا ہے اور کافر پر بھی' اس آیت میں فاسق کا اطلاق کافر پر ہے ف۱۴ پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور کافروں دونوں کے اخروی ٹھکانوں کا ذکر فرمایا' مؤمنوں کو ان کے ایمان اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے رہائش کے لیے جنتیں دی جائیں گی اور جس طرح مہمانوں کی تکریم اور ضیافت کی جاتی ہے' ان کی تکریم اور ضیافت کی جائے گی' عربی میں مہمانی کے لیے "نـزل" کا لفظ ہے کیونکہ کسی معزز شخصیت کے نزول کے فوراً بعد اس کی خاطر تواضع کی جاتی ہے' پھر اس کو کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے اور اس کے دوسرے معاملات طے کیے جاتے ہیں' اس وجہ سے عربی میں مہمانی کو "نزل" کہتے ہیں۔

يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ

سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو اسی آگ میں لوٹا دیا جائے گا' اور ان سے کہا جائے گا: اب اس آگ کا مزہ چکھو

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ

جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے O ١٥ اور ہم ان کو ضرور چھوٹا عذاب چکھائیں گے ١٦

الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

بڑے عذاب کے سوا تاکہ وہ (کفر و نافرمانی سے) رجوع کرلیں O ١٧ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کو اس کے

رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ

رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ ان سے اعراض کرے ١٨ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں O اور بے شک

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ

ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی پس آپ اس سے ملاقات میں شک نہ کریں ١٩ اور ہم نے

هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا

اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا O اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے بعض کو امام بنا دیا

لَمَّا صَبَرُوْا ڛ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے O ٢٠ بے شک آپ کا رب ہی قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

کے روز ان کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے O کیا انہوں نے اس سے

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ

ہدایت حاصل نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے جو اپنے گھروں میں چلتے پھرتے تھے ٢١ بے شک

ف١٥ ''فسق'' کا معنی ہے: خروج' کیونکہ یہ لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف خروج کر چکے تھے' اس لیے ان کو فاسق فرمایا' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' جب بھی یہ دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے' دوزخ کے بلند شعلے ان کو واپس اسی مقام کی طرف دھکیل دیں گے اور دوزخ کے پہرے دار ان سے کہیں گے: اب تم اس عذاب کا مزا چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے ف١٦ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد حدود اور تعزیرات اور جرائم کی سزائیں ہیں ف١٧ یہ جو فرمایا: تاکہ وہ رجوع کرلیں' اگر اس کا تعلق عذاب ادنیٰ سے ہو تو اس کا معنی ہے: تاکہ وہ دنیا میں کفر اور معصیت سے رجوع کرلیں اور اگر اس کا تعلق عذاب اکبر سے ہو تو اس کا معنی ہے تاکہ وہ آخرت میں پھر دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کریں ف١٨ لغت میں ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے محل مخصوص کے بجائے کسی اور جگہ میں رکھنا' خواہ وہ جگہ اس سے کم ہو یا زیادہ ہو' یا کسی چیز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا نہ کرنا' اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو اپنے ذکر و فکر کے لیے بنایا ہے' اگر انسان اپنے دل میں کسی اور کی یاد بسالے' کسی اور کا ذکر اور فکر کرے یا اللہ تعالیٰ سے غافل اور اس سے دور کرنے والی چیزوں کی یاد اپنے دل میں رکھے یا جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے' ان کی محبت اپنے دل میں رکھے تو یہ اس کا ظلم ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کو

ع ٢ ١١ ١٥

جو طاقت اور توانائی عطا کی ہے' وہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرے' اگر انسان اپنے جسم اور اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اپنے نفس یا دوسرے لوگوں کی اطاعت میں خرچ کرے تو یہ اس کا ظلم ہے' اس لیے انسان اگر ظلم سے بچنا چاہتا ہے تو وہ اپنے دل اور اپنے اعضاء کو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت اور عبادت میں مشغول رکھے ف١٩ اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا اور آخرت میں مؤمنوں کے ثواب اور کافروں کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا' اور اس رکوع کی ابتدائی آیتوں میں رسالت کا ذکر ہے اور رسالت کے ذکر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا' حالانکہ جو رسول' نبی ﷺ کے زمانہ کے قریب تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے اتفاق نہیں کرتے تھے' اس کے برخلاف عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو مانتے تھے' گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فریقین کے درمیان متفق علیہ رسول تھے' اس لیے اس آیت میں ذکر فرمایا کہ آپ اس سے ملاقات میں شک نہ کریں' نبی ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جس ملاقات کا اس آیت میں ذکر ہے' اس کے حسب ذیل محامل ہیں: (١) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کی تسلی کے لیے نازل کی گئی ہو' کیونکہ باوجود معجزات پیش کرنے کے جب کفار مکہ نے آپ کی رسالت کا انکار کر دیا' تو آپ اس سے غمگین ہوگئے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کا حال یاد کریں اور غمگین نہ ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر اس وجہ سے کیا گیا کہ دیگر انبیاء کو تو صرف ان لوگوں نے ایذاء پہنچائی تھی جو ان پر ایمان نہ لائے اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مؤمنوں نے بھی ایذاء پہنچائی تھی' البقرہ: ٥٥ میں ہے: اے موسیٰ! جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: شب معراج آپ کی حضرت موسیٰ سے جو ملاقات ہوئی ہے' آپ اس میں شک نہ کریں (٣) قیامت کے دن آپ کی جو حضرت موسیٰ سے ملاقات ہو گی' آپ اس میں شک نہ کریں' کیونکہ عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہونی ہے (٤) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل کی گئی تھی اور انہوں نے جو کتاب سے ملاقات کی تھی' آپ اس میں شک نہ کریں ف٢٠ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں جو ان کے صحیح متبعین تھے' ہم نے ان کو امام بنا دیا' اسی طرح آپ کی امت میں سے صحابہ امام اور ہدایت یافتہ ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں' تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کر لی ہدایت پا جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ٦٠١٨) ف٢١ پہلی آیت نے کفار مکہ کو خوف دلایا کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں شرک کر رہے ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے لائے ہوئے پیغام کا انکار کر رہے ہیں' کیا انہوں نے سفر کے دوران عاد' ثمود اور قوم لوط کی تباہ شدہ بستیوں کو نہیں دیکھا' وہ لوگ بھی اپنی دنیاوی

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی

اس میں ضرور نشانیاں ہیں کیا پس یہ سنتے نہیں ہیں O کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم

الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ

پانی کو بنجر زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر ہم اس سے فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے مویشی کھاتے ہیں اور وہ خود کھاتے ہیں

اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾

کیا پس وہ نہیں دیکھتے O ۲۲ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ فیصلہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو O ۲۳

قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾

آپ کہیے: جس دن فیصلہ ہو گا اس دن کافروں کو ان کا ایمان نفع نہ دے سکے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی O ۲۴

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

آپ ان سے اعراض کیجئے اور انتظار کیجئے بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں O ۲۴

۳۳ سُورَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۷۳ | رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۃ الاحزاب مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تہتر آیتیں نو رکوع ہیں

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے نبی! آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں ۱ بے شک اللہ بہت علم والا

كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بہت حکمت والا ہے O اور آپ کے رب کی طرف سے جس چیز کی وحی کی جاتی ہے آپ اسی کی پیروی کیجئے ۲ بے شک اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾

تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O اور اللہ پر توکل رکھیے اور اللہ کافی کارساز ہے O

زندگی پر مغرور ہو گئے تھے اور انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلا دیا تھا اور ہمارے رسولوں کا انکار کیا تھا' پھر ان پر کیسا عذاب آیا' جس نے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا ف۲۲ اس آیت سے مقصود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلانا ہے' وہ بنجر زمین کو زرخیز بنانے کے لیے بارش سے لدے ہوئے بادلوں کو مردہ زمین کی طرف بھیجتا ہے اور وہ زمینیں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں' کھیت غلہ سے اور باغات پھلوں سے لد جاتے ہیں' زمین کی اس پیداوار سے ان کے مویشی بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں' مویشیوں کا پہلے ذکر فرمایا کیونکہ مویشی صرف چارا کھاتے ہیں اور انسان زمین کی پیداوار سے سبزیاں بھی کھاتے ہیں اور جانوروں کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بنجر زمین میں پانی بہانے اور اس سے زرخیز فصل پیدا کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ ہم سخت اور حق سے اعراض کرنے والوں کے دلوں میں وعظ و نصیحت پہنچا دیتے ہیں اور وہ اس سے ہدایت حاصل کر لیتے ہیں' اور بعض عارفین نے کہا: ہم مردہ دلوں میں اپنے بحر معرفت کے پانی اور اس کے جلال کی تجلیات کو پہنچا دیتے ہیں جس سے اس دل کے گلشن میں نرگس اور یاسمین کے پھول کھلنے لگتے ہیں' اور بعض علماء نے کہا: ہم گمراہ دلوں میں ہدایت کا پانی پہنچا دیتے ہیں' جس سے اُن میں ذات اور صفات کے مشاہدات اور واردات کا اجتماع ہو جاتا ہے' واضح رہے کہ ہر ایک کی ہدایت مختلف ہوتی ہے' کافر کی ہدایت ایمان تک پہنچنا ہے اور مؤمن فاسق کی ہدایت معرفت صفاتِ حق تک پہنچنا ہے اور عارف کی ہدایت ذاتِ حق تک پہنچنا ہے اور یہیں سے انسان کامل حیاتِ باقیہ میں داخل ہوتا ہے ف۲۳ مسلمان کفار مکہ سے کہتے تھے کہ ایک دن اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا' اور اس سے ان کی مراد قیامت کا دن تھا' اور وہ کہتے تھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا' اور اس دن نیکوکاروں کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا' اور بدکاروں کو سزا دے گا' تو کفار مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھتے تھے: بتاؤ! وہ دن کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جب وہ فیصلہ کا دن آئے گا تو تم کو ایمان لانے کی اور توبہ کرنے کی مہلت نہیں دی جائے گی اور نہ کسی کو اس دن ایمان لانے سے کوئی فائدہ ہو گا ف۲۴ یعنی وہ آپ کے اوپر حوادثِ زمانہ کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ ان کے اوپر عذابِ الٰہی کے نزول کا انتظار کیجئے' وہ اس انتظار میں ہیں کہ بت ان کی مدد کریں گے' آپ اللہ کی مدد کا انتظار کیجئے' وہ استہزاءً قیامت کا انتظار کر رہے ہیں' آپ سنجیدگی سے قیامت کا انتظار کیجئے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الاحزاب: ف۱ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کام آپ کے دین اور آپ کی شریعت کے خلاف ہوں' ان میں آپ ان کی موافقت نہ کریں' رسول اللہ ﷺ کفار اور منافقین کی اطاعت ہرگز نہیں کرتے تھے' اس آیت میں یہ حکم دیا کہ آپ اپنی عدم اطاعت اور عدم موافقت کے طریقہ پر برقرار رہیں' اور اس پر دوام اور استمرار کریں' نہ یہ کہ صرف نبی ﷺ خود کفار و منافقین کے طریقہ کی موافقت نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ان کے طریقہ کی مخالفت کرتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی ان کے طریقہ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک یہود و نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے' سو تم ان کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس (آتش پرست) کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۲) کفار اور فساق کی مشابہت کی وجہ سے کفر' گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہونے کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج۹ ص ۳۶۲ تا ۳۶۹ کو ملاحظہ فرمائیں ف۲ اس کا معنی ہے: آپ تمام اُمور میں وحی کی اتباع کیجئے اور احکامِ شرعیہ پر عمل کیجئے' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ آپ تقویٰ پر اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت ترک کرنے پر دائم اور برقرار رہیں' یعنی آپ وحی پر عمل برقرار رکھیں نہ کہ کافروں اور منافقوں کی خواہشوں پر' اس آیت میں مسلمانوں کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ سب سے صحیح طریقہ شریعت کی اتباع کرنا ہے نہ کہ اپنی رائے اور اپنی خواہش سے دین میں ایسے نئے نئے طریقے ایجاد کر لینا جن کی دین اور

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ
اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے ۲؎ اور تم اپنی جن بیویوں سے

الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ
ظہار کرتے ہو ان کو اس نے تمہاری مائیں نہیں بنایا ۳؎ اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④
یہ تمہارا صرف زبانی کہنا ہے اور اللہ حق بات کہتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے ○ ۵؎

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو' یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے' پس اگر تمہیں ان کے

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ
حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں' اور اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کہا ہے تو اس میں تم

اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤
پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اگر تم نے عمداً کہا ہے (تو اس پر گرفت ہو گی) ۶؎ اور اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربانی کرنے والا ہے ○

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ
نبی ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے مالک ہیں ۷؎ اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں' ۸؎ اور

اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ
اللہ کی کتاب میں رشتہ دار دوسرے مومنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت ایک دوسرے سے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ
زیادہ قریب ہیں' مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی نیکی کرو' یہ

شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور وہ طریقے دین کے مزاج کے خلاف ہوں اور ان کو دین میں لازم قرار دے لیا جائے اور ان کو کار ثواب قرار دیا جائے' اور ان کے ترک پر ملامت کی جائے' اس کو بدعت سیئہ کہتے ہیں' جیسے ایام عاشورہ میں نوحہ کرنا' ماتم کرنا اور تعزیے نکالنا' یا بلا دلیل شرعی' سوئم' چہلم' برسی' عرس اور مجالس میلاد کو ناجائز اور حرام کہنا ف۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دل میں کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی اور اللہ کی طرف رجوع اور اس سے انحراف جمع نہیں ہوتے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۵۳۷) ف۴ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں' ظہار کی تعریف یہ ہے کہ بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا کسی اور عضو سے تشبیہ دینا' اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس و کنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے' جب تک وہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے۔ (ہدایہ اولین ص ۴۰۹) ف۵ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے' ہم ان کو صرف زید بن محمد کہا کرتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ" (الاحزاب: ۵) اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے بلاؤ' یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۷۸۲) زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تھا' لوگ اس کو اسی کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس شخص کی میراث کا وارث ہوتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۵) ف۶ زمانہ جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ جب کسی شخص کو کوئی لڑکا پسند آتا تو وہ اس کو اپنا بیٹا قرار دیتا' اور اس کو اپنے مال کا وارث قرار دیتا' اور لوگ اس لڑکے کو اس شخص کا بیٹا کہا کرتے تھے' اسلام نے اس رواج کو منسوخ کر دیا اور یہ ہدایت کی کہ ہر شخص کی نسبت اس کے اصل باپ کی طرف کی جائے اور ایسا نہ کرنے پر نبی ﷺ نے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے' تو اس پر جنت حرام ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۶۶) ف۷ "اولیٰ" کا معنی ہے: زیادہ لائق اور زیادہ سزاوار' یعنی مؤمنوں کو اپنی جانوں میں تصرف کرنے کا اتنا زیادہ استحقاق نہیں ہے جتنا نبی ﷺ کو ان کی جانوں پر تصرف کرنے کا حق حاصل ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کو ان کے دین اور دنیا کے معاملات میں کسی چیز کا حکم دیں اور ان کی خواہش ان معاملات میں کوئی اور کام کرنے کی ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس کام کو کریں جس کا نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا ہو اور اپنی خواہش پر عمل نہ کریں' اور واجب ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک نبی ﷺ ان کی اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں اور ان کی جان اور مال کے نبی ﷺ زیادہ مالک ہیں' مثلاً فجر کی نماز کے وقت انسان کا دل سونے کے لیے چاہے اور وہ آرام دہ بستر کو چھوڑنا نہ چاہے یا گرمی کی دوپہر میں اور سخت دھوپ میں ظہر کی نماز کے وقت وہ گھر سے باہر نکلنا نہ چاہے لیکن وہ اپنی جان اور آرام کی پرواہ نہ کرے اور آپ کے حکم پر نیند اور آرام چھوڑ کر مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جائے' سو مؤمنوں کو اپنی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کا اتنا اختیار نہیں ہے جتنا ان کی جانوں اور مالوں پر نبی ﷺ کو تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک اس کی جان' اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری: ۱۵) اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ مؤمن خود اپنی جانوں پر اتنے شفیق نہیں ہیں جتنے ان کی جانوں پر نبی ﷺ شفیق ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ کسی شخص نے آگ روشن کی ہو اور پروانے اور کیڑے مکوڑے اس آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہوں' سو تم (اپنی خواہشوں کی آگ میں) دھڑا دھڑ گر رہے ہو اور میں تم کو کمر بند باندھنے کی جگہ سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۴) اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ مؤمنوں پر جو حقوق ہیں تو دوسرے (بقیہ صفحہ ۹۸۵ پر)

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ

اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے O ۹ اور یاد کیجئے جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا ۱۰ اور

مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا

آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم

مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ

نے ان سے بہت پکا عہد لیا O ۱۱ تاکہ (اللہ) سچوں سے ان کے سچ کے متعلق دریافت کرے اور اس نے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

کافروں کے لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے O ۱۲ اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو

عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ

جب تم پر کفار کے لشکر حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ایک آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ

اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے

اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ

نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے جب تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور

تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا

تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے O اس موقع پر مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت سے

شَدِيْدًا ۝۱۱ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

جھنجھوڑ دیا گیا تھا O ۱۳ اور اس وقت منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی' یہ کہہ رہے تھے کہ

ف۹ نبی ﷺ نے ہجرت کی وجہ سے بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا' اور اسی بناء پر وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' اسی طرح بعض مسلمان دین میں ایک دوسرے کی حمایت کرنے کی وجہ سے دوستی کی بناء پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وارث ہونے کی یہ تمام صورتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہونے کی صورت باقی رہ گئی ف۱۰ تمام انبیاء علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی جو ذمہ داری سونپی ہے وہ اس کو پورا کریں' اور بعض نبی دوسرے بعض نبیوں کو بشارت دیں اور بعض بعض کی تصدیق کریں ف۱۱ تمام نبیوں کے ذکر میں ان پانچ نبیوں کا ذکر بھی آ گیا تھا' لیکن ان کی خصوصیت اور ان کے شرف کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان انبیاء کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا الگ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں ف۱۲ اس آیت میں "صادقین" سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال کیا جائے گا کہ آیا انہوں نے اپنی قوم کو پیغام پہنچا دیا تھا' اور اس میں یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال کیا جائے گا تو باقی لوگوں کا کیا ٹھکانا ہے' اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے: "فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ O" (الاعراف: ۶) سو ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے O ف۱۳ یہ آیت غزوۃ الاحزاب کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ امام موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ غزوۃ الاحزاب کا سبب یہ تھا کہ بنونضیر کے جن یہودی سرداروں کو نبی ﷺ نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا' ان میں سے سلام بن الحقیق' سلام بن مشکم اور کنانہ بن الربیع مکہ مکرمہ گئے اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی' اور انہیں نبی ﷺ کے خلاف بھڑکایا اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا' اور ان کو یقین دلایا کہ وہ نبی ﷺ کے خلاف ان کی بھرپور مدد کریں گے' قریش نے ان کے ساتھ اتفاق کر لیا' پھر وہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو بھی آپ کے خلاف جنگ پر تیار کر لیا' قریش نے مکہ کے گرد و نواح سے اپنے موافقین کو اکٹھا کر لیا' پھر دس ہزار افراد کا لشکر تیار ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا' جب نبی ﷺ نے دشمن کی پیش قدمی کی خبر سنی تو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کی مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا' سو مسلمان مدینہ کے گرد خندق کھودنے لگے' نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ خندق کھودنے اور مٹی نکالنے کے عمل میں شریک تھے' مشرکین مدینہ کی مشرقی جانب اُحد پہاڑ کے پاس آ کر ٹھہرے تھے' یہ مدینہ کا نچلا حصہ تھا اور دشمن کا دوسرا گروہ مدینہ کی زمین کے بالائی حصہ میں ٹھہرا تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے تھے' رسول اللہ ﷺ تین ہزار صحابہ کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے نکلے تھے' آپ کی پشت پر سلع پہاڑ تھا اور دشمن آپ کے سامنے تھے' آپ کے اور دشمن کے سواروں اور پیادوں کے درمیان خندق تھی' اور خواتین اور بچے مدینہ کے شہر میں تھے' اور مدینہ کی دونوں مشرقی جانبوں میں یہود کی ایک جماعت بنوقریظہ تھی' انہوں نے نبی ﷺ سے یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ اگر دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا تو وہ مسلمانوں کی طرف سے مدافعت کریں گے' ان میں سات سو جنگ جو تھے' دشمن کی طرف سے حیی بن اخطب النضری ان کے پاس گیا اور ان کو اس معاہدہ کو توڑنے پر اکسایا' حتیٰ کہ انہوں نے نبی ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' اب صورت حال یہ تھی کہ باہر سے دس ہزار مشرکین نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا اور اندر سے سات سو یہودی غداری کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر کمربستہ تھے' یہ وہ منظر تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقشہ کشی کی ہے: جب تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے' اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا تھا' دشمن نے ایک ماہ تک نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کا محاصرہ کیے رکھا' لیکن ان کو خندق پار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی' اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی جنگ کی نوبت نہیں آئی' البتہ عمرو بن عبدود العامری زمانہ جاہلیت میں مشہور شہ سوار تھا' وہ اپنے ساتھ شہ سواروں کی ایک جماعت

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲ وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ

اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو بھی وعدہ کیا وہ محض دھوکا تھا ○ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا:

یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ

اے یثرب والو! اب تمہارا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے تم واپس جاؤ' ۱۳ اور ان کا دوسرا فریق نبی سے

النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ

جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے' وہ صرف بھاگنا

اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا

چاہ رہے تھے ○ ۱۵ اور اگر مدینہ کے چاروں اطراف سے ان پر لشکر حملہ آور ہوتے' پھر ان سے

الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوْا

شرک طلب کیا جاتا تو وہ ضرور شرک کر لیتے اور وہ اس میں ذرا دیر نہ کرتے ○ ۱۶ اور وہ اس سے

عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ

پہلے اللہ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ وہ (میدان جنگ میں) پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ کے عہد کے متعلق ضرور

مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ

باز پرس ہو گی ○ ۱۷ آپ کہیے کہ تم کو بھاگنا نفع نہیں دے گا خواہ تم موت سے بھاگو یا

الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ

قتل سے اور اس وقت تم کو بہت کم فائدہ پہنچایا جائے گا ○ آپ کہیے: اگر اللہ تم کو مصیبت میں ڈالنا

مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ

چاہے تو تمہیں اس سے کون بچا سکتا ہے اور اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے (تو اس کو کون روک سکتا ہے!) اور وہ

لے کر خندق کے پار مسلمانوں کے سروں پر پہنچ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا' کچھ دیر ان میں مقابلہ ہوا' بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا اور یہ مسلمانوں کی فتح و نصرت کی علامت تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۶ ملخصاً)

ف ۱۴ ان کی مراد یہ تھی کہ تم مقابلہ سے بھاگ جاؤ لیکن انہوں نے اس کو رجوع سے اس لیے تعبیر کیا تاکہ مسلمان یہ نہ گمان کریں کہ یہ بھاگنا مذموم ہے

ف ۱۵ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اس دوسرے فریق سے مراد بنوحارثہ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۹)

ف ۱۶ حسن' مجاہد اور قتادہ نے کہا: اس سے مراد کفر اور شرک ہے' اس اعتبار سے اس کا معنی اس طرح ہے کہ اگر مدینہ کی چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا جاتا' پھر ان سے یہ کہا جاتا کہ تمہارے بچنے کی صرف یہ صورت ہے کہ تم کفر اور شرک کی طرف رجوع کر لو تو یہ فوراً کفر اور شرک کی طرف رجوع کر لیتے

ف ۱۷ اس سے پہلے ذکر کیا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے والے بنوحارثہ تھے اور بعض نے یہ کہا کہ وہ بنو سلمہ تھے' غزوۂ احد میں انہوں نے بزدلی دکھائی تھی' پھر انہوں نے توبہ کی تھی اور غزوۂ خندق سے پہلے انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ میدانِ جنگ سے نہیں بھاگیں گے۔

لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ

اللہ کو چھوڑ کر اپنے لیے کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے O ۱۸ بے شک

يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو (جہاد سے) روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے ہیں کہ

اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا

ہمارے پاس آ جاؤ' اور وہ بہت کم جہاد کرنے والے ہیں O ۱۹ وہ (تمہاری مدد میں) بخیل ہیں' پس جب

جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ

دشمن حملہ آور ہو تو آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھومتی ہیں جیسے ان پر موت

يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ

کی غشی طاری ہو پھر جب (جنگ کا) خطرہ ٹل جائے گا تو وہ مال غنیمت کی حرص میں تم سے تیزی

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۚ

اور طراری سے باتیں کریں گے' یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے' سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ

اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے O ۲۰ وہ گمان کر رہے ہیں کہ ابھی

يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

حملہ آور نہیں گئے اور اگر دشمن کے لشکر حملہ کرتے تو وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا

وہ جنگل میں دیہاتیوں کے پاس ہوتے اور (لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے' اور اگر وہ تمہارے

ف۱۸ اس کا معنی یہ ہے کہ موت تو تم کو بہر صورت اپنے وقت پر آنی ہے خواہ وہ طبعی موت ہو یا دشمن کے ہاتھوں قتل کی صورت میں ہو' خواہ تم میدانِ جنگ سے بھاگو یا نہ بھاگو' اور بھاگنے کی صورت میں تم زندگی سے عارضی فائدہ ہی اٹھا سکو گے' پھر قیامت کے دن تمہیں ذلت والا عذاب برداشت کرنا پڑے گا ف۱۹ ابن السائب نے کہا: یہ آیت عبداللہ بن ابی' معتب بن بشیر اور ان دیگر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو خندق سے لوٹ کر مدینہ چلے گئے تھے' ان کے پاس جب کوئی منافق آتا تو یہ اس سے کہتے تھے: تم پر افسوس ہے! یہیں بیٹھے رہو اور خندق کی طرف واپس نہ جاؤ' اور لشکر میں جو ان کے ساتھی تھے ان کو بھی یہ پیغام بھیجتے تھے: ہمارے پاس آ جاؤ' ہم تمہارے منتظر ہیں۔ قتادہ نے کہا: یہ آیت ان منافقین کے متعلق ہے جو مدینہ میں رہنے والے اپنے بھائیوں سے کہتے تھے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب تعداد میں بہت کم ہیں' وہ ابوسفیان اور اس کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے' وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہیں' تم ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ (جامع البیان جز ۲۱ ص ۱۶۸) ف۲۰ الاحزاب: ۱۹ میں ''اشحۃ'' کا لفظ ہے' یہ ''شحیح'' کی جمع ہے اور ''شحیح'' کا معنی بخیل ہے' مجاہد اور قتادہ نے کہا: یہ لوگ مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت بخیل ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ تمہارے لیے ہر قسم کی منفعت میں بخیل ہیں' اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو اس وقت یہ سخت بزدل ہیں' عنقریب جب جنگ ختم ہو جائے گی تو یہ بہت تیز اور طرار زبانوں کے ساتھ مسلمانوں سے باتیں کریں گے اور مالِ غنیمت میں سے اپنا حصہ طلب کریں گے' اس وقت یہ اپنی بہادری اور دلیری کی جھوٹی داستانیں سنائیں گے اور اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کریں گے' حالانکہ میدانِ جنگ میں یہ سب سے بزدل اور اپنے اصحاب کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جانے والے تھے۔

إِلَّا قَلِيلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن

درمیان ہوتے تو دشمن سے بہت کم جہاد کرتے O ۲۱ بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے ۲۲

كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَأَى

ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو O اور جب

الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ

مسلمانوں نے الاحزاب (کفار کے لشکروں) کو دیکھا تو کہا: یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿۲۲﴾ مِّنَ

اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (لشکر کی آمد) نے ان کے ایمان اور ان کی اطاعت میں اضافہ ہی کیا O ۲۳ مومنوں

الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن

میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا' سو ان میں سے بعض نے

قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ

(شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی ۲۴ اور ان میں سے بعض منتظر ہیں' اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی O تاکہ

اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ

اللہ سچوں کو ان کے سچ کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا ان کی توبہ

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ

قبول فرمائے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بہت مہربانی فرمانے والا ہے O ۲۵ اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی

كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ

جلن کے ساتھ (ناکام و نامراد) لوٹا دیا وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے' اور اللہ مومنوں کے قتال سے خود ہی کافی ہو گیا

ع ۱۲ / ۱۸

ف۲۱ الاحزاب: ۲۰ میں یہ بتایا ہے کہ ان منافقوں کی بزدلی اور کم ہمتی اور ان کے خوف اور دہشت کا یہ عالم ہے کہ ہرچند کہ کفار کے لشکر ناکام اور نامراد واپس جا چکے ہیں لیکن ان کا ابھی تک یہ خیال ہے کہ لشکر کفار ہنوز اپنے خیموں اور مورچوں میں موجود ہے' اور اگر بالفرض کفار کا لشکر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آ جائے تو ان کی تمنا یہ ہو گی کہ کاش! وہ یہاں ان کے سامنے ان کے مقابلہ میں نہ ہوتے' دور کسی جنگل میں ہوتے اور وہیں سے تمہارے متعلق لوگوں سے پوچھا کرتے کہ مسلمان جنگ میں ہلاک ہوئے ہیں یا نہیں ف۲۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے (سیدنا) محمد ﷺ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے اور نیک اور اچھی خصلتیں ہیں' اور ایسی سنن صالحہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں' آپ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں' بھوک و پیاس کی سختیوں سے گھبراتے نہیں' اللہ کی راہ میں جو زخم کھاتے ہیں ان پر صبر کرتے ہیں' غزوۂ احد میں آپ کے سر پر زخم آیا' آپ کے سامنے کے دانت کا ایک حصہ شہید ہو گیا' آپ کے عم مکرم سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا' ان کو مثلہ کیا گیا' اللہ کی راہ میں آپ کو بہت ایذائیں دی گئیں' آپ ثابت قدم رہے' آپ نے کبھی گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا' سواے مسلمانو! تم آپ کے اسوہ اور نمونہ کی اتباع کرو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے باندھا ہوا ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے دو پتھر دکھائے۔ (سنن الترمذی: ۲۳۷۱) ف۲۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا: کفار کی جماعتیں نو یا دس تاریخ کو تم پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوں گی' اور جب انہوں نے دیکھا کہ اس مقررہ وقت پر کفار کی جماعتیں حملہ کے لیے پہنچ گئیں تو انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق تھا۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۴۶۷) ف۲۴ ان مومنوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے آئندہ کفار کے خلاف جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے' اور یہ مومنین حضرت عثمان بن عفان' حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعید بن زید' حضرت حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت انس بن نضر وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب بھی کفار رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ مقابلہ کے لیے ثابت قدم رہیں گے اور وہ مسلسل قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کو مردوں سے تعبیر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جمادات اور نباتات کے بعد پہلا مرتبہ حیوانات کا ہے' اس کے بعد انسانوں کا مرتبہ ہے اور انسانوں میں زیادہ مرتبہ مردوں کا ہے اور مردوں میں بھی زیادہ مرتبہ ان مردوں کا ہے جو ہمت والے مرد ہوں اور مرد میدان ہوں ف۲۵ غزوۂ الاحزاب میں جو اُمور واقع ہوئے' مومنوں نے مخلص عمل کیے اور منافقین نے اپنے روایتی نفاق کا مظاہرہ کیا' یہ سب اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے' مومنوں کو دنیا میں دشمنانِ اسلام کے خلاف فتح اور نصرت عطا فرمائے اور ان کو اقتدار سے نوازے' اور آخرت میں ان کو اجر و ثواب' جنت الفردوس' اپنی رضا اور اپنا دیدار عطا فرمائے گا' اور منافقین نے غزوۂ الاحزاب میں اسلام دشمنی پر مبنی اعمال کیے تھے' اگر انہوں نے اس پر توبہ نہیں کی تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو توبہ کی توفیق دے کر ان کو معاف فرما دے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ

اور بے شک اللہ بہت قوت والا بہت غلبہ والا ہے○ اور جن اہل کتاب نے ان حملہ آور مشرکوں کی مدد کی تھی اللہ نے

الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

ان کو ان قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو

تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ

قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قید کر رہے ہو○ ۲۶ اور اس نے تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور

اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

ان کے مالوں کا وارث بنا دیا' اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا جس پر ابھی تم چل کر نہیں گئے ۲۷ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے! اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی

فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ

ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں○ اور اگر تم اللہ کا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا

ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار

عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

کر رکھا ہے○ ۲۸ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی (بالفرض) کھلی ہوئی معصیت

يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

کا کام کیا' اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا' اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے○ ۲۹

ع ۳ / ۱۹

۲۶ اس سے مراد بنو قریظہ کو قلعوں سے اتارنا ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے پچیس روز تک ان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے کہا: ہم اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر قلعہ سے نکل آئیں گے' کیونکہ جاہلیت میں قبیلہ اوس یہودیوں کا حلیف تھا' اور ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت سعد ان کے ساتھ اسی طرح مصلحت اندیشی سے پیش آئیں گے' جس طرح عبد اللہ بن ابی ابن سلول بنو قینقاع کے ساتھ پیش آیا تھا' اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں ان کی طرف سے ایک تیر پیوست ہو چکا تھا (اس وجہ سے وہ اس موقع پر مدینہ منورہ میں تھے)' رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ سے بلایا تاکہ وہ بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کریں' جب حضرت سعد دراز گوش پر سوار ہو کر آئے تو قبیلہ اوس نے ان سے بنو قریظہ کی سفارش کی کہ ان کے متعلق نرم فیصلہ کریں' جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس بات کا وقت آ گیا ہے کہ سعد اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی فکر نہیں ہے' حضرت سعد نے بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ میں جس قدر جنگ جو ہیں ان کو قتل کر دیا جائے' ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! تم نے ان کے متعلق وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتویں آسمان کے اوپر حکم تھا' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو باندھا گیا اور ان کی گردنیں اُڑا دی گئیں' یہ سات یا آٹھ سو نفر تھے' ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا اور ان کے اموال کو ضبط کر لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۴) ۲۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو بنو قریظہ کی زمین' ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی وارث بنا دیا' جہاں ابھی تک وہ نہیں گئے تھے' اور اس وقت تک نہ مکہ فتح ہوا تھا نہ خیبر' اور نہ فارس' نہ روم اور نہ یمن اور نہ ان علاقوں میں ابھی تک مسلمان گئے تھے اور یہ تمام علاقے اس آیت کے عموم میں داخل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی علاقے کی تخصیص نہیں فرمائی۔ (جامع البیان جز ۲۱ ص ۱۷۶) ۲۸ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر آئے' وہ رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی' پھر حضرت عمر آئے اور اجازت طلب کی' سو ان کو بھی اجازت دی گئی' انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ افسردہ اور خاموش بیٹھے ہوئے ہیں' حضرت عمر نے دل میں سوچا: میں ضرور کوئی بات کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو ہنساؤں گا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ دیکھتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرے اور میں اس کی گردن موڑ دوں' سو رسول اللہ ہنس پڑے اور فرمایا: ان کو جو تم میرے گرد بیٹھا ہوا دیکھ رہے ہو' یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں' پھر حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر حضرت عائشہ کی گردن مروڑنے لگے' پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر حضرت حفصہ کی گردن مروڑنے لگے اور وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آئندہ رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کریں گی' جو آپ کے پاس نہ ہو' پھر رسول اللہ ﷺ ایک ماہ یا انتیس دن اپنی ازواج سے الگ رہے' تب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۸) تب نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے دنیا کی زیب و زینت کے اسباب کے حصول کی خواہشوں پر اللہ تعالیٰ کو' اس کے رسول ﷺ کو اور دار آخرت کو ترجیح دی ۲۹ اس سے مراد نبی ﷺ کی نافرمانی کرنا ہے' سوائے نبی کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی نبی کی نافرمانی کی' اس کو آخرت میں دگنا عذاب ہوگا' جس طرح تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور نیک عمل کرے تو آخرت میں اس کو دگنا ثواب ہوگا' یعنی ہر نماز' روزے یا صدقہ یا زبان سے تسبیح' تکبیر اور تہلیل پڑھنے سے عام لوگوں کو دس گنا اجر ملتا ہے تو تمہیں بیس گنا اجر دیا جائے گا' اسی طرح اگر تم نے (بالفرض) معصیت کا ارتکاب کیا تو آخرت میں اس کی سزا بھی دگنی ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: (بقیہ صفحہ ۹۸۵ پر)

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت شعار رہے اور نیک عمل کرتی رہے‘ ہم اسے اس کا

اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ

دگنا اجر عطا فرمائیں گے ۳۰ اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے O اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں

كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ

میں سے کسی ایک کی (بھی) مثل نہیں ہو‘ بہ شرطیکہ تم اللہ سے ڈرتی رہو‘ سو کسی سے لچک دار لہجہ میں بات نہ کرنا کہ جس

الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِيْ

کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی (غلط) امید لگا بیٹھے اور دستور کے مطابق بات کرنا O ۳۱ اور اپنے گھروں

بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ

میں ٹھہری رہو ۳۲ اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا اور

الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ

نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو‘ اے رسول کے گھر والو! ۳۳ اللہ

اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

صرف یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ

تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ

رکھے O ۳۴ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے ان کو یاد کرتی رہو‘ ۳۵

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ

بے شک اللہ ہر باریکی کو جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے O بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

ف۳۰ دگنا اجر سے مراد یہ ہے کہ عام مسلمان خواتین کو اللہ تعالیٰ ان کے نیک کاموں پر جتنا اجر عطا فرماتا ہے‘ ازواج مطہرات کو اس سے دگنا اجر عطا فرمائے گا یعنی مسلمان عورتوں کو دس گنا اجر عطا فرماتا ہے تو ازواج مطہرات کو بیس گنا اجر عطا فرمائے گا ف۳۱ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے ساتھ بہ وقت ضرورت سخت اور کھرے لہجے میں بات کریں‘ نرم اور لچک دار لہجہ میں بات نہ کریں جیسے آوارہ عورتیں اجنبی مردوں سے باتیں کرتی ہیں اور جس سے فساق کے دلوں میں نفسانی خواہشات بیدار ہوتی ہیں‘ عورت کا بہ وقت ضرورت اجنبی مردوں سے سخت لہجے میں بات کرنا‘ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں عورت کے محاسن سے شمار کیا جاتا تھا۔ فی زمانہ خواتین کا مردوں کے ساتھ عام اور آزادانہ میل جول ہے‘ یونیورسٹی میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے اور شرعی حدود و قیود کے بغیر عورتیں مردوں کے دوش بہ دوش مختلف اداروں میں آزادی کے ساتھ کام کرتی ہیں‘ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ممبر بنتی ہیں اور تقریریں کرتی ہیں بلکہ بعض خواتین وزراء جلسوں میں تقریریں بھی کرتی ہیں‘ حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ شرعی ضرورت کے بغیر خواتین اجنبی مردوں سے باتیں نہ کریں خصوصاً نرم و نازک لہجہ میں‘ قرآن مجید میں ہے: ”وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ“ (النور: ۳۱) اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں تا کہ لوگوں کو ان کی چھپی ہوئی زینت کا علم ہو جائے۔ علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے‘ جس کو اجنبی مرد سن لیں‘ کیونکہ پازیب کی آواز سے اس کی اپنی آواز زیادہ فتنہ انگیز ہے‘ اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے عورت کی اذان کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اذان میں آواز بلند کرنی پڑتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۹) ف۳۲ اس آیت میں ایک لفظ ہے: ”وقرن“ یہ جمع مؤنث امر حاضر کا صیغہ ہے‘ اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ ”قرار“ سے بنا ہے‘ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں برقرار رہو اور بغیر شرعی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو‘ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ”وقار“ سے بنا ہے‘ اس صورت میں اس کا معنی ہے: اپنے گھروں میں سکونت پذیر رہو اور بغیر شرعی ضرورتوں کے گھروں سے باہر نہ نکلو‘ لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے اور کسی مسلمان عورت کے لیے شرعی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عورت سراپا چھپانے کی چیز (واجب الستر) ہے‘ جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا رہتا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۱۷۳) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر آنکھ زانیہ ہے اور جب عورت معطر ہو کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۷۸۶) ف۳۳ اہل بیت کی تفسیر میں تین اقوال ہیں: (۱) حضرت ابوسعید خدری‘ حضرت انس بن مالک‘ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اس سے مراد حضرت علی‘ حضرت فاطمہ‘ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ نے کہا: اس سے مراد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں (۳) ضحاک نے کہا: اس سے مراد آپ کے اہل اور آپ کی ازواج ہیں۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۴۰۰) آیت تطہیر کی مزید تفسیر و توضیح کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ولعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ”تبیان القرآن“ ج ۹ ص ۴۳۷ تا ۴۴۸ کا مطالعہ فرمائیں ف۳۴ یعنی گناہوں اور برائیوں کی آلودگی سے حفاظت فرمائے گا‘ اور فرمایا: تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ کر دے‘ یعنی بُری خواہشات‘ دنیا کے میل کچیل اور دنیا کی طرف رغبت سے تم کو دور رکھے گا اور تمہارے دلوں میں بخل اور طمع نہ آنے دے گا اور تم کو سخاوت اور ایثار کے ذریعہ پاک اور صاف رکھے گا۔ (النکت والعیون ج ۴ ص ۴۰۱) ف۳۵ اس آیت میں بھی ازواج مطہرات سے خطاب فرمایا ہے کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور حکمت پر مشتمل جن آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے‘ اور تم رسول اللہ ﷺ کی جو احادیث سنتی ہو اور آپ کے جن افعال اور احوال اور آپ کے جن خصائل اور شمائل کا مشاہدہ کرتی ہو اور ان کو خود بھی یاد رکھا کرو اور لوگوں کے سامنے بھی حسب ضرورت اور حسب مواقع بہ طور وعظ اور نصیحت بیان کرتی

وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت شعار مرد اور اطاعت شعار عورتیں اور صادق مرد

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

اور صادق عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور متواضع مرد اور متواضع عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ

حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور بہ کثرت ذکر

اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا

کرنے والی عورتیں' اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ○ (۳۶) اور نہ کسی مومن مرد اور نہ

مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو ان کے لیے اپنے اس کام

مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا

میں کوئی اختیار ہو' اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو بے شک وہ کھلی ہوئی گم راہی

مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ ؕ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

میں مبتلا ہو گیا ○ (۳۷) اور اے رسول مکرم! یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور آپ نے بھی

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ

اس پر انعام کیا ہے (۳۸) کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو' اور اللہ سے ڈرتے رہو اور آپ اپنے دل میں اس بات کو چھپا

رہو' یعنی پہلے ان آیات اور احادیث سے اپنے اندر کمال پیدا کرو اور پھر ان آیات اور احادیث اور سنن سے دوسروں کی تکمیل کا ذریعہ بنو (۳۶) حضرت ام عمارہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں دیکھتی ہوں کہ ہر چیز کا ذکر صرف مردوں کے لیے ہے اور میں عورتوں کے لیے کسی چیز کا حکم نہیں دیکھتی تو یہ آیت نازل ہوئی: ''اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ'' الاٰیۃ (الاحزاب: ۳۵)۔ (سنن الترمذی: ۳۲۱۱) (۳۷) یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی' رسول اللہ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے ان کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تمہارا زید بن حارثہ سے نکاح کر دوں' کیونکہ میں نے ان کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے' حضرت زینب بنت جحش نے اس کا انکار کیا اور کہا: یارسول اللہ! لیکن میں اپنے لیے زید کو ناپسند کرتی ہوں' میں اپنی قوم کی بے نکاح عورت ہوں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں' سو میں اس نکاح کے لیے تیار نہیں ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: میں خاندانی شرافت کے لحاظ سے زید سے افضل ہوں' اور ان کے بھائی عبداللہ نے بھی ان کی موافقت کی' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ دونوں اس نکاح پر راضی ہو گئے اور تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کا حضرت زید سے نکاح کر دیا۔ (جامع البیان جز ۲۲ ص ۱۶) اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بعد مسلمانوں کے اختیار کی نفی فرمائی ہے' اس سے علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ امر کا تقاضا وجوب ہے۔ اس آیت میں یہ بھی تصریح ہے کہ کفو میں حسب و نسب کا اعتبار نہیں کیا جاتا' کفو میں صرف دین کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''شرح صحیح مسلم'' ج ۳ ص ۹۶۴ تا ۹۸۷' اور ضمیمہ ''شرح صحیح مسلم'' ج ۳ ص ۱۱۵۹ تا ۱۱۸۴ کا مطالعہ فرمائیں (۳۸) اس سے مراد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام کیا کہ انہیں اسلام لانے کی توفیق دی' اور نبی ﷺ کے دل میں ڈالا کہ آپ ان کی اچھی تربیت کریں اور ان کو آزاد کریں اور ان کو اپنا قرب عطا کریں اور ان کو اپنا بیٹا بنا لیں' اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے' اس سے مراد آپ ﷺ کا زید بن حارثہ کو آزاد کرنا ہے' اور ان پر اس قدر شفقت فرمائی اور اس قدر حسن سلوک کیا کہ جب ان کے والد اور ان کے چچا ان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے تو انہوں نے اپنے والد اور چچا کے ساتھ جانے پر آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی منعم فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی منعم فرمایا ہے' اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا: ''وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ'' (التوبہ: ۷۴) اور ان منافقوں کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ ان (مؤمنین) کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کو غنی کرنے والا قرار دیا ہے' اور حدیث صحیح میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وانما انا قاسم واللّٰہ یعطی'' (صحیح البخاری: ۷۱) اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں' اور اللہ عطا فرمانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے انعام فرماتے ہیں اور غنی کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہر چیز کو تقسیم فرماتے ہیں' اس کائنات میں جس شخص کو جو نعمت بھی ملی ہے' وہ آپ کے واسطہ سے اور آپ کی تقسیم سے ملی ہے۔

مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى

رہے تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا' اور آپ کو لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ تھا ۳۹ اور اللہ آپ کے خوف کا زیادہ حق ہے' پھر جب زید

زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا لِكَىۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ

نے (اس کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی ۴۰ تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا ۴۱ تاکہ مومنوں پر اپنے منہ

فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ

بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق اس میں کوئی حرج نہ رہے کہ جب وہ انہیں طلاق دے کر بے غرض ہو جائیں (تو وہ ان سے نکاح کر سکیں)

مَفۡعُوۡلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِىِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ

اور اللہ کا حکم تو بہر حال ہونے والا تھا ○ نبی پر اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرما دیا ہے'

سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا

یہ اللہ کا دستور ہے جو ان امتوں میں بھی رہا ہے جو پہلے گزر چکی ہیں اور اللہ کے کام مقرر شدہ اندازوں

مَّقۡدُوۡرَا ۙ ﴿۳۸﴾ الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ

پر ہوتے ہیں ○ جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں ۴۲ اور اللہ کے سوا اور کسی

اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ

سے نہیں ڈرتے' اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے ○ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں

رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ

ہیں ۴۳ لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں' ۴۴ اور اللہ ہر چیز کو

شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا ۙ ﴿۴۱﴾ وَّ

خوب جاننے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو ○ ۴۵ اور صبح

ف۳۹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مطلع فرما دیا تھا کہ بالآخر حضرت زید' حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور ان کی عدت گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت زینب کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے گا' اور آپ کو یہ خوف اور خدشہ تھا کہ پھر کفار و منافقین آپ پر اعتراض کریں گے کہ پہلے آپ نے حضرت زید کو بیٹا بنایا' پھر اس کی بیوی سے نکاح کر لیا' حالانکہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے' ان اعتراضات کے خدشہ کی وجہ سے آپ حضرت زید سے فرماتے تھے: تم زینب کو طلاق مت دو۔ (صحیح البخاری: ۴۸۸۵) ف۴۰ یعنی طلاق دینے کے بعد زید کے دل میں ان کی طرف سے کوئی میلان اور رغبت نہ رہی اور نہ ان کے فراق سے ان کے دل میں کوئی وحشت اور گھبراہٹ ہوئی ف۴۱ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں پردہ کے حکم کی آیت نازل ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ولیمہ میں روٹیاں اور گوشت کھلایا' اور حضرت زینب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج کے سامنے فخر کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: اللہ تعالیٰ نے میرا آسمانوں میں نکاح کیا ہے' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: وہ دیگر ازواج سے فرماتی تھیں: تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے اور میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۲۰)

ع ۲

ف۴۲ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عتاب سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جو اللہ کی مرضی اور اس کی منشاء کے خلاف ہو اور وہ اس پر عتاب فرمائے یعنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمائے ف۴۳ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا تو کفار اور منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ آپ کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کی بیوی آپ پر حرام ہو جائے' لیکن آپ تعظیم اور تکریم کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں اور آپ کی ازواجِ مطہرات امت کی مائیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کر کے کفار اور منافقین کے اعتراضات کو ساقط کر دیا ف۴۴ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے پر صاف اور صریح آیت تو یہی الاحزاب: ۴۰ ہے' اس کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیات بھی ہیں جن سے آپ کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا" (المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند فرما لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دین کا کامل اور تمام ہونا' اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ آخری نبی ہیں' کیونکہ آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا اسی وقت ممکن ہوتا' جب آپ کے دین اور آپ کی شریعت میں کوئی کمی ہوتی' جس کی کو بعد میں آنے والا نبی پورا کرتا' اور جب آپ کا دین کامل اور تمام ہے اور اس کا ناکمل ہونا ممکن نہیں ہے تو آپ کے بعد کسی نبی کا آنا بھی ممکن نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا' مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے: اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی' آپ نے فرمایا: (قصر نبوت کی) وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۳۵) مسئلہ ختم نبوت پر قرآن مجید کی مزید آیات اور مزید احادیث صحیحہ اور منکرین ختم نبوت بالخصوص قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۹ ص ۴۶۱ تا ۴۹۶ ملاحظہ فرمائیں ف۴۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کو بہ کثرت یاد کریں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کریں' اور دائماً اس کا ذکر کریں' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص شب بیداری کی مشقت اٹھانے سے عاجز ہو' اور جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخیل ہو اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے میں بزدل ہو' وہ بہ کثرت اللہ کا ذکر کرے۔ (مسند البزار: ۳۰۵۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

اور شام کو اس کی تسبیح کیا کرو O ۲۶ وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

(بھی)' ۲۷ تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے' اور وہ مومنوں پر بے حد رحم فرمانے والا ہےO

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے تو ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور اس نے ان کے لیے عظیم اجر تیار کر رکھا ہےO اے

النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ لا وَّدَاعِيًا اِلَى

نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا ۲۸ اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہےO اور اللہ کے

اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ

حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن کرنے والا آفتاب بنا کر (بھیجا)O اور مومنوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے

اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ

اللہ کا بہت بڑا فضل ہو گا O اور آپ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیے گا اور ان کی ایذا رسانیوں

اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کو نظر انداز کر دیں اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ کافی کارساز ہےO اے ایمان والو!

اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو' پھر عمل زوجیت سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ

لیے ان پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے' جس کا تم شمار کرو' سو تم ان کو کچھ ان کے فائدہ

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس قدر کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ کہیں: یہ دیوانہ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا اتنا زیادہ ذکر کرو کہ منافق یہ کہیں کہ یہ ریاکار ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۷۸۶) ف۴۶ اس آیت میں "بکرۃ واصیلا" کے الفاظ ہیں "بکرۃ" کا معنی ہے: دن کا اوّل حصہ اور "اصیل" شام کے وقت کو کہتے ہیں یعنی عصر اور مغرب کا درمیانی وقت' اور اللہ کی تسبیح کرنے سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا اور ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے' اور اس سے مطلوب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تنزیہ بیان کی جائے ف۴۷ اس آیت میں "صلوٰۃ" کا لفظ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا ذکر ہے' اور جب صلوٰۃ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے: رحمت نازل کرنا' اور جب اس کا فاعل فرشتے ہوں تو اس کا معنی ہے: مؤمنوں کے لیے استغفار کرنا' قرآن مجید میں ہے: "اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" (المؤمن: ۷) جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو ان کے گرد ہیں' وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں' پس اس آیت کا معنی ہے: اللہ تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ ایک لفظ سے دو معنوں کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں "صلوٰۃ" سے مراد ہے: مؤمنوں کے لیے صلاح اور خیر کا ارادہ کرنا اور جب اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے لیے خیر کا ارادہ کرے گا تو وہ ان پر رحمت نازل فرمائے گا اور جب فرشتے مؤمنوں کے لیے خیر کا ارادہ کریں گے تو ان کے لیے استغفار کریں گے ف۴۸ اس آیت میں نبی ﷺ کو "شاھد" فرمایا ہے' اور "شاھد" کا معنی ہے: گواہی دینے والا' اور نبی ﷺ کے شاہد ہونے کا محمل یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے حق میں قیامت کے دن گواہی دیں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (البقرہ: ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک شخص ہوگا' اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ دو شخص ہوں گے' اور ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ زیادہ لوگ ہوں گے' اس سے کہا جائے گا: کیا تم نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہے گا: ہاں' پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں' پھر اس نبی سے کہا جائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا' وہ کہیں گے: (سیدنا) محمد ﷺ کی امت' پھر (سیدنا) محمد ﷺ کی امت کو بلایا جائے گا' اور کہا جائے گا: کیا انہوں نے تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے: ہاں' پھر کہا جائے گا: تم کو اس کا کیسے علم ہوا' وہ کہیں گے: ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی تھی کہ (سب) رسولوں نے تبلیغ کی ہے۔ (سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۹۲) اس آیت اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہیں اور آپ اپنی امت کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے تھے کیونکہ آپ اپنی امت کی گواہی دیں گے اور گواہی میں اصل یہ ہے کہ مشاہدہ کر کے اور دیکھ کر گواہی دی جائے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں' وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم حدیث بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات (بھی) تمہارے لیے بہتر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' میں جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور میں جو بُرا عمل دیکھتا ہوں' اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسند البزار: ۸۴۵' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ

کی چیزیں دے کر حسن سلوک سے ان کو رخصت کر دو O ۴۹ اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی ان

الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

ازواج کو حلال کر دیا ہے' جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور آپ کی ان کنیزوں کو جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت سے عطا فرمائی ہیں

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں

الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی (وہ بھی آپ کے لیے حلال ہیں) اور وہ مومنہ عورت بھی جس نے اپنا نفس آپ کے لیے

اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ

ہبہ کر دیا' ۵۰ اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں' ۵۱ یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے' عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے'

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

بے شک ہم اس چیز کو جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے متعلق فرض کی ہے' (آپ کے لیے یہ خصوصی حکم)

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِيْ

اس لیے ہے کہ آپ پر کوئی دشواری نہ ہو' ۵۲ اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ان ازواج

مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ

میں سے آپ جن کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں' اور جس بیوی سے

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ

آپ الگ ہو چکے ہیں اگر آپ اس کو (پھر) طلب فرمائیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے' اس حکم سے یہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں

ف۴۹ اس آیت میں بیوی کو ہاتھ نہ لگانے کا ذکر ہے' اور فقہاء احناف کے نزدیک خلوتِ صحیحہ بیوی کو ہاتھ لگانے (عمل زوجیت) کے قائم مقام ہے' اور خلوتِ صحیحہ کی تعریف یہ ہے کہ خاوند کی بیوی کے ساتھ خلوت میں عمل زوجیت سے کوئی شرعی مانع نہ ہو' مثلاً دونوں میں سے کسی نے احرام باندھا ہو' یا کسی کا روزہ ہو یا بیوی کو حیض ہو اور نہ کوئی حسی مانع ہو مثلاً بیوی کو ایسی بیماری جو اس عمل سے مانع ہو' اور نہ کوئی عقلی مانع ہو' مثلاً وہاں کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے خاوند اس عمل سے حیاء کرے' اگر اس طریقہ سے خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو' پھر خاوند نے اس عمل سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو خاوند پر مکمل مہر واجب ہوگا اور اس عورت پر احتیاطاً عدت واجب ہوگی اور اگر اس طرح خلوت نہ ہوئی ہو اور نہ خاوند نے عمل تزویج کیا ہو تو اس پر نصف مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج۶ ص ۶۴۷) ف۵۰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی (یعنی وہ بُری لگتی تھیں) جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر پیش کرتی تھیں اور میں کہتی تھی: کیا کوئی عورت اپنے آپ کو کسی پر پیش کر سکتی ہے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ" (الاحزاب: ۵۱) ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے دور کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں' اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا ہے ان میں سے جس کو چاہیں پھر طلب کر لیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ تب میں نے یہ کہا کہ میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلدی پوری کر دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۷۸۸) ف۵۱ اگر کوئی خاتون نبی ﷺ کو اپنا نفس ہبہ کر دے تو آپ پر اس کو مہر ادا کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ بغیر عقد نکاح اور بغیر گواہوں اور بغیر ولی کے اور بغیر مہر کے ذکر کے کسی خاتون کو اپنی زوجہ قرار دیں اور اس کو زوجیت سے مشرف فرمائیں' جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں ہوا' اور نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر مہر کے اور بغیر ولی اور عقد نکاح کے محض کسی عورت کے ہبہ کرنے سے وہ کسی کی بیوی ہو جائے' اور فقہاء احناف کے نزدیک ولی کی اجازت ضروری نہیں ف۵۲ حضرت ابی بن کعب' مجاہد' حسن بصری' قتادہ اور امام ابن جریر نے اس کی تفسیر میں کہا: یعنی ہم نے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار آزاد مؤمن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اور ان پر مہر کو لازم کیا ہے اور عقد نکاح میں دو مسلمان گواہوں کو لازم کیا ہے اور خود بالغہ یا اس کے ولی کی رضامندی کو نکاح کی شرط قرار دیا ہے اور باندیوں سے حصولِ لذت میں ان کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں کی اور نہ اس میں مہر کی شرط ہے اور نہ خود باندی کی یا اس کے ولی کی رضامندی کی شرط ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۵۴۸)

وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہیں ہوں گی اور وہ سب اس پر راضی رہیں گی جو آپ انہیں عطا فرمائیں گے ۵۳ اور اللہ خوب جانتا

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝۵۱ لَا يَحِلُّ لَكَ

ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ بہت علم والا بے حد حلم والا ہے O ان ازواج کے علاوہ

النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ

مزید خواتین آپ کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ ان ازواج کو دوسری خواتین سے تبدیل

اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي

کرنا (حلال ہے) ۵۴ خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو ۵۵ ماسوا آپ کی کنیزوں کے اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝۵۲ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ

ہر چیز پر نگہبان ہے O اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ

النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ

تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں

اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ

بلایا جائے اس وقت جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل

لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ

نہ لگاؤ بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیاء کرتے ہیں اور اللہ

لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔــلُوْهُنَّ مِنْ

حق بات کہنے سے نہیں رکتا ۵۶ اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے

و۵۳ یعنی آپ پر واجب نہیں ہے کہ آپ باری باری ہر بیوی کے پاس رہیں' آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مقدم کر دیں اور جس بیوی کی باری کو چاہیں مؤخر کر دیں۔ علامہ ابوبکر ابن العربی نے کہا: یہی صحیح اور معتمد قول ہے کہ آپ پر بیویوں میں باری تقسیم کرنا واجب نہیں تھا اور اس معاملہ میں آپ کو اختیار تھا' آپ چاہتے تو ان کے پاس باری باری رہتے اور آپ چاہتے تو اس تقسیم کو ترک فرما دیتے' اور آپ نے ایامِ مرض میں دیگر ازواج سے حضرت عائشہ کے ہاں رہنے کی اجازت طلب کی تھی' یہ آپ کا ان کے اوپر فضل تھا' یہ آپ پر واجب نہیں تھا' لیکن آپ ازخود ان میں باری تقسیم کرتے تھے' تاکہ ازواجِ مطہرات کی دل جوئی ہو اور وہ ایک دوسرے کے خلاف غیرت نہ کریں' جس کی وجہ سے وہ کسی نامناسب کام میں مبتلا ہوں لیکن عام مسلمان پر واجب ہے کہ جب بھی ان کی متعدد ازواج ہوں تو وہ ان میں مساوات سے تقسیم کریں اور باریاں مقرر کریں' حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کنواری عورت سے نکاح کرے تو کنواری کے پاس سات دن رہے اور جب اپنی بیوی کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو اس بیوہ کے پاس تین دن رہے۔ (سنن الترمذی: ۱۱۳۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کے عقد میں دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے جسم کی ایک جانب ساقط ہوگی۔ (سنن الترمذی: ۱۱۴۱) و۵۴ الحسن اور ابن سیرین نے کہا: چونکہ ازواجِ مطہرات نے اللہ عزوجل کو' رسول اللہ ﷺ کو اور دارِ آخرت کو دنیا اور اس کی زیبائش پر ترجیح دی تھی' اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے اوپر کسی اور زوجہ سے نکاح کرنے سے یا ان کو کسی زوجہ سے تبدیل کرنے سے منع فرما دیا' اور بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے آپ کو دوسری ازواج کے ساتھ نکاح کرنے یا ان کو تبدیل کرنے کی اجازت دے دی' سو الاحزاب: ۵۱ ذکر میں مقدم ہے اور حکم میں الاحزاب: ۵۲ سے مؤخر ہے و۵۵ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ انسان جس عورت سے نکاح کا ارادہ کرے' اس کے لیے اس عورت کو دیکھنا جائز ہے' حدیث میں ہے: بکر بن عبد اللہ المزنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو دیکھ لو تمہارے درمیان دائمی رفاقت کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۰۸۷) و۵۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں' کاش! آپ امہات المؤمنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۹۰) نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نکاح' اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی دعوت کی' انہوں نے کھانا کھایا' پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور اس وقت ایسا لگا جیسے آپ جانے لگے ہوں' لیکن مسلمان نہیں اٹھے' جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے' جب آپ کھڑے ہوئے تو مسلمانوں میں سے بھی بعض کھڑے ہو گئے اور تین شخص بیٹھے رہے' پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے' میں نکل کر گیا اور نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں' پھر نبی ﷺ آئے حتیٰ کہ حجرے میں داخل ہو گئے' میں بھی داخل ہونے لگا تو نبی ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ" (الاحزاب: ۵۳)۔ (صحیح البخاری: ۴۷۹۱)

وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ

پیچھے سے مانگو ۵۷ یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے تمہارے لیے یہ

اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو ۵۸

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ

بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے O ۵۹ اگر تم کسی بات کو چھپاؤ یا اس کو ظاہر کرو تو

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ

بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O ان خواتین پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ

وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ

دادا' اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں

اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ

اور اپنی ہم دین خواتین اور اپنی باندیوں سے پردہ نہ کریں' ۶۰ اور تم اللہ سے ڈرتی رہو'

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

بے شک اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے O بے شک اللہ اور اس کے فرشتے

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

نبی پر درود پڑھتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو ۶۱ اور بہ کثرت

تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي

سلام پڑھو O بے شک جو لوگ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور اس کے رسول کو' اللہ ان پر دنیا اور

ف۵۷ اس سے مراد دنیا اور دنیا کی وہ تمام چیزیں ہیں جن کی ضرورت پیش آتی ہے' نیز اس آیت میں دلیل ہے کہ مسلمان ازواجِ مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے دینی مسائل بھی معلوم کر سکتے ہیں اور دنیاوی ضرورت کی چیزیں بھی طلب کر سکتے ہیں' اس اجازت میں عام مسلم خواتین بھی داخل ہیں' کیونکہ عورتیں مجسم چھپائی جانے والی جنس ہیں' ان کا بدن اور ان کی آواز سب مستور ہے بلکہ واجب الستر ہے اور سوائے شہادت یا علاج کے ان کے لیے اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے ف۵۸ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر عدت واجب نہیں ہے' کیونکہ عدت اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بیویاں کسی دوسرے سے نکاح کرنے سے رُکی رہتی ہیں اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کا انتظار کرتی ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کسی دوسرے شخص کا نکاح کرنا جائز نہ تھا اور وہ بدستور آپ کے نکاح میں تھیں اور آپ کی زوجات تھیں' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء میرے دینار کو تقسیم نہیں کریں گے' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عامل کے معاوضہ کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۷۶) نیز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر سبب (رشتہ نکاح) اور ہر نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا' سوا میرے سبب اور میرے نسب کے۔ (المعجم الکبیر: ۲۶۳۴) ف۵۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تعظیم کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواہ حیاتِ ظاہری میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں' آپ کی حرمت اور عزت اور آپ کی تعظیم اور تکریم کرنا واجب ہے۔ (البحر المحیط ج ۸ ص ۵۰۱) ف۶۰ اس آیت میں جن محارم کا ذکر کیا گیا ہے' وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس عورت کے چہرے کو' اس کے سر کو اور اس کے بازوؤں کو دیکھ سکتے ہیں اور اس کی پشت کو' اس کے پیٹ کو اور اس کی رانوں کو نہیں دیکھ سکتے' کسی خاتون کے محارم کے لیے اس کو دیکھنا اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ محارم کا گھروں میں آنا جانا بہت زیادہ ہوتا ہے اور خواتین کو ان سے ملنے جلنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے' اسی طرح عورتوں کے اوپر ان کی ہم دین خواتین کا پردہ نہیں رکھا گیا' لہٰذا ایک مسلم عورت دوسری مسلم عورت کی طرف اس کی ناف اور گھٹنوں کے ماسوا کی طرف دیکھ سکتی ہے' اسی طرح مسلم خواتین پر اہلِ کتاب خواتین سے بھی پردہ کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ یہودی اور غیر یہودی کافر عورتیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس آیا جایا کرتی تھیں اور وہ ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور نہ ان کو پردہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۵۹) ف۶۱ ''صلوٰۃ'' کا معنی ہے: جس پر صلوٰۃ پڑھی جائے اس کی حمد و ثناء کرنا' امام بخاری نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنی ہے: فرشتوں کے سامنے آپ کی حمد و ثناء کرنا اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے حق میں دعا کرنا' اور اللہ تعالیٰ نے الاحزاب: ۵۶ میں اپنی اور فرشتوں کی صلوٰۃ کو جمع فرمایا ہے' سو اس آیت میں معنی یہ ہے کہ اللہ اور فرشتے دونوں آپ کی حمد و ثناء کرتے ہیں کیونکہ لفظ مشترک سے دو معنوں کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے' پس جب صلوٰۃ کا معنی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثناء کرنا اور آپ کے شرف اور فضیلت اور آپ کی تعظیم اور تکریم کو ظاہر کرنا تو پھر لفظ صلوٰۃ اس آیت میں دو معنوں میں مستعمل نہیں ہے بلکہ ایک ہی معنی میں مستعمل ہے اور وہ ہے آپ کی تعظیم اور تکریم کرنا' اور ہم کو جو آپ پر صلوٰۃ اور سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی صلوٰۃ کو طلب کریں جو صلوٰۃ اللہ آپ پر پڑھتا ہے اور جو صلوٰۃ فرشتے آپ پر پڑھتے ہیں' یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کریں گے کہ وہ آپ کی حمد و ثناء کرے اور آپ کی فضیلت اور شرف کو ظاہر کرے اور آپ کی تکریم کرے اور آپ کو اپنا مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے' اور ہمارے اس سوال اور دعا کو ہماری صلوٰۃ دو وجہوں سے فرمایا ہے: (۱) یہ دعا آپ کی حمد و ثناء اور آپ کے شرف اور فضیلت کے ذکر اور آپ کی محبت کو متضمن ہے' اور صلوٰۃ کا معنی ہے: جس پر صلوٰۃ پڑھی جائے اس کی حمد و ثناء کرنا (۲) اس دعا میں ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ آپ پر صلوٰۃ پڑھے اور اللہ کی آپ پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آپ کی حمد و ثناء کرے اور آپ کے ذکر کو بلند کرے اور آپ کو مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے' اور جب ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو اللہ سے ایسا کرنے کی دعا کرتے ہیں' اور آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہم اللہ سے آپ پر نزولِ رحمت کو طلب کرتے

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ

آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے O ۶۳ اور جو لوگ

يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بلا خطا ایذاء پہنچاتے ہیں تو بے شک انہوں نے بہتان کا

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ

اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا O ۶۳ اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ

عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں ۶۴ یہ اس کے بہت قریب

اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾

ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں ہیں) تو ان کو ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ

اگر منافق باز نہ آئے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (فسق کی) بیماری ہے اور مدینہ میں

فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا

جھوٹی افواہیں اڑانے والے ۶۵ تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط فرما دیں گے کہ پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں

قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾

ٹھہر سکیں گے O ۶۶ وہ لعنت کیے ہوئے ہیں وہ جہاں بھی جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا O

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ

جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور تھا اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی

ہیں بلکہ ہم اللہ سے یہ طلب کرتے ہیں کہ وہ آپ کی حمد و ثناء کرے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرے۔ (جلاء الافہام ص ۸۷۔۸۵ مستخلصاً و ملخصاً) صلوٰۃ و سلام کی فضیلت اور اس سے متعلق دیگر ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۹ ص ۵۳۲ تا ۵۵۰ کا مطالعہ فرمائیں

ع ۶ / ۴

ف ۶۲ ایذاء کا معنی ہے: تنگ کرنا' ستانا' دکھ پہنچانا' اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچانا اور ستانا محال ہے' اس لیے اس سے یہاں مراد ہے کہ وہ ایسے افعال کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھے اور ایسی باتیں کہتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تھیں۔ اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی اہانت آمیز باتیں کہتے ہیں' جن سے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچتی ہے' مثلاً رسول اللہ ﷺ کے علم کو بچوں' پاگلوں اور جانوروں کے علم کے مشابہ کہنا' آپ ﷺ کے علم سے شیطان اور ملک الموت کے علم کو زیادہ کہنا یا نماز میں آپ کے خیال کو اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا کہنا' ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ وعید فرمائی کہ ان پر اللہ عزوجل دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ف ۶۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ عام مسلمانوں کو ایذاء پہنچانا گناہ کبیرہ ہے ف ۶۴ امام ابن جریر' حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔ (جامع البیان: ۲۱۸۶۱) عہد رسالت میں حجاب اور نقاب کا معمول تھا' امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہٴ افک کی حدیث میں روایت کرتے ہیں: میں اپنے پڑاؤ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی' اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن معطل اسلمی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے' وہ رات کے آخری حصہ میں چلے اور صبح کے وقت میرے پڑاؤ پر پہنچے تو انہوں نے ایک انسانی ہیولا دیکھا' جب وہ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے حجاب کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا' انہوں نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' میں یہ سن کر بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱) یہ حدیث اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات چادروں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں۔ حضرت شماس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام خلاد نام کی ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' درآں حالیکہ اس نے نقاب پہنی ہوئی تھی' اس کا بیٹا شہید ہو گیا تھا اور وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی' نبی ﷺ کے بعض صحابہ نے کہا: تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھ رہی ہو اور اس حال میں بھی تم نقاب پہنے ہوئے ہو' اس نے کہا: میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے' اپنی حیاء نہیں کھوئی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۸۸) خواتین کے ستر اور حجاب اور اس کے متعلق جملہ مسائل پر مفصل اور جامع گفتگو حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''شرح صحیح مسلم'' ج ۵ ص ۶۱۲ تا ۶۹۱ میں ملاحظہ کریں' اس موضوع پر اس سے زیادہ جامع اور مفصل بحث شاید ہی کہیں مل سکے ف ۶۵ ''منافقین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور ظاہراً ایمان کرتے تھے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (فسق کی) بیماری ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں زنا اور دیگر فحش کاموں کی محبت تھی' اور وہ بُرے ارادہ سے مسلمان عورتوں کا پیچھا کرتے تھے اور ''مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے'' اس کے لیے اس آیت میں ''المرجفون'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''رجف'' سے بنا ہے' ''رجف'' کے معنی ہیں: تحریک اور زلزلہ' یہاں اس سے مراد ہے: لرزہ خیز جھوٹی خبریں' جو لوگوں کے دلوں کو بھی لرزا دیتی ہیں' یہ وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر جہاد کے لیا جاتا تو یہ مدینہ میں مسلمانوں سے کہتے کہ تمہارے لشکر کے اکثر لوگ قتل کر دیئے گئے یا وہ شکست کھا گئے' تاکہ مسلمان رنجیدہ ہوں' یا وہ مدینہ کے مسلمانوں سے کہتے: تم پر دشمن حملہ کرنے والا ہے اور مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے کے لیے جھوٹی خبروں کی اشاعت کرتے اور پاک باز لوگوں پر تہمتیں لگاتے' اصحاب صفہ کے متعلق کہتے: یہ غیر شادی شدہ لوگ ہیں اور یہ عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھتے ہیں ف ۶۶ یعنی ہم آپ کو ان کے قتل کرنے کا یا ان کو مدینہ بدر کرنے کا حکم دیں گے۔

تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

نہیں پائیں گے ○ ۶۷ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اس کا علم

اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ

صرف اللہ کے پاس ہے' ۶۸ اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا کہ شاید قیامت عنقریب واقع ہو ○ بے شک اللہ

لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۚ

نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي

(وہاں) وہ نہ کوئی حمایت کرنے والا پائیں گے اور نہ کوئی مدد کرنے والا ○ جس دن ان کے چہرے آگ

النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا

میں پلٹ دیے جائیں گے وہ کہیں گے: کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی ○ ۶۹ اور وہ کہیں گے:

رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی' سو انہوں نے ہمیں گم راہ کر دیا ○ اے ہمارے رب!

اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا

ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما ○ اے ایمان والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی ۷۰ تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے

قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

بری کر دیا' اور وہ اللہ کے نزدیک معزز تھے ○ ۷۱ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو

۶۷ یعنی اس سے پہلے کی امتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی حکم تھا کہ جو لوگ زمین میں فساد کرتے تھے' ان کو قتل کر دیا جاتا تھا یا گرفتار کیا جاتا تھا یا شہر بدر کیا جاتا تھا' اور یہ حکم ان احکام کی مثل نہیں ہے جن کو منسوخ کر دیا جاتا ہے یا تبدیل کر دیا جاتا ہے ۶۸ ان آیتوں میں ان لوگوں کا بیان ہے' جو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچاتے تھے' جب رسول اللہ ﷺ کافروں کو آخرت اور قیامت کے عذاب سے ڈراتے تھے' تو وہ قیامت کے آنے کو بہت بعید سمجھتے تھے اور اس کے آنے کی تکذیب کرتے تھے اور لوگوں کے دماغوں میں یہ وہم ڈالتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی' اس لیے وہ استہزاء' رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے تھے کہ بتائیے قیامت کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان لوگوں کے سوال کے جواب میں یہ کہیے کہ قیامت کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے' یعنی ازخود بغیر تعلیم کے اور ذاتی علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قیامت کا علم عطا فرمایا ہے' آپ نے وقوع قیامت کی بہ کثرت علامتیں اور شرائط بیان فرمائی ہیں' آپ نے فرمایا: جب بُروں کی عزت کی جائے گی اور نیکوں کو رسوا کیا جائے گا' علم اُٹھ جائے گا اور جہل کا غلبہ ہوگا' اور زنا اور بدکاری عام ہو جائے' طوائفوں کا ناچ کھلے عام دیکھا جائے' شراب نوشی کی کثرت اور مساجد میں فساق کی آوازیں بلند ہوں تو یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ نبی ﷺ کو قیامت کا علم دیئے جانے کے متعلق تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۴۶۹ تا ۴۸۴ ملاحظہ فرمائیں ۶۹ دوزخ کی آگ میں ان کے چہروں کے پلٹنے کا معنی یہ ہے کہ جس طرح سالن پکاتے وقت جب دیگچی میں جوش آتا ہے تو گوشت کی بوٹیاں ایک طرف سے دوسری طرف پھرتی ہیں' اسی طرح جب کفار دوزخ میں پڑے ہوں گے اور دوزخ کی آگ تیز ہوگی تو ان کے چہرے دوزخ میں ایک طرف سے دوسری طرف پھر رہے ہوں گے اور جوش کی وجہ سے ایک طرف سے دوسری طرف گھوم رہے ہوں گے' یا اس دن ان کے چہرے دوزخ میں ایک طرف سے دوسری طرف متغیر ہو رہے ہوں گے اور اس دن کے مصیبت ناک اور ہولناک احوال کی وجہ سے ان کے چہروں پر بہت قبیح کیفیات مرتب ہو رہی ہوں گی' یا اس دن ان کو آگ میں منہ کے بل ڈال دیا جائے گا۔ ہرچند کہ ان کے پورے جسم پر یہ کیفیات طاری ہوں گی لیکن خصوصیت کے ساتھ چہرے کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ چہرہ انسان کے جسم کا سب سے مکرم اور معظم عضو ہوتا ہے اور جب ان کا چہرہ آگ میں جھلس رہا ہوگا تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگا ۷۰ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن مال غنیمت کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ نے بعض مسلمانوں کو ترجیح دی' آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے' عیینہ کو بھی آپ نے اتنے ہی اونٹ دیئے' عرب کے دیگر سرداروں کو بھی آپ نے زیادہ دیا تو ایک شخص نے یہ کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا ہے' اور نہ اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہے' میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دوں گا' میں نے آپ کو خبر دی (دوسری روایت میں ہے: آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا) آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو اور کون عدل کرے گا' اللہ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے' ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' سو انہوں نے صبر کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۶۰۵۹-۳۱۵۰) رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو دوسروں سے زیادہ مال غنیمت عطا کیا تھا' یہ مؤلفۃ القلوب تھے' تہذیب و تمدن سے ناآشنا بادیہ نشیں تھے' رسول اللہ ﷺ ان کی دل جوئی اور ان کو اسلام پر ثابت اور برقرار رکھنے کے لیے اوروں سے زیادہ دیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۱) ۷۱ ''وجیہ'' اس شخص کو کہتے ہیں جو نیکی میں معروف ہو اور جس کی سیرت پسندیدہ اور لائق تحسین ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۸۶)

اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ﴿۷۰﴾ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ

اور درست بات کہا کرو○ اللہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا' اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا'

ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿۷۱﴾

اور جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے رسول کی' تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی ○

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے

اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ

اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور انسان نے اس امانت میں

ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ

خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے ○ ۲ے تا کہ انجام کار اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ یَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے

وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۳﴾ ع

اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۳ے

۳۴ سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّیَّةٌ ۵۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۵۴ | رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ سبا مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چوّن آیتیں چھ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے مختص ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب چیزیں ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں' اور

وا۷ اکثر مترجمین نے اس آیت میں "حمل" کا معنی اٹھانا کیا ہے۔ ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں' بااختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے' اس لیے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا' اور اب اس آیت پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ بااختیار نہیں ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ "وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ" کا ترجمہ اکثر مترجمین نے کیا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو اٹھانے سے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا تو انسان کو باعث تحسین و آفرین ہونا چاہیے تھا' اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت ظالم اور بہت جاہل کیوں فرمایا؟ اور حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی' بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا اور بڑا جاہل ہے کیونکہ "حمل" کا معنی جس طرح اٹھانا ہے' اس طرح "حمل" کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔ علامہ جمال الدین افریقی لکھتے ہیں: الزجاج نے کہا: "یحملنها" کا معنی ہے: "یخنها" یعنی آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور جو شخص کسی کی امانت میں خیانت کرے' وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے' اسی طرح وہ شخص جو کوئی گناہ کرتا ہے' وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے' حسن نے کہا: یہی معنی صحیح ہے۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۷۵' القاموس المحیط ج ۳ ص ۵۲۹) و۲ے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے تین طبقات کا ذکر ہے' ایک طبقہ منافقین اور مشرکین کا ہے' دوسرا طبقہ توبہ کرنے والے گناہ گار مسلمانوں کا ہے' اور تیسرا طبقہ انبیاء و مرسلین اور اولیاء عارفین کا ہے' اور ان تینوں طبقوں کو بنانے کی حکمت یہ تھی کہ متعدد آئینوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے عکوس نظر آئیں' سو منافقین اور مشرکین وہ آئینہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات قہر اور جلال کا عکس نظر آتا ہے' اور توبہ کرنے والے گناہ گار مسلمان وہ آئینہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات ستاری اور غفاری کا عکس نظر آتا ہے اور انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین وہ آئینہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور اس کے الطاف و عنایات کی صفات کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ سبا: و۱ے اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعریفیں اس لیے مختص ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا مالک صرف وہی ہے' حمد اور تعریف کا معنی ہے: صفات کمال کا اظہار' اور جب تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو ان چیزوں کے تمام کمالات کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے' اور جن چیزوں کے مالک بہ ظاہر انسان ہیں' درحقیقت ان کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے' اس لیے تمام تعریفیں اللہ کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ قابل تعریف تمام کمالات اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۱ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي

آخرت میں (بھی) اسی کی تعریف ہے اور وہی بہت حکمت والا سب خبر رکھنے والا ہے ○ اس کو علم ہے جو کچھ

الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ

زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو آسمان میں چڑھتا

فِيْهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہے ف۲ اور وہی رحم فرمانے والا بے حد بخشنے والا ہے ○ اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت

لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۗ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ

نہیں آئے گی آپ کہیے: کیوں نہیں! مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَ

وہ تم پر ضرور آئے گی اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور

لَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ ۙ لِّيَجْزِيَ

ہر چیز روشن کتاب میں ہے خواہ وہ ایک ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی ○ تاکہ اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور معزز

كَرِيْمٌ ۝۴ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

روزی ہے ○ ف۳ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے لیے درد ناک عذاب

مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۵ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ

کی سزا ہے ○ ف۴ اور اہل علم کو معلوم ہے کہ جو کلام آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

ف۲ اس آیت میں "یلج" فرمایا ہے' یہ لفظ "ولوج" سے بنا ہے' "ولوج" کا معنی ہے: تنگ جگہ میں داخل ہونا' اس سے پہلی آیت کے آخر میں فرمایا تھا: وہ خبیر ہے' یعنی ہر ظاہر اور باطن کی خبر رکھنے والا ہے' وہ جانتا ہے کہ زمین میں کیا چیزیں داخل کی جاتی ہیں اور کیا چیزیں زمین سے نکلتی ہیں' زمین میں بیج داخل کیے جاتے ہیں' پھر زمین سے کونپلیں پھوٹ کر نکلتی ہیں' بارش کے قطرات زمین میں داخل ہوتے ہیں' پھر وہ چشموں اور آبشاروں کی صورت میں زمین سے نکل جاتے ہیں' خزانے اور دفینے' اور حشرات الارض زمین سے نکلتے ہیں' زمین میں مُردوں کو دفن کیا جاتا ہے اور وہ آخرت میں زمین سے نکل آئیں گے' اسی طرح انسان کی کھال کی زمین میں جو کچھ داخل ہوتا ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے' جو فاسد اور صالح غذا اور حلال اور حرام طعام جس کو وہ کھاتا ہے وہ سب اس کے علم میں ہے' اسی طرح اس کی کھال سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے اور وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں اور جو آسمان میں چڑھتی ہیں' مثلاً فرشتے' آسمانی کتابیں' تقدیریں' بندوں کے رزق اور برکتیں' بارشیں' برف' اولے' شبنم اور بجلیاں آسمان سے نازل ہوتی ہیں' اسی طرح دلوں پر روحانی فیوض اور الہامات ربانیہ نازل ہوتے ہیں اور فرشتے' پاک روحیں' دعائیں اور بندوں کے نیک اعمال اور بخارات اور دھوئیں وغیرہ اوپر چڑھتے ہیں ف۳ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا تھا: اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو شرک' کفر اور بُرے اعمال پر آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے اور توحید و رسالت پر ایمان لانے اور نیک کام کرنے پر آخرت کے اجر و ثواب کی بشارت دیتے تھے' یہ سن کر کفار مکہ کہتے تھے: ہم پر قیامت نہیں آئے گی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے تین دلیلوں سے قیامت کے آنے کو ثابت فرمایا: (۱) کفار مکہ آپ کو صادق مانتے تھے اور الصادق الامین کہتے تھے اور آپ نے قسم کھا کر فرمایا: مجھے اپنے رب کی قسم! وہ ضرور آئے گی' اور الصادق الامین قسم کھا کر جو بات کہے وہ غلط نہیں ہوسکتی (۲) کفار قیامت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ مرنے کے بعد جب ان کے اجسام بوسیدہ ہو جائیں گے اور ان کے اجسام گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' پھر ہوا ان ذرات کو اٹھا کر دوسری جگہوں پر لے جائے گی اور یہ ذرات دوسرے اجسام کے ذرات سے مل کر خلط ملط ہو جائیں گے تو پھر یہ کیسے متعین ہوگا کہ یہ ذرہ فلاں جسم کا ہے اور یہ ذرہ فلاں جسم کا ہے' پھر یہ بکھرے اور منتشر ذرات دوبارہ کس طرح جمع ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ عالم الغیب ہے اور اس سے اس جہان کا کوئی ذرہ مخفی نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اس لیے مخلط اور منتشر ذرات کو ایک دوسرے سے ممیز اور ممتاز کر کے ایک قالب میں جمع کر دینا اس پر بالکل مشکل اور دشوار نہیں ہے (۳) اور دوسری آیت: سبا: ۴ میں فرمایا: (قیامت اس لیے ضرور آئے گی) تاکہ اللہ انہیں جزاء دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور تیسری آیت سبا: ۵ میں فرمایا: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر غالب آنے کی کوشش کی ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جزاء اور سزا کا نظام قائم فرمائے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں ایک شخص دوسرے پر مسلسل ظلم کرتا رہتا ہے اور اس کو اس کے ظلم کرنے پر کوئی سزا نہیں ملتی اور دوسرے کو ظلم سہنے پر کوئی جزا نہیں ملتی' پس اگر ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس دار دنیا کے بعد کوئی دار آخرت ہو' جہاں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزا دی جائے ف۴ یعنی جو کفار ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کو باطل کہتے ہیں اور ان کا یہ گمان ہے کہ وہ ہماری گرفت سے بچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ ان کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے' اللہ تعالیٰ ان کے متعلق عذاب کی وعید فرماتا ہے کہ ان کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہے۔

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶

وہی برحق ہے ۵ اور وہی اس کے راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو غالب ہے (اور) تعریف کیا ہوا ہے O

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا

اور کافروں نے کہا کیا ہم ایسے مرد کی طرف تمہاری رہنمائی کریں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ

مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۷ اَفْتَرٰى عَلَى

جب تم مکمل ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے ۶ تو پھر تم از سر نو پیدا کیے جاؤ گے!O کیا اس شخص نے اللہ

اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي

پر بہتان باندھا ہے یا اس کو جنون ہے! بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے وہ عذاب اور

الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝۸ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں O پس کیا انہوں نے ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا

وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ

جو ان کے آگے اور پیچھے (پھیلی ہوئی) ہیں یعنی آسمان اور زمین' اگر ہم چاہیں تو ان کو

الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں' بے شک اس میں

لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ

ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے نشانیاں ہیں O ۷ اور بے شک ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا تھا' ۸

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝۱۰ۙ اَنِ اعْمَلْ

اے پہاڑو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو! (تم بھی) ۹ اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا O کہ آپ مکمل زر ہیں

ف ۵ اس سے پہلی آیت میں یہ بتلایا تھا کہ کفار اور مشرکین قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کو باطل کہتے ہیں' اور چونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اس لیے اب ان کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ذکر فرمایا اور ان کو اہل علم سے تعبیر فرمایا' جو قرآن کو برحق اور وحی الٰہی قرار دیتے ہیں' بعض مفسرین نے کہا: اس آیت میں ''اولوا العلم'' یعنی اہل علم کا لفظ ہے اور وہ عام ہے' اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ اس سے امت کے تمام اہل علم مراد لیے جائیں ف ۶ ''مزق'' کے معنی ہیں: کسی چیز کا پھٹنا' ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور منقسم ہونا' متکلمین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ''جزلا یتجزی'' برحق ہے' ''جزلا یتجزی'' کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کی پوری پوری اس طرح تقسیم کر دی جائے کہ اس کے بعد خارج میں اس کی مزید تقسیم نہ ہو سکے' اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ جب تم مکمل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے' اگر اس جزء کی مزید تقسیم ہو سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مکمل ریزہ ریزہ نہیں ہوا اور جب یہ کہا کہ وہ مکمل ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کی کل اقسام کر دی گئیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی مزید تقسیم نہیں ہو سکتی' اگر یہ کہا جائے کہ اس کی وہمی اور عقلی تقسیم تو پھر بھی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہمی اور عقلی تقسیم تو کہیں نہیں رُکتی لیکن خارج میں اس کی تقسیم کہیں نہ کہیں ضرور ٹھہرے گی' جیسا کہ

ع ۹

علامہ میبذی نے کہا ہے کہ اجزاء ذی مقراطیسیہ غیر منقسم ہیں کیونکہ وہ اس قدر سخت ہیں کہ کٹ نہیں سکتے اور اس قدر چھوٹے ہیں کہ ٹوٹ نہیں سکتے' اس لیے ہوسکتا ہے کہ جسم ان ہی اجزاء سے مرکب ہو اور وہی غیر منقسم اجزاء فصل اور وصل کو قبول کرتے ہوں ف ۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جو ذات آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے' وہ اس پر بھی ضرور قادر ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس پر قادر ہے کہ بہت جلد ان کے اوپر عذاب لے آئے' کیونکہ آسمان اور زمینیں اس کی ملکیت میں ہیں اور وہ کفار کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تو ان کو اس بات کا ڈر اور خوف کیوں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں اس طرح دھنسا دے جس طرح قارون کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا تھا' یا اللہ تعالیٰ ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دے' اور ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو' اس کے لیے اس میں اللہ کی قدرت پر بہت دلائل ہیں۔ اس آیت میں آسمان کے ٹکڑے گرانے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آسمان ٹھوس ہے' اس کے ٹکڑے گرائے جا سکتے ہیں' اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ آسمان ہوائے کثیف کے کسی طبقہ یا محض حد نگاہ کا نام ہے' یہ کہنا صحیح نہیں ہے ف ۸ کفار مکہ' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ایک نئی اور انوکھی چیز سمجھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار نبی بن کر نہیں آئے ہیں' ان سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں نبیوں اور رسولوں کو معجزات اور دلائل کے ساتھ بھیجتا رہا ہے' سو حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ فضل کے معنی زیادتی ہیں' سو اس آیت کا خلاصہ ہے: ہم نے حضرت داؤد کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت زیادہ معجزات اور کمالات عطا فرمائے ہیں خواہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء ہوں یا دوسری امتوں کے' اور حضرت داؤد علیہ السلام کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے زیادہ فضائل عطا فرمائے ہیں' کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ'' (البقرہ: ۲۵۳) یہ سب رسول' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل فضائل دوسرے نبیوں کی بہ نسبت زیادہ عطا فرمائے: (۱) حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی' اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا O'' (بنی اسرائیل: ۵۵) (۲) حضرت داؤد علیہ السلام کو غیر معمولی قوت عطا فرمائی: ''وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ'' (صٓ: ۱۷) اور آپ ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بہت قوت والے تھے (۳) پہاڑوں کو اور پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا: ''يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ'' (سباء: ۱۰) اے پہاڑو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور اے پرندو! (تم بھی) (۴) حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا روئی کی طرح نرم کر دیا تھا: ''وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ O'' (سباء: ۱۰) اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا O ف ۹ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس' حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے

سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

بنائیں اور مناسب اندازے سے ان کی کڑیاں جوڑیں ف۱۰ اور تم نیک عمل کرتے رہو' بے شک میں تمہارے کاموں کو خوب

بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾ وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ

دیکھنے والا ہوں ○ اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کی

وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ

رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی' ف۱۱ اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور ہم نے بعض جنات ان کے تابع

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ

کردیے تھے وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے (اور ہم نے فرمادیا تھا کہ) اور جو ان میں سے ہمارے حکم کی نافرمانی

السَّعِیْرِ ﴿۱۲﴾ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ

کرے گا ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے ○ سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے تھے' قلعے اور

كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِیْلٌ مِّنْ

مجسمے اور حوضوں کے برابر ٹب' اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں' اے آل داؤد! تم شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرو' اور میرے

عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰی

بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں ○ ف۱۲ پس جب ہم نے ان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر صرف

مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ

گھن کے کیڑے (دیمک) نے مطلع کیا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا' پھر جب سلیمان گر پڑے تو تب

الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ

جنات پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ اس ذلت والے عذاب میں

کر" اوبی " کا معنی ہے: تم تسبیح کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۸۸۸) یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جب آپ اللہ کی تسبیح کرتے تو پہاڑ اور پرندے سب مل کر آپ کے ساتھ تسبیح کرتے' اس چیز کو اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد کے اوپر اپنا فضل فرما رہا ہے' اس تسبیح سے مراد وہ عام تسبیح نہیں ہے جو ہر چیز اپنی زبانِ حال و قال سے کرتی ہے اور نہ اس سے صدائے بازگشت مراد ہے' ورنہ اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت سے ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی ف۱۰ قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے پہلے زرہ صرف پتروں کی شکل میں ہوتی تھی اور وزنی اور بوجھل ہو جاتی تھی' اس لیے ارشاد فرمایا کہ آپ مناسب مقدار میں زرہ بنائیں' جو بوجھل ہو اور نہ بہت ہلکی ہو ف۱۱ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دی ہوئی فضیلتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اب جو آیات آرہی ہیں' ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی ہوئی فضیلتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس کا ربط پہلی آیتوں سے اس طرح ہے کہ بیٹے کے فضائل بھی دراصل اس کے باپ کے فضائل ہی ہوتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جس تخت پر بیٹھتے تھے' اس پر مزید چار سو کرسیاں ہوتی تھیں۔ ہوا اس تخت کو اٹھالیتی تھی اور پرندے اس پر سایا کرتے تھے' صبح کو وہ بیت المقدس سے اصطخر (شیراز سے بارہ فرسخ دور ایک اہم شہر) کی طرف جاتے تھے۔ ابن زید نے کہا ہے: وہ شام سے عراق کی طرف جاتے تھے' اور بھی روایات ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۴۳) ف۱۲ نعمت کا اعتراف کرنا اور اس نعمت کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا شکر کی حقیقت ہے اور نعمت کا انکار کرنا اور اس نعمت کو اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا کفرانِ نعمت اور شکر کی ضد ہے۔ شکر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور شکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور چالیس احادیث' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۶ ص ۱۴۶ تا ۱۵۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الْمُهِينِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن

مبتلا نہ رہتے ○ ۱۳ بے شک اہل سبا کے لیے ان کی بستیوں میں ہی نشانی تھی‘ دو باغ دائیں

يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ

اور بائیں جانب تھے‘ اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو‘ (سبا) پاکیزہ

طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿۱۵﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

شہر ہے ۱۴ اور رب بہت بخشنے والا ہے○ پھر انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا

وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ

پھر ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے تبدیل کر دیا جن میں بد ذائقہ پھل اور جھاؤ کے درخت اور بیری کے

مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿۱۶﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي

بہت کم درخت تھے ○ یہ ہم نے ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم صرف ناشکروں کو

إِلَّا الْكَفُورَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا

(ایسی) سزا دیتے ہیں ○ ۱۵ اور ہم نے ان لوگوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی

قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا

کئی نمایاں بستیاں بنا دیں‘ اور ہم نے ان بستیوں میں سفر کی منازل مقدر کر دیں‘ تم اس میں دن اور رات کے اوقات میں بے خوفی

آمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ

سے سفر کرو ○ ۱۶ پھر انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کو دور دور کر دے‘ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

تو ہم نے ان کو داستانیں بنا دیا اور ہم نے ان کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے‘ بے شک اس میں بہت سی

ف۱۳ اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا بیان ہے اور یہ بھی بتایا کہ جو جنات حضرت سلیمان کے حکم سے کام کرتے تھے‘ ان پر آپ کی موت ایک سال تک مخفی رہی‘ اس سے ان جنات کو بھی معلوم ہوگیا کہ ان کو غیب کا علم نہیں ہے اور لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا ورنہ وہ ایک سال تک کام کرنے کی مشقت میں مبتلا نہ رہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام عصا کے سہارے کھڑے ہوئے تھے اور اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی گئی اور ایک سال تک جن اور انسان یہی گمان کرتے رہے کہ آپ زندہ ہیں‘ آپ کے جسم میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے اور نہ چہرے کی آب و تاب اور رعب و جلال میں کوئی فرق آیا‘ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے اور موت سے ان کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اور ان کی حیات اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا‘ باقی رہا یہ کہ وہ عصا کے سہارے کھڑے تھے اور جب دیمک نے ان کے عصا کو کھا لیا تو وہ زمین پر آ رہے‘ اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجہیز و تکفین کرانی تھی اور ان کی تدفین کرانی تھی‘ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ اُمور کیسے واقع ہوتے‘ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے نکل کر زمین و آسمان کی اطراف میں آتے جاتے اور تصرف کرتے ہیں‘ اس پر دلیل حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وادی ازرق سے گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ وادی ازرق ہے‘ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو ثنیہ (گھاٹی) سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰهم لبيك) پڑھ رہے تھے‘ پھر آپ ایک گھاٹی ھرشی پر آئے‘ آپ نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ھرشی گھاٹی ہے‘ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں‘ وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے‘ انہوں نے ایک اُونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ ”اللّٰهم لبيك“ کہہ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۶۶) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا‘ جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے‘ اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے‘ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح بن مریم علیہ السلام ہیں۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۱۷۱) ف۱۴ قوم سبا یمن میں رہتی تھی‘ قوم تبع بھی انہی میں سے تھی‘ بلقیس بھی یہیں کی رہنے والی تھیں‘ یہاں کے لوگ بہت نعمتوں اور راحتوں میں تھے‘ اللہ کے رسول ان کے پاس آئے اور ان کو شکر کرنے کی تلقین کی اور ان کو یہ دعوت دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مانیں‘ اور اللہ کی عبادت کے طریقے بتائے‘ جب تک اللہ نے چاہا یہ اسی طرح رہتے رہے‘ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی تو ان پر بہت تند و تیز سیلاب آیا‘ جس سے تمام باغات‘ کھیت اور ملک برباد ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سبا کوئی مرد ہے یا کوئی عورت ہے یا کسی ملک کا نام ہے؟ آپ نے فرمایا: سبا ایک مرد تھا‘ جس کے دس بیٹے تھے‘ ان میں سے چھ یمن چلے گئے تھے اور چار شام میں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۶) ف۱۵ روایت ہے کہ اہل سبا کے پاس بارہ یا تیرہ رسول آئے تھے‘ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانا‘ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے‘ آخر کار ان کے کفر اور ان کی سرکشی کا وبال ان پر آیا‘ انہوں نے دریا پر جو بند باندھ رکھا تھا‘ وہ ٹوٹ گیا اور دریا‘ چشموں اور بارش کے نالوں کا تمام پانی ان کے باغات اور کھیتوں کو بہا کر لے گیا‘ اس کے بعد اس زمین میں کوئی پھل دار درخت اُگ نہ سکا‘ پیلو کے جھاڑ‘ کیکر کے درخت اور اسی طرح کے بے میوہ‘ بے مزہ اور بد ذائقہ درخت اُگتے تھے‘ البتہ کچھ بیری کے درخت اُگ آئے تھے جو ان درختوں کی بہ نسبت کار آمد تھے‘ یہ ان کے کفر‘ شرک‘ سرکشی اور تکبر کی سزا تھی اور کافروں کو اسی طرح کی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸۴‘ ملخصاً) ف۱۶ یعنی جن بستیوں میں ہم نے برکت دی تھی‘ ان میں ہم نے ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف اور ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف منازل سفر کو مقرر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ دوپہر کے وقت ایک بستی میں آرام کرتے اور شام کے وقت دوسری بستی میں نیند کرتے‘ اور انسان بغیر آرام اور کھانے پینے کے لمبا سفر اس لیے کرتا ہے کہ اس کو

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ⑲ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ

کرنے والوں اور نہایت شکر کرنے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O ۱۷ اور بے شک ابلیس نے ان کے متعلق اپنے گمان کو سچ کر

فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ⑳ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم

دکھایا تو مومنوں کی ایک جماعت کے سوا سب نے اس کی پیروی کی O اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط

مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا

نہ تھا مگر (اس کی ترغیب سے لوگوں نے جو کفر کیا) وہ اس لیے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے الگ ممیز اور ممتاز کر دیں

فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ㉑ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ

جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں ۱۸ اور آپ کا رب ہر چیز کا نگہبان ہے O آپ کہیے: تم ان کو پکارو

زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ

جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے تھے وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک ہیں

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم

نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار

مِّن ظَهِيرٍ ㉒ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ

ہے O ۱۹ اور اس کے پاس صرف اسی کی شفاعت نفع آور ہو گی جس کو وہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا ۲۰ حتیٰ کہ

إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ

جب ان شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو (طالبین شفاعت ان سے) پوچھیں گے کہ آپ کے رب نے

الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ㉓ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ

کیا فرمایا تھا وہ کہیں گے: حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند بہت بڑا ہے O ۲۱ آپ کہیے کہ تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے کون رزق دیتا ہے؟ آپ

دورانِ سفر کھانے پینے کی چیزیں میسر نہیں ہوتیں اور سفر پر خطر ہوتا ہے اور جب اس کو کھانے پینے کی چیزیں میسر ہوں اور راستہ پر امن ہو تو وہ مشقت نہیں اٹھاتا اور جہاں چاہتا ہے' راستہ میں قیام کر لیتا ہے' اس لیے فرمایا: تم ان میں دن اور رات کے اوقات میں بے خوفی سے سفر کرو **۱۷** یعنی جب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اترانے اور اکڑنے لگے اور اس امن و عافیت پر انہوں نے قناعت نہیں کی' تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی منازل سفر دور ہو جائیں اور انہیں سفر کرنے میں مشقت اٹھانے کا مزا بھی آئے' جیسے اللہ تعالیٰ نے میدانِ تیہ میں بنی اسرائیل پر جنت کے کھانوں میں سے من و سلویٰ نازل کیا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے زمین میں پیدا ہونے والی سبزیوں کو طلب کیا' اعلیٰ چیز کے بدلہ ادنیٰ چیز کو مانگا تھا' اسی طرح ان لوگوں نے آرام اور عافیت کے بدلہ میں تھکاوٹ اور مشقت والے سفر کو طلب کیا اور یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کو دور کر دے' اور جب انہوں نے ناشکری کر کے اس طرح اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے ان کے کفر اور ظلم کی وجہ سے ان کو پارینہ داستانیں بنا دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے حتیٰ کہ عرب کے لوگ راتوں کو ان کے قصے اور کہانیاں سنتے تھے اور جو لوگ گناہوں سے رُک کر اپنی خواہشوں پر صبر کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کا شکر ادا کرتے ہوں' ان کے لیے اس واقعہ میں نشانی اور عبرت ہے۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۸۵) **۱۸** اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: اور ابلیس کو ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم اس شخص کو جان لیں جو آخرت پر ایمان لاتا ہے' اس شخص سے جو آخرت کے متعلق شک میں ہے' اس آیت پر دو اشکال ہوتے ہیں: ایک یہ کہ اس آیت میں بہ ظاہر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ میں ربط نہیں ہے' اس کی توجیہ میں بعض مفسرین نے کہا: یہ مستثنیٰ منقطع ہے' دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا کہ کون آخرت پر ایمان لائے گا اور کون نہیں' ابلیس نے لوگوں کو گمراہ کیا تو اس کو پتا چلا' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اپنے ترجمہ میں ان دونوں اشکالوں کو دور کر دیا ہے' پہلے آپ دیگر تراجم پڑھیں' پھر حضرت اقدس علامہ سعیدی حفظہ اللہ کا ترجمہ پڑھیں۔ شیخ محمود حسن دیو بندی لکھتے ہیں: اور اس کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کر لیں ہم اس کو جو یقین لاتا ہے آخرت پر جدا کر کے اس سے جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکا میں۔ ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: اور نہیں حاصل تھا شیطان کو ان پر ایسا قابو (کہ وہ بے بس ہوں) مگر یہ سب اس لیے ہوا کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے متعلق شک میں مبتلا ہے' اور حضرت اقدس علامہ سعیدی حفظہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہ تھا مگر (اس کی ترغیب سے لوگوں نے جو کفر کیا) وہ اس لیے تھا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے الگ ممیز اور ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں **۱۹** یعنی اس سے پہلے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا اور اہل سبا کا قصہ جو بیان فرمایا ہے' اس میں میری قدرت کے بعض آثار کا ذکر ہے' سوائے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ ان مشرکین سے کہیے کہ جن چیزوں کا میں نے ذکر کیا ہے' کیا تمہارے خود ساختہ معبودوں کو ان چیزوں میں سے کسی چیز پر قدرت ہے۔ اس خطاب میں مشرکین کو زجر و توبیخ اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہے کہ جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی چیز نہ دے تو تمہارے یہ معبود تمہیں وہ چیز دے دیں گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی عذاب دے گا تو تمہارے یہ معبود تمہیں اس عذاب سے چھڑا لیں گے' سو تمہارا یہ عقیدہ فاسد اور باطل ہے کیونکہ تمہارے یہ خود ساختہ معبود نہ آسمانوں میں ذرّہ برابر کسی چیز کے مالک ہیں نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے' یعنی ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت کرنے والا نہیں ہے بلکہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ ہی منفرد اور یکتا ہے' سو وہی تمام لوگوں کی عبادتوں کا مستحق ہے اور اس کے سوا جس کی (بقیہ صفحہ ۹۸۵ پر)

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ

کہیے کہ اللہ! ۲۲ (اے مشرکو!) بے شک ہم اور تم ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں O ۲۳ آپ کہیے: اگر (بالفرض) ہم نے کوئی جرم کیا ہے

لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ

(تو) اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ تمہارے کرتوتوں کے متعلق ہم سے کوئی سوال کیا جائے گا O ۲۴ آپ کہیے: ہمارا رب ہم

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ

سب کو جمع فرمائے گا' پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے O ۲۵

اَرُوْنِیَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

آپ کہیے: تم مجھے وہ لوگ دکھاؤ تو سہی جن کو تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے' ہرگز نہیں! بلکہ صرف اللہ ہی ہے' بہت غالب بہت حکمت

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ

والا O اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O ۲۶ وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر

صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً

تم سچے ہو؟ O آپ کہیے: تمہارے لیے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس سے تم ایک گھڑی مؤخر ہو سکو گے نہ مقدم

وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

ہو سکو گے O ۲۷ اور کافروں نے کہا: ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ (ان) کتابوں پر جو اس سے پہلے

وَلَا بِالَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ

نازل کی گئیں اور کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے (تو آپ ایک

ف۲۲ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ مشرکین کو ساکت کرنے کے لیے اور ان سے اللہ کی رزاقیت کا اقرار کرانے کے لیے کہیے کہ بتاؤ تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے کون رزق دیتا ہے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے' تاکہ ان سے یہ اقرار بھی کرالیا جائے کہ ان کے خود ساختہ معبود آسمانوں اور زمینوں میں ذرہ برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں' اور چونکہ آپ کے سوال کا صرف یہی جواب ہو سکتا تھا کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے' اس لیے فرمایا کہ آپ کہیے: اللہ! ف۲۳ یعنی ہم موحدین کی ایک جماعت ہیں اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے والے ہیں اور تم مشرکین کا فرقہ ہو جو پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا معبود اور حاجت روا مانتے ہیں اور دونوں کے متضاد عقائد ہیں' لہٰذا دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے' ضرور ایک حق پر ہے اور دوسرا باطل پر ہے' ایک ہدایت پر ہوگا اور دوسرا گمراہ ہوگا' اور یہ ظاہر ہے کہ وہی گمراہ ہے جو بے جان بتوں کو اپنا معبود اور حاجت روا کہتا ہے' جن کا آسمان اور زمین سے روزی پہنچانے میں کوئی حصہ نہیں ہے' وہ بارش برسا سکتے ہیں نہ کسی چیز کو اُگا سکتے ہیں' اس لیے موحد ہی حق پر ہیں نہ کہ مشرک ف۲۴ یہ جدل اور مناظرہ سے بہت بعید اور انتہائی منصفانہ کلام ہے کیونکہ اس میں موحدین کی ایک جماعت کی طرف جرائم کو منسوب کیا ہے' خواہ وہ ایسے اُمور ہوں جن میں خلافِ اولیٰ کا ارتکاب ہو' یا صغائر کا یا ان زلات کا ارتکاب ہو جن سے کوئی مؤمن خالی نہیں ہوتا اور مخالفین اور مشرکین کی طرف مطلق اعمال کو منسوب کیا ہے خواہ وہ کفر ہو یا گناہ کبیرہ ہو۔ اس آیت کا حکم جہاد کی آیات سے منسوخ ہو چکا ہے ف۲۵ "فتاح" اس حاکم کو کہتے ہیں' جو مغلق' مشکل اور بہ ظاہر سمجھ میں نہ آنے والے مقدمات کا فیصلہ کرے اور "علیم" سے مراد وہ ہے جو ہر چیز کو جاننے والا ہو اور اس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو ف۲۶ اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا ہے' اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے: "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا O" (الفرقان:۱) وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر الفرقان کو نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو O اور ایک اور آیت میں فرمایا: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O" (الانبیاء:۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے O ان مقدم الذکر آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ تمام جہانوں کے لیے رسول ہیں اور اس عموم کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو نہیں دی گئیں: (۱) ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے (۲) اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا گیا ہے' میری امت میں سے جس شخص پر جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے تو وہ وہیں نماز پڑھ لے (۳) میرے لیے غنیموں کو حلال کر دیا گیا ہے (۴) اور پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں (۵) اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری:۴۳۸' صحیح مسلم:۵۲۱) اس حدیث کو امام مسلم نے دوسری جگہ روایت کیا ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: "وارسلت الی الخلق کافۃ" (صحیح مسلم کتاب المساجد:۵) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس حدیث میں "خلق" کا لفظ ہے اور مخلوق کا لفظ انسانوں' جنات' فرشتوں' حیوانات' درختوں اور پتھروں سب کو شامل ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں اور شیخ تقی الدین سبکی نے یہ لکھا ہے کہ آپ حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے تمام نبیوں اور ان کی امتوں کے رسول ہیں اور علامہ البارزی نے لکھا ہے کہ آپ تمام حیوانات اور جمادات کے رسول ہیں۔ باقی رہا یہ کہ فرشتے معصوم ہیں اور جمادات وغیرہ غیر مکلف ہیں تو آپ کو ان کی طرف مبعوث کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کسی شرعی حکم کے مکلف نہیں ہیں بلکہ ان سے صرف یہ مطلوب ہے کہ وہ صرف آپ کی رسالت کی تصدیق کریں' اور آپ کی دعوت اور آپ کے متبعین میں داخل ہوں تاکہ تمام رسولوں پر آپ کا شرف اور امتیاز اور آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہو۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۴۰) نبی ﷺ کی نبوت کے عموم پر یہ حدیث بھی واضح دلیل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا يَعْلَمُ

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ

عبرت ناک منظر دیکھتے) ان میں سے ہر ایک دوسرے کی بات کا رد کر رہا ہوگا' پس ماندہ لوگ

اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ

متکبرین سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے ○ ۲۸ اور متکبرین' پس ماندہ

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ

لوگوں سے کہیں گے: کیا ہدایت کے آنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت کے قبول

الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ ۖ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

کرنے سے روکا تھا بلکہ تم خود ہی مجرم تھے ○ اور پس ماندہ لوگ متکبرین سے کہیں گے:

اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا

بلکہ یہ تمہاری دن رات کی سازش تھی جب تم ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا اور اس کے شریک

أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا

قرار دینے کا حکم دیتے تھے' ۲۹ اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو اپنی ندامت اور پریشانی کا اظہار کریں گے' ۳۰ اور ہم کافروں کی

الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ

گردنوں میں طوق ڈال دیں گے' اور ان کو صرف ان کاموں کی سزا دی جائے

إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا

گی جو وہ کرتے تھے ○ اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں

قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٤﴾ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ

کے امیر لوگوں نے یہی کہا: تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں○ اور انہوں نے کہا: ہمارے مال

اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا کَفَرَةُ اَوْ فَسَقَةُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ '' (المعجم الکبیر: ۶۷۲' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴) ہر چیز کو علم ہے کہ میں رسول اللہ ہوں' ماسوا کافر یا فاسق جن اور انس کے (جو فاسق انس ہیں ان کو آپ کی رسالت کا کامل علم نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے) ف۲۷ کفار کہتے تھے: آپ نے ہم سے قیامت کا جو وعدہ کیا ہے' وہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے کہیے: تمہارے لیے ایک میعاد مقرر ہے' اس میعاد کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مرکر دوبارہ اٹھنے کا وقت ہے' اور دوسرا قول ہے: اس سے مراد موت کے حاضر ہونے کا وقت ہے' یعنی قیامت سے پہلے تمہارے مرنے کا وقت معین ہے جس میں تم نے لازماً مر جانا ہے' پھر تم کو میرے قول کی حقیقت معلوم ہو جائے گی ف۲۸ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس مناظرہ کو بیان فرمایا ہے جو متکبر کافروں اور پس ماندہ کافروں کے درمیان ہوگا' کفار قریش کہیں گے: ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں یا نہ ان انبیاء پر جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے مبعوث کیے گئے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ نہ وہ آخرت پر ایمان لائیں گے۔ ابن جریج نے کہا: اس قول کا قائل ابوجہل بن ہشام تھا' ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب نے مشرکین سے کہا: ہماری کتاب میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات مذکور ہیں' تم ان صفات کو پوچھ لو' جب مشرکین نے ان سے سوال کیا تو آپ کی صفات اہل کتاب کی بیان کردہ صفات کے موافق تھیں' تب مشرکین نے کہا: ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر ایمان لائیں گے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں یعنی تورات اور انجیل بلکہ ہم سب کا کفر کریں گے' اور اس واقعہ سے پہلے وہ اہل کتاب سے مسائل معلوم کرتے رہتے تھے اور ان کی کتابوں سے استدلال کرتے تھے' اس سے ان کے علم کی کمی' فکر کا تضاد' ان کا تعصب اور ان کی ہٹ دھرمی معلوم ہوگئی ف۲۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن میں کفار ومشرکین کی جو حالت ہوگی' اس کو بیان فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھتے جب وہ میدانِ محشر میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت کر رہے ہوں گے حالانکہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کے حامی اور معاون تھے تو اس وقت آپ نہایت عبرت ناک منظر دیکھتے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا مکالمہ اور مناظرہ ذکر فرمایا کہ کمزور' غریب اور پس ماندہ لوگوں نے امراء اور متکبرین سے کہا: اگر تم لوگ ہم کو نہ بہکاتے اور نہ گمراہ کرتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے' پھر اس کے بعد امراء اور متکبرین کا جواب ذکر فرمایا: کیا ہم نے تم کو ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا اور کیا ہم نے تم کو اس پر مجبور کیا تھا بلکہ تم خود اپنے شرک اور کفر پر اصرار کر رہے تھے اور تم خود ہی مجرم تھے ف۳۰ اس آیت میں '' اسروا '' کا لفظ ہے' بعض مترجمین نے اس کا معنیٰ کیا ہے: وہ ایک دوسرے سے ندامت کو چھپاتے تھے یا دل میں اپنی ندامت کو چھپاتے تھے' لیکن یہ معنیٰ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ان لوگوں نے تو خود امراء سے کہا تھا: اگر تم لوگ ہم کو نہ بہکاتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے' پھر ان کو اپنی ندامت چھپانے کی کیا ضرورت تھی' علامہ قرطبی نے کہا کہ '' اسرار '' کا لفظ لغت اضداد سے ہے' اس کا معنیٰ چھپانا بھی ہے اور ظاہر کرنا بھی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۲۷۲) اسی طرح علامہ راغب اصفہانی نے بھی لکھا ہے کہ '' اسرار '' کا معنیٰ ظاہر کرنا بھی ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۰۲) علامہ آلوسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن عطیہ اندلسی نے یہ کہا کہ یہ بالکل ثابت نہیں ہے کہ '' اسرار '' لغت اضداد سے ہے' بلکہ '' اسرار '' باب افعال ہے اور اس کا خاصہ ہے: سلب ماخذ' '' اشکیتہ '' کا معنیٰ ہے: میں نے اس کی شکایت زائل کی' اسی طرح '' اسروا الندامة '' کا معنیٰ ہے: انہوں نے اپنی ندامت کا اظہار کیا اور اس کا اخفاء نہیں کیا۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۱۴)

اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ

اور ہماری اولاد بہت زیادہ ہے' اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا ○ آپ کہیے: بے شک میرا رب جس

الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ

کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) رزق تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ ۳۱ اور

مَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ

اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنا دیں ۳۲ ہاں جو لوگ

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا

هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ

اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن سے رہیں گے ○ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلہ کی

اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

کوشش کرتے رہتے ہیں ان کو پکڑ کر عذاب میں حاضر کیا جائے گا ○ ۳۳ آپ کہیے: بے شک میرا رب اپنے بندوں

لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ

میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے' اور تم جو کچھ بھی (اللہ کی راہ میں)

فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ

خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدل مہیا کر دے گا ۳۴ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○ ۳۵ اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا

یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ

پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے ○ فرشتے عرض کریں گے: تو پاک ہے

ف۳۱ اس آیت میں "مترفوھا" کا لفظ ہے' اس کا مصدر "اتراف" ہے' اس کا معنی ہے: عیش و آرام دینا اور فراغت کی زندگی دینا اور "مترفین" کا معنی ہے: عیش پرست لوگ' قتادہ نے کہا: یعنی کفار کے سرداروں اور دولت مند لوگوں نے کہا' وہ لوگ جو شر کے بانی تھے انہوں نے کہا: ہمیں اموال اور اولاد کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اگر ہمارا رب ہمارے دین اور ہمارے مذہب پر راضی نہ ہوتا تو ہم کو یہ نعمتیں نہ دیتا اور جب وہ ہم سے راضی ہے تو پھر وہ ہم کو عذاب نہیں دے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد فرمایا اور اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ کہیں کہ بے شک میرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) رزق تنگ کر دیتا ہے' لہٰذا رزق کی فراوانی اور اولاد کی کثرت آخرت کی سعادت کی دلیل نہیں ہے' پس تم رزق کی زیادتی اور اولاد کی کثرت سے یہ گمان نہ کرو کہ تم کو عذاب نہیں دیا جائے گا ف۳۲ کفار نے اپنے مال اور اپنی اولاد پر فخر کیا اور یہ سمجھا کہ مال اور اولاد کی کثرت ان کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دے گی حالانکہ محض مال اور اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا سبب نہیں' قرآن مجید میں ہے: "اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ○" (المؤمنون: ۵۶-۵۵) کیا وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کے مال اور اولاد کو جو بڑھا رہے ہیں ○ تو اس سے ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ یہ سمجھتے نہیں ہیں ○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہارے اموال کی طرف' لیکن وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۴) ف۳۳ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور رسولوں کی اتباع کرنے سے اور اس کی آیات کی تصدیق کرنے سے منع کرتے ہیں ف۳۴ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کفار جو اپنے مال و دولت پر غرور کر رہے ہیں' ان سے کہیے: اللہ جس کو چاہتا ہے وسعت دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی کرتا ہے' سو تم اپنے اموال اور اپنی اولاد پر غرور نہ کرو' بلکہ ان کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرو' کیونکہ تم جس چیز کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرو گے وہ تم کو اس کا بدل مہیا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرنے پر چند احادیث یہ ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں' ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کو ضائع کر دے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۴۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خرچ کر' میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۵۲) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان ثواب کی نیت سے اپنی بیوی پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۵۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیوی اور مسکین کے لیے کوشش کرنے والا ہو' وہ اس شخص کی مثل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو' یا رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۵۳) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو بند نہ رکھو ورنہ اللہ بھی اپنے خزانہ کو بند کر لے گا' دوسری روایت میں ہے: تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۳) ف۳۵ "رزاق" رزق دینے والے کو کہتے ہیں' انسان اپنے اہل و عیال کو رزق دیتا ہے اور امیر اپنے لشکر کو رزق دیتا ہے' لیکن مخلوق میں سے جو کسی کو رزق دیتا ہے اس کا مال محدود ہوتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے خزانے لامحدود اور غیر فانی ہیں' وہ فنا ہوتے ہیں نہ ختم ہوتے ہیں' اس لیے فرمایا: وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے' مخلوق اللہ کے پیدا کیے ہوئے اور اس کے بنائے ہوئے مال سے رزق دیتی ہے اور حقیقت میں رزاق وہ ہے جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لا کر رزق دے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ○" (الذاریات: ۵۸) بے شک اللہ ہی سب کو رزق دینے والا اور قوت والا ہے ○

أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ

ہمارا مالک تو ہے نہ کہ یہ‘ بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر

بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا

ان پر ایمان رکھتے تھے○ ف۳۶ پس آج تم میں سے کوئی کسی کے لیے نفع اور نقصان

ضَرًّا ؕ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

کا مالک نہیں ہے‘ ف۳۷ اور ہم ظالموں سے کہیں گے: اب تم اس آگ کا مزہ چکھو

تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا

جس کو تم جھٹلاتے تھے○ اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو (کفار) کہتے ہیں: یہ

رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا مَا هَٰذَا

شخص تو تمہیں صرف اس چیز سے روکنا چاہتا ہے جس کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے‘ اور انہوں نے کہا: یہ (قرآن)

إِلَّا إِفْكٌ مُفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ

صرف من گھڑت بہتان ہے‘ اور کفار کے پاس جب حق آیا تو انہوں نے اس کے متعلق کہا یہ محض کھلا ہوا

هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٤٣﴾ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَا

جادو ہے○ ف۳۸ اور ہم نے ان (کفار قریش) کو (آسمانی) کتابیں نہیں دی تھیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے تھے اور نہ آپ سے پہلے

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ

ہم نے ان کی طرف کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تھا○ ف۳۹ اور ان سے پہلے لوگوں نے (بھی رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور جو (نعمتیں) ہم

وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾ ع

نے ان کو دی تھیں یہ (کفار مکہ) اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا کیسا عذاب آیا تھا!○ ف۴۰

ف۳۶ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس دن ہم عابد اور معبود دونوں کو جمع کریں گے‘ پھر فرشتوں سے کہیں گے: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جب فرشتے ان مکذبین کی تکذیب کر دیں گے اور ان کو جھٹلا دیں گے تو اس میں ان کی زیادہ زجر و توبیخ اور زیادہ مذمت ہوگی‘ فرشتے اپنی براءت کرتے ہوئے کہیں گے: تو پاک ہے ہمارا مالک تو ہے نہ کہ یہ‘ یعنی تو ہی ہمارا رب ہے‘ ہم تجھ سے ہی محبت کرتے ہیں اور اخلاص سے تیری ہی عبادت کرتے ہیں‘ بلکہ یہ جنات کی عبادت کرتے تھے‘ یعنی ابلیس اور اس کی ذریت کی اطاعت اور عبادت کرتے تھے‘ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی بنو ملیح‘ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے‘ ان کا یہ زعم فاسد تھا کہ ان کو جنات دکھائی دیتے ہیں اور وہ ان جنات کو فرشتے سمجھتے تھے اور ان کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے‘ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: ”وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ○“ (الصّٰفّٰت:۱۵۸) اور ان لوگوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان رشتہ داری قرار دے رکھی ہے حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ خود اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے○ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے رشتہ ازدواج قائم کیا ہوا ہے‘ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں پیدا ہوئیں‘ اور فرشتے وہی بیٹیاں ہیں‘ حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ جنات میں سے کافروں کو دوزخ میں کیوں ڈالتا ف۳۷ یعنی تم میں سے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا نہ کسی کو نجات دلا سکے گا اور نہ کسی کو عذاب میں مبتلا کر سکے گا‘ یعنی فرشتے اپنی عبادت کرنے والوں سے ضرر اور عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے ف۳۸ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کفار کے اس کفر اور شرک کو بیان فرما رہا ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب کے مستحق ہوئے‘ کیونکہ جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی واضح آیات تلاوت فرماتے تھے تو وہ ان آیات کو ماننے اور قبول کرنے کے بجائے ان کا انکار کرتے تھے اور استہزاء کرتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ دیکھو! یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور تم کو اپنے باطل نظریات ماننے کی دعوت دے رہا ہے‘ یہ قرآن تو اس کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے‘ یہ اپنی طرف سے کلام بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے‘ اس کا کلام محض جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کوئی مخفی بات نہیں ہے بالکل ظاہر اور بدیہی ہے ف۳۹ عرب کے لوگوں پر پہلے آسمانی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی اور نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا تھا اور یہ پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی کتاب نازل ہوتی یا ہم میں کوئی اللہ کا رسول آتا تو ہم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور اطاعت شعار ہوتے‘ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو یہ اس کتاب اور اس رسول کا انکار کرنے لگے اور ان کی تکذیب کرنے لگے ف۴۰ یعنی ان سے پہلی امتوں کا انجام ان کے سامنے ہے‘ ان پر جو عذاب نازل ہوا تھا‘ پچھلی امتیں قوت اور طاقت اور مال و متاع اور دنیاوی اسباب‘ ان سے زیادہ رکھتی تھیں‘ یہ تو ابھی ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے‘ انہوں نے بھی میرے رسولوں کی تکذیب کی لیکن جب ان لوگوں پر میرا عذاب نازل ہوا تو ان سے میرے عذاب کو ان کا مال و متاع دور کر سکا نہ ان کی اولاد اور ان کی رشتہ داریاں کام آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ○“ (الاحقاف:۲۶) اور ہم نے ان (قوم عاد) کو جن چیزوں پر قدرت دی تھی‘ تمہیں ان چیزوں پر قدرت نہیں دی ہے اور ہم نے ان کے کان‘ آنکھیں اور دل بنائے تھے لیکن ان کے کانوں‘ آنکھوں اور دلوں نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا‘ جب وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے تھے اور جس عذاب کا وہ انکار کرتے تھے اسی عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا○

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ

آپ کہیے کہ میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے تم دو' دو مل کر یا تنہا تنہا

تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ

کھڑے ہو کر غور کرو' تمہارے اس پیغمبر کو جنون نہیں ہے' وہ تو صرف تم کو سخت عذاب

يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ

کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں ○ ف۴۱ آپ کہیے: میں نے تم سے (اگر) کوئی معاوضہ طلب کیا ہے'

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ

تو وہ تم ہی رکھو' میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○ ف۴۲ آپ کہیے:

اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا

میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے وہ تمام غیوب کا بہت جاننے والا ہے ○ ف۴۳ آپ کہیے: حق آ گیا ہے اور

يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ

باطل نہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹاتا ہے ○ ف۴۴ آپ کہیے: اگر میں (بالفرض) گمراہ ہوں' تو میری

عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ

گمراہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا' اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے' بے شک

قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ

وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے ○ ف۴۵ اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ (کفار) گھبرا رہے ہوں گے ف۴۶ اور ان کے لیے کوئی جائے فرار

قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ

نہیں ہوگی ف۴۷ اور ان کو قریب کی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا ○ ف۴۸ اور وہ (اس وقت) کہیں گے: ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے اور

ف۴۱ اس آیت میں جو کھڑے ہونے کا ذکر ہے' اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ کھڑے ہونے سے وہ معنی مراد ہے جو بیٹھنے کی ضد ہے' یعنی تم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے کھڑے ہو کر اپنی اپنی مجلسوں میں چلے جاؤ' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اب اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو اور اس کام کا انتظام' انصرام اور اہتمام کرو۔ تنہا تنہا غور کرو یا دو دو مل کر بحث کرو اور اس بات پر غور و فکر کرو کہ تمہارے پیغمبر کو جنون نہیں ہے' کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) تمام جہان والوں سے زیادہ فہم و فراست کے مالک ہیں اور آپ سب سے زیادہ صادق القول ہیں' سب سے زیادہ پاک دامن اور پاکیزہ ہیں' سب سے عالم ہیں' سب سے زیادہ نیک عمل کرنے والے ہیں' سب سے زیادہ بشری کمالات سے متصف ہیں' پھر آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ عبادت کا مستحق صرف ایک ہے' اور آپ میں جس قدر علمی اور عملی کمالات ہیں' سب اس کے دیئے ہوئے ہیں' آپ کی کوئی چیز ذاتی نہیں ہے' ان تمام خوبیوں کے باوجود آپ اپنی تعظیم اور اپنی کبریائی کے طالب نہیں ہیں' آپ کا یہی کہنا ہے: اس ایک اللہ کی عبادت کرو' میں بھی اس کی عبادت کرتا ہوں' تم بھی اس کی عبادت کرو' پھر اس دعویٰ کی تائید میں آپ نے بہت دلائل اور معجزات بھی پیش کیے تو ایسا شخص مجنون کب ہو سکتا ہے' مجنون کی کوئی بات عقل کے مطابق نہیں ہوتی اور آپ کی کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے ف۴۲ اس آیت سے بھی آپ کی رسالت کو ثابت کیا گیا ہے کہ آپ اللہ کے پیغام پہنچانے کا دنیا میں کسی سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہے بلکہ معاوضہ لینے سے آپ منع فرما رہے ہیں تو اگر آخرت میں بھی آپ کو اس پیغام پہنچانے کا کوئی فائدہ اور کوئی اجر و ثواب نہ ہوتا تو آپ العیاذ باللہ مجنون ہوتے اور آپ کے اقوال اور افعال سے واضح ہے کہ آپ مجنون نہیں ہیں تو پھر آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں ف۴۳ یعنی وہ ہر چیز کا عالم ہے' غیب اور شہادت اور ظاہر اور باطن ہر چیز پر مطلع ہے' وہ میرے صدق اور خلوص نیت کو جانتا ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دے' اس کی یہ دعوت خالص اللہ کے لیے ہونی چاہیے اور اس دنیا کی کسی چیز کی طمع نہیں ہونی چاہیے ف۴۴ حق اس چیز کو کہتے ہیں جو موجود اور ثابت ہو اور جن چیزوں کو نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے' وہ موجود اور ثابت ہیں' مثلاً توحید' رسالت' قرآن مجید اور حشر وغیرہ' اس لیے یہ تمام چیزیں حق ہیں' اور شرک اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا وجود ثابت نہیں ہے' اس لیے یہ چیزیں باطل ہیں اور باطل کسی چیز کا فائدہ نہیں پہنچاتا' دنیا میں نہ آخرت میں ف۴۵ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ میرا گم راہ ہونا تمہارے گم راہ ہونے کی مثل ہے کیونکہ یہ میرے نفس سے صادر ہوگا اور اس کا وبال بھی مجھ پر ہوگا' لیکن میرا ہدایت پر ہونا تمہارے ہدایت پر ہونے کی مثل نہیں ہے کیونکہ تم دلائل میں غور و فکر کر کے ہدایت قبول کرتے ہو اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے' بے شک وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۳۰) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سمعی اور نقلی دلیل' عقلی اور فکری دلیل سے زیادہ قوی ہوتی ہے کیونکہ عام لوگوں کی ہدایت عقلی دلیل سے ہوتی ہے اور آپ کی ہدایت سمعی دلیل اور وحی سے ہوتی ہے ف۴۶ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ موت کے وقت گھبرا رہے ہوں گے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن گھبرا رہے ہوں گے ف۴۷ یعنی وہ کسی طرح اللہ کے عذاب سے نکل نہیں سکیں گے اور نہ کسی جگہ بھاگ کر جانے سے ان کو نجات مل سکے گی اور جس چیز سے یہ بھاگ رہے ہوں گے' وہی چیز ان کو آ کر پکڑ لے گی ف۴۸ اس کا مطلب ہے: ان کو زمین کے اوپر سے پکڑ کر زمین کے اندر ڈال دیا جائے گا' یا ان کو میدانِ حشر سے گرفتار کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

بَعِيدٍ ۝۵۲ وَّقَدْ كَفَرُوا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ

اتنی دور کی جگہ سے ان کے لیے کیسے (اس کا) حصول ہو سکتا ہے O وہ اس سے پہلے اس کا کفر کر چکے تھے اور بہت دور سے

مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝۵۳ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

اٹکل پچو سے باتیں کرتے تھے O ۴۹ اور ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک حجاب ڈال دیا گیا ہے ۵۰

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيبٍ ۝۵۴ ع

جیسے پہلے بھی ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا' بے شک وہ بھی بہت بڑے شک میں مبتلا تھے O

رُكُوعَاتُهَا ۵	۳۵ سُورَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ ۴۳	اٰيَاتُهَا ۴۵
اور پانچ رکوع ہیں	سورۂ فاطر مکی ہے	اس میں پینتالیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والا ۱ (اور) فرشتوں کو رسول

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ

بنانے والا ہے جو دو' دو' اور تین' تین اور چار' چار پروں والے ہیں ۲ وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O ۳ اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے اس کو

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَ

کوئی بند کرنے والا نہیں ہے' اور جس کو بند کر دے تو اس کے بند کرنے کے بعد اس کو کوئی کھولنے والا نہیں ہے ۴ اور

ف۴۹ یعنی وہ اس سے پہلے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا کفر کر چکے تھے یا سیدنا محمد ﷺ کا کفر کر چکے تھے یا اس قرآن کا کفر کر چکے تھے' جس وقت ان کو ایمان لانے کا مکلف کیا گیا تھا' اس وقت وہ ایمان نہیں لائے اور جب ایمان لانے اور اس کو قبول کرنے کے دروازے بند کیے جا چکے ہیں تو اب وہ ایمان لائے ہیں' اب جب تمام اسباب منقطع ہو چکے ہیں تو ان کو سوائے خسارے' ندامت اور دردناک عذاب کے اور کیا حاصل ہوگا۔ ف۵۰ روزِ حشر کفار کی یہ خواہش ہوگی کہ ان کو عذاب سے نجات مل جائے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوگی۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۹ / ۱۲

سورۂ فاطر: ف۱ "فاطر" کا لفظ "فطر" سے بنا ہے' "فطر" کا معنی ابتداء اور اختراع ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے "فاطر السموات والارض" کے معنی کا اس وقت تک پتا نہیں چلا حتیٰ کہ میرے پاس دو اعرابیوں نے اپنے جھگڑے میں مجھے اپنا حاکم بنایا' وہ ایک کنویں کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ "انا فطرتها" میں نے اس کنویں کو ابتداءً کھودا ہے۔ (نہایہ ج ۳ ص ۳۹) ف۲ اس کا معنی ہے: ان فرشتوں کے پَر ہوتے ہیں اور اس آیت میں چار سے زائد پَر والے فرشتوں کی نفی نہیں ہے' کیونکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے' اور حدیث میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۵۶) جو فرشتے رسول ہیں' ان کی دو جہتیں ہوتی ہیں' ایک جہت سے وہ اللہ تعالیٰ سے نعمتیں وصول کرتے ہیں اور دوسری جہت سے وہ مخلوق تک ان نعمتوں کو پہنچاتے ہیں' جیسے قرآن مجید میں ہے: "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ O عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ O" (الشعراء: ۱۹۳۔ ۱۹۲) اس قرآن کو الروح الامین (حضرت جبرئیل) نے نازل کیا ہے O آپ کے قلب پر تا کہ آپ (لوگوں کو) عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں O "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا O" (النزعت: ۵) کام کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کی قسم! O بعض علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ اجسام لطیفہ نوریہ ہیں اور مختلف صورتوں میں متشکل ہونے پر اور سخت اور مشکل کاموں کے کرنے پر اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت سے قادر ہیں

ف۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بناوٹ میں اور ان کے پَروں میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے' اس کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی جسمانی بناوٹ میں یا اس کی خوش آوازی میں یا اس کی خوب صورت لکھائی میں یا اس کی آنکھوں میں' یا ناک یا چہرے کی ملاحت میں یا اس کے بالوں کے گھونگر میں یا اس کی عقل کی تیزی یا اس کے علم اور ادراک میں یا اس کے پیشے میں یا اس کے نفس کی پاکیزگی میں یا اس کی گفتگو کی شیرینی میں جس طرح چاہتا ہے' اضافہ فرما دیتا ہے' اور ان چیزوں کا بہ طور تمثیل ذکر کیا گیا ہے' ان چیزوں میں منحصر کرنا مراد نہیں ہے' اور یہ آیت ان تمام چیزوں کو شامل ہے' بلکہ جن چیزوں کو ظاہری طور پر حسین کہا جاتا ہے اور جن چیزوں کو ظاہری طور پر قبیح کہا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کا اضافہ کرنا ان سب کو شامل ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بھی بنایا ہے' وہ حسین ہے خواہ ہم کو اس کے حسن کی وجہ معلوم ہو یا نہ ہو ف۴ اس آیت میں رحمت کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ رحمت سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رسولوں کو لوگوں پر رحمت کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے بھیجنے پر اور کوئی قادر نہیں ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ رحمت سے مراد بارش اور رزق ہے اور اللہ کے سوا کوئی بارش نازل کرنے یا رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے' اگر اللہ رسولوں کو بھیجے تو کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے' اسی طرح جب وہ بارش نازل کرے یا رزق پہنچائے تو کوئی بارش یا رزق کو روکنے والا نہیں ہے۔

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ

وہی غالب حکمت والا ہے ○ اے لوگو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کیا کرو ف۵

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ

کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمانوں اور زمینوں سے رزق دیتا ہے ف۶

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے سو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو○ ف۷ اور اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ

تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں○ ف۸ اے لوگو! بے شک

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اللہ کا وعدہ برحق ہے سو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) تم کو اللہ کے متعلق

الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا

دھوکے میں رکھے○ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم (بھی) اس کو دشمن بنائے رکھو وہ اپنے گروہ

حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ

کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والے ہو جائیں○ ف۹ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے

شَدِيْدٌ ۬ۥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر

كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

ہے○ تو کیا جس شخص کے لیے اس کے بُرے عمل کو خوش نما بنا دیا گیا' سو اس نے اس عمل کو نیک سمجھا' (کیا وہ ہدایت یافتہ کی طرح

ع ۱۳

ف۵ اس کا معنی ہے: اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہو' تاکہ وہ نعمت تمہارے پاس ہمیشہ رہے' اور نعمت میں اضافہ ہوتا رہے کیونکہ نعمت کا شکر ادا کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے' اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے: جب بھی نعمت کا ذکر کرو تو یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو ہمارے کسی استحقاق کے بغیر یہ نعمت عطا کی ہے' اور اس نعمت کی رعایت اور حفاظت کرو' اللہ تعالیٰ نے جس کام میں اور جس محل میں صرف کرنے کے لیے وہ نعمت عطا کی ہے' اس نعمت کو اسی کام میں اور اسی محل میں خرچ کرو' اور اس نعمت کو اس کے محل اور صحیح مصرف کے علاوہ خرچ نہ کرو' اور نہ کسی گناہ اور ناجائز کام میں خرچ کرو ف۶ اس آیت کا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان کا یہ کامل یقین ہو جائے گا کہ اللہ کے سوا کوئی رزاق نہیں ہے' تو کسی بھی چیز کو طلب کرنے کے لیے اس کا دل اللہ کے غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوگا' نہ وہ کسی کے سامنے جھکے گا اور عاجزی کرے گا اور حق بات کہنے میں وہ کسی سے نہیں ڈرے گا اور اپنی طبیعت اور مزاج اور خلاف شرع کام کرنے میں وہ کسی کی اطاعت اور موافقت نہیں کرے گا ف۷ یعنی تم توحید کو چھوڑ کر شرک کی وادی میں کیوں بھٹک رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کے کیوں درپے ہو ف۸ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار کا طعن و تشنیع کرنا اور دل آزار باتیں کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے' آپ اس پر رنج اور افسوس نہ کریں' اور جس طرح پہلے انبیاء نے کفار کی باتوں پر صبر کیا تھا' آپ بھی صبر کریں۔ عقائد اسلامیہ کے تین اصول ہیں: توحید' رسالت اور آخرت' اس سے پہلی آیت میں توحید کا ذکر تھا اور اس آیت کے پہلے حصے میں رسالت کا ذکر ہے اور اس کے آخری حصہ میں آخرت کا ذکر ہے' کیونکہ فرمایا: اور تمام کام اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ف۹ آخرت اور عذاب اور ثواب کے دلائل واضح ہو جانے کے بعد جو لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے' اس آیت میں ان کو نصیحت کی گئی ہے۔ دنیا کی زندگی کے دھوکا میں ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں' اس کی لذتیں' اس کی زیب و زینت اور اس کی رنگینیاں' انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت سے غافل کر دیں' حتیٰ کہ حشر کے دن وہ کف افسوس ملتا رہ جائے' اور نہ شیطان تمہیں اللہ عزوجل کے متعلق دھوکے میں رکھے' اور وہ دھوکا یہ ہے کہ انسان اللہ کو بھولا رہے' مسلسل گناہ کرتا رہے اور امید یہ رکھے کہ اللہ اس کی مغفرت کر دے گا' اس کا یہ بھی معنی ہے کہ شیطان انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ تم اپنے گناہوں پر پریشان یا پشیمان نہ ہو' اللہ غفور رحیم ہے' وہ مؤمنوں پر بہت کرم اور فضل فرماتا ہے' وہ تم کو معاف کر دے گا اور اس طرح وہ انسان کو توبہ کرنے سے باز رکھے۔

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ

ہے) سو اللہ جس کو چاہے گم راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے لہٰذا آپ کا دل ان پر

حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ

حسرت زدہ نہ ہو فا بے شک اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے O اور اللہ ہواؤں کو بھیجتا ہے

الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ

سو وہ بادل کو اٹھا لاتی ہیں' پھر ہم اس بادل کو مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں' سو زمین کے مردہ ہونے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ

کے بعد اس کو اس بادل سے زندہ کر دیتے ہیں' اسی قیاس پر مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے O فلا جو شخص عزت چاہتا ہے

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

تو تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں فلا پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہ نیک عمل کو

يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ

بلند فرماتا ہے فلا اور جو لوگ برائیوں کی سازش کرتے رہتے ہیں' ان کے لیے سخت عذاب ہے اور

مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

ان کی سازش ناکام ہونے والی ہے O فلا اور اللہ نے تم کو (ابتداء) مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے

ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ

پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور جو مادہ بھی حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو وہ اس کے علم میں ہے فلا

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ

اور جس شخص کی بھی عمر بڑھائی جاتی ہے یا جس کی عمر کم کی جاتی ہے' وہ لوح محفوظ میں (لکھی ہوئی) ہے بے شک

فلا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان نے جس شخص کے لیے کفر' معصیت اور بت پرستی وغیرہ کو خوش نما بنا دیا ہے' تو وہ شخص ان ناجائز کاموں کو مستحسن سمجھتا ہے' اور شیطان کے خوش نما بنا دینے کی وجہ سے ان بُرے کاموں کو اچھا جانتا ہے' تو کیا ایسا شخص ہدایت یافتہ شخص کی مثل ہو سکتا ہے' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جس شخص کے لیے اس کے بُرے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں اور وہ بُرے کاموں کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے لیے آپ کا دل غم زدہ نہ ہو' کیونکہ اللہ جس کو چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے فلا قرآن مجید میں حشر ونشر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر اس سے بہت استدلال فرمایا ہے کہ زمین مردہ اور بنجر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما کر اس مردہ اور بنجر زمین کو زندہ اور سرسبز کر دیتا ہے۔ فرمایا: "وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ O" (الحج: ۵) تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک ہوتی ہے' پھر جب ہم اس پر بارش نازل فرماتے ہیں تو وہ پھلتی پھولتی ہے اور ہر قسم کا خوش نما سبزہ اگاتی ہے O یعنی زمین بنجر اور مردہ ہوتی ہے اور بارش کے بعد کس طرح زرخیز اور شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے غلے اور سبزیاں اُگانے لگتی ہے' باغات میں ہر قسم کے پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں اور طرح طرح کے پھول کھلتے ہیں' تو جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح قیامت میں بھی وہ مردہ انسانوں کو زندہ کر دے گا۔ ابورزین اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا' آپ نے فرمایا: کیا تم کبھی ایسی وادی کے پاس سے نہیں گزرے جو پہلے بنجر اور خشک ہو اور دوبارہ اس کے پاس سے گزرے تو وہ سرسبز اور لہلہا رہی ہو۔ (مسند احمد: ۱۶۱۳۸) فلا اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں: جو شخص چاہتا ہو کہ اس کو ایسی عزت کا علم ہو جس کے ساتھ کوئی ذلت نہیں ہے تو وہ سن لے کہ تمام عزتیں اللہ ہی کے لیے ہیں' کیونکہ جو عزت کسی ذلت تک پہنچائے وہ درحقیقت ذلت ہی ہے' اور جس عزت کے ساتھ کوئی ذلت نہیں ہے وہ صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے (۲) جو شخص اللہ سبحانہ کی عبادت کرنے سے عزت کے حصول کا ارادہ کرے' اور عزت اللہ سبحانہ ہی کے لیے ہے تو وہ اس کو دنیا میں بھی عزت دے گا اور آخرت میں بھی (۳) اللہ صاحب اقتدار' صاحب حیثیت اور صاحب منصب لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ جو شخص عزت کا طلب گار ہو اور اس کی طلب میں صادق ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور ذلت اور خضوع اور خشوع کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا فلا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "الکلم الطیب" سے مراد اللہ کا ذکر ہے اور "العمل الصالح" سے مراد اس کے فرائض کا ادا کرنا ہے' سو جس شخص نے فرائض کی ادائیگی میں اللہ کا ذکر کیا تو اس کے ذکر کو فرشتے اوپر لے کر چڑھتے ہیں' اور جس شخص نے اللہ کا ذکر کیا اور فرائض کو ادا نہیں کیا تو اس کے کلام کو اس کے عمل کی طرف لوٹا دیا جائے گا' پس عمل صالح اس کے کلام سے اولیٰ ہے۔ (جامع البیان ج ۲۲ ص ۱۴۴) علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جو حدیث منسوب ہے' میرا ظن غالب ہے کہ ان کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے' اور بر تقدیر تسلیم اس کی یہ تاویل ہے کہ عمل صالح کی وجہ سے کلام طیب کو مزید شرف حاصل ہوتا ہے اور وہ زیادہ بلندی کی طرف چڑھتا ہے' اور میرے ذہن میں اس آیت کا متبادر معنی یہ ہے کہ کلام طیب کے ساتھ عمل صالح کے اوپر چڑھنے کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ بعض اوقات عمل صالح میں سخت کلفت اور مشقت ہوتی ہے' اسی وجہ سے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر کہا گیا ہے' اور امام رازی کے کلام میں یہ تصریح ہے کہ کلام طیب' عمل صالح سے زیادہ فضیلت والا ہے' کیونکہ کلام طیب (مثلاً لا الٰہ الا اللّٰہ) خود اوپر چڑھتا ہے اور اعمال صالح کو فرشتے اوپر لے کر چڑھتے ہیں' اور کلام طیب کے اعمال صالح سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عمل کا تعلق حرکت اور سکون کے ساتھ ہے' جس میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہیں اور کلام طیب کا تعلق نطق کے ساتھ ہے اور نطق ہی کی وجہ سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہے' نیز اگر کوئی کافر لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے اور کوئی نیک عمل نہ کرے تو دنیا میں اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہو جائے گی اور آخرت میں وہ دائمی عذاب سے محفوظ رہے گا اور اگر کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ نہ کہے اور عمل صالح کرتا رہے تو اس پر یہ ثمرہ مرتب نہیں ہوگا' (بقیہ صفحہ ۹۸۵ پر)

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے ○ اور دونوں سمندر برابر نہیں ہیں یہ بہت میٹھا ہے

سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۗ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا

اس کو پینا خوش گوار ہے اور یہ دوسرا سخت کھاری ہے اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو

وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ

اور وہ زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو ۱۶ اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو ○ وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ

اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کردیا ہے ہر ایک وقت

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

مقرر تک چل رہا ہے یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کا ملک ہے اور جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو

مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا

وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں ○ (اے مشرکو!) اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکیں گے

دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ

اور اگر (بالفرض) سن لیں تو وہ تمہاری حاجت روائی نہ کرسکیں گے ۱۷ بلکہ (تمہارے خودساختہ معبود) قیامت کے دن تمہارے شرک

بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ

کا انکار کردیں گے ۱۸ اور (اے مخاطب!) تم کو اللہ خبیر کی طرح کوئی خبر نہ دے سکے گا ○ اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو

ف۱۶ اس سے مراد موتی اور مرجان ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○" (الرحمٰن: ۲۲) ان سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں○ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پانی مانگا تو ایک مجوسی پانی لایا' جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے وہ پیالہ اٹھا کر پھینک دیا اور کہا: میں نے اس کو کئی مرتبہ منع کیا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی مت دیا کرو' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ریشم اور دیباج مت پہنو اور سونے اور چاندی کے پیالہ میں مت پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ کیونکہ یہ ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۴۲۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عجمیوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا' آپ کو بتایا گیا کہ وہ اسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو' تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۷۲) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی کا استعمال جائز ہے ف۱۷ یعنی اگر تم اپنی مصیبتوں اور حاجتوں میں ان بتوں کے سامنے فریاد کرو' تو یہ تمہاری فریاد کو نہیں سن سکیں گے' کیونکہ یہ جمادات ہیں' نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں' اور اگر بالفرض یہ تمہاری فریاد سن لیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے' کیونکہ ہر سننے والا جواب دینے پر قادر نہیں ہوتا' اور اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اگر وہ سن لیں' تب بھی تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے' اور اس کا ایک محمل یہ ہے کہ اگر ہم ان کو عقل اور حیات عطا کر دیں اور وہ تمہاری فریاد سن لیں تب بھی تمہاری حاجت روائی نہیں کریں گے' کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لانے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہوں گے' اور تم کفر پر مصر ہو گے ف۱۸ یعنی وہ اس کا انکار کردیں گے کہ تم نے ان کی عبادت کی ہے اور تم سے بیزاری کا اظہار کریں گے' اللہ تعالیٰ ان بتوں کو زندہ کر دے گا اور وہ یہ خبر دیں گے کہ وہ اس کے اہل نہ تھے کہ ان کی عبادت کی جاتی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں معبودوں سے مراد ان کے وہ معبود ہوں جو ذوی العقول تھے' جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اور ملائکہ اور وہ قیامت کے دن مشرکین کی عبادت سے براءت کا اظہار کریں گے' قرآن مجید میں ہے: "وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ" (المائدہ: ۱۱۶) اور اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو' (حضرت) عیسیٰ کہیں گے: تو پاک ہے' میرے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ میں وہ بات کہتا جو حق نہیں ہے۔

إِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ

اور اللہ ہی بے نیاز ہے ستائش اور حمد کیا ہوا O ف۱۹ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے

جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ

اور ایک نئی مخلوق لے آئے O اور یہ اللہ پر بالکل دشوار نہیں ہے O اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا

أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ

بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی دوسرے کو بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۗ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا

نہ اٹھایا جائے گا خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی ہو آپ صرف ان لوگوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور

الصَّلَاةَ ۚ وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

نماز قائم رکھتے ہیں اور جو پاکیزہ ہو گا تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے پاکیزہ ہو گا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے O

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَ

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے O ف۲۰ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہے O ف۲۱ اور

لَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ

نہ سایا اور دھوپ برابر ہے O ف۲۲ اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہیں ف۲۳ بے شک

اللّٰهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنْ أَنتَ

اللہ جس کو چاہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں O ف۲۴ آپ صرف اللہ کے عذاب

إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ

سے ڈرانے والے ہیں O بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر

ف۱۹ اپنے وجود اور بقاء میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہے اور جو جس قدر زیادہ کمزور ہے وہ اس قدر زیادہ اللہ کی طرف محتاج ہے' انسان کے متعلق فرمایا: ''وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا'' (النساء:۲۸) اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے O ''اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ'' (الروم:۵۴) اللہ ہی ہے جس نے تم کو کمزوری کی حالت میں پیدا کیا۔ اللہ ہی بے نیاز ہے اور وہ جواد مطلق ہے' جو اس کے محتاج ہیں وہ ان کی ضروریات پوری کرتا ہے اور ان کو اپنے انعام واکرام سے نوازتا ہے' اس لیے وہ لائق حمد اور ستائش ہے اور مخلوق اختیار سے یا اضطرار سے اس کی حمد کرتی ہے ف۲۰ اس سے مراد ہے: کافر اور مؤمن یا عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں ف۲۱ یعنی نہ باطل اور حق برابر ہے ف۲۲ یعنی ثواب اور عذاب برابر نہیں ہیں یا جنت اور دوزخ برابر نہیں ہیں ف۲۳ یہ مؤمنوں اور کافروں کی دوسری مثال ہے' اور بعض مفسرین نے کہا: یہ علماء اور جہلاء کی مثال ہے ف۲۴ یعنی جس کو چاہتا ہے سننے والا بنا دیتا ہے' اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو سننے والا بنایا ہے' اس لیے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ایسا سننے والا بنا دیتا ہے' جو اس کی آیات میں غور وفکر کرتا ہے اور حق بات کو قبول کر لیتا ہے' اس آیت میں کفار کو مُردوں اور قبر والوں سے تشبیہ دی ہے' یعنی جس طرح قبر میں مردے غور وفکر کے ساتھ نہیں سنتے اور حق بات کو قبول نہیں کرتے' کیونکہ اب وہ مکلف نہیں رہے' اسی طرح دنیا میں یہ کفار آپ کے وعظ ونصیحت کو نہیں سنتے کیونکہ یہ اپنے آباء واجداد کی تقلید پر اصرار کرنے کی وجہ سے کفر میں راسخ ہو چکے ہیں' دراصل اس آیت میں سنانے کی نفی ہے اور سنانے سے مراد سماعت پیدا کرنا ہے' حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سماعت کو پیدا کرتا ہے اور یہ کفار جو اثر کو قبول نہ کرنے میں قبر والوں کی طرح ہیں' آپ ان کو نہیں سناتے یعنی آپ ان میں سماعت کو پیدا نہیں کرتے۔ علامہ قرطبی نے اس کی تفسیر میں فرمایا: آپ ان کافروں کو سنانے والے نہیں ہیں جو اپنے دلوں کو مردہ کر چکے ہیں' یعنی جس طرح آپ ان کو نہیں سناتے جن کے اجسام مُردہ ہیں' اسی طرح ان کو نہیں سناتے جن کے دل مُردہ ہیں' اور اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان کافروں کے ایمان کی توقع بالکل نہ رکھیں' کیونکہ جس طرح قبر والے کسی بات کو سن کر اس سے نفع نہیں اٹھاتے اور اس کو قبول نہیں کرتے' اسی طرح یہ کفار بھی آپ کے ارشادات سے نفع نہیں اٹھائیں گے اور اس کو قبول نہیں کریں گے۔ سماعِ موتٰی (مُردوں کے سننے) کے متعلق کئی احادیث وآثار ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مُردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کے بعد قبر میں سوال وجواب کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری:۱۳۳۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (الاستذکار ج ۲ ص ۱۶۵' بیہقی شعب الایمان:۹۲۹۶) سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس قبر کے پاس سے گزرتے اس کو سلام کرتے۔ (المصنف:۶۷۲۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُحد سے لوٹتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ سے فرمایا:) تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو۔ (المعجم الاوسط:۳۷۱۲) شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے' اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء دونوں کے لیے عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے یہ مشروع کیا ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کریں' جس طرح سننے والے اور عقل والے شخص کو سلام کیا جاتا ہے۔ (فیض القدیر ج ۱۰ ص ۵۴۳۸) سماعِ موتٰی پر مفصل بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۴ ص ۵۷۶ تا ۵۸۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن

بھیجا ہے اور ہر جماعت میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گزر چکا ہے O ۲۵ اور اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو

قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ

ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل صحائف اور روشن کتاب لے کر آئے تھے O پھر

أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ

میں نے کافروں کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب! O ۲۶ کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ

پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کیے اور پہاڑوں

الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾

کے حصے ہیں سفید اور سرخ' ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ O ۲۷

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں'

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں' بے شک اللہ غالب ہے بہت بخشنے والا O ۲۸

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان چیزوں میں سے

رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ

پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں جو ہم نے ان کو دی ہیں' وہ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہوگا O ۲۹ تا کہ اللہ

ف۲۵ اس سے مراد ہے کہ گزرے ہوئے زمانوں میں سے ہر زمانہ میں جو بھی کوئی بڑی جماعت رہی ہے' اس میں کوئی نہ کوئی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا گزرا ہے' خواہ وہ نبی ہو یا عالم ہو' اس آیت میں بشیر کا ذکر نہیں ہے صرف ''نذیر'' کا ذکر ہے کیونکہ ڈرانا تو عقلی دلائل سے بھی ہو سکتا ہے لیکن مخصوص اجر و ثواب کی بشارت بغیر وحی کے متصور نہیں ہے' اس لیے بشارت دینا صرف نبی کا کام ہے' اور ''نذیر'' چونکہ نبی کے علاوہ عالم بھی ہو سکتا ہے' اس لیے یہاں صرف ''نذیر'' کا ذکر فرمایا ہے ف۲۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان کی تکذیب سے آپ رنجیدہ نہ ہوں' اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں' ان کے پاس ان کے رسول آئے تھے جنہوں نے اپنی نبوت کے صدق پر کثیر معجزات پیش کیے تھے اور بعض رسولوں نے صحائف پیش کیے تھے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بعض رسولوں نے روشن کتاب پیش کی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات' حضرت داؤد نے زبور اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے انجیل کو پیش کیا اور (ہمارے رسول سیدنا) محمد ﷺ نے قرآن مجید کو پیش کیا۔ اس کے بعد فرمایا: پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا تو کیسا تھا میرا عذاب' یعنی جب کافروں پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو گئی اور وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد بازی سے باز نہیں آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کے

ع ۳ / ۱۴ / ۱۵

عذاب نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا ف۲۷ اس آیت میں ''جدد'' کا لفظ ہے' اس کے معنی ہیں: راستے کی گھاٹیاں' یہ لفظ ''جدۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کھلا ہوا راستہ' اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں مختلف رنگوں کے متعدد راستے پیدا کیے' نیز اس آیت میں ''غرابیب'' کا لفظ ہے' یہ ''غربیب'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: گہرے سیاہ' اس سے مراد کالے پہاڑ ہیں' ''غربیب'' اس بوڑھے آدمی کو بھی کہتے ہیں جو ہمیشہ اپنے بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگتا ہو۔ ''سود'' کے معنی بھی سیاہ ہیں اور یہ ''غرابیب'' کی تاکیدی صفت ہے' جو چیز بہت سیاہ ہو عرب کہتے ہیں: اس کا رنگ ''غراب'' کی طرح ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شیخ غرابیب سے بغض فرماتا ہے' یعنی اس بوڑھے شخص سے جو بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگتا ہو۔ (الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۱۶) اس سے پہلی آیتوں میں کفار سے خطاب فرمایا تھا اور اس آیت میں دو احتمال ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں بھی کفار سے خطاب ہو اور ان پر اپنی توحید کی دلیل پیش کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب فرمایا ہو اور آپ کے سامنے اپنی توحید کی دلیل پیش کی تا کہ آپ یہ دلیل لوگوں کو سمجھائیں۔ اس آیت سے توحید پر اس طرح استدلال ہے کہ پانی کی طبیعت واحدہ ہے اور واحد چیز کا اثر بھی واحد ہوتا ہے' پس اگر پھولوں کی پیدائش میں یہ پانی مؤثر ہوتا تو تمام پھول ایک ہی رنگت کے ہوتے' لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ پھول مختلف رنگ کے ہیں تو معلوم ہوا کہ پانی ان پھولوں کی پیدائش میں مؤثر نہیں ہے' پھر اگر کسی کو یہ تردد ہو کہ زمین اور پہاڑی علاقے پھولوں کی پیدائش میں مؤثر ہیں تو اس کا ازالہ فرمایا کہ پہاڑ سفید' سرخ اور گہرے سیاہ ہیں تو پھر زرد پھول اور نیلے پھول کس سے پیدا ہوتے ہیں اور پہاڑوں میں ان مختلف رنگوں کو کون پیدا کرنے والا ہے' پھولوں کی پیدائش میں تم جس پانی اور زمین کو مؤثر سمجھ رہے ہو' اس پانی اور زمین کا خالق کون ہے ف۲۸ اس آیت میں علماء سے مراد وہ نہیں ہیں جو محض تاریخ' فلسفہ اور دنیاوی مروجہ علوم کے عالم ہوں' بلکہ اس سے مراد علماء دین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے عالم ہوں' قرآن' حدیث اور فقہ کی کتب پر عبور رکھتے ہوں' ان کو قدر ضروری احکام شرعیہ مستحضر ہوں اور ان کو اتنی مہارت ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل سے متعلق ہر مطلوبہ مسئلہ کو اس کی متعلقہ کتابوں سے نکال سکتے ہوں' اور ان کے دل میں خوف خدا کا غلبہ ہو' جس کی بناء پر وہ علم کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوں اور جو شخص بے علم ہو' وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ مالک بن مغول بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے شعبی سے پوچھا: مجھے بتایئے کہ عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: عالم وہ ہے جو اللہ کا خوف رکھتا ہو۔ (سنن دارمی: ۲۶۳) حسن بیان کرتے ہیں کہ فقیہ (عالم) وہ ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرے' آخرت میں رغبت کرے' اس کو اپنے دین پر بصیرت ہو اور اپنے رب کی عبادت پر دوام اور ہمیشگی کرتا ہو۔ (سنن دارمی: ۲۹۹) ف۲۹ نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اس کی تمام شرائط' ارکان

اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِیْٓ

ان کو ان کا پورا ثواب عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ان کو مزید عطا کرے بے شک وہ بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے O وَ۳۰ اور ہم

اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ

نے جس کتاب کی آپ کی طرف وحی فرمائی ہے وہی حق ہے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے وَ۳۱

اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ

بے شک اللہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے O پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا

اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ

جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا وَ۳۲ پھر ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض متوسط ہیں

وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۳۲﴾ ؕ

اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں وَ۳۳ یہی بڑا فضل ہے O

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ

یہ لوگ دائمی جنتوں میں داخل ہوں گے ان کو وہاں سونے کے کنگن اور

لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ

موتی پہنائے جائیں گے اور جنت میں ان کا لباس ریشم کا ہو گا O اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے

عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ

غم کو دور کر دیا بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے O جس نے اپنے فضل سے ہم کو

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

دائمی مقام میں ٹھہرایا وَ۳۴ جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ ہو گی O وَ۳۵

اور آداب کے ساتھ پڑھے' اس میں فرائض' سنن اور آداب داخل ہیں' اور اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور ظاہر مال خرچ کرے' جس مال کو خرچ کرنا فرض یا واجب ہے جیسے زکوٰۃ' قربانی' فطرہ اور نذر معین ان کو ظاہراً خرچ کرے اور نفلی صدقات کو پوشیدہ طور پر خرچ کرے' اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقام مدح میں مال کو خرچ کرنے کا ذکر فرمایا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حلال اور طیب مال کو خرچ کرے' حلال کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اپنی جنس اور مادہ کے اعتبار سے حلال ہو حرام نہ ہو مثلاً مردار' شراب اور خنزیر نہ ہو' اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جائز ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو مثلاً رشوت یا سود یا چوری یا ڈاکے کے ذریعہ حاصل نہ ہوئی ہو اور نہ ہی دکھانے اور سنانے کے لیے خرچ کی جائے' تلاوتِ قرآن کرنے' نماز قائم کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو تجارت اس لیے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں پر ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' اور بندہ اس نیت سے ان کاموں کو کرے تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور ان کاموں پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا تو اللہ کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو گا' سو یہ ایسی تجارت ہے جس میں کبھی گھاٹا نہیں ہو گا ف۳۰ مؤمنین سے جو تقصیرات اور خطائیں ہو جاتی ہیں' ان کو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے اور ان کی عبادت کو قبول کرنے والا اور ان کو پوری پوری بلکہ بہت زیادہ جزا دینے والا ہے ف۳۱ اس آیت میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے خطاب ہے کہ ہم نے آپ کی طرف جس کتاب کی وحی فرمائی ہے' اس سے مراد قرآن مجید ہے' وہ اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے کہ وہ کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں اور ان کتابوں کی ان آیات کی تصدیق جن میں اہل کتاب نے تحریف نہیں کی ف۳۲ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور اس آیت میں جن منتخب بندوں کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی امت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو امت وسط (افضل امت) بنایا ہے تاکہ وہ دیگر امتوں کے متعلق گواہی دیں' اور رسول اللہ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام رسولوں سے افضل و اکرم تھے' ان کی طرف اس امت کو منسوب فرمایا ہے' اس آیت سے پہلے نبی ﷺ کی طرف وحی نازل کرنے کا ذکر فرمایا تھا' جو ہر خیر کا منبع اور سرچشمہ ہے' اور اس آیت میں فرمایا: پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا' کیونکہ آپ پر وحی نازل کرنے کا زمانہ ہی اس امت کو وارث بنانے کا زمانہ ہے' اور یہاں "ثم" پھر کا لفظ تاخیر زمانہ کے لیے نہیں ہے بلکہ تاخیر مرتبہ کے لیے ہے ف۳۳ یہ آیت سیدنا محمد ﷺ کی امت کے متعلق ہے' اب اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اس امت میں تین قسم کے لوگ ہوں گے' بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے' بعض متوسط اور میانہ روی والے ہوں گے اور بعض نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہوں گے' ان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی: "فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ" (فاطر:۳۲) آپ نے فرمایا: یہ سب ایک قسم کے حکم میں ہیں اور یہ سب جنت میں ہیں۔ (سنن ترمذی:۳۲۲۵) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ" الآیۃ (فاطر:۳۲) پھر اس کی تفسیر میں فرمایا: رہے وہ لوگ جو نیکیوں میں سابق ہیں' سو وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور رہے وہ لوگ جو مقتصد (متوسط) ہیں تو ان سے بہت آسان حساب لیا جائے گا' اور رہے وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' سو ان لوگوں کو میدانِ محشر میں قید رکھا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے ملاقات کرے گی' پھر وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا' بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے۔ (مسند احمد:۲۱۶۲۴) نیز حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ" سے مراد وہ شخص ہے جسے اس مقام پر رنج اور غم طاری کر کے اس کے ظلم کی سزا دی جائے گی' اور "مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ" سے مراد وہ ہے جس سے آسان حساب لیا جائے گا اور "مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ" سے مراد وہ ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ (مسند احمد:۲۷۴۷۸) ف۳۴ یعنی ہمارے اعمال (بقیہ صفحہ ۹۸۵ پر)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَ
اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ
نہ ان سے ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی' ہم ہر بڑے ناشکرے کو اسی طرح سزا دیتے ہیں O ۳۶ اور وہ لوگ

يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا
دوزخ میں چلائیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے' ہم نیک کام کریں گے جو پہلے کاموں کے خلاف ہوں

نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ
گے' کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص نصیحت قبول کر لیتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا ہو ۳۷ اور تمہارے پاس عذاب

فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ
سے ڈرانے والا بھی آیا تھا' لو اب مزا چکھو' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے O بے شک اللہ' آسمانوں اور زمینوں کے

وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ
غیب کا عالم ہے' بے شک وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے O ۳۸ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں

خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
(پہلے لوگوں کا) جانشین بنایا' ۳۹ سو جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے' اور کافروں کا کفر ان

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا
کے ان کے رب کو زیادہ ناراض ہی کرتا ہے' اور کافروں کا کفر صرف ان کے

خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
نقصان کو زیادہ کرتا ہے O آپ کہیے: کیا تم نے اپنے وہ شریک دیکھے ہیں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو؟

ع ۴ ۱۱/۱۶

و ۳۶ اس سے پہلی آیتوں میں مؤمنوں کے اقوال' افعال' احوال اور ان کے اخروی مقامات کا بیان فرمایا تھا اور ان آیتوں میں کفار کے افعال' اقوال' احوال اور ان کے اخروی ٹھکانوں کا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں ان کے متعلق فرمایا ہے: ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضاء آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں کیونکہ ان کو اپنی حاجت سے موت میں راحت نظر آئے گی' لیکن ان کو موت میسر نہیں ہو گی

و ۳۷ یعنی ہم نے اس کو اتنی عمر دی جو اس پر حجت قائم کرنے کے لیے کافی تھی' انسان پر حجت قائم کرنے کے لیے ساٹھ سال کی عمر درکار ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی موت کو مؤخر کر کے اس کی عمر ساٹھ سال کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سب سے زیادہ حجت پوری کر دی (اور اس کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا)۔ (صحیح البخاری: ۶۴۱۹) مجاہد کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جتنی عمر میں ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جاتی ہے وہ چالیس سال ہے۔ (جامع البیان: ۲۲۲۰۱)

و ۳۸ اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا تھا' اور قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کفار کو دائمی عذاب ہو گا جو کبھی منقطع نہیں ہو گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار نے جو کفر کیا وہ تو متناہی زمانہ میں کیا ہے' اب ان کو غیر متناہی زمانہ تک سزا دینا عدل و انصاف سے بعید ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ''جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا'' (الشوریٰ: ۴۰) برائی کا بدلہ اتنی ہی سزا ہے۔ اور زمانہ متناہی میں کیے گئے کفر کی سزا غیر متناہی زمانہ تک دینا اس کی مثل یا اتنی ہی سزا نہیں ہے' اس آیت (فاطر: ۳۸) میں اس اعتراض کا جواب ہے' جس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے تمام غیب کو جاننے والا ہے اور سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے' اس کو علم ہے کہ اگر ان کافروں کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا گیا تو یہ پھر دوبارہ کفر کریں گے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ''وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O'' (الانعام: ۲۸) اور اگر ان (کافروں) کو دنیا میں لوٹایا گیا تو یہ پھر وہی کام کریں گے جن کاموں سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یہ ضرور جھوٹے ہیں O اس جواب کی دوسری تقریر یہ ہے کہ ہر چند کہ کافروں نے محدود زمانہ میں کفر کیا تھا' لیکن ان کی نیت دائماً کفر کرنے کی تھی' اگر بالفرض لامحدود اور غیر متناہی زمانہ پاتے تو وہ غیر متناہی زمانہ تک کفر ہی پر قائم رہتے اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور دلوں کے حالات کو جاننے والا ہے اور وہ کافروں کی نیت دوام کو جانتا ہے' اس لیے ان کو دائمی عذاب دے گا۔ اس آیت سے قطع نظر اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی عقلی کلیہ یا ملازمہ نہیں ہے کہ جتنے وقت میں کوئی شخص جرم کرتا ہے اس کو سزا بھی اتنے ہی وقت کی دی جائے' بعض صورتوں میں قاتل کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے' حالانکہ قتل کرنے میں پانچ دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا' علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے' وہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے

و ۳۹ اس آیت میں ''خلائف'' کا لفظ ہے' ''خلائف''، ''خليفة'' کی جمع ہے' خلافت کا معنی ہے: دوسرے شخص کی نیابت کرنا' اس آیت میں خلافت سے مراد ہے: ایک قوم اور ایک امت کے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری قوم اور دوسری امت کو اس کا خلیفہ بنا دیا۔

أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ

مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے کسی حصہ کو بنایا ہے یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں ان کا

آتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُمْ

کچھ حصہ ہے یا ہم نے ان کو کوئی (آسمانی) کتاب دی ہے جس کی دلیل پر وہ قائم ہیں' بلکہ ظالم ایک دوسرے سے صرف فریب

بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۴۰﴾ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ

کا وعدہ کرتے ہیں ○ ۴۰ے بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا'

وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا

اور اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو اپنی جگہ قائم نہیں کر سکتا' ۴۱ے بے شک وہ بہت حلم والا

غَفُورًا ﴿۴۱﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيرٌ

بہت بخشنے والا ہے○ اور انہوں نے اپنی قسموں میں سے اللہ کی بہت پکی قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا

لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ

تو وہ کسی نہ کسی امت کی بہ نسبت ضرور زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا آ گیا تو

إِلَّا نُفُورًا ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۗ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ

اس کی آمد نے صرف ان کی نفرت ہی کو زیادہ کیا○ زمین میں ان کے تکبر کو ۴۳ے اور ان کی بُری سازشوں کو (زیادہ ہی کیا) ۴۳ے اور بُری سازشوں

السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ

کا وبال صرف سازش کرنے والے پر ہی پڑتا ہے ۴۴ے وہ صرف پہلے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں' سو آپ اللہ کے

لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ﴿۴۳﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا

دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو ہرگز ٹلتا ہوا پائیں گے ○ ۴۵ے اور کیا انہوں نے

ف۳۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ بتاؤ کہ تمہیں ان بتوں کے متعلق کیا معلوم ہے' کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ یہ بت واقع میں عاجز ہیں تو پھر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو یا تم کو وہم ہے کہ ان میں قدرت ہے' اگر یہی بات ہے تو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ آیا انہوں نے زمین میں کچھ پیدا کیا ہے؟ جیسا کہ بعض کفار یہ کہتے: اللہ آسمانوں میں عبادت کا مستحق ہے اور یہ بت زمین میں عبادت کے مستحق ہیں' وہ کہتے تھے کہ آسمانوں کو فرشتوں کی استعانت سے پیدا کیا ہے' اور آسمانوں کی تخلیق میں فرشتے اللہ تعالیٰ کے شرکاء ہیں' اور یہ بت ان فرشتوں کی صورتیں ہیں' یا یہ بت تمہاری شفاعت پر قادر ہیں' جیسا کہ بعض کفار یہ کہتے تھے کہ فرشتوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا لیکن وہ اللہ کے نزدیک مقرب ہیں' سو ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کے رد میں فرماتا ہے: کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی کتاب آئی ہے' جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ کفار جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں' وہ عقلاً اور نقلاً ہر طرح باطل ہے' عقلاً اس لیے باطل ہے کہ جس چیز کو کفار نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا اور جو بت اپنے وجود میں خود ان کے محتاج ہیں' وہ ان کے خالق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اور نقلاً اس لیے باطل ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے کے جواز پر ان کے پاس کوئی دستاویزی شہادت نہیں ہے' نہ کسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر ان بتوں کی عبادت کی جائے تو وہ اللہ کے پاس عبادت کرنے والوں کی شفاعت کریں گے' سو بتوں کی عبادت کرنے کی صحت اور جواز پر کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے' یہ محض ان کو شیطان کا دیا ہوا دھوکا ہے اور شیطان نے ان کے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر دیا ہے ف۴۰ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار کے باطل معبود آسمانوں اور زمینوں کی کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں' اب یہ بتایا ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اور پیدا کرنے کے بعد ان کو اپنے مرکز پر برقرار اور ثابت رکھنے والا' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے' یعنی یہ صرف اللہ کی قدرت ہے جو اتنے عظیم کرّات کو اپنے مقام' نظام اور محور پر برقرار رکھے ہوئے ہے' اگر بالفرض یہ ہمارے سیارے اپنے محور سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی اور ان کو اپنے محور پر قائم نہیں کر سکتا' اس سے معلوم ہوا کہ زمین بھی ایک کرّہ ہے' جو اپنے محور پر گردش کر رہا ہے' جس طرح سورج' چاند اور دیگر سیارے اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں ف۴۱ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ نے قسم کھا کر یہ کہا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا رسول آ گیا تو ہم یہود' نصاریٰ اور صابئین سے زیادہ ہدایت قبول کریں گے اور جب ان کے پاس ڈرانے والے رسول یعنی سیدنا محمد ﷺ آ گئے تو آپ کے آنے کے بعد وہ ہدایت سے دور ہو گئے' انہوں نے اللہ کے سامنے سرکشی کی اور ایمان لانے سے تکبر کیا ف۴۳ ''مکر السیء'' کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ انہوں نے شرک کیا اور دوسری یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کی' ان کی رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش یہ تھی کہ آپ کو العیاذ باللہ قتل کر دیا جائے یا قید کر دیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ان کے اوپر الٹ دیا' یہ لوگ جنگ بدر میں قتل کیے گئے اور قید کیے گئے ف۴۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کعب احبار نے ان سے کہا: تورات میں یہ آیت ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے' وہ خود اس میں گر جاتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن میں بھی یہ آیت ہے' انہوں نے پوچھا: یہ کون سی آیت ہے' تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ'' (فاطر: ۴۳) اور بُری سازشوں کا وبال سازش کرنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ زہری نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ تم نہ کسی کے خلاف سازش کرو اور نہ سازش کرنے والے کی مدد کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بُری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ اور نہ بغاوت کرو اور نہ بغاوت کرنے والے کی مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ'' (الفتح: ۱۰) پس جو عہد شکنی کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو پہنچے گا۔ ''يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ'' (یونس: ۲۳) اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم کو ہی پہنچے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ سازش' فریب اور خیانت

فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْۤا

کبھی زمین میں سفر نہیں کیا' پس وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' حالانکہ

اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ

وہ ان سے زیادہ سخت اور طاقت ور تھے اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آسمانوں

وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ

اور زمینوں میں سے کوئی چیز اس کو عاجز کر دے بے شک وہ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے O اور اگر اللہ لوگوں کے کیے

بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ

ہوئے کاموں کی وجہ سے ان پر گرفت فرماتا تو روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک وقت مقرر تک انہیں ڈھیل

مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ ع

دے رہا ہے' ۴۶ پس جب ان کا وقت آجائے گا تو اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ لے گا! O ۴۷

اٰیَاتُهَا ٨٣ — ٣٦ سُوْرَةُ یٰسٓ مَكِّیَّةٌ ٤١ — رُكُوْعَاتُهَا ٥

اس میں تراسی آیتیں ہیں — سورۂ یٰسٓ مکی ہے — اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

یٰسٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ ﴿۳﴾ عَلٰی

یاسین O ۱ قرآن حکیم کی قسم! O بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں O سیدھے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ ﴿۴﴾ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۙ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

راستے پر قائم ہیں O (یہ قرآن) بہت غالب بڑے مہربان کا نازل کیا ہوا ہے O ۲ تاکہ آپ اس قوم

منزل ۵

مؤمن کے اخلاق میں سے نہیں ہے' اس میں اخلاقِ مذمومہ سے بچنے کی بہت بلیغ نصیحت کی گئی ہے' نیز ان آیات اور احادیث میں بُری سازش' فریب اور خیانت سے مطلقاً منع فرمایا ہے اور یہ کام مؤمن کا شیوہ نہیں ہے' فریب' خیانت اور دھوکا دہی کسی سے نہیں کرنی چاہیے خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر' بلکہ کافروں کے ساتھ زیادہ امانت او دیانت کا سلوک کرنا چاہیے تاکہ وہ اسلام کے اعلیٰ اصولوں اور مؤمن کے عمدہ اخلاق سے متاثر ہوں اور کفر کو چھوڑ کر اسلام کو اختیار کر لیں' یورپ میں رہنے والے بعض علماء غیر مسلموں سے سود لینے اور فراڈ کے ذریعے ان کا مال ہڑپ کرنے کو جائز کہتے ہیں' یہ نہ صرف باطل ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا ذریعہ ہے وف۴۵ یعنی جو عذاب پہلے کافروں پر نازل ہوا تھا' یہ بھی اس عذاب کا انتظار کر رہے ہیں' یعنی ان کے بھی وہی کرتوت ہیں جو پہلے کافروں کے تھے' جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب آیا تھا' سو آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو ٹلتا ہوا پائیں گے وف۴۶ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی ایسی خطاء یا تقصیر ضرور صادر ہوتی ہے جو گرفت کا تقاضا کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ڈھیل دیتا رہتا ہے' پھر جو نادم ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے' اس کو معاف فرماتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے' اور جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے' اکڑتا ہے اور سرکشی کرتا ہے' اس سے مواخذہ فرماتا ہے اور اس پر گرفت فرماتا ہے' اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے حلم اور اس کے درگزر کرنے کا بھی پتا چلتا ہے اور اس میں بندوں کے لیے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنی مرضی اور مزاج کے خلاف باتوں اور کاموں پر مشتعل نہ ہوں' غضب میں نہ آئیں اور ٹھنڈے دل سے برداشت کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں وف۴۷ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو جو ڈھیل دے رہا ہے' اس کا کوئی یہ مطلب نہ لے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے غافل ہے بلکہ وہ اپنے بندوں کے اعمال پر پوری بصیرت رکھتا ہے اور ان کو وقت مقررہ پر پوری پوری جزا دے گا' نیک عمل کرنے والوں کو اجر و ثواب سے نوازے گا' کفار اور مشرکین کو دائمی سزا دے گا' اور فساق مؤمنین اس کی مشیت پر موقوف ہیں' اگر وہ چاہے گا تو اپنے عفو و درگزر اور فضل و کرم سے کام لے کر ان کو معاف فرما دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو عارضی عذاب میں مبتلا کر کے ان کو بخش دے گا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۂ یٰسٓ: وف۱ ''یٰسٓ'' حروفِ مقطعات میں سے ہے' جس طرح قرآن مجید کی دیگر بعض سورتوں کو حروفِ مقطعات سے شروع کیا گیا ہے' اسی طرح اس سورت کو بھی حروفِ مقطعات سے شروع کیا گیا ہے' جس کا حقیقی اور قطعی معنی اور مفہوم معلوم نہیں ہے' تاہم بعض ظنی روایات کے مطابق یہ ''یٰسٓ'' اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ (جامع البیان: ۲۲۲۲۰) اور بعض روایات کے مطابق ''یٰسٓ'' نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۶) ''یٰسٓ'' کو پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا قلب ہوتا ہے اور قرآن کا قلب یٰسین ہے اور جس نے یٰسین کو پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کو یٰسین پڑھنے کی وجہ سے دس بار قرآن پڑھنے کا اجر عطا فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی رات میں یٰسین کو اللہ کی رضا کے لیے پڑھا' اس کی اس رات میں مغفرت کر دی جائے گی۔ (سنن دارمی: ۳۴۱۸) وف۲ یعنی جن لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا ہے' اگر انہوں نے رسول کی تعظیم اور تکریم نہیں کی اور اس کے پیغام کو قبول نہیں کیا تو وہ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے کیونکہ وہ بہت غالب ہے' اور جن لوگوں نے اس کے رسول کی تعظیم اور تکریم کی اور اس کے پیغام کو قبول کیا تو وہ ان کی خطاؤں کو بخش دے گا اور ان کو بہت اجر و ثواب عطا فرمائے گا' کیونکہ وہ بہت رحیم ہے۔

مَّآ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾ لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ

کو عذاب سے ڈرائیں جس کے آباء و اجداد کو نہیں ڈرایا گیا تھا' سو وہ غافل ہیں O ۳ ان میں سے اکثر کے متعلق ہماری

عَلٰۤی اَکۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ

خبر ثابت ہو چکی ہے' سو وہ ایمان نہیں لائیں گے O ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

اَغۡلٰلًا فَهِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ

جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں جس سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں O ۴ ہم نے ایک دیوار

بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ

ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی' سو ہم نے ان کو ڈھانپ دیا' پس

فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ

وہ (کچھ) نہیں دیکھتے O ۵ اور آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے

تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَخَشِیَ

یہ ایمان نہیں لائیں گے O ۶ آپ کا ڈرانا صرف اس کے لیے (مفید) ہے جو نصیحت پر عمل کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے

الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحۡنُ

ڈرے تو آپ اس کو مغفرت کی اور باوقار ثواب کی نوید سنا دیجئے O بے شک ہم ہی مُردوں

نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَنَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ ؕ وَکُلَّ شَیۡءٍ

کو زندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے وہ عمل لکھ رہے ہیں جو انہوں نے پہلے بھیج دیئے اور وہ عمل (بھی) جو انہوں نے پیچھے

اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ ع وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ

چھوڑ دیئے ۷ اور ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر کے لوحِ محفوظ میں منضبط کر دیا ہے O ۸ اور آپ ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے

ف۳ اس سے مراد اہل مکہ اور عرب ہیں' جن کی طرف ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا سلسلہ خاندان ابراہیمی میں رہا اور ان کی بعثت بنی اسرائیل ہی کی طرف ہوتی رہی' بنو اسماعیل یعنی عربوں میں نبی ﷺ پہلے نبی تھے اور سلسلۂ نبوت کے خاتم تھے ف۴ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ باندھنے کی وجہ سے اس کا سر اوپر کو اٹھا ہوا ہو' اس سے یہ معنی کس طرح سمجھ میں آ سکتا ہے کہ وہ ہدایت کو قبول نہیں کرے گا اور وہ ایمان نہیں لائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کا سر اوپر اٹھا ہوا ہو اور وہ نیچے نہ دیکھ سکتا ہو اور اس کی آنکھیں بند ہوں' جن کو وہ کھول نہ سکتا ہو تو اس کو ظاہری اور حسی راستہ نظر نہیں آئے گا' اس کو اپنے قدموں کے نیچے کی جگہ نظر نہیں آئے گی' اگر وہ کسی راستہ پر چلے گا تو وہ کسی گڑھے میں یا کسی کنویں میں گر سکتا ہے اور کسی وقت بھی ہلاک ہو سکتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ضدی' متکبر اور معاند کافر کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جس کو حسی راستہ دکھائی نہیں دیتا' اسی طرح جس شخص کی تکبر سے گردن اکڑی ہوئی ہو' اس کو دین کا معنوی راستہ نظر نہیں آتا' اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ جو ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور ہدایت دیتے ہیں' اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ضرور ہدایت کو قبول کر لیں اور ایمان لے آئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ اکثر کفار اپنی ضد' عناد اور تکبر کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ ان میں سے اکثر کفار ایمان نہیں لائیں گے اور اس کے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ف۵ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ ان کے سامنے بھی دیوار ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار ہے' سو وہ کچھ نہیں دیکھتے' جو انسان کسی راستہ پر جا رہا ہو تو اس کے سامنے جو دیوار ہو تو وہ اس کو راستے پر چلنے سے مزاحم اور رکاوٹ ہوتی ہے' لیکن جو دیوار اس کے پیچھے ہو تو وہ اس کے چلنے کے لیے کسی طرح رکاوٹ نہیں ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے لیے ایک ہدایت فطریہ ہے اور ایک ہدایت نظریہ ہے' ہدایت نظریہ سے مراد ہے: کائنات میں غور و فکر کر کے ہدایت حاصل کرنا اور ہدایت فطریہ سے مراد ہے: جبلی اور پیدائشی ہدایت' جیسے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' اس فطری ہدایت کو کافر اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں ضائع کر چکا ہے اور کائنات میں غور و فکر کر کے اس نے ہدایت نظریہ کو حاصل نہیں کیا' سامنے کی دیوار سے مراد ہدایت نظریہ کو حاصل نہ کرنا ہے اور پیچھے کی دیوار سے مراد ہدایت فطریہ کو ضائع کرنا ہے ف۶ اس کی تفسیر البقرہ: ۶ میں گزر چکی ہے ف۷ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ نے شکایت کی کہ ان کے گھر مسجد سے دور ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَنَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ'' ایک قوم نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جتنے قدم مسجد میں چل کر جاتے ہیں' ان کو لکھ لیا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۲۶) ف۸ اس آیت میں بتایا ہے کہ ہم نے انسانوں کے جو اعمال لکھے ہیں' اس سے پہلے بھی ان کے اعمال لکھے ہوئے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ انسانوں کو اختیار عطا کرے گا تو وہ اپنے اختیار سے کیا کیا عمل کریں گے اور پھر اس نے بندوں کے ان اعمال کو لوحِ محفوظ میں لکھ کر محفوظ کر دیا' جیسا کہ یٰسین کی اس آیت میں ہے اور ایک اور آیت میں بھی ہے: ''وَکُلُّ شَیۡءٍ فَعَلُوۡهُ فِی الزُّبُرِ O وَکُلُّ صَغِیۡرٍ وَّکَبِیۡرٍ مُّسۡتَطَرٌ O'' (القمر: ۵۳-۵۲) اور ہر وہ کام جو انہوں نے کیا ہے وہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے O اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے O حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہر چیز کی تقدیر مقرر کر دی تھی۔ (سنن ترمذی: ۲۱۵۶) اور لوحِ محفوظ کو امام اس لیے فرمایا ہے کہ امام وہ ہوتا ہے جس کی اتباع اور اقتداء کی جاتی ہے اور فرشتے احکام کو نافذ کرنے میں لوحِ محفوظ کی اتباع کرتے ہیں' لوحِ محفوظ میں جس شخص کی جتنی عمر لکھی ہوتی ہے اور جتنا رزق لکھا ہوتا ہے' اس کی اتباع کر کے اس کو اتنا رزق دیتے ہیں اور اتنے عرصے کے بعد اس کی روح قبض کرتے ہیں' اس کی جتنی اولاد لکھی ہوئی ہوتی ہے اور جتنے اس کے حوادث اور مصائب لکھے ہوئے ہوتے ہیں' ان تمام اُمور میں وہ لوحِ محفوظ کی اتباع کرتے ہیں۔

الْقَرْيَةِ ۘ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

جب ان کے پاس کئی رسول آئے O جب ہم نے ان کے پاس دو رسولوں کو بھیجا تو انہوں نے ان کو جھٹلایا'

فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ ﴿١٤﴾ قَالُوا

پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کی تائید کی' سو ان تینوں نے کہا: ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں O وا ان لوگوں نے کہا:

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ

تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو' اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا تم

أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿١٥﴾ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿١٦﴾

محض جھوٹ بولتے ہو O ان رسولوں نے کہا: ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں O

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٧﴾ قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۖ لَئِنْ لَمْ

اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے O ول انہوں نے کہا: ہم تو تم کو بدفال سمجھتے ہیں' اور اگر تم

تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوا

باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور درد ناک عذاب پہنچے گا O ١١ رسولوں نے کہا:

طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ۚ أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ﴿١٩﴾

تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے' کیا تم نصیحت کرنے کو برا سمجھتے ہو! بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو O ١٢

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا

اور شہر کے آخری کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے میری قوم! تم رسولوں

الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٢١﴾

کی پیروی کرو O تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں O ١٣

ف ٩ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں: "انطاکیہ" (مغربی شام کا ایک ساحلی شہر) میں ابطحیس بن ابطحیس نام کا ایک بادشاہ تھا' جو مشرک اور بت پرست تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف پیغام دے کر تین رسول بھیجے۔ صادق' مصدوق اور سلوم' پہلے ان کی طرف ان میں سے دو رسول بھیجے تھے' جب انہوں نے ان کو جھٹلایا' تو اللہ تعالیٰ نے تیسرے رسول سے ان کو قوت دی۔ (جامع البیان جز ۲۲ ص ۱۸۷) ف ١٠ جس بستی کی طرف پہلے دو رسولوں کو بھیجا گیا تھا' اس بستی کے لوگوں نے ان رسولوں پر یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر وحی کیسے نازل کی حالانکہ تم ہماری ہی طرح بشر ہو' اگر کسی کے بشر ہونے کے باوجود اس پر وحی نازل ہو سکتی ہے تو پھر ہم پر وحی کیوں نہیں نازل ہوئی اور ہمیں اللہ نے اپنا رسول کیوں نہیں بنایا' ہر دور میں مشرکین نے رسولوں پر یہی اعتراض کیا تھا' ان کا خیال یہ تھا کہ رسول کسی فرشتہ کو ہونا چاہیے' حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانہ کے کافروں نے ان کے دعویٰ نبوت اور رسالت پر یہی اعتراض کیا تھا: "ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ O" (التغابن: ٦) اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہا: کیا بشر ہم کو ہدایت دیں گے' انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ نے استغناء فرمایا اور اللہ بہت مستغنی ہے بے حد حمد کیا ہوا O کفار اس کو بہت بعید قرار دیتے تھے کہ کسی بشر پر وحی نازل ہو سکتی ہے اور اس کو رسول بنایا جا سکتا ہے' اس لیے وہ ہر زمانہ میں رسولوں کو انکار کر دیتے تھے اور یہی چیز انہیں حصول ہدایت سے مانع تھی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُولًا O" (بنی اسرائیل: ٩٤) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ نے ایک بشر کو رسول بنایا ہے O سو پچھلی قوموں کے کافروں نے اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں پر یہ اعتراض کیا تھا کہ تم ہماری مثل بشر ہو یعنی فرشتے نہیں ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسول کس طرح بنا سکتا ہے' سو اسی طرح قدیم زمانہ کی اس بستی میں جب رسول بھیجے گئے تو اس بستی کے لوگوں نے بھی ان پر اسی طرح اعتراض کیا اور کہا: تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا' تم محض جھوٹ بولتے ہو' ان رسولوں نے کہا: ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف ضرور بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے ف ١١ بستی والوں نے رسولوں کے وعظ اور تقریر کے جواب میں کہا: ہم تو تم کو بدفال سمجھتے ہیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ تم ہمارے نزدیک منحوس اور بے برکت ہو' ہمیں تمہارے چہروں سے سعادت اور نیک بختی کے آثار نظر نہیں آئے' قتادہ نے کہا: ان کے قول کا معنی یہ تھا کہ اگر ہم پر کوئی مصیبت آئی تو وہ تمہاری وجہ سے آئے گی ف ١٢ یعنی ہم نے تم کو نصیحت کی اور تم کو یہ حکم دیا کہ تم اللہ کو واحد مانو اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرو' تم نے ایسے سخت جواب دیئے اور ہم کو ڈرایا اور دھمکایا' اور ہمارے متعلق یہ کہا کہ تم بدفال اور منحوس ہو بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو ف ١٣ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابومجلز' کعب احبار' مجاہد اور مقاتل سے مروی ہے کہ اس شخص کا نام حبیب بن اسرائیل تھا' مشہور یہ ہے کہ یہ نجار (بڑھئی) تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ صاحب یٰسٓ کو جذام کی بیماری تھی' ان کا گھر شہر کے آخری دروازے میں تھا' انہوں نے ستر سال بتوں کی عبادت کی اور ان سے جذام کی بیماری سے نجات کے لیے دعا کرتے رہے اور ان کو اس بیماری سے نجات نہیں مل سکی۔ جب ان کو رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے پوچھا: کیا اس کی نشانی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم اپنے رب سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ تمہاری اس بیماری کو دور کر دے' انہوں نے کہا: یہ بڑی حیرت کی بات ہو گی' میں ستر سال سے ان بتوں کے سامنے دعا کر رہا ہوں اور یہ بت مجھ سے اس بیماری کو دور نہیں کر سکے تو تمہارا رب صرف ایک دن دعا کرنے سے اس بیماری کو کیسے دور کر دے گا' ان رسولوں نے کہا: ہمارا رب جو چاہے اس کو کرنے پر قادر ہے اور یہ بت کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں' یہ سن کر صاحب یٰسٓ ایمان لے آئے اور رسولوں نے اپنے رب سبحانہ سے اس کے لیے صحت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے جذام اور کوڑھ کی بیماری کو اس طرح دور کر دیا کہ گویا اس کو کبھی

وَمَالِیَ لَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ

اور (اس نے کہا کہ) مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم بھی لوٹائے جاؤ گے O کیا میں اس

دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ

کو چھوڑ کر ان کو معبود قرار دوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آ سکے اور نہ وہ مجھے

شَیۡـًٔا وَّلَا یُنۡقِذُوۡنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ

نجات دے سکیں O بے شک اس وقت تو میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گا O بے شک میں تمہارے

بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿۲۵﴾ قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ

رب پر ایمان لے آیا' سو تم میری بات سنو! O ۱۴ اس سے کہا گیا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ' اس نے کہا: کاش! میری قوم

یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ

جان لیتی O کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں سے بنا دیا O ۱۵ اور ہم نے

اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا

اس کے بعد اس کی قوم پر نہ آسمان سے کوئی لشکر نازل کیا اور نہ ہم نازل

مُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۸﴾ اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾

کرنے والے تھے O ۱۶ وہ صرف ایک زبردست چیخ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے O ۱۷

یٰحَسۡرَةً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِهٖ

(کہا گیا:) ہائے افسوس ان بندوں پر جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا

یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ

یہ اس کا مذاق اڑاتے تھے O کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جو اب

کوڑھ تھا ہی نہیں' پھر وہ محنت مزدوری کرنے لگا' اور محنت مزدوری کر کے جتنا کماتا تھا' اس میں سے آدھا شام کے وقت ضرورت مندوں کو دے دیتا تھا اور بقیہ نصف اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لیتا تھا' جب اس کی قوم نے رسولوں (کی تکذیب کی) اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا (اور اس نے اپنی قوم کو رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی)۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۳۳۸) ف۱۴ قتادہ نے کہا: حبیب نجار کی قوم نے اس سے پوچھا: کیا تم ان رسولوں کے دین پر ہو؟ تو اس نے جواب میں کہا: مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے' کیونکہ حبیب نجار خود تو رسولوں کی تلقین سے اللہ عزوجل پر ایمان لا چکے تھے' اور ان کی قوم بت پرستی میں گرفتار تھی اور رسولوں کی مخالفت کر رہی تھی' لیکن اگر وہ ابتداءً اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہتے کہ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو فکری غلطی اور اعتقادی خطاء پر قرار دے رہے ہیں' اور جب کوئی شخص کسی کو گم راہ اور خطاء کار قرار دے تو وہ شخص اس کہنے والے کا مخالف ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص کسی کا مخالف ہو تو وہ اس کی باتوں کو توجہ اور غور سے نہیں سنتا' اس لیے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اُس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تم کو پیدا کیا ہے' بلکہ یہ کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے' یعنی اگر میں اللہ عزوجل کو واحد نہ مانوں اور اس کی عبادت نہ کروں تو یہ میری تقصیر اور میری خطاء ہے اور میری ناشکری اور احسان ناشناسی ہے' اس لیے ہدایت اور رشد اور استقامت کا طریقہ یہ ہے کہ میں اللہ کو واحد مستحق عبادت مانوں اور صرف اس کی عبادت کروں' گویا انہوں نے براہ راست اپنے نفس کو نصیحت کی اور اس کو ہدایت دی تا کہ ان کی قوم اس پر غور کرے کہ اگر اللہ کو واحد مستحق عبادت ماننا غلط طریقہ ہوتا تو یہ شخص اس کو اپنے لیے اختیار نہ کرتا کیونکہ انسان اپنے لیے ہمیشہ صحیح چیز کو اختیار کرتا ہے تو ضرور اللہ کو ماننا ہی صحیح دین ہے ف۱۵ اس نے جو یہ تمنا کی تھی' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنا انعام و اکرام کیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے یہ تمنا اس لیے کی کہ اس کی قوم بھی اس کی طرح ایمان لے آئے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح انعام اور اکرام سے نوازے ف۱۶ قتادہ نے یٰس: ۲۸ کی تفسیر میں کہا: جب انہوں نے اس بستی کے رسولوں اور حبیب نجار کو قتل کر دیا تو پھر ہم نے اس بستی میں کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو کوئی نعمت عطا کرے اور وہ قوم اس نعمت کی قدر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے نعمت کو واپس لے لیتا ہے اور پھر اس قوم کو وہ نعمت عطا نہیں کرتا' اندلس کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت کی نعمت عطا کی' انہوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی اور رقص و موسیقی کی محفلوں اور آپس کی لڑائیوں اور طوائف الملوکی کا شکار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ نعمت واپس لے لی اور آٹھ سو سال اندلس پر حکومت کرنے کے بعد مسلمانوں سے یہ نعمت لے لی گئی اور عیسائیوں نے مسلمانوں کو قتل کر دیا' یا جبراً عیسائی بنا دیا اور اب وہاں بہت کم تعداد میں برائے نام مسلمان ہیں ف۱۷ مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا' انہوں نے ان کی بستی کے دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر بہت زور سے چیخ ماری' جس سے ان کے جسموں میں زندگی کی کوئی حرارت باقی نہ رہی اور چشم زدن میں وہ تمام لوگ بجھ کر رہ گئے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۲)

اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَ

ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی O وا۱۸ اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کیے جائیں گے O وا۱۹ اور

اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور ہم نے اس سے غلہ پیدا

يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا

کیا جس سے وہ کھاتے ہیں O وا۲۰ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ان میں ہم نے کچھ

فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ

چشمے جاری کر دیے O تاکہ لوگ اس کے پھلوں سے کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے اس کی پیدائش میں کوئی عمل نہیں کیا

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

تو وہ کیوں شکر ادا نہیں کرتے O پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں سے ہر قسم کے جوڑے پیدا کیے جن کو زمین

الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ

اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں سے اور ان چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے O اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے'

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ ۙ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ

ہم اس سے دن کھینچ لیتے ہیں تو یکایک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں O اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے'

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ ؕ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ

یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے O وا۲۱ اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں حتیٰ کہ وہ لوٹ کر

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے O وا۲۲ نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے'

وا۱۸ یعنی ان سے پہلے کتنے ہی رسولوں کے مکذبین' مخالفین اور ان کا مذاق اڑانے والے اور ان پر زیادتی کرنے والے تھے' ہم ان سب کو ہلاک کر چکے ہیں' وہ اب دنیا میں لوٹ کر آئیں گے نہ اس بستی میں لوٹ کر آئیں گے' ان کی نسل منقطع ہو چکی ہے اور اب ان کا کوئی اثر اور نشان باقی نہیں ہے' کیا یہ کفار ان کے انجام سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے وا۱۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جن کافروں نے رسولوں کے پیغام کو مسترد کر دیا اور ان کی توہین کی' ان کی سزا صرف یہی نہیں ہے کہ ان پر ایک عذاب آیا اور وہ سب ہلاک ہو گئے اور اس کے بعد کچھ نہیں ہوگا' اگر ایسا ہوتا تو ان کی موت ان کے لیے عافیت اور ان کے آرام کا سبب ہوتی لیکن ایسا نہیں ہوگا' مرنے کے بعد ان سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا' پھر ان کی پچھلی زندگی کا حساب لیا جائے گا اور ان کے بُرے عقائد اور بُرے اعمال پر ان کو قرار واقعی سزا دی جائے گی' سو مکہ کے کافروں کو ان بستی والوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور آپ کی نافرمانی کا راستہ ترک کر کے آپ کی موافقت اور آپ کی اطاعت اور اتباع کا راستہ اختیار کرنا چاہیے' کیونکہ کل قیامت میں انہیں ہمارے سامنے پیش ہونا ہے وا۲۰ غلہ اور دانے' گندم' جَو' باجرہ' مکئی' چنا اور دالوں کی دیگر اجناس کو شامل ہے' جس سے لوگ روٹی پکا کر کھاتے ہیں' اللہ کا یہ بھی کرم ہے اور اس کا فضل ہے کہ اس نے متعدد اجناس کا غلہ پیدا کیا ہے' اگر صرف ایک ہی قسم کا غلہ ہوتا اور لوگ کسی مرض کی وجہ سے اس کو نہ کھا سکتے تو بھوک سے مر جاتے' مثلاً ذیابیطس کے مریضوں کے لیے گندم نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ نشاستہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے چنا بھی پیدا کر دیا' چنے میں گندم کی بہ نسبت آدھا نشاستہ ہوتا ہے' سو جن کی شوگر بہت زیادہ ہو' وہ چنے کی روٹی کھا لیتے ہیں۔ روٹی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور ہمیں اس کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۲۲) حضرت ابوسکینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی' جس شخص نے روٹی کی تعظیم کی' اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا۔ (المعجم الکبیر: ۸۴۰) وا۲۱ اس آیت میں ''مستقر'' کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:
(۱) اس ''مستقر'' سے مراد ظرف زمان ہے اور وہ قیامت تک کا وقت ہے' یعنی قیامت آنے تک سورج مسلسل چلتا رہے گا' اور قیامت آنے کے بعد سورج کی حرکت منقطع ہو جائے گی (۲) کسی ایک خطہ زمین میں رات آنے تک سورج چلتا رہتا ہے اور جب رات آ جاتی ہے تو وہ اس خطہ زمین میں غروب ہو چکا ہوتا ہے اور کسی خطہ زمین میں اس کی حرکت شروع ہو جاتی ہے اور یہ صرف ظاہری اعتبار سے ہے ورنہ حقیقت میں سورج کی حرکت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی (۳) سورج ایک سال تک اپنے مستقر پر سفر کرتا رہتا ہے' اور دوسرے سال اس کا پھر نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۷۶' ملخصاً وموضحاً) وا۲۲ چاند کی ۲۸ (اٹھائیس) منزلیں ہیں' یہ روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے' پھر ایک یا دو راتوں تک اس کا ظہور نہیں ہوتا اور ۲۹ یا تیس دن کے بعد اس کا ظہور ہو جاتا ہے' چاند جب آخری منزل پر پہنچتا ہے تو وہ بالکل باریک اور چھوٹا دکھائی دیتا ہے' جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی ہو جو سوکھ کر ٹیڑھی ہو جاتی ہے' چاند کی اس گردش کی وجہ سے زمین پر رہنے والے اپنے دنوں' مہینوں اور سالوں کا حساب کرتے ہیں اور مخصوص عبادات کا تعین کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ'' (البقرہ: ۱۸۹) لوگ آپ سے چاند کے (گھٹنے بڑھنے کے) متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں (کی عبادات) کے اوقات اور حج کے (تعین) کے لیے ہے۔ اس آیت میں ''العرجون'' کا لفظ ہے'' عرجون'' کھجور کی اس ٹہنی کو کہتے ہیں جس میں خوشے لگتے ہیں' یہ ٹہنیاں خشک ہونے کے بعد ٹیڑھی ہو کر بالکل ایسی شکل اختیار کر لیتی ہیں جو ابتدائی اور آخری تاریخوں میں چاند کی شکل ہوتی ہے' اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو چاند کی پرستش کرتے ہیں کہ تم چاند کو مستحق عبادت قرار دیتے ہو اور تم اس چاند کو سارے جہان کا موجد اور مربی سمجھتے ہو اور اس کو آمر اور مطاع کہتے ہو' حالانکہ یہ آمر نہیں مامور ہے' مطاع نہیں مطیع ہے' اس کو جس طرح منزل بہ منزل سفر کرنے کا حکم دیا گیا' یہ اس حکم کی تعمیل میں محو سفر ہے۔

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ

اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے' اور ہر ایک (سیارہ) اپنے مدار میں تیر رہا ہے O ۲۳ع اور ان کے لیے اس

اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ

بھری ہوئی کشتی میں نشانی ہے ۲۴ع جس میں ہم نے ان کی اولاد کو سوار کر دیا O اور ہم نے ان کے لیے اس کشتی کی مثل اور چیزیں

مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾

پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں O اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں' پھر ان کا کوئی فریاد رس نہیں ہوگا اور نہ ان کو بچایا جا سکے گا O

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا

سوا اس کے کہ ہماری طرف سے ان پر رحمت ہو اور ایک مقرر میعاد تک فائدہ پہنچانا ہو O ۲۵ع اور جب ان سے کہا جاتا ہے: تم اس

بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ

(عذاب) سے ڈرو جو تمہارے سامنے اور تمہارے بعد آئے تاکہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ اس پر غور نہیں کرتے) O ۲۶ع اور جب بھی ان کے پاس

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ

ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ان چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں تو کفار ایمان والوں سے کہتے ہیں:

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

کیا ہم اس کو کھلائیں جس کو اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا' تم تو صرف کھلی ہوئی گمراہی میں ہو O ۲۷ع

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ

اور وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتا دو) O وہ صرف ایک

ف۲۳ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حکمت کے موافق پیدا کیا ہے' لہٰذا سورج اتنی تیز حرکت نہیں کر سکتا کہ چاند کو پکڑ لے' ورنہ ایک ماہ میں گرمی اور سردی کے دو موسم اکٹھے ہو جائیں اور پھل پک کر تیار نہ ہو سکیں اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے' یعنی نہ رات دن کے وقت میں داخل ہو سکتی ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے وقت چاند طلوع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے وقت چاند غروب ہو چکا ہوتا ہے' سورج کی حرکت ہر دن میں ایک ایک درجہ ہوتی ہے' سال اور مہینہ کی حرکت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہر سیارہ میں حرکت پیدا کی ہے' اور یہ اس کے ہر دن کا ایک دورہ ہے اور اس دورہ میں ہر سیارہ دوسرے سیارہ پر بالکل سبقت نہیں کرتا' کیونکہ ہر سیارہ جب طلوع ہوتا ہے تو اس کا مقابل سیارہ غروب ہو جاتا ہے' اس وجہ سے چاند سورج پر سبقت نہیں لے سکتا اور جب چاند سورج پر سبقت نہیں کر سکتا تو رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی ف۲۴ اللہ تعالیٰ کا انسان کے سفر کے لیے کشتیوں کو پیدا کرنا' اس کا بہت بڑا احسان ہے' کیونکہ جس طرح بعض اوقات زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہوتا ہے' اسی طرح بعض اوقات کھانے کے اسباب کے حصول کے لیے سفر بھی ضروری ہوتا ہے' اور دریائی اور سمندری سفر کے لیے کشتی سہل الحصول ذریعہ ہے' خصوصاً جزائر میں تو آج کل بھی کشتی کے بغیر سفر ناممکن ہے' سو کشتیوں کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا بہت بڑا احسان ہے ف۲۵ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی حفاظت اور بقاء کے مادی سہاروں پر غرور نہ کرے' اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے آن کی آن میں انسان کے سارے غرور کو خاک میں ملا دیتا ہے' کسی شہر کو مضبوط ترین بنیادوں پر اٹھایا جاتا ہے' اچانک زلزلہ آتا ہے اور سارا شہر ملیامیٹ ہو جاتا ہے' یا سمندری طوفان آتا ہے اور تمام مکان تہس نہس ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں ان دہریوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کشتیاں سمندروں میں اپنے طبعی تقاضوں سے چلتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کشتیوں کو غرق کر دے' ان کشتیوں اور جہازوں کا سمندر میں غرق نہ ہونا' ان کے مادے اور ان کی طبیعت کی وجہ سے نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے ف۲۶ یٰس :۴۵ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا: تم اپنی گزشتہ زندگی کے گناہوں پر اللہ کے عذاب سے ڈرو اور آئندہ زندگی میں گناہوں سے بچو اور نیکی کے کام کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ف۲۷ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مؤمنین نے کفارِ مکہ سے کہا کہ تم نے اپنے کھیتوں اور مویشیوں میں سے جو حصہ اللہ کے لیے رکھا ہے' اس کو مسکینوں اور ناداروں پر خرچ کرو تو انہوں نے جواب میں کہا: کیا ہم ان کو کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا' پھر کہتے ہیں: جن کو اللہ محروم رکھنا چاہتا ہے ان کو ہم کھلانا نہیں چاہتے' اور یہ بخیل لوگوں کا حیلہ ہے' اور ان کا یہ حیلہ باطل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض لوگوں کو وسعت' فراغت اور خوش حالی میں رکھا ہے اور بعض لوگوں کو فقر اور فاقہ میں مبتلا کیا ہے تاکہ خوش حال اور فراخ دست لوگ بدحالوں اور تنگ دستوں پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور فقراء اور غرباء اپنے فقر اور فاقہ پر صبر کریں' اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں حکمت اور مشیت ہے' وہ ہر چیز کا مالک ہے' جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کسی کو اس کے کسی فعل پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کی نظیر مشرکین کا یہ قول ہے: "سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ" (الانعام:۱۴۸) عنقریب مشرکین یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح آج کل کے دہریہ اور بے دین لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم نیک کام نہیں کر رہے ہیں اور گناہ کر رہے ہیں تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے' اگر اللہ چاہتا تو ہم نیک کام کرتے اور برے کاموں کو ترک کر دیتے کیونکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور جو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا' ان کی گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی رضا میں فرق نہیں کیا' اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی پتا اپنی جگہ سے نہیں ہلتا اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے' اللہ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے' اور اسی کے مطابق جزا اور سزا دیتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور نیک کام کرنے سے راضی ہوتا ہے اور کفر سے اور نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں نیک کام کرنے کی توفیق اور ہمت دے اور برائیوں سے مجتنب رکھے۔

إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

ہولناک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو اس وقت پکڑے گی جب وہ جھگڑ رہے ہوں گے O ۲۸ پس وہ اس وقت

تَوْصِيَةً وَّلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم

نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے O ۲۹ اور صور پھونک دیا جائے گا' پس اچانک

مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن

وہ (سب) قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے O ۳۰ وہ کہیں گے: ہائے ہماری مصیبت! ہم کو ہماری

مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن كَانَتْ

خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا' یہ وہ واقعہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا O ۳۱ اور وہ صرف

إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ

ایک ہولناک چیخ ہو گی' پس اچانک وہ سب ہمارے سامنے پیش کر دیے جائیں گے O ۳۲ سو آج کے دن کسی

لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ أَصْحَابَ

شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو صرف ان ہی کاموں کا صلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے O ۳۳ بے شک اہل جنت

الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى

آج دل چسپ مشغلوں میں خوش و خرم ہوں گے O وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں مسہریوں پر

الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾

آرام کر رہے ہوں گے O ان کے لیے اس جنت میں میوے ہوں گے اور ہر وہ چیز جس کی وہ خواہش کریں گے O ۳۴

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾

رب رحیم کی طرف سے ان کے حق میں سلام فرمایا ہوا ہو گا O اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ O ۳۵

ف۲۸ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے دنیاوی معمولات میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور قیامت اچانک ان پر آجائے گی' قرآن مجید کی دیگر آیات میں ہے: "لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً" (الاعراف:۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔ "أَفَأَمِنُوا أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ O" (یوسف:۱۰۷) کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عذاب آجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو شعور نہ ہو O یعنی لوگ اپنی تجارت' اپنے معاملات اور اپنی خرید و فروخت میں ایک دوسرے سے اُلجھ رہے ہوں گے' بحث کر رہے ہوں گے اور جھگڑ رہے ہوں گے اور اچانک ان کے سروں پر قیامت آجائے گی اور وہ اس سے بالکل غفلت میں ہوں گے ف۲۹ وصیت زبانی بھی کر دی جاتی ہے لیکن قیامت کا آنا اس قدر اچانک ہو گا کہ ان کو زبان سے وصیت کرنے کی مہلت بھی نہ مل سکے گی اور وہ اچانک مر جائیں گے اور دنیا کی طرف ان کا لوٹنا نہ ہو گا' لوگ جس حال میں ہوں گے اسی حال میں مر جائیں گے۔ کسی کو اپنا منصوبہ اور پروگرام پورا کرنے کی مہلت نہیں ملے گی' سب لوگ اپنے پروگراموں اور منصوبوں کے درمیان میں ہی مر جائیں گے ف۳۰ ان آیات میں دو مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر فرمایا ہے' پہلے صور کا ذکر "صیحۃ واحدۃ" (ایک ہولناک چیخ) (یٰس:۴۹) کے عنوان سے فرمایا' جس کے بعد کسی کو وصیت کرنے کی بھی مہلت نہ مل سکے گی' اور دوسرے صور کا صراحۃً ذکر فرمایا جس کے بعد سب اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے' اور درج ذیل آیت میں دونوں مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر ہے: "وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ O" (الزمر:۶۸) اور صور میں پھونکا جائے گا' پس آسمانوں اور زمینوں کے سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے گا' پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ زندہ ہو کر اور ہوش میں آ کر کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے O اس بے ہوشی سے مراد یہ ہے کہ جن عام لوگوں اور عام فرشتوں پر پہلے موت نہیں آئی تھی' وہ اس بے ہوشی کے اثر سے مر جائیں گے' اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء جن پر موت آ چکی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات عطا فرما دی تھی' وہ صرف بے ہوش ہوں گے اور جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو وہ پھر ہوش میں آجائیں گے ف۳۱ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار قبروں میں سوئے ہوئے تھے' اور اس سے بہ ظاہر عذابِ قبر کی نفی ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے صور اور دوسرے صور کے درمیان جو چالیس سال کا وقفہ ہو گا' اس میں ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی اور اس تخفیف کی وجہ سے اس عرصہ میں ان پر نیند طاری ہو جائے گی' اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے ابو صالح سے روایت کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۷ ص۲۰۹) پس جب چالیس سال بعد ان کو اٹھایا جائے گا اور وہ اچانک قیامت کے آثار اور احوال دیکھیں گے تو گھبرا کر کہیں گے کہ ہم کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا ف۳۲ جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو صرف ایک زبردست چیخ سے وہ تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے اور تمام لوگ عرصہ محشر میں زندہ ہو کر پیش ہو جائیں گے' اس چیخ کے متعلق علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ قول ہو گا: اے گلی ہوئی ہڈیو! اور اے گوشت پوست کے ذرّات! اور اے خراب شدہ بالوں کی باقیات! اللہ تمہارا فیصلہ فرمانے کے لیے تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم مجتمع ہو جاؤ۔ (روح المعانی جز۲۳ ص۴۹) ف۳۳ اس سے پہلے یٰس:۵۲ میں کفار کی حسرت اور افسوس کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں مسلمانوں کے جنت میں خوش و خرم ہونے کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ مسلمانوں کا جنت میں ہونا اور ان کا اللہ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا کفار کے لیے مزید رنج و غم اور حسرت اور افسوس کا باعث ہے' کیونکہ جب کسی شخص کو اپنے دشمنوں کی ان راحتوں اور مسرتوں کا علم ہو' جن سے وہ خود محروم ہو تو یہ چیز اس کے لیے زیادہ افسوس اور مایوسی کا موجب ہوتی ہے ف۳۴ اس آیت مبارکہ کی توضیح میں یہ حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ادنیٰ درجہ اس شخص کا ہے' جو ایک ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات کی طرف دیکھ رہا ہو گا اور اپنی (بقیہ صفحہ ۹۸۶ پر)

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ إِنَّهٗ لَكُمْ

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا بے شک وہ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّأَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ

تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ○ ۳۶ اور یہ کہ تم میری (ہی) عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے ○ ۳۷ اور بے شک

أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۗ أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گم راہ کر دیا' پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے! ○ یہ ہے وہ جہنم

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ

جس کی تم کو وعید سنائی گئی تھی ○ اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کرتے تھے ○ ہم آج

نَخْتِمُ عَلٰٓى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا

ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ

جو وہ کرتے تھے ○ ۳۸ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی بصارت زائل کر دیتے' پھر وہ راستے کی طرف دوڑتے

فَأَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

تو وہ کہاں دیکھ سکتے تھے ○ ۳۹ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ان کی صورتوں کو مسخ کر دیتے تو پھر وہ

مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا

نہ جا سکتے تھے نہ لوٹ سکتے تھے ○ ۴۰ اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں تو ہم اس کی جسمانی بناوٹ کو (ابتدائی حالت کی طرف) الٹ دیتے

يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ

ہیں پس کیا وہ نہیں سمجھتے ہیں ○ ۴۱ اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے ۴۲ یہ کتاب تو صرف نصیحت

ف۳۶ "عہد" کا معنی ہے: کسی ایسے کام کی پیشگی وصیت کرنا جس میں خیر اور منفعت ہو اور اس کام کا وعدہ لینا' یعنی کسی ایسے کام کا پختہ قول و اقرار لینا' جس کی رعایت کرنا اور اس کو پورا کرنا لازم ہو' اللہ نے ہم سے جو عہد لیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے ہماری عقلوں میں یہ بات جاگزیں اور مرکوز کر دی ہے کہ ہم اس کو واحد مستحق عبادت مانیں گے ف۳۷ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عبادت سے منع فرمایا تھا اور اس آیت میں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور جب کوئی ماہر ڈاکٹر کسی مریض کو پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر پرہیز کے ساتھ اس کو باقاعدگی سے دوا استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے' سو اسی طرح پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطان کی عبادت کرنے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور پھر اس کے ساتھ اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا' اور پہلے شیطان کی عبادت سے منع فرمایا اور پھر اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ف۳۸ اس آیت میں صرف ہاتھوں اور پیروں کے کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور مراد یہ ہے کہ مجرموں کے تمام اعضاء کلام کریں گے اور ان اعضاء سے جس قدر بُرے کام کیے جاتے تھے' ان کا ذکر کریں گے۔ مجرموں کے اعضاء جو مجرموں کے خلاف گواہی دیں گے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ہنس پڑے' آپ نے پوچھا: کیا تم کو معلوم ہے میں کیوں ہنسا' ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: مجھے بندہ کی اپنے رب سے اس بات پر ہنسی آئی ہے کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی' اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں' بندہ کہے گا: آج میں اپنے خلاف' اپنے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دوں گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہوگی' یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی' اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا: تم بتاؤ' پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے' پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا' پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا: دور ہو' دفع ہو' میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۶۹) ف۳۹ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اگر ہم مشرکین مکہ کو دنیا میں سزا دینا چاہتے تو ہم ان کی آنکھوں کی جگہ کو سپاٹ اور ہموار بنا دیتے اور اس میں آنکھوں کے ڈھیلوں کے رکھنے کی جگہ ختم کر دیتے' یا ان کی بصارت کو بالکل سلب کر لیتے' پھر وہ کسی جگہ جانے کے لیے اِدھر اُدھر جاتے' دوڑتے اور بھاگتے اور انہیں کچھ نظر نہ آتا' اور جس طرح ان کے دل بے نور اور بے بصیرت ہیں' اسی طرح ہم ان کی آنکھوں کو بھی بے نور اور بے بصارت بنا دیتے ف۴۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو مشرکین اہل مکہ کی صورتوں کو مسخ کر کے کسی قبیح جانور کی صورت سے تبدیل کر دیں' جیسے بعض بنی اسرائیل کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر اور بعض کی صورتوں کو مسخ کر کے خنزیر کی شکل سے تبدیل کر دیا تھا اور ان کو درجہ انسانیت سے گرا کر حیوانیت کے درجہ میں لا کھڑا کریں ف۴۱ زجاج نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اس قدر بوڑھے ہو جائیں گے کہ ان کی عقل فاسد اور خراب ہو جائے گی اور عالم ہونے کے بعد جاہل ہو جائیں گے۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۴۶۷) ف۴۲ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کو شعر کا علم تھا اور نہ شعر کہنے پر قدرت تھی' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو فرمایا ہے: اور نہ شعر کہنا ان کی شان کے لائق ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نبی اور صادق العقول ہونے کی حیثیت سے شعر نہیں کہتے' کیونکہ جو شخص اللہ کی طرف سے معلم ہو وہ حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا' اور یہ چیز اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ کو فی نفسہٖ نظم و نثر پر قدرت ہو' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ کو اچھے اور بُرے شعر اور موزون اور غیر موزون کلام کی تمیز حاصل تھی' اور جس شخص کو اس پر تمیز حاصل ہو اس کو الٰہیات اور احکام شرعیہ کو نظم و نثر سے ادا کرنے پر قدرت کیوں نہیں ہوگی' ہاں! قدرت فعل کو مستلزم نہیں ہوتی اور آپ نے اعتقادات اور احکام شرعیہ کو نظم اور کلام موزون کے ساتھ اس لیے ادا نہیں کیا کہ آپ کے کلام پر شعر کا اور آپ کی ذات پر شاعر کا اطلاق نہ کر دیا جائے' کیونکہ شعر کا لفظ یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کلام میں خیالی باتیں ہیں یا جھوٹی باتیں ہیں' اور تحقیق یہ ہے کہ عربوں کو آپ کی فصاحت اور بلاغت اور آپ کے کلام کی سلاست اور شیرینی کا خوب علم تھا' خلاصہ یہ ہے کہ ہر کمال آپ ہی

وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى

اور واضح قرآن ہے○ تاکہ وہ زندہ لوگوں کو ڈرائیں ۴۳ اور کافروں پر حق

الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا

ثابت ہو جائے○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا

لیے مویشی بنائے جن کے یہ مالک ہیں○ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا' پس ان میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے ہیں اور

یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اتَّخَذُوْا

بعض کا گوشت کھاتے ہیں○ اور ان کے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں ۴۴ اور پینے کی چیزیں ہیں' کیا پس وہ شکر ادا نہیں کرتے○ اور

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ

انہوں نے اللہ کے سوا اور چیزوں کو معبود قرار دیا تاکہ ان کی مدد کی جائے○ حالانکہ وہ (بت) کسی کی مدد کرنے کی طاقت

وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا

نہیں رکھتے' (بلکہ) وہ (مشرکین) خود (ان کی مدافعت کے لیے) کمربستہ لشکر ہیں○ سو ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں' ۴۵

یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں○ کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے

فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ

پیدا کیا تھا' پھر یکایک وہ کھلا ہوا جھگڑالو بن گیا○ وہ ہمارے لیے مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا:

مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ

جب یہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر گل جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟○ ۴۶ آپ کہیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی

کی ذات سے حاصل ہوتا ہے اور جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء' نیک اعمال کی ترغیب' محاسن اخلاق' اسلام کی عظمت اور نصرت اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر مشتمل ہوتے' وہ آپ کو بہت پسند تھے' حضرت حسان رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کی موافقت میں کفار کی ہجو کرتے تھے تو آپ ان کے لیے مسجد میں منبر بچھا دیتے تھے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶) ف۴۳ یعنی یہ قرآن زندہ لوگوں کو ڈرائے یا رسول اللہ ﷺ زندہ لوگوں کو ڈرائیں' زندہ لوگوں سے مراد عقل والے ہیں۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۶۲) ف۴۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے اس انعام کو یاد دلایا ہے کہ اس نے مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا' قوی ہیکل بیلوں سے انسان ہل چلواتا ہے' کنویں پر رہٹ چلاتا ہے' لمبے چوڑے اونٹوں کی ناکوں میں نکیل ڈال دیتا ہے' مضبوط اور توانا گھوڑوں کے منہ میں لگام ڈال دیتا ہے' گایوں' بھینسوں اور بکریوں سے دودھ نکالتا ہے' ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھاتا ہے' ان کے جسموں پر جو اُون ہوتا ہے ان سے اپنے لیے گرم کپڑے تیار کر لیتا ہے' نوزائدہ بھیڑ کے بچوں کی کھالوں سے قراقلی ٹوپیاں بناتا ہے' بکرے اور گایوں کی کھالوں سے جوتیاں' مشک اور ڈول بنا لیتا ہے اور ان سے دیگر اور بہت فائدے حاصل کرتا ہے ف۴۵ کفار' نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کبھی آپ کو شاعر کہتے' کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنون کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں' جب ان کا خالق اور مالک اور اپنے محسن' منعم اور پروردگار کے ساتھ یہ حال ہے کہ وہ اس کی الوہیت میں بے جان مورتیوں کو' درختوں کو اور عناصر کائنات کو شریک کرتے ہیں اور اللہ کا حق کم تر چیزوں کو دے رہے ہیں تو آپ تو پھر بہرحال اس کے بندے ہیں اور نبی ہیں' اس کا پیغام لانے والے ہیں اور داعی ہیں' یہ اگر آپ کو نہیں پہچان رہے تو کیا گلہ ہے' یہ تو اپنے رب کو بھی نہیں پہچان رہے ف۴۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل' رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہڈی لے کر آیا' پس کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! کیا اللہ اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد پھر اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو اٹھائے گا' تجھ کو موت دے گا' پھر تجھ کو زندہ کرے گا' پھر تجھ کو جہنم کی آگ میں داخل کر دے گا' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر یٰسۤ: ۸۰-۷۷ آیات نازل ہوئیں۔ (المستدرک: ۳۶۰۶)

مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ

بار پیدا کیا تھا و۴۷ اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جاننے والا ہے O جس نے سرسبز درخت سے تمہارے لیے

الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ

آگ پیدا کی پھر تم اس سے یکایک آگ سلگا لیتے ہو O و۴۸ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ

پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے! کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا سب سے زیادہ جاننے

الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

والا ہے O جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کا اس چیز سے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "بن جا" سو وہ بن جاتی ہے O و۴۹

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O و۵۰

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۱۸۲ — رکوعاتھا ۵

سورۃ الصّٰفّٰت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ایک سو بیاسی آیتیں پانچ رکوع ہیں

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ

صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو صف باندھتی ہیں O و۱ پھر ان ڈانٹنے والے فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو ڈانٹتی ہیں O و۲

لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾

پھر قرآن کی تلاوت کرنے والی ان جماعتوں کی قسم جو ذکر کرتی ہیں O و۳ بے شک تمہاری عبادت کا مستحق ضرور ایک ہے O آسمانوں اور زمینوں

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

کا اور ان تمام چیزوں کا رب جو ان کے درمیان ہیں وہی تمام مشرقوں کا رب ہے O و۴ بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین

و۴۷ منکرین حشر کو یہ شبہ لاحق تھا کہ مرنے کے بعد جب انسان کے ذرّات ایک دوسرے سے مختلط ہو جائیں گے تو ان کو کون باہم ممتاز کرے گا' یہ اشکال اس پر ہو سکتا ہے جس کا علم ناقص ہو' اور جو علیم ہو اور اس کا علم کامل ہو اور جو ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا ہو' اس کے لیے ان مخلوط ذرّات کی الگ الگ پہچان اور شناخت کیا مشکل ہے' اور رہا یہ کہ ان ذرّات کو اس طرح جمع کیا جائے گا تو یہ اشکال بھی اس پر ہو سکتا ہے جس کی قدرت ناقص ہو اور جس نے اس عظیم الشان کائنات کو ایک لفظ "کُــن" سے بنا دیا' اس کے لیے اس جیسی کائنات کو دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہے و۴۸ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آگ کی حرارت پانی کو بخارات بنا کر اُڑا دیتی ہے' سرسبز درخت میں پانی کی کمی ہوتی ہے اور آگ اس کو جلا دیتی ہے' انسان کے جسم میں حیات اسی طرح جاری ہے جس طرح سرسبز درخت میں پانی کی نمی جاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اس کی ضد آگ کو قبول کرنے کی تاثیر رکھی ہے اور یہ بھی اس کی قدرت کا ثمرہ ہے تو ایسے قادر و قیوم اور خلاقِ علیم سے تم اس کائنات کو دوبارہ بنانا کیوں مستبعد قرار دیتے ہو و۴۹ اس آیت پر یہ اشکال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز سے یہ فرماتا ہے: بن جا' اس وقت وہ چیز موجود ہے یا نہیں ہے' اگر وہ چیز موجود ہے تو پھر اس کو بننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے اور اگر وہ چیز موجود نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا معدوم سے کلام اور خطاب کرنا لازم آئے گا' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت سے صرف یہ تمثیل بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ کسی چیز کو کوئی کام کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتی ہے' اور جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز بنانا چاہتا ہے تو اس کا بنانا کسی چیز پر موقوف نہیں ہوتا' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے' اللہ تعالیٰ اس چیز کے علم کی طرف توجہ فرماتا ہے' لہٰذا معدوم سے خطاب لازم نہیں آتا اور اس چیز کو معلوم کے درجہ میں لاتا ہے' لہٰذا تحصیل حاصل لازم نہیں آتی' اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے وہ چیز بالقوۃ موجود ہوتی ہے' اس لیے معدوم سے خطاب لازم نہیں آتا اور پھر بالفعل موجود ہوتی ہے' اس لیے تحصیل حاصل لازم نہیں آتی و۵۰ اس آیت میں صالحین کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ اور بشارت ہے اور مجرموں کے لیے سزا اور عذاب کی وعید ہے۔ قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ الصّٰفّٰت: و۱ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو آسمانوں میں صف باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' فرشتوں کے صف باندھنے پر یہ حدیث دلیل ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: تم اس طرح صف کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف باندھتے ہیں' ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف باندھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں' پھر اس سے متصل صفوں کو پورا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۴۳۰) و۲ اس آیت میں "الزاجرات" کا لفظ ہے' "زجر" کا معنی ہے: کسی شخص کو ڈرا دھمکا کر بُرے کام سے باز رکھنا' پھر اس کو مطلقاً ڈانٹ ڈپٹ کی آواز یا کسی کو بھگانے اور دور کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ ماوردی نے کہا کہ حضرت ابن مسعود' قتادہ' عکرمہ' سعید بن جبیر اور مجاہد نے کہا ہے کہ یہ زجر کرنے والے فرشتے ہیں اور وہ بادلوں کو زجر کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں اور بندوں کو گناہوں سے زجر اور ملامت کرتے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷) و۳ اس سے وہ مسلمان مراد ہیں جو نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اس سے وہ مسلمان بھی مراد ہو سکتے ہیں جو خارج از نماز قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوں' اور اس سے وہ علماء مبلغین بھی مراد ہو سکتے ہیں جو عقائد اسلام اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ کے مواعظ اور خطبات میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور اس سے حمد و تسبیح کرنے والوں کو بھی مراد لیا جا سکتا ہے و۴ اس آیت میں فرمایا: وہی تمام مشرقوں کا رب ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مشارق متعدد ہیں' مشرق کا معنی ہے: سورج کے چمکنے اور روشن ہونے کی جگہ' اور سورج ایک خاص جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور دوسرے دن اس سے اگلے درجہ سے طلوع ہوتا ہے' سال

مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

فرمادیا○ اور (اس کو) ہر سرکش شیطان سے محفوظ کردیا○ وہ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر

جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ

جانب سے ضرب لگائی جاتی ہے○ ان (کو بھگانے) کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے○ مگر جو شیطان کوئی بات اچک لے تو فوراً

فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ

چمکتا ہوا انگارہ اس کا پیچھا کرتا ہے○ ۵ سو آپ ان (کافروں) سے پوچھیے: آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جن کو ہم نے ان کے علاوہ

خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ۝۱۲

پیدا کیا' بے شک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے○ بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑا رہے ہیں○ ۷

وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَ قَالُوْۤا اِنْ

اور جب انہیں نصیحت کی جائے تو وہ قبول نہیں کرتے○ اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں○ اور کہتے ہیں: یہ تو

هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۱۶

صرف کھلا ہوا جادو ہے○ ۸ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم کو ضرور اٹھایا جائے گا؟○

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۱۷ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝۱۸ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ

اور کیا ہمارے آباء و اجداد کو بھی؟○ آپ کہیے: ہاں! اور تم ذلیل و خوار ہو گے○ وہ صرف ایک زور دار جھڑک ہوگی'

وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۱۹ وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۲۰

پھر وہ یکایک دیکھنے لگیں گے○ ۸ وہ کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! یہی سزا کا دن ہے○

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۱ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ

یہی اس فیصلہ کا دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے○ ظالموں کو اور ان

میں جتنے دن ہوتے ہیں سورج کے طلوع اور غروب کے اتنے درجات ہوتے ہیں' اس لیے کہا گیا ہے کہ سورج کے تین سو ساٹھ درجات ہیں ف۵ جنات جو آسمانوں پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جاتے تھے اور پھر فرشتے ان پر شہاب ثاقب گراتے ہیں' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پَر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے' پھر اللہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے' جب فرشتوں کے دلوں سے کچھ خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہتے ہیں: اس نے جو کچھ فرمایا حق ہے اور وہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے' پھر فرشتوں کی گفتگو چرانے والے شیطان ان کی باتوں کو چوری سے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ سفیان نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دکھایا اور کہا: شیطان اس طرح ایک دوسرے کے اوپر تلے ہوتے ہیں اور یہ فرشتوں کی گفتگو چوری سے سننے والے ہیں' بعض اوقات اس چوری سے سننے والوں کو آگ کا شعلہ آ کر لگتا ہے' اس سے پہلے وہ اپنے ساتھی کو یہ بتائے کہ اس نے کیا سنا تھا' وہ شعلہ اس کو جلا ڈالتا ہے' اور بعض اوقات وہ شعلہ اس کو نہیں لگتا حتیٰ کہ

ع ۱ / ۲۱ / ۵

وہ سننے والا اپنے قریب والے کو بتا دیتا ہے' پھر وہ اس کو بتا دیتا ہے جو اس کے نیچے ہوتا ہے' حتیٰ کہ وہ ان باتوں کو زمین تک پہنچا دیتے ہیں' پھر وہ یہ باتیں جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں' وہ ان باتوں کے ساتھ سو جھوٹ اور ملا لیتا ہے' پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور لوگ کہتے ہیں: کیا اس جادوگر نے ہم کو فلاں دن ایسی ایسی خبر نہیں دی تھی اور ہم نے اس خبر کو سچ پایا تھا اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس نے آسمان کی خبر سن لی تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۷۰۱) ف۶ قتادہ نے کہا: جب قرآن نازل ہو گیا اور کافروں کے لیے ہدایت کے تمام اُمور بتا دیے گئے اور پھر بھی کفار اپنی گمراہی پر ڈٹے رہے تو اس سے نبی ﷺ کو تعجب ہوا' کیونکہ نبی ﷺ کا گمان یہ تھا کہ جو شخص بھی قرآن کو سنے گا' وہ ہدایت کو پا لے گا' اور کفار نے نبی ﷺ کا مذاق اڑایا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑا رہے ہیں ف۷ کفار مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو اور حشر کو بہت بعید گردانتے تھے' جب ان کو نصیحت کی جاتی اور کہا جاتا کہ بتاؤ آسمان اور زمین زیادہ سخت ہیں یا تم کو دوبارہ پیدا کرنا' اور یہ بتاؤ کہ جو سخت اور دشوار چیزوں کے بنانے پر قادر ہو' وہ آسان چیزوں کے بنانے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے یا نہیں۔ یہ بہت واضح اور قوی دلیل ہے' لیکن منکرین اپنے جہل اور عناد کی وجہ سے اس سے فائدہ نہیں حاصل کرتے' رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت اور رسالت پر معجزات پیش کیے اور فرمایا کہ جب معجزات سے میرا صادق ہونا واضح ہو گیا تو میں تم کو مرنے کے بعد زندہ کیے جانے اور قیامت اور حشر و نشر اور حساب و کتاب اور جزا اور سزا کی خبر دیتا ہوں' میری اس خبر کو برحق مان لو' تو وہ آپ کے معجزات کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے: یہ کھلا ہوا جادو ہے ف۸ الصّٰفّٰت: ۱۹ میں "زجرۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی جھڑکنا ہے' جیسے بکریوں اور اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے زور سے ڈانٹتے ہیں' پھر یہ لفظ چیخ کے معنی میں استعمال ہونے لگا' اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو ایک زوردار چیخ کی آواز آئے گی' جس سے مردے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس صور کی آواز کو "زجرۃ" سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ آواز جھڑکنے کی آواز کی طرح ہو گی' جو مردوں کو قبروں سے اٹھا دے گی اور ان کو ہنکا کر میدانِ حشر کی طرف لے جائے گی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس چیخ یا جھڑک کا کیا فائدہ ہو گا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ محض ڈرانے کے لیے ہو گی' اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اس جھڑک کی مردوں کو زندہ کرنے میں کوئی تاثیر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے صور کی آواز سے سب زندہ لوگ مر جائیں گے اور دوسرے صور کی آواز سے سب مُردہ زندہ ہو جائیں گے' نہ پہلے صور کی موت میں کوئی تاثیر ہے نہ دوسرے صور کی حیات میں کوئی تاثیر ہے' بلکہ موت اور حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ" (الملک: ۲) وہ ذات جس نے موت و حیات کو پیدا کیا۔

ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ

کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (ان سب کو) جمع کرو O ۹ پھر ان سب کو دوزخ

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ

کے راستہ پر لے جاؤO اور ان کو ٹھہراؤ بے شک ان (سب) سے سوال کیا جائے گا O ۱۰ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ

لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتےO! بلکہ وہ سب آج گردن جھکائے کھڑے ہیںO وہ ایک دوسرے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾

کی طرف ملتفت ہو کر سوال کریں گے O (پیروکار) کہیں گے: بے شک تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھےO

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

(پیشوا) کہیں گے: بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے O اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾

بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے O سو ہمارے رب کا قول ہم پر ثابت ہو گیا' بے شک ہم ضرور عذاب کو چکھنے والے ہیںO

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ

ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا بے شک ہم خود بھی گم راہ تھے O ۱۱ پس بے شک وہ سب اس دن عذاب

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا

میں شریک ہوں گے O ۱۲ بے شک ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیںO بے شک وہ ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا

قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا

جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھےO اور وہ کہتے تھے: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے قول کی

ف۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''ازواج'' سے مراد ان کے نظائر ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد ان کے امثال ہیں' قیامت کے دن ہر شخص اپنی مثل کے ساتھ آئے گا' سود خور' سود خوروں کے ساتھ آئے گا اور زنا کرنے والا زنا کرنے والوں کے ساتھ آئے گا' اور شراب خور شراب خوروں کے ساتھ آئے گا' کچھ جوڑے جنت میں ہوں گے اور کچھ جوڑے دوزخ میں ہوں گے۔ (المستدرک: ۳۶۰۹)

ف۱۰ یعنی ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ دنیا میں کیا عقیدہ رکھتے تھے اور کیا عمل کرتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب تک ابن آدم سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کر لیا جائے' وہ اپنے رب کے سامنے سے قدم نہیں اٹھا سکے گا' اس نے اپنی عمر کس چیز میں فنا کی' اور اس نے اپنی جوانی کن کاموں میں گزاری اور اس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا اور کن مصارف میں خرچ کیا اور اس نے اپنے علم کے تقاضوں پر کتنا عمل کیا۔ (سنن الترمذی: ۲۴۱۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی کسی شخص کو کسی چیز کی دعوت دے گا' وہ چیز اس کے ساتھ لازم رہے گی اور اس سے جدا نہیں ہوگی' پھر آپ نے الصّٰفّٰت کی یہ آیتیں پڑھیں۔ (سنن الترمذی: ۳۸۲۸) فرشتوں سے کہا جائے گا: ان کو پل صراط پر روک لو حتیٰ کہ ان سے ان کے ان اقوال اور اعمال کے متعلق سوال کیا جائے' جو ان سے دنیا میں صادر ہوئے ہیں ف۱۱ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے قوی ہوتا ہے' اس لیے کافر سرداروں کے پیروکار اپنے پیشواؤں سے کہیں گے: تم افضل اور قوی جانب سے ہمیں حکم دیتے تھے' اس لیے ہم تمہارے احکام کی پیروی کرتے تھے اور تم نے ہم کو کفر اور شرک پر مجبور کر دیا' پھر کافر پیشوا اپنے پیروکاروں کو جواب دیں گے: نہیں! بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے' ہمارے پاس ایسی کوئی قدرت اور طاقت نہ تھی کہ ہم تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے دل و دماغ پر تصرف کر کے تم کو کافر اور مشرک بنا دیتے' بلکہ تم خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی میں انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ہم کو عذاب دینے کی خبر دی ہے اور اس کی دی ہوئی خبر صادق اور برحق ہے' سو ہم کو یہ عذاب ضرور ہوگا' ان کے اس قول میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے' اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا تھا: ''قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُO لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَO'' (ص: ۸۵-۸۴) فرمایا: تو یہ حق ہے اور میں حق ہی فرماتا ہوںO میں ضرور تجھ سے اور ان سب لوگوں سے دوزخ کو بھر دوں گا جو تیری پیروی کریں گےO پھر ان کے پیشواؤں نے اعتراف کیا کہ بے شک ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا' بے شک ہم خود بھی گمراہ تھے' اگر یہ اعتراض ہو کہ اس سے پہلے انہوں نے اپنے پیروکاروں کے الزام کے جواب میں کہا تھا: بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے' ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا' اور اب یہ کہا کہ ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا' اور ان دونوں باتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے زبردستی اور جبراً تم کو مشرک نہیں بنایا تھا' اور اس آیت میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم نے تم کو صرف گمراہی کی دعوت دی تھی اور ہم تمہاری گمراہی کا سبب تھے اور اس میں انہوں نے زبردستی کرنے اور جبر کرنے کا اعتراف نہیں کیا ف۱۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس بے شک وہ اس دن عذاب میں شریک ہوں گے' یعنی پیشوا اور پیروکار اور تابع اور متبوع دونوں عذاب میں شریک ہوں گے' جس طرح دنیا میں دونوں کفر اور شرک میں مشترک تھے' آخرت میں عذاب میں بھی مشترک ہوں گے۔

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝۳۶ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۷

وجہ سے اپنے معبودوں کو ترک کر سکتے ہیں!O نہیں! بلکہ وہ حق لے کر آئے تھے اور انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تصدیق کی تھیO

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝۳۸ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

بے شک تم ضرور درد ناک عذاب کو چکھنے والے ہو O اور تم کو صرف تمہارے

تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

کرتوتوں کی ہی سزا دی جائے گی O ۱۳ ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کےO ان کے لیے مقررہ

مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۴۳ عَلٰى

روزی ہے O ۱۴ عمدہ میوے ہیں اور وہ عزت دار ہوں گے O ۱۵ نعمت والی جنتوں میں O وہ ایک

سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۴۵ بَيْضَآءَ

دوسرے کے سامنے تختوں پر مسند نشیں ہوں گے O ان پر چھلکتی ہوئی شراب کا جام گردش کر رہا ہو گا O وہ (شراب)

لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷ وَ

سفید اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہو گی O نہ اس سے درد سر ہو گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے O ۱۶ اور

عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹

ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی O گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں O

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۵۰ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ

پس وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف مڑ کر سوال کریں گے O ۱۷ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا:

اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝۵۱ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝۵۲ ءَاِذَا مِتْنَا

بے شک دنیا میں میرا ایک ساتھی تھاO جو کہتا تھا: کیا تو ضرور (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہےO کیا جب ہم مر جائیں

ف۱۳ یعنی کفر اور شرک پر جو ان کو عذاب دیا جائے گا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' نہ یہ سزا ان کے ساتھ خاص ہے' ہمارا ہمیشہ سے یہی دستور ہے' پھر ان کا جرم بیان فرمایا کہ جب بھی ان سے کہا جاتا کہ یہ مان لو اور اس کا اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے اور اس کو نہیں مانتے تھے' اسی طرح انہوں نے نبی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ایک دیوانے شاعر کے قول کی وجہ سے اپنے معبودوں کو ترک نہیں کر سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ حق لے کر آئے تھے یعنی وہ دیوانے شاعر کیسے ہو سکتے ہیں' انہوں نے گزشتہ رسولوں کی تصدیق کی ہے' جس طرح گزشتہ رسولوں نے اللہ کی توحید بیان کی تھی' انہوں نے بھی اللہ کی توحید بیان کی ہے اور اس کے شریک کی نفی کی ہے' ان کی نبوت کا انکار کر کے ان کو دیوانہ شاعر کہنے کی وجہ سے تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو' اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے' وہ کسی کو بلاوجہ عذاب نہیں دیتا اور بغیر جرم کے کسی کو سزا نہیں دیتا اور تم کو صرف تمہارے کرتوتوں کی ہی سزا دی جائے گی' اللہ تعالیٰ نے نیک اور اچھے کاموں کا حکم دیا ہے اور قبیح اور برے کاموں سے روکا ہے اور نیک کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے اور برے کاموں پر عذاب سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور پسندیدہ بندے آخرت میں نجات پائیں گے اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے ف۱۴ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ آخرت میں کافروں اور متکبروں کے کیا احوال ہوں گے اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ آخرت میں مؤمنین صالحین کے کیسے احوال ہوں گے۔ الصّٰفّٰت: ۴۱ میں بتایا کہ ان کی روزی معلوم ہے' اس میں مختلف اقوال ہیں کہ ان کی روزی کی کون سی صفت معلوم ہے؟ بعض نے کہا: روزی ملنے کا وقت معلوم ہے' ہر چند کہ صبح اور شام کا تحقق نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں ہے کہ ان کو صبح اور شام روزی ملے گی: ''وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا O'' (مریم: ۶۲) اور ان کے لیے جنت میں صبح اور شام ان کی روزی ہےO اور ایک قول یہ ہے کہ یہ معلوم ہے کہ جنت کا رزق خوش ذائقہ اور خوش بودار ہو گا اور دیکھنے میں بہت حسین ہو گا' اور ایک قول یہ ہے کہ جنتیوں کو معلوم ہو گا کہ ان کا رزق دائمی ہے' ان کو یہ خطرہ نہیں ہو گا کہ دنیا کے رزق کی طرح وہ فانی اور زائل ہونے والا ہے ف۱۵ میووں اور پھلوں کو لوگ حصول لذت کے لیے کھاتے ہیں' پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کھاتے اور فرمایا کہ ان کو وہ رزق عزت کے ساتھ دیا جائے گا' اس طرح نہیں ہو گا جس طرح جانوروں کے آگے چارا ڈال دیا جاتا ہے ف۱۶ اس آیت میں ''غول'' کا لفظ ہے' ''غول'' کا معنی ہے: درد سر' مستی' نشہ' یعنی جنت کی شراب سے درد سر اور بدمستی نہیں ہو گی' اس شراب کو پینے سے سر میں چکر نہیں آئیں گے' ناگہانی ہلاک کر دینے والی چیز کو بھی ''غول'' کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۷۷) ف۱۷ اس آیت میں ''قاصرات الطرف'' کا لفظ ہے' ''قصر'' کا معنی ہے: روکنا اور بند کرنا' اور ''طرف'' کا معنی ہے: دیکھنا اور نظر کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی نظروں کو روک کر بند رکھیں گی اور اپنے خاوندوں کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھیں گی' اور اس میں ''عین'' کا لفظ ہے' زجاج نے کہا: اس کا معنی ہے: بڑی بڑی آنکھوں والی حسین و جمیل عورتیں' اور اس میں ''بیض'' کا لفظ ہے' یہ ''بیضة'' کی جمع ہے' اس کے معنی انڈے کے ہیں' اور ''مکنون'' کے معنی چھپی ہوئی اور پوشیدہ چیز' انڈے میں سفیدی اور زردی اس کے چھلکے میں پوشیدہ ہوتی ہے اور جب تک وہ چھپی رہے' وہ گرد و غبار اور بیرونی تغیرات سے محفوظ اور مامون رہتی ہے اور جس طرح انڈے کی اندرونی سطح سفید پردے میں بند ہوتی ہے' اسی طرح حوریں سفید پردے میں بند اور ان چھوئی ہوں گی: ''لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ O'' (الرحمٰن: ۵۶) ان کو اس سے پہلے کسی انسان نے چھوا ہے نہ جن نےO اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی اور روحانی لذتوں کا ذکر فرمایا ہے' میووں' پھلوں اور شراب طہور کے کھانے اور پینے سے انسان کو جسمانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں اور حسین و جمیل عورتوں کے قرب سے بھی اس کو جسمانی لذت حاصل ہوتی ہے' اور ان آیات میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ جنت میں مؤمنوں کی تکریم کی جائے گی اور ان کی اپنے دوستوں سے ملاقات ہو گی اور وہ ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے اور ان چیزوں سے روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔

وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

کے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس وقت ضرور ہم کو بدلہ دیا جائے گا؟O وہ کہے گا: کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنے والے ہو؟O

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾

سو وہ اس کو جھانک کر دیکھے گا تو اس کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گاO سو وہ (اس سے) کہے گا: اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتاO

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتاO ۱۸ (جنتی لوگ فرشتوں سے کہیں گے:) کیا اب ہم مرنے والے نہیں

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

ہیں؟O سوا اس پہلی موت کے اور کیا ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا؟ O (پھر تو) بے شک یہ بہت بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا

کامیابی ہے O ایسی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے O آیا یہ زیادہ اچھی مہمانی

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

ہے یا تھوہر کا درخت؟ O ۱۹ بے شک ہم نے اس کو ظالموں کے لیے عذاب بنا دیا ہےO بے شک وہ ایسا درخت

تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾

ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے O ۲۰ اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں O ۲۱

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ

(دوزخی) ضرور اسی درخت سے کھائیں گے سو اسی سے پیٹ بھریں گے O ۲۲ پھر بے شک ان کے لیے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾

(پیپ) ملا ہوا گرم پانی ہو گا O پھر بے شک ان کا ضرور دوزخ کی طرف لوٹنا ہو گا O

ف۱۸ امام طبری اپنی سند کے ساتھ فرات بن ثعلبہ سے ان آیات کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی ایک دوسرے کے شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہو گئے انہوں نے آپس میں ان کو تقسیم کر لیا' پھر وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے' پھر ان میں سے ایک نے ایک ہزار دینار کا ایک محل خرید لیا اور دوسرے کو بلا کر اپنا محل دکھایا' دوسرے نے کہا: یہ واقعی بہت خوبصورت محل ہے' پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میرے اس صاحب نے ایک ہزار دینار کا یہ محل خرید لیا ہے اور میں اپنے حصہ کے ایک ہزار دینار کے عوض تجھ سے جنت میں ایک محل خریدتا ہوں' پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے' پھر کچھ عرصہ بعد پہلے شخص نے ایک ہزار دینار کے عوض ایک عورت سے شادی کر لی اور اس دوسرے شخص کو اپنی بیوی دکھائی' اس نے کہا: واقعی یہ بہت خوبصورت ہے' وہ وہاں سے چلا گیا' پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! میرے اس صاحب نے ایک ہزار دینار میں ایک حسین عورت سے شادی کی ہے' میں تجھ سے اپنے ایک ہزار دینار کے بدلہ میں جنت کی بڑی آنکھوں والی حور کا سوال کرتا ہوں' اور اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے' پھر کچھ دنوں بعد اس پہلے شخص نے دو ہزار دینار میں دو باغ خرید لیے اور اس دوسرے شخص کو اپنے دونوں باغ دکھا کر کہا: میں نے دو ہزار دینار میں یہ دو باغ خریدے ہیں' اس نے کہا: یہ واقعی بہت خوبصورت باغ ہیں' اور اس نے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے جنت میں دو باغوں کا سوال کرتا ہوں' پھر اس نے بقیہ دو ہزار دینار صدقہ کر دیئے' پھر موت کے فرشتہ نے ان دونوں کی روح کو قبض کر لیا اور دوسرے شخص کو جنت کے محل میں لے جا کر ایک محل دکھایا' پھر ایک حسین و جمیل حور دکھائی اور اس کو جنت میں دو باغ دکھائے اور اس کو بتایا: یہ محل' یہ حور اور یہ دونوں باغ تمہارے ہیں' پھر اس کو یاد آیا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی اور شریک تھا' جس نے اپنے حصہ کے چار ہزار دینار دنیا میں ہی خرچ کر لیے تھے اور آخرت کے لیے کوئی نیکی نہیں کی تھی اور وہ آخرت اور آخرت میں جزا اور سزا کا انکار کرتا تھا' وہ فرشتہ سے اس کے متعلق پوچھے گا تو فرشتہ اس کو دکھائے گا وہ دوزخ میں جل رہا ہو گا' پھر وہ جنتی اس دوزخی کو ملامت کرے گا اور کہے گا: اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا' اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو آج میں بھی دوزخ میں ہوتا۔ (جامع البیان: ۲۲۵۲۲) ف۱۹ اس آیت میں ''شجرة الزقوم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تھوہر کا درخت' یہ درخت دوزخ میں سخت بدذائقہ درخت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر درخت زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں پر گرا دیا جائے تو ان کی زندگی فاسد ہو جائے گی تو ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کا طعام ہی زقوم ہو گا۔ (سنن الترمذی: ۲۵۸۵) ف۲۰ کفار نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے' پھر دوزخ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو پیدا ہی دوزخ کی جڑ سے کیا ہے چونکہ اس درخت کی اصل آگ ہے' اس لیے یہ آگ میں ہی پھلا پھولا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ مچھلی پانی میں زندہ رہتی ہے اور پانی میں غرق نہیں ہوتی' جب کہ دوسرے جاندار پانی میں غرق ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ مالک اور خالق ہے' وہ چاہے تو پانی میں زندہ مخلوق پیدا کر دے اور وہ چاہے تو آگ میں زندہ مخلوق پیدا کر دے ف۲۱ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار نے شیطانوں کے سروں کو تو نہیں دیکھا تھا' پھر ''شجرة الزقوم'' کے شگوفوں کو شیطان کے سروں سے تشبیہ دینے کا کیا فائدہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کے سروں کی بدہیئتی اور بدصورتی ان کے دلوں اور دماغوں میں جاگزیں تھی' ہر چند کہ انہوں نے شیطان کے سروں کو نہیں دیکھا تھا' پھر بھی ان کے خیال میں وہ بہت بھیانک اور ڈراؤنے تھے' جیسے لوگ بن دیکھے غول بیابان سے ڈرتے ہیں اور بچے بھوتوں' چڑیلوں اور ڈائنوں سے ڈرتے ہیں' اور جس طرح لوگوں کے دماغ میں یہ مرکوز ہے کہ پری بہت حسین ہوتی ہے' اس لیے وہ کسی حسین لڑکی کو پری کہتے ہیں اگرچہ انہوں نے پری کو نہیں دیکھا جس طرح وہ کسی نیک آدمی کو فرشتہ کہتے ہیں' اگرچہ انہوں نے فرشتہ کو نہیں دیکھا ف۲۲ دوزخی پیٹ بھر کر زقوم کے درخت سے کھائیں گے' اس کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ ہر چند کہ وہ بہت کڑوا اور بہت بدذائقہ ہو گا لیکن ان کو اس قدر شدید بھوک لگی ہو گی کہ وہ اپنی بھوک دور کرنے کے لیے اس درخت کے کڑوے کسیلے' بدذائقہ پھلوں کو بھی

إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ

بے شک انہوں نے اپنے آباء واجداد کو گم راہ پایا ○ سو وہ ان ہی کے نقش قدم پر بھگائے جاتے رہے ○ اور ان

ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿٧٢﴾

سے پہلے بھی اکثر پہلے لوگ گم راہ ہو چکے ہیں ○ اور بے شک ہم نے ان میں عذاب سے ڈرانے والے بھیجے تھے ○ ۲۳

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾

سو آپ دیکھئے کہ جن کو ڈرایا گیا ان کا کیسا انجام ہوا ○ ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ○

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ

اور ہم کو نوح نے پکارا (سو دیکھو) ہم کتنی اچھی طرح پکار کا جواب دینے والے ہیں ○ ۲۴ اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت

الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

بڑی مصیبت سے نجات دی ○ ۲۵ اور ہم نے ان ہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنا دیا ○ ۲۶ اور ہم نے ان کا ذکر

فِي الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٧٩﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي

بعد والوں میں باقی رکھا ○ سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں ○ ہم نیکی کرنے والوں کو

الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾

اسی طرح جزا دیتے ہیں ○ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہیں ○ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ○

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾

اور بے شک ابراہیم بھی ان کے گروہ سے ہیں ○ ۲۷ کیونکہ وہ قلب سلیم کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے ○ ۲۸

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿٨٥﴾ أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ

جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو؟ ○ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر خود ساختہ

کھا جائیں گے جیسے کوئی شخص شدید بھوک کے عالم میں مُردار بھی کھا لیتا ہے اور ایسی کئی گندی اور گھناؤنی چیزیں کھا لیتا ہے' اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دوزخ کے فرشتے ان کو جبراً اس درخت کے پھل کھلائیں گے تا کہ ان کو زیادہ عذاب ہو **ف۲۳** یعنی اس سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا جاتا رہا تھا اور ان کی قومیں ان کی تکذیب کرتی رہی تھیں' سو جس طرح گزشتہ رسول اپنی قوموں کی ہٹ دھرمی اور حق سے انحراف اور اندھی تقلید پر صبر کرتے تھے' سو آپ بھی اسی طرح صبر کریں' اور جس طرح ان رسولوں نے اپنی قوم کے انکار اور عناد کے باوجود اللہ کی طرف دعوت دینے اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے کو ترک نہیں کیا تھا' سو آپ بھی اسی طریقہ سے اپنے مشن کو جاری رکھیں اور رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم رکھیں **ف۲۴** اس کا ایک محمل یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح کی دعا بہت اچھی طرح قبول کی' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہم ہر دعا کرنے والے کی دعا کو اچھی طرح قبول کرتے ہیں **ف۲۵** قتادہ نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام کے گھر والوں میں سے آٹھ افراد ایمان لائے تھے' حضرت نوح علیہ السلام' ان کے تین بیٹے اور ان کی ازواج' چار مرد اور چار عورتیں' اور ان کی قوم میں سے کل اسی (۸۰) افراد اسلام لائے تھے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵۳) **ف۲۶** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دنیا میں جس قدر لوگ ہیں' وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' ان کے تین بیٹے ہیں' سام' حام اور یافث' تمام عرب اور عجم سام کی اولاد ہیں' اور روم' ترک اور صقالیہ یافث کی اولاد ہیں اور سوڈانی حام کی اولاد ہیں۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۴) **ف۲۷** حضرت نوح علیہ السلام کے جو عقائد مشہور تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام ان ہی عقائد پر تھے' اگرچہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔ (الکشاف ج ۴ ص ۵۰) **ف۲۸** اصولیین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جتنا عرصہ زندہ رہے' ان کا دل گناہوں کے میل کچیل سے بالکل پاک صاف تھا' ان کے دل میں شرک تھا' نہ توحید کے متعلق کوئی شک تھا نہ کسی کے خلاف کینہ اور حسد تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ لوگوں کے لیے اسی چیز کو پسند کرتے تھے جس کو اپنے لیے پسند کرتے تھے' اور تمام لوگ ان کے ضرر اور زیادتیوں سے سلامت اور محفوظ تھے۔

اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی

معبودوں کی عبادت کر رہے ہو؟O تو رب العٰلمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟O پھر انہوں نے ستاروں کی

النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤی

طرف ایک نظر ڈالیO پھر کہا: میں بے شک بیمار ہونے والا ہوںO ۲۹ سو وہ پیٹھ موڑ کر ان کے پاس سے چلے گئےO پھر وہ خاموشی سے

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ

ان کے معبودوں کے پاس گئے اور ان سے کہا: تم کیوں نہیں کھاتے؟O تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟O پھر انہوں نے خاموشی

ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا

کے ساتھ دائیں ہاتھ سے ان پر ضرب لگائیO پھر وہ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئےO ابراہیم نے کہا: تم اپنے ہی

تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا

تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے ہو!O حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہےO ۳۰ انہوں نے کہا: ان کے لیے

فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۹۸﴾

عمارت بناؤ اور ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دوO ۳۱ انہوں نے ابراہیم کے خلاف سازش کا ارادہ کیا تو ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیاO ۳۲

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ

اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب میری رہ نمائی کرے گاO ۳۳ اے میرے رب! مجھے

الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ

نیک بیٹا عطا فرماO ۳۴ سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دیO ۳۵ پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا

یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ

(تو) ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس

ف۲۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر جو فرمایا تھا: میں بیمار ہوں' اس کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں: (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام روزانہ بیمار ہو جاتے تھے' ہر چند کہ اس وقت آپ بیمار نہ تھے لیکن بیماری کا وقت آ رہا تھا (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ تمہارے کفر اور شرک اور بے راہ روی سے میرا دل پژمردہ اور بیمار ہے (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہ طور توریہ اور تعریض کہا کہ میں بیمار ہوں اور ان کا منشاء یہ تھا کہ میری قوم بیمار ہے' تعریض کا معنی ہے: صراحۃً فعل کا اسناد جس کی طرف ہو وہ مراد نہ ہو بلکہ کسی قرینہ کی بناء پر کسی اور کا ارادہ کیا جائے' جیسے کوئی عورت اپنی بیٹی سے کہے کہ تم سالن خراب پکاتی ہو اور مراد اس کی بہو ہو ف۳۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے جب اپنے خود ساختہ خداؤں کے ٹکڑوں کو ٹوٹنے کے بعد بکھرے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: ہمارے ان معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے ہی تراشیدہ بتوں کی عبادت کرتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہارے کاموں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے یعنی تم جن بتوں کی پرستش کر رہے ہو' ان کو جن لکڑیوں اور پتھروں اور مٹی سے تم نے بنایا ہے' ان چیزوں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے اور تمہارے کاموں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے تو یہ بت بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہوئے۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ بندہ اپنے افعال کا' کاسب ہے اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہر صانع اور اس کی صفت کا خالق ہے۔ (المستدرک: ۸۵) ف۳۱ مقاتل نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ان کے لیے پتھر کی ایک عمارت بناؤ' جس کا طول تیس ہاتھ ہو اور اس کا عرض بیس ہاتھ ہو اور اس کو لکڑیوں سے بھر دو' پھر اس میں آگ لگا دو' پھر ابراہیم کو اس آگ میں پھینک دو۔ (الکشف والبیان ج ۸ ص ۱۴۹) ف۳۲ اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحث کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بحث اور مناظرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غالب اور ان کو مغلوب کر دیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگ کا ضرر دور کر دیا اور ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَO'' (الانبیاء: ۶۹) ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جاO حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر نبی ﷺ کی نعت میں چند اشعار پڑھے' ان میں یہ شعر بھی تھا: ''وردت نار الخليل مستترا ☆ فی صلبه انت كيف يحترق'' حضرت خلیل اللہ کی آگ میں آپ بھی پوشیدہ طور پر وارد تھے اور جس کی پشت میں آپ موجود ہوں' اس کو آگ کیسے جلا سکتی ہے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷) ف۳۳ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اسلام دشمن لوگ زیادہ ہوں اور ایمان اور اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے انسان کی جان' اس کی عزت اور اس کا مال خطرہ میں ہو' اس پر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن کے لوگوں سے شدید عداوت اور خطرہ محسوس کیا تو آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کرنے کا قصد فرما لیا ف۳۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ اے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما' جو ان لوگوں میں سے ہو جو تیری اطاعت کرتے ہیں اور تیری نافرمانی نہیں کرتے اور زمین میں اصلاح کرتے ہیں' فساد نہیں کرتے ف۳۵ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس لڑکے کی بشارت دی' اس کی صفت حلیم (بردبار) ذکر فرمائی' ''حلیم'' اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنا کام سکون اور اطمینان سے کرے' جلدی نہ کرے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو اضطراب اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرے اور اگر کوئی کام اس کے مزاج کے خلاف ہو جائے تو غصہ اور غضب میں نہ آئے۔

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
(بیٹے) نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ ان شاء اللہ! مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے O

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ
سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا O اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم! O بے شک

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں O بے شک یہ ضرور کھلی

الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي
ہوئی آزمائش ہے O اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا O ۳۶ع اور ہم نے بعد میں آنے والوں

الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾
کے لیے ان کا ذکر باقی رکھا O ابراہیم پر سلام ہو O ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں O

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ
بے شک وہ ہمارے کامل ایمان دار بندوں میں سے ہیں O اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ
میں سے ہیں O اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے (بھی) ہیں

وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾
اور اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں O ۳۷ع اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا O

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا
اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی O اور ہم نے ان کی

ف۱۳ امام طبری تاریخ الامم والملوک (المعروف تاریخ طبری) میں لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: یہ رسی اور چھری لو اور ہمارے ساتھ اس گھاٹی میں چلو' (پھر) جب حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر گھاٹی میں پہنچے اور وہ ثبیر نامی پہاڑ کی گھاٹی تھی' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں' اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ ان کے بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (پھر) حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم سے کہا: اے ابا جان! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو مجھے مضبوطی کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیں تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں' اور میرا اجر کم نہ ہو' موت بہت سخت ہوتی ہے اور میں ذبح کے وقت تڑپنے اور پھڑکنے سے مامون نہیں ہوں' اور آپ اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تا کہ وہ مجھ سے آسانی سے گزر جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لیے لٹائیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں' پہلو کے بل نہ لٹائیں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ آپ کی نظر میرے چہرہ پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہوگی اور وہ رقت آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے مانع ہوگی اور اگر مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو لے جا کر دے دیں' اس سے ان کو تسلی ہوگی اور ان کو مجھ پر صبر آ جائے گا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کیسے عمدہ مددگار ثابت ہو رہے ہو' پھر جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا ان کو اچھی طرح باندھ دیا' پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور پھر ان کو پیشانی کے بل گرا دیا' اور ان کے چہرہ کی طرف سے اپنی نظر ہٹالی' پھر ان کے حلقوم پر چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اس چھری کو پلٹ دیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس چھری کو پھر اپنی طرف کھینچا تا کہ اس عمل سے فارغ ہوں تو ایک نداء کی گئی: اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا' یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے' اپنے بیٹے کے بدلہ اس کو ذبح کر دو۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۱۹۵ ملخصاً)
قربانی کے فضائل واحکام' مسائل وایام اور دیگر مباحث کے متعلق تفصیلی اور تحقیقی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۹ ص ۹۱۶ تا ۹۴۴ کا مطالعہ فرمائیں ف۳ حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام پر یہ برکتیں نازل فرمائیں کہ قیامت تک دنیا میں ان کی ثناء جمیل اور تعریف اور تحسین ہوتی رہے گی' اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پشت سے تمام انبیاء بنی اسرائیل پیدا ہوئے اور یہ بھی ان دونوں برگزیدہ نبیوں پر برکتوں کا نزول ہے' اور فرمایا کہ ان کی اولاد میں سے نیکی کرنے والے بھی ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین اہل کتاب ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی اولاد میں سے اپنی جان پر کھلا کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں' اور اس ارشاد میں یہ تنبیہ ہے کہ باپ کے فضائل سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیٹے میں بھی وہ فضائل ہوں تا کہ یہ چیز یہود کے لیے فخر ومباہات کا سبب نہ ہو جائے۔

هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا

مدد فرمائی سو وہ غالب رہے ○ اور ہم نے ان کو واضح کتاب دی ○ ۳۸ف اور ہم نے

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

ان کو سیدھی راہ پر چلایا ○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان دونوں کا ذکر خیر چھوڑا ○ موسیٰ اور

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ

ہارون پر سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح اچھی جزا دیتے ہیں ○ ۳۹ف بے شک وہ دونوں

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ

ہمارے کامل مومن بندوں میں سے ہیں ○ اور بے شک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ

کیا تم ڈرتے نہیں ہو! ○ کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو! ○ ۴۰ف اللہ کو جو تمہارا

رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے ○ تو انہوں نے ان کی تکذیب کی پس بے شک وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے ○ ۴۱ف

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

ماسوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ○ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر خیر چھوڑا ○

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ

آل یاسین پر سلام ہو ○ ۴۲ف ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح اچھی جزا دیتے ہیں ○ بے شک

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ

وہ ہمارے کامل بندوں سے ہیں ○ اور بے شک لوط ضرور رسولوں میں سے ہیں ○ جب

ف۳۸ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر کیا کیا انعامات فرمائے' ان دونوں کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا' ان کو اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات عطا فرمائی' جس نے ان لوگوں کو غلام بنا رکھا تھا' ان کے بیٹوں کو قتل کرا دیتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو فرعون اور اس کی قوم پر غلبہ عطا فرمایا' اور انہوں نے فرعون کی زمین اور اس کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک آسمانی کتاب نازل فرمائی' جس میں وضاحت کے ساتھ احکامِ شرعیہ بیان فرمائے۔ الصّٰفّٰت: ۱۱۴ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے' احسان سے مراد ہے: نفع پہنچانا' اور نفع کی دو قسمیں ہیں: دنیاوی نفع اور دینی نفع' دنیاوی منافع میں حیات' عقل' حواس اور مشاعر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پرورش فرمانا ہے' اور صحت اور عافیت کے ساتھ قابل ذکر عمر عطا فرمانا ہے' اور دینی نفع میں علم اور عمل صالح ہے اور اس کا اعلیٰ درجہ نبوت اور رسالت ہے' اور ان کو روشن کتاب تورات کا عطا کیا جانا ہے جو ان کی ضروریات کے تمام علوم اور احکام پر مشتمل ہے ف۳۹ اس سے مقصود اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ سب سے بڑی فضیلت اور سب سے بڑا شرف ایمان کامل سے حاصل ہوتا ہے' ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات اور اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنا ہے' اور ایمان کامل یہ ہے کہ اس کے تمام احکام پر عمل کیا جائے ف۴۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' الصّٰفّٰت: ۱۲۶۔۱۲۳ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: اس شہر کا نام بعل بک اس لیے رکھا گیا تھا کہ یہاں کے لوگ ''بعل'' کی عبادت کرتے تھے اور اس جگہ کا نام ''بک'' تھا' پھر اس کا نام ''بعل بک'' پڑ گیا۔ حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت الیاس کو بعل بک کے لوگوں کی طرف بھیجا' یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے' اور بنی اسرائیل کے بادشاہ عام لوگوں سے الگ رہتے تھے' جس بادشاہ کے ساتھ حضرت الیاس رہتے تھے' وہ حضرت الیاس کے مشوروں پر عمل کرتا تھا اور ان کی ہدایت کی پیروی کرتا تھا' ایک دن اس کی قوم کے بت پرست لوگ آئے اور کہا: یہ شخص تم کو گمراہی اور جھوٹ کی دعوت دے رہا ہے' تم ان بتوں کی عبادت کرو جن کی اور بادشاہ عبادت کرتے ہیں اور اس کے دین کو چھوڑ دو' پھر وہ بادشاہ ان کے کہنے میں آ گیا اور حضرت الیاس سے کہا: اے الیاس! تم میری جھوٹے دین کی طرف رہنمائی کر رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ بنو اسرائیل کے تمام بادشاہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ دنیا کی نعمتوں سے مزے اڑا رہے ہیں اور ان کی نعمتوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور ہمیں ان پر کوئی فضیلت نہیں ہے' پھر وہ لوگوں کے دین کی طرف لوٹ گیا اور حضرت الیاس اس سے الگ ہو گئے' ایک روایت کے مطابق جب حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی تو اس دعا کے سبب ان سے بارش کو روک لیا گیا' انسان' حیوان اور حشرات الارض بھوک سے مرنے لگے' آخر کار مجبور ہو کر بادشاہ اور اس کی قوم نے حضرت الیاس علیہ السلام کی طرف رجوع کیا' آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہو گئے اور دیکھتے دیکھتے جل تھل ہو گیا اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ (تاریخ دمشق ج۹ ص ۱۵۷۔۱۵۶) ف۴۱ آیت: ۱۲۷ میں صراحت کے ساتھ عذاب کا ذکر نہیں ہے' جبکہ قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ ان کو عذاب پر پیش کیا جائے گا' نیز کسی کو پیش کیا جانا عموماً سزا کے موقع پر بولا جاتا ہے' اور قرآن مجید میں اس کا استعمال عذاب دینے کے موقع پر کیا جاتا ہے ف۴۲ ''یاسین'' حضرت الیاس کے باپ کا نام تھا اور ''آل یاسین'' سے مراد حضرت الیاس ہیں اور حضرت الیاس کو کنایہ سے تعبیر کرنے میں ان کی تعظیم ہے' جس طرح نبی ﷺ کو آل ابراہیم سے تعبیر کرنے میں آپ کی تعظیم ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''یاسین'' سے مراد خود حضرت الیاس ہوں اور ''آل'' کا لفظ زائد ہو' ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''یاسین'' سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی آل ہے۔ امام ابن ابی حاتم' امام ابن مردویہ اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ''سلام علی الیاسین'' کی تفسیر میں کہا: ہم آل محمد ''آل یاسین'' ہیں اور یہ ایسی صورت میں ہوگا جب یاسین سیدنا محمد ﷺ کا نام ہو۔ (روح المعانی جز ۲۳ ص ۲۸)

نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ

ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دی O ماسوا ایک بڑھیا کے جو باقی رہ جانے والوں میں سے ہوئی O پھر

دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ

ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا O اور (اے مکہ والو!) تم ضرور صبح کے وقت ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے ہو O اور رات کو بھی

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى

تو کیا تم نہیں سمجھتے! O ۴۳ اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں O جب وہ

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ

بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے O پھر قرعہ اندازی ہوئی تو وہ مغلوبوں میں سے ہو گئے O پس ان کو مچھلی

الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ

نے نگل لیا اس وقت وہ خود کو ملامت کرنے والے تھے O پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے O تو وہ ضرور

فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ النصف فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

روز حشر تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے O ۴۴ سو ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بہت کم زور ہو چکے تھے O ۴۵

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ

اور ہم نے ان پر بیل دار (لوکی کا) درخت اگا دیا O اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زائد

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ

آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا O سو وہ ان پر ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا O پس آپ

الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

ان سے پوچھیے کہ آپ کے رب کے لیے بیٹیاں ہوں اور ان کے لیے بیٹے ہوں! O کیا ہم نے جب فرشتوں کو مونث بنایا تھا

ف۴۳ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے مقدس بندے حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دی' ماسوا ان کی بیوی کے' کیونکہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہو گئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو انواع و اقسام کی سزائیں دے کر ہلاک کیا' اور زمین کے جس خطہ پر وہ آباد تھے' وہ انتہائی بدبودار اور قبیح المنظر ہو گیا تھا' اس جگہ کے سمندر کا پانی سخت کڑوا اور بدذائقہ ہو گیا تھا' اور وہ جگہ ایک عام شاہراہ پر تھی اور وہاں سے دن رات مسافر گزرتے تھے' اس لیے فرمایا: تم اس جگہ کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے' اللہ تعالیٰ نے ان کو کس طرح ہلاک کر دیا' سوائے مکہ والو! تم بھی اگر کفر پر اصرار کرتے رہے تو تمہارا بھی یہی انجام ہو گا۔ ف۴۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنی قوم کے خلاف اپنے رب سے دعا کی اور اپنی قوم سے یہ وعدہ کیا کہ تین دن بعد ان پر عذاب آ جائے گا' پھر حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر چلے گئے اور ان کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر جانے پر اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس نہیں کرے گا' پھر جب حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے' تو کشتی دریا کے وسط میں پہنچ کر دائیں بائیں گردش کرنے لگی۔ لوگوں نے کشتی والوں سے پوچھا: تمہاری کشتی کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: پتا نہیں' حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: مجھے معلوم ہے کیا ہوا ہے' کشتی والوں نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: ایک غلام اپنے مالک سے بھاگ کر آ گیا ہے' یہ کشتی اس وقت تک نہیں روانہ ہو گی' جب تک تم اس غلام کو دریا میں پھینک نہیں دو گے' انہوں نے پوچھا: وہ غلام کون ہے؟ حضرت یونس نے کہا: وہ غلام میں ہوں' انہوں نے کہا: ہم آپ کو دریا میں نہیں پھینکیں گے' اللہ کی قسم! ہم کو صرف آپ کے وسیلہ سے نجات کی توقع ہے' حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: اچھا قرعہ اندازی کر لو' جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کو دریا میں پھینک دینا' انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس کے نام کا قرعہ نکل آیا' انہوں نے آپ کو پانی میں ڈال دیا' اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کے دل میں ڈالا کہ ابھی میرے ایک بندے کو دریا میں ڈالا جائے گا تم اس کو نگل لینا' تم اس کے گوشت میں کوئی خراش نہ ڈالنا اور نہ اس کی ہڈی کو توڑنا' وہ میرا نبی اور پسندیدہ بندہ ہے' مچھلی نے کہا: اے میرے رب! میں اپنے پیٹ کو اس کا مسکن بنا دوں گی اور اس کی اس طرح حفاظت کروں گی' جس طرح ماں اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے' جب کشتی والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو پھینک دیا تو مچھلی نے آپ کو پکڑ کر نگل لیا' حضرت یونس اس کے پیٹ میں جنات اور مچھلیوں کی تسبیح پڑھنے کی آوازیں سنتے تھے' پھر حضرت یونس علیہ السلام تسبیح اور تہلیل پڑھنے لگے اور جب چالیس دن پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس غم سے نجات دی' اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو مچھلی کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ حضرت یونس کو وہیں اُگل دے' جہاں سے اس نے ان کو نگلا تھا۔ (تاریخ دمشق ج ۶۹ ص ۲۴۹۔۲۴۸ ملخصاً) ف۴۵ حسن بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبریل' حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے منہ سے نکال کر چٹیل میدان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک پہاڑی بکری بھیجی' جو اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے منہ سے لگا دیتی تھی اور حضرت یونس اس کو چوس کر دودھ پیتے تھے' اس وقت ان کا جسم نحیف اور لاغر ہو کر بالکل چوزے کی طرح ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ ان کی طاقت اور توانائی بحال ہوتی گئی۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ صحت مند ہونے کے بعد حضرت یونس کا گزر ایک چرواہے کے پاس ہوا' آپ نے اس سے پوچھا: یونس کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: مجھے ان کا حال معلوم نہیں ہے' البتہ وہ سب سے نیک اور سب سے سچے آدمی تھے' انہوں نے ہمیں عذاب آنے کی خبر دی تھی' پھر ان کے کہنے کے مطابق عذاب کے آثار نمودار ہو گئے' پھر ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور اب ہم یونس کو ڈھونڈ رہے ہیں کہ وہ کہاں ہیں' ہم نے ان کی کوئی خبر نہیں سنی' حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس دودھ ہے؟ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس کو عزت دی ہے! جب سے حضرت یونس ہمارے پاس سے گئے ہیں' بارش ہوئی ہے نہ سبزہ اُگا ہے' حضرت یونس نے فرمایا: تم

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ

اس وقت یہ موجود تھے O سنو وہ اپنی افتراء پردازی سے ضرور کہتے ہیں کہ O اللہ کے ہاں اولاد ہوئی اور بے شک

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ

وہ ضرور جھوٹے ہیں O کیا اس نے بیٹوں کی بہ نسبت بیٹیوں کو اختیار کیا! O تم کو کیا ہو گیا تم

تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا

کیسی خبر دے رہے ہو! O کیا تم سمجھتے نہیں ہو! O یا تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہے؟ O تو تم

بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ

اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو O ف۴۶ اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسبی قرابت داری بنا دی ف۴۷ حالانکہ

وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

جنات کو علم ہے کہ وہ ضرور (عذاب پر) پیش کیے جائیں گے O ف۴۸ اللہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے رہے ہیں O

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ

ماسوا اللہ کے مخلص بندوں کے (ان کو عذاب نہیں ہوگا) O سو بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو O تم اللہ (کی مشیت) کے

عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ

خلاف (زبردستی) کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے O سوا اس کے جو (اپنے کفر کے سبب خود ہی) دوزخ میں جا گرنے والا ہے O ف۴۹ (فرشتوں

مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

نے کہا:) اور ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے O اور بے شک ہم صف بستہ ہیں O اور بلاشبہ ہم ضرور تسبیح کرنے والے ہیں O

وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

اور بے شک وہ لوگ (مشرکین) کہا کرتے تھے: O اگر ہمارے پاس پہلوں کی کوئی نصیحت ہوتی O

میرے پاس کوئی دنبی لاؤ' پھر حضرت یونس نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اب اللہ کا نام لے کر اس کا دودھ دوہو' اس نے دودھ دوہا اور حضرت یونس نے وہ دودھ پیا' اس چرواہے نے کہا: اگر حضرت یونس زندہ ہیں تو پھر آپ ہی حضرت یونس ہیں' آپ نے فرمایا: میں ہی یونس ہوں' تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو میرا اسلام کہو' چرواہے نے کہا: بادشاہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص میرے پاس یہ خبر لے کر آیا کہ اس نے حضرت یونس کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل پیش کی تو میں اس کو اپنا ملک دے دوں گا' اور میں بغیر کسی دلیل کے یہ بات نہیں کہہ سکتا' حضرت یونس نے کہا: تم یہ بکری لے جاؤ' یہ شہادت دے گی کہ میں نے اس کا دودھ پیا ہے' وہ چرواہا اس بکری کو لے گیا اور اس بکری نے شہادت دی' پھر چرواہا قوم کو لے کر اس چٹان پر پہنچا' جہاں اس نے حضرت یونس کو دیکھا تھا' ان لوگوں نے حضرت یونس کو تلاش کیا تو آپ اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے' وہ لوگ مارے خوشی کے رو پڑے اور بڑی عزت اور بہت اہتمام سے حضرت یونس کو اپنے شہر میں لے کر آئے' ان لوگوں نے اس چرواہے سے کہا: تم ہمارے سردار ہو' تم سے بڑے مرتبہ کا ہم میں سے کوئی نہیں ہے' ہم کبھی تمہاری حکم عدولی نہیں کریں گے اور وہ چرواہا چالیس سال تک ان پر حکومت کرتا رہا۔ (تاریخ دمشق ج۶۹ ص ۲۵۴۔ ۲۵۲' ملخصاً) ف۴۶ کفار نے جو یہ کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' ان کی اس خبر کے صادق ہونے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں: (۱) انہوں نے فرشتوں کی تخلیق کے عمل کا مشاہدہ کیا تھا (۲) ان کو کسی مخبر صادق نے یہ خبر دی کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (۳) ان کے پاس اس پر کوئی نقلی دلیل اور شہادت تھی' اور یہ تینوں وجوہ ثابت نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ کفار کا یہ قول غلط اور باطل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ف۴۷ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے دشمن یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس دونوں نسباً بھائی ہیں' اللہ تعالیٰ خیر کریم ہے وہ صرف خیر کے کام کرتا ہے اور ابلیس شر خسیس ہے' وہ صرف بُرے کام کرتا ہے' جیسے مجوسی' یزدان اور اہرمن کہتے ہیں۔ (جامع البیان: ۲۲۷۶۳) ف۴۸ اس میں کفار کے قول کا رد ہے کیونکہ اگر جنات اللہ تعالیٰ کے قرابت دار اور اس کے نسبی رشتہ دار ہوتے تو ان کو عذاب پر کیوں پیش کیا جاتا ف۴۹ اس آیت میں اہل سنت و جماعت کے اس مؤقف پر دلیل ہے کہ شیطان کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا' اور ہدایت اور گمراہی دونوں فعلوں کا خالق اللہ عزوجل ہے' اللہ تعالیٰ کو ازل میں جس شخص کے متعلق یہ علم تھا کہ وہ ایمان اور تقویٰ کو اختیار کرے گا' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایمان اور تقویٰ کو پیدا کر دیا اور جس کے متعلق اس کو علم تھا کہ وہ کفر اور گمراہی کو اختیار کرے گا' اس کے لیے کفر اور گمراہی کو پیدا کر دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کے متعلق ازل میں دوزخی لکھ دیا گیا' وہی گمراہ ہوتا ہے' شیطان کسی شر اور گمراہی کو پیدا نہیں کر سکتا' ہر شخص کا سعید اور شقی ہونا ازل میں مقدر ہو چکا ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ صادق اور مصدوق ہیں: تم میں سے کسی ایک کی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کی جاتی ہے' پھر چالیس دن بعد وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے' جو اس میں روح پھونک دیتا ہے' اور اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' وہ اس کا رزق' اس کی مدت حیات' اس کے اعمال اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیتا ہے' پس اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس پر کتاب (تقدیر) غالب آ جاتی ہے' پس وہ اہل نار کا عمل کرتا ہے اور نار میں داخل ہو جاتا ہے' اور تم میں سے کوئی شخص اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور نار کے درمیان ایک ذراع رہ جاتا ہے' پھر اس پر کتاب (تقدیر) غالب آ جاتی ہے' پس وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۴۳)

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

تو ہم ضرور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے○ پس انہوں نے اللہ کا کفر کیا سو وہ عنقریب جان لیں گے○

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اور بے شک ہم پہلے ہی اپنے ان بندوں سے بات کر چکے ہیں جو رسول ہیں○ کہ بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی○

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ

اور بے شک ہمارا ہی لشکر ضرور غالب ہوگا○ ۵۰ سو آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے○ اور ان کو دیکھتے رہیے

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ

اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے○ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں!○ پس وہ عذاب جب ان کے صحن میں نازل

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ

ہوگا تو ان لوگوں کی کیسی بُری صبح ہوگی جن کو عذاب سے ڈرایا جا چکا تھا○ اور آپ ایک معین مدت تک ان سے اعراض کرتے رہیے○ اور آپ

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے○ آپ کا رب غالب ہے اور ہر اس عیب سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں○

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور رسولوں پر سلام ہو○ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے○ ۵۱

۳۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸۸ | رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ صٓ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھاسی آیتیں پانچ رکوع ہیں

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾

صٓ ۱ اس نصیحت والے قرآن کی قسم!○ بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں○

ف۵۰ یعنی ہم ان کو بتا چکے ہیں کہ بے شک ان ہی کی مدد کی جائے گی اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا' قرآن مجید میں ہے: "كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ○" (المجادلہ: ۲۱) اللہ لکھ چکا ہے' بے شک میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے' بے شک اللہ بہت قوی اور بے حد غالب ہے○ اور اس آیت میں غلبہ سے مراد عام ہے خواہ وہ مادی غلبہ ہو یا معنوی غلبہ ہو' مادی غلبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا عروج اور اقتدار ہو جیسا کہ ایک زمانہ میں براعظموں افریقہ' ایشیاء اور یورپ کے علاقوں پر مسلمانوں کی حکومت تھی' اور معنوی غلبہ یہ ہے کہ دلائل اور براھین کے اعتبار سے مسلمانوں کا غلبہ ہو خواہ وقتی طور پر مسلمان اسلحہ کی کمی اور مادی قوت کے نہ ہونے کی وجہ سے شکست کھا جائیں لیکن ان کے دین اور ان کے معتقدات اپنے دلائل کی قوت سے تمام ادیان پر غالب ہیں' اس لیے اب اس آیت پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ بعض انبیاء کو شہید کر دیا گیا اور بعض مواقع پر مسلمانوں کو شکست ہوئی تو پھر رسولوں کو اور مسلمانوں کو غلبہ کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دلائل کے اعتبار سے اس وقت بھی اللہ کے رسول اور مسلمان ہی غالب تھے

ع ۵ | ۴۴ | ۹

ف۵۱ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّٰفّٰت کو ان تین آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو تمام اہم مطالب کی جامع ہیں' کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ جو معرفت حاصل ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب اور نقائص سے بَری اور پاک ہے' اس پر لفظ "سبحان ربك" دلالت کرتا ہے اور یہ کہ تمام محاسن اور تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اس پر "رب العزة" دلالت کرتا ہے۔ تمام مخلوق ناقص ہے اور ناقص کو کسی مکمل کی احتیاج ہوتی ہے جو اس کی حصولِ کمال کی طرف رہ نمائی کرے اور اس کو عقائد صحیحہ اور اعمالِ صالحہ کی ہدایت دے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام ہیں' اس لیے جو ناقص ہیں ان پر کامل کی اتباع واجب ہوتی ہے' اس لیے مخلوق پر واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں اور ان کی اتباع کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں' سو اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیس اور اپنی حمد و ثناء کے بعد اپنے رسولوں پر سلام بھیجا اور اس میں بھی ہم کو یہ ہدایت دی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد رسولوں پر سلام بھیجا کریں' اور آخر میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" فرمایا' کیونکہ "حمد" کا استحقاق کسی عظیم انعام کی وجہ سے ہوتا ہے' سو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مُنعم ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ تمام عالمین (جہانوں) سے غنی ہے کیونکہ انعام وہی کرتا ہے جو غنی ہو اور غنی کی شان یہ ہے کہ وہ ناداروں اور مسکینوں پر فضل اور احسان کرتا ہے' سو اس میں تنبیہ فرمائی ہے کہ لوگو! اس سے اپنی خطاؤں پر معافی چاہو' اپنی حاجات کو اس سے طلب کرو' اور اس سورت کے آخر میں اس آیت کو ذکر کر کے یہ اشارہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کرو کہ تمہارا آخر اور تمہارا خاتمہ بھی اللہ کی حمد پر ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ قیامت کے دن اس کے اعمال کا وزن بڑے آلہ پیمائش میں کیا جائے' اسے چاہیے کہ وہ اپنی گفتگو میں یہ تین آیتیں پڑھا کرے: "سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○"۔ (الكشف والبيان ج ۸ ص ۱۷۴)

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ صٓ: ف ۱ اس صورت کو بھی حرف تہجی "صٓ" کے ساتھ شروع کیا گیا ہے' جیسا کہ قرآن مجید کی اور بھی کئی سورتوں کو حرف تہجی کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اور اس میں اس چیز پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور وحی الٰہی ہے' کسی انسان کا کلام نہیں ہے' اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے تو جن حروف تہجی سے یہ کلام مرکب ہے تم ان ہی حروف سے کلام بناتے ہو' سو تم بھی ان حروف سے ایسا کلام بنا لاؤ اور اگر تم ایسا معجز کلام نہ بنا سکو اور اس سے عاجز ہو جاؤ تو پھر مان لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَ

ہم ان سے پہلے بھی بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں' انہوں نے بہت فریاد کی اور وہ وقت نجات کا نہ تھا O ۲ اور

عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾

کافروں کو اس پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک شخص عذاب سے ڈرانے والا آ گیا اور کافروں نے کہا: یہ جھوٹا جادوگر ہے O ۳

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ

کیا اس نے بہت سے معبودوں کو معبود واحد بنا دیا ہے' بے شک یہ بہت عجیب بات ہے O کافروں کے سردار (اس رسول کے پاس

مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ﴿۶﴾

سے) چلے ۴ (اور کہا:) چلو اب اپنے خداؤں پر صبر کر لو بے شک اس بات کا بھی کوئی معنی ہے O ۵

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ

ہم نے یہ بات اس سے پہلے دین میں کہیں سنی' یہ صرف ان کی بنائی ہوئی (جھوٹی) بات ہے O کیا ہم میں سے

عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا

صرف ان پر ہی نصیحت نازل کی گئی ہے' بلکہ یہ کفار میری نازل کی ہوئی وحی کے متعلق شک میں مبتلا ہیں' بلکہ ابھی تک انہوں

یَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾

نے میرا عذاب چکھا ہی نہیں ہے O یا ان کے پاس آپ کے غالب اور فیاض رب کی رحمت کے خزانے ہیں O ۶

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

یا آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز ان کی ملکیت میں ہے تو ان کو چاہیے کہ رسیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں O

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

یہ اسی جگہ کفار کا شکست خوردہ حقیر لشکر ہے O ۷ ان سے پہلے نوح کی قوم

ف ۲ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ کافر قوموں پر دنیا میں عذاب نازل فرمایا تو وہ اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے چیخے چلائے اور انہوں نے بلند آواز کے ساتھ یہ نداء کی کہ ان سے عذاب دور کر دیا جائے۔ حسن بصری نے کہا کہ انہوں نے توبہ کے ساتھ نداء کی اور یہ وقت توبہ کے قبول ہونے کا نہ تھا کیونکہ کافروں پر عذاب آنے کے بعد عمل نفع نہیں دیتا ف ۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ کہنے والے کافر تھے' کیونکہ جو اللہ کے رسول کو جھوٹا کہے اور جادوگر کہے وہ کافر ہے' ان کا یہ کہنا خود بداہۃً جھوٹ ہے' کیونکہ جادوگر وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منع کرتا ہے اور شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے' جب کہ نبی ﷺ' اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت سے منع کرتے تھے' اسی طرح ان کا آپ کو جھوٹا کہنا بھی بجائے خود جھوٹ تھا' کیونکہ جھوٹا شخص وہ ہوتا ہے جو واقع کے خلاف خبر دے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ جہاں یوں ہی خود بہ خود وجود میں نہیں آ گیا' اس کا کوئی بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے اور وہ واحد ہے کیونکہ اس تمام جہان کا نظام طرزِ واحد اور نظمِ واحد پر چل رہا ہے اور اس کا نظم واحد پر چلنا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے ف ۴ مفسرین نے کہا ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب نے اسلام قبول کر لیا تو قریش پر یہ واقعہ بہت دشوار گزرا اور مسلمان اس سے بہت خوش ہوئے' ولید بن مغیرہ نے قریش کی ایک جماعت سے کہا' جن میں ان کے صنادید اور اشراف موجود تھے: ابوطالب کے پاس چلو' پھر انہوں نے ابوطالب سے آ کر کہا: آپ ہمارے شیخ اور بزرگ ہیں' آپ کو معلوم ہے کہ ان نادان لڑکوں نے کیا کیا ہے' ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان کوئی معتدل راہ نکال دیں' ابوطالب نے نبی ﷺ کو بلوایا اور آپ کے آنے کے بعد آپ سے کہا: اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم ہے' یہ چاہتی ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی قابل عمل فیصلہ ہو جائے اور تم اپنی قوم سے ذرہ برابر بھی زیادتی نہ کرو' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں' کفار قریش نے کہا: آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دیں' ہم آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم ایک کلمہ پڑھ کر مان لو' تمام عرب تمہارے زیرنگین ہو جائیں گے اور تمام عجم بھی تمہارے ماتحت ہو جائے گا۔ ابوجہل نے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے' ایسا کلمہ تو ہم دس بار پڑھنے پر بھی تیار ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم پڑھو "لا الٰہ الا اللّٰہ" (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے)' یہ بات سن کر وہ متوحش ہوئے اور اس مجلس سے اٹھ گئے اور کہنے لگے: یہ تمام معبودوں کو ملا کر ایک معبود قرار دے رہے ہیں' تمام لوگ یہ بات کیسے مان لیں گے کہ ان کا معبود صرف ایک معبود ہے' تب اللہ تعالیٰ نے سورت صٓ کی یہ آیات نازل فرمائیں۔ (اسباب النزول للواحدی ص ۳۸۱) ف ۵ امام ابومنصور ماتریدی نے کہا: جب کفار اپنے بتوں کی عبادت کرنے پر صبر سے راضی ہو گئے حالانکہ بتوں کی عبادت کرنا باطل ہے تو مسلمان اس کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ صبر کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت کرتے رہیں اور اس راہ میں کسی ملامت یا کسی تشنیع یا کسی مصیبت کی پرواہ نہ کریں ف ۶ کفار کہتے تھے کہ نبوت و رسالت سب سے عظیم مرتبہ ہے' اس لیے یہ مرتبہ سب سے عظیم اور مشرف انسان کو ملنا چاہیے' اور (سیدنا) محمد (ﷺ) سب سے عظیم اور مشرف انسان نہیں ہیں' کیونکہ ان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے نہ جاہ و حشم ہے' نہ ان کے ماتحت کوئی جتھا ہے' نہ یہ کسی قبیلہ کے سردار ہیں' اس لیے نبوت و رسالت کا منصب ان کو نہیں ملنا چاہیے اور نہ یہ اس کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ان کافروں کے پاس ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں' جس کو وہ چاہتے ہیں اس کو دیتے ہیں اور جس کو نہیں چاہتے اس کو نہیں دیتے اور اپنی رائے کے مطابق اس کے خزانوں میں حکم نافذ کرتے ہیں اور اپنے صنادید اور سرداروں کو نبوت عطا کرتے ہیں' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبوت تو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کا انعام ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ انعام کرتا ہے' اس کو دینے اور نوازنے سے کوئی روکنے والا اور منع کرنے والا نہیں ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون اس منصب کے لائق ہے ف ۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس جگہ کفار کی یہ جماعتیں مل کر سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر زبان طعن دراز کر رہی تھیں' اسی

وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـئَیْكَةِ

اور عاد اور میخوں والے فرعون کی قوم تکذیب کر چکی ہے ○ اور ثمود اور لوط کی قوم اور اصحاب ایکہ

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَ

یہ کفار کے گروہ ہیں ○ ۸ ان میں سے ہر گروہ نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہو گیا ○ ۹ اور

مَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا

یہ (کفار) صرف ایک سخت چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے درمیان کوئی مہلت نہیں ہو گی ○ ۱۰ اور انہوں نے کہا:

رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ

اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے ○ ۱۱ آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ

اور ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو یاد کیجئے' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے ○ ۱۲ ہم نے پہاڑوں کو ان کے

یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَ

تابع کر دیا تھا کہ وہ شام کو اور دن چڑھے ان کے ساتھ تسبیح پڑھیں ○ اور جمع شدہ پرندے بھی سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے ○ اور

شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ

ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت اور قول فیصل عطا فرمایا ○ ۱۳ اور کیا آپ کے

نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی؟ جب وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے ○ جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ

ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا: آپ نہ گھبرائیں ہم دو لڑنے والے فریق ہیں ۱۴ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ

جبکہ ان کے لڑنے والی ایک قلیل اور حقیر جماعت شکست کھائے گی۔ اس کا اشارہ فتح مکہ کی طرف ہے ف۸ یعنی ہم نے گزشتہ آیات میں جن لوگوں کا ذکر کیا ہے' انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے خلاف محاذ بنا لیا تھا' ہم ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کر چکے ہیں' سو اسی طرح اہل مکہ آپ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو وہ اس خطرے میں ہیں کہ ان پر عذاب نازل کر دیا جائے اور چونکہ آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے ان پر اب آسمانی عذاب نہیں آئے گا تاہم کسی جنگ میں ان پر شکست مسلط کر کے ان کو ضرور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا' جیسے جنگ بدر میں' جنگ خندق میں اور بالآخر فتح مکہ کے موقع پر ان کی کمر بالکل توڑ دی گئی ف۹ یعنی انبیاء علیہم السلام جب انہیں عذاب سے ڈراتے یا ثواب کی ترغیب دیتے تھے تو یہ ان کی تکذیب کرتے تھے تو پھر ضروری ہو گیا کہ ان پر عذاب نازل کیا جائے' ہر چند کہ ان کو کافی ڈھیل دی گئی اور ان کو ایمان لانے کے لیے کافی وقت دیا گیا لیکن جب بالآخر یہ ایمان نہیں لائے تو پھر ان پر عذاب نازل کر دیا گیا اور اس سے مقصود سننے والوں کو ڈرانا اور دھمکانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی سابقہ امتوں کی روش قائم رکھی تو ان پر بھی عذاب کا نزول ناگزیر ہو جائے گا ف۱۰ اس آیت میں "فواق" کا لفظ ہے "فواق" اسم جامد ہے' اس کی جمع "افوقة" اور "افقة"

وقف لازم

ہے' اس کا معنی ہے: درمیانی وقفہ' دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے' اس کو "فواق" کہتے ہیں' دودھ دوہنے والا ایک مرتبہ دودھ دوہ چکتا ہے' پھر بچے کے پینے کے لیے دوہنا چھوڑ دیتا ہے' بچے کے پینے سے جانور کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتر آتا ہے' دودھ دوہنے والا بچہ کو ہٹا کر خود دوبارہ دودھ دوہ لیتا ہے' اس درمیانی وقفہ کا نام اصل لغت میں "فواق" ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۰۲) ف۱۱ اس آیت میں "قطنا" کا لفظ ہے' "القط" کا معنی ہے: کسی چیز کو کاٹنے کے بعد اس کا حاصل شدہ ٹکڑا' اور اس سے مراد ان کا حصہ اور مقسوم ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ہم کو جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں' اس عذاب میں سے جو حصہ ہمارے لیے مقدر ہے وہ حصہ ہمیں دنیا میں دلوا دیں اور اس کو روز حساب تک مؤخر نہ کریں ف۱۲ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق "ذا الاید" طاقت ور فرمایا' یعنی وہ عبادت کو انجام دینے سے اور گناہوں سے باز رہنے میں بہت طاقت ور تھے۔ قتادہ نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قوت اور دین کی فقہ عطا کی گئی تھی' ان کی عبادت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے تھے' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی' وہ نصف شب تک سوتے' پھر تہائی شب قیام کرتے' پھر رات کے (بقیہ) چھٹے حصہ میں سوتے (فرض کیجئے کہ چھ گھنٹے کی رات ہے تو وہ پہلے تین گھنٹے سوتے' پھر دو گھنٹے نماز پڑھتے اور آخری ایک گھنٹہ میں پھر سو جاتے)۔ (صحیح البخاری: ۳۴۲۰) ف۱۳ "حکمت" سے مراد ہے: نبوت اور کمال علم اور پختہ عمل' ایک قول ہے: اس سے مراد زبور ہے اور علم الشرائع ہے' اور "فصل خطاب" سے مراد ہے: دو فریقوں کے درمیان حق کو باطل سے متمیز اور ممتاز کر دینا' یا اس سے مراد وہ کلام ہے جو صحیح اور فاسد کے درمیان فارق اور فیصلہ کن ہو' اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا وہ کلام ہے جو مقدمات کے فیصلوں اور سلطنت کی تدبیروں اور مشوروں کے متعلق کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "فصل خطاب" سے مراد ایسا کلام ہو جو متوسط ہو' نہ اس قدر مختصر ہو کہ اس سے اصل مراد واضح نہ ہو اور نہ اس قدر طویل ہو جس سے مخاطب اکتا جائے اور ملول خاطر ہو ف۱۴ قرآن مجید کی ظاہر آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی محراب میں غیر معروف طریقہ سے داخل ہونے والے دو انسان تھے اور یہ ان کی محراب میں اس وقت داخل ہوئے' جو ان کے فیصلہ کرنے کے اوقات نہیں تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان کو دیکھ کر اس لیے گھبرا گئے کہ وہ عام معروف راستہ سے نہیں آئے تھے اور اس وقت آپ عبادت میں مصروف تھے' انہیں دیکھ کر آپ کو یہ خیال آیا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے کے ارادہ سے آئے ہیں' کیونکہ آپ اس وقت بالکل اکیلے تھے اور عبادت میں مصروف تھے اور جب یہ واضح ہو گیا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے کے ارادہ سے نہیں آئے' بلکہ آپ سے

وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ

ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور بے انصافی نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں O بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے

تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی

پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے اور مجھ پر بات میں دباؤ

الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِیْرًا

ڈال رہا ہے O داؤد نے کہا: اس نے تجھ سے دنبی کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ۱۵ تا کہ اس کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملائے اور بے شک اکثر

مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

شرکاء ایک دوسرے پر ضرور زیادتی کرتے ہیں' سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور ایسے

الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ

لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے' سو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی ۱۶

خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ

اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا O تو ہم نے ان کی اس بات کو معاف کر دیا اور بے شک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں

حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ

خاص تقرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے O اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے ۱۷ سو آپ

النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّ

لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ کی

الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ

راہ سے بہکا دے گی' ۱۸ بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روز حساب

ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہیں تو حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر افسوس ہوا اور ندامت ہوئی کہ انہوں نے دو انسانوں کے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ کسی شر اور بدی کے ارادہ سے آئے ہیں' لہٰذا انہوں نے اپنے اس گمان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گمان پر معافی چاہی' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ (البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱) ف ۱۵ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محض ایک فریق کا بیان اور الزام سن کر حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے یہ کس طرح جائز ہو گیا کہ انہوں نے دوسرے فریق کو قصوروار اور ظالم قرار دیا' اس کے حسب ذیل جوابات دیئے گئے ہیں: (۱) امام محمد بن اسحاق نے کہا: جب فریق اوّل اپنے دعویٰ اور الزام سے فارغ ہو گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فریق ثانی کی طرف دیکھا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا کہتا ہے اور جب وہ بالکل خاموش رہا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے جان لیا کہ فریق اوّل کا دعویٰ اور الزام برحق ہے اور فریق ثانی واقعی ظالم ہے (۲) علامہ الانباری نے کہا: جب فریق اوّل نے فریق ثانی کے خلاف دعویٰ کیا تو فریق ثانی نے اعتراف کر لیا کہ واقعی اس نے ظلم کیا ہے اور اس کے اعتراف کی بناء پر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو ظالم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے اعتراف کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ کلام کے سیاق و سباق سے اس کا اعتراف بالکل ظاہر ہے (۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے کلام کی توجیہ یہ ہے کہ اگر واقعی فریق ثانی نے فریق اوّل سے دنبی کا مطالبہ کیا ہے تو پھر وہ یقیناً ظالم ہے ف ۱۶ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا تھا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) دو انسان دیوار پھاند کر آپ کے حجرے میں آپ کو قتل کرنے کے قصد سے داخل ہوئے' آپ بہت قوی بادشاہ تھے اور ان دونوں کو سزا دینے پر پوری طرح قادر تھے' اس کے باوجود آپ نے درگزر فرمایا' تو ہو سکتا ہے کہ آپ کے دل میں اپنی اس نیکی پر عجب اور فخر کا احساس پیدا ہو جاتا تو آپ نے اس کیفیت سے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور یہ اعتراف کیا کہ ان کو یہ نیکی محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوئی ہے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کے دل میں جو خیال آیا تھا اس سے درگزر فرمایا (۲) ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان آنے والے انسانوں کو سخت سزا دیں' پھر خیال آیا کہ ان کے سامنے کوئی ایسی قطعی دلیل قائم نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے تھے یا کسی اور شر کے ارادہ سے آئے تھے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کو بلا دلیل جو سزا دینے کا خیال آیا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی (۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں انسانوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام سے یہ درخواست کی ہو کہ وہ اللہ کے حضور ان کی مغفرت کے لیے شفاعت کریں' پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے استغفار کیا اور گڑگڑا کر دعا کی' پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی شفاعت کی وجہ سے ان کو معاف فرما دیا۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی فرماتے ہیں: یہ تمام وجوہ مراد ہو سکتی ہیں اور قرآن مجید میں اس کی بہت مثالیں ہیں اور جب ان آیات کو صحیح معانی پر محمول کیا جا سکتا ہے اور ان اسرائیلی روایات کے حق میں کوئی دلیل قائم نہیں ہے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اوریا کو قتل کرانے اور اس کی بیوی کے ساتھ زنا کی نسبت کی گئی ہے تو بلا دلیل ایسی فحش اور منکر روایات کی اللہ کے برگزیدہ نبی کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہنا کہ آپ نے ان فحش کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا تھا' کب جائز اور درست ہو سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۵) ف ۱۷ "خلیفة" کا معنی ہے: جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرتا ہے' اگر اس سے متصل پہلی آیتوں کا معنی یہ ہوتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی پر قبضہ کرنے کے لیے اس کو مروایا تو اس کے متصل بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کا کیوں ذکر فرمایا' کیونکہ خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو زمین سے فتنہ' فساد اور خون ریزی کو دور کرے' نہ کہ اس شخص کو خلیفہ بنایا جاتا ہے جو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے کسی کو ناحق قتل کرائے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۶) ف ۱۸ اس آیت میں ہر چند کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے خطاب کیا گیا اور ان کی خواہش کی اتباع کرنے پر آخرت کے عذاب کی وعید سنائی گئی' لیکن اس خطاب میں ان کی امت اور بعد کے مسلمانوں کو اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی مقدمات کے فیصلے میں خواہش کی اتباع

الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ

کو بھول جاتے ہیں○ اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا ۱۹ یہ تو کافروں کا گمان

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ

ہے پس کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے○ کیا ہم ایمان والوں کو جنہوں نے نیک

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ

اعمال کیے ہیں زمین میں فساد کرنے والوں کی مثل بنا دیں گے یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی مثل بنا دیں

كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا

گے○ یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ یہ (لوگ) اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور

الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ

صاحبانِ عقل اس سے نصیحت حاصل کریں○ ۲۰ اور ہم نے داؤد کو سلیمان (نام کا بیٹا) عطا فرمایا وہ کیسا اچھا بندہ ہے بے شک وہ بہت

عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ

رجوع کرنے والا ہے○ جب اس کے سامنے پچھلے پہر سدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے○ تو اس نے کہا: بے شک میں نے نیک

الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ

مال کی محبت اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اختیار کی ہے حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے○ تو اس نے حکم دیا کہ ان (گھوڑوں)

مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى

کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ' پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے○ ۲۱ اور ہم نے سلیمان کو آزمائش میں مبتلا کیا

كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا

اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا' پھر انہوں نے (ہماری طرف) رجوع کیا○ ۲۲ انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے ۲۳ اور

کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے تو تم اس وعید کے زیادہ مستحق ہو' اللہ کا نبی تو پہلے ہی خواہش کی اتباع سے بہت دور ہوتا ہے اور اس کے دل میں بے پناہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہوتا ہے' سو اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب ہے اور مراد ان کی امت اور بعد کے لوگوں کو تعریض کرنا ہے ف۱۹ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے' اس میں بے شمار حکمتیں ہیں خواہ وہ حکمتیں ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں ف۲۰ "تدبر" کا معنی ہے: قرآن مجید کی آیات میں غور و فکر کیا جائے اور اگر ان آیات کے ظاہری معنی پر کوئی اشکال ہو تو اس کی مناسب تاویل تلاش کی جائے اور ان آیات سے عقائد اور احکامِ شرعیہ کی جو ہدایت حاصل ہو' اس پر عمل کیا جائے۔ "تذکر" کا معنی ہے: نصیحت حاصل کرنا' اس کو صاحبانِ عقل کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ "تذکر" کا تعلق عقل کے ساتھ ہے' اور کسی چیز سے نصیحت اسی وقت حاصل کی جاتی ہے جب دل میں اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہو اور یہ چیز صاحبانِ عقل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اکابر علماء کے ساتھ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دل پر معصیت کے حجابات ہوں' اس وقت تفکر کی ضرورت ہوتی ہے اور جب یہ حجابات اٹھ جائیں' اس وقت "تذکر" کی ضرورت ہوتی ہے ف۲۱ ان آیات کی تفسیر میں نحاس نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے' تو ان کے پاس غنیمت سے حاصل شدہ گھوڑے لائے گئے تا کہ وہ ان کا معائنہ کریں' حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اشارہ کیا کہ ان گھوڑوں کو ان کے اصطبل میں پہنچا دیا جائے' حتیٰ کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے پاس لاؤ' پھر آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ کا ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنا ان کے اکرام کے لیے تھا تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی بڑا اور باوقار آدمی گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرے تو یہ کام اس کے مقام اور وقار کے خلاف نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۱۵ ص۱۷۵' تفسیر کبیر ج۹ ص۳۹۰) ف۲۲ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس فتنہ میں مبتلا کیا گیا تھا اور ان کے تخت پر جسم کو ڈالا گیا تھا' اس کی تفسیر میں مفسرین نے ایسے اقوال نقل کر دیئے ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی تنزیہ اور براءت واجب ہے اور یہ ایسے اقوال ہیں جن کو نقل کرنا جائز نہیں ہے اور ان اقوال کو یہودیوں اور زندیقوں نے گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ وہ آزمائش کیا تھی اور نہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر جو اس نے جسم ڈال دیا تھا اس کا مصداق کون ہے (اور نہ احادیث صحیحہ میں ان چیزوں کا بیان ہے)۔ اس کی تفسیر کے زیادہ قریب وہ حدیث ہے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کا ذکر ہے کہ میں آج رات ایک سو بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہو گا' انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا اور اس کی پاداش میں ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا' سو یہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش تھی کہ وہ ان شاء اللہ کہتے ہیں یا نہیں۔ (صحیح البخاری:۲۸۱۹) اسی تقصیر کے سبب وہ ادھورا بچہ تخت پر ڈال دیا گیا اور جب انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ سخت بیمار پڑ گئے تھے اور وہ تخت پر بے جان جسم کی طرح پڑے ہوئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی صحت اور قوت کو دوبارہ لوٹا دیا' اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ کفار قریش وغیرہ کی باتوں پر صبر کریں' پھر آپ کو حکم دیا کہ آپ حضرت داؤد' حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے قصوں کو یاد کریں' تا کہ ان کی سیرت پر عمل کریں اور یاد کریں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کس قدر قرب عطا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ (بعض) مفسرین نے ان انبیاء کی طرف جن افعال کو روایات کی بناء پر منسوب کر دیا ہے وہ ایسے افعال نہیں ہیں جو سیرت کا بہترین نمونہ ہوں' نہ وہ افعال لائق فخر اور قابل تقلید ہیں' بلکہ ان میں سے بعض افعال عقلاً اور شرعاً محال ہیں' مثلاً شیطان کا نبی کی صورت میں آنا حتیٰ کہ لوگ شیطان کو نبی سمجھ لیں اور اگر یہ چیز ممکن ہو تو پھر کسی نبی کا آنا لائق اعتماد اور قابل بھروسا نہیں ہو گا' ان روایات کو زندیقوں نے گھڑ لیا ہے' ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذہنوں اور ہماری عقلوں کو ان روایات کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ (البحر المحیط ج۹ ص۱۵۶)

(بقیہ صفحہ ۹۸۶ پر)

يَنۡۢبَغِيۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِيۡۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ

مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو بے شک تو ہی بہت دینے والا ہے○ ۲۴ سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا

تَجۡرِيۡ بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ

وہ جس جگہ کا ارادہ کرتے تھے وہ ان کے حکم کے مطابق نرمی سے چلتی تھی○ اور تمام جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا ہر معمار اور

غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِي الۡاَصۡفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ

غوطہ خور کو○ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے رہتے تھے○ یہ ہمارا عطیہ ہے آپ (جس کو چاہیں) بہ طور احسان عطا کریں

اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع

یا (جس سے چاہیں) روک لیں آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا○ ۲۵ اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب ہے اور بہترین ٹھکانا ہے○ ۲۶

وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَيُّوۡبَۘ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيۡ مَسَّنِيَ الشَّيۡطٰنُ بِنُصۡبٍ

اور ہمارے (خاص) بندے ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب سے ندا کی کہ بے شک مجھے شیطان نے تحت اذیت

وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ

اور درد پہنچایا ہے○ (ہم نے انہیں حکم دیا:) اپنا پاؤں زمین پر مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا○ اور ہم نے

وَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَذِكۡرٰى لِاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾

انہیں ان کے گھر والے عطا فرما دیئے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کی نصیحت کے لیے○ ۲۷

وَخُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًاؕ

اور آپ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں ۲۸ بے شک ہم نے ان کو صابر پایا

نِعۡمَ الۡعَبۡدُؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ

وہ کیا خوب بندے ہیں بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے ہیں○ اور ہمارے (دیگر خاص) بندوں کو یاد کیجئے ابراہیم اور اسحاق اور

ع ۴ ۱۲

وقف لازم

و۲۴ ص: ۳۵ میں "ملک" سے مراد قدرت ہے اور اس آیت کا معنی ہے: مجھے ان چیزوں پر قدرت عطا فرما جن پر اور کوئی قادر نہ ہو تا کہ ان چیزوں پر قدرت میرا معجزہ ہو جائے اور وہ میری نبوت و رسالت کی صحت پر دلیل ہو جائے' کیونکہ معجزہ کی یہی تعریف ہے کہ نبی ایسا کام کر کے دکھائے جس پر اس زمانے میں کوئی دوسرا قادر نہ ہو اور وہ چیلنج کر کے یہ کہے کہ میرے نبی ہونے کی یہ دلیل ہے' اگر تم مجھے نبی نہیں مانتے تو تم بھی مجھے ایسا کام کر کے دکھاؤ' جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو اژدھا بنا کر پیش کیا اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا تھا اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِيۡ بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَ○" (ص: ۳۶) سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ جس جگہ کا ارادہ کرتے تھے وہ ان کے حکم کے مطابق نرمی سے چلتی تھی○ پس ہوا کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلنا ان کی زبردست قدرت تھی اور ان کی عظیم سلطنت تھی اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ ان کا معجزہ تھا اور ان کی نبوت پر بہت مضبوط اور مستحکم دلیل تھی و۲۵ یعنی آپ کے لیے دونوں امر مباح ہیں اور آپ سے آپ کے تصرفات کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا کہ آپ نے فلاں کو کیوں عطا کیا اور فلاں کو کیوں عطا نہیں کیا

و۲۶ یعنی اس کے باوجود کہ ان کو دنیا میں عظیم ملک عطا کیا گیا' وہ آخرت میں ضرور ہمارے مقرب ہوں گے اور دنیا میں ان کو جو عظیم ملک عطا کیا گیا تھا اس کی وجہ سے ان کے قرب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور ان کا بہترین ٹھکانا ہوگا یعنی جنت و۲۷ علامہ قرطبی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں: قاضی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام پر بیماری مسلط کی تھی' ان کو یہ جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا میں کہا تھا کہ مجھے اذیت اور عذاب کے ساتھ شیطان نے مَس کیا ہے (یعنی اس نے یہ تکلیف پہنچائی ہے)' انہوں نے یہ دیکھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے مَس شیطان کی شکایت کی تو اس بناء پر انہوں نے اس بیماری کے پیدا کرنے کی نسبت شیطان کی طرف کر دی' حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے' تمام افعال خواہ نیک ہوں یا بد' کفر' اطاعت ہو یا معصیت' ان سب افعال کا خالق اللہ عزوجل ہے اور ان افعال کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے' لیکن ذکر اور کلام میں اس کی طرف شر کی نسبت نہیں کی جاتی' اگر چہ شر کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے' اللہ تعالیٰ کے ادب اور اس کی تعظیم کا یہی تقاضا ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ہم کو جو دعائے قنوت کی تعلیم دی' اس میں یہ جملہ ہے: "والخير في يديك والشر ليس اليك" (صحیح مسلم: ۷۷۱) اور خیر تیرے قبضہ میں ہے اور کوئی شر تیری طرف منسوب نہیں ہے' اور نبی ﷺ سے اس بیماری کے متعلق کوئی حرف ثابت نہیں ہے' اس سلسلہ میں صرف یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے' ان کے اوپر سونے کی ایک ٹڈی گر پڑی' حضرت ایوب اس کو کپڑے سے پکڑنے لگے تو ان کو ان کے رب نے ندا کی: اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس سے غنی نہیں کر دیا' انہوں نے کہا: تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹) قرآن وسنت میں اس کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق اور کوئی ذکر نہیں ہے' پھر ان لوگوں کے پاس وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے ان کو یہ معلوم ہوا کہ ابلیس نے حضرت ایوب کے بدن میں پھونک مار کر ان کو بیمار کر دیا تھا' جس سے ان کی پھنسیاں نکل آئی تھیں اور وہ زخم خراب ہو گئے تھے اور ان میں کیڑے پڑ گئے تھے اور کس کی زبان سے انہوں نے یہ روایات سنی ہیں' سو یہ اسرائیلی روایات ہیں جن کو علماء نے چھوڑا ہوا ہے' تم اپنے کانوں کو ان کے سننے سے بند کر لو' ان سے تمہارے دل و دماغ میں سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۵ ص ۱۸۸) و۲۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے راستہ میں ایک تابوت بچھایا اور اس پر بیٹھ کر بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا: کیا تم بیماری میں مبتلا اس شخص کا علاج بھی کر دو گے؟ اس نے کہا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ جب میں اس کو شفاء دے دوں تو تم یہ کہنا کہ تم نے شفاء دی ہے' اس کے سوا میں تم سے کوئی اور اجر طلب نہیں کرتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت

أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾

یعقوب کو جو قوت والے اور بصیرت والے ہیں O ٢٩ ہم نے ان کو خالص آخرت کی یاد کے ساتھ چن لیا تھا O

وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ

بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے اور نیک ترین ہیں O ٣٠ اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل

وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ

کو یاد کیجئے اور یہ سب نیک ترین ہیں O یہ (قرآن) نصیحت ہے اور بے شک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے

مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ

ضرور اچھا ٹھکانا ہے O ٣١ (وہ) دائمی جنتیں ہیں ٣٢ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں O وہ ان میں تکیے لگائے

فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾

ہوئے ہوں گے وہ ان میں بہ کثرت پھلوں اور مشروبات کو طلب کریں گے O اور ان کے پاس نیچی نظر والی ہم عمر حوریں ہوں گی O ٣٣

هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روز حساب کے لیے وعدہ کیا گیا تھا O بے شک یہ ضرور ہمارا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا O ٣٤

هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾

یہ (مومنین کی جزاء ہے) اور بے شک سرکشوں کا ضرور برا ٹھکانا ہے O (یعنی) جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے کیا ہی برا بچھونا ہے O ٣٥

هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هَٰذَا

یہ (عذاب) ہے تو وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ (کے اس عذاب) کو چکھیں O ٣٦ اور اسی طرح کا دوسرا عذاب ہے O (وہ دیگر دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں

فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُو النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنتُمْ

گے:) کیا یہ ایک اور گروہ ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے ان کو خوش آمدید نہ ہو بے شک یہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں O ٣٧ (آنے والے

ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تھا' انہوں نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! یہ تو شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا اور جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (ص: ٤٤) نازل فرمائی' سو حضرت ایوب نے اپنی بیوی پر جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ٥ ص ١٠٨) ف٢٩ اس آیت میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کی صفت میں ہاتھوں اور آنکھوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان اکثر کام ہاتھوں سے انجام دیتا ہے اور آنکھوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ معلومات کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ ہے اور انسان کی دو قوتیں ہیں: قوتِ عاملہ اور قوتِ عاقلہ' قوتِ عاملہ کا سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور قوتِ عاقلہ کا سب سے افضل عمل ادراک' اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور قوتِ عاملہ اور قوتِ عاقلہ کے جو کام ان کے ماسوا ہیں' وہ ان کے مقابلہ میں قابل ذکر نہیں ہیں ف٣٠ اس آیت سے ہمارے علماء نے انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علی الاطلاق ''اخیار'' فرمایا ہے اگر کسی وجہ سے بھی ان کی زندگی میں معصیت اور گناہ در آئے تو وہ علی الاطلاق ''اخیار'' نہیں رہیں گے' اس لیے ان سے کوئی معصیت صادر نہیں ہوتی' نہ صغیرہ نہ کبیرہ' نہ سہواً نہ عمداً' نہ حقیقتاً نہ صورتاً' ہاں! انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہیں اور بعض مصلحتوں کو پورا کرنے کے لیے اور امت کے لیے شرعی احکام میں نمونہ فراہم کرنے کے لیے ان سے بعض اوقات ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی یا بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہوتے ہیں اور ان کا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہونا امت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے وہ افعال فرض کے حکم میں ہوتے ہیں' کیونکہ شریعت کا بیان کرنا انبیاء علیہم السلام پر فرض ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مکروہ تنزیہی کسی قسم کا گناہ نہیں ہے' نہ صغیرہ نہ کبیرہ ف٣١ یعنی قرآن مجید کی وہ آیات جن میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر ہے' ان آیات میں ان کی تعریف اور تحسین ہے' اور ان کا ذکر خیر ان کی وفات کے بعد کیا جاتا رہے گا اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کے واقعات سے نصیحت حاصل کی جائے اور ان کی سیرت کی اقتداء کی جائے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور اچھا ٹھکانا ہے ف٣٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جنت عدن کو پیدا فرمایا اور اس میں اس کے پھل لٹکا دیئے اور اس میں اس کے دریا جاری کر دیئے' پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم کلام کرو' تو اس نے کہا: ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' (بے شک مومن کامیاب ہو گئے) پھر کہا: مجھے اپنی عزت کی قسم! مجھ میں کوئی بخیل نہیں رہے گا۔ (المعجم الاوسط: ٥٦٤٨) ف٣٣ ''اتراب'' کا معنی ہے: وہ سب حوریں ہم سن ہوں گی' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حوریں اپنی صفات میں اور حسن و جمال میں اور عمر میں سب ایک جیسی ہوں گی تو ان سب سے برابر برابر محبت ہوگی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایک دوسرے پر غیرت نہ آئے ف٣٤ ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ جنت میں دائمی ثواب ہوگا اور جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی' جنتی درخت سے ایک پھل توڑ کر کھائیں گے تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا' وہ ایک پرندہ کا گوشت کھائیں گے تو فوراً اس جیسا دوسرا پرندہ پیدا ہو جائے گا ف٣٥ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے ثواب کا ذکر فرمایا تھا اور اس کے بعد اب ان آیتوں میں سرکش کافروں کا ذکر فرمایا ہے' تاکہ وعدہ کے بعد وعید کا اور ترغیب کے بعد ترہیب کا ذکر ہو۔ ص: ٥٥ میں فرمایا ہے: ''طاغین'' (سرکشوں) کا ضرور برا ٹھکانا ہے۔ معتزلہ نے کہا ہے کہ ''طاغین'' (سرکشوں) سے مراد اصحاب کبیرہ یعنی فساق ہیں' خواہ وہ مومن ہوں یا کافر' ان کے نزدیک جو مومن بغیر توبہ کے مر گیا' وہ بھی کافر کی طرح دائماً دوزخ میں رہے گا' اور جمہور اہل سنت نے کہا: ''طاغین'' سے مراد کفار ہیں اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (١) اللہ تعالیٰ نے ''طاغین'' کے ٹھکانا کے متعلق فرمایا ہے: وہ شر مآب ہے یعنی سب سے برا ٹھکانا اس کا ہوگا' جس کا جرم سب سے بڑا ہو اور سب سے بڑا جرم کافر کا ہے اور مومن مرتکب کبیرہ کا گناہ بہرحال کافر سے کم ہے (٢) ''طاغین'' صفت کا صیغہ ہے اور صفت کا جب بغیر کسی قید کے اطلاق کیا جائے تو اس سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور ''طغیان'' (سرکشی) میں کامل کافر ہوتا ہے' (بقیہ صفحہ ٩٨٦ پر)

لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ

کہیں گے:) بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لیے خوش آمدید نہیں ہے تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لیے پیش کیا ہے سو وہ کیسی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہےO وہ

قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى

کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لیے اس عذاب کو مہیا کیا ہے اس کے عذاب کو دوزخ میں دگنا کر کے زیادہ کر دےO دوزخی کہیں

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ

گے: کیا سبب ہے کہ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جنھیں ہم (دنیا میں) بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھےO ۳۸ کیا ہم نے ان کا ناحق مذاق اڑایا تھا

الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ ق وَّ

یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی ہیںO ۳۹ بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہےO آپ کہیے کہ میں تو صرف اللہ کے عذاب سے

مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ ج رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو واحد ہے اور سب پر غالب ہےO وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے

بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

درمیان ہے ان سب کا رب ہے بے حد عزت والا اور بہت بخشنے والا ہےO ۴۰ آپ کہیے: وہ بہت بڑی خبر ہےO تم جس سے اعراض کر رہے

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ

ہوO جب ملائکہ مقربین بحث کر رہے تھے تو مجھے (اس کا) کوئی علم نہ تھاO ۴۱ میری طرف صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ

اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا

میں صاف صاف عذاب سے ڈرانے والا ہوںO جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گیلی مٹی

مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ

سے بشر بنانے والا ہوںO سو جب میں اس کا پتلا بنا لوں اور اس میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دوں ۴۲ تو

ف۳۸ یعنی کفار جب جہنم کی تمام اطراف اور جوانب میں نظر ڈالیں گے تو ان کو فقراء مسلمین نظر نہیں آئیں گے۔ جن کے ایمان اور اسلام کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے تھے' وہ ان کو اشرار اور بُروں میں شمار اس لیے کرتے تھے کہ وہ ان کے دین کے خلاف تھے اور ایسے دین کی پیروی کر رہے تھے' جس سے ان کو کوئی دنیاوی منفعت حاصل نہیں ہو رہی تھی ف۳۹ ضحاک نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کا مذاق اڑاتے تھے' آخرت میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور ان لوگوں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا ف۴۰ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ واحد اور قہار ہے اور قہار ایسی صفت ہے جو ترہیب و تخویف پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کو یاد کرے گا تو خوف زدہ ہو جائے گا' اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان صفات کا ذکر فرمایا جو کہ ترغیب اور اُمید پر دلالت کرتی ہیں' کیونکہ ایمان اس کیفیت کا نام ہے جو کہ عذاب کے خوف اور مغفرت کی امید کے درمیان ہے' سو اس آیت میں پہلے اپنے رب ہونے کا ذکر فرمایا' اس کا رب ہونا اس معنی کی خبر دیتا ہے کہ وہ پرورش کرتا ہے' احسان اور کرم فرماتا ہے اور رحمت فرماتا ہے اور اس کا غفار ہونا' اس معنی کی خبر دیتا ہے کہ وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے' پس اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور اس کی مغفرت اور اس کی بخشش کی اُمید رکھنی چاہیے ف۴۱ ''الملا الاعلیٰ'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اس چیز میں بحث کر رہے تھے کہ وہ کون سے نیک کام ہیں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے پاس میرا رب تبارک وتعالیٰ بہت حسین صورت میں آیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی خواب میں' پس فرمایا: یا محمد! کیا تم کو معلوم ہے کہ ''الملا الاعلیٰ'' (ملائکہ مقربین) کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر اللہ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا' حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی' پھر مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں' فرمایا: یا محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ ''الملا الاعلیٰ'' کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! کفارات میں' اور نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا کفارات ہیں اور زیادہ قدم چل کر مسجد میں جانا اور تکلیف اور مشقت کے وقت کامل وضو کرنا کفارات ہیں اور جس نے یہ کام کیے وہ خیریت سے زندہ رہے گا اور خیریت سے مرے گا اور وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا' جس دن وہ اپنی ماں سے پیدا ہوا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب تم نماز پڑھو تو یہ دعا کرو: اے اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے اور بُرائیوں کے ترک کرنے کا اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو میری روح کو اپنی طرف اس حال میں قبض کرنا کہ وہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو' اور فرمایا: بلند درجات ان کاموں سے حاصل ہوتے ہیں: سلام کو پھیلانا' کھانا کھلانا اور رات کو اٹھ کر اس وقت نماز پڑھنا' جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ (سنن الترمذی: ۳۲۳۳) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علم کلی عطا فرمایا اور تمام حقائق اشیاء پر آپ کو مطلع فرما دیا' کیونکہ سنن ترمذی میں اس طرح کی کئی احادیث ہیں' بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں: پس میں نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو جان لیا۔ (سنن الترمذی: ۳۲۳۳) اور بعض میں یہ الفاظ ہیں: مجھے مشرق اور مغرب کے درمیان کی تمام چیزوں کا علم ہو گیا۔ (سنن الترمذی: ۳۲۳۴) اور بعض میں یہ الفاظ ہیں: پس میرے لیے ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے (ہر چیز کو) جان لیا۔ (سنن الترمذی: ۳۲۳۵) وجہ استدلال یہ ہے کہ پہلی دو حدیثوں میں لفظ ''ما'' ہے ''فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ'' اور ''فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ'' اور تیسری حدیث میں لفظ ''کل'' ہے (فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ) اور ''ما'' اور ''کل'' کے الفاظ کی وضع عموم کے لیے کی گئی ہے اور ان کی عموم پر دلالت قطعی ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت میں بھی نبی ﷺ کے علم کلی اور علم کے عموم پر دلیل ہے: ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' (النساء: ۱۱۳) اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے۔ اس آیت میں بھی لفظ ''ما'' ہے اور ''ما'' کی عموم پر قطعی دلالت ہے ف۴۲ اس سے معلوم ہوا

سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ

تم سب اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا O تو سب کے سب تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا O ۴۳ سوا ابلیس کے اس نے تکبر کیا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اور کافروں میں سے ہو گیا O فرمایا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا' جس کو میں نے اپنے ہاتھوں

بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ

سے بنایا تھا؟ کیا تو نے (اب) تکبر کیا یا تو (پہلے سے ہی) تکبر کرنے والوں میں سے تھا؟ O اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں'

مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾

تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے O ۴۴ فرمایا: تو اس (جنت) سے نکل جا بے شک تو دھتکارا ہوا ہے O ۴۵

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ

بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے O اس نے کہا: اے میرے رب! پھر مجھے حشر کے دن

يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

تک کی مہلت دے O فرمایا: بے شک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے O اس دن تک جس کا وقت (ہمیں) معلوم ہے O ۴۶

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

اس نے کہا: پس تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گم راہ کر دوں گا O سوا ان کے جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں O ۴۷

قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

فرمایا: پس یہ برحق ہے اور میں حق بات ہی فرماتا ہوں O کہ میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے ضرور جہنم کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

بھر دوں گا O آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O ۴۸

کہ جب قالب پوری طرح درست اور مکمل ہو جائے' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' یہی وجہ ہے پہلے رحم میں نطفہ ہوتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد وہ گوشت بن جاتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۰۸) ف۴۳ یہ سجدہ تعظیمی تھا' سجدہ عبودیت نہیں تھا' سجدہ تعظیمی سابقہ شریعتوں میں جائز تھا' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور ان کے والدین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا تھا اور سجدہ عبودیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے اور ہماری شریعت میں مخلوق کے سامنے سجدہ تعظیمی کرنا بھی جائز نہیں ہے ف۴۴ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ اگر آدم کو آگ سے پیدا کیا جاتا تو میں پھر بھی اس کو سجدہ نہ کرتا کیونکہ وہ اس صورت میں میری مثل ہوتا' چہ جائیکہ وہ مٹی سے بنایا گیا ہے اور مجھ سے کم تر ہے' کیونکہ آگ مٹی پر غالب ہوتی ہے اور اس کو کھا جاتی ہے اور برتر کا کم تر کو سجدہ کرنا اور اس کی تعظیم کرنا درست نہیں ہے۔ ابلیس کا یہ زعم تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے' حالانکہ حسب ذیل وجوہ سے مٹی آگ سے افضل ہے: (۱) مٹی آگ پر غالب ہے کیونکہ آگ پر مٹی ڈالنے سے آگ بجھ جاتی ہے اور آگ مٹی کو ختم نہیں کر سکتی (۲) مٹی امین ہے' مٹی میں بیج دبا دیا جاتا ہے تو وہ اس سے درخت اُگا کر بیج کو پھر کئی گنا کر کے لوٹا دیتی ہے اور آگ خائن ہے' آگ میں جو کچھ ڈالا جائے' آگ اس کو بھسم کر دیتی ہے (۳) آگ کی طبیعت میں جوش اور غضب ہے اور مٹی کی طبیعت میں سکون اور ثبات ہے ف۴۵ ''رجیم'' بہ معنی ''مرجوم'' ہے یعنی تو دھتکارا ہوا ہے' اس سے مراد ہے: تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دھتکارا ہوا ہے یا ہر خیر سے دھتکارا ہوا ہے ف۴۶ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے' لیکن قرآن مجید میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کی اولاد اور اس کے چیلوں کو بھی قیامت تک کی مہلت ہے یا نہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ شیاطین میں توالد اور تناسل ہوتا ہے اور ان کی اولاد قیامت تک زندہ رہے گی اور جنات میں بھی توالد ہوتا ہے لیکن ان پر بھی موت آتی ہے ف۴۷ اگر ابلیس چاہتا تو وہ مطلقاً یوں کہہ دیتا: میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا' اور اگر وہ ایسا کہتا تو اس کا یہ قول جھوٹ ہو جاتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خاص اور مخلص بندوں مثلاً انبیاء علیہم السلام کو وہ گمراہ نہیں کر سکتا تھا' اس لیے اس نے جھوٹ سے بچنے کے لیے یہ استثناء کیا اور کہا: میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گم راہ کر دوں گا۔ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے کہ شیطان بھی اس سے بچنا چاہتا ہے' تو پھر انسان کو بلکہ مسلمان کو تو اس سے بہت زیادہ بچنا چاہیے ف۴۸ مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے درمیان لیٹے ہوئے تھے' اسی دوران ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابو عبد الرحمان! کندہ کے دروازے پر ایک قصہ گو بیان کر رہا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ قرآن مجید میں جو دخان (دھویں) کی آیت ہے' وہ دھواں آنے والا ہے اور وہ کفار کے سانسوں کو روک لے گا اور مسلمانوں کو اس سے صرف زکام جیسی کیفیت ہو گی' حضرت عبد اللہ ابن مسعود غصہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے' انہوں نے کہا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو' تم میں سے جس شخص کو جس چیز کا علم ہو' وہ اس کو بیان کرے اور جس کو علم نہ ہو وہ کہے: اللہ زیادہ جاننے والا ہے' کیونکہ علم کی یہی دلیل ہے کہ جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو وہ کہے: اللہ زیادہ جاننے والا ہے' کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ''قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ O'' آپ کہیے کہ میں تم سے اس پیغام کو پہنچانے پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں O (صحیح البخاری: ۴۶۹۳)

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهٗ بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾

یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے○ اور تم اس کی خبر کو ضرور کچھ عرصہ بعد جان لو گے○ ع

اٰيَاتُهَا ۷۵ ﴿۳۹﴾ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۹﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۸

اس میں پچھتر آیتیں ہیں　سورۃ الزمر مکی ہے　اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ

(اس) کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے○ بے شک ہم نے (اس) کتاب کو آپ کی طرف

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

حق کے ساتھ نازل کیا ہے [۱] سو آپ اللہ کی عبادت کرتے رہیے اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہوئے○ [۲] سنو! خالص اطاعت اللہ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى

ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ

اللّٰهِ زُلْفٰى إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ إِنَّ

ہمیں اللہ کے قریب کر دیں بے شک اللہ ان کے درمیان اس کا فیصلہ فرما دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں [۳] بے شک

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور بہت ناشکرا ہو○ اگر اللہ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

سے جس کو چاہتا چن لیتا وہ پاک ہے [۴] اللہ ایک ہی سب پر غالب ہے○

ف [۸۹] ص: ۸۷ میں ''العٰلمین'' سے مراد جن اور انس ہیں' یعنی یہ قرآن تمام مکلفین کے لیے نصیحت ہے' سو جو شخص عذاب سے نجات چاہتا ہو وہ اس کی نصیحت پر عمل کرے اور اے مشرکین قریش! تم کو عنقریب اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی' یعنی قرآن مجید نے جو نیک کاموں پر ثواب کی بشارت سنائی اور بُرے کاموں پر عذاب کی وعید سنائی' عنقریب تم آخرت میں خود دیکھ لو گے کہ مؤمنوں کو ثواب ہو رہا ہے اور کافروں کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الزمر: ف [۱] یعنی اس کتاب میں جو ماضی اور مستقبل کی خبریں دی گئی ہیں' وہ سب حق اور صادق ہیں اور کتاب میں جو احکام شرعیہ بیان کیے گئے ہیں' وہ سب حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں ف [۲] اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے بَری ہونا اخلاص ہے' دین میں اخلاص یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جو الوہیت میں دوسروں کو ملا رکھا ہے' اس سے براءت کا اظہار کیا جائے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو الوہیت میں ملا رکھا ہے اور اطاعت اور عبادت میں اخلاص یہ ہے کہ صرف اللہ کے لیے عمل کیا جائے' مخلوق کو دکھانے اور سنانے کے لیے عمل نہ کیا جائے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۲۹) ف [۳] انسان کی فطرت میں صانع اور خالق کی معرفت رکھی گئی ہے اور اس کائنات کے خالق کی عبادت کرنا بھی اس کی طبیعت کا تقاضا ہے' لیکن اس فطری معرفت اور عبادت کا اعتبار نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک اس معرفت اور عبادت کا اعتبار ہے جو بندوں تک نبیوں اور رسولوں کے واسطے سے پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے سے جو احکام بندوں تک پہنچائے ہیں' لہٰذا اللہ تعالیٰ کی وہ اطاعت اور عبادت مطلوب ہے جو شریعت کے موافق ہو' خواہ وہ طبیعت کے مخالف ہو' شیطان کی طبیعت میں اللہ کو سجدہ کرنا راسخ تھا اور حضرت آدم کو سجدہ کرنا اس کی طبیعت کے خلاف تھا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کرے تو یہی سجدہ اس کے لیے عبادت تھا' اس نے اپنی طبیعت کے تقاضے کے خلاف سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو وہ کافر ہو گیا' اسی طرح جو عقل والے عقلی دلائل سے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی متابعت نہیں کرتے' ان کی معرفت اور اطاعت بھی معتبر نہیں ہے' اسی طرح جو اپنی عقل سے حضرت عیسیٰ کی' حضرت عزیر کی اور فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو بتوں کی پرستش کرتے تھے' ان میں سے کسی کی پرستش اور عبادت معتبر نہیں ہے خواہ وہ اس کے جائز ہونے کی کتنی ہی تاویلات کیوں نہ کریں۔ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ف [۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ اس کی اولاد کا ہونا محال ہے' پہلے یہ فرمایا کہ اگر وہ اولاد بنانا چاہتا تو جس کو چاہتا چن لیتا' تو اے مشرکو! پھر تم یہ تخصیص کیوں کرتے ہو کہ عزیر اس کا بیٹا ہے یا عیسیٰ اس کا بیٹا ہے یا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور اس میں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد بناتا تو سب سے افضل اور اکمل نوع کی اولاد بناتا اور بیٹیوں کی بہ نسبت بیٹے افضل اور اکمل نوع کے ہیں تو اگر اس نے اولاد بنائی ہوتی تو بیٹوں کو اولاد بناتا' تم بیٹیوں کی اس کی طرف نسبت کرتے ہو؟ پھر اللہ تعالیٰ نے واحد قہار فرما کر اس دلیل کی طرف اشارہ فرمایا' اس کی اولاد کا ہونا محال ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ
اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے
النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ
اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے ۵ ہر ایک مدت مقرر تک گردش کر رہا ہے
اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ
سنو وہی بہت غالب بے حد بخشنے والا ہے ۝ ۶ اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے
مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ؕ یَخْلُقُكُمْ
اس کا جوڑا پیدا کیا اور اس نے چوپایوں میں سے تمہارے لیے آٹھ نر اور مادہ اتارے ۷ وہ تمہاری
فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ
ماؤں کے پیٹ میں تمہاری تخلیق فرماتا ہے ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق تین تاریکیوں میں ۸
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ
یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے سو تم کہاں بھٹک رہے ہو ۝ ۹ اگر تم
تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ
ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے شکر نہ کرنے کو پسند نہیں کرتا اور اگر
تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ
تم شکر کرو تو وہ تم سے راضی ہوگا ۱۰ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تمہارے رب کی طرف
مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷
تم سب کا لوٹنا ہے پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جن کو تم (دنیا میں) کرتے تھے بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ۝

ف۵ اس آیت میں "تکویر" کا لفظ ہے "تکویر" کا معنی ہے: کسی چیز کو دوسری چیز پر اس طرح گھمانا یا بل دینا، جس طرح پیچ کو گھماتے ہیں یا جس طرح عمامہ کو سر کے گرد لپیٹ کر گھماتے ہیں اور بل دیتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ رات دن کی روشنی کو چھپا لیتی ہے اور دن رات کی تاریکی کو چھپا لیتا ہے یا دن رات کی تاریکی کو غائب کر دیتا ہے اور رات دن کی روشنی کو غائب کر دیتی ہے ف۶ اللہ تعالیٰ کے "غفار" ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ مغفرت فرماتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) مؤمن اپنے رب کے نزدیک ہوگا حتیٰ کہ اللہ اس کے اوپر اپنی رحمت کا بازو رکھ دے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور اس سے پوچھے گا: تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے وہ کہے گا: اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں اللہ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر ستر کیا تھا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا اور رہے کفار تو تمام لوگوں کے سامنے ان کو نداء کی جائے گی: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۶۸۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس شخص کا علم ہے جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا پھر ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا پھر کہا جائے گا: اس شخص پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو اس سے دور رکھو پھر اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے پھر اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا تھا اور فلاں دن فلاں اور فلاں گناہ کیا تھا وہ کہے گا: ہاں اور وہ اپنے گناہوں کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے خوف زدہ ہوگا کہ اس کے سامنے اس کے بڑے بڑے گناہ بھی پیش کر دیئے جائیں گے پھر اس سے کہا جائے گا: تیرے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اور بھی بہت گناہ کیے ہیں جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے میں نے دیکھا پھر نبی ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: ۳۱۴) ف۷ اس آیت میں چوپایوں کے لیے "انعام" کا لفظ ہے اور عربی میں "انعام" کا لفظ چار قسم کے جانوروں کے لیے مخصوص ہے: (۱) اونٹ (۲) بیل (۳) دنبہ (۴) بکرا اور چاران کی مادہ ہیں پس نر اور مادہ مل کر یہ آٹھ جوڑے ہو گئے ف۸ ایک تاریکی پیٹ کی ہوتی ہے دوسری تاریکی رحم کی ہوتی ہے اور تیسری تاریکی اس جھلی کی ہوتی ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک تاریکی صلب (پیٹھ) کی ہو دوسری تاریکی پیٹ کی ہو اور تیسری تاریکی رحم کی ہو ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں نے تم کو بتا دیا ہے کہ ساری کائنات میں میری ہی سلطنت ہے اور میرا ہی تصرف ہے میرے سامنے سب عاجز اور مجبور ہیں اور قادر اور قہار میں ہی ہوں پھر تم جن بتوں کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہو جن سے مدد طلب کرتے ہو اور مرادیں مانگتے ہو وہ سب بے جان اجسام ہیں تو تم کہاں بھٹک رہے ہو اللہ ہی خالق اور مالک ہے اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر کس کی پرستش کر رہے ہو ف۱۰ معتزلہ نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفر اور ناشکری کو اللہ نے پیدا نہیں کیا بلکہ ان افعال کو بندے خود پیدا کرتے ہیں کیونکہ اگر کفر اور ناشکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے راضی ہونا واجب ہے تو پھر کفر سے بھی راضی ہونا واجب ہوتا حالانکہ کفر سے راضی ہونا بجائے خود کفر ہے استاذی المکرم حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ تقدیر کا تعلق دو قسم کی چیزوں سے ہے: ایک تکوین اور دوسری تشریع۔ تکوین سے مراد ہے: وہ امور جن میں انسان کا اختیار اور ارادہ نہیں ہوتا اور جو خالص اللہ کے افعال ہیں جیسے انسان کا پیدا ہونا مرجانا صحت مند خوب صورت اور قوی ہونا بیمار بدصورت اور کمزور ہونا دولت مند یا مفلس ہونا انسان کا مرد یا عورت ہونا اسی طرح قدرتی آفات اور مصائب بارش کا ہونا یا نہ ہونا طوفانوں کا اٹھنا زلزلوں کا آنا فصل کا زرخیز ہونا یا زرعی پیداوار کا نہ ہونا اولاد کا ہونا یا نہ ہونا اس قسم کی اور دوسری چیزیں جو خالص اللہ کے افعال ہیں ان میں بندہ کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان میں تقدیر کے لکھے ہوئے پر راضی ہونا

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوا اس کو پکارتا ہے' پھر جب اللہ اپنی طرف

مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ

سے اس کو نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے کیا دعا کرتا رہا تھا اور اللہ کے شریک بنالیتا ہے ١١ تا کہ (دوسروں کو)

عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾

اس کی راہ سے منحرف کرے' آپ کہیے کہ تم اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالو بے شک تم دوزخ والوں میں سے ہو O

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو

بے شک جو راتوں کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے' آخرت (کے عذاب) سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی

رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ

رحمت کی امید رکھتا ہے (کیا وہ بدعمل کافر کی مثل ہوسکتا ہے؟) ١٢ آپ کہیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں'

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ

صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں O آپ کہیے: اے میرے ایمان دار بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو ١٣

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا

جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کیے ہیں ان کے لیے اچھا اجر ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے ١٤ صرف

يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا O ١٥ آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں

اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ

اس کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے O ١٦ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں O ١٧ آپ کہیے:

واجب ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو پیغام بھیجا کہ ان کا بیٹا فوت ہوگیا ہے' سو آپ تشریف لائیں' آپ نے جواب میں ان کو سلام بھیجا اور فرمایا: اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ وہ لیتا ہے جو کچھ وہ عطا فرماتا ہے' اور اس کے نزدیک ہر چیز کی مدت معین ہے' اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ١٢٨٤) اور تقدیر کا دوسرا تعلق تشریع سے ہے اور تشریع سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے یا جن کاموں کے کرنے سے روکا ہے' اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ ان احکام پر عمل کرے یا نہ کرے' ایمان لائے یا کفر کرے:

ع ٩ / ١٥

"فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ" (الکہف: ٢٩) سو جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ وہ انسان کو اختیار دے گا تو وہ اپنے اختیار سے ایمان اور عمل صالح کو اختیار کرے گا یا کفر اور اعمالِ سیہ کو اختیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے اس علم کا نام وہ تقدیر ہے جس کا تعلق تشریع سے ہے اور تقدیر کی اس قسم پر رضا مطلوب نہیں ہے بلکہ کفر اور ناشکری پر غضب مطلوب ہے ف١١ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت فرماتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے عقائد میں تضاد ہے' ایک طرف تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کا حال یہ ہے کہ جب ان کے جسم یا مال یا ان کی بیوی یا ان کی اولاد پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت کی نجات کو طلب کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان سے اس مصیبت کو دور فرمادیتا ہے تو پھر وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کو ترک کردیتے ہیں' گویا کہ انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ سے فریاد کی ہی نہیں تھی اور پھر دوبارہ اپنے بتوں اور خود ساختہ خداؤں کی پرستش میں مشغول ہوجاتے تھے ف١٢ اس آیت کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے عمل سے کی ہے اور اس کی انتہاء علم پر کی ہے' اس میں اس پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی علم قابل شمار ہوتا ہے جو عمل کے ساتھ ہو کیونکہ بے عمل شخص بالقوۃ گمراہ ہے' اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جہل کی وجہ سے کسی بُرے عقیدے کو یا بُرے عمل کو اختیار کرے اور بے عمل شخص بالفعل گم راہ ہے' پھر اس آیت میں "قانت" کا لفظ ذکر فرمایا' جس کا معنی ہے: دوام کے ساتھ اطاعت اور عبادت کرنے والا اور اس میں یہ بتایا ہے کہ عمل اس وقت مفید ہوتا ہے جب وہ دائمی ہو اور "ساجد" اور "قائم" کا ذکر فرمایا اور سجدہ کو قیام پر مقدم فرمایا' کیونکہ عبادت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز کا اعتراف کرنا اور ذلت کو اختیار کرنا اور اقصیٰ غایت تذلل سجدہ میں ہوتا ہے' کیونکہ سجدہ میں انسان اپنے سب سے معزز عضو یعنی سر کو مٹی پر رکھ دیتا ہے' نیز عبادت سے مقصود ہے: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور سب سے زیادہ اللہ کا قرب سجدہ میں ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ O" (العلق: ١٩) اور سجدہ کر اور اللہ کے قریب ہوجا O سجدہ کی فضیلت میں یہ احادیث ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے' پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کرو۔ (صحیح مسلم: ٤٨٢) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: مجھے وہ عمل بتایئے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کو بہ کثرت سجدے کرو' کیونکہ تم جب بھی اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہو تو وہ اس سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ٤٨٨) سجدہ کے بعد اس آیت میں قیام کا ذکر ہے اور نماز کے ارکان میں قیام کی بھی بہت فضیلت ہے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم: ٧٥٦) ف١٣ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ علم والا اور بے علم برابر نہیں ہیں اور اب مؤمنین کو یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد تقویٰ کو حاصل کریں' تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کریں یعنی فرائض کو ترک نہ کریں اور حرام کا ارتکاب نہ کریں' یہ تقویٰ کا پہلا مرتبہ ہے اور تقویٰ کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ صغیرہ گناہوں سے اجتناب کریں یعنی واجبات کو ترک نہ کریں اور مکروہات تحریمہ کا ارتکاب نہ کریں (بقیہ صفحہ ٩٨٦ پر)

إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ ٱللَّهَ أَعْبُدُ

اگر میں نے (بالفرض) اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے (بھی) بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے O ۱۸ آپ کہیے: میں صرف اللہ

مُخْلِصًا لَّهُۥ دِينِى ﴿١٤﴾ فَٱعْبُدُوا۟ مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِۦ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْخَـٰسِرِينَ

ہی کی عبادت کرتا ہوں' اسی کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے O پس تم اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو' آپ کہیے:

ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ

بے شک نقصان اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جو خود اور ان کے اہل و عیال قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے' ۱۹ سو یہی کھلا ہوا

ٱلْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ ٱلنَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ

نقصان ہے O ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے' ۲۰ یہ وہ عذاب ہے

يُخَوِّفُ ٱللَّهُ بِهِۦ عِبَادَهُۥ ۚ يَـٰعِبَادِ فَٱتَّقُونِ ﴿١٦﴾ وَٱلَّذِينَ ٱجْتَنَبُوا۟ ٱلطَّـٰغُوتَ

جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اے میرے بندو! سو تم مجھ سے ڈرتے رہو O اور جن لوگوں نے بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا

أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ ٱلَّذِينَ

اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان ہی کے لیے بشارت ہے' سو آپ میرے بندوں کو بشارت دیجیے O ۲۱ جو غور سے

يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُ

بات سنتے ہیں' پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پر جما رکھا ہے

وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمْ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ ٱلْعَذَابِ

اور یہی عقل والے ہیں O ۲۲ جس کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے کیا آپ

أَفَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِى ٱلنَّارِ ﴿١٩﴾ لَـٰكِنِ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن

اس کو دوزخ سے چھڑا لیں گے؟ O ۲۳ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے

ف۱۸ اس آیت سے مقصود امت کو اللہ کی نافرمانی سے باز رکھنا ہے' کیونکہ نبی ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اور تمام رسولوں کے قائد اور سب سے افضل ہیں' اس کے باوجود جب آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں عذاب کا خطرہ ہے تو عام لوگوں کو اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کتنا عذاب کا خطرہ ہو گا' نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ معصیت کی صورت میں عذاب کا خطرہ ہے' یہ نہیں کہ معصیت کی صورت میں یقینی عذاب ہو گا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے امر پر عمل نہیں کیا گیا تو اس سے عذاب کا خطرہ ہے ف۱۹ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ مشرکین کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے' بلکہ اس سے مراد ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ اور لعنت ملامت کرنا ہے' جیسے کوئی شخص کسی کو بار بار سمجھائے اور وہ پھر بھی نہ مانے تو وہ کہتا ہے: اچھا جو تمہارا دل چاہے کرو' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: آپ کہیے: بے شک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو خود اور ان کے اہل و عیال قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے ف۲۰ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سائبان تو اوپر ہوتا ہے' انسان کے نیچے تو سائبان نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ایک ضد کا اطلاق دوسری ضد پر کیا گیا ہے اور سائبان سے مراد ہے: آگ' یعنی ان کے اوپر بھی آگ ہو گی اور ان کے نیچے بھی آگ ہو گی' جیسا کہ درج ذیل آیت میں حسنہ پر سیئہ کا اطلاق کیا گیا ہے: ''جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا'' (الشوریٰ: ۴۰) برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے' جبکہ برائی کا بدلہ تو انصاف اور نیکی ہے لیکن صورتاً مماثل ہونے کی وجہ سے اس کو بھی بُرائی فرمایا گیا ہے ف۲۱ اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت موت کے وقت حاصل ہوتی ہے یا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب بندہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے یا میدانِ محشر میں حاصل ہوتی ہے یا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک فریق کو جنت میں جانے کا حکم دیا جاتا ہے اور دوسرے فریق کو دوزخ میں جانے کا حکم دیا جاتا ہے' یا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب مؤمنوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے' اس بشارت میں مسلمانوں کو دائمی فوز و فلاح اور خوشی اور راحت کی بشارت دی جاتی ہے ف۲۲ اس سے مراد وہ بندے ہیں جو بتوں کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں اور بتوں سے مراد عام ہے' خواہ یہ ظاہری بت ہوں یا باطنی بت ہوں' انسان نے باطل اور ناجائز خواہشات اپنے سینہ میں چھپا رکھی ہیں' جن کی وہ پرستش کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف جن خواہشوں کی اطاعت کرتا ہے' وہ بھی طاغوت اور بت ہیں' قرآن مجید میں ہے: ''اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا O'' (الفرقان: ۴۳) آپ بتائیے کہ جس شخص نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے' کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ O سو جو شخص عقائد' معاملات اور عبادات میں خواہشاتِ نفسانیہ سے اجتناب کرے گا اور عقل اور نظر صحیح سے کام لے کر عقائد صحیحہ کو اپنائے گا' وہ عقائد میں صحیح اور درست نظریہ کو اپنائے گا اور غلط اور باطل نظریہ کو ترک کر دے گا ف۲۳ یہ آیت کفار کے متعلق ہے' اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے طاغوت کی عبادت کرنے والوں کا ذکر فرمایا تھا اور طاغوت کی عبادت کرنے والے کفار اور مشرکین ہیں اور کفار اور مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا' فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کو بخش دے تو خود اس کے قول کے خلاف ہو گا اور اس سے اس کلام میں کذب اور جہل لازم آئے گا اور یہ اللہ کے لیے محال ہے۔

فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ

(جنت میں) بالا خانے ہیں' ان کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں' ان کے نیچے سے دریا جاری ہیں' یہ اللہ کا وعدہ ہے

اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي

اور اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ○ ۲۴ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے' پھر اس سے

الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

زمین میں چشمے جاری کرتا ہے' پھر اس سے مختلف رنگوں کی فصل اگاتا ہے' پھر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ فصل پک کر زرد ہو جاتی ہے'

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ

پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے' بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نصیحت ہے ○ ۲۵ پس کیا جس شخص کا سینہ اللہ نے

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ

اسلام کے لیے کھول دیا' سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر قائم ہو ۲۶ (وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے' جس کے دل پر اللہ نے گمراہی

قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ

کی مہر لگا دی ہو؟) پس ان لوگوں کے لیے عذاب ہے جن کے دل اللہ کو یاد کرنے کے بجائے سخت ہو گئے ہیں' وہی کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں ○

الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ

اللہ نے بہترین کلام کو نازل کیا جس کے مضامین ایک جیسے ہیں ۲۷ بار بار دہرائے ہوئے ۲۸ اس سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں' ۲۹ پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں'

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

یہ اللہ کی ہدایت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے اس کی ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت

ع ۲ / ۱۲ / ۱۶

وف ۲۴ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور اطاعت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور جو اس کے دیدار کے مشتاق ہیں اور محبّ صادق ہیں' ان سے اپنے قرب' اپنی رضا اور اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا وف ۲۵ اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ آسمان سے (یعنی بادلوں سے) پانی نازل فرماتا ہے اور اس پانی کو زمین کے مختلف حصوں میں پہنچا دیتا ہے' یہ پانی زمین کے اندر نفوذ کر جاتا ہے' پھر کسی جگہ زمین کو پھاڑ کر نکل آتا ہے اور چشمہ کی صورت میں بہنے لگتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے مختلف رنگوں کی فصلیں پیدا فرماتا ہے۔ بعض سبز ہوتی ہیں اور بعض سرخ پھول ہوتے ہیں' بعض میں زرد اور بعض میں سفید اور ان سے گندم' جَو' چنا' چاول' کپاس اور سرسوں وغیرہ پیدا فرماتا ہے' پھر ایک وقت آتا ہے کہ یہ فصلیں پک جاتی ہیں' پھر پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ زمین کی اس پیداوار کا انسان مشاہدہ کرتا رہتا ہے کہ کس طرح بیج سے ایک ننھی سی کونپل نکلتی ہے' پھر وہ سرسبز پودا بن جاتا ہے' پھر اس میں پھول کھلتے ہیں' پھر اس میں غلہ پک جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے' سو جس طرح زمین کی پیداوار وقفہ وقفہ سے متغیر ہوتی رہتی ہے' اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ مُردہ ہو جاتی ہے' یہی انسان کا حال ہے' وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ مر جاتا ہے' سو جس طرح یہ زمین اور اس کی پیداوار فانی ہے' اسی طرح انسان بھی فانی ہے' پس انسان کو چاہیے کہ وہ اس فانی دنیا سے دل نہ لگائے' ورنہ وہ بھی فنا کے گھاٹ اتر جائے گا' اس کو چاہیے کہ وہ اس ذات کے ساتھ دل لگائے' جو باقی ہے تاکہ وہ بھی باقی رہے وف ۲۶ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی: ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ'' (الزمر: ۲۲) ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب بندے کے دل میں نور داخل ہوتا ہے تو اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے' ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دار الخلد (آخرت) کی طرف رجوع کرتا ہے اور دار الغرور (دنیا) سے بھاگتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۱۱) وف ۲۷ قرآن مجید کے مضامین فصاحت اور بلاغت میں ایک جیسے ہیں اور حسن اسلوب اور حکمت میں ایک جیسے ہیں اور اس کی آیات باہم ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں' ان میں کوئی تناقض اور اختلاف نہیں ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ گزشتہ آسمانی کتابوں کے اس بات میں مشابہ ہے کہ اس میں بھی احکامِ شرعیہ ہیں' گزشتہ اقوام کے واقعات ہیں اور غیب کی خبریں ہیں وف ۲۸ مثلاً احکامِ شرعیہ کو بار بار دہرایا گیا ہے' خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کے حکم کو' آسمانوں اور زمینوں کے احوال کو بار بار دہرایا گیا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا گیا ہے' اسی طرح جنت اور دوزخ' لوح اور قلم' ملائکہ اور شیاطین' عرش اور کرسی' وعد اور وعید' امید اور خوف کے مضامین کا بار بار ذکر کیا گیا ہے وف ۲۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ کے نیک بندے جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں جب وہ قرآن مجید کی آیات کو سنتے ہیں تو ان پر خوف اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے' ان کا جسم لرزنے لگتا ہے اور خوف کے غلبہ سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ خوفِ خدا سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہونا اللہ کی رحمت کے حصول کا سبب ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب خوفِ خدا سے کسی بندہ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں' جس طرح درخت کے بوسیدہ پتے جھڑتے ہیں۔ (مسند البزار: ۱۸۲۱۷)

مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

دینے والا نہیں ہے ○ کیا جو شخص قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے چہرے سے دور کرتا ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو بے خوفی سے جنت میں داخل ہو؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا: اب تم ان کاموں کا مزہ چکھو جو تم دنیا میں کرتے تھے ○ ان سے پہلے لوگوں نے (رسولوں کو) جھٹلایا تو ان پر اس جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا ○ ۳۰ پھر اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزا چکھایا اور آخرت کا عذاب ضرور تمام عذابوں سے بڑا ہے کاش! وہ جانتے ○ بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ ہم نے انہیں عربی زبان میں قرآن عطا فرمایا جس میں کوئی کجی نہیں ہے تاکہ وہ اللہ سے ڈریں ○ ۳۱ اللہ ایک مثال بیان فرما رہا ہے ایک غلام ہے جس میں کئی متضاد خیالات کے لوگ شریک ہیں اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک شخص ہی مالک ہے کیا ان دونوں غلاموں کی مثال برابر ہے؟ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بلکہ ان (مشرکین) میں سے اکثر نہیں جانتے ○ بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں ○ ۳۲ پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے ○

ف ۳۰ ان پر یہ عذاب رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے آیا' وہ بہت اطمینان اور امن اور چین سے رہ رہے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان پر اچانک کوئی افتاد آ سکتی ہے اور پھر اچانک ان پر ایسا عذاب آیا جس سے وہ ہلاک ہو گئے اور اس عبرت ناک عذاب سے مسلمان خوش ہوئے کیونکہ وہ مسلمانوں کا' ان کے ایمان اور اسلام کی وجہ سے مذاق اڑاتے تھے اور کفار ان کی نگاہوں کے سامنے ذلیل اور رسوا ہو گئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے' وہ اس سے بہت بڑا ہے ف ۳۱ الزمر: ۲۸۔۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: ایک یہ کہ یہ قرآن ہے یعنی اس کی بہت زیادہ تلاوت اور قراءت کی جاتی ہے' دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ عربی زبان میں ہے اور اس کی عربی ایسی ہے کہ اس نے بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء کو فصاحت اور بلاغت میں عاجز کر دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○'' (الاسراء: ۸۸) آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ ہوں ○ اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس میں کوئی کجی نہیں ہے' کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ جب انسان کوئی بہت طویل کلام کرتا ہے تو اس میں ضرور کچھ باتیں ایک دوسرے سے متصادم اور ایک دوسرے سے متعارض ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی کوئی آیت دوسری آیت سے متعارض نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○'' (النساء: ۸۲) اور اگر یہ کلام اللہ کے سوا کسی اور کا ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف ہوتا ○ قرآن مجید میں کجی نہ ہونے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو سابقہ امتوں اور ان کے نبیوں کی خبریں دی گئی ہیں' وہ سب صادق ہیں اور ان کے صدق پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو عقائد اور احکام بیان کیے گئے ہیں' وہ سب عقل اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہیں اور ان میں کوئی چیز خلاف عقل نہیں ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر' رسولوں کی بعثت پر' قیامت پر اور جزا اور سزا پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں' ان کی قطعیت میں کوئی ضعف اور جھول نہیں ہے ف ۳۲ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ ﷺ کو زندہ اور کفار کو مُردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''انك ميت'' میں ''میت'' نکرہ ہے اور ''انهم ميتون'' میں بھی ''میت'' نکرہ ہے اور اصولِ فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے' سو کفار پر جو موت آئے گی وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی ﷺ پر آئی تھی۔ ہمارے نبی ﷺ پر ایک آن کے لیے موت آئی' پھر آپ کو حیات جاودانی عطا فرما دی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطا کی گئی اور کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں' صرف عذابِ قبر پہنچانے کے لیے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطا کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں کئی احادیث ہیں' ان سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں: امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر ہمارا درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' سنن نسائی: ۱۳۷۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۳۴۲۵' حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحانہ کے سامنے (بقیہ صفحہ ۹۸۶ پر)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ

پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس

بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝۳۲

کو جھٹلائے! کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے ○ ۳۲

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ

اور جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ

الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

متقی ہیں ○ ۳۳ ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں (اور) یہی نیکی کرنے

الْمُحْسِنِیْنَ ۝۳۴ ۚۖ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا

والوں کی جزاء ہے ○ ۳۴ تاکہ اللہ ان (محسنین) سے ان کے کیے ہوئے زیادہ بُرے

وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۳۵

کاموں کو دور کر دے اور ان کے کیے ہوئے زیادہ نیک کاموں کی ان کو جزاء عطا فرمائے ○ ۳۵

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ ۳۶ یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسرے (معبودوں)

دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ ۚ وَمَنْ یَّهْدِ

سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ گم راہی پر چھوڑ دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ○ اور جس کو اللہ ہدایت

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۝۳۷

عطا فرمائے اس کو کوئی گم راہ کرنے والا نہیں ہے؛ کیا اللہ غالب انتقام لینے والا نہیں ہے؟ ○ ۳۷

تبیان القرآن

ف۳۳ ان آیتوں میں اللہ عزوجل مشرکین سے خطاب فرما رہا ہے جنہوں نے اللہ پر بہتان باندھا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کر لیا اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے اللہ کے لیے اولاد کو ثابت کیا اور جب اللہ کے رسل کرام صلوٰت اللہ علیہم اجمعین ان کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے تو انہوں نے اس پیغام کو جھٹلایا' اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: پس اس سے زیادہ اور کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس کو جھٹلائے۔ یعنی وہ سب سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے' کیونکہ اس نے اللہ کے ساتھ بھی کفر کیا اور رسولوں کے ساتھ بھی کفر کیا اور اللہ کی تکذیب بھی کی اور اس کے رسولوں کی بھی تکذیب کی' انہوں نے باطل کا قول کیا اور حق کا انکار کیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے' اس وعید میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو لوگوں پر ظاہر کرتے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور واقع میں وہ نبی اور رسول نہ ہوں اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء والرسل کی بعثت کے بعد جس نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا' وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔ اسی طرح جس نے اپنے مریدین اور معتقدین کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ وہ اللہ کا ولی ہے یا غوث اور قطب ہے یا اس پر الہام ہوتا ہے' وہ اس وعید میں داخل ہے کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا ہے ف۳۴ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ صدق لانے والے سیدنا محمد ﷺ اور تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے حضرت ابوبکر کا مراد ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی اور جو سب سے پہلے تصدیق کرنے والا ہو' وہی سب سے افضل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر کو اس آیت سے مراد لینا زیادہ راجح ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت علی کم سن تھے' جیسے گھر میں کوئی بچہ ہوتا ہے اور حضرت علی کے اسلام لانے سے اسلام کو کوئی زیادہ قوت اور شوکت حاصل نہیں ہوئی اور حضرت ابوبکر بڑی عمر کے تھے اور معاشرہ میں ان کی بہت عزت اور وجاہت تھی اور جب انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی تو اس سے اسلام کو بہت زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوئی' اس وجہ سے اس آیت میں "وصدق بہ" سے حضرت ابوبکر صدیق کو مراد لینا زیادہ راجح ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۲) ف۳۵ ان محسنین کو جو بہترین جزا دی جائے گی اور ان کے بُرے کاموں کو مٹایا جائے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے پیغام کی تصدیق کی اور اپنے اقوال' افعال اور احوال سے اس تصدیق کا ثبوت فراہم کیا' جو بات کہی سچی کہی' جو وعدہ یا عہد کیا اس کو پورا کیا اور ہر کام میں ان کی نیت صادق رہی' یعنی انہوں نے ہر نیک کام جذبہ صادقہ اور عبادت کی نیت سے کیا اور تصدیق کے یہ ثمرات ہر چند کہ بندے کے افعال اختیاریہ ہیں اور اسی وجہ سے ان پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن حقیقت میں یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور صدق بندوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور وہی صفت ہے' انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' حدیث میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا: تم اپنے دین میں اخلاص رکھنا (اخلاص اور صدق نیت سے اللہ کی اطاعت کرنا)' پھر تم کو کم عمل بھی کافی ہوں گے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۳۰۶) ف۳۶ اس آیت میں بندے سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں: ابن زید نے اس کی تفسیر میں کہا: کیوں نہیں! اللہ آپ کو کافی ہے' وہ اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو غلبہ عطا فرمائے گا اور آپ کی مدد فرمائے گا ف۳۷ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کے غیر سے کسی افتاد کا خطرہ محسوس کرنا یا اس سے کسی فائدہ پہنچنے کی توقع رکھنا اللہ پر توکل کے خلاف ہے اور کسی نیک کام کے کرنے پر اللہ کے غیر سے خصوصاً باطل خداؤں سے ڈرنا بہت بڑی گم راہی ہے' پھر بتایا: اللہ اپنے دشمنوں سے زبردست انتقام لینے والا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے: اللہ نے

اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ

آپ کہیے: بھلا تم یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو' اگر اللہ مجھے کوئی

اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ

ضرر پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے پہنچائے ہوئے ضرر کو دور کر سکیں گے؟ یا اگر وہ مجھ پر رحمت

هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ

کا ارادہ کرے تو کیا وہ اللہ کی رحمت (مجھ سے) روک سکیں گے ۳۸ آپ کہیے: مجھے اللہ کافی ہے' اسی پر

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ

توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں ○ ۳۹ آپ کہیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو'

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

بے شک میں (بھی) عمل کر رہا ہوں' پس عنقریب تم جان لو گے○ کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

دائمی عذاب نازل ہو گا ○ بے شک ہم نے لوگوں کے لیے آپ پر برحق کتاب نازل کی ہے'

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ

سو جس نے ہدایت اختیار کی تو اپنے ہی فائدہ کے لیے اور جس نے گمراہی اختیار کی تو اس گمراہی کا وبال اسی پر ہے

وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۴۱ ع اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ

اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں ○ ۴۰ اللہ ہی روحوں کو ان کی

ف۳۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں کے مذہب کو باطل فرمایا ہے کیونکہ تمام مخلوق کو اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اور اس کو ہر چیز پر قدرت ہے اور انسان کی فطرت اور اس کی عقل اس چیز پر شہادت دیتی ہے اور جو شخص بھی آسمانوں اور زمینوں کے عجیب و غریب احوال میں' انسان کے بدن کی اندرونی مشین اور اس کی کارکردگی میں غور کرے گا' اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی' دوسری بات یہ ہے کہ یہ پتھر کے بے جان بت جن کو انسان نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے' جو اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی کو بھی اُڑانے پر قادر نہیں ہیں' وہ کب کسی سے ضرر کو دور کر سکتے ہیں یا کسی سے اللہ کی رحمت کو روک کر سکتے ہیں' سو صاحب عقل کو ان دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے کہ یہ بت اس کا کچھ بگاڑ لیں گے یا اس کے کسی فائدے کو روک لیں گے ف۳۹ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص کافی سے غیر کافی کی طرف منتقل ہو گا' اس کا مقصود پورا نہیں ہو گا' اس لیے ضروری ہے کہ تمام معاملات میں اللہ پر توکل کیا جائے' تمام اُمور اسی کو سونپ دیے جائیں اور صرف اسی کی اطاعت کی جائے اور جب بندہ صرف اللہ عزوجل کی اطاعت کرے گا تو کائنات کی ہر چیز اس کی اطاعت کرے گی' حدیث میں ہے: ابن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے' ایک مرتبہ وہ روم کی زمین میں لشکر سے بھٹک گئے یا ارضِ روم میں قید کر لیے گئے' پس وہ مسلمانوں کے لشکر کو ڈھونڈنے کے لیے بھاگے تو اچانک ان کے سامنے شیر آ گیا' حضرت سفیان نے اس شیر سے کہا: اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے' پس شیر ان کی طرف دم ہلاتا ہوا بڑھا اور ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' جب وہ کوئی خوف ناک آواز سنتا تو اس کی طرف متوجہ ہوتا' پھر ان کے پہلو بہ پہلو چلتا رہا حتیٰ کہ لشکر تک پہنچ گیا' پھر شیر واپس چلا گیا۔ (شرح السنہ: ۳۷۳۲) اس حدیث میں حسب ذیل فوائد ہیں: (۱) حضرت سفینہ نے شیر سے بے خوف و خطر کلام کیا' کیونکہ ان کو یقین تھا کہ وہ ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور وہ ان کے کلام کو سنے گا' اس کو سمجھے گا اور ان کی مدد کرے گا اور ان کو لشکر اسلام تک پہنچائے گا' یہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے (۲) جب کوئی مسلمان اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے تو درندے بھی اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتے تو جمادات کب ضرر پہنچا سکیں گے (۳) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور ہر معاملہ میں اس پر توکل کرنا مصائب سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے (۴) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر کو یہ بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں تو اس نے آپ کو لشکر اسلام تک پہنچا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی مسلمان راستہ بھٹک جائے یا اس کو کوئی اور افتاد پیش آ جائے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے اس سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے اور یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرتا ہے' اس کو دنیا میں سیدھا راستہ مل جاتا ہے تو ان شاء اللہ آخرت میں بھی وہ سیدھے راستہ کی ہدایت حاصل کرے گا ف۴۰ ان آیتوں میں یہ اشارہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت اور عبادت کے جس حق کو بھول بیٹھے تھے' قرآن کریم ان کو وہ حق یاد دلا رہا ہے' پس جس نے قرآن مجید کے یاد دلانے سے اس حق کو پہچان لیا اور اس کی نصیحت پر عمل کر لیا اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی گزاری تو اس ہدایت کے فوائد اسی کو حاصل ہوں گے کیونکہ اس ہدایت کے نور سے اس کا دل منور ہو جائے گا اور اس کی حیوانی اور شیطانی صفات کے جو آثار ہیں' وہ محو ہو جائیں گے' جن کی وجہ سے اس کا دل تاریک ہو سکتا ہے اور ان صفات کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا سکتا تھا اور جس شخص نے اپنی گمراہی پر اصرار کیا اور اپنے نفس امارہ کے احکام کی اطاعت کی اور اس پر حیوانی اور شیطانی صفاتِ مذمومہ غالب آ گئیں تو وہ شخص جہنم میں جا گرے گا اور اس کی اس روش سے آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی کیونکہ آپ نے اس کو دوزخ سے گھسیٹ کر نکالنے کی بہت کوشش کی اور اس سلسلہ میں بہت مشقت اٹھائی' اس کے باوجود اگر کوئی شخص کفر پر اصرار کر کے دوزخ کو اپنا ٹھکانا بناتا ہے تو آپ اس سلسلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔ اس مضمون کی وضاحت میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے آگ روشن کی' پھر حشرات الارض اور پروانے اس آگ میں گرنے لگے'

مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ

موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کی موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض

عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ

کرتا ہے) پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک چھوڑ دیتا ہے ف۴۱

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ

بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں O کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے

اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾

سفارشی بنا رکھے ہیں؟ آپ کہیے: خواہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل و خرد رکھتے ہوں O

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ

آپ کہیے: تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے؛ ف۴۲ تمام آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ

پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ

متنفر ہوتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

کیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں O ف۴۳ آپ دعا کیجیے: اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے!

عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا

غیب اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے

سو میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور لوگ اس آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۴۸۳) ف۴۱ حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر نے الزمر: ۴۲ کی تفسیر میں کہا ہے: جب مردے مرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض فرما لیتا ہے اور جب زندہ سوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض فرما لیتا ہے' پھر جس کی موت کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا اس کی روح کو روک لیتا ہے اور جس کی موت کا فیصلہ نہیں فرمایا' اس کی روح کو ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے۔ یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ نفس اور روح ایک چیز ہیں کیونکہ اس آیت میں ''انفس'' کا لفظ ہے اور انہوں نے اس کا معنی ارواح کیا ہے اور اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے: آپ ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ ہم کو صبح کی نماز کے وقت جگا دینا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نیند غالب آ گئی' سورج نکلنے کے بعد سب بیدار ہوئے' آپ نے حضرت بلال سے پوچھا' تو انہوں نے کہا: میرے نفس کو اسی چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔ (موطأ امام مالک: ۲۵) دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر فرمایا: اے لوگو! اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا' اگر وہ چاہتا تو وہ اس وقت ہماری روحوں کو لوٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک: ۲۶) (نبی ﷺ نے نفس پر روح کا اطلاق فرمایا اور حضرت بلال نے روح پر نفس کا اطلاق فرمایا) اور آپ ﷺ نے حضرت بلال کے اس قول کا رد نہیں فرمایا' پس قرآن و سنت نے ایک چیز کو کبھی نفس سے تعبیر فرمایا ہے اور کبھی اس چیز کو روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ (تمہید ج ۲ ص ۵۸۶) ف۴۲ یہ آیت اہل مکہ کے رد میں نازل ہوئی' کیونکہ وہ یہ زعم کرتے تھے کہ بت اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ مشرکین سے یہ کہیے: کیا تم بتوں کو سفارشی بنا رہے ہو' خواہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور انہیں کسی چیز کی عقل نہ ہو اور جب وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں تو اللہ کے پاس تمہاری شفاعت کرنے کے کیسے مالک ہوں گے اور وہ اس بات کو کیسے سمجھیں گے کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو' پھر مشرکین کو دلیل سے ساکت کرنے کے بعد فرمایا: تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے' یعنی کوئی کسی کی شفاعت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' جب تک کہ جس کی شفاعت کی جائے' وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ نہ ہو اور شفاعت کرنے والے کو شفاعت کا اذن نہ دیا گیا ہو' اور بتوں کی شفاعت کے معاملہ میں دونوں چیزیں مفقود ہیں: امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس آیت سے مطلق شفاعت کی نفی پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو شفاعت کرنے کا اذن نہ دے تو وہ شفاعت نہیں کر سکتا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۵۶) ف۴۳ الزمر: ۴۵ میں مشرکین کے ایک اور برے عمل کا ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے' مثلاً کہے: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ'' تو ان کے چہروں سے ان کی نفرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور جب ان کے بتوں کا ذکر کیا جائے تو ان کے چہروں سے خوشی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس آیت میں ''اشمازت'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''اشمئزاز'' ہے' اس کا معنی ہے: جب کسی شخص کو کسی بات سے بہت زیادہ غم و غصہ پہنچے تو اس کا چہرہ تاریک ہو جاتا ہے' اس کے برعکس جب کسی خبر سے وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے تو اس کا چہرہ کھل اٹھتا ہے۔ کفار کو اللہ کا ذکر ناگوار ہوتا ہے اور مسلمان اللہ کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں اور اس کے ذکر کو محبوب رکھتے ہیں' حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے' اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۰)

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ

کا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں ○ ف۴۴ اور اگر ظالموں کے پاس روئے زمین کی

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ

تمام چیزیں ہوتیں اور اتنی ہی اور بھی ہوتیں تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے اس کو ضرور

الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

فدیہ میں دے دیتے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ عذاب ظاہر ہوگا جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا ○ ف۴۵

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور ان کے کیے ہوئے بُرے کام ان کے لیے ظاہر ہوں گے اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ

کا احاطہ کرلے گا ○ پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنے پاس

نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف ایک علم کی بناء پر دی گئی ہے، بلکہ درحقیقت یہ آزمائش ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ ف۴۶ بے شک اس سے پہلے بھی لوگوں نے یہ

قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ

بات کہی تھی، سو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی ○ ف۴۷ پس ان کے

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ

بُرے کاموں کا عذاب انہیں آ پہنچا اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں انہیں بھی ان کے

ف۴۴ یعنی کفار کا اللہ کے ذکر سے متوحش اور متنفر ہونا اور بتوں کے ذکر سے اور بتوں کی باتوں سے خوش ہونا ایسی چیز ہے، جس کا باطل ہونا بالکل بدیہی ہے' اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ موحدین اور مشرکین میں اختلاف ہے، موحدین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں اور مشرکین اپنی خواہش اور ہوس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان دنیا میں بھی فیصلہ فرمائے گا اور آخرت میں بھی فیصلہ فرمائے گا' دنیا میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے گا اور آخرت میں مسلمانوں کو بخش دے گا اور ان کو اپنے فضل سے جنت عطا فرمائے گا اور کفار اور مشرکین سے آخرت میں انتقام لے گا' نبی ﷺ نے بھی یہ دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان آخرت میں فیصلہ فرما دے۔ حدیث میں ہے: ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی ﷺ نماز کے شروع میں کیا دعا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جب آپ رات میں نماز کے لیے اٹھتے تھے تو نماز کے شروع میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! اے جبرئیل! میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور شہادت کے جاننے والے! تیرے بندے جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو ان میں فیصلہ فرمائے گا' اے اللہ! جس چیز میں حق بات سے اختلاف کیا گیا ہے تو اس میں مجھ کو ہدایت دے' بے شک تو جس کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (سنن النسائی: ۱۶۲۴) ف۴۵ اللہ تعالیٰ نے کفار کو جو عذاب کی وعید سنائی ہے' اس میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ بالفرض روئے زمین کی تمام دولت کے بھی مالک ہوتے اور اس کو آخرت کے عذاب سے نجات کے لیے خرچ کر دیتے تو وہ اس عذاب سے نجات نہیں پا سکتے تھے' دوسری چیز یہ ہے کہ حدیث میں جنت کی صفت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں' جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۲۴۴) سو جس طرح مؤمنوں کو جنت میں ایسی نعمتیں ملیں گی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی' اسی طرح کافروں کو دوزخ میں ایسا عذاب دیا جائے گا' جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا ف۴۶ اس آیت میں کفار کے بُرے اعمال میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ان کو تنگ دستی یا بیماری لاحق ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں' پھر جب اللہ اپنے فضل سے وہ مصیبت ان سے دور فرما دیتا ہے اور ان کو مال و دولت کی فراوانی یا صحت اور عافیت کی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نعمت ان کو ان کی اپنی ذہانت اور محنت اور مشقت کی بناء پر حاصل ہوئی ہے' یا ان کو صحیح علاج کی وجہ سے صحت حاصل ہوئی ہے۔ کافر یہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے ایک علم کی بناء پر حاصل ہوئی' اس کی کئی تفاسیر ہیں' ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ کے علم میں یہ تھا کہ میں اس نعمت کا مستحق ہوں' اسی وجہ سے مجھے یہ نعمت حاصل ہوئی ہے' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مجھے یہ علم تھا کہ میں اس نعمت کا مستحق ہوں اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ مجھے یہ علم تھا کہ مجھے کس ذریعہ سے مال حاصل ہوگا یا مجھے یہ علم تھا کہ کون سے علاج سے مجھے شفاء حاصل ہوگی یا کس طریقہ سے مجھ سے یہ مصیبت دور ہوگی ف۴۷ اس سے مراد پچھلی امتیں ہیں یا اس سے مراد قارون ہے' اس نے بھی خزانوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ ''اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ'' (القصص: ۷۸) مجھے یہ خزانے صرف میرے علم کی وجہ سے دیئے گئے ہیں۔

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ

بُرے کاموں کا وبال پہنچے گا اور وہ (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں O ۴۸ کیا انہوں نے یہ نہیں جانا کہ

اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے ۴۹ بے شک اس میں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

ایمان لانے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جو (گناہ کر کے)

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ

اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ

بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O ۵۰ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا

کی اطاعت کرو اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے ۵۱ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے تم اسلام لے آؤ O اور تمہارے رب

اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

کی طرف سے تم پر جو احکام نازل کیے گئے ان میں سے سب سے اچھے احکام پر عمل کرو ۵۲ اس سے پہلے کہ تم پر اچانک

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ لا اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ

عذاب آ جائے اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو O (پھر ایسا نہ ہو کہ) کوئی شخص یہ کہے: ہائے افسوس!

يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

میری ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں ۵۳ بے شک میں ضرور مذاق اڑانے

ف۴۸ انہوں نے جو یہ کہا تھا کہ ان کے علم اور ان کی تدبیر کی وجہ سے ان کی مصیبت دور ہوئی ہے اور ان کو یہ نعمت حاصل ہوئی' ان کو ان کے اس باطل عقیدہ اور فاسد قول کی سزا آخرت میں ملے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کو دنیا یا آخرت میں سزا دینے سے روک نہیں سکتے

ف۴۹ یعنی رزق میں تنگی اور کشادگی کا معیار انسان کے علم اور اس کی عقل پر نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے علم اور عقل والے تنگ دست اور قلاش ہوتے ہیں اور بہت سے جاہل اور بے وقوف لوگ خوش حال اور مال دار ہوتے ہیں' پس مال کی کثرت اور قلت کا مدار اللہ کے فضل اور اس کی حکمت پر ہے' وہ اپنی حکمت کی وجہ سے یا کسی کو آزمائش میں مبتلا کرنے کے لیے اس کو مال کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے اور کسی کو ڈھیل دینے کے لیے یا اس پر فضل فرمانے کے لیے اس کو مال کی کثرت سے نوازتا ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا اور مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو بھول جانا یہ کفار کا طریقہ ہے' سو مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھیں اور ہر حال میں اس کو یاد رکھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ مصائب اور شدائد میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرے' اس کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔ (سنن الترمذی: ۳۳۸۲)

ع ۱۱ / ۲

ف۵۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کی طرف کسی کو بھیج کر بلوایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' اس نے یہ جواب دیا کہ اے محمد! آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں' حالانکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ جس نے قتل کیا یا شرک کیا' زنا کیا' اس کو بہت گناہ ہوگا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا اور میں یہ سب کام کر چکا ہوں' کیا آپ میرے لیے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O" (الفرقان: ۷۰) مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کیے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی نیک اعمال سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا' بہت مہربان ہے O وحشی نے کہا: اے محمد! یہ بہت سخت شرط ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرے' ہوسکتا ہے کہ میں اس شرط پر پورا نہ اتر سکوں' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ وحشی نے کہا: اے محمد! میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں بھی مغفرت اللہ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت ہوگی یا نہیں' کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور صورت ہے؟ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O" (الزمر: ۵۳) اے میرے وہ بندو! جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' بے شک وہی بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O وحشی نے کہا: اب ٹھیک ہے' پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا (رضی اللہ عنہ)' لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم بھی وحشی کی طرح گناہ کر بیٹھیں؟ آپ نے فرمایا: یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۴۸۰)

ف۵۱ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کی فرماں برداری اور اطاعت کی طرف رجوع کرو اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے اخلاص کے ساتھ اس کے احکام پر عمل کرو' توبہ اور انابت میں یہ فرق ہے کہ تائب اللہ کے عذاب کے خوف سے معصیت کو ترک کر کے اس کی اطاعت کرتا ہے اور منیب اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر حیاء کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرنے سے باز رہتا ہے اور ذوق وشوق سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے

ف۵۲ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو قسم کے احکام ہیں' ایک وہ ہیں جو فی نفسہٖ صحیح اور درست ہیں لیکن زیادہ بہتر اور احسن نہیں ہیں' پس تم احسن اور زیادہ اچھے احکام پر عمل کرو' مثلاً رمضان میں کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے اور بعد میں ان

السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ

والوں میں سے تھا O یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقین

الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً

میں سے ہو جاتا O یا عذاب دیکھتے وقت یہ کہے کہ کاش! میرا دنیا میں لوٹنا ممکن ہوتا تو

فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ

میں نیکوکاروں میں سے ہو جاتا O کیوں نہیں! بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئیں سو تو نے

بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى

ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے ہو گیا O ۵۴ اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

باندھا تھا آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ان کا منہ کالا ہو گا کیا تکبر کرنے والوں کا

مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ

جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے؟ O ۵۵ اور اللہ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب سے (عذاب سے) نجات دے گا

لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے O اللہ ہر چیز کا خالق ہے ۵۶

وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ

اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے O اسی کے پاس آسمانوں اور زمینوں کی چابیاں

وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾

ہیں ۵۷ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا ہے وہی نقصان اٹھانے والے ہیں O

کی قضاء کرے اور اگر وہ ان ایام میں بھی روزے رکھ لے تو اس کے لیے زیادہ بہتر ہے' قرآن مجید میں ہے: "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (الٰی قولہ تعالٰی) وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ" (البقرہ: ۱۸۴) تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے ایام میں ان کی جگہ روزے رکھے اور اگر تم روزے رکھ لو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح نفلی صدقات کو دکھا کر دینا جائز ہے لیکن چھپا کر دینے میں زیادہ فضیلت ہے' قرآن مجید میں ہے: "اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" (البقرہ: ۲۷۱) اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم صدقات مسکینوں کو چھپا کر دو تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں جن میں قرآن مجید میں ایک کام کا حکم دیا ہے جو صحیح اور درست ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسرے کام کا بھی حکم دیا ہے' جو اس سے زیادہ اچھا اور احسن ہے اور الزمر: ۵۵ میں ہمیں قرآن مجید کے احسن کاموں پر عمل کی ترغیب دی ہے ف۵۳ یعنی تم کو اللہ تعالٰی طرف رجوع کرنے' اخلاص سے اس کی اطاعت کرنے اور قرآن مجید کی اتباع کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر تم نے ان احکام پر عمل نہیں کیا اور اس کے نتیجے میں تم کو آخرت میں عذاب ہوا تو پھر تم کہو کہ ہائے افسوس! میری ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے متعلق کی ہیں ف۵۴ اس کا یہ عذر باطل ہے کہ اس کو ہدایت حاصل نہیں ہوئی' کیونکہ اللہ تعالٰی نے اس کے پاس رسولوں کو بھیجا' انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور اپنی رسالت پر دلائل اور معجزات پیش کیے' لیکن اس نے دانستہ انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا ف۵۵ الزمر: ۶۰ میں "متکبرین" کا ذکر ہے" تکبر" کی تعریف ہے: حق کا انکار کرنا اور دوسرے لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھنا۔ (صحیح مسلم: ۹۱) متکبرین کے متعلق اس حدیث میں وعید ہے: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن متکبرین کا حشر چیونٹیوں کی صورت میں کیا جائے گا' ان کو ہر جانب سے ذلت ڈھانپ لے گی' ان کو اس جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا جس کا نام بوس ہے' آگ کے شعلے ان کے اوپر بھڑک رہے ہوں گے اور جہنم کی پیپ سے ان کو پلایا جائے گا۔ (سنن الترمذی: ۲۴۹۲) ف۵۶ اللہ تعالٰی کی حمد میں یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالٰی ہر چیز کا خالق ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ گندگی' کیڑے مکوڑوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے' کیونکہ اللہ تعالٰی کی طرف حسن اور اچھائی کی تخلیق کی نسبت کرنا صحیح ہے اور بُرائی کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف صحیح نہیں ہے۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی خالق الاجسام ہے لیکن اس کو کیڑوں مکوڑوں اور بندروں کا خالق کہنا جائز نہیں ہے بلکہ اس قسم کے الفاظ سے اللہ تعالٰی کی تنزیہ واجب ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۱۷) ف۵۷ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا' آپ نے فرمایا: تم سے پہلے مجھ سے اس کی تفسیر کے متعلق کسی نے دریافت نہیں کیا' اس کی تفسیر ہے: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ' اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَبِيَدِهِ الْخَيْرُ وَيُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" جس شخص نے صبح اٹھ کر ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھا' اس کو چھ خصال عطا کی جائیں گی۔ پہلی خصلت کی وجہ سے وہ ابلیس اور اس کے لشکر سے محفوظ رہے گا اور دوسری خصلت کی وجہ سے اس کو بے شمار اجر عطا کیا جائے گا اور تیسری خصلت کی وجہ سے اس کا جنت میں درجہ بلند کیا جائے گا اور چوتھی خصلت کی وجہ سے بڑی آنکھوں والی حور سے اس کا عقد کیا جائے گا اور پانچویں خصلت کی وجہ سے اس کے پاس بارہ ہزار فرشتے آئیں گے اور چھٹی خصلت کی وجہ سے اس کو اس شخص کا اجر ملے گا جس نے قرآن مجید' تورات' انجیل اور زبور کی تلاوت کی ہو اور ان کے علاوہ اے عثمان! اس کو حج مقبول اور عمرہ کا اجر ملے گا اور اگر اسی دن وہ مر گیا تو اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔
(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۵)

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ

آپ کہیے کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا بہ زور حکم دے رہے ہو O بے شک

اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

آپ کی طرف (توحید کی) وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف کہ اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے

عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ

عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے ۵۸ اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے O بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت

مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا

کریں اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں O ۵۹ اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر

قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ

کرنے کا حق تھا ۶۰ اور قیامت کے دن سب زمینیں اسی کی مٹھی میں ہوں گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي

ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیںO اور صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ

اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے' پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا

اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ

تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے O ۶۱ اور زمین اپنے رب کے نور سے

رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ

چمکے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور تمام شہداء کو لایا جائے گا ۶۲ اور ان کے درمیان

ف۵۸ اس آیت میں تعریض ہے' ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور مراد آپ کی امت ہے' یعنی اگر بالفرض آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے تو اگر آپ کی امت کے کسی شخص نے شرک کیا تو اس کے اعمال تو بہ طریق اولیٰ ضائع ہو جائیں گے ف۵۹ اس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد فرمایا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ آپ ان کے بتوں کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کے اس باطل قول کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ وحدہٗ کی عبادت کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو توحید پر قائم رہنے کی ہدایت دی ہے' ہدایت کی اس نعمت پر آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں ف۶۰ کیونکہ مشرکین نے اللہ وحدہ کی عبادت کو ترک کر کے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرنی شروع کر دی اور انہوں نے اپنے سے بھی گھٹیا اور ادنیٰ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا' فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا' قیامت اور بعثت انبیاء کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا' سو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی تعظیم نہیں کی جیسے اس کی تعظیم کا حق تھا ف۶۱ محققین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صور میں صرف دو مرتبہ پھونکا جائے گا' پہلی بار صور میں پھونکا جائے گا تو سب مر جائیں گے اور دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس آیت میں اور حسب ذیل احادیث میں اس پر دلیل ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا' لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا: چالیس ماہ؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' لوگوں نے کہا: چالیس سال؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا' پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۴۸۱۴) امام ابن ابی دنیا نے کتاب البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صور میں پھونکا جائے گا اور صور سینگھ کی شکل پر ہے تو جو لوگ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' وہ سب مر جائیں گے اور دو مرتبہ پھونکنے کے درمیان چالیس سال ہیں' پھر ان چالیس سال میں اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اُگنے لگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے۔ الحدیث (کتاب البعث لابن ابوداؤد: ۴۲) ف۶۲ ''کتاب'' سے مراد ہو سکتا ہے لوحِ محفوظ ہو' جس میں قیامت تک کے تمام دنیا کے احوال لکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے صحائف اعمال مراد ہوں۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا O'' (بنواسرائیل: ۱۳) اور ہم نے ہر انسان کے مقسوم (یا اعمال) کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کا صحیفہ اعمال نکال لیں گے جس کو وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گاO اس کے بعد تمام نبیوں اور شہداء کو لایا جائے گا' انبیاء علیہم السلام کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہم نے تمہیں دنیا میں اپنا پیغام دے کر بھیجا تھا' پھر تمہیں کیا جواب دیا گیا' اور شہداء سے مراد ہو سکتا ہے آپ کی امت ہو' کیونکہ قیامت کے دن جب پچھلی امتوں کے کفار یہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا تو آپ کی امت یہ شہادت دے گی کہ ان نبیوں نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہداء سے مراد کراماً کاتبین ہوں' جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں' وہ قیامت کے دن انسان کے اعمال پر گواہ ہوں گے' قرآن مجید میں ہے: ''وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ O'' (ق: ۲۱) اور ہر شخص کے ساتھ ایک لانے والا ہوگا اور ایک گواہO اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ مؤمنین ہوں جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا
حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ○ ۶۳ اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا

عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى
پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کے سب کاموں کو خوب جاننے والا ہے ○ ۶۴ اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی

جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ
طرف ہانکا جائے گا ۶۵ حتیٰ کہ جب وہ جہنم پر پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ۶۶ اور جہنم کے محافظ کافروں

خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ
اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں لیکن عذاب کا حکم

الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
کافروں پر ثابت ہو گیا ○ ۶۷ کہا جائے گا: اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ تم وہاں ہمیشہ

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
رہو گے سو تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے ○ اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف

اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ
روانہ کیا جائے گا ۶۸ حتیٰ کہ جب وہ جنت پر پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ۶۹ تو جنت کے محافظ ان سے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا
کہیں گے: تم پر سلام ہو تم پاک اور صاف ہو ۷۰ پس تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ ○ اور وہ کہیں گے:

ف۶۳ وہ تمام مقدمات جن کا دنیا میں صحیح فیصلہ نہیں ہو سکا‘ خواہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہو یا بندوں کے حقوق سے‘ قیامت کے دن ان کا صحیح فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ف۶۴ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہر نفس کو اس کے بُرے اعمال کی ضرور سزا دی جائے گی‘ کیونکہ اس آیت سے وہ گناہ گار مسلمان مستثنیٰ ہیں‘ جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ کے معاف فرمانے والی آیات اس عموم کی مخصص ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال اور ان کی کیفیات کو خوب جاننے والا ہے‘ وہ ہر مومن کو اس کے نیک اعمال کی اچھی جزا دے گا اور اس کے بُرے اعمال کو چاہے گا تو معاف فرما دے گا اور چاہے تو ان پر مواخذہ فرمائے گا‘ ہم اس کے مواخذہ سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں اور کفار مشرکین کو پکڑے گا اور ان کو دوزخ میں دائمی عذاب دے گا‘ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے ف۶۵ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا (الزمر: ۷۰) اور ان آیتوں میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ کفار کو کس طرح ہانک کر جہنم میں زبردستی بھیجا جائے گا اور مؤمنوں کو کس طرح اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس آیت میں ”زمر“ کا لفظ ہے‘ یہ ”زمرۃ“ کی جمع ہے‘ اس کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت اور گروہ اور ”زمر“ کا معنی ہے: لوگوں کی متعدد جماعتیں اور متعدد گروہ۔ قیامت کے دن کفار کے گروہوں کو زبردستی دھکے دے کر جہنم کی طرف ہانکا جائے گا‘ قرآن مجید میں ہے: ”يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا○“ (الطور: ۱۳) اور جس دن ان کو دھکے دے کر جہنم کی آگ کی طرف بھیجا جائے گا○ ف۶۶ اس میں یہ دلیل ہے کہ جہنم کے دروازے پہلے بند ہوں گے‘ جب کافروں کے گروہ جہنم پر پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ف۶۷ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ رسول کے آنے سے پہلے انسان کسی حکم کا مکلف نہیں ہوتا‘ ورنہ فرشتے ابتداءً یہ کہتے کہ تم نے اپنے رب کی عبادت کیوں نہیں کی اور رسول کے آنے کے بعد ہی انسان مواخذہ کا مستحق ہوتا ہے ف۶۸ یعنی شہداء‘ علماء اور عاملین اور عابدین اور زاہدین اور ہر مؤمن جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے‘ ان سے باز رہتا ہو۔ کافروں کو ذلت اور رسوائی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور متقین کو عزت و کرامت کے ساتھ سواریوں پر سوار کرا کے جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا ف۶۹ کافروں کے لیے جو آیت ذکر کی ہے‘ اس سے پہلے واؤ کا ذکر نہیں ہے اور مؤمنوں کے لیے جو آیت ذکر کی ہے‘ اس سے پہلے واؤ کا ذکر ہے۔ علامہ قرطبی اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ واؤ کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ مؤمنوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ مؤمنوں کی عزت اور کرامت ظاہر ہو اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: ”جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ○“ (ص: ۵۰) دائمی جنتیں جن کے دروازے متقین کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے○ اور کافروں کے حصہ میں واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے‘ کیونکہ وہ دوزخ کے باہر کھڑے ہوں گے اور ان کے پہنچنے کے بعد دوزخ کے دروازے کھولے جائیں گے تاکہ ان کی ذلت و رسوائی ظاہر کی جائے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰ ص ۳۴۳) ف۷۰ اس کا معنی ہے: تم خطاء کی کدورت اور گناہوں کی خباثت سے پاک اور صاف ہو‘ تم اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ یعنی جنت میں گناہوں سے پاک لوگ ہی داخل ہوں گے اور اگر مؤمنوں کے گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو دخولِ جنت سے پہلے گناہوں سے پاک کر دے گا‘ مؤمنوں کی توبہ سے‘ نبیوں کی خصوصاً سید الانبیاء کی شفاعت سے اور اپنے فضل محض سے یا کچھ سزا دے کر۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا ۱ے ہم جہاں

مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَی

چاہیں جنت میں رہتے ہیں پس (نیک) عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے ○ اے رسول مکرم! آپ دیکھیں گے

الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے

وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع

درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے ○ ۲ے

۴۰ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیاتها ۸۵ | رکوعاتها ۹

سورۃ المؤمن مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پچاسی آیتیں نو رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ

حا میم ○ اس کتاب کو نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غلبہ والا بے حد علم والا ہے ○ ۱ے گناہوں کو بخشنے والا

الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ

اور توبہ قبول فرمانے والا ۲ے بہت سخت عذاب دینے والا صاحب فضل ہے اس کے سوا کوئی عبادت

اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾ مَا یُجَادِلُ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ

کا مستحق نہیں ہے اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے ○ اللہ کی آیتوں میں صرف کفار جھگڑا

كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

کرتے ہیں ۳ے سو شہروں میں ان کے چلنے پھرنے سے اے مخاطب! تم دھوکے میں نہ آنا ○ ۴ے ان سے پہلے نوح کی قوم نے

ف۱ے اس زمین سے مراد جنت کی زمین ہے اور جنت کی زمین عطا کرنے کو حسب ذیل وجوہ سے وارث بنانے سے تعبیر فرمایا ہے: (۱) ابتداءً اس جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا اور آخرت میں ان کی اولاد میں سے متقین ان کے وارث ہو کر جنت میں جائیں گے (۲) جو شخص جس چیز کا وارث ہو اس میں بلا روک ٹوک تصرف کرتا ہے اور متقین بھی جنت میں بلا روک ٹوک تصرف کریں گے' گویا کہ وہ جنت کے وارث ہیں (۳) جنت میں بہت سی جنتیں وہ ہوں گی جو کافروں کے لیے بنائی گئی تھیں' اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کو وہ جنتیں دے دی جاتیں' جب وہ ایمان نہیں لائے تو مسلمانوں کو ان کی چھوڑی ہوئی جنتوں کا وارث بنا دیا جائے گا ف۲ے اس سے پہلی آیت میں مؤمنین کے ثواب کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں فرشتوں کے درجات کا ذکر فرمایا ہے' جس طرح مؤمنین کا اعلیٰ مقام جنت ہے' اسی طرح فرشتوں کا اعلیٰ مقام عرش ہے اور فرشتے عرش کے گرد اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا' امام رازی نے کہا: یہ ضمیر فرشتوں کی طرف راجع ہے' یعنی فرشتوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۴۸۱) اور دیگر مفسرین نے کہا: اہل جنت اور اہل نار کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا یا انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جب نبی علیہ ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ ان کی گواہی کے برحق ہونے کی گواہی دیں گے تو پھر مؤمنین کہیں گے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ المؤمن: ف۱ے ''العزیز'' کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: غالب' یعنی ایسا قادر کہ کوئی شخص بھی قدرت میں اس کے مساوی نہ ہو اور دوسرا معنی ہے: جس کی کوئی مثل نہ ہو' اس کے بعد دوسری صفت ''العلیم'' کو ذکر فرمایا ہے' اور یہ ''عالم'' کا مبالغہ ہے' یعنی بہت بڑا عالم' جو تمام معلومات کو محیط ہو' اللہ تعالیٰ کے علم کی چھ خصوصیات ہیں: (۱) اس کا علم ذاتی ہے یعنی کسی سے حاصل شدہ نہیں ہے (۲) اس کا علم غنی ہے' یعنی کسی آلہ کا اور غور و فکر کا محتاج نہیں ہے (۳) اس کا علم ازلی اور ابدی ہے' اس کی کوئی ابتداء ہے نہ انتہاء ہے (۴) اس کا علم واجب ہے' یعنی اس کے علم کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا محال ہے (۵) اس کا علم دائمی ہے' اس میں تبدل و تغیر محال ہے (۶) اس کا علم انتہائی کامل ہے۔ یعنی ہر معلوم کی ذات' ذاتیات' صفات لازمہ' مفارقہ' اضافیہ سب کا اسے تفصیلی علم ہے' مثلاً ایک ذرّہ کو کتنے انسانوں نے دیکھا' کتنے پرندوں نے دیکھا' کتنے چرندوں نے دیکھا' اس پر کتنے ہوا کے جھونکے گزرے' کتنے بارش کے قطرے برسے' وہ کتنی چیزوں کے سامنے رہا' کتنی چیزوں کے پیچھے رہا' کتنی چیزوں کے اوپر' کتنی چیزوں کے نیچے' کتنی چیزوں کے دائیں اور کتنی چیزوں کے بائیں رہا۔ غرض اللہ تعالیٰ کو ایک ذرّہ کا بھی غیر متناہی در غیر متناہی وجوہ سے علم ہے اور اس کا علم انسان کی عقل میں آ ہی نہیں سکتا اور ایک ذرّہ کے علم میں بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے علم کا مماثل نہیں ہے ف۲ے ''قابل'' کے معنی ہیں: کسی چیز کو پکڑنے والا' جیسے کوئی شخص کنویں سے ڈول کو نکال کر پکڑ لیتا ہے اور اس کا معنی ہے: عذر قبول کرنے والا' شریعت میں توبہ کا معنی ہے: گناہ کے کام کو اس کے قبح کی وجہ سے ترک کر دینا اور گناہ کرنے پر نادم ہونا اور اس کام کے دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا اور اس گناہ کی بہ قدر امکان تلافی کرنا اور جب یہ چاروں شرطیں پائی جائیں گی تو توبہ مکمل ہو جائے گی اور استغفار کا معنی ہے: معصیت کی برائی سمجھنے کے بعد اس کے فعل پر مغفرت طلب کرنا اور معصیت سے اعراض کرنا' پس استغفار توبہ کرنے کے بعد کیا جاتا ہے ف۳ے ''جدل'' کا لغوی معنی ہے: رسی بٹنا' اور عرف میں اس کا معنی ہے: کسی شخص کی رائے کو دلائل الزامیہ سے اپنے مؤقف کی طرف پھیرنے کی کوشش کرنا' جھگڑا کرنے کو ''جدال'' کہتے ہیں' یعنی جب مباحثہ سنجیدگی کی حدود سے متجاوز ہو کر جھگڑے میں داخل ہو جائے تو یہ ''جدال'' ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور قرآن مجید کی آیتوں میں ''جدال'' کرنا کفر ہے ف۴ے مشرکین مکہ تجارت اور کسب معاش کے لیے مکہ سے نکل کر دوسرے شہروں کا سفر کرتے تھے اور

نُوۡحٍ وَّ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۪ وَ هَمَّتۡ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوۡلِهِمۡ

اور ان کے بعد دیگر گروہوں نے تکذیب کی تھی اور ہر امت نے اپنے رسول پر قابو پانے

لِيَاۡخُذُوۡهُ وَ جٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ فَاَخَذۡتُهُمۡ ۫

کا ارادہ کیا تھا اور باطل باتوں سے جھگڑا کیا تھا تاکہ وہ اس کے ذریعہ حق کو مغلوب کر دیں

فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيۡنَ

پس میں نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا تو کیسا تھا میرا عذاب ○ ۵ اور اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ کفار کے

كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۝۶ اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ

خلاف ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں ○ ٦ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور

حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ

جو اس کے گرد ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان

اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَةً وَّ عِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ

رکھتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں' اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے' سو تو ان

تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا سَبِيۡلَكَ وَ قِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ۝۷ رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ

لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے ○ ۷ اے ہمارے

جَنّٰتِ عَدۡنِ ࣣالَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ

رب! تو ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرما دے جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے ۸ اور ان کے باپ دادا اور

اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّيّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۸ ۙ وَ قِهِمُ

ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو مغفرت کے لائق ہوں' بے شک تو بہت غالب اور بے حد حکمت والا ہے ○ اور تو ان کو

بہت آرام اور اطمینان اور خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور انہیں کسی آفت اور مصیبت کا سامنا نہیں ہوا ہے' اس سے اے مخاطب! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں ان سے راضی اور خوش ہوں' بلکہ میں نے ان کو مہلت دی ہوئی ہے اور اگر یہ اپنی روش پر قائم رہے تو میں وقت آنے پر ان کو اپنی گرفت میں لے لوں گا و۵ یعنی پچھلی قوموں کے کافروں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کے خلاف باطل شبہات پیش کر کے حق کی تکذیب کی تھی' سو یہ اس طرح کر رہے ہیں' پھر میں نے ان پر ایسا عذاب بھیجا' جس نے ان کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا' پس اگر کفار مکہ بھی اپنی اس روش پر برقرار رہے اور قرآن مجید میں جدال کرنے پر اصرار کرتے رہے تو میں ان پر بھی ایسا ہی عذاب نازل کروں گا و٦ یعنی جس طرح سابقہ امتوں کے مسلسل انکار اور ان کی ہٹ دھرمی کی بناء پر ان کے متعلق آپ کے رب نے ان کے دوزخی ہونے کا فیصلہ فرما دیا تھا' اسی طرح مشرکین مکہ میں سے جو مسلسل ہٹ دھرمی کر رہے ہیں اور آپ کی طرف رجوع نہیں کر رہے ہیں' آپ کے رب نے ان کے دوزخی ہونے کا بھی فیصلہ فرما دیا ہے و۷ مطرف بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے بندوں میں سے مؤمنوں کے سب سے بڑے خیر خواہ ملائکہ ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے مؤمنوں کا سب سے بڑا بدخواہ شیطان ہے'

وقف لازم ۔ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور یحییٰ بن معاذ رازی نے اپنے اصحاب سے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کیا لوگوں نے اس آیت کا معنی سمجھ لیا ہے' اس آیت سے زیادہ اُمید افزاء اور کوئی آیت نہیں ہے' بے شک اگر ایک فرشتہ بھی تمام مؤمنوں کی مغفرت کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی مغفرت کس قدر عام ہوگی' جب تمام فرشتے اور حاملین عرش مل کر مؤمنین کے لیے استغفار کریں گے۔ خلف بن ہشام نے کہا: میں نے یہ آیت سلیم بن عیسیٰ کے سامنے پڑھی: ''وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا'' تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' انہوں نے کہا: اللہ اپنے بندوں پر کس قدر کریم ہے' مؤمنین اپنے بستروں پر سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٥ ص ٢٦٤) فرشتوں کی دعا کی دو وجہوں سے قبولیت زیادہ متوقع ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات مانے اللہ بھی اس کی بات مانتا ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِیۡ'' (البقرہ:١٨٦) جب دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں تو وہ بھی میری بات کو مانا کریں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعا کو ضرور قبول فرمائے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے ہمارے پس پشت ہمارے لیے دعا کرتے ہیں اور جو دعا غائب کے لیے کی جائے' اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے' حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی کی دعا اس قدر جلدی قبول نہیں ہوتی جتنی جلدی ایک غائب کی دعا دوسرے غائب کے لیے قبول ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی:١٩٨٠) و٨ اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کو دائمی جنت میں داخل فرمائے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے: ''جس نے ایک ذرّہ کے برابر بھی نیکی' وہ اس کی جزا پائے گا''۔ اور اس آیت میں حاملین عرش کی یہ دعا بھی ہے کہ مؤمنوں کے نیک آباء' ان کی نیک بیویوں اور ان کی نیک اولاد کو بھی جنت میں داخل فرما' کیونکہ جب انسان کے اقرباء بھی اس کے ساتھ ہوں تو اس کی راحت اور خوشی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس دعا کے آخر میں فرشتوں نے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی ہے کہ بے شک تو بہت غالب اور بہت حکمت والا ہے' کیونکہ اگر غالب نہ ہو تو جزا کیسے عطا فرمائے گا اور اگر وہ حکمت والا نہ ہو تو جنت میں درجات کس طرح مقرر فرمائے گا۔

السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ

گناہوں سے بچا اور اس دن تو جس کو گناہوں کے عذاب سے بچا لے گا تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ

بہت بڑی کامیابی ہے O ۹ بے شک (قیامت کے دن) کفار سے بہ آواز بلند کہا جائے گا کہ تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آ رہا ہے اس سے کہیں

اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰

سنگین اللہ کا غصہ ہے جو تم پر اس وقت آتا تھا جب تمہیں (اللہ کی توحید پر) ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی، پھر تم کفر کرتے تھے O ۱۰

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا

وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار زندہ فرمایا ۱۱ ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا

فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

اب دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ O اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف اللہ واحد کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور جب

كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝۱۲ هُوَ

اس کے ساتھ کسی کو شریک کر لیا جاتا تھا تو تم اس پر ایمان لاتے تھے، پس فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے O ۱۲

الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ

وہی تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے اور صرف وہی لوگ نصیحت

اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ

قبول کرتے ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں O سو تم اللہ کی عبادت کرو، اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے

الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۴ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ

ہوئے، خواہ کافروں کو برا لگے O (وہ) بلند درجات عطا فرمانے والا، عرش کا مالک ہے، ۱۳ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

ف۹ یعنی جس کو تو دنیا میں گناہوں کے ارتکاب سے بچا لے گا، اسی پر تیرا آخرت میں رحم ہوگا، اسی لیے بندہ کو ہر وقت یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اس کو گناہوں سے بچائے رکھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی کہ وہ ہر جمعہ کی شب چار رکعت نماز پڑھیں، پھر تشہد کے بعد اللہ تعالیٰ کی احسن حمد وثناء کریں اور تمام نبیوں خصوصاً آپ پر اچھی طرح درود شریف پڑھیں، پھر تمام اگلے پچھلے مؤمنین کے لیے استغفار کریں اور اس کے بعد یہ دعا کریں: "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ" (سنن الترمذی: ۳۵۷۰، مختصرا) اے اللہ! جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھ پر اس طرح رحم فرما کہ میں ہمیشہ گناہوں کو ترک کر دوں ف۱۰ المومن: ۱۰ میں فرمایا: "قیامت کے دن کفار سے بہ آواز بلند یہ کہا جائے گا کہ تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آ رہا ہے، اس سے کہیں سنگین اللہ کا غصہ ہے جو تم پر اس وقت آتا تھا جب تمہیں (اللہ کی توحید پر) ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی، پھر تم کفر کرتے تھے" خلاصہ یہ ہے کہ جب کفار اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں جھلستا ہوا دیکھیں گے تو انہیں اپنے اوپر سخت غصہ آئے گا، اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ جب دنیا میں تمہیں اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اس کا انکار کرتے تھے تو اللہ تم پر اس سے کہیں زیادہ ناراض ہوتا تھا، جتنا آج تمہیں اپنے اوپر غصہ آ رہا ہے، یہ اللہ ہی کے غضب کا ثمرہ ہے کہ آج تم دوزخ کی آگ میں جھلس رہے ہو ف۱۱ اس آیت میں فرمایا ہے: "تم نے ہم پر دوبارہ موت طاری کی" ایک بار دنیا میں زندگی دے کر موت طاری کی اور دوسری بار قبر میں زندہ کیا اور پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کے وقت موت طاری کی اور یہ "اماتت" کا حقیقی معنی ہے اور دوبارہ زندہ کیا، ایک بار دنیا میں زندہ کیا اور دوسری بار قیامت کی موت کے بعد زندہ کیا ف۱۲ اس آیت میں فرمایا ہے: "فیصلہ صرف اللہ کا ہے" خوارج اس آیت کے ظاہر پر یقین رکھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ فیصلہ صرف اللہ کا ہے اور اگر کوئی اور فیصلہ کرے تو وہ کافر ہے۔ خوارج کوفے کے زاہدوں کی ایک جماعت تھی، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اس وقت نکل گئے، جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان دو فیصلہ کرنے والوں کو مقرر کیا گیا، اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگ طول پکڑ گئی تو دونوں فریق اس پر متفق ہو گئے کہ خلافت کس کا حق ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مقرر کر دیا اور دونوں فریق ان کے فیصلہ پر راضی ہوں گے، اس وقت خوارج نے کہا: حکم صرف اللہ کا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کلمہ برحق ہے لیکن اس سے جس معنی کا ارادہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے، خوارج کی تعداد بارہ ہزار تھی، انہوں نے حضرت علی کی خلافت کا انکار کیا اور اپنی مخالفت کا جھنڈا نصب کر دیا اور خون ریزی اور ڈاکے مارنے شروع کر دیئے، حضرت علی نے فرمایا: یہ لوگ اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیں، مگر یہ لوگ جنگ کرنے کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوئے، پھر حضرت علی نے نہروان کے علاقہ میں ان سے جنگ کی، نہروان بغداد کے قریب ایک شہر ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا اور ان میں سے بہت کم زندہ بچے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوارج ایک گمراہ فرقہ ہے، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو یا مستحب کا تارک ہو، وہ بھی کافر ہے۔ بعض احادیث میں ان کی بدعقیدگی اور گمراہی کی طرف اشارہ ہے، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۳) ف۱۳ اس آیت میں "رفیع الدرجات" کا لفظ ہے، اس کے معنی میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ وہ بلند درجات عطا فرمانے والا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ خود بلند شان والا ہے، اگر اس کا معنی یہ ہو کہ وہ بلند درجات عطا فرمانے والا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، علماء عظام، عام لوگوں کو اور خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو بلند درجات عطا فرمانے والا ہے، اور اگر اس آیت کا معنی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ خود بہت شان اور بلند درجہ والا ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات، جمال اور جلال کے اعتبار سے تمام موجودات میں ہر لحاظ سے بلند اور برتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وجود واجب اور قدیم ہے اور وہ ہر چیز سے غنی ہے اور اس کے ماسوا سب ممکن اور حادث ہیں اور سب اس کے محتاج

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ

اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے O جس دن سب لوگ ظاہر ہوں گے

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہو گی ۱۶ آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی جو واحد سب پر

الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ

غالب ہے O ۱۷ آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا صلہ دیا جائے گا آج کوئی ظلم نہیں ہو گا

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ

بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے O اور آپ ان کو بہت قریب آنے والے دن سے ڈرایئے ۱۶ جب خوف

لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ

دہشت سے دل مونہوں کو آ جائیں گے لوگ غم کے گھونٹ بھرے ہوئے خاموش ہوں گے ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ ایسا سفارشی

يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ

جس کی سفارش قبول کی جائے O ۱۸ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینہ میں چھپی ہوئی باتوں کو اللہ خوب جانتا ہے O اور اللہ ہی

يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ

حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جن کی پرستش کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ

بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

نہیں کر سکتے بے شک اللہ ہی بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے O ۱۹ کیا ان کافروں نے زمین میں سفر نہیں کیا

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

تاکہ یہ اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے زیادہ

ہیں' سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے' وہ ازلی ابدی اور سرمدی ہے' سب محدود ہیں وہ لامحدود ہے' ہر چیز کی ابتداء اور انتہاء ہے' اس کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہاء' وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے' اس کا علم ذاتی ہے اور باقی سب کا علم اس کی عطا سے ہے' وہ سب سے زیادہ قادر اور قدیر ہے' باقی سب کی قدرت اس کی عطا کردہ ہے' وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک اور نظیر نہیں ہے' وہ حی اور قیوم ہے' اس پر غفلت طاری ہوتی ہے نہ اس کو نیند آتی ہے' وہ اپنی ہر صفت میں بے مثل اور بے عدیل ہے' صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور وہی حاجت روا ہے ف۱۴ اس آیت میں ''بارزون'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''ظاہرون'' قیامت کے دن تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی چیز ان کو چھپا نہیں رہی ہو گی' وہ کسی پہاڑ یا ٹیلے کی اوٹ میں ہوں گے نہ ان کے بدن پر لباس ہو گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب تم کو جمع کیا جائے گا تم ننگے پیر' ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اس دن معاملہ اس سے بہت زیادہ سخت ہو گا کہ ان کو ایسا خیال آئے۔ (صحیح البخاری: ۶۵۲۷) ف۱۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا: بادشاہ میں ہوں' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (صحیح البخاری: ۶۵۱۹) ف۱۶ اس آیت میں ''ازفۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: قریب پہنچنے والی' جس کے آنے کا وقت بہت کم رہ گیا ہے' اس سے مراد قیامت ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ O'' (القمر: ۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا O ف۱۷ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ظالموں کا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا' جس کی شفاعت قبول کی جائے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے ظالم ہیں' سو اس آیت کے بہ موجب ان کا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) اس آیت میں فرمایا ہے: ''ولا شفیع یطاع'' ظالموں کا ایسا کوئی سفارشی نہیں ہو گا جس کی سفارش کی اطاعت کی جائے' اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کی اطاعت کرے (۲) اس آیت کا سیاق کفار اور مشرکین کے متعلق ہے' یعنی کفار اور مشرکین کا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہو گا (۳) اس کے لیے سفارش قبول کی جائے گی جس کی مغفرت ممکن ہو اور مشرکین کی مغفرت ممکن نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' (النساء: ۴۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم جو گناہ ہو گا' اس کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا ف۱۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس سے بندوں کی کوئی معصیت اور خیانت چھپی ہوئی نہیں ہے' خواہ وہ آنکھوں سے نظر آنے والی خیانت ہو خواہ سینہ میں چھپی ہوئی خیانت ہو ف۱۹ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اس طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے اور بڑے جرم کا حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور جب مجرم اور گناہ گار کے دل میں یہ حقیقت جاگزین ہو گی تو اس کا خوف بہت زیادہ ہو گا۔ کفار کو اپنے باطل معبودوں اور بتوں پر بھروسا تھا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرما دیا کہ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہیں' یہ ان کے کسی کام نہیں آ سکیں گے۔ اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ ہی بہت سننے والا' خوب دیکھنے والا ہے' یعنی کفار جو اپنے بتوں کی تعریف اور ستائش کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو سن رہا ہے اور جو اپنے بتوں کے آگے سجدے کر رہے ہیں اور ان کی عبادت کر رہے ہیں' اس کو بھی اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن ان کی بت پرستی کی ان کو سخت سزا دے گا۔

كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

طاقت ور تھے اور زمین میں ان کے اثرات بھی بہت زیادہ تھے' اس کے باوجود اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۞۲۱ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ

ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا○ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس

تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

اللہ کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے' پھر بھی انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے ان پر گرفت کی' بے شک وہ بہت قوت والا'

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞۲۲ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞۲۳

سخت عذاب والا ہے○ ف۲۰ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن معجزے دے کر بھیجا○

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۞۲۴ فَلَمَّا

فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف' تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے بہت جھوٹا○ پھر جب

جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

موسیٰ ان کے پاس ہماری طرف سے برحق دین لے کر گئے تو انہوں نے کہا: جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں

مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۞۲۵

ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی سازش محض گمراہی (پر مبنی) ہے○ ۲۱

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اور فرعون نے کہا: مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو ۲۲ اور موسیٰ کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے دعا کرے' مجھے یہ خطرہ ہے کہ

اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۞۲۶ وَقَالَ

وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا وہ اس ملک میں بڑا ہنگامہ کرے گا○ ۲۳ اور موسیٰ نے کہا:

ف۲۰ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب آخرت سے ڈرایا ہے' اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو عذاب دنیا سے ڈرایا ہے' کیونکہ کفار مکہ' مکہ کی سرزمین سے شام اور یمن کی طرف سفر کرتے رہتے تھے اور وہاں پچھلی کافر قوموں کی تباہی اور بربادی کے آثار تھے' عاد' ثمود اور ان جیسی دوسری قوموں کے' اور قریش ان اطراف سے اور ان راستوں سے گزرتے تھے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو یہ بتایا ہے کہ عقل مند وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے کیونکہ سابقہ کفار ان موجودہ کافروں سے جسمانی طور پر بہت طاقتور تھے اور ان کے علاقوں میں بھی ان کی شان و سطوت کے بہت آثار اور نشانات تھے' انہوں نے بہت مضبوط اور مستحکم قلعے بنائے تھے اور بڑی بڑی عمارتیں بنائیں تھیں' ان کے عظیم الشان محلات تھے اور ان کے پاس لشکر جرار تھے اور جب انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا' حتیٰ کہ یہ موجودہ کفار بھی اپنے سفروں کے درمیان ان کی تباہی اور ہلاکت کے آثار دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ان کے احوال سے ڈرایا کہ اگر وہ اپنے کفر اور ہمارے نبی (سیدنا) محمد (ﷺ) کی تکذیب سے باز نہ آئے تو ان کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جائے گا جس طرح پچھلے زمانے کے کافروں کو ہلاک کر دیا گیا اور جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو ان کو اس عذاب سے کوئی بچانے والا نہ تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت تمام کر دی تھی اور اپنی توحید کا پیغام دے کر رسولوں کو ان کے پاس بھیجا تھا' پھر جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور وہ سخت عذاب دینے والا ہے ف۲۱ اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت کو کم کرنے اور ان کے دین کو نیچا دکھانے کے لیے جو تدبیریں اور سازشیں کر رہا تھا' وہ انجام کار ناکام اور نامراد ہوں گی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور کامرانی حاصل ہوگی اور خود فرعون ہلاک ہو جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر رحمت فرمائے' اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ف۲۲ فرعون کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کے دل میں یہ اعتقاد تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہیں' وہ مختلف حیلوں اور تدبیروں سے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے ف۲۳ فرعون کا اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ وہ اپنے عوام کو یہ بتائے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے' اس نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کو یہ خطرہ ہے کہ وہ اس کی قوم کے دین کو فاسد کر دیں گے یا ان کی دنیا کو فاسد کر دیں گے' ان کے زعم میں دین کا فساد یہ تھا کہ اس کے نزدیک صحیح دین وہی تھا جس پر وہ اور اس کی قوم تھی اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی الوہیت کا انکار کرتے تھے اور اس کے عقائد اور نظریات کے مخالف تھے' اس لیے اس کو خطرہ تھا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے تو اس کا اور اس کی قوم کا دین فاسد ہو جائے گا اور دنیا کے فساد کا خطرہ یہ تھا کہ اگر تمام بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آواز پر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرعون کے خلاف بغاوت کر دی تو ملک میں شورش اور ہنگامہ ہوگا اور امن اور چین جاتا رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ فرعون کی قوم کو جو اب اقتدار حاصل ہے' وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے' بہرحال حضرت موسیٰ کے وجود سے خطرہ ہے' ان کے دین کو یا ان کی دنیا کو اور چونکہ ان کے نزدیک دین کا ضرر دنیا کے ضرر سے زیادہ خطرناک تھا' اس لیے فرعون نے پہلے ان کو ان کے دین کے ضرر سے ڈرایا۔

مُوسٰىٓ اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ

میں ہر اس متکبر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے رب اور تمہارے رب

بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

کی پناہ میں ہوں ○ ۲۴ اور فرعون کے متبعین میں سے ایک مرد مومن جو اپنا

اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ

ایمان مخفی رکھتا تھا' اس نے کہا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کہا: میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ

تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے' ۲۵ اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر

يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ

وہ سچا ہے تو جس (عذاب) سے وہ ڈرا رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (عذاب) تو تم پر آئے گا' ۲۶ بے شک جو حد سے تجاوز کرنے

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ

والا جھوٹا ہو' اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا ○ اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے

فِى الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۗ قَالَ

کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو' لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ ۲۷ فرعون نے کہا:

فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ

میں تمہیں وہی (راستہ) دکھا رہا ہوں جو میں خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں صرف کامیابی کی راہ

الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِىْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ

دکھا رہا ہوں ○ اور اس مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! مجھے خطرہ ہے کہ تم پر سابقہ امتوں کی طرح

ع ۳ / ۸

ف ۲۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں حسب ذیل نکات ہیں: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا معنی یہ ہے کہ دشمن کے شر سے صرف اللہ کی پناہ میں آ کر ہی نجات ملتی ہے' سو میں اللہ کی پناہ میں آ رہا ہوں اور جو اللہ کے فضل پر اعتماد کرے' اللہ اس کو ہر بلا سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی ہر آرزو کو پورا کرتا ہے (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح مسلمان قرآن مجید پڑھنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے دین اور اس کے اخلاص کی حفاظت فرماتا ہے' اسی طرح جب وہ آفات اور مصائب میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر رنج اور پریشانی سے محفوظ رکھتا ہے (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں' گویا کہ بندے کو یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے اور تمہیں ہر شر سے محفوظ رکھا ہے اور ہر خیر تک پہنچایا ہے' اور ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور جب اللہ کے سوا اور کوئی مالک اور مولیٰ نہیں ہے تو بندے پر لازم ہے کہ جب بھی اسے کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ اللہ کے سوا کسی اور سے اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے نہ کہے اور جب بھی اسے کوئی مہم درپیش ہو تو اللہ کے سوا اور کسی سے مدد طلب نہ کرے۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص۵۰۸) ف ۲۵ المؤمن: ۲۸ میں جس کا ذکر ہے' سدی نے کہا: وہ فرعون کا عم زاد تھا' لیکن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور وہ اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے مخفی رکھتا تھا' کیونکہ اس کو اپنی جان کا خطرہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات حاصل کی تھی۔ (جامع البیان جز ۲۴ ص ۷۳) یہ شخص ابتداء میں فرعون اور اس کے درباریوں سے اپنے ایمان کو چھپاتا تھا' بعد میں جب ایمان کی حرارت اس کے خون میں چنگاریوں کی طرح گردش کرنے لگی تو اس نے فرعون کے غیظ وغضب کی پرواہ کیے بغیر برملا اپنے ایمان کا اظہار کر دیا اور جب وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے تو اس نے ان کو منع کیا اور وہ شخص اس حدیث کا مصداق تھا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! کسی شخص کو جب حق بات کا علم ہو تو وہ لوگوں کے دباؤ اور ان کے خوف کی وجہ سے حق بیان کرنے کو ترک نہ کر دے' سنو! ظالم کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ الحدیث (مسند احمد: ۱۱۱۴۳) جس طرح قوم فرعون میں سے ایک مرد مومن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی حمایت کی تھی' بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حمایت زیادہ قوی تھی' حدیث میں ہے: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو کون سی سخت اذیت پہنچائی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے ایک دن دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن ابی معیط آیا اور وہ اپنی چادر نبی ﷺ کی گردن میں ڈال کر سختی کے ساتھ آپ کا گلہ گھونٹنے لگا' اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے اس کو دھکا دیا اور اس کو آپ سے دور کر دیا اور یہ کہا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لا چکا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۷۸) کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے مزاحمت کی جو کہ ہاتھ سے جہاد ہے اور اس شخص نے زبان سے جہاد کیا' اس لیے صدیق اکبر کا جہاد اس سے افضل تھا ف ۲۶ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایسا تو کاہنوں کی پیش گوئیوں میں ہوتا ہے کہ ان کی پیش گوئی میں سے کچھ نہ کچھ پورا ہو جاتا ہے' سچے نبی کی تو یہ شان ہے کہ وہ جو کچھ کہے پورا کا پورا ہو جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دنیا کے عذاب سے بھی ڈرایا تھا اور آخرت کے عذاب سے بھی ڈرایا تھا' سو دنیا میں ان کی پیش گوئی کا حصہ پورا ہوا اور فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا گیا اور ان کی پیش گوئی کا دوسرا حصہ آخرت میں پورا ہو گا' جب ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا' اس لیے دنیا میں تو بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کا ایک حصہ ہی پورا ہوا ف ۲۷ یعنی اے میری قوم! آج سرزمین مصر میں تمہارا اقتدار ہے اور اس وقت تمہاری ٹکر کی کوئی قوم نہیں ہے' لیکن اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو ہماری مدد کو کون آئے گا' سنو! تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر کے اپنے امن

يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ

عذاب آ جائے گا ○ ۲۸ جس طرح نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد کے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

لوگوں کا طریقہ تھا اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا ○ ۲۹ اور اے میری قوم! مجھے تم پر

عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

چیخ و پکار کے دن کا خطرہ ہے ○ ۳۰ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے تمہیں اللہ سے

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

بچانے والا کوئی نہیں ہو گا اور جس کو اللہ گم راہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے○ اور بے شک اس سے پہلے

يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ

تمہارے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے پس تم ان کی لائی ہوئی نشانیوں میں شک ہی کرتے رہے

حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ

حتیٰ کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا: اب اللہ ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا ۳۱ اور اللہ اسی طرح

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ ۚۖ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ

اس کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے متجاوز ہو' شک میں مبتلا ہو ○ جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے

اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ

جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں' اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک ایسا جھگڑا سخت

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

غصہ کا موجب ہے' اللہ اسی طرح ہر جبار متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے ○ ۳۲

اور چمن کو برباد نہ کرو' اس مرد مومن کے خطاب سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اسرائیلی نہیں تھا' قبطی تھا اور فرعون کی قوم سے تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ان کی نبوت پر ایمان لا چکا تھا' اس نے اپنے اس قول میں ملک اور اقتدار کی نسبت اپنی قوم کی طرف کی' تا کہ اس کی قوم خوش ہو' اور عذاب کا محل اور مورد بننے کی نسبت اپنی طرف کی تا کہ ان کے دل مطمئن ہوں اور وہ یہ سمجھیں کہ یہ شخص واقعی ہمارا خیر خواہ ہے اور ان کے لیے اس نفع کے حصول کی کوشش کر رہا ہے' جو اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے **ف۲۸** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کے کہے ہوئے کئی فقرے ذکر فرمائے ہیں' جو اس نے فرعون سے کہے تھے' یعنی اگر تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو تم پر پچھلی امتوں کی طرح عذاب آ جائے گا' جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تھی **ف۲۹** اس سے پہلی آیت میں سابقہ امتوں کا ذکر اجمالاً فرمایا تھا اور اس آیت میں ان کی تفصیل فرمائی ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا' یعنی اللہ کسی بندے پر ظلم نہیں فرماتا' جن کو عذاب دیتا ہے وہ اس کا عدل ہے اور جن کو ثواب دیتا ہے' وہ اس کا فضل ہے **ف۳۰** ''التنادی'' ''نداء'' کا باب تفاعل ہے اور اس کا معنی ہے: ایک دوسرے کو نداء کرنا اور قیامت کے دن اہل جنت اور اہل دوزخ ایک دوسرے کو نداء کریں گے' قرآن مجید میں ہے: ''وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ'' (الاعراف: ۴۴) اور اصحاب جنت نے اصحاب دوزخ کو نداء کی۔ ''وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ'' (الاعراف: ۵۰) اور اصحاب دوزخ نے اصحاب جنت کو نداء کی **ف۳۱** اس زمانہ میں صرف ایک بوڑھی عورت تھی' جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا اور وہ ان کی قبر پہچانتی تھی' اس کے علاوہ اور کوئی شخص اس زمانے کا نہ تھا' لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے آباء واجداد کے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ کے یہودیوں سے خطاب کر کے فرمایا: ''قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○'' (البقرہ: ۹۱) آپ کہیے: اگر واقعی گزشتہ (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے؟○ اس آیت میں ان یہودیوں کے آباء واجداد مراد ہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ میں جو یہودی تھے انہوں نے نبیوں کو قتل نہیں کیا تھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے اہل مصر قبطیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے' حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان قبطیوں کے باپ دادا کے پاس آئے تھے اور چونکہ تمام اگلے اور پچھلے انسانوں کی یہ سرشت رہی ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی نبی بھیجا گیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا' ماسوا ان چند لوگوں کے جن کو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہدایت دی' اسی وجہ سے مصر کے اکثر لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو انہوں نے کہا: اب ان کے بعد کوئی اللہ کا رسول نہیں آئے گا اور جس طرح یہ لوگ گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے' اسی طرح ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی گمراہی میں مبتلا رہنے دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرنے میں حد سے تجاوز کرنے والے ہوں اور اس کے برحق دین میں اور اس کے نبیوں کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی نبوت میں شک کرتے ہوں **ف۳۲** اس آیت میں ''جبار متکبر'' کے الفاظ ہیں' ''جبر'' کے معنی ہیں: نقصان کو پورا کرنا' جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کو اللہ کی طرف سے کوئی درجہ حاصل ہے حالانکہ وہ اس درجہ کا مستحق نہ ہو اس کو ''جبار'' کہتے ہیں' بادشاہ کو ''جبار'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے لوگوں پر جبر اور قہر کرتے ہیں اور متکبر اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جانے اور فرعون کی قوم کے لوگ ایسے ہی تھے' وہ بنو اسرائیل پر قہر اور جبر کرتے تھے' ان کو حقیر جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے' اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کجی' گمراہی اور کفر ہے' وہ ان کے دلوں سے نہیں نکل سکتا اور باہر سے ان کے دلوں میں ہدایت' اخلاص اور ایمان داخل نہیں ہو سکتا' پس صاحب عقل کو چاہیے وہ ان اسباب کا دامن تھام لے' جو اس کا سینہ کھولنے کا موجب ہوں اور ان اسباب سے مجتنب رہے جو

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دے شاید کہ میں ان راستوں تک پہنچ جاؤں O

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ

جو آسمانوں کے راستے ہیں پھر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور بے شک میں ضرور گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور

زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ

اسی طرح فرعون کے بُرے عمل کو اس کے نزدیک خوش نما بنا دیا گیا اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون

فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ

کی ہر سازش صرف ناکام ہونے والی تھی O ۳۳ اور اس مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! میری پیروی کرو

اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ؗ

میں نیکی کے راستہ پر تمہاری رہنمائی کروں گا O ۳۴ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے

وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى

اور بے شک آخرت ہی دائمی قیام کی جگہ ہے O ۳۵ جس نے بُرا کام کیا تو اس کو صرف اسی کے

اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

برابر سزا دی جائے گی ۳۶ اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ

تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا O ۳۷ اور

يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ؕ

اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو O

اس کے دل پر مہر لگانے کے موجب ہوں ف۳۳ علامہ اسماعیل حقی نے اس آیت کی دو توجیہیں کی ہیں: (۱) دراصل فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ایک بلند رسدگاہ بنائے جس میں وہ آلاتِ رسد سے ستاروں کو دیکھ سکے اور ان ستاروں کے احوال سے زمین میں ہونے والے حوادث پر استدلال کر سکے پھر وہ اس پر غور کر سکے کہ آیا ان ستاروں میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا واقعی اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا ہے یا نہیں (۲) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے فساد کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان کی خبریں دیتے تھے اس کا یہ خیال تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی خبریں اسی وقت موصول ہوں گی جب کسی عمارت کے ذریعہ وہ آسمان تک پہنچ سکیں وہ ایک بلند عمارت بنا کر یہ تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ آیا کسی ذریعہ سے آسمان تک پہنچا جا سکتا ہے یا نہیں اور جب اس نے ایک بلند عمارت بنا کر یہ تجربہ کر لیا کہ آسمان تک نہیں پہنچا جا سکتا تو اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ جب وہ اس بلند عمارت کے ذریعہ آسمان تک نہیں پہنچ سکا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بغیر کسی عمارت کے آسمان تک کیسے پہنچ سکتے ہیں اور جب وہ آسمانوں تک نہیں پہنچ سکتے ہیں تو ان کی دی ہوئی آسمانوں کی خبریں کیسے صحیح ہوں گی اور اس سے اس لعین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی خبریں دی ہیں وہ جھوٹی ہیں اور یہ اس لعین کی حماقت اور جہالت تھی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی لیے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں نے حواس کے ذریعہ اللہ کو جانا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے عقلی دلائل پیش کیے تھے اور فرمایا تھا: ''رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا'' (الشعراء:۲۸) وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اور بہ کثرت معجزات سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت پر استدلال فرمایا تھا ف۳۴ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے ولیوں کے پاس ہوتی ہے اور ولی کی اتباع کرنے سے نبی کی اتباع نصیب ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم فرعون کا وہ مرد مومن اللہ کا ولی تھا اور اس کا مقبول بندہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حصولِ ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ف۳۵ ''متاع'' اور ''متعة'' کا معنی ہے: فائدہ اٹھانا' یعنی دنیا میں بہت کم فائدہ ہے' کیونکہ یہ بہت جلد زائل ہو جاتی ہے اور لازوال تو صرف آخرت کا گھر ہے' حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سو گئے تھے' آپ اٹھے تو اس چٹائی کے نشان آپ کے پہلو پر ثبت ہو گئے تھے' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے لیے ایک بستر بنا دیں' آپ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے' میں دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سائے کو طلب کرے' پھر اس درخت کے سائے کو چھوڑ کر روانہ ہو جائے۔ (سنن الترمذی: ۲۳۷۷) ف۳۶ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کافر نے صرف ایک گھنٹہ کفر کیا تو اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا اور اگر مؤمن نے ایک گھنٹہ کوئی بُرا کام کیا مثلاً ایک گھنٹہ سودی کاروبار کیا تو اس کو دائمی عذاب نہیں ہوگا' تو پھر ہر شخص کو اس کے جرم کے برابر سزا تو نہیں ملی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کافر ہی رہے گا' اس لیے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب دیا جاتا ہے' اور مؤمن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ مؤمن رہے گا' اس لیے اس کو جنت میں دائماً اجر و ثواب دیا جاتا ہے اور اگر وہ کبھی کوئی بُرا عمل کرتا ہے تو اس کی یہ نیت نہیں ہوتی ہے کہ وہ تا حیات یہ بُرا کام کرتا رہے گا بلکہ اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ عنقریب توبہ کرے گا اور بُرے کام کو ترک کر دے گا اور اگر اس کی یہ نیت بھی ہو کہ وہ ہمیشہ کوئی بُرا کام کرتا رہے گا پھر بھی چونکہ اس کو اس کے ایمان کی دائمی جزا دی جاتی ہے' اس لیے اس کو کچھ عرصہ سزا دینے کے بعد پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ بھی اس وقت ہوگا جب اس نے موت سے پہلے اپنے گناہوں پر توبہ نہ کی ہو اور نہ اس کو کسی شفاعت ملی ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے اس کی ابتداءً مغفرت ہوئی ہو اور اگر ان مراحل میں سے کوئی ایک مرحلہ بھی اس کو حاصل ہو گیا تو وہ ابتداءً بغیر کسی سزا کے جنت میں داخل ہو جائے گا ف۳۷ آیت کے اس حصہ میں ایمان کو نیک اعمال کے لیے شرط قرار دیا ہے اور نیک اعمال کو مشروط قرار دیا ہے اور مشروط' شرط سے بالاتفاق خارج ہوتا ہے' جیسے نماز مشروط ہے اور وضو اس کے لیے شرط ہے اور نماز وضو سے خارج ہے' اسی طرح

تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ٘ وَّ اَنَا

تم مجھے اللہ کا کفر کرنے کی دعوت دے رہے ہو اور یہ کہ میں اس چیز کو اللہ کا شریک قرار دوں' جس کے شریک ہونے کا مجھے علم نہیں ہے

اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ

اور میں تمہیں بہت غالب اور بے حد بخشنے والے کی طرف دعوت دے رہا ہوں O اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مجھے اس کی طرف دعوت دے

لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَا فِی الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ

رہے ہو جو نہ دنیا میں عبادت کا مستحق ہے نہ آخرت میں اور بے شک ہم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک

الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ

حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں O پس عنقریب تم ان باتوں کو یاد کرو گے جو میں تم سے کرتا ہوں

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں' بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے O ۳۸ع سو اللہ نے

اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ ۚ

اس کو ان کی سازشوں (کے شر) سے محفوظ رکھا اور آل فرعون کو سخت عذاب نے گھیر لیا O ۳۹ع

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ قف

صبح اور شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آئے گی

اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ

(یہ حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو O ۴۰ع اور جب وہ دوزخ میں ایک دوسرے سے بحث کریں گے

فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

پس کم زور لوگ متکبرین سے کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے پیروکار تھے کیا تم ہم سے

نیک اعمال بھی ایمان سے خارج ہیں اور یہ احناف کثرھم اللہ کی دلیل ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں ف۳۸ "تفویض" کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے سامنے اپنے ارادہ کو معطل کر دینا اور کامل تفویض یہ ہے کہ کسی کام کے نفع اور ضرر میں اپنی قدرت کو ملحوظ رکھنا نہ کسی مخلوق کی قدرت کا خیال کرنا۔ تفویض کا جس طرح یہ معنی ہے کہ اپنے معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے' اسی طرح تفویض کا یہ معنی بھی ہے کہ دوسرے کے معاملات کے انجام اور عاقبت کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے' اور اگر کوئی شخص بُرا کام کر رہا ہے تو اس کو حتی الوسع بُرائی سے روکنے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ پھر بھی بُرائی سے باز نہیں آتا تو اس سے یہ نہ کہے کہ اللہ تمہیں دوزخ میں ڈال دے گا اور تمہیں عذاب دے گا بلکہ اس کی عاقبت اور انجام کو اللہ پر چھوڑ دے' اللہ اس کے ساتھ کیا کرے گا وہ خود ہی جانتا ہے' بندہ اپنی عاقبت اور اس کی عاقبت کو اللہ کی طرف مفوض کر دے' اس معنی میں یہ حدیث ہے: ضمضم بن جوس الیمامی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے یمامی! کسی شخص سے یہ ہرگز نہیں کہنا کہ اللہ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا اور نہ یہ کہنا کہ اللہ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا' میں نے کہا: اے ابوہریرہ! ہمارا ایک ساتھی جب اپنے بھائی پر غضب ناک ہوتا ہے تو اس سے یہ کہتا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: تم نہ کہنا' کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنو اسرائیل میں دو شخص تھے' ان میں سے ایک عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا اور دوسرا اپنے نفس پر بہت زیادتی کرتا تھا' عبادت میں کوشش کرنے والا اپنے بھائی کو ہمیشہ گناہوں پر ملامت کرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ تم گناہ کم کیا کرو' اور وہ کہتا تھا: تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو' کیا تم میرے نگہبان مقرر کیے گئے ہو؟ ایک دن اس عبادت گزار نے اپنے بھائی کو ایک گناہ کرتے ہوئے دیکھا جو اس کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا' اس نے اپنے بھائی سے کہا: تم پر افسوس ہے! گناہ کم کرو' اس کے بھائی نے کہا: مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو' کیا تم میرے ذمہ دار ہو؟ اس عبادت گزار نے کہا: اللہ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا' یا کہا: اللہ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا' پھر اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس نے دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا' وہ دونوں رب العالمین کے سامنے حاضر ہوئے' اللہ تعالیٰ نے اس عابد سے فرمایا: کیا تجھ کو میرے فیصلہ کا علم تھا یا میرے قبضہ اور تصرف میں جو کچھ ہے تو اس پر قادر تھا' اور اس گناہ گار سے فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور اس دوسرے شخص کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ' حضرت ابوہریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس عابد نے ایسی بات کہی تھی جس سے اس نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں برباد کر لیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۱) ف۳۹ آل فرعون کا وہ مرد مومن فرعون سے بھاگ کر ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں نماز پڑھ رہا تھا' فرعون نے اس کی تلاش میں اپنے سپاہیوں کو بھیجا' جس وقت اس کے سپاہی وہاں پہنچے تو وہ مرد مومن نماز میں تھا اور جنگل کے درندے اور وحشی جانور اس پر پہرا دے رہے تھے' وہ سپاہی ان کے پہرے کی وجہ سے اس کے قریب نہ جا سکے' انہوں نے جا کر فرعون کو اس واقعہ کی خبر دی' فرعون ان کی ناکامی کی خبر سن کر غضب ناک ہوا اور اس نے ان سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۱۵۹) ف۴۰ اہل علم نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اس آیت میں مذکور ہے کہ آل فرعون کو صبح اور شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا' کیونکہ اس عذاب پر عطف کر کے فرمایا: اور قیامت کے دن بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا' اور عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جا رہا ہے اور قیامت کے بعد بھی انہیں دوزخ کی آگ پر پیش کیا جائے گا' نیز آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ آل فرعون کو زیادہ شدید عذاب میں داخل کرو' اس سے معلوم ہوا کہ نفس شدید عذاب انہیں پہلے دیا جا چکا ہے اور وہ قبر کا عذاب ہے' اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عذاب قبر کے قائلین کے نزدیک عذاب قبر قیامت تک دائمی ہوگا اور اس آیت سے صرف صبح اور شام کے وقت عذاب قبر ثابت ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دن کی دو طرفیں صبح اور شام ہیں' پس ان دو طرفوں کا ذکر فرما دیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قیامت تک

أَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

آگ کا کوئی حصہ دور کرنے والے ہو؟ ○ متکبرین کہیں گے: بے شک ہم

اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

دوزخ میں ہیں' بے شک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے ○ اور دوزخی جہنم کے محافظوں سے کہیں گے:

فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ

تم اپنے رب سے دعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب

الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا

کم کر دے ○ محافظ کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آتے تھے؟ دوزخی کہیں گے:

بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ اِنَّا

کیوں نہیں' محافظ کہیں گے: پھر تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض گم راہی میں ہوتی ہے ○ ع بے شک

لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ

ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں (بھی) مدد فرمائیں گے ۴۲ اور اس دن (بھی) جس دن

الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

گواہ کھڑے ہوں گے ○ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا ۴۳ اور ان کے لیے لعنت ہوگی

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا

اور ان کے لیے بُرا گھر ہو گا ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو (کتاب) ہدایت دی اور ہم نے

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾

بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا ○ (وہ) عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے ○ ۴۴

منزل ۶

دائمی عذاب ہوتا رہے گا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کے متعلق ارشاد ہے: "مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا" (نوح: ۲۵) یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے غرق کر دیئے گئے' پس ان کو فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا گیا۔ اس آیت میں جس دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد وہ آگ نہیں ہے جس میں کافروں کو قیامت کے بعد ڈالا جائے گا' کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: ان کو غرق ہوتے ہی فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا' اور آخرت میں جو عذاب ہو گا وہ فوراً نہیں ہو گا' غرق ہونے کے فوراً بعد جو عذاب ہو گا' وہ قبر میں ہی ہو گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان دو آیتوں میں عذاب قبر کی صاف تصریح ہے' نیز عذاب قبر کے متعلق یہ احادیث بھی ہیں: حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا: نبی ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عاجزی سے' سستی سے' بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۳۶۷) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازوں کو سنیں گے۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۴۵۹) عذاب قبر سے متعلق تفصیل وتحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ دامت من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۰ ص ۳۶۵ تا ۳۷۷ کا مطالعہ فرمائیں۔ ف۴۲ محافظوں کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ انسان احکام کا اسی وقت مکلف ہوتا ہے جب اللہ کے رسول احکام شرعیہ لے کر آجائیں اور رسولوں کے آنے سے پہلے انسان کے لیے ہر فعل مباح ہے' اور کوئی کام اس کے لیے شرعاً ممنوع نہیں ہے کیونکہ ابھی احکام شرعیہ نازل ہی نہیں ہوئے ہیں' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ف۴۲ اس آیت میں مدد سے مراد دلائل وحجت سے مدد فرمانا ہے کیونکہ دلائل اور حجت سے جو مدد کی جاتی ہے وہ ہمیشہ قائم رہتی ہے' اور اس نصرت سے مراد انتصار اور انتقام بھی ہو سکتا ہے یعنی جن لوگوں نے رسولوں کو اور مومنوں کو اذیت پہنچائی اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا خواہ ان کے سامنے یا ان کی پس پشت یا ان کی وفات کے بعد' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ' حضرت زکریا اور حضرت شعیا علیہم السلام کے اعداء اور قاتلوں سے انتقام لیا' اسی طرح نمرود کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا اور جن یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو (اپنے گمان میں) سولی پر لٹکایا تھا (اگرچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے شر سے محفوظ رکھا) ان پر اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو مسلط کر دیا' جنہوں نے یہودیوں کی اہانت کی اور ان کو ذلیل کر دیا اور قیامت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہوں گے' وہ عدل وانصاف سے فیصلے کریں گے اور مسیح دجال کو اور یہودیوں کو قتل کریں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اس وقت اسلام کے سوا کوئی مذہب قبول نہیں کیا جائے گا اور زمانہ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں یہی سنت ہے' اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد فرماتا ہے اور جو ان کو ایذاء دے' اس سے انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے ف۴۳ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے شرک پر عذر پیش کریں گے لیکن ان کے عذر سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا' قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا ہے: "وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ○" (المرسلات: ۳۶) اور ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی ○ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' المومن: ۵۲ کا تقاضا ہے کہ وہ عذر پیش کریں گے اور المرسلات: ۳۶ کا تقاضا ہے کہ ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں ہو گی' اس کا جواب یہ ہے کہ المومن: ۵۲ کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ عذر پیش کریں گے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا عذر نہیں ہو گا جو انہیں فائدہ پہنچا سکے ف۴۴ ہدایت اور نصیحت میں یہ فرق ہے کہ ہدایت کا معنی ہے: ایک ایسی چیز بتائی جائے جو کسی دوسری چیز پر دلیل ہے اور اس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس سے وہ چیز یاد آ جائے جو پہلے بھول چکی ہو اور "ذکریٰ" اور نصیحت سے مراد عام ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کی سابقہ کتابوں کی وہ آیات جو عقائد صحیحہ اور احکام شرعیہ پر دلیل ہیں اور وہ آیات جن میں انہیں عقائد اور احکام کو یاد دلایا ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

سو آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کے لیے بخشش طلب کیجئے ف۴۵ اور اپنے رب کی

رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ

حمد کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کیجئے O بے شک جو لوگ بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو' اللہ کی آیتوں

بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

میں جھگڑا کر رہے ہیں ان کے دلوں میں صرف بڑا بننے کی ہوس ہے ف۴۶ جس تک وہ پہنچنے

بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ

والے نہیں ہیں' سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے' بے شک وہ خوب سننے والا' بہت دیکھنے والا ہے O آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے' لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ

لوگ نہیں جانتے O ف۴۷ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے اور نہ مومنین

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

صالحین بدکاروں کے برابر ہیں' ف۴۸ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو O ف۴۹

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

بے شک قیامت ضرور آنے والی ہیں' اس میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن اکثر لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ

ایمان نہیں لاتے O اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا' بے شک

ان کو اپنانے اور ان پر عمل کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں یہ دونوں چیزیں ہیں' عقائد اور احکام پر دلائل بھی ہیں اور ان پر عمل کرنے کی نصیحتیں بھی ہیں

ف۴۵ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (۱) ہم اس آیت کو ترک اولیٰ اور ترک افضل کرنے پر محمول کرتے ہیں (اور افضل اور اولیٰ کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے) (۲) یہ حکم تعبدی ہے' یعنی ہر چند کہ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اور آپ کو توبہ کا حکم دینا ماوراء عقل ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی حکم عقل میں آئے یا نہ آئے' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس پر عمل کیا جائے (۳) اس آیت میں مصدر کی مفعول کی طرف اضافت ہے یعنی ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِ اُمَّتِكَ فِيْ حَقِّكَ'' اس کا معنی ہے: آپ کی امت کے آپ کے حق میں جو ذنب ہیں' ان پر استغفار کیجئے۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص۵۲۵)

ف۴۶ ہر چند کہ یہ آیت ان کافروں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی بڑائی کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے' لیکن دراصل یہ آیت ان تمام بدمذہب اور مبتدعین کو شامل ہے جن کے سامنے مذہب حق پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور وہ ان کو صرف اس لیے نہیں مانتے کہ اگر ان دلائل کو تسلیم کر لیا تو ان دلائل پر مبنی مذہب حق کو بھی ماننا ہوگا اور اس کے ماننے سے ان کی بڑائی میں فرق آئے گا اور ایسے ہٹ دھرم لوگ صرف مکہ کے کفار نہیں تھے بلکہ ہر دور میں ایسے ضدی' معاند اور جھگڑالو لوگ ہوتے رہے ہیں ف۴۷ مشرکین مکہ ہمارے نبی ﷺ سے قیامت کے وقوع اور حشر نشر کے متعلق بھی جھگڑا کرتے رہتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنا ممکن نہیں ہے' وہ یہ مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو ایک چیز کو بنانے پر قادر ہو' وہ اس جیسی دوسری چیز کے بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے اور جو ایک چیز کے بنانے پر قادر ہو' وہ اس سے کم درجہ کی چیز کے بنانے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہوتا ہے اور یہ وہ اصول ہیں جو ہر صاحب علم کے نزدیک مسلم ہیں اور ان اصولوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے ضرور بڑا ہے اور آسمان و زمین تم کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت ضرور بہت بڑے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا تو تم کو دوبارہ پیدا کرنا' اس کے لیے کیا مشکل ہے' تو تم اس مسئلہ میں کیوں جھگڑ رہے ہو ف۴۸ یعنی جو شخص اس کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر اور قیامت اور حشر اور نشر پر استدلال کرتا ہے' وہ اس شخص کے برابر نہیں ہے جو اپنے مشرک آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں ان حقائق کا انکار کرتا ہے ف۴۹ یعنی ہر چند کہ انہیں معلوم ہے کہ علم اور استدلال' جہل اور اندھی تقلید سے بہتر ہے اور نیک عمل کرنا بُرے عمل کرنے سے بہتر ہے' پھر بھی یہ توحید کے دلائل اور رسالت کے معجزات سے ہدایت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے اور سیدنا محمد ﷺ سے حسد اور بغض رکھنے کی وجہ سے اپنے گمراہ کن نظریات پر جمے رہتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گےO ف۵۰

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی ہے تاکہ تم اس میں سکون اور آرام پاؤ اور دیکھنے کے لیے دن بنا دیا'

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے' لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

شکر نہیں کرتے O ف۵۱ یہی اللہ ہے جو تم سب کا رب ہے' ہر چیز کا خالق ہے' اس کے سوا کوئی

هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

عبادت کا مستحق نہیں ہے' پس تم کہاں بھٹک رہے ہوO اسی طرح وہ لوگ بھٹک رہے تھے جو اللہ کی آیتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ

انکار کرتے تھے O ف۵۲ اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان

بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

کو چھت بنایا ف۵۳ اور تمہاری صورتیں بنائیں' سو سب سے اچھی صورتیں بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا'

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ

یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے' سو اللہ بہت برکتوں والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہےO ف۵۴ وہی (ہمیشہ) زندہ ہے' ف۵۵ اس کے سوا

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' سو تم اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کرو' تمام تعریفیں اللہ ہی

ف۵۰ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد دعا ہے یا اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" (المومن: ٦٠) کی تفسیر میں فرمایا: ہر عبادت دعا میں منحصر ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (سنن الترمذی: ۲۹۶۹) اور دعا سے اگر اس کا معروف معنی مراد لیا جائے تو وہ بھی درست ہے اور اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی اس کی عبادت کرنا ہے۔ دعا کرنے کی ترغیب اور اس کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے فرمایا: میں اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۴۰۵) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی فضیلت نہیں ہے' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیاء فرمانے والا بہت کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی اور ناکام لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔ (سنن الترمذی: ۳۳۷۱) ف۵۱ انسان بالطبع مدنی زندگی گزارتا ہے' اسے انسانی معاشرہ میں مل جل کر رہنے کی ضرورت ہے اور اپنی معاشی ضروریات کے حصول کے لیے کام کاج کرنے کی حاجت ہے' اس لیے اس کے کام کاج کی آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا تاکہ وہ دن کی روشنی میں اپنے لیے رزق فراہم کر سکے۔ اللہ کے نیک بندے رات میں بہ قدر ضرورت آرام کرتے ہیں تاکہ دن کی مشقت سے جو اعصاب کو تھکاوٹ پہنچی ہے' وہ زائل ہو جائے اور بہ قدر ضرورت آرام کے بعد وہ رات کے آخری حصہ میں پھر عبادت کے لیے کھڑے ہو جائیں' ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًاO" (الفرقان: ۶۴) اور جو لوگ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں رات گزار دیتے ہیںO "وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَO" (الذّٰریٰت: ۱۸) اور سحری کے وقت اٹھ کر وہ استغفار کرتے ہیںO اور غافل لوگ ساری رات سو کر یا اپنی ازواج کے ساتھ دادِ عیش میں گزار دیتے ہیں اور فساق و فجار ساری رات لہو و لعب اور معصیت میں گزار دیتے ہیں' کراچی اور لاہور ایسے بڑوں شہروں میں اوباش نوجوان اپنی راتیں کلبوں میں' جوئے کے اڈوں اور شراب خانوں میں گزار دیتے ہیں اور موسیقی کی دھنوں پر اپنے قماش کی لڑکیوں کے ساتھ ناچتے گاتے اور ناجائز لذت اندوزی میں گزارتے ہیں اور راتوں کی تھکاوٹ اتارنے کے لیے دن سکون آور گولیاں کھا کر گزارتے ہیں اور یوں وہ رات اور دن کے مقصد تخلیق کو بدل ڈالتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل اور احسان کرتے ہوئے دن کام کرنے کے لیے اور رات آرام کرنے کے لیے بنائی تھی' لیکن وہ اس نعمت کی ناشکری کرتے ہوئے رات لہو و لعب اور معصیت میں اور دن سونے میں گزارتے ہیں' اس لیے فرمایا: بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ف۵۲ یعنی جس طرح مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر رہے تھے اور اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں بت پرستی کر رہے ہیں' اسی طرح ان سے پہلی امتوں کے کفار بھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کی آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے تھے اور بے جا ضد' عناد اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے' سو آپ ان کی تکذیب سے ملول خاطر اور افسردہ نہ ہوں' ایسا تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے ف۵۳ اس آیت میں "قرار" کا لفظ ہے اور اس سے مراد "موضع قرار" اور منزل ہے' جہاں انسان زندگی میں بھی سکونت رکھے اور مرنے کے بعد بھی اس کو وہاں رکھا جائے اور یہ زمین انسانوں کے لیے بالذات موضع قرار ہے اور باقی مخلوق کے لیے بالتبع موضع قرار ہے' اسی طرح آسمان کو تمہارے لیے بالذات چھت بنایا اور باقی مخلوق کے لیے بالتبع چھت بنایا ہے ف۵۴ انسان کی صورت تمام مخلوق میں سب سے اچھی ہے' کیونکہ انسان کی قامت سیدھی ہے' (بقیہ صفحہ ۹۸۶ پر)

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے O ۵۶ آپ کہیے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں

دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ

جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

میں رب العلمین کے سامنے جھک جاؤں O ۵۷ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ۵۸ پھر نطفہ

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا

سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر وہ تم کو بچہ کی حالت میں (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تمہاری پرورش کرتا ہے)

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ

تاکہ تم جوانی کو پہنچو پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے بعض اس سے پہلے فوت ہو جاتے

وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ

ہیں اور (تمہیں اس لیے بھی زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم عقل سے کام لو O ۵۹ وہی ہے جو زندہ

وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ اَلَمْ

کرتا ہے اور مارتا ہے پس جب وہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ جاتی ہے O ۶۰ کیا آپ

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِيْنَ

نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑ رہے ہیں وہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں O جن لوگوں نے کتاب

كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

اللہ کی تکذیب کی اور اس پیغام کی تکذیب کی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا پس عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا O ۶۱

ع ۸ | ۱۲

وقف لازم

ف۵۶ یعنی اس کی حیات منفرد ہے' وہ ازل سے ابد تک زندہ ہے' اس کی زندگی ذاتی ہے نہ کہ عطائی' وہ اپنی زندگی میں ہر قسم کے عیب و نقص سے مبرا اور منزہ ہے ف۵۷ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات جلال اور جمال بیان فرمائی تھیں اور مخلوق پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا' جن کا تقاضا تھا کہ مشرکین اپنے بتوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ واحد کی عبادت کرتے' کیونکہ ہر عقل والا جانتا ہے کہ پتھر کی جن مورتیوں کو کفار نے خود اپنے ہاتھ سے تراش کر بنایا تھا' وہ ان کے خدا نہیں ہو سکتے' پھر فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین کے سامنے جھک جاؤں' کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان اپنے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہے جو ہر لحاظ سے افضل اور اکمل ہو اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے خدائے واحد کی عبادت کو پسند کیا اور اسی کو اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ اسی کی عبادت کرنا صحیح ہے' سو مشرکین پر لازم ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں جس کی آپ عبادت کرتے ہیں ف۵۸ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا نہیں کیا؟ اس کا مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے ضمن میں ہر انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا' کیونکہ ہر انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے اور ان کی تمام اولاد ان کی پشت میں تھی۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر انسان کو منی اور حیض کے خون سے پیدا کیا ہے اور منی اور خون' انسان کے جسم میں غذا سے بنتا ہے اور غذا زمین سے حاصل ہوتی ہے اور زمین مٹی ہے' اس سے واضح ہوا کہ ہر انسان کی اصل مٹی ہے ف۵۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے تین مراحل بیان کیے ہیں: ایک حالت طفولیت ہے' ایک حالت جوانی ہے اور ایک حالت بڑھاپا ہے۔ حالت طفولیت میں انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں وصول کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کسی حکم کا مکلف نہیں کرتا اور بلوغت سے بڑھاپے تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف ہوتا ہے' جوانی میں وہ بہت آسانی سے عبادت کر سکتا ہے اور بڑھاپے میں اسے عبادت میں مشکل ہوتی ہے' لیکن ہمارے ہاں لوگ جوانی کو غفلت میں گزار دیتے ہیں اور بڑھاپے میں مسجد کا رخ کرتے ہیں' جب ان کی بیویوں' بہوؤں اور بیٹیوں پر ان کا وجود ناگوار ہونے لگتا ہے' بڑھاپے میں انسان ویسے بھی چڑچڑا ہو جاتا ہے اور یہ بوڑھے لوگ مسجدوں میں آ کر بات بات پر امام اور مؤذن پر نکتہ چینی کرتے ہیں ف۶۰ اللہ تعالیٰ انسان کو پہلے دنیا میں زندہ کرتا ہے اور پھر مرنے کے بعد آخرت میں زندہ کرے گا اور ایک مرتبہ دنیا میں مارے گا اور دوسری بار صور قیامت سے مارے گا۔ اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی' وہ جب چاہتا ہے' جس کو پیدا فرمانا چاہتا ہے' اس کو پیدا فرما دیتا ہے تو پھر اس کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے' وہ قیامت کے بعد صرف ایک لفظ ''کُن'' فرمائے گا اور تم سب جیتے جاگتے انسان بن کر کھڑے ہو جاؤ گے ف۶۱ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جدال اور جھگڑا کرنے والے منکرین تقدیر ہیں' جن کو قدریہ کہتے ہیں' اور بعض نے کہا: اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ ابن سیرین نے کہا: اگر یہ آیت قدریہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں سے اہل کتاب اور اہل لین ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت عقبہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اہل کتاب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کا علم حاصل کرتے ہیں اور مسلمانوں سے جدال اور بحث کرتے ہیں' پھر حضرت عقبہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اہل لین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ لوگ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور نمازوں کو ضائع کرتے ہیں' ابو قبیل نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ تقدیر کے منکرین وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں سے جدال اور بحث کرتے ہیں اور اہل لین میرے گمان میں وہ لوگ ہیں جن کا کوئی امام جماعت ہوتا ہے اور نہ وہ رمضان کے مہینہ کو پہچانتے ہیں۔ ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: مسلمانوں سے جدال اور بحث کرنے والے مشرکین تھے۔ (جامع البیان جز ۲۴ ص ۱۰۴) منکرین تقدیر کے متعلق یہ احادیث ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ (منکرین تقدیر) اس امت کے مجوسی ہیں' اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬

جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کو زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا O کھولتے گرم پانی میں

ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۚ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ

پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا O پھر ان سے پوچھا جائے گا: اب وہ کہاں ہیں

تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا

جن کو تم (دنیا میں اللہ کا) شریک قرار دیتے تھے؟ O جو اللہ کے سوا تھے' وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم

مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس سے پہلے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے' اسی طرح اللہ کافروں کو گم راہ کرتا ہے O (اے کافرو!) تمہارا یہ عذاب اس

تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ ۚ اُدْخُلُوْۤا

وجہ سے ہے کہ تم زمین میں اپنی عارضی کامیابی پر ناحق اتراتے تھے اور بے جا اکڑتے پھرتے تھے O اب جہنم کے

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۷۶﴾

دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ' پس تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے O

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ

پس آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے' ہم نے ان کو جس عذاب سے ڈرایا ہوا ہے خواہ ہم اس میں سے آپ کو

نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا

کچھ دکھائیں یا ہم اس سے پہلے آپ کو وفات دے دیں' سو ان کو تو بہر حال ہماری طرف لوٹایا جائے گا O ۶۲ بے شک ہم نے آپ

رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

سے پہلے بھی بہت رسول بھیجے' ہم نے ان میں سے بعض کے قصے آپ کے سامنے بیان کیے ۶۳ اور بعض کے

کے جنازہ میں نہ جاؤ۔ (سنن ابوداؤد:۴۶۹۱) نبی ﷺ نے قدریہ کو مجوس اس لیے فرمایا کیونکہ مجوس دو خدا مانتے ہیں' یزداں اور اہرمن' یزداں نور ہے' وہ خیر کا خالق ہے اور اہرمن ظلمت ہے' وہ شر کا خالق ہے' اسی طرح قدریہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف خیر کا خالق ہے اور شر کا خالق کوئی اور ہے حالانکہ اللہ سبحانہ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے اور اس نے شر کو کسی حکمت کی وجہ سے پیدا کیا ہے' نیز قدریہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کے افعال کا خود انسان خالق ہے' ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کا بھی خالق ہے اور اس کے افعال کا بھی خالق ہے' البتہ انسان کے افعال کا کسب اور قصد انسان کرتا ہے اور جس چیز کا انسان کسب اور قصد کرتا ہے' اس کو اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے' پس اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسان کاسب ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں' ان میں سے جو مر جائے تم اس کے جنازہ پر نہ جاؤ اور جو ان میں سے بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت نہ کرو' یہ دجال کا گروہ ہے اور اللہ پر حق ہے کہ وہ ان کو دجال کے ساتھ ملا دے۔ (سنن ابوداؤد:۴۶۹۲) نبی ﷺ نے قدریہ کا جو حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ اور اگر یہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو' تمام گمراہ فرقوں کا یہی حکم ہے ف۶۲

المؤمن: ۷۷۔۷۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت میں مشرکین سے پوچھا جائے گا: اب وہ کہاں ہیں جن کو تم دنیا میں اللہ کا شریک قرار دیتے تھے' وہ کہیں گے: اب وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہے ہیں کہ ہم ان کی سفارش کرائیں اور اب ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ کوئی چیز نہ تھے اور ہمارے کسی کام نہیں آ سکتے تھے اور اس وقت اس کا انکار کر دیں گے کہ وہ دنیا میں ان کی عبادت کرتے تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو ان سے گمراہ کر دیا تھا' یعنی ان کی آنکھوں کو دُور کر دیا تھا' اسی طرح اللہ ان کو بھی ان کے بتوں سے دور کر دے گا اور گمراہ کر دے گا' حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو طلب کریں تو اس کو نہیں پا سکیں گے اور ان کو آخرت میں ایک دوسرے سے اس لیے گمراہ کیا جائے گا کہ مشرکین دنیا میں اپنے شرک اور بت پرستی پر اتراتے تھے اور اکڑتے تھے۔ الحجر: ۴۴ میں ہے: دوزخ کے سات دروازے ہیں' سو کافروں سے کہا جائے گا: تم ان سات دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ' پس یہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنے والوں کا عذاب بیان فرمایا ہے' اس کے بعد نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ جھگڑنے والوں کی ایذاء پر صبر کریں' اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی نصرت فرمائے گا اور ان جھگڑنے والوں کو سزا دے گا' اس کا یہ وعدہ برحق ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور غزوۂ بدر میں آپ کو فتح اور ان کو شکست سے دوچار کیا اور آخرت کا عذاب تو ان کو بہر حال ہو گا کیونکہ انہوں نے ہماری طرف لوٹنا ہے اور ہم ان کو وہاں عذاب میں مبتلا کریں گے ف۶۳ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہم نے بہت رسول بھیجے ہیں اور بعض کے قصے آپ سے بیان کیے ہیں اور بعض کے قصے بیان نہیں کیے۔ بعض علماء اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آیت اس باب میں نص قطعی ہے کہ آپ کو کل رسولوں کا علم نہیں تھا' تو آپ کے حق میں کلی کا یا علم ماکان وما یکون کا دعویٰ کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے زمانہ ماضی میں آپ کے سامنے بعض رسولوں کے قصے بیان نہیں کیے' اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کے بعد مستقبل میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے باقی رسولوں کے قصے بیان نہیں کیے' جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: "كُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ" (ھود: ۱۲۰) ہم آپ کے سامنے تمام رسولوں کی خبریں بیان فرما رہے ہیں۔ پس زمانہ ماضی میں آپ کو بعض رسولوں کی خبریں نہیں بیان فرمائیں اور مستقبل میں آپ کو تمام رسولوں کی خبریں بیان فرما دیں' سو المؤمن: ۷۸ آپ کے علم ماکان وما یکون کے منافی نہیں ہے' جب کہ ھود: ۱۲۰ میں تمام رسولوں کے علم کا اثبات ہے' اور صحابہ کرام کو بھی اس پر اعتقاد تھا کہ آپ کو تمام رسولوں کا علم ہے' اس لیے وہ آپ سے پوچھتے تھے کہ نبیوں اور رسولوں کی تعداد کتنی ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے: امام ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند کے ساتھ ایک بہت طویل حدیث روایت کی ہے' اس موضوع سے متعلق اس روایت کا کچھ حصہ یہ ہے:

لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ

قصے بیان نہیں کیے اور کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

لے آئے' پھر جب اللہ کا حکم ہو گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل پرست

هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۟۷۸ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا

نقصان اٹھانے والے ہوں گے O اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو

مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۟۷۹ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا

اور بعض کو تم کھاتے ہو O اور تمہارے لیے ان چوپایوں میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان کے ذریعے

حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۟۸۰ؕ

اپنی ان ضروریات کو پورا کرو جو تمہارے دلوں میں ہیں اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو O ۶۴

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖۗ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۟۸۱ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے' پس تم اللہ کی کون کون سی آیتوں کا انکار کرو گے O ۶۵ کیا پس انہوں نے زمین

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھتے ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'

كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى

جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں بھی بہت سخت تھے اور ان کی زمین میں یادگاریں بھی بہت تھیں'

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۟۸۲ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

پس ان کے کارناموں نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا O ۶۶ پس جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۷' مسند احمد: ۲۱۵۵۰) نبی ﷺ کے علم غیب کلی کے مزید ثبوت کے لیے (ص: ۶۹) کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیں

ع ۸ / ۱۰ / ۱۴

ف ۶۴ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام اور احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے اور یہ اونٹ' گائے اور بکریاں ہیں' ان میں سے بعض پر تم سواری کرتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو' پس اونٹنیوں پر سواری بھی کی جاتی ہے اور ان کا گوشت کھایا بھی جاتا ہے اور ان کا دودھ بھی دوہا جاتا ہے' اسی طرح گایوں اور بکریوں سے بھی یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اونٹوں پر دور دراز کا سفر کیا جاتا ہے اور ان پر بوجھ بھی لادا جاتا ہے اور بیلوں سے زمین میں ہل بھی چلایا جاتا ہے اور بھیڑوں سے اُون حاصل کیا جاتا ہے' جس سے سردیوں کا گرم لباس بنایا جاتا ہے اور ان کے دودھ سے گھی' مکھن اور پنیر بھی حاصل کیا جاتا ہے' ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے جانوروں کا بھی ذکر فرمایا ہے: ''وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O'' (النحل: ۸) اور اللہ نے گھوڑوں کو اور خچروں کو اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہارے لیے باعث زینت بھی ہیں' اور وہ ان چیزوں کو پیدا فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے O یعنی ان جانوروں کے پیدا کرنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ تم ان پر سواری کرو تاہم یہ تمہاری زینت کا باعث بھی ہیں ف ۶۵ اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیاں صرف آسمانوں اور زمینوں میں بکھری ہوئی نہیں ہیں بلکہ تمہارے اپنے وجود میں بھی یہ نشانیاں سمٹی ہوئی ہیں' اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نشانیاں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات قدسیہ ہیں اور اس سے بڑھ کر منکر کون ہو گا جو ان چمکتی ہوئی واضح نشانیوں کا انکار کرے گا اور مسلمانوں کے لیے سب سے عظیم معجزہ قرآن مجید ہے' جس نے یہ چیلنج کیا ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں لا سکتا اور آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی اس کی مثال نہیں لا سکا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکی' حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ ہو یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا معجزہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ' غرض کوئی معجزہ ہو یہ تمام معجزات ان نبیوں کے ساتھ چلے گئے' آج کسی یہودی اور عیسائی کے پاس کوئی معجزہ نہیں ہے جس سے وہ اپنے دین کی صداقت منوا سکے' مگر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا معجزہ قرآن مجید ہے' وہ جس طرح کل اسلام کی صداقت کی دلیل تھی' آج بھی اسلام کی حقانیت پر دلیل ہے اور قیامت تک رہے گا' بلکہ ان یہود اور نصاریٰ کو بھی انبیاء کے معجزات منوانے کے لیے قرآن ہی کا سہارا لینا پڑے گا ف ۶۶ یعنی جب کفار مکہ سفر کرتے ہیں اور مکہ سے شام یا یمن کی طرف جاتے ہیں تو وہ پچھلی امتوں مثلاً عاد اور ثمود کی بربادی کے آثار اور ان کے کھنڈرات وغیرہ دیکھتے ہیں تو کیا وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے' ان لوگوں کے پاس بہت مال تھا' ان کی اولاد بھی بہت زیادہ تھی' بڑے بڑے لشکر تھے اور بلند و بالا عمارتیں تھیں' لیکن جب ان کے کفر اور شرک اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ان کے اوپر عذاب آیا تو ان میں سے کوئی چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان کے پاس تھا ۷۶ اور اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸۳ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ
وہ مذاق اڑاتے تھے ○ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور

كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝۸۴ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ
اب ہم ان کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس کا شریک قرار دیتے تھے ○ پس ان کے ایمان نے ان کو اس وقت کوئی فائدہ

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ
نہیں پہنچایا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا' یہ اللہ کا اس کے بندوں میں قدیم دستور ہے اور

خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۵ ع
اس وقت کافر بہت نقصان میں رہے ○ ۶۸

۴۱ سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۃ حٰم السجدہ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چون آیتیں چھ رکوع ہیں

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ
حا میم ○ ۱ یہ الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے ○ یہ ایسی کتاب ہے جس کی

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ
آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے ۲ علم والوں کے لیے عربی قرآن ہے ○ ۳ ثواب کی خوش خبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا

فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ
پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا' سو وہ نہیں سنیں گے ○ ۴ اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں

ف۷۶ یعنی انہوں نے اللہ کے رسولوں کے علم کے مقابلہ میں اپنے علم کو عظیم اور برتر خیال کیا اور رسولوں کے علم کو کم تر اور حقیر جانا' ان کے علم سے مراد ان کے باطل عقائد اور اندھی تقلید ہے جو دراصل جہل ہے اور اس کو استہزاءً علم فرمایا ہے' ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے اور نہ ہم کو عذاب دیا جائے گا' نہ قیامت قائم ہوگی' یا ان کے علم سے مراد ہے: ان کو اپنے پیشوں اور اپنی صنعتوں کا علم تھا یا ان کو ستارہ شناسی کا علم تھا یا ان کو شعر و شاعری کا علم تھا اور وہ ان علوم کو بہت بڑی چیز سمجھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اور اپنے ان علوم کے مقابلہ میں علوم شرعیہ کو کم تر خیال کرتے تھے' جیسا کہ فی زمانہ لوگ سائنس و ٹیکنالوجی کے علم کو علوم قرآن و حدیث و فقہ سے بڑھ کر مانتے ہیں ف۶۸ یعنی وہ اس وقت ایمان نہیں لائے جس وقت ایمان لانے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور ان سے پہلی امتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کا عذاب دیکھ کر اس پر ایمان لاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو قبول نہیں فرماتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان وہ معتبر ہے جو ایمان بالغیب ہو اور موت کے وقت کافروں کو عذاب کے فرشتے دکھائی دیتے ہیں تو جو کافر عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر ایمان لاتا ہے' اس کا ایمان قبول نہیں کیا جاتا' اسی وجہ سے فرعون جو مرتے وقت ایمان لایا تھا' اس کا ایمان قبول نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝'' (یونس: ۹۱-۹۰) اور ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا' پس فرعون اور اس کے لشکر نے (ان پر) ظلم اور زیادتی کرنے کے ارادے سے ان کا پیچھا کیا' حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو اس نے کہا: میں اس پر ایمان لایا جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ (فرمایا:) اب ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا ○ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ حٰمٓ السجدۃ: ف۱ مفسرین نے کہا ہے کہ ''حٰمٓ'' اس سورت کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ''حٰمٓ'' قرآن مجید کا نام ہے اور اس کا قرآن مجید پر اطلاق حقیقتاً ہے' ایک قول یہ ہے کہ ''ح'' سے حبیب کی طرف اور ''م'' سے محبوب کی طرف اشارہ ہے' گویا کہ یوں فرمایا: یہ حبیب سے محبوب کی طرف خطاب ہے ف۲ یعنی اس کی آیات متعدد انواع کی ہیں: (ا) بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے وجود کا بیان ہے (ب) بعض آیات میں اللہ کی ان چیزوں سے تنزیہ بیان کی گئی ہے جو اس کے لیے موجب نقص ہیں اور اس کی شان کے لائق نہیں ہیں (ج) بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کو بیان فرمایا ہے (د) بعض آیات میں اس کی توحید کے دلائل ہیں اور اس کے استحقاق عبادت کے براہین ہیں (ہ) بعض آیات میں نبیوں اور رسولوں کی ضرورت اور ان کی صفات کا بیان ہے (و) بعض آیات میں احکام شرعیہ کا ذکر ہے (ز) بعض آیات میں قیامت اور حشر اور نشر کے دلائل ہیں (ح) بعض آیات میں گزشتہ امتوں کے صالحین اور فاسقین کے قصص ہیں (ط) بعض آیات میں اعمال کے حساب' میزان' شفاعت' جنت' دوزخ اور ثواب و عذاب کی تفصیلات ہیں ف۳ علم والوں کے لیے اس وجہ سے فرمایا کہ عربی اسلوب اور عربی قواعد کے اعتبار سے جو اس کے نکات ہیں' ان کو علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں' مثلاً مبتداء کسی جگہ مقدم ہوتا ہے کسی جگہ مؤخر ہوتا ہے' کہیں اسم ظاہر کو لایا جاتا ہے کہیں اسم ضمیر کو لایا جاتا ہے' کہیں حصر ہوتا ہے کہیں فصل و وصل ہوتا ہے' کہیں اجمال اور کہیں تفصیل ہوتی ہے' کہیں کسی لفظ سے حقیقت مراد ہوتی ہے کہیں اس سے مجاز مرسل اور کہیں مجاز بالاستعارہ مراد ہوتا ہے' کہیں کسی چیز کو ذکر کیا جاتا ہے اور کہیں حذف کر دیا جاتا ہے' کہیں مقتضیٰ ظاہر حال کے موافق کلام ہوتا ہے' کہیں خلافِ مقتضیٰ ظاہر حال کلام ہوتا ہے' علیٰ ہذا القیاس اور یہ ایسے اُمور ہیں کہ ان کو فصاحت و بلاغت اور فنون عربیہ کے جاننے والے ہی سمجھ سکتے ہیں' اس لیے فرمایا: ''تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝'' (العنکبوت: ۴۳) ہم ان مثالوں کو (بقیہ صفحہ ۹۸۷ پر)

وَفِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡۢ بَیۡنِنَا وَبَیۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا

بلا رہے ہیں ہمارے دلوں میں اس پر پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے سو آپ

عٰمِلُوۡنَ ۝۵ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ

اپنا کام کیجئے ہم اپنا کام کرنے والے ہیں○ آپ کہیے: میں محض تمہاری مثل بشر ہوں' میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا

وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡهِ وَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ ؕ وَوَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِیۡنَ ۝۶

معبود واحد معبود ہے ف۵ تم اسی کی طرف مستقیم رہو ف۶ اور اسی سے استغفار کرو اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے○

الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝۷ اِنَّ

جو زکوٰۃ (خیرات) ادا نہیں کرتے ف۷ اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں○ بے شک

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۝۸ ع قُلۡ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوگا○ ف۸ آپ کہیے:

اَئِنَّكُمۡ لَتَكۡفُرُوۡنَ بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَتَجۡعَلُوۡنَ

کیا تم واقعی اس ذات کا کفر کر رہے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور تم اس کے شرکاء

لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۹ ج وَجَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ مِنۡ

قرار دے رہے ہو حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے○ ف۹ اور اس نے زمین کے اوپر بھاری

فَوۡقِهَا وَبٰرَكَ فِیۡهَا وَقَدَّرَ فِیۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا فِیۡۤ اَرۡبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً

پہاڑ نصب کر دیے اور اس میں برکت رکھی ف۱۰ اور زمین میں رہنے والوں کی غذا بھی چار دنوں میں مقدر کی ف۱۱ جو طلب کرنے

لِّلسَّآئِلِیۡنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ

والوں کے لیے مساوی ہے○ پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ اس وقت دھواں تھا' پھر اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا

ف۵ یہ آیت اس معنی پر دلالت کرتی ہے کہ کسی وجودی وصف میں کوئی انسان رسول اللہ ﷺ کی مثل نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ مماثلت عدمی وصف میں ہے یعنی نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں' نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ واجب اور قدیم ہیں' نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ مستحق عبادت ہیں۔ اس بحث کی مزید وضاحت کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۷ ص ۲۲۳ تا ۲۳۲ کا مطالعہ کریں ف۶ ''استقامت'' کا معنی ہے: متوسط طریقہ پر دائم اور مستمر رہنا' یعنی تم عقیدہ توحید پر اور نیک اعمال پر مستقیم رہو اور اس سے سرمو انحراف نہ کرو' استقامت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو کہ تمہارا سب سے افضل عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مؤمن ہی کر سکتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۷۷) ف۷ اس آیت میں زکوٰۃ کا معروف اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تزکیہ نفس ہے یعنی وہ اپنے اعمال کا تزکیہ نہیں کرتے اور ایمان لا کر اپنے اعمال کو پاک صاف نہیں کرتے یا وہ نیکی اور بھلائی کے کام انجام نہیں دیتے ہیں ف۸ اس سے پہلی آیتوں میں کافروں کی وعید بیان فرمائی تھی اور اس آیت میں مؤمنوں کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے' مؤمن صحت کے ایام میں جو نیک عمل کرتا ہے اگر وہ مرض یا سفر کی وجہ سے وہ نیک عمل نہ کر سکے' اللہ تعالیٰ اس کو مرض اور سفر کے ایام میں بھی نیک اعمال کا اجر عطا فرماتا ہے اور اس اجر کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے جسم میں کوئی بیماری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کی حفاظت کرنے والے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرا بندہ جو نیک عمل کرتا تھا' اس کے صحیفہ اعمال میں ہر روز وہ عمل لکھتے رہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۶) ف۹ ان کے کفر کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) مشرکین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کفر ہے (۲) وہ اللہ تعالیٰ کے مکلف ہونے کا انکار کرتے تھے' رسولوں کی بعثت کا انکار کرتے تھے' خصوصاً انسان اور بشر کے رسول ہونے کا انکار کرتے تھے اور یہ تمام چیزیں کفر ہیں (۳) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی اضافت کرتے تھے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور یہ تمام باتیں کفر ہیں' اور ان کا شرک واضح تھا' وہ اپنے ہاتھوں سے تراش کر بت بناتے تھے' پھر ان کو اللہ کا شریک کہتے تھے' اللہ تعالیٰ ان کا رد فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے چھ دنوں میں یہ پوری جیتی جاگتی کائنات کھڑی کر دی' تم ایسے عظیم الشان خالق کو چھوڑ کر لکڑی اور پتھر کے بے جان اور حقیر مجسموں کی پرستش کرتے ہو ف۱۰ حٰم السجدہ: ۱۲۔۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں رہنے والوں کی ضروریات کو پیدا کرنے کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ وہ اپنے محور پر گردش کرتی رہے اور اپنے مرکز سے اِدھر اُدھر نہ ہو اور اس میں برکت رکھی' برکت کا معنی ہے: کسی چیز میں خیر کثیر کا حاصل ہونا' یعنی اس نے زمین میں دریا پیدا کیے' درخت پیدا کیے اور درختوں میں پھل پیدا کیے اور مختلف قسم کے حیوانات پیدا کیے اور اس میں ہر وہ چیز پیدا کی جس کی جانداروں کو زندگی گزارنے کے لیے ضرورت ہو سکتی ہے ف۱۱ اس کا معنی یہ ہے کہ جانداروں کو اپنی زندگی میں جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی ہے' اللہ تعالیٰ نے وہ سب چیزیں پیدا کیں' اس نے زمین میں روئیدگی کی صلاحیت رکھی' نہروں اور دریاؤں سے پانی مہیا کیا' آسمان سے بارش نازل فرمائی' سورج کی تمازت اور حرارت سے غلہ' اناج اور پھلوں کو پکایا اور چاند کی کرنوں سے ان میں ذائقہ پیدا کیا اور یوں جانداروں کے لیے غذا فراہم کی۔

لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪ فَقَضٰهُنَّ

کہ تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے حاضر ہو' ان دونوں نے کہا: ہم دونوں بہ خوشی حاضر ہیں O ۱۲ تو اس نے دو دن

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا

میں ان کو پورے سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اسی کے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے آسمان

السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ

دنیا کو چراغوں سے مزین فرما دیا اور اس کو محفوظ فرما دیا' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ

الْعَلِيْمِ ⑫ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ

ہے O ۱۳ پھر بھی اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہیے کہ میں نے تمہیں ایسے ہولناک کڑک والے عذاب سے ڈرایا ہے جیسا ہولناک

عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ

کڑک والا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا O ۱۴ جب ان سے پہلے زمانہ میں اور ان کے بعد کے زمانہ میں

خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً

(متواتر) رسول آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو' تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل فرما دیتا'

فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ

سو تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں O پس رہے عاد تو انہوں نے زمین

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

میں ناحق تکبر کیا اور کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے

الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮

انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے' اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے O ۱۵

ف۱۲ اس سے زمین وآسمان کا آنا جانا یا معروف طریقہ سے حاضر ہونا مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان سے فرمایا: تم وجود میں آ جاؤ' سو وہ وجود میں آ گئے' جیسے اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے متعلق فرمایا: ہو جا' تو وہ ہو جاتی ہے ف۱۳ جس شخص کو بھی رزق کی حاجت ہو اور وہ اپنے رب سے اس کے متعلق سوال کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت کے اعتبار سے زمین میں اس کی روزی کو مقدر کر دیا ہے اور اس کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے رزق کو مقرر کر دیا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۴ ص ۱۲۳) ف۱۴ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں کفار مکہ کو اس عذاب سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود پر آیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے "صاعقة" فرمایا' یعنی بجلی کا کڑکا آیا اور اس نے ان کو ہلاک کر دیا اور یہ آسمانی عذاب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کافروں کو آسمانی عذاب سے مامون اور محفوظ کر دیا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ O" (الانفال: ۳۳-۳۲) اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل کر دے O اور یہ اللہ کی شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل کر دے اور نہ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ انہیں اس حال میں عذاب دے جب وہ استغفار کر رہے ہوں O ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اہل مکہ پر آسمانی عذاب آنے والا نہیں تھا' پھر ان کو عاد و ثمود کی مثل عذاب سے کیوں ڈرایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ کفار مکہ اپنے کفر اور تکبر کی وجہ سے اسی عذاب کے مستحق ہیں جو عاد و ثمود پر آیا تھا اور ان کا کفر اور تکبر فی نفسہٖ اس عذاب کا موجب ہے' یہ اور بات ہے کہ نبی ﷺ کا ان کے درمیان ہونا اس عذاب سے امان کا باعث ہے' نیز اس عذاب سے مانع یہ چیز ہے کہ نبی ﷺ ان کے درمیان تشریف فرما ہیں تو کفار مکہ کو اس بات سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے درمیان سے لے جائے اور پھر ان کے اوپر اس طرح کا آسمانی عذاب نازل کر دے' سو اللہ تعالیٰ کا کفار مکہ کو آسمانی عذاب سے ڈرانا بالکل بجا اور برمحل ہے ف۱۵ قوم عاد کا تکبر یہ تھا کہ وہ اپنی بڑائی' طاقت اور شان و شوکت کا اظہار کرتے تھے اور اپنے مقابلہ میں دوسروں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور دوسروں پر اپنا تفوق اور اپنی برتری ظاہر کرتے تھے' انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت قد آور اور جسیم تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے' وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے' یعنی ہر چند کہ وہ دوسروں سے زیادہ طاقت ور ہیں' لیکن اللہ بزرگ و برتر جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ قوت والا ہے' پس اگر زیادہ طاقت ور ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے کم طاقت والے زیادہ طاقت والے کی اطاعت اور اس کی بندگی کریں تو پھر چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہرحال ان سے زیادہ طاقت والا ہے بلکہ سب سے زیادہ طاقت والا ہے اور سب کو وہی طاقت دینے والا ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ

سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ۱۶ ان پر خوف ناک آواز والی آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ

ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی

وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ

(بالکل) مدد نہیں کی جائے گی○ اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی' لیکن انہوں نے گم راہی کو

عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا

ہدایت پر ترجیح دی' ۱۷ سو ان کے کرتوتوں کے باعث سخت ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے

يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ

لیا○ اور ہم نے ان لوگوں کو (اس عذاب سے) بچا لیا جو ایمان لے آئے تھے اور وہ اللہ سے ڈرتے تھے○ ۱۸ اور جس دن اللہ کے

أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ

دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا' پھر ان کو جمع کیا جائے گا○ حتیٰ کہ جب وہ دوزخ کی آگ تک پہنچ جائیں گے تو

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾

ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے○

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی: ہمیں اسی اللہ نے

أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾

گویائی بخشی جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ ۱۹

ف۱۶ نجومیوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض ایام منحوس ہوتے ہیں اور بعض ایام مبارک ہوتے ہیں اور متکلمین نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ "ایام نحسات" کا معنی یہ ہے کہ وہ گرد و غبار والے ایام تھے اور بہ کثرت خاک اور مٹی اُڑنے کی وجہ سے کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص۵۵۳) اہل علم کے نزدیک اس آیت سے نجومیوں کا بعض دنوں کے منحوس ہونے پر استدلال کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور اسلام میں تمام دن مساوی و برابر ہیں' کسی کو کسی پر فی نفسہٖ ترجیح و فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج۱۰ ص۴۵۲ تا ۴۶۴ کا مطالعہ فرمائیں ف۱۷ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دے دی تھی تو پھر انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر کیسے ترجیح دی' اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ تاحیات ایمان پر قائم رہتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت کے دو معنی ہیں: (۱) ایسے راستے کو دکھانا جو انسان کو مطلوب تک پہنچا دے' خواہ انسان اس راستے پر چل کر مطلوب تک پہنچے یا نہ پہنچے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○" (الشوریٰ: ۵۲) اور بے شک آپ ضرور سیدھا راستہ دکھاتے ہیں○ (۲) ایسی رہنمائی کرنا جو انسان کو مطلوب تک پہنچانے والی ہو' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ○" (البقرہ: ۲۶۴) اور اللہ کافروں کو مطلوب تک نہیں پہنچاتا○ یعنی ان کو صاحب ایمان نہیں بناتا' اور اس آیت میں ہدایت کا دوسرا معنی مراد نہیں ہے' بلکہ پہلا معنی مراد ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات پر دلائل قائم کر دیئے تھے اور ان کو عقل عطا کی تھی' جس سے وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر منزل تک پہنچ سکتے تھے' پھر عقل کی مدد کے لیے رسولوں کو بھیجا اور ان کی معجزات سے تائید فرمائی لیکن انہوں نے اس ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں رہنا پسند کر لیا ف۱۸ اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لے آئے تھے' یعنی ہم نے ان کو کفار سے ممتاز اور ممیز کر دیا تھا' سو ان پر وہ عذاب نازل نہیں ہوا جو کفار پر نازل ہوا تھا۔ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم اسی طرح آپ کے متبعین کے ساتھ اور قوم کفار کے ساتھ معاملہ کریں گے' اگر کفار مکہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے اور ان پر عذاب آنا ناگزیر ہو گیا تو ہم آپ کو اور آپ کے متبعین کو ان کے درمیان سے نکال لیں گے ف۱۹ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ ہنسنے لگے' آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا تھا' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے' آپ نے فرمایا: میں بندہ کی اس کے رب کے ساتھ بات چیت پر ہنس رہا تھا' بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں' بندہ کہے گا: آج میں اپنے خلاف صرف اپنے نفس کی شہادت کی اجازت دیتا ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج صرف تیری ہی تیرے خلاف گواہی ہوگی اور کراماً کاتبین گواہ ہوں گے' آپ نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی' پھر اس کے اعضاء سے کہا جائے گا: اب تم کلام کرو' پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے' پھر وہ بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا: تم دور ہو' میں تمہارے لیے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۹۶۹) انسان کے اعضاء جو اس کے خلاف شہادت دیں گے' اس کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ ان اعضاء میں فہم' قدرت اور نطق پیدا کر دے گا اور وہ اس طرح شہادت دیں گے جس طرح انسان کسی ایسے واقعہ کی شہادت دیتا ہے جس کو وہ پہچانتا ہو (۲) اللہ تعالیٰ ان اعضاء میں آوازیں اور حروف پیدا کر دے گا جو معانی پر دلالت کرتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا کر دیا تھا (۳) اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء میں ایسی علامات پیدا کر دے گا جو انسان سے افعال کے صدور پر دلالت کریں گے۔ موخر الذکر دونوں قول ظاہر قرآن کے خلاف ہیں اور پہلا قول ہی صحیح اور برحق ہے کیونکہ اعضاء سے جو تصرفات ظاہر ہوتے ہیں' ان میں اعضاء کی خصوصیت کا کوئی دخل نہیں ہے' مثلاً زبان جو نطق کرتی ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ زبان میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے اس سے نطق صادر ہوتا ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

ع۲ ۱۰ ۱۶

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا

اور تم اس وجہ سے اپنے گناہ نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان تمہاری

اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ

آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا یہ گمان تھا کہ تم جو کچھ

كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ

کام کر رہے ہو ان کو اللہ نہیں جانتا O ۲۲ اور تمہارا اپنے رب کے ساتھ بھی گمان ہے جس نے

بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ

تمہیں ہلاک کر دیا' پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے O اب اگر یہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر

مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ

وہ اللہ کی ناراضگی دور کرنے کو طلب کریں تب بھی وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن سے ناراضگی دور کی جائے گی O ۲۱ اور

قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

ہم نے ان کے لیے کچھ ایسے ساتھی ان پر مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے لیے ان کے سامنے کے اور ان کے بعد

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

کے امور کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا تھا ۲۲ اور ان کے حق میں اللہ کا وہ قول ثابت ہو گیا جو ان سے پہلے

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جنات اور انسانوں کے گروہوں میں ثابت ہو چکا تھا ۲۳ اور بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے O اور کافروں نے کہا:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اس قرآن کو مت سنا کرو اور (اس کی قرأت کے وقت) لغو باتیں کیا کرو تاکہ تم غالب آ جاؤ O ۲۴

نے زبان میں نطق پیدا کر دیا' اگر وہ چاہتا تو آنکھوں میں نطق پیدا کر دیتا' کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ مکہ میں ایک پتھر تھا' جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کہتا تھا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' (سنن ترمذی: ۳۶۲۶) اور صحابہ نبی ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے طعام کی تسبیح سنتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳۳) تو جب اللہ تعالیٰ پتھروں میں' پہاڑوں میں اور درختوں میں کلام پیدا کر سکتا ہے تو انسان کے اعضاء میں کلام پیدا کر لینا کب زیادہ تعجب انگیز ہے ف۲۰ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کفار کوئی برا اور شرم ناک کام کرنے لگتے تو وہ اپنے کام کو چھپاتے تھے' لیکن ان کا چھپانا اس لیے نہیں ہوتا تھا کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ ان کے کان' ان کی آنکھیں اور ان کی کھال اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے بُرے کاموں کی شہادت دیں گی' کیونکہ وہ نہ قیامت کے قائل تھے اور نہ مرنے کے بعد اٹھنے کے اور نہ حساب اور کتاب کے معترف تھے' بلکہ ان کا چھپ کر گناہ کرنا اس لیے تھا کہ ان کا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال کا پتا نہیں چلتا جو چھپ کر کیے جائیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ع ۲ / ۱۷ کہ بیت اللہ کے پاس دو قرشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قرشی جمع ہوئے' یہ بہت موٹے اور جسیم تھے اور ان کے دلوں میں فقہ (سمجھ) کم تھی' پس ان میں سے ایک نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سن رہا ہے' دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے باتیں کریں گے تو وہ سنے گا اور اگر آہستہ باتیں کریں گے تو وہ نہیں سنے گا' دوسرے نے کہا: اگر وہ ہماری بلند آواز سے کہی ہوئی باتیں سن سکتا ہے تو وہ ہماری آہستہ سے کہی ہوئی باتیں بھی سن سکتا ہے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت (السجدہ: ۲۲) نازل فرمائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۱۷) ف۲۱ یعنی اگر یہ کفار دوزخ کے عذاب اور تکلیف کو ضبط کر لیں اور اس پر بے چینی اور اضطراب کا اظہار نہ کریں اور درد کی شدت سے آہ و بکا اور فریاد نہ کریں' تب بھی ان کا ٹھکانا وہی دوزخ کی آگ ہے اور اگر یہ اس عذاب کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے شرک اور کفر پر عذر پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ازالہ کی کوشش کریں تو ان کی یہ کوشش رائیگاں جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوگا' سو ان سے عذاب دور نہیں کیا جائے گا' پس ان کا صبر کرنا اور بے صبری کا اظہار کرنا برابر ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے: دوزخ میں کفار یہ کہیں گے: ''سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ O'' (ابراہیم: ۲۱) ہمارے لیے برابر ہے خواہ ہم بے قراری کا اظہار کریں یا صبر کریں' ہمارے لیے عذاب سے نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے O ف۲۲ اس آیت کا معنی ہے: ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بعض شیاطین کو ان کافروں کا دوست بنا کر ان پر مسلط کر دیا' جو ان کے لیے دنیا اور آخرت کی چیزوں کو خوش نما بنا کر دکھاتے ہیں' دنیا کی چیزوں میں سے گناہوں کی لذتوں کو اور آخرت کی چیزوں میں سے حشر و نشر اور حساب و کتاب کے انکار کو پیش کرتے ہیں' جیسے کسی ملحد نے کہا ہے: بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست' یعنی اے بابر! عیش و عشرت میں زندگی گزار و کہ یہ جہاں دوبارہ نہیں آئے گا' سامنے کے اُمور سے مراد دنیا ہے اور بعد کے اُمور سے مراد آخرت ہے ف۲۳ اللہ تعالیٰ کا جو قول ان کفار کے حق میں ثابت ہوا' اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ O'' (ھود: ۱۱۹) اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوئی ہے کہ میں تمام (ظالم) انسانوں اور (سرکش) جنات سے دوزخ کو بھر دوں گا O ف۲۴ اس آیت میں ''والغوا'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''لغو'' ہے' اس کا معنی ہے: بے فائدہ کلام' جو اس لائق ہو کہ ساقط کر دیا جائے' لغو کلام وہ ہوتا ہے جو نا قابل شمار ہو' بغیر غور و فکر کے جو کسی سے بات کی جائے اور وہ خرافات اور ہذیات پر مشتمل ہو' یا جھوٹے قصے کہانیاں جیسے کفار نے رستم اور اسفندیار کے قصے گھڑ رکھے تھے' جب مسلمان قرآن پڑھتے تھے تو وہ بلند آواز سے ایسی فضول باتیں سناتے' اشعار پڑھتے اور تالیاں بجاتے تاکہ قرآن پڑھنے والوں کو تشویش ہو' ان کا ذہن مضطرب ہو اور وہ بھول جائیں کہ وہ کیا پڑھ رہے تھے' ان کے لغو باتیں کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ کو یہ معلوم تھا کہ قرآن مجید لفظی اور معنوی اعتبار سے کامل ہے اور جو شخص بھی اس کے الفاظ کی فصاحت اور بلاغت میں غور کرے گا اور اس کے معانی میں تدبر کرے گا تو اس کی عقل یہ فیصلہ کرے گی کہ یہ برحق کلام ہے اور کسی انسان یا جن کے بس میں ایسا کلام پیش کرنا ممکن نہیں ہے' یہ انسان کا نہیں اللہ کا کلام ہے' پھر جو

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ

بے شک ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور ان کو ہم ان

اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ

کے بدترین کاموں کی سزا ضرور دیں گے O ۲۵ یہ ہے اللہ کے دشمنوں کی سزا

النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

(جو) دوزخ کی آگ ہے' اس میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے' یہ اس چیز کی سزا ہے کہ یہ ہماری

يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

آیتوں کا انکار کرتے تھے O ۲۶ اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنات اور انسانوں میں سے

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا

وہ دونوں گروہ دکھا جنہوں نے ہمیں گم راہ کیا تھا کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے رکھ کر پامال کریں تا کہ وہ دوزخ کے

مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

سب سے نچلے طبقہ سے ہو جائیں O ۲۷ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر وہ اس پر مستقیم رہے' ۲۸

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا

ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سنو

بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي

جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے O ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ

میں تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لیے

شخص یہ کلام سنے گا وہ اپنے کفر پر قائم نہیں رہے گا' بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور سیدنا محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئے گا ف ۲۵ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو ان کے زیادہ بُرے کاموں کی سزا دی جائے گی اور جو کام ان کے نسبتاً کم بُرے ہوں' ان کی سزا نہیں دی جائے گی' بلکہ ان کو ان کے ہر قسم کے بُرے کاموں کی سزا دی جائے گی اور جو کام زیادہ بُرے ہوں گے ان میں عذاب کی کیفیت نسبتاً زیادہ شدید ہو گی اور دنیا میں انہوں نے جو نیکی کے کام کیے ہوں گے' مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا' بھوکوں کو کھانا کھلانا' مظلوموں کی مدد کرنا وغیرہ' وہ تمام کام ضائع کر دیے جائیں گے اور ان کو آخرت میں ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا' کیونکہ توحید و رسالت پر ایمان لائے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی ف ۲۶ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید کی قراءت کے وقت بلند آواز سے لغو باتیں کرتے تھے' اس کو جحود اور انکار سے اس لیے تعبیر فرمایا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ قرآن مجید معجز کلام ہے اور ان کو خطرہ تھا کہ جب لوگ اس کلام کو سنیں گے تو اس پر ایمان لے آئیں گے' پس وہ جانتے تھے کہ قرآن مجید معجز کلام ہے لیکن وہ حسد' بغض اور عناد سے اس کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے ف ۲۷ اس آیت میں ماضی کے صیغہ کا ذکر ہے'' وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا '' اور کفار نے کہا' اس سے مراد مستقبل کا زمانہ ہے یعنی کفار دوزخ میں کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں گروہ دکھا' جنہوں نے ہمیں گم راہ کیا تھا' جنات میں سب سے پہلے جس نے گم راہ کیا تھا' وہ ابلیس ہے اور ابن آدم میں سے جس نے سب سے پہلے گناہ کیا اور بعد کے لوگوں کو گم راہ کیا' وہ قابیل ہے جس نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا' اس کے گناہ میں سے ایک حصہ قابیل کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۳۱) ف ۲۸ استقامت کا معنی ہے: انسان کا صراطِ مستقیم کو لازم رکھنا اور ہر حال میں اس پر جمے اور ڈٹے رہنا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: '' اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا '' (فصلت' حم السجدہ: ۳۰) پھر آپ نے فرمایا: لوگوں نے یہ کہا: یعنی اللہ ہمارا رب ہے پھر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے' پس جو شخص اس قول پر ڈٹا رہا حتیٰ کہ مر گیا' وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پر مستقیم رہے۔ (سنن الترمذی: ۳۲۵۰) حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتایئے کہ میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں' آپ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا' پھر اس پر مستقیم رہو۔ (صحیح مسلم: ۳۸) نبی ﷺ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا' اس کا معنی ہے کہ تم زبان سے اللہ کی توحید کا اقرار کرو اور باقی اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو' اور فرمایا: پھر اس پر مستقیم رہو' یعنی تادم مرگ توحید پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے رہو' نیز آپ کا یہ ارشاد تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتے رہو اور ہر اس کام سے اجتناب کرتے رہو جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر بھی عمل نہیں کیا یا ایک بھی ممنوعہ کام سے باز نہیں رہا تو وہ صراطِ مستقیم سے منحرف ہو گیا' پس جس نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے تو اس کے رب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کی رضا جوئی میں لگا رہے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَ

اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم طلب کرو ○ ۲۹ (یہ) بہت بخشنے والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے ○ ۳۰ اور

مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ

اس سے عمدہ کلام کس کا ہو سکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے اور نیک کام کرے ۳۱ اور کہے کہ

إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ

بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہے

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ

سو آپ برائی کو اچھے طریقے سے دور کریں ۳۲ پس اس وقت جس کے اور آپ کے درمیان

كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَ

دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ آپ کا خیر خواہ دوست ہے ○ ۳۳ اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر

مَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ

کرتے ہوں اور یہ صفت ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہوں ○ ۳۴ اور (اے مخاطب!) جب بھی

الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾

شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو' بے شک وہ بہت سننے والا' خوب جاننے والا ہے ○

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا

اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں اور تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن

ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم صرف اسی

ف۲۹ یعنی تم جس چیز کی بھی تمنا کرو گے وہ اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرما دے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کے پہلے جملے میں ہے: اور جس چیز کو تمہارا دل چاہے' اور دوسرے جملہ میں ہے: جس چیز کو تم طلب کرو' ان میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے جملہ سے مراد لذات جسمانیہ ہیں جیسے جنت کے پھل اور میوے اور حور و قصور اور دوسرے جملہ سے مراد لذات روحانیہ ہیں جیسے ذکر و اذکار اور تسبیح اور تہلیل وغیرہ ف۳۰ اس آیت میں یہ بتایا کہ یہ تمام نعمتیں جن کا ذکر کیا گیا ہے' یہ سب اللہ کی طرف سے مہمانی کے قائم مقام ہیں اور کریم جب کسی کی مہمانی کرتا ہے تو ضیافت کے بعد نفیس تحائف پیش کرتا ہے' سو جنت میں اللہ تعالیٰ پہلے جسمانی اور روحانی لذتیں عطا فرمائے گا' پھر اس کے بعد اپنی ذات کی تجلیات دکھائے گا اور اپنا دیدار عطا فرمائے گا' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جنت کی ان تمام نعمتوں کا ہمیں اہل بنائے اور محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو یہ نعمتیں عطا فرمائے۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۵۶۱) ف۳۱ اس آیت میں فرمایا ہے: جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے' یعنی اللہ پر ایمان لانے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے' اس کے بعد فرمایا: اور نیک کام کرے' کیونکہ جو شخص خود نیک کام نہ کرے اور لوگوں کو نیک کام کرنے کی دعوت دے' وہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا مستحق ہے' قرآن مجید میں ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ○" (الصف: ۲) اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ○ "كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ○" (الصف: ۳) اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی والی ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے ○ اور جب انسان وعظ اور تبلیغ کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے تو اپنے حکم کی نافرمانی کرنے والا سب سے پہلا شخص وہ خود ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اللہ کے دین کی دعوت دینے والوں کے ساتھ یہ ذکر فرمایا کہ وہ نیک کام کریں' حدیث میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبِ معراج میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا' جس کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا: یہ وہ دنیا دار خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے' حالانکہ وہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے' کیا پس وہ عقل نہیں رکھتے تھے؟ (مسند احمد: ۱۲۲۱۱) ف۳۲ نیکی سے مراد نرم بات اور بدی سے مراد سخت اور تلخ بات ہے یا نیکی سے مراد صبر کرنا ہے اور بدی سے مراد انتقام لینا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نیکی سے مراد ایمان ہے اور بدی سے مراد شرک اور کفر ہے ف۳۳ اس آیت میں حسن اخلاق کی تلقین کی گئی ہے اور حسن اخلاق کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آخری وصیت اس وقت کی جب میں گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ (موطأ امام مالک: ۱۷۱۶) ف۳۴ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی ماتحت اس کی نافرمانی کرے یا اس کے مزاج کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ جوشِ غضب میں آ کر اس کو سخت سزا دیتا ہے' یا کوئی شخص کسی کے ساتھ زیادتی کرے تو وہ اس سے انتقام لینے پر تل جاتا ہے اور ایسے مواقع پر ضبط کرنا اور اپنے سرکش نفس کو صبر اور ضبط کے ساتھ قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے' قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے: "وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ○ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ○" (الشوریٰ: ۴۰-۴۳) اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے اور جو معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا ○ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے ○ اور صبر کا یہ عظیم مقام وہی لوگ پا سکتے ہیں جو بڑے نصیب والے ہوں۔

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ

کی عبادت کرتے ہو O ف۳۵ پھر بھی اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے

رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدة

رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں O ف۳۶

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور (اے مخاطب!) اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو خشک اور غیر آباد دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ

کرتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے بے شک جس نے اس زمین کو زندہ کیا ہے وہی (قیامت کے دن) مردوں کو

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

زندہ کرنے والا ہے بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے O ف۳۷ بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا

وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں ف۳۸ آیا جو شخص دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اطمینان سے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

قیامت کے دن آئے گا تم جو چاہو کرو بے شک وہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے O

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لا

بے شک جن لوگوں نے قرآن کا اس وقت کفر کیا جب وہ ان کے پاس پہنچ چکا تھا (ان کو عذاب دیا جائے گا) بے شک یہ بہت معزز کتاب ہے O

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ

اس میں باطل کہیں سے نہیں آ سکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے ف۳۹ یہ کتاب بہت حکمت والے حمد کیے ہوئے

ف۳۵ حٰمٓ السجدۃ: ۳۳ میں یہ بیان فرمایا تھا کہ اور اس سے عمدہ کس کا کلام ہو سکتا ہے جو اللہ (کے دین) کی دعوت دے اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ کے دین کی دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی الوہیت اس کی توحید اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلائل پیش کیے جائیں رات اور دن اور سورج اور چاند وغیرہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ایک مقرر شدہ نظام کے تحت تسلسل سے وجود میں آ رہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کسی ناظم کے تابع ہیں اور چونکہ پوری کائنات میں یہ نظام واحد ہے اس سے واضح ہوا کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے اور اس پوری دنیا میں سورج سے عظیم اور قوی چیز ہمیں کوئی نظر نہیں آتی وہ اگر اپنے مقام سے ذرا نیچے ہوتا تو اس کی تپش سے روئے زمین پر کوئی زندہ نہ رہتا اور اگر اوپر ہوتا تو سب سردی سے منجمد ہو جاتے تو جس ذات نے اس عظیم سیارے کو اپنے نظام کا پابند کیا ہوا ہے وہی خلاق عالم ہے پھر وہ جب چاہتا ہے اس عظیم آفتاب کو گہن لگا کر بے نور کر دیتا ہے اور یہ اس کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے اور اس میں اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جو اتنے عظیم سورج کے نور کو سلب کرنے پر قادر ہے وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور کو اور ہمارے دلوں سے بصیرت کے نور کو زائل کرنے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے ف۳۶ اس آیت میں فرشتوں کی صفت میں فرمایا ہے کہ وہ رات اور دن اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں ہیں اس سے مراد فرشتوں کی خاص نوع ہے اور وہ اکابر ملائکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسرے فرشتے ان کاموں میں مشغول رہتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ لگا دیے ہیں ف۳۷ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات اور دن اور سورج اور چاند سے اپنی الوہیت اور توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے کہ جو ذات مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے وہ ذات مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اس لیے مشرکین کا حشر اور نشر کا انکار کرنا باطل ہے نیز جب اللہ تعالیٰ نے پہلی بار انسان کو بلکہ پوری کائنات کو پیدا کر دیا تو اس کے لیے دوبارہ اس انسان کو جیتا جاگتا کھڑا کر دینا کیا مشکل ہے ف۳۸ اس آیت میں فرمایا ہے: جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں اس سے ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو علم اور معرفت سے خالی ہوتے ہیں اور زہد اور تقویٰ کا اظہار کرتے ہیں وہ کشف اور الہام کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو بیعت کرتے ہیں اور اپنی روحانیت اور کرامتوں کا چرچا کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اغنیاء اور حکام ان کے پاس آئیں اور ان کے زہد اور تقویٰ سے مرعوب ہوں وہ مختلف حیلوں سے علماء دین کی تحقیر کرتے ہیں اور لوگوں کو ان سے متنفر کرتے ہیں اور بغیر علم کے قرآن اور حدیث کی تفسیر کرتے ہیں اور وعظ اور تقریریں کرتے ہیں لوگ ان سے مسائل معلوم کرتے ہیں اور وہ بغیر علم کے فتویٰ جاری کرتے ہیں لوگ ان کو بھاری بھاری نذرانے دیتے ہیں اور وہ مال و دولت سے اپنے مریدوں میں اضافہ کرتے ہیں حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلے دنیا کو طلب کریں گے وہ لوگوں کے سامنے درویشی ظاہر کرنے کے لیے بھیڑ کی نرم کھال کا لباس پہنیں گے ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہوں گے کیا وہ (میری مہلت سے) دھوکا کھا رہے ہیں یا وہ (میری مخالفت پر) جرأت کر رہے ہیں۔ (سنن الترمذی: ۲۴۰۵) ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ لوگ صوفیاء اور درویشوں کا لباس پہن کر اور ریاکاری سے عبادت کر کے لوگوں کو دھوکا دیں گے اور لوگوں کو اپنا معتقد اور مرید بنانے کے لیے اور دنیا کا مال بٹورنے کے لیے زہد و تقویٰ کا اظہار کریں گے اور وہ نیک اور خدا ترس علماء سے عداوت رکھیں گے ان پر حیوانی صفات اور شہوات کا غلبہ ہوگا اور وہ اپنے نام و نمود کے لیے کارروائی کریں گے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج۹ ص۱۸۲) ف۳۹ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) نہ اس سے پہلی آسمانی کتابوں مثلاً تورات زبور اور انجیل میں اس کی تکذیب ہے اور نہ اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب آئے گی کہ اس کی تکذیب ہو سکے (۲) قرآن مجید نے جس چیز کے حق ہونے کی تصریح کر دی ہے وہ باطل نہیں ہو سکتی اور قرآن مجید نے جس چیز کے باطل ہونے کی تصریح

مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ

کی طرف سے نازل شدہ ہےO (اے رسولِ مکرم!) آپ کے خلاف وہی باتیں کہی جارہی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کے خلاف کہی

مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ

جاتی رہی ہیں' بے شک آپ کا رب (مؤمنوں کے لیے) ضرور مغفرت والا ہے اور (کافروں کے لیے) دردناک عذاب والا ہےO

جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ

اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں کر دیتے تو وہ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں تفصیل سے کیوں نہیں بیان کی گئیں' ۴۰ کیا کتاب کی

وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ

زبان عجمی ہو اور رسول کی زبان عربی ہو؟ آپ کہیے: یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے ۴۱ اور جو لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ

ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے' ان لوگوں

يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

کو بہت دور سے ندا کی جارہی ہےO ۴۲ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں (بھی)

فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ

اختلاف کیا گیا ۴۳ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک میعاد پہلے سے مقرر نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ۴۴

بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا

اور بے شک یہ لوگ اس قرآن کے متعلق سخت خلجان اور شک میں ہیںO جس نے کوئی نیک کام کیا ہے تو وہ اپنے نفس کے فائدہ کے

فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

لیے کیا ہے اور جس نے کوئی برا کام کیا ہے تو اس کا ضرر (بھی) اسی کو ہوگا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہےO ۴۵

کر دی ہے وہ حق نہیں ہو سکتی (۳) قرآن مجید محفوظ ہے' نہ اس سے کوئی آیت کم ہو سکتی ہے نہ اس میں کوئی اپنی طرف سے کسی آیت کا اضافہ کر سکتا ہے (۴) پچھلے زمانہ میں کوئی ایسی کتاب تھی جو اس کا معارضہ کرتی اور نہ کوئی آئندہ ایسی کتاب آ سکے گی جو اس کا معارضہ کر سکے **ف۴۰** جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت بیان کر دی اور اس کے احکامِ شرعیہ کو وضاحت سے بیان فرما دیا' اس کے باوجود کفارِ مکہ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ ان کا کفر محض ضد' عناد' سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے' ان کے پاس ایمان نہ لانے کا کوئی منطقی جواز نہیں ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَO فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَO" (الشعراء: ۱۹۹۔۱۹۸) اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر نازل فرماتےO پھر وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اس پر ایمان لانے والے نہ ہوتےO اسی طرح اگر ہم پورا قرآن عجمی زبان میں نازل فرما دیتے' تب بھی یہ کہتے کہ اس کی آیتیں تفصیل سے کیوں نہیں بیان کی گئیں' یعنی وہ یہ کہتے کہ پورے قرآن کو لغتِ عرب میں کیوں نہیں نازل کیا گیا اور وہ اس کا انکار کرتے اور یہ کہتے کہ عربی مخاطب کے اوپر عجمی قرآن کیوں نازل کیا گیا ہے جس کو وہ سمجھ ہی نہیں سکتا **ف۴۱** یعنی اے محمد ﷺ! جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے دلوں کے لیے یہ قرآن ہدایت ہے اور ان کے سینوں سے شکوک اور شبہات دور کرنے کے لیے یہ قرآن شفاء ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے' ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے' وہ قرآن مجید کی آیتوں میں غور کرتے ہیں نہ ان کو سمجھتے ہیں اور یہ ان پر اندھا پن ہے' وہ اس سے ہدایت نہیں حاصل کر سکتے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًاO" (بنو اسرائیل: ۸۲) اور ہم جس قرآن کو نازل کر رہے ہیں وہ مؤمنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لیے صرف نقصان کو زیادہ کرتا ہےO **ف۴۲** اس آیت کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہے کہ یہ نداء ان کے قلوب سے بہت دور ہے **ف۴۳** یعنی جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا' بعض لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور بعض لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور جب ہم نے آپ کے اوپر قرآن نازل کیا تو یہی حال آپ کی قوم کا ہے' بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے اس کا کفر کیا' سو اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے کچھ لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے تو آپ اس پر غم نہ کریں' ہر صاحبِ کتاب نبی کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے **ف۴۴** کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں تو ہماری مخالفت کی وجہ سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک میعاد پہلے سے مقرر نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا' کفارِ مکہ پر ایسا عذاب نہیں آیا جس سے پورا مکہ ملیامیٹ کر دیا جاتا اور کفارِ مکہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جاتا اور شہرِ مکہ' قومِ عاد اور ثمود کی بستیوں کی طرح کھنڈرات اور ویرانوں میں تبدیل ہو جاتا' کیونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نبیِ رحمت ہیں اور مکہ وہ شہر ہے جس کی طرف انبیاء اور مرسلین نے ہجرت کی ہے اور ملائکہ مقربین اس شہر میں نازل ہوتے رہے' اس لیے اللہ کی رحمت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ عاد اور ثمود کی بستیوں کی طرح اس شہر میں بھی عذاب نازل کر کے اس شہر کو تہس نہس کر دے **ف۴۵** قرآن مجید کی متعدد آیتوں کی طرح اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ہر شخص کو اس کے عمل کا صلہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ظلم نہیں کرے گا' اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نفی اور ظلم کی مذمت میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کر دیا' سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث بالرقم المسلسل: ۶۴۵۰)

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جس مادہ کو کوئی حمل ہوتا ہے اور اس کے ہاں جو بچہ ہوتا ہے ان سب کا اس کو علم ہے ۴۶ اور جس دن اللہ ان سب (مشرکوں) کو بلا کر فرمائے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم تجھے بتا چکے ہیں کہ ہم میں سے تو کوئی ان کو دیکھنے والا نہیں ہے O اور ان سے وہ سب گم ہو جائیں گے جن کی اس سے پہلے وہ دنیا میں پرستش کرتے تھے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے O انسان خیر کی دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی شر پہنچ جائے تو وہ مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے O ۴۷ اور اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا ذائقہ چکھائیں تو وہ یہ ضرور کہے گا کہ میں بہر صورت اس کا حق دار تھا ۴۸ اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس میری خیر ہوگی ۴۹ پس ہم ضرور کافروں کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے اور ہم ان کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے O اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر (ہم سے) دور ہو جاتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے

تفسیر

ف۴۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کس وقت قائم ہوگی' اس کا بالذات اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' اسی طرح اس کائنات میں جو بھی حوادث رونما ہوتے ہیں' کسی مادہ کو جب بھی حمل ہوتا ہے یا وضع حمل ہوتا ہے' جب بھی باغات میں پھل نکلتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں' سب چیزوں کا بالذات علم صرف اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: کیا یہ بات نہیں ہے کہ نجومی اپنے حساب سے سال میں ہونے والے اکثر واقعات کو جان لیتے ہیں' اسی طرح رمل سے اور خواب کی تعبیروں سے مستقبل میں ہونے والے اکثر واقعات کا پیشگی علم ہو جاتا ہے اور غیب کی باتوں کا پتا چل جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان علوم کے ماہرین کو یقینی اور قطعی طور پر کسی غیب کی بات کا علم نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ بات یہ ہے کہ ان کو کمزور درجہ کا ظن ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ قطعی اور یقینی ہے۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص۵۷۱) اسی طرح محکمہ موسمیات والے پیشگی بتا دیتے ہیں کہ بارش کب ہوگی اور کل موسم کا درجہ حرارت کیا ہوگا' لیکن یہ پیش گوئیاں ۹۰ فی صد درست ہوتی ہیں' اس لیے ان کے معاملہ میں امام رازی کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ پیش گوئیاں قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں' لیکن سورج گہن لگنے اور چاند گہن لگنے کی جو سالوں پہلے خبر دی جاتی ہے اور پوری دنیا میں ان کا نظام الاوقات بتا دیا جاتا ہے' یہ پیش گوئیاں سو فی صد صحیح ہوتی ہیں اور آج تک ان کی کوئی خبر غلط ثابت نہیں ہوئی' اسی طرح الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ پیشگی بتا دیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ' اور یہ پیشگی خبر بھی سو فی صد صحیح ہوتی ہے' اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم آلات کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ بغیر کسی آلہ کے ہے' اسی طرح جو فرشتہ ماں کے رحم میں لکھتا ہے کہ یہ بچہ مذکر ہے یا مؤنث' اس کی مدتِ حیات کتنی ہے' اس کا رزق کتنا ہے اور یہ سعید ہے یا شقی ہے' اس کا علم اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم یقینی اور قطعی ہے اور بغیر کسی آلہ اور سبب کے ہے اور بغیر تعلیم کے اور ذاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو بھی وحی اور الہام کے ذریعہ غیب کا علم ہوتا ہے اور ان کے لیے بالواسطہ غیب کا علم ماننا ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور اس کا انکار کرنا عناد اور گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے ف۴۷ سدی نے کہا: خیر سے اس آیت میں مال' صحت' سلطنت اور عزت مراد ہے اور انسان سے امیہ بن خلف اور ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ مراد ہیں' جنہوں نے اسلام سے منہ پھیر لیا اور اس سے دور ہوئے' اور اس آیت میں شر کا ذکر کیا گیا ہے' اس سے فقر اور مرض مراد ہے ف۴۸ اس آیت میں ضرر اور تکلیف سے مراد بیماری' سختی اور فقر ہے اور رحمت سے مراد وسعت' کشادگی اور دولت ہے' وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے اس رحمت کا مستحق تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے اعمال سے راضی تھا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان نعمتوں کا دینا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا اور وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دے کر اس کو امتحان میں مبتلا کیا ہے تاکہ مصائب پر اس کا صبر اور انعامات پر اس کے شکر کا اظہار ہو ف۴۹ اس آیت میں ''حسنیٰ'' اور ''خیر'' سے مراد جنت ہے' وہ بغیر کسی نیک عمل کے جنت کی تمنا کرتا ہے' حسین بن محمد بن علی ابن ابی طالب نے کہا: کافر کی دو تمنائیں ہوں گی' دنیا میں اس کی یہ تمنا ہوگی کہ میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو اس کے پاس میری خیر یعنی جنت ہے اور آخرت میں اس کی یہ تمنا ہوگی: اے کاش! ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور ہم مؤمنوں میں سے ہو جائیں۔ (الانعام: ۲۷)

ف۵۰ اس کا معنی ہے: وہ حق کی اطاعت اور اتباع کرنے سے خود کو بلند سمجھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے تکبر کرتا ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پھر لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے' یعنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور کافر مصیبت میں اپنے رب کو پہچانتا ہے اور راحت میں اپنے رب کو نہیں پہچانتا ف۵۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر یہ حجت قائم کی ہے کہ تم لوگ جب بھی قرآن مجید کو سنتے ہو تو اس سے اعراض کر لیتے ہو اور اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور توحید کو قبول کرنے سے گھبراتے ہو اور دور بھاگتے ہو اور یہ تو بہت واضح بات ہے کہ بداہت عقل یہ نہیں کہتی کہ قرآن مجید منزل من اللہ نہیں ہو سکتا اور نہ بداہت عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ واحد نہیں ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے رسول نہیں ہیں' پس دلیل سے قطع نظر یہ بات صحیح بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی' پھر جب قرآن مجید کا اللہ کی طرف سے نزول ہو سکتا ہے تو پھر تم اس کا انکار کیوں کرتے ہو اور اس کے انکار پر اصرار کر کے اللہ تعالیٰ کے عظیم عذاب کے مستحق کیوں ہوتے ہو' پھر تم کو چاہیے کہ اس معاملہ میں غور و فکر کرو' اگر دلائل سے یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم اس کو ترک کر دو اور اگر دلائل سے یہ ثابت ہو کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو پھر تم اپنی ضد چھوڑ دو اور اس سے اعراض کرنے کو اور اس کے ترک پر اصرار کرنے کو ترک کر دو ف۵۲ ''افاق'' سے مراد ہے: آسمانوں اور ستاروں کی نشانیاں اور دن اور رات کی نشانیاں اور روشنیوں اور اندھیروں کی نشانیاں اور عالم عناصر اربعہ اور موالید ثلاثہ کی نشانیاں اور ان میں سے اکثر کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور اپنے نفسوں سے مراد ہے کہ انسان اپنی ماں کے رحم میں کس طرح نطفہ' مضغہ اور ہڈیوں کے تشکل کے مراحل سے گزر کر پیکر انسان میں ڈھلتا ہے' پھر کس طرح دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے' پھر کم سن لڑکا ہوتا ہے' پھر بالغ مرد' پھر جوان' پھر ادھیڑ عمر کا' پھر بوڑھا اور پھر خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں جو عجائب اور اپنی قدرت کی نشانیاں رکھی ہیں وہ غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو ان عجائب پر ''یوماً فیوماً'' مطلع فرماتا ہے اور دن بہ دن انسان کو نئے نئے حقائق معلوم ہوتے رہتے ہیں' ایک زمانہ تھا جب یہ معلوم نہیں تھا کہ شوگر اور بلڈ پریشر کیا مرض ہے' یہ انسان کو کیسے لاحق ہوتا ہے اور اس کا کیا علاج ہے اور کیا پرہیز ہے' پھر رفتہ رفتہ یہ حقائق معلوم ہو گئے' پھر ایک زمانہ تھا جب تپ دق کا علاج معلوم نہ تھا' اب اس کا علاج دریافت ہو گیا ہے' پہلے چیچک کا علاج معلوم نہیں تھا' اب پاکستان سے چیچک ختم کر دی گئی ہے' اگر بچہ ماں کے پیٹ میں اڑا ہو تو پہلے وضع حمل کی کسی صورت کا علم نہیں تھا اور ماں اور بچہ دونوں مر جاتے تھے' اب سرجری کے ذریعہ اس کا علاج ہو رہا ہے' غرض ہمیں اس عالم کبیر (خارجی کائنات) اور عالم صغیر (خود نفس انسان) کے متعلق دن بہ دن نئے حقائق معلوم ہو رہے ہیں ف۵۳ یعنی وہ معلومات غیر متناہیہ کا عالم ہے' پس وہ کفار کے ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا' اگر اس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو اس کو نیک جزا ملے گی اور اگر اس کے اعمال بُرے ہوں گے تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ قد تمت السورة فالحمد للہ الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الشوریٰ: ف۱ الشوریٰ: ۲-۱ میں جو حروف مقطعات ذکر کیے گئے ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ کے اسماء کی طرف اشارہ ہے' ''ح'' سے حلیم' حافظ اور حکیم کی طرف اشارہ ہے' ''م'' سے ملک' ماجد' مجید' منان' مومن اور مہیمن کی طرف اشارہ ہے اور ''حٰمٓ'' میں ان سب کے ابتدائی حروف ہیں اور ''عین'' سے عالم' علیم اور عالی کی طرف اشارہ ہے اور ''سین'' سے سید' سمیع اور سریع الحساب کی طرف اشارہ ہے اور ''قاف'' سے قادر' قدیر' قاہر' قریب اور قدوس کی طرف اشارہ ہے اور ''عٓسٓقٓ'' میں ان سب اسماء کے ابتدائی حروف کی طرف اشارہ ہے۔ (لطائف الاشارات ج ۳ ص ۱۵۸) ف۲ ''وحی'' کا لغوی معنی ہے: خفیہ طریقہ سے خبر دینا' نیز وحی کا معنی ہے: اشارہ کرنا' لکھنا' پیغام دینا' الہام کرنا اور پوشیدہ طریقہ سے کلام کرنا' اور اصطلاح شرع میں وحی کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا کلام جو اس نے اپنے نبیوں میں سے کسی نبی پر نازل فرمایا' اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جس پر کتاب یا صحیفہ نازل کیا گیا ہو' اور نبی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے خبریں دے خواہ اس کے پاس کتاب نہ ہو' رسول کی مثال ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی کی

الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٤﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِن فَوْقِهِنَّ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ

بہت بلند اور بہت عظیم ہے○ ف۳ عنقریب آسمان (اس کی ہیبت سے) اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے ف۴ اور فرشتے اپنے

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ

رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں ف۵ اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں' سنو! بے شک اللہ ہی

اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ

بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے'

حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٦﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا

اللہ ان سے خبردار ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں○ ف۶ اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی میں قرآن کی وحی

إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ

کی ہے' تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گردونواح والوں کو عذاب سے ڈرائیں ف۷ اور اسی طرح آپ یوم حشر کے عذاب سے ڈرائیں ف۸

الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿٧﴾ وَلَوْ

جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے' (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا○ ف۹ اور اگر

شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي

اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک گروہ بنا دیتا' لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت

رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٨﴾ أَمِ اتَّخَذُوا

میں داخل کرتا ہے ف۱۰ اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار○ کیا انہوں نے اللہ

مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ

کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا رکھا ہے' پس اللہ ہی مددگار ہے اور وہی مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہی

مثال ہے جیسے حضرت یوشع علیہ السلام۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹) ف۳ آسمانوں اور زمینوں میں جس قدر مخلوق ہے' سب کا اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور وہی سب کا مالک ہے اور ہر ظاہر اور خفی چیز کا عالم ہے اور وہ بہت بلند ہے یعنی لوگوں کے ادراک اور ان کی عقل اور فہم سے وہ بہت بلند ہے' کیونکہ کسی کی ذات اس کی ذات کی مثل ہے اور نہ کسی کی صفت اس کی صفات کی مثل ہے اور نہ کسی کا نام اس کے نام کی مثل ہے اور نہ کسی کا فعل اس کے افعال کی مثل ہے ف۴ اس آیت میں فرمایا: آسمان اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے' یعنی آسمان کے پھٹنے کی ابتداء اوپر کی جانب سے نیچے کی جانب ہوگی' اوپر کی جانب کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی عظمت اور جلال پر دلالت کرنے والی عظیم نشانیاں اوپر کی جانب ہیں' جیسے عرش' کرسی اور عرش کے گرد تسبیح' تہلیل' تکبیر اور تحمید والے فرشتے' جن کی حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اس لیے مناسب یہ تھا کہ آسمانوں کے پھٹنے کی ابتداء اوپر کی جانب سے ہوتی' بایں طور کہ پہلے سب سے اوپر کا آسمان پھٹ کر نچلے آسمان پر گرتا' علیٰ ہذا القیاس ترتیب وار سب آسمان ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے ف۵ اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کا شریک اور اس کی اولاد اور دیگر صفاتِ جسمانیہ سے اس کی تنزیہ بیان کرتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی حمد بیان کرتے رہتے ہیں' تسبیح کو حمد پر اس لیے مقدم فرمایا ہے کہ نامناسب چیزوں سے خالی ہونا' مناسب چیزوں کے ساتھ متصف ہونے پر مقدم ہوتا ہے ف۶ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا اور اس سے کیے ہوئے عہد کو فراموش کر دیتا ہے' وہ شیاطین کو اپنا کارساز اور مددگار بنانے والا ہے اور شیاطین کے احکام پر عمل کرتا ہے اور ان کے طریقہ کی اتباع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر اور باطن کی نگرانی فرما رہا ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ ان کو بُرے اعمال سے جبراً روک دیں' پس صاحب عقل کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ سے مدد چاہے اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد طلب نہ کرے بلکہ خالص اللہ سے دوستی اور محبت رکھے' ہاں! اللہ کے مقرب اور نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کے مقبول اور مستجاب ہونے کی دعا کرنی چاہیے' اولیاء اللہ کی تعظیم اور تکریم کرنا بھی ایمان کے تقاضوں سے ہے ف۷ اس آیت میں مکہ کو ''ام القری'' فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب ہر چیز کی اصل کو ''ام'' کہتے ہیں اور مکہ کو ''ام القری'' اس کی عظمت اور جلال کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا ہے کیونکہ مکہ مکرمہ بیت اللہ اور مقام ابراہیم پر مشتمل ہے کیونکہ روایت ہے کہ تمام زمین مکہ کے نیچے سے نکال کر پھیلائی گئی ہے' پس مکہ کے مقابلہ میں تمام شہر اس طرح ہیں جس طرح ماں کے مقابلہ میں اس کی بیٹیاں ہوتی ہیں اور اس کے گردونواح سے مراد ہے: وہ تمام بستیاں اور متعدد قبائل جو مکہ کے گرد مکان بنا کر رہتے ہیں ف۸ ''یوم الجمع'' سے مراد یوم الحشر ہے اور یوم الحشر کو ''یوم الجمع'' فرمانے کی کئی وجوہ ہیں: (۱) اس دن تمام مخلوق جمع ہوگی' جیسے فرمایا: ''یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ'' (التغابن: ۹) جس دن تم سب کو وہ جمع ہونے کے بعد دن جمع کرے گا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور زمین والوں کو جمع فرمائے گا (۲) اس دن اللہ تعالیٰ روحوں اور جسموں کو جمع فرمائے گا (۳) اس دن اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں اور ان کے اعمال کو جمع فرمائے گا (۴) اس دن اللہ تعالیٰ ظالم اور مظلوم کو جمع فرمائے گا ف۹ ایک گروہ کے جنتی ہونے اور ایک گروہ کے دوزخی ہونے کا بیان اس حدیث میں بھی ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا تو ان کے دائیں کندھے پر ہاتھ مارا تو اس سے چیونٹیوں کی جسامت میں ان کی سفید اولاد کو نکالا اور ان کے بائیں کندھے پر ہاتھ مارا تو اس سے ان کی سیاہ اولاد کو نکالا گویا کہ وہ کوئلوں کی طرح تھے' پھر دائیں جانب والی اولاد کے متعلق فرمایا: یہ جنت کی طرف ہیں' اور بائیں کندھے والی اولاد کے متعلق فرمایا: یہ دوزخ کی طرف ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۱) ف۱۰ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو بہ زور اور جبراً مؤمن اور مؤحد بنانے والے نہیں ہیں' ہاں! اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو اپنی قدرت سے جبراً مؤمن اور مؤحد بنا دیتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ قادر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض کو مؤمن بنایا اور بعض کو ان کے کفر پر چھوڑ دیا۔

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى

ہر چیز پر قادر ہے O ۱۱ اور جس چیز میں تمہارا کچھ بھی اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کی

اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ

طرف راجع کرو ۱۲ یہی اللہ (حاکم) ہے جو میرا رب ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں O وہ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں سے

الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ

جوڑے بنائے وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے وہ ہر

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ

بات کو سننے والا ہر چیز کو دیکھنے والا ہے O ۱۳ آسمانوں اور زمینوں کی کنجیوں کا وہی مالک ہے وہ جس کے لیے چاہے

الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ لَكُم

رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے رزق تنگ کر دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O اس نے تمہارے لیے اسی

مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

دین کو مشروع (مقرر) کیا ہے جس دین کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور

وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَ

جس دین کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم دین کو قائم رکھنا ۱۴ اور اس میں

لَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي

تفرقہ نہ ڈالنا‘ جس دین کی طرف آپ مشرکین کو دعوت دے رہے ہیں وہ ان پر بہت شاق اور بھاری ہے ۱۵ اللہ ہی اس دین کی

ف۱۱ یعنی اگر وہ حقیقی کارساز اور ولی بنانے کا ارادہ کرتے تو حقیقی ولی اور کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی حقیقی کارساز اور ولی نہیں ہے کیونکہ وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو ولی بنایا جائے نہ کہ ان کو ولی اور کارساز بنایا جائے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہیں‘ جیسا کہ کفار نے کیا ہے ف۱۲ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) مسلمانوں کا جس سے بھی کوئی اختلاف ہو تو وہ اس معاملہ میں صرف رسول اللہ سے فیصلہ کرائیں‘ کسی اور سے فیصلہ نہ کرائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ“ (النساء:۵۹) اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو (۲) جب تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو جس کے علم اور اس کی حقیقت تک رسائی کا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس چیز کے فیصلہ کو تم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو جیسے روح کی حقیقت کو جاننے کا مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اس کے علم کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے (۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ مسلمانوں سے یہ فرمائیں کہ جب تمہارا کسی معاملہ میں کفار سے اختلاف ہو تو ان سے بحث نہ کرو اور اس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دو (۴) اس آیت میں علماء کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی نیا مسئلہ آئے تو اس کا حل قرآن مجید‘ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اجماع امت میں تلاش کریں ف۱۳ یعنی اللہ عزوجل اپنی عظمت اور کبریاء میں اور اپنے اسماء کی بلندی میں اور اپنی صفات کی برتری میں بے مثل اور بے نظیر ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے‘ ہر چند کہ بعض صفات اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں بہ ظاہر مشترک ہیں‘ مثلاً اس آیت میں فرمایا: ”هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ O“ اور انسان کے متعلق فرمایا: ”فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا O“ (الدھر:۹) لیکن انسان کی سماعت اور بصارت حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت قدیم ہے‘ انسان کی سماعت اور بصارت کا زوال ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت کا زوال ممتنع ہے‘ انسان بھی دوسروں پر رحم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی مخلوق پر رحم فرماتا ہے‘ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں‘ تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ (المعجم الکبیر:۲۵۰۲) لیکن اللہ تعالیٰ بالذات اور بغیر واسطہ کے رحم فرماتا ہے اور لوگ بالعرض اور متعدد وسائط سے رحم کرتے ہیں‘ وہ بغیر کسی غرض اور بغیر کسی عوض کے رحم فرماتا ہے اور لوگ کسی نہ کسی غرض اور کسی نہ کسی عوض سے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں ف۱۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے‘ اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ O“ (الانبیاء:۲۵) اور ہم نے آپ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں ان سب کی طرف یہ وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے‘ سو تم میری ہی عبادت کرو O لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے‘ البتہ ان کی شریعتیں مختلف ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے: ”لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا“ (المائدہ:۴۸) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور دستور بنایا ہے۔ اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ“ (صحیح البخاری:۳۴۴۳) انبیاء آپس میں باپ شریک بھائی ہیں‘ ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے ف۱۵ مشرکین مکہ کے اوپر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانا بہت بھاری تھا‘ کیونکہ اوّل تو وہ نبی ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے تھے اور ان کے لیے یہ بات باعث عار تھی کہ وہ اپنے جیسے انسان پر ایمان لے آئیں اور اس کی اطاعت کریں‘ ان کے خیال میں نبی کو انسان کے بجائے فرشتہ ہونا چاہیے تھا‘ دوسرا یہ کہ ان کا تکبر اس بات سے مانع تھا کہ وہ ایسے شخص کی اطاعت کریں جو بہت دولت مند ہے نہ کسی قبیلہ کا سردار ہے‘ جب کہ ان میں بہت دولت مند‘ چوہدری اور وڈیرے قسم کے لوگ تھے‘ اس لیے وہ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے منصب رسالت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے اس رسول کی اطاعت اور اتباع کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب کے لیے منتخب فرمایا۔

اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا

طرف چن لیتا ہے جس کو چاہے اور اسی کو اس دین کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس دین کی طرف رجوع کرتا ہے O ۱۶ اور انہوں نے

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اسی وقت تفرقہ ڈالا تھا جب ان کے پاس علم آ چکا تھا اور وہ تفرقہ بھی باہمی سرکشی کی وجہ سے تھا ۱۷ اور اگر آپ کے رب کی

مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا

طرف سے (نزول عذاب کی) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بے شک جن لوگوں کو ان کے بعد

الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ

کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کے متعلق الجھن میں ڈالنے والے شک میں ہیں O پس اسی قرآن کی طرف آپ دعوت دیں

وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ

اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسی پر مستقیم (برقرار) رہیں ۱۸ اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں ۱۹ اور آپ کہیے: میں ان

اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ

تمام چیزوں پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں اور مجھے تمہارے عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا

اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ

رب ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے اللہ

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے O اور جو لوگ اللہ کی دعوت کے مقبول ہونے کے باوجود

اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ

اس میں جھگڑا کرتے ہیں ان کی کٹ حجتی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے ۲۰ اور ان پر غضب ہے

ف۱۶ اس آیت کا معنی ہے: اللہ جس کو چاہے منتخب فرما کر اپنے ساتھ ملا لیتا ہے اور رحمت اور تکریم کے ساتھ اپنے قریب کر لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو اس دین کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس دین کی طرف رجوع کرتا ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کی طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے' اللہ اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اللہ کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے' اللہ اس کی طرف چار ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اللہ کی طرف چل کر آتا ہے' اللہ اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ (مسند احمد: ۱۱۳۶۱)

ف۱۷ بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد عرب ہیں' لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب میں سے یہود اور نصاریٰ مراد ہیں' جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے: ''وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ'' (آل عمران: ۱۹) اور اہل کتاب نے آپس میں سرکشی کی وجہ سے اس کے بعد ہی اختلاف کیا ہے جب ان کے پاس علم آ چکا تھا ف۱۸ یعنی آپ اور آپ کے متبعین صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مستقیم رہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اور اس سے سرمو انحراف نہ کریں اور یہ صرف نبی ﷺ کی خصوصیت ہے' آپ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام پر اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ اس کے حکم سے بالکل اِدھر اُدھر نہ ہوں' ورنہ آپ نے امت کے لیے فرمایا: ''اِسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا'' (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷) مستقیم رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر اس طرح جمے نہیں رہ سکتے' جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے' پس استقامت کی حقیقت کی طاقت صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے یا اکابر اولیاء کو ف۱۹ یعنی اہل کتاب کی باطل خواہشوں اور مشرکین کے کذب و افتراء کی پیروی نہ کریں' کیونکہ مشرکین کی خواہش تھی کہ آپ ان کے بتوں کی تعظیم کریں یا کم از کم ان کو بُرا نہ کہیں اور یہود و نصاریٰ کی خواہش تھی کہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کریں اور تورات اور انجیل کے احکام منسوخ نہ کریں اور سب سے بڑی معصیت اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنی خواہش پر عمل کرنا ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ'' (الفرقان: ۴۳) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ف۲۰ جب عام لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا اس کے باوجود یہودی اسلام پر اعتراض کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی نبوت پر سب کا اتفاق نہیں ہے' اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اور تورات کے آسمانی کتاب ہونے پر سب متفق ہیں اور مختلف فیہ کے بجائے متفق علیہ شخص کو نبی ماننا چاہیے اور اس کے دین اور اس کی کتاب کو تسلیم کرنا چاہیے' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہود کی حجت باطل ہے' کیونکہ یہود نے یہ کہا ہے کہ آپ (سیدنا محمد ﷺ) کی نبوت اور آپ کی کتاب یعنی قرآن مجید مختلف فیہ ہے' اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی کتاب یعنی تورات متفق علیہ ہے' ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ تورات کا تو نفس وجود اور ثبوت مختلف فیہ ہے' ہر چند سال بعد اس کے ایڈیشن میں ترمیم اور تحریف ہو جاتی ہے' تورات کے ۱۹۲۷ء کے ایڈیشن میں لکھا ہے: دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔ (استثناء' باب: ۳۳' آیت: ۲' مطبوعہ لاہور) اور ۱۹۹۲ء کے ایڈیشن میں لکھا ہے: لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ (مطبوعہ لاہور) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں خود تعارض اور اختلاف ہے' جس زمانہ میں یہ کتاب نازل ہوئی' اب وہ زبان بھی موجود نہیں ہے' غرض یہ کہ یہ کتاب فی نفسہٖ مختلف فیہ ہے' اس کے برخلاف قرآن مجید متفق علیہ ہے' کوئی شخص نہیں بتا سکتا کہ قرآن مجید کی فلاں آیت پہلے اس طرح تھی' اب اس طرح نہیں ہے اور تورات کی بہت سی آیات کے متعلق ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ بدل چکی ہیں' بس تورات کا تو اپنا وجود اختلافی ہے اور قرآن مجید کا اپنا وجود اتفاقی ہے' لہٰذا تورات کے مقابلہ میں قرآن مجید پر ہی ایمان لانا چاہیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بجائے سیدنا محمد ﷺ کی شریعت پر ایمان لانا چاہیے۔ مزید یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی' دنیا کے تمام لوگوں کے لیے نہ تھی' یہی وجہ ہے کہ اب بھی یہودی بنی اسرائیل کے علاوہ اور کسی شخص کو تبلیغ کرتے ہیں نہ اپنے دین میں داخل کرتے ہیں۔ اس کے برعکس سیدنا محمد ﷺ کی دعوت دنیا کے تمام لوگوں اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے' اس لیے تورات کے بجائے قرآن مجید پر ایمان لانا واجب

وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿١٦﴾ اَللّٰهُ الَّذِىٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ

اور ان کے لیے سخت عذاب ہے O اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو نازل فرمایا اور میزان کو قائم فرمایا

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ

اور (اے مخاطب!) تجھے کیا پتا شاید کہ قیامت قریب ہو O اس کے جلد آنے کا وہی مطالبہ کرتے ہیں

لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُونَ

جو اس پر ایمان نہیں رکھتے ۲۱ اور جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں

اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِى السَّاعَةِ لَفِى ضَلٰلٍۢ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾

اور ان کو یقین ہے کہ وہ برحق ہے' سنو! جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجہ کی گم راہی میں ہیں O

اَللّٰهُ لَطِيفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾

اللہ اپنے بندوں پر بہت نرمی کرنے والا ہے' ۲۲ وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بہت قوت والا' بے حد غلبہ والا ہے O

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِى حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے

يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ﴿٢٠﴾

ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے O ۲۳

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۗ

کیا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِينَ لَهُمْ

اور اگر (قیامت کا) فیصلہ مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ۲۴ اور بے شک ظالموں کے لیے

ہے ف۲۱ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کام میں جلدی کرنا مذموم ہے' حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اطمینان سے کام کرنا اللہ کی جانب سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔ عجلت مذموم ہونے کے عموم سے چھ چیزیں مستثنیٰ ہیں: (۱) نماز کا مستحب وقت آنے کے بعد نماز پڑھنے میں جلدی کرنا (۲) جب جنازہ تیار ہو جائے تو اس کی تدفین میں جلدی کرنا (۳) جب کنواری لڑکی کا کفو میں رشتہ مل جائے تو اس کے نکاح میں جلدی کرنا (۴) جب قرض ادا کرنے کی گنجائش ہو تو اس کی ادائیگی میں جلدی کرنا (۵) جب مہمان آئے تو اس کو کھانا کھلانے میں جلدی کرنا (۶) شامت نفس سے اگر گناہ ہو جائے تو اس کے بعد توبہ کرنے میں جلدی کرنا ف۲۲ اللہ کے لطیف ہونے کا معنی ہے: وہ نیکی کی توفیق دینے والا ہے اور گناہوں سے حفاظت فرمانے والا ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۴۷) ف۲۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ وہ اپنے بندوں پر لطیف ہے اور ان پر بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے' اب اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بندوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیک کاموں کی طلب میں بہت کوشش کریں اور بُرے کاموں سے بچنے کی کوشش کریں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے طالب اور دنیا کے طالب میں حسب ذیل وجوہ سے فرق کیا ہے:

ع ۱۰
۴

(۱) آخرت کے طالب کو دنیا کے طالب پر مقدم فرمایا (۲) آخرت کے طالب کے متعلق فرمایا: ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے' اور دنیا کے طالب کے متعلق فرمایا: ہم اس کی کھیتی میں سے اس کو کچھ حصہ دیں گے (۳) آخرت کے طالب کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ اس کو دنیا میں سے کچھ دیں گے یا نہیں' ہوسکتا ہے کہ اس کو دنیا میں سے کچھ حصہ دیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو دنیا میں سے کچھ بھی نہ دیا جائے اور دنیا کے طالب کے متعلق فرمایا: اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (۴) دنیا کا حصہ نقد ہے اور آخرت کا حصہ ادھار ہے لیکن آخرت کے حصہ میں زیادتی اور دوام ہے اور دنیا کے حصہ میں نقصان اور بطلان ہے ف۲۴ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف دنیا میں اپنی خواہشوں اور اپنی شہوتوں کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور باطل لذات میں ڈوبے رہتے ہیں' اس کا وبال ان پر لازم ہوگا' یا تو دنیا میں بایں طور کہ ان پر مصائب اور شدائد کا نزول ہوگا اور مہلک بیماریاں ان پر حملہ آور ہوں گی یا آخرت میں ان کو اپنے جرائم کی سزا بھگتنی ہوگی' اِلَّا یہ کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کو معاف فرما دے۔

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَی الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ

دردناک عذاب ہے O آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے کرتوتوں سے خوف زدہ ہوں گے اور ان کے کرتوتوں کا وبال ان پر نازل ہو گا

وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے ۲۵

الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۲۲﴾

ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے' یہی بہت بڑا فضل ہے O

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

یہی وہ چیز ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ

آپ کہیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا سوا قرابت کی محبت کے ۲۶ اور جو شخص نیکی کرے گا

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ

ہم اس نیکی کے حسن کو اور بڑھا دیں گے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت قدر کرنے والا ہے O ۲۷ کیا وہ

یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی

یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اللہ پر جھوٹ بول کر بہتان تراشا ہے؟ پس اگر اللہ چاہے گا تو آپ کے دل پر

قَلْبِكَ ؕ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ

مہر لگا دے گا ۲۸ اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت رکھتا ہے' ۲۹ بے شک وہ دلوں

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ

کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے O اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے ۳۰ اور

ف۲۵ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اس لیے قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کافروں کے انجام کے بعد مؤمنوں کے انجام کا ذکر فرماتا ہے' اس آیت کے پہلے حصہ میں کافروں یا بدکردار فاسقوں کا ذکر فرمایا تھا' اس لیے اب اس آیت کے آخری حصہ میں مؤمنوں کے نیک انجام کا ذکر فرما رہا ہے کہ وہ جنت کے باغات میں ہوں گے ف۲۶ اس آیت میں ''قربٰی'' سے مراد رحم کی قرابت ہے کیونکہ مکہ کے تمام قبائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم کی قرابت تھی' اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ میں تم سے صرف یہ سوال کرتا ہوں کہ تم قرابت رحم کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور مجھ پر جو تبلیغ رسالت کی ذمہ داری ہے' اس سے عہدہ برآ ہونے میں میری مدد کرو' حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے: تم میری قرابت کی وجہ سے صلہ رحم کرو یعنی مجھ سے میل جول رکھو اور میری تکذیب نہ کرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۵۶۹) اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں ''قربٰی'' سے مراد آپ کے قرابت دار ہیں' حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت (الشوریٰ: ۲۳) نازل ہوئی تو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے' رضی اللہ عنہم۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۵۹) ان دونوں تفاسیر پر یہ اعتراض ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ رسالت پر اجر طلب کرنے کی نفی کی ہے' اور ان تفاسیر کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت پر اجر کو طلب کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ تبلیغ رسالت پر جس اجر کو لینے کی نفی ہے' اس اجر سے مراد معروف اجر ہے' جیسے مال و دولت' سونا چاندی اور دیگر قیمتی چیزیں اور جس اجر کو آپ نے طلب فرمایا ہے وہ آپ کی ذات سے محبت کرنا ہے' اس قرابت کی وجہ سے جو آپ کے اور قبائل عرب کے درمیان تھی اور ظاہر ہے کہ آپ کی ذات سے محبت کرنا شرعاً مطلوب ہے کیونکہ جب قبائل عرب آپ کی ذات سے محبت کریں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے تو اس سے ان کے اسلام قبول کرنے میں آسانی ہو گی اور یہ معروف اجر نہیں ہے اور یہ وہ اجر نہیں ہے جس کو طلب کرنے کی نفی کی گئی ہے' اس آیت کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت میں ''قربٰی'' سے مراد اللہ کا قرب ہے اور اس کی تائید اس حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جو تمہارے لیے دلائل اور ہدایت کی تبلیغ کی ہے' میں اس پر تم سے اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تم اللہ سے محبت رکھو اور اس کی اطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۸' المعجم الکبیر: ۱۱۱۴۴) اس آیت کی یہ سب سے عمدہ تفسیر ہے ف۲۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عمل کا پورا پورا اجر دے گا' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ''شکور'' فرمایا' ''شکور'' کا معنی ہے: بہت زیادہ شکر کرنے والا' اور شکر اس فعل کو کہتے ہیں جس سے منعم کی تعظیم ظاہر ہو اور اس معنی میں اللہ تعالیٰ پر ''شکور'' کا اطلاق محال ہے' اس لیے یہاں ''شکور'' کا معنی مجازی مراد ہے' یعنی شکر کی بہت زیادہ جزا دینے والا

ف۲۸ کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ قرآن مجید کی آیات تلاوت کر کے یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے' سو آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا: پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ آپ کے دل پر مہر لگا دے' یعنی اگر اللہ چاہتا تو آپ کے دل پر ایسی مہر لگا دیتا کہ آپ کسی چیز کا ادراک نہ کر سکتے' نہ کسی حرف یا لفظ کا تلفظ کر سکتے حتیٰ کہ آپ کوئی بات نہ کر سکتے' پس اگر آپ بالفرض اللہ پر افتراء کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر ایسی مہر لگا دیتا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر ایسی مہر نہیں لگائی تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں باندھا اور کفار کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے ف۲۹ اس کے دو محمل ہیں: (۱) اگر بالفرض سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پر افتراء باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیتا اور حق کو ثابت کر دیتا (۲) یہ کفار جو آپ کی نبوت پر طعن کر رہے ہیں کہ آپ پر حقیقت میں وحی نازل نہیں ہوئی ہے اور آپ نے اللہ پر (العیاذ باللہ) افتراء باندھا ہے' ان کا یہ طعن باطل ہے اور آپ کی نبوت برحق ہے' اللہ تعالیٰ ان کے طعن کو مٹا دے گا اور آپ کی نبوت کو ثابت کر دے گا ف۳۰ اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ جس گناہ سے بندہ توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس گناہ کی سزا نہیں دیتا اور اس پر مواخذہ نہیں کرتا اور بندہ کے

يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ
گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے O اور ایمان والوں کی
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ
اور نیک کام کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے اور کافروں کے لیے
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا
سخت عذاب ہے O اگر اللہ اپنے سب بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور
فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ
زمین میں سرکشی کرتے ۳۱ لیکن اللہ جتنا چاہے ایک اندازے سے رزق نازل فرماتا ہے' بے شک وہ اپنے بندوں کی
بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ
مکمل خبر رکھنے والا' خوب دیکھنے والا ہے O وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی
رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
رحمت پھیلاتا ہے ۳۲ اور وہی مددگار ہے' بہت حمد کیا ہوا O اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ
اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور ان جان داروں کو پیدا کرنا ہے جو اس نے آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا دیئے ہیں
اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ
اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے O ۳۳ اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں
اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۖۚ
کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو تو وہ معاف فرما دیتا ہے O ۳۴ اور تم روئے زمین میں کہیں بھی اس کو عاجز کرنے

توبہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے جو گناہ ہو گیا ہے اس پر نادم ہو اور دوبارہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم صمیم کرنے' اگر اس سے فرائض اور واجبات رہ گئے ہیں تو ان کی قضاء کرے' اگر کسی کا مال غصب کر لیا تھا یا چوری کر لیا تھا تو اس کا مال اس کو واپس کر دے اور جس طرح پہلے اس نے گناہ میں کوشش کی تھی' اس طرح اب اطاعت اور عبادت میں کوشش کرے اور جس طرح اس کو پہلے گناہ میں لذت حاصل ہوئی تھی' اب عبادت میں لذت حاصل کرے اور ہنسنا کم کر دے اور روئے زیادہ' بندہ جب اس طرح توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے' حدیث میں ہے: ابی الجون بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی پیاسے کو پانی پر جانے سے خوشی ہوتی ہے اور جتنی بانجھ عورت کو بچہ کی پیدائش سے خوشی ہوتی ہے اور جتنی کسی شخص کو گم شدہ چیز کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے' پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے خالص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اور اس کے اپنے اعضاء سے وہ گناہ بھلا دیتا ہے اور تمام روئے زمین سے اس کے گناہوں کے آثار مٹا دیتا ہے۔ (الجامع الصغیر: ۱۹۴۷) ف ۳۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں ہر شخص نعمت کے ساتھ صبح کو اٹھتا تھا اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ تھا کہ ایک شخص دریائے فرات سے پانی پیتا تھا اور سائے میں بیٹھتا تھا اور گندم کی روٹی کھاتا تھا' اور یہ آیت اہل صفہ کے متعلق نازل ہوئی تھی: ''وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ''(الشوریٰ:۲۷) کیونکہ اہل صفہ نے کہا تھا: کاش! ہمارے لیے رزق کشادہ ہوتا اور انہوں نے دنیا کی تمنا کی تھی۔ (المستدرک: ۳۶۶۳) فقراء مسلمین نے وسعت اور فراخ دستی کی تمنا کی تھی' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر رزق فراخ اور کشادہ کر دے گا تو یہ سرکشی کریں گے اور ان کے لیے جو حد مقرر کی گئی ہے' اس سے تجاوز کریں گے ف ۳۲ قحط کے زمانہ میں جب لوگ بارش کے نازل ہونے سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ لوگوں پر اچانک بارش نازل فرما دیتا ہے اور مایوسی کے بعد بارش کو نازل کرنا لوگوں کے لیے زیادہ شکر ادا کرنے کا موجب ہے کیونکہ مصیبت کے بعد جب نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ زیادہ شکر کا موجب ہوتی ہے ف ۳۳ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں بغیر کسی سابق مثال کے زمین و آسمان کی تخلیق فرما کر ان میں مختلف جانداروں کو پھیلایا ہے' اسی طرح وہ جب چاہے انہیں جمع فرما دے گا' اس کے لیے کائنات کی تخلیق دشوار تھی نہ جمع کرنا دشوار ہے۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس آیت میں ''سماوات'' سے ارواح کی طرف اشارہ ہے اور ''ارض'' سے اجسام کی طرف اشارہ ہے اور ''دابۃ'' (چوپایوں) سے نفوس اور قلوب کی طرف اشارہ ہے اور ان میں سے کسی کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے' کیونکہ روحوں اور جسموں کے درمیان بہت فرق ہے' جسم اسفل السافلین میں سے ہے اور روح اعلیٰ علیین میں سے ہے اور نفس دنیاوی شہوات کی طرف مائل ہوتا ہے اور قلب اخروی ربانی شواہد کی طرف مائل ہوتا ہے' نفس دنیا اور اس کی زینت کو طلب کرتا ہے اور قلب اخروی درجات کو طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کے حشر پر قادر ہے' جسموں کا حشر یہ ہے کہ ان کو قبروں سے نکال کر محشر کی طرف جمع کیا جائے اور روحوں کا حشر یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں روحوں کو عالم روحانیت کی طرف جمع کیا جائے' بایں طور کہ نفسانی لذتوں اور شہوتوں کے حجابات سے روح کو معرفت کے انوار کی طرف منتقل کیا جائے ف ۳۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو اس آیت کی خبر نہ دوں جو اللہ کی کتاب میں سب سے افضل ہے' ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ''مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ'' الآیۃ (الشوریٰ: ۳۰) کی تفسیر میں یہ بتایا: اے علی! تم پر جو بیماری آتی ہے یا کوئی سزا ملتی ہے' یا دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ تم کو ... پھر آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کو دنیا میں معاف فرما دیا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ حلیم ہے کہ وہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا دے۔ (مسند احمد: ۶۴۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کے گناہ زیادہ ہوں اور اس کے اپنے اعمال نہ ہوں جن سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے تو اللہ عزوجل اس کو غم میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ وہ غم اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ (مسند احمد: ۷: ۲۵۲۳)

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ

والے نہیں ہو اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار O ۳۵ اور اس کی نشانیوں میں سے

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ

سمندر میں رواں دواں پہاڑوں کی مانند جہاز ہیں O ۳۶ اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

اور یہ جہاز سطح سمندر پر ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں بے شک اس میں ہر بڑے صابر (اور) شاکر کے لیے نشانیاں ہیں O

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے اور بہت سی خطاؤں سے وہ درگزر فرمالیتا ہے O ۳۷ اور جو

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ

لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لیے فرار کی کوئی جگہ نہیں ہے O ۳۸ سوتم کو جو کچھ بھی دیا گیا

شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کے لیے زیادہ اچھا اور

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ

زیادہ باقی رہنے والا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں O ۳۹ اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے ۴۰

الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ

اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں O اور وہ لوگ

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

جو اپنے رب کے حکم کو قبول کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں ۴۱

ف۳۵ اس آیت میں جماعت مشرکین کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم روئے زمین پر کہیں بھی جاؤ مجھے عاجز نہیں کر سکتے' تو تم زمین پر کہیں بھی بھاگ کر جاؤ میری گرفت سے باہر نہیں ہو گے اور جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو' یہ اللہ کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے ف۳۶ الشوریٰ: ۳۲ میں ''جواری'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑے بڑے بحری جہاز' اس آیت سے مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی قدرت' اس کی حکمت اور اس کی توحید پر استدلال کیا جائے' اس نے سمندر میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ بڑے بڑے بھاری اور وزنی جہاز اس کے سینے پر تیرتے رہتے ہیں' لکڑی کا بہت بھاری اور وزنی تنا اس میں نہیں ڈوبتا اور لوہے کا چھوٹا سا ٹکڑا اس میں ڈوب جاتا ہے' سمندر زمین سے تین حصے بڑا ہے اور تمام سمندروں میں یہی خاصیت ہے' اگر اس دنیا کو پیدا کرنے والے متعدد ہوتے تو اس میں متعدد خواص ہوتے اور جب تمام سمندروں کی یہی ایک خاصیت ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا پیدا کرنے والا بھی ایک ہی ہے ف۳۷ اس آیت کا عطف اس سے پہلی آیت پر ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے: اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ کشتیاں کھڑی کی کھڑی رہ جائیں اور اگر اللہ چاہے تو ہواؤں کو چھوڑ دے اور تیز ہواؤں اور آندھیوں کی وجہ سے یہ کشتیاں تباہ ہو جائیں اور ان کشتیوں میں بیٹھنے والے ہلاک ہو جائیں اور وہ کشتی میں بیٹھنے والوں کی بہت سی خطاؤں سے درگزر فرمالیتا ہے اور کشتی میں بیٹھنے والوں کو غرق ہونے سے بچالیتا ہے ف۳۸ الشوریٰ: ۳۵ کا معنی یہ ہے کہ جس طرح تیز آندھیاں چلیں اور تمہاری کشتی طوفانی موجوں کی زد میں ہو تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو تمہیں اس طوفان میں غرق ہونے سے بچا سکے' اسی طرح حشر کے دن بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا' اس لیے اس دنیا میں یہ اعتراف کر لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع پہنچانے والا ہے نہ نقصان پہنچانے والا ہے اور اسی کو اپنا کارساز اور حاجت روا مان لو ف۳۹ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی راحتیں اور لذتیں' بہت جلد زائل ہونے والی ہیں اور عین لذت کے حال میں بھی انسان کو ان کے زوال کا خطرہ لگا رہتا ہے اور ایمان والے ہر حال میں اللہ پر توکل کرتے ہیں اور نعمت کے حال میں بھی ان کی نظر نعمت پر نہیں منعم پر ہوتی ہے' اس لیے اگر دنیا کی نعمت ان کے ہاتھوں سے نکل بھی جائے تو انہیں اس پر کوئی افسوس نہیں ہوتا اور جس شخص نے یہ جان لیا کہ دنیا کی نعمتیں عارضی اور فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور باقی ہیں' وہ دنیا کو چھوڑ کر آخرت میں دلچسپی رکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ف۴۰ اس آیت میں ''کبائر الاثم'' کا لفظ ہے' علامہ راغب اصفہانی ''اثم'' کا معنی بیان کرتے ہیں: ''اثم'' اس فعل کے ارتکاب کو کہتے ہیں جو ثواب کو مؤخر کر دے' قرآن مجید میں ہے: ''فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ'' (البقرہ: ۲۱۹) شراب پینے میں اور جواء کھیلنے میں بڑا ''اثم'' ہے اور لوگوں کے لیے عارضی منافع ہیں۔ یعنی شراب پینا اور جواء کھیلنا انسان کی خیرات اور حسنات کو مؤخر کر دیتا ہے' نیز قرآن مجید میں ہے: ''اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ'' (البقرہ: ۲۰۶) یعنی اس کو اس کی دنیاوی عزت گناہ کے کاموں پر ابھارتی ہے۔ ''اثم'' کا لفظ ''بر'' کے مقابلہ میں ہے' نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''بر'' اس کام کو کہتے ہیں جس کے کرنے کے بعد تمہارا دل مطمئن ہو اور ''اثم'' اس کام کو کہتے ہیں جس کو کرنے کے بعد تمہارے دل میں قلق اور اضطراب ہو۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۷) اور قرآن کریم میں ہے: ''يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (المائدہ: ۶۲) وہ ''اثم'' اور ''عدوان'' میں جلدی کرتے ہیں۔ اس آیت میں ''اثم'' کا اطلاق کفر پر ہے اور ''عدوان'' کا اطلاق معصیت کبیرہ پر ہے' ''اثم'' عام ہے' اس کا اطلاق کفر پر بھی ہوتا ہے اور معصیت کبیرہ پر بھی اور ''عدوان'' کا لفظ خاص ہے' اس کا اطلاق صرف معصیت کبیرہ پر ہوتا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۱) ف۴۱ مشورہ کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں: ''اِسْتَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَسَارٰى يَوْمَ بَدْرٍ'' (مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۳) جنگ بدر کے دن رسول اللہ علیہ السلام نے قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَشَارَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ'' (سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۷) رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے مشورہ طلب کرے تو وہ اس کو مشورہ دے۔ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ'' (سنن ابوداؤد: ۵۱۲۸) رسول

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ

اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں○ اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے

هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا

تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں ○ ۴۲ اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے ۴۳ پس جس نے معاف

وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ

کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے ۴۴ بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا○ اور جس نے

انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا

اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ○ مواخذہ کرنے

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ

کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق

بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ

سرکشی کرتے ہیں ۴۵ ان لوگوں کے لیے درد ناک عذاب ہے○ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا

اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے ○ ۴۶ اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے

مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ ج وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے ○ اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان کو دوزخ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کسی بات کا مشورہ طلب کیا گیا ہو تو وہ اس بات کا امین ہے ف۴۲ ہجرت سے پہلے مکہ میں جب مسلمان کفار کے مظالم کا شکار ہو رہے تھے تو ان کو کافروں سے بدلہ لینے کی اجازت نہ تھی اور ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کفار سے بدلہ لینے کی اجازت دی گئی' لہٰذا جنگ بدر' جنگ احد' اور جنگ خندق میں جب مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے جوابی کارروائی کی اور کفار کے دانت کھٹے کر دیئے' ان کو قتل کیا گیا اور ان کو گرفتار کیا گیا ف۴۳ اس آیت میں ظلم کا بدلا لینے کے جواز کو بیان فرمایا ہے' بہ شرطیکہ بدلا لینے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ہمارے پاس حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں' حضرت زینب بنت جحش مجھے سخت اور ناگوار باتیں کہنے لگیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا لیکن وہ سخت باتیں کہنے سے نہیں رُکیں' تب آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان کی سخت باتوں کا جواب دو' پھر میں نے ان کو جواب دیا تو میں غالب آ گئی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۹۸) ف۴۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) ایک منادی دو بار نداء کرے گا: جس شخص کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے' تو جس شخص نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا ہو گا وہ اٹھ کھڑا ہو گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ'' جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی' اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے (الشوریٰ: ۴۰)۔ (الجامع لشعب الایمان: ۷۹۶۰) عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ تم اپنی نیکی میں اس کو یاد رکھو' اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کرو اور قرابت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ جب رشتہ دار تم سے تعلق توڑے تو تم اس سے تعلق جوڑو' وہ تم کو محروم رکھے تو تم اس کو عطا کرو اور وہ شخص معاف کرنے کا زیادہ مستحق ہے جو سزا دینے پر زیادہ قادر ہے اور جو شخص اپنے سے کمزور پر ظلم کرے' اس کی عقل بہت کم ہے۔ (الجامع لشعب الایمان: ۷۹۷۰) ف۴۵ یعنی جو لوگ اسلحہ کے زور پر لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں اور جبراً بھتہ لیتے ہیں' حکومت پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا مواخذہ کرے اور ان لوگوں کو ڈاکا ڈالنے اور جبراً بھتہ لینے سے روکے ف۴۶ یعنی جس نے اذیت اور تکلیف برداشت کرنے پر صبر کیا اور اس کو معاف کر دیا جس نے اس کے اوپر ظلم کیا تھا اور اس سے بدلہ نہیں لیا اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تو اس کا یہ صبر کرنا عزائم اُمور سے ہے اور یہ ایسا کام ہے جس کا بندہ کو عزم (پختہ ارادہ) کرنا چاہیے' کیونکہ یہ ایسا کام ہے جس کی دنیا میں تعریف اور تحسین کی جاتی ہے اور آخرت میں اس پر اجر عظیم ملتا ہے۔

خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِیْنَ

پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان

اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ

والے کہہ رہے ہوں گے کہ بے شک نقصان زدہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو قیامت

الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كَانَ لَهُمْ

کے دن نقصان میں ڈال دیا' سنو! بے شک ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہیں ○ ۷۷ اور اللہ کے سوا ان کے

مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ

کوئی حمایتی نہیں ہیں جو ان کی مدد کر سکیں اور جسے اللہ گم راہ کر دے

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ

اس کے لیے کوئی سیدھی راہ نہیں ہے ○ ۷۸ تم اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ

یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ

دن آ جائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے' اس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لیے

مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ اِنْ

انکار کی گنجائش ہوگی ○ پس اگر یہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ تو

عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ

صرف پیغام کو پہنچا دینا ہے ۷۹ اور بے شک جب ہم انسان کو اپنے پاس سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

اور اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آئے تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے ○ ۸۰

ف۷۷ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک جگہ پر ہے: "وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا" (بنی اسرائیل: ۹۷) اور ہم قیامت کے دن ان کو مونہوں کے بل اٹھائے گا' اس وقت یہ اندھے بہرے اور گونگے ہوں گے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کفار قیامت کے دن جب اٹھیں گے تو وہ اندھے ہوں گے اور الشوریٰ: ۴۵ سے یہ معلوم ہوا کہ اس وقت وہ بینا ہوں گے اور کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ابتداء میں وہ بینا ہوں اور بعد میں ان کی بینائی سلب کر کے ان کو اندھا کر دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار کا ایک گروہ بینا ہو اور دوسرا گروہ اندھا ہو ف۷۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار جن بتوں کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن ان کی اللہ کے پاس شفاعت کریں گے وہ قیامت کے دن ان کی شفاعت نہیں کر سکیں گے اور ان کا مقصد ناکام ہوگا ف۷۹ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ اور آخرت میں اجر و ثواب کی بشارت دی تھی اور ایمان نہ لانے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی پر قیامت کے دن عذاب کی وعید سنائی تھی اور ان خبروں سے مقصود یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے' اس لیے یہاں فرمایا کہ تم اس دن کے آنے سے پہلے ایمان لے آؤ جو ٹلنے والا نہیں ہے' اس دن سے مراد موت کا دن ہے' یا قیامت کا دن ہے اور یہ دونوں دن ٹلنے والے نہیں ہیں اور موت کے وقت انسان عذاب کے فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے اور قیامت کے دن بھی غیب کی خبروں کے وقوع کا مشاہدہ کر لیتا ہے' اس لیے موت کے وقت ایمان لانا مفید ہوگا نہ قیامت کے دن اور اس دن اللہ کے عذاب سے انسان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی اور نہ قیامت کے دن کوئی جائے پناہ ہوگی اور اگر انسان اس دن' دنیا میں کیے ہوئے بُرے کاموں کا انکار کرے تو اس کا یہ انکار بھی اس کے لیے کچھ مفید نہیں ہوگا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو اس سے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے' ہم نے آپ کو ان کے اوپر نگران اور محافظ بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ صرف دین اسلام کو پہنچا دینا ہے' وہ آپ نے پہنچا دیا ف۸۰ آیت کے اس حصہ میں یہ بتایا ہے کہ کفار کی اپنے مذاہب باطلہ پر اصرار کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دنیا میں وافر مقدار میں نعمتیں حاصل ہوئیں' خوش حالی اور آسودگی ملی اور بہت سے لوگوں پر انہوں نے حکومت قائم کی جس کی وجہ سے ان میں غرور و تکبر پیدا ہوا اور حق کی پیروی کرنے میں ان کو عار محسوس ہونے لگا' اس لیے فرمایا: اور بے شک جب ہم انسان کو اپنے پاس سے رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے' چکھانے کا لفظ اس لیے فرمایا کہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں یہ بہت معمولی نعمت ہے' جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو' پھر فرمایا: اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے' مثلاً کوئی بیماری یا تنگ دستی تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے' یعنی جب ہم اس کو نعمتیں اور راحتیں عطا فرماتے ہیں تو یہ ہمارا شکر ادا نہیں کرتا اور جب ہم اس پر کوئی مصیبت نازل کرتے ہیں تو یہ اس مصیبت میں توبہ اور استغفار کر کے ہماری طرف رجوع نہیں کرتا۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے وہ جس کو چاہے

اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ

بیٹیاں دے اور جس کو چاہے بیٹے عطا فرمائے O یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے

وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۵۰ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ

اور جس کو چاہے بے اولاد کر دے ف۵۱ وہ بے حد علم والا بہت قدرت والا ہے O اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ

اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

اللہ اس سے کلام کرے ماسوا وحی کے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کسی فرشتہ کو بھیج دے

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۵۱ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وہ وحی کرے ف۵۲ بے شک وہ بہت بلند بے حد حکمت والا ہے O اسی طرح ہم نے

اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے ف۵۳ اس سے پہلے آپ ازخود یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ

چیز ہے اور ایمان کیا ہے ف۵۴ لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں اور

لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۲ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

بے شک آپ ضرور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں O اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝۵۳

اور زمینوں کی ہر چیز کا مالک ہے سنو! اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹتے ہیں O

ف۵۱ ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے اور ہر چیز اس کے زیر قدرت اور زیر تصرف ہے اور اس کی قدرت کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ جس کو چاہے اولاد کی نعمت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہے محروم رکھتا ہے' اگر شوہر اور بیوی دونوں بانجھ ہوں اور وہ یہ چاہیں کہ ان کے اپنے نطفہ اور نسوانی انڈے سے اولاد ہو تو کسی طریقہ سے بھی ان کی اولاد نہیں ہو سکتی' ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ نہ کلوننگ کے ذریعہ' اس لیے کہ اولاد کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ان آیتوں میں انسان کے ہاں اولاد کے مذکر یا مؤنث ہونے کا ذکر ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں فرمایا: مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد ہوتا ہے' جب یہ دونوں پانی جمع ہو جائیں تو اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غلبہ پا لے تو اللہ کے حکم سے مذکر پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غلبہ پا لے تو اللہ کے حکم سے مؤنث پیدا ہوتی ہے' پھر وہ یہودی آپ کی تصدیق کر کے چلا گیا۔ (صحیح مسلم: ۳۱۵) ف۵۲ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ بغیر وحی کے کسی شخص کا اللہ سے ہم کلام ہونا ممکن نہیں ہے' یعنی وحی کے ذریعہ ہم کلام ہونا ممکن ہے اور یہ وحی اس سے عام ہے کہ اللہ تعالیٰ بالمشافہ اور بالمشاہدہ بندہ سے ہم کلام ہو جیسا کہ معراج کی حدیث میں ہے یا اس صورت میں ہم کلام ہو کہ اس کا کلام تو سنائی دے اور اس کی ذات دکھائی نہ دے جیسا کہ وادی طویٰ اور پہاڑ طور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۸ ص ۳۶۶) اس عبارت کی شرح میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں: بالمشافہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بلاواسطہ مخاطب ہوا ہو جیسا کہ حدیث معراج میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۵۱۸) اللہ تعالیٰ نے آپ پر تجلی فرمائی اور آپ سے کلام فرمایا اور آپ پر نمازیں فرض کیں اور آپ سے یہ وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے بالمشافہ کلام فرمائے گا۔ (عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۳۶۷) ف۵۳ ''روح'' سے مراد قرآن ہے کیونکہ جس طرح روح بدن کی حیات کا سبب ہے اسی طرح قرآن مجید قلب کی حیات کا سبب ہے ف۵۴ اس آیت پر یہ اشکال ہے کہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے' حالانکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر نبی پیدائشی مؤمن ہوتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی نبی تھے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: اس وقت حضرت آدم جسم اور روح کے درمیان تھے۔ (سنن الترمذی: ۳۶۰۹) اس لیے اس آیت کا محمل تلاش کرنا ضروری ہے' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے محض ترجمہ ہی سے اس اشکال کو دور کر دیا' آپ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: اس سے پہلے (یعنی نزول قرآن سے پہلے) آپ ازخود نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے' اس ترجمہ کی بنیاد اس پر ہے کہ ''درایۃ'' کے معنی ہیں: محض اپنی عقل اور قیاس سے کسی چیز کو جاننا' سو علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے: ''الدرایۃ المعرفۃ المدرکۃ بضرب من الختل'' (المفردات ج ۱ ص ۲۲۳' القاموس ص ۲۸۲) (قاموس میں ''ختل'' کی جگہ ''حیل'' کا لفظ ہے) قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا'' (لقمان: ۳۴) بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کسب (کام) کرے گا۔ اس آیت میں اللہ کی طرف علم کی نسبت ہے اور بندہ کی طرف درایت کی نسبت ہے' کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنی ہے یعنی حیلہ سے کسی چیز کو جاننا اور دونوں علموں میں فرق ہے' جب کوئی شخص حیلہ سے کوئی عمل کرے اور اس میں پوری کوشش کرے' تب بھی اس کو اپنے کسب کے حق ہونے کا علم ہو گا نہ اس کے انجام کا علم ہو گا' پس اس کے بغیر اسے اپنے کسب کا کیسے علم ہو گا' جب اس پر کوئی شرعی یا عقلی دلیل قائم نہ ہو' اس لیے فرمایا: کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا سب (کام) کرے گا۔ (تفسیر بیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۳۳۵) علامہ خفاجی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: درایت اس جملہ سے ماخوذ ہے ''دری رمی اللدیۃ'' یہ وہ چھلہ ہے جس

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ٤٣ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٨٩ — رُكُوْعَاتُهَا ٧

سورۃ الزخرف مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں نواسی آیتیں سات رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

حا میم O اور اس وضاحت کرنے والی کتاب کی قسم! O لے بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنا دیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٤﴾ اَفَنَضْرِبُ

تاکہ تم سمجھ سکو O بے شک یہ لوحِ محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند مرتبہ بہت حکمت والی ہے O ٢ تو کیا ہم اس

عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿٥﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا

وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو O ٣ اور ہم (تم سے) پہلے

مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

لوگوں میں کئی نبی بھیج چکے ہیں O اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا تھا وہ اس کا مذاق

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٧﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾

اڑاتے تھے O ٤ سو ہم نے ان میں سے ان کو ہلاک کر دیا جن کی گرفت بہت سخت تھی اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے O

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ان کو اس نے پیدا کیا ہے

الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

جو بہت غالب اور بے حد علم والا ہے O ۵ جس نے تمہارے لیے زمین کو (آرام کا) گہوارہ بنا دیا اور تمہارے لیے

فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اس میں متعدد راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پا سکو O ٦ اور جس نے آسمان سے معین مقدار میں پانی نازل کیا

کو پھینکنے کا تیر انداز قصد کرتے ہیں اور وہ چیز جس کے پیچھے شکاری شکار سے چھپ کر کھڑا ہوتا ہے اور تکلف سے کسی چیز کا علم ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے۔ (عنایۃ القاضی ج ٧ ص ٤٣٥) اس اعتبار سے "مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ" کا معنی ہوگا: آپ حیلہ اور تکلف سے یعنی از خود نہیں جانتے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے ہاں! اللہ کی وحی اور اس کی تعلیم سے جانتے ہیں کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام العلاء الانصاریہ سے فرمایا: "وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ" (صحیح البخاری: ١٢٤٣) اور اللہ کی قسم! میں (از خود) نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ طاہر پٹنی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث میں درایت تفصیلیہ کی نفی ہے یعنی آپ کو اس وقت تفصیلی علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (مجمع بحار الانوار ج ٢ ص ١٧٣ فتح الباری ج ٢ ص ٤٥٢) اس صورت میں الشوریٰ: ٥١ کا معنی اس طرح ہے کہ آپ نزولِ کتاب سے پہلے کتاب اور ایمان کے تفصیلی علم کو نہیں جانتے تھے گو کہ اس کا اجمالی علم آپ کو حاصل تھا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الزخرف: ف ١ "حا" اللہ کی حیات پر دلالت کرتی ہے اور "میم" اللہ تعالیٰ کی مجد اور بزرگی پر دلالت کرتی ہے اور یہ قسم ہے اور اس کا معنی ہے: میری حیات اور میرے مجد کی قسم! یہ قرآن جس میں میں نے مؤمن بندوں پر رحمت کی خبر دی ہے، حق اور صدق ہے اور ہم نے اس کو عربی قرآن اس لیے بنایا ہے کہ تمہارے لیے اس کا معنی آسان ہو جائے۔ (لطائف الاشارات ج ٣ ص ٢١٧) ف ٢ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ یہ قرآن لوحِ محفوظ میں ہے اور دوسری یہ کہ مخلوق کے اعمال لوحِ محفوظ میں ہیں۔ اگر یہ مراد ہو کہ یہ قرآن لوحِ محفوظ میں ہے تو اس کے بلند مرتبہ ہونے کا معنی یہ ہے: یہ بہت محکم اور منضبط ہے اس میں کوئی اختلاف اور تناقض نہیں ہے اور "حکیم" کا معنی ہے: اس میں حکمت آمیز کلام ہے اور اس کے لوحِ محفوظ میں ہونے کی تائید میں یہ آیتیں ہیں: "اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌO فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍO" (الواقعہ: ٧٨-٧٧) بے شک یہ قرآن بہت عزت والا ہے O یہ محفوظ کتاب میں درج ہے O "بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌO فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍO" (البروج: ٢٢-٢١) بے شک یہ عظمت والا قرآن ہے O لوحِ محفوظ میں مندرج ہے O اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کے تمام اعمال خواہ وہ ایمان اور کفر ہوں یا اطاعت اور معصیت ہوں وہ سب لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں اور اب بلند مرتبہ کا یہ معنی ہے کہ وہ اعمال ایسی جگہ لکھے ہوئے ہیں جو اس سے بلند ہے کہ کوئی شخص اس میں ردّ و بدل کر سکے اور "حکیم" کا معنی ہے: وہ محکم ہے اس میں کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہو سکتا ف ٣ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ہم تمہارے سامنے نیکی کا حکم نہ دیں اور بُرائی سے منع نہ کریں یا تمہارے کفر پر آخرت کے عذاب کا ذکر نہ کریں یا تمہارے سامنے قرآن مجید کی آیات کو نازل نہ کریں محض اس لیے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو یعنی تمہارے حد سے گزرنے کی وجہ سے ہم قرآن مجید کے نزول کو اور تمہارے نصیحت کرنے کے سلسلہ کو موقوف نہیں کریں گے ف ٤ یعنی پچھلی امتوں کا اپنے نبیوں کے ساتھ یہ طریقہ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو دین حق کی دعوت دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ تم اللہ کی توحید پر اور ہماری نبوت پر ایمان لاؤ اور ان کی امتیں اس کے جواب میں اللہ کی تکذیب کرتی تھیں اور انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑاتی تھیں اور اس میں ہمارے نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کفارِ مکہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی نبوت کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ اس سے ملول خاطر نہ ہوں یہ آپ کے ساتھ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے دوسرے انبیاء کے ساتھ بھی کفار نے ایسا ہی معاملہ کیا تھا کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ دوسروں پر بھی آتی رہی ہے تو پھر اس کو وہ مصیبت اتنی شدید نہیں معلوم ہوتی ف ۵ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت مرکوز ہے یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا: کیوں نہیں! اس سے معلوم ہوا کہ سب انسانوں کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید مرکوز ہے (بقیہ صفحہ ٩٨٧ پر)

بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِيْ
پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح تم (زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے O ے اور جس نے

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا
تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے پیدا کیے جن پر تم

تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا
سوار ہوتے ہو O ۸ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر سوار ہو سکو' پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب

اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا
تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہماری قدرت میں کر دیا

كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ
اور ہم از خود اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے O اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں O اور انہوں نے بعض

عِبَادِهٖ جُزْءًا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ
اللہ کے بندوں کو اس کا جز قرار دے دیا' ۱۰ بے شک انسان ضرور کھلا ہوا ناشکرا ہے O تو کیا اس نے اپنی مخلوق میں

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
سے اپنے لیے بیٹیاں بنائیں اور تمہارے لیے بیٹے مختص کر دیے O حالانکہ ان میں سے کسی کو جب اس کی بشارت دی جائے

لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا
جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ پیتا رہتا ہے O کیا وہ جو زیورات

فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ
میں پلتی ہو اور دورانِ بحث اپنا موقف واضح نہ کر سکے (وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے؟) O ۱۱ اور انہوں نے فرشتوں کو

ف۷ یعنی بارش کے پانی سے ہم نے زمین کو زندہ کر دیا اور جس طرح بارش کے پانی سے زمین زندہ ہو جاتی ہے' اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قبروں سے مُردوں کو نکال کر زندہ فرمائے گا ف۸ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ توحید پر دلائل قائم فرما رہا ہے اور بندوں کو نعمتیں عطا فرمانا بھی توحید کی دلیل ہے' کیونکہ انسان اپنی تمدنی اور معاشی ضروریات کی وجہ سے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف سفر کرتا ہے اور یہ سفر خشکی میں ہوتا ہے یا سمندر میں اور خشکی میں سفر کے لیے اس نے چوپائے مثلاً گھوڑے اور اونٹ وغیرہ پیدا کیے اور سمندری سفر کر لیے اس نے کشتیاں اور بحری جہاز پیدا کیے اور چونکہ تمام دنیا میں سفر کا یہی واحد نظام رائج ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان کا خالق بھی واحد ہے' کیونکہ نظام کی وحدت ناظم کے واحد ہونے کی دلیل ہے' ہر چند کہ سائنس کی تیز رفتار ترقی کی وجہ سے اب سفر کے اور ذرائع اور وسائل بھی حاصل ہو گئے ہیں' جیسے ٹرین گاڑیاں اور طیارے' لیکن بنیادی طور پر سفر کے اب بھی یہی ذرائع اور وسائل ہیں خصوصاً سمندری سفر کا عام اور ہمہ گیر ذریعہ اب بھی بحری جہاز ہی ہیں ف۹ نعمت کو یاد کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس نعمت کا اپنے دل میں ذکر کرو اور اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لیے سمندر کو پیدا کیا اور ہواؤں کو پیدا کیا اور ان چیزوں کو پیدا کیا جن سے تم کشتیاں اور جہاز بناتے ہو اور تمہارے دماغ میں ایسی سوچ اور فکر رکھی' جس سے وہ جہاز بنا سکے اور ان تمام اُمور پر غور کرنے کے بعد ہر ایک کے دل میں بے اختیار یہ داعیہ اور باعث پیدا ہو کہ ایسے عظیم محسن کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی اطاعت کرنی چاہیے ف۱۰ اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ کا جز یعنی اس کی اولاد قرار دے دیا جیسے یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کے بیٹے ہیں' اور عیسائیوں نے کہا: مسیح اللہ کے بیٹے ہیں' اور مشرکین نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اور عرب میں اولاد کے اوپر جز کا اطلاق کیا جاتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بر سر منبر فرمایا: بنو ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کر دیں' میں (اس کی) اجازت نہیں دیتا' میں پھر اجازت نہیں دیتا' میں پھر اجازت نہیں دیتا' سوا اس کے کہ علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور وہ ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا جز ہے' جو چیز اس کو اذیت دے وہ مجھ کو اذیت دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰) اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مشرکین نے جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود مان لیے تو انہوں نے تمام بندوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں مانا' بلکہ انہوں نے کہا کہ بعض بندے ان کے خود ساختہ معبودوں کے ہیں اور بعض بندے اللہ کے ہیں' گویا کہ اللہ کے بندوں کا ایک جز یا ایک حصہ تو اللہ کے لیے ہے اور باقی جز ان کے خود ساختہ خداؤں کا ہے ف۱۱ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان مشرکین کا رد فرمایا ہے' جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اور اس رد کے دو حصہ ہیں: ایک حصہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا مطلقاً محال ہے کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے' اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوگی اور اولاد والد سے مؤخر ہوتی ہے اور واجب اور قدیم کسی چیز سے مؤخر نہیں ہو سکتا' جو مؤخر ہو وہ حادث اور ممکن ہوتا ہے' نیز اس صورت میں تعدد وجباء لازم آئے گا اور یہ بھی محال ہے' نیز ولد والد کا جز ہوتا ہے اور اس سے منفصل ہوتا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ذو اجزاء ہو اور پہلے اس سے کوئی جز متصل ہو اور پھر منفصل ہو جائے اور جس چیز کے اجزاء ہوں اور وہ اتصال اور انفصال کا محل ہو وہ مرکب ہوتا ہے' پس اللہ تعالیٰ کا مرکب ہونا لازم آئے گا اور ہر مرکب حادث اور ممکن ہوتا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانی جائے تو اس کا حادث اور ممکن ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے' پس اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا بھی محال ہے' اور اس دلیل کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا ممکن ہو تب بھی اس کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے' کیونکہ بیٹا بیٹیوں سے افضل ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہوں اور مخلوق کے لیے بیٹے بنائے ہوں تو لازم آئے گا کہ مخلوق خالق سے افضل ہو اور یہ بداہت عقل کے نزدیک محال ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى O تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى O''

الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ

اللہ کی بیٹیاں قرار دیا جو رحمٰن کے بندے ہیں' ۱۲ کیا یہ لوگ ان کی پیدائش کے وقت گواہ تھے' ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے

شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ

گی اور عنقریب اس کے متعلق باز پرس ہو گی O اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے

مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں O ۱۳ کیا ہم نے اس سے پہلے

مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا

انہیں کوئی کتاب دی ہے جس کو یہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں O ۱۴ نہیں! بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا

عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ

کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیں O اور اسی طرح ہم نے

قَبْلِكَ فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ

آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی عذاب سے ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے

اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ

باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان ہی کے قدموں کے نشانات کی پیروی کرنے والے ہیں O ۱۵ (اس نبی نے) کہا: خواہ

بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

میں اس کی بہ نسبت ہدایت دینے والا دین لے کر آیا ہوں' جس دین پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' انہوں نے کہا: جس دین کو دے کر تمہیں

كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ النصف ع

بھیجا گیا ہے ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں O پھر ہم نے ان سے انتقام لیا' سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا O ۱۶

(النجم: ۲۲-۲۱) کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہوں O یہ تو بہت ظالمانہ تقسیم ہے O ف ۱۲ اس آیت میں فرشتوں کے متعلق فرمایا ہے: جو رحمٰن کے بندے ہیں' اس میں کفار کا رد ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ رحمٰن کے بندے ہیں' اور جو بیٹا یا بیٹی ہو' اس کو غلام یا باندی نہیں بنایا جا سکتا' اگر کوئی شخص ناواقفی میں کسی غلام یا باندی کو خرید لے اور بعد میں پتا چلے کہ وہ اس کا بیٹا یا بیٹی ہے تو وہ فوراً آزاد ہو جائے گا' اس لیے کفار کا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنا غلط ہے کیونکہ درحقیقت وہ اللہ کے بندے ہیں ف ۱۳ مشرکین نے اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ بات کہی' اللہ تعالیٰ کسی انسان کو جبراً ہدایت یافتہ نہیں بنانا چاہتا' اگر وہ جبراً ہدایت یافتہ بنانا چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا' قرآن مجید میں ہے: ''وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى'' (الانعام: ۳۵) اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا'' (یونس: ۹۹) اور اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے لوگوں میں سے سب کے سب ایمان لے آتے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ تھا کہ اگر وہ جبراً ہدایت دینا چاہتا تو سب کو ہدایت یافتہ بنا دیتا' یہ چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے لیکن اس کی حکمت میں نہیں ہے' اس کی حکمت کا منشاء یہ تھا کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں' اس نے تمام انسانوں کو اختیار دیا ہے اور جو انسان جس چیز کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے' وہ ایمان کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان کو پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ کفر کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کفر کو پیدا کر دیتا ہے' تو یہ کفار بھی اگر ایمان کو اختیار کرتے اور ایمان لانے کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایمان کو پیدا کر دیتا' اس لیے ان کا یہ قول غلط اور باطل ہے کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے' کیونکہ رحمان کسی کو جبراً مؤمن بنانا نہیں چاہتا ف ۱۴ یعنی نزولِ قرآن سے پہلے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو ایمان کی دعوت دینے سے پہلے کیا ہم نے ان کو ایسی کوئی کتاب دی تھی جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بتوں کی عبادت کرنا برحق ہے' یا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو وہ اس کتاب سے استدلال کر کے یا اس پر اعتماد کر کے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں یا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ رہے ہیں ف ۱۵ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کفار اپنے آباء و اجداد کی گم راہی اور کفر میں اندھی تقلید کر رہے ہیں اور اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے' نیز یہ فرمایا کہ اس بستی کے خوش حال اور آسودہ حال لوگوں نے اپنے کفر پر اپنے آباء و اجداد کی تقلید کو دلیل بنایا' یعنی ان کی خوش حالی اور مال و دولت کی کثرت نے ان کو دنیا کی لذتوں اور شہوتوں میں اس قدر بدمست کر دیا کہ وہ آخرت سے بالکل بے بہرہ ہو گئے اور احادیث میں بھی اس کا بیان ہے کہ دنیا کی رنگینیوں اور عیش و نشاط سے انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو دولت مندوں کی تکریم کرتے ہیں اور عبادت گزاروں کی تخفیف کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ان آیات پر عمل کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے موافق ہوں اور جو آیات ان کی خواہشوں کے خلاف ہوں ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایسی صورت میں وہ قرآن کی بعض آیات پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا کفر کرتے ہیں اور اس چیز کے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں جو ان کو بغیر محنت کے حاصل ہو جائے' وہ ان کی تقدیر ہو یا رزق مقسوم ہو اور اس چیز کے حصول کے لیے کوشش نہیں کرتے جس میں محنت کرنی پڑتی ہے' جو کہ آخرت میں ان کی وافر جزا ہے اور ان کا وہ شکر ہے جس پر اجر ملتا ہے اور یہ وہ تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۴۳۲) ف ۱۶ یعنی ان پر قحط مسلط کیا اور ان پر عبرت ناک عذاب نازل کیا جس نے ان کافروں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِي بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو0 ۱۷ سوا اس

الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِي

ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے عنقریب (مزید) ہدایت دے گا0 ۱۸ اور انہوں نے اس (عقیدۂ توحید) کو اپنی نسل

عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَءَابَآءَهُمْ حَتّٰى

میں باقی رکھا تا کہ ان کی اولاد اسی عقیدہ کی طرف رجوع کرے0 بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیاوی) فائدہ پہنچایا حتیٰ

جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هٰذَا

کہ ان کے پاس حق آ گیا اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول0 اور جب ان کے پاس حق پہنچ گیا تو انہوں نے کہا: یہ

سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِۦ كٰفِرُونَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْءَانُ عَلٰى رَجُلٍ

جادو ہے اور ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں0 ۱۹ اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی

مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿۳۱﴾ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا

بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا0 ۲۰ کیا یہ (کفار) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کی دنیاوی زندگی

بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے (دنیاوی روزی میں) بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی

دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

ہے کہ انجام کار یہ ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں ۲۱ اور آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہت بہتر ہے

يَجْمَعُونَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وٰحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن

جس کو یہ جمع کر رہے ہیں0 اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کا گروہ بن جاتے تو ہم

و۱۷ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ کفار و مشرکین کی بت پرستی اور ان کے شرک کا سبب ان کے آباء و اجداد کی اندھی تقلید ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اصول اور عقائد میں تقلید باطل ہے اور عقائد کو دلائل سے ماننا چاہیے اور اب اس مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور طریقہ سے بیان فرما رہا ہے۔ عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد مانتے تھے اور ان کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عرفی باپ یعنی ان کے چچا آزر شرک کرتے تھے' اگر عقائد میں تقلید کرنا برحق ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی اور اپنی قوم کے آباء و اجداد کی تقلید کرتے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقائد میں تقلید نہیں کی اور ان کے شرک اور ان کی بت پرستی سے اعراض کیا اور بیزاری کا اظہار کیا تو واضح ہو گیا کہ عقائد میں باپ دادا کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دلیل اور حجت کے ساتھ عقائد کو اپنانا چاہیے و۱۸ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی ہدایت یافتہ تھے' لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں' یعنی ان کو ایک مرتبہ کے بعد دوسرے مرتبہ کی طرف ہدایت دے گا و۱۹ نبی ﷺ کی تکذیب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کفر کرنا اہل دوزخ کی صفت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قہر کے آثار سے ہے اور نبی ﷺ کی تصدیق کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ اہل جنت کی صفت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لطف کے آثار سے ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا' سوا اس کے جو انکار کرے گا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو میری نافرمانی کرے گا وہ میرا انکار کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۲۸۰) یعنی وہ ابتداءً جنت میں داخل نہیں ہوگا و۲۰ کفارِ مکہ نے یہ کہا تھا کہ قرآن کسی عظیم آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا' ان کا یہ کہنا اس لیے غلط اور باطل تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ عظیم آدمی وہ ہوتا ہے جس کے پاس مال اور دولت زیادہ ہو اور جس کے ماتحت زیادہ آدمی ہوں اور جس کے پاس اسلحہ اور ہتھیار بہت ہوں' ان کا یہ سمجھنا غلط اور باطل تھا' ان چیزوں سے کوئی شخص بڑا آدمی نہیں بنتا' بڑا آدمی اور عظیم انسان وہ شخص ہوتا ہے جس کا کردار عظیم ہو' جس کے اخلاق بلند ہوں' جس کو دنیا صادق اور امین کے نام سے پہچانتی ہو' جو یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرتا ہو' جو کمزوروں کا سہارا ہو' جو پاک باز اور عفت مآب ہو' جو مہمانوں کی تکریم کرتا ہو' مظلوموں کی دادرسی کرتا ہو' جو جان کے دشمنوں پر بھی قابو پانے کے بعد ان کو معاف کر دیتا ہو' جو حق بات کہتا ہو' جو اس قدر بہادر ہو کہ حق بات کے خلاف بڑی سے بڑی طاقت اس کو جھکا نہ سکتی ہو اور مکہ اور طائف کی دو پہاڑیوں کے درمیان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا ان صفات کا حامل اور کوئی نہیں تھا' ریگ زار عرب کا ذرہ ذرہ اس پر شاہد عادل ہے کہ ایسا عظیم انسان اور اتنا بڑا آدمی سیدنا محمد ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا تو پھر قرآن مجید آپ ہی پر نازل ہونا تھا و۲۱ علامہ قرطبی نے ''سخریا'' کے معنی مذاق اڑانے کے لیے ہیں یعنی مال دار فقیر کا مذاق اڑائے' اور دیگر مفسرین نے ''سخریا'' مذاق اڑانے کے معنی میں نہیں لیا ہے' بلکہ اعمال و اشتغال کے مسخر بنانے کے معنی میں لیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے مال و دولت میں لوگوں کو متفاوت کیا ہے' تا کہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعہ خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط اور مستحکم ہو' غریب کو ذریعہ معاش ہاتھ آئے اور مال دار کو کام کرنے والے بہم پہنچیں تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو فقیر' اور جب دنیوی اُمور میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا تو نبوت جیسے رتبہ عالی میں کسی کو کیا تاب سخن اور حق اعتراض' اس مالک الملک کی مرضی جس کو چاہے اپنی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

رحمٰن کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں O

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ

اور ان کے گھروں کے دروازے اور جن تختوں پر وہ ٹیک لگاتے ہیں ان کو بھی چاندی کا بنا دیتےO (چاندی کے علاوہ) سونے کا بھی بنا

ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

دیتے اور یہ سب دنیاوی زندگی کا عارضی سامان ہے اور آخرت کا اجر آپ کے رب کے پاس (صرف) متقین کے لیے ہےO ۲۲

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں سو وہی اس کا ساتھی ہےO ۲۳

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور بے شک وہ شیاطین انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیںO

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ

حتیٰ کہ جب وہ (اندھا کافر) ہمارے پاس آئے گا تو وہ (شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب

الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

کی دوری ہوتی سو وہ کیسا برا ساتھی ہےO ۲۴ اور (اے کافرو!) تمہیں آج اس (پشیمانی) سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تم نے اپنی

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ

جانوں پر ظلم کیا ہے تم سب عذاب میں شریک ہوO ۲۵ کیا آپ بہروں کو (وعظ) سنائیں گے اور اندھوں کو (سیدھی راہ) دکھائیں گے اور

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ

ان لوگوں کو جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہیںO ۲۶ پس اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو بے شک ہم پھر بھی ان سے انتقام لینے والے

ف۲۲ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات ناپسندیدہ نہ ہوتی کہ جب لوگ کافروں کے گھروں میں انواع و اقسام کی نعمتیں اور عیش و عشرت کا سامان دیکھ کر کفر کی رغبت کریں گے اور یہ وہم کریں گے کہ فضیلت کفر میں ہے اور پھر سب لوگ کفر کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور کافروں کے گھر اور ان کا ساز و سامان چاندی اور سونے کا بنا دیتا۔ اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کافروں پر تمام نعمتوں کے دروازے کھول دیتا تو یہ تمام لوگوں کے کفر پر مجتمع ہونے کا سبب بن جاتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کے دروازے مسلمانوں پر کیوں نہیں کھول دیئے تاکہ یہ تمام لوگوں کے اسلام پر مجتمع ہو جانے کا سبب بن جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں لوگ دنیا کو طلب کرنے کے لیے اسلام کو قبول کرتے اور یہ منافقین کا ایمان ہے' اس لیے حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کے اوپر دنیا تنگ کر دی جائے حتیٰ کہ جو شخص بھی اسلام کو قبول کرے' وہ اسلام کی حقانیت کی وجہ سے اسلام کو قبول کرے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور اب اس کو ثواب عظیم ملے گا' کیونکہ اب اس کا اسلام اخلاص پر مبنی ہوگا ف۲۳ الزخرف:۳۶ میں ''یعش'' کا لفظ ہے ''عشا یعشو'' کا معنی ہے: آنکھوں کی بیماری' رتوندیا اس کی وجہ سے اندھا پن ہونا' جب اس کا صلہ ''الی'' ہو تو اس کا معنی ہے: قصد کرنا اور جب اس کا صلہ ''عن'' ہو تو اس کا معنی ہے: اعراض کرنا' اور جب اس کا صلہ ''علی'' ہو تو اس کا معنی ہے: ظلم کرنا۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۳۶) اس آیت سے دنیا کی آفتوں پر تنبیہ کرنا مراد ہے کہ جس شخص کے پاس زیادہ مال و متاع ہوتا ہے اور وہ کسی اونچے منصب پر بھی فائز ہوتا ہے' وہ طاقت اور اقتدار کے نشہ میں کسی بدمست ہاتھی کی طرح کمزوروں اور غریبوں کو روندتا چلا جاتا ہے اور وہ اللہ کی یاد سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ شیطان کے ہم نشینوں کی طرح ہو جاتا ہے' خود بھی گم راہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گم راہ کرتا ہے' اس آیت میں فرمایا: شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: شیطان اس کا دنیا میں ساتھی ہو جاتا ہے' اس کو فرائض' واجبات اور سنن کی ادائیگی سے روکتا ہے اور اس کو اللہ کی اطاعت اور عبادت سے منع کرتا ہے اور حرام اور ممنوع کاموں کی اس کو ترغیب دیتا ہے ف۲۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی یاد سے غافل رہتے ہیں اور ان پر شیاطین مسلط ہو چکے ہیں وہ ان لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر گامزن ہیں اور جب ان لوگوں سے قیامت کے دن ان شیاطین کی ملاقات ہوگی تو وہ لوگ ان شیاطین سے کہیں گے کہ کاش! ہمارے اور تمہارے درمیان اتنی دوری ہوتی جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ہے ف۲۵ یعنی تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا کیونکہ تم نے شیطان کی اتباع میں کفر کیا تھا اور جس طرح تم دنیا میں شیطان کی اتباع کرتے ہوئے کفر اور معصیت کر رہے تھے' اسی طرح آج تم شیطان کی اتباع کرتے ہوئے دوزخ میں جاؤ گے' پس عقل والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور شیطان کی اتباع میں ان سے جو گناہ ہو چکے ہیں' ان کا تدارک کریں اور شیطان سے بھاگیں اس سے قبل کہ وہ وقت آئے جب شیطان ان سے بھاگ رہا ہو ف۲۶ یعنی یہ آپ سے اور آپ کے دین سے بہت دور ہو چکے ہیں' جب آپ انہیں قرآن سناتے ہیں تو لگتا ہے کہ یہ بہرے ہیں اور جب آپ انہیں معجزات دکھاتے ہیں تو لگتا ہے یہ اندھے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کا بہرا ہونا اور اندھا ہونا' اس وجہ سے ہے کہ یہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ

ہیں○ یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے' سو بے شک ہم ان پر بہت قدرت رکھنے والے ہیں○ سو آپ

بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے' بے شک آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں○ ۲۷ اور بے شک یہ قرآن

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

آپ کے اور آپ کی قوم کے لیے ضرور شرف عظیم ہے اور عنقریب تم سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا○ اور آپ ان رسولوں سے پوچھیے

مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ

جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا' کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے○ ۲۸ اور بے شک

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا' پھر انہوں نے کہا: میں اس کا رسول

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا

ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے○ سو جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو اسی وقت وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے○ اور

نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ

ہم ان کو جو نشانی بھی دکھاتے تھے وہ اس سے پہلے دکھائی ہوئی نشانیوں سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے ان کو (بار بار) عذاب سے پکڑا

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ

تاکہ وہ باز آ جائیں○ اور انہوں نے کہا: اے جادوگر! آپ ہمارے لیے اس عہد کے وسیلے سے دعا کیجیے جو آپ کے پاس ہے'

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

بے شک ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں○ پھر جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو وہ اسی وقت اپنے عہد کو توڑنے والے تھے○ ۲۹

و۲۷ الزخرف: ۴۳ کا معنی یہ ہے کہ آپ اس قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہیے جس کو ہم نے آپ کے اوپر نازل کیا ہے اور اس کے احکام پر عمل کیجیے' آپ بہرحال سیدھے راستے پر ہیں' جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور وہ عقیدہ توحید ہے اور دین اسلام کے باقی عقائد اور احکام ہیں۔ یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے' آپ اس کو پکڑے رہیے اور قرآن نے جو اخلاق بتائے ہیں' آپ ان اخلاق سے متصف رہیں

و۲۸ اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جو رسول آپ سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے آپ کے سوال کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی متعدد توجیہات کی ہیں' ایک یہ ہے کہ گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ رسولوں کی امتوں سے سوال کیا جائے۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اہل تورات اور اہل انجیل سے سوال کیجیے' آیا ان کے پاس ان کے رسول صرف توحید کا پیغام لے کر آئے تھے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے یا اس کے علاوہ کسی اور خدا کی عبادت کا بھی پیغام لے کر آئے تھے۔ (جامع البیان: ۲۳۸۸۶) اس سوال کی دوسری توجیہ یہ ہے: ابن زید' الزخرف: ۴۵ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا' آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور ان کو نماز پڑھائی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان سے سوال کیجیے اور آپ کا اللہ تعالیٰ پر بہت کامل اور پختہ یقین تھا اور آپ کو اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں تھا' اس لیے آپ نے انبیاء علیہم السلام سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ آپ نے ان کی امتوں سے کوئی سوال کیا۔ (جامع البیان: ۲۳۸۸۸) اس سوال کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ سابقہ رسولوں کی لائی ہوئی کتابوں سے معلوم کرو' جس طرح قرآن مجید میں ہے: ''فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ'' (النساء: ۵۹) اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی معاملہ میں اگر تمہارا اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف رجوع کرو' اسی طرح اس آیت میں بھی گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو سابقین رسول دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں' ان سب کے پاس جا کر ان سے سوال کرو' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے رسول دنیا میں جو اپنی کتابیں اور اپنی تعلیمات چھوڑ گئے ہیں' ان سب میں تلاش کر کے دیکھو کہ آیا کسی رسول نے یہ تعلیم دی تھی کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی بھی عبادت کا مستحق ہے

و۲۹ اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جو قصہ ذکر کیا گیا ہے' اس سے اس مضمون کی تاکید کرنا مقصود ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے کیونکہ کفار مکہ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ کے پاس مال کی کثرت نہیں ہے اور نہ معاشرہ میں آپ کو کوئی بڑا منصب حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے ایسے قوی معجزات پیش کیے جن کے صحیح ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہ تھا تو اس وقت فرعون نے بھی حضرت موسیٰ پر ایسا ہی اعتراض کیا تھا جیسا کہ کفار مکہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا' اس نے کہا: میں غنی ہوں اور میرے پاس بہت مال ہے اور میرے ماتحت بڑی فوجیں ہیں اور تمام مصر کے ملک پر میری حکومت ہے اور میرے محل کے کنارے دریا بہہ رہے ہیں اور رہے موسیٰ تو وہ فقیر ہیں اور معاشرہ میں کم حیثیت ہیں' ان کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت نہیں ہے اور جو شخص فقیر اور کم حیثیت ہو اس کو اتنے بڑے بادشاہ کے دربار میں سفیر بنا کر کیسے بھیجا جا سکتا ہے اور یہ ایسا ہی شبہ ہے' جیسا کہ کفار مکہ نے کہا تھا کہ یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔ (الزخرف: ۳۱) اور ایسا ہی اعتراض فرعون نے حضرت موسیٰ پر کیا تھا' پھر ہم نے فرعون سے انتقام لیا اور فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا' اور اس قصہ کو یہاں ذکر کرنے سے تین چیزوں کی تاکید کرنا ہے: (۱) کفار اور مشرکین ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام پر اس قسم کے رکیک اعتراضات کرتے چلے آئے ہیں' لہٰذا ان اعتراضات کی پرواہ نہ کی جائے (۲) فرعون روئے زمین کا بہت بڑا بادشاہ تھا' اس کے باوجود وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں خائب و خاسر اور ناکام اور نامراد ہوا' اسی طرح مکہ میں آپ کے مخاطب کفار اور مشرکین ناکام اور نامراد رہیں گے (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف فرعون بہت بڑا

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ

اور فرعون نے اپنی قوم میں ندا کی اور کہا: اے میری قوم! کیا یہ مصر کا ملک میرا نہیں ہے اور

هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ

یہ دریا جو میرے محل کے کنارے بہہ رہے ہیں کیا تم نہیں دیکھ رہے O (کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ) میں اس شخص سے بہتر ہوں

هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ

جو بہت بے وقعت ہے اور جو اپنا مافی الضمیر صاف طرح بیان نہیں کر سکتا O (اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اس کو سونے

مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ

کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے یا اس کے پاس متواتر فرشتے آتے O ۳۰ فرعون نے اپنی قوم کو

فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا

بے وقوف بنا لیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی بے شک وہ نافرمان لوگ تھے O ۳۱ پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے

مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ع

ان سے انتقام لیا پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا O ۳۲ پھر ہم نے ان کو قصۂ پارینہ بنا دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیا O

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَ

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم (خوشی سے) چلانے لگی O ۳۳ اور

قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

انہوں نے کہا: آیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ ان کا اس مثال کو آپ سے بیان کرنا محض جھگڑنے کے لیے ہے ۳۴ بلکہ وہ ہیں

خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ

ہی جھگڑالو لوگ O ابن مریم محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں ہم نے ان پر انعام فرمایا ہے اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی

بادشاہ تھا اور اس کے ماتحت بہت بڑا لشکر تھ
اور اس کے درباری اور معاون اس زمانہ کے
بہت بڑے جادوگر تھے اور اس کی پوری قوم
اس کی خدائی کو مانتی تھی اور سیدنا محمد ﷺ کے
جو مخالفین تھے وہ فرعون کی طرح طاقت ور ن
تھے۔ وہ سب مختلف قبائل اور گروہوں میں
بٹے ہوئے تھے ان کے پاس کوئی فوج تھی نہ
طاقت اور اقتدار تھا' تو جب فرعون حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں پسپا ہو گیا تو یہ
کفار مکہ تو فرعون کی طرح اقتدار والے نہ تھے
ان کا سیدنا محمد ﷺ کے مقابلہ میں پسپا ہو
بہت یقینی ہے اور یہ بہت جلد اپنے انجام ک
پہنچنے والے ہیں ف۳۰ اس زمانہ میں یہ دستو
تھا کہ جو شخص قوم کا رئیس ہوتا تھا' اس کو سو
کے کنگن پہنائے جاتے' فرعون نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ اگر
حضرت موسیٰ اپنے دعویٰ کے مطابق
نبی ہیں تو چاہیے تھا کہ ان کے ہاتھوں
میں بھی سونے کے کنگن ہوتے' فرعون کا
اعتراض بالکل لغو تھا کیونکہ ہاتھوں میں سونے
کے کنگن ہونا نبوت کی دلیل نہیں ہے' امیر او
دولت مند لوگ چاہیں تو جتنے سونے کے
زیورات پہن لیں' اس سے وہ نبی نہیں بن
جائیں گے' سونے کے کنگن پہننا امارت او
دولت کی دلیل ہے' نبوت کی دلیل نہیں ہے
نبوت کی دلیل یہ ہے کہ کوئی ایسا خلاف عادت
کام کر کے دکھایا جائے' جس کی نظیر کوئی دو
پیش نہ کر سکے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپ

لاٹھی کو اژدھا بنا کر دکھایا جس سے فرعون اور اس کے تمام درباری خوف زدہ ہو گئے اور ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے' پھر آپ نے اس اژدھا پر اپنا ہاتھ ڈالا تو وہ لاٹھی بن گ
پھر آپ نے ید بیضاء دکھایا' پھر جب یہ لوگ اپنے کفر پر مصر رہے تو ان پر مینڈکوں کی' جوؤں کی اور ٹڈیوں کی بارش ہوئی اور ان پر طوفان آیا اور ان تمام آسمانی آفتوں سے نجات
کے لیے انہوں نے حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست کی۔ کیا یہ امور نبوت کی دلیل ہیں یا ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہننا؟ پھر فرعون نے حضرت موسیٰ کے خلاف دوسری دلیل
یہ دی کہ اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ان کے پاس یہ کثرت فرشتے کیوں نہیں آئے' اگر ان کے پاس فرشتے آتے اور وہ ان کی نبوت کا اعلان کرتے تو سب کو پتا چل جاتا کہ یہ واقعی نب
ہیں۔ فرعون کا یہ اعتراض بھی غلط تھا کیونکہ فرشتوں کو ان کی اصل صورت میں عام انسان نہیں دیکھ سکتے اور اگر وہ انسانی پیکر میں آتے تو وہ لوگ یہ یقین نہ کرتے کہ یہ فرشت
ہیں ف۳۱ فرعون کے متبعین کم عقل اور جاہل لوگ تھے' ان کی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے فرعون نے ان کو اپنا ہم نوا بنا لیا اور ویسے بھی وہ لوگ فاسق تھے' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت
سے خارج تھے ف۳۲ ''اسف'' کا معنی ہے: غم و غصہ اور کبھی یہ صرف غم اور صرف غضب کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس کا حقیقی معنی ہے: انتقام لینے کے لیے خون کا جوش میں
آنا' اگر انسان کو اپنے سے کم مرتبہ اور کم زور پر غصہ آئے تو اس کو غضب کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور اگر اپنے سے طاقت ور شخص پر افسوس ہو تو اس کو غم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں
''اسف'' کا حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق محال ہے' اس لیے یہاں پر ''اسف'' کا معنی ہے: کراہت کا اظہار کرنا اور کسی چیز کو ناپسند کرنا اور اس سے ناراض ہونا'
اس آیت کا معنی ہے: پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا یعنی ان کو سزا دی' اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ جب انہوں نے حضرت موسیٰ کو غضب
ناک کیا اور ان کو متاسف کیا اور اللہ کے محبوب بندے کو غضب ناک کرنا درحقیقت اللہ کو غضب ناک کرنا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۱) تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا' اور ا
سب کو غرق کر دیا ف۳۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی گئی' اس میں کو
خیر نہیں ہے' تو کفار مکہ نے یہ کہا: کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ نبی تھے اور اللہ کے بندوں میں سے ایک صالح بندے تھے اور ان کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے؟
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۵۱۳) جب نبی ﷺ نے یہ فرمایا کہ اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی گئی ہے' اس میں کوئی خیر نہیں ہے تو کفار مک
نے اس پر یہ معارضہ کیا کہ حضرت عیسیٰ کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے تو اس میں بھی کوئی خیر نہیں ہے' پھر خوشی سے چلانے لگے اور شور مچانے لگے کہ ہم نے آپ کو لاجواب
کر دیا اور ہمارے معارضہ کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے' حالانکہ یہ کوئی لائق معارضہ نہیں تھا' رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ غیر اللہ کی عبادت میں (بقیہ صفحہ ۷۹۸ پ

إِسْرَاءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾

قدرت کی نشانی بنا دیا ہے ○ ۳۵ع اور اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے بعد زمین میں رہتے ○

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ

اور بے شک وہ (ابن مریم) ضرور قیامت کی نشانی ہیں ۳۶ع سو (اے مخاطب!) تم قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرتے رہنا' یہی

مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا

صراط مستقیم ہے ○ اور شیطان تم کو روکنے نہ پائے' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○ اور جب

جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ

عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے (تو انہوں نے) کہا: بے شک میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمہارے لیے

بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

بعض ان چیزوں کا بیان کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو' پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرتے رہو ○ بے شک اللہ

رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ

ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے' سو تم اسی کی عبادت کرو' یہی صراط مستقیم ہے ○ پھر (بنی

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ

اسرائیل کے) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا' پس ظالموں کے لیے درد ناک دن کے عذاب کی ہلاکت

أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ

ہے ○ ۳۷ع وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور ان کو پتا

لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا

بھی نہ چلے ○ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا

ف۳۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا اس کے بیٹے نہ تھے' وہ ہمارے بندوں میں سے ایک بندے تھے اور بہت مقدس اور مقرب تھے' ہم نے ان کو شرف نبوت سے سرفراز کیا' ان کو کتاب عطا فرمائی اور وہ جہاں کہیں بھی ہوں' ان کو برکت والا بنایا' ان کو پالنے اور پنگوڑے میں لوگوں سے کلام کرنے والا بنایا اور ان کو ہم نے اور بہت انعامات عطا کیے اور بنی اسرائیل کے لیے ہم نے ان کو اپنی قدرت کا نمونہ بنا دیا' اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا' پھر ان کو ایسے معجزات عطا فرمائے جو اس سے پہلے اور کسی کو عطا نہیں فرمائے تھے' وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ جیتا جاگتا پرندہ بن کر فضاء میں اڑنے لگتا' وہ مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیتے تھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے' انہوں نے مُردوں کو زندہ کیا' انہوں نے جس طرح بچپن میں کلام کیا تھا اسی طرح آسمان سے نازل ہونے کے بعد ادھیڑ عمر میں کلام کریں گے' تاہم ان عظیم الشان معجزات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبدیت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ان کی عبادت کرنا درست ہے' البتہ ان معجزات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی مکرم اور مقرب بندے اور عظیم الشان رسول تھے ف۳۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مجاہد' ضحاک اور قتادہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مراد ہے کیونکہ وہ قیامت کی علامتوں میں سے ہیں' وقوع قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو آسمان سے نازل فرمائے گا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے' احکام نافذ کرنے والے عدل کرنے والے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس قدر مال لوٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۴۴۸) ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۹) ف۳۷ اس آیت میں ''احزاب'' کا لفظ ہے' یہ ''حزب'' کی جمع ہے' لوگوں کی جماعت اور گروہ' یہاں مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تین سو سال بعد انہوں نے آپس میں اختلاف کیا' یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا: وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے (العیاذ باللہ) اور عیسائیوں میں سے بعض نے کہا: وہ اللہ کا عین ہیں' اور بعض نے کہا: وہ تین میں کے تیسرے ہیں' اور بعض مؤمن تھے جنہوں نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے' اس آیت میں جو دردناک عذاب کی وعید ہے' وہ پہلے فرقوں کے متعلق ہے یعنی ان یہودیوں کے بارے میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی کرتے تھے اور ان عیسائیوں کے متعلق جو حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ

متقین کے O ۳۸ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے O وہ بندے

اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے O تم اور تمہاری بیویاں اسی خوشی جنت میں

تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا

داخل ہو جاؤ O ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کو گردش میں لایا جائے گا ۳۹ اور جنت میں

مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَ

ہر وہ چیز ہوگی جسے ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے O اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ

یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو O ۴۰ اس جنت میں تمہارے لیے

كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾

بہ کثرت پھل ہیں جن کو تم کھاتے رہو گے O بے شک جرم کرنے والے ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے O

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا

ان سے وہ عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوسی سے پڑے رہیں گے O اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے

هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ

اوپر ظلم کرنے والے تھے O اور وہ (دوزخ کے نگران فرشتے سے) پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہیے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے وہ کہے گا:

مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾

تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو O ۴۱ بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے O ۴۲

ع ۶ / ۱۱ / ۱۲

ف ۳۸ جن لوگوں کے درمیان دنیاوی رشتوں اور تعلق کی وجہ سے محبت تھی' قیامت کے دن وہ رشتے اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس جو متقین ہیں ان کی جس کے ساتھ گہری دوستی ہوتی ہے' وہ صرف اللہ کے لیے ہوتی ہے' اس لیے ان کی وہ گہری دوستی آخرت میں بھی قائم رہے گی اور وہ ایک دوسرے کو نفع پہنچاتے رہیں گے ف ۳۹ مؤمنوں کو جنت میں مختلف انواع و اقسام کے کھانے اور مشروبات پیش کیے جائیں گے' اور ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے' جنت میں سونے اور چاندی کے برتنوں کا اس حدیث میں ذکر ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا' وہ اس میں تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے اور نہ جنت میں رفع حاجت کریں گے۔ ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کے ہوں گے' ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی (خوشبودار لکڑی) سلگتی ہوگی' ان کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا' ان میں ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی' ان کی پنڈلیوں کا مغز حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا' ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ بحث' سب کے دل ایک جیسے ہوں گے' وہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۱۸) ف ۴۰ اہل جنت سے جنت میں یہ کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں ذکر کیا جاتا تھا' انسان عموماً اس چیز کا وارث کیا جاتا ہے جو کوئی اس کے لیے چھوڑ کے جاتا ہے' سو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جو جنتیں بنائی تھیں وہ ان جنتوں کو چھوڑ کر دوزخ میں چلے جائیں گے اور ان کی جنتیں وراثت میں مسلمانوں کو دے دی جائیں گی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے جنت اور دوزخ بنائی ہے' پس کافر مسلمانوں کی دوزخ کا وارث ہوگا اور مسلمان کافر کی جنت کا وارث ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے ایک مسکن جنت میں بنایا ہے اور ایک مسکن دوزخ میں بنایا ہے' پس مؤمنوں کو اپنے مساکن بھی ملیں گے اور کفار کے مساکن کے وہ وارث ہوں گے اور کفار کو ان کے مساکن دوزخ میں ملیں گے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳۴۱) جنت میں دخول کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کا ظاہری سبب بندہ کے نیک اعمال ہیں۔ اس آیت میں دخولِ جنت کے ظاہری سبب کی طرف نسبت کی گئی ہے ف ۴۱ محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچائی گئی ہے کہ کفار دوزخ کے نگران سے فریاد کریں گے اور ہر روز اس سے شکایت کریں گے' جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو کہیں گے: اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ ہم کو موت ہی دے دے' تو مالک اسّی سال تک ان کو جواب نہیں دے گا اور ایک سال تین سو تریسٹھ دن کا ہوگا اور ایک دن ہزار سال کا ہوگا' پھر اس کے بعد ان سے کہے گا: تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۱۰۸) امام ترمذی نے اعمش کا قول نقل کیا ہے کہ ان کافروں کے سوال اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ لگے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۸۶) ف ۴۲ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مالک کا قول ہو اور اس نے کافروں کو یہ جواب دیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے کفار سے خود فرمایا ہو کہ ہم نے تمہارے پاس نشانیاں نازل کی تھیں اور ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجے تھے' لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام اہل دوزخ ہی حق کو ناپسند کرنے والے تھے' لیکن اس آیت میں اکثر کا ذکر فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اکثر اہل دوزخ سے مراد تمام اہل دوزخ کے سردار اور نمائندے ہیں' گویا کہ یہ کل اہل دوزخ سے خطاب ہے۔

أَمْ أَبْرَمُوٓا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ

کیا انہوں نے کسی کام کو پکا کرلیا ہے بے شک ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں○ ف۴۳ یا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور

نَجْوٰىهُمْ ۚ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

سرگوشیوں کو نہیں سنتے' کیوں نہیں! (ہم سن رہے ہیں) ف۴۴ اور ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لکھ رہے ہیں○ آپ کہیے: اگر

وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعٰبِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ

رحمان کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا○ ف۴۵ آسمانوں اور زمینوں کا رب جو عرش کا رب ہے

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا

وہ ان عیوب سے پاک ہے جن کو یہ بیان کرتے ہیں○ ف۴۶ آپ ان کو ان کے مشغلوں اور لغویات میں پڑے رہنے دیں ف۴۷ حتیٰ کہ ان کا

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَّفِي

سابقہ اس دن سے پڑ جائے جس دن سے ان کو ڈرایا گیا ہے○ وہی آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی زمین

الْأَرْضِ إِلٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

میں عبادت کا مستحق ہے ف۴۸ اور وہی بہت حکمت والا اور بے حد علم والا ہے○ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کی آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾

اور زمینوں اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے' ہاں وہ لوگ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ

جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا یقین ہو○ ف۴۹ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے

ف۴۳ مقاتل نے کہا: یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار مکہ نے دارالندوہ میں نبی ﷺ کے خلاف خفیہ سازش کی تھی کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد مل کر اچانک سیدنا محمد ﷺ پر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دے' تاکہ تمام قبائل آپ کو قتل کرنے میں مشترک ہوں اور کسی ایک قبیلہ پر الزام نہ آئے اور آپ کی دیت اور خون بہا کا مطالبہ کمزور ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں۔ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے: ہم نے ان کے پاس پیغام حق بھیجا لیکن انہوں نے اس کو نہیں سنا یا اس کو سن کر اس سے اعراض کیا' کیونکہ انہوں نے اپنے دلوں میں بات پکی کرلی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اس پکی بات سے ان سے عذاب کا خطرہ ٹل جائے گا' جو عذاب کفر اور انکار کی صورت میں آخرت میں ان پر پیش ہونے والا تھا ف۴۴ روایت ہے کہ یہ آیت تین ایسے آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی' جو کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے تھے' ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا عقیدہ ہے کیا اللہ ہمارا کلام سن رہا ہے؟ دوسرے نے کہا: اگر تم زور سے بولو گے تو وہ سن لے گا اور اگر تم آہستہ بولو گے تو وہ نہیں سن سکے گا' تیسرے نے کہا: جب وہ تمہاری بہ آواز بلند باتوں کو سن سکتا ہے تو وہ تمہاری سرگوشیوں کو بھی سن سکتا ہے ف۴۵ اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں: (۱) حضرت ابن عباس' حسن بصری اور سدی نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے: رحمٰن کا بیٹا نہیں ہے اور یہاں پر یہ آیت مکمل ہوگئی' پھر فرمایا: میں رحمٰن کا سب سے پہلا عبادت گزار ہوں اور سب سے پہلا موحد ہوں اور اہل مکہ میں سب سے پہلے یہ کہنے والا ہوں کہ رحمٰن کا کوئی بیٹا نہیں ہے (۲) اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ثابت ہوتا تو سب سے پہلے میں اس بیٹے کی عبادت کرنے والا ہوتا کیونکہ بیٹے کی تعظیم باپ کی تعظیم ہے (۳) مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں صرف اس بیٹے کی عبادت کرتا اور جب کہ میں نے اس کی عبادت نہیں کی تو واضح ہوا کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے ف۴۶ یعنی اللہ سبحانہ ان چیزوں سے بری اور منزہ اور پاک ہے' جن کا یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور بت اللہ کی عبادت میں اس کے شریک ہیں ف۴۷ آپ ان کو ان کی باطل کارروائیوں میں معروف رہنے دیں اور دنیا کے لہو ولعب میں مشغول رہنے دیں' تاکہ آخرت میں یہ اس کے نتیجے میں عذاب میں مبتلا ہوں' ایک تفسیر یہ ہے کہ جہاد کی آیتوں سے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے' یہ حکم اس وقت تک تھا جب ابتداء میں مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی کوئی جمعیت نہیں تھی' ان کی ریاست تھی اور نہ کوئی حکومت تھی اور جب مسلمانوں کی ریاست قائم ہوگئی تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں اور سرکشوں کے خلاف جہاد کریں اور کلمہ حق بلند کریں' اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور اس میں اہل مکہ کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے کہ اگر تم یوں ہی اپنی باطل کارروائیوں میں مشغول رہے تو وہ دن آنے والا ہے کہ تمہیں ان تمام باطل کارروائیوں اور سیدنا محمد ﷺ کی مخالفت کی سزا بھگتنی ہوگی ف۴۸ آسمان اور زمین میں سے کوئی چیز اللہ کا ظرف نہیں ہے' اللہ تعالیٰ زمین میں مستقر ہے نہ آسمان میں مستقر ہے' بلکہ زمین میں بھی وہی عبادت کا مستحق ہے اور آسمان میں بھی وہی عبادت کا مستحق ہے' آسمانوں میں فرشتے اس کی عبادت کرتے ہیں اور زمین میں تمام نبیوں اور رسولوں نے اس کی عبادت کی ہے' حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر سمیت تمام مقدس انسان اسی کی عبادت کرنے والے تھے' اس سے واضح ہوا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں نہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں' نیز نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینے پر ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو کسی مرد کے واسطے کے بغیر محض کلمہ ''کن'' سے پیدا فرمایا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی واسطے کے محض کلمہ ''کن'' سے پیدا فرمایا' اور جب اس بلاواسطہ تخلیق سے یہ آسمان اور زمینیں اللہ کی اولاد نہیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں ف۴۹ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کی نفی فرمائی تھی اور اس آیت میں اللہ سبحانہ اپنے شرکاء کی نفی فرما رہا ہے' اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں' وہ سن لیں کہ قیامت کے دن وہ ان ہی لوگوں کی شفاعت کریں گے جو حق کی شہادت دیں گے یعنی جو یقین کے ساتھ اس بات کی شہادت دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٨٧ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝٨٨ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝٨٩

تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں○ وٰ۵ اور قسم ہے رسول مکرم کے اس قول کی کہ اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے○ آپ ان سے درگزر کیجئے وٰ۵ اور کہیے: بس ہمارا سلام! پس یہ عنقریب جان لیں گے○ وٰ۵

۴۴ سورة الدخان مكية ۶۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتها ۵۹ — رکوعاتها ۳

سورۃ الدخان مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انسٹھ آیتیں تین رکوع ہیں

حٰمۗ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝٣ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝٤ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝٥ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝٧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝٩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١

حا میم○ اس واضح کتاب کی قسم!○ بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات ۱ میں نازل فرمایا' بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں○ اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے○ ہمارے پاس سے ایک حکم (کا فیصلہ کیا جاتا ہے) بے شک ہم ہی (رسولوں کو) بھیجنے والے ہیں○ آپ کے رب کی رحمت سے' بے شک وہی بہت سننے والا' بے حد جاننے والا ہے○ جو آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اگر تم یقین کرنے والے ہو○ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے' وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا○ ۲ بلکہ وہ شک میں ہیں' کھیل رہے ہیں○ سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان واضح دھواں لائے گا○ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا' یہ ہے درد ناک عذاب○

عبادت کا مستحق نہیں ہے وٰ۵ اس آیت سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ جب ان کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کو اور تمام جہانوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو وہ اس اعتقاد کے باوصف کیوں پتھر کے بے جان بتوں کے آگے سر جھکا رہے ہیں اور اپنا ماتھا ٹیک رہے ہیں اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کو کیوں ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور آفات اور مصائب میں کیوں ان کو پکار رہے ہیں اور کیوں ان کے نام کی دہائی دے رہے ہیں وٰ۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار و مشرکین کی زیادتیوں کا بدلا لینے سے منع فرمایا ہے اور ان سے عفو و درگزر کرنے کا حکم دیا ہے' یہ حکم ابتداء اسلام پر مبنی ہے' جب مسلمان بے سروسامانی کی زندگی گزار رہے تھے' پھر جب نبی ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قوت اور اقتدار کی دولت سے سرفراز فرما دیا' پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کفار سے جہاد کرنے کا حکم دے دیا گیا وٰ۵ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی بد اعمالیوں اور ان کی سرکشی کی سزا عنقریب دے گا' اور وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ وہ اسی طرح خوش حالی اور عیش و عشرت میں رہیں گے' ان کی یہ خوش حالی اور ان کا عیش و عشرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل ہے' چنانچہ انہوں نے غزوۂ بدر میں اس کا ادراک کر لیا کہ وہ کس قدر ذلت اور رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات۔

سورۃ الدخان: وٰ۱ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ لیلۃ القدر ہے' اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو لوحِ محفوظ سے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا' جبکہ لیلۃ القدر کے علاوہ دوسری راتوں اور دنوں میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء علیہم السلام پر صحائف اور کتب نازل فرمائیں۔ (جامع البیان: ۲۳۹۹۹) (۲) عکرمہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ نصف شعبان کی شب ہے' اس میں ایک سال کے معاملات پختہ کر دیئے جاتے ہیں اور زندوں کا نام مردوں میں لکھ دیا جاتا ہے' اور حج کرنے والوں کا نام لکھ دیا جاتا ہے' پس اس میں کوئی زیادتی ہوگی نہ کمی۔ (جامع البیان: ۲۴۰۰۸) نصف شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ بہ کثرت لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو' کیونکہ اللہ سبحانہ اس رات میں غروبِ شمس سے آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' پس فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں' سنو! کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں' سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں' سنو! کوئی' سنو! کوئی' (وہ یوں ہی فرماتا رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ شعبان کی شب کو متوجہ ہوتا ہے اور تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے' ماسوا مشرک اور کینہ پرور کے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۹۰) حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نصف شعبان کی شب آسمان دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (سنن الترمذی: ۷۳۹) اس شب کے متعلق مزید ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۰ ص ۷۴۴ تا ۷۶۰ ملاحظہ فرمائیں وٰ۲ یعنی مشرکین مکہ اور کفار جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے' اس پر ان کو یقین نہیں ہے' وہ محض اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں ایسا کہتے ہیں' لہٰذا ان کا یہ قول شک پر مبنی ہے اور اگر ان کو یہ وہم ہو کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر ایمان ہے تو ان کا یہ ایمان محض مشغلہ اور دل لگی کے طور پر ہے' وہ اپنے دین سے کھیل رہے ہیں۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ⑫ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ

(اس دن وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں○ ۳ اب ان کے نصیحت

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ⑭ اِنَّا

قبول کرنے کا وقت کہاں ہے حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آ چکے تھے○ پھر انہوں نے اس رسول سے اعراض کیا

كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

اور کہا: یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں○ ۴ (اگر) ہم کچھ وقت کے لیے عذاب دور کر دیں تو بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو○ ۵

الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ

جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں○ ۶ بے شک ہم اس سے پہلے فرعون کی قوم کو آزما

رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ⑰ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑱ وَّ

چکے ہیں ان کے پاس معزز رسول آئے تھے○ ۷ کہ اللہ کے بندوں (بنو اسرائیل) کو میرے سپرد کر دو ۸ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار

اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑲ وَاِنِّيْ عُذْتُ

رسول ہوں○ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں○ اور بے شک میں تمہارے

بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ⑳ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑

سنگسار کرنے سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آ چکا ہوں○ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ○ ۹

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ

پس انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں○ (ہم نے حکم دیا کہ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ بے شک

مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔ كَمْ تَرَكُوْا

تمہارا تعاقب کیا جائے گا○ ۱۰ آپ سمندر کو یوں ہی ساکن چھوڑ کے چلے جائیں بے شک ان کا لشکر غرق کر دیا جائے گا○ وہ کتنے ہی

ف۳ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ مشرکین آپ کے پیغام توحید سے اعراض کر رہے ہیں تو آپ نے ان کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! ان پر قحط کے ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں پر قحط کے سات سال مسلط کیے تھے پھر ان پر قحط آ گیا ان کے تمام کھیت جل گئے حتیٰ کہ انہوں نے جانوروں کی کھالوں کو مردہ جانوروں کو اور مردہ انسانوں کو کھایا ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے آسمان دھویں کی طرح دکھائی دیتا تھا پھر آپ کے پاس ابوسفیان آیا اور کہنے لگا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اللہ کی اطاعت کرنے اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے آپ اللہ سبحانہ سے ان کے حق میں دعا کیجئے تب یہ آیت نازل ہوئی: ''فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ○'' الآیۃ (الدخان: ۱۰)۔ (صحیح البخاری: ۷۰۰۱)

ایک روایت کے مطابق دخان (دھواں) قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور یہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے یہ قرب قیامت میں چالیس روز تک ظاہر ہوگا اور آسمان اور زمین کی فضا کو بھر لے گا مؤمن پر اس کا اثر زکام کی صورت میں ہوگا اور کافر و فاجر کی ناکوں میں داخل ہو کر ان کے کانوں کے سوراخوں سے نکلے گا ان کا دم گھٹنے لگے گا اور یہ دھواں جہنم کے آثار میں سے ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۵۳۳) ف۴ حضرت ابن عباس نے کہا: وہ کب نصیحت کو قبول کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیحت قبول کرنے سے دور کر دیا کیونکہ انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام سے اعراض کیا اور آپ کی تکذیب کی اور جب کل وہ کل عذاب کا ظہور دیکھ لیں گے یا قیامت کی علامات کو دیکھ لیں گے تو پھر کہیں گے: بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں لیکن جب عذاب یا قیامت کی علامتوں کو دیکھ لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت ضروری اور بدیہی ہو جاتی ہے اور اس میں انسان کی آزمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور ایسا ایمان اللہ سبحانہ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور ان کافروں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا کہ یہ سکھائے ہوئے ہیں اور لوگوں نے ان کو سکھایا اور پڑھایا ہے تب ہی یہ قرآن کی آیتیں بناتے ہیں یا ان کو جنات اور کاہنوں نے سکھایا پڑھایا ہے پھر یہ دیوانے ہیں اور رسول نہیں ہیں ف۵ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ سبحانہ کو علم ہے کہ انہوں نے جو عذاب دیکھتے وقت وعدہ کیا ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے یہ اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے بلکہ عذاب کے ٹلتے ہی پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کفار قریش پر قحط کا عذاب مسلط کیا گیا تو انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ان سے قحط کا عذاب دور کر دیا گیا اور بارش نازل ہوگئی تو وہ ایمان لے آئیں گے لیکن جیسے ہی ان سے قحط دور ہوا اور بارش ہوگئی تو یہ پھر اپنے سابقہ کفر کی طرف لوٹ گئے ف۶ اس آیت کا ایک محمل یہ ہے کہ اگر تم عذاب دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور تم نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو ہم تم سے اس دن انتقام لیں گے جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے اسی وجہ سے اس قصہ کو فرعون کے قصہ کے ساتھ متصل ذکر فرمایا ہے کیونکہ جب قوم فرعون پر انواع و اقسام کے عذاب نازل کیے گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ اگر ان سے یہ عذاب دور کر دیا گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے پھر وہ ایمان نہیں لائے حتیٰ کہ انہیں غرق کر دیا گیا۔ دوسرا محمل یہ ہے کہ جس دن ہم سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے اس دن ہم تمام کافروں سے انتقام لیں گے ف۷ اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی تھی اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امتحان اور آزمائش تو وہ شخص لیتا ہے جس کو عواقب امور کا پتا نہ ہو کہ آیا وہ شخص کامیاب ہوگا یا ناکام اللہ سبحانہ تو علام الغیوب ہے اس کو معلوم تھا کہ جب وہ فرعون اور اس کی قوم کو اپنے احکام کی اطاعت کا حکم دے گا تو وہ اس کی اطاعت کریں گے یا نہیں کریں گے پھر اللہ تعالیٰ کے انہیں آزمانے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے قوم فرعون کے ساتھ وہ عمل کیا جو کسی قوم کے ساتھ اس کا امتحان لینے والا کرتا ہے ہم نے ان کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر کے ہلاک کر دیا سوائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو ہم اس کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ (بقیہ صفحہ ۹۸۷ پر)

مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا

باغات اور چشمے چھوڑ گئے O اور کھیت اور خوش رنگ عمارتیں O اور وہ نعمتیں جن میں وہ

فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ

عیش کر رہے تھے O اسی طرح ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا دوسروں کو وارث بنا دیا O سو ان کی بربادی پر نہ آسمان

وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ

رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی O ۱۱ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت والے

الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾

عذاب سے نجات دی گئی O (وہ عذاب) فرعون کی جانب سے تھا' بے شک وہ متکبر اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا O

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دانستہ (اس وقت) تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی O اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں

مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا

جن میں صریح آزمائش تھی O ۱۳ بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے O ہماری صرف یہی موت ہے

الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٦﴾

جو دنیا میں پہلی بار آئی تھی اور ہمارا حشر نہیں کیا جائے گا O اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے کر آؤ O ۱۴

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا

کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبع کے لوگ اور وہ جو ان سے بھی پہلے تھے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا' بے شک وہ

مُجْرِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ مَا

مجرمین تھے O ۱۵ اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بہ طور کھیل کے نہیں پیدا کیا O ہم نے

ف۱۱ عرب میں دستور ہے کہ جب کسی قبیلہ کا سردار مر جائے تو کہتے ہیں کہ اس کی موت پر آسمان اور زمین رو رہے ہیں' یعنی اس کی موت ایسی مصیبت ہے' جو تمام چیزوں پر چھا گئی ہے حتیٰ کہ اس مصیبت پر آسمان اور زمین اور ہوا اور فضاء سب چیزیں رو رہی ہیں اور گرم اور سرد راتیں بھی اس پر رو رہی ہیں اور یہ مقولہ اس چیز کو ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ اس کی موت پر گریہ وزاری کرنا واجب ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قوم فرعون ہلاک ہوگئی اور کسی نے بھی اس کی موت کو کوئی بڑا حادثہ نہیں سمجھا اور ان کے نہ ہونے سے لوگوں کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا اور اس آیت میں مضاف مقدر ہے' جیسے ''واسئل القرية'' (یوسف:۸۲) میں ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے غرقاب ہونے پر اور ان کے مرنے پر نہ آسمان والے فرشتے روئے اور نہ زمین والے انسان روئے' بلکہ ان کی ہلاکت پر خوش ہوئے' البتہ مؤمن کی موت پر آسمان روتا ہے' حدیث میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مؤمن کے لیے آسمان میں دو دروازے ہوتے ہیں' ایک دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کا کلام اور اس کا عمل داخل ہوتا ہے' پس جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ'' (الدخان:۲۹)۔ (سنن الترمذی:۳۲۵۵) ف۱۲ فرعون کے حکم سے قبطی بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور ان سے نہایت مشقت اور ذلت والا کام کراتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قبطیوں اور فرعون دونوں سے نجات دے دی اور فرعون بہت ظالم اور سرکش تھا' وہ نہ صرف مشرکین میں سے تھا بلکہ خود خدائی کا دعوے دار تھا اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنی اسرائیل سے کثیر نبیوں کو اس نے مبعوث کرنا ہے' اس لیے اس نے بنی اسرائیل کو ان کے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی' ان کے زمانہ کی قید اس لیے ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی امت سب سے افضل ہے' قرآن مجید میں ہے: ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ'' (آل عمران:۱۱۰) تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ اور بنو اسرائیل کے بعد سب سے افضل سیدنا محمد ﷺ کی امت ہے' اور اللہ نے بنو اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے سرفراز کیا' وہ معجزات یہ ہیں: بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات دینا اور ان کے لیے سمندر کو چیر کر اس میں بارہ راستے بنا دینا' میدانِ تیہ میں ان پر بادل کا سایا کرنا اور ان پر من اور سلویٰ نازل کرنا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی اور ید بیضاء عطا کرنا اور اس طرح کے اور بہت معجزات عطا فرمائے جو بنی اسرائیل کے لیے باعث فخر اور فضیلت تھے اور ان میں ان کے لیے صریح آزمائش تھی' کیونکہ ہر نعمت میں آزمائش ہوتی ہے' بندہ اگر نعمتوں کا شکر ادا کرے اور وہ نعمتیں جس لیے دی گئی ہیں' ان مصارف میں ان نعمتوں کو خرچ کرے تو اللہ سبحانہ ان نعمتوں میں اور اضافہ فرماتا ہے اور اگر ان نعمتوں کی ناشکری کرے اور ان کو بے جا محل میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں کو واپس لے لیتا ہے بلکہ مزید عذاب میں مبتلا کرتا ہے ف۱۳ اس قول کا قائل ابوجہل تھا' اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے فرمائشی مُردوں کو زندہ کر دیا جاتا تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خبروں پر بن دیکھے ایمان لایا جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان کے پچھلے آباء واجداد کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آ کر ان کو موت کے بعد کے احوال بتاتے تو پھر اللہ کی خبروں پر ایمان لانے میں ان کی عقل کی کوئی آزمائش اور امتحان نہ ہوتا اور مقصود یہ ہے کہ انسان اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرے ف۱۴ یہ استفہام انکار ہے' یعنی وہ قوم تبع سے بہتر نہیں ہیں اور وہ اپنے اس قول کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں کیونکہ وہ قوم تبع اور دیگر ہلاک شدہ اقوام سے بہتر نہیں ہیں اور جب ہم ان قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں تو ان کو ہلاک کر دینا بھی مستبعد نہیں ہے۔ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ کیا ان کے پاس دنیا کی نعمتیں اور مال واسباب زیادہ ہیں یا قوم تبع زیادہ نعمتوں والی تھی؟ یہ زیادہ طاقت ور اور مستحکم ہیں یا قوم تبع زیادہ طاقت ور اور قوی تھی' قتادہ نے الدخان: ۳۷ کی تفسیر میں کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تبع نیک آدمی تھا' کعب نے

مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ

ان کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O بے شک فیصلہ کا دن

مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۰﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْــٴًـا وَّ لَا هُمْ

ان سب کے لیے مقرر کیا ہوا ہے O ۱۵ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آ سکے گا اور نہ ان کی

یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ

مدد کی جائے گی O ۱۶ سوا ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے بے شک وہ بہت غالب بے حد رحم فرمانے والا ہے O ۱۷ بے شک

الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ

تھوہر کا درخت O گنہ گاروں کا کھانا ہے O ۱۸ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا O جیسے کھولتا ہوا

الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ

پانی جوش مارتا ہے O (اللہ فرمائے گا:) اس کو پکڑو پس اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ O ۱۹ پھر اس کے سر کے

رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ

اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو O لے چکھ تو بہت معزز مکرم بنا تھا O ۲۰ بے شک

هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾

یہ ہے وہ عذاب جس میں تم شک کیا کرتے تھے O بے شک متقین مقام امن میں ہوں گے O ۲۱

فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ

جنتوں اور چشموں میں O وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے

مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا

بیٹھے ہوں گے O ۲۲ ایسا ہی ہوگا' اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی بیویاں بنائیں گے O ۲۳ وہ وہاں سکون سے

کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کی مذمت کی ہے' اس کی مذمت نہیں کی۔ (تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۷۲)

ف۱۵ قیامت کا دن مؤمنوں کے حق میں بھی فیصلہ کا دن ہے اور کافروں کے حق میں بھی فیصلہ کا دن ہے' یہ دن مؤمنوں کے حق میں اس لیے فیصلہ کا دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور ان کی ناپسندیدہ چیزوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور کفار کے حق میں اس لیے فیصلہ کا دن ہے کہ اس دن اللہ سبحانہ ان کے اور ان کے ارادوں کے درمیان فیصلہ فرمادے گا ف۱۶ اس سے مراد یہ ہے کہ دوست خواہ قریب ہو یا بعید ہو' وہ اس کے کسی کام نہیں آسکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی' یعنی ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا' اس کا معنی یہ ہے کہ جس سے مدد متوقع ہوتی ہے یا وہ دین سے قریب ہوتا ہے یا نسب میں قریب ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو مولیٰ اور مددگار کہا جاتا ہے اور جب قیامت کے دن کسی کو ان کی مدد حاصل نہیں ہو سکے گی تو ان کے علاوہ دوسروں کی مدد تو بہ طریق اولیٰ حاصل نہیں ہوگی ف۱۷ جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا' ان کے متعلق انبیاء علیہم السلام کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا' سب سے پہلے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے' پھر دیگر انبیاء علیہم السلام شفاعت فرمائیں گے' پھر اولیاء کرام شفاعت کریں گے اور مؤمنین ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے ف۱۸ "شجرة الزقوم" (تھوہر کا درخت) دوزخ کی جڑ میں اُگتا ہے جس کو دوزخیوں کا طعام فرمایا ہے' "اثیم" کا معنی گناہ گار ہے لیکن یہاں گناہ سے مراد کفر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر جہنم کے "زقوم" کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی زندگیوں کو خراب کر دے گا۔ (سنن ترمذی' صفت جہنم' باب: ۴) ف۱۹ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے فرشتوں سے فرمائے گا: اس گناہ گار کافر کو پکڑو' اس کی پیشانی اس کے قدموں سے باندھی ہوئی ہوگی' وہ اس کو وہاں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے' اس آیت میں "فاعتلوه" کا لفظ ہے' "عتل" کا معنی ہے: کسی کو قہر اور حقارت کے ساتھ اس کے کپڑوں سے پکڑ کر گھسیٹنا' وہ اس کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے وسط میں لے جائیں گے' جس جگہ دوزخ کے سب راستے جا رہے ہوں گے ف۲۰ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے یہ کہوں: "اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى O" (القیامہ: ۳۴) تیری موت کے وقت خرابی ہو' پھر قبر میں تیری خرابی ہو O ابوجہل نے کہا: آپ کس وجہ سے مجھے دھمکا رہے ہیں' اللہ کی قسم! آپ اور آپ کا رب دونوں مل کر میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے' بے شک میں اس وادی میں ان دو پہاڑوں کے درمیان سب سے مکرم ہوں' اللہ سبحانہ نے جنگ بدر میں اس کو ہلاک کر دیا اور اس کو ذلیل و خوار کر دیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' اس وجہ سے فرشتے اس سے کہیں گے: لے چکھ! یہ کھولتا ہوا پانی' تو اپنے گمان میں بہت معزز اور مکرم بنا تھا' فرشتوں کا اس سے یہ کلام کرنا اس کی توہین اور اس کے استخفاف کے لیے ہوگا اور اس کو جھڑکنے کے لیے اور اس کی تنقیص کرنے کے لیے ہوگا۔ (جامع البیان جز ۲۵ ص ۱۷۴)

ف۲۱ "مقام امین" وہ جگہ ہے جہاں انبیاء' اولیاء' صدیقین اور شہداء کی مجلس ہوتی ہے' خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں' دنیا میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں معصیت اور نافرمانی سے امن ہوتا ہے اور جو شخص ان کی مجلس میں آ کر بیٹھ جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم نہیں ہوتا اور آخرت میں اس کے لیے ان کی مجلس میں عذاب سے امن ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے: "لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O" (الانبیاء: ۱۰۳) حشر کے دن کی بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی' فرشتے ان سے مل کر کہیں گے: یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا O ف۲۲ یعنی ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے' ایک دوسرے کی طرف محبت سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے نہیں بیٹھے ہوں گے کیونکہ ایک دوسرے کے خلاف ان کے دلوں میں کینہ اور بغض نہیں ہوگا' کیونکہ جنت میں دخول کے وقت اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف کینہ اور بغض نکال لے گا ف۲۳ جس سفید عورت کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہوں' اس کو حور کہتے ہیں۔ (لسان العرب ج ۴ ص ۲۶۵)

بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ

ہر قسم کے میووں کو طلب کریں گے○ وہ جنت میں دنیا کی پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے ۲۵

الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ

اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا ○ آپ کے رب کے فضل سے یہی

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

بڑی کامیابی ہے○ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں ہی آسان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○

فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

سو آپ انتظار کیجئے' بے شک وہ (بھی) انتظار کرنے والے ہیں○ ۲۶

سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۴۵ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۳۷ رکوعاتھا ۴

سورۃ الجاثیہ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں سینتیس آیتیں چار رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ

حا میم ○ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی جانب سے ہے جو بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے ○ ۱ بے شک آسمانوں

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ

اور زمینوں میں مومنوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں○ اور تمہاری تخلیق میں اور ان جان داروں میں جن کو وہ (زمین میں)

اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

پھیلاتا ہے یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اللہ نے

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ

آسمان سے جو رزق (پانی) نازل کیا ہے پھر اس (پانی) سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کیا (اس میں)

و۲۴ جس قسم کے پھلوں اور میووں کو کھانے کی اہل جنت کی خواہش ہوگی وہ اس کو طلب کریں گے اور وہ پھل یا میوہ فوراً ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے گا اور کوئی پھل کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگا' بلکہ ہر پھل ہر وقت اور ہر جگہ دستیاب ہوگا' دنیا کی طرح نہیں ہوگا کہ ہر پھل کا ایک موسم ہوتا ہے اور وہ مخصوص علاقے میں پیدا ہوتا ہے' مثلاً آم گرمیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور کینو اور مالٹے سردیوں میں پیدا ہوتے ہیں' چلغوزے' اخروٹ اور بادام وغیرہ بلوچستان اور کشمیر میں پیدا ہوتے ہیں اور اناس بنگلہ دیش میں پیدا ہوتے ہیں لیکن جنت میں ایسا نہیں ہوگا' وہاں ہر قسم کا پھل دستیاب ہوگا و۲۵ اس آیت میں ''المَوتة'' کا لفظ ہے' ''موت'' اور ''المَوتة'' دونوں مصدر ہیں' ''المَوتة'' میں تا' وحدت کی ہے اس کا معنی ہے: ایک موت اور موت جنس ہے اور ایک موت کے معنی میں زیادہ بلاغت ہے' یعنی جنت میں انہیں ایک مرتبہ بھی موت نہیں آئے گی و۲۶ آپ انتظار کیجئے کہ کفار کے لیے جو سزا مقدر کی گئی ہے وہ ان کو کب ملتی ہے' کیونکہ ان کی سزا سے متقین کو نصیحت حاصل ہوگی اور وہ بھی انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کے اوپر آفات اور مصائب نازل ہوں' پس عنقریب آپ کی امید پوری ہوگی اور ان کو سزا ملے گی اور آپ پر کوئی آفت اور مصیبت نازل نہیں ہوگی اور وہ جس چیز کا انتظار کر رہے ہیں وہ ان کو حاصل نہیں ہوگی اور وہ ناکام اور نامراد ہوں گے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۱۷ ۱۶

سورۃ الجاثیہ: و۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ذکر کی ہیں: (۱) بہت غالب (۲) بہت حکمت والا' اللہ تعالیٰ کا بہت غالب ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام ممکنات پر قادر ہے اور اس کا بہت حکمت والا ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور جو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز کا عالم ہو' وہ کوئی بے فائدہ اور فضول کام نہیں کرتا اور اس نے جب قرآن مجید کو نازل کیا ہے تو اس سے مقصود سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل فراہم کرنا ہے اور قیامت تک کے لوگوں کو توحید کا پیغام سنانا ہے اور ان کی بدعقیدگیوں کا رد کرنا ہے' انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے ہدایت دینا ہے' اور ان کی صالح حیات کے لیے ایک دستور عطا کرنا ہے۔

الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۵ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ

اور ہواؤں کو چلانے میں اصحاب فہم وفراست کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O ۲ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کی ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ۝۷

تلاوت کرتے ہیں سو اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے O ۳ ہر بہتان تراشنے والے بدکار کے لیے ہلاکت ہے O

یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا ۚ

وہ اللہ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں پھر تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) ڈٹا رہتا ہے جیسے اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۸ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئَا ِ۟اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ

سو (اے رسول مکرم!) آپ اس کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے O ۴ اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو

اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۹ؕ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا

وہ اسے مذاق بنا لیتا ہے ان ہی کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے O ان کے پیچھے دوزخ ہے ۵ اور ان کے کیے ہوئے عمل ان کے کسی

كَسَبُوْا شَیْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۰

کام نہیں آئیں گے اور نہ وہ ان کے کام آسکیں گے جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا مددگار بنا لیا ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے O

هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝۱۱ ع

یہ (کتاب) ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لیے شدید دردناک عذاب ہے O ۶

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا

اللہ ہی نے سمندر کو تمہارے تابع کر دیا ہے' اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل

مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی

کو تلاش کر سکو اور تاکہ تم شکر ادا کرو O ۷ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' سب کو اس نے اپنی طرف سے

ف۲ اللہ تعالیٰ نے الجاثیہ: ۳ میں فرمایا: آسمانوں اور زمینوں میں مؤمنوں کے لیے نشانیاں ہیں' اور الجاثیہ: ۴ میں فرمایا: تمہاری اور حیوانوں کی تخلیق میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ پہلے ایمان والوں کا ذکر فرمایا' پھر یقین کرنے والوں کا ذکر فرمایا' اور پھر عقل والوں کا ذکر فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم مؤمن ہو تو ان دلائل میں غور کرو اور اگر تم مؤمن نہیں لیکن حق کے متلاشی اور یقین کے طالب ہو تو ان دلائل کو سمجھ لو اور اگر تم حق کے متلاشی ہو اور یقین کے طالب نہیں ہو تو کم از کم تم عقل تو رکھتے ہو تو تم اپنی عقل سے ان دلائل میں غور کرو اور ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچنے کی کوشش کرو ف۳ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے اور اس کی عبارت اور اس کے احکام قیامت تک محفوظ اور غیر منسوخ ہیں اور اس کے بعد کوئی کتاب نازل ہونی ہے نہ کوئی وحی آنی ہے تو جب تم اس کتاب پر ایمان نہیں لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لاؤ گے' کیونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری کتاب ہے اور اس کتاب کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اور اس نبی کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا' پس اگر تم اس نبی پر ایمان نہیں لائے اور اس کتاب پر ایمان نہیں لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں "حدیث" کا لفظ ہے' جس کا ترجمہ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے کتاب کیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں کتاب پر حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے: "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ" (الزمر: ۲۳) اللہ نے سب سے عمدہ حدیث (کتاب) نازل کی ہے۔ اس آیت میں کفار کی مذمت کی ہے جو نبی ﷺ سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے: وہ لوگ باعث فضیلت اور لائق حمد ہیں جو قرآن مجید کو سن کر ایمان لائے' فرشتے قرآن مجید سن کر ایمان لائے لیکن ان کا ایمان لانا اس قدر قابل تعریف نہیں ہے کیونکہ وہ اُمور غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب قرآن مجید کو سن کر اس پر ایمان لائے لیکن ان کا ایمان لانا بھی اس قدر باعث تحسین اور موجب حیرت نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کی زبان سے قرآن مجید کو سنا' آپ کے بے شمار معجزات کا مشاہدہ کیا' کمال تو ان کا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر بن دیکھے ایمان لائے' جنہوں نے نبوت کو چلتے پھرتے نہیں دیکھا' نبی ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن نہیں سنا' اس کے باوجود قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر ایمان لے آئے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے' ان میں سے ایک شخص یہ چاہے گا کہ کاش! اس کا سارا مال اور اس کے سارے اہل جاتے رہیں اور وہ مجھے ایک نظر دیکھ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۲) ف۴ اس آیت میں "یصر" کا لفظ ہے' اس کا مصدر "اصرار" ہے' اس کا معنی ہے: گناہ کو منعقد کرنا اور اس پر ڈٹے رہنا اور اس گناہ سے توبہ اور اس سے رجوع کرنے سے انکار کرنا' اس کی اصل "صر" ہے' جس کا معنی ہے: رقم اور دینار و درھم کی تھیلی کو باندھنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ کفار قرآن مجید کی تلاوت سنتے ہیں اور اس کے انکار پر اصرار کرتے ہیں' اس کو اللہ کا کلام نہیں مانتے اور اپنے اس قول پر جمے اور ڈٹے رہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۲۶۲) ف۵ اس آیت میں "الوراء" کا لفظ ہے' "وراء" اس جانب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے سامنے یا پیچھے کی چیزیں ہوتی ہیں۔ (الکشاف ج ۴ ص ۲۰۹) یعنی جہنم ان کے سامنے ہے کیونکہ یہ اس عذاب کی طرف متوجہ ہوں گے جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے' یا ان کے پیچھے جہنم ہوگا کیونکہ یہ جہنم سے اعراض کر کے دنیا کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان کا کوئی عمل ان کو دوزخ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گا اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا ف۶ یہ قرآن مجید انتہائی ہدایت دینے والی کتاب ہے گویا کہ یہ عین ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کا کفر کیا ہے' ان کے لیے بہت سخت درد پہنچانے والا عذاب ہے' بعض لوگوں کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ بہ ظاہر ان آیات کو سن رہے ہوتے ہیں' لیکن وہ غفلت کی وجہ سے یا قرآن مجید کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے حقیقت میں قرآن مجید کو نہیں سنتے' ان کے لیے دردناک عذاب ہے' اگر آپ کی قوم بھی ایمان نہیں لائی (بقیہ صفحہ ۹۸۷ پر)

الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ

تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے ف۸ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں O ف۹ آپ ایمان والوں سے کہہ

اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا

دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے ف۱۰ تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کے

یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ

کیے ہوئے کاموں کا بدلہ دے O جس شخص نے کوئی نیکی کی تو اس کا نفع اس کو ملے گا اور جس شخص نے کوئی برائی کی تو اس کا وبال اس پر ہو

اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

گا ف۱۱ پھر تم سب لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے O اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت

وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ ۚ

اور نبوت دی اور ان کو پاک چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو (اس زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی O ف۱۲

وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور ہم نے ان کو اس دین کے متعلق واضح دلائل عطا فرمائے ف۱۳ اس کے باوجود انہوں نے (اس دین میں) اپنی سرکشی کی بناء پر اسی وقت

الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا

اختلاف کیا جب ان کے پاس (اس کا) علم آ چکا تھا' بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا

كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا

فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے O ف۱۴ پھر ہم نے آپ کو اس دین کی شریعت (راہ) پر گامزن کر دیا' سو آپ اس شریعت کی

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ

اتباع کیجئے اور جاہل لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے O ف۱۵ بے شک یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام

ف۸ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں سورج کو اور چاند کو اور ان کی گردش کو ہمارے فوائد کے لیے مسخر کر دیا ہے' اگر سورج سے دن کی روشنی حاصل نہ ہوتی تو ہم کاروبار حیات کو کیسے انجام دیتے' پھر اگر سورج اپنے مقام سے زیادہ اونچا ہوتا تو ہم سردی سے منجمد ہو جاتے اور اگر زیادہ نیچے ہوتا تو جل کر بھسم ہو جاتے' اگر سورج کی حرارت نہ ہوتی تو فصلیں کیسے پکتیں اور اب شمسی توانائی کے حصول کا دور ہے اور شمسی توانائی سے مشینیں چلائی جا رہی ہیں ف۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں میں اور ان کے درمیان کی چیزوں میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اور جنت اور دوزخ میں ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے اور تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ ہیں جو اللہ سبحانہ کی نعمتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ (جمع الجوامع :۱۲۷/۱۰) ف۱۰ اس آیت میں "ایام اللّٰه" کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: دنیا میں لوگوں پر انعام کرنے یا ان کو سزا دینے کے ایام' جیسے وہ دن جب بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات دی اور یہی وہ دن تھا جب فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا گیا ف۱۱ اس آیت میں یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص کے نیک عمل کا فائدہ اس کو پہنچتا ہے اور اسی طرح ہر شخص کے بُرے عمل کا ضرر بھی صرف اس شخص کو پہنچتا ہے ف۱۲ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بنو اسرائیل کا طریقہ اپنے پیش رو کفار کے طریقہ کے موافق تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کو کثیر طرح طرح کی نعمتیں دیں' اس کے باوجود وہ سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے ف۱۳ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے دین اسلام کے حق ہونے پر ان کو ایسے دلائل اور شواہد عطا کر دیئے تھے کہ اگر وہ ان دلائل اور شواہد میں غور و فکر کرتے تو ان پر حق منکشف ہو جاتا لیکن انہوں نے حسد اور بغض کی بناء پر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نہیں مانا اور تورات میں آپ کی نبوت کے صدق کی جو آیتیں تھیں' وہ ان کو لوگوں سے چھپاتے رہے اور آپ کی نبوت کا انکار کرتے رہے ف۱۴ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ بنو اسرائیل نے بغض اور حسد کی بناء پر حق سے منہ موڑا تو بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا اور جس کو دنیا میں نعمتیں دی گئی ہوں' اسے ان پر مغرور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آخرت میں اس کو عذاب کا خطرہ ہے ف۱۵ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ بنو اسرائیل نے دین حق' دین اسلام سے صرف حسد اور بغض کی وجہ سے منہ موڑا تھا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کے طریقہ سے احتراز کریں اور دین حق کے ساتھ وابستہ رہیں اور ناسوا اظہار حق کے اور اثبات صدق کے آپ کی کوئی اور غرض نہیں ہونی چاہیے' اس لیے فرمایا: پھر ہم نے آپ کو اس دین کی شریعت پر گامزن کر دیا' یعنی ہم نے آپ کو دین اسلام کے منہاج اور اس کے طریقہ پر ثابت اور برقرار رکھا' سو آپ صرف اپنی شریعت کی اتباع کیجئے جو دلائل اور بینات سے ثابت ہے' جاہلوں کی ناجائز خواہشیں بلادلیل ہیں اور ان کے ادیان اور مذاہب ان کی خواہشوں اور جہل پر مبنی ہیں' سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے۔ اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہے کہ بنو اسرائیل کے بعد ہم نے آپ کے لیے دین اسلام کی شریعت بنائی' سو آپ شریعت کی اتباع کیجئے' اس دین کے احکام شرعیہ کو اپنے اوپر بھی نافذ کیجئے اور اپنے پیروکاروں کے اوپر بھی اس دین کے احکام کو جاری کیجئے اور اس کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ ہم نے آپ کو متعدد خصوصیات عطا فرما کر دوسرے نبیوں اور رسولوں سے منفرد اور ممتاز بنایا ہے اور آپ کی شریعت کو بھی سابقہ شرائع سے ممتاز اور منفرد بنایا ہے اور آپ کی شریعت میں وہ خصوصی احکام رکھے ہیں جو دیگر شریعتوں میں نہیں تھے' سو آپ ان خصوصیات کی معرفت رکھیں اور اپنی شریعت پر قائم اور ثابت رہیں اور اس سے تجاوز نہ کریں اور دوسروں کی متابعت کی طرف التفات نہ کریں کیونکہ اگر آپ کے زمانے میں حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو آپ کی اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

اللّٰہِ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾

نہ آسکیں گے ١٦ اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے حامی ہیں اور اللہ متقین کا حامی ہے O

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ

یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل پر مشتمل ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے O ١٧ جن لوگوں نے

الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

(بر سر عام) گناہ کیے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو مومنین اور صالحین

سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ

کے برابر کر دیں گے یہ کیسا برا فیصلہ کر رہے ہیں O ١٨ اور اللہ نے آسمانوں

وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا O ١٩

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی

پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ٢٠ اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ٢١ اور

سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ

اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا' پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے

اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا

سکتا ہے' تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے O ٢٢ اور انہوں نے کہا: ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے' ہم (اسی

وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا

دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے (اور واقعہ یہ ہے کہ) انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض

ف ١٦ اس آیت میں تعریض ہے' ذکر نبی ﷺ کا ہے اور مراد آپ کی امت ہے کہ اگر آپ کی امت دین کے کسی معاملہ میں یہودیوں کی طرف مائل ہوئی تو وہ عذاب کی مستحق ہو جائے گی اور اس وقت یہ یہودی آپ کی امت کے کسی کام نہیں آسکیں گے اور ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے ف ١٧ اس قرآن میں عقائد اور اصول ہیں اور احکامِ شرعیہ ہیں' رشد و ہدایت کے لیے واضح نشانیاں ہیں' نیک کام کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کی بشارتیں ہیں اور بدکاروں کے لیے عذاب کی وعیدیں ہیں اور ان چیزوں سے دلوں میں نور اور بصیرت کا حصول ہوتا ہے اور جس طرح روح حیات کا سبب ہوتی ہے' اسی طرح قرآن مجید نور اور بصیرت کے حصول کا سبب ہے اور جو شخص قرآن مجید کو پڑھنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے عاری ہوتا ہے' وہ نور اور بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ اس مردہ کی طرح ہوتا ہے جس میں نہ کوئی حس ہوتی ہے اور نہ حیات ہوتی ہے ف ١٨ "سیئات" سے مراد کفر اور گناہ کبیرہ ہیں' یعنی کیا کفار اور فساق نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے برابر کر دیں گے اور ان کو وہی اجر و ثواب اور عزت اور مرتبہ دیں گے جو مومنین اور صالحین کو دیں گے اور ان کی زندگی اور موت مومنین اور صالحین کی زندگی اور موت کی مثل ہو گی' ہرگز نہیں! یہ دونوں فریق برابر نہیں ہیں ف ١٩ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور عارفین کو کائنات کے ذرہ ذرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی آیات اور تجلیات نظر آتی ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اور اس کی صفت رحم کا اظہار ہو' کفار کو جو اللہ سبحانہ ان کے گناہوں کی سزا دے گا' یہ اس کا عدل ہے اور مومنین کو جو اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائے گا یہ اس کا فضل ہے' اس لیے فرمایا: اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کاموں کا بدلا دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ف ٢٠ کتنی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہمارا دل کسی کام کے کرنے کو چاہتا ہے اور ہم کو علم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے اس کام سے منع کیا ہے اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود اس کام کو کرتے ہیں اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کرتے' سو بتائیں کہ ان مواقع پر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہیں یا اپنی خواہش کی اتباع اور اپنے نفس کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے ہیں' اگر ہم دن اور رات کے تمام کاموں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے دن اور رات میں کم سر جھکاتے ہیں اور اپنی خواہش کے سامنے زیادہ سر جھکاتے ہیں۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی خواہش سے حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر کی عبادت کرتا ہے' کوئی رام اور کرشن کی عبادت کرتا ہے' کوئی لات اور منات کی عبادت کرتا ہے' کوئی ستاروں کی عبادت کرتا ہے' کوئی آگ اور پیپل کی عبادت کرتا ہے' یہ سب اپنی خواہش کے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے ف ٢١ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی اور اپنی خواہش کے آگے سر جھکایا' حالانکہ اس کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے راضی نہیں ہے اور اس نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود اس نے اپنے علم کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا اور اس نے علم کے باوجود گمراہی کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر گمراہی کو پیدا کر دیا اور اس معنی کو اللہ تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا: اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ف ٢٢ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص صرف عقل کو رہنما مانتا ہے اور قرآن اور حدیث کو رہنما نہیں مانتا اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتا اور اپنے زمانے کے اہل فتویٰ علماء کو حجت تسلیم نہیں کرتا اور قانونِ شریعت کا قلادہ اپنے گلے میں نہیں ڈالتا اور اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے اور دہریوں اور بے دینوں کے افکار کا تابع ہے' ان کے عقلی شبہات کو براہین قاطعہ سمجھتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے' وہ ہر قسم کی گمراہی میں بھٹکا ہوا ہے اور اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔

يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ

گمان کر رہے ہیں O ۲۳ اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی جوابی دلیل

قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ

صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے آؤ O آپ کہیے کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

پھر (وہی) تم پر موت لائے گا' پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا جس (کے وقوع) میں کوئی شک نہیں ہے اور لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

نہیں جانتے O اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس دن باطل پرست

يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ

سخت خسارے میں ہوں گے O ۲۴ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر جماعت (اس دن) گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی' ۲۵ ہر جماعت

تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا

کو اس کے صحیفۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا' (ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے O یہ

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا

ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمہارے متعلق حق بیان کر رہا ہے' تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم (اس کو) لکھتے رہتے تھے O ۲۶ پس جو لوگ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرما لے گا'

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ

یہی واضح کامیابی ہے O ۲۷ اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا تمہارے سامنے میری آیات

ف۲۳ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت' اس کی توحید' قیامت اور حشر و نشر کا انکار کر رہے ہیں اور حوادث اور نوازل کا اسناد دہر اور زمانہ کی طرف کر رہے ہیں' ان کے پاس کوئی دلیل نہیں' یہ محض شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اور اسی بنیاد پر اپنے عقائد کی تعمیر کر رہے ہیں' اس کے برخلاف مسلمانوں کے عقائد دلائل قطعیہ اور نصوص صریحہ پر مبنی ہیں۔ وہ قیامت' حشر و نشر اور جنت اور دوزخ کو مانتے ہیں اور یہی انبیاء علیہم السلام اور جمیع مؤمنین کے عقائد ہیں اور جس کے یہ عقائد ہوں گے وہ نجات پالے گا اور جس کے عقائد اس کے خلاف ہوں گے وہ ہلاک ہو جائے گا اور ان عقائد کے لوازم سے یہ ہے کہ توحید پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جو چیز بھی کائنات میں حادث ہوتی ہے' اس کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے' کیونکہ وہی ہر چیز میں مؤثر ہے' اسی لیے دہر کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور تمام تصرفات اسی کی طرف راجع ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب ابن آدم کہتا ہے: اے دہر کی ناکامی! تو مجھے اذیت پہنچاتا ہے' لہٰذا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے دہر کی ناکامی! یا دہر کی نامرادی' پس بے شک میں (خالق) دہر ہوں' میں ہی رات اور دن کو گردش میں رکھتا ہوں اور میں جب چاہوں گا تو ان کو قبض کر لوں گا۔

ع ۵ | ۱۹

(صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل: ۵۷۵۶) ف۲۴ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ جب وہ پہلی بار زندہ کرنے پر قادر ہے تو دوسری بار بھی زندہ کرنے پر قادر ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حشر و نشر قائم کرنے پر اس سے بھی عام دلیل کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر اس کی حکومت ہے' وہ ان سب چیزوں کو بنانے پر بھی قادر ہے اور فنا کرنے پر بھی قادر ہے اور پھر دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے کیونکہ جب اس کی ان چیزوں پر حکومت ہے تو وہ ان پر ہر طرح کا تصرف کرنے پر قادر ہے' نیز اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس دن باطل پرست سخت خسارے میں ہوں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی تجارت میں فائدہ تب ہوتا ہے جب انسان کی اصل پونجی اور اصل زر بھی قائم رہے اور اس کے علاوہ اس کو مزید مال بھی حاصل ہو جائے' انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے حیات' صحت اور قوتِ بدن اور عقل عطا کی' ان سے کام لے کر وہ جنت اور اخروی نعمتوں کو حاصل کر لیں تو ان کو اس تجارت میں فائدہ ہے اور اگر ان کی صحت اور قوت بدن بھی زائل ہو جائے اور آخرت میں ان کو عذاب دیا جائے تو یہ ان کی تجارت میں خسارہ ہے' کفار نے اپنی حیات' صحت اور قوت کو دنیا میں خرچ کر کے آخرت کا عذاب مول لے لیا تو یہ ان کی تجارت میں صراحتاً خسارہ ہے ف۲۵ اس آیت میں ''جاثیۃ'' کا لفظ ہے' ''جثو'' کا معنی ہے: گھٹنوں کے بل بیٹھنا' جیسے مجرم حاکم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے' اس دن ہر امت جس میں مؤمن بھی ہوں گے اور کافر بھی' قیامت کے دن کے ہولناک حالات اور خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوگی اور اس بات کی منتظر ہوگی کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھنا تو صرف کفار کے لائق ہے' کیونکہ مؤمنین کو قیامت کے دن کوئی خوف نہیں ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن پہلے مرحلہ میں خوف اور دہشت میں مؤمنین بھی کفار کے ساتھ شامل ہوں گے' جب اللہ تعالیٰ پر جلال آواز میں فرمائے گا: ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ'' (المؤمن: ۱۶) آج کس کی حکومت ہے؟ تو کسی کو مارے دہشت کے یارائے جواب نہیں ہوگا تو خود ہی فرمائے گا: ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' (المؤمن: ۱۶) اللہ ہی کے لیے جو واحد قہار ہے۔ ایسے وقت میں سب خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے' پھر دوسرے مرحلہ میں جب شفاعت کبریٰ ہوگی اور مؤمنوں کو مجرموں سے الگ کر دیا جائے گا' اس وقت مؤمن مطمئن ہوں گے اور کافر بہ دستور خوف اور دہشت میں مبتلا ہوں گے ف۲۶ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے: ہمارا لکھا ہوا صحیفۂ اعمال تمہارے خلاف شہادت دے رہا ہے' اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ برحق ہے' اس میں کوئی چیز زیادہ یا کم نہیں ہے' تم دنیا میں جو بھی عمل کرتے تھے خواہ وہ نیک ہوں یا بد' گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' فرشتے ہمارے حکم سے اس کو لکھ لیتے تھے ف۲۷ اللہ تعالیٰ مؤمنین اور صالحین کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا' رحمت سے مراد اس کی جنت ہے اور چونکہ جنت رحمت کا محل ہے' اس لیے جنت پر رحمت کا اطلاق فرما دیا اور فرمایا: یہی

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا قِيْلَ

نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے O ۲۸ اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ

إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا

بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت

السَّاعَةُ إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ

کیا چیز ہے؟ ہم محض گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہ تھے O اور ان کے تمام کاموں

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ

کی بُرائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کر لے گا O ۲۹ اور (ان سے)

الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ

کہا جائے گا: آج ہم تمہیں اسی طرح فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے ۳۰ اور

مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ

تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے O یہ (سزا) اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا لیا تھا اور دنیا کی زندگی نے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا؟ پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے ۳۱ اور نہ ان سے اللہ کی رضا جوئی طلب کی جائے گی O

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ

پس اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو تمام آسمانوں کا رب ہے اور تمام زمینوں کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے O ۳۲ اور اسی

الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

کے لیے آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے اور وہی بہت غالب؟ بے حد حکمت والا ہے O ۳۳

واضح کامیابی ہے کیونکہ جنت میں اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا فرمایا جائے گا اور اس کے دیدار سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزاروں کا حال بیان فرمایا ہے اور اس کے منکروں کا حال اس سے متصل دوسری آیت میں ہے ف۲۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عذاب کے استحقاق کو اس پر معلق کیا ہے کہ ان پر آیات تلاوت کی جائیں اور وہ ان کو قبول کرنے سے تکبر کریں اور اس سے یہ واضح ہوا کہ احکامِ شرعیہ کے وارد ہونے کے بعد سزا کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور بغیر ورودِ شرع کے کوئی چیز فرض یا واجب نہیں ہوتی' اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ عقل سے بھی کوئی چیز فرض یا واجب ہو جاتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دنیا کے دور دراز ملکوں میں جہاں کسی زمانہ میں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت نہیں کی گئیں' آیا ان کو ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان سے مواخذہ نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اور یہ لوگ معذور اور مغفور ہیں اور یہ لوگ حکماً اصحابِ فترت ہیں ف۲۹ یعنی کفار جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے' اس کی سزا میں ان کو جو عذاب دیا جائے گا' وہ ان کا احاطہ کرے گا ف۳۰ اس آیت میں

ع ۴ / ۱۱ / ۲۰

اللہ تعالیٰ کی طرف جو فراموش کرنے کی نسبت ہے' اس کا معنی ہے: ہم تم کو دوزخ میں چھوڑ دیں گے اور تم کو بھولا بسرا بنا دیں گے' جس طرح تم نے دنیا میں اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تم نے اس کی کوئی تیاری نہیں کی تھی' تم اللہ پر اور اس کی توحید پر ایمان نہیں لائے' انہوں نے دنیا کی کھیتی میں نسیان کا بیج بویا تھا اور آخرت میں اس کا پھل بھی نسیان کی صورت میں پالیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فراموش کر دیا' ان کو دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا' پھر ان کی فریاد اور چیخ و پکار کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی اور جس طرح مؤمنوں کا ٹھکانا جنت بنایا' تمہارا ٹھکانا دوزخ کو بنایا ف۳۱ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور اس دنیا میں تم جو کچھ کرتے رہو گے اس پر تم سے کبھی جواب طلبی نہیں ہوگی اور کبھی تم سے مواخذہ نہیں ہوگا' اس لیے تم اللہ سبحانہ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے' پس اس جرم کی پاداش میں اب تم کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور پھر دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا ف۳۲ اللہ سبحانہ ہر چیز کا رب ہے' تمام اجسام کا' تمام ذوات کا اور تمام صفات کا' اس لیے اس کے سوا کوئی حمد کا مستحق نہیں ہے' پس تم سب اللہ کی حمد کرو کیونکہ اس کا تمام چیزوں کا رب ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام چیزیں اس کی حمد کریں ف۳۳ یعنی اس کے لیے عظمت اور قدرت ہے اور اسی کا ہر چیز پر غلبہ ہے اور اس کی عظمت کے آثار ہر چیز میں ظاہر ہو رہے ہیں اور اس کا غلبہ کائنات کی ہر چیز میں ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ ہر چیز اس کی اطاعت کر رہی ہے اور اس کے بنائے ہوئے نظام کے تحت کام کر رہی ہے' سورج اور چاند اور ستاروں کا طلوع اور غروب' دن اور رات کا لگاتار ایک دوسرے کے بعد آنا' کھیتوں اور باغات میں روئیدگی کا نظام' انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش اور ان کی نشو نما کا ایک منضبط اور مقرر اصول یہ سب زبانِ حال سے بتا رہے ہیں کہ ہر چیز اللہ سبحانہ کی اطاعت کرتی ہے اور ہر چیز میں اس کے حسن اور کمال کا ظہور ہے' یہ سب چیزیں غیر اختیاری طور پر اللہ سبحانہ کی حمد کر رہی ہیں اور اس کی تسبیح پڑھ رہی ہیں اور اس کی اطاعت کر رہی ہیں' سو تم اپنے ارادہ اور اختیار سے اس کی حمد کرو' اس کی تسبیح پڑھو اور اس کی اطاعت کرو۔ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ''۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

آیَاتُهَا ۳۵ | ۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ۶۶ | رُكُوْعَاتُهَا ۴

اس میں پینتیس آیتیں ہیں | سورۃ الاحقاف مکی ہے | اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا

حا میم ۝ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ۝ ف۱ ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ایک معین مدت تک کے لیے ف۲

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

اور کفار اس عذاب سے روگردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے ۝ ف۳ آپ کہیے: تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

کرتے ہو کیا تم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ ذرا مجھے بھی دکھاؤ انہوں نے

فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ

زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ میرے پاس اس سے پہلی کوئی کتاب لاؤ یا (پہلے) علم

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ

کا کچھ بقیہ حصہ اگر تم سچے ہو ۝ ف۴ اور اس سے بڑھ کر اور کون گم راہ ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو

اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ

قیامت تک اس کی فریاد نہ سن سکیں ف۵ اور وہ ان (کافروں) کی پکار سے

سورۃ الاحقاف: ف۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اپنے الفاظ اور معانی کے اعتبار سے تمام کتابوں پر غالب ہے اور وہ بے حد حکمت والی ہے یعنی اس کتاب میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل ہیں اس کے علاوہ جو عقائد ہیں ان میں بھی بہت حکمتیں ہیں اور جو واقعات اور امثال مذکور ہیں ان میں بھی بے اندازہ حکمتیں ہیں غرض یہ کتاب چونکہ بہت غالب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس لیے اس کتاب کی عبارت اور اس کی فصاحت اور بلاغت تمام کتابوں کی فصاحت اور بلاغت پر غالب ہے اور چونکہ یہ کتاب بے حد حکمت والے نے نازل کی ہے اس لیے اس کی ہر ہر آیت میں بے حد و حساب حکمتیں ہیں ف۲ آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو اس لیے نہیں پیدا کہ یہ ابد الآباد تک باقی رہے بلکہ اس جہان کو مکلفین کے لیے دار العمل بنایا ہے کہ وہ اس دنیا میں نیک عمل کریں اور آخرت میں اس کی اچھی جزا پائیں پھر ایک وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ اس جہان کو فنا کر دے گا اور اس آیت میں معین مدت سے وہی مراد ہے ف۳ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی ذات و صفات اور اپنی توحید پر دلائل نصب فرمائے تاکہ لوگ اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچ سکیں ان کی آسانی کے لیے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان کی ہدایت کے لیے کتابیں اور صحائف نازل کیے اور رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ ان کو آخرت کے اجر و ثواب کی طرف رغبت دی اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ کفار ان دلائل میں غور و فکر کرنے سے مسلسل اجتناب اور اعراض کرتے رہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلیل سے اعراض کرنا دین میں مذموم ہے ف۴ امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ'' کی تفسیر میں فرمایا: عرب میں ایک طریقہ تھا کہ وہ زمین پر لکیریں ڈال کر کسی چیز کو معلوم کرتے تھے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا بھی حصہ ہے تو تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ کیا انبیاء سابقین کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے یا تم نے زمین پر لکیریں ڈال کر رمل کے طریقہ سے اس کو معلوم کر لیا ہے یا تم نے اس کو کاہنوں سے معلوم کیا ہے یا تم نے اس کو کسی اور چیز سے مستنبط کیا ہے آخر تمہارا ذریعہ علم کیا ہے؟ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۶ ص ۴) ف۵ اس آیت میں فرمایا ہے: وہ قیامت تک ان کی پکار کو نہیں سنتے حالانکہ وہ بت ان کی پکار کو دنیا میں بھی کبھی نہیں سنتے پھر قیامت کا ذکر کیوں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے مصائب کی بہ نسبت قیامت کے دن کی مصیبت ان کے لیے بہت سخت ہو گی اس دن وہ بت ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے جن کی وہ دنیا میں عبادت کرتے رہے تھے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا: ''اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝'' (ص: ۷۸) بے شک قیامت کے دن تک میری تجھ پر لعنت ہے ۝ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی ابلیس پر ابدی لعنت ہے لیکن اس کا قیامت کے دن اظہار بہت سخت ہو گا۔

غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ

بے خبر ہیں ○ اور جب لوگوں کو (میدان حشر) میں جمع کیا جائے گا تو (ان کے خود ساختہ معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی

كٰفِرِيْنَ ۝۶ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

عبادت کے منکر ہوں گے ○ ۷ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کفار اس حق کے متعلق کہتے ہیں

لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ

جو ان کے پاس آ چکا ہے: یہ کھلا ہوا جادو ہے ○ ۸ یا کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اس کو گھڑ لیا ہے' آپ کہیے کہ

اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا

اگر (بالفرض) میں نے اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہوتا تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے بالکل بچا نہیں سکتے تھے' تم اس (قرآن) کے متعلق جو

تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ

کچھ کہہ رہے ہو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے' میرے اور تمہارے درمیان وہی کافی گواہ ہے اور وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان

الرَّحِيْمُ ۝۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ

ہے ○ آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ میں

بِيْ وَ لَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹

ازخود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ

صرف واضح طور پر عذاب سے ڈرانے والا ہوں ○ ۹ آپ کہیے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا کفر کر چکے ہو (تو پھر تمہارا

شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ

کیا انجام ہوگا!) اور بنی اسرائیل کا ایک شخص اس جیسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو ۱۰

ف ۶ قیامت کے دن وہ بت جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے' ان مشرکوں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور وہ بت یہ کہیں گے کہ انہوں نے ہماری عبادت نہیں کی' انہوں نے درحقیقت اپنی خواہشوں کی پرستش کی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: "مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ○" (یونس: ۲۸) (وہ شرکاء یہ کہیں گے کہ) تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ ف ۷ یعنی جب کفار کے سامنے ہماری ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں الوہیت کی نشانیاں ہیں اور توحید پر دلائل ہیں اور (سیدنا) محمد ﷺ کی نبوت کا ثبوت ہے' قرآن مجید کے معجز اور اللہ سبحانہ کے کلام ہونے کا بیان ہے اور حلال اور حرام کے واضح احکام ہیں' قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' حشر و نشر اور جزا اور سزا کے براہین ہیں' تو کفار ان آیات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے اور ان کو جادو کہنے سے ان کا منشاء یہ تھا کہ جس طرح جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی' اس طرح ان آیات کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے ف ۸ کفار یہ کہتے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ نے ازخود قرآن کو گھڑ لیا ہے اور خود ایک کلام بنا کر اس کی اضافت اللہ سبحانہ کی طرف کر دی ہے (العیاذ باللہ) ان کا یہ قول باطل ہے اور سخت تعجب خیز ہے کیونکہ قرآن مجید کلام معجز ہے اور ایسا کلام بنانا انسان کی قدرت سے خارج ہے' ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کہیے کہ اگر بہ فرض محال میں نے یہ کلام ازخود بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہوتا تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے چھڑانے پر قادر نہ تھے' کیونکہ ایسی صورت میں یقیناً اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیتا اور میں اس عذاب میں مبتلا ہو جاتا جس سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہے ف ۹ اس آیت کی تفسیر میں اکثر اور جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے' امام عبدالرزاق صنعانی' معمر سے اور وہ قتادہ سے الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ (تفسیر القرآن العزیز ج ۲ ص ۱۷۵) اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ الاحقاف: ۹' الفتح: ۲ سے منسوخ ہو گئی ہے' کیونکہ الاحقاف: ۹ میں یہ فرمایا تھا کہ آپ کہیے کہ میں ازخود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (الخ) (یعنی آپ کو اپنی مغفرت ازخود معلوم نہیں تھی) اور الفتح: ۲ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرما دیا کہ آپ کی مغفرت کر دی گئی' سو اس سے معلوم ہوا کہ الفتح: ۲ سے الاحقاف: ۹ منسوخ ہو گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے بھی الاحقاف: ۹ کو الفتح: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے' چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں فرماتے ہیں: یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں: خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: "وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ" الحدیث۔ اور شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث اوّل خود احاد ہے' سلیم الحواس کو سند لائی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس (آیت و حدیث) کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیت کریمہ: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (نازل ہوئی) صحابہ نے عرض کی: "هَنِيْـئًا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ مَاذَا يُفْعَلُ بِكَ فَمَا ذَا يُفْعَلُ بِنَا" یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو' خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ صاف بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا' اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے' اس پر یہ آیت اتری: "لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الی قولہ تعالیٰ) فَوْزًا عَظِيْمًا" تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹا دے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔ یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل و شہیر ایسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔ (انباء المصطفیٰ ص ۹۔۸) اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے "انباء الحی" ص ۳۸۸ میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے ف ۱۰ یہ آیت حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۳)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ

اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہاری عاقبت کیسی ہوگی!) بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O اور کافروں نے مؤمنوں کے متعلق کہا:

اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت نہ کرتے ف۱۱ اور جب انہوں نے اس سے ہدایت حاصل نہ کی تو عنقریب یہ کہیں

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَ

گے: یہ قدیم جھوٹ ہے O حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی (آسمانی) کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آچکی ہے ف۱۲ اور

هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى

یہ کتاب عربی زبان میں (اس کی) تصدیق کرنے والی ہے تاکہ ظالموں کو (عذاب سے) ڈرائے اور نیکوکاروں

لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ

کو بشارت دے O ف۱۳ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اسی پر جمے رہے سو ان پر نہ کوئی خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے O ف۱۴ یہی لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے

فِيْهَا ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

(یہ) ان کے (نیک) کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے O اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا

اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

تاکیدی حکم دیا اس کی ماں نے اس کو مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف جھیل کر اس کو جنا ف۱۵ اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ

دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا ف۱۶ حتیٰ کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا

ف۱۱ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار نے ایمان لانے والوں کے ایمان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ ہم سے پہلے ایمان نہ لاتے ف۱۲ اس آیت کا اس سے پہلی آیت سے ربط اس طرح ہے کہ اس سے پہلی آیت میں کفار مکہ کے اس طعن کا ذکر کیا تھا کہ اگر اس قرآن میں کوئی خیر ہوتی تو یہ فقراء اس قرآن پر ایمان لانے میں ہم پر سبقت نہ کرتے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا کہ قرآن مجید کے برحق ہونے پر دلیل یہ ہے کہ تم کو بھی یہ تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ''تورات'' نازل کی تھی اور ''تورات'' کو امام اور مقتداء بنایا تھا اور ''تورات'' سیدنا محمد ﷺ کے رسول ہو کر مبعوث ہونے کی بشارت ہے پس جب تم نے ''تورات'' کو امام اور مقتداء مان لیا تو ''تورات'' کے اس حکم کو بھی مانو کہ سیدنا محمد ﷺ کا رسول ہونا برحق ہے ف۱۳ یعنی یہ قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی اس چیز میں تصدیق کرتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جو کفار قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں' ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جائے اور مؤمنین جو قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں' ان کو ان کے نیک اعمال پر آخرت کے اجر وثواب کی بشارت دی جائے ف۱۴ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت کے دلائل کی تقریر فرمائی اور منکرین کے شبہات کے جوابات دیئے' اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ توحید اور رسالت کے ماننے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے اور ان آیات میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے' حشر کے بعد نہ اس کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوگا اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے وہ محفوظ رہے گا اور تحقیق یہ ہے کہ عذاب کا خوف تو ان کو نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی ہیبت کا خوف کسی بندہ سے زائل نہیں ہوگا' کیونکہ فرشتے معصوم ہیں' ان کے درجات بلند ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بہت مقرب ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں: ''يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ O'' (النحل: ۵۰) فرشتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے O
ف۱۵ اس آیت میں ماں کا تین بار ذکر ہے' اس لیے نبی ﷺ نے تین بار ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید ہے اور چوتھی بار باپ کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر سوال کیا: یارسول اللہ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں' اس نے کہا: پھر کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۱) اس سلسلہ میں یہ روایت بھی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کر لیا ہے' کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (سنن ترمذی: ۱۹۰۴)
ف۱۶ دودھ پلانے کی مدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیس (۳۰) ماہ ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کی دلیل یہ آیت ہے: اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔ (الاحقاف: ۱۵) اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لیے دو سال بچے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو سال کے بعد دودھ پلانا (شرعاً معتبر) نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۲) امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا (یعنی حمل کا اور دودھ چھڑانے کا) اور دونوں کی مدت تیس ماہ بیان کی' پس ان میں سے ہر ایک (حمل اور دودھ چھڑانے) کی مدت مکمل تیس ماہ ہے' جیسے دو قرضوں کی مدت بیان کی جائے' لیکن ان میں سے ایک (یعنی حمل) کی مدت اڑھائی سال سے چھ ماہ کم ہونے پر دلیل قائم ہے اور وہ حضرت عائشہ کی یہ حدیث ہے کہ حمل کی مدت دو سال سے صرف اتنی زیادہ ہے جتنی مدت میں چرخے کا سایا پھرتا ہے یعنی بہت کم۔ (سنن دار قطنی: ۳۸۱۳) تو دوسرے (یعنی دودھ چھڑانے) کی کل مدت اپنے ظاہر پر

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ

تو کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور

وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ

میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہے اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور تو میری اولاد

ذُرِّیَّتِیْ ۚۛ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ

میں بھی نیکی رکھ دے بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور بے شک میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں ○ ۱۷ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ

جن کے نیک کاموں کو ہم قبول فرماتے ہیں ۱۸ اور جن کی لغزشوں سے ہم درگزر کرتے ہیں (یہ) جنتی

فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیْ

لوگوں میں سے ہیں (یہ اللہ کا) سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا ○ اور جس نے

قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ

اپنے ماں باپ سے کہا: تم پر اُف ہے' تم مجھے اسی سے ڈراتے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا' حالانکہ مجھ سے پہلے

مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَ هُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

بہت صدیاں گزر چکی ہیں' اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیرے لیے ہلاکت ہو! ایمان لے آ' بے شک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

برحق ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں ○ ۱۹ یہ وہ لوگ ہیں

حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

جن پر اللہ کی حجت پوری ہو چکی ہے' (یہ) جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں جو ان سے پہلے

تمیں ماہ رہے گی اور اس لیے بھی کہ غذا کا متغیر ہونا ضروری ہے' تا کہ بچہ کے جسم کی نشو و نما جو دودھ سے ہو رہی تھی' وہ غذا کی طرف منتقل ہو سکے اور اتنی مدت گزر جائے کہ بچہ کا جسم دوسری غذا کا عادی ہو سکے' اس لیے اس کی مدت کا اندازہ دو سال کے بعد کم از کم مدتِ حمل سے کیا گیا ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۳۵۰' ملخصاً وموضحاً)

ف ۱۷ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ' ان کی والدہ ام خیر اور ان کی اولاد (یعنی آپ کے بیٹے عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور پوتے محمد بن عبد الرحمٰن ابوعتیق) کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور ان کی دعا کے مقبول ہونے کے بیان میں ہے اور مہاجرین اور انصار میں کوئی صحابی ایسا نہیں تھا جو خود بھی اسلام لایا ہو' اس کے والدین بھی اسلام لائے ہوں اور اس کے بیٹے (پوتے) اور بیٹیاں اسلام لائے ہوں' ماسوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ (الکشاف ج ۴ ص ۳۰۶)

ف ۱۸ اس آیت میں فرمایا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے احسن کاموں کو ہم قبول کرتے ہیں اور ''احسن'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: زیادہ اچھے اور زیادہ نیک کام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے زیادہ اچھے اور زیادہ نیک کام قبول ہوتے ہیں اور جو کام فی نفسہٖ اچھے اور نیک ہوں وہ قبول نہیں ہوتے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ''احسن''، ''حَسن'' کے معنی میں ہوتا ہے یعنی ان کے اچھے اور نیک کام مقبول ہوتے ہیں' جیسا کہ مذکورِ ذیل آیت میں بھی ''احسن'' حسن کے معنی میں ہے: ''وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' (الزمر: ۵۵) اور اس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اس آیت میں بھی ''احسن'' کا لفظ ہے اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے: جو سب سے اچھے احکام تمہاری طرف نازل کیے گئے ہیں' حالانکہ اللہ کی طرف سے جو بھی احکام نازل کیے گئے ہیں وہ سب اچھے ہیں' لہٰذا اس آیت میں ''احسن'' کا معنی صحیح ہے

ف ۱۹ حسن بصری نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا: یہ آیت ایک کافر اور فاجر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور میدانِ محشر میں جمع کیے جانے کا منکر تھا' وہ اپنے مسلمان ماں باپ سے کہتا تھا: تم مجھے حشر سے ڈراتے ہو' حالانکہ مجھ سے پہلے کتنی صدیاں گزر چکی ہیں اور کتنے لوگ مر چکے ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں اٹھایا گیا اور اگر مجھ کو بھی موت کے بعد اٹھایا جائے گا' جیسا کہ تم کہتے ہو تو مجھ سے پہلے جو لوگ مر چکے ہیں ان کو بھی اٹھایا جائے گا اور اس کے ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: تیرے لیے ہلاکت اور بربادی ہو تو ایمان لے آ' تو اللہ کی وعید کی تصدیق کر اور یہ مان لے کہ تو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو ان کی قبروں سے نکالے گا' ان کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا تا کہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے' پھر وہ اللہ کا دشمن اپنے ماں باپ کی نصیحت کو رد کرتے ہوئے کہتا ہے: تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ مجھے مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا' یہ محض پہلے لوگوں کی کہی ہوئی جھوٹی اور من گھڑت باتیں ہیں' انہوں نے ان باتوں کو لکھ لیا تھا اور تم تک یہ باتیں پہنچ گئیں اور تم نے ان کی تصدیق کر دی۔ (جامع البیان: ۲۴۱۹۲)

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ⑱ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا

گزر چکے ہیں یہ لوگ بڑا نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے O اور ہر فریق کے لیے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں

وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ⑲ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ

اور ان کو ان کے اعمال کا پورا صلہ دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O ۲۰ اور جس دن کفار کو دوزخ میں جھونک دیا

كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ

جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی لذیذ چیزیں دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ

بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي

اٹھا چکے ہو پس آج تم کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ⑳ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ

تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے O ۲۱ اور (اے رسول مکرم!) عاد کے ہم قبیلہ (ہود) کو یاد کیجئے ۲۲ جب

اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

انہوں نے اپنی قوم کو احقاف (ریگستانی بستی) ۲۳ میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ان سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے پیغمبر

مِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آنے والے تھے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب

عَظِيْمٍ ㉑ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ

کا خطرہ ہے O انہوں نے کہا: کیا آپ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں ۲۴ سو آپ وہ عذاب

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉒ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ

لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں O ہود نے کہا: اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے میں تمہیں

ع ۱۰/۲

ف ۲۰ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا ذکر کیا جو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے مختلف درجات ہیں' سو جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ جس درجہ کی نیکی کرے گا' اس کو اسی مرتبہ اور اسی درجہ کا آخرت میں اجر و ثواب حاصل ہوگا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے پہلے دو آیتوں میں دو شخصوں کا ذکر فرمایا ہے' ایک مؤمن ہے جو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے اور ایک کافر ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہے اور دونوں کو آخرت میں اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی ف ۲۱ اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے کہا ہے کہ نیک لوگ دنیا میں تقشف اور زہد کو اختیار کرتے ہیں تاکہ ان کا آخرت میں ثواب زیادہ کامل ہو' لیکن اس آیت میں مؤمنوں کے لیے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت نہیں ہے' کیونکہ یہ آیت کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر کافروں کی مذمت کی ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے تھے اور نہ اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے' رہا مؤمن تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے' لہٰذا وہ اس زجر و توبیخ اور مذمت میں داخل نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ '' (الاعراف: ۳۲) آپ کہیے کہ جس زینت کو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے اور پاکیزہ رزق کو' اس کو کس نے حرام کیا ہے؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زیب و زینت کی چیزوں اور پاکیزہ رزق اور لذیذ چیزوں کو استعمال کرنے اور انہیں کھانے اور پینے کی ترغیب دی ہے' البتہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آرام اور آسائش اور مرغوبات نفس سے احتراز کرنا افضل اور اولیٰ ہے کیونکہ انسان جب عیش و عشرت کا عادی ہو جاتا ہے تو اس پر ان چیزوں کا چھوڑنا دشوار ہو جاتا ہے اور اگر اس پر سختی اور تنگ دستی کے ایام آ جائیں تو وہ ناشکری کے کلمات کہنے کے خطرہ میں ہوتا ہے اور عیش و عشرت میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اس خطرہ میں بھی ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت اور عبادت سے غافل ہو جائے ف ۲۲ اس سے مراد ہے: قوم عاد کے نسبی بھائی' اس سے دینی بھائی مراد نہیں ہے اور وہ حضرت ھود علیہ السلام ہیں' ان کا پورا نام ہے: ھود بن عبداللہ بن رباح بن الخلود بن عاد' اور قوم عاد' عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد ہیں ف ۲۳ ''الاحقاف'' قوم عاد کی ریگستانی بستیوں کا نام ہے۔ ''الاحقاف''، ''حقف'' کی جمع ہے' ریت کا بلند اور ٹیڑھا ٹیلہ جو بلندی میں پہاڑ کی مثل معلوم ہوتا ہو' یہ جگہ عمان اور عدن کے درمیان سمندر کا ساحل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ یمن میں حضر موت کے پاس ایک وادی ہے ف ۲۴ اس آیت میں ایک لفظ ہے: ''لتافکنا'' اس کا مادہ ''افلك'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو کسی چیز سے پھیرنا یا کسی پر تہمت لگانا' کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ ہم کو ہمارے بتوں کی عبادت سے پھیرنا اور باز رکھنا چاہتے ہیں یا ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ ہم پر یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ ہمارا ان بتوں کی عبادت کرنا باطل اور بے فائدہ ہے اور ہم پر کفر اور شرک کی تہمت لگا رہے ہیں۔

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا

وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ۲۵ لیکن میں تمہارے متعلق گمان کرتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو O ۲۶ پھر جب انہوں

مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا

نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' (نہیں) بلکہ یہ وہ

اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ

عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا' یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے O یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

برباد کر دے گی' پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا' ۲۷ ہم مجرموں کو اسی طرح

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا

سزا دیتے ہیں O اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر اقتدار عطا کیا تھا جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی

لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ

ہے اور ہم نے ان کے کان' آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان

اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ

کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آسکے کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا

اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا

انکار کرتے تھے اور اس عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے O ۲۸ اور بے شک ہم نے تمہارے

حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا

اردگرد کی بستیاں ہلاک کر دیں اور ہم نے مختلف نوع کی نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کریں O ۲۹ پس اللہ کا

ف۲۵ جب حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا: آپ جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہیں وہ عذاب لے آئیں تو حضرت ھود علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ عذاب کس وقت آئے گا' اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے' میں تم کو صرف وہی بات بتاتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی نہیں کی کہ تم پر یہ عذاب کس وقت آئے گا ف۲۶ حضرت ھود علیہ السلام کے اس قول کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) تم اس لیے جاہل ہو کہ تم کو یہ معلوم نہیں کہ رسول' اللہ سبحانہ سے صرف اس چیز کا سوال کرتے ہیں جس چیز کا سوال کرنے کی انہیں اجازت ہوتی ہے' ان کو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانے کے لیے بھیجا جاتا ہے (۲) تم اس لیے جاہل ہو کہ تم اپنے کفر اور جہل پر اصرار کرتے ہو اور میرا ظن غالب یہ ہے کہ تمہاری جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تم پر عذاب آنے کا وقت آ چکا ہے (۳) اور یہ بھی تمہاری جہالت ہے کہ تم عذاب کے مطالبہ پر اصرار کر رہے ہو' ہر چند کہ تم پر میری رسالت کا صدق ظاہر نہیں ہوا لیکن تم پر میرے دعویٰ رسالت کا کذب بھی تو ظاہر نہیں ہوا' تو تمہارے نزدیک بھی یہ ممکن تو ہے کہ میں صادق ہوں اور میری پیش گوئی کا پورا ہونا بھی ممکن ہے اور میری خبر کے مطابق تم پر عذاب کا آنا بھی ممکن ہے تو پھر تم اپنے آپ کو نزولِ عذاب کے خطرے میں کیوں ڈال رہے ہو' یہ تمہاری جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ف۲۷ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ بہت دنوں سے قوم عاد پر بارش نہیں ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سیاہ بادل بھیجا' وہ ان کی وادی کی طرف سے آنے لگا' وہ اس بادل کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے: یہ بادل ہم پر برسنے کے لیے آیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام اپنی قوم میں بیٹھے ہوئے تھے' جب ایک گہرا بادل آیا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہم پر برسنے کے لیے آیا ہے' حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا: نہیں! بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا' پھر انہوں نے اس عذاب کی حقیقت بیان کی: یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ اس بادل کے عذاب ہونے کا انہیں اس وقت پتا چلا جب زور سے آندھی چلنا شروع ہوئی اور حضرت ھود علیہ السلام ان کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور آندھی کی شدت سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کے اونٹوں کے اوپر سے ان کے پالان گر گئے اور آندھی کے زور سے ان کے خیمے اور پالان ہوا میں ٹڈیوں کی طرح اُڑنے لگے اور اُڑ اُڑ کر ان پر برسنے لگے اور آندھی کی شدت سے وہ خود اور ان کے مویشی زمین اور آسمان کے درمیان پرندوں کی طرح اڑنے' پھر گرنے لگے' پھر وہ گھبرا کر اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور اپنے گھروں کے دروازے بند کر دیئے' آندھی کے زور نے ان کے دروازوں کو توڑ دیا اور ان کو اوندھا کر دیا' اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے ریت سے ان کو ڈھانپ دیا' وہ سات راتیں اور آٹھ دن اسی طرح آندھی کے زور تلے دفن رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے ان کے اوپر سے ریت کو ہٹا دیا اور ان کے مردہ اجسام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا ف۲۸ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے تھے اور ان کو کان اس لیے دیئے تھے کہ وہ اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغام کو سنیں اور ان کو آنکھیں اس لیے دی تھیں کہ وہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھیں اور ان نشانیوں سے صاحب نشان یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود' اس کی توحید اور اس کی قدرت پر استدلال کریں اور ان کو دل اس لیے دیا تھا کہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طلب پر استدلال کریں' لیکن انہوں نے اپنی تمام قوتوں کو دنیا کی رنگینیوں اور اس کی لذتوں اور عیش و عشرت کی طلب میں استعمال کیا اور ان کی یہ تمام قوتیں ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں کام نہ آسکیں اور جس عذاب کا وہ یہ کہہ کر مذاق اڑاتے تھے کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ جب وہ عذاب آیا تو اس نے ان کا پوری طرح احاطہ کر لیا ف۲۹ اردگرد کی بستیوں سے مراد ہے: یمن اور شام میں عاد اور ثمود کی بستیاں' جب کفار مکہ حجاز سے یمن اور شام کا سفر کرتے تھے تو ان کو ان کی تباہ شدہ بستیوں کے آثار نظر آتے تھے' اور عاد اور ثمود کی بستیوں کی ہلاکت کی خبریں ان تک صدیوں سے پہنچ رہی تھیں اور گویا کہ ان کو تواتر سے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہ لانے اور رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ان پر ہولناک عذاب آیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے مختلف نوع کی نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ

نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوا

تقرب حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ (معبود)

عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ

تو ان سے گم ہو گئے، وقف اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور بہتان تھا جس کو وہ تراشتے تھے O اور (اے رسول مکرم!) یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی

نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوۤا اَنْصِتُوا ۚ

ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو آپ سے بہ غور قرآن سنتے تھے پس جب وہ (نبی کے پاس) پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے)

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ﴿۲۹﴾ قَالُوا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا

کہنے لگے: چپ ہو جاؤ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف عذاب سے ڈراتے ہوئے واپس گئے O انہوں نے کہا: اے

سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے ۳۱

يَهْدِيۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيبُوا دَاعِيَ

اور حق کی طرف ہدایت دیتی ہے اور سیدھے راستہ کی طرف O ۳۲ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا پیغام

اللّٰهِ وَاٰمِنُوا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور درد ناک عذاب سے تمہیں

اَلِيمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ

پناہ میں رکھے گا O ۳۳ اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے پیغام کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر) اللہ کو

لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُونِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ

عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں O ۳۴ اور کیا

حق کی طرف رجوع کریں یعنی ان بستیوں میں رہنے والوں کے لیے ان کو ہلاک کرنے سے پہلے ہم نے طرح طرح کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ ایمان لے آئیں ف۳۰ اس آیت میں ''قربان'' کا لفظ ہے' ''قربان'' کا معنی ہے: ہر وہ مالی اور بدنی عبادت یا کسی جانور کا ذبیحہ جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے۔ مشرکین یہ کہتے تھے: ''هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ'' (یونس:۱۸) یہ بت اللہ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ نیز وہ کہتے تھے: ''مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى'' (الزمر:۳) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ (بت) ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ قیامت کے دن ان مشرکین کو اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لیے ان بتوں نے ان مشرکین کی مدد کیوں نہ کی' جن کی یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کے لیے قربانی پیش کیا کرتے تھے' بلکہ ان کے وہ خود ساختہ معبود ان کے سامنے سے غائب ہو گئے ف۳۱ اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا تھا: آپ اپنی قوم کو قوم عاد کا تذکرہ سنائیے تا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ جب قوم عاد نے نافرمانی اور سرکشی کی اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور اللہ کی توحید پر ایمان نہیں لائی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھیوں کا عذاب مسلط کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم کو وہ قصہ سنائیے جب ہم نے جنات کے ایک نفر (وفد یا جماعت) کو آپ کی طرف متوجہ کیا تا کہ وہ آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنیں اور وہ اپنے جہل پر متنبہ ہوں اور قرآن کریم سن کر اپنے کفر سے تائب ہوں' وہ پہلے اس چیز سے ناواقف تھے کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ سبحانہ کے رسول ہیں' اہل مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زبان اور آپ کی جنس سے انسان اور بشر تھے' اس کے برخلاف جنات نہ آپ کے ہم زبان تھے اور نہ آپ کی جنس سے بشر اور انسان تھے تو جب وہ قرآن کریم سن کر آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لے آئے تو اہل مکہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ آپ سے قرآن مجید سن کر اس پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کا اقرار کریں ف۳۲ اس آیت میں قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے: یہ کتاب حق کی طرف ہدایت دیتی ہے' اس سے مراد اصول اور عقائد ہیں اور فرمایا: اور سیدھے راستے کی طرف' اس سے مراد فروع اور احکامِ شرعیہ عملیہ ہیں ف۳۳ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلّف ہیں اور کفر کی وجہ سے وہ بھی دائمی عذاب کے مستحق ہوتے ہیں' اس آیت میں صرف یہ بتایا ہے کہ وہ کفر کی وجہ سے دائمی عذاب کے مستحق ہیں اور یہ بتایا ہے کہ ایمان لانے سے ان کو دائمی عذاب سے نجات مل جائے گی ف۳۴ اس آیت کے مضمون پر حسب ذیل حدیث دلالت کرتی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے' آپ کے پاس چند فرشتے آئے' انہوں نے آپس میں کہا: تمہارے پاس اس پیغمبر کی ایک مثال ہے' تم وہ مثال بیان کرو' بعض نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں' بعض دوسرے فرشتوں نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ان کا دل بیدار ہے' پھر انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں ایک عام دعوت کی اور ایک دعوت دینے والے کو بھیج دیا' پس جس نے اس دعوت کو قبول کیا وہ اس گھر میں داخل ہوگا اور ان کے ساتھ اس دعوت سے کھائے گا اور جس نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا اور اس دعوت سے نہیں کھائے گا' پھر انہوں نے کہا: اس مثال کی وضاحت کرو تا کہ یہ اس کو سمجھیں' بعض فرشتوں نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا: ان کی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ان کا دل بیدار ہے' پس انہوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور دعوت دینے والے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پس جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی' اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان تفریق کر دی یعنی مسلمان اور کافر کو الگ الگ کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۷۲۸۱)

يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

انہوں نے یہ نہ جانا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ان کو پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں

بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر (بھی) قادر ہے کیوں نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے O ۳۵

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ

اور جس دن کافروں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' (ان سے کہا جائے گا:) کیا یہ برحق نہیں ہے؟

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! (اللہ) فرمائے گا: پس تم اس عذاب کو چکھو جس کا تم کفر کرتے تھے O ۳۶

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ

سو (اے رسول!) آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا ۳۷ اور ان کے لیے (طلب عذاب کی) جلدی نہ کریں'

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ

جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے (اس وقت وہ گمان کریں گے) کہ وہ دنیا میں صرف دن کی

بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

ایک گھڑی رہے تھے ۳۸ (یہ قرآن کا) پیغام ہے' لہٰذا صرف نافرمان لوگوں کو ہی ہلاک کیا جائے گا O ۳۹

(۴۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۹۵) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳۸ | رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۂ محمد مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اڑتیس آیتیں چار رکوع ہیں

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

جن کافروں نے (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا O ۱

و۳۵ قرآن مجید کے تین اہم مقاصد ہیں: توحید' رسالت اور حشر یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو زندہ کرنا' اس سے پہلی آیات میں توحید کو ثابت فرمایا تھا اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا بہت مشکل' دشوار اور عظیم کام ہے اور جو زیادہ مشکل اور زیادہ دشوار کام پر قادر ہو وہ اس سے کم مشکل اور کم دشوار کام پر بہ طریق اولیٰ قادر ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس جملہ پر ختم کیا: کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے' یعنی ہر ممکن پر قادر ہے' اور انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے' سو اللہ تعالیٰ مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے و۳۶ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ دنیا میں کفار اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کا جو مذاق اڑاتے تھے' اس پر ان کو زجر و توبیخ کی جائے' کفار کہتے تھے: ''وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ O'' (الصّٰفّٰت: ۵۹) ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا O سو ان سے کہا جائے گا: اب بتاؤ! یہ عذاب ہے یا نہیں؟ و۳۷ ''عــزم'' کا معنی ہے: جس کام کو کرنے کا تمہارے دل نے پختہ ارادہ کر لیا اور تم نے اس کام کو کرنے کی اپنے دل میں گرہ باندھ لی۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے ابتدائی حصہ میں' حضرت عمر سے پوچھا: تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے حزم (احتیاط) پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے عزم پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۳۴) رسول اللہ ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ حضرت ابوبکر نے یہ احتیاط کی کہ کہیں ان کی آنکھ نہ کھلے' اس لیے انہوں نے وتر پہلے پڑھے اور حضرت عمر کو تہجد پڑھنے کی اپنی قوت پر اعتماد تھا' اس لیے انہوں نے وتر کو مؤخر کیا اور بغیر احتیاط کے ''عزم'' میں خیر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ'' (محمد: ۲۱) زجاج نے کہا: اس کا معنی ہے: جب امر مؤکد ہو جائے اور قتال لازم ہو جائے' حدیث میں ہے: ''خَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا'' (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۲۵) یعنی جس چیز پر تمہاری رائے پختہ اور مؤکد ہو جائے اور تم اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو اور عزم کا معنی صبر کی طاقت ہے اور اولی العزم رسولوں کا معنی ہے: جن رسولوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور سیدنا حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۳۹) اور بعض آثار کے مطابق تمام رسول اولی العزم ہیں و۳۸ یعنی قیامت کے ہولناک امور کو جب وہ دیکھیں گے تو ان کو دنیا میں اپنا قیام دن کی صرف ایک گھڑی معلوم ہو گا و۳۹ یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے خود کو اللہ سبحانہ کی اطاعت سے باہر رکھا ہوا ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۂ محمد (ﷺ): و۱ یعنی کفار نبی ﷺ کو نقصان پہنچانے اور آپ کو قتل کرنے کی جو سازشیں کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں کو خود ان کے اوپر الٹ دیا' یہ تمام سازشی کفار غزوۂ بدر میں مارے گئے اور قید کیے گئے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ۲ پر نازل کی گئی ہے

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ

اور وہی ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے اللہ نے ان کے گناہوں کو مٹا دیا اور ان کے حال کی اصلاح کر دی ○ اس کی وجہ

بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا

یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور ایمان والوں نے اس کی پیروی کی جو ان کے رب

الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳ فَاِذَا لَقِيْتُمُ

کی طرف سے حق ہے اسی طرح اللہ لوگوں کو ان کے احوال بیان فرماتا ہے ○ ۳ سو جب تمہارا کفار

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے گرفتار کر لو

الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫

(پھر تم کو اختیار ہے) خواہ تم ان پر احسان کر کے ان کو (بلا معاوضہ) چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ جنگ اپنے

ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ

ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے ۴ اور اگر اللہ چاہتا تو (از خود) ان سے انتقام لیتا (لیکن وہ یہ چاہتا ہے) کہ وہ تم میں سے ایک فریق کو دوسرے

بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴

فریق کے ذریعہ آزمائے ۵ اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا ○

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶

عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا ○ ۶ اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا جس کی ان کو پہچان کرا دی ہے ○ ۷

ف ۲ ''محمد'' حمد سے ماخوذ ہے اور مُفَعَّل کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حمد کیا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اسم کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور کی نہیں کی اور آپ کو وہ محامد عطا کیے ہیں جو کسی اور کو عطا نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو وہ چیزیں الہام کرے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کرے گا' جس شخص میں خصال محمودہ کامل ہوں' اس کو محمد کہا جاتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ باب' تکثیر کے لیے ہے یعنی جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے وہ محمد ہے۔(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۹۳) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احمد تھے اور اس کے بعد محمد ہوئے' کیونکہ پہلی کتابوں میں آپ کا نام احمد تھا اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے اور آپ نے لوگوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' اسی طرح آپ آخرت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اس کے بعد شفاعت کریں گے اور آپ سے سن کر لوگ اللہ کی حمد کریں گے' آپ سورۃ الحمد' لواء الحمد (حمد کے جھنڈے) اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں' کھانے' پینے' دعا اور سفر سے واپسی کے بعد آپ کے لیے حمد مشروع کی گئی ہے' آپ کی امت کا نام حامدین رکھا گیا ہے اور آپ کے لیے حمد کے تمام معانی اور اقسام جمع کیے گئے ہیں۔(فتح الباری ج ۶ ص ۵۵۵)

مع ۱۴

حمد کسی حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور آپ علی الاطلاق محمد ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علی الاطلاق حسن اور کمال ہیں' اگر آپ میں کسی وجہ یا کسی اعتبار سے کوئی نقص اور عیب ہوتا تو آپ علی الاطلاق محمد نہ ہوتے کیونکہ نقص اور عیب کی مذمت ہوتی ہے' حمد نہیں ہوتی اور آپ کو کسی زید یا بکر نے محمد نہیں کہا' آپ کو اللہ تعالیٰ نے محمد کہا ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی نقص یا عیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو مطلقاً محمد کہنا صحیح نہیں ہوگا' اللہ تعالیٰ کا کلام غلط ہو سکتا ہے نہ آپ میں کوئی نقص اور عیب ہو سکتا ہے' یہ بات مشرکین عرب کو بھی معلوم تھی' وہ آپ میں عیب نکالتے' پھر آپ کو محمد کہتے' انہیں خیال آیا کہ محمد کہہ دینے سے تو آپ سے ہر عیب کی نفی ہو جاتی ہے' اس لیے وہ آپ کو مذمم (مذمت کیا ہوا) کہنے لگے کہ مذمم میں یہ عیب ہے اور مذمم میں ایسا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: وہ مجھ میں عیب نہیں نکالتے کسی مذمم میں عیب نکالتے ہیں' میں مذمم نہیں' محمد ہوں ف ۳ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کو گمراہی پر برقرار رکھنا اور مؤمنوں کو ہدایت سے نوازنا' اس لیے ہے کہ کافروں نے باطل کی اتباع کی اور مؤمنوں نے حق کی اتباع کی' باطل سے مراد شرک ہے اور حق سے مراد توحید' یا باطل سے مراد شیاطین اور کفار کے آباء واجداد ہیں اور حق سے مراد انبیاء اور رسل ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان کی ہے' اسی طرح اللہ سبحانہٗ نیکیوں اور برائیوں اور مؤمنوں اور کافروں کی مثالیں بیان فرماتا ہے ف ۴ ائمہ ثلاثہ' امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس آیت کے مطابق قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور مال کے بدلا میں یا جنگی قیدیوں سے تبادلہ میں ہر طرح چھوڑ دینا جائز ہے۔ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ آیت ''فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ'' (التوبہ:۵) مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو' سے منسوخ ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی جنگی قیدیوں کو قیدیوں سے تبادلہ میں یا بلا معاوضہ چھوڑ دینا جائز ہے۔(ردالمحتار ج ۶ ص ۱۵۱) اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے' اس طرح یہ مسئلہ اتفاقی ہے ف ۵ اس کا ایک محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بغیر جنگ کے ہلاک کر دیتا اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کا ایک لشکر بھیج کر ان کو ہلاک کر دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ تم کو آزمائے اور تم میں اطاعت گزاروں کو ظاہر کرے کہ کون جنگ کی مصیبتوں پر صبر کر کے اجر و ثواب کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کے لیے میدانِ جہاد میں شرکت کرتا ہے اور کون جنگ کی ہولناکیوں اور مصائب سے گھبرا کر جہاد میں شرکت سے گریز کرتا ہے ف ۶ اس سورت کی آیت: ۴ میں فرمایا تھا: جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا' اور اس آیت میں ان ہی کی فضیلت میں فرمایا گیا ہے: (اللہ) عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہدایت کی ضرورت تو دنیا میں ہوتی ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو چکا ہے وہ ہدایت یافتہ تھا' تب ہی تو اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا (بقیہ صفحہ ۹۸۷ پر)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے ٨ تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا○ ٩

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا

اور کافروں کے لیے ہلاکت ہو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہے○ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس

مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

چیز کو ناپسند کیا جس کو اللہ نے نازل کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا○ ١٠ کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی اور کافروں کے لیے

اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ

ایسی بہت مثالیں ہیں○ ١١ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا

لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کوئی مددگار نہیں ہے○ ١٢ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے بے شک اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ

فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور

يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے○ ١٣ اور کتنی ہی بستیاں آپ کی اس بستی سے

هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ

زیادہ قوت والی تھیں جس (کے باشندوں) نے آپ کو وہاں سے نکالا' تو جب ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تو ان کا

ف٨ اللہ تعالیٰ کی مدد کے حسب ذیل طریقے ہیں: (١) اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت میں سعی اور جد و جہد کی جائے اور اسلام کو پھیلانے کی کوشش کی جائے' انسان خود اللہ کے احکام پر عمل کرے اور اس کے خاندان اور اس کی ملازمت اور کاروبار میں جو لوگ اس کے ماتحت ہوں' ان سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرائے (٢) اللہ کے نیک بندوں' علماء دین' مبلغین اور اولیاء اللہ کی مدد کرے اور ان کے نیک مقاصد کی تکمیل میں ان کے ساتھ تعاون کرے ف٩ یعنی جب مؤمن اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دے گا' اس کو اس مہم میں ثابت قدم رکھے گا' اس کو ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے گا ف١٠ یعنی کافروں کو ہلاک اور نامراد کرنا اور ان کے اعمال کو ضائع کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں اور شریعتیں نازل کی تھیں' وہ ان کو ناپسند کرتے تھے اور برا جانتے تھے' تو انہوں نے اپنی دانست میں جو بھی نیک کام کیے تھے مثلاً وہ لوگوں کو خیرات دیتے تھے' مہمان نوازی کرتے تھے اور حرم کی تعمیر کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے ان تمام کاموں کو ضائع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا ف١١ یعنی جس طرح اہل مکہ (سیدنا) محمد ﷺ اور قرآن کریم کا کفر کر رہے ہیں اور اسلام کا انکار کر رہے ہیں' اسی طرح سابقہ امتوں میں بھی کفار تھے' جن پر انواع و اقسام کے عذاب آئے تھے' بعض پر زلزلے آئے' بعض پر سخت تند و تیز آندھیاں آئیں' بعض پر آگ برسی' بعض پر پتھر برسے اور بعض پر طوفان آیا۔ ان سابقہ امتوں پر آسمانی عذاب آئے تھے اور آپ کے زمانے میں جو کفار تھے آپ کی رحمت کے سبب ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا' لیکن زمین میں ان پر ذلت اور رسوائی کا عذاب آیا' انہوں نے آپ کے ساتھ جو جنگیں لڑیں' ان میں ان کو قتل کیا گیا اور وہ قید کیے گئے ف١٢ قتادہ نے کہا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب سیدنا محمد ﷺ احد کی کسی گھاٹی میں تھے' اس وقت کفار نے چیخ کر کہا: یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے' ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے' یعنی اللہ کی طرف سے ان کے لیے کوئی مدد نہیں آئے گی ف١٣ اس آیت میں فرمایا ہے کہ کافر دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مؤمن بھی تو دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں' یعنی جس طرح جانوروں کا مطمح نظر کھانے سے صرف کھانے کی لذت حاصل کرنا' پیٹ بھرنا اور اپنی نسل بڑھانا ہوتا ہے' اسی طرح کافروں کا بھی کھانے سے مقصود لذت اندوزی اور افزائش نسل ہے' اس کے برخلاف مؤمن کا کھانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ اتنی توانائی حاصل کر سکے جس سے وہ اللہ کی عبادت اور اطاعت کر سکے' نیز جس طرح جانور اپنے طعام کے حصول میں جائز اور ناجائز ذرائع' حلال اور حرام' پاک اور ناپاک چیزوں کا فرق نہیں کرتے' اسی طرح کفار بھی اپنے طعام اور مشروب میں ان اُمور کا لحاظ نہیں کرتے' اس کے برخلاف مؤمن حلال اور پاک چیز کھاتا ہے اور ان چیزوں کو بھی اس طرح کھاتا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کھاتے تھے' اسی طرح دنیا کی باقی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا معاملہ ہے' مؤمن دنیا کی جس چیز سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے' اس کے پیش نظر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور آخرت ہوتی ہے اور کافر دنیا کی جس چیز سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے' اس کے سامنے محض اپنے نفس کی اطاعت اور دنیا ہوتی ہے' سو دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں مؤمن اور کافر کی نیت اور عمل میں بہت فرق ہے۔

لَهُمْ ﴿١٣﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

کوئی مددگار نہ تھا○ ف۱۴ تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر قائم ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے بُرے عمل کو اس کے لیے

وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ

مزین کر دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی○ جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ

مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

اس میں ایسے دریا ہیں جن کا پانی متغیر نہیں ہوتا اور اس میں ایسے دودھ کے دریا ہیں جن کا ذائقہ متغیر نہیں ہوتا اور اس میں ایسی شراب

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا

کے دریا ہیں جو پینے والوں کے لیے خوش ذائقہ ہے اور اس میں صاف ستھرے شہد کے دریا ہیں ف۱۵ اور اس میں ہر قسم

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ

کے پھل ہیں ف۱٦ اور ان کے رب کی مغفرت ہے کیا یہ (متقین) ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ

اور جن کو ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا○ ف۱۷ اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو غور سے

حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟

آپ کی بات سنتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا کہا تھا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِيْنَ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی ہے○ اور جو لوگ ہدایت یافتہ

اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا ف۱۸ اور ان کو ان کا تقویٰ عطا فرما دیا○ یہ لوگ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت

ف۱۴ سورۂ محمد: ۱۰ میں فرمایا تھا: کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا' اللہ نے ان پر ہلاکت مسلط کر دی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی آپ کی تسلی کے لیے فرمایا ہے کہ کافروں اور مشرکوں نے اگر آپ کو آپ کے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو آپ صبر کریں' جس طرح سابقہ امتوں کے رسولوں نے کافروں کے مظالم پر صبر کیا تھا' ہم نے ان کی بستیوں سے زیادہ قوت والی بستیوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اگر یہ لوگ بھی آپ پر ایمان نہ لائے تو یہ ہلاکت کے خطرہ میں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل کر غار کی طرف گئے تو آپ نے مکہ کی طرف مڑ کر فرمایا: تو اللہ کے نزدیک سب سے محبوب شہر ہے اور میرے نزدیک بھی تو سب سے محبوب شہر ہے اور اگر تجھ میں رہنے والے مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔ (الکشف والبیان للثعلبی ج۹ ص ۳۲) ف۱۵ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اب اس جنت کی صفت بیان فرما رہا ہے جس کا متقین سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس جنت کی صفت یہ بیان فرمائی کہ اس کے پانی کی بو متغیر نہیں ہوگی' جیسے دنیا کا پانی پڑے پڑے بدبودار ہو جاتا ہے' جنت کا پانی اس طرح نہیں ہوگا اور جنت کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جنت میں دودھ کے دریا ہوں گے اور اس کے دودھ کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا جیسے دنیا کے دودھ کا ذائقہ تبدیل ہو کر ترش ہو جاتا ہے اور جنت کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اس میں صاف ستھرے نتھرے ہوئے شہد کے دریا ہوں گے' یعنی اس شہد میں موم کے ذرّات ہوں گے نہ موم کے اثرات ہوں گے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں: حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک پانی کا دریا ہے' ایک شہد کا دریا ہے' ایک دودھ کا دریا ہے' پھر اس سے اور دریا نکلتے ہیں۔ (سنن الترمذی: ۲۵۷۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان اور جیحان' اور فرات اور نیل جنت کے دریاؤں میں سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۹) امام نووی نے کہا ہے کہ سیحان اور جیحان' یہ ارمن کے شہروں میں ہیں اور یہ بہت بڑے دریا ہیں' اور نیل مصر میں ہے اور فرات عراق میں اور ان دریاؤں کے جنت میں ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کی اصل جنت میں ہے ف۱٦ اس سے پہلے مشروبات یعنی پینے کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اب ماکولات یعنی کھانے کی چیزوں کا ذکر فرمایا اور چونکہ جنت میں کسی کو بھوک اور پیاس نہیں لگے گی' سب جنتی محض لذت کے لیے کھائیں گے' اس لیے کھانے کی چیزوں میں روٹی اور سالن کا ذکر نہیں فرمایا' کیونکہ پھلوں کو بھوک ختم کرنے کے بعد لذت کے لیے کھایا جاتا ہے ف۱۷ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کفار آخرت میں مؤمنین کے ہر حال کے مخالف ہوں گے' مؤمنین جنت کے باغات' محلات اور عیش و آرام میں ہوں گے اور کفار دوزخ کی آگ میں جل رہے ہوں گے' مؤمنین کے پینے کے لیے طرح طرح کے انواع و اقسام کے لذیذ مشروبات ہوں گے اور کفار کے لیے ایسا کھولتا ہوا پانی ہوگا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ف۱۸ اس آیت میں ہدایت دینے کے متعلق حسب ذیل محامل ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے ان میں زیادہ ہدایت کو پیدا کر دیا (۲) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو ہدایت پیدا کی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدایت کو جاری اور نافذ کر دیا (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تلاوت کی سماعت نے ان کی ہدایت کو مزید مستحکم کر دیا۔

السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ

اچانک آ جائے سو بے شک اس کی نشانیاں آ چکی ہیں ۱۹ پس جب وہ (قیامت) ان کے پاس آ چکے گی تو ان کو نصیحت قبول کرنے کا

ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

موقع کہاں میسر ہوگا○ پس آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں پر

وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

استغفار کیجئے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے ۲۰ اور اللہ تم سب لوگوں کی آمد و رفت اور آرام کی جگہ کو خوب جانتا ہے○

اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا

اور ایمان والے کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی سو جب کوئی واضح سورت نازل کر دی جاتی ہے اور اس میں

الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ

جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اے رسول مکرم!) آپ دیکھیں گے جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے

الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۗ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس کے دل پر موت کی غشی طاری ہو پس ان کی ہلاکت بہت قریب ہے○ ۲۱ اللہ کی اطاعت کرنا اور نیک بات

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

کہنا (زیادہ بہتر ہے) پس جب جہاد کا قطعی حکم آ گیا تو اگر وہ اللہ کے ساتھ سچے رہتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھا○ تم سے یہ بعید

اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ

نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے○ ۲۲ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا○ تو کیا یہ لوگ قرآن میں

ف۱۹ ضحاک اور حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں' پس آپ کو دنیا میں مبعوث فرمانا قیامت کی علامتوں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے' حدیث صحیح میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۵۰۴) ف۲۰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے اپنی ایک کتاب میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے۔ (احسن الوعا ص ۲۶' مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز' کراچی) اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی آپ کی طرف گناہ کی نسبت کی ہے حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں' خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو خطاء اجتہادی سے بھی معصوم ہیں' پھر آپ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے کا محمل کیا ہے؟ علماء کرام نے اس آیت کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں: علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت کے دو جواب ہو سکتے ہیں: (۱) اگر بالفرض آپ سے گناہ صادر ہو جائے تو آپ اللہ سے استغفار کریں (۲) آپ اللہ سے استغفار کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۶ ص ۲۲۱) امام رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) اس آیت میں خطاب آپ کے ساتھ ہے اور مراد مؤمنین ہیں اور یہ جواب بعید ہے کیونکہ مؤمنین اور مؤمنات کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے اور بعض لوگوں نے کہا: "لذنبك" سے مراد ہے: آپ اپنے اہل بیت کے لیے استغفار کیجئے اور عام مؤمنین اور مؤمنات کے لیے استغفار کیجئے جو آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں (۲) اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی استغفار کا حکم دینا مراد ہے اور ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ کے مرتبہ کی بلندی کے اعتبار سے ذنب ہے اور ذنب کی حقیقت سے آپ بری ہیں اور بہت دور ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۲) علامہ آلوسی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: (۱) اس آیت میں استغفار کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد ہے: تواضع' انکسار اور تقصیر کا اعتراف (یعنی بندہ میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کی نعمتوں کا کماحقہٗ شکر ادا کر سکے' سو اس تقصیر کا اعتراف مراد ہے) اور یہ معانی استغفار کرنے کو لازم ہے (۲) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ذنب سے مراد ہے: ترکِ اولیٰ اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کام ایک شخص کے اعتبار سے نیکی ہو اور دوسرے کے اعتبار سے گناہ ہو' جیسا کہ کہا گیا ہے: "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ" (روح المعانی ج ۲۶ ص ۸۴) اس آیت کی تقریباً یہی توجیہات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے "فتاویٰ رضویہ" ج ۹ ص ۶۶۔۸۷' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی' میں نقل کی ہیں ف۲۱ جو مؤمنین اصحاب الاخلاص ہیں' وہ وحی کے شوق میں اور جہاد اور اس کے ثواب کی حرص میں یہ کہتے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی' ان کی خواہش ہوتی تھی کہ کوئی ایسی سورت نازل ہو' جس میں کفار کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم دیا جائے اور جب کوئی سورت محکمہ نازل ہوتی جو بالکل واضح ہوتی اور جس کی کوئی آیت منسوخ نہ ہوتی اور اس میں کفار کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم دیا جاتا تو اے رسول مکرم! آپ دیکھیں گے جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے' وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھیں گے جسے موت کا یا پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا گیا ہو اور اس حکم کے صدمہ سے اس پر بے ہوشی طاری ہو جائے' سو ایسے لوگوں کی ہلاکت بہت قریب ہے یا ایسے لوگوں کے لیے عذاب بہت مناسب ہے ف۲۲ اس آیت میں منافقین کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ ہے' جب ان کو مشرکین کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اپنے جہاد میں نہ شریک ہونے کے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ ہم مشرکین کے خلاف کیسے قتال کریں کیونکہ ایک تو انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے' دوسرا یہ کہ مشرکین عرب ہمارے رشتہ دار ہیں اور ہمارے قبیلوں کے ہیں' سو ان سے قتال کرنا رحم کے رشتوں کو منقطع کرنا ہے اور قطع رحم کرنا اور رشتوں کو منقطع کرنا اچھا کام نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو یہ فرما کر ردّ کر دیا کہ اگر تم کو زمین میں حکمران بنا دیا جائے تو تم اپنی مرضی سے زمین میں فساد پھیلاؤ گے جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام کرے گا تو تم فوراً اس کو قتل کر دو گے اور وہ تمہارے رشتہ دار اور تمہارے قبیلہ ہی کے افراد ہوں گے تو تم قتل کر کے زمین میں فساد ہی کرد

الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ

تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں○ بے شک جو لوگ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد (اسلام سے)

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

پیٹھ موڑ کر پیچھے لوٹ گئے ۲۳ شیطان نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو طویل زندگی کی امید دلائی○ ۲۴

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ

اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کے نازل کردہ کلام کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض کاموں میں

الْاَمْرِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ

تمہاری موافقت کریں گے اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے○ ۲۵ پس اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح

وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا

قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی سرینوں پر ماریں گے○ ۲۶ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ

رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ع اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

ناراض ہوتا ہے اور اللہ کی رضا کو انہوں نے ناپسند کیا' سو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا○ ۲۷ کیا جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی)

اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

بیماری ہے انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ ان کے دلوں کے کینہ کو ظاہر نہیں فرمائے گا○ ۲۸ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور یہ سب لوگ

بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

(منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ ضرور ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے' اور آپ ضرور ان کو ان کے طرزِ گفتگو سے پہچان لیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

گے ۲۹ اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب جانتا ہے○ اور ہم ضرور تم کو امتحان میں ڈالیں گے حتیٰ کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو ظاہر کر

گے اور رشتوں کو منقطع کرو گے' اللہ کے حکم سے جہاد کرنے کو تو تم زمین میں فساد پھیلانا کہتے ہو اور اپنی خواہش سے زمین میں فساد پھیلاتے رہو گے اور کیا تم زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور نہیں کرتے تھے' کیا تمہارا یہ فعل زمین میں فساد کرنا اور رشتوں کو منقطع کرنا نہیں تھا! ۲۳ اس آیت میں ان اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے' جو ''تورات'' کے مطالعہ سے جان چکے تھے کہ آپ ہی آخری نبی ہیں' کیونکہ ''تورات'' میں آپ کی صفات بیان کی گئی تھیں اور آپ کے مبعوث ہونے کا ذکر تھا' اس کے باوجود انہوں نے تعصب کی وجہ سے یا دنیوی نذرانوں کے فوت ہو جانے کے خدشہ سے آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا اور اسلام لانے سے اعراض کیا' اسی طرح اس آیت سے ہر اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کی حقانیت واضح ہونے کے باوجود اسلام قبول نہ کرے ۲۴ اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ابھی تمہاری زندگی بہت زیادہ ہے' تم جہاں تک ہو سکے اس دنیا کی لذتوں سے فیض یاب ہو' پھر عمر کے آخری حصہ میں اسلام قبول کر لینا' جیسے بعض نوجوان کہتے ہیں: ہم ابھی سے ڈاڑھی کیوں رکھیں' جب بوڑھے ہو جائیں گے تو ڈاڑھی رکھ لیں گے۔ بعض لوگ کالا خضاب لگا کر ڈاڑھی کالی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بوڑھے ہو جائیں گے تو کالا خضاب ترک کر کے مہندی لگا لیں گے' اسی طرح بعض

ع ۳ ۹ ۷

لوگ نمازوں کے سلسلہ میں یہی کہتے ہیں' اسی طرح بعض امیر لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے اور وہ آخر عمر تک حج کو ٹالتے رہتے ہیں ۲۵ اس آیت میں ان یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے مشرکین سے یہ کہا تھا کہ ہم بعض باتوں میں تمہاری موافقت کرتے ہیں' یہ کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول نہیں ہیں اور یہ کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے' لیکن ہم اس میں تمہاری موافقت نہیں کرتے کہ اللہ کے ساتھ بتوں کی بھی عبادت کرنی چاہیے اور اس میں کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے اور اس میں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت کے لیے رسول نہیں بھیجتا اور نہ اس میں کہ موت کے بعد حشر و نشر' حساب و کتاب' جزا و سزا اور جنت اور دوزخ نہیں ہوگی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشرکین نے یہودیوں سے کہا ہو کہ ہم اس چیز میں تمہاری موافقت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہیں اور قرآن اللہ کا نازل کیا ہوا کلام نہیں ہے' لیکن ہم اس بات میں تمہاری موافقت نہیں کرتے کہ بت پرستی باطل ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی اور حساب و کتاب' جزا و سزا اور جنت اور دوزخ ہوگی ۲۶ منافقین قتال اور جہاد سے اس لیے گریز کر رہے ہیں کہ جہاد میں ہو سکتا ہے یہ زخمی ہو جائیں اور دنیا میں ضرب اور الم کا شکار ہوں' اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ دنیا میں ضرب اور الم سے تمہیں چھٹکارہ نہیں ہوگا کیونکہ موت کے وقت فرشتے آ کر تمہارے چہروں اور سینوں پر ضرب لگائیں گے' جہاد میں شرکت سے انکار کر کے تم عارضی طور پر اپنے آپ کو دنیا کی ضرب سے بچا رہے ہو اور موت کے وقت جب دنیا میں فرشتے تم پر ضرب لگائیں گے اس سے کیسے بچاؤ کرو گے اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ دردناک ہے ۲۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کی یہ سزا اس لیے ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناراض ہوا' یہ آیت اگر یہودیوں کے متعلق ہو تو اس کا معنی ہے کہ انہوں نے ''تورات'' میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کی نعت کو چھپایا اور اس سے اللہ ناراض ہوا اور اگر یہ آیت منافقین کے متعلق ہو تو اس کا معنی ہے: انہوں نے اپنے دل میں کفر چھپایا اور اس سے اللہ ناراض ہوا' اور اللہ کی رضا کو انہوں نے ناپسند کیا' یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کو' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا' یعنی جن اعمال کو یہ اپنے زعم میں نیک گمان کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ اعمال ان کی مغفرت اور ان کے ثواب کا سبب ہیں' جیسے بھوکوں کو کھانا کھلانا' غلام کو آزاد کرنا' مہمانوں کی تکریم کرنا' بیواؤں' یتیموں اور ناداروں کی کفالت کرنا' کیونکہ یہ اعمال اسی وقت مفید ہیں جب ایمان کے ساتھ یہ اعمال کیے جائیں ۲۸ اس آیت میں ''اضغان'' کا لفظ ہے' یہ ''ضغن'' کی جمع ہے' جو ناپسندیدہ بات چھپائی جائے اس کو ''ضغن'' کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا: ''ضغن'' اور ''ضغينة'' کا معنی ہے: کینہ۔ اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا منافقین یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر منافقین کے باطن کو منکشف نہیں فرمائے گا' نہیں نہیں! بلکہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو منکشف فرما دے گا اور تمام اہل فہم پر ان کا حال واضح ہو جائے گا (بقیہ صفحہ ۹۸۷ پر)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ

دیں گے اور تمہاری خبروں کو پرکھ لیں گے ٥ ۳۱ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور ہدایت واضح ہونے کے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾

بعد رسول کی مخالفت کی' وہ کبھی بھی اللہ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور عنقریب اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا ٥ ۳۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو ٥ ۳۳

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا' پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں

فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ

بخشے گا ٥ سو (اے مسلمانو!) تم ہمت نہ ہارو اور ان کو صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے ۳۳ اور وہ تمہارے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا ٥ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے ۳۴

وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾

اور اگر تم ایمان پر برقرار رہو اور متقی بن جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں فرمائے گا ٥

إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَا أَنْتُمْ

اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کرے' پس شدت سے طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے دلوں کے زنگ کو ظاہر کر دے گا ٥ ہاں!

هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَ

تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو' پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں اور

ف۳۱ یعنی ہر چند کہ ہمیں تمام کاموں کے انجام کا علم ہے' اس کے باوجود ہم تم پر حجت قائم کرنے کے لیے اور سب پر ظاہر کرنے کے لیے تم کو احکامِ شرعیہ کا مکلف کر کے آزمائیں گے' اور تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں گے جو ایک آزمانے والا دوسرے کے ساتھ کرتا ہے اور تم میں صبر کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو دوسروں سے الگ کر لیں گے اور اسی بناء پر جزا اور سزا کا معاملہ کریں گے اور تمہاری خبروں کو ظاہر کر دیں گے ف۳۱ اس آیت میں یہودیوں یا منافقوں کی طرف اشارہ ہے یعنی جن لوگوں پر دلائل اور معجزات سے آپ کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا' اس کے باوجود انہوں نے آپ کی مخالفت کی تو وہ اپنے کفر سے اللہ کو' کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور انہوں نے اپنے خیال میں جو نیک کام کیے تھے' ایمان نہ لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے تمام نیک کاموں کو ضائع فرما دے گا ف۳۲ اس آیت سے فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نفل نماز یا نفل روزہ شروع کر کے اس کو پورا کرنا لازم اور واجب ہے' کیونکہ اگر نفل نماز یا روزہ شروع کر کے اس کو پورا نہ کیا اور توڑ دیا تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے باطل کرنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے اگر اس نے نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس پر واجب ہے کہ اس کو قضاء کر کے دوبارہ پڑھے' نفل شروع کرنے میں تو اس کو اختیار تھا' لیکن شروع کرنے کے بعد اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کو پورا کرے یا نہ کرے اور اگر کسی وجہ سے اس کو پورا نہیں کیا تو پھر اس کو قضاء کرنا لازم ہے' امام شافعی کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ فرض نماز کے ثواب کو باطل نہ کرو' اور اگر فرض کو شروع کر کے باطل کر دیا تو اس فرض کو دوبارہ ادا کرو' اور نفل اس طرح نہیں ہے' کیونکہ وہ اس پر واجب نہیں ہے' ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''اعمال'' کا لفظ ہے اور ''اعمال'' کا لفظ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے اور فقہاء شافعیہ اس آیت کی فرائض کے ساتھ جو تخصیص کرتے ہیں' اس تخصیص پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے ف۳۳ چونکہ اس سے پہلی آیات میں یہ بتایا تھا کہ منافقین کفار کے خلاف جہاد کرنے کو زمین میں فساد پھیلانے اور رشتوں کو توڑنے سے تعبیر کرتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کرنے پر اُبھارا کہ تم منافقوں کی طرح موت سے ڈر کر جہاد نہ سے کترانا اور ہمت نہ ہارنا اور کفار کو صلح کی دعوت نہ دینا' اور اس وقت مسلمان کمزور تھے اور ان کے پاس جنگ کے مادی اسباب اور آلات بہت کم تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حوصلہ اور ہمت کو بڑھانے کے لیے فرمایا: اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو تم کو ہی غلبہ حاصل ہوگا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي'' (المجادلہ:۲۱) ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول غالب ہوں گے ف۳۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مزید ترغیب دی ہے کہ دنیا کا مال و متاع تمہیں جہاد کرنے سے کس طرح مانع ہو سکتا ہے' کیونکہ جہاد کرنے سے تمہارا مال خرچ نہیں ہوتا' کیونکہ زیادہ تر جہاد میں تمہیں فتح حاصل ہوتی ہے اور تمہیں مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے اور اگر مال خرچ بھی ہو جائے تو تمہارے نیک اعمال اور ان کا اجر و ثواب اللہ کے پاس محفوظ ہیں' اس لیے اگر بالفرض جہاد کرنے سے تمہارا مال خرچ ہو جائے یا کم ہو جائے تو تم اس کی پرواہ نہ کرو کیونکہ دنیا کا مال اور دنیا کی زندگی بہرحال لھو و لعب ہے' لھو و لعب میں یہ فرق ہے کہ لھو و لعب اس کام کو کہتے ہیں جس سے نہ تمہیں اب کوئی فائدہ ہو نہ مستقبل میں کوئی فائدہ متوقع ہو' پھر اگر اس کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان کے دوسرے ضروری کاموں میں یا اس کی عبادات میں غفلت اور حرج نہ ہو تو وہ لعب ہے اور اگر اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کے ضروری کام اور عبادات نہ ہو سکیں تو پھر وہ لہو ہے' اسی وجہ سے آلاتِ موسیقی کو ملاہی (لہو کے آلات) کہتے ہیں اور شطرنج اور کبوتر بازی کو لعب کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ٦٢)

مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ

جو بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے ۳۵ے اور اللہ غنی ہے اور تم (سب اس کے) محتاج ہو

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

اور اگر تم نے دین حق سے روگردانی کی تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے کر آئے گا' پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے ۳۶ے

اٰیَاتُہَا ۲۹ | ۴۸ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۱ | رُکُوْعَاتُہَا ۴

اس میں انتیس آیتیں ہیں | سورۃ الفتح مدنی ہے | اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ

(اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی ۱ے تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے

وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ

اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام ۲ے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر برقرار رکھے

يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

اور اللہ آپ کی نہایت قوی مدد فرمائے وہی ہے جس نے مؤمنوں کے دلوں میں

الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

سکون نازل فرمایا تاکہ ان کا ایمان ان کے پہلے ایمان سے اور زیادہ ہو' اور آسمانوں اور زمینوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے تاکہ اللہ مؤمنوں اور مؤمنات کو

منزل ۶

ف۳۵ یعنی تم سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تم اپنے دینی دشمنوں کو شکست دینے کے لیے یا اپنے تنگ دست مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے خرچ کرو تو تم بخل کرتے ہو۔ درحقیقت یہ تم اپنے ساتھ بخل کرتے ہو کیونکہ اگر تم اپنے دشمنوں سے جہاد کے لیے مال خرچ نہیں کرو گے اور مجاہدین کی مدد نہیں کرو گے تو مآل کار دشمنانِ اسلام تمہارے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور تم کو اپنا غلام بنا لیں گے' جیسے برصغیر کے مسلمان ڈیڑھ سو سال تک انگریزوں کے غلام رہے اور یہ مسلمانوں ہی کا نقصان تھا' اور اگر تم نے اپنے تنگ دست مسلمان بھائیوں کی زکوٰۃ' عشر اور قربانی سے مدد نہیں کی تو ان کی دعائیں تمہارے شامل حال نہیں رہیں گی' جس کی وجہ سے تمہارا مال نقصان سے محفوظ نہیں رہے گا اور ہو سکتا ہے جس مال کو بچانے کے لیے تم زکوٰۃ سے ہاتھ روک رہے ہو' وہ سارا مال تمہارے ہاتھ سے نکل جائے ف۳۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت (محمد: ۳۸) کو تلاوت فرمایا (تو) صحابہ نے پوچھا: اللہ تعالیٰ ہماری جگہ کن لوگوں کو لے آئے گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ اور اس کی قوم' یہ اور اس کی قوم۔ (سنن ترمذی: ۳۲۶۰) حسن بصری نے کہا: اس سے مراد عجم ہے' عکرمہ نے کہا: اس سے مراد فارس اور روم ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۲۳۶)

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الفتح: ف۱ الفتح: ۱ میں جس فتح کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد کون سی فتح ہے؟ اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (۱) فتح مکہ (۲) فتح روم (۳) صلح حدیبیہ کی فتح (۴) دلائل اور براھین سے اسلام کی فتح (۵) اسلحہ سے اسلام کی فتح۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حدیبیہ کی فتح ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے الفتح: ۱ کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد حدیبیہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۳۴) ف۲ اس آیت میں ذنب کا اطلاق بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں پر ہے اور خلاف اولیٰ گناہ نہیں ہوتا' سو یہ اطلاق مجازی ہے یہ بھی مجاز مرسل ہے۔ یہی حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی تحقیق ہے کہ اس آیت میں ذنب کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور اس سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہے۔ علامہ سبکی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ ہرچند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیئے' کیونکہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا' حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا' نہ آئندہ کرے گا' لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۷۲) اس آیت سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکاتہ علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۱۱ ص ۲۰۱ تا ۲۲۳ کو ملاحظہ فرمائیں۔

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ

ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان کی برائیوں

سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ

کو ان سے مٹا دے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے ○ اور تاکہ منافق مردوں

وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ

اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق بُرا گمان رکھتے ہیں'

عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ

ان ہی پر بُری گردش ہے ف۳ اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور لعنت فرمائی اور ان کے لیے دوزخ کو تیار کیا

جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۶﴾ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ

اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے○ اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کی ملک میں ہیں' اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت

اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۷﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ﴿۸﴾

والا ہے○ ف۴ بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا ف۵ ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے○

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ

تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح اور شام اللہ کی

اَصِیْلًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ

تسبیح پڑھو○ ف۶ بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' اللہ کا ہاتھ

اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا

ہے ان کے ہاتھوں پر' سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اس کا وبال صرف اسی پر ہو گا'

ف۳ منافقوں کا بُرا گمان یہ تھا کہ اب نبی ﷺ مدینہ واپس نہیں جاسکیں گے اور نہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی واپس آسکے گا جو حدیبیہ کی طرف گئے تھے اور مشرکین مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے' انہوں نے اللہ کے رسول اور ان کے اصحاب کے ساتھ بُرا گمان کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کا وہ بُرا گمان خود ان پر الٹ دیا کہ مشرکین دنیا میں قتل کیے گئے اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور منافقوں کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں ف۴ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ ہو گئی' اس وقت عبداللہ بن ابی نے کہا: کیا (سیدنا) محمد (ﷺ) نے یہ گمان کرلیا ہے کہ جب وہ اہل مکہ سے صلح کرلیں گے یا ان کو فتح کرلیں گے تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا' پس فارس اور روم کدھر گئے؟ تب اللہ عزوجل نے یہ بیان فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر فارس اور روم کے لشکروں سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں تمام مخلوقات داخل ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: آسمانوں کے لشکروں سے مراد فرشتے ہیں اور زمین کے لشکروں سے مراد مؤمنین ہیں' ان دونوں آیتوں سے مراد منافقوں اور مشرکوں کو خوف زدہ کرنا اور دھمکانا ہے' ورنہ اگر اللہ تعالیٰ منافقوں اور مشرکوں کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے' لیکن اللہ عزوجل نے ان کو عذاب دینے کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا ہے اس وقت تک ان کو ڈھیل دے رہا ہے ف۵ قتادہ نے کہا: آپ اس کی شہادت دیں گے کہ آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کردی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے تمام اعمال پر شاہد ہیں' خواہ وہ اعمال اطاعت ہوں یا معصیت ہوں ف۶ اس آیت میں ''تعزیر'' کا لفظ ہے' ''تعزیر'' کا معنی تعظیم اور تکریم کرنا ہے۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: آپ کی نصرت اور مدد کرنا' اور آپ کی مدافعت کرنا اور آپ پر ہونے والے حملوں کو روکنا' حد سے کم سزا کو تعزیر بھی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جرم کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: آپ کے ساتھ مل کر تلوار سے قتال کرو' اور ''توقیر'' کا معنی ہے: آپ کی تعظیم اور تکریم کرو' اور ''تعزروہ'' اور ''توقروہ'' دونوں میں ضمیر نبی ﷺ کی طرف راجع ہے اور ''تسبحوہ'' سے الگ جملہ شروع ہے' یعنی صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرو ف۷ امام رازی نے اس آیت کی حسب ذیل تاویلات کی ہیں: (۱) اللہ کی نعمت ان کی نیکیوں کے اوپر ہے' یعنی ان کی نیکیوں سے بہت زیادہ ہے (۲) اللہ کی نصرت اور مدد ان کی نصرت اور مدد سے بہت زیادہ ہے (۳) اللہ تعالیٰ ان کی بیعت کی حفاظت فرمائے گا۔

عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ

اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا○ جو اعرابی (سفر حدیبیہ میں) آپ سے پیچھے

مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ

کر دیئے گئے تھے وہ عنقریب یہ عذر پیش کریں گے کہ ہم اپنے اموال اور گھروں کی دیکھ بھال میں مشغول تھے سو آپ ہمارے لیے استغفار

بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

کیجئے' وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں' آپ کہیے کہ اللہ کے مقابلہ میں کس کو تمہاری کسی چیز کا

شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا

اختیار ہے؟ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرے' بلکہ اللہ تمہارے تمام

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○ ۸ بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور مؤمنین کبھی بھی اپنے اپنے گھروں کی

اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ

طرف لوٹ نہیں سکیں گے اور تمہارے دلوں میں یہ بات خوش نما بنا دی گئی تھی' تم نے بہت بُرا گمان کیا تھا

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا

اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے○ اور جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے○ ۹ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے معاف

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ

کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے' اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○ اور جب تم اموالِ غنیمت

ع ۱

ف ۸ "المخلفون" کا معنی ہے: جن کو پیچھے کر دیا گیا' یعنی اللہ نے ان کو اپنے نبی کے ساتھ جانے اور ان کی ہمراہی سے پیچھے کر دیا تھا' یہ منافق لوگ تھے جو مدینہ کے قریب دیہاتوں میں رہتے تھے' ان کے قبائل یہ تھے: غفار' مزینہ' اسلم' اشجع اور دیل' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہجری کو مکہ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا اور ان کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے بلایا تو یہ قریش کے ڈر سے آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار نہیں ہوئے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا ہوا تھا' انہوں نے ساتھ نہ جانے کے لیے یہ عذر پیش کیا کہ ہمارے اموال اور ہمارے گھروں کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے' آپ کے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد یہ آپ کے پاس عذر پیش کرتے ہوئے آئے اور کہا کہ آپ ہماری اس فروگزاشت کے اوپر اللہ سے استغفار کیجئے' اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ان کو رسوا کر دیا کہ یہ اپنی زبانوں سے جس شرمندگی اور افسوس اور معذرت کا اظہار کر رہے ہیں' وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے' بلکہ یہ محض ان کا نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا: تم نے اپنے اموال اور گھروں کو ضرر سے بچانے کی فکر کی اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو نظر انداز کر دیا' اور تم اپنے اموال اور گھروں کی حفاظت کی خاطر گھروں میں بیٹھے رہے' اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ضرر پہنچانا چاہے تو تمہارا گھروں میں بیٹھنا تم کو اللہ کے ضرر سے بچا نہیں سکتا' یا تم اس لیے گھروں میں بیٹھے رہے کہ تمہیں مسلمانوں کے ساتھ جہاد نہ کرنا پڑے اور تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہارے گھر تم کو دشمن سے بچالیں گے' اگر بالفرض تم نے دنیا میں اپنے آپ کو خطرہ سے بچا بھی لیا تو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی بناء پر تم کو آخرت میں جو عذاب ہوگا اس سے تم کیسے بچ سکو گے؟ ف ۹ اس وعید کا تعلق ان کے بُرے گمان کے ساتھ ہے' کیونکہ ان کا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کرنے کا جو وعدہ فرمایا تھا' وہ وعدہ پورا نہیں کرے گا یا ان کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جو عمرہ کرنے کی بشارت دی تھی وہ جھوٹی ہے' اور وہ اعراب یعنی مدینہ کے نزدیک دیہاتوں میں رہنے والے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے کافر ہو گئے اور کافروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ

لینے کے لیے جاؤ گے تو عنقریب پیچھے کر دیے جانے والے لوگ یہ کہیں گے: ہمیں بھی اپنے

أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ

ساتھ چلنے دو؛ ف۱۰ وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں؛ ف۱۱ آپ کہیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے' اللہ نے اسی طرح

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵﴾

پہلے فرما دیا ہے' پھر عنقریب وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو' (یہ بات نہیں ہے) بلکہ وہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں ○ ف۱۲

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ

آپ ان پیچھے کر دیے جانے والے اعرابیوں سے کہیے کہ عنقریب تم کو سخت جنگ جو قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلایا جائے گا ف۱۳

شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا

تم ان سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے ف۱۴ پس اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کر لی تو تم کو عمدہ اجر دیا جائے گا

حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۶﴾

اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے روگردانی کرتے رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا ○

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ

اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی

حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

گناہ ہے ف۱۵ اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی' اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے

الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۷﴾ ع لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ

سے دریا بہتے ہیں اور جس نے روگردانی کی اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا ○ بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی

ف۱۰ اس آیت میں اموال غنیمت سے مراد خیبر کے اموال غنیمت ہیں۔ ۷ ہجری میں مسلمانوں نے خیبر فتح کیا اور اس کا مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور اللہ نے صرف ان ہی لوگوں کو خیبر کا مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے کی اجازت دی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سے پہلے عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے' جب منافقوں نے یہ دیکھا کہ خیبر کی طرف جانے سے مال و متاع ہاتھ آئے گا تو انہوں نے کہا: ہمیں بھی ساتھ لے چلو' اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی کہ جب تمہیں رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کے لیے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا تو تم نے کہا تھا کہ ہمیں اپنے اموال اور گھر بار کی حفاظت کرنی ہے' اب جب خیبر کی طرف جانے کا موقع ہے تو تم اپنے اموال اور گھر بار کی حفاظت کیوں نہیں کرتے' اب کیوں مسلمانوں کے ساتھ جانے کے لیے اصرار کر رہے ہو؟ ف۱۱ مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے بدلہ میں ان سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا اور اب منافقین غنائم خیبر میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو بدلنا چاہتے ہیں اور اسی طرف سے اس آیت کے اس حصہ میں اشارہ ہے ف۱۲ منافقین نے کہا کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف حدیبیہ میں ساتھ جانے والوں کو خیبر میں جانے کی اجازت ہوگی بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو' اس لیے ہم کو غزوۂ خیبر میں نہیں لے جا رہے۔ منافقین کا مطلب یہ تھا کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ نہ جانے میں ہماری رائے صحیح تھی کیونکہ مسلمان حدیبیہ سے بے نیل مرام واپس آئے اور ہم یہاں بے فائدہ سفر کی مشقتیں جھیلنے کے بجائے آرام سے رہے اور اب اگر ہم غزوۂ خیبر میں ان کے ساتھ جائیں تو یہ کہیں گے: یہ تو ہمارے ساتھ حدیبیہ گئے نہیں اور خیبر کی غنیمتوں میں حصہ دار بن گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام کو بہت کم سمجھتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہیں: تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے اور اللہ تعالیٰ پہلے بھی اس طرح فرما چکا ہے' کیونکہ مسلمان جو حدیبیہ سے خالی ہاتھ واپس آئے تھے' اس کی تلافی اور تدارک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا' تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جن لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے سفر کی مشقتوں کو برداشت کیا اور کفار کے ظاہری دباؤ کو برداشت کیا' ان کو آخرت میں جو اجر عظیم ملے گا وہ تو الگ ہے' اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی محروم نہیں رکھے گا اور ان کو اس سفر کے بدلہ میں خیبر کی غنیمتیں عطا فرمائے گا ف۱۳ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس آیت کو پہلے پڑھتے تھے اور ہم کو معلوم نہیں تھا کہ اس جنگ جو قوم سے کون سی قوم مراد ہے' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنو حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی' تب ہمیں منکشف ہوا کہ اس جنگ جو قوم سے مراد بنو حنیفہ ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۴۸) ف۱۴ ہمارے فقہاء کے نزدیک مرتد کا قتل کرنا واجب ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے کیونکہ اصحاب مسیلمہ کذاب مرتد تھے' یہ پہلے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے' پھر مرتد ہو کر مسیلمہ پر ایمان لائے اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: "تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ" (الفتح: ۱۶) تم ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں' اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ اس سلسلہ میں شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا' اگر وہ اسلام لے آیا تو فبہا ورنہ اس کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا' ہاں! اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو (تین دن) کی مہلت دی جائے گی۔ (اس سلسلہ میں یہ اثر ہے: "عن ابن عمر يقول يستتاب المرتد ثلاثا فان تاب ترك وان ابى قتل" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۳۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرتد سے توبہ کے لیے تین بار کہا جائے گا' اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔) مرتدین کو قتل کرنے کے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ" (الفتح: ۱۶) تم ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے اور حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ" (صحیح البخاری: ۳۰۱۷) جو شخص اپنا دین تبدیل کرے (بقیہ صفحہ ۹۸۸ پر)

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

ہو گیا [۱۶] جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے [۱۷] سو اللہ جانتا تھا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۱۸ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً

پس اللہ نے ان کے دلوں پر طمانیت نازل فرمائی اور ان کو عنقریب آنے والی فتح کا انعام دیا O اور ان کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں

يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۹ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً

جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبہ والا' بہت حکمت والا ہے O اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ

تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ

کرلیا ہے' جن کو تم حاصل کرو گے پس یہ نعمت تو تم کو جلدی عطا فرما دی' اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور تاکہ یہ (نعمت)

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲۰ ۙ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا

مومنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے O اور دوسری وہ غنیمتیں جن پر تم

عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۱

قادر نہ تھے بے شک اللہ نے ان کا (بھی) احاطہ فرما لیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ

اور اگر کافر (اس وقت) تم سے قتال کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے' پھر وہ (اپنا) نہ کوئی

لَا نَصِيْرًا ۝۲۲ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

حامی پاتے نہ مددگار O یہ اللہ کا دستور ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی

اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۲۳ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

نہ پائیں گے O وہی ہے جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد مکہ کے وسط میں ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا

و۱۶ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب آپ ۶ ھ ذوالقعدہ کے ماہ میں اپنے چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے اور کفار قریش نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تھا' کفار سے صلح ہونے سے پہلے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار سے معاملہ طے کرنے کے لیے اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا' اسی دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' آپ نے حضرت عثمان کا قصاص لینے کے لیے اپنے اصحاب سے بیعت کی و۱۷ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت رضوان منعقد ہوئی تھی' وہ اپنی طبعی عمر تک باقی رہا تھا' لیکن صحابہ کرام اور فقہاء تابعین یہ بھول گئے تھے کہ وہ کون سا درخت ہے' یا اس درخت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا کیونکہ لوگ اس درخت کی تعظیم اور اس درخت سے حصول برکت کے قصد سے اس کے پاس نمازیں پڑھنے لگے تھے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں: طارق بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں حج کرنے گیا تو میں نے چند لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' میں نے پوچھا: یہ کیسی مسجد ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ درخت ہے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی' پھر میں سعید بن مسیب کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی' سعید نے کہا: مجھے میرے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ بھی ان اصحاب میں تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے کہا: جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور اس کی شناخت پر قادر نہ ہوئے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۶۳) نیز طارق بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے اور کہا: میرے والد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ اس درخت کے پاس حاضر تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۶۵) امام ابن حجر عسقلانی' صحیح البخاری: ۴۱۶۵ کی شرح میں لکھتے ہیں: سعید بن المسیب کا یہ کہنا کہ ان کے والد اگلے سال اس درخت کو نہیں پہچان سکے' اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی کو بھی اس درخت کی شناخت نہیں تھی' کیونکہ مصنف (امام بخاری) نے اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ (حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو افراد تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا: آج تم روئے زمین پر سب سے بہترین لوگ ہو' حضرت جابر نے کہا:) اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول "صحیح بخاری" میں نہیں "صحیح مسلم" میں ہے) اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس درخت کی شناخت تھی اور ان کو معلوم تھا کہ وہ درخت کس جگہ پر ہے اور طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان کو اس درخت کی صحیح جگہ یاد تھی اور منضبط تھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس جگہ کو پہچانتے تھے' کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے کہا: اگر آج میری بصارت بحال ہوتی تو میں تم کو وہ جگہ دکھا دیتا' اس وقت وہ درخت سوکھ کر جھڑ چکا تھا یا کسی اور وجہ سے اس کے آثار مٹ چکے تھے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وقت بھی اس درخت کی خاص جگہ کو پہچانتے تھے' پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ از نافع یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عمر کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو سزا دینے سے ڈرایا' پھر اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم دیا' سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۸۔ ۲۱۷) اس حدیث کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام ابن سعد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا اس حدیث کو صحیح کہنا ان کا تسامح ہے اور اس کی سند میں امام ابن سعد کے شیخ' عبد الوہاب بن عطاء حدیث صحیح کے راوی نہیں ہیں' ان پر کافی تنقید کی گئی ہے اور ان کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ قوی نہیں' روایت میں خطاء کرتا ہے' شدید وہمی تھا' ضعیف السند اور مضطرب تھا' جھوٹ بولتا تھا اور متروک الحدیث تھا' ظاہر ہے اس کی روایت صحیح کس طرح ہو سکتی ہے؟ حافظ ابن حجر نے ایسی کی روایت کو بے توجہی سے صحیح کہا اور بعض لوگوں نے تحقیق کے بغیر ان کے کلام کو نقل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شجرۂ بیعت رضوان کے پاس نماز پڑھنے کی وجہ سے اس درخت کو کاٹنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں جب کہ خود انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا کہ ہم مقام ابراہیم (جہاں ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے) کو نماز پڑھنے کی جگہ

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا

اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا ۱۸ اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

دیکھنے والا ہے ○ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام میں جانے

الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ

سے روک دیا اور قربانی کے لیے وقف جانوروں کو اپنی جگہ پہنچنے سے روکا ۱۹ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جن مسلمان مردوں

وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

اور مسلمان عورتوں کو تم نہیں جانتے تم ان کی پامالی کا ذریعہ بنو گے پھر ان کی طرف سے لاعلمی میں تمہیں کوئی

مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا

ضرر پہنچے گا (تو تمہیں کفار سے قتال کی اجازت دے دی جاتی ۲۰ لیکن یہ اجازت نہیں دی گئی) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو

لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

چاہے داخل کرے اور اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے ○ جب کافروں نے

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى

اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی جو جاہلانہ تعصب تھا ۲۱ تو اللہ نے اپنے رسول پر طمانیت نازل کی

رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ

اور مؤمنین پر اور اللہ نے انہیں کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا اور وہی

بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ

اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے ۲۲ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ بے شک اللہ نے اپنے رسول

بنالیں (پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى'' (البقرہ:۱۲۵))۔ (صحیح البخاری: ۴۴۸۳) جن لوگوں نے یہ کہا کہ حضرت عمر نے وہ درخت اس وجہ سے کٹوادیا تھا کہ کہیں جاہل لوگ اس درخت کی عبادت نہ شروع کر دیں' ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر حضرت عمر کا ایسا مزاج ہوتا تو وہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی کبھی درخواست نہ کرتے کیونکہ اس میں بھی یہ اندیشہ تھا کہ جاہل لوگ اس پتھر کی عبادت نہ شروع کر دیں' بلکہ یہ اندیشہ زیادہ قوی تھا کیونکہ قوم عرب پتھروں کی عبادت کرتی رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ درخت کاٹنے کے متعلق یہ روایت بالکل بے اصل ہے **ف۱۸** حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ اس درخت کی جڑ میں تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے' ہم اسی حال میں تھے کہ تیس (۳۰) مسلح جوان ہم پر حملہ آور ہوئے' نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: آیا تم کسی معاہدہ کی بناء پر آئے ہو یا تم کو یہاں پر کسی نے امان دی تھی؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس جانے دیا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وہی ہے جس نے تم کو ان پر کامیاب کرنے کے بعد مکہ کے وسط میں ان کے ہاتھوں سے روک دیا۔ (سنن ترمذی: ۳۲۶۴)

ع ۱۱

ف۱۹ اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ (چھ) ہجری کو اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے' آپ کے اصحاب کی تعداد پندرہ سو تھی اور آپ کے اصحاب اپنے ساتھ ستر (۷۰) اونٹ قربانی کے لیے لے گئے تھے' امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب نے یوم حدیبیہ کو (۷۰) اونٹ نحر کیے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۵) اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ عمرہ میں قربانی نہیں ہے' قربانی صرف حج تمتع یا حج قران میں ہوتی ہے' عمرہ میں احرام باندھ کر بیت اللہ کے گرد سات مرتبہ طواف کیا جاتا ہے اور صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جاتی ہے اور اس میں قربانی نہیں ہے۔ ''ہدایہ'' میں لکھا ہوا ہے: ''انما العمرة الطواف والسعی'' عمرہ میں صرف طواف اور سعی کرنا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۵) اس کا جواب یہ ہے کہ عمرہ میں قربانی کرنا واجب تو نہیں ہے لیکن ممنوع بھی نہیں ہے اور آپ کے اصحاب نفلی قربانی کے لیے اپنے ساتھ اونٹ لے گئے تھے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ ہدی (قربانی) کی تین قسمیں ہیں: نفلی' تمتع اور قران۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۹) (اس اشکال کا حل صرف حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے ہی پیش کیا ہے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں سے ایک انعام ہے) **ف۲۰** اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اپنی کمزوری کی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ نہیں جا سکے اور مکہ کے وسط میں رہتے تھے' جیسے سلمہ بن ہشام' عیاش بن ابی ربیعہ' ابو جندل بن سہیل اور ان کے امثال' اور مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ ایمان لا چکے ہیں' اس لیے فرمایا: جن کو تم نہیں جانتے' اور فرمایا: تم ان کی پامالی کا ذریعہ بنو گے' کیونکہ اگر حدیبیہ میں قتال ہوتا اور مسلمان مکہ میں داخل ہو کر کفار کو قتل کرتے تو وہ کمزور مسلمان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتے' کیونکہ نبی ﷺ کے اصحاب ان کو پہچانتے نہیں تھے **ف۲۱** جب کسی شخص کو کسی سے غیرت اور عار آئے تو اس کو حمیت کہتے ہیں۔ زہری نے کہا: ان کا تعصب یہ تھا کہ نبی ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے سے انہیں عار محسوس ہوتا تھا اور ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' سے ابتداء کرنے اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دینا ان کی اکڑفوں اور مکہ پر ان کی اجارہ داری کے خلاف تھا۔ بعض نے کہا: ان کی حمیت ان کا اپنے بتوں کے لیے تعصب تھا جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اور صرف اللہ کی عبادت کرنے سے ان کی ناک نیچی ہوتی تھی اور ان کا جاہلانہ تعصب یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ مسلمانوں نے ہمارے بیٹوں اور ہمارے بھائیوں کو قتل کر دیا' پھر بھی ہم ان کو مکہ میں آنے دیں تو یہ ہماری غیرت کے خلاف ہے' حالانکہ حج اور عمرہ کے لیے آنے والوں کو روکا نہیں جاتا تھا اور ان مہینوں میں قبائلی لڑائیاں بھی موقوف کر دی جاتی تھیں **ف۲۲** حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ''کلمة التقوی'' سے مراد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنا ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ہے اور زہری نے کہا:

رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا' تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہو گے ۲۳

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے ۲۴ تمہیں کسی کا خوف نہیں ہوگا' اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے

تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ

جن کو تم نہیں جانتے' ۲۵ سو اس نے اس سے پہلے ایک اور فتح مقدر کر دی O ۲۶ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾

ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے ۲۷ اور اللہ (اپنے رسول پر) کافی گواہ ہے O

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ

محمد اللہ کے رسول ہیں' جو ان کے اصحاب ہیں کفار پر بہت سخت ہیں' آپس میں نرم دل ہیں' ۲۸

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ

(اے مخاطب!) تو ان کو رکوع کرتے ہوئے' سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں'

فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ

سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے' ان کی یہ صفات تورات میں ہیں اور انجیل میں ان کی

فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى

صفت یہ ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک کونپل نکالی' پھر اس نے طاقت پکڑی' پھر وہ موٹی ہو گئی' پھر وہ اپنے تنے پر

عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

سیدھی کھڑی ہو گئی کاشت کاروں کو بھلی لگی' تاکہ (ان کی یہ صفت) کافروں کے دل جلائے' ۲۹ اللہ نے ایمان والوں

اس سے مراد "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" ہے' کیونکہ مشرکین نے اس کلمہ کو قبول نہیں کیا تھا' لہٰذا مؤمنین کو اس کلمہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور "كلمة التقوىٰ" یعنی کلمہ اخلاص کے حق دار مسلمان ہی ہیں نہ کہ کفار' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دین کے لیے اور اپنے نبی کی رفاقت کے لیے مختص فرما لیا۔ **ف۲۳** قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ امن اور عافیت کے ساتھ مکہ میں داخل ہو گئے ہیں' پھر جب آپ نے حدیبیہ میں صلح کر لی تو منافقین شک میں پڑ گئے کہ انہوں نے تو کہا تھا: ہم عمرہ کرنے جا رہے ہیں اور یہ عمرہ کیے بغیر قریش سے صلح کر کے واپس آ گئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو یہ بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب اس سال کے بعد اگلے سال مسجد حرام میں امن اور عافیت کے ساتھ داخل ہوں گے اور یہ سال اگلے سال امن اور عافیت سے عمرہ کرنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ تھا اور آپ نے جو خواب دیکھا تھا وہ سچا تھا اور اس سال آپ کا عمرہ کے لیے سفر کرنا بھی برحق تھا **ف۲۴** اس آیت میں سر منڈوانے اور بال کتروانے' دونوں کا ذکر ہے' نبی ﷺ نے عمرہ کے موقع پر بال کتروائے تھے' حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۳۰) اور حج کے موقع پر نبی ﷺ نے سر کے بال منڈوائے تھے' حدیث میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج میں سر کے بال منڈوائے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۲۶) سر کے بال کتروانے اور منڈوانے میں منڈوانا افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما' مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما' مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور سر کے بال کتروانے والوں پر؟ تو آپ نے فرمایا: اور سر کے بال کتروانے والوں پر۔ نافع نے کہا: آپ نے چوتھی بار سر کے بال کتروانے والوں کے لیے رحم کی دعا کی۔ (صحیح البخاری: ۱۷۲۷) **ف۲۵** یعنی اللہ جانتا ہے کہ ایک سال کی تاخیر سے عمرہ کرنے میں مسلمانوں کے لیے خیر اور صلاح ہے اور تم اس چیز کو نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ نبی ﷺ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد خیبر کی طرف گئے اور اس کو فتح کر لیا اور خیبر سے مسلمان بہت زیادہ اموالِ غنیمت لے کر آئے اور حدیبیہ کے بعد اگلے سال مسلمانوں کی تعداد اور ان کی قوت میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا **ف۲۶** بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے' مجاہد نے کہا: اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے **ف۲۷** یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ آپ کو تمام ادیان کے اوپر دلائل کے ساتھ غلبہ عطا فرمائے یا جہاد کے ذریعہ آپ کو غلبہ عطا فرمائے یا اس طرح غلبہ عطا فرمائے کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہو جائے **ف۲۸** آیت کا یہ حصہ نبی ﷺ کی تسلی کے لیے نازل فرمایا ہے کیونکہ کفار قریش نے حدیبیہ کے صلح نامہ پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھنے نہیں دیا اور کہا کہ ہم آپ کو "محمد رسول الله" نہیں مانتے' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ نہیں مانتے تو نہ مانیں' اللہ تو کہتا ہے: "محمد رسول الله" پھر آپ کے اصحاب کی صفت بیان فرمائی: وہ کفار پر بہت سخت ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اہل حدیبیہ کفار پر بہت سخت تھے' جیسے شیر جنگل کے جانوروں پر سخت ہوتا ہے اور آپس میں نرم دل ہیں یعنی جس حال میں وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں' اس حال میں وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اے مخاطب! تو ان کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے' یعنی وہ بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں اور بہ کثرت نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے جنت اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں **ف۲۹** اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے اصحاب کی یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ پہلے تھوڑے تھے' پھر بہ تدریج زیادہ ہوتے گئے' نبی ﷺ نے جب ابتداءً لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلایا تو پہلے ایک ایک کر کے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے رہے حتیٰ کہ آپ کا دین بہت قوی ہو گیا' جیسا کہ کھیت ابتداء میں ایک بیج میں ہوتا ہے' پھر ایک باریک اور کمزور سی کونپل نکلتی ہے' پھر وہ کھیت دن بہ دن قوی ہوتا جاتا ہے' حتیٰ کہ وہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگتا ہے' پس کھیت سیدنا محمد ﷺ ہیں اور اس کی کونپلیں آپ کے اصحاب ہیں' جو پہلے کم تعداد

آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

اور ان میں سے نیک عمل کرنے والوں سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے O ف۳۰

آیاتها ۱۸ | ۴۹ سورة الحجرات مدنية ۱۰۶ | رکوعاتها ۲

اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں | سورۃ الحجرات مدنی ہے | اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو، ف۱ اور اللہ سے ڈرتے

اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ

رہو بے شک اللہ بہت سننے والا، بے حد جاننے والا ہے O اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

بلند نہ کرو، اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے ایک دوسرے سے بلند آواز

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ

سے بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا O ف۲ بے شک جو لوگ رسول

اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ

اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ

لِلتَّقْوٰى ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ

لیا ہے، ف۳ ان ہی کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے O (اے رسول مکرم!) بے شک جو لوگ آپ کو

میں تھے' پھر بہ تدریج زیادہ ہوتے گئے اور اس کھیت کو بڑھانا اور پروان چڑھانا' یہ کام اللہ سبحانہ نے آپ کے اور آپ کے اصحاب کے لیے کیا' تا کہ اس سے کفار اپنے غیظ و غضب میں جل بھن کر راکھ ہو جائیں ف۳۰ یہ ان مؤمنوں کے ساتھ وعدہ ہے جو سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ ہیں' ان سے ایسے ثواب کا وعدہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور وہ جنت ہے' نیز جنت میں ان کے لیے اہل ایمان کی قیادت و سیادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لیے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۶۵) قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۴ | ۱۲

سورۃ الحجرات: ف۱ حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھانے سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ دوبارہ قربانی کریں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۲۶) ف۲ اس آیت میں دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے' ایک مرتبہ فرمایا: اپنی آوازوں کو (اپنے نبی) کی آواز پر بلند نہ کرو اور دوسری مرتبہ فرمایا: اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات چیت کرتے ہو۔ مفسرین نے کہا: دونوں مرتبہ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کی ممانعت کے الگ الگ محمل ہیں' پہلے جو فرمایا کہ اپنی آوازوں کو (اپنے نبی) کی آواز پر بلند نہ کرو' اس کا محمل یہ ہے کہ جب تم نبی ﷺ سے بات کر رہے ہو تو اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے پست رکھو اور اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز پر اونچی نہ ہونے دو' اور دوسری بار جو فرمایا ہے کہ ان کے سامنے بلند آواز سے نہ بولو' اس کا محمل یہ ہے کہ جب تم نبی ﷺ سے بات کرو تو عامیانہ انداز میں بات نہ کرو جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو اور جب آپ کو مخاطب کرو تو آپ کے نام اور کنیت سے مخاطب نہ کرو' مثلاً یوں مخاطب نہ کرو: ''یامحمد'' یا ''یا ابا القاسم'' بلکہ ''یا رسول اللّٰہ'' یا ''نبی اللّٰہ'' کہو' واضح رہے کہ اس میں ندائے یا محمد کی نفی نہیں ہے کیونکہ نداء اور چیز ہے اور خطاب اور چیز ہے (نداء میں ''یامحمد'' کہہ کر اپنے حال کی طرف متوجہ کرنا ہے اور خطاب میں ''یا محمد'' کہہ کے آپ سے کلام کرنا ہے) ف۳ تقویٰ کے معنی ہیں: خوفِ خدا' پس جس شخص نے سیدنا محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مان لیا اور آپ کی اس قدر تعظیم کی کہ آپ کے سامنے اپنی آواز پست رکھی کہ کہیں زور سے بولنے کی وجہ سے اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کس قدر زیادہ ہوگی اور اس کے دل میں اللہ کا خوف کتنا زیادہ ہوگا کہ اگر اس کے رسول کی تعظیم میں اس نے کمی کی تو وہ دوزخ کا مستحق ہو جائے گا' پس اللہ کے رسول کی تعظیم کرنا' دراصل اس کے دل میں چھپے ہوئے خوفِ خدا اور تقویٰ کی وجہ سے ہے اور ایسے لوگوں کے دلوں کے تقویٰ کو اللہ نے پرکھ لیا ہے یعنی ان کے تقویٰ کو ظاہر فرما دیا ہے۔

وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى

حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں O ۴ اور اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ

تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

آپ خود باہر آ جاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا ۵ اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O اے ایمان والو!

اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو، کہیں تم ناواقفیت سے کچھ

فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ

لوگوں کو تکلیف پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمان رہو O ۶ اور یاد رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں،

اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ

اگر وہ بہت سی چیزوں میں تمہارا کہا مان لیتے تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاتے ۷ لیکن اللہ نے تمہاری طرف

الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَ

ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا ہے اور تمہارے نزدیک کفر اور فسوق اور

الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ

معصیت کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں O یہ اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا

اور اللہ بے حد جاننے والا حکمت والا ہے O اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ

تو ان میں صلح کرا دو، ۸ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے

ف۴ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس گیا اور حجرہ کے باہر سے آپ کو نداء کی: یا محمد! میری تعریف کرنا نیک عمل ہے اور میری مذمت کرنا بُرا عمل ہے، نبی ﷺ حجرے سے باہر آئے اور فرمایا: تم پر افسوس ہے! یہ تو صرف اللہ سبحانہ کی شان ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۸) بعض روایات میں ہے کہ یہ بنو تمیم کا پورا وفد تھا جس میں نو افراد تھے ف۵ یعنی ان کا حجرہ سے باہر آپ کا انتظار کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لحاظ سے اور رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کے لحاظ سے زیادہ مناسب تھا ف۶ حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے متعلق نازل ہوئی، جس کو رسول اللہ ﷺ نے بنو المصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا اور ولید کے درمیان اور بنو المصطلق کے درمیان زمانہ جاہلیت میں عداوت تھی، جب بنو المصطلق نے اس کی آمد کے بارے میں سنا تو رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اس کی تعظیم کی، شیطان نے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں، وہ خوف زدہ ہو کر راستہ سے ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ گیا اور آپ سے کہا کہ بنو المصطلق نے اس کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضب میں آ گئے اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا، ادھر بنو المصطلق کو یہ خبر پہنچی کہ ولید بن عقبہ واپس چلے گئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کے نمائندہ کی آمد کے متعلق سنا تو ہم اس سے ملاقات کرنے اور اس کی تکریم کرنے کے لیے نکلے اور تاکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو مال دیا ہے ہم اس مال میں سے اللہ کا حق ادا کریں، تب ہم کو معلوم ہوا کہ وہ نمائندہ واپس چلا گیا، ہمیں خطرہ ہوا کہ کہیں آپ کی طرف سے اس کو یہ حکم تو نہیں پہنچا کہ تم واپس آ جاؤ اور آپ کسی وجہ سے ہم پر ناراض ہو گئے ہوں، اور ہم اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان پر یقین نہیں کیا اور خفیہ طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ چپکے سے وہاں پہنچیں اور وہاں تفتیش کریں، اگر وہاں ایسے آثار ہوں جو ان کے ایمان پر دلالت کرتے ہوں تو ان سے ان کے اموال کی زکوٰۃ وصول کر لیں اور اگر وہاں ان کے ایمان کے آثار نہ ہوں تو پھر ان کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، حضرت خالد وہاں پر پہنچ گئے اور انہوں نے وہاں پر مغرب اور عشاء کی اذانوں کو سنا، انہوں نے ان سے صدقات وصول کیے اور سوائے اطاعت اور نیکی کے ان کے پاس اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس پہنچے اور آپ کو تمام حالات بتائے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۹) ف۷ یعنی تم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی رہتی ہے، اگر تم رسول اللہ ﷺ کو جھوٹی خبر سناؤ گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کے ذریعے تمہارے جھوٹ پر مطلع کر دے گا، پھر تم شرمندہ ہو گے، لہٰذا تم رسول اللہ ﷺ کو جھوٹی خبر نہ سناؤ اور اور اگر رسول اللہ ﷺ ولید بن عقبہ کی دی ہوئی جھوٹی خبر کی تحقیق نہ کرتے اور اس خبر پر یقین کر کے بنو مصطلق پر حملہ کر دیتے تو تم سب مشقت میں پڑ جاتے اور کتنے ہی بے قصور مسلمان مارے جاتے ف۸ نبی ﷺ کے عہد میں اور بعد میں بھی مسلمانوں کے دو فریقوں میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہے کہ ان متحارب فریقوں میں سے ایک حق پر تھا اور دوسرا باطل پر تھا، اس کے باوجود ان دونوں فریقوں کو مسلمان ہی قرار دیا گیا اور ان کے درمیان صلح کرائی گئی یا صلح کرانے کی کوشش کی گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے کہا گیا (جب آپ ابتداءً مدینہ منورہ آئے تھے): اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)، پھر نبی ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر اس کے پاس گئے، مسلمان بھی آپ کے ہمراہ گئے، وہ بنجر زمین تھی، جب نبی ﷺ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: مجھ سے دور ہٹو، تمہاری سواری کی بدبو مجھے ایذاء پہنچا رہی ہے، آپ کے ساتھ جو انصاری مسلمان تھے ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی سواری کی بو تم سے بہت اچھی ہے، عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور اس انصاری کو گالی دی، پھر دونوں طرف سے فریق غضب میں آ گئے اور وہ ایک دوسرے کو ڈنڈوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے، پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ ان دونوں جماعتوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے پس اگر وہ رجوع کرلے تو ان میں

بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہےO بے شک سب مؤمن

اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ ع

آپس میں بھائی ہیں ۹ تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائےO

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں

مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا

اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں ۱۰ اور تم

تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو ۱۱ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے بلاؤ ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے ۱۲

بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا

اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیںO اے ایمان والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں ۱۳ اور نہ تم

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ

(کسی کے متعلق) تجسس کرو ۱۴ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے

(صحیح البخاری: ۲۶۹۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ کیا' نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: چلو! ہم ان کے درمیان صلح کرادیں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۳) جب اہل شام اور اہل عراق میں جنگ تیار تھی' ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی افواج تھیں' دوسری طرف حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی افواج تھیں' اس وقت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت سے دست بردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی' رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی اس صلح کی پیش گوئی کردی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۴) اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں تاویل کے ساتھ جنگ کریں تو وہ دونوں جماعتیں مسلمان ہی ہیں کیونکہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ کی جماعتیں جو ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں' آپ نے دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں فرمایا۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۸ ص ۹۷) ف ۹ مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان' مسلمان کا بھائی

ہے' وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رسوا کرے' جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے' اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت دور کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس کے مصائب میں سے کوئی مصیبت دور فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے' قیامت کے دن اللہ اس کا پردہ رکھے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۲) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی طرح ہے' اس کے اجزاء ایک دوسرے سے مضبوط ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۲۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم گمان کرنے سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے اور تجسس نہ کرو اور (کسی کے حالات جاننے کے لیے) تفتیش نہ کرو اور کسی سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۴) ف ۱۰ ضحاک نے بیان کیا کہ یہ آیت بنوتمیم کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو نبی ﷺ کے فقراء صحابہ کا مذاق اڑاتے تھے' جب وہ حضرت عمار' حضرت خباب' حضرت بلال' حضرت صہیب اور حضرت سلمان پر افلاس کے آثار دیکھتے تو ان کا مذاق اڑاتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت میں عورتوں کا خصوصیت سے علیحدہ ذکر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں دوسری عورتوں کا مذاق اڑانے کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صفیہ بنت حی بن اخطب' رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: ازواج مجھے شرمندہ کرتی ہیں اور کہتی ہیں: اے یہودیہ! دو یہودیوں کی بیٹی! رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: آپ نے ان سے یہ کیوں نہیں کہا کہ میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام اور میرے عم زاد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے خاوند حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۸۱) ف ۱۱ اس آیت میں فرمایا ہے: "وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" یعنی تم اپنے آپ کو عیب نہ لگایا کرو' اس پر یہ اشکال ہے کہ اپنے آپ کو تو کوئی عیب نہیں لگاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان کسی دوسرے پر عیب لگائے گا اور اس کو طعنہ دے گا تو وہ بھی اس پر عیب لگائے' سو کسی پر عیب لگانا خود پر عیب لگانے کا سبب ہے' اس لیے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو عیب نہ لگاؤ ف ۱۲ عکرمہ نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو کہے: یا فاسق' یا کہے: یا کافر' تو یہ ممنوع ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی برے کام کو چھوڑ کر اس سے توبہ کر چکا ہو اور حق کی طرف رجوع کر چکا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے پچھلے کاموں پر عار دلانے سے منع فرمایا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۶ ص ۱۷۲) ف ۱۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم گمان کرنے سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے اور تجسس نہ کرو اور (کسی کے حالات جاننے کے لیے) (بقیہ صفحہ ۹۸۸ پر)

يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو ۱۵ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ

بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے

شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ

اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے

اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ

جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو ۱۶ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بے حد خبر رکھنے والا ہے○ دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے آپ

قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا

کہیے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں! یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی اور ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ۱۷ اور اگر تم اللہ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی تو اللہ تمہارے (نیک) اعمال سے کوئی کمی نہیں کرے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا

بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (حقیقی) ایمان لانے والے تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' وہی

الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

سچے ہیں○ ۱۸ (اے رسولِ مکرم!) آپ کہیے: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتلا رہے ہو' حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ

ف۱۵ اس آیت میں اللہ عزوجل نے غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے' غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے اس کی پیٹھ کے پیچھے اس کا وہ عیب بیان کیا جائے جو اس میں ہو اور اور اگر کسی غرض صحیح سے اس کا عیب بیان کیا جائے تو وہ غیبت نہیں ہے اور اس کے متعلق اگر ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے' کہا گیا: یہ بتائیں اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم جو عیب بیان کر رہے ہو وہ اس میں ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۹) اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے' کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے تو اس کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جا رہا ہے' اسی طرح جس شخص کا پس پشت عیب بیان کیا جائے' اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پس پشت عیب بیان کیا جا رہا ہے' نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے ف۱۶ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: امام ابوداؤد نے اپنی ''مراسیل'' میں اور امام بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی) حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (یہ بدری صحابی تھے) نے سالم کو اپنا بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی ولید بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی (ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ قرشیہ) کا نکاح کر دیا' حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ضباعہ بنت زبیر (یہ ہاشمی خاتون تھیں) حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں (یہ غیر قرشی تھے)۔ (صحیح البخاری: ۵۰۸۸) اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں غیر کفو میں نکاح کرنے کا عام معمول تھا' ہر چند کہ زمانہ جاہلیت کے اثرات کی وجہ سے بعض لوگ اپنے آپ کو نسبی اعتبار سے برتر اور دوسروں کو نسبی اعتبار سے فروتر گردانتے تھے' لیکن جیسے جیسے اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی اور ایمان کی اقدار دلوں میں راسخ ہو رہی تھیں' نسب پر فخر کے جذبات مٹتے جا رہے تھے اور اس کے بجائے زہد و تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا جانے لگا تھا' رسول اللہ ﷺ کی یہی تعلیم تھی کہ نام و نسب پر فخر کرنے کے بجائے زہد و تقویٰ کو اہمیت دی جائے اور جب بھی کوئی موزوں رشتہ مل جائے تو حسب و نسب کا لحاظ کیے بغیر اس کا نکاح کر دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین اور خلق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو' اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۴) اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرہ آفاق تصنیف لطیف ''شرح صحیح مسلم'' ج ۶ ص ۱۰۲۳ تا ۱۱۰۵ کا مطالعہ فرمائیں ف۱۷ اس آیت کے شان نزول میں حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) سدی نے کہا: ان دیہاتیوں سے مراد وہ دیہاتی ہیں جن کا ذکر سورۃ الفتح میں آ چکا ہے' یہ مدینہ کے گرد رہنے والے قبائل تھے' مزینہ' جہینہ' اسلم' غفار' الدیل اور اشجع' انہوں نے اس لیے ایمان کا اظہار کیا تھا تا کہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر سکیں اور انہوں نے دل سے تصدیق نہیں کی تھی' لیکن اس آیت سے مراد بعض اعراب ہیں' تمام اعراب مراد نہیں ہیں کیونکہ بعض اعراب ایمان لے آئے تھے (۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ آیت ان اعراب کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ ان کو مہاجر کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ ان کا لقب ''اعراب'' ہے اور ان کا لقب مہاجرین نہیں ہے (۳) ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو اسد بن خزیمہ کے اعراب ہیں' انہوں نے مدینہ کے راستوں میں گندگی پھیلائی اور غلہ کے دام بڑھا دیئے' یہ قحط کے سال مدینہ آئے اور کہا: آپ ہمارے اور ہمارے اہل و عیال (بقیہ صفحہ ۹۸۸ پر)

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہر چیز کو بے حد جاننے والا ہےO (اے رسولِ مکرم!) یہ آپ پر

أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ

اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں آپ کہیے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان

هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ

فرماتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دے دی اگر تم سچے ہوO بے شک اللہ تمام آسمانوں اور تمام

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

زمینوں کے کل غیب جانتا ہے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہوO ۱۹

آیاتہا ۴۵ — ۵۰ سورۃ ق مکیۃ ۳۴ — رکوعاتہا ۳

اس میں پینتالیس آیتیں ہیں — سورۃ ق مکی ہے — اور تین رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ

قاف' قرآن مجید کی قسمO (اور کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک عذاب سے ڈرانے

فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ﴿٢﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۖ

والا آ گیا' پس کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہےO۱ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے ۲ (تو پھر زندہ ہوں گے!)

ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ﴿٣﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۖ وَ

بے شک یہ لوٹنا (عقل سے) بعید ہےO بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان سے کتنا کم کرتی ہے اور

ف۱۹ اس آیت میں اعراب کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا: ہم بغیر جنگ کے ازخود اسلام لائے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ آپ کہیے کہ تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ' یہ تو اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دی' اور تم نے دل سے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہیں کی' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اللہ کو دھوکا دے سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمینوں میں چھپی ہوئی تمام چیزیں جانتا ہے' وہ تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے نفاق کو نہیں جانتا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۲ ۸ ۱۴

سورۃ قٓ ف۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک عذاب سے ڈرانے والا آ گیا' پس کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے! کہ ہم ہی میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر ہم کو آخرت کے حساب و کتاب اور دوزخ کے عذاب سے ڈرا رہا ہو ف۲ ق: ۳ میں یہ ذکر ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جائے گا' اس کی تائید اس حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک ہڈی ہے جس کو مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ "عجب الذنب" (دم کی ہڈی کا سرا) ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۵۵) انسان کی پشت کے نیچے ایک ہڈی ہے جس کو "عجب الذنب" کہتے ہیں' انسان کے جسم میں سب سے پہلے اسی کو بنایا جاتا ہے' پھر اس پر باقی جسم کو بنایا جاتا ہے' اس ہڈی کے سوا انسان کے پورے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے' اور اس کی دلیل اس حدیث میں بھی ہے: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن ان کی روح قبض کی گئی' اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے' پس اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود بھیجو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے عرض کیا: ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا' حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷)

عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ

ہمارے پاس (ان کے اعمال کو) محفوظ رکھنے والا صحیفہ ہے○ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا

فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴿۵﴾ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ

سو وہ الجھن میں ہیں○ ۳ کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا' ہم نے اس کو کیسے بنایا اور کس طرح اس کو مزین کیا

زَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے○ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کو

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى

نصب کر دیا اور ہم نے اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے○ جو بصیرت اور نصیحت ہیں ہر رجوع کرنے

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ

والے بندے کے لیے○ ۴ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں

جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا

میں کاٹی جانے والی فصل اگائی○ ۵ اور کھجور کے لیے درخت اگائے جن پر تہ بہ تہ پھل لدے ہوئے ہیں○ ۶ اپنے بندوں کی روزی

لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

کے لیے اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کیا' اسی طرح تمہارا (قبروں سے) نکلنا ہے○ اس سے پہلے نوح کی قوم

قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ

نے اور اندھے کنویں والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا تھا○ ۷ اور عاد اور فرعون اور لوط

لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

کے علاقے والوں نے○ اور ایکہ (جنگل) والوں نے ۸ اور تبع کی قوم نے ۹ ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا' سو عذاب

ف۳ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "امر مریج" کا معنی ہے: نہایت بُرا کام جو خلافِ شرع ہو' حدیث میں یہ لفظ اضطراب اور فساد کے معنی میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تم ایسے لوگوں میں ہو گے جن کے عہود اور ان کی امانتیں فاسد اور مضطرب ہو چکی ہوں گی' وہ اس طرح اس طرح ہو چکی ہوں گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴۳) ف۴ یعنی آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں اور جن چیزوں سے آسمانوں کو مزین کیا ہے اور جن چیزوں سے زمین کو سفید اور خوش منظر بنایا ہے' ان کا مشاہدہ اور ان کی معرفت ہر اس شخص کے لیے بصیرت اور فہم و فراست اور عبرت اور نصیحت کا باعث ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے ف۵ قرآن مجید کی اس آیت میں "حب الحصید" کا لفظ ہے' جس کا لفظی معنی کٹنے والا غلہ ہے' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس کا ترجمہ "کاٹی جانے والی فصل" کیا ہے اور فصل کا لفظ تمام قسم کے کھیتوں کو شامل ہے جس میں غلہ اور اناج بھی داخل ہے' جیسے گندم' مکئی' جو' باجرہ' جوار اور چاول وغیرہ اور مختلف قسم کی سبزیاں بھی داخل ہیں جیسے شلجم' چقندر' مٹر' گوبھی' پالک اور لوکی وغیرہ' گویا کہ حضرت اقدس علامہ سعیدی حفظہ اللہ نے لفظ خاص سے عموم مراد لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باغات اور کھیتوں دونوں کا ذکر فرمایا ہے' باغات کے پھل اتار لیے جانے کے بعد بھی ان کے درخت قائم رہتے ہیں اور کھیتوں سے فصل کٹنے کے بعد ان کے پودے ختم ہو جاتے ہیں' نیز باغات کے پھل لذت کے لیے کھائے جاتے ہیں اور کھیتوں سے جو غلہ اور سبزیاں حاصل ہوتی ہیں ان سے روٹی اور سالن پکایا جاتا ہے' جن کو پیٹ بھرنے کے لیے کھایا جاتا ہے ف۶ اس آیت میں "بٰسقٰت" کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: طویل اور بلند و بالا' اور "طلع" کا لفظ ہے "طلع" کھجور کے اس گدرے گدرے پھل کو کہتے ہیں جو پہلے پہلے نکلتا ہے۔ "نضید" کے معنی ہیں: تہ بہ تہ' اس سے پہلے "جنّٰت" کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: پھلوں کے باغات اور پھلوں میں کھجور بھی شامل ہے لیکن اس کو خصوصیت سے الگ ذکر فرمایا کیونکہ عرب میں کھجور کی ایک خاص اہمیت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے گرتے نہیں ہیں اور وہ مسلمان کی مثل ہے' مجھے بتاؤ! وہ کون سا درخت ہے' صحابہ کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' پس مجھے حیاء آئی' پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! بتایئے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۲) آپ نے فرمایا: کھجور کا درخت مسلمان کی مثل ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی ہر چیز کام میں آ جاتی ہے' اس کا تنا گاڈر کی طرح چھت بنانے میں کام دیتا ہے' اس کے پتوں کی چٹائیاں اور ہاتھ کے پنکھے بنائے جاتے ہیں' اس کا پھل گدرا بھی کھایا جاتا ہے' تر و تازہ بھی' خوب پکنے کے بعد اور جب سوکھ جائے تو چھوارا بن جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمان ثواب کی نیت سے جو کام بھی کرے اس پر اجر ملتا ہے' حتیٰ کہ اس کے سونے' جاگنے اور کھانے پینے پر بھی اجر ملتا ہے ف۷ یعنی جس طرح کفارِ مکہ' سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کا انکار اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کی تکذیب کر رہے ہیں' اسی طرح اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح کی تکذیب کر چکی ہے اور "اصحاب الرس" بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ "اصحاب الرس" کے متعلق چار قول ہیں: (۱) ضحاک نے کہا: یہ وہ کنواں ہے' جس میں صاحب یٰسین کو قتل کر کے ڈال دیا گیا تھا (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آذربائی جان کے لوگوں کا کنواں ہے (۳) قتادہ اور زہیر نے کہا: اس سے مراد اہل یمامہ ہیں' انہوں نے بہت کنوئیں بنائے ہوئے تھے (۴) اس سے مراد "اصحاب الاخدود" ہیں۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۴۴) نیز اس آیت میں "ثمود" کا ذکر ہے' حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ثمود کہتے ہیں' یہ عرب کے قدیم لوگ تھے' انہوں نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ف۸ "ایکۃ" اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں بہت زیادہ اور بہت گھنے درخت ہوں' درختوں کا جھنڈ' جنگل۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ ایک خاص شہر یا ملک کا نام ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب ایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور دونوں قوموں پر عذاب نازل کیا

وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

کی وعید برحق ہے O ٩ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ اپنے ازسرِنو پیدا ہونے کے متعلق

جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾ ع وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ

شک میں مبتلا ہیں O ١١ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس (امارہ) (اس کے دل میں)

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ

ڈالتا رہتا ہے ١٢ اور ہم (اس کی) شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں O ١٣ جب (اس کے ہر قول اور فعل کو) دو

الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ

فرشتے حاصل کر لیتے ہیں جو اس کی دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیں O ١٤ وہ جو بات بھی کہتا ہے (اس کو لکھنے کے لیے) اس کا

رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ

محافظ (فرشتہ) منتظر ہوتا ہے O ١٥ اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی' یہی وہ چیز ہے جس سے

مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ

تو انحراف کرتا تھا O ١٦ اور صور پھونک دیا جائے گا یہی ہے عذاب کی وعید کا دن O اور ہر شخص اس طرح

نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

حاضر ہو گا کہ اس کو چلانے والا ایک فرشتہ ہو گا اور ایک گواہ ہو گا O بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا' سو ہم نے تیری

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ

آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے O ١٧ اور اس (کی زندگی) کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا:

هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ ؕ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ لا مَّنَّاعٍ

یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے O ہر سرکش کافر کو جہنم میں ڈال دو O جو نیکی سے منع

گیا' اہل مدین ایک ہولناک چیخ سن کر ہلاک ہو گئے اور اصحاب الایکہ جس جنگل میں تھے' ان پر بادل کا عذاب آیا تھا ف٩ قتادہ نے کہا: تبع کی قوم سے مراد قوم سباء ہے' سباء میں حمیر قبیلہ تھا' یہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے' جیسے روم کے بادشاہ کو قیصر اور فارس کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے ہیں۔ کعب احبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کی مذمت کی ہے' تبع کی مذمت نہیں کی۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تبع کو بُرا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٣٤٠' تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ١٥٧) ف١٠ یعنی ان میں سے ہر قوم نے ان رسولوں کی تکذیب کی جن کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا تھا' پھر ان تمام قوموں پر اللہ تعالیٰ کی وعید کے موافق عذاب نازل ہو گیا' اس سے اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ڈرایا ہے کہ اگر تم اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے تو تم پر بھی اس عذاب کا خطرہ ہے جو گزشتہ قوموں پر آ چکا ہے ف١١ یہ آیت حشر و نشر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلیل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تھکاوٹ سے مبرا اور منزہ ہے' اس لیے وہ مخلوق کو پہلی بار پیدا کر کے نہیں تھکا اور جب وہ تھکا نہیں ہے تو وہ ازسرِنو ان کو پھر پیدا فرمائے گا ف١٢ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم کو علم ہے کہ کیا کیا چیزیں اس کے دل میں کھٹکتی ہیں اور اس میں انسان کو ان گناہوں سے منع کیا ہے جو چھپ کر تنہائی میں کرتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا: انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور شیطان کے ورغلانے سے ان کے دل میں شجرِ ممنوع کی خواہش پیدا ہوئی' تاہم انہوں نے معصیت کے قصد سے شجرِ ممنوع سے نہیں کھایا' بلکہ اجتہادی خطاء سے کھایا' انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے تھی' پھر ان کی اولاد کے دل میں ممنوع کاموں کا شوق اور تحریک پیدا ہوئی' اس کو حدیثِ نفس اور کلامِ خفی بھی کہتے ہیں ف١٣ ''ورید'' اس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے' یہ رگ حلق کے ایک کنارے سے کندھے تک ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہماری ہر ظاہر اور باطن چیز کا علم ہے' حتیٰ کہ اس کو ہمارے دل میں آنے والے خیالات کا بھی علم ہے' حسن بصری نے کہا: شہ رگ سے مراد رگِ جان ہے جو دل کے ساتھ معلق ہے اور اس قرب سے مراد قربِ مسافت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ انسان کے دل سے زیادہ اس کے قریب ہے یعنی دل میں کسی خیال کے آنے سے پہلے اسے اس خیال کا علم ہوتا ہے ف١٤ یعنی ہم اس وقت اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں' جب دو فرشتے جو اس پر مسلط کیے گئے ہیں' وہ اس کے ہر قول اور فعل کو لکھ لیتے ہیں' یہ دو فرشتے اس کے اقوال اور افعال پر شاہد بنائے گئے ہیں' ایک فرشتہ انسان کے دائیں جانب ہوتا ہے اور اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ اس کی بائیں جانب ہوتا ہے اور اس کی بُرائیاں لکھتا ہے حتیٰ کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے صحیفۂ اعمال کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نیکیاں لکھنے والا فرشتہ انسان کی دائیں جانب ہوتا ہے اور بُرائیاں لکھنے والا فرشتہ انسان کی بائیں جانب ہوتا ہے اور نیکیاں لکھنے والا فرشتہ برائیاں لکھنے والے فرشتہ پر امین ہوتا ہے' پس جب انسان کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ اس کو دس گنا کر کے لکھتا ہے اور جب انسان کوئی بُرائی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے سے کہتا ہے: اس کو دس گھنٹے تک مہلت دو شاید یہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے یا توبہ کرے۔ (شعب الایمان: ٧٠٥١) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جو شخص بھی اپنے جسم کے کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کے اعمال کے) محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے: میرا یہ بندہ اپنی صحت کی حالت میں جو (نیک) عمل کرتا تھا' اس کے اس عمل کو اس وقت تک لکھتے رہو جب تک وہ میری زنجیر میں بندھا ہوا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٨٠٤) ف١٥ اس آیت میں ''رقیب'' اور ''عتید'' کے الفاظ ہیں' ''رقیب'' کا معنی ہے: حکم پر عمل کرنے والا' محافظ اور مشاہدہ کرنے والا' اور ''عتید'' کا معنی ہے: وہ شخص جو ہمیشہ حاضر رہے اور کبھی غائب نہ ہو اور وہ شخص جو گواہی دینے کی حفاظت کر رہا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب دو محافظ اللہ سبحانہ کی طرف اپنا لکھا ہوا لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صحیفہ کی ابتدا اور آخر میں نیکی لکھی ہوئی دیکھتا ہے (بقیہ صفحہ ٩٨٨ پر)

لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝۲۵ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي

کرنے والا حد سے زیادہ شک کرنے والا ہے ○ ۱۸ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیا تم اس کو سخت

الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝۲۶ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ

عذاب میں ڈال دو○ اس کا (برا) ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اس کو گم راہ نہیں کیا

ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ۝۲۷ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ

لیکن یہ خود پرلے درجہ کی گم راہی میں تھا○ ۱۹ اللہ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تم کو پہلے ہی (عذاب کی)

بِالْوَعِيْدِ ۝۲۸ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۲۹ يَوْمَ

وعید سنا چکا ہوں○ ۲۰ میرے سامنے میری خبر تبدیل نہیں کی جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں○ (آپ یاد کیجئے!)

نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۰ وَاُزْلِفَتِ

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو پُر ہو گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں؟○ ۲۱ اور جنت کو متقین

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۱ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ

کے قریب لایا جائے گا وہ ان سے دور نہ ہوگی○ یہ وہ (انعام) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر اس شخص کے لیے جو (اللہ کی طرف)

حَفِيْظٍ ۝۳۲ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝۳۳

رجوع کرنے والا (اپنے دین کی) حفاظت کرنے والا ہو○ جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لایا○

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا

اس جنت میں ہمیشہ کے لیے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ○ ۲۲ متقین کے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور

مَزِيْدٌ ۝۳۵ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا

ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے○ ۲۳ اور ہم نے ان (اہل مکہ) سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دی تھیں جو گرفت کی قوت میں ان

ف۱۸ خیر اور نیکی سے مراد ہے: زکوٰۃ مفروضہ اور ہر وہ حق جو واجب ہو' نیکی سے منع کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنے کلام' اپنی سیرت اور اپنے حکم میں حد سے بڑھنے والا ہے اور توحید میں شک کرنے والا ہے ف۱۹ اس بُرے ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو اس معاند کافر پر مسلط کیا گیا تھا' وہ شیطان اس کافر سے قیامت کے دن بَری ہو جائے گا اور اس کی تکذیب کرے گا' وہ کہے گا: اس شخص نے خود اپنے اختیار سے کفر کیا اور پرلے درجہ کی گمراہی میں جا پڑا' میں نے تو صرف اس کو گمراہی کی دعوت دی تھی' اس نے میری دعوت قبول کر لی ف۲۰ اللہ تعالیٰ جو وعید سنا چکا ہے وہ یہ ہے: ''قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ○'' (الاعراف:۱۸) فرمایا: اے شیطان تو اس جنت سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا' جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا' میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا○ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے' یعنی وہ کسی بے قصور کو سزا نہیں دے گا یا کسی مؤمن صالح کو ثواب سے محروم نہیں کرے گا ف۲۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ○'' (ھود:۱۱۹' السجدہ:۱۳) میں تمام (کافر) جنات اور انسانوں سے ضرور جہنم کو پُر کر دوں گا○ اس لیے اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائے گا: کیا تو پُر ہو گئی' اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ جہنم میں نطق پیدا کر دے گا جس طرح وہ انسان کے اعضاء میں نطق پیدا فرمائے گا' اس لیے وہ جواب دے گی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں کفار کو ڈالا جاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ (لوگ) ہیں؟ یہاں تک کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا' پھر دوزخ کے بعض حصے بعض کی طرف سکڑ جائیں گے' اور وہ کہے گی: بس بس! تیری عزت اور کرم کی قسم!' اور جنت میں گنجائش رہے گی' پھر اللہ تعالیٰ جنت کی فاضل جگہ کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا اور ان کو اس جگہ میں رکھے گا۔ (صحیح البخاری:۶۶۶۱) بخاری کی حدیث نمبر: ۷۴۴۹ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے (بھی) جن کو چاہے گا پیدا فرمائے گا' یہ روایت درست نہیں ہے' اس روایت کی تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج۱۱ص ۳۳۰ تا ۳۳۵ ملاحظہ فرمائیں ف۲۲ یعنی جو متقین ہوں' اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہوں' دین کی حفاظت کرنے والے ہوں' بن دیکھے اللہ سے ڈرنے والے ہوں' ان سے کہا جائے گا: تم اس جنت میں ہمیشہ کے لیے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ سلامتی کا معنی ہے: عذاب سے سلامتی کے ساتھ یا نعمتوں کے زوال کی سلامتی کے ساتھ یا اللہ اور فرشتوں کے سلام کے ساتھ ف۲۳ اس آیت میں فرمایا ہے: ''ولدینا مزید'' یعنی متقین جنت میں جو چاہیں گے وہ ان کو مل جائے گا اور ہمارے پاس مزید انعام بھی ہے' وہ مزید کیا انعام ہے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ'' (یونس:۲۶) نیک کام کرنے والوں کے لیے اچھا اجر ہے اور ایک زائد انعام ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ زائد انعام کیا ہے؟ فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی نداء کرے گا: بے شک تمہارے لیے ایک وعدہ ہے' اہل جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے' کیا اللہ نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! پھر اللہ اپنے چہرے سے حجاب کھول دے گا' آپ نے فرمایا: پس اللہ کی قسم! اللہ نے ان کو اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں دی کہ وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھیں۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث المسلسل:۴۴۸)

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى

سے زیادہ تھیں انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا کہ کہیں چھٹکارے کی جگہ ہو O ۲۴ بے شک اس (قرآن) میں اس کے لیے

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

ضرور نصیحت ہے جو صاحب دل ہو یا جو ذہن حاضر کر کے کان لگائے O ۲۵ اور بے شک ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا' اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی O ۲۶

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ

سو آپ ان کی (دل آزار) باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوع آفتاب اور

قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ

غروبِ آفتاب سے پہلے O ۲۷ اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیجئے ۲۸ اور نمازوں کے بعد (بھی) O اور (اے مخاطب!)

يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ

غور سے سن جب منادی قریب کی جگہ سے پکارے گا O جس دن لوگ چیخ کی آواز برحق سنیں گے یہ قبروں

يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ

سے نکلنے کا دن ہے O ۲۹ بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے O جس دن زمین

الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

ان سے پھٹ جائے گی تو وہ دوڑتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر (بپا کرنا) ہم پر بہت آسان ہے O ۳۰ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ (کفار)

وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع

کہہ رہے ہیں' اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں' پس آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو O ۳۱

ف۲۴ اس آیت (قٓ:۳۶) میں یہ بتایا کہ اے نبی مکرم! ہم آپ سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اہل مکہ سے زیادہ طاقتور تھیں' انہوں نے ہمارے ہلاک آفریں عذاب سے بچنے کے لیے بہت شہروں میں پناہ ڈھونڈنا چاہی لیکن ان کو کسی جگہ ہمارے عذاب سے پناہ نہ مل سکی ف۲۵ اس آیت میں قلب سے مراد عقل ہے اور عقل کو قلب سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ عرف اور محاورہ میں عقل کا محل دل ہے' ورنہ حقیقت میں عقل کا محل دماغ ہے۔ مجاہد نے کہا: قلب سے مراد ہے: زندہ انسان کا نفس جو اشیاء میں تمیز کرتا ہو اور نفس کو قلب سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ عرف میں قلب ہی نفس اور حیات کا وطن اور معدن ہے' اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اپنی عقل کو استعمال کر کے بہ غور قرآن مجید میں مذکور نصیحتوں کو سنے گا تو ضرور اس کو ہدایت حاصل ہوگی اور جو بے توجہی اور بے پرواہی سے قرآن کریم کو سنے گا' اس کو اس کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا ف۲۶ یہ آیت یہود کے ردّ میں نازل ہوئی ہے' انہوں نے یہ زعم کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کرنے کے بعد تھک گیا ہے' پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا' اور اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن تھکاوٹ اتارنے کے لیے آرام کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے سے اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی

ع ۳ / ۱۶ / ۱۷

ف۲۷ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے' اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں' حدیث میں ہے: حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اس کو دیکھنے میں تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے میں کسی سے مغلوب نہ ہو تو ایسا کرلو' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ''وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ O'' (قٓ:۳۹) یعنی یہ نمازیں تم سے قضاء نہ ہونے پائیں۔ (صحیح البخاری: ۵۵۴) ف۲۸ ابوالاحوص نے کہا: اس سے مراد ہے: راتوں کو اٹھ کر اللہ کی تسبیح کرنا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد ہے: فجر کی نماز کی دو سنتیں پڑھنا ف۲۹ یعنی یہ حساب کے لیے جمع ہونے کا دن ہے اور یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے' مردے اس چیخ کی آواز سن کر زندہ ہو جائیں گے اور اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف دوڑیں گے ف۳۰ جس دن زمین پھٹ جائے گی اور مردے زندہ ہو کر حضرت اسرافیل کی طرف دوڑیں گے جو صور پھونکنے والے ہیں اور سب بیت المقدس کی طرف دوڑیں گے جہاں حشر برپا ہوگا اور یہ ہم پر بہت آسان ہے' یہ حشر شام کی سرزمین پر برپا ہوگا ف۳۱ یعنی جو کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کو بُرا کہتے ہیں ہم ان کی باتوں کو خوب جانتے ہیں اور آپ ان کو جبراً مؤمن اور مسلمان بنانے والے نہیں ہیں' اس آیت کا حکم آیت جہاد نازل کرنے سے منسوخ ہوگیا ہے۔ اس آیت کی وضاحت درج ذیل آیت سے ہوتی ہے: ''وَمَا اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ O'' (المؤمن:۲۹) میں تو صرف نیکی کا راستہ دکھا رہا ہوں O اور رہا واقع میں آپ کو نیک بنا دینا' اس پر میرا اختیار نہیں' یہ صرف اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے اور وہ بھی کسی کو جبراً مؤمن یا نیک نہیں بناتا' انسان نیکی یا بدی میں سے جس چیز کو بھی اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہی چیز پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا: ''لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ O'' (الغاشیہ:۲۲) آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں O جبر کا معنی یہ ہے کہ انسان کی مرضی کے خلاف اپنے زور اور اپنی طاقت سے اس سے کوئی فعل صادر کرانا جس فعل کو وہ ناپسند کرتا ہو اور اس کو اپنے اختیار سے نہ کرنا چاہتا ہو۔ بعض صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ ہم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں' تو یہ آیت نازل ہوئی: پس آپ اس کو قرآن سے نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔ وعید عذاب کی خبر کو کہتے ہیں اور وعدہ ثواب کی خبر کو کہتے ہیں۔ قتادہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم کو ان لوگوں سے کر دے جو تیری وعید سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدہ کی توقع رکھتے ہوں۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

(٥١) سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (٦٧) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٦٠ | رُكُوْعَاتُهَا ٣

سورۃ الذٰریٰت مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں ساٹھ آیتیں تین رکوع ہیں

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ

گرد و غبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم O پھر بادلوں کی صورت میں پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی قسم O پھر آسانی سے چلنے والی

اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ

کشتیوں کی قسم O پھر رزق کو تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم O بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور سچا ہے O ١ اور بے شک

ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ

جزاء ضرور حاصل ہوگی O اور راستوں والے آسمان کی قسم O بے شک تم ضرور مختلف اقوال کے قائل ہو O اس قرآن سے وہی

اُفِكَ ﴿٩﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾

روگرداں کیا جاتا ہے جس کو (ازل میں) پھیر دیا گیا تھا O ٢ انکل پچو سے باتیں کرنے والے ہلاک کر دیئے جائیں O

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾

جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں O وہ پوچھتے ہیں: قیامت کب آئے گی O (آپ کہیے:) جس دن ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا O ٣

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۖ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

اب اپنے اس عذاب کو چکھو یہی وہ عذاب ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے O ٤ بے شک متقین

فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا

جنتوں اور چشموں میں ہوں گے O وہ ان کو لینے والے ہوں گے جو ان کا رب ان کو عطا فرمائے گا' بے شک

قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَ

اس سے پہلے (دنیا میں) وہ نیک کام کرنے والے تھے O وہ رات کو کم سوتے تھے O ٥ اور

سورۃ الذٰریٰت: ف١ "وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًاO" یعنی وہ ہوائیں جو خاک اڑاتی ہیں' کہا جاتا ہے: "ذَرَتِ الرِّيْحُ التُّرَابَ" ہوا نے خاک اڑائی۔ "فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًاO" وہ کشتی جو پانی میں سہولت سے چلتی ہے۔ "فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًاO" وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چیزوں کو مخلوق کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم اس لیے کھائی کہ یہ چیزیں اللہ کی صفت اور قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور اس قسم کا جواب ان آیات میں ہے: "اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌO" یعنی تم سے جو ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور گناہ گاروں کو جو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے' وہ وعد اور وعید سچا ہے۔ "وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌO" یعنی قیامت کے دن حشر میں ضرور حساب و کتاب ہوگا۔ (معالم التنزیل ص ٢٨٠) ف٢ یعنی سیدنا محمد ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے سے ان ہی کو روگرداں کیا جاتا ہے جن کو ازل میں روگرداں کیا گیا تھا یا جنہوں نے قرآن مجید کو سحر یا کہانت کہا یا پچھلے لوگوں کے افسانے کہا' ان کو اس جرم کی پاداش میں ایمان لانے سے پھیر دیا جاتا ہے اور جن لوگوں کو ازل میں ایمان لانے سے پھیر دیا گیا تھا' یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی ﷺ کی بسیار کوشش اور بھرپور تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے ف٣ کفار اور مشرکین سوال کرتے تھے: آپ ہمیں جس دن کے عذاب سے ڈراتے ہیں وہ دن کب آئے گا؟ ان کو قیامت کے وقوع میں شک تھا' اس لیے وہ یہ سوال کرتے تھے یا نبی ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے بہ طور استہزاء یہ سوال کرتے تھے' آپ سے فرمایا: آپ ان سے کہیں کہ جس دن ان کو دوزخ کے فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا' کسی کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا معنی ہے: اس کو آزمائش میں ڈالنا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا ف٤ ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: تم جس عذاب کو طلب کرتے تھے اس کو چکھو یا تم جس عذاب کے مستحق تھے' اب اس عذاب کو چکھو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: تم اپنی سزا کو چکھو ف٥ یعنی وہ رات کو کم سوتے ہیں اور زیادہ وقت نمازیں پڑھتے ہیں' رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق بہترین طریقہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے وہ ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' وہ نصف رات تک سوتے تھے' تہائی رات میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے آخری چھٹے حصے میں سو جاتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٣٤٢٠) اس حدیث کی وضاحت اس طرح ہے کہ فرض کیجئے کہ رات چھ گھنٹے کی ہے تو اس کا نصف تین گھنٹے ہیں تو آپ تین گھنٹے سو کر پھر اٹھ جائیں اور تہائی رات نماز پڑھیں اور چھ گھنٹے کے تہائی دو گھنٹے ہیں' پس آپ دو گھنٹے نمازیں پڑھیں اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں پھر سو جائیں اور چھ گھنٹے کا چھٹا حصہ ایک گھنٹا ہے' پس آپ ایک گھنٹا سو کر پھر نماز فجر کے لیے اٹھ جائیں۔

بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

رات کے پچھلے پہر مغفرت طلب کرتے تھے○ ۶ اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا○ ۷

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور یقین رکھنے والوں کے لیے زمین میں (بہت) نشانیاں ہیں○ اور خود تمہارے نفسوں میں بھی (نشانیاں) ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے○ ۸

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے ۹ اور وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے○ پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ قرآن

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ

ضرور برحق ہے' جیسا کہ تمہارا کلام کرنا (برحق ہے) ○ ۱۰ (اے رسول مکرم!) کیا آپ کے پاس ابراہیم

الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟○ جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: سلام! ابراہیم نے (بھی) جواب میں کہا: سلام (اور

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا

دل میں سوچا:) یہ اجنبی لوگ ہیں○ پھر چپکے سے اپنے گھر گئے' پس بھنا ہوا فربہ بچھڑا لے آئے○ سو بچھڑا ان کے سامنے رکھ کر کہا: کیا

تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ

تم نہیں کھاتے؟○ پھر ابراہیم کو ان سے خوف محسوس ہوا' انہوں نے کہا: آپ ڈریئے مت! اور ان کو ایک علم والے لڑکے کی

عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ

بشارت دی○ ۱۱ پھر ان کی بیوی چیختی ہوئی آگے بڑھی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہا: (میں تو) بڑھیا

عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

(اور) بانجھ ہوں○ انہوں نے کہا: آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے' بے شک وہی بہت حکمت والا' بے حد علم والا ہے○ ۱۲

ع ۱۸ وقف لازم

ف۶ سحر کے وقت استغفار کرنے کی فضیلت کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) رات کی ظلمت کے بعد اس وقت صبح کا نور طلوع ہوتا ہے' اسی طرح سویا ہوا انسان بہ منزلہ مردہ ہوتا ہے اور اس وقت اس میں نئی زندگی آتی ہے اور جس طرح اس وقت اس جہاں میں نور کا ظہور ہوتا ہے' اسی طرح اس وقت انسان کے دل میں معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے (۲) سحر کے وقت انسان کو بہت میٹھی نیند آتی ہے اور جب انسان نیند کی لذت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی عبادت بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے' (۳) اس وقت بالکل سناٹا اور تنہائی ہوتی ہے اور ایسے میں بندہ جو عبادت اور استغفار کرتا ہے' اس میں کامل اخلاص ہوتا ہے اور ریا کا شائبہ بھی نہیں ہوتا ف۷ اس آیت میں لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کہ اے لوگو! اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور تنگی اور کمی کا خوف نہ کرو' کیونکہ تمہارے پاس جو مال ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے' اگر یہ مال ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تم کو اور عطا فرمائے گا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کا منہ بند نہ کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے خزانہ کا منہ تم پر بند کر دے گا' تم جس قدر خرچ کر سکتی ہو' خرچ کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۴) ف۸ انسان عالم صغیر ہے اور یہ جہان عالم کبیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات پر عالم صغیر میں بھی نشانیاں رکھی ہیں اور عالم کبیر میں بھی نشانیاں رکھی ہیں اور عالم کبیر میں جو نشانیاں ہیں وہی نشانیاں عالم صغیر میں ہیں: (۱) سورج اور چاند میں نور رکھا ہے جس سے وہ بالذات دکھائی دیتے ہیں' اس کے مقابلہ میں انسان کی آنکھوں میں نور رکھا ہے جس سے وہ دیکھتی ہیں (۲) زمین میں خاک اور مٹی ہے اور انسان کا جسم بھی موت کے بعد بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جاتا ہے (۳) عالم کبیر میں پانی ہے' اس کے مقابلہ میں انسان کے جسم میں رطوبات ہوتی ہیں (۴) عالم کبیر میں ہوا ہے اور اس کے مقابلہ میں نفس کا سانس لینا ہے ف۹ سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا: رزق سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہیں' مثلاً بارش اور برف وغیرہ' بارش کے پانی سے کھیتیاں اُگتی ہیں اور بارش کا پانی پی کر مخلوق زندہ رہتی ہے اور برف سے چشمے قائم رہتے ہیں ف۱۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باقی حواس کے بجائے بولنے کی مثال دی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی حواس کے مدرکات میں اشتباہ ہو جاتا ہے' مثلاً جب انسان چلتی ہوئی ٹرین یا بس میں بیٹھا ہوا ہو تو اس کو درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ساکن ہوتے ہیں' اسی طرح قوت ذائقہ کے مدرکات میں اشتباہ ہو جاتا ہے' مثلاً پیلیا کے مریض کو میٹھی چیز بھی کڑوی معلوم ہوتی ہے' اسی طرح خوشبو اور بدبو کے فرق کا پتا نہیں چلتا' بعض لوگوں کو کم سنائی دیتا ہے' صرف قوت گویائی ایسی طاقت ہے جس میں خلل نہیں ہوتا ف۱۱ ان آیتوں میں یہ قصہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی بدکار قوم پر عذاب دینے کے لیے بھیجے تھے' وہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستی سدوم میں جانے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے' کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے' وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اجنبی شکل وصورت میں گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی ضیافت کے لیے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے' جب انہوں نے کھانے سے ہاتھ روکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہوئے کہ یہ میرا نمک کیوں نہیں کھا رہے؟ کہیں یہ مجھے کوئی نقصان تو نہیں پہنچانا چاہتے' تب انہوں نے بتایا کہ وہ اللہ کے فرستادہ فرشتے ہیں اور انہوں نے ایک علم والے بیٹے کی بشارت دی' اور بعد میں بتایا کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب پہنچانے کے لیے آئے ہیں ف۱۲ ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی دینے کی طرف اشارہ ہے کہ پچھلی امتوں میں بھی کفار انبیاء علیہم السلام کے پیغام کی تکذیب کرتے تھے تب ہی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتے بھیجے گئے' اس لیے اگر آپ کی قوم کے کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں' اور ان فرشتوں کو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت افزائی ہو اور ان کا مقام و مرتبہ ظاہر ہو۔ ان فرشتوں کے متعلق فرمایا: یہ ابراہیم کے معزز مہمان ہیں حالانکہ واقع میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان نہ تھے' لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اپنا مہمان گمان کیا تھا' (بقیہ صفحہ ۹۸۸ پر)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ

ابراہیم نے کہا: تو اے رسولو! تمہارا کیا مقصد ہے؟O فرشتوں نے کہا: بے شک ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ

گئے ہیں O تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیںO ۱۳ جو آپ کے رب کے نزدیک

رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾

حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیںO ۱۴ سو ہم نے اس بستی میں سے ان سب کو نکال لیا جو ایمان والے تھےO

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً

تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایاO ۱۵ اور ہم نے اس بستی میں دردناک

لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى

عذاب سے ڈرنے والوں کے لیے ایک نشانی باقی رکھی O ۱۶ اور موسیٰ (کے واقعہ) میں (ہماری نشانیاں ہیں) جب ہم نے

فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

ان کو واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجاO تو اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہےO

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ

پس ہم نے اس کو اور اس کے پورے لشکر کو پکڑ لیا پھر ہم نے ان سب کو سمندر میں پھینک دیا اس وقت وہ خود کو ملامت کر رہا تھاO ۱۷ اور قوم عاد

اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ

میں (بھی حیرت انگیز نشانیاں ہیں) جب ہم نے ان پر رحمت سے خالی آندھی بھیجیO جو کسی چیز کو نہیں چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی

اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾

اس کو ریزہ ریزہ کر دیتیO ۱۸ اور قوم ثمود میں (بھی عبرت انگیز نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا کہ تم ایک عارضی مدت تک فائدہ اٹھالوO

تفسیر

ف۱۳ ان فرشتوں نے کہا: ہم کو مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے' وہ مجرم قوم حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں میں تھی' پھر فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیوں بھیجا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تکریم کے لیے تھا' تاکہ ان کو پہلے سے معلوم ہو جائے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں میں عذاب آنے والا ہے اور وہ ناگزیر ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت بدکار قوم تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کے بار بار منع کرنے کے باوجود بدکاری سے باز نہیں آتی تھی ف۱۴ ایک قول یہ ہے کہ وہ پتھر سیاہ اور سفید دھاری دار تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سیاہ اور سرخ دھاری دار تھے اور ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس شخص کو جا کر وہ پتھر لگنا تھا' وہ بہ ظاہر دیکھنے میں پتھر تھے لیکن درحقیقت وہ مٹی سے بنے ہوئے تھے ف۱۵ یعنی جب ہم نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اس بستی سے ان کی قوم میں سے ایمان والوں کو باہر نکال لیا' تاکہ مؤمنین ہلاک نہ ہوں تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایا' اور اس گھر میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو بیٹیاں تھیں اور اس کے علاوہ وہاں مسلمانوں کا اور کوئی گھر نہیں تھا' پہلی آیت میں فرمایا ہے: ہم نے اس بستی سے ایمان والوں کو نکال لیا تھا' اور دوسری آیت میں فرمایا ہے: ان کے علاوہ وہاں مسلمانوں کا اور کوئی گھر نہیں تھا' ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت سے معلوم ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں' وہ آیت یہ ہے: ''قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا'' (الحجرات: ۱۴) اعراب نے کہا: ہم ایمان لے آئے' آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام میں تغائر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ایمان کا اصطلاحی معنی مراد ہے اور وہ یہ ہے: سیدنا محمد ﷺ اللہ کے پاس سے جو خبریں اور احکام لے کر آئے ہیں اور جو اللہ کا کلام لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنا اور اس کو ماننا اور قبول کرنا اور یہی اسلام کا بھی اصطلاحی معنی ہے' لیکن الحجرات: ۱۴ میں اسلام کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے اور وہ اطاعتِ ظاہرہ ہے' یعنی اے منافقو! تم نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہیں کی بلکہ تم نے ان کی ظاہراً اطاعت کی ہے اور زیر تفسیر الذّٰریٰت: ۳۶۔۳۵ میں ایمان اور اسلام کا اصطلاحی معنی مراد ہے اور وہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے ف۱۶ اس نشانی سے مراد وہ آثار ہیں جو دشتِ لوط میں بکھرے ہوئے ہیں' جو ان ہلاک شدہ بستیوں میں ایک عرصہ تک باقی رہے اور یہ نشانی بھی ان ہی مسلمانوں کے لیے ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں کیونکہ وہی وعظ و نصیحت کا اثر قبول کرتے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں ف۱۷ الذّٰریٰت: ۳۹ میں ''رکن'' کا معنی قوت والا حمایتی ہے۔ جب فرعون دلائل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب نہ دے سکا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے جو اتنے بڑے بادشاہ کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں پھینک دیا' اور مرتے وقت اس نے ایمان کا اظہار کیا لیکن جب انسان عذاب کو دیکھ کر ایمان لائے تو اس کا ایمان مقبول نہیں ہوتا' فرعون سمندر میں غرق ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو آج تک سلامت رکھا ہوا ہے اور اس میں قیامت تک کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے' قرآن مجید میں ہے: ''فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً'' (یونس: ۹۲) پس آج ہم تیری لاش کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو بعد والوں کے لیے عبرت کی نشانی ہو۔ اس کی لاش آج بھی مصر کے عجائب خانہ میں رکھی ہوئی ہے' مصر پر غیر مسلموں کا بھی اقتدار رہا لیکن اس کی لاش کو کوئی خراب نہ کر سکا اور یہ قرآن مجید کی صداقت پر انمٹ دلیل ہے ف۱۸ غور و فکر کرنے والوں کے لیے قوم عاد میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں' یہ بہت دراز قد اور بہت مضبوط اور قوی ہیکل لوگ تھے' ان کو اپنی جسامت' طاقت اور قامت پر بہت گھمنڈ تھا' انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے ہوئے تھے' حضرت ھود علیہ السلام ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے لیکن یہ اپنی طاقت کے زعم میں یہ سمجھتے تھے کہ ان کو کچھ نہیں ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت تند و تیز آندھی بھیجی' وہ آندھی بادلوں کو اڑا رہی تھی' درختوں کو گرا رہی تھی' یہ آندھی مسلسل آٹھ دن اور سات

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا

تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو ایک ہولناک کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے ○ پس وہ

اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ

نہ کھڑے ہو سکتے تھے اور نہ کسی سے مدد حاصل کر سکتے تھے ○ ١٩ اور اس سے پہلے قوم نوح میں (بھی عبرت کی

قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا

نشانی ہے) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے ○ ٢٠ اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قوت سے بنایا اور بے شک ہم

لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ

ضرور وسیع بنانے پر قدرت رکھتے ہیں ○ ٢١ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا پس ہم کیسا اچھا فرش بنانے والے ہیں ○ اور ہم نے ہر چیز سے

خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ

جوڑے جوڑے بنائے ٢٢ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ ٢٣ پس تم اللہ کی طرف بھاگو ٢٤ میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے

مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾

والا ہوں ○ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بناؤ میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں ○ ٢٥

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا

مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ

دیوانہ ہے ○ ٢٦ کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس قول کی وصیت کی تھی؟ (نہیں) بلکہ وہ سرکش لوگ تھے ○ پس (اے رسول مکرم!) آپ

بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

ان سے اعراض کریں آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی ○ ٢٧ اور آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا مؤمنین کے لیے مفید ہے ○ ٢٨

رات تک چلتی رہی اور اس نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا' اس آندھی کا نام دبور ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ٣٣٤٣) جو ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چلے اس کو صبا کہتے ہیں اور جو ہوا مغرب سے مشرق کی طرف چلے' اس کو دبور کہتے ہیں۔ (المفردات ج ٢ ص ٣٦١) ف١٩ قوم ثمود میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں' ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کی عبادت اور توحید کا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا اور ان کے مطالبہ پر ایک پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکال کر حضرت صالح کی نبوت پر دلیل قائم کی گئی' ان سے کہا گیا کہ اس اونٹنی کا احترام کریں' مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ کر اس کو گرایا اور پھر اس کو قتل کر دیا' حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو عذاب کی وعید سنائی کہ تم تین دن اپنے گھروں میں گزار لو' پھر تم کو عذاب سے ہلاک کر دیا جائے گا' تین دن کے بعد ان کو ایک کڑک نے آ لیا اور وہ سب ہلاک کر دیئے گئے ف٢٠ یعنی قوم عاد کو کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو طوفان میں غرق کر دیا گیا' حضرت نوح علیہ السلام کئی صدیوں تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا' صرف اسی (٨٠) آدمی ان پر ایمان لائے' حضرت نوح علیہ السلام نے ایک وسیع و عریض کشتی بنائی اور ایمان والوں کو اپنے ساتھ اس کشتی میں بٹھا کر لے گئے' اور باقی کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ف٢١ اس آیت کا معنی ہے: ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے وسیع بنایا ہے اور بے شک ہم آسمان کو اس سے بھی زیادہ وسیع بنانے پر قدرت رکھتے ہیں ف٢٢ مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے ہر چیز کی دو (مختلف) صنفیں بنائیں' جیسے مذکر اور مؤنث' سورج اور چاند' رات اور دن' نور اور ظلمت' میدان اور پہاڑ' جنات اور انسان' خیر اور شر' صبح اور شام' اسی طرح مختلف ذائقوں کے پھل' مختلف رنگوں کے پھول اور مختلف خوشبوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی دو مختلف صنفیں بنائیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ چیزوں کا خالق زوج نہیں ہے فرد ہے اور اس کی صفات دو مختلف صنفوں پر مشتمل نہیں ہیں کہ اس میں حرکت اور سکون ہو یا روشنی اور اندھیرا ہو یا اٹھنا اور بیٹھنا ہو یا ابتداء اور انتہاء ہو' سو اس کی صفات میں تضاد نہیں ہے ف٢٣ تاکہ تم غور اور فکر کر کے یہ جان لو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں تو اس کا کوئی جوڑا نہیں ہے کیونکہ اگر اس کا کوئی جوڑا ہوتا تو وہ بھی مخلوق ہوتا' خالق نہ ہوتا ف٢٤ اس آیت کے مفسرین نے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں: (١) اپنے گناہوں اور ترکِ عبادت سے اس کی اطاعت اور عبادت کی طرف بھاگو (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے گناہوں سے اس کی طرف توبہ کے لیے بھاگو یا بُرے کاموں کو چھوڑ کر نیک کاموں کی طرف بھاگو (٣) الحسین بن الفضل نے کہا: اللہ سے غافل کرنے والی ہر چیز سے احتراز کر کے اللہ کی طرف آؤ (٤) ابوبکر الوراق نے کہا: شیطان کی اطاعت سے بھاگ کر رحمٰن کی اطاعت کی طرف آؤ ف٢٥ اس آیت کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ اگر تم کفر اور شرک سے باز نہ آئے تو میں تم کو اللہ کے عذاب سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں' دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کو سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی تلوار سے ڈرا رہا ہے کہ اگر تم نے کفر اور شرک کو نہ چھوڑا تو پھر ہمارے نبی تلوار اٹھا کر تمہارے خلاف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے ف٢٦ اس آیت میں بھی نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جس طرح قریش مکہ نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کو جادوگر یا دیوانہ کہا ہے' اسی طرح پہلی امت کے کافروں نے بھی اپنے رسولوں کو جادوگر یا دیوانہ کہا ہے' سو آپ ان کے سب و شتم سے ملول نہ ہوں ف٢٧ اس آیت میں نبی ﷺ کو ایک اور نوع کی تسلی دی گئی ہے' کیونکہ آپ کی لگاتار نصیحت اور تبلیغ کے باوجود کفار ایمان نہیں لا رہے تھے تو ممکن تھا کہ نبی ﷺ یہ خیال فرماتے کہ شاید میری تبلیغ میں کوئی کمی اور خامی ہے' اس وجہ سے یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے' پھر آپ اور زیادہ کوشش کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے اور کفر اور شرک کی خرابیوں پر زیادہ آگاہ اور متنبہ کرتے اور اپنے آرام کے وقت کو بھی اس کوشش میں صَرف کر دیتے' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایمان کی تبلیغ میں جس قدر کوشش کرنی چاہیے تھی وہ آپ کر چکے ہیں اور اب آپ ان سے اعراض کر لیں تو آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی' ان کا کفر اور شرک پر جمے رہنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ آپ نے ان کو پوری تبلیغ نہیں کی' بلکہ اس کی وجہ ان کا عناد اور ان کی ہٹ دھرمی ہے' (بقیہ صفحہ ٩٨٨ پر)

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں O ۲۹ میں ان سے کسی رزق کو طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں O ۳۰ بے شک اللہ ہی سب سے بڑا رزق دینے والا اور سب سے زبردست قوت والا ہے O پس بے شک ظالموں کے لیے (عذاب کا ایسا) حصہ ہے جیسے (عذاب کا) حصہ ان کے اصحاب کا ہے سو وہ (عذاب کی) جلدی نہ کریں O ۳۱ پس کفار کے لیے اس دن سے عذاب ہوگا جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے O

۵۲ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ۷۶ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الطور مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انچاس آیتیں دو رکوع ہیں

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور (پہاڑ) طور کی قسم O ۱ اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے O ۲ جو باریک کھال کے کھلے ہوئے ورق میں ہے O اور بیت المعمور کی قسم O ۳ اور بلند چھت کی قسم O ۴ اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم O ۵ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا O اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے O ۶ جس دن آسمان بہت کانپ رہا ہوگا O ۷ اور پہاڑ بہت تیزی سے چل رہے ہوں گے O اس دن مکذبین کے لیے عذاب ہوگا O جو بے ہودہ مشغلہ میں کھیل رہے ہیں O

ف۲۹ بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں نے تمام جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں' بلکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن جنات اور انسانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے' ان کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے ان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں' اس آیت میں ہر چند کہ جنات اور انسانوں کا ذکر بہ طریق عموم فرمایا ہے' لیکن اس سے مراد خصوص ہے اور اس کا معنی ہے: جنات اور انسانوں میں سے جو اہل سعادت ہیں' ان کو میں نے صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ کو واحد مستحق عبادت مانیں اور میں ان کے ظہور کے زمانوں میں اپنے رسولوں کو بھیج کر ان کی زبانوں سے اپنی عبادت کے جو طریقے بتاؤں ان کے مطابق میری عبادت کریں اور میرے رسولوں کی اطاعت کریں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو بچے اور دیوانے ہیں وہ عبادت کے مکلف نہیں ہیں' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ ان کو بھی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: "وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" (الاعراف: ۱۷۹) اور بے شک ہم نے بہت زیادہ جنات اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس آیت کا بھی اسی طرح یہ معنی ہے کہ جن جنات اور انسانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اس کا کفر کریں گے اور اس کے علاوہ دوسروں کو بھی عبادت کا مستحق مانیں گے اور ان کو تخلیق اور عبادت میں اس کا شریک قرار دیں گے' ان کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے ف۳۰ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ میرا بندوں کے ساتھ معاملہ اس طرح نہیں ہے' جس طرح مالک کا معاملہ اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ ہوتا ہے' کیونکہ مالک غلام اور نوکر کو اس لیے رکھتا ہے کہ وہ ان نوکروں سے اپنے کاروبار میں اور ضروریاتِ زندگی کے حصول میں تعاون حاصل کرے جبکہ اللہ تعالیٰ انسان کے ہر عمل سے مستغنی اور بے نیاز ہے ف۳۱ اس آیت کا معنی ہے: کفار مکہ کے لیے بھی عذاب کا ایسا حصہ ہے جیسا پچھلی امتوں کے کافروں کے لیے عذاب کا حصہ تھا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الطور: ف۱ سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: یہ طور سیناء ہے' اور ابن قتیبہ نے کہا: یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۷۶) ف۲ علامہ بیضاوی نے فرمایا: اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ (عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۶۰۵) اور قرآن مجید نبی ﷺ کی وفات سے قبل مکمل طور پر مصحف میں تھا' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں: امام ابن ابی عاصم متوفی ۲۸۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ثقیف کے کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' انہوں نے مجھ سے کہا: تم ہمارے سامان اور سواریوں کی حفاظت کرو' میں نے کہا: اس شرط پر کہ تم فارغ ہونے کے بعد میرا انتظار کرنا' وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنی ضروریات کے مطابق سوال کیا' پھر وہ باہر آ گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے آپ سے مصحف (قرآن مجید کا مرتب لکھا ہوا نسخہ یا کتاب) کا سوال کیا' جو آپ کے پاس موجود تھا تو آپ نے مجھے وہ عطا فرما دیا' تاہم یہ مصحف ایک جلد میں نہیں تھا' اس کے متعدد اجزاء تھے۔ امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کہا: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے' جن سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مصاحف میں جمع ہو چکا تھا۔ (الاحاد والمثانی ج ۳ ص ۱۹۱' المعجم الکبیر: ۸۳۹۳) امام ابو عاصم نے کہا: درج ذیل حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید مصاحف میں جمع ہو چکا تھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مصاحف کو لے کر دشمن کی زمین کی طرف سفر نہ کرو۔ (الاحاد والمثانی ج ۳ ص ۱۹۱' صحیح البخاری: ۲۹۹۰) اس موضوع کے متعلق مزید تحقیق و تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۱ ص ۴۲۱ تا ۴۳۵ کا مطالعہ فرمائیں ف۳ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب میں (بقیہ صفحہ ۹۸۸ پر)

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل کر لایا جائے گا ○ یہی وہ دوزخ کی آگ ہے جس

تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿١٥﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا

کو تم جھٹلاتے تھے ○ کیا یہ جادو ہے؟ یا تم نہیں دیکھ رہے ○ اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ'

اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

پھر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو' یہ تمہارے لیے برابر ہے' تم کو ان ہی کاموں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم کرتے تھے ○

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ

بے شک متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے ○ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں سے خوش ہو رہے ہوں گے اور

وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ

ان کا رب انہیں دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا ○ ف۸ (ان سے کہا جائے گا:) خوشی سے کھاؤ اور پیو' یہ ان نیک کاموں کی جزا ہے جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾

کرتے تھے ○ وہ صف بہ صف تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے' ہم ان کا نکاح کشادہ چشم گوری عورتوں سے کردیں گے ○

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

اور ایمان والوں کو اور ان کی اس اولاد کو جس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اس اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے ف۹

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٴٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿٢١﴾

اور ہم ایمان والوں کے عمل سے کوئی کمی نہیں کریں گے ف۱۰ ہر شخص اپنے اعمال کے عوض گروی ہے ○

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا

اور ہم ان کو ایسے پھل اور گوشت مسلسل عطا کرتے رہیں گے جن کو وہ طلب کریں گے ○ ف۱۱ وہ جنت میں شراب کے جام کے لیے ایک

ف۸ اس سے پہلی آیتوں میں کفار کی آخرت کے احوال بیان فرمائے تھے اور اس آیت میں مؤمنین متقین کی آخرت کے احوال بیان فرمائے ہیں اور ثواب کے بعد عتاب کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ترغیب کے بعد ترہیب اور خوف کے بعد رجاء کا امر مکمل ہو جائے' متقین کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ کفر اور شرک کو ترک کرنے والے ہوں' دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ گناہ ہائے کبیرہ کو ترک کرنے والے ہوں' تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ گناہ ہائے صغیرہ کو ترک کرنے والے ہوں' چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کاموں کو ترک کرنے والے ہوں اور پانچواں درجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہوں کہ اس کے ماسوا کو ترک کر دیں اور تمام نیک کاموں کو اس کی اور اس کے رسول معظم کی محبت میں ڈوب کر کریں اور جنت ہر چند کہ عیش و سرور کی جگہ ہے لیکن باغ میں رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باغ کی نعمتوں اور لذتوں سے فیض یاب بھی ہو کیونکہ باغ کا محافظ بھی باغ میں ہوتا ہے لیکن وہ باغ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز نہیں ہوتا' اس لیے فرمایا کہ متقین جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے' یعنی جنت کی نعمتوں سے لذت حاصل کر رہے ہوں گے ف۹ النحاس نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطور: ۲۱ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کی اولاد کو اس کے ساتھ جنت کے درجہ میں بلند کرے گا' خواہ مؤمن کی اولاد کا عمل اس سے کم ہو' تاکہ اولاد کو اپنے ساتھ جنت میں دیکھ کر مؤمن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کی' نیز سعید ابن جبیر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کی اولاد کو مؤمن کے ساتھ اس کے درجہ میں بلند فرمائے گا' خواہ اس کی اولاد کا عمل اس کے برابر نہ ہو' تاکہ اولاد کی وجہ سے مؤمن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (مسند البزار: ۲۰-۲۲' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۶۲) ف۱۰ یعنی مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کم عملوں پر اپنے فضل سے جو زیادہ اجر عطا فرمایا تھا' وہ اسی طرح اپنے حال پر باقی رہے گا اور آباء کے ایمان کی وجہ سے ان کی اولاد کو جنت میں ان کے درجہ میں داخل کرنے سے ان کے عمل میں اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی ف۱۱ یعنی خواہ وہ صراحتاً طلب نہ کریں جن کھانے پینے کی چیزوں کی ان کی خواہش ہوگی' وہ ہم ان کو عطا کرتے رہیں گے اور ہم ان کو وقتاً فوقتاً ہر قسم کی نعمتیں عطا کرتے رہیں گے' اس سے پہلے فرمایا تھا کہ ہم ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کریں گے' اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید ان کو بہ قدر استحقاق اجر ملتا رہے گا' اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ہم ان کو بہت زیادہ اجر دیتے رہیں گے' جو ان کے اعمال سے کہیں زیادہ ہوگا' ان کو بہ کثرت پھل عطا کریں گے' وہ ایک پھل کھا چکیں گے تو اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا اور ہر پھل کا ذائقہ الگ الگ ہوگا۔

لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ

دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں گے جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی اور نہ گناہ ○ ۱۲ اور ان کے خدام ان کے گرد پھر رہے ہوں گے ۱۳ گویا

مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

کہ وہ پوشیدہ موتی ہیں ○ اور وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ایک دوسرے کے احوال دریافت کریں گے ○ ۱۴ وہ کہیں گے: بے شک ہم

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾

اس سے پہلے اپنے گھروں میں خوف زدہ رہتے تھے ○ ۱۵ پس اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیا ○

إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾ فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ

بے شک ہم اس سے پہلے اللہ ہی کو پکارتے تھے بے شک وہ بہت احسان فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۱۶ سو آپ نصیحت کرتے

رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۲۹﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ

رہیے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ○ ۱۷ یا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان پر مصائب زمانہ (یعنی

الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ

موت) کا انتظار کر رہے ہیں ○ آپ کہیے: تم انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○ ۱۸ آیا ان کی

أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل

عقلیں یہ حکم دے رہی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں ○ ۱۹ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے قرآن کو گھڑ لیا ہے ۲۰ بلکہ

لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾ أَمْ

وہ ایمان نہیں لا رہے ○ اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن سے ایسی کوئی بات (آیت) بنا کر لے آئیں ○ کیا

خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۳۵﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ

وہ بغیر کسی سبب کے پیدا ہو گئے یا وہ خود خالق ہیں ○ ۲۱ کیا انہوں نے آسمانوں

ع ۲ / ۲۸

ف۱۲ اہل جنت شراب پی کر ایسے کام نہیں کریں گے جن کی وجہ سے ان کو گناہ کی طرف منسوب کیا جائے جیسا کہ عام لوگ دنیا میں شراب پی کر جھوٹ بولتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں فحش کام کرتے ہیں اور اہل جنت جنت کی شراب پی کر حکمت کی باتیں کریں گے اور عمدہ کلام کریں گے کیونکہ ان کی عقلیں اور ہوش و حواس قائم ہوں گے جس طرح دنیا میں اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کے نشہ میں مخمور ہوتے ہیں اور وہ معارف اور حقائق کی باتیں کرتے ہیں ف۱۳ یعنی وہ خدام پھلوں، میووں، کھانے پینے کی چیزوں اور دیگر تحائف لے کر اہل جنت کے گرد پھر رہے ہوں گے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے: "يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ" (الزخرف:۷۱) ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا ف۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الطور:۲۵ میں جو ایک دوسرے سے حال پوچھنے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ قبروں سے نکلیں گے تو ایک دوسرے سے اس کا حال دریافت کریں گے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے حال معلوم کریں گے اور کہیں گے کہ وہ دنیا میں اپنی عاقبت کے متعلق بہت فکر مند اور پریشان رہتے تھے اور انہوں نے دنیا میں بہت محنت مشقت اور تھکاوٹ میں وقت گزارا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو ان سے دور کر دیا ف۱۵ یعنی دنیا میں ہمیں اللہ کے عذاب کا خوف رہتا تھا، ہم اپنے گناہوں سے ڈرتے تھے نہ جانے کس خطاء پر گرفت کی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے، خدا جانے ہمیں نبی علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی یا نہیں اور ہماری مغفرت ہو سکے گی یا نہیں؟ ف۱۶ یعنی ہم دنیا میں یہی کہتے تھے کہ بے شک وہ ہماری خطاؤں اور تقصیروں کو معاف فرما دے گا، اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کو معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا ف۱۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ نہ کاہن ہیں نہ مجنون ہیں کیونکہ کاہن وہ ہوتے ہیں جو بغیر وحی کے غیب کی اور مستقبل کی باتیں محض اندازے اور اٹکل پچو سے بیان کرتے ہیں اور مجنون وہ ہوتے ہیں جو بے تکی اور اول فول باتیں کرتے ہیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وحی نازل ہوتی ہے اور آپ کاہن یا مجنون نہیں ہیں ف۱۸ اس کا معنی یہ ہے کہ میں بھی تمہارے ہلاک ہونے کا انتظار کر رہا ہوں اور کفار اور مشرکین جنگ بدر اور دیگر غزوات میں ہلاک کر دیئے گئے، اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم میری موت کا انتظار کرتے رہو اور میں تم پر عذاب کا انتظار کر رہا ہوں اور اگر "ريب المنون" کا معنی حوادثِ زمانہ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ تم مجھ پر حوادث کے آنے کا انتظار کرتے رہو اور میں تمہاری توقع پوری ہونے کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ میرا اعتقاد ہے کہ دھر اور زمانہ کے حوادث میں کوئی تاثیر نہیں ہے اور مؤثر صرف اللہ عزوجل ہے اور اس کے سوا کوئی مؤثر نہیں ہے ف۱۹ اس آیت میں اس طرح اشارہ ہے کہ آیا ان کی عقلیں انہیں بت پرستی کا حکم دیتی ہیں یا وہ لوگ سرکش ہیں یعنی اپنی سرکشی سے بت پرستی کرتے ہیں ف۲۰ اس آیت میں "تقوله" کا لفظ ہے اس کا مصدر "تقول" ہے اس کا معنی ہے: تکلیف سے کوئی بات کہنا اور اس کا زیادہ استعمال جھوٹی بات کہنے میں ہوتا ہے۔ "فلان تقول عليه" فلاں نے اس پر جھوٹ باندھا۔ کفار اپنے کفر اور عناد کی وجہ سے آپ پر جھوٹ باندھنے کی تہمت لگا رہے ہیں اور نبی علیہ السلام نے قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے ثبوت میں فرمایا تھا: اگر یہ قرآن کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی انسان ہو تم اس کی نظیر بنا کر لے آؤ اور تمام دنیائے عرب اس کی نظیر لانے سے عاجز رہی بلکہ پوری دنیا آج تک اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے ف۲۱ حضرت ابن عباس نے فرمایا: (الطور:۳۵) کا معنی ہے: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے ان کو پیدا کیا ہے۔

وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ

اور زمینوں کو پیدا کیا ہے' ۲۲ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے O کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی

الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

(ان پر) حاکم ہیں O ۲۳ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر) وہ سن لیتے ہیں تو ان سننے والوں کو

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا

چاہیے کہ وہ اس پر کوئی واضح دلیل پیش کریں O ۲۴ کیا اس (اللہ) کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے بیٹے ہیں! O ۲۵ کیا آپ ان

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾

سے کوئی اجرت طلب کررہے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں O ۲۶ یا ان کے پاس غیب ہے سو وہ لکھ رہے ہیں O ۲۷

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ

یا وہ کوئی دھوکا دینا چاہتے ہیں' سو کفار خود اپنے دھوکے کا شکار ہیں O کیا اللہ کے سوا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ

اور ان کی عبادت کا مستحق ہے' اللہ اس سے پاک ہے جس کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں O اور اگر وہ آسمان کا کوئی

السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو وہ کہیں گے کہ یہ تو اوپر تلے بادل ہیں O ۲۸ سو آپ ان کو (ان کے حال پر)

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ

چھوڑ دیں حتیٰ کہ یہ اس دن کو پالیں جس میں ان کو بے ہوش کر دیا جائے گا O جس دن ان کی سازش ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور نہ

يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

ان کی مدد کی جائے گی O ۲۹ اور بے شک ان ظالموں کے لیے اس عذاب (آخرت) کے علاوہ ایک اور عذاب ہے ۳۰ لیکن ان کے اکثر

ف۲۲ واقع میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا' بلکہ وہ حق کا یقین نہیں کرتے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک لہ ہونے کا یقین نہیں کرتے ف۲۳ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے: کسی چیز میں تصرف کرنے والے اور اس کے منتظم ف۲۴ یعنی کیا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان تک چڑھنے کا کوئی ذریعہ ہے اور اس ذریعہ سے وہ آسمان تک پہنچ کر آسمان کی خبریں حاصل کرلیں گے اور علمِ غیب تک ان کی رسائی ہو جائے گی جیسا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ذریعہ غیب کا علم حاصل کرتے ہیں اور اگر ان کا یہ دعویٰ برحق ہے تو اس پر کوئی دلیل پیش کریں ف۲۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کی حماقت پر متنبہ کیا ہے اور ان کو ڈانٹ پلائی ہے کہ تم اپنے لیے بیٹیوں کو عار سمجھتے ہو' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں مانتے ہو' اور جو لوگ اس حد تک حماقت کو پہنچے ہوئے ہوں' ان سے یہ کب بعید ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور حشر اور نشر کا انکار کر دیں ف۲۶ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی اجر طلب نہیں کیا' حالانکہ قرآن مجید کی ایک اور آیت میں فرمایا ہے: "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" (الشوریٰ: ۲۳) آپ کہیے کہ میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے اس کے سوا کوئی اجر نہیں طلب کرتا کہ تم اللہ کے قرب سے محبت رکھو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور ان دونوں آیتوں سے مراد واحد ہے' کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تم سے ایسا کوئی اجر طلب نہیں کر رہا جس سے مجھے دنیا میں کوئی فائدہ پہنچے میں تو تم سے یہ طلب کرتا ہوں کہ تم اللہ کے قرب کو حاصل کرنے سے محبت رکھو اور اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کامل بندے وہ ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور وہ اللہ سے کلام کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کامل بنانے کے لیے بھیجتا ہے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ وہ بندوں کو اللہ کے قریب کر دیں اور یہ وہ مادی اجر نہیں ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے نفی کرائی ہے ف۲۷ قتادہ نے کہا: جب مشرکین نے یہ کہا کہ ہم ان کی موت کا یا ان پر زمانے کے حوادث کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: کیا ان کے پاس علم غیب ہے جس سے ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کب وفات پائیں گے یا آپ اپنی تبلیغ رسالت کے مشن میں کامیاب ہوں گے یا ناکام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ کیا ان کے پاس لوحِ محفوظ ہے جس میں وہ دیکھتے رہتے ہیں' پھر لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے ف۲۸ کفار مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ وہ آپ کی نبوت کو اس وقت مانیں گے جب ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیا جائے گا' اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے: "فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ O" (الشعراء: ۱۸۷) اگر آپ سچوں میں سے ہیں تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیجیے O "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا" (بنی اسرائیل: ۹۲) یا آپ ہم پر آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے۔ کفار یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی ضد' عناد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اگر بالفرض ان پر آسمان گرا دیا جائے تو وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے' اگر وہ واقعی اپنے مطالبہ میں مخلص ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد معجزات پیش کیے' خود قرآن مجید اتنا عظیم معجزہ ان کے پاس آ چکا ہے' اس کے بعد چاہیے تھے کہ وہ ایمان لے آتے لیکن وہ ایمان نہیں لائے' اس سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ مطالبہ کہ ان کے اوپر آسمان کے ٹکڑے گرا دیئے جائیں محض کٹ حجتی اور ضد بازی کے لیے تھا ف۲۹ جو کسی کے خلاف سازش کرتا ہے' اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اس سازش سے اس کو فائدہ پہنچے گا حالانکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف جو سازشیں کی ہیں' اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ آخرت میں ان کو عذاب ہوگا اور جن بتوں کی یہ دنیا میں عبادت کرتے رہے' وہ آخرت میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے ف۳۰ ان ظالموں کے لیے عذابِ آخرت کے علاوہ جو ایک اور عذاب ہے' اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا: وہ دنیا کے مصائب ہیں اور درد اور تکلیف والی بیماریاں ہیں اور مال اور اولاد کے نقصانات ہیں' مجاہد نے کہا: اس سے مراد بھوک' پیاس اور قحط سالی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

لوگ نہیں جانتے O اور (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب کے حکم پر ثابت قدم رہیں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں ۳۱ اور جب آپ قیام کریں

حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں O اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور (صبح کو) ستاروں کے چھپنے کے وقت O ۳۲ ع

۵۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۶۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ النجم مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں باسٹھ آیتیں تین رکوع ہیں

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

روشن ستارے کی قسم ۱ جب وہ زمین کی طرف اترا O تمہارے آقا (محمد) نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا اور نہ (کبھی) راہ (راست) کے بغیر چلے O

الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے O ۲ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے O ۳ سخت قوتوں والے نے ان تک علم پہنچایا O ۴

فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ

بہت زبردست نے پھر اللہ نے استواء فرمایا O اس وقت وہ (نبی یا جبریل) آسمان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے O پھر وہ (اللہ نبی

قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿٩﴾ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ

سے) زیادہ قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا O ۵ تو وہ (نبی اللہ سے) دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ O ۶ پھر اللہ نے اپنے

مَا رَأٰى ﴿١١﴾ أَفَتُمَارُونَهُ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ﴿١٣﴾

مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی O ۷ (آپ کے) قلب نے اس کی تکذیب نہ کی جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا O کیا تم ان سے

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ﴿١٥﴾ إِذْ يَغْشَى

اس پر جھگڑ رہے ہو جو انہوں نے دیکھا O اور بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا O سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک O اس کے پاس جنت

عذاب قبر ہے ۳۱ رب کے حکم اور اس کے فیصلہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو توحید کا پیغام پہنچانے اور دین اسلام کے احکام کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کو بجالائیں اور اس کے حکم کی تبلیغ کریں کیونکہ آپ ہماری نگرانی میں ہیں' ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کے کلام کو سن رہے ہیں' ہم آپ کی حفاظت کر رہے ہیں اور ہم آپ کو کفار کے شر اور ان کی ایذاء سے محفوظ رکھیں گے اور کوئی شخص آپ کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا ۳۲ حضرت علی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اس سے مراد نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنا ہے' یہ دو رکعت نماز سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کسی نفل (فرض کے علاوہ ہر قسم کی نماز پر نفل کا اطلاق ہوتا ہے) نماز کی اس قدر حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر سے پہلے دو رکعت نماز کی حفاظت کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۶۹) ایک دوسری حدیث میں آپ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعت نماز' دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۲۵) قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ النجم: ف ۱ ''نجم'' اصل میں طلوع ہونے والے ستارے کو کہتے ہیں' اس کی جمع ''نجوم'' ہے' عرب ثریا کو بھی ''نجم'' کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۲۵) ''النجم'' سے ثریا کو مراد لینا اس لیے مناسب ہے کہ یہ آسمان کے ستاروں میں سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ واضح ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ بھی کثرتِ معجزات اور دلائل کے اعتبار سے نبیوں میں سب سے زیادہ روشن اور واضح ہیں' نیز اواخر خریف میں جب عشاء کے وقت ثریا کا ظہور ہوتا ہے تو زمین سے پھلوں کی آفت دور ہو جاتی ہے اور پھل پک جاتے ہیں' اسی طرح نبی ﷺ کا جب ظہور ہوا تو دلوں کی بیماریاں دور ہو گئیں اور ایمان اور عرفان کے پھل پک کر تیار ہو گئے' اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ''النجم'' کی قسم کھائی جس کا معنی ثریا ہے ف ۲ اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا: ''ماضل'' آپ نے کبھی راہِ راست کو ترک نہیں کیا' پھر فرمایا: ''وما غوی'' آپ کبھی راہِ راست کے خلاف نہیں چلے' خلوت میں نہ جلوت میں' ایامِ طفولیت میں نہ ایامِ شباب میں' اور جب اللہ سبحانہ نے آپ کو مبعوث کیا اور لوگوں کی طرف رسول بنایا اور اپنا پیغام دے کر بھیجا تو وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے' وہ پہلے پاکیزہ اور پارسا تھے اور اب ہادی اور رہنما ہیں' وہ بچپن کے کھیل کود اور فضول لہو ولعب سے پاک رہے اور شباب کی مستیوں اور عیاشیوں سے دور رہے اور کبھی اپنے دامن کو بُرے کاموں اور بُری باتوں سے آلودہ نہ ہونے دیا اور جب خود اپنی شخصیت اور سیرت میں کامل ہو گئے تو اوروں کو کامل بنانے کے لیے اللہ نے آپ کو رسول بنایا اور اپنا پیغام دے کر بھیجا اور جب اللہ کا پیغام پہنچانے لگے تو وہی حکم دیا جو اللہ کا حکم تھا اور کبھی اپنی خواہش سے نطق نہیں کیا ف ۳ اس آیت میں ان مشرکین کا رد ہے جو قرآن مجید کو اور نبی ﷺ کے کلام کو شعر کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بتایا: یہ قرآن اور آپ کا کلام اللہ تعالیٰ کی وحی ہے' شعر و شاعری نہیں اور وحی عام ہے' خواہ وحی جلی ہو یا خفی ہو اور وحی خفی میں احادیث بھی داخل ہیں ف ۴ تمام مفسرین کی تصریح کے مطابق اس سے مراد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں ف ۵ مقاتل نے کہا: رب العزت عز وجل شبِ معراج سیدنا محمد ﷺ کے قریب ہوا تو نبی ﷺ' اللہ تعالیٰ سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہو گئے' پھر زیادہ قریب ہوئے۔ (اس سلسلہ میں) ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی حدیث (بھی) ہے۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۶۵) علامہ ابن جوزی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے: ''ودنا الجبار رب العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين او ادنى'' (صحیح البخاری: ۷۵۱۷' صحیح مسلم: ۱۶۳) اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا حتیٰ کہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار قریب' بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا ف ۶ امام رازی نے لکھا ہے کہ یہ آیت محاورہ عرب کے موافق ہے کیونکہ دو سردار جب ایک دوسرے سے معاہدہ کر لیتے ہیں تو وہ اپنی دونوں کمانوں کو ملاتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کے ہتھیار ایک ہیں' اگر ان پر کوئی حملہ کرے گا تو وہ دونوں اس کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۳۹) اس آیت سے یہ واضح کر دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ واحد ہے' اللہ کی رضا رسول اللہ ﷺ کی رضا ہے اور اللہ کی ناراضگی رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی ہے' رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا ہے' (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ

الماویٰ ہے○ جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا○ (آپ کی) نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی○ ۸ بے شک (اس نبی نے) اپنے

اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

رب کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی کو ضرور دیکھا○ کیا تم نے لات اور عزیٰ کو (بہ غور) دیکھا؟○ اور اس تیسری ایک اور

الْاُخْرٰى ⑳ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ㉑ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ㉒

دیوی منات کو○ کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں○ پھر تو یہ بڑی ظالمانہ تقسیم ہے○

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

یہ صرف وہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں' اللہ نے ان پر کوئی دلیل

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ

نازل نہیں کی' ۹ یہ (مشرکین) صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کی' اور بے شک

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ ㉓ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ㉔

ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ضرور ہدایت آ چکی ہے○ کیا انسان کے لیے وہ کچھ ہوتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟○ ۱۰

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ㉕ ع وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ

پس اللہ ہی آخرت اور دنیا کا مالک ہے○ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ایسے ہیں جن کی شفاعت کسی کو بالکل

شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ㉖

فائدہ نہیں پہنچا سکتی سوا اس صورت کے کہ اللہ جس کے لیے چاہے (شفاعت کی) اجازت دے اور اس (کی شفاعت) سے راضی ہو○ ۱۱

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ㉗

بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے نام سے رکھتے ہیں○ ۱۲

ف۸ البقلی رحمہ اللہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا اور یہ دوسری بار دیکھنے کا ماجرا ہے کیونکہ جب آپ نے پہلی بار اپنے رب کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کچھ نہ تھا' اس لیے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى○" (النجم:۱۷) آپ کی بصر اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور نہ اللہ کی ذات کو دیکھنے سے متجاوز ہوئی' بلکہ اس کی ذات کو دیکھنے میں محو اور مستغرق رہی اور جب آپ نے دوسری بار واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت' دوزخ اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں' لیکن آپ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے' بلکہ صرف اسی کی ذات کو ٹکٹکی باندھ کر لگاتار دیکھتے رہے۔ (روح البیان ج۹ ص۲۶۹) ف۹ یعنی جن بتوں کا نام تم نے لات اور منات رکھا ہے اور جن ببول کے درختوں کا نام عزیٰ رکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی پرستش کرنے پر کوئی دلیل نازل نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیج کر یہ واضح کر دیا کہ ان کی پرستش کرنا باطل ہے' تم اپنے معبودوں کو مؤنث کہتے ہو حالانکہ یہ صرف عورتوں والے نام ہیں' حقیقت میں یہ مؤنث نہیں ہیں اور تم ان کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہو' حالانکہ یہ واقع میں عبادت کے مستحق نہیں ہیں ف۱۰ مشرکین یہ تمنا کرتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو' آخرت میں ان کی شفاعت کی جائے اور دنیا میں وہ یہ تمنا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب اور آفات نازل ہوں اور دین اسلام مٹ جائے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی' اسلام کا بول بالا ہوا اور ان کا منہ کالا ہوا ف۱۱ النجم:۲۶ میں اللہ سبحانہ نے ان کافروں کی مذمت کی ہے جو فرشتوں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اپنے زعم فاسد کے مطابق یہ کہتے تھے کہ ان کی عبادت کرنے سے ان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ قول نقل فرمایا ہے: "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" (الزمر:۳) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس قدر عبادت کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بہت معظم اور مکرم مخلوق ہیں' اس کے باوجود از خود اللہ کے پاس کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے ہیں' ہاں! جس کی شفاعت کی اللہ تعالیٰ اجازت دے اور جس کی شفاعت کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو' وہ اس کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور ان ہی کی شفاعت کرنے سے راضی ہوگا اور کفار کی شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور نہ ان کی شفاعت کرنے سے راضی ہوگا ف۱۲ اس سے مراد وہ کفار ہیں' جو کہتے تھے کہ فرشتے اور لات' عزیٰ اور منات اللہ کی بیٹیاں ہیں' ان کا یہ اعتقاد تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ مؤنث ہیں حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم نہیں ہے' کیونکہ وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود نہ تھے اور نہ ان کو کسی رسول نے یہ بتایا کہ فرشتے مؤنث ہیں اور اللہ سبحانہ کی بیٹیاں ہیں' اور رہے لات' منات اور عزیٰ تو لات' منات پتھر سے بنائی ہوئی دیوی' کسی عورت کی مورت اور مجسمہ ہے اور عزیٰ ببول کا درخت ہے اور پتھر کا مجسمہ یا درخت مرد یا عورت نہیں ہوتے' مؤنث وہ ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں نر جاندار ہو۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ

اور انہیں اس کا بالکل علم نہیں ہے وہ صرف ظن (گمان) کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک ظن یقین سے

مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۥ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا

مستغنی نہیں کرتا O جو ہمارے ذکر سے پیٹھ پھیرے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے آپ

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۭ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ

اس سے اعراض کریں O ۱۳ یہی ان کے علم کی انتہاء ہے ۱۴ بے شک آپ کا رب اس کو خوب جانتا ہے

ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہے O اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو کچھ

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنہوں نے بُرے کام کیے اور ان لوگوں کو اجر دے

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا

جنہوں نے نیک کام کیے O ۱۵ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں

اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ

ماسوا چھوٹے گناہوں کے ۱۶ بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے (اور) وہ تمہیں خوب جاننے والا ہے جب اس نے تم کو

الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ

مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں پیٹ کے بچے تھے سو تم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ۧ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ۙ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّ

اللہ متقین کو خوب جانتا ہے O ۱۷ کیا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے پیٹھ پھیری؟O اور تھوڑا سا مال دیا اور

ف۱۳ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جو شخص ایمان لانے سے انکار کر دے اور قرآن مجید کی دعوت کو مسترد کر دے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے اور قیامت' آخرت' حشر و نشر' حساب و کتاب اور جزا اور سزا کا مذاق اڑائے اور کسی بھی طریقہ سے اصلاح اور نصیحت کو قبول نہ کرے اور اس کو اس کے حال پر برقرار رکھنے سے معاشرہ کے دیگر افراد کے بگڑنے کا خطرہ ہو یا اس سے دینی ضرر کا خطرہ ہو تو پھر اس کا آخری حل یہ ہے کہ آپ اس کے خلاف جہاد کریں اور آپ اس کو اور ایسے دیگر افراد کو قتل کر دیں ف۱۴ ان کا مبلغ علم اسی دنیا کے متعلق ہے' یہ لوگ صرف دنیاوی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور دین کے احکام سے یکسر غافل ہیں' ان کا مقصد حیات صرف اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھانے پینے' نفسانی خواہشات پوری کرنے سے متعلق ہے' خواہ یہ مقصد جائز طریقے سے پورے ہوں یا ناجائز طریقے سے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر زندگی صرف یہی کچھ ہو تو پھر ان میں اور جانوروں میں کیا فرق ہے؟ ان کی عقلوں کی پستی اور ان کے علم کی انتہاء یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا فرشتوں کو اور بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا' یہ ان کے علم کی انتہاء ہے' اس کو ان کے علم کی انتہاء طنزاً فرمایا ہے اور درحقیقت یہ ان کا جہل مرکب ہے' یعنی ایسا ادراک جو جازم ہے اور کسی طریقے سے زائل نہیں ہوتا اور واقع کے مطابق نہیں ہے ف۱۵ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور تمام معلومات کو اس کے محیط ہونے کا ذکر فرمایا تھا کہ اس کو تمام گم راہ لوگوں کا علم ہے اور تمام نیکوکاروں کا بھی علم ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے شمول کا ذکر فرمایا ہے' وہ تمام بُرے کام کرنے والوں کو سزا دینے پر قادر ہے اور تمام نیک کام کرنے والوں کو اجر و ثواب دینے پر قادر ہے اور اس کی قدرت کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور کوئی چیز اس کی ملکیت سے باہر نہیں ہے ف۱۶ ''لمم'' کا معنی ہے: معصیت کے قریب جانا اور اس کو گناہ صغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۸۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ ''لمم'' کے مشابہ اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے زنا کا حصہ اس کے اوپر لکھ دیا ہے جس کو وہ لامحالہ پائے گا' پس آنکھوں کا زنا اجنبی عورتوں کو دیکھنا ہے اور زبان کا زنا اس کے متعلق بات کرنا ہے اور نفس (زنا کی) تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۴۳) ''صحیح مسلم'' کی روایت میں یہ اضافہ ہے: کانوں کا زنا' زنا کی بات سننا ہے' ہاتھوں کا زنا اجنبی عورت کو پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا اس کی طرف جانا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵۷) ف۱۷ اس آیت میں مؤمنین کے لیے رہنمائی ہے کہ اے مؤمنو! اللہ تعالیٰ تمہارے احوال کو بہت زیادہ جاننے والا ہے' وہ تمہاری پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام احوال سے واقف ہے' سو تم ریا اور فخر سے یہ نہ کہو کہ میں فلاں سے بہتر ہوں اور میں فلاں سے زیادہ مخلص اور متقی ہوں کیونکہ یہ تمام اُمور اللہ کی طرف مفوض ہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ تم حتمی اور قطعی طور پر یہ نہ کہو کہ میں نجات یافتہ ہوں کیونکہ تمہارے انجام کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے: اپنے آپ کو خامیوں اور عیوب سے بَری نہ کرو۔

أَكْدٰى ﴿٣٤﴾ أَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِيْ

روک لیا O کیا اس کے پاس علم غیب ہے جو وہ دیکھ رہا ہے O ۱۸ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں ہوئی جو

صُحُفِ مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَإِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

موسیٰ کے صحیفوں میں ہے O اور جو ابراہیم کے صحائف میں ہے جنہوں نے وفا کی O کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے

أُخْرٰى ﴿٣٨﴾ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ

کا بوجھ نہیں اٹھائے گا O اور یہ کہ ہر انسان کو اسی کا عوض ملے گا جو اس نے عمل کیا O ۱۹ اور یہ کہ اس کا عمل عنقریب

يُرٰى ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى ﴿٤١﴾ وَأَنَّ إِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَ

دیکھا جائے گا O ۲۰ پھر اس کو پورا پورا عوض دیا جائے گا O اور یہ کہ آخر کار آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے O اور

أَنَّهٗ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهٗ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهٗ خَلَقَ

یہ کہ اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا O ۲۱ اور یہ کہ اسی نے مارا اور اسی نے زندہ کیا O ۲۲ اور یہ کہ اسی نے نر

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ

اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کیے O نطفہ سے جب اس کو مادہ کے رحم میں ٹپکایا گیا O اور یہ کہ دوسری

النَّشْأَةَ الْأُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهٗ هُوَ أَغْنٰى وَأَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهٗ هُوَ رَبُّ

زندگی دینا اسی کے ذمہ ہے O اور یہ کہ اسی نے غنی کیا اور مال دیا O اور یہ کہ شعریٰ (ستارے) کا وہی رب

الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهٗ أَهْلَكَ عَادًا الْأُوْلٰى ﴿٥٠﴾ وَثَمُوْدَ فَمَا أَبْقٰى ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ

ہے O ۲۳ اور یہ کہ اس نے پہلی (قوم) عاد کو ہلاک کر دیا O اور (قوم) ثمود (میں سے) کسی کو باقی نہیں چھوڑا O اور ان سے پہلے

نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغٰى ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ

قوم نوح (کے کافروں) کو بے شک وہ سخت ظالم اور بہت سرکش تھے O اور (قوم لوط کی) پلٹائی ہوئی بستیوں

ف۱۸ مجاہد اور ابن زید نے کہا کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی' اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی اتباع کا فیصلہ کر لیا تھا' تو بعض مشرکوں نے اس کو عار دلایا اور ملامت کی اور کہا: کیا تم اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ رہے ہو اور ان کو گمراہ قرار دے رہے ہو اور یہ گمان کر رہے ہو کہ وہ دوزخ میں ہوں گے' حالانکہ تم پر لازم تھا کہ تم ان کے دین کی مدد کرتے۔ ولید نے کہا: اگر میں نے اپنا ارادہ بدل لیا تو مجھے اللہ کے عذاب کا خطرہ ہے' اس شخص نے کہا: اگر تم پر عذاب ہوا تو اس کو میں برداشت کروں گا بہ شرطیکہ تم مجھے اس قدر مال دے دو' ولید نے کہا: میں تم کو اتنا مال دوں گا' اس کے عوض تم میرا عذاب برداشت کر لینا' پھر ولید اپنے شرک پر برقرار رہا' پھر ولید نے اس سے جتنے مال کا وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ مال اس کو دیا اور پھر بخل کیا اور باقی مال دینے سے رُک گیا' تو اس کی مذمت میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۵۰)

ف۱۹ اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ میت کی طرف سے جو صدقہ کیا جائے تو اس سے اس کو صدقہ پہنچتا ہے' نیز اجلہ محققین نے کہا ہے کہ کتاب اور سنت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ غیر کے عمل سے نفع حاصل ہوتا ہے اور یہ چیز اس ظاہر آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے کے عمل سے نفع نہ پہنچنا بہ طریق عدل ہے اور نفع پہنچنا بہ طریق فضل ہے اور عکرمہ نے کہا: یہ حکم سابقہ امتوں میں تھا اور اس امت میں حکم یہ ہے کہ انسان کو اپنے عمل سے بھی نفع ہوتا ہے اور دوسرے کے عمل سے بھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت' الطور: ۲۱ سے منسوخ ہے۔ علامہ ابو الحیان اندلسی نے نسخ کے قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نسخ خبر میں نہیں انشاء میں ہوتا ہے اور النجم: ۳۹ اور الطور: ۲۱ دونوں آیتیں خبر ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النجم: ۳۹ میں یہ خبر دی ہے کہ دوسرے شخص کو اپنے عمل کا ثواب نہ پہنچایا جائے' پھر ہماری شریعت میں اس کو جائز کر دیا' سو اس کا مآل النجم: ۳۹ کی خبر کو حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے ساتھ مقید کرنا ہے نہ کہ اس کو منسوخ قرار دینا ہے اور یہ اس حکم کی تخصیص ہے اس کا نسخ نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۰۱) ایصالِ ثواب کے متعلق یہ احادیث بھی ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری: ۱۳۸۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی ہے اور انہوں نے ایک نذر مانی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے ان کی نذر ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگھوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: "بسم اللہ" اے اللہ! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما' پھر اس کو قربان کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷) ایصالِ ثواب کے ثبوت پر تفصیلی دلائل اور منکرین ایصالِ ثواب کے اعتراضات کے مسکت جوابات کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۱ ص ۵۳۲ تا ۵۶۷ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۰ اس آیت میں مؤمنین کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے نیک اعمال سب کو دکھائے گا تاکہ مؤمنین اپنی عزت افزائی سے خوش ہوں یا فرشتے اور تمام مخلوق قیامت کے دن مؤمنین کے نیک اعمال کو دیکھے گی اور اس سے مؤمنین خوش ہوں گے اور اپنے نیک اعمال پر فخر کریں گے اور کافر غمگین ہوں گے کیونکہ ان کے بُرے اعمال کو ساری مخلوق دیکھے گی اور وہ رُسوا ہوں گے ف۲۱ ہر چند کہ انسان کسی سبب سے ہنستا ہے اور کسی سبب سے روتا ہے' لیکن یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے' اس آیت میں اسباب ظاہرہ سے صرف نظر کر کے سبب حقیقی کی طرف اسناد فرمایا ہے ف۲۲ یعنی قیامت کے بعد مردہ جسموں میں وہی روح ڈالے گا اور وہی جس کو چاہتا ہے خوش حال (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

أَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا

کو اوپر سے نیچے پھینک دیا○ ۲۴ تو (سنگریزوں کی بارش نے) ان کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا○ پس (اے مخاطب!) تو اپنے

نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ

رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا○ ۲۵ یہ پہلے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں○ ۲۶

اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَ

قریب آنے والی ساعت قریب آ چکی ہے○ ۲۷ اللہ کے سوا (وقت معین پر) اسے کوئی دکھانے والا نہیں ہے○ تو کیا تم اس کلام پر تعجب

لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

کرتے ہو○ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو○ ۲۸ اور تم کھیل کود میں پڑے ہو○ ۲۹ سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو○

۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۵ — رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ القمر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پچپن آیتیں' تین رکوع ہیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

قیامت قریب آ گئی ۱ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا○ ۲ اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

وہ جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے○ انہوں نے تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام اپنے وقت پر مقرر ہے○ ۳

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌ ۢ بَالِغَةٌ فَمَا

بے شک ان کے پاس ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں (شرک پر) سرزنش ہے○ ۴ (اس میں) انتہائی حکمت ہے' سو ان کو عذاب سے

تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾

ڈرانے نے کوئی فائدہ نہ دیا○ ۵ (اے نبی مکرم!) آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن ایک بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گا○ ۶

ف۲۴ ان آیات میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر کفار مکہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں' ہر دور میں نبیوں کے ساتھ یہی ہوتا آ رہا ہے ف۲۵ جب قریش مکہ' مکہ سے شام کا سفر کرتے تو ان کو ان سابقہ امتوں پر عذاب کی نشانیاں نظر آتی تھیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے وہ شخص! جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کرتا ہے تو اللہ کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا' ان نشانیوں کو نعمتوں سے تعبیر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرنے والی نشانیاں بھی لوگوں کے لیے نعمت ہے ف۲۶ محمد بن کعب نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ''نذیر'' سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں' یعنی جس طرح انبیاء سابقین اپنی اپنی امتوں کو عذاب آخرت سے ڈراتے رہے ہیں' اسی طرح اے قریش مکہ! میں بھی تم کو عذاب آخرت سے ڈرا رہا ہوں' اگر تم نے میری اطاعت کر لی تو فبہا ورنہ تم کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو اس سے پہلے کفار کو پہنچتا رہا ہے ف۲۷ ''ازفة'' کا معنی ہے: قریب آنے والی' یعنی اب قیامت کے وقوع کا وقت قریب آ چکا ہے ف۲۸ یعنی تم قرآن مجید کی وعیدوں کا مذاق اڑاتے ہو' ہنستے ہو اور اس کی وعید سے خوف زدہ ہو کر روتے نہیں ہو۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ ہنستے نہیں تھے' صرف روتے تھے۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۵۸۷)

ع ۳ ۔ ۷ — نصف ۔ السجدة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل الصفہ نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' پھر رونے لگے' حتیٰ کہ ان کی آنکھوں سے ان کے چہرے پر آنسو بہنے لگے' جب نبی ﷺ نے ان کو روتے ہوئے سنا تو آپ بھی رونے لگے تو پھر آپ کے رونے کی وجہ سے ہم پھر اور روئے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص خوف خدا سے رویا' وہ کبھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مصر رہا' وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن الترمذی: ۲۳۱۱) ف۲۹ عکرمہ نے بیان کیا کہ ''سمد'' کا معنی ہے: غنا' مشرکین جب قرآن مجید کو سنتے تو زور زور سے گاتے بجاتے تاکہ قرآن مجید کی تلاوت ان کو نہ سنائی دے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (یہ وہ لوگ ہیں:) جو نماز کے اوقات میں بیٹھے رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے اور نہ نماز کا انتظار کرتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: وہ امام کے کھڑے ہونے سے پہلے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ القمر: ف۱ القمر: ۱ میں فرمایا ہے: قیامت قریب آ گئی' اور اس سے پہلے فرمایا تھا: قریب آنے والی ساعت قریب آ گئی ہے۔ (النجم: ۵۷) اور اس حدیث میں بھی قیامت کے قریب آنے کا ذکر ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی مثل ساتھ ساتھ بھیجا گیا ہے' آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۸) ف۲ ''شق القمر'' کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا' کیونکہ ''صحیح بخاری' صحیح مسلم'' اور ''تفسیر ابن جریر'' میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۷ ۳۶۳' صحیح مسلم: ۲۸۰۲) حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ہر طرف سے مکہ میں مسافرین آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ بہت زیادہ ہیں اور ان احادیث کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے (حافظ ابن کثیر وغیرہ نے ان احادیث کو متواتر قرار دیا ہے)۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۱۳) ف۳ یعنی انہوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی تکذیب کی اور اپنی باطل خواہشوں کی پیروی کی اور ہر عمل کرنے والے کے عمل کے اعتبار سے اس کا ٹھکانا ہے' نیک عمل کرنے والوں کا ٹھکانا جنت میں ہے اور برے عمل کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں ہے ف۴ مشرکین مکہ کے پاس سابقہ امتوں کی ایسی خبریں آ چکی ہیں کہ جب وہ ایمان نہیں لائے تو انہوں نے کفر پر سرکشی اور ہٹ دھرمی کی اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر آسمانی عذاب آیا' اگر وہ ان خبروں پر غور کر لیتے تو اپنے کفر اور شرک سے باز آ جاتے ف۵ یعنی اس قرآن میں انتہائی حکمت (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

وہ خوف زدہ آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا کہ وہ زمین پر پھیلے ہوئے

مُّنْتَشِرٌ ۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۸

ٹڈی دل ہیں O وہ بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے ہوں گے کافر کہیں گے: یہ بہت سخت دن ہے O ۸

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۹

اس سے پہلے نوح کی قوم نے تکذیب کی سو انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کی تکذیب کی اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا گیا O

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۱۰ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ

سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے O ۹ سو ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمانوں کے

مُّنْهَمِرٍ ۱۱ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ

دروازے کھول دیئے O ۱۰ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے سو دونوں پانی اس چیز کے لیے جمع ہو گئے جو ان کے (عذاب) کے

قُدِرَ ۱۲ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۱۳ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً

لیے مقدر کی گئی تھی O اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا O جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی ان کی سزا کے

لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۱۴ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۱۵ فَكَيْفَ

لیے جنہوں نے کفر کیا تھا O اور بے شک ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O ۱۱ تو کیسا تھا

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۱۶ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O اور بے شک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول

مُّدَّكِرٍ ۱۷ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۱۸ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا

کرنے والا O ۱۲ عاد نے تکذیب کی تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O بے شک ہم نے ان

ف۷ اس آیت میں فرمایا ہے: وہ قبروں سے نکلتے وقت ٹڈی دل کی طرح ہوں گے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے: "یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ O" (القارعہ: ۴) قبروں سے نکلنے والے انسانوں کی دو صفتیں ہوں گی: جس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے تو وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے ان پر وحشت طاری ہوگی وہ ایک دوسرے کے ساتھ ضم ہو جائیں گے انہیں کچھ پتا نہیں چلے گا کہ وہ کس طرف جائیں اس وقت وہ پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے اور ان کی دوسری حالت ہوگی جب وہ بلانے والے کی آواز سنیں گے کہ وہ انہیں کس طرف بلا رہا ہے اور وہ اس طرف چلے جائیں گے اور اس وقت وہ ٹڈی دل کی طرح ہوں گے کیونکہ ٹڈیاں بھی کسی ایک سمت کا رخ کرتی ہیں ف۸ اور قیامت کی ہولناکیوں اور شدت کو دیکھ کر کافر کہیں گے: یہ دن بہت سخت ہے ف۹ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے آپ کو حسب ذیل وجوہ سے مغلوب فرمایا: (۱) کفار مجھ پر غالب آ گئے سو تو ان سے میرا بدلہ لے یعنی وہ میرے عرصہ دراز کی تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لائے (۲) کوئی نبی علیہ السلام اس وقت تک اپنی قوم کے خلاف دعائے ضرر نہیں کرتا جب تک ان کے ایمان لانے کی معمولی سی بھی امید ہو پھر جب ایک مدت گزر جائے اور وہ ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو جائے تو پھر ان کے خلاف دعائے ضرر کرتا ہے اور حضرت نوح ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: "وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ O" (المؤمنون: ۲۷) اور آپ ان ظالموں کی مجھ سے سفارش نہ کریں' بے شک یہ غرق کیے جائیں گے O پس گویا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یوں دعا کی: اے میرے معبود! بے شک میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا اور تو نے مجھے ان کے خلاف دعا کرنے کا حکم دیا' سو تو ان کو ہلاک کر دے یعنی میں اپنی بشریت کے تقاضے سے مغلوب ہوں اور تو میرا بدلہ لے اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے تیرا کفر کیا اور تیری توحید کا انکار کیا ہے لہٰذا تو اپنے لیے اور اپنے دین کی برتری کے لیے ان سے بدلہ لے ف۱۰ اس آیت میں آسمانوں کے دروازوں سے مراد حقیقۃً آسمان کے دروازے ہیں یا یہ اطلاق مجازی ہے' سو اگر یہ مراد لیا جائے کہ حقیقۃً آسمان کے دروازے مراد ہیں تو اس میں بھی کوئی استبعاد اور اشکال نہیں ہے' کیونکہ آسمانوں کے دروازے ہیں اور اگر اس سے مجازاً بادل مراد لیے جائیں تو تب بھی درست ہے جیسا کہ جب شدید بارش ہو تو کہا جاتا ہے کہ آسمان کے پرنالے بہہ رہے ہیں ف۱۱ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اس کشتی کو نشانی بنا کر چھوڑا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو ایک مدت تک جیتا باقی رکھا' وہ کشتی جودی نام کے ایک جزیرہ پر ٹھہر گئی۔ "وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ" (ھود: ۴۴) وہ کشتی جودی پر ٹھہر گئی ف۱۲ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو حفظ کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے' دنیا کی کسی کتاب کو حفظ کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان ہے۔ ایک دفعہ پنڈت رام چند حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے قرآن مجید کے چودہ پارے حفظ ہیں' تم بتاؤ تمہیں ہمارا وید کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہو گے' اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ اگر وید یاد ہے تو سناؤ' حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے قرآن کا اعجاز ہے کہ دشمن کے سینے میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے وید کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی وید اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں قرآن حفظ ہے' یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہو کر چلا گیا۔ اسی طرح تورات' زبور اور انجیل آسمانی کتابیں ہیں لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا حافظ نہیں ہے اور یہ صرف قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں' اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید سے حصول نصیحت کو بہت آسان کر دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں حکمت اور نصیحت کے بہت نکات ہیں' اس آیت کا تیسرا محمل یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو سن کر کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے اور اس میں علم آفریں نکات ہیں اور ان آیات کو سن کر خوف آخرت سے دل پگھل جاتا ہے۔

عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

پر تیز و تند مسلسل چلنے والی آندھی منحوس دن میں بھیجی O ۱۳ جو ان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح مارتی تھی

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَ

جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O ۱۴ اور ہم نے نصیحت کے

لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾

حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا O ثمود نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی O

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ

سو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی جنس میں سے ایک بشر کی پیروی کریں! بے شک پھر تو ہم ضرور گم راہی اور دیوانگی میں ہوں گے O ۱۵ کیا ہم

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ

میں سے صرف ان ہی پر وحی نازل کی گئی ہے بلکہ وہ بہت بڑے جھوٹے' متکبر ہیں O ۱۶ عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ

الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

کون بڑا جھوٹا متکبر ہے O ہم ان کی آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں' پس (اے صالح) آپ (ان کے انجام کا) انتظار کیجئے

وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

اور صبر سے کام لیجئے O ۱۷ اور آپ انہیں بتا دیجئے کہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کیا ہوا ہے' ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہو گا O ۱۸

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾

سو انہوں نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دیں O ۱۹ پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا O

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾

بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے O ۲۰

ف۱۳ یعنی اس دن میں جو ان کے حق میں نحوست والا (بے برکت) ثابت ہوا' یا وہ خود اس دن کو منحوس کہتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان پر آندھی کا عذاب بدھ کے دن آیا تھا اور وہ اس دن کو منحوس کہتے تھے' وہ اس مہینہ کا آخری دن تھا اور اس عذاب سے ان کے چھوٹے اور بڑے سب مر گئے ف۱۴ امام رازی نے یہاں ایک نکتہ بیان فرمایا ہے' وہ یہ کہ "نذر"' "نذیر" کی جمع ہے یعنی اللہ نے ڈرانے والے بہت بھیجے اور عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کو بھیجنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے' پس جہاں رحمت کا ذکر ہے وہاں جمع کا صیغہ ہے اور جہاں عذاب کا لفظ ہے وہ واحد ہے' پس عذاب کو واحد کے صیغے کے ساتھ ذکر کرنے اور "نذیر" کو جمع کے صیغہ کے ساتھ "نذر" ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ اس کا عذاب کم ہے اور اس کی رحمت بہت زیادہ ہے' اور اس کی رحمت اس کے عذاب پر غالب ہے ف۱۵ ثمود' حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے' انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ان آیات کی تکذیب کی جن میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور یہ کہا کہ کیا ہم اپنی ہی جنس میں سے ایک بشر کی پیروی کریں اور اپنی پوری جماعت کے طریقہ کو چھوڑ دیں' پھر تو ہم ضرور گم راہی اور دیوانگی میں ہوں گے' کیونکہ صرف ایک شخص کے طریقہ کی پیروی کرنا اور کثیر جماعت کے طریقہ کو چھوڑ دینا یہی صحیح اور درست راستہ سے بھٹکنا اور پاگل پن ہے' اس آیت میں "ضلال" کے بعد "سعر" کا لفظ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سعر" کا معنی جنون ہے' جو اونٹنی پاگل ہو اس کو "ناقة مسعورة" کہتے ہیں' نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: "سعر" کا معنی عذاب ہے ف۱۶ یعنی آلِ ثمود میں صرف ان کو عذاب کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے' حالانکہ آلِ ثمود میں (حضرت) صالح سے زیادہ خوش حال اور مال دار لوگ ہیں' پھر کہا: بلکہ وہ بہت جھوٹے متکبر ہیں' ان کا مطلب تھا کہ وہ اپنے دعویٰ کے مطابق رسول نہیں ہیں بلکہ وہ رسالت کا دعویٰ کر کے ناحق ہم پر اپنی بڑائی جتانا چاہتے ہیں۔ "اشر" کا معنی ہے: خوشی سے اترانے والا' تکبر کرنے والا ف۱۷ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے' حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے چٹان سے اونٹنی نکال دی تا کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ ہو اور ان کے صدق پر دلیل ہو اور یہ اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی کہ وہ اپنا فرمائشی معجزہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام سے فرمایا: ہم ان کی آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں' آپ انتظار کیجئے اور صبر سے کام لیجئے ف۱۸ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس دن ثمود پانی پیتے تھے' اس دن اونٹنی بالکل نہیں پیتی تھی اور ان کو اپنا دودھ پلاتی تھی اور وہ بہت عیش و آرام میں تھے اور جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تھی تو وہ سارا پانی پی جاتی تھی اور ان کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں بچتا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ تبوک میں مقام حجر میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! معجزات کا سوال نہ کرو' کیونکہ یہ صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اونٹنی بھیج دے تو اللہ عزوجل نے ان کی طرف اونٹنی بھیج دی' پس وہ اس راستہ سے آتی تھی اور اپنی باری پر ان کا تمام پانی پی جاتی تھی' اور اس دن وہ اونٹنی سے اتنا دودھ دوہ لیتے تھے جتنا وہ اس دن پانی پیتے تھے اور وہ اسی راستہ سے واپس چلی جاتی تھی' پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں' پھر ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا اور آسمان کے نیچے ان میں سے کوئی شخص نہیں بچا' سوا ایک شخص کے وہ اللہ کے حرم میں تھا' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون شخص تھا؟ آپ نے فرمایا: وہ ابورغال تھا' جب وہ حرم سے باہر نکلا تو اس پر بھی وہ عذاب آ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔ (مسند احمد: ۱۴۱۶۰) ف۱۹ امام محمد بن اسحاق نے کہا: پس وہ شخص اونٹنی کے آنے کے راستہ میں ایک درخت کی جڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا' پھر تاک کر اس کی پنڈلی کے پٹھوں میں تیر مارا' پھر تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اس اونٹنی کو ذبح کر دیا اور اس اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گیا اور وہیں غائب ہو گیا' پھر جب حضرت صالح علیہ السلام آئے اور انہوں نے دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں اور اس کو ذبح کر دیا گیا ہے تو وہ رونے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ

اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کردیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والاO لوط کی قوم نے عذاب سے

بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾

ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کیO بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ۲۱ ماسوا آلِ لوط کے ہم نے ان کو سحری کے وقت بچالیاO

نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ

یہ ہماری طرف سے احسان تھا اور ہم شکر کرنے والوں کو یونہی اجر دیتے ہیںO اور بے شک لوط نے انہیں

بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ

ہماری گرفت سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیاO اور بے شک انہوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو طلب کیا تو

اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ

ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کردیں ۲۲ پس میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھوO اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصباح

مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

تباہ کردیاO ۲۳ پس تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھوO اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کردیا ہے

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والاO اور بے شک آلِ فرعون کے پاس عذاب سے ڈرانے والے رسول آئےO انہوں نے ہماری

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ

تمام نشانیوں کی تکذیب کی پس ہم نے ان کو غالب بے حد قدرت والے کی شان سے پکڑ لیاO ۲۴ (اے کفارِ مکہ!) کیا تمہارے کافر ان لوگوں

بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ

سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے (آسمانی) کتابوں میں نجات لکھی ہوئی ہےO یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت غالب رہے گیO عنقریب

لگے اور کہا کہ تم نے اللہ کی حدود کو توڑ دیا ہے' پس تمہیں اللہ سبحانہ کے عذاب کی بشارت ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس شخص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں' اس کا نام قدار بن سالف تھا ف۲۰ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ایک باڑ بنانے والے کی خشک لکڑیاں اور جھاڑیاں مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہوجاتی ہیں' وہ بھی اس باڑ کی مانند ہمارے عذاب سے چورا چورا یا ریزہ ریزہ ہوگئے ف۲۱ اس آیت پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ تیز ہوا نے ان پر کنکر برسائے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ان پر نشان زدہ پتھر برسوائے یا بھجوائے۔ قرآن مجید میں ہے: "قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَO لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍO مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَO" (الذّٰریٰت: ۳۲۔۳۴) فرشتوں نے کہا: بے شک ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہےO تاکہ ہم ان پر مٹی سے بنے ہوئے پتھر برسائیںO جو پتھر آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ ہیں (یہ) ان کے لیے ہیں جو حد سے گزر جانے والے ہیںO اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ ہوا جو کنکریاں اڑاتی اور برساتی ہے' اس کو "حاصب" کہا جاتا ہے' اس لیے اس آیت میں اس کا ہوا کی طرف اسناد فرمایا ہے اور چونکہ ہوا کو فرشتوں نے چلایا تھا' اس لیے الذّٰریٰت میں اس کا فرشتوں کی طرف اسناد فرمایا ہے اور فرشتوں نے ہوا کی کنکریوں پر نشان لگا دیئے تھے اور ہر شخص پر اسی کے حصہ کی کنکری جا کر لگتی تھی ف۲۲ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تھے' ان کی قوم کے اوباش لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا: ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کریں' اور وہ دروازہ توڑ کر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں گھس گئے' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے اوپر اپنا پر مارا' جس سے وہ سارے اندھے ہوگئے ف۲۳ یعنی وہ عذاب جو دنیا میں ان پر مسلسل جاری رہا اور اس عذاب میں ان کی بستی کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر والے حصہ کو نیچے کردیا ف۲۴ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو قبطیوں کے بادشاہ فرعون کے پاس آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا کہ اگر تم ایمان نہیں لائے تو تم کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا' انہوں نے ہمارے دیئے ہوئے ان تمام معجزات کا انکار کیا جو ہماری توحید اور ہمارے نبیوں کی رسالت پر دلالت کرتے تھے' وہ معجزات یہ تھے: (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) خشک سالی اور قحط (۴) ان کے اموال کو تباہ و برباد کرنا (۵) طوفان (۶) ٹڈیاں نازل کرنا (۷) جوئیں نازل کرنا (۸) خون نازل کرنا (۹) اور مینڈک نازل کرنا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ڈرانے والوں میں حضرت یوسف علیہ السلام' ان کے بیٹے حضرت موسیٰ تک شامل ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ نے غالب' بے حد قدرت والے کی شان سے پکڑ لیا' یعنی جس طرح چاہا ان کو سزا دی۔

الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ

ان کی جماعت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے O بلکہ ان کی وعید قیامت ہے اور قیامت بڑی مصیبت اور

وَأَمَرُّ ﴿۴۶﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي

بہت تلخ ہے O ۲۵ بے شک مجرمین گمراہی اور عذاب میں ہیں O جس دن ان کو دوزخ میں

النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ

اوندھا گھسیٹا جائے گا (اور کہا جائے گا:) دوزخ کا عذاب چکھو O بے شک ہم نے ہر چیز اندازہ

بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

سے بنائی ہے O ۲۶ اور ہمارا کام تو بس ایک لحظہ کا ہے جیسے آنکھ جھپکنا O ۲۷ اور بے شک ہم تم جیسی بہت سی جماعتوں

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَ

کو ہلاک کر چکے ہیں پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O ۲۸ اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سب صحائف میں لکھا ہوا ہے O اور

كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾

ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے O ۲۹ بے شک متقین جنتوں میں اور دریاؤں میں ہوں گے O ۳۰

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

سچی عزت کے مقام میں بہت قادر بادشاہ کے پاس O ۳۱

(۵۵) سُورَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ آیاتها ۷۸ رکوعاتها ۳

سورۃ الرحمٰن مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھتر آیتیں تین رکوع ہیں

الرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾

رحمٰن نے O (اپنے رسول مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی O ۱ انسان (کامل) کو پیدا کیا O اور ان کو (ہر چیز کے) بیان کی تعلیم دی O ۲

ف۲۵ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو خطاب فرمایا ہے کہ تمہارے کافر سابقہ امتوں کے کفار سے مال و دولت اور جسمانی طاقت میں زیادہ بڑے ہیں؟ یا تم نے سابقہ آسمانی کتابوں میں یا لوحِ محفوظ میں پڑھ لیا ہے کہ تم کو عذاب نہیں ہوگا' اس لیے تم اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہو یا تم کو اپنی عددی قوت اور اسلحہ کی زیادتی پر اتنا گھمنڈ ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم ناقابل تسخیر ہو اور تم کو شکست نہیں ہوگی' اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عنقریب کفار مکہ شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نہیں جانتا تھا کہ کافروں کی کون سی جماعت شکست کھائے گی' پھر میں نے دیکھا کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! بے شک قریش بڑے فخر اور تکبر کے ساتھ تیرے خلاف اور تیرے رسول کے خلاف جنگ کرنے آئے ہیں' پس تو ان کو ہلاک کر دے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۵) ف۲۶ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر فرمایا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے بنانے سے پہلے ان کی مقدار اور ان کے احوال کا علم تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق اس چیز کو پیدا کیا' پس عالم علوی اور سفلی میں ہر چیز اس کے علم' اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اور اس میں مخلوق کو کوئی دخل نہیں ہے اور مخلوق کو صرف ایک قسم کا کسب حاصل ہوتا ہے اور مخلوق جو کسب کرتی ہے اور کام انجام دیتی ہے وہ ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق' اس کی قدرت اور اس کے الہام سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے' جیسا کہ قرآن وسنت میں اس کی تصریح ہے اور منکرین تقدیر کا یہ قول باطل ہے کہ ہم اعمال کو خلق کرتے ہیں اور ہماری اجل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۳۵) ف۲۷ یعنی میں جس کام کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو وہ آنکھ جھپکنے کی مثل بہت جلد ہو جاتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو خفیف نظر سے دیکھے تو کہا جاتا ہے: "لَمَحَهٗ" اور اس کا اسم "لمحۃ" ہے۔ (مختار الصحاح ص ۵۰۳) ف۲۸ اس میں اہل مکہ کو ڈرایا ہے کہ پچھلی امتوں میں جو لوگ تمہاری طرح کافر تھے ہم ان کو اس سے پہلے ہلاک کر چکے ہیں' سو تم بھی ان کے حال سے عبرت پکڑو اور کفر اور شرک سے باز آ جاؤ ف۲۹ یعنی پہلی امتوں نے جو کچھ نیک کام کیے تھے یا بُرے کام کیے تھے وہ سب لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں یا ان کے صحائف اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس میں بھی مسئلہ تقدیر پر دلیل ہے' یعنی لوحِ محفوظ میں وہ تمام کام پہلے سے لکھے ہوئے تھے جو کام انہوں نے اپنے اپنے وقت میں بعد میں کیے اور علم معلوم کے تابع ہے یعنی جو کچھ انہوں نے بعد میں کیا وہ پہلے سے لکھا ہوا ہے' ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ پہلے سے لکھا ہوا تھا اسی کے مطابق انہوں نے کام کیے' کیونکہ معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا ف۳۰ اس سے پہلے کفار کا ذکر فرمایا تھا کہ مجرمین کو ان کے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کا مزا چکھو' اور اب متقین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ جنتوں اور دریاؤں میں ہوں گے' وہ دریا پانی کے ہوں گے' شراب طہور کے' اور شہد کے اور دودھ کے ف۳۱ سچی عزت کے مقام میں یعنی ایسی مجلس میں جس میں صرف سچی باتیں کی جائیں گی' نہ وہاں لغو بات ہوگی نہ گناہ کی بات ہوگی اور وہ جگہ جنت ہے' ایسے بادشاہ کے پاس جو ہر چیز پر قادر ہے۔ امام جعفر صادق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کی تعریف کی ہے: وہ صدق کی جگہ ہوگی' سو اس جگہ اہل صدق ہی ہوں گے۔ عبداللہ بن بریدہ نے کہا کہ اہل جنت ہر روز جبار تبارک وتعالیٰ کے پاس حاضر ہوں گے اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے سامنے قرآن پڑھیں گے اور ہر انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے مختلف مجالس میں بیٹھا ہوگا' وہ مجالس' موتی' یاقوت' زمرد' سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی آنکھیں اور کسی چیز سے اتنی ٹھنڈی نہیں ہوں گی جتنی اللہ کے پاس حاضر ہونے سے ٹھنڈی ہوں گی' انہوں نے اس سے پہلے عظیم اور حسین چیز نہیں دیکھی ہوگی' پھر وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر کے اپنی منزلوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ فرشتے قیامت کے دن مؤمنوں کے پاس آ کر کہیں گے: اے اولیاء اللہ! چلو' وہ کہیں گے: کہاں؟ (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

سورۃ الرحمٰن: ف۱ اس سے مراد ہے: رحمٰن نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی اور آپ نے اپنی تمام امت کو اس کی تبلیغ کی۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۳۳۷) ف۲ حضرت

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں O ۳ اور زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اپنے تنے پر کھڑے ہوئے درخت سجدہ ریز ہیں O ۴ اور

رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا

آسمان کو بلند بنایا اور (عدل کی) ترازو بنائی O ۵ تاکہ تم تولنے میں بے انصافی نہ کرو O ۶ اور انصاف

الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰

کے ساتھ صحیح وزن کرو اور تول میں کمی نہ کرو O ۷ اور اس نے لوگوں کے لیے زمین کو نیچے بنایا O

فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

اس میں پھل ہیں اور (قدرتی) غلاف والی کھجوریں ہیں O اور بھوسے والا غلہ ہے

وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

اور خوشبو دار پھول ہیں O پس اے جن اور انس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O ۸ اس نے انسان کو

صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَيِّ

ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی سوکھی مٹی سے بنایا O ۹ اور جن ۱۰ کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا O سو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَيِّ

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O وہی مشرقین کا رب ہے اور وہی مغربین کا رب ہے O ۱۱ سو تم دونوں اپنے رب کی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O ۱۲ اس نے (کھاری اور شیریں) دو سمندر جاری کیے جو (ایک دوسرے سے) مل جاتے ہیں O ان دونوں کے

لَّا يَبْغِيٰنِ ۝۲۰ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۱ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ

درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے O ۱۳ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O ان سمندروں میں

ابن عباس اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ انسان سے مراد یہاں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد ہے: حلال اور حرام کا بیان اور ہدایت کا گمراہی سے بیان ہے' ایک قول ہے: اس سے مراد ہے: "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کا بیان کیونکہ آپ نے تمام اوّلین اور آخرین اور روزِ قیامت کی خبریں دی ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۴۱) ف۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ اور ابو مالک نے کہا: سورج اور چاند اپنی اپنی مقررہ منازل میں ایک حساب سے چل رہے ہیں' وہ ان منازل سے تجاوز کرتے ہیں اور نہ ان سے انحراف کرتے ہیں ف۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نجم" ان نباتات کو کہتے ہیں جن کا تنا نہ ہو جیسے انگور' خربوزے اور تربوز کی بیلیں۔ "نجم ینجم" کا معنی ہے: ظاہر ہونا اور طلوع ہونا اور ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایوں کا سجدہ کرنا ہے' فراء نے کہا: جب سورج طلوع ہوتا ہے تو درختوں اور بیلوں کا منہ سورج کی طرف ہوتا ہے' پھر ان کے سائے جھکتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کے سائے معدوم ہو جاتے ہیں ف۵ حسن اور قتادہ نے کہا: میزان سے مراد ترازو ہے ف۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: جس کے لیے تم وزن کرو تو اس سے خیانت نہ کرو ف۷ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ترازو کی ڈنڈی کو درستی کے ساتھ پکڑ کر رکھو اور انصاف سے وزن کرو ف۸ اس سورت میں اس آیت کا اکتیس بار ذکر فرمایا ہے' ان میں سے آٹھ آیتیں وہ ہیں جو ان آیات کے بعد ذکر کی گئی ہیں' جن میں اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب مخلوق اور بغیر سابقہ مثال کے اس کی تخلیق اور اس کی مخلوق کی ابتداء اور انتہاء کو بیان کیا گیا ہے' پھر سات آیات کو ان آیتوں کے بعد بیان فرمایا ہے' جن میں دوزخ کے عذاب اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے کیونکہ دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں' اور ان آیتوں کے بعد "الاء" کا ذکر اس لیے مستحسن ہے کیونکہ دوزخ کے خوف میں بھی نعمت ہے کیونکہ انسان دوزخ کے خوف سے گناہوں کو ترک کرتا ہے اور دوزخ اس لیے بھی نعمت ہے کہ دوزخ سے مسلمانوں کے دشمنوں کو عذاب دیا جائے گا' اور اس کو بہت بڑی نعمت میں شمار کیا جاتا ہے اور ان سات آیات کے بعد آٹھ مرتبہ اس آیت کو ان آیات کے بعد ذکر فرمایا' جن آیات میں جنت کی صفات کا ذکر ہے' کیونکہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں' اس کے بعد اس آیت کا مزید آٹھ بار ذکر فرمایا ہے کہ دو جنتیں اور ہیں' پس جو شخص پہلی آٹھ آیتوں پر ایمان لائے اور ان میں مذکور نعمتوں کا شکر ادا کرے اور پھر دوسری بار ان تقاضوں پر عمل کرے جو جنت کی صفات میں ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو ان سات آیات میں ذکر کیے ہوئے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ (روح البیان ج ۹ ص ۳۴۶) ف۹ اس سے پہلے اللہ سبحانہ نے عالم کبیر کی تخلیق کا ذکر فرمایا تھا جیسے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں' جن میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلائل ہیں' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عالم صغیر کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے اور وہ حضرت انسان ہے اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہیں ف۱۰ اس سے مراد ابلیس ہے اور وہ جنات کا باپ ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام انسانوں کے باپ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ "الجان"، "جن" کا واحد ہے اور اس کا نام "جان" اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کے اس قبیلہ سے ہے جس کو "جن" کہا جاتا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۴ ملخصاً) ف۱۱ مشرق سورج طلوع ہونے کی جگہ ہے اور مغرب سورج غروب ہونے کی جگہ ہے' ہر روز ایک نیا مشرق اور نیا مغرب ہوتا ہے' گرمیوں میں سورج ہر روز ایک درجہ پہلے طلوع ہوتا ہے اور سردیوں میں سورج ہر روز ایک درجہ بعد میں طلوع ہوتا ہے اور گرمیوں میں دن بڑے ہوتے رہتے ہیں اور سردیوں میں دن کم ہوتے رہتے ہیں' ویسے تو ہر روز کے الگ الگ مشرق اور مغرب ہیں لیکن گرمیوں اور سردیوں کے دو مشرقوں اور دو مغربوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے' اس لیے ان کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا' انسانوں اور جنات کے لیے دو مشرقوں اور دو مغربوں میں خصوصی نعمت ہے' کیونکہ اگر ہر روز ایک ہی مشرق اور مغرب ہوتا اور سردیوں اور گرمیوں کا ایک ہی مشرق اور مغرب ہوتا اور ہمیشہ دن برابر ہوتے تو لوگ اس مسلسل یکسانیت کی وجہ سے اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے' نیز پھر سارا سال ایک ہی موسم رہتا اور اس میں تنوع نہ ہوتا اور جب موسمی تغیرات نہ ہوتے تو کاشت کاری صحیح نہ ہوتی' فصلیں نہ پکتیں' سارا سال ایک ہی قسم کے پھل ہوتے (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۞ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۞ اور سمندر میں پہاڑوں کی مانند اونچی

فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ

چلنے والی کشتیاں اسی کی ملکیت ہیں ۞ ۱۴ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۞ جو بھی زمین

عَلَیْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ

پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے ۞ ۱۵ اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے۞ سو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۞ اسی سے سوال کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں ۱۶ وہ ہر آن

هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ

نئی شان میں ہے ۞ ۱۷ سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۞ اے جنات اور انسانوں کے گروہو! ۱۸

الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۞ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۞ اے جنات اور انسان کے

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا

گروہو! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ!

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ

تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں اسی کی سلطنت ہے۞ ۱۹ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۞ (اے مکذبو!) تم پر

عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

(روزِ قیامت) آگ کا خالص شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا' پھر تم اس کو دور نہ کرسکو گے۞ ۲۰ سو تم دونوں اپنے رب کی

ف۱۴ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سمندری سفر کے لیے کشتیاں اور جہاز پیدا کیے' جو بہت وزنی اور حجم میں پہاڑ جتنے ہوتے ہیں اور وہ سمندر کے دوش پر چلتے ہیں' جن سے تم تجارت اور دوسری اغراض کے لیے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں پہنچ جاتے ہو' اس میں تمہارے لیے بہت منفعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ لوہے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا پانی میں ڈوب جاتا ہے اور اتنے بڑے بڑے دیوہیکل جہاز سمندر کی سطح پر سفر کرتے رہتے ہیں ف۱۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا: زمین والے ہلاک ہوگئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ''كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ'' (القصص:۸۸) اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ تو فرشتوں کو اپنی ہلاکت کا بھی یقین ہوگیا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۰۵) اور تمام مخلوق کو فنا ہونے میں انسانوں اور جنات کے لیے یہ نعمت ہے کہ صرف وہ ہلاک نہیں ہوں گے بلکہ کائنات کی ہر چیز ہلاک ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام مسلمان موت کے بعد دارِ تکلیف سے دارِ جزا کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد فرمایا: ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۞'' (الرحمٰن:۲۸) یعنی اللہ تمہاری مدد فرماتا ہے' تم اس پر توکل کرو اور لوگوں پر بھروسا نہ کرو' وہ تم سے مصائب دور کرنے پر قادر نہیں ہیں کیونکہ وہ سب فانی ہیں اور ہلاک ہونے والے ہیں اور مخلوق کی فنا کے بعد اللہ ہی باقی ہے' وہ تمہارے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور نیکیوں پر تمہاری مدد کرتا ہے' پس تم اپنے ایسے رب کا کیسے انکار کرسکتے ہو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم پر یہ احسانات کیے؟ ف۱۶ آسمان والے اللہ سے رحمت کا سوال کرتے ہیں اور زمین والے اللہ سے رزق کا سوال کرتے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: آسمان والے اللہ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور زمین والے اللہ سے مغفرت اور رزق کا سوال کرتے ہیں ف۱۷ اس کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کرتا ہے اور غم دور کرتا ہے' ایک قوم کو سربلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو سرنگوں کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۲۰۲) ف۱۸ اس آیت میں ''ثقلان'' کا لفظ ہے' اس سے مراد جن اور انس ہیں' ان کو ''ثقلین'' اس لیے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر یہی سب سے عظیم مخلوق ہے کیونکہ تمام مخلوق میں صرف یہی مکلف ہیں یعنی صرف یہی تکلیف کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ ''ثقل'' خفت کا مقابل ہے' بوجھ' وزنی چیز۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۰۳) امام جعفر صادق نے کہا: ان کو ''ثقلین'' اس لیے فرمایا کہ یہ گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۱۸۲) ف۱۹ ضحاک نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کو حکم دے گا تو وہ اپنی چیزوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے اس کے کنارے پر کھڑے ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ زمین پر آئیں گے' پھر وہ زمین والوں کا احاطہ کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کے ساتھ والے آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا تو وہ صف بہ صف کھڑے ہو جائیں گے' اسی طرح تیسرے' چوتھے' پانچویں' چھٹے اور ساتویں آسمان کے فرشتوں کو حکم دے گا' پھر سب سے اونچے آسمان کا فرشتہ اتر کر جہنم کی طرف آئے گا اور اس کی پر جوش آواز اور چنگھاڑ کو سنے گا' پھر ہر آسمان کے کناروں پر فرشتوں کی صفوں کو دیکھے گا اور یہ اس آیت کا مصداق ہے کہ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے کنارے سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ' تم جہاں بھی جاؤ گے' اسی کی سلطنت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۷ ص ۱۵۵) ف۲۰ ''شواظ'' کا معنی ہے: ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو اور ''نحاس'' کا ایک معنی دھواں ہے اور دوسرا معنی پگھلا ہوا پیتل یا تانبا ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض قیامت کے دن کفار کہیں بھاگ کر گئے بھی تو فرشتے آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ کر واپس لے آئیں گے یا تمہارے سروں پر پگھلا ہوا تانبا یا پیتل ڈال کر تمہیں واپس لے آئیں گے اور تم اس عذاب کو دور نہیں کرسکو گے۔

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾

کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے○ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا○ ۲۱

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ

سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ سو اس دن کسی گناہ گار کے گناہ کے متعلق

وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ

سوال نہیں کیا جائے گا انسان سے نہ جن سے○ ۲۲ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ (اس دن) مجرمین

بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اپنے حلیوں سے پہچان لیے جائیں گے ۲۳ اور ان کو ان کی پیشانیوں کے بالوں اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا○ ۲۴ پس تم دونوں اپنے رب

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ

کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ یہ ہے وہ جہنم جس کی مجرمین تکذیب کیا کرتے تھے○ وہ اس دن اس (جہنم) میں اور سخت کھولتے

بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾ وَلِمَنْ خَافَ

ہوئے پانی میں گھوم رہے ہوں گے○ ۲۵ سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾

ڈرتا ہو اس کے لیے دو جنتیں ہیں○ ۲۶ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ خوب سرسبز شاخوں والی دو جنتیں ہیں○ ۲۷

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں○ سو تم دونوں اپنے رب کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں○ ۲۸ سو تم اپنے رب کی

وقف لازم

ع ۲۰ / ۱۲

ف۲۱ اس آیت میں "وردۃ" اور "دھان" کے الفاظ ہیں۔ "وردۃ" کے معنی گلاب کی طرح سرخ ہیں اور "دھان" کے معنی تیل ہیں یعنی آسمان پھٹ کر آگ کی تپش سے پگھل جائے گا اور دوزخ کی آگ کی حرارت سے سرخ ہو جائے گا اور تیل کی طرح بہ رہا ہوگا ف۲۲ ایک اور آیت میں بھی اسی طرح فرمایا ہے: "لَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ○" (القصص: ۷۸) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک اور آیت میں اس کے برعکس فرمایا ہے: "فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○" (الحجر: ۹۲) آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے○ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں: (۱) عکرمہ نے کہا: قیامت کا دن بہت طویل ہوگا' پس کسی وقت اللہ تعالیٰ مجرموں سے سوال نہیں فرمائے گا اور دوسرے وقت میں سوال فرمائے گا (۲) میدانِ محشر میں ان سے سوال کیا جائے گا اور جب ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو پھر ان سے سوال نہیں کیا جائے گا (۳) اللہ تعالیٰ ان سے ان کے گناہوں کو جاننے کے لیے سوال نہیں کرے گا کہ تم نے کیا گناہ کیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ ان کے اعمال کو جاننے والا ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر سوال کرے گا کہ تم نے یہ کام کیوں کیے ف۲۳ حسن نے کہا کہ ان کا چہرہ سیاہ ہوگا اور ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' قرآن مجید میں ہے: "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ" (آل عمران: ۱۰۶) اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ "وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا○" (طٰہٰ: ۱۰۲) ہم اس دن مجرمین کو اکٹھا کریں گے (دہشت کی وجہ سے) ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی○ ف۲۴ ضحاک نے کہا: ان کی پیشانیوں کو اور ان کے قدموں کو ان کی پیٹھوں کے پیچھے سے زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا' پھر ان کی ٹانگوں اور پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' یہ اس لیے کیا جائے گا تاکہ ان کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ قبیح ہو ف۲۵ جب کفار دوزخ کے قریب ہوں گے تو ان سے دوزخ کے پہرے دار کہیں گے: یہ ہے وہ جہنم جس کی دنیا میں تم تکذیب کیا کرتے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا دوزخ میں حال بیان فرمایا' ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا مشروب دیا جائے گا' ان پر بھوک مسلط کی جائے گی اور ان کو کھانے کے لیے شجر زقوم کا پھل دیا جائے گا (تھوہر کے درخت کا سخت کڑوا پھل جس کو اندرائن کہتے ہیں) وہ اس کو کھائیں گے تو وہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا' پھر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کھولتے ہوئے پانی کے پاس جاؤ' وہ اس کو پئیں گے تو وہ ان کے مونہوں کو جلا دے گا اور وہ پانی ان کے پیٹوں میں جوش کھا رہا ہوگا اور ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہوگا' اس کو نکال باہر کر دے گا' پھر ان پر دوبارہ بھوک مسلط کر دی جائے گی' پھر دوبارہ کبھی وہ تھوہر کے پاس جائیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی کے پاس جائیں گے۔ (بحر العلوم ج ۳ ص ۳۰۹) ف۲۶ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے خواہش نفس سے مغلوب ہو کر گناہ کا ارادہ کیا' پھر اس کو اللہ کی یاد آئی اور اس نے اس کے خوف سے گناہ کو ترک کر دیا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے: یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا' جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش ہوئے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہو گئی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی' حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہو گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی: "اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ○" (الاعراف: ۲۰۱) بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں○ پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں' اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍؕ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ (متقین) ایسے بستروں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے ۲۹

وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ

اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے○ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّۚ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ

نیچی نظر رکھنے والی بیویاں ہوں گی جن کو ان متقین سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی جن نے○ ۳۰ سو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِۚ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُۚ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں○ ۳۱ سو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُۚ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے○ ۳۲ سو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِۚ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں○ ۳۳ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون

تُكَذِّبٰنِۙ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِۚ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِۚ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا

سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ وہ دونوں جنتیں سیاہی مائل سبز رنگ کی ہیں○ ۳۴ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○

عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِۚ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ

ان جنتوں میں چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں○ ۳۵ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں پھل

وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌۚ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِۚ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ

اور کھجوریں اور انار ہیں○ سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے○ ان جنتوں میں خوب صورت، خوب سیرت

بیٹا! تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: خیر ہے، باپ نے پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا، باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دوہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا، گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا، انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا، صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا، حضرت عمر نے فرمایا: مجھے اس کی قبر کی طرف لے چلو، پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دو بار جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ۱۱۴) ف۲۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: رنگ برنگ پھلوں والی دو جنتیں ف۲۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دنیا کے جس پھل کا بھی ذائقہ تلخ اور کڑوا ہے، جنت میں اس پھل کا ذائقہ شیریں اور لذیذ ہوگا، حتیٰ کہ جنت میں حنظل (اندرائن، کوڑتما) بھی میٹھا ہوگا ف۲۹ "استر" لحاف یا گدے کے نچلے حصہ کو کہتے ہیں جو عموماً معمولی کپڑے کا ہوتا ہے اور "اَبری" اوپر والے حصہ کو کہتے ہیں، جو عموماً اچھے اور عمدہ کپڑے کا ہوتا ہے تو جنت کے بستروں کا جب استر دبیز ریشم کا ہوگا تو اس کی اَبری کس شان کی ہوگی ف۳۰ اس آیت میں اس طرح اشارہ ہے کہ جنت کی حوروں کے ساتھ جب بھی جماع کیا جائے گا وہ کنواری ہوں گی، اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جنات بھی جنت میں داخل ہوں گے اور وہ بھی جماع کریں گے کیونکہ وہ جنت میں نعمتوں کے ساتھ باقی رہیں گے، جیسے کافر جن دوزخ میں عذاب کے ساتھ باقی رہیں گے اور یہی صحیح قول ہے اور اس میں اس قول کا رد ہے کہ مؤمنین جنات کو ثواب نہیں ملے گا، ان کی جزا صرف یہ ہے کہ ان کو عذاب نہ دیا جائے اور ان کو حساب کے بعد مٹی بنا دیا جائے جیسا کہ حیوانات کو مٹی بنا دیا جائے گا۔ (عنایۃ القاضی ج۹ ص۵۹) ف۳۱ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلوں کے پار سے نظر آئے گی، حتیٰ کہ اس کی پنڈلی کا مغز بھی نظر آئے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں، رہا یاقوت تو وہ (سرخ) پتھر ہے حتیٰ کہ اگر تم اس میں ایک دھاگا داخل کرو، پھر تم اس کو شفاف کرو تو وہ تم کو اس کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۳۳) ف۳۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ آیت (الرحمٰن: ۶۰) کی تلاوت فرمائی، پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور رسول کو ہی اس کا زیادہ علم ہے۔ آپ نے بتایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس پر میں نے توحید کا انعام کیا ہے اس کی جزا جنت کے سوا کیا ہے۔ (الاتحاف السنیہ ص ۲۸۲) ف۳۳ وہ دو جنتیں جو مقربین، صدیقین اور شہداء کے لیے ہیں: یعنی جنت عدن اور جنت نعیم، ان کے علاوہ اور دو فضیلت والی جنتیں ہیں یعنی جنت الفردوس اور جنت الماویٰ۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج۳ ص۳۱۰) ف۳۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جنتیں گہرے سبز رنگ کی ہیں ف۳۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ چشمے خیر و برکت سے چھلک رہے ہوں گے، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ کے گھروں میں مشک، عنبر اور کافور کے چھینٹے پڑ رہے ہوں گے، جیسے بارش کے قطرے برستے ہیں۔

حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧١﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾

حسین ہیں ○ ۴۶ سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ بڑی آنکھوں والی حوریں ہیں جو خیموں میں باپردہ ہیں ○ ۴۷

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَ

پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ ان کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے

لَا جَانٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ

نہ جن نے ○ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○ (جنتی) سبز قالینوں ۴۸ اور نفیس

خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٧﴾

بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ ۴۹ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ○

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

آپ کے رب کا نام بابرکت ہے جو بہت بزرگی والا اور بہت عزت والا ہے ○ ۵۰

آیاتہا ۹۶ | ۵۶ سورۃ الواقعۃ مکیۃ ۴۶ | رکوعاتہا ۳

اس میں چھیانوے آیتیں ہیں | سورۃ الواقعہ مکی ہے | اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾

جب قیامت واقع ہو جائے گی ○ (تو) اس کے وقوع کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا ○ ۱ وہ پست کرنے والی بلند کرنے والی ہوگی ○ ۲

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً

جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی ○ ۳ اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ ۴ پس وہ منتشر غبار

ف ۴۶ "حسان" کا معنی ہے: جس کی صورت حسین ہو اور اس کے حسن کا اندازہ کون کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حسین فرمایا ہو ف ۴۷ اس میں اختلاف ہے کہ دنیا کی مسلمان عورتیں افضل ہیں یا حوریں افضل ہیں؟ امام ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جو عورتیں جنت میں داخل ہوں گی وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے حوروں سے افضل ہوں گی اور حدیث میں ہے: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی' میں نے یاد رکھا تھا' آپ نے اس کی دعا میں کہا تھا: اے اللہ! اس کی مغفرت کر دے' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت میں رکھ (الی قولہ) اور اس کو دنیا کے گھر سے اچھا گھر عطا فرما اور اس کو دنیاوی بیوی سے اچھی بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل کر دے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھ' عوف کہتے ہیں کہ حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی: کاش! میں وہ میت ہوتا جس کے لیے یہ دعائیں فرمائی تھیں۔ (صحیح مسلم: ۹۶۳) اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اس کی دنیاوی بیوی سے اچھی بیوی عطا فرما' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی آنکھوں والی حوریں دنیوی عورتوں سے افضل ہوں گی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے حوروں کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث بیان کی ہیں: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑی آنکھوں والی حوریں زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۵۵۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ایک حور کسی کڑوے پانی کے سمندر میں تھوک دے تو اس کے لعاب کی مٹھاس سے پورا سمندر میٹھا ہو جائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۵۵۸) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بڑی آنکھوں والی حور کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آتی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۵۶۰' تفسیر الدر المنثور ج ۷ ص ۳۶۴) ف ۴۸ "رفرف" کا معنی بستر پر پردہ ہے' معراج کی شب جو آپ نے "رفرف" دیکھا وہ سبز رنگ کا قالین تھا ف ۴۹ "عبقری حسان" کا معنی ہے: جنت کے بچھونے غیر معمولی خوب صورت ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۱۶) ف ۵۰ "تبارک" کا لفظ "برکت" سے ماخوذ ہے' "برکت" کا معنی دوام اور ثبوت ہے' یعنی اللہ کا نام دائم ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے' نیز "برکت" کا لفظ خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے' یعنی ہر قسم کی خیر اللہ کے نام سے ہے اور "برکت" کا معنی بلندی بھی ہے' یعنی اللہ کا نام بہت بلند ہے اور اسم کا لفظ ذکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ جس کا نام بلند ہے اس کی ذات کی بلندی کا کیا عالم ہوگا یا جس کے نام میں خیر ہے' اس کی ذات میں کس قدر خیر ہوگی یا جس کے نام میں برکت اور دوام ہے اس کی ذات کی برکت اور دوام کا کیا عالم ہوگا۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الواقعہ: ف ۱ اس آیت کے متعدد محمل ہیں: (۱) "کاذبة"' "عاقبة" کی طرح مصدر ہے اور "کاذبة" کا معنی کذب ہے' یعنی اس کے وقوع کے متعلق کذب نہیں ہوگا (۲) قیامت کی ہیبت کی وجہ سے اس دن قیامت کے متعلق کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا (۳) اگر کوئی شخص قیامت کے متعلق جھوٹ بولتا اور اس دن یہ کہتا کہ کوئی قیامت نہیں ہوگی اور کوئی واقعہ نہیں ہوگا تو وہ بہت بڑا جھوٹ ہوتا اور اس عظیم واقعہ کو دیکھ کر کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہوگا (۴) حسن اور قتادہ نے کہا: اس دن کو کوئی رد نہیں کر سکے گا ف ۲ عکرمہ' مقاتل اور سدی نے کہا: اس کی آواز قریب والوں کے لیے پست ہوگی اور دور والوں کے لیے بلند ہوگی' یعنی اس کی آواز قریب اور بعید ہر ایک کو سنائی دے گی۔ سدی نے کہا: وہ متکبرین کو پست کر دے گی اور متواضعین کو بلند کر دے گی ف ۳ اس آیت میں "رجت" کا لفظ ہے "رج"' "یرج" کا معنی ہے: تحریک دینا' زلزلہ لانا' جس اونٹنی کا کوہان بہت بڑا ہو اس کو "ناقة رجاء" کہتے ہیں۔ کلبی نے کہا: جب اللہ تعالیٰ زمین کی طرف وحی کرے گا تو وہ مارے خوف کے لرزنے لگے گی' پھر زمین پر بنی ہوئی ہر چیز منہدم ہو جائے گی اور اس پر نصب پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین پر بار بار زلزلہ آئے گا ف ۴ مجاہد نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح دیوار کے کسی سوراخ یا روشن دان سے سورج کی شعاعیں منتشر غبار کی صورت میں کمرے کے اندر آتی ہے' سو اسی طرح پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں

مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّ كُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ﴿۷﴾ فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ

ہو جائیں گے O اور تم لوگوں کے تین گروہ ہو جائیں گے O سو دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں

الۡمَيۡمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوۡنَ

دائیں طرف والے O اور بائیں طرف والے کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والے O ف۵ اور آگے بڑھنے والے ہی

السّٰبِقُوۡنَ ۚۙ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۚ﴿۱۱﴾ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ

آگے بڑھنے والے ہیں O وہی (اللہ کے) مقربین ہیں O ف۶ وہ نعمت والی جنتوں میں ہیں O بڑا گروہ پہلے

الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَ قَلِيۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ؕ﴿۱۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيۡنَ

لوگوں سے ہے O اور تھوڑے پچھلے لوگوں سے ہیں O ف۷ وہ (زر و جواہر سے) مرصع تختوں پر ہوں گے O ف۸ ان پر تکیے لگائے ہوئے

عَلَيۡهَا مُتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ۙ﴿۱۷﴾ بِاَكۡوَابٍ

ایک دوسرے کے سامنے O ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے گھوم رہے ہوں گے O ف۹ سکوں

وَّ اَبَارِيۡقَ ۙ وَ كَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍ ۙ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوۡنَ عَنۡهَا وَ لَا يُنۡزِفُوۡنَ ۙ﴿۱۹﴾

اور جگوں اور شراب کے لبریز جاموں کے ساتھ O ف۱۰ جس سے نہ ان کے سر میں درد ہو اور نہ ان کی عقل میں فتور ہو O ف۱۱

وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوۡنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَ لَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ؕ﴿۲۱﴾ وَ

ان کے پسندیدہ پھل O اور پرندوں کا وہ گوشت جس کو وہ چاہیں O ف۱۲ اور

حُوۡرٌ عِيۡنٌ ۙ﴿۲۲﴾ كَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُـؤِ الۡمَكۡنُوۡنِ ۚ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا

بڑی آنکھوں والی حوریں O جیسے چھپے ہوئے موتی O ف۱۳ (یہ) ان (نیک) کاموں کی جزا ہے

يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّ لَا تَاۡثِيۡمًا ۙ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيۡلًا سَلٰمًا

جو وہ کرتے تھے O ف۱۴ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات O ف۱۵ مگر ہر طرف سے سلام

ف۵ زید بن اسلم نے کہا: "اصحاب المیمنۃ" وہ لوگ ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب سے نکالا گیا تھا اور "اصحاب المشئمۃ" وہ لوگ ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب سے نکالا گیا تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے شب معراج کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہم آسمانِ دنیا پر پہنچے تو وہاں ایک شخص تھا' جس کی دائیں طرف بھی ایک مخلوق تھی اور بائیں طرف بھی ایک مخلوق تھی' جب وہ دائیں طرف دیکھتا تھا تو ہنستا تھا اور جب وہ بائیں طرف دیکھتا تھا تو روتا تھا' اس نے مجھ کو دیکھ کر کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو مرحبا (خوش آمدید) ہو' میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو مخلوق ان کی دائیں جانب ہے اور بائیں جانب ہے' وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' جو دائیں جانب والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو بائیں جانب والے ہیں وہ اہل دوزخ ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۹)

ف۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سابقین وہ ہیں' جب ان کو حق دیا جائے تو وہ اس کو قبول کریں اور جب ان سے سوال کیا جائے تو وہ اس کو عطا کر دیں اور لوگوں پر وہ حکم کریں جو اپنے اوپر حکم کرتے ہیں' محمد بن کعب قرظی نے کہا: وہ انبیاء ہیں' حسن اور قتادہ نے کہا: وہ ہر امت میں سے ایمان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں' حضرت علی نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو پانچوں نمازوں کی طرف سبقت کرتے ہیں ف۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی' ان میں سیدنا محمد ﷺ کی امت کی اسّی (۸۰) صفیں ہوں گی اور باقی امتوں کی چالیس صفیں ہوں گی اور گزشتہ امتوں کے سابقین اور مقربین اس امت کے سابقین اور مقربین کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوں گے' اس لیے فرمایا: "ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ O" (الواقعہ: ۳۹) اور اس امت کے سابقین ان کی بہ نسبت کم ہوں گے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۱۴)

ف۸ اس آیت میں "موضونۃ" کا لفظ ہے' اس کا مادہ "الوضن" ہے' اس کا معنی ہے: زرہ بنانا' اور ہر مضبوط بناوٹ کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: سونے کے تاروں سے بنی ہوئی کوئی چیز' موتی اور یاقوت سے بنی ہوئی جالی ف۹ اہل جنت کی خدمت کے لیے نوعمر خدام دیئے جائیں گے' جو ان کی خدمت کے لیے پھر رہے ہوں گے اور حسن و جمال اور صفائی اور رعنائی میں وہ ان موتیوں کی طرح ہوں گے' جن کو ڈھک کر رکھا جاتا ہے' مبادا کسی کا ہاتھ لگنے سے ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے۔ عکرمہ نے کہا: ان لڑکوں کو اللہ تعالیٰ نے ولادت کے معروف طریقے کے بغیر جنت میں ایک عمر پر پیدا کیا ہے' یہ جنت میں گھومتے رہتے ہیں ف۱۰ اس آیت میں "اباریق" کا لفظ ہے' یہ "ابریق" کی جمع ہے' دراصل یہ معرب ہے' اصل میں یہ لفظ "آب ریز" تھا یعنی وہ برتن جس سے پانی یا کوئی مشروب گرایا جائے' جیسے لوٹا یا جگ۔ (مختار الصحاح ص ۴۲) اور اس میں "اکواب" کا لفظ ہے' یہ لفظ "کوب" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کوزے' آب خورے اور گلاس' پانی پینے کا وہ برتن جس میں پکڑ کے لیے دستہ نہ ہو۔ (مختار الصحاح ص ۳۳۸) اور "کاس" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: شراب سے بھرا ہوا جام' شراب کے جام کو بھی کہتے ہیں' اس کی جمع "کئوس" ہے ف۱۱ یعنی جنت کی شراب میں صرف لذت ہوگی' اس کے پینے سے سر میں درد ہوگا' نہ عقل میں کوئی کمی آئے گی نہ عقل خراب ہوگی نہ ان کو نشہ ہوگا ف۱۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک پرندہ ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں' وہ آ کر ایک جنتی شخص کے پیالہ پر بیٹھ جائے گا' پھر اپنے پر جھاڑے گا تو اس کے ہر پَر سے سفید رنگ کے برگ کے ذرات اور اَولے نکلیں گے جو مکھن سے زیادہ ملائم اور برف سے زیادہ میٹھے ہوں گے اور اس کا کوئی رنگ پرندہ کے مشابہ نہیں ہوگا' پھر وہ پرندہ اڑ کر چلا جائے گا۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۰۴) ف۱۳ ابراہیم نخعی نے کہا: بڑی آنکھوں والی حوروں سے اہل جنت کا نکاح کر دیا جائے گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: "حُوۡرٌ عِيۡنٌ O" (الواقعہ: ۲۲) آپ نے فرمایا: وہ سفید رنگ کی حوریں ہوں گی' جن کی آنکھیں موٹی موٹی اور کشادہ ہوں گی۔ (المعجم الاوسط ج ۳ ص ۲۷۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی شخص کو اتنی اور اتنی عورتوں کے ساتھ جماع (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ

سلام کی آواز○ اور دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے ○ وہ بے کانٹوں

مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾

کی بیریوں میں ہوں گے ○ اور تہ بہ تہ کیلوں میں ○ اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں ○ اور چھلکتے ہوئے پانی میں ○ ف۱۶

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾

اور بہ کثرت پھلوں میں○ جو نہ کبھی ختم ہوں گے نہ ان سے منع کیا جائے گا○ اور اونچے بستروں میں○ ف۱۷

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہے ○ ف۱۸ ہم نے ان کو دوشیزہ بنایا○ محبت کرنے والیاں ہم عمر○

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

جو دائیں طرف والے لوگوں کے لیے ہیں○ ف۱۹ (دائیں طرف والوں کا) بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا○ اور ایک بڑا گروہ بعد کے

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾

لوگوں میں سے ہوگا○ ف۲۰ اور بائیں طرف والے کیسے برے ہیں بائیں طرف والے○ وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے○ ف۲۱

وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ

اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے ○ ف۲۲ جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ○ بے شک وہ اس سے پہلے

ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾

بہت نعمتوں میں تھے ○ اور وہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتے تھے ○ ف۲۳

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم کو دوبارہ

ف۱۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے اس کے سائے میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا اور اس کے سائے کو منقطع نہیں کر سکے گا اور اگر چاہو تو یہ آیات پڑھو: ''وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ○ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ○'' (الواقعہ: ۳۰-۳۱) اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میں○ اور چھلکتے ہوئے پانی میں○ (صحیح البخاری: ۴۸۸۱)

ف۱۷ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (الواقعہ: ۳۴) کی تفسیر میں فرمایا: ان بستروں کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین سے آسمان تک کی اونچائی ہے اور وہ پانچ سو سال کی مسافت ہے ف۱۸ یعنی ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں کو دنیا کے معروف طریقہ ولادت کے بغیر پیدا کیا ہے ف۱۹ اس آیت میں ''عُرُبًا'' کا لفظ ہے اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ سب عربی میں کلام کریں گی اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ سب ہم عمر ہوں گی' وہ سب کنواری اور دوشیزہ ہوں گی' اور یہ سب نعمتیں دائیں طرف والے مسلمانوں کے لیے ہوں گی ف۲۰ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ دونوں گروہ اس امت میں سے ہوں گے' اس امت میں سے متقدمین کا بھی ایک بڑا گروہ دائیں طرف والوں میں سے ہوگا اور اس امت کے متاخرین میں سے بھی ایک بڑا گروہ دائیں طرف والوں میں سے ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں بڑے گروہ میری امت میں سے ہوں گے۔ (الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۳۸۷) ف۲۱ الواقعہ: ۴۲ میں ''سموم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گرم ہوا' جیسے دنیا میں لو چلتی ہے' یہ گرم ہوا بدن کے مسامات میں داخل ہو جاتی ہے' یہاں اس سے مراد دوزخ کی آگ کی سخت گرمی اور تپش ہے' اور اس آیت میں ''حمیم'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: کھولتا ہوا پانی' جب دوزخ کی آگ ان کے جسموں کو جلا دے گی تو یہ کھولتے ہوئے پانی کی پناہ میں آئیں گے' جیسے دنیا میں انسان آگ سے گھبرا کر پانی کی طرف دوڑتا ہے' تاکہ آگ کی گرمی کا توڑ پانی سے کرے اور وہ کھولتا ہوا پانی ایسا ہوگا: ''وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ○'' (محمد: ۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا' پس وہ ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا○ ف۲۲ وہ گرم ہوا کی شدت یا دوزخ کی آگ کی تپش سے سائے کی طرف دوڑیں گے' جیسے انسان دھوپ کی تپش سے گھبرا کر سائے کی طرف جاتا ہے اور دوزخیوں کا سایا دھواں ہوگا' اس آیت میں ''یحموم'' کا لفظ ہے' لغت میں ''یحموم'' کا معنی ہے: شدید سیاہ' ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ ''حمم'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کوئلہ۔ ضحاک نے کہا: دوزخ کی آگ سیاہ ہے' اس کے رہنے والے سیاہ ہیں اور اس کی ہر چیز سخت سیاہ ہے ف۲۳ ''اصرار'' کا معنی ہے: گناہ پر گناہ کرنا اور توبہ نہ کرنا' وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوں گے اور بتوں کو اللہ کا شریک کہتے تھے' یہ ان کے وہ بڑے گناہ ہیں جن سے وہ تائب نہیں ہوتے تھے۔

لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۴۹﴾

اٹھایا جائے گا O ۲۴ے اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی؟O آپ کہیے: بے شک تمام اوّلین اور آخرین O

لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّکُمۡ اَیُّہَا

ضرور مقرر دن کے وقت پر جمع کیے جائیں گے O پھر بے شک تم اے

الضَّآلُّوۡنَ الۡمُکَذِّبُوۡنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوۡنَ

گمراہو جھٹلانے والو! O ۲۵ے تم ضرور تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہو O پھر اسی سے

مِنۡہَا الۡبُطُوۡنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡہِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوۡنَ

پیٹوں کو بھرنے والے ہو O پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی کو پینے والے ہوO پس تم سخت پیاسے

شُرۡبَ الۡہِیۡمِ ﴿۵۵﴾ ہٰذَا نُزُلُہُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۵۶﴾ نَحۡنُ خَلَقۡنٰکُمۡ

اونٹ کی طرح پینے والے ہو گے O ۲۶ے یہ قیامت کے دن ان کے لیے ضیافت ہےO ہم نے تم کو پیدا کیا ہے

فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ

سو تم کیوں تصدیق نہیں کرتےO بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو منی (رحم میں) ٹپکاتے ہوO کیا اس سے تم (انسان کی) تخلیق

اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَ مَا نَحۡنُ

کرتے ہو یا ہم تخلیق کرنے والے ہیں O ۲۷ے ہم ہی نے تمہارے درمیان موت (کا وقت) مقدر فرما دیا ہے اور ہم

بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَ نُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا

عاجز نہیں ہیںO کہ ہم تمہارے بدلے میں تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں ازسرنو اس طرح پیدا کر دیں جس کو تم

لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾

بالکل نہیں جانتے O ۲۸ے اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو تو کیوں سبق حاصل نہیں کرتےO ۲۹ے

ف۲۴ یعنی وہ مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے کو بہت بعید سمجھتے تھے اور اس کی تکذیب کرتے تھے ف۲۵ گم راہوں سے مراد ہے: راہِ ہدایت سے بھٹکنے والے اور توحید کے بجائے شرک کا اعتقاد رکھنے والے اور جھٹلانے والوں سے مراد ہے: قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے کی تکذیب کرنے والے ف۲۶ دوزخیوں کی غذا زقوم کا کڑوا پھل ہوگا' اس کو کھانے کے بعد جب پیاس لگے گی تو پھر تم کھولتے ہوئے پانی کو پیو گے' جو جوش سے اُبل رہا ہوگا' یہ پانی دراصل دوزخیوں کی پیپ ہوگا' ان کا گمان ہو گا کہ اس سے پیاس بجھے گی' جب کہ اس پانی کے پینے سے ان کو مزید عذاب ہوگا ف۲۷ تم جو عورتوں کے رحموں میں منی ٹپکاتے ہو' بتاؤ کہ اس سے تم انسان کی تخلیق کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں اور جب تم نے یہ جان لیا کہ ہم ہی انسانوں کے خالق ہیں تو تم اس کو مانتے کیوں نہیں اور اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے اور جب تم اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مانتے ہو تو پھر اس کو واحد کیوں نہیں مانتے؟ تم دیکھتے ہو کہ ہمیشہ سے انسان کی تخلیق ایک طرز اور ایک طریقہ سے ہو رہی ہے' ہمیشہ عورتیں بچہ جنتی ہیں' کبھی کسی مرد سے بچہ پیدا نہیں ہوا اور ہمیشہ بچہ استقرار حمل کے نو ماہ بعد پیدا ہوتا ہے اور ہمیشہ آگے کے راستہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے کبھی پیچھے کے راستہ سے بچہ پیدا نہیں ہوتا' کیا نظام تخلیق کی یہ وحدت پکار پکار کر یہ نہیں بتا رہی کہ اس نظام تخلیق کا خالق بھی واحد ہے؟ کیونکہ اس نظام کے متعدد خالق ہوتے تو اس نظام میں یہ وحدت اور یکسانیت نہ ہوتی اور یہ نظام حادث ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اس کا خالق حادث نہ ہو' ورنہ وہ بھی انسان کی طرح مخلوق ہوگا' خالق نہیں ہوگا' اس لیے ضروری ہوا کہ اس نظام کا خالق حادث اور ممکن نہ ہو' بلکہ قدیم اور واجب ہو اور قدیم اور واجب کا متعدد ہونا محال ہے' کیونکہ اگر وہ متعدد ہوں تو ہر قدیم اور واجب میں دو جز ہوں گے' ایک جز نفس وجوب اور قدم ہوگا اور وہ سب میں مشترک ہوگا اور دوسرا جز ممیز ہوگا' جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ الگ ہوں گے اور جو حقیقت دو جزوں سے مرکب ہو' وہ اپنے اجزاء کی طرف محتاج ہوتی ہے اور جو اپنے وجود میں محتاج ہو وہ ممکن اور حادث ہوتا ہے' واجب اور قدیم نہیں ہوتا' اس لیے بھی ضروری ہے کہ انسان کا خالق واحد ہو' متعدد نہ ہو' نیز جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک بار پیدا کر دیا تو وہ ان کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا' پھر تم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کا اور حشر و نشر کا کیوں انکار کرتے ہو ف۲۸ یعنی اگر تمہارے مرنے کے بعد تمہاری جنس سے اور لوگ پیدا کرنا چاہیں تو ہمیں اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور ہم تمہارے مرنے کے بعد تمہاری شکل و صورت تبدیل کر دیں' مؤمن کے چہرے کو سفید بنا دیں اور کافر کے چہرے کو سیاہ اور بدہیئت بنا دیں یا مؤمنوں کی روح کو پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیں' جن کا تمہیں ابھی علم نہیں ہے ف۲۹ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں' ایک یہ کہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے سبزہ زاروں اور مرغزاروں کو پیدا کیا' پھولوں کو کھلایا' پھلوں میں رنگ و روپ اور ذائقہ پیدا کیا' درختوں کو کھڑا کیا' فصلوں میں غلہ مہیا کیا تاکہ لوگ غذا اور خوراک حاصل کر سکیں اور ان نعمتوں پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں' دوسری بات یہ ہے کہ جو اس پر قادر ہے کہ ایک بیج سے درخت پیدا کرتا ہے' پھر اسی درخت سے ایسا غلہ اور اناج اور پھل پھول پیدا کرتا ہے' جن میں ایسے ہزاروں بیج ہوتے ہیں اور ان بیجوں سے پھر کھڑی فصل پیدا کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے' وہ اس پر کیوں قادر نہیں ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد پھر تم کو پیدا کر دے۔

أفرءيتم ما تحرثون ﴿۶۳﴾ ءأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون ﴿۶۴﴾

بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو○ اس کو (حقیقت میں) تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں○ ف۳۰

لو نشاء لجعلناه حطاما فظلتم تفكهون ﴿۶۵﴾ إنا لمغرمون ﴿۶۶﴾

اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں' پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ○ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا○

بل نحن محرومون ﴿۶۷﴾ أفرءيتم الماء الذي تشربون ﴿۶۸﴾ ءأنتم

بلکہ ہم تو محروم ہو گئے○ بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو○ کیا تم نے

أنزلتموه من المزن أم نحن المنزلون ﴿۶۹﴾ لو نشاء جعلناه

اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں○ ف۳۱ اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو)

أجاجا فلولا تشكرون ﴿۷۰﴾ أفرءيتم النار التي تورون ﴿۷۱﴾ ءأنتم

سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟○ بھلا بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو○ کیا اس کے لیے

أنشأتم شجرتها أم نحن المنشئون ﴿۷۲﴾ نحن جعلناها تذكرة و

درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں○ ف۳۲ ہم نے اس کو نصیحت بنایا

متاعا للمقوين ﴿۷۳﴾ فسبح باسم ربك العظيم ﴿۷۴﴾ فلا أقسم بمواقع

اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز○ ف۳۳ سو آپ اپنے رب کے اسم کی تسبیح کرتے رہیے○ پس مجھے ستاروں کے وقوع

النجوم ﴿۷۵﴾ وإنه لقسم لو تعلمون عظيم ﴿۷۶﴾ إنه لقرآن كريم ﴿۷۷﴾

کی جگہوں کی قسم!○ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت عظیم قسم ہے○ بے شک یہ بہت عزت والا قرآن ہے○ ف۳۴

في كتاب مكنون ﴿۷۸﴾ لا يمسه إلا المطهرون ﴿۷۹﴾ تنزيل من رب

جو کتاب (لوح) محفوظ میں ہے○ ف۳۵ اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں○ ف۳۶ یہ رب العلمین کی طرف سے

ف۳۰ الواقعہ: ۶۴ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "الـزراع" (اگانے والا) حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور "الزرع" (اگانا) اللہ تعالیٰ کا فعل ہے' لیکن اس کے باوجود قرآن مجید میں مخلوق کو بھی "زراع" (اگانے والا) فرمایا گیا ہے: "كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ" (الفتح: ۲۹) اس کھیتی کی مثل جس نے اپنی کونپل نکالی' پھر اس کو مضبوط کیا تو وہ تناور پودا ہو گیا' پھر وہ اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اُگانے والوں کو اچھا لگنے لگا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت میں اُگانے والا ہے اور اس کی دی ہوئی طاقت سے کسان مجازاً اُگانے والا ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور خاص افعال کی مخلوق کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اسی اعتبار سے داتا' مشکل کشاء' کارساز اور حاجت روا کہا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ حقیقی داتا' کارساز اور حاجت روا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے مشکل کشاء اور حاجت روا ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ حقیقی "زراع" ہے اور کسان اس کی دی ہوئی طاقت سے "زراع" اور "زارعین" اور اُگانے والے ہیں' لیکن وہابی فکر کے حاملین اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور جب مسلمان انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو داتا اور حاجت روا کہتے ہیں تو ان پر جھٹ شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں حالانکہ یہ شرک نہیں ہے۔ مشرک کی تعریف اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی مخلوق کی طرف نسبت کرنے کے متعلق' تفصیلی اور تحقیقی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۱ ص ۶۷۰ تا ۶۷۹ کو ملاحظہ فرمائیں ف۳۱ تم جس پانی کو پی کر اپنی پیاس بجھاتے ہو اور زندگی حاصل کرتے ہو' اس کے حصول کے متعلق بتاؤ! اس پانی کو مہیا کرنے والا کون ہے' اس سے پہلی آیتوں میں غذا کی نعمت کا ذکر کیا تھا اور اب پانی کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ انسان کی عادت یہ ہے کہ پہلے کوئی چیز کھاتا ہے' اس کے بعد کسی مشروب کو پیتا ہے ف۳۲ اس زمانہ میں آگ کے حصول کا یہی ذریعہ تھا کہ درختوں سے لکڑیاں کاٹ کر ایندھن حاصل کیا جائے' پھر زمین کی کانوں سے پتھر کا کوئلہ نکل آیا اور لکڑیوں کو جلا کر اس سے بھی کوئلہ حاصل کیا جانے لگا' پھر زمین سے تیل نکل آیا اور قدرتی گیس نکل آئی' لیکن جس طرح جنگل میں درخت اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں' اسی طرح پتھر کا کوئلہ اور گیس اور تیل بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں ف۳۳ یعنی ہم نے دنیا کی آگ کو پیدا کیا تاکہ تم اس کی حدت' حرارت اور سوزش کو دیکھ کر آخرت کی آگ سے ڈرو۔ اس آیت میں "مقوین" کا لفظ ہے' اس کا مادہ "قوی" ہے' اس کا معنی ہے: وہ گھر جو رہنے والوں سے خالی ہو' چٹیل میدان' جن لوگوں کا زادِ راہ ختم ہو جائے اور ان کو کھانے اور پینے کے لیے کوئی چیز نہ ہو' مسافروں کو "مقوین" اس لیے کہتے ہیں کہ بعض اوقات وہ دورانِ سفر ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں چٹیل میدان اور ویرانہ ہو اور کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہو' وہاں جنگل میں قیام کے وقت مسافر آگ جلاتے ہیں تاکہ کوئی جنگلی درندہ آ کر ان کو ضرر نہ پہنچائے اور بعض اوقات وہ کسی حلال جانور یا پرندہ کو شکار کر کے اس کو آگ پر بھون لیتے ہیں اور یوں اپنی بھوک مٹاتے ہیں ف۳۴ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو ہدایتِ کاملہ اور دین حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف عموماً اور اہل مکہ کی طرف خصوصاً رسول بنا کر بھیجا' آپ نے اہل مکہ کے سامنے اپنی نبوت اور رسالت پر معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ اور سب سے قوی دلیل قرآن مجید کو پیش کیا اور فرمایا: یہ اللہ کا کلام ہے اور اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا ہے تو تم بھی میری طرح نوع انسان سے ہو' سو تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ اور کوئی بھی اس کلام کی مثل بنا کر نہ لا سکا' اور جب دلائل اور براہین سے ان کا انکار زائل نہ ہو سکا اور وہ مسلسل اپنے انکار اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو پھر صرف یہ صورت باقی رہی کہ قسم کھا کر ان کو مطمئن کرنے کی اور ان کے انکار کو زائل کرنے کی کوشش کی جائے' اسی وجہ سے قرآن کریم کی آخری مکی سورتوں میں بہ کثرت قسموں کا ذکر ہے اور اس سورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا: پس مجھے ستاروں کے وقوع کی جگہوں کی قسم! یہ قرآن بہت عزت والا ہے' یعنی رب ذوالجلال کا کلام ہے ف۳۵ اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب فرمایا ہے' اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں' زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے'

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ
نازل کی ہوئی ہے O تو کیا تم اس قرآن کو معمولی سمجھ رہے ہو؟ O اور تم نے

رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ
تکذیب کو اپنا رزق بنا لیا ہے O پس جب روح نرخرے تک پہنچ جائے O اور تم اس وقت

حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
(روح کو نکلتا ہوا) دیکھ رہے ہو O اور ہم اس (مرنے والے) کی بہ نسبت تم سے بہت قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے O

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ
پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو O تو تم اس روح کو لوٹاتے کیوں نہیں

صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ
اگر تم سچے ہو O پس اگر وہ (مرنے والا) مقربین میں سے ہے O تو اس کے لیے راحت ہے

وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ
اور انعام والی جنت ہے O ف۳۸ اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں میں سے ہے O (اے دائیں طرف والے!)

لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ
تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں سے ہے O اور اگر وہ (مرنے والا) تکذیب کرنے والا

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
گم راہوں میں سے ہے O تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے O اور دوزخ میں جلانا ہے O بے شک یہی

حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾
ضرور حق الیقین ہے O پس آپ اپنے رب عظیم کے اسم کی تسبیح کرتے رہیے O ف۳۹

اس کی دلیل یہ آیات ہے: "بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ O فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ O" (البروج: ۲۱-۲۰) بلکہ یہ قرآن مجید ہے O لوح محفوظ میں O دوسرا قول یہ ہے کہ کتاب سے مراد مصحف ہے' یعنی قرآن مجید کا وہ نسخہ جو کتابی شکل میں ہمارے سامنے ہے ف۳۶ اس آیت میں "مطھرون" کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو حدث اصغر (بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (جنابت دونوں سے پاک ہوں) اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ طاہر نہ ہوں ان کو قرآن مجید نہیں چھونا چاہیے۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۳۵) اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے: "اَنْ لَّا يَمَسَّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ" (موطأ امام مالک: ۴۷۸' سنن دارمی: ۲۲۷۰) طاہر (حدث سے پاک شخص) کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے ف۳۷ یہ قرآن مجید کی ایک اور صفت ہے' اس آیت میں "تنزیل" کا لفظ ہے' "تنزیل" کا معنی ہے: کسی چیز کو تدریجاً نازل کرنا' اصل میں قرآن مجید کی صفت "منزل" ہے' لیکن اس کو مبالغۃً "تنزیل" فرمایا' گویا کہ یہ نفس "تنزیل" ہے' باقی آسمانی کتابیں یک بارگی نازل کی گئی ہیں اور قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس سال میں نازل کیا گیا ہے' اس کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی چند حکمتیں یہ ہیں: قرآن کو نازل کرنے کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس بار بار آتے رہیں' وحی کا رابطہ آپ سے بار بار ہوتا رہے' مشرکین اور

ع ۳
۲۲
۱۴

یہود و نصاریٰ آپ سے سوالات کرتے رہتے تھے اور ان کے جوابات میں آیات نازل ہوتی رہتی تھیں' صحابہ کرام بعض احکام کی وضاحت کے لیے سوال کرتے تھے' ان کے جواب میں یہ آیات نازل ہوتی تھیں' ابتداء میں تمام احکام نازل نہیں کیے گئے تاکہ مسلمانوں کے لیے ان پر عمل کرنا دشوار نہ ہو' شراب اور جوئے کو بہ تدریج حرام کیا گیا' پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی' پھر فجر کی نماز بھی فرض کی گئی اور معراج کے موقع پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں' پہلے مشرکین کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم تھا' پھر ہجرت کے بعد جہاد فرض کیا گیا' اس طرح کی اور بھی حکمتیں ہیں ف۳۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے "رُوْح" ("ر" پر پیش) پڑھا اور فرمایا: اس سے مراد جنت میں بقاء اور حیات ہے اور رحمت سے یہی مراد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۹۱) ف۳۹ یعنی کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف جن عیوب اور قبائح کی نسبت کرتے ہیں' آپ اللہ کے اسم سے ان کی براءت بیان کیجئے' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ O" (الواقعہ: ۹۶) نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو اور جب "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى O" (الاعلیٰ: ۱) نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶۹) تسبیح کا معنی ہے: جو چیز اللہ کی شان کے لائق نہیں ہے' اس سے اللہ کی براءت بیان کرنا' اب یہاں پر یہ سوال ہے کہ مقصود تو یہ ہے کہ عیوب اور قبائح سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی براءت بیان کی جائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسم کی عیوب سے براءت بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات کی عیوب سے براءت بیان کرنا مقصود ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم کی بھی عیوب اور قبائح سے براءت بیان کرنا مطلوب ہے' کیونکہ مشرکین اپنے باطل خداؤں پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا اطلاق کرتے تھے' مثلاً وہ بتوں کو نافع اور ضار (ضرر پہنچانے والا) کہتے تھے اور بتوں کے نام کی دہائی دیتے تھے اور ان کو رزاق اور مدبر مانتے تھے تو آپ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء کی تنزیہ بیان کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور بتوں میں کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں ہے' وہ کسی کی فریاد سن سکتے ہیں نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں نہ کسی کو دیکھ سکتے ہیں' نہ عبادت کرانے کا استحقاق رکھتے ہیں' لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء اور صفات میں بتوں کی شرکت کی نفی کیجئے اور بتوں کی شرکت سے اللہ تعالیٰ کے ان اسماء و صفات کی براءت بیان کیجئے۔ قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہٖ و بفضلہٖ تتم الصالحات.

سورۃ الحدید مدنیۃ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتہا ۲۹ | رکوعاتہا ۴

سورۃ الحدید مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انتیس آیتیں چار رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۱ لَهٗ مُلْكُ

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ۱ اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہےO آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲ هُوَ

زمینوں میں اسی کی حکومت ہے ۲ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہےO وہی

الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۳ هُوَ

اوّل اور آخر ہے اور ظاہر اور باطن ہے ۳ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہےO اسی نے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا' پھر اس نے عرش پر

الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

جلوہ فرمایا' وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں اور زمین سے خارج ہوتی ہیں اور جو آسمان

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا

سے اترتی ہیں اور جو آسمان میں چڑھتی ہیں' اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو ۴ اور اللہ تمہارے تمام

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

کاموں کو خوب دیکھنے والا ہےO آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حکومت ہے' اور تمام امور اللہ ہی کی

الْاُمُوْرُ ۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ

طرف لوٹائے جاتے ہیںO وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ

سورۃ الحدید: ف ۱ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی کئی اقسام ہیں' اس کی ذات کی عیوب سے براءت بیان کرنا' اس کی صفات کی عیوب سے براءت بیان کرنا' اس کے افعال کی عیوب سے براءت بیان کرنا' اس کے اسماء کی عیوب سے براءت بیان کرنا اور اس کے احکام کی عیوب سے براءت بیان کرنا۔ اس کی ذات کی عیوب سے براءت یہ ہے کہ اس کی ذات واجب الوجود اور قدیم ہے اور اس کی ذات امکان اور حدوث کے عیب سے بَری ہے اور اس کی ذات واحد ہے اور وہ شرکت اور کثرت کے عیب سے بَری ہے' کیونکہ اگر واجب الوجود متعدد ہوں تو ان میں نفس وجوب مشترک ہوگا اور کوئی امر ممیز ہوگا اور جو چیز دو چیزوں سے مرکب ہو وہ ممکن اور حادث ہوتی ہے' واجب اور قدیم نہیں ہوتی' اور اس کی صفات کی عیوب سے براءت یہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ جہل کے عیب سے بَری ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور عجز کے عیب سے بَری ہے۔ اور اس کے افعال کی عیوب سے براءت یہ ہے کہ وہ جس فعل کا ارادہ کرے اس کو کر گزرتا ہے' اس کے افعال زمان پر موقوف ہیں نہ مکان پر' نہ مادے پر نہ اس کی استعداد پر' وہ کسی چیز کے متعلق فرماتا ہے: "ہو" سو وہ ہو جاتی ہے۔ اس کے اسماء کی عیوب سے براءت یہ ہے کہ اس کے تمام اسماء حسنیٰ ہیں اور اس کے اوپر کسی ایسے اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے' جس میں کسی وجہ سے نقص اور عیب ہو بلکہ اس پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آ گیا ہو اور محض اپنی عقل سے اس پر کسی اسم کا اطلاق جائز نہیں ہے' اور اس کے احکام کی عیوب سے براءت یہ ہے کہ اس کا ہر حکم کسی حسن' خوبی اور مصلحت پر مبنی ہے' اس کا کوئی حکم عبث اور بے فائدہ نہیں ہے اور یہ محض اس کا فضل اور احسان ہے' اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۴۳ ملخصاً وموضحاً) ف ۲ اللہ تعالیٰ برحق حاکم ہے' وہ اپنی ذات اور صفات میں ہر چیز سے مستغنی ہے اور اس کے ماسوا ہر چیز اپنی ذات اور صفات میں اس کی طرف محتاج ہے' وہ اپنی ذات اور صفات میں ہر چیز سے مستغنی ہے کیونکہ وہ واجب الوجود اور قدیم ہے' اگر وہ کسی کا محتاج ہوتا تو ممکن حادث ہوتا' واجب اور قدیم نہ ہوتا اور اس کے ماسوا ہر چیز اپنی ذات اور صفات میں اس کی محتاج ہے کیونکہ اس کے ماسوا ہر چیز ممکن اور حادث ہے' اور ممکن اور حادث کو وہی بلاواسطہ وجود میں لا سکتا ہے' جو خود ممکن اور حادث نہ ہو بلکہ واجب اور قدیم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی واجب اور قدیم نہیں ہے' اس لیے ہر چیز اس کی طرف محتاج ہے ف ۳ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اوّل' آخر' ظاہر اور باطن ہونے کی یہ تفسیر فرمائی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو اوّل ہے' تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے اور تو آخر ہے' تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے اور تو ظاہر ہے' تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے اور تو باطن ہے' تیرے سوا کوئی چیز نہیں ہے' پس تو ہمارا قرض ادا کر دے اور ہم کو فقر سے بے پرواہ کر دے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۱۳) ف ۴ بہ ظاہر اس آیت میں تعارض ہے' اس آیت کے شروع میں فرمایا: اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو' اس لیے اس آیت کے ان دونوں فقروں میں تاویل اور تطبیق ضروری ہے' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر جلوہ فرما ہے اور وہ اپنی صفت علم اور قدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے' تم جہاں کہیں بھی ہو اس کو تمہارا علم ہے اور وہ ہر طرح تم پر قادر ہے' اسی لیے محققین نے کہا: ہم نے ہر چیز سے پہلے اللہ کو دیکھا' اور متوسطین نے کہا: ہم نے ہر چیز کے ساتھ اللہ کو دیکھا' اور علماء ظاہر نے کہا: ہم نے ہر چیز کے بعد اللہ کو دیکھا۔

عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٦﴾ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ

سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے○ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے

مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿٧﴾

تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور خیرات کریں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے○ ف۵

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (یہ) رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ ف۶ اور

قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى

بے شک اللہ تم سے پکا عہد لے چکا ہے اگر تم مومن ہو○ ف۷ وہی ہے جو اپنے (مکرم) بندے

عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے بے شک اللہ

بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ

تم پر بہت شفقت کرنے والا بے حد مہربان ہے○ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ اللہ

مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ

ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی وراثت ہے ف۸ (اے مسلمانو!) تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے

الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ

(اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (کافروں سے) قتال کیا ان کا (ان مسلمانوں سے) بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ

وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٠﴾ ع

کیا اور (کافروں سے) قتال کیا ف۹ اللہ نے ان سب سے اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے ف۱۰ اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے○

ف۵ یعنی تم اس کی تصدیق کرو کہ اللہ تمام جہان کا خالق ہے' مالک اور واحد مستحق عبادت ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور وہ جو اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے اور بتوں کی عبادت کرنا اور ان کو مدد کے لیے پکارنا اور ان کے نام کی دہائی دینا جائز نہیں ہے اور اس آیت میں اللہ کی راہ میں جس مال کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کی راہ میں اس کی عبادات میں خرچ کرنا مراد ہے' اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندے کے لیے اپنے مال کو صرف کرنا صرف اس جگہ جائز ہے جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کو ثواب میں جنت عطا فرمائے گا' جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مال خرچ کیا اور اس پر مال کو خرچ کرنا اس طرح آسان اور خوش گوار ہوا' جس طرح وہ اپنی ضروریات میں مال خرچ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا' اور اس آیت میں فرمایا ہے: اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تمہارے پاس جو اموال ہیں وہ حقیقت میں تمہارے نہیں ہیں اور ان اموال میں تمہاری حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کسی نائب اور وکیل کی ہوتی ہے' سو تم اس مہلت اور فرصت کو غنیمت جانو اور اس سے پہلے کہ وہ مال تمہارے ہاتھ سے نکل جائے' تم اس مال کو ان مصارف میں خرچ کرو جن مصارف میں مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ وہ تمہیں اس پر اجر جزیل عطا کرے گا ف۶ یعنی ایمان نہ لانے کے تمام حیلے اور بہانے زائل کیے جا چکے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل و شعور عطا کیا ہے اور اس خارجی کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت' تخلیق اور توحید پر بے شمار دلائل قائم کیے ہیں اور خود تمہارے نفسوں میں بھی اس کی ذات اور صفات پر بہت نشانیاں ہیں' پھر ان دلائل اور نشانیوں پر ہمارے رسول تمہیں متوجہ اور متنبہ کر رہے ہیں' سو تم پر حجت تمام ہو چکی ہے اور ایمان نہ لانے کے لیے اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں ہے ف۷ اس میثاق اور پکے عہد کی دو تفسیریں ہیں: (۱) عطاء' مجاہد اور کلبی نے کہا: اس میثاق سے مراد وہ میثاق ہے جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا اور فرمایا: ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى'' (الاعراف: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں۔ امام رازی نے کہا ہے کہ اس میثاق کے بعد لوگوں کے لیے یہ عذر ہو سکتا تھا کہ ہم اس میثاق کو بھول چکے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر دوبارہ ان کو یقین دہائی کرائی (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی عقلوں میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی توحید پر بکھری ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر صاحب نشان تک پہنچ سکیں (۳) انبیاء علیہم السلام اور ہر دور میں علماء مبلغین نے لوگوں کو پیغام حق سنایا' اس میثاق سے یہی پیغام مراد ہے ف۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر مذمت کی گئی ہے' یعنی تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کون سی چیز منع کرتی ہے اور کون سی چیز تم کو اللہ کا قرب حاصل کرنے سے روکتی ہے' جب کہ تم اس دنیا میں اس مال کو یوں ہی چھوڑ کر مر جاؤ گے اور یہ مال تمہارے کسی کام نہیں آئے گا اور اگر تم اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو تمہارے مرنے کے بعد بھی تمہیں اس مال سے نفع پہنچے گا ف۹ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ قتادہ نے کہا: جن مسلمانوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور کفار سے قتال کیا' وہ ان مسلمانوں سے بہت افضل ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور کفار سے قتال کیا' کیونکہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان بہت کمزور تھے اور بہت ضرورت مند تھے اور اس وقت ان کے لیے مال خرچ کرنے میں اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنے میں بہت مشقت تھی اور جس عبادت میں جتنی زیادہ مشقت ہو' اس کا اجر و ثواب اسی قدر زیادہ ہوتا ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں سب سے زیادہ مشقت ہو۔ (النہایہ ج ۱ ص ۴۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن عمرہ کا اجر تمہارے خرچ کرنے اور تمہاری مشقت کے اعتبار سے ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۷) (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

ع ۱۰ / ۱۷

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ

کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ ۱۱ تو اللہ اس قرض کو اس کے لیے بڑھاتا رہے اور اس کے لیے

اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ

عزت والا اجر ہے○ ۱۲ جس دن آپ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے

اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا ۱۳ (ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ

جن کے نیچے سے دریا بہ رہے ہیں (تم ان میں) ہمیشہ رہنے والے ہو یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ جس دن منافق

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ

مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ

ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر کوئی نور حاصل کرو ۱۴ پس ان کے درمیان ایک دیوار

بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾

حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا ۱۵ اس کے اندرونی حصہ میں رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہوگا○

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

(منافق) ایمان والوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو (نفاق کے)

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ

فتنہ میں ڈال دیا اور تم (مسلمانوں پر مصائب کا) انتظار کرتے رہے اور (دین میں) شک کرتے رہے اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے

ف۱۱ الحدید:۱۱ میں قرض حسنہ کا ذکر کیا گیا ہے' مفسرین نے قرض حسن کی حسب ذیل چند شرائط بیان کی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں رزق حلال سے صدقہ دیا جائے' قرآن مجید میں ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ" (البقرہ:۲۶۷) اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ طیب ہے اور طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ (صحیح مسلم:۱۰۱۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا اور نہ مال حرام سے صدقہ قبول کرتا ہے۔ (صحیح مسلم:۵۳۴) (۲) انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اچھی چیز صدقہ دے ردی چیز نہ دے' قرآن مجید میں ہے: "وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ" (البقرہ:۲۶۷) ان میں سے بُری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو' جس کو تم خود لینے والے نہیں ہو' سوا اس کے کہ تم آنکھیں بند کر لو (۳) تم اس چیز کو صدقہ کرو جو تم کو پسند ہو اور تمہیں اس کی ضرورت ہو کہ تم اس کے بعد زندہ رہو گے' قرآن مجید میں ہے: "وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ" (البقرہ:۱۷۷) اور اپنی محبت کے باوجود مال اللہ کی راہ میں دے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور کفایت شعار ہو' تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ کرنے میں ڈھیل نہ دیتے رہو حتیٰ کہ جب تمہاری روح حلقوم تک پہنچ جائے' اس وقت تم کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے' فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔ (صحیح البخاری:۱۴۱۹) (۴) حتی الامکان چھپا کر صدقہ کیا جائے' قرآن مجید میں ہے: "وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ" (البقرہ:۲۷۱) اور اگر تم چھپا کر صدقہ کرو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایا نہیں ہوگا' اس دن سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے' (ان میں سے ایک شخص وہ ہے) جس نے چھپا کر صدقہ کیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (صحیح البخاری:۶۶۰) ف۱۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو' اللہ کو قرض دینے سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ مجاز ہے' کیونکہ سب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے' اس کو قرض اس مناسبت سے فرمایا ہے کہ جس طرح مقروض' قرض دار کو رقم واپس کرتا ہے' اسی طرح جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی خرچ کی ہوئی رقم کا اجر واپس کرے گا اور اس رقم کو بڑھا کر اس کا اجر دے گا' کسی کو اس قسم کا دس گنا اجر عطا فرمائے گا' کسی کو سات سو گنا' کسی کو چودہ سو گنا اور کسی کو غیر متناہی اجر عطا فرمائے گا ف۱۳ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ فرماتے تھے کہ بعض مؤمنوں کا نور اس قدر ہوگا کہ اس سے مدینہ سے عدن تک روشن ہو جائے گا اور بعض مؤمنوں کے نور سے صرف ان کے قدموں کی جگہ روشن ہوگی۔ (جامع البیان:۲۶۰۲۴) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مؤمنوں کو ان کے نیک اعمال کے حساب سے نور دیا جائے گا' بعض کا نور کھجور کے درخت جتنا ہوگا' بعض کا نور مرد کی قامت کے برابر ہوگا' کم سے کم نور انسان کے انگوٹھے کے برابر ہوگا۔ (جامع البیان:۲۶۰۲۵) ف۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ اندھیروں میں ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایک نور بھیجے گا' جب مؤمنین اس نور کو دیکھیں گے تو اس نور کی جانب چل پڑیں گے اور وہ نور جنت کی طرف رہنمائی کرے گا' پس جب منافقین دیکھیں گے کہ مؤمنین اس نور کی روشنی میں جنت کی طرف جا رہے ہیں تو وہ بھی مؤمنین کے پیچھے چل پڑیں گے' تب اللہ تعالیٰ منافقین پر اندھیرا کر دے گا' اس وقت منافقین مؤمنوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں' کیونکہ ہم بھی دنیا میں تمہارے ساتھ رہے تھے' تو مؤمنین کہیں گے: تم اسی اندھیرے میں لوٹ جاؤ' جہاں سے آئے تھے اور وہیں نور تلاش کرو۔ (جامع البیان:۲۶۰۲۷) ف۱۵ قتادہ نے کہا: یہ دیوار جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگی۔

غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ

تمہیں فریب میں مبتلا رکھا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور (شیطان نے تمہیں) فریب میں مبتلا رکھا O ۱۶ (سوائے منافقو!) آج نہ تم سے کوئی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

فدیہ لیا جائے گا نہ کافروں سے ۱۷ تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے O

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

کیا ابھی تک ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور اس حق کے لیے

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ

نرم ہو جائیں جو نازل ہو چکا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر طویل

عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ

زمانہ گزر گیا تو ان کے دل بہت سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں O ۱۸ یاد رکھو! اللہ ہی

اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ فرماتا ہے بے شک ہم تمہارے لیے نشانیاں بیان کر چکے ہیں

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا

تاکہ تم سمجھو O ۱۹ بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو

حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

قرضِ حسن دیا ان کی نیکیوں کو بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے عزت والا اجر ہے O اور جو لوگ اللہ پر اور

رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ

اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے پاس صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے

ف۱۶ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ منافقین' مؤمنین کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے' ان کے ساتھ نکاح کرتے تھے اور ان کے ساتھ معاشرتی زندگی گزارتے تھے اور قیامت کے دن ان سب کو نور دیا جائے گا' پھر جب منافقین اس دیوار تک پہنچیں گے تو ان کا نور بجھا دیا جائے گا' اس وقت وہ ظلمت اور عذاب میں ہوں گے اور مؤمنین جنت میں ہوں گے' اس وقت منافقین مؤمنوں سے کہیں گے: کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں رہتے تھے' ہم نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے' ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرتے تھے اور وارث ہوتے تھے' مؤمنین کہیں گے: ہاں! تم اسی طرح تھے' لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا' تم نے منافقت کی' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب کا انتظار کرتے رہے اور دین میں شک کرتے رہے اور تمہاری جھوٹی آرزوؤں نے تم کو فتنہ میں مبتلا رکھا اور تم کو اللہ کے راستہ سے روک لیا اور تم کو گمراہ کر دیا' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تم کو عذاب میں ڈال دیا۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۲۹۴) ف۱۷ یعنی تمہارے عذاب کے بدلے تم سے کوئی چیز لے کر تم کو عذاب سے نجات نہیں دی جائے گی ف۱۸ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مؤمنوں کو اس چیز سے منع فرمایا ہے کہ وہ ان اہل کتاب سے مشابہت اختیار کریں جو یہود اور نصاریٰ تھے' جب ان پر زیادہ مدت گزر گئی تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب کو بدل ڈالا اور اس کے بدلا میں تھوڑی قیمت خرید لی اور کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور مختلف نظریات اور مختلف اقوال کے درپے ہوئے اور اللہ کے دین میں لوگوں کی تقلید کی اور اپنے علماء اور اپنے پیروں کو اللہ کے بجائے رب مان لیا اور اس وقت ان کے دل سخت ہو گئے' وہ کسی کی نصیحت قبول نہیں کرتے تھے اور نہ جنت کی بشارت اور دوزخ کی وعید سن کر ان کے دل نرم ہوتے تھے' ان میں سے اکثر لوگوں کے عقائد فاسق تھے' ان کے دل فاسد ہو چکے تھے اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرنا ان کی عادت بن چکی تھی' انہوں نے ان کاموں کو ترک کر دیا تھا جن کو کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ ایسے کام کرتے تھے جن کو کرنے سے انہیں منع کیا گیا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُمورِ اصلیہ اور اُمورِ فرعیہ میں سے کسی چیز میں بھی ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۲) ف۱۹ الحدید: ۱۷ میں مردہ دلوں کو مردہ زمین کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح جو دل کفر اور معصیت پر اصرار کرنے کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے' اس کا ذکر کرنے' اعمالِ صالحہ اور توبہ اور استغفار سے زندہ ہو جاتے ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور خضوع اور خشوع کی ترغیب دی گئی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے، ف۲۰ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی

الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَ

وہی دوزخ والے ہیں ○ یاد رکھو! دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے ف۲۱ زیب و زینت ہے اور

تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ

آپس میں فخر کرنا ہے اور مال اور اولاد میں کثرت کو طلب کرنا ہے ف۲۲ اس بارش کی مثل ہے جس کی

أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ

پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو (اے مخاطب!) تو اس کو زرد رنگ کی دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَ

اور آخرت میں (فساق کے لیے) سخت عذاب ہے اور (نیکوں کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت ہے اور

مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن

خوش نودی ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے ○ اپنے رب کی مغفرت کی طرف

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ

اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی مثل ہے، جس کو ان

لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ

لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾ مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي

اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے ○ زمین میں اور تمہاری جانوں میں

ف۲۰ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اور منافقین کا ذکر فرمایا تھا اور اس آیت میں مؤمنوں اور کافروں کا ذکر فرمایا ہے۔ صدیق صادق کا مبالغہ ہے یعنی جو بہت زیادہ صادق ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بہت قوی تصدیق کرنے والا ہو اور اس کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ نہایت خوشی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرے اور سخت سردی اور شدید گرمی میں اس پر نماز پڑھنا اور روزے رکھنا گراں اور دشوار نہ ہو زکوٰۃ ادا کرنا اس پر سہل ہو اور حج کرنے کا اس کو شوق ہو اور اس کی آرزو جہاد کرنا ہو اور میدان جہاد میں شہید ہونا اس کی تمنا ہو۔ مجاہد نے کہا: ہر مؤمن صدیق اور شہید ہے اور اس آیت کی تلاوت کی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۳۳۳) اور ہر مؤمن کے شہید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کے سامنے گزشتہ انبیاء کے حق میں شہادت دیں گے قرآن مجید میں ہے: "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" (البقرہ: ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے حق میں شہادت دینے والے ہو جاؤ" حسن بصری نے کہا: ہر مؤمن کو شہید اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے لطف و کرم پر شہید (حاضر یا گواہ) ہو گا' اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ "الشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ" سے الگ جملہ ہے یعنی جو لوگ اپنے رب کے پاس شہید (حاضر) ہیں ان کے لیے ان کا اجر ہے اور نور ہے۔ اس قول کی بناء پر اس آیت میں شہداء سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس کی دلیل یہ آیت ہے: "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ○" (النساء: ۴۱) (اے رسول مکرم!) اس وقت آپ کی کیا شان ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک شہید لائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر شہید بنا کر پیش کریں گے ○ اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں شہداء سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوں گے۔ شہید کا اطلاق کس کس پر ہو گا اور قرآن و حدیث میں شہداء کی کتنی اقسام بیان ہوئی ہیں' اس کی تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۲ ص ۴۶۵ تا ۴۶۶ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۱ الحدید: ۲۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے دنیا کی زندگی مذموم ہے اور آخرت کی زندگی محمود ہے' حالانکہ بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی اچھائی ہے' انبیاء علیہم السلام دنیا ہی میں مبعوث کیے گئے ہیں اور اولیاء اللہ بھی دنیا میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "لَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ○" (البقرہ: ۱۳۰) بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہیں ○ "وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً" (البقرہ: ۲۰۱) اور بعض لوگ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فی نفسہ دنیا اور اس کی چیزیں مذموم نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں کعبہ اور بیت المقدس بھی ہے' مسجد نبوی بھی ہے اور دیگر مساجد بھی ہیں' قرآن مجید اور دیگر دینی کتب بھی ہیں' انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے مزارات ہیں' دینی مدارس اور دینی لائبریریاں ہیں' اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کے مراکز ہیں' دنیا صرف اس اعتبار سے مذموم ہے کہ اس میں اللہ کی اطاعت کے بجائے شیطان کی اطاعت کی جائے اور اس میں وہ چیزیں ہوں جو اللہ کی اطاعت سے غافل کرتی ہیں اور شیطان کی اطاعت کی طرف راغب کرتی ہیں' جیسے شراب خانے' قحبہ خانے' قمار خانے' بت کدے اور رقص و موسیقی کے کلب ہیں اور اس میں ایسی ہی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے ف۲۲ اس آیت میں ایک دوسرے پر فخر کرنے کا ذکر ہے' اس کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آؤ' حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی دوسرے پر فخر کرے اور اس آیت میں مال اور اولاد میں کثرت کو طلب کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین زیادہ بیٹوں اور زیادہ مال پر فخر کیا کرتے تھے اور مسلمان ایمان اور عبادت اور اطاعت کی کثرت کو قابل فخر شمار کیا کرتے تھے' تاہم مطلقاً مال اور اولاد کی کثرت کو طلب کرنا مذموم نہیں ہے' اگر اللہ

الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا

جو بھی مصیبت آتی ہے' اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے

إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا

بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے O ۲۳ تا کہ تم اس چیز پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز پر نہ

بِمَا آتٰىكُمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿٢٣﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

اتراؤ جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے ۲۴ اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا O جو لوگ خود بخل کرتے ہیں

وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ

اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں' اور جو روگردانی کرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے

الْحَمِيْدُ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

تعریف کیا ہوا O ۲۵ بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ

اور میزان (عدل) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں' ۲۶ اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت

شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ

قوت ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فوائد ہیں ۲۷ تا کہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ اللہ کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے' ۲۸

إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّإِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ

بے شک اللہ بہت قوی بے حد غالب ہے O اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو (اپنا پیغام دے کر) بھیجا اور ہم نے ان کی

ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾

اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا' ۲۹ پس ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں O

کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کے لیے مال کی کثرت کو طلب کیا جائے یا رسول اللہ ﷺ کی امت میں اضافہ کے لیے اولاد کی کثرت کو طلب کیا جائے تو یہ محمود ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے جس کا خاندان بہت اچھا ہے' وہ خوب صورت بھی ہے لیکن اس کے ہاں بچے نہیں ہوتے' کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں' پھر اس نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے منع فرمایا' اس نے سہ بار پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے والی ہو' کیونکہ میں دوسری امتوں کی بہ نسبت زیادہ امت والا ہوں گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۵۰) اسی طرح مال کی فضیلت کے متعلق بھی یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے' ایک شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے اس مال کو راہِ حق میں صرف کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک شخص کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس حکمت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔ (صحیح البخاری: ۷۳) ف۲۳ الحدید: ۲۲ میں زمین کی مصیبتوں کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بارش کا نہ ہونا' غلہ اور پھلوں کا کم پیدا ہونا' قیمتوں کا چڑھ جانا اور لوگوں کا مسلسل

ع ۳ / ۶ / ۱۹

بھوک میں مبتلا ہونا' اور اس میں انسان کی جانوں کی مصیبتوں کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بیماریاں' فقر اور تنگ دستی اور اولاد کا نہ ہونا وغیرہ۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ زمین میں جو چیزیں بھی پیدا ہوتی ہیں' وہ پیدا ہونے سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اور لوحِ محفوظ میں ان کو لکھنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) لوحِ محفوظ میں ان چیزوں کو لکھا ہوا دیکھ کر فرشتے اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے ان کو جاننے والا ہے (۲) ان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فلاں مخلوق نافرمانی کرے گی' پھر بھی وہ اس کو پیدا کرتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے اور اس میں اس کی کیا حکمت ہے اس کو وہ خود ہی جانتا ہے (۳) مخلوق کے گناہوں کو لکھا ہوا دیکھ کر فرشتے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ان کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور ان کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی (۴) اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندے اور اس کے اولیاء بھی لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کو مستقبل میں ہونے والے اُمور کا علم ہو جاتا ہے ف۲۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کا ذائقہ محسوس نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہو کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی ہے وہ اس پر آ نہیں سکتی' پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی: ''لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ''۔ (سنن ترمذی: ۲۱۴۴) ف۲۵ سدی اور کلبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہود کے بڑے بڑے علماء ہیں جو سیدنا محمد ﷺ کی صفات کے بیان میں بخل کرنے کا حکم دیتے تھے اور تورات میں نبی ﷺ کی جو صفات لکھی ہوئی تھیں' ان کو چھپاتے تھے اور اپنے دوسرے علماء کو بھی ان صفات کے بتانے سے منع کرتے تھے' تا کہ لوگ اس سے متاثر ہو کر اسلام قبول نہ کر لیں اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو عوام (یہودیوں) سے ان کو نذرانے ملنے بند ہو جائیں گے ف۲۶ کتاب کو اس لیے نازل فرمایا کہ کتاب میں ضروری عقائد کا ذکر ہے اور باطل عقائد کا رد ہے اور ان میں واقع ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ ہے' اور ان نیک اعمال کا حکم ہے جن سے متصف ہو کر انسان کی دنیا میں عزت اور فلاح ہے اور آخرت میں نجات و ثواب ہے اور میزان کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے مقابلہ میں اپنے کیے ہوئے کاموں پر غور کرے کہ آیا اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں اس کی اطاعت اور عبادت شکر کے میزان پر پوری اتر رہی ہے یا نہیں' اسی طرح والدین کے احسانات اور ان کے ساتھ اپنے سلوک کو دیکھے کہ آیا وہ اس میزان کے مطابق ہیں یا نہیں' اسی طرح دیگر اقرباء' پڑوسیوں اور حکام کا اس کے ساتھ جو سلوک ہے اور اس کے مقابلہ میں جو کچھ کر رہا ہے' وہ میزان عدل کے موافق ہے یا نہیں ف۲۷ امام رازی فرماتے ہیں: لوہے میں سخت قوت ہے' کیونکہ آلاتِ حرب لوہے سے بنائے جاتے ہیں اور اس میں اور بھی بہت فوائد ہیں۔ موجودہ زمانہ میں بے شمار کام لوہے سے تیار کردہ مشینری کے ذریعے سے کیے جاتے ہیں ف۲۸ یعنی لوہے کے بنے ہوئے (بقیہ صفحہ ۹۸۹ پر)

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ

پھر ہم نے ان کے طریقہ پر اپنے اور رسول لگاتار بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان

الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ

کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھی

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ

اور رہبانیت ف۳۰ کو انہوں نے ازخود ایجاد کیا ف۳۱ ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا' مگر (انہوں نے) اللہ کی رضا کی طلب کر لیے

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ

(اس کو ایجاد کیا) پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو رعایت کا حق تھا' پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا'

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا

اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں ○ ف۳۲ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے اس رسول پر (ہمیشہ)

بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ

ایمان رکھو' اللہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے ایسا نور بنا دے گا جس میں تم چلو گے

بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ

اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ بہت معاف فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ تا کہ اہل کتاب جان لیں کہ

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ

وہ اللہ کے فضل پر بالکل قدرت نہیں رکھتے' اور بے شک فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جس کو

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

چاہے عطا فرماتا ہے' اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے ○ ف۳۳

ف۳۰ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم سے پہلے لوگ اکہتر فرقوں میں بٹ گئے' ان میں سے تین فرقوں نے نجات پائی' باقی ہلاک ہو گئے' ان تینوں میں ایک فرقہ بادشاہوں کے سامنے ڈٹ گیا اور ان سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دین کی حمایت میں قتال کیا' پس بادشاہوں نے ان کو شہید کر دیا' دوسرے فرقہ میں قتال کرنے کی طاقت نہ تھی' انہوں نے بادشاہوں کے سامنے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دین کی تبلیغ کی' بادشاہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا اور ان کو آروں سے چیر ڈالا اور تیسرا فرقہ جس کو بادشاہوں سے قتال کرنے کی قوت نہ تھی' نہ ان کے سامنے تبلیغ کرنے کی طاقت تھی' وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے اور رہبانیت اختیار کی' جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ انہوں نے یہ رہبانیت اللہ کی رضا کے لیے اختیار کی تھی۔ (جامع البیان: ۲۶۰۸۱)

ف۳۱ "الابداع" کا معنی ہے: کسی چیز کی ابتداءً کسی مثال کے بغیر بنانا' اور جب اس کا استعمال اللہ کے لیے ہو تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کو بغیر آلہ' بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے بنانا اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' قرآن مجید میں ہے: "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (البقرہ: ۱۱۷) آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً بغیر کسی نمونہ کے بنانے والا' اور مذہب میں بدعت کا معنی ہے:

ع ۴ ۲۰

ہر وہ نیا کام جو رسول اللہ ﷺ سے حاصل شدہ حق کے خلاف ہو' خواہ وہ علم (اعتقاد) ہو یا عمل ہو یا حال ہو اور اس کی بنیاد کسی قسم کے شبہہ یا استحسان پر ہو اور اس کو دین قویم اور صراطِ مستقیم بنا لیا جائے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۶) علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے "کتاب القواعد" کے آخر میں لکھا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعت واجبہ' جیسے قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے علم نحو میں مشغول ہونا (۲) بدعت محرمہ' جیسے جبریہ' قدریہ (روافض' مرزائیوں اور اسماعیلیوں) کے مذاہب اور ان کا رد کرنا بدعت محرمہ ہے (۳) بدعت مستحبہ' جیسے سرائے اور دینی مدارس بنانا' اور ہر وہ نیک کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا' جیسے تراویح کی جماعت اور وعظ اور علمی مسائل کے لیے مجالس کو منعقد کرنا (۴) بدعت مکروہ' جیسے (دکھاوے کے لیے) مساجد کو مزین کرنا (۵) بدعت مباحہ' جیسے عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا اور انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اور مشروبات۔ (شرح الطیبی ج ۱ ص ۲۹۶) "بدعت" کے متعلق تفصیلی ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۱ ص ۷۴۸ تا ۷۵۵ کا مطالعہ فرمائیں ف۳۲ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی کما حقہ رعایت نہیں کی' یہ ان لوگوں میں سے بعض ہیں جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پس ہم نے ان میں سے ایمان والوں کو ان کا اجر عطا فرمایا اور آیت کا یہ حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ رہبانیت کی بدعت نکالنے والوں میں سے بعض وہ بھی تھے' جنہوں نے رہبانیت کی کما حقہ رعایت کی تھی اور اگر ان میں ایسے لوگ نہ ہوتے تو وہ اس اجر کے مستحق نہ ہوتے جس کا اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا ہے اور جنہوں نے کما حقہ رہبانیت کی رعایت نہیں کی' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے بعد کے لوگوں میں سے ہوں۔ (جامع البیان جز ۲۷ ص ۳۱۲) ف۳۳ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جو لوگ گزشتہ رسولوں پر ایمان لا چکے ہوں' جب وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے تو اسلام کو قبول کرنے کی برکت سے ان سب کو دو اجر دیئے جائیں گے' کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب علماء یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اسلام لائے تھے اور یہ آیت تمام اہل کتاب کے حق میں عام ہے۔ (حاشیۃ القونوی علی البیضاوی ج ۸ ص ۴۸۰) اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' جس میں فرمایا ہے: تین قسم کے لوگوں کے لیے دو اجر ہیں' ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور (سیدنا) محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا اور دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص ہے جس کی ایک باندی ہو' وہ اس کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھی طرح علم پڑھائے' پھر اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرے۔ (صحیح البخاری: ۹۷) ہر چند کہ ان آیات اور "صحیح بخاری" کی حدیث کا ظاہر معنی (بقیہ صفحہ ۹۹۰ پر)

(١) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (١٠٥) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ٢٢ رُكُوْعَاتُهَا ٣

سورۃ المجادلہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بائیس آیتیں تین رکوع ہیں

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت

اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ

کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا' بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے O تم میں سے جو لوگ

يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں' (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں'

اِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ

ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں' اور بے شک وہ ضرور بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں'! اور اللہ ضرور

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے O اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں' پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ

جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں' تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے' یہ وہ چیز ہے جس کی تم کو نصیحت کی

بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

جاتی ہے' اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عمل زوجیت سے

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ

پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا ہے' پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا

سورۃ المجادلہ: ف۱ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے عمل زوجیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کو چھونا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے المجادلہ: ۳ میں فرمایا ہے' اور ظہار زمانہ جاہلیت کی طلاق تھی' شریعت نے اس کی اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو وقت مقررہ کی تحریم کی طرف کفارہ کے ساتھ منتقل کر دیا اور ظہار نکاح کو زائل کرنے والا نہیں ہے' اس لیے کہ یہ جھوٹ بولنے اور بُری بات کہنے کا جرم ہے' اس لیے اس کے مناسب یہ سزا ہے کہ ظہار کرنے والے پر اس کی بیوی کے ساتھ جماع کو حرام قرار دیا جائے اور کفارہ ادا کرنے کے ساتھ یہ حرمت ساقط ہو جائے' پھر جب اس سے عمل زوجیت کو حرام کیا گیا تو اس کے دواعی اور محرکات کو بھی حرام کر دیا گیا۔ اس کے برخلاف حائض اور روزہ دار کے ساتھ جماع کے محرکات کو حرام نہیں کیا گیا کیونکہ حیض اور روزے کا اکثر وقوع ہوتا ہے' کیونکہ اگر ان میں عمل زوجیت کے محرکات کو حرام قرار دیا جاتا تو اس سے حرج لازم آتا' اس کے برخلاف ظہار کا اتنا وقوع نہیں ہوتا' اس سے عمل زوجیت کے دواعی اور محرکات کو حرام قرار دینے سے حرج لازم نہیں آئے گا۔ (الہدایہ مع نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۳) اور اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہہ دے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۸) علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۵) حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا: اے میری بہن' تو نبی ﷺ نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو یہ کہنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۱۱) علامہ ابن عابدین شامی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا اور کوئی حکم نہیں بیان فرمایا' اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۱۰۵) ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

کھلانا ہے ۔ ف۲ یہ حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور

اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے O بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت

كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ

رکھتے ہیں وہ اسی طرح رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ رسوا کیے گئے تھے اور بے شک ہم نے واضح آیات نازل فرمائیں

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ

اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے O ف۳ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا' پھر انہیں ان کے کیے ہوئے کاموں

بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۞

کی خبر دے گا' جن کاموں کو اللہ نے محفوظ فرما لیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے ہیں' اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے O ف۴

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ

(اے مخاطب!) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' ف۵ تین میں

مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

جو بھی سرگوشی ہو' چوتھا اللہ ان کے ساتھ ہے اور پانچ میں جو بھی سرگوشی ہو' چھٹا اللہ ان کے

وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ

ساتھ ہے' خواہ وہ اس سے کم ہوں یا زیادہ اللہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں' پھر

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞

قیامت کے دن اللہ ان کو ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا' بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O ف۶

ف۲ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ظہار کر لیا' میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات کی شکایت کرنے کے لیے گئی' رسول اللہ ﷺ مجھ سے تکرار کرتے رہے اور فرماتے رہے: تم اللہ سے ڈرو' وہ تمہارا عم زاد ہے۔ میں اسی طرح بحث کرتی رہی' حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا" (المجادلہ: ۴۔۱) تب آپ نے فرمایا: اس سے کہو: وہ ایک غلام آزاد کر دے' حضرت خولہ نے کہا: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا' آپ نے فرمایا: پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے' حضرت خولہ نے کہا: اس کے پاس تو صدقہ کرنے کے لیے بالکل مال نہیں ہے' حضرت خولہ نے کہا: پھر آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا' میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کی اس ٹوکرے سے مدد کروں گی' آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا' جاؤ! اس ٹوکرے سے اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ' اور پھر اپنے عم زاد کی طرف لوٹ جاؤ۔ امام ابوداؤد نے کہا: اس ٹوکرے میں ساٹھ صاع (دو سو چالیس کلوگرام) کھجوریں تھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۱۴) علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: کفارہ ظہار' ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے' پس اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے کیونکہ کفارہ میں اسی ترتیب سے نص وارد ہے اور یہ کفارے عمل زوجیت سے پہلے ادا کیے جائیں اور یہ غلام آزاد کرنے میں اور روزہ رکھنے میں تو ظاہر ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی طرح لکھا ہوا ہے اور کھانا کھلانے میں بھی اسی طرح ہے' کیونکہ کھانا کھلانے میں جماع سے منع کیا گیا ہے' اس حرمت کی وجہ سے جو ظہار سے ثابت ہے' اس لیے کفارہ کو عمل زوجیت پر مقدم کرنا ضروری ہے تاکہ عمل زوجیت حلال طریقے سے ہو۔ (الہدایہ مع البنایہ ج ۵ ص ۷ ۳۳) ف۳ المجادلہ: ۵ میں "یحادون" کا لفظ ہے اور اس کا معنی ممانعت ہے' اسی وجہ سے دربان کو "حداد" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو بلا اجازت داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔ ابو مسلم اصفہانی نے کہا: "المحادۃ" میں حدید کو باب مفاعلہ سے لایا گیا ہے' اس کا معنی ہے: لوہے کے ہتھیاروں سے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا' خواہ یہ حقیقۃً ہو یا مجازاً ہو یعنی ایک دوسرے سے شدید مناقشت اور مخاصمت رکھنا اور مفسرین نے کہا ہے کہ "یحادون" کا معنی ہے: وہ عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں اور یہ لوگ جو اولیاء اللہ سے جنگ کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کر کے اور ان کو اللہ کے دین سے روک کر ان کی مخالفت کرتے ہیں' اس کو اللہ سے مخالفت کرنا قرار دیا ہے' اور یہ عداوت کرنے والے منافقین ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد تمام کفار ہوں' سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ خبر دی ہے کہ ان کو اس طرح رسوا کیا جائے گا جس طرح ان سے پہلے رسولوں کے دشمنوں کو رُسوا کیا گیا تھا' اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے صدق پر واضح دلائل بیان کر چکا ہے اور قوی معجزات نازل فرما چکا ہے اور ان سے عداوت رکھنے والے منافقوں اور کافروں کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی ہو گی اور آخرت میں بھی ان کو رسوا کرنے والا سخت عذاب ہو گا ف۴ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرنے کے لیے' سب کے سامنے قیامت کے دن ان کے کفر اور فسق کو بیان کرے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام کاموں کو محفوظ کر لیا ہے' ان کے کاموں کی مقدار اور ان کے کفر اور نفاق کی کیفیت کو اور جس جگہ پر اور جس زمانہ میں انہوں نے وہ بُرے اعمال کیے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ہر بات اور ہر ہر کام کو جاننے والا ہے اور کفار اور منافقین اپنے کرتوتوں کو بھول چکے ہیں' کیونکہ وہ ان کاموں کو بہت معمولی اور نا قابل شمار اور نالائق التفات سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ف۵ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا: اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے' یعنی اس کو ہر چیز کا علم ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کو بیان فرمایا ہے کہ اس کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی چیزوں کا علم ہے اور وہ تمام لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کی پوشیدہ باتوں اور آپس کی سرگوشیوں کو سنتا ہے اور اس کے فرشتے بھی لوگوں کی سرگوشیوں کو لکھتے رہتے ہیں' سو کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے: "اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا" (بقیہ صفحہ ۹۹۰ پر)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ

(اے رسول مکرم!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (بری) سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا' پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹتے

وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا

جس سے انہیں منع کیا گیا تھا' اور وہ گناہ' سرکشی اور رسول کی نافرمانی کرنے کی سرگوشی کرتے ہیں اور جب وہ

جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ

آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ آپ کو سلام کرتے ہیں' جن الفاظ کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا' اور وہ اپنے دلوں

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ

میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا' ان کے لیے دوزخ کافی ہے وہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ کیسا

الْمَصِيرُ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ

برا ٹھکانا ہے O ف۸ اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو تم گناہ' سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا

نہ کرنا ف۹ اور نیکی اور خوف خدا کی سرگوشی کرنا' اور اللہ سے ڈرتے رہنا اسی کی طرف تم

اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ

جمع کیے جاؤ گے O سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غم گین کرے

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ

اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان والوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے والا نہیں ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا

کرنا چاہیے O اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادہ ہو جاؤ تو

ف۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی آئے اور کہا: ''اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ!'' آپ نے فرمایا: ''وَعَلَيْكُمْ'' میں نے کہا: ''اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ'' اور اللہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اے عائشہ! اللہ تعالیٰ بدزبانی کو ناپسند فرماتا ہے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے دیکھا ہے' وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ میں ان پر وہی جواب لوٹا دیتا ہوں' جو وہ کہتے ہیں' میں کہتا ہوں: ''وعليكم'' اور تم پر بھی وہی نازل ہو' تب یہ آیت نازل ہوئی: ''بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ'' (المجادلہ: ۸) یعنی اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ کہتے ہیں: ''السام عليك'' اور ''السام'' کا معنی موت ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۹۲۷) یعنی یہ آپ کی عدم سلامتی کی دعا کرتے ہیں ف۸ یہودیوں نے کہا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہوتے تو اللہ ہمارے اس قول (اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ) کی وجہ سے ہمیں ضرور عذاب دیتا' اور اس میں ان کی جہالت ہے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اور جانتے تھے کہ کبھی انبیاء علیہم السلام کو غضب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو غضب میں لانے والوں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل فرمانا اس کی مشیت اور مصلحت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور جب دنیا میں عذاب نازل نہ کرنا اس کی مشیت اور مصلحت میں نہ ہو تو وہ قیامت اور آخرت میں عذاب نازل فرماتا ہے' جیسا کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے: ان کے لیے دوزخ کافی ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے' نیز ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ'' (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل فرمائے ف۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان منافقین کو اس پر برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے اس طرح سرگوشیاں کیا کریں جس سے مسلمان فکر' تشویش اور غم میں مبتلا ہوں' اس لیے کہ جب مسلمان منافقوں کو ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ یہ گمان کریں گے کہ شاید ان کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ہمارے بھائی اور رشتہ دار جو جہاد میں گئے ہوئے تھے' وہ قتل ہو گئے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں اور اس وجہ سے وہ تشویش اور غم میں مبتلا ہوں گے' اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جب تین مسلمان ہوں تو ایسا نہ کریں کہ ایک کو چھوڑ کر دو مسلمان آپس میں سرگوشی کرنا شروع کر دیں' اس سے تیسرا مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہو گا کہ شاید یہ میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں' اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تین آدمیوں میں ایک آدمی پشتو یا گجراتی نہیں جانتا اور دو آدمی آپس میں پشتو یا گجراتی میں بات کرنا شروع کر دیں تو اس سے وہ تیسرا آدمی خواہ مخواہ اس بدگمانی میں مبتلا ہو گا کہ شاید یہ میرے خلاف یا میرے متعلق کوئی بات کر رہے ہیں' حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کے سامنے دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ (صحیح البخاری: ۶۲۸۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں' حتیٰ کہ تم اس کو تشویش اور غم میں مبتلا کرو' تم لوگوں سے میل جول رکھو۔ (صحیح البخاری: ۶۲۹۰) ان احادیث میں عدد کی خصوصیت مراد نہیں ہے' لہٰذا چار آدمیوں میں سے ایک کو چھوڑ کر تین سرگوشیاں نہ کریں' اسی طرح دس آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں پشتو یا سندھی میں بات نہ کریں' اس لیے جب مجلس میں بہت آدمی ہوں تو اس زبان میں بات کریں جو سب کو آتی ہو اور مجلس میں سے کسی ایک آدمی کے لیے بھی غم اور تشویش میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنیں۔

فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا

کشادہ ہو جایا کرو وا اللہ تمہارے لیے کشادگی فرما دے گا اا اور جب تم سے کہا جائے: کھڑے ہو تو

فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

کھڑے ہو جایا کرو اللہ تم میں سے کامل مؤمنوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا ۱۲ اور اللہ تمہارے

دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

تمام کاموں کی بے حد خبر رکھنے والا ہے O اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنے کا

نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ

ارادہ کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو' یہ تمہارے لیے بہت اچھا اور نہایت پاکیزہ ہے' پس اگر تم کو

خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲

کچھ نہ ملے (تو غم نہ کرو) بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے O ۱۳

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ

کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے' پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا

تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ

اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی' پس تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۳ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو' اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے O کیا آپ نے ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ

نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی رکھی ۱۴ جن پر اللہ نے غضب فرمایا' وہ نہ تم میں سے ہیں

ف۱ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کاموں سے منع فرمایا تھا' جو ایک دوسرے سے بغض اور نفرت کا سبب ہیں اور اس آیت میں ان کاموں کا حکم دیا ہے' جو ایک دوسرے کے ساتھ الفت اور محبت کا سبب ہیں۔ اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر نہ بیٹھو' بلکہ کھلے کھلے بیٹھو' تا کہ اگر بعد میں کوئی شخص آئے تو اس کو بھی بیٹھنے کی جگہ مل سکے اور یہ سب صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سن سکیں اور آپ کی طرف دیکھ سکیں۔ مقاتل نے کہا کہ نبی ﷺ الصفہ میں تشریف فرما تھے اور جگہ تنگ تھی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور نبی ﷺ مہاجرین اور انصار میں سے شہداء بدر (حاضرین بدر) کی تکریم کرتے تھے' پھر حاضرین بدر میں سے کچھ صحابہ آئے اور مجلس میں لوگ پہلے سے آگے بیٹھے ہوئے تھے' وہ نبی ﷺ کے سامنے لوگوں کے پیروں کی جانب کھڑے ہو گئے' وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کے لیے کشادگی کر کے بیٹھنے کی جگہ بنالی جائے' لوگوں نے ان کو بیٹھنے کی جگہ نہیں دی تو نبی ﷺ کو یہ چیز ناگوار ہوئی تو آپ کے گرد جو غیر بدری صحابہ تھے' آپ نے ان سے فرمایا: اے فلاں! تم اٹھو' اے فلاں! تم اٹھو' اور آپ نے اتنے غیر بدری صحابہ کو اپنے قریب سے اٹھا دیا جتنے بدری صحابہ آئے تھے' پس جن لوگوں کو اپنی جگہ سے اٹھایا گیا تھا' ان کو یہ اٹھانا ناگوار گزرا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہروں سے ناگواری کو بھانپ لیا تو منافقین نے مسلمانوں سے کہا: کیا تمہارا یہ زعم نہیں تھا کہ تمہارے پیغمبر لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں' پس اللہ کی قسم! انہوں نے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف نہیں کیا' مسلمان اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے اور وہ اپنے نبی کے قریب بیٹھنا چاہتے تھے' انہوں نے ان مسلمانوں کو ان کی جگہوں سے اٹھا دیا اور جو لوگ دیر سے آئے تھے' ان کو ان کی جگہوں پر بٹھا دیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۴۴) ہر چند کہ آداب مجلس کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص مجلس میں آ کر بیٹھ چکا ہو' اس کو اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے' نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۶۹) لیکن مذکور الصدر حدیث (جو آیت مبارکہ کا سبب نزول ہے) سے معلوم ہوا کہ امیر مجلس اور منتظم اعلیٰ کو چاہیے کہ وہ عام لوگوں کو صف اوّل سے اٹھا کر پیچھے بٹھائے اور اصحاب فضل' علماء اور معزز لوگوں کو اگلی صف میں بٹھائے' اس پر یہ حدیث بھی دلیل ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے مراتب اور مناصب کے مطابق بٹھاؤ۔ (سنن ابوداؤد رقم: ۴۸۴۲) ف۱۱ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قبر میں کشادگی کر دے گا یا تمہارے دلوں میں کشادگی فرما دے گا یا تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں وسعت پیدا فرما دے گا ف۱۲ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عزت و کرامت اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا' پس مؤمنوں کا غیر مؤمنوں پر اور علماء کا غیر علماء پر درجہ بلند فرمائے گا ف۱۳ نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے یعنی خفیہ طریقہ سے آپ سے سوال کرنے پر جو صدقہ کرنے کا حکم دیا' اس کی حسب ذیل حکمتیں ہیں: (۱) اس میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا اظہار ہے' کیونکہ مال خرچ کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور جو چیز مشقت سے حاصل ہو' اس کی بہت قدر و منزلت ہوتی ہے' اس کے برخلاف جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے اس کی کوئی خاص قدر نہیں ہوتی اور جب مسلمان مال خرچ کرنے کے بعد آپ سے سرگوشی کر سکیں گے تو اس سرگوشی کی بہت قدر و منزلت ہو گی (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان نبی ﷺ سے بہ کثرت سوالات کرنے لگے تھے اور نبی ﷺ کو اس سے مشقت ہوتی تھی کیونکہ آپ نے احکام کی تبلیغ کرنی ہوتی تھی' مصالح امت کے کام کرنے ہوتے تھے اور دیگر عبادات کرنی ہوتی تھیں' پس اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے تخفیف کا ارادہ کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو مسلمان (بہ کثرت) سوالات کرنے سے رک گئے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۹۳) (۳) اس میں فقراء کی مدد ہے کیونکہ وہ صدقہ فقراء کو دیا جائے گا ف۱۴ قتادہ نے کہا: ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں جو یہود سے محبت رکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ منافقین نہ مسلمانوں میں سے ہیں نہ یہودیوں میں سے ہیں' یعنی وہ دونوں کے درمیان مذبذب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا: ''مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ'' (النساء: ۱۴۳) وہ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں' نہ پورے ان کی

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا

نہ ان میں سے ہیں ف۱۴ اور وہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں O اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب

شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ

تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت بُرے کام کیا کرتے تھے O ف۱۵ انہوں نے اپنی (جھوٹی) قسموں کو

جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾ لَنْ

ڈھال بنا لیا' پھر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکا' سو ان کے لیے سخت ذلت والا عذاب ہے O ف۱۶ ان کے

تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ

اموال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتے یہ

أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

دوزخی ہیں اسی میں ہمیشہ رہیں گے O ف۱۷ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو

فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ

یہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں اور ان کا یہ گمان ہوگا کہ وہ کسی دلیل پر

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ

ہیں' سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں O ف۱۸ شیطان ان پر غالب آ گیا تو اس نے اللہ کا ذکر ان سے

ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ

بھلا دیا' ف۱۹ وہ شیطان کا گروہ ہیں' سنو! بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان

الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي

اٹھانے والا ہے O بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں' وہی لوگ سب سے

طرف نہ مکمل ان کی طرف۔ سدی اور مقاتل نے کہا: یہ آیت خصوصاً عبداللہ بن نبتل منافق کے متعلق نازل ہوئی ہے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا تھا' پھر آپ کی باتیں یہود تک پہنچا دیتا تھا' ایک دفعہ آپ اپنے کسی حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جس کا دل ظالم ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے' پس عبداللہ بن نبتل آیا' اس کی آنکھیں نیلی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اور تمہارے اصحاب کس وجہ سے مجھے بُرا کہتے ہو؟ اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا: اس نے ایسا نہیں کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایسا کیا ہے' پھر وہ وہاں سے گیا اور اپنے اصحاب کو لے کر آیا اور ان سب نے اللہ کی قسم کھا کر کہا: انہوں نے آپ کو بُرا نہیں کہا' تب اللہ سبحانہ نے ان کے رد میں اس آیت کو نازل کیا۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۱۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰)

ف۱۵ اس سے مراد یہود ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا' قرآن مجید میں یہود کے متعلق ہے: "مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ" (المائدہ: ۶) جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب ناک ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا ف۱۶ ان کے لیے دنیا میں ذلت اور رسوائی کا عذاب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ان کے کفر کا پردہ چاک کر دیا اور آخرت میں منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور ان کے بُرے کام یہ تھے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے متعلق سازشیں کرتے تھے اور وہ نفاق کے عادی ہو چکے تھے اور باز نہیں آتے تھے ف۱۷ منافقین مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور اپنی سازشوں کو چھپانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے اور جب وہ نفاق کو چھپانے کی وجہ سے قتل کیے جانے سے بچ گئے تو انہوں نے لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا شروع کر دیا' وہ اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے تھے تاکہ وہ اسلام نہ لاسکیں ف۱۸ مقاتل نے کہا: منافقین یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کی مدد کی جائے گی' اگر ایسا ہوا تو پھر تو ہم بہت ہی بدبخت نکلے' پس اللہ کی قسم! ہمارے اموال اور ہماری اولاد سے قیامت کے دن ہماری مدد کی جائے گی' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کے اموال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتے' یہ دوزخی ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ف۱۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: منافقین قیامت کے دن اس طرح جھوٹی قسمیں کھائیں گے جس طرح کہ وہ دنیا میں اپنے ساتھیوں کی حمایت میں قسمیں کھایا کرتے تھے' قیامت کے دن ان کی جھوٹی قسم کا ذکر اس آیت میں ہے: "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ O" (الانعام: ۲۳) اللہ کی قسم! ہمارے پروردگار کی' ہم مشرک نہ تھے O اور مسلمانوں کے سامنے ان کی جھوٹی قسم کھانے کا ذکر اس آیت میں ہے: "وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ" (التوبہ: ۵۶) اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ تم میں سے ہیں' دراصل منافقین اپنے نفاق میں اس قدر راسخ ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح وہ دنیا میں جھوٹی قسمیں کھانے سے بچ جاتے تھے اور ان کو قتل نہیں کیا جاتا تھا' اسی طرح آخرت میں بھی جھوٹی قسمیں کھانے سے وہ بچ جائیں گے اور ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ کہہ کر ان کا رد فرمایا: سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں ف۲۰ اس آیت کا معنی ہے: شیطان ان پر قابض ہو گیا اور اس نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا ف۲۱ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے' اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والوں کی ذلت' اور اللہ اور اس کے رسول کا غلبہ بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عزت کے مراتب غیر متناہی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنے والوں کی ذلت کے مراتب بھی غیر متناہی ہوں گے۔ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دلائل و براہین کے اعتبار سے غالب ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مادی اعتبار سے غالب ہوں گے۔ مقاتل نے کہا: مسلمانوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فارس اور روم (شام) پر غلبہ عطا فرمائے گا' اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا: کیا تم نے فارس اور روم کو ان دیہاتوں کی طرح سمجھ رکھا ہے' جن پر تم غلبہ پا چکے ہو' یہ محض تمہاری خوش فہمی ہے' وہ بہت طاقتور حکومتیں ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ

زیادہ ذلیلوں میں ہیں○ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں غالب ہوں گا اور میرے رسول (غالب ہوں گے) بے شک اللہ بہت قوت والا

عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ

بے حد غالب ہے○ ۲۱ بے شک جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ

مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ

وہ ان سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا

إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

ان کے بھائی ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں ۲۲ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے ۲۳

وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ

دریا بہتے ہیں اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہی لوگ

حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ع ٣ ٩ ٢

اللہ کا گروہ ہیں سنو! بے شک اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے○ ۲۴

سورۃ الحشر مدنیۃ ١٠١ — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — آیاتہا ٢٤ — رکوعاتہا ٣

سورۃ الحشر مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چوبیس آیتیں تین رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

آسمانوں کی ہر چیز اور زمینوں کی ہر چیز نے اللہ ہی کے لیے تسبیح کی اور وہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے○

ف۲۲ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں نازل ہوئی، جب انہوں نے جنگ بدر میں اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی، جب جنگ بدر میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکارا تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ، کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لیے میری آنکھوں اور میرے کانوں کے مرتبہ میں ہو اور حضرت مصعب بن عمیر کی شان میں نازل فرمائی، جب انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جنگ احد میں قتل کر دیا اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی، جب انہوں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن المغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی، جب انہوں نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور یہ صحابہ اس آیت کے اس حصہ کا مصداق ہیں: خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے رشتہ دار ہوں۔ (اسباب النزول للواحدی ص ۴۳۴)

ف۲۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو جمع کر دیا، یعنی وہ ہر اس چیز پر ایمان لے آئے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو بعض آیات پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہیں لائے

ف۲۴ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو اپنے باپ اور بھائی وغیرہ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ نے ایک انعام یہ کیا کہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ کر دیا اور دوسرا انعام یہ کیا کہ اپنی طرف سے روح کے ساتھ ان کی تائید فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا: یعنی ان کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد فرمائی اور اس مدد کو روح فرمایا، کیونکہ اس مدد سے ان کے مشن میں مدد فرمائی، اور ان پر تیسرا انعام یہ فرمایا کہ ان کو جنتوں میں داخل فرمایا اور چوتھا انعام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑا انعام ہے اور آخر میں فرمایا: یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور سنو! اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے اور یہ آیت المجادلہ: ۱۹ کے مقابلہ میں ہے، جس میں فرمایا تھا: یہ (منافق) شیطان کا گروہ ہیں اور سنو! شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ

وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو پہلی بار جلا وطن کرنے کے لیے ان کو ان

دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

کے گھروں سے نکالا٬ تمہیں ان کے نکلنے کا گمان (تک) نہ تھا اور وہ اس گھمنڈ میں تھے کہ

مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ

ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے٬ پس ان پر اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں سے ان کو

يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ

گمان بھی نہ تھا٬ اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا٬ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں

بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲

سے منہدم کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے (بھی)٬ سو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو ۝ ۲

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ

اور اگر اللہ نے ان کے لیے جلاوطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو وہ ان کو ضرور دنیا میں عذاب دیتا

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ

اور ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے ۝ ۳ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی

وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴

مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۝

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا

تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا سو وہ اللہ کے

سورۃ الحشر: ف۱ مفسرین نے کہا کہ یہ تمام آیات بنو النضیر کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ جب نبی ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ سے بنو النضیر نے اس شرط پر صلح کی کہ آپ ان سے جنگ نہ کریں وہ بھی آپ سے جنگ نہیں کریں گے (نہ آپ کی حمایت کریں گے) رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ شرط قبول کر لی٬ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے بدر میں مشرکوں کے خلاف جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا تو بنو النضیر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر ہم نے تورات میں پڑھا ہے٬ پھر جب غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو یہ شک اور نفاق میں پڑ گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مؤمنوں سے عداوت ظاہر کرنا شروع کر دی اور ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو معاہدہ تھا اس کو توڑ دیا٬ پھر کعب بن اشرف چالیس یہودیوں کے ساتھ مکہ گیا اور قریش کے پاس جا کر انہوں نے حلف اٹھایا اور یہ معاہدہ کیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی مخالفت میں ہم متحد ہیں٬ پھر ابوسفیان چالیس مشرکوں کے ساتھ آ کر ان سے حرم کعبہ میں ملا اور انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا معاہدہ کیا٬ پھر کعب بن اشرف اور اس کے اصحاب مدینہ چلے گئے٬ پھر حضرت جبرئیل رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے اور آپ کو کعب بن اشرف اور ابوسفیان کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی خبر دی٬ نبی ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے قتل کیا جو اس کے رضاعی بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ بنو النضیر کی خیانت اور عہد شکنی پر مطلع ہو چکے تھے٬ آپ حضرت ابوبکر٬ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے پاس گئے اور ان سے دو مسلمانوں کی دیت میں سے ان کا حصہ طلب کیا٬ جن کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے بیر معونہ سے واپسی کے وقت غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا٬ جب وہ دونوں بنو عامر کی طرف جا رہے تھے٬ بنو النضیر نے دیت ادا کرنے کو قبول کیا اور آپ کو بٹھایا اور قلعہ کی چھت کے اوپر سے آپ پر بھاری پتھر پھینکنے کی سازش کی٬ اللہ سبحانہ نے آپ کو اس سازش سے مطلع کر کے آپ کو بچا لیا٬ جس بستی میں بنو النضیر رہتے تھے اس کا نام زہرہ تھا٬ جب نبی ﷺ اس کی طرف روانہ ہوئے اس وقت وہ کعب بن اشرف پر ماتم کر رہے تھے٬ نبی ﷺ نے ان کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عبد اللہ بن ابی نے ان کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے قلعوں سے نہ نکلیں٬ اگر انہوں نے تم سے قتال کیا تو ہم تمہارے ساتھ مل کر ان سے قتال کریں گے اور اگر تم کو نکال دیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے٬ تاہم منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے۔ دوسرے دن نبی ﷺ لشکر لے کر روانہ ہوئے اور اکیس (۲۱) روز تک ان کا محاصرہ کیا٬ پھر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ منافقین کی مدد سے مایوس ہو گئے٬ پھر انہوں نے نبی ﷺ سے صلح کا سوال کیا٬ آپ نے انکار فرمایا٬ اور کہا: اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ تم مدینہ سے نکل جاؤ٬ پھر انہوں نے اس شرط پر جلاوطنی کو قبول کیا کہ وہ اسلحہ کے علاوہ باقی ساز و سامان اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جائیں گے٬ ان کو وہ سامان لے جانے کی اجازت دی جائے٬ پھر دو گھرانوں کے سوا سب مضافات مدینہ سے چلے گئے٬ یہ دو گھرانے آل ابی الحقیق اور آل حی ابن اخطب تھے٬ یہ لوگ خیبر چلے گئے اور ان کی ایک جماعت حیرہ چلی گئی۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۲۶۶۔۲۶۸) ف۲ اس آیت میں قیاس کی شروعیت کی دلیل ہے٬ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا٬ جو حکم اس کے لیے ثابت ہوگا٬ وہی حکم اس کی نظیر کے لیے ثابت ہوگا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو عبرت پکڑنے کا حکم دیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس کام کے سبب سے کفار اہل کتاب پر عذاب نازل ہوا ہے تم وہ کام نہ کرنا٬ ورنہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا اور یہی قیاس ہے کہ علت کے اشتراک کی وجہ سے حکم مشترک ہو ف۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں جلاوطن نہ کرتا تو دنیا میں ان کو قتل کرنے کی سزا دی جاتی٬ جیسا کہ ان کے بھائی بنو قریظہ کو قتل کرنے کی سزا دی گئی تھی اور آخرت میں ان کو سزا کے علاوہ عذاب ہوگا۔

فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيُخۡزِىَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۵ وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ

اذن سے ہوا اور تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے O ؏ اور اللہ نے جو اموال ان سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے

مِنۡهُمۡ فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰـكِنَّ

حالانکہ تم نے ان کے حصول کے لیے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ ؏ لیکن اللہ اپنے

اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۶

رسولوں کو جن پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ

اللہ نے ان بستیوں والوں سے جو اموال نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے سو وہ اللہ کے ہیں اور رسول کے

وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ

اور (رسول کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے

كَىۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ مِنۡكُمۡ ؕ وَمَاۤ اٰتٰٮكُمُ

تاکہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں ؏ اور رسول جو تم کو

الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ ؏ اور اللہ سے ڈرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝۷ لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ

بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O (یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو

اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ

ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل

ف۴ جب رسول اللہ ﷺ بنو نضیر کی بستی میں پہنچے تو بنو نضیر اپنے قلعوں میں بند ہو گئے تب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے' اس پر انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ تو فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی مذمت کرتے تھے اور اب خود درختوں کو کاٹ رہے ہیں اور جلا رہے ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (الحشر:۵) نازل فرمائی۔ (جامع البیان جز۲۸ ص۴۴) ف۵ کفار سے جس نوع کے مال بھی حاصل ہوتے ہیں' ان سب کی حقیقت یہ ہے کہ کفار کے باغی ہونے کی وجہ سے بہ حق سرکار ضبط ہونے کے بعد وہ اموال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں اور مالک حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹ جاتے ہیں' اس لیے اموال کے اللہ کی طرف پلٹ آنے کو "افاء" اور "فیئ" سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن جن اموال کے حصول میں مسلمانوں کی جنگ کا دخل ہوتا ہے' اس مال کو لفظ غنیمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مالِ غنیمت کے برخلاف مال فئی کی یہ نوعیت نہیں ہے کہ اس مال کو اسلامی فوج نے میدانِ جنگ میں لڑ کر جیتا ہے اور اس بناء پر اس مال کو اسلامی فوج میں تقسیم کر دیا جائے' بلکہ مال فئی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنے رسول اور مسلمانوں کو کفار پر غالب کر دیا اور اسلام کے رعب اور ہیبت سے کفار اپنے اموال کو چھوڑ کر بھاگے اور بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں کفار کے اموال آ گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے: "فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ" یہ ایسے اموال نہیں ہیں جن پر تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں' اس وجہ سے مال فئی میں فوج کا حق نہیں ہے کہ مالِ غنیمت کی طرح مال فئی کو بھی ان میں تقسیم کر دیا جائے ف۶ اسلام میں مالِ غنیمت اور مال فئی کا حکم الگ الگ مقرر کیا گیا ہے' غنیمت کا حکم سورۃ الانفال کی آیت:۴۱ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں' چار حصے لڑنے والی فوج میں تقسیم کر دیئے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کر کے اس کو "یتامیٰ" "مساکین' مسافروں اور مسلمانوں کے عام رفاہی اُمور پر خرچ کیا جائے' اور فئی کا حکم سورۃ الحشر کی آیت:۱۰۔۷ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اموال فئی کو رسول اللہ ﷺ' آپ کے قرابت داروں' یتامیٰ' مساکین اور مسافروں پر خرچ کیا جائے' رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گا' امام شافعی کے نزدیک یہ حصہ امام اور خلیفہ پر خرچ کیا جائے گا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ فقراء اور مساکین میں آ گیا اور یہ تقسیم کی وہی صورت ہے جو خمس میں بیان کی گئی ہے۔ غنیمت اور فئی کا یہ ایک اجمالی فرق ہے' اور یہ آیت فئی کے احکام کا اصل ماخذ ہیں۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مال خمس اور مالِ فئی کے مصارف ایک جیسے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال کسی شخص کی شخصی ملکیت میں نہیں دیئے' حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان اموال کا شخصی مالک نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال آپ کی تولیت اور انتظام میں دیئے اور ان کے مصارف متعین کر دیئے' تاکہ آپ ان اموال کو اپنی ضرورت میں خرچ کریں' چنانچہ اس باب کی احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان اموال کو اسی طرح خرچ کرتے تھے' نیز اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان اموال کے یہ مصارف اس لیے مقرر کیے ہیں تاکہ یہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مال فئی کا کوئی شخص شخصی مالک نہیں ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے' نیز ان آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ" (الحشر:۱۰) اور (یہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو پہلوں کے بعد آئے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اموال فئی کسی شخص کی نجی اور شخصی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ یہ مسلمانوں کے مفادِ عامہ اور یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے قیامت تک وقف ہوتے ہیں اور اموال فئی کے وقف ہونے پر سورۂ حشر کی یہ نصوص قطعیہ ناطق اور شاہد ہیں ف۷ یہ آیت نبی ﷺ کے تمام اوامر اور نواہی پر محمول ہے کیونکہ آپ کا ہر حکم صرف نیک کام کے لیے ہوتا ہے اور نہی اور ممانعت بُرائی کے لیے ہوتی ہے۔ (النکت والعیون ج۵ ص۵۰۴)

اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی لوگ

الصّٰدِقُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

سچے ہیں O ۸ اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دارِ ہجرت میں اور ایمان میں

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ

ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں

حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود شدید

خَصَاصَةٌ ۟ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞

ضرورت ہو ۹ اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا' سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں O ۱۰

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ

(اور یہ اموال) ان کے لیے ہیں جنہوں نے ان کے بعد ہجرت کی' وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور

لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا

ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں

غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ اَلَمْ تَرَ اِلَى

کے لیے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک تو بے حد شفقت کرنے والا بہت مہربان ہے O ۱۱ کیا آپ نے ان

الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

منافقین کی طرف نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہ اگر تم کو

ف۸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقراء مہاجرین کو صادق فرمایا ہے اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے خلافت کا مستحق قرار دیا تھا اور ان کا صادق ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صادق ہونے کو مستلزم ہے

ف۹ ''ایثار'' کا معنی ہے: کسی دوسرے شخص کو دنیاوی چیزوں میں اپنے اوپر ترجیح دینا' یہ وصف یقین کی قوت' محبت کی شدت اور مشقت پر صبر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۲۵) اور یہ وصف رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں بہ درجہ اتم تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کے پاس رات کو ایک مہمان آیا' اس کے پاس صرف اتنا طعام تھا کہ وہ اور اس کی بیوی بچے کھا لیں' اس نے اپنی بیوی سے کہا: بچوں کو سلا دو اور چراغ بجھا دو اور گھر میں جو کچھ کھانا ہے وہ مہمان کے آگے لا کر رکھ دو' اس موقع پر یہ آیت (الحشر: ۹) نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۴۸۹۸) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں بھوکا ہوں' آپ نے اپنی کسی زوجہ کے پاس پیغام بھیجا' انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں' پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا'

ع ۱ ۲

انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں' پھر آپ نے فرمایا: آج رات کون اس شخص کو مہمان بنائے گا' انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کی ضیافت کروں گا' پھر وہ اس کو اپنے گھر لے گیا' پھر اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس کھلانے کے لیے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: صرف میرے بچوں کا کھانا ہے' اس نے کہا: ان کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم بھی کھا رہے ہیں' پھر سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا' جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی ﷺ کے پاس گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے جس طرح رات کو اپنے مہمان کی ضیافت کی ہے' اس سے اللہ بہت خوش ہوا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۵۴) امام بیہقی نے لکھا ہے: یہ حضرت ابوطلحہ اور ان کی بیوی کا واقعہ ہے۔ (الجامع شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۰) ف۱۰ اس آیت میں ''الشح'' کا لفظ ہے اور حرص کے ساتھ جو بخل ہو' اس کو ''الشح'' کہتے ہیں اور یہ اس شخص کے لیے کہا جاتا ہے جس کی عادت بخل کرنا ہو۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۳۷) ف۱۱ ہر وہ شخص جس کے دل میں کسی ایک صحابی کے لیے بھی کینہ ہو اور وہ تمام صحابہ سے محبت نہ رکھے' وہ اس آیت کے مصداق میں داخل نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) تابعین' یعنی بعد میں آنے والے وہ مسلمان جو ان سے محبت کرتے ہوں اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہوں اور ان کے دلوں میں ان کے خلاف کینہ نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اصحاب محمد ﷺ کے لیے استغفار کرو اور تم ان کو برا کہتے ہو' میں نے تمہارے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ امت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ اس کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعنت نہ کریں۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۶۱) اس آیت سے ایصال ثواب کے جواز واستحسان پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۱۱ ص ۵۴۳ تا ۵۶۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ

(تمہاری بستی) سے نکال دیا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی اطاعت

اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

نہیں کریں گے اور اگر تم سے قتال کیا گیا تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک یہ ضرور

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا

جھوٹے ہیں ○ اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے قتال کیا گیا تو یہ

لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو یہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر (کہیں سے) ان کی مدد نہیں کی جائے گی○

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اے مسلمانو! ان کے دلوں میں ضرور اللہ سے زیادہ تمہارا خوف ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ

یہ لوگ نہیں سمجھتے ○ ۱۲ وہ سب مل کر بھی تم سے قلعہ بند بستیوں کے سوا نہیں لڑ سکیں گے

اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ

یا دیواروں کی آڑ سے' ان کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے' (اے مخاطب!) تم ان کو متفق سمجھتے ہو حالانکہ ان

جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۚ

کے دل مختلف ہیں' کیونکہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ○ ۱۳

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ

ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ماضی قریب میں اپنے کرتوتوں کا مزا چکھ چکے ہیں اور

ف۱۲ مقاتل بن سلیمان نے کہا کہ یہ آیتیں اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں کہ منافقین بنونضیر سے یہ کہتے تھے کہ تمہاری مدد کے لیے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر تم کو نکلنا پڑے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں' یہ منافقین عبداللہ بن ابی' عبداللہ بن نبتل اور رفاعہ بن زید تھے اور بہ ظاہر ان کا تعلق انصار سے تھا' اس آیت میں فرمایا ہے: انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کیونکہ منافقین اور یہودی دینی رشتے سے آپس میں بھائی تھے' کیونکہ دونوں فریق سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے منکر تھے' اور اس میں فرمایا ہے: منافقین نے اہل کتاب کے کافروں سے کہا' اس سے مراد حی بن اخطب' جدی' ابویاسر اور مالک بن الضیف اور بنوقریظہ ہیں' انہوں نے ان سے کہا: اگر سیدنا محمد ﷺ نے تم کو مدینہ سے نکال دیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے اور اس معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں مانیں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اگر بنونضیر کو مدینہ سے نکال دیا تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' اس کو علم تھا کہ منافقین نے بنونضیر کو جھوٹی تسلیاں دی ہیں' وہ ان کے موافق عمل نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا اور یہ قرآن مجید کی اور سیدنا محمد ﷺ کی صداقت کی قوی دلیل ہے کہ آپ نے جو پیش گوئی فرمائی وہ حرف بہ حرف پوری ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر مسلمانوں نے بنونضیر سے جنگ کی تو منافقین ان کا ساتھ نہیں دیں گے اور اگر بالفرض انہوں نے بنونضیر کے ساتھ جنگ کی تو یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے اور پھر ان کی کہیں سے مدد نہیں کی جائے گی' پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان منافقوں کے دلوں میں اللہ سے زیادہ مسلمانوں کا خوف ہے' یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا علم نہیں ہے اور اس کے علم اور قدرت پر ان کا ایمان نہیں ہے' اس لیے وہ بنونضیر کو جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۴۱) ف۱۳ اس سے مراد یہ ہے کہ یہود اور منافقین سب مل کر بھی تم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ماسوا اس کے کہ وہ قلعہ بند ہو کر لڑیں' یا دیوار کے پیچھے مورچہ بنا کر لڑیں' یہ جب آپس میں جنگ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے ان کا مقابلہ بہت سخت ہوتا ہے' لیکن اللہ اور رسول کے خلاف جب یہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو ان کا بڑے سے بڑا بہادر بھی بزدل ہو جاتا ہے' اس وجہ سے یہ مسلمانوں سے جنگ کرنے سے احتراز کرتے ہیں' تم بہ ظاہر دیکھتے ہو کہ یہ ایک دوسرے سے بہت الفت اور محبت رکھتے ہیں' لیکن ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت اور عداوت ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ یہ اپنی عقلوں سے کام نہیں لیتے۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ

ان کے لیے درد ناک عذاب ہے O ۱۵ ان کی مثال شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا:

اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا تو شیطان نے کہا: میں تجھ سے بے زار ہوں میں اللہ رب العلمین

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ

سے ڈرتا ہوں O ۱۵ سو ان دونوں کا انجام ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اور ظالموں کی یہی سزا ہے O اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

اور ہر شخص غور کرتا رہے کہ اس نے کل (قیامت کے لیے) کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے تمام کاموں

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ

کی خبر رکھنے والا ہے O ۱۷ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں

اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ

سے بھلا دیا کے یہی لوگ فاسق ہیں O دوزخی اور جنتی برابر

وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا

نہیں ہو سکتے جنتی ہی کامیاب ہیں O ۱۸ اگر ہم اس قرآن کو

هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب!) تو ضرور اس کو (اللہ کے لیے) جھکتا ہوا اور اللہ کے خوف سے

ف۱۴ یعنی کفار نے دو ہجری میں مسلمانوں پر حملہ کیا اور بدر کے میدان میں منہ کی کھا کر چلے گئے، سو ان کافروں کے لیے اور منافقوں کے لیے اور یہودیوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے ف۱۵ یعنی جب منافقین نے بنو نضیر سے جھوٹے وعدے کیے ان کی مثال شیطان کی طرح ہے جس نے انسان سے کہا: کفر کر، پھر آخرت میں اس سے بے زار ہو گیا، اس سے مراد یا تو شیطان کی عام دعوتِ کفر ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان نے جنگ بدر میں کفارِ قریش سے کہا تھا: قرآن مجید میں ہے: "وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭوَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ O" (الانفال: ۴۸) اور (یاد کرو) جب شیطان کافروں کو ان کے اعمال خوش نما بنا کر دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں تمہارا حامی ہوں، پس جب دو جماعتیں صف آراء ہوئیں تو وہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹ گیا اور کہنے لگا: میں تم سے بے زار ہوں، میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ رہے، میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے O ف۱۶ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور یہودیوں کو زجر و توبیخ کی تھی اور ان کی مذمت کی تھی اور اس آیت میں مؤمنوں سے خطاب فرمایا اور قیامت کے ہولناک دن اور اس دن کے محاسبہ کی تیاری کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ اس آیت کے شروع میں بھی فرمایا تھا: اللہ سے ڈرتے رہو، اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ سے ڈرتے رہو، یا تو یہ اوّل کی تاکید ہے یا پہلے سے مراد ہے: اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور دوسرے سے مراد ہے: اللہ کی نافرمانی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو ف۱۷ اس آیت کے دو محمل ہیں: (۱) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے معاملات میں بھی بھولنے والا بنا دیا، حتیٰ کہ انہوں نے ان کاموں کی کوشش نہیں کی، جن سے ان کو فائدہ ہوتا (۲) ان کو یہ بھلا دیا کہ قیامت کے دن ان کو کیسی ہولناکیوں کا سامنا ہو گا ف۱۸ اس آیت میں دوزخی سے مراد کفار ہیں اور جن گناہ گار مسلمانوں کو عارضی طور پر تطہیر کے لیے دوزخ میں ڈالا جائے گا، وہ دوزخی نہیں ہیں کیونکہ وہ بالآخر سزا سے پاک ہو کر جنت میں چلے جائیں گے۔

اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

پھٹتا ہوا دیکھتا' ف۱۹ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں O

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ ہر غیب اور شہادت (باطن و ظاہر) کا جاننے والا ہے ف۲۰ وہ

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ

نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے O وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ بادشاہ

الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ

ہے' بہت پاک' ہر نقص سے سالم' امان دینے والا' نگہبان' بہت غالب' نہایت عظمت والا' ف۲۱ سب سے بڑا'

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ

مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس سے پاک ہے O ف۲۲ وہی اللہ ہے خالق' موجد' صورت بنانے والا' ف۲۳ تمام اچھے نام

الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

اسی کے ہیں' آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں' اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O ف۲۴

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۶۰ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۳ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الممتحنہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تیرہ آیتیں' دو رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ'

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ

تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو' حالانکہ وہ اس حق کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آ چکا ہے

ف۱۹ مومنوں سے خطاب کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی عظمت بیان فرما رہا ہے کہ اگر پہاڑ میں تمہاری طرح عقل رکھ دی جاتی' پھر اس پر قرآن کریم نازل کیا جاتا تو وہ خشوع سے اللہ کے لیے جھک جاتا اور خوف الٰہی سے پھٹ جاتا' اور اس مثل کے بیان سے یہ غرض ہے کہ کفار کے دلوں کی سختی پر متنبہ کیا جائے اور ان کی طبیعت کے جمود کی طرف متوجہ کیا جائے' قرآن مجید میں ہے: ''ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً'' (البقرہ: ۷۴) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے' پس وہ پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں ف۲۰ غیب سے مراد وہ چیز ہے جو لوگوں سے غائب ہو اور شہادت سے مراد وہ چیز ہے جو لوگوں کے سامنے حاضر ہو' یہ غیب کا لغوی معنی ہے اور غیب کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ پوشیدہ چیز جس کو حواسِ خمسہ اور بداہت عقل سے نہ جانا جا سکے' مثلاً جنت غیب ہے' ہم اس دنیا میں آنکھ سے دیکھ کر اس کو نہیں جان سکتے' نہ اس کی آواز سن کر اسے جان سکتے ہیں' اسی طرح اس کو چکھ کر' سونگھ کر اور چھو کر نہیں جان سکتے' اور نہ بغیر غور وفکر کے بداہت عقل سے اس کو جان سکتے ہیں' جس طرح ہم موسم کی گرمی اور سردی کو جان لیتے ہیں یا جس طرح ہم بغیر غور وفکر کے جان لیتے ہیں کہ دو اور دو کا مجموعہ چار ہوتا ہے' سو ہم جنت اور دوزخ کو' فرشتوں کو' عرش اور کرسی کو ازخود نہیں جان سکتے' یہ سب چیزیں غائب ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی ہم ازخود نہیں جان سکتے' وہ بھی غیب ہے' البتہ غور وفکر کر کے یا رسول اللہ ﷺ کے خبر دینے سے ہم ان چیزوں کو جان لیتے ہیں' عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے اور کسی مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے' اس کے باوجود آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں ہے ف۲۱ ''الملک' القدوس' السلام' المومن' العزیز' الجبار'' کا معنی: ''القدوس'' کا معنی ہے: جو اپنی ذات' صفات' افعال' احکام اور اسماء میں ہر عیب اور نقص سے منزہ ہو۔ ''السلام'' اس کا معنی ہے: ہر عیب اور نقص سے سلامتی والا یا سلامتی عطا کرنے والا۔ ''المومن'' کا معنی ہے: امان دینے والا' دوسرا معنی ہے: تصدیق کرنے والا یعنی اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کی تصدیق کرنے والا۔ ''المھیمن'' اس کا معنی ہے: شاہد' جس سے کوئی چیز غیب نہ ہو۔ ''العزیز'' کا معنی ہے: غالب' جس کی کوئی نظیر نہ ہو۔ ''الجبار'' اس کا معنی ہے: قہر اور جبر کرنے والا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جبار'' کا معنی ہے: عظیم بادشاہ ف۲۲ ''المتکبر'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ اپنی ربوبیت میں سب سے بڑا ہے' اس کی مثل کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہے۔ مخلوق کے لیے متکبر کی صفت مذموم ہے کیونکہ متکبر وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور بلند جانے اور یہ اس کی صفت نہیں ہے' بلکہ وہ واقع میں حقیر' ذلیل اور مسکین ہے' پس جب وہ اپنے لیے بڑائی اور بلندی ظاہر کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا' اور اللہ سبحانہ کے لیے ہی تمام بڑائیاں اور بلندیاں ہیں' پس جب وہ اپنی بڑائی اور بلندی ظاہر کرے گا تو وہ مخلوق کو اپنی صفات عظمت وجلال و کبریائی کی طرف ہدایت دے گا' اس لیے اللہ تعالیٰ کے حق میں ''متکبر'' کا لفظ غایت مدح کا مظہر ہے' پھر فرمایا: مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ اس سے پاک ہے' جو لوگ تکبر کرتے ہیں' وہ اس صفت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ اس شرکت سے پاک ہے' پس ان کا تکبر کرنا اپنے آپ کو جھوٹا بنانا ہے اور اللہ سبحانہ کے لیے سب سے زیادہ بلندی اور بڑائی ہے' سو یہ اس کی صفت کمال ہے اور مخلوق کی صفت نقص ہے ف۲۳ ''الخالق' الباری'' اور ''المصور'' کا معنی: ''الخالق'' کا معنی ہے: کسی کو عدم سے وجود میں لانے والا' نیز خلق کا معنی تقدیر' وہ کسی چیز کو مخصوص صورت میں مقدر فرماتا ہے اور وہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کو وجود میں لے آتا ہے۔ ''الباری'' یعنی وہ صانع اور موجد ہے اور کسی سابقہ نمونہ اور مثال کے چیزوں کو وجود میں لاتا ہے' کسی چیز کو بغیر مادہ کے پیدا کرنے والا خالق ہے اور بغیر مثال کے پیدا کرنے والا باری ہے۔ ''المصور'' وہ جس طرح چاہتا ہے مخلوق کی صورت بناتا ہے' خالق کو باری پر مقدم کیا' کیونکہ خالق کا تعلق ارادہ سے ہے اور باری کا تعلق تاثیر قدرت سے ہے اور ارادہ تاثیر قدرت ہے اور باری کو مصور پر مقدم کیا کیونکہ ذات صفت پر مقدم ہوتی ہے' اور باری کا تعلق ذات سے ہے اور مصور کا تعلق صفت سے ہے ف۲۴ حضرت انس رضی

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ

وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو' اگر تم میرے

كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ

راستہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کے لیے نکلے ہو (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی طرف

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ

دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو' اور میں خوب جانتا ہوں جس کو تم نے چھپایا اور جس کو تم نے ظاہر کیا' اور

اَعْلَنْتُمْ ۗ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

تم میں سے جو ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹک گیا ○ ۲

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ

اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہوں گے اور وہ برائی کے ساتھ تمہارے خلاف دست درازی

وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ

اور زبان درازی کریں گے اور وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! تم کافر ہو جاؤ○ تمہاری رشتہ داریاں

وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا

اور تمہاری اولاد قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہیں دیں گی (اللہ) تمہارے درمیان جدائی کر دے گا' اور اللہ تمہارے تمام

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے○ تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ ہے'

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا

جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے بے زار ہیں اور ان سے جن کی تم اللہ کو

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات یا دن میں سورۃ الحشر کی آخری (تین) آیتیں پڑھیں اور اس دن یا رات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو واجب کر دیا۔ (شعب الایمان: ۲۵۰۱) قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الممتحنۃ: ف۱ یہ آیات حضرت حاطب بن ابی بلتعہ پر عتاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے' حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا اور فرمایا: خاخ کے باغ میں جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ملے گی جس کے پاس ایک خط ہو گا' تم اس سے وہ خط لے لینا' ہم لوگ روانہ ہو گئے' ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا' پھر ہم کو ایک عورت ملی' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو! اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو! ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے' اس نے اپنے بالوں کے پیچھے سے خط نکال کر دیا' ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ خط لے کر آئے' اس خط میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے بعض مشرکین کو خبر دی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے متعلق جلدی نہ کریں' میں قریش کے ساتھ چسپاں تھا' سفیان نے کہا: وہ ان کے حلیف تھے اور قریش سے نہ تھے' آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں' ان رشتہ داریوں کی بناء پر قریش ان کے اہل وعیال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے چاہا کہ ہر چند میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے' تاہم میں ان پر ایک احسان کرتا ہوں' جس کی وجہ سے وہ (مکہ میں) میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے' میں نے یہ اقدام (یعنی کفار کو خط لکھنا) کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا' نہ اپنے دین سے مرتد ہونے کی بناء پر کیا ہے' نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب کیا ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا: یہ غزوہ بدر میں حاضر ہوا ہے' اور تم کیا جانو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اہل بدر کے تمام حالات سے واقف ہے' اور اس نے فرمایا: تم جو چاہو کرو' میں نے تم کو بخش دیا' پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۷) ف۲ کفار سے موالات صوری اور مجرد معاملہ کرنے کے شرعی حکم کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں: موالات ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے' اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو' اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ" (المجادلہ: ۲۲) تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ اور رسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں' حتیٰ کہ (موالات) صوریہ کو بھی شرع مطہر نے (موالات) حقیقیہ کے حکم میں رکھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ" (الممتحنۃ: ۱) اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' تم ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اس حق سے کفر کر رہے ہیں جو تمہارے پاس آیا۔ یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ در بارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ عنہ وعنہم ہے "كما فى الصحيح البخارى ومسلم" (جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے) ۔ تفسیر علامہ ابوسعود میں ہے: "فَهُوَ زَجْرٌ شَدِيْدٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ اِظْهَارِ صُوْرَةِ الْمُوَالَاةِ لَهُمْ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ مُوَالَاةً فِي الْحَقِيْقَةِ" (تفسیر ابوسعود ج ۲ ص ۴۸) اس آیۂ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ قال تعالیٰ: "اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً" (آل عمران: ۲۸) مگر یہ کہ تمہیں ان سے واقعی پورا ڈر ہو۔ وقال تعالیٰ: "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ" (النحل: ۱۰۶) مگر وہ جو پورا مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام و شریعت' (بقیہ صفحہ ۹۹۰ پر)

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

چھوڑ کر عبادت کرتے ہو' ہم نے تم سب کا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا

دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا حتیٰ کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ' مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ

قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ

سے یہ کہنا: میں تمہارے لیے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے لیے کسی

مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ

چیز کا مالک نہیں ہوں' ف۳ اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری

الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا

ہی طرف لوٹنا ہے○ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا اور اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما'

رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ

بے شک تو ہی بہت غالب بے حد حکمت والا ہے○ ف۴ بے شک تمہارے لیے ان میں اچھا

اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ

نمونہ ہے (خصوصاً) ان کے لیے جو اللہ سے (ملاقات کی) امید رکھتے ہوں اور روزِ آخرت سے اور جس نے ان (کافروں) کو دوست

يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ ⑥ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ

بنایا تو بے شک اللہ ہی بے نیاز اور لائق حمد ہے○ ف۵ عنقریب اللہ تمہارے درمیان

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ

اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا' اور اللہ بہت قادر ہے اور اللہ بہت

ف۳ اس سے پہلی آیتوں میں کفار کی دوستی سے منع فرمایا تھا اور ضمناً ان کی مخالفت کا حکم دیا تھا' اب کفار کی مخالفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ بیان فرمایا۔ الممتحنہ: ۴ میں "اسوۃ" کا لفظ ہے" اسوۃ" کا معنی ہے: عمل کے لیے نمونہ' انسان کسی دوسرے شخص کی اتباع اور پیروی میں جس طریقہ پر ہوتا ہے اس کو اسوہ اور نمونہ کہتے ہیں' خواہ وہ اچھا طریقہ ہو یا بُرا' اس لیے اس آیت میں اسوہ کو "حسنۃ" کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے اپنی قوم سے بے زاری اور عداوت کا اظہار کیا' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ آزر سے جو یہ کہا تھا کہ میں تمہارے لیے دعائے مغفرت کروں گا' اس قول میں ان کی اتباع کرنے سے منع فرمایا کیونکہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے اور بعد میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ منکشف ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تو خود ہی اس سے بے زار ہو گئے تھے اور انہوں نے اس کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کی' البتہ ان کے حقیقی والدین جو مؤمن تھے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی: "رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○" (ابراہیم: ۴۱) اے ہمارے رب! روزِ حساب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور تمام مؤمنوں کی○ اور اس آیت میں

ع ۹ / ۶

ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اور میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ یعنی حضرت ابراہیم نے آزر سے کہا: اگر تم اپنے شرک پر اصرار کرتے رہے تو میں تم سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے اسلام لانے کی توقع پر اس کی مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے: "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ" (التوبہ: ۱۱۴) اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا صرف اس سبب سے تھا کہ انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا اور جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے ف۴ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تتمہ ہے' اس کا معنی ہے: ہمارے دشمنوں کو ہم پر مسلط نہ کر' کہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں یا ان سے مقابلہ میں ہمیں شکست سے دوچار نہ کر یا ایسا نہ کر کہ ان پر رزق فراخ کر دے اور ہم پر تنگ کر دے' سو یہ ہمارے لیے بڑی آزمائش ہو گی ف۵ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کی مخالفت سے بے نیاز ہے اور اللہ کے اولیاء اس کی حمد کرتے ہیں' اور حقیقۃً وہی لائق حمد ہے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ

بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ۷ اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا

يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ

تھوڑا دینے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں

تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧ اِنَّمَا

سے نہیں نکالا بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو (بھی) پسند فرماتا ہے ○ ۸ اللہ تمہیں

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ

ان ہی لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ کی اور تم کو تمہارے

مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ

گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان

يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

سے دوستی کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں ○ ۹ اے ایمان والو! جب تمہارے

جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ

پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ ۱۰ نہ وہ مؤمنات کفار کے لیے حلال ہیں

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ

اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لیے حلال ہیں' ۱۱ اور تم کافروں کو وہ مال دے دو جو انہوں نے ان مؤمنات پر خرچ کیا ہے

ف۶ اس کی صورت یہ ہے کہ کافر مسلمان ہو جائے اور فتح مکہ کے بعد بہت کافر اسلام لے آئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے' مثلاً ابوسفیان بن حرب اور الحارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور حکیم بن حزام وغیرہ ف۷ ابن زید نے کہا: یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' جب کفار سے قتال کرنے کی اجازت نہیں تھی' پھر جب آیت جہاد نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم عورتوں اور بچوں کے ساتھ مخصوص تھا جو قتال نہیں کر سکتے تھے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہوئی' ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا وہ اپنی ماں کے ساتھ نیکی کریں جب وہ حالت شرک میں ان کے پاس آئے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (صحیح البخاری: ۲۶۲۰) بعض مفسرین نے کہا کہ جنہوں نے تم سے قتال کیا' اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں' جنہوں نے نبی ﷺ سے اس پر صلح کی تھی کہ وہ آپ سے قتال کریں گے نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کریں گے تو نبی ﷺ نے ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ف۸ یعنی ان کو قسطوں میں مال عطا کرو' اس سے مراد عدل و انصاف نہیں ہے' کیونکہ عدل و انصاف ہر ایک کے ساتھ واجب ہے' خواہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرے یا نہ کرے۔ (احکام القرآن لابن عربی ج ۴ ص ۲۲۸) ف۹ اس آیت کی تفسیر (الممتحنۃ: ۱) میں ملاحظہ کریں ف۱۰ مروان اور مسور بن مخرمہ' رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے دن نبی ﷺ سے صلح نامہ میں یہ شرط لکھوائی تھی کہ جو شخص بھی مشرکین میں سے آپ کے پاس آئے گا' خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' اسے آپ کو ہماری طرف واپس کرنا ہوگا' اسی شرط کے مطابق اس دن نبی ﷺ نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا تھا اور اس مدت میں مردوں میں سے جو بھی مسلمان ہو کر آپ کے پاس آیا' آپ نے اس کو واپس کر دیا اور مؤمنات بھی ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان خواتین میں سے تھی جو ہجرت کر کے آپ کے پاس آئیں' تب ان کے گھر والے آپ کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ حضرت ام کلثوم کو ان کی طرف واپس کر دیں' آپ نے حضرت ام کلثوم کو ان کی طرف واپس نہیں کیا' کیونکہ یہ آیت نازل ہو چکی تھی کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ' الایہ (الممتحنۃ: ۱۰)۔ (صحیح البخاری: ۲۷۱۲) اس جگہ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نبی ﷺ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ معاہدہ میں یہ مذکور نہیں تھا کہ آپ کے پاس مکہ سے جو بھی آئے گا خواہ مرد ہو یا عورت' آپ کو اسے واپس کرنا (ہے) بلکہ معاہدہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی' عورتوں کی واپسی کی شرط نہیں تھی' معاہدہ کے الفاظ یہ تھے: "فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَيْنَا" (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) سہیل نے کہا: اور شرط یہ ہے کہ آپ کے پاس ہمارا جو مرد بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کرنے جا رہے تھے' جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ سے اس پر صلح کر لی کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے پاس آیا' آپ اس کو واپس کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے' اس پر صلح نامہ لکھا جا چکا تھا' لکھنے کے بعد حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ' مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں' پھر ان کے خاوند مسافر بن مخزوم (یا صیفی بن الراهب) آئے اور ان کو طلب کیا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! میری بیوی واپس کر دو' کیونکہ تم یہ شرط مان چکے ہو کہ ہمارے پاس سے جو بھی تمہارے پاس آئے گا تم اس کو واپس کر دو گے اور ابھی تو اس صلح نامہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت (الممتحنۃ: ۱۰) نازل فرمائی۔ یعنی یہ شرط مردوں کے متعلق تھی' خواتین اس میں داخل نہیں ہیں' لہٰذا پوری مدت معاہدہ میں مسلمان ہو کر آنے والے مردوں کو تو مشرکین کی طرف واپس کیا گیا مگر جو خواتین مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئیں ان کو آپ نے واپس نہیں فرمایا۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۶۷) ف۱۱ جب زوجین

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ

اور ان مؤمنات سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تم ان کے مہر ادا کر دو ف۱۲

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا

اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو ف۱۳ اور جو تم نے ان کے مہر میں خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کرلو

مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ تم سے طلب کرلیں یہ اللہ کا وہ حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا

حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ

حکمت والا ہے ○ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے پھر (تم کفار سے) مال غنیمت حاصل

فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کرلو تو (مال غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کافروں کی طرف چلی گئی

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ

ہیں ف۱۴ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو ○ اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں

يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ

حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں اور آپ ان کے لیے اللہ سے

میں سے کوئی ایک دارالحرب چھوڑ کر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے اور دوسرا فریق دارالحرب میں بدستور کافر ہو تو ہمارے (علماء احناف کے) نزدیک ان دونوں میں فی الفور تفریق ہو جائے گی اگر دارالاسلام میں آنے والا فریق شوہر ہو تو اس کی بیوی پر بالاتفاق عدت نہیں ہے اور اگر دارالسلام میں آنے والی فریق عورت ہو تو صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں۔ (المحیط البرہانی ج ۴ ص ۱۹۴) ف۱۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان ہجرت کرنے والی مسلمان خواتین سے تمہارا نکاح مباح کر دیا ہے خواہ ان کے سابقہ شوہر دارالکفر میں ہوں کیونکہ اسلام نے ان کے اور ان کے کافر شوہروں کے درمیان تفریق کردی ف۱۳ "ولا تمسکوا" کا معنی ہے: مت روکو اور "العصم"، "عصمة" کی جمع ہے اس کا معنی ہے: جو عقد نکاح یا نسب کے رشتہ کی وجہ سے محفوظ ہو اور "الکوافر"، "کافرة" کی جمع ہے اور اس جملہ کا معنی ہے: اور تم نکاح شدہ کافر عورتوں کو مت روکے رکھو اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا ہے کہ وہ کافرہ کے ساتھ نکاح پر قائم رہیں ف۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چھ مسلم اور مہاجر خواتین کفار کے پاس چلی گئی تھیں: (۱) ام الحکم بنت ابی سفیان یہ حضرت عیاض بن شداد فہری کے نکاح میں تھی (۲) فاطمہ بنت ابی امیہ یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی (۳) بروع بنت عقبہ یہ حضرت شماس بن عثمان کے نکاح میں تھی (۴) عزہ بنت عبدالعزیز یہ حضرت عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھی (۵) ھند بنت ابی جہل یہ حضرت ہشام بن عاص بن وائل کے نکاح میں تھی (۶) ام کلثوم بنت جرول یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی یہ سب عورتیں اسلام سے مرتد ہو گئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مسلمان شوہروں کو مال غنیمت سے ان عورتوں کے مہر پر خرچ ہونے والی رقوم ادا کر دیں۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۷۴-۷۵)

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ ف۱۶ اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ

ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے' بے شک وہ آخرت سے مایوس

الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬

ہو چکے ہیں جیسا کہ کفار' قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں ○ ۱۶

(۶۱) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۴ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الصف مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چودہ آیتیں دو رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

آسمانوں کی تمام چیزوں اور زمینوں کی تمام چیزوں نے اللہ کے لیے تسبیح کی ف۱ اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ

اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے ○ اللہ اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے

اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ

کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ○ ف۳ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ

فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ

قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ○ ف۴ اور (آپ یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:

يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا

اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو؟ ف۵ حالانکہ تم کو یقین ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں' پھر جب

ف۱۵ یہ فتح مکہ کے دن کا واقعہ ہے' جب نبی ﷺ مردوں کی بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا' اس وقت آپ صفا پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب اس پہاڑ کے نیچے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی' اس وقت ابوسفیان کی بیوی ھند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی' اس نے سر اٹھا کر کہا: اللہ کی قسم! آپ ہم سے اس چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ نے مردوں سے بیعت لی ہے' ہم نے آپ سے اس پر بیعت کر لی' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: تم چوری بھی نہیں کرو گی' ھند نے کہا: اللہ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں' مجھے نہیں معلوم کہ وہ مال میرے لیے حلال ہے یا نہیں' ابوسفیان نے کہا: ہاں! اس سے پہلے تم نے ماضی میں میرا جو مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی' نبی ﷺ نے پوچھا: تم ھند بنت عتبہ ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ میرے گزشتہ قصور معاف فرما دیں' اللہ آپ کو معاف فرمائے گا' آپ نے فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی' ھند نے کہا: کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو بھی قتل نہیں کرو گی' اس نے کہا: ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا' یہ سن کر حضرت عمر بہت ہنسے اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے' آپ نے فرمایا: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی پر بہتان لگاؤ گی' بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ نہ ہو۔ ھند نے کہا: اللہ کی قسم! بہتان بہت بُری چیز ہے اور آپ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں' پھر آپ نے فرمایا: اور تم دستور کے مطابق کسی کام میں نافرمانی نہیں کرو گی' یعنی اللہ کی اطاعت میں' اور نبی ﷺ نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع کیا اور فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔ ھند نے کہا: ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گی' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور اللہ سے ان کے لیے مغفرت طلب کیجئے' بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۵۳) ف۱۶ مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان نے کہا ہے کہ فقراء مسلمین یہود کو خبریں پہنچاتے تھے اور ان سے ملاپ رکھتے تھے' اسی وجہ سے یہود ان کو پھل وغیرہ دیتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان مسلمانوں کو ان سے منع فرمایا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہود آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں' کیونکہ یہود نے سیدنا محمد ﷺ کی تکذیب کی حالانکہ ان کو آپ کے صدق کا علم تھا اور ان کو یقین تھا کہ آپ برحق رسول ہیں' اس کے باوجود انہوں نے عناداً آپ کی رسالت کا انکار کیا' اس وجہ سے وہ آخرت میں اپنی نجات سے مایوس ہیں' جس طرح جو کافر مر کر قبروں میں پہنچ چکے ہیں وہ آخرت میں اپنی نجات سے مایوس ہیں' ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے لیے اجر و ثواب میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ مجاہد نے کہا: اس سے وہ کافر مراد ہیں جو آخرت کا معائنہ کر چکے ہیں۔ (الوسیط ج ۴ ص ۲۸۹)

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الصف: ف۱ الصف: ۱ میں ماضی کے صیغہ کے ساتھ فرمایا: "سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں نے اللہ کی تسبیح کی' اور الجمعہ: ۱ میں مضارع کے صیغہ کے ساتھ فرمایا: "يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" (الجمعہ: ۱) آسمانوں کی تمام چیزیں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں' اور الاعلیٰ: ۱ میں امر کے صیغہ کے ساتھ فرمایا: "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○" (الاعلیٰ: ۱) اپنے رب کے نام کی تسبیح کیجئے جو سب سے بلند ہے ○ ان مختلف صیغوں کے ساتھ تسبیح کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ماضی' حال اور مستقبل ہر زمانہ میں ہوتی ہے اور کبھی منقطع نہیں ہوتی ف۲ اس آیت کے شانِ نزول میں یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بیٹھے ہوئے مذاکرہ کر رہے تھے' ہم نے کہا: کاش! ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ (بقیہ صفحہ ۹۹۰ پر)

فَلَمَّا زَاغُوٓا أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٥﴾

انہوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ ۵

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ قَالُوا۟ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس (عظیم) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے ۵ پھر جب وہ رسول واضح دلائل کے ساتھ آ گئے تو (کافروں نے) کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے ○ ۶

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰٓ إِلَى ٱلْإِسْلَٰمِ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٧﴾

اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اس کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے ۷ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨﴾

وہ اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو ○ ۸

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هَلْ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو ○ ۹ اے ایمان والو! کیا میں

ع

ف۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہمارے نبی ﷺ کی آمد کی تبلیغ کی تاکہ جب آپ تشریف لے آئیں تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قرار پائے اور اس آیت میں نبی ﷺ کا نام احمد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور قیامت کے دن آپ اپنے رب کی ان کلمات سے حمد کریں گے جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی کسی نے حمد نہیں کی ہو گی ف۶ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ جب وہ کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ آ گئے تو بنی اسرائیل نے ان کے متعلق کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق سیدنا محمد ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے اپنی نبوت پر دلائل اور معجزات پیش کیے تو منکرین نے کہا: یہ کھلا ہوا جادو ہے ف۷ یعنی سب سے بُری چیز یہ ہے کہ کسی شخص کی بہتان تراشی اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے اور وہ جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ پر بہتان لگائے' یعنی ان پر دلائل سے واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں کہ اس نے آپ کو رسول نہیں بنایا اور ان کے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان لانے کی توفیق نہیں دے گا ف۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پر چالیس دن وحی نازل نہ ہوئی تو کعب بن اشرف نے کہا: اے یہودیو! تمہیں مبارک ہو (سیدنا) محمد (ﷺ) پر جو وحی کا نور نازل ہوتا تھا وہ بجھ چکا ہے اور اب ان کا نور پورا نہیں ہو گا' تو رسول اللہ ﷺ غمگین ہوئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس کے بعد مسلسل وحی نازل ہونے لگی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۵۳۰) بعض مفسرین نے کہا: اس سے مراد ہے: کفار اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں ف۹ یعنی سیدنا محمد ﷺ کو دین اسلام کی تبلیغ کے لیے دلائل اور معجزات کے ساتھ بھیجا تاکہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے حتیٰ کہ آخر زمانہ میں اسلام کے سوا اور کوئی دین نہیں ہو گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے' وہ عدل کے ساتھ حکومت کریں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور جزیہ ختم کر دیں گے اور ضرور اونٹنیاں کھلی چھوڑ دی جائیں گی اور ان کو کوئی نہیں پکڑے گا اور ضرور بغض' بخل اور حسد ختم ہو جائے گا اور مال لینے کے لیے لوگوں کو بلایا جائے گا اور کوئی مال کو قبول نہیں کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۲۲)

أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو درد ناک عذاب سے نجات دے O ف۱۰ تم اللہ اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ

رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو ف۱۱

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہوO وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ

داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

یہی بہت بڑی کامیابی ہےO ف۱۲ اور دوسری (نعمت بھی) جس کو تم پسند کرتے ہو عنقریب اللہ کی طرف سے مدد اور فتح

قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ

حاصل ہو گی اور مومنین کو بشارت دیجئے O ف۱۳ اے ایمان والو! اللہ (کے دین) کے مددگار بن

اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى

جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا: اللہ کی طرف میرے مددگار کون

اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ

ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں ف۱۴ پھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى

ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر کیا ف۱۵ پس ہم نے ایمان والوں کی

ف۱۰ ان آیتوں کی نظیر یہ آیت ہے: "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (التوبہ:۱۱۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز کے حصول کو تجارت کہتے ہیں' جس طرح تاجر کو تجارت تنگ دستی کی تکلیف سے نجات دیتی ہے اور جس طرح تجارت میں نفع اور نقصان ہوتا ہے' اسی طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتا ہے' اس کو بہت عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات ملتی ہے' اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا' اس کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوتا ہے' اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ دوزخ کے عذاب کے ڈر سے ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے دوزخ سے پناہ طلب کی ہے: "عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ" الحدیث۔ (صحیح البخاری:۶۳۷۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں دوزخ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اور جاہل صوفیاء دوزخ کے ڈر سے عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں ف۱۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے' اور جہاد تین قسم پر ہیں: (۱) اپنے نفس سے جہاد' اور اس کا معنی ہے: نفس کو مشقت میں ڈال کر مشکل عبادات انجام دینا (۲) نفس سے اس کی لذتوں اور شہوات کو چھڑا کر جہاد کرنا یعنی زبان' پیٹ اور شرم گاہ کو حرام چیزوں سے روک کر رکھنا (۳) مخلوق کے نفع کے لیے نفس سے جہاد کرنا' یعنی لوگوں سے طمع نہ کرنا اور اپنی چیزیں دوسروں کو دے کر ایثار کرنا یا کم از کم اپنی زائد چیزیں دوسروں کو دینا' اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا دنیاوی منافع کی بہ نسبت آخرت کے اجر و ثواب کے لحاظ سے بہتر ہے ف۱۲ الصف:۱۲ میں ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے پر مغفرت اور دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جنت کی طلب میں عبادت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے اور جاہل صوفیاء جنت کی طلب میں عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں ف۱۳ یعنی جہاد کے نتیجہ میں تم کو صرف آخرت کا اجر نہیں' دنیا میں بھی مال غنیمت حاصل ہوگا اور کافروں پر غلبہ حاصل ہوگا اور عنقریب فتح حاصل ہوگی اور فتح سے مراد فتح مکہ کی بشارت ہے یا فارس اور روم کی فتح کی بشارت' سو نبی ﷺ نے مومنوں کو جہاد کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کی بشارت دی' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا' (اللہ نے فرمایا:) وہ صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے لیے نکلا ہے' میں اس کا ضامن ہوں کہ میں اس کو اجر یا مال غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا یا میں اس کو جنت میں داخل کردوں گا۔ (صحیح البخاری:۳۶) ف۱۴ ایمان والے پہلے بھی اللہ کے دین کے مددگار تھے' اس کے باوجود ان کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے دین کے مددگار ہو جائیں' اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کے دین کی مدد کرنے پر ثابت قدم رہو اور جس طرح اب مدد کر رہے ہو' اس طرح ہمیشہ مدد کرتے رہنا۔ جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ عطاء نے کہا: یعنی اللہ کے دین کی کون مدد کرے گا؟ مقاتل نے کہا: یعنی اللہ کی طرف سے میری حفاظت کون کرے گا؟ بعض مفسرین نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ حکم دیا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی اس طرح مدد کریں جس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی تھی ف۱۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایمان لائے اور جن لوگوں نے ان کے زمانہ میں کفر کیا' کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تو ان کے تین فرقے ہو گئے' ایک فرقہ نے کہا: وہ خود اللہ تھے' پس اوپر چلے گئے' دوسرے فرقہ نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے تھے' اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور تیسرے فرقہ نے کہا: وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے' اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا اور وہی مسلمان تھے اور ہر فرقہ کی لوگوں نے اتباع کی اور کافر فرقوں نے متفق ہو کر مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کو اپنے علاقہ سے نکال دیا اور نصاریٰ اسی حال پر تھے

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿١٤﴾ ع

ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو مومن (کافروں پر) غالب آ گئے O ١٦

٦٢ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٠ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١١ | رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۃ الجمعہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیتیں دو رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمینوں میں ہے وہ (ساری کائنات کا) بادشاہ بے حد پاک

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

بہت غالب بے انتہاء حکمت والا ہے O وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَ

جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ١ اور بے شک

اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢﴾ لا وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا

وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے O اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی

يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

ان پہلوں سے نہیں ملے ٢ اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے جس کو

مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٤﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا

چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے O ٣ جن لوگوں کو تورات دی گئی

التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ

اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے ٤ ان

کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور پھر مسلمان کافروں پر غالب آ گئے ف١٦ مجاہد نے کہا: مؤمنین سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین ہیں' ابراہیم نے کہا: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے' جب انہوں نے ہمارے نبی ﷺ کی تصدیق کی تو ان کی حجت دوسروں پر غالب آ گئی کہ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ٢ / ٥ / ١٠

سورة الجمعہ: ف١ الجمعہ: ٢ میں رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان فرمائی ہیں: ایک صفت یہ ہے کہ آپ امیین کے رسول ہیں' اہل مکہ کو امیین کہا جاتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح اہل کتاب نہیں تھے' دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں اکثر لکھنے پڑھنے والے نہیں تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے پاس کتاب تھی نہ ان میں کوئی نبی بھیجا گیا تھا' تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے وہ اسی حالت پر تھے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ وہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے تھے' ان وجوہ کی وجہ سے ان کو امیین کہا جاتا تھا۔ دوسری صفت یہ ہے کہ آپ انہی میں سے تھے یعنی ان کے نسب سے تھے اور ان کی جنس سے تھے' قرآن مجید میں ہے: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ١٢٨) بے شک تمہارے پاس ایک عظیم رسول تم میں سے آئے ہیں۔ ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ'' (آل عمران: ١٦٤) بے شک اللہ نے مؤمنین پر احسان فرمایا کیونکہ اس نے ان ہی میں سے ان میں ایک (عظیم) رسول بھیجا۔ اور یہ اللہ کا احسان اس لیے ہے کہ اس نے نوع انسان اور بشر میں سے رسول بھیجے' فرشتے یا جن کو ان میں سے رسول بنا کر نہیں بھیجا' ورنہ انسان ان سے استفادہ نہ کر سکتے اور ان کے افعال ان کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ آپ ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور وہ دلائل بیان کرتے ہیں اور وہ معجزات پیش کرتے ہیں' جن سے آپ کی نبوت اور رسالت ثابت ہوتی ہیں' اور ان آیات سے احکام شرعیہ بیان کرتے ہیں۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ آپ ان کے باطن کو صاف کرتے ہیں' جن کے دلوں میں برسوں سے بت پرستی کی اور شرک کی محبت چڑھی ہوئی تھی' آپ کی نگاہ کیمیاء اثر سے ان کی کایا پلٹ گئی تھی اور وہ توحید کے متوالے بن گئے تھے' جو لوٹ مار' بدکاری اور قتل و غارت گری کے عادی تھے' ان کی سیرت رشک ملائکہ بن گئی اور وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے پیکر بن گئے تھے۔ پانچویں صفت یہ ہے کہ آپ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں' کتاب سے مراد ہے: قرآن مجید کی آیات اور حکمت سے مراد ہے: قرآن مجید کے معانی اور ان سے احکام شرعیہ کا استنباط اور اجتہاد یا حکمت سے مراد ہے: نبی ﷺ کے اقوال اور افعال اور آپ کی سنت مبارکہ اور قرآن مجید کے احکام کا عملی نمونہ ف٢ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' جب آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی' جب آپ نے یہ آیت پڑھی: ''وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ'' (الجمعہ: ٣) اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے۔ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ اس نے دو تین بار پوچھا: اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے' نبی ﷺ نے حضرت سلمان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر دین ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو فرزندان فارس وہاں جائیں گے اور دین کو حاصل کر لیں گے۔ (صحیح البخاری: ٤٨٩٨) امام ابوحنیفہ' امام ابوبکر رازی' امام فخر الدین رازی' امام مسلم نیشاپوری' امام حاکم نیشاپوری اور امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم نیشاپوری' یہ تمام فرزندان فارس تھے اور انہوں نے حدیث' تفسیر اور فقہ میں بہت کمال حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کے مطابق دین کی بلندیوں پر پہنچے۔ عکرمہ اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد تابعین ہیں' ابن زید نے کہا: اس سے مراد صحابہ کے بعد قیامت تک کے علماء ہیں۔ (معالم التنزیل ج ٥ ص ٨٢) ف٣ مقاتل بن حیان نے کہا: یعنی نبوت اللہ کا فضل ہے' وہ جس کو چاہے نبوت عطا فرماتا ہے' پس اس نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو نبوت کے ساتھ خاص فرما لیا اور مقاتل بن سلیمان نے کہا: اسلام اللہ کا فضل ہے' وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ٣ ص ٣٥٩) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ائمہ مجتہدین' علماء متقین اور اولیاء مسلمین کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے صفاء

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

لوگوں کی کیسی بری مثال ہے جنھوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور اللہ ظالموں کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ

نہیں دیتا ○ آپ کہیے: اے یہودیو! اگر تمہارا یہ گھمنڈ ہے کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر اللہ

لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا

صرف تمہارا دوست ہے پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ○ اور وہ

يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اپنے پہلے کیے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○ ف۵

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى

آپ کہیے: جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں ضرور پیش آنے والی ہے پھر تم اس کی

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا

طرف لوٹا دیے جاؤ گے جو ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے پس وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے ○ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى

ایمان والو! جب جمعہ ف۶ کے دن نماز (جمعہ) کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف

ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا

دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ○ ف۷ پھر جب

قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو

باطن اور کتاب و حکمت کی تعلیم کی جو نعمت عطا کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے' وہ جس کو چاہے یہ نعمت عطا فرماتا ہے' اسی طرح زہد و تقویٰ' عبادت اور ریاضت اور مال و دولت بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' وہ جسے چاہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے ف۵ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مثال گدھے کے ساتھ دی ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) گھوڑے اور خچر کی بہ نسبت گدھے پر زیادہ بوجھ لادا جاتا ہے (۲) گدھے میں جہل اور حماقت کا معنی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ ظاہر ہے (۳) عرف میں دوسرے جانوروں کی بہ نسبت گدھے کو زیادہ حقیر سمجھا جاتا ہے (۴) کتابوں کے لیے "اسفار" کا لفظ فرمایا ہے اور کتابوں کو جس جانور پر لادا جائے' اس کے لیے لفظ "حمار" میں اسفار کے ساتھ لفظی مجانست اور مشاکلت ہے ف۶ الجمعۃ: ۷-۶ میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ یہودی کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' یہودی قرآن مجید کے اور ہمارے نبی ﷺ کے مخالف اور دشمن تھے' انہیں چاہیے تھا کہ وہ قرآن مجید کو اور ہمارے نبی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کہتے کہ لو ہم موت کی تمنا کر رہے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا' انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی' یہودیوں کا بطلان ظاہر ہو گیا اور قرآن مجید کی پیش گوئی سچی ہو گئی اور ہمارے نبی ﷺ کی نبوت اور رسالت کی حقانیت آشکار ہو گئی ف۶ جمعہ کی فضیلت میں

ع ۸ ۱۱

یہ حدیث ہے: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' پھر دوسری بار آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے' میں نے کہا: نہیں' پھر آپ نے تیسری یا چوتھی بار میں فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم کی تخلیق کو جمع کیا گیا' اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں جائے' پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد کے جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا' بہ شرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔ (مسند احمد: ۲۳۷۲۹) ف۷ سعی کی تفسیر میں چار قول ہیں: (۱) دل سے نیت کرنا (۲) نماز جمعہ کی تیاری کرنا یعنی غسل کرنا (۳) اذان کی آواز پر لبیک کہنا (۴) بغیر بھاگے ہوئے نماز کی طرف پیدل چل کر جانا۔ (النکت والعیون ج۶ ص۹) سعی کب واجب ہے اس کے متعلق زیادہ صحیح یہ قول ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے' اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی ہے۔
(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۳۵)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً

اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو O ۸ اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ

اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا' آپ کہیے: اللہ کے پاس جو (اجر) ہے

مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ ع

وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے O ۹

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۱۱ — رکوعاتھا ۲

سورۃ المنافقون مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیتیں دو رکوع ہیں

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ

(اے رسول مکرم!) جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں ۱ تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول

يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱﴾ ج

ہیں' اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہوں کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں O

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا' پس اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکا' بے شک یہ بہت

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى

بُرا کام کر رہے ہیں O ۲ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے' پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کر دیا ۳ سو ان کے

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ

دلوں پر مہر لگا دی گئی تو وہ سمجھتے نہیں ہیں O ۴ اور (اے مخاطب!) جب تم انہیں دیکھو گے تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگیں گے

ف۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد خرید و فروخت کرنا واجب ہے' کیونکہ اس سے پہلی آیت میں نماز جمعہ کے وقت خرید و فروخت سے منع فرمایا تھا اور کسی کام کی ممانعت کے بعد جب اس کا امر کیا جائے تو وہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا ہے' بلکہ اباحت کے لیے ہوتا ہے' جیسے حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا' پھر شکار کرنے کا امر فرمایا تو یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے اباحت کے لیے ہے' قرآن مجید میں ہے: "اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" (المائدہ:۱) تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کی تلاوت کی جائے گی مگر حالت احرام میں شکار کرنے والے نہ بننا۔ اس آیت میں حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا۔ اور دوسری آیت میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا ہے: "وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا" (المائدہ:۲) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔ اس آیت میں بھی چونکہ شکار کرنے کا حکم ممانعت کے بعد ہے' اس لیے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت اور اباحت کے لیے ہے ف۹ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' اچانک غلہ کا ایک قافلہ آ گیا' پس لوگ اس قافلہ کی طرف اٹھ کر چلے گئے' تب یہ آیت (الجمعہ:۱۱) نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری:۴۸۹۹) صحابہ کرام کا خطبہ چھوڑ کر جانا خطبہ جمعہ سننے کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا جیسا کہ اس حدیث میں ہے: مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے نماز جمعہ پڑھتے تھے' جس طرح عیدین کی نماز میں ہوتا ہے' ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص نے آ کر بتایا کہ دحیہ بن خلیفہ مالِ تجارت لے کر آیا ہے' اس کے آنے پر دف بجایا جاتا تھا' سو لوگ اٹھ کر چلے گئے' ان کے گمان میں خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا (اور وہ نماز پڑھ چکے تھے)۔ تب اللہ تعالیٰ نے (سورۂ جمعہ کی مذکورہ) آیت نازل کی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ کو مقدم کر دیا اور نمازِ جمعہ کو خطبہ سے مؤخر کر دیا' پھر کوئی شخص خواہ نکسیر پھوٹ جائے یا وضو ٹوٹ جائے' آپ سے اجازت لیے بغیر دورانِ خطبہ نہیں جاتا تھا' ایسی صورت میں وہ انگلی سے اشارہ کر کے اجازت لیتے تھے۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۷) قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ المنافقون: ف۱ المنافقون:۱ میں "المنافقون" کا لفظ ہے' اس کا مادہ "نفق" ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں سرنگ بنانا' ایک سوراخ سے جنگلی چوہا سرنگ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے سوراخ سے نکل جاتا ہے۔ (المنجد ص ۱۰۳۸) نفاق کا اصطلاحی معنی ہے: ایک طریقہ سے اسلام میں داخل ہونا اور دوسرے طریقہ سے نکل جانا' منافق زبان سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دل سے اسلام سے نکل جاتا ہے۔ نفاق سازش اور دھوکا کی جنس سے ہے' وہ خیر کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے دل میں شر ہوتا ہے۔ (موسوعہ نضرۃ النعیم ج ۱۱ ص ۵۶۰۴) ف۲ عبداللہ بن ابی نے کہا تھا: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں اور اس نے کہا تھا: اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا' ذلت والوں کو وہاں سے نکال دے گا' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے یہ کہا تھا' تو انہوں نے جھوٹی قسمیں کھالیں کہ ہم نے یہ نہیں کہا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا' اور فرمایا: اور اللہ کے راستہ سے روکا' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے اپنے نفسوں کو روکا اور اعراض کیا اور فرمایا: بے شک یہ بہت بُرا کام کر رہے ہیں' یعنی انہوں نے ایمان لانے پر کفر کو ترجیح دی' اور ان کے دل میں جو مسلمانوں کے خلاف بغض تھا' اس کو چھپایا ف۳ اس آیت میں فرمایا: وہ ایمان لائے' پھر انہوں نے کفر کیا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منافقین تو شروع سے ایمان لائے ہی نہیں تھے' پھر اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ وہ ایمان لائے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اپنے کفر کو چھپایا اور زبان سے ایمان لائے' پھر انہوں نے اپنے دل کے کفر کو ظاہر کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے سامنے اپنے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور تنہائی میں اپنے ساتھیوں کے سامنے کفر کو ظاہر کرتے تھے ف۴ چونکہ منافقین دانستہ اسلام

وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ

اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات سنو گے ۵ گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں ۶

یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ

وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں' یہی (حقیقی) دشمن ہیں' سو تم ان سے خبردار رہو' اللہ انہیں

اللّٰهُ ؗ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ

ہلاک کرے ۷ یہ کہاں اوندھے جا رہے ہیں○ ۷ اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت

اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵

طلب کریں تو یہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر سے اپنے آپ کو روکتے ہیں○ ۸

سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ

ان کے حق میں برابر ہے خواہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں' اللہ ان کی ہرگز مغفرت

اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۶ هُمُ الَّذِیْنَ

نہیں کرے گا ۹ اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا○ یہ وہی لوگ ہیں

یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى یَنْفَضُّوْا ؕ

جو کہتے تھے: ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں

وَلِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ

اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام خزانے اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں' لیکن منافقین

لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۷ یَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ

نہیں سمجھتے○ وہ کہتے ہیں کہ اگر (اب) ہم مدینہ واپس گئے تو ضرور عزت والا' ذلت والے کو

لانے سے اعراض کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرتے تھے اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ف۵ ان سے مراد عبد اللہ بن ابی' مغیث بن قیس اور جد بن قیس وغیرہ منافقین ہیں' یہ بہت دراز قد اور حسین و جمیل تھے اور جب وہ کہیں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ان کی بات سنیں گے ف۶ اس آیت میں منافقین کو لکڑی کے اس شہتیر سے تشبیہ دی ہے جو دیوار کے سہارے کھڑا ہو اور لکڑی کے شہتیر میں عقل ہوتی ہے نہ سمجھ ہوتی ہے' اسی طرح منافقین میں بھی کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے اور نہ کوئی بصیرت ہے اور یہ فرمایا: گویا وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے ہیں' یعنی ان میں اتنی جرأت اور ہمت نہیں ہے کہ وہ از خود لوگوں کے درمیان رہ سکیں اور وہ کسی نہ کسی کے سہارے رہتے ہیں' نیز منافقین کو لکڑی کے ایسے شہتیر سے جو دیوار کے سہارے کھڑا رہتا ہے' تشبیہ دینے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) لکڑی کے شہتیر میں کوئی منفعت ہو تو وہ یا تو ستون ہوتا ہے یا چھت میں ہوتا ہے اور دیوار کے سہارے اس ستون کو کھڑا کیا جائے گا جو ستون بنانے کے قابل ہو نہ چھت میں لگانے کے' اور بالکل بے مصرف اور بے فائدہ ہو' سو اسی طرح منافقین بھی بے مصرف اور بے فائدہ ہیں (۲) جو لکڑی دیوار کے سہارے کھڑی ہو' وہ اصل میں تروتازہ شاخ ہوتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت ہوتی ہے' بعد میں وہ لکڑی سوکھ جاتی ہے اور بے فائدہ ہو جاتی ہے' اسی طرح منافقین بھی اصل میں اس قابل تھے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے' بعد میں اپنے غلط کرتوتوں کی وجہ سے بے فائدہ اور بے فیض ہو گئے (۳) لکڑی ایندھن بنتی ہے اور کفار اور منافقین بھی جہنم کا ایندھن ہیں۔ قرآن مجید میں کفار کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء: ۹۸) تم خود اور جن چیزوں کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں (۴) جو لکڑی یا شہتیر دیوار کے سہارے ہو اس کی دو طرفیں ہوتی ہیں: ایک طرف زمین سے ملی ہوتی ہے اور دوسری اوپر کی جانب ہوتی ہے' اسی طرح منافقین کی بھی دو طرفیں ہیں' ایک طرف سے یہ مؤمنوں کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی دوسری طرف منافقوں سے ملی ہوئی ہے اور اس طرف سے یہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوتے ہیں ف۷ یہ بددعا کا کلمہ ہے' اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کو بددعا دے' اس فقرے کا محمل یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے متعلق یہ کہنا چاہیے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۷ ۵۴) ف۸ جب قرآن مجید نے منافقین کے کرتوت بیان کیے تو مسلمان ان کے قبائل کے پاس گئے اور کہا: تم پر افسوس ہے کہ تم نے نفاق کر کے اپنے آپ کو رسوا اور ہلاک کر دیا' پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور نفاق پر توبہ کرو اور آپ سے سوال کرو کہ آپ ہمارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے سر ہلایا اور انکار کیا اور توبہ کرنے سے بے رغبتی کا اظہار کیا۔ (زاد المسیر ج ۸ ص ۲۷۶) ف۹ اس آیت: ۴۴ کی تفسیر التوبہ: ۸۰ میں گزر چکی ہے۔

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ

وہاں سے نکال دے گا' حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے

لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۠ ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ

لیکن منافقین نہیں جانتے O ف۱ اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد

اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ

تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی لوگ

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

نقصان اٹھانے والے ہیں O اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ

اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ

(ہماری راہ میں) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے' پھر وہ کہے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے

قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ

کچھ اور دنوں کی مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں سے ہو جاتا O ف۱۱ اور جب کسی شخص کی مقرر مدت کا وقت

نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

آ جاتا ہے تو اللہ اس کی روح (قبض کرنے) کو ہرگز مؤخر نہیں کرتا' اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O

۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۸ اٰیاتُها ۲ رُکُوْعَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ التغابن مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھارہ آیتیں دو رکوع ہیں

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ

آسمانوں کی تمام چیزیں اور زمینوں کی تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں ف۱ اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے

ف۹ عزت تکبر کے مغائر ہے اور مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلت میں رکھے' پس مؤمن کی عزت یہ ہے کہ اس کو اپنی حقیقت کی معرفت حاصل ہو اور وہ اپنے آپ کو دنیا کی عارضی منفعت سے بچائے رکھے اور تواضع کرے اور جو انسان تکبر کرتا ہے' وہ اپنی حقیقت سے جاہل ہوتا ہے' پس عزت صورت کے اعتبار سے تکبر کے مشابہ ہے اور حقیقت کے اعتبار سے تکبر کے خلاف ہے' جیسا کہ تواضع بہ ظاہر ذلیل ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ذلت کے خلاف ہے اور تواضع محمود ہے اور ذلت مذموم ہے اور تکبر مذموم ہے اور عزت محمود ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا: "فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَO" (الاحقاف: ۲۰) پس آج تم کو ذلت والا عذاب چکھایا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور فسق کرتے تھےO اور اس میں یہ خفیف اشارہ ہے کہ وہ عزت جس میں کبریائی اور بڑائی ہو' وہ صرف اللہ کا حق ہے اور مؤمنوں کے لیے جو عزت ہے وہ کبریائی اور بڑائی کی آمیزش سے خالی ہے اور تواضع اور انکسار کو متضمن ہے اور کفار اور منافقین کے لیے کسی قسم کی کوئی عزت نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۴۹) ف۱۱ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں "ذکر اللہ" سے مراد حج اور زکوٰۃ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد دائمی طور پر ذکر کرنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام فرائض ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حج بیت اللہ کر سکے یا جس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ حج نہ کرے اور زکوٰۃ نہ دے تو وہ موت کے وقت مہلت کا سوال کرتا ہے' ایک شخص نے کہا: اے ابن عباس! اللہ سے ڈریئے' دوبارہ دنیا میں لوٹنے کا سوال تو صرف کافر کرتے ہیں' اس پر حضرت ابن عباس نے اس کے سامنے المنافقون: ۱۱-۹ آیات کی تلاوت کی۔ اس شخص نے پوچھا: زکوٰۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: دو سو درہم پر' اس نے پوچھا: حج کس شخص پر واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس زادِ راہ اور سواری ہو۔ (سنن الترمذی: ۳۳۱۶) نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں قصداً تاخیر کی تو یہ بالاتفاق گناہ ہے' لیکن حج کی ادائیگی میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسے ہی مسلمان زادِ راہ' سواری اور دیگر ضروری اخراجات پر قادر ہوا' اس پر اسی سال حج فرض ہو جاتا ہے اور اگر اس سال اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو گناہ گار ہو گا' اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے اور ضروری نہیں ہے کہ جس سال وہ حج کے اخراجات پر قادر ہوا' اسی سال اس کو موت آ جائے' اس لیے اگر اس نے حج میں تاخیر کی اور اس سال حج نہیں کیا تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۴۱۷)

قد تمت السورة فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ التغابن: ف۱ زمین و آسمان کی ہر چیز زبانِ حال سے بھی اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور زبانِ قال سے بھی اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہےO وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ہے

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

پس بعض تم میں سے مومن ہیں اور بعض تم میں سے کافر ہیں ۲ اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہےO

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ

اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت حسین صورتیں بنائیں ۳

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ

اور اسی کی طرف لوٹنا ہےO وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور وہ جانتا ہے

مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

جو کچھ چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو (بھی) خوب جاننے والا ہےO

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا تھا ۴ انہوں نے اپنے کرتوتوں کی

اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

سزا (دنیا میں) چکھ لی اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہےO اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا

واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہا: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے! پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیرا ۵ اور اللہ نے

وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ

ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اللہ بے نیاز ہے تعریف کیا ہوا O کافروں کا یہ باطل گمان ہے کہ

ف ۲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہر اس چیز کا ذکر کیا جو ہونے والی ہے اور بتایا کہ لوگ مختلف طبقات میں پیدا ہوں گے' ایک شخص مؤمن پیدا ہوگا اور بہ طور مؤمن زندگی گزارے گا اور بہ طور مؤمن مرے گا اور ایک شخص کافر پیدا ہوگا اور بہ طور کافر زندگی گزارے گا اور بہ طور کافر مرے گا اور ایک شخص مؤمن پیدا ہوگا اور بہ طور مؤمن زندگی گزارے گا اور بہ طور کافر مرے گا اور ایک شخص بہ طور کافر زندگی گزارے گا اور بہ طور مؤمن مرے گا۔ (کنز العمال: ۷-۳۲۴۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرعون کو اس کی ماں کے پیٹ میں کافر پیدا کیا اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو ان کی ماں کے پیٹ میں مؤمن پیدا کیا۔ (الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۶) ف ۳ مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا۔ (سنن الترمذی: ۳۲۳۳) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی حسین صورت ہے اور ان کی اولاد بھی ان کی صورت پر ہے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍO'' (التین: ۴) بے شک ہم نے انسانوں کو سب سے حسین صورت پر پیدا کیاO سب حیوان سر جھکا کر چلتے ہیں اور انسان سر اٹھا کر چلتا ہے' سب حیوان اپنا منہ کھانے تک لے جاتے ہیں اور انسان کھانا اپنے منہ تک لے جاتا ہے۔ یہ عزت اور سرفرازی صرف انسان کو حاصل ہے' سب حیوانوں کی کمر جھکی ہوئی ہے اور انسان کی کمر سیدھی ہے ف ۴ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ کافر کفر کریں گے' پھر ان کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ضرور حکمت ہے' لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم کو اس حکمت کا علم بھی ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۵۲) حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے فرمایا کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی صفت قہر اور غضب کا ظہور ہو' جیسا کہ بعض روایات میں ہے: میں چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ (اللآلی المنثورہ للزرکشی: ۱۱۳) سو مؤمنوں کو پیدا کرنے سے اس کی صفت رحمت کا ظہور ہوا اور کافروں کو پیدا کرنے سے اس کی صفت غضب کا ظہور ہوا ف ۵ ان کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بشریت کو رسالت کے منافی سمجھا اور پتھر کے بتوں کو الوہیت کے منافی نہیں سمجھا' انہوں نے رسولوں کی رسالت کا انکار کیا اور اللہ کی اطاعت اور عبادت سے منہ پھیرا اور لا پرواہی برتی۔ انہوں نے رسولوں کی تحقیر کرتے ہوئے کہا: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے اور یہ نہیں جانا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے رسالت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔ رسولوں کی بشریت کا انکار کفر ہے' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں: اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے کافر ہے' قال تعالیٰ: ''قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًاO'' (بنی اسرائیل: ۹۳) آپ کہیے: میرا رب ہر عیب سے پاک ہے' میں صرف بشر رسول ہوںO (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۷) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے' آپ کو افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے: یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو' سو اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴) جب کسی شخص کی صفات ذکر کی جائیں تو ان صفات کا ذکر کرنا چاہیے جن میں وہ دوسروں سے ممتاز ہو' اسی وجہ سے جب صحابہ نے کہا: کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے (یعنی بعد کے لوگ)۔ (صحیح مسلم: ۲۴۹) آپ نے صحابہ کو بھائی کہنا پسند نہیں فرمایا کیونکہ اس صفت میں بعد کے لوگ بھی مشترک ہیں اور ان کو اصحاب فرمایا' کیونکہ یہی ان کا امتیازی وصف ہے تو آپ کو صرف بھائی کہنا کس طرح درست ہوگا' جس وصف میں نہ صرف عام مسلمان بلکہ کافر بھی مشترک ہیں۔ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو' تو سب سے حسین صلوٰۃ پڑھو' کیونکہ تم کو معلوم نہیں یہ صلوٰۃ آپ پر پیش کی جاتی ہے' لوگوں نے کہا: آپ ہمیں سکھائیں ہم کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

لَنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ

ان کو مرنے کے بعد اٹھایا نہیں جائے گا' آپ کہیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم کو ضرور بہ ضرور اٹھایا جائے گا۶ پھر تم کو تمہارے

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ

کرتوتوں کی ضرور بہ ضرور خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے○ سو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو

اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ

ہم نے نازل کیا ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے○ جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن جمع فرمائے گا

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ

وہی دن (کفار کے) نقصان کا دن ہے' اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اللہ ان کے

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

گناہوں کو ان سے مٹا دے گا اور ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ ۹ اور جن لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ

اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہی دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ

الْمَصِيْرُ ۝۱۰ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

کیا برا ٹھکانا ہے○ جس شخص کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے اذن سے پہنچتی ہے' ۹ اور جو

يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيْعُوا

شخص اللہ پر ایمان رکھے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے گا' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے○ اور اللہ کی

وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ "الحدیث۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۰۶)

ف۶ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار تو قیامت اور حشر اور نشر کو مانتے ہی نہیں' ان پر یہ آیت کیسے حجت ہوگی کہ ان کو اٹھایا جائے گا اور ان کو ان کے اعمال کی ضرور خبر دی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کو یہ علم تھا کہ نبی ﷺ اللہ کو مانتے ہیں اور جب آپ اللہ کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ ان کو ضرور اٹھایا جائے گا اور ان کو ضرور ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی تو ضرور یہ سچی خبر ہے ورنہ آپ قسم کھا کر یہ بات نہ کہتے ف۷ قیامت کے دن کو "یوم الجمع" فرمایا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو' انسانوں اور جنات کو' آسمان والوں کو اور زمین والوں کو جمع فرمائے گا' ایک قول یہ ہے کہ اس دن بندے کو اس کے اعمال کے ساتھ جمع فرمائے گا' نیز یہ کہ اس دن اللہ تعالیٰ مومنوں اور کافروں کو جمع فرمائے گا نیز قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ نے "یوم التغابن" فرمایا' "غبن" کا معنی ہے: کسی کو نقصان پہنچانا' جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز معروف نرخ سے زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے ساتھ غبن کیا ہے' یعنی اس کو نقصان پہنچایا ہے۔ قیامت کے دن کافروں کو پتا چلے گا کہ دنیا میں انہوں نے اپنی جانوں کو کفر اور سرکشی کی جس قیمت پر فروخت کیا تھا' یہ گھاٹے کا سودا تھا اور اس تجارت میں انہوں نے اپنے ساتھ غبن کیا تھا: "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ○" (البقرہ: ۱۶) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خرید لی' پس ان کی تجارت نے ان کو نفع نہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت یافتہ تھے○ اسی طرح جن مسلمانوں نے اپنی جانوں کو نفسانی خواہشوں اور گناہوں کے عوض فروخت کر دیا' ان کو بھی قیامت کے دن پتا چلے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ غبن کیا ہے' اسی طرح جن مسلمانوں نے کم عبادت کی یا کم شکر ادا کیا اور اپنی جانوں کو آرام طلبی اور سستی کے عوض فروخت کر دیا' ان کو بھی قیامت کے دن پتا چلے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ غبن کیا ہے ف۸ یعنی جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیغام کے مطابق قیامت اور حشر و نشر پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور ان کو جنتوں میں داخل فرما دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں ف۹ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار نے کہا: اگر مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ ان کو دنیاوی مصائب سے محفوظ رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: مسلمانوں کو ان کی جان' ان کی اولاد اور ان کے اموال میں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اللہ کے فیصلہ سے پہنچتی ہے اور جو مسلمان اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں تو اللہ ان کے دلوں کو صبر کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور وہ مصیبت کے وقت کہتے ہیں: "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ○" (البقرہ: ۱۵۶) اور اللہ ان کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ یہ یقین رکھیں کہ جو مصیبت ان پر آئی ہے' وہ ان سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جس مصیبت سے وہ بچ گئے ہیں وہ ان پر آ نہیں سکتی تھی۔

اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے منہ پھیرا تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف (احکام کو)

الْمُبِیْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

وضاحت سے پہنچا دینا ہے O اللہ (ہی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اللہ پر ہی مؤمنوں کو توکل کرنا چاہیے O

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ

اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں

فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

سو ان سے ہوشیار رہو ۱۱ اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا

رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ

بے حد رحم فرمانے والا ہے O تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہیں ۱۲ اور اللہ ہی کے پاس

عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا

اجر عظیم ہے O ۱۳ پس تم جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو ۱۴ اور (احکام) سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو

خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور جو لوگ اپنے نفسوں کے بخل سے بچا لیے گئے تو وہی لوگ اخروی کامیابی پانے والے ہیں O

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمہارے لیے اس (کے اجر) کو دگنا کر دے گا اور تم کو بخش دے گا ۱۵ اور اللہ

شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾

نہایت قدر دان بہت حلم والا ہے O وہ ہر غیب اور شہادت (باطن اور ظاہر) کو جاننے والا بہت غالب بے حد حکمت والا ہے O ۱۶

ع ۲ / ۱۶

ف۱۰ یعنی مصائب کا مردانہ وار سامنا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں مشغول رہو اور قرآن و سنت کے موافق عمل کرتے رہو اور اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انحراف کیا تو جان لو کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تم سے جبراً اطاعت کرانا نہیں ہے' ان کے ذمہ تو صرف وضاحت کے ساتھ احکام کو پہنچا دینا ہے ف۱۱ یہ آیت حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' ان کی بیوی اور اولاد تھی اور جب وہ جہاد کے لیے جانے لگتے تو رونے لگتے اور کہتے: ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں کچھ مسلمان ہوئے' پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی بیویوں اور ان کی اولاد نے ان کو ہجرت کرنے سے منع کیا اور روکا (تو یہ آیت نازل ہوئی)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۴) قتادہ نے کہا: تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں بعض وہ ہیں جو تمہیں نیکی کا حکم دیتے نہیں ہیں اور برائی سے نہیں روکتے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۳۶۹) ف۱۲ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے' اس وقت حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آئے' وہ دو سرخ قمیص پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے' نبی ﷺ منبر سے اترے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا' پھر کہا: اللہ عزوجل نے سچ فرمایا ہے: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو صرف آزمائش ہے' میں نے بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات منقطع کی اور ان کو اٹھایا' اس کے بعد آپ نے خطبہ شروع کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۰۹) ف۱۳ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل اہل جنت سے ارشاد فرمائے گا: اے جنت والو! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں' اللہ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے: ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے' تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے افضل نعمت عطا نہ کروں؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے افضل اور کون سی نعمت ہوگی؟ اللہ سبحانہ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا حلال کر دیتا ہوں' اس کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح البخاری: ۶۵۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے لیکن یہ نعمت جنت میں حاصل ہوگی' اس لیے مسلمان جنت کی طلب کریں اور جنت میں اللہ کی رضا کو طلب کریں ف۱۴ یعنی مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق تقویٰ کے حصول کی کوشش کرے ف۱۵ یعنی اگر تم اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی اطاعت میں اپنے اموال کو خرچ کرو گے تو وہ تم کو دگنا چوگنا اجر عطا فرمائے گا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تم کو سات سو گنا اجر عطا فرمائے گا۔ (البقرہ: ۲۶۱) اور قرض حسنہ کی تفسیر یہ ہے کہ مال حلال سے صدقہ کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ خوش دلی سے صدقہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اس کو قرض دو' یہ اس کا انتہائی لطف و کرم ہے کیونکہ بندہ جو کچھ اس کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اسی کا دیا ہوا مال تو ہے' بندہ کا ذاتی مال تو نہیں ہے' نیز اس آیت میں اسناد مجاز عقلی ہے' حقیقت میں تو مال ضرورت مندوں کو دیا جائے گا اور اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ کو قرض دو' جس طرح کہا جاتا ہے کہ غوث اعظم نے بیٹا دیا' حالانکہ حقیقت میں اللہ نے بیٹا دیا ہے ف۱۶ اس آیت میں ''شکور'' کا لفظ ہے' اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کو خرچ کرنا اس مال کا شکر ادا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ شکور ہے یعنی شکر کی بہت زیادہ جزا دینے والا ہے اور وہ بہت حلیم ہے یعنی تمہاری کوتاہیوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا اور تم کو مہلت دیتا رہتا ہے۔ قد تمت السورة فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

(۶۵) سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۹) — اٰیاتُہا ۱۲ — رکوعاتُہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الطلاق مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بارہ آیتیں دو رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا

اے نبی مکرم! (مومنوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت)

الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا

میں ان کو طلاق دو[1] اور عدت کا شمار رکھو[2] اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے تم ان کو (دورانِ عدت) ان کے

يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں[3] سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی

اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ

حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا[4] تم کو معلوم نہیں

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝۱ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے ۝ پھر جب وہ تکمیل عدت کو پہنچنے لگیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ

تو ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا ان کو دستور کے مطابق جدا کر دو[5] اور اپنے دو نیک آدمیوں

عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لیے گواہی دو[6] یہ ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ

جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ

منزل ۷

سورۃ الطلاق: ف۱ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ نبی علیہ السلام کو نداء کی گئی ہے اور خطاب میں آپ کی امت بھی شامل ہے اور جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس آیت میں حکم عام ہے اور حکم سے مراد حکم شرعی ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ جب وہ اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کریں تو ان ایام میں طلاق دیں جن ایام میں مدت محقق ہو سکے اور نبی علیہ السلام کو نداء کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے امام اور مقتدیٰ ہیں اور جب آپ کو جمع کے صیغہ کے ساتھ خطاب کیا گیا تو آپ کی امت بھی اس میں داخل ہو گئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے نبی! آپ مسلمانوں سے کہیے کہ جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت میں طلاق دو یعنی سنت کے مطابق انہیں طلاق دو اور طلاق بر طریقہ سنت دو صورتوں میں ہے: ایک صورت کا تعلق وقت سے ہے اور وہ یہ ہے کہ طلاق اس طہر میں دی جائے جس طہر میں اس نے بیوی سے جماع نہ کیا ہو یا اس کی بیوی حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو اور طلاق سنت کی دوسری صورت کا تعلق عدد کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے اور وقت کی شرط اس شخص کے لیے ہے جو عدت کے لیے طلاق دے ورنہ جس عورت کی عدت نہیں ہے اس کو طلاق دینے کے لیے خاص وقت کی شرط نہیں ہے۔ جو مباشرت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے اُن کے لیے اپنی بیوی کو حیض میں بھی طلاق دینا جائز ہے ف۲ عدت کا لغوی معنی ہے: گننا اور عورت کی عدت ان ایام کو کہتے ہیں جن کے گزرنے کے بعد اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے: غیر حاملہ عورت کی عدت تین حیض ہے اور جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے اور عدت وفات چار ماہ دس دن ہے اور عدت وفات اور عدت طلاق میں ایام کو گننے کے لیے قمری تاریخوں کا حساب رکھنا ہو گا ف۳ اس آیت میں شوہروں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ دورانِ عدت اپنی بیویوں کو گھروں سے نکالیں اور عورتوں کو بھی از خود نکلنے سے منع فرمایا ہے اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دورانِ عدت عورتوں کو رہائش فراہم کرنا واجب ہے کیونکہ جن گھروں سے عورتوں کے نکالنے کو منع فرمایا ہے یہ وہ گھر ہیں جن میں عورتیں طلاق سے پہلے رہتی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عورتوں کو انہی گھروں میں رکھا جائے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۴) ف۴ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس نے خلافِ سنت طلاق دی اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' کیونکہ اس سے پہلے فرمایا ہے: جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (طہر بلا مباشرت) میں ان کو طلاق دو' سو جس نے ان کے خلاف کیا یعنی حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی جس میں وہ اس سے جماع کر چکا ہو تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا' نیز سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے' سو جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں' اس نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا ف۵ اچھائی کے ساتھ عورتوں کو روک لینے کا معنی یہ ہے کہ شوہر طلاق سے رجوع کرے اور نکاح کے تمام تقاضے پورے کرے اور بیوی کے تمام حقوق ادا کرے اور دستور کے مطابق چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ اگر اس نے ایک طلاق دینے کے بعد رجوع نہیں کیا حتیٰ کہ تین حیض گزر گئے تو اب بائنہ ہو گئی اور اس کے نکاح سے نکل گئی تو اب دستور کے مطابق اس کا مہر اور اس کے جہیز کا وہ سامان جو شوہر کو ہبہ نہیں کیا تھا اور اس عورت کی ملکیت تھا' وہ سامان اس کو دے کر رخصت کر دے ف۶ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو فراق اور رخصت کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طلاق دینے کے بعد بیوی کو اسی حال پر چھوڑ دے حتیٰ کہ عدت گزر جائے اور اب اس کو رخصت کرنا صحیح ہے' خواہ اس وقت گواہ نہ بنائے بعد میں بنا لے' اللہ تعالیٰ نے جو رجوع کرنے اور رخصت کرنے پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے یہ احتیاطاً ہے تا کہ کوئی یہ تہمت نہ لگائے کہ اس نے طلاق سے رجوع نہیں کیا یا بیوی کو دستور کے مطابق رخصت نہیں کیا۔

مَخْرَجًا ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

پیدا کر دیتا ہے ○ ے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا' ۸ اور جو اللہ پر توکل

عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ

کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے' بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے' بے شک اللہ نے ہر چیز

شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ

کا ایک اندازہ رکھا ہے ○ ۹ اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی

ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَاُولَاتُ

عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے' اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدت ہے)

الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے ۱۰ اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں

لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿۴﴾ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ

آسانی کر دے گا ○ ۱۱ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے' اور جو اللہ سے

اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿۵﴾ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ

ڈرے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا ○ ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی

حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ان کو تکلیف

عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى

نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کو خرچ دو ۱۲ اور اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو)

ف۷ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت کو جانتا ہوں کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ آیت انہیں کافی ہو گی' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا○'' (الطلاق:۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے○ (سنن ابن ماجہ:۴۲۲۰) ف۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا کے شبہات سے اور موت کی سختیوں سے اور قیامت کی شدتوں سے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۴۰) اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے' جہاں سے رزق کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا ف۹ ہر چیز کے اندازہ سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت اور اس کا انجام مقرر ہے' اس لیے یہ واجب ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور تمام معاملات اس کے سپرد کر دے ف۱۰ اس آیت میں ان عورتوں کی عدت کا بیان ہے جن کو نابالغہ ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا' بایں طور کہ کسی عورت کی عمر نو سال سے کم ہو' اس کی عدت تین ماہ ہے' اسی طرح جو عورت بوڑھی ہو اور سن ایاس کو پہنچ چکی ہو' اس کی عدت بھی تین ماہ ہے' یا جو عورت بالغہ ہو گئی ہے اور بار بار حیض آنے کے بعد اس کا طہر دائم ہو اور بوڑھی ہونے تک اس کو دوبارہ حیض نہ آیا ہو' اس کی عدت بھی تین ماہ ہے اور مہینوں کا اعتبار چاند کی تاریخوں کے حساب سے ہوگا۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۵۱) رہی عدت حمل تو اس کی مقدار اتنی ہے جتنی مدت وضع حمل میں رہ گئی ہے' خواہ کم ہو یا زیادہ حتیٰ کہ عدت کے واجب ہونے کے ایک دن یا ایک گھنٹہ بعد بھی ولادت ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ (بدائع الصنائع ج ۴ ص ۴۳۰) ف۱۱ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو آسان بنا دے گا اور اس کو نیک اعمال کی توفیق دے گا' عطاء نے کہا: اللہ اس کی دنیا اور آخرت کے معاملات کو آسان کر دے گا اور اللہ کے احکام پر جو شخص عمل کرے گا اور اس کی اطاعت کرنے میں اس سے ڈرتا رہے گا' اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرے گا' تو وضو کرنے سے اور ایک نماز سے دوسری نماز تک اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس سے جو صغیرہ گناہ ہوئے' اللہ تعالیٰ ان کو مٹا دے گا اور توبہ کرنے سے اس کے کبیرہ گناہوں کو بھی مٹا دے گا اور آخرت میں اس کے کبیرہ گناہوں کو محض اپنے فضل سے یا اپنے نیک بندوں کی شفاعت سے بھی مٹا دے گا ف۱۲ احناف کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنیٰ (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں ہیں: سکنیٰ مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنیٰ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ) یعنی نہ سکنیٰ میں تنگی کرو نہ نان ونفقہ میں تنگی کرو' یہ نہی دونوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ'' اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو' اس میں مطلقہ سے مراد ہے عام' خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کو وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ دورانِ عدت اس کے گھر میں رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دورانِ عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دورانِ عدت خاوند کے گھر رہے گی۔
(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۰-۴۵۹)

يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا

دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور رواج کے مطابق آپس میں مشورہ کر لو اور اگر تم

بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴿٦﴾

دونوں دشواری محسوس کرو تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی ○ ۱۳

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ

صاحب حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو تو اس کو جو اللہ نے (مال)

فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ

دیا ہے اس میں سے خرچ کرے اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس کو (مال) دیا ہے

سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

اور عنقریب اللہ مشکل کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ○ ۱۴ اور بہت سی بستیوں والوں نے

عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا

اپنے رب کے حکم سے اور رسولوں سے سرکشی کی ۱۵ تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو

عَذَابًا نُكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا

بہت برا عذاب دیا ○ ۱۶ سو انہوں نے اپنے کرتوتوں کا خمیازہ چکھا اور انجام کار ان کو

خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي

نقصان ہوا ○ ان کے لیے اللہ نے عذاب شدید تیار کر رکھا ہے ۱۷ سو اے عقل مند ایمان والو!

الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَسُولًا

اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ نے تمہاری طرف (سراپا) نصیحت نازل کی ہے ○ ۱۸ جو رسول ہے

ف۱۳ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بچے کی ماں اس بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہو (خواہ وہ مطلقہ ہو یا نہ ہو) تو باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے کوئی دایہ مقرر کرے اور بچے کے باپ پر یہ لازم ہے کہ وہ بچے کی ماں کو دودھ پلانے کی اجرت ادا کرے بہ شرطیکہ بچے کی ماں رواج اور دستور کے مطابق دودھ پلانے کی اجرت طلب کرے۔ (واضح رہے کہ تمام مذاہب میں سے صرف مذہب اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلانے کی اجرت کا اس کے باپ سے مطالبہ کر سکتی ہے۔) اور اگر بچے کی ماں دودھ پلانے کی اجرت کا رواج اور دستور سے زیادہ کا مطالبہ کرے تو پھر فریقین باہمی رضا مندی اور مشاورت سے کسی اور دایہ کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کر سکتے ہیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۹۳) ف۱۴ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مطلقہ کا خرچ شوہر کی حیثیت کے مطابق اس پر واجب ہے جو خوش حال ہو وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ دے اور جو تنگ دست ہو وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تنگ دست ہے تو وہ یہ امید رکھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو خوش حال کر دے گا اور اگر شوہر بیوی کو خرچ نہ دے تو بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ شوہر کے پیسوں میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رقم نکال لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کنجوس آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے ہیں جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سوا اس کے کہ میں ان کی لاعلمی میں ان کے پیسے نکال لوں' آپ نے فرمایا: تم دستور کے مطابق اتنے پیسے لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہوں۔ (صحیح البخاری: ۵۳۶۴) ف۱۵ اس کا معنی ہے: اس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور رسل علیہم السلام کی نافرمانی کی ف۱۶ اس کا معنی ہے: ہم نے ان پر بھوک اور قحط سالی نازل کی اور ان کی دشمن قوموں کو ان پر حملہ آور کر دیا' ان کو زمین میں دھنسا دیا' ان کے چہرے مسخ کر دیئے اور ان کے اوپر اور بہت مصائب نازل کیے ان کے اوپر دنیا میں عذاب پر عذاب نازل کیے اور آخرت میں ان کو دوزخ کے دائمی عذاب کا سامنا ہوگا ف۱۷ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انسان مؤمن اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اللہ سے ڈر کر شرک کو ترک کر دے' تو پھر مؤمنوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دینے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے کے کئی مراتب ہیں: (۱) اللہ سے ڈر کر شرک اور کفر کو ترک کرنا (۲) اللہ سے ڈر کر گناہ کبیرہ کو ترک کرنا (۳) اللہ سے ڈر کر گناہ صغیرہ کو ترک کرنا (۴) اللہ سے ڈر کر خلاف سنت اور خلاف اولیٰ کو ترک کرنا' اور یہاں مراد یہ ہے کہ مؤمن اللہ سے ڈر کے جس مرتبہ میں بھی ہے' اس سے اگلے مرتبہ کے حصول کی کوشش کرے ف۱۸ اس آیت میں ذکر کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شرف ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ" (الزخرف: ۴۴) اور یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے (باعث) شرف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد خود قرآن مجید ہے' قرآن کریم میں ہے: "وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ" (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید نازل کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ذکر سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ ہیں اور آپ کے اوپر ذکر کا اطلاق اس لیے فرمایا کہ آپ سراپا ذکر اور نصیحت ہیں اور مجسم نصیحت ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات تلاوت فرماتے ہیں' جس میں حرام اور حلال کا ذکر ہے اور مؤمنوں کو اور تمام لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور نیک اعمال کی نصیحت کرتے ہیں۔

يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ تم پر اللہ کی واضح آیتوں کی تلاوت کرتا ہے تاکہ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال

الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

کیے ہیں وہ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے

صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ

نیک عمل کیے اللہ ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے

اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ

ہوں گے بے شک اللہ نے ان کے لیے بہترین روزی مہیا کی ہے O اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور

مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' ف۱۹ ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل ہوتا ہے' تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۲ ع

ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے O ف۲۰

رکوعاتہا ۲	۶۶ سورۃ التحریم مدنیۃ ۱۰۷	اٰیاتہا ۱۲
اور دو رکوع ہیں	سورۃ التحریم مدنی ہے	اس میں بارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمادیا ہے! ف۱ آپ اپنی بیویوں کی

ف۱۹ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں' اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں' امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مشہور یہ ہے کہ زمین کے تین طبقات ہیں' ایک طبقہ ارضیہ محضہ ہے' دوسرا طبقہ طینیہ محضہ ہے (محض مٹی ہے) اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس کے بعض حصہ میں سمندر ہے اور بعض حصہ میں آباد علاقے ہیں اور یہ تینوں طبقات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' کا مطلب یہ ہو کہ سات آسمانوں کے مطابق سات سیارے ہیں اور یہ زمین ان میں سے ایک سیارہ ہو' اور ان سیاروں میں سے ہر سیارے کے خواص ہوں اور زمین کے اقالیم میں سے ہر اقلیم میں ان کے خواص ظاہر ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے سات زمینیں ہوں' یہ وہ وجود ہیں جو خلافِ عقل نہیں ہیں' ان کے علاوہ مفسرین نے سات زمینوں کے اور بھی محامل بیان کیے ہیں' مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ سات آسمان اس طرح ہیں: (۱) موج مکفوف (۲) چٹانیں (۳) لوہا (۴) پیتل یا تانبا (۵) چاندی (۶) سونا (۷) یاقوت' اور جس نے یہ کہا کہ ان آسمانوں میں سے ہر آسمان کی دوسرے آسمان تک مسافت پانچ سو سال ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے' پس یہ قول اہل تحقیق کے نزدیک غیر معتبر ہے' اے اللہ! (اس اشکال کا حل عطا فرما) سوا اس کے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث متواتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ آسمان اس سے زیادہ ہوں اور آسمانوں کی حقیقت کو اور ان کی صفات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۶۶) اس مسئلہ کی مزید تحقیق اور تفصیل کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۱۲ ص ۹۰ تا ۹۶ کا مطالعہ فرمائیں ف۲۰ عطاء نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ان زمینوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف وحی نازل فرماتا ہے ہر زمین میں اور ہر آسمان میں' مجاہد نے کہا: وہ کسی کی حیات کا حکم نازل فرماتا ہے اور کسی کی موت کا' کسی کی سلامتی کا حکم نازل فرماتا ہے اور کسی کی ہلاکت کا اور جب تم آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں اور ان کے مدبرانہ نظام میں غور و فکر کرو گے تو تم پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ عظیم الشان تخلیق اور بے مثال تدبیر وہی کرسکتا ہے' جس کی قدرت ذاتی ہو کسی سے مستعار نہ ہو اور جس کا علم محیط اور کامل ہو' جو غیر حادث اور غیر فانی ہو' جو قدیم اور واجب ہو' وہی رب کائنات ہے اور وہی سب کی عبادتوں کو مستحق ہے اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی تعظیم بجالائی جائے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ وَبِفَضْلِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ.

سورۃ التحریم: ف۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہر کر شہد پیتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں' وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند ہے' جس کی بو آپ کو ناپسند تھی) کی بُو آ رہی ہے' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ہم میں سے کسی کے پاس آئے' اور اس نے آپ سے ایسے ہی کہا' آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں دوبارہ اس کو نہیں پیوں گا' پھر یہ آیت (التحریم:۱) نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۷) امام رازی فرماتے ہیں: جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو' اس کو حلال کرنا غیر ممکن ہے' کیونکہ حلال کرنے میں حلت کو ترجیح ہے اور حرام کرنے میں حرمت کو ترجیح ہے اور دونوں ترجیحیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں' پس قرآن مجید میں ''لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ'' (التحریم:۱) آپ اس چیز کو حرام کیوں کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے' کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حلال چیز کے نفع سے اپنے آپ کو روکنا مراد ہے' اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو شرعاً حرام کرنا مراد نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دینا یا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھنا کفر ہے' لہٰذا اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کیسے جائز ہوسکتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۶۹)

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ

رضا طلب کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O (اے مسلمانو!) بے شک اللہ نے تمہارے لیے قسموں کو کھولنے

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى

کا طریقہ مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ خوب جاننے والا بے حد حکمت والا ہے O اور جب نبی نے اپنی کسی

بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

بیوی سے راز کی بات کہی پس اس نے اس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرما دیا تو

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ

تو نبی نے اس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اعراض کیا، پھر جب نبی نے اس کو اس (افشاء راز) کی خبر دی تو اس نے کہا

مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى

آپ کو کس نے اس کی خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے O اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے)

اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ

کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں ۔ اور اگر نبی کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مددگار رہیں تو بے شک اللہ

مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ

نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے بھی (ان کے)

ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا

مددگار ہیں O ۵ اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا

مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

جو فرماں بردار، ایمان دار، عبادت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار

ف۲ مفسرین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ آپ حضرت ماریہ سے مقاربت نہیں کریں گے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کفارہ قسم واجب کیا تھا' اس کو بیان فرمایا۔ (تفسیر کبیر ج۱۰ ص۵۶۹) ف۳ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ کو بتایا کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا' حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو یہ راز بتا دیا۔ میمون بن مہران نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: آپ نے حضرت حفصہ کو یہ راز بتایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے اور انہوں نے حضرت عائشہ کو یہ راز بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو یہ راز بتا دیا ہے' نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ سے کہا: تم نے میرا راز افشاء کر دیا ہے' اور اس کی سزا میں ان کو طلاق (رجعی) دی' جب یہ خبر حضرت عمر کو پہنچی تو انہوں نے کہا: اگر آل عمر میں کوئی خیر ہوتی تو رسول اللہ علیہ السلام تمہیں طلاق نہ دیتے اور تم سے ایک ماہ الگ نہ رہتے' پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور آپ سے کہا کہ آپ حفصہ سے رجوع کر لیں۔ مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے حضرت حفصہ کو طلاق نہیں دی تھی' آپ نے صرف طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا' تب آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا: آپ ان کو طلاق نہ دیں' سو آپ نے پھر ان کو طلاق نہیں دی۔ (الکشف والبیان ص۳۴۵ ملخصاً)

ف۴ ان دونوں سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کرنے پر برانگیختہ کیا ہے' کیونکہ رسول اللہ علیہ السلام سے شدید محبت کی وجہ سے یہ چاہتی تھیں کہ آپ کسی اور کی طرف زیادہ توجہ نہ فرمائیں اور کسی اور کے پاس زیادہ نہ ٹھہریں اور چونکہ آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے' اس لیے انہوں نے چاہا کہ آپ شہد ہی نہ پئیں' اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ نے وہ شہد پیا ہے' جس کو شہد کی مکھیوں نے اس درخت کے پتوں سے چوسا ہے جس پر مغافیر لگا ہوا تھا' اس وجہ سے آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے اور مغافیر کی بو آپ کو ناپسند تھی' گویا وہ آپ سے شہد کو چھڑانا چاہتی تھیں تاکہ آپ حضرت زینب کے پاس زیادہ نہ ٹھہریں' لیکن اس معاملہ میں ان کی توجہ اس طرف نہیں رہی کہ رسول اللہ علیہ السلام شہد اور مٹھاس کو پسند فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۴) اور اس طرح وہ نادانستگی میں رسول اللہ علیہ السلام کی پسندیدہ چیز کو چھڑانے کی مرتکب ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ سخت ناپسند ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام اپنی پسندیدہ چیز کو نہ کھا سکیں نہ پی سکیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو فہمائش کی کہ وہ رسول اللہ علیہ السلام سے اپنی محبت کو دائرہ اعتدال میں رکھیں تاکہ وہ نادانستگی میں اپنی محبت کی شدت کی وجہ سے رسول اللہ علیہ السلام کی دل شکنی اور آپ کی دل آزاری کا موجب نہ بنیں ف۵ یعنی اگر تم اپنی محبت کے تقاضوں کو پورا کرتی رہیں اور رسول اللہ علیہ السلام کی پسند کا خیال نہ کیا (تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا کیونکہ) بے شک اللہ نبی کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے (بھی) ان کے مددگار ہیں۔

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ

شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی ○ ف۶ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ

نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر سخت مزاج اور طاقت ور فرشتے مقرر ہیں ف۸

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ يٰۤاَيُّهَا

اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ○ ف۹ اے کافرو!

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ ع

آج تم کوئی عذر پیش نہ کرو، تمہیں ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا، جو تم دنیا میں کرتے تھے ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۖ عَسٰى رَبُّكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو، ف۱۰ یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تم سے

اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

تمہارے گناہوں کو مٹا دے اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے سے دریا

الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ

بہتے ہیں، ف۱۱ جس دن اللہ نہ نبی کو شرمندہ ہونے دے گا اور نہ ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، ف۱۲ ان کا نور

يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ

اور ہمیں بخش دے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ○ اے نبی مکرم! کفار

ف۶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر آپ نے ان ازواج کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج آپ کے نکاح میں لے آئے گا ف۷ یعنی تم خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور اپنے اہل وعیال سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کراؤ اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے تم خود بھی ان کاموں سے باز رہو اور اپنے اہل وعیال کو بھی ان کاموں کے کرنے سے منع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا: "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" (طٰہٰ: ۱۳۲) اور اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر قائم رہیے۔ اہل وعیال سے احکامِ شرعیہ پر عمل کرانے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا، سربراہِ مملکت اپنے عوام کا محافظ ہے اور اس سے اپنے عوام کے متعلق سوال ہوگا اور ایک شخص اپنی بیوی کا محافظ ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال ہوگا، اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۸۹۳) بیوی اور اولاد انسان کے ماتحتوں میں ہیں، ان کے متعلق بھی ہر انسان سے سوال کیا جائے گا ف۸ دوزخ پر جو فرشتے مقرر ہیں وہ سخت دل ہیں، جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو وہ کسی پر رحم نہیں کرتے، ان کو صفت غضب پر پیدا کیا گیا ہے اور ان کے دلوں میں مخلوق کو عذاب دینے کی محبت اس طرح ڈالی گئی ہے جس طرح بنو آدم کے دلوں میں کھانے پینے کی محبت ڈالی گئی ہے ف۹ اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے، اس پر عمل کرنے میں وہ کوئی زیادتی اور کمی نہیں کرتے، نہ اس کے کرنے میں تقدیم یا تاخیر کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں ایسی ہی لذت آتی ہے جیسے اہل جنت کو جنت میں سرور حاصل ہوتا ہے، یہ انیس فرشتے ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں ف۱۰ جس گناہ سے آدمی توبہ کر رہا ہے وہ یا تو اللہ کا حق ہوگا یا بندوں کا حق ہوگا، اگر وہ اللہ کا حق ہے مثلاً نماز کو ترک کرنا تو اس کی توبہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگی جب تک نادم ہونے کے ساتھ ساتھ ترک کی ہوئی نماز کو ادا نہ کرے، اور اگر اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو وہ اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کر دے اور اگر اس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی ہے تو اپنے آپ کو وہ حد قذف کے لیے پیش کر دے اور اگر اس سے قصاص کو معاف کر دیا گیا تو اس کا نادم ہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اخلاص سے ارادہ کرنا اس کی توبہ کے لیے کافی ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ دیت کی پیش کش کرے، اور اگر اس نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے اور قاضی کے سامنے جرم پیش ہونے سے پہلے اس نے توبہ کر لی ہے تو حد جاری ہونے سے پہلے وہ پاک ہو جائے گا اور اگر قاضی کے سامنے اس کا مقدمہ پیش نہیں ہوا اور اس نے تنہائی میں نادم ہو کر اخلاص سے توبہ کر لی تو یہ کافی ہے، اور اگر اس کا گناہ بندوں پر ظلم کرنا ہے تو اس کی توبہ اس وقت صحیح ہوگی جب وہ اس بندے کا حق لوٹا دے گا، اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو یہ عزم کرے کہ جب وہ اس پر قادر ہوگا اس کا حق واپس کر دے گا، اور اگر اس نے کسی بندہ کو نقصان پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لے اور اس پر استغفار کرے، جب وہ شخص معاف کر دے گا تو اس کا گناہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے کسی بندہ کو ناحق مارا پیٹا ہے یا اس کو گالی دی ہے تو اس سے معافی طلب کرے، وہ شخص معاف کر دے گا تو اس کا گناہ ساقط ہو جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۱۸۴) ف۱۱ یعنی اگر تم سچی توبہ کر لو اور اس کا معیار یہ ہے کہ جس گناہ سے تم نے توبہ کی ہے پھر دل میں تم اس گناہ کو کرنے کا منصوبہ نہ بناؤ اور اس کی طرف رغبت نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰) ف۱۲ اس آیت میں کفار اور فساق پر تعریض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن رسوا کرے گا، اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وجاہت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن شرمندہ نہیں ہونے دے گا کہ آپ کی شفاعت کو مسترد کر دے اور مؤمنین کی مدح ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دائمی عذاب دے کر رسوا نہیں کرے گا۔

الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا

الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ

بُرا ٹھکانا ہے ○ ۱۳ اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی

امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ

کی مثال بیان فرمائی جو ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں' انہوں نے ان سے

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ

خیانت کی تو وہ انہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور ان سے کہا گیا: تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ

کے ساتھ داخل ہو جاؤ ○ ۱۴ اور اللہ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال

فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ

بیان فرمائی' جب اس نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس گھر بنا دے

مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ وَمَرْيَمَ

اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے ○ ۱۵ اور عمران

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

کی بیٹی مریم کی مثال (بھی) جس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی' سو ہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف کی روح

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲ ع

پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی ○ ۱۶

وقف لازم

ع ۲ / ۲۰

ف ۱۳ التحریم: ۹ میں نبی ﷺ کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے' اس کا منشاء یہ ہے کہ دین میں شدت کو اختیار کیجئے' جہاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے خلاف تلواروں' نیزوں اور دیگر ہتھیاروں سے جہاد کیجئے اور زبان سے جہاد کیجئے اور اپنے مؤقف کے ثبوت پر دلائل پیش کیجئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیجئے اور منافقین حدود کا ارتکاب کرتے ہیں' سو آپ ان پر اللہ کی حدود قائم کیجئے' جب نبی ﷺ کو منافقین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے تو ضروری ہوا کہ آپ کو علم ہو کہ کون منافق ہے اور کون منافق نہیں ہے اور ایمان اور نفاق دل میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق علم غیب سے ہے' سو اس آیت میں بھی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے ف ۱۴ التحریم: ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے دو کافر عورتوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو دو نبیوں کی بیویاں تھیں' اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان دونوں نے خیانت کی' حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے حضرت نوح کے متعلق یہ کہتی تھی کہ یہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ ان کے گھر جو مہمان آتے تھے وہ لوگوں کو ان کی خبر پہنچا دیتی تھی۔ خیانت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ بے حیائی کے کام کرتی تھیں' کیونکہ کسی نبی کی بیوی نے بے حیائی کا کام نہیں کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۳) امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "مَا بَغَتْ اِمْرَءَةُ نَبِيٍّ قَطُّ" کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا۔ (جامع البیان: ۱۰ / ۲۶۷) ف ۱۵ التحریم: ۱۱ میں مؤمنہ عورت کی مثال دی ہے' یہ حضرت آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں اور حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئیں تھیں' حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے فرعون نے ان پر بہت ظلم کیا' ان کے ہاتھ پیر باندھ کر ان میں کیلیں ٹھونک دیں' انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو فرعون کے مظالم سے نجات دے' سو اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی گئی۔ الحسن اور ابن کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت کے ساتھ نجات دی اور ان کو جنت میں داخل کر دیا اور وہ جنت میں کھاتی پیتی ہیں' سو اس آیت میں مؤمنوں کو اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ راہ حق میں اگر ان کو مظالم برداشت کرنا پڑیں تو حضرت آسیہ سے سبق سیکھیں ف ۱۶ التحریم: ۱۲ میں مریم بنت عمران کا ذکر فرمایا ہے' جن کے چاک گریبان میں حضرت جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی تھی' انہوں نے اللہ کے کلمات کی تصدیق کی' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو دین کے عقائد اور احکام شرعیہ بیان کرتے تھے یا حضرت عیسیٰ کے کلمۃ اللہ ہونے کی تصدیق کی' اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں کی تصدیق کی یعنی تورات اور انجیل کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھیں یا نماز میں قیام کرنے والوں میں سے تھیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں میں بہت کامل ہیں اور عورتوں میں صرف چار کاملہ ہیں: آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی' مریم بنت عمران' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد' اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴) امام ثعلبی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس گئے' اس وقت ان کی روح قبض ہونے والی تھی' آپ نے فرمایا: اے خدیجہ! تمہاری تکلیف کو میں ناپسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف میں بہت خیر رکھی ہے' جب تم اپنی سوکنوں کے پاس جاؤ تو ان کو میرا سلام کہنا' حضرت خدیجہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: مریم بنت عمران ہیں' آسیہ بنت مزاحم ہیں اور حضرت موسیٰ کی بہن حلیمہ ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۹ ص ۳۵۳) قَدْ تَمَّتِ السُّوْرَةُ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ وَبِفَضْلِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحَاتُ.

اٰیَاتُهَا ٣٠ — ٦٧ سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ٧٧ — رُكُوْعَاتُهَا ٢

اس میں تیس آیتیں ہیں — سورۃ الملک مکی ہے — اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ ①

وہ ذات نہایت بابرکت ہے[1] جس کے ہاتھ میں (تمام دنیا کی) سلطنت ہے[2] اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ

جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے[3] اور وہ بے حد غالب بہت بخشنے والا ہے ○ جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ

(اے مخاطب!) تو رحمٰن کے نظم تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا[4] پس دوبارہ دیکھ کیا تو (ان میں) کوئی شگاف دیکھتا ہے؟ ○ پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ[5] تیری نظر تھک

الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ④ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ⑤

کر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی ○ اور بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا اور ان کے لیے دہکتی ہوئی دوزخ کا عذاب تیار کر دیا ○

سورۃ الملک: ف۱ "تبارك الله" کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ برائیوں سے مقدس اور منزہ ہے' یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے تبارک نہیں کہا جاتا۔ (القاموس ص ٩٣٢) ف۲ اس آیت میں ہاتھ سے مراد جسمانی عضو نہیں ہے' بلکہ وہ ہاتھ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے یا اس سے مجازاً قبضہ و قدرت اور تصرف ہے جیسے ہمارے محاورہ میں بھی کہا جاتا ہے: فلاں چیز یا فلاں کام میرے ہاتھ میں ہے ف۳ یعنی تم میں سے کون زیادہ حرام اور مکروہ کاموں سے بچنے والا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت زیادہ ولولہ اور سرگرمی سے کرنے والا ہے' اس نے موت کو جزا اور سزا دینے کے لیے پیدا کیا ہے اور حیات کو آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابتلاء کا معنی تجربہ اور امتحان ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بندے اس کی اطاعت کر رہے ہیں یا اس کی نافرمانی کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ازلاً ابداً تمام معلومات کا علم ہے تو اس کے حق میں امتحان لینے کا معنی کس طرح متصور ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً امتحان نہیں لیتا کیونکہ اس کو پہلے ہی نتائج کا علم ہے بلکہ وہ بندوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے جس طرح ممتحن طلباء کے ساتھ کرتا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ قیامت کے دن نیکی کرنے والوں کو انعامات سے نوازے اور بدکاروں کو سزا دے تو کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ اس نے نیکوں کو فضول انعام دیئے اور بدوں کو بلاوجہ سزا دی' اس امتحان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر اپنی حجت پوری کرے گا اور آخرت میں یہ بتاتا ہے کہ نیکوں کو انعام سے اس لیے نوازا ہے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہو گئے اور بدوں کو اس لیے سزا دی کہ وہ امتحان میں ناکام ہو گئے' دراصل یہ ساری دنیا اور اسی کی زندگی امتحان گاہ ہے اور روز آخرت دار الجزاء ہے ف۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم رحمٰن کی بناوٹ میں کوئی ٹیڑھ' تناقض اور تباین نہیں پاؤ گے بلکہ یہ بناوٹ بالکل مستقیم اور سیدھی ہے' جو اپنے خالق کے حسن تخلیق پر دلالت کرتی ہے' اگرچہ اس بناوٹ کی صورتیں اور صفات مختلف ہیں ف۵ اس آیت میں بار بار آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان کسی چیز کی طرف صرف ایک بار دیکھے تو اس کے نزدیک اس کے عیوب اور قبائح منکشف نہیں ہوتے' حتیٰ کہ جب وہ کسی چیز کی طرف بار بار غائر نظر سے دیکھتا ہے تو اس کی پوری حقیقت کھل کر اس کے سامنے آجاتی ہے۔

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٦﴾

اور اپنے رب کا کفر کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے ○

إِذَا أُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ

جب ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو وہ دوزخ کی خوف ناک چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش میں آ رہی ہو گی ○۷ گویا وہ ابھی شدت غضب سے

مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ

پھٹ جائے گی ہر جب بھی اس میں (کافروں کا) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی عذاب سے

نَذِيْرٌ ﴿٨﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ

ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟○۸ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا' پس ہم نے اس کی تکذیب

اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿٩﴾ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا

کی اور ہم نے کہا: اللہ نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی' تم صرف بڑی گمراہی میں ہو ○۹ اور وہ کہیں گے: کاش!

نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْبِهِمْ

ہم غور سے سنتے یا عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے ○۱۰ پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے'

فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

سو دوزخیوں کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہو ○ بے شک جو لوگ بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۖ إِنَّهٗ

ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے ○ ۱۱ اور تم چھپا کر بات کرو یا ظاہر کر کے' بے شک

عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيْفُ

وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے ○ ۱۲ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے ۱۳ حالانکہ وہ بہت باریک بین

ف۶ مقاتل نے کہا: یہ دوزخ کی چنگھاڑ ہو گی' ہو سکتا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ کے شعلوں کی لپٹ کی آواز ہو' زجاج نے کہا: کفار دوزخ کی چنگھاڑ سنیں گے اور وہ گدھے کی آواز کی طرح سب سے قبیح آواز ہے' مبرد نے کہا: یہ دوزخ کے سانس لینے کی آواز ہے ف۷ الملک: ۸ میں دوزخ کے متعلق فرمایا ہے: گویا وہ ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی' جب دل کا خون جوش میں آتا ہے تو اس کو غضب کہتے ہیں اور شدت غضب کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ جوش میں ہو' جیسے کھولتا ہوا پانی اُبل رہا ہو' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوزخ زندہ جانداروں میں سے نہیں ہے' پس اس کو غیظ سے متصف کرنا کس طرح درست ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک حیات کے لیے حیوانی ڈھانچہ شرط نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آگ میں حیات پیدا کر دے' کیا قرآن مجید میں پہاڑوں اور پتھروں کی حیات کا ذکر نہیں ہے: ''وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ'' (البقرہ: ۷۴) اور بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ ''يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ'' (سبا: ۱۰) اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کھجور کا تنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے' جب آپ کے لیے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے کھجور کے تنے کی ایسی آواز سنی جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا (پھر وہ ساکت و خاموش ہو گیا)۔ (صحیح البخاری: ۹۱۸) ف۸ مرجئہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ دوزخ میں صرف کافروں کو ڈالا جائے گا اور مؤمن مرتکب کبیرہ کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا' ان کا یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مؤمنین فساق پر بھی عذاب کی وعید ہے: ''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○'' (الماعون: ۵-۴) ان نمازیوں کے لیے دوزخ کی وادی ہے ○ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں ○ ف۹ ان آیتوں میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن مشرکین اس کا اعتراف کریں گے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر ان کے عذر کو زائل کر دیا تھا اور خود انہوں نے ہی رسولوں کی تکذیب کی اور یہ کہہ کر ان کی توہین کی کہ تم صریح گمراہی میں ہو ف۱۰ اس آیت میں سننے کو عقل سے کام لینے پر مقدم کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ہدایت رسولوں کی تعلیم سے ہوتی ہے' از خود اپنی عقل سے کام لینے سے نہیں ہوتی' یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطے کے بغیر از خود اپنے خالق کی معرفت کی کوشش کی' وہ گم راہی میں مبتلا ہو گئے' کوئی سورج کی پرستش کرنے لگا' کوئی آگ کی' کوئی درختوں کی' کوئی جانوروں کی اور کوئی دیوتاؤں کے مجسمے بنا کر ان کو پوجنے لگا' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سمع کو بصر پر فضیلت حاصل ہے' کیونکہ ہدایت کے حصول کا تعلق رسولوں کی بات سننے سے ہے' دیکھنے سے نہیں ہے ف۱۱ اس آیت کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ جو لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جب شیطان ان کے دلوں میں شبہات ڈالتا ہے تو وہ دلائل سے ان شبہات کو زائل کرتے ہیں اور جب وہ ان کو معصیت کی ترغیب دیتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے تو انسان بے حیائی اور برائی کے کام نہیں کرتا لیکن تقویٰ اور خدا خوفی یہ ہے کہ جب وہ تنہائی میں بے حیائی اور گناہ کے کام پر قادر ہو اور اس کے نفس میں گناہ کی ترغیب اور تحریک بھی ہو' اس وقت وہ اللہ کے خوف سے گناہ سے باز رہے اور جو خلوت میں گناہ سے اجتناب کرے گا' وہ جلوت میں بہ طریق اولیٰ گناہ سے اجتناب کرے گا' سو اجر عظیم اسی شخص کے لیے ہو گا جو کامل متقی ہو اور جس مؤمن نے گناہ بھی کیے اور بغیر توبہ کیے مر گیا' اس کو دائماً عذاب نہیں ہو گا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے اس کو معاف کر دے' یا پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں چلا جائے ف۱۲ مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو باتیں کرتے تھے' وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو بتا دیتے تھے' تب مشرکین نے آپس میں کہا: آہستہ آہستہ باتیں کیا کرو' (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا سن نہ لے' تب یہ آیت نازل ہوئی ف۱۳ یہ

الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا

اور بہت خبر رکھنے والا ہے ۝ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم اور چلنے کے قابل بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ

اور اس کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف سب نے اٹھ کر جانا ہے ۝ ۱۴ کیا تم آسمان والے سے بے خوف

یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ

ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر اچانک وہ زمین لرزنے لگے ۝ ۱۵ کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے کہ

اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ

وہ تم پر کنکریاں برسانے والی تیز ہوا بھیج دے پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا ۝ ۱۶ اور بے شک

كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ

ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا ۝ کیا انہوں نے اپنے اوپر (کبھی) پر پھیلائے

فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؕۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ ۭ

ہوئے اور (کبھی) پر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا ان کو (فضاء میں) رحمٰن کے سوا کوئی روک نہیں سکتا ۱۷ بے شک وہ ہر چیز کو

بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ

خوب دیکھنے والا ہے ۝ بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد

الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۚ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ

کر سکے کافر تو صرف دھوکے میں ہیں ۝ ۱۸ یا وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے

اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا

اگر اللہ اپنا رزق دینا بند کر دے ۱۹ بلکہ کافر اپنی سرکشی میں اور نفرت میں راسخ ہو چکے ہیں ۝ بھلا جو شخص منہ کے بل

کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دل کی باتوں کو نہ جانتا ہو' دلوں کو بھی اس نے پیدا کیا ہے اور دلوں میں خیالات کو بھی اس نے پیدا کیا ہے تو وہ دلوں کی باتوں کو کیسے نہیں جانتا ف ۱۴ اس آیت میں ''ذلول'' کا لفظ ہے' یہ ''ذلــة'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: اطاعت کرنا اور نرم ہونا اور اس زمین کو نرم اور تابع بنانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) اگر یہ زمین پتھریلی اور بہت سخت ہوتی تو اس پر چلنا دشوار ہو جاتا (۲) اگر یہ زمین نرم نہ ہوتی تو اس کی بنیادیں کھودنا اور اس پر عمارتیں بنانا دشوار ہو جاتا (۳) اگر یہ زمین سونے' چاندی' لوہے' پیتل یا کسی اور معدن کی بنی ہوتی تو گرمیوں میں تپ کر سخت گرم اور سردیوں میں سخت ٹھنڈی ہو جاتی اور اس میں کھیتی باڑی کرنا ممکن نہ ہوتا اور اس میں مردوں کو دفن کرنا بھی محال ہو جاتا ف ۱۵ اور یاد رکھو کہ زمین میں تمہارا چلنا اور زمین میں سے روزی کھانا ایک وقت معین تک ہے' پھر تم نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے' اس سے مراد انسان کو کفر اور شرک سے ڈرانا ہے اور خلوت اور جلوت میں گناہوں سے بچنے کی تلقین کرنا ہے اور یہ بھی جان لو کہ اس زمین میں تمہارا آسانی سے چلنا پھرنا اور زمین کا رزق کھانا محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ نعمت تم سے چھین لے گا ف ۱۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر ایسی کنکریاں برسا دے جیسی حضرت لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر برسائی تھیں' اس آیت میں ''نذیر'' کا لفظ ہے' اور اس سے مراد ''منذر'' ہے یعنی ڈرانے والا اور اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں' اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے نبی نے تمہیں ہمارا پیغام پہنچایا اور یہ کہا کہ اگر تم نے اس پیغام کو قبول نہیں کیا تو تم پر اللہ کا عذاب آئے گا' پس اگر تم اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اس کے نتیجے میں تم پر آسمان سے کنکریاں برسنے کا عذاب آیا تو پھر تم کو ہمارے رسول کی وعید کے صدق کا علم ہو جائے گا اور ان کے ڈرانے پر یقین ہو جائے گا ف ۱۷ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے چلنے کے لیے زمین کو مسخر کر دیا ہے اور مچھلیوں کے تیرنے کے لیے پانی کو مسخر کر دیا ہے' اسی طرح پرندوں کے اُڑنے کے لیے فضاء کو مسخر کر دیا ہے ف ۱۸ کفار' رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو اس لیے قبول نہیں کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے کہ دو چیزوں پر ان کا گھمنڈ تھا' ایک تو ان کے پاس بہت زیادہ مال تھا اور ان کے پاس ان کے حامیوں کا لشکر تھا' اور دوسری چیز ان کے بت تھے' ان کو بھروسا تھا کہ ان کے بت ان سے ہر مصیبت اور ہر آفت کو دور کر سکتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو باطل کر دیا' ان کے مددگاروں کے لشکر کے متعلق فرمایا: بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے اور ان کے بتوں کی مدد کا رد کرتے ہوئے فرمایا: کافر تو صرف دھوکے میں ہیں ف ۱۹ اس کا معنی ہے: تمہارے خود ساختہ خداؤں میں سے کون تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر اللہ تمہیں رزق دینا بند کر دے' کیونکہ رزق کے قوی اسباب میں سے آسمان سے پانی کو نازل کرنا ہے اور زمین سے غلہ' سبزیوں اور پھلوں کو اُگانا ہے اور اللہ کے سوا کون آسمان سے بارشوں کو نازل کر سکتا ہے اور کون زمین سے غلہ کو پیدا کر سکتا ہے اور جن حلال جانوروں کا گوشت کھا کر تم اپنی نشو و نما حاصل کرتے ہو' اللہ کے سوا ان جانوروں کو کون پیدا کر سکتا ہے' ان کافروں نے حق واضح ہونے کے باوجود ایمان لانے سے انکار کیا اور ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنے کفر پر ڈٹے رہے' دنیا پر حرص کرنے کی وجہ سے انہوں نے سرکشی کی اور اپنی جہالت کی وجہ سے ایمان لانے سے بھاگتے رہے۔

عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

اوندھا چلے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو صراطِ مستقیم پر سیدھا چلے؟ O

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَؕ

آپ کہیے: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے

قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ

تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو O ف۲۰ آپ کہیے: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا ہے اور

اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے O وہ کہتے ہیں: (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ O ف۲۱

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ

آپ کہیے: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف عذاب سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں O پھر جب وہ (عذاب کو)

زُلْفَةً سِیْٓـٴَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ

قریب آتا دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے ف۲۲ اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم بار بار

بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ

طلب کرتے تھے O آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ! اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر

رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ

رحم فرمائے تو کافروں کو درد ناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟ O ف۲۳ آپ کہیے: وہی

الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ

رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے ف۲۴ پس عنقریب تم جان لو گے کہ

ف۲۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے احوال سے اپنی قدرت پر دلائل قائم فرمائے ہیں اور کان اور آنکھوں اور دلوں کو پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر کیا ہے' اور یہاں ان نعمتوں کا ذکر کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ عظیم نعمتیں عطا کی ہیں' سوچو! اگر تمہارے کان نہ ہوتے تو لوگوں سے تمہارے رابطے نہ ہو سکتے' اگر آنکھیں نہ ہوتی تو تمہارے لیے پوری دنیا اندھیرا ہوتی اور دل نہ ہوتے تو تمہارے جسم میں خون کی گردش کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا اور تمہارا جینا محال ہو جاتا' لیکن تم نے ان نعمتوں کو ضائع کر دیا' تم کو پیغام حق سننے کے لیے کان دیے تھے لیکن تم نے اس کو نہیں سنا' حقائق کائنات میں غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھنے کے لیے اور ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچنے کے لیے تمہیں آنکھیں دی تھیں لیکن تم نے ان نشانیوں سے عبرت حاصل نہیں کی اور دل سے تم نے صحیح تدبر نہیں کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دل سے آیت میں مجازاً ذہن مراد ہو کیونکہ تدبر اور تفکر کرنا دماغ کا کام ہے' ذہن کا کام نہیں ہے اور چونکہ کافروں نے ان نعمتوں کو ضائع کر دیا' اس لیے فرمایا: تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ جن مقاصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں دی ہیں' ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ان نعمتوں کو خرچ کیا جائے اور ان نعمتوں سے اس کی رضا کے کام کیے جائیں اور جب کافروں نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا ف۲۱ جب سیدنا محمد ﷺ نے ان کو ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں معین وقت بتائیں جب عذاب آئے گا' وہ یا تو نبی ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے آپ سے عذاب کے وقت کی تعیین کا مطالبہ کرتے تھے یا اپنے حامیوں اور کم عقل لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہتے تھے کہ جب عذاب جلدی نہیں آئے گا تو سمجھ لو عذاب نہیں آئے گا ف۲۲ اس کا معنی ہے: جب وہ عذاب کو آتا ہوا قریب دیکھ لیں گے یا عذاب کو اپنے قریب پائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس وقت ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور اس کی علت پشیمانی اور پچھتاوا ہوگا' اس آیت میں "سیئت" کا لفظ ہے' یہ "سوء" سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: قبح اور بُرائی اور "سیئۃ"' "حسنۃ" کی ضد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے کرتوتوں پر پچھتانے کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے جیسے کسی شخص کو گھسیٹ کر اس کے مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہو ف۲۳ کفار مکہ' رسول اللہ ﷺ اور مؤمنوں کی ہلاکت کی بددعا کرتے تھے' جیسے کہ اس آیت میں ہے: "اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ O" (الطور: ۳۰) یا وہ یہ کہتے ہیں: یہ شاعر ہے ہم اس پر حوادثِ زمانہ (موت) کا انتظار کر رہے ہیں O اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے وفات دے کر اٹھا لے یا مجھ پر رحم فرما کر میری اجل کو مؤخر کر دے تو اس میں تمہارے لیے کون سی راحت ہے اور کون سا فائدہ ہے اور جب تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا تو تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہارے یہ بت تم کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے' سو تم جان لو کہ تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا' اگر تم اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور بُرے کاموں سے تائب ہو کر نیک کام کرو ف۲۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم رحمٰن پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے' پس تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے خلاف تمہاری بددعا قبول نہیں ہوگی کیونکہ تم کافر اور معاند ہو اور ہم مؤمن ہیں اور ہم اللہ پر بھروسا رکھتے ہیں' اس لیے تمہاری بددعا سے ہمیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ

کون کھلی گمراہی میں ہے O آپ کہیے: بھلا یہ بتاؤ کہ اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس

يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ع

بہتا ہوا پانی کون لا کر دے گا O ف۲۵ ع

اٰيَاتُهَا ٥٢ — ٦٨ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ٢ — رُكُوْعَاتُهَا ٢

اس میں باون آیتیں ہیں — سورۃ القلم مکی ہے — اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿١﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢﴾

نون، قلم کی قسم! اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں O (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں O ف۱

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿٣﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿٤﴾

اور بے شک آپ کے لیے لامحدود اجر ہے O اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں O ف۲

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿٥﴾ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے O کہ تم میں سے کون مجنون تھا O بے شک آپ کا رب ہی خوب جاننے

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٧﴾ فَلَا تُطِعِ

والا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جاننے والا ہے O سو آپ مکذبین

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ

کی بات نہ مانیں O انہوں نے یہ چاہا کہ اگر آپ (دین میں) نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے O آپ بہت قسمیں کھانے والے

ف۲۵ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے تاکہ وہ اندازہ کریں اور دل میں سوچیں کہ اتنے زبردست منعم کا شکر ادا نہ کرنا اور اس کی نعمتوں کے احسانات کو نہ ماننا اور اس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنا کتنی بُری بات ہے' کافروں کو چاہیے تھا کہ یہ اعتراف کرتے کہ اگر زمین میں پانی دھنس جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بہتا ہوا پانی نہیں لا سکتا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ جب وہ سورۂ "تبارک" کی آخری آیت پڑھیں تو اس کے بعد یہ کہا کریں: "لَا يَاْتِيْنَا بِهٖ اِلَّا اللّٰهُ" اللہ کے سوا پانی کوئی بھی نہیں لا سکتا۔ اور یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۰۰) اس لیے اس سورت کو بہ کثرت پڑھنا چاہیے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته بفضله تتم الصالحات.

ع ۲

سورۃ القلم: ف۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں کفار کے اس قول کا رد ہے کہ انہوں نے آپ کو مجنون (دیوانہ) کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مجنون نہ ہونے پر تین دلیلیں قائم فرمائیں' ایک یہ کہ آپ کے اوپر آپ کے رب کی نعمت ہے اور آپ اللہ کے فضل سے صاحب عقل ہیں' آپ پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمت یہ ہے کہ آپ عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں' آپ کی عقل کامل ہے' آپ ہر عیب سے بَری ہیں اور فضیلت والے وصف سے متصف ہیں' آپ کی سیرت کا حسن اور کمال آپ کے مخالفین کو بھی مسلم ہے اور ایسی شخصیت والا کب مجنون ہو سکتا ہے ف۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O" (القلم: ۴) اس میں "علی" ہے اور "علی" "استعلاء" کے لیے آتا ہے اور "علی" کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ان اخلاق پر مستعمل اور حاکم ہیں اور آپ کی نسبت اخلاق حسنہ کی طرف ایسے ہے جیسے مولیٰ کی نسبت غلام کی طرف اور امیر کی نسبت مامور کی طرف ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۰) حضرت القدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس نکتہ کی تشریح اور تقریر اس طرح ہے کہ عربی میں "علی" کا لفظ فوقیت اور بلندی کے لیے آتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے: "فُلَانٌ رَكِبَ عَلَى الْفَرَسِ" "فلاں شخص گھوڑے پر سوار ہے" اور سواری سوار کے تابع ہوتی ہے' سوار جس طرف سواری کی باگیں موڑ دیتا ہے سواری اس طرف چل پڑتی ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: آپ خلق کی عظمتوں پر فائق اور سوار ہیں' آپ جس طرح خلق کی باگوں کو موڑ دیتے ہیں وہی خلق عظیم ہو جاتا ہے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی اچھے کام کو کرے وہ اچھا ہو جاتا ہے اور جو کسی عظیم کام کو کرے وہ عظیم ہو جاتا ہے اور یوں لوگ اپنے اچھے اور عظیم ہونے میں اچھائی اور عظمت کے تابع ہوتے ہیں' لیکن آپ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے' آپ اپنے عظیم ہونے میں خلق عظیم کے تابع نہیں ہیں بلکہ خلق عظیم اپنے عظیم ہونے میں آپ کے فعل کا تابع ہے' آپ سوار ہیں اور خلق عظیم سواری ہے' آپ جس فعل کو کرلیں وہی خلق عظیم ہے اور آپ جس فعل کو ترک کر دیں یا منع کر دیں وہ خلق خسیس ہے' دیکھئے! پہلے آپ نے نماز میں مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کیا تو وہ فعل عبادت ہو گیا اور جب آپ نے کعبہ کی طرف منہ کیا تو وہ فعل عبادت ہو گیا' جب آپ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اس وقت اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تو اس کا وہ فعل عبادت نہ ہوتا اور اب اگر کوئی مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کا یہ فعل عبادت نہیں ہو گا' معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ نہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کرنے میں عظمت ہے نہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں عظمت ہے' عظمت تو آپ کے فعل میں ہے اور اس فعل کی اتباع اور اقتداء میں ہے' نیز دیکھئے! رمضان میں دن کو طعام نہ کھانا عبادت ہے اور عید کے دن طعام کو کھانا عبادت ہے' اگر کوئی رمضان میں دن کے وقت بلا عذر شرعی طعام کھا لے تو گناہ ہے اور عید کے دن طعام نہ کھائے تو گناہ ہے' معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ طعام ترک کرنے میں عظمت ہے نہ طعام کھانے میں عظمت ہے' عظمت تو آپ کے فعل میں ہے' پس واضح ہو گیا کہ اس آیت میں "علی" ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ جس طرح سوار' سواری پر سوار ہوتا ہے' اسی طرح آپ خلق کی عظمتوں پر سوار ہیں اور جس طرح سواری سوار کے تابع ہوتی ہے' اسی طرح خلق اپنے عظیم ہونے میں آپ کے تابع ہے' دوسرے لوگ نیک ہونے میں نیکی کے تابع ہوتے ہیں اور آپ اپنے نیک ہونے میں نیکی کے تابع نہیں ہیں بلکہ نیکی' نیکی ہونے میں آپ کے فعل اور

حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

بے حد ذلیل کی بات نہ مانیں ○ جو بہت طعنے دینے والا اور چغلی کھاتا پھرتا چغل خور ہے ○ نیکی سے بہت روکنے والا حد سے متجاوز

أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴿۱۳﴾ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ﴿۱۴﴾

سخت گنہگار ہے ○ بہت بدخو ان سب کے بعد نطفہ حرام ہے ○ ف۵ وہ بہت مال دار اور بیٹوں والا ہے ○

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهُۥ عَلَى

جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں ○ ہم عنقریب اس کی

ٱلْخُرْطُومِ ﴿۱۶﴾ إِنَّا بَلَوْنَٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا۟

سونڈ پر داغ لگا دیں گے ○ ف۶ ہم نے ان کی اس طرح آزمائش کی جس طرح ہم نے ان باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب انہوں نے

لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ

قسم کھائی کہ وہ ضرور صبح کو اس کے پھل کاٹیں گے ○ اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا ○ پھر آپ کے رب کی طرف سے

مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿۱۹﴾ فَأَصْبَحَتْ كَٱلصَّرِيمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا۟

اس باغ پر ایک آفت آئی جب وہ سوئے ہوئے تھے ○ پھر وہ باغ پھل دار کٹے ہوئے باغ کی طرح ہو گیا ○ پس صبح ہوتے ہی

مُصْبِحِينَ ﴿۲۱﴾ أَنِ ٱغْدُوا۟ عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰرِمِينَ ﴿۲۲﴾

انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا ○ کہ اگر تم پھل کاٹنے والے ہو تو علی الصبح اپنے کھیت کی طرف چلو ○

فَٱنطَلَقُوا۟ وَهُمْ يَتَخَٰفَتُونَ ﴿۲۳﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا ٱلْيَوْمَ عَلَيْكُم

پھر وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چل پڑے ○ کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس ہرگز کوئی مسکین نہ

مِّسْكِينٌ ﴿۲۴﴾ وَغَدَوْا۟ عَلَىٰ حَرْدٍ قَٰدِرِينَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا۟ إِنَّا

آنے پائے ○ پھر وہ خود کو اپنے فیصلہ پر قادر سمجھتے ہوئے سویرے سویرے چل دیے ○ پھر جب انہوں نے اس کٹے ہوئے باغ کو دیکھا

آپ کے خلق کے تابع ہے۔ مزید تفصیل کے لیے "تبیان القرآن" ج ۱۲ ص ۱۸۱ تا ۱۶۵ کا مطالعہ فرمائیں ف۳ یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص بہت زیادہ اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہو اور جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہو وہ لوگوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور جو شخص بات بات پر اللہ کی قسم کھائے وہ بھی ذلیل ہوتا ہے کیونکہ اس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں ہوتی' کیونکہ اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی تو وہ بات بات پر اللہ کی قسم کھا کر اللہ کو گواہ نہ بناتا اور جب کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ پر اللہ کو گواہ بنا رہا ہے اور جو شخص اللہ کو جھوٹ پر گواہ بنائے' اس سے بڑھ کر ذلیل اور کون ہو گا ف۴ نیکی سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ وہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنے سے روکتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ شخص اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں کو اسلام لانے سے روکتا تھا ف۵ القلم: ۱۳ میں "عتل" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخت مزاج' گردن کش' اجڈ' درشت' جس کا جسم بہت مضبوط ہو اور جس کے اخلاق بہت خراب ہوں' اور اس آیت میں "زنیم" کا لفظ ہے' "زنیم" وہ شخص ہے جو بُرائی میں اتنا مشہور ہو کہ اس بُرائی کے ساتھ لوگوں میں پہچانا جاتا ہو' اور اکثر ایسا شخص نسب میں متہم اور ولد الزنا ہوتا ہے اور شیطان اس پر مسلط ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۳۶) نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اس کا رد کرنا اور اس کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور نعت بیان کرنا' قرآن مجید کا اسلوب اور اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ف۶ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے کفریہ اور قبیح افعال بیان فرمائے تھے اور اس آیت میں اس کی سزا بیان فرمائی ہے کہ ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔ سونڈ سے مراد اس کی ناک ہے اور اس کو سونڈ اس لیے فرمایا ہے کہ جب انسان کے اعضاء کو حیوان کے اعضاء سے تشبیہ دی جائے یا اس پر حیوان کے اعضاء کا اطلاق کیا جائے تو اس سے انسان کی تذلیل اور توہین مقصود ہوتی ہے' مثلاً کسی انسان کے پیروں کو کھر کہا جائے یا سم کہا جائے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۰۶)

لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ

تو کہا: ہم ضرور راستہ بھول گئے ہیں O بلکہ ہم محروم ہو گئے O ان میں سے متوسط نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں

لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے O انہوں نے کہا: ہمارا رب سبحان ہے بے شک ہم ظالم تھے O

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا

پھر وہ مڑ کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے O انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک

كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

ہم سرکش تھے O توقع ہے کہ ہمارا رب ہم کو اس کے بدلہ میں اس سے اچھا باغ دے گا بے شک ہم اپنے رب

رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

کی طرف رغبت کرتے ہیں O اسی طرح عذاب ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب ضرور (اس سے) بہت بڑا ہے' کاش! یہ لوگ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾

جانتے O بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں O ف۸

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ٝ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾

کیا ہم اطاعت گزاروں کو نافرمانوں کی مثل کر دیں گے؟ O تمہیں کیا ہوا! تم کیسی خبر سنا رہے ہو O

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھ رہے ہو؟ O کیا اس میں وہی تحریر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ O یا تم نے

لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا

ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہے جو قیامت تک رہیں کی کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم

ف۷ ان آیات میں کفار مکہ کو باغ والوں کی مثال سے ڈرایا ہے (یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے اور یہ باغ ان کو اپنے باپ سے ورثہ میں ملا تھا' ان کے باپ کا معمول یہ تھا کہ باغ کی پیداوار سے باغ کا خرچ نکال کر اور اپنے بچوں کا خرچ نکال کر باقی نفع یا باقی مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتا تھا' باپ کی وفات کے بعد بچوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارا باپ تو احمق تھا جو اتنی بڑی آمدنی فقراء کو دے کر ضائع کر دیا کرتا تھا' اگر ہم فقراء کو نہ دیں اور سارا نفع اپنے پاس رکھیں تو ہم بہت جلد سرمایہ دار ہو جائیں گے)۔ان کے باغ میں انواع و اقسام کے پھل بہ کثرت تھے' ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے راتوں رات اس سارے باغ کے پھل اتار لیں گے' تاکہ فقراء' مساکین اور سائلوں کو پتا نہ چلے کہ وہ بھی پھل مانگنے چلے آئیں اور ہمیں ان کو بھی پھل دینے پڑیں' وہ اپنے اس منصوبہ پر بہت زیادہ خوش تھے اور اس خوشی میں انہوں نے ان شاء اللہ اور سبحان اللہ بھی نہیں کہا' ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا ان شاء اللہ کہنے کے قائم مقام ہوتا تھا' اس لیے ان کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا' ان کے اس باغ میں پہنچنے سے پہلے ایک زبردست آندھی آئی یا گرم ہوا کے بگولے آئے اور باغ کے تمام پھل جل کر خاکستر ہو گئے' اس وقت رات کو وہ محو خواب تھے' جب وہ پھل دار باغ کٹی ہوئی فصل کی طرح ہو گیا' جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اگر باغ سے پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ کرو' علی الصبح ہی چل پڑو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ انگور کا باغ تھا' یہ لوگ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ کوئی سن نہ لے اور فقراء کو ان کے پھل اتارنے کا پتا نہ ہو جائے' وہ پختہ عزم کے ساتھ باغ کی طرف جا رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے منصوبہ کو پورا کرنے پر ہر طرح قادر ہیں' وہ سمجھتے تھے کہ وہ پھل اتارنے پر پوری طرح قادر ہیں اور ابھی جا کر سب پھل لے آئیں گے' لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو ہکا بکا رہ گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا سرسبز باغ اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں' سارے باغ میں آندھی آ چکی ہے اور تمام پھل جل کر خاکستر ہو چکے ہیں' جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو پہلے یہ سمجھے کہ شاید ہم راستہ بھول کر کسی اور باغ میں آ چکے ہیں' لیکن جب بہ غور دیکھنے سے یہ یقین ہو گیا کہ یہ انہی کا باغ ہے تو کہنے لگے کہ ہم بدقسمت ہیں' اس باغ کے پھل ہمارے نصیب میں نہ تھے' ان میں سے جو بہتر شخص تھا' اس نے کہا: میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم سبحان اللہ کیوں نہیں کہتے' یہ سن کر وہ کہنے لگے: بے شک ہمارا رب سبحان ہے (پاک اور بے عیب ہے)' ہم ہی ظالم ہیں' پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے ناحق مسکینوں کا حق مارا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چھوڑ دی' ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی' اسی لیے ہم پر عذاب آیا' شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلا دے' بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد اس سے دنیا میں بدلہ دینا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے ان کی مراد آخرت میں بدلا دینا ہو ف۸ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور فساق کا حال بیان فرمایا تھا کہ انہیں آخرت میں بھاری عذاب ہوگا' اب اس کے بعد القلم: ۳۴ میں مؤمنین' صالحین اور متقین کی آخرت کا حال بیان فرمایا کہ ان کو آخرت میں نعمت والی جنتیں ملیں گی' جن میں خالص نعمتیں ہوں گی اور ان میں فکر و غم کا شائبہ بھی نہیں ہوگا جبکہ دنیا میں دنیاوی نعمتوں کے ساتھ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ ایک دن یہ نعمتیں ختم ہو جائیں گی لیکن آخرت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہوں گی۔

تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ

فیصلہ کرو گے ○ آپ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے ○ ف۹ یا ان کے کوئی شریک ہیں

فَلْيَاْتُوا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوا صٰدِقِينَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ

تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں ○ ف۱۰ جس دن پنڈلی کھول

سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً

دی جائے گی ف۱۱ اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ○ ان کی نگاہیں

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُودِ

(خوف سے) جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور اس سے پہلے ان کو سجدہ کے لیے بلایا جاتا تھا

وَهُمْ سٰلِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ ۖ

اور اس وقت وہ صحیح سالم تھے ○ ف۱۲ سو آپ اس کلام کے جھٹلانے والے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے ہم ان کو اس طرح

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾ وَاُمْلِي لَهُمْ ۚ اِنَّ

آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) کھینچیں گے کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہوگا ○ ف۱۳ اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں بے شک

كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾

میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے ○ ف۱۴ کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں جو یہ تاوان سے دبے جا رہے ہیں ○ ف۱۵

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ

یا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو وہ لکھ رہے ہیں ○ ف۱۶ سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور

لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَآ اَنْ

مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنے رب کو حالت غم میں پکارا تھا ○ ف۱۷ اگر ان کے رب

ف۹ جب کوئی شخص کسی چیز کا ضامن ہو جائے تو کہا جاتا ہے: فلاں شخص نے مجھے اس چیز کی قسم دی ہے یعنی کیا ہم نے تم کو ضمانت دی ہے اور قسم کھائی ہے کہ ہم تم کو مومنین صالحین کی مثل اجر و ثواب دیں گے ف۱۰ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ آیا ان کے پاس کوئی ایسی چیزیں ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شرکاء ہیں اس لیے ان کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ شرکاء ان کو مومنین کی طرح نجات یافتہ بنا دیں گے اور مومنین کی مثل ثواب عطا کریں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ آیا ان کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کا یہ مذہب ہے کہ آخرت میں مسلمین اور مجرمین جزا میں برابر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے اس دعویٰ پر کوئی عقلی دلیل نہیں ہے ف۱۱ اس آیت میں "کشف ساق" (پنڈلی کھولنے) کا ذکر ہے پنڈلی کھولنے کے لغوی معنی حسب ذیل ہیں: ٹخنے اور گھٹنے کے درمیان جو جگہ ہے اس کو "ساق" کہتے ہیں اور "کشف ساق" شدت اور سختی سے کنایہ ہے جب کسی معاملہ کی شدت اور ہولناکی کی خبر دینا ہو تو "ساق" کا ذکر کرتے ہیں قرآن مجید میں ہے: "وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ○" (القیامہ: ۲۹) اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی ○ یعنی دنیا کی آخری شدت روز قیامت کی پہلی شدت سے لپٹ جائے گی۔ جب جنگ زیادہ شدید ہو جائے تو کہا جاتا ہے: "قَامَتِ الْحَرْبُ عَلٰى سَاقٍ" جنگ اپنی پنڈلی پر کھڑی ہو گئی۔ سو اس سے مراد روز قیامت کی شدت ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۵۵۸) "ساق" کسی چیز کی اصل کو کہتے ہیں جس پر وہ قائم ہو جیسے درخت کے تنے اور انسان کی ٹانگ کو "ساق" کہتے ہیں یعنی جب تمام لوگوں کے اعمال کی اصل کو کھولا جائے گا اور تمام حقائق منکشف ہو جائیں گے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" کی تفسیر میں فرمایا: "ساق" سے مراد نور عظیم ہے سب لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر جائیں گے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۷۲۸۳) ف۱۲ کفار اور منافقین کو بہ طور عبادت یا بہ طور مکلف ہونے کے سجدہ کے لیے نہیں بلایا جائے گا بلکہ بہ طور زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) اور دنیا میں سجدہ نہ کرنے پر ملامت کرنے کی وجہ سے ان کو سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کی قدرت کو ان سے سلب کر لے گا' حتیٰ کہ ان کو دنیا میں اپنے کفر اور نفاق پر شدید ندامت اور حسرت ہوگی' ان کی آنکھیں اس لیے جھکی ہوئی ہوں گی کہ جس کو مالک نے دائمی غلامی کے لیے رکھا ہو اور وہ غلام اپنے آقا کی خدمت سے اعراض کرے تو وہ سب کی نگاہوں میں ذلیل اور شرمسار ہو جاتا ہے اور یہ منافقین جو دنیا میں تندرست تھے اور ان کو اذان اور اقامت کے ذریعہ نماز کے لیے بلایا جاتا تھا تو یہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے تھے' کفار اور منافقین سے قطع نظر اس میں ان مسلمانوں کے لیے وعید ہے جو اذان سننے کے باوجود نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں نہیں جاتے ف۱۳ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی شدت اور ہولناکی سے ڈرایا تھا' اس آیت میں ان کو اور زیادہ ڈرایا اور اپنے قہر اور اپنی قدرت کا ذکر فرمایا اور فرمایا: آپ ان کو میرے سپرد کر دیجئے' میں ان کے لیے کافی ہوں یعنی ان کی زیادتیوں کا انتقام لینے کے لیے یہ کافی ہے کہ آپ ان کا معاملہ میرے سپرد کر دیں' مجھے معلوم ہے کہ ان کو کیسی سزا دینی چاہیے اور میں اس سزا کو دینے پر قادر ہوں۔ اس آیت میں "سنستدرجهم" کا لفظ ہے اس کا مصدر "استدراج" ہے اس کا معنی ہے: ہم ان کو بہ تدریج عذاب کی طرف لے جا رہے ہیں' عطاء نے کہا: ہم ان کے ساتھ ایسی خفیہ تدبیر کرنے والے ہیں کہ ان کو اس کا پتا بھی نہیں چلے گا ف۱۴ یعنی ان کے مسلسل گناہوں کے باوجود ان کی زندگی دراز کرتا ہوں اور ان کی روح قبض کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور اس کو خفیہ تدبیر اس لیے فرمایا کہ یہ بھی صورۃً استدراج ہے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا" (آل عمران: ۱۷۸) ہم ان کو اس لیے ڈھیل دیتے ہیں' تاکہ یہ اور زیادہ گناہ کریں ف۱۵ آپ جو ان کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں تو اس دعوت کو قبول کرنا ان پر کیوں دشوار ہو رہا ہے' آپ ان سے اس دعوت کے عوض کوئی مال تو نہیں مانگ رہے' پھر یہ کیوں بدک رہے ہیں' بلکہ اگر یہ اس دعوت کو قبول کر کے ایمان لے آئیں تو ان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہوگی ف۱۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غیب سے اس آیت میں لوح محفوظ مراد ہے' تو کیا جن

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾

(اگر ان کے رب) کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی تو وہ ضرور وصفِ مذمومیت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیے جاتے O ۱۸

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ

پس ان کے رب نے انہیں عزت والا بنایا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا O اور بے شک کفار سے بعید نہیں کہ

كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

وہ اپنی نظریں لگا کر آپ کو پھسلا دیں گے ۱۹ وہ جب بھی قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں:

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

بے شک یہ مجنون ہے O حالانکہ یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے O ۲۰

اٰیَاتُهَا ۵۲ — ۶۹ سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۷۸ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

اس میں باون آیتیں ہیں — سورۃ الحاقۃ مکی ہے — اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

ضرور واقع ہونے والی O ۱ ضرور واقع ہونے والی کیا چیز ہے؟ O ضرور واقع ہونے والی کو آپ کیسا جانتے ہیں؟ O ۲ ثمود اور

وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ

عاد نے اس کھڑکھڑانے والی کو جھٹلایا O ۳ رہے ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا O ۴ اور رہے عاد

فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ

تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا O (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں

چیزوں میں یہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں ان کو انہوں نے لوحِ محفوظ میں پڑھ لیا ہے اور اس سے ان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ یہ آپ سے افضل ہیں اور آخرت میں ان کا اجر و ثواب مسلمانوں کے اجر و ثواب کی مثل ہو گا

ف۱۷ مچھلی والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں یعنی جس طرح وہ اپنی قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے جلدی غضب میں آگئے تھے اور جلدی میں اللہ تعالیٰ سے اذن مخصوص لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے' آپ اس طرح نہ کریں' اور فرمایا: جنہوں نے اپنے رب کو غم کی حالت میں پکارا تھا' یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کو پکارا اور کہا: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ O'' (الانبیاء: ۸۷) اس آیت میں ''مکظوم'' کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: وہ غم سے پُر تھے

ف۱۸ اس آیت میں فرمایا: اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی' یعنی ان کی اجتہادی خطاء کی تلافی نہ کرتی' ان کی اجتہادی خطاء یہ تھی کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اگر وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر چلے گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ نبی پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مسلسل رابطہ رکھے' لیکن ان پر جو اللہ عزوجل کی نعمت تھی' اس نے ان کی اس اجتہادی خطاء کا تدارک کر دیا' ضحاک نے کہا: اس سے مراد نبوت ہے ف۱۹ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو نبی علیہ السلام سے شدید عداوت کی خبر دی ہے' انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی علیہ السلام کو نظر لگا دیں' پھر قریش کی ایک جماعت نے آپ کو نظر لگائی اور کہنے لگے: ہم نے ان کی مثل کوئی شخص دیکھا ہے نہ ان کے محافظوں کی مثل کوئی شخص دیکھا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو ان کے شر سے محفوظ رکھا ف۲۰ کفار جس قرآن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ نبی علیہ السلام کے جنون کی دلیل ہے' یہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے اور اس قرآن کو پڑھنے والا بھی مجسم نصیحت ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الحاقۃ: ف۱ ''الحاقة'' سے مراد قیامت ہے اور اس کو ''الحاقة'' فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) ''الحاقة'' حق کا اسم فاعل ہے اور حق کا معنی ہے: کسی چیز کی حقیقت کو ثابت کرنا اور قیامت کے دن ہر چیز کی حقیقت ثابت ہو جائے گی (۲) ''الحاقة'' کا معنی ہے: جو چیز ہونے والی ہے اور ثابت ہو اور قیامت کا واقع ہونا واجب ہے' اس لیے اس کو ''الحاقة'' فرمایا (۳) ''الحاقة'' کا معنی ہے: جس چیز کا صدق واجب ہو اور قیامت کے دن ثواب اور عذاب کا وقوع ہو گا' سو قیامت کے دن ثواب اور عذاب کا صدق واجب ہو گا ف۲ یعنی ابھی آپ کو قیامت کی عظمت اور شدت کا علم نہیں ہے' یعنی قیامت کی ہولناکیاں اتنی شدید ہیں کہ کسی کی سوچ اور وہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور کوئی سوچنے والا اپنے تخیل سے قیامت کی ہولناکیوں کی شدت کا جتنا بھی اندازہ کرے گا' قیامت کی شدت اس سے کہیں زیادہ ہو گی ف۳ اس آیت میں اہل مکہ کو ثمود اور عاد کے عذاب سے ڈرایا ہے' اگر تم نے بھی قیامت کو جھٹلایا تو تم پر بھی ایسا ہی عذاب آئے گا ف۴ اس آیت میں ''طاغیة'' کا لفظ ہے' ''طاغیة'' کا معنی ہے: جو چیز شدت اور قوت میں حد سے متجاوز ہو' اور ''طاغیة'' کا موصوف محذوف ہے اور وہ ''صیحة'' ہے' اس کا معنی ہے: آواز اور چیخ یعنی وہ ایسی چیخ تھی جو تمام چیخوں سے قوت اور شدت میں حد سے زیادہ تھی اور وہ خوفناک چنگھاڑ تھی' اللہ تعالیٰ نے اس چنگھاڑ کی اثر آفرینی کے متعلق فرمایا ہے: ''اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ O'' (القمر: ۳۱) ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی' پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس ہو O اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''طاغیة'' سے مراد بجلی کی کڑک ہے یعنی وہ حد سے زیادہ ہولناک کڑک تھی۔

وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ

اور آٹھ دن تک مسلط رکھا پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر

اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ

کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے O ف۵ کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہے؟ O اور فرعون

فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ

اور اس سے پہلے لوگ اور وہ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں انہوں نے گناہ کیے O ف۶ سو انہوں نے اپنے رب کے

رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ

رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو شدید پکڑ میں لے لیا O ف۷ بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں

فِى الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ ۙ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

کشتی میں سوار کر دیا O ف۸ تاکہ ہم اس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور حفاظت کرنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں O

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ ۙ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ

پس جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی O ف۹ اور زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھا لیا

الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ ۙ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ ۙ

جائے گا تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O ف۱۰ پس اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی O

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ ۙ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى

اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کمزور ہو گا O ف۱۱ اور فرشتے اس کے

اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ ؕ

کناروں پر ہوں گے اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے O ف۱۲

ف۵ اس آیت میں "صرعٰی" کا لفظ ہے' یہ "صریع" کی جمع ہے' مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ مر کر گر گئے اور کھوکھلے تنوں کی طرح کھوکھلے ہو گئے اور ان کے اندر کچھ نہیں ہے' ایک اور جگہ فرمایا: "تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ O" (القمر: ۲۰) وہ آندھی لوگوں کو اٹھا کر اس طرح پٹختی تھی گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں O اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کے اجسام کھجور کے تنوں کی طرح بہت لمبے اور قدر آور تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آندھی نے ان کے لمبے لمبے جسموں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا' اور "الخاوية" کا معنی ہے: کھوکھلے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ آندھی ان کے منہ کے راستہ سے ان کے جسم کے اندر داخل ہوئی اور جسم کے اندر کا تمام گوشت پوست اور تمام اعضاء کو کاٹ کر سرین کے راستہ سے باہر نکال دیا۔ "الخاوية" کا معنی بوسیدہ اور پرانا بھی ہے یعنی وہ لوگ زمین پر کھجور کے بوسیدہ درختوں کی طرح گر گئے ف۶ فرعون اور اس کے متبعین نے جو کفر کیا تھا' اور اس سے پہلے جن امتوں نے کفر کیا تھا اور وہ قوم جس کی بستی الٹ دی گئی تھی یعنی وہ قوم جس کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا' ان کو بھی ان کے کفر اور دیگر گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا تھا ف۷ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس رسول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے حضرت لوط علیہ السلام مراد ہیں اور یہ قول زیادہ مناسب ہے' تب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو زبردست گرفت میں لے لیا ف۸ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے غضب سے وہ پانی محافظ فرشتوں کی طاقت سے باہر ہو گیا اور وہ اس کو روکنے پر قادر نہ ہو سکے' قتادہ نے کہا: وہ پانی ہر چیز سے پندرہ ہاتھ اونچا ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ پانی محافظ فرشتوں کی طاقت سے باہر ہو گیا اور وہ یہ نہ جان سکے کہ کتنا پانی نکل چکا ہے' اور اس سے پہلے پانی کا ایک قطرہ بھی ان کی پیمائش سے زیادہ نازل نہیں ہوتا تھا' ان قصوں کو بیان کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ پچھلی امتوں پر کس طرح عذاب نازل ہوتا رہا ہے اور کفار مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں ان کے طریقہ کی اقتداء کرنے سے باز رکھنا مطلوب ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مؤمنوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کو حضرت نوح کی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے نجات دی۔ اس آیت میں کفار قریش کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم کو کشتی میں سوار کیا' اس کا محمل یہ ہے کہ کفار قریش کے آباء و اجداد اس وقت ان لوگوں کی پشتوں میں تھے' جن کو کشتی میں سوار کیا تھا' اس لیے یہ احسان کفار قریش پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار کو غرق کر دیا اور ان کی قوم کے مؤمنوں کو نجات دی' تاکہ یہ واقعہ تمہارے لیے نصیحت اور عبرت کی نشانی بن جائے اور حفاظت کرنے والے کان اس نشانی کو یاد رکھیں ف۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے صور میں پہلی بار پھونکنا مراد ہے جس سے قیامت قائم ہو جائے گی اور ہر شخص مر جائے گا ف۱۰ اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے دن آئے گا' یا اس سے مراد وہ زبردست آندھی ہے جو زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھا لے گی ف۱۱ یعنی اس دن قیامت واقع ہو جائے گی اور فرشتوں کے نزول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن آسمان میں بالکل قوت نہیں ہو گی اور وہ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائے گا ف۱۲ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ جو فرشتے اطراف میں ہوں گے ان کے اوپر جو فرشتے ہیں وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ عام فرشتوں اور حاملین عرش کے درمیان امتیاز کر دیا جائے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ حاملین عرش اپنے سروں کے اوپر عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ

اس دن تم سب پیش کیے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا بھید نہیں چھپے گا O ف۱۳ سو جس کو اس کا صحیفہ اعمال

بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ

اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: آؤ! میرا نامۂ اعمال پڑھو O مجھے یقین تھا کہ میں نے

مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾

اپنے حساب سے ملنا ہے O ف۱۴ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گا O ف۱۵ بلند جنت میں O

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي

جس کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں O خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان نیک کاموں کے عوض جو تم نے گزشتہ ایام

الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ

میں بھیجے تھے O ف۱۶ اور رہا وہ جس کو اس کا صحیفۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' پس وہ کہے گا:

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا

کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا O اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے O ف۱۷ کاش!

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ

وہی (موت) میرا کام تمام کر دیتی O ف۱۸ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا O ف۱۹ میرا غلبہ

سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ

جاتا رہا O ف۲۰ اسے پکڑو' پھر اس کو طوق پہنا دو O پھر اس کو دوزخ میں جھونک دو O پھر اس کو

سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ

ستر ہاتھ پیمائش کی زنجیر میں جکڑ دو O بے شک یہ بڑی عظمت والے

ف۱۳ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس ذات کے سامنے پیش کیا جائے گا جو ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اس سے مخلوق کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے: جو چیزیں دنیا میں تم سے چھپی ہوئی تھیں' وہ قیامت کے دن چھپی ہوئی نہیں ہوں گی' مؤمنین کے تمام احوال اور اعمال لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے' جس سے ان کو خوشی حاصل ہو گی اور کفار کی بُرائیاں ظاہر ہوں گے' جس سے ان کی رسوائی ہو گی اور ان کو غم ہو گا' قرآن مجید میں ہے: "يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ O فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ O" (الطارق: ۱۰-۹) جس دن پوشیدہ چیزوں کی جانچ پڑتال ہو گی O پھر اس (کافر) کے پاس نہ کوئی قوت ہو گی نہ مددگار O ف۱۴ اس یقین سے مراد وہ یقین ہے جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے یعنی میں یہ گمان کرتا ہوں کہ میرا حساب ہو گا اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں پر گرفت فرمائے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے معاف کر دیا اور اس نے گناہوں پر مجھے سزا نہیں دی۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو کھڑا کرے گا' پھر اس کو اس کے اعمال نامے میں اس کے گناہ دکھلائے گا' اور اس سے فرمائے گا: تم نے یہ کام کیے تھے' وہ کہے گا: ہاں! اے میرے رب!' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو ان کاموں سے رسوا نہیں کر رہا ہوں' میں نے تم کو بخش دیا ہے اور جب وہ بندہ یہ دیکھے گا کہ قیامت کے دن کی رسوائی سے نجات پا گیا ہے تو اس وقت وہ یہ آیت پڑھے گا: "هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ O اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ O" (الحاقۃ: ۲۰-۱۹)۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۳۷۱) ف۱۵ اس زندگی کو "راضیۃ" اس لیے فرمایا کہ وہ رضا کی طرف منسوب ہو گی' نیز اصل میں راضی تو وہ شخص ہو گا جو زندگی میں ہو گا' پس زندگی کی طرف رضا کی نسبت اسناد مجاز عقلی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی ہمیشہ زندہ رہیں گے' ان پر موت کبھی نہیں آئے گی اور وہ ہمیشہ صحت مند رہیں گے کبھی بیمار نہیں ہوں گے اور ہمیشہ نعمت میں رہیں گے' کبھی رنجیدہ نہیں ہوں گے اور وہ ہمیشہ جوان رہیں گے' کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۷) ف۱۶ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اس کے نیک کاموں کے سبب سے اجر و ثواب ملتا ہے' حالانکہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انسان کو اللہ کے فضل سے اجر و ثواب ملتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اجر و ثواب کا ظاہری سبب انسان کے نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ف۱۷ جب کفار اور فساق اپنے صحائف اعمال میں اپنے بُرے کاموں کو دیکھیں گے تو شرمندہ ہوں گے اور دوزخ کے عذاب سے زیادہ ان کے لیے شرمندگی کا عذاب تکلیف دہ ہو گا' اور وہ کہیں گے: کاش! ہمیں دوزخ کا عذاب دیا جاتا اور ہمارے بُرے کام دکھا کر ہم کو شرمندہ نہ کیا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ روحانی عذاب جسمانی عذاب سے زیادہ سخت ہوتا ہے' اس لیے دوزخی کہے گا: کاش! مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے ف۱۸ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ "یالیتھا" کی "ھا" ضمیر دنیا کی پہلی موت کی طرف راجع ہے' ہر چند کہ اس کا پہلے ذکر نہیں ہے لیکن اپنے ظہور کی وجہ سے حکماً مذکور ہے اور اس کا معنی ہے: کاش! وہی موت میری انتہاء کر دیتی اور مجھے فارغ کر دیتی تو میں محشر میں نہ آتا' اور نہ مجھے یہاں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ف۱۹ یعنی کون سی چیز مجھ سے آخرت کے عذاب کو دور کر سکتی ہے کیونکہ میرا مال بھی مجھے کچھ فائدہ نہ دے سکا ف۲۰ اس غلبہ کی دو تفسیریں ہیں: (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کہے گا: میری وہ حجت میرے ہاتھ سے جاتی رہی' جس سے میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کے خلاف دنیا میں استدلال کرتا تھا (۲) دنیا میں جو میرا ملک اور لوگوں پر میرا تسلط اور اقتدار تھا' وہ میرے پاس نہ رہا اور اب میں بالکل ذلیل اور فقیر ہو گیا' یا اس کا معنی ہے: میں دنیا میں اپنے ملک اور اقتدار کی بناء پر اصحابِ حق سے مناقشہ کرتا تھا' اب وہ اقتدار نہ رہا اور اب مجھے اپنی ہٹ دھرمی کا خمیازہ بھگتنا ہے۔

بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ

اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا ○ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا ○ پس

لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾

آج یہاں نہ اس کا کوئی دوست ہے ○ اور نہ (دوزخیوں کی) پیپ کے سوا کوئی طعام ہے ○ ۲۱

لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا

جس کو گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا ○ ۲۲ میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو ○ اور ان

لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے ○ ۲۳ بے شک یہ قرآن ضرور رسول کریم کا قول ہے ○ ۲۴ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے

قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾

تم بہت کم ایمان لاتے ہو ○ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم سمجھتے ہو ○

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ

یہ رب العٰلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ○ اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف

الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾

منسوب کرتے ○ تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے ○ پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ○ ۲۵

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ

پھر تم میں سے کوئی بھی ان کو بچانے والا نہ ہوتا ○ اور بے شک یہ قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ضرور

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ

نصیحت ہے ○ ۲۶ اور بے شک ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں ○ اور بے شک یہ قرآن ضرور

ف۲۱ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیات میں پہلے آخرت میں مؤمنوں کے اجر و ثواب' جنت میں ان کی پسندیدہ زندگی اور وسعت کے ساتھ کھانے اور پینے کا ذکر فرمایا' پھر کفار کے عذاب' ان کو طوق ڈالنے اور زنجیروں میں جکڑنے کا اور ان کے لیے دوزخیوں کی پیپ کے طعام کا ذکر فرمایا' اس کے بعد اب یہ بتایا کہ دوزخ کے محافظ دوزخی کے متعلق یہ کہیں گے کہ اس کو پکڑو تو ایک لاکھ فرشتے اس کی طرف جھپٹ پڑیں گے' اور اس کے ہاتھ کو گردن کے ساتھ جکڑ کر اس میں طوق ڈال دیا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اس کو دوزخ میں ڈال دو' اس آیت میں دوزخ کے لیے "الجحیم" کا لفظ ہے' یہ آگ کا سب سے بڑا طبقہ ہے کیونکہ یہ دنیا میں اپنا اقتدار جتاتا تھا' اور بڑائی ظاہر کرتا تھا تو اس کو بڑی آگ میں جھونکو' یہ جو فرمایا ہے: اس کو ستر ہاتھ کی زنجیر سے جکڑو' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ستر ہاتھ ہی کی زنجیر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو بہت لمبی زنجیر کے ساتھ جکڑ دو' کیونکہ عرب میں ستر کا لفظ مبالغہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: "اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً" (التوبہ: ۸۰) اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کریں' یعنی بہت زیادہ بار بھی استغفار کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ زنجیر ان کی سرین سے داخل ہو کر ان کے حلق سے نکل آتی ہے' پھر ان کی پیشانی اور قدموں کو ملا کر اس زنجیر کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے ف۲۲ ان گناہ گاروں سے مراد مشرکین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو حق سے باطل کی طرف تجاوز کرتے ہیں ف۲۳ اس آیت کا معنی ہے: میں تمام چیزوں کی قسم کھاتا ہوں خواہ تم ان کو دیکھتے ہو یا نہیں دیکھتے ہو' مقاتل نے کہا: ان آیات کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) ساحر ہیں' اور ابوجہل نے آپ کے متعلق کہا کہ آپ شاعر ہیں اور عقبہ نے آپ کے متعلق کہا: آپ کاہن ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے رد میں یہ آیات نازل کیں' یہ لوگ قرآن مجید کو سحر' شعر اور کہانت کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ ضرور رسول کریم کا قول ہے' سحر' شعر یا کہانت نہیں ہے ف۲۴ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں' اس کی دلیل یہ آیات ہیں: "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ○ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ○" (التکویر: ۲۰-۱۹) یہ رسول کریم کا قول ہے○ جو قوت والا ہے' عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے○ ف۲۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے' پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر (سیدنا) محمد (ﷺ) ہمارے بھیجے ہوئے برحق رسول نہ ہوتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ کاٹ لیتے یا ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے' پھر ان کو ہلاک کر دیتے اور جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں ف۲۶ اس سے پہلی آیتوں میں قرآن مجید کی سلبی اور منفی صفات ذکر فرمائی تھیں کہ یہ قرآن نہ سحر ہے' نہ شعر' نہ کہانت ہے اور اس آیت میں اس کی ایجابی اور اثباتی صفت ذکر فرمائی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے' ویسے تو قرآن مجید سب کے لیے نصیحت ہے لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ اس نصیحت سے وہی فائدہ حاصل کرتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

کافروں کے لیے باعثِ حسرت ہے O ۲۷ بے شک یہ ضرور حق الیقین ہے O سو آپ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح پڑھیے O ۲۸

اٰيَاتُهَا ۴۴ | ۷۰ سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

اس میں چوالیس آیتیں ہیں | سورۃ المعارج مکی ہے | اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾

ایک طلب گار نے روزِ قیامت کے عذاب کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے O ۱ اور کافروں سے اس (عذاب) کو کوئی دور کرنے والا

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ

نہیں ہے O وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہو گا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے O فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں ۲

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا

وہ عذاب اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے O ۳ سو آپ صبر جمیل

جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ

فرمائیے O ۴ بے شک وہ اس عذاب کو دور گمان کرتے ہیں O اور ہم اس کو نزدیک جانتے ہیں O جس دن

السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ

آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا O ۵ اور پہاڑ رنگ برنگی اون کی طرح ہو جائیں گے O ۶ اور کوئی دوست

حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ

کسی دوست کو نہیں پوچھے گا O حالانکہ ان کو سب دکھا دیئے جائیں گے مجرم تمنا کرے گا: کاش! وہ اس دن کے

منزل ۷

ف۲۷ یہ قرآن قیامت کے دن کفار کے لیے باعث حسرت ہوگا' جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے باعث جنت میں داخل ہو رہے ہیں ف۲۸ یعنی آپ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نزولِ وحی کا اہل بنا دیا' اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کو ثابت فرمایا' اگر (بالفرض) آپ سچے نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیتا یا آپ کی شہ رگ کاٹ دیتا اور چونکہ ایسا نہیں ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے' تسبیح کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں' میزان پر بھاری ہیں' رحمٰن کو محبوب ہیں' وہ ہیں: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ''۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور تین مرتبہ کہے: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور تین مرتبہ کہے: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' تو اس کا صدقہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۶۱) قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ المعارج: ف۱ ''سَاَلَ'' کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی طلب کرنا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی سوال کرنا ہے' راجح پہلا قول ہے۔ المعارج: ۱-۲ کی تفسیر میں سعید بن جبیر نے کہا: وہ طلب گار النضر بن الحارث بن کلاہ تھا' اس نے کہا تھا: اگر یہ عذاب برحق ہے تو اے اللہ! تو ہم پر پتھر برسا' قرآن مجید میں ایک اور جگہ اس کا ذکر ہے: ''وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍO'' (الانفال: ۳۲) اور جب کافروں نے کہا: اے اللہ! اگر اس قرآن کا نزول تیری طرف سے برحق ہے تو (ہمارے انکار پر) ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لے آO (المستدرک: ۳۸۵۴) ف۲ اس آیت میں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ان کو ان کے شرف اور کرامت کی وجہ سے فرشتوں کے عموم سے نکال کر ذکر فرمایا ہے ف۳ اس آیت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو سونا اور چاندی رکھتا ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے' قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے اور دوزخ کی آگ سے ان کو تپایا جائے گا اور اس کے پہلو' پیشانی اور پیٹھ کو ان کے ساتھ داغا جائے گا' ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد اس کو دوبارہ دہرایا جائے گا' جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے' اس دن میں یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا' بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا دوزخ کا راستہ دکھایا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۸۷) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کی مقدار ہمارے شمار کے اعتبار سے پچاس ہزار سال صرف کفار کے لیے ہوگی جن کی مغفرت نہیں ہوگی اور جن مؤمنین کی مغفرت ہوگی' ان کے اعتبار سے قیامت کے دن کی مقدار اتنی ہوگی جتنا ظہر سے عصر تک کا وقت ہوگا' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کا دن مؤمنوں پر اتنی مقدار کا ہوگا جتنی مقدار ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔ (البعث والنشور: ۱۲۵) ف۴ ''صبر جمیل'' اس صبر کو کہتے ہیں' جس میں صبر کرنے والا بے قراری کا اظہار نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے دکھ کی شکایت کسی اور سے نہ کرے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر جمیل یہ ہے کہ جس شخص پر مصیبت آئی ہے وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے ظاہر حال سے یہ پتا نہ چلے کہ اس پر کوئی مصیبت آ چکی ہے ف۵ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کا معنی ہے: پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ یا چاندی اور اس کا معنی خون اور پیپ بھی ہے ف۶ اس آیت میں ''العهن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مختلف رنگ کے اُون' حسن بصری نے کہا: اس سے مراد ہے: سرخ رنگ کا اون اور ''العهن'' دھنکی ہوئی روئی کو بھی کہتے ہیں' اس کی

عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ

عذاب سے نجات کے بدلہ میں اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دےO اور اپنی بیوی اور بھائی کاO اور اپنے اس رشتہ دار کا جو (دنیا میں) اس کو

الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا

پناہ دیتا تھاO اور روئے زمین کے تمام لوگوں کا' پھر یہ فدیہ اس کو عذاب سے نجات دے دےO ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ

لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ

ہےO وہ (سر سے پاؤں تک) کھال اتارنے والی ہےO وہ اس کو پکارے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور اعراض کیاO ۷

فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

اور جس نے مال جمع کیا اور حفاظت سے رکھاO ۸ بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہےO ۹ جب اس پر مصیبت آئے تو

جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ

گھبرا جاتا ہےO اور جب اسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہےO ۱۰ سوا ان کے جو نماز پڑھنے والے ہیںO جو

هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

ہمیشہ نماز پڑھتے ہیںO ۱۱ اور جن لوگوں کے مالوں میں مقرر

مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ

حق ہےO ۱۲ سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کاO ۱۳ اور جو لوگ روزِ قیامت پر

الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

ایمان لاتے ہیںO اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیںO

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیںO ۱۴ اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی

تفسیر میں کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب پہاڑ متغیر ہوں گے تو پہلے ریت کے ذرات کی طرح ہو جائیں گے' پھر دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے' پھر باریک غبار کی طرح ہو جائیں گے ف۷ اس آیت میں بتایا کہ دوزخ کی آگ پکارے گی' حالانکہ نداء کرنا اور پکارنا تو ذی روح کا کام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زبانِ حال سے پکارے گی' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آگ کے جسم میں صراحتاً یہ کلام پیدا کر دے گا کہ وہ کہے گی: اے کافرو! میرے پاس آؤ' اے منافقو! میرے پاس آؤ ف۸ یعنی اس مال میں اس پر جو حقوق واجب تھے ان کو ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے سے اس نے پیٹھ پھیری اور اعراض کیا اور مال جمع کرنے اور اس کو حفاظت سے رکھنے میں دنیا کی محبت اور حرص کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ وہ لمبی زندگی کی امید رکھتا ہے اور تمام گناہوں اور نافرمانیوں کی اصل یہ ہے کہ انسان کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ وہ بہت عرصہ تک زندہ رہے گا' اور اگر وہ یہ سمجھے کہ اس کو موت جلد آنے والی ہے تو وہ گناہوں کو ترک کر دے گا اور توبہ اور استغفار کی طرف راغب ہوگا ف۹ اس آیت میں "ھلوعا" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حرص کرنے والا' بہت زیادہ بے صبری اور بہت زیادہ گھبرانے والا اور بہت زیادہ بے حیائی کی باتیں کرنے والا' اور دوسری آیت میں "جزوعا" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت گھبرانے والا اور مصیبت میں چیخ و پکار کرنے والا' اس کا معنی ہے: وہ شخص خیر پر صبر کرتا ہے نہ شر پر' اور خیر اور شر میں وہ کام کرتا ہے' جو اس کو نہیں کرنے چاہئیں ف۱۰ ان دونوں آیتوں کا حاصل معنی یہ ہے کہ انسان جب تنگ دست یا بیمار ہو جائے تو بے صبری کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں سے شکایت کرتا ہے' اور جب خوش حال اور تندرست ہو جائے تو نیکی کے کام کرنے سے منع کرتا ہے اور اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے اور ضرورت مندوں کی طرف توجہ نہیں کرتا ف۱۱ ہمیشہ نماز پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھتے ہیں اور کسی نماز کو ترک نہیں کرتے اور اگر کسی ناگزیر وجہ سے کوئی نماز ترک ہو جائے تو اس کی قضاء پڑھ لیتے ہیں ف۱۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: اس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے ف۱۳ سائل سے مراد ہے: جو مانگتا ہو اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود سوال نہیں کرتا اور مال دار شخص اس کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے اس کو خوش حال سمجھتا ہے' اس وجہ سے وہ اپنے حق سے محروم رہتا ہے' نیز اس آیت میں سائلین اور محرومین کا حق فرمایا ہے' اس میں یہ نکتہ ہے کہ اگر مال دار لوگ سائلین اور محرومین کو کچھ مال دے رہے ہیں تو ان پر احسان نہیں کر رہے بلکہ مال داروں کے مال میں یہ ان کا حق ہے جس کو وہ ان تک پہنچا رہے ہیں ف۱۴ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے رب کے تمام احکام بجالائے اور اس کے منع کیے ہوئے تمام کاموں سے رُک جائے' پھر بھی اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتا رہے' اور وہ اپنے نیک اعمال پر مطمئن نہ ہو جائے' اور اللہ تعالیٰ کے جلال ذات سے ڈرتا رہے' اسے کیا پتا ہے کہ اس کے یہ اعمال مقبول ہوں گے یا نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی تقصیر ہو گئی ہو جس سے اس کی ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں اور وہ عذاب کا مستحق ہو جائے' یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام بھی باوجود کثرتِ عبادت و ریاضت کے خوفِ خدا سے لرزتے رہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: کاش! میں یہ تنکا ہوتا' کاش! میں پیدا نہ کیا جاتا' کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی' کاش! میں کچھ نہ ہوتا' کاش! میں بھولا بسرا ہوتا۔ (صفوۃ الصفوۃ ج۱ ص۱۲۸) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا' مجھے پسند ہے کہ میں پیدا نہ کیا جاتا۔ (مسند احمد ج۵ ص۱۷۳)

حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

حفاظت کرتے ہیں O سوا اپنی بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے سو بے شک

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں O پس جو ان کے علاوہ طلب کرے تو وہی لوگ حد سے

الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾

تجاوز کرنے والے ہیں O اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں O ١٥

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں O ١٦ اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت

يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ

کرنے والے ہیں O ١٧ وہی لوگ جنتوں میں عزت یافتہ ہوں گے O ١٨ پس ان کافروں کو

كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾

کیا ہوا ہے کہ یہ آپ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں O دائیں بائیں سے گروہ در گروہ O

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا

کیا ان میں سے ہر شخص کو یہ توقع ہے کہ اس کو نعمت والی جنت میں داخل کر دیا جائے گا O ١٩ ہرگز نہیں!

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ

بے شک ہم نے ان کو اس چیز سے بنایا ہے جس کو وہ جانتے ہیں O ٢٠ سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم

اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ

کھاتا ہوں ٢١ کہ بے شک ہم ضرور قادر ہیں O کہ ان کے بدلے میں ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم اس سے

ف١٥ یعنی جو لوگ امانت رکھوانے والے کو اس کے مطالبہ کے وقت اس کی امانت لوٹا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض اور واجبات بھی امانت میں داخل ہیں حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (صحیح البخاری: ٣٣) اور مسلمان ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے کا وعدہ کرتا ہے ف١٦ یعنی انہوں نے جس طرح کوئی واقعہ دیکھا وہ اس کو اسی طرح بیان کر دیتے ہیں اس میں سے کوئی چیز چھپاتے ہیں نہ اس میں کوئی کمی بیشی کرتے ہیں اور اگر ان کو کسی کے خلاف کوئی شہادت دینا پڑے تو اس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ف١٧ نمازوں کی حفاظت کے سلسلہ میں چند اُمور یہ ہیں: انسان کی توجہ نماز کے وقت کی طرف مبذول رہے اور جیسے ہی نماز کا وقت شروع ہو وہ نماز کی تیاری میں مصروف ہو جائے وضو کرے اور پاک اور صاف لباس پہنے جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہو اور نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے دل کو دنیوی وسوسوں سے فارغ کر لے اور غیر اللہ کی طرف توجہ سے ذہن خالی ہو جائے اور دکھاوے اور سنانے سے حتی الامکان پرہیز کرے اور نماز پڑھنے کے بعد فضول کاموں اور لھو ولعب میں مشغول نہ ہوں ف١٨ یعنی جو مسلمان ان صفات کے ساتھ متصف ہوں گے ان ہی کو جنتوں میں عزت اور وجاہت ملے گی ف١٩ مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گروہ در گروہ آ کر بیٹھ جاتے تھے اور آپ کو گھیر لیتے تھے وہ آپ کے ارشادات سن کر مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے: جس طرح (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تب یہ آیتیں ان کے رد میں نازل ہوئیں ف٢٠ اس آیت میں ''کلا'' کا لفظ ہے اس لفظ کا معنی ہے: کسی شخص کی فاسد طمع پر اس کو ڈانٹنا اور اس کا رد کرنا اس آیت کا منشاء مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر استدلال کرنا ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ اے مشرکو! تم اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک گندے قطرے سے بنایا ہے تو جب وہ ابتداء تم کو ایک گندے قطرہ سے پیدا کر سکتا ہے تو دوبارہ تم کو کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ مشرکین مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے تو گویا ان سے کہا گیا کہ جب تم قیامت حشر ونشر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہو تو پھر کس بناء پر یہ توقع کر رہے ہو کہ تم کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ مشرکین مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو حقیر جانتے تھے تو گویا کہ ان سے کہا گیا: تم کس بناء پر مسلمانوں کو حقیر جانتے ہو تم اپنی اصل پر غور کرو تم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا گیا ہے ف٢١ سال میں ٣٦٥ دن ہوتے ہیں اور سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے بھی اتنے ہی مقام ہیں گویا کہ ہر روز کا ایک الگ مشرق اور ایک الگ مغرب ہوتا ہے اسی اعتبار سے یہاں ''مشارق'' اور ''مغارب'' فرمایا۔

بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

عاجز نہیں ہیں O پس (اے رسول مکرم!) آپ ان کو ان کی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں چھوڑ دیں

الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا

حتیٰ کہ یہ اس دن سے آ ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے O ۴۲ جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے

كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ

گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O ۴۳ (خوف سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت

ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

چھائی ہوئی ہوگی یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا O ۴۴

سورۃ نوح مکیۃ ۷۱ ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۔ آیاتہا ۲۸ ۔ رکوعاتہا ۲

سورۂ نوح مکی ہے ۔ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۔ اس میں اٹھائیس آیتیں، دو رکوع ہیں

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان کی طرف

أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾

دردناک عذاب آئے O ۱ (نوح نے) کہا: اے میری قوم! میں تمہیں عذاب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں O

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ

کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو O ۲ وہ تمہارے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا ۳

وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ

اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دے گا' بے شک جب اللہ کی معین کردہ مدت آ جائے گی تو اس کو مؤخر نہیں کیا جائے گا'

ع ۲ ۹ ۸

ف۴۲ اس آیت میں بہ طور وعید فرمایا: ان لوگوں کو ان کی باطل سرگرمیوں اور دنیوی مشغلوں میں چھوڑ دیں اور آپ دین کی تبلیغ میں مشغول اور سرگرم رہیں اور ان کے کفر اور شرک پر برقرار رہنے سے آپ پریشان نہ ہوں' بہرحال ان کی اللہ سبحانہ سے ملاقات کا ایک دن معین ہے اور اس دن ان کو اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتنا ہوگا ف۴۳ اس آیت میں ''اجداث'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: قبریں' نیز اس آیت میں ''نصب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بت' اس کی جمع ''انصاب'' ہے' اور اس لفظ کا معنی علم اور جھنڈا بھی ہے' ابو عمر نے کہا: اس سے شکاری کا جال مراد ہے جس کی طرف شکاری تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے کہ کہیں پھنسا ہوا شکار نکل نہ جائے۔ اس بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اس قدر تیزی کے ساتھ بھاگے جا رہے ہوں گے جیسے کوئی شخص دوڑ کے مقابلہ میں اپنے ہدف کی طرف بھاگا جا رہا ہو' اور اس کا دوسرا معنی وہ بت ہیں جن کو مشرکین عبادت کے لیے نصب کرتے تھے اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کے پاس ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں' اور اس آیت میں ''یوفضون'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ تیزی سے دوڑتے ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ جس دن وہ قبروں سے نکلیں گے تو بلانے والے کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے جائیں گے' گویا وہ اپنے کسی معین اور مددگار کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں ف۴۴ ذلت اور ندامت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' عذاب اور رسوائی کے خوف سے وہ نظر اوپر نہیں اٹھائیں گے' اور یہی وہ دن ہے جس کے عذاب سے انہیں دنیا میں ڈرایا جاتا تھا اور وہ اس کا انکار کرتے تھے اور اس پر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے۔

وقف لازم

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ نوح: ف۱ اس آیت میں فرمایا ہے: اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے۔ مقاتل نے کہا: اس سے مراد ہے: اس سے پہلے کہ ان کو طوفان سے غرق کر دیا جائے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے' ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ ان کو مطلقاً عذاب سے ڈرایئے' حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے اور ان کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے' لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا' وہ آپ کو اس قدر زدوکوب کرتے تھے کہ آپ بے ہوش ہو جاتے تھے ف۲ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا معنی یہ ہے کہ اس کے تمام احکام پر عمل کرو' خواہ وہ واجبات ہوں یا مستحبات ہوں اور خواہ ان عبادات کا تعلق ظاہری اعضاء سے ہو یا دل کے کاموں سے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہنے کا معنی یہ ہے کہ ان تمام کاموں کو ترک کر دو' جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام یا مکروہ قرار دیا ہے اور فرمایا: میری اطاعت کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت صرف نبی کے بتانے اور اس کی رہنمائی سے ہو سکتی ہے۔ عام انسان کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس کام کا حکم دیا ہے اور کس کام سے منع فرمایا ہے' اور اللہ سبحانہ کس کام سے راضی ہوتا ہے اور کس کام سے ناراض ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت نبی کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی' اس لیے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی عبادت اور اس سے ڈرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا: میری اطاعت کرو ف۳ اس آیت میں ''من ذنوبکم'' فرمایا ہے' یعنی تمہارے بعض گناہوں کو معاف فرما دے گا یعنی ان کے تمام گناہ معاف نہیں فرمائے گا' اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ تو صرف ایمان لانے سے ہی معاف ہو جاتے ہیں' پھر قابل معافی جو گناہ بچے وہ ایمان لانے کے بعد کے ہی گناہ ہیں اور وہ کل گناہوں کا بعض ہی ہیں' حدیث میں ہے: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں' آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا' آپ نے پوچھا: اے عمرو! کیا ہوا' میں نے عرض کیا: میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شرط لگاؤں' آپ نے فرمایا: تم کیا شرط لگاؤ گے' میں نے عرض کی: میری معافی ہو جائے' آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اسلام اس سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور حج اس سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱) دوسرا جواب یہ ہے کہ ان

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝٥

کاش! تم جانتے ○ (نوح نے) کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو دن اور رات دعوت دی ○

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝٦ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ

پس میری دعوت سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے ○ ٣ اور بے شک میں نے جب بھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو معاف فرمائے

جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا

تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لیے

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ اِنِّيْٓ

اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیا ○ پھر میں نے ان کو بلند آواز سے بلایا ○ پھر میں نے ان کو

اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝٩ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ

علی الاعلان بھی بلایا اور خفیہ طریقہ سے بھی ○ ۵ پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو

اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝١١ وَّيُمْدِدْكُمْ

بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے ○ وہ تم پر موسلادھار بارش نازل فرمائے گا ○ اور مالوں

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝١٢

اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات اُگائے گا اور تمہارے لیے دریا بہائے گا ○ ٦

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝١٣ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝١٤ اَلَمْ

تم اللہ کی عظمت و جلالت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ ○ ٧ حالانکہ اس نے تم کو بہ تدریج پیدا کیا ہے ○ ٨ کیا تم نے

تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝١٥ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ

نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے ہیں ○ اور ان میں چاند کو

بعض گناہوں سے وہ گناہ مراد ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے کیونکہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے' وہ گناہ اس وقت معاف ہوں گے جب اصحابِ حقوق ان کو معاف کریں گے ف٤ نوح:٦-٥ میں بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو مسلسل دن رات' خلوت اور جلوت میں دین کی تبلیغ کرتے رہے لیکن ان کی تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ الٹا اثر ہوا' بجائے اس کے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف رغبت کرتے' وہ ان سے متنفر ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا ملنا اور گمراہی میں مبتلا ہونا محض اللہ کی تقدیر اور اس کی اثر آفرینی سے ہوتا ہے۔ ایک عالم ایک مجلس میں وعظ کرتا ہے' ایک شخص کے دل پر اس وعظ کا اثر ہوتا ہے اور وہ اس کی نصیحت کو قبول کر کے راہِ راست پر آجاتا ہے اور دوسرے شخص پر اس کے برعکس اثر ہوتا ہے' وہ اس عالم سے متنفر ہو جاتا ہے' اور اس کے وعظ اور نصیحت کے خلاف اپنے دل میں شبہات کے تانے بانے بننے لگتا ہے اور زیادہ شدت اور تندی سے اس کا رد کرتا ہے ف٥ حضرت نوح علیہ السلام جب بھی اپنی قوم کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی طرف بلاتے تاکہ ان کی مغفرت ہو جائے تو وہ اعراض کرتے اور آپ کا وعظ نہ سننے کی کوشش کرتے' اس لیے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیتے تاکہ حق اور صداقت کی کوئی آواز ان کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے' وہ اسی طرح اپنے کفر اور شرک پر اصرار کرتے اور اس پر جمے رہتے اور حضرت نوح علیہ السلام کا وعظ سننے اور اس کے قبول کرنے کو اپنی بڑائی اور انانیت کے خلاف سمجھتے۔ حضرت نوح علیہ السلام انہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے کفر کی توبہ کرنے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم دیتے' وہ اس سے بھی اعراض کرتے تھے۔ اس آیت میں استغفار کرنے کا حکم ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو استغفار کی توفیق دی گئی' وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوگا' کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: تم اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ زیادہ معاف فرمانے والا ہے۔ (نوح:١٠) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابلیس نے اپنے رب عزوجل سے کہا: تیری عزت اور جلال کی قسم! میں بنو آدم کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ ان کے جسموں میں روحیں ہیں' تب اس کے رب نے فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٤١) ف٦ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اور استغفار ہر حال میں مفید ہے۔ الربیع بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن بصری سے قحط سالی کی شکایت کی' حسن نے اس سے کہا: اللہ سے استغفار کرو' پھر دوسرا شخص آیا' اس نے ان سے فقر کی شکایت کی' حسن نے اس سے بھی کہا: اللہ سے استغفار کرو' پھر ایک اور شخص آیا' اس نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بیٹے دے' انہوں نے اس سے بھی کہا: تم اللہ سے استغفار کرو' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ میرے باغات خشک ہوگئے ہیں' حسن نے اس سے بھی کہا: تم اللہ سے استغفار کرو' ہم نے ان سے کہا: آپ کے پاس مختلف لوگ شکایات لے کر آئے اور آپ نے سب کو استغفار کرنے کا حکم دیا۔ حسن بصری نے کہا: میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی' میں نے قرآن مجید کی ان آیات (نوح:١٢-١٠) سے استدلال کیا ہے ف٧ اس آیت کا معنی ہے: تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈرتے کیوں نہیں' یعنی تمہارے حال سے یہ کیوں نہیں ظاہر ہوتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر کرنے والے ہو' اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر اور اس کی ہیبت اور جلال سے ڈرنے کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! لوگ پریشان ہوگئے' بچے ضائع ہوگئے' اموال کم ہوگئے اور مویشی ہلاک ہوگئے' آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دعا کیجئے' ہم اللہ کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے حضور شفیع بناتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو اور رسول اللہ ﷺ ''سبحان اللہ' سبحان اللہ'' پڑھنے لگے' پھر رسول اللہ ﷺ کافی دیر تک ''سبحان اللہ' سبحان اللہ'' پڑھتے رہے' حتیٰ کہ آپ کے اصحاب کے چہروں پر ملال کے آثار ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم پر افسوس ہے! اللہ تعالیٰ (بقیہ صفحہ ٩٩٠ پر)

فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ أَنۢبَتَكُم مِّنَ

روشن فرمایا اور سورج کو چراغ بنایا ○ اور اللہ نے تمہیں

الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ

زمین سے اُگایا ہے ○ پھر تم کو اسی زمین میں لوٹائے گا اور (دوبارہ) تم کو نکالے گا ○ ۹ اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾

تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا ○ تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلتے پھرتے رہو ○

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَ

نوح نے کہا: اے میرے رب! انہوں نے میری حکم عدولی کی اور انہوں نے ان کی پیروی کی جنہوں نے ان کے مال اور

وَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ

اولاد میں نقصان کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا ○ ۱۰ اور انہوں نے بہت بڑی سازش کی ○ ۱۱ اور انہوں نے کہا:

آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَ

تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وَدّ اور سُواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز

نَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾

نہ چھوڑنا ○ ۱۲ اور بے شک انہوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا اور (اے میرے رب!) ظالموں میں صرف گم راہی کو زیادہ کر ○ ۱۳

مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم

سو ان کو ان کے سنگین گناہوں کی وجہ سے ہی غرق کیا گیا' پس فوراً ان کو آگ میں جھونکا گیا ۱۴ تو انہوں نے اللہ کے

مِّن دُونِ اللّٰهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ

مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ پایا ○ اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں

ف۹ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے' حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی دیگر جگہوں پر یہی فرمایا ہے: ''خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ'' (النحل: ۴) انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ ''إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ'' (الدھر: ۲) بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور وہ ہماری اصل ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے تو اس وجہ سے فرمایا: ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے' اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹) نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۵۳۱)

ف۱۰ نوح: ۲۱ میں یہ بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے نہ صرف یہ کہ ان کی حکم عدولی کی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے مقابلہ میں ان کے مخالفوں کی اطاعت کی' جو لوگ حضرت نوح کی نبوت کے منکر اور مخالف تھے اور بت پرستی کے داعی تھے' جن کی اطاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی' وہ ان کے دنیا میں کام آ سکتے تھے نہ آخرت میں' جن کی دوستی اور اطاعت سے ان کو سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہ تھا' حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح کو چھوڑ کر ان کی اطاعت کرتی تھی ف۱۱ نوح: ۲۲ میں فرمایا: حضرت نوح کی قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے اطاعت گزاروں کو ورغلایا اور حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف سازش کی' وہ اپنے ماتحت لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف بھڑکاتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق ناگفتنی باتیں کہتے تھے۔ قرآن نے دیگر سورتوں میں ان کے وہ اقوال نقل کیے ہیں' فرمایا: ''قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○'' (الاعراف: ۶۰) (حضرت) نوح کی قوم کے سرداروں نے کہا: ہم تم کو صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں ○ ''فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ○'' (ھود: ۲۷) پس نوح کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم آپ کو اپنی مثل بشر ہی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی پیروی صرف نیچ اور کم عقل لوگوں نے کی ہے اور ہم اپنے اوپر آپ کی کوئی فضیلت نہیں دیکھتے' بلکہ ہم تو آپ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں ○ ف۱۲ نوح: ۲۳ میں ان بتوں کا ذکر فرمایا ہے' جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی اور ان کی قوم کے سردار ان کو ان بتوں کی عبادت کی تلقین کرتے تھے۔ امام ابوجعفر طبری اس آیت کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: محمد بن قیس نے کہا: یہ بت (وَدّ' سواع' یغوث' یعوق اور نسر) حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکار تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے' جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان نیک لوگوں کے مجسمے بنالیں تو پھر ہم کو عبادت کرنے میں زیادہ ذوق اور شوق حاصل ہوگا' سو انہوں نے ان کے مجسمے بنائے اور جب یہ نسل بھی ختم ہو گئی اور دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ تمہارے آباء و اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارش برسائی جاتی تھی' سو بعد کے لوگوں نے ان کی عبادت کرنا شروع کر دی۔ (جامع البیان: ۲۷۱۵۳) ف۱۳ اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تو اس قوم کو ہدایت دینے کے لیے مبعوث کیا گیا تھا' انہوں نے ان کے گم راہ ہونے کی دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا منشاء یہ نہیں تھا کہ ان کو صراط مستقیم سے گمراہ کر دیا جائے اور ان کو دین میں گم راہی کے راستہ پر ڈال دیا جائے بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف جو سازشیں کر رہے تھے اور آپ کو دین و دنیا میں نقصان پہنچانے کی جو تدبیریں کر رہے تھے' ان میں ان کو گمراہ کر دیا جائے' تاکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں اور اپنی سازشوں میں ناکام اور نامراد ہو جائیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ''ضلال'' سے مراد اس کا اثر اور نتیجہ ہے یعنی عذاب' اور مراد

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ

میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ○ بے شک اگر تو نے انہیں چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور

لَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ

ان سے صرف بدکار کافر پیدا ہوں گے ○ اے میرے رب! میری میرے والدین کی اور

لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا

جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما اور جملہ مومنین اور مومنات کی (بھی مغفرت فرما) اور

تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرما! ○ ۱۵

۷۲ سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ ۴۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۸ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الجن مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اٹھائیس آیتیں دو رکوع ہیں

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا

آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے ۱ کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے بہت

قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ

عجیب قرآن سنا ہے ○ ۲ جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ

اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾

کسی کو شریک نہیں بنائیں گے ○ ۳ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا ○

وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

اور ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ کے متعلق ناحق باتیں کہا کرتے تھے ○ اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ

یہ ہے کہ اے اللہ! ان کے عذاب کو اور زیادہ کردے ف۱۴ اس آیت میں فرمایا: "اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا" اور "فاء" "تعقیب علی الفور" کے لیے آتی ہے اسی لیے ہمارے علماء نے اس آیت سے عذابِ قبر کو ثابت کیا ہے کیونکہ اس میں جو فرمایا ہے: ان کو فوراً آگ میں جھونکا جائے گا' اس سے مراد دوزخ کی آگ نہیں ہے کیونکہ وہ عذاب تو قیامت کے بعد آخرت میں دیا جائے گا' لہٰذا ان کو فوراً آگ میں جھونکنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو قبر کے اندر آگ میں جھونکا گیا اور یہی عذابِ قبر ہے ف۱۵ حضرت نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے لیے دعا کی' تاکہ یہ ظاہر ہو کہ انسان سب سے زیادہ خود اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہے' پھر اپنے والدین کے لیے دعا کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ احسان اس کے والدین کا ہے' اس کے بعد تمام مؤمنین کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طریقہ سے دعا کی ہے۔ اپنے' اپنے والدین اور تمام مؤمنین کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے لیے ہلاکت کی دعا کی اور فرمایا: ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرما۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۸/۱۰ ۲

سورۃ الجن: ف۱ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق آپ پر کیا وحی فرمائی ہے' اس کے حسب ذیل فوائد ہیں: (۱) تاکہ حضرات صحابہ کرام کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے' اسی طرح آپ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے (۲) قریش یہ جان لیں کہ جنات کے خمیر میں سرکشی ہے' اس کے باوجود جب انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کو جان لیا تو وہ اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے' اور قرآن مجید سنتے ہی مسلمان ہو گئے (۳) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلّف ہیں' ان میں سے نیکوں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب ہوگا (۴) جنات ہمارا کلام سنتے ہیں اور ہماری لغات کو جانتے ہیں اور نبی ﷺ ان کی طرف مبعوث ہوئے ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ بھی ان کی زبان سمجھتے ہوں' ورنہ آپ کیسے ان کے سوالات کے جوابات دیں گے (۵) جنات نے کہا: ہم اسلام کو اپنی قوم کی طرف پہنچائیں گے' اس سے معلوم ہوا جو شخص مسلمان ہو جائے وہ دوسروں تک خصوصاً اپنی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچائے ف۲ جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا' قرآن مجید میں ہے: "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا" (الانعام:۷۶) جب رات نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔ "الجنان" قلب کو کہتے ہیں' کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ "الجن" اور "الجنة" کا معنی ڈھال ہے' جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے' قرآن مجید میں ہے: "اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً" (المجادلہ:۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا' اور حدیث میں ہے: "اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ" روزہ ڈھال ہے (صحیح البخاری:۱۸۹۴)۔ (المفردات ج۱ ص۱۲۸) ف۳ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی الوہیت' اس کے علم اور قدرت اور اس کی معرفت کی ہدایت دیتا ہے' ہم اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آئے اور اب ہم بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار نہیں دیں گے اور اب ہم ابلیس کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور نہ اس کی اطاعت کریں گے۔

تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ

جن و انس میں سے کوئی بھی اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتا ۝ ٥ اور بے شک انسانوں میں سے چند لوگ

الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَّاَنَّهُمْ

جنات میں کچھ لوگوں کی پناہ طلب کرتے تھے اس سے جنات کی سرکشی زیادہ ہو گئی ۝ ٥ اور جنات نے

ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ

بھی یہ گمان کر لیا جیسے تمہارا گمان ہے کہ اللہ مرنے کے بعد کسی کو زندہ نہیں کرے گا ۝ اور ہم نے آسمان (کی خبر کو)

فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝٨ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

طلب کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت محافظوں اور آگ کے گولوں سے بھرا ہوا ہے ۝ اور ہم اس سے پہلے (فرشتوں کی باتیں)

مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩

سننے کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے سو اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے عقب میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے ۝ ٦

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ

اور ہمیں معلوم نہیں کہ (اس سے) زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ

رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا

بھلائی کا ارادہ کیا ہے ۝ ٧ اور بے شک ہم میں سے چند نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہیں، اور ہم مختلف

طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝١١ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ

فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں ۝ ٨ اور ہم نے یہ یقین کر لیا کہ ہم ہرگز اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ

نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝١٢ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

ہرگز اس سے بھاگ سکتے ہیں ۝ ٩ اور بے شک ہم نے جیسے ہی ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے سو جو بھی

ف۴ آپ سے قرآن سننے والے جنات نے اپنے شرک کرنے کا عذر بیان کیا کہ مشرکین جن نے ہم سے کہا کہ اللہ کا بیٹا اور بیوی ہے اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر جن وانس میں سے کوئی بھی جھوٹ نہیں باندھتا' سو ہم نے بھی ان کے قول کی پیروی کی' پس انہوں نے اقرار کیا کہ وہ ان مشرکین جنات کی تقلید کی وجہ سے شرک اور جہالت میں مبتلا ہو گئے' واضح رہے کہ اصول اور عقائد میں تقلید کرنا مذموم ہے' اور فروع اور احکام شرعیہ میں تقلید کرنا جائز ہے ف۵ زمانہ جاہلیت میں جب قحط پڑ جاتا تو مشرکین کسی شخص کو سرسبز زمین کی تلاش میں بھیجتے' پھر اس کو جس جگہ پانی اور گھاس ملتی تو وہ وہاں اپنے گھر والوں کو بلا لیتا' پھر جب وہ وہاں پہنچتے تو بلند آواز سے پکارتے: اے اس وادی کے رب! ہم اس وادی کی آفات اور بلیات سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور ان کی مراد اس وادی کے رب سے جنات ہوتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۸)

ف۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات پر قرآن مجید نہیں پڑھا تھا اور نہ ان کو دیکھا تھا' نبی ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے اور آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے' پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کیا چیز حائل ہو گئی ہے' اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا: ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے' زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں سفر کرو اور تلاش کرو کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہو گئی ہے' پھر انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا' ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی اور وہاں نبی ﷺ عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' جب انہوں نے قرآن کو سنا تو انہوں نے کہا: یہ وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمان کے درمیان حائل ہو گئی ہے' پھر وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے' ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک قرار نہیں دیں گے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۲۱) نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے (شیاطین تین آسمانوں تک آتے جاتے تھے اور آسمانی خبریں سنتے تھے) اور جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو پھر ان کو تین آسمانوں پر چڑھنے سے روک دیا گیا' پھر ابلیس اور اس کا لشکر چوری چھپے جا کر فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے تو ان پر ستارے مارے جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بعثت کے ابتدائی ایام سے تھا اور حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کر دے' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی' میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں' حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۶۱' صحیح مسلم: ۵۴۱) ف۷ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: (۱) ہم کو یہ معلوم نہیں کہ چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے سے زمین والوں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے یا شر کا (۲) سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے تا کہ وہ آپ کی نبوت کی تکذیب کر کے ہلاک ہو جائیں' جس طرح پچھلی امتیں اپنے نبیوں کی تکذیب کر کے ہلاک ہو گئیں یا آپ کی بعثت سے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے تا کہ وہ آپ پر ایمان لا کر ہدایت پا جائیں اور دنیا اور آخرت میں سرفراز ہوں ف۸ یعنی جنات میں بھی انسانوں کی طرح مختلف عقائد کے حاملین ہیں' ان میں مرجئہ' قدریہ' روافض اور خوارج ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۱) ف۹ اس آیت میں ''ظن'' کا لفظ ہے اور اس سے مراد یقین ہے' اس کا معنی ہے: ہم زمین میں جہاں کہیں بھی ہوں' ہم آسمان کی طرف بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے' اس کا دوسرا معنی ہے: جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کسی معاملہ کا ارادہ فرمائے تو ہم اس سے بھاگ کر اس کو عاجز نہیں کر سکتے' یعنی دلائل سے ہم پر یہ منکشف ہوا یا اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر سے ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ہم اللہ سبحانہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا

اپنے رب پر ایمان لائے گا وہ نہ کسی خیر میں کمی پائے گا نہ کسی شر میں اضافہ O ف۱۰ اور بے شک ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور

الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ

کچھ سرکش ہیں ف۱۱ سو جنہوں نے اطاعت کی انہوں نے ہدایت کا راستہ تلاش کر لیا O اور رہے سرکش

فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ

تو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں O اور اگر وہ راہِ راست پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب

مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ

کرتے O ف۱۲ تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اس کو چڑھتے ہوئے سخت

عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

عذاب میں داخل کر دے گا O ف۱۳ اور بے شک مساجد اللہ کی (عبادت کے لیے) ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو O ف۱۴

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع

اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جتھا بن کر اس پر پل پڑتے O

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ

آپ کہیے کہ میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا O ف۱۵ آپ کہیے: میں (ازخود)

لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ

تمہارے لیے کسی ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں O ف۱۶ آپ کہیے: بے شک مجھے اللہ (کے عذاب) سے ہرگز کوئی بچا نہیں سکتا ف۱۷

وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ

اور نہ میں اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ پاتا ہوں O مگر اللہ کی طرف سے پیغامات کو پہنچانا میرے ذمہ ہے ف۱۸

ف۱۰ اس آیت کا معنی ہے: جب ہم نے قرآن کریم کی آیات سنیں تو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی' اس آیت سے واضح ہوگیا کہ ہمارے نبی انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث تھے' اور اللہ تعالیٰ نے جنات میں کسی رسول کو نہیں بھیجا اور نہ بادیہ نشینوں میں سے کسی کو رسول بنایا ہے اور نہ عورتوں میں سے کسی کو رسول بنایا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى" (یوسف:۱۰۹) اور ہم نے آپ سے پہلے شہر والوں میں جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی نہ اس کے گناہوں میں اضافہ کیا جائے گا ف۱۱ یعنی قرآن مجید کی آیات سننے کے بعد ہم میں اختلاف ہو گیا' ہم میں سے بعض اسلام لے آئے اور بعض کفر پر برقرار رہے' اس آیت میں "القاسطون" کا لفظ ہے' اس کا واحد "القاسط" ہے' اس کا معنی ہے: ظالم' کیونکہ وہ حق سے عدول کرنے والا ہوتا ہے' اور "المقسط" کا معنی ہے: عادل' کیونکہ اس باب میں افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے یعنی ظلم کی نفی کرنے والا' ایسا شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے ف۱۲ اس آیت میں "غدق" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کثیر پانی' اور کثیر پانی سے کیا مراد ہے' اس میں تین قول ہیں: (۱) اس سے جنتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جنتوں کے نیچے دریا بہتے ہیں (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بارش ہے (۳) اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام نفع اور فوائد ہیں کیونکہ پانی دنیا میں ہر خیر کی اصل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ کفارِ مکہ ایمان لے آئے اور راہِ راست پر چلے تو ان کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر حاصل ہوگی ف۱۳ ابن زید نے کہا: اس آیت میں رب کے ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور اس سے اعراض کرنے کا معنی ہے: اس کو قبول نہ کرنا اور یہ کافروں کا طریقہ ہے' یا ان آیات کے احکام پر عمل نہ کرنا' جیسا کہ فساق مؤمنین کی روش ہے' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے غفلت برتنا اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا' یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کرنا ہے ف۱۴ مجاہد نے کہا کہ جب یہود اپنے گرجوں اور اپنے کلیساؤں میں داخل ہوتے تو اللہ سبحانہ کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کو یہ حکم دیا کہ وہ جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو صرف اللہ عزوجل کو اپنی حاجت میں پکاریں' اسی کی عبادت کریں اور صرف اسی سے دعا کریں' گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مسجد میں کسی بت یا کسی خود ساختہ معبود کی عبادت نہ کرو اور نہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو حقیقی حاجت روا سمجھ کر پکارو اور نہ اپنی عبادات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حصہ رکھو اور نہ کسی اور کو شریک کرو ف۱۵ مشرکین مکہ یہ کہتے تھے: تم جو پیغام سنا رہے ہو اس سے دست بردار ہو جاؤ' تم نے تمام اہل مکہ کو اپنا دشمن بنا لیا ہے' اگر بالفرض تم پر اللہ کا عذاب آیا تو ہم تمہیں اپنی پناہ میں رکھیں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی: آپ کہیے: میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں' اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا O ف۱۶ یعنی میں تم سے کسی ضرر کو دور کرنے پر ازخود قادر نہیں ہوں اور نہ ازخود تمہیں کوئی نفع پہنچانے پر قادر ہوں' اس آیت کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ میں ازخود تم کو ہدایت دینے پر قادر ہوں اور نہ ازخود تمہیں گم راہ کرنے پر قادر ہوں ف۱۷ یعنی اگر بہ فرض محال' اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے تو اللہ کے سوا کوئی مجھے اس عذاب سے بچا نہیں سکتا ف۱۸ اس آیت کا معنی ہے: مجھے کوئی چیز کسی عذاب یا کسی مصیبت سے بچا نہیں سکتی' سوا اس کے کہ میں اللہ کے اس پیغام کو پہنچاؤں جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے' کیونکہ اللہ کے پیغام کو پہنچانا اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق سے ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ

اَبَدًا ۝۲۳ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ

رہے گا ۝ (یہ کفار اس وقت تک نہیں مانیں گے) حتیٰ کہ یہ اس عذاب کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے سو یہ عنقریب

نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝۲۴ قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ

جان لیں گے کہ کس کے مددگار بہت کم زور اور شمار میں بہت کم ہیں ۝ ۱۹ آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے

يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ۝۲۵ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ

وعدہ کیا گیا ہے آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کر دی ہے ۝ ۲۰ وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے ہر غیب

اَحَدًا ۝۲۶ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ

پر کسی کو مکمل مطلع نہیں فرماتا ۝ ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرما لیا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں ۲۱ سو وہ اس رسول

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝۲۷ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ

کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے ۝ تاکہ اللہ اس بات کو ظاہر فرما دے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے پیغامات پہنچا دیئے

وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝۲۸

ہیں ۲۲ اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس سب کا اللہ نے احاطہ کر لیا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کر لیا ہے ۝

(۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المزمل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بیس آیتیں دو رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ

اے چادر لپیٹنے والے! ۝ ۱ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا ۝ آدھی رات یا اس سے

ف ۱۹ کفارِ مکہ آپ کی عداوت میں اکٹھے ہو کر آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور آپ کی نصرت کرنے والے مسلمانوں کو بہت قلیل اور کمزور سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کل قیامت کے دن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کا عدد کم ہے اور کون کم زور ہے یا دنیا میں ہی ان کو غزوۂ بدر سے علم ہو جائے گا کہ کون سا گروہ قوی ہے اور کون سا گروہ کم زور ہے

ف ۲۰ جب مشرکین نے نبی ﷺ سے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (کہ یہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے) حتیٰ کہ یہ اس عذاب کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ الایۃ' تو نضر بن الحارث نے کہا: وہ عذاب کب واقع ہوگا' جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی: آپ کہیے: میں از خود نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے' آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کر دی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس عذاب کا وقوع تو متعین ہے لیکن اس کے وقوع کا وقت غیر معلوم ہے

ع ۹ / ۱۲

ف ۲۱ قرآن مجید کی اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو جس قدر غیب پر چاہتا ہے مطلع فرماتا ہے' پس کیا رسول کے لیے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جس قدر غیب پر مطلع فرمایا ہے' اس سے وہ اپنی امت کے بعض افراد کو مطلع فرما دے؟ میں (یعنی شیخ محمد بن علی شوکانی) کہتا ہوں کہ ہاں! یہ ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی معرفت ہے ان سے یہ امر مخفی نہیں ہے' اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ایک مجلس میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما رہے تھے اور آئندہ آنے والے فتنوں میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا' جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۲) اسی طرح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مستقبل میں برپا ہونے والے فتنوں کی خبر دیتے تھے' جن کی انہیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۱) حتیٰ کہ اکابر صحابہ حضرت حذیفہ سے ان فتنوں کے متعلق سوال کرتے تھے اور اس طرح کی بہت زیادہ احادیث ہیں' اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس امت کے بعض صالحین کو غیب کی ان خبروں کے ساتھ خاص کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہیں' اور وہ صالحین اپنے بعد کے لوگوں کو ان غیب کی خبروں پر مطلع کر دیں اور صالحین کی کرامات اسی طور سے ہیں اور یہ سب فیضِ ربانی ہے' جو حضرت رسالت کے واسطہ سے حاصل ہوا ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۱۴۔ ۴۱۳) اس بحث کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف لطیف "تبیان القرآن" ج ۱۲ ص ۲۹۹ تا ۳۳۱ کو ملاحظہ فرمائیں ف ۲۲ اس آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے: تاکہ اللہ جان لے کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں' پھر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تھا' بعد میں اس نے جان لیا' اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہو اور چونکہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' سو اس سے اللہ تعالیٰ کا محلِ حوادث میں ہونا لازم آئے گا اور جو محلِ حوادث ہو وہ خود حادث ہوتا ہے۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے اس آیت کا جو ترجمہ فرمایا ہے اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا' آپ نے یہ ترجمہ فرمایا ہے: تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ظاہر فرما دے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔

قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ المزمل: ف ۱ اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں "المزمل" سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ ہیں اور اس سورت کے شروع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو بہت لطف و کرم کے ساتھ آپ کے اوصاف سے نداء کرتا ہے' پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو آپ کے نام کے ساتھ نداء نہیں کی گئی ہے' البتہ احادیثِ قدسیہ میں آپ کو یا محمد کے ساتھ نداء کی گئی ہے۔

مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ

کچھ کم کر دیں O یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں ٢ اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں O ٣ بے شک ہم آپ پر

عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿٥﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ

بھاری کلام نازل فرمائیں گے O ٤ بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست

قِيْلًا ﴿٦﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ

رکھنے والا ہے O بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں O اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور

تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

سب سے منقطع ہو کر اسی کے ہو رہیں O ٥ وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا

سو آپ اس کو اپنا کارساز بنا لیں O ٦ اور آپ کافروں کی باتوں پر صبر کریں اور ان کو خوش اسلوبی

جَمِيْلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿١١﴾

سے چھوڑ دیں O ٧ اور ان مال دار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو تھوڑی مہلت دیں O ٨

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣﴾

بے شک ہمارے پاس (ان کے لیے) بھاری بیڑیاں ٩ اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے O اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے O

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿١٤﴾

جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بھرا ہوا ٹیلا بن جائیں گے O

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۵ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى

بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف

ف٢ اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں: (١) سعید بن جبیر نے کہا: ان آیتوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انبیاء سابقین پر رات کا قیام فرض تھا (٣) سعد بن ہشام سے ایک طویل روایت ہے' اس میں مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے متعلق خبر دیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن مجید میں "یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" نہیں پڑھتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں' آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اس سورت کے شروع میں آپ پر رات کا قیام فرض کر دیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ مہینوں تک روکے رکھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ میں تخفیف نازل فرمائی' پھر رات کا قیام نفل ہو گیا جب کہ اس سے پہلے فرض تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ٧٤٦) ف٣ زجاج نے کہا: "ترتیل" کا معنی تبیین ہے' یعنی بیان کرنا' اور قرآن مجید کو جلدی جلدی پڑھنے سے تبیین نہیں ہوتی' یہ اس وقت ہوتی ہے جب تمام حروف کو ان کے مخارج سے واضح طور پر ادا کیا جائے اور جہاں مدات ہوں ان کو پورے طور پر پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کی نماز میں قرآن مجید کو "ترتیل" کے ساتھ پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ رات کے سکوت' پرسکون ماحول اور تنہائی میں انسان ان آیات کے حقائق اور دقائق میں غور کرنے پر قادر ہو اور جب وہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی جلالت ہو' اور جب وعد اور وعید کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں عذاب کا خوف اور ثواب کی اُمید ہو اور اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن ہو جائے اور جلدی جلدی قرآن پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی میں غور نہیں کر رہا ہے' پس معلوم ہوا کہ "ترتیل" سے مقصود یہ ہے کہ حضور قلب اور کمال معرفت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ (تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٦٨٣) ف٤ یہ آیت قیام لیل کی فرضیت کے ساتھ مربوط ہے' یعنی ہم رات کے قیام کی فرضیت کے ساتھ آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے' کیونکہ رات کو نیند کا وقت ہوتا ہے' سو جو شخص پہلے سے تیار نہ ہو اور اس کو رات کے اکثر حصہ میں قیام کا حکم دیا جائے تو وہ اس کے نفس پر سخت دشوار ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہم عنقریب آپ پر ایسی وحی نازل کریں گے جو اس وجہ سے ثقیل ہو گی کہ اس پر عمل کرنا سخت دشوار ہو گا ف٥ اس آیت میں "تبتل" کا لفظ ہے' تمام مفسرین نے "تبتل" کی تفسیر اخلاص کے ساتھ کی ہے' اور لغت میں "تبتل" کا معنی ہے: منقطع ہونا' حضرت سیدہ مریم کو بتول اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ سب لوگوں سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئی تھیں ف٦ یہ آیت بھی اس سے پہلی آیت سے مربوط ہے کیونکہ جس کو یقین ہو گا کہ اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کا رب ہے' اس کی تمام اُمیدیں سب سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوں گی اور اس کے تمام اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں گے ف٧ یعنی کفار آپ کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ کا مذاق اڑا کر آپ کو ایذاء پہنچاتے ہیں تو آپ ان کی دل آزار باتوں سے نہ گھبرایئے اور ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنے سے نہ رُکیں ف٨ یہ ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرے اور اس کا کوئی عزیز دوست اس کام کو اس کی بہ نسبت زیادہ عمدگی سے کر سکتا ہو تو وہ اس سے کہے: تم خود یہ کام نہ کرو' اس کام کو تمہارے بدلا میں کروں گا' اس نہج پر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: کفار کی ایذاء رسانیوں کا آپ خود ان سے انتقام نہ لیں' آپ کے بدلا میں ان جھٹلانے والوں سے میں انتقام لوں گا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گا ف٩ اس کا معنی ہے: بیڑیاں' اور یہ بیڑیاں ان کے پاؤں میں اس لیے نہیں ڈالی جائیں گی کہ ان کے دوزخ سے نکل بھاگنے کا خطرہ ہے' بلکہ یہ بیڑیاں ان کو ذلت اور رسوائی اور اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے ڈالی جائیں گی۔

فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا

رسول بھیجا O ف۱۰ پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سخت گرفت

وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ

سے پکڑ لیا O اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو

شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ

بوڑھا کر دے گا O ف۱۱ آسمان اس کی شدت سے پھٹ جائے گا ف۱۲ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا O ف۱۳ بے شک یہ (آیات)

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ

نصیحت ہیں سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستے کو اختیار کر لے O ف۱۴ بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ

اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ

آپ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں اور (کبھی) آدھی رات تک اور (کبھی) ایک تہائی رات تک اور آپ کے

مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ

ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سے ایک جماعت بھی قیام کرتی ہے اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اللہ کو علم ہے کہ

تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ

اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے ف۱۵ سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو

اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ

پڑھ لیا کرو ف۱۶ اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ

اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے

ع ۱۹
۱۳

ف۱۰ اس جگہ یہ سوال ہے کہ ان آیتوں میں خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ کیوں ذکر فرمایا ہے؟ کسی اور نبی اور رسول کا قصہ ذکر نہیں فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل مکہ سیدنا محمد ﷺ کو بہت کم حیثیت اور معمولی انسان سمجھتے تھے اور آپ کی تحقیر کرتے تھے کیونکہ آپ ان ہی کے درمیان پیدا ہوئے تھے اور پلے بڑھے تھے جیسا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت کم حیثیت اور معمولی انسان سمجھتا تھا' کیونکہ حضرت موسیٰ اسی کے شہر میں پیدا ہوئے تھے اور اسی کے گھر میں انہوں نے پرورش پائی تھی' جیسا کہ فرعون نے کہا تھا: "اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا" (الشعراء:۱۸) کیا ہم نے آپ کے بچپن کے زمانہ میں آپ کی پرورش نہیں کی تھی ف۱۱ اس آیت کا معنی ہے: اگر تم اپنے کفر پر قائم رہے تو اپنے آپ کو اس دن (یعنی قیامت کے دن کے) عذاب سے کیسے بچاؤ گے' جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا' کسی سخت دن کی سختی اور شدت کا اس طرح بیان کیا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ غم اور فکر انسان پر بڑھاپے کو بہت جلدی طاری کرتا ہے' کیونکہ غم اور فکر سے انسان کی حرارت غریزی سرد پڑ جاتی ہے' اس وجہ سے اجزاء غذائیہ پوری طرح پک نہیں سکتے اور بلغم کا باقی اخلاط پر غلبہ ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے انسان کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور سفید بالوں کو بڑھاپے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کے دن بچے حقیقت میں بوڑھے ہو جائیں گے کیونکہ قیامت کے دن بچوں پر غم اور خوف کا طاری ہونا جائز نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن اس قدر طویل ہوگا کہ بچے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں ف۱۲ قیامت کی ہولناکیوں میں سے یہ ہے کہ وہ دن اس قدر سخت اور شدید ہوگا کہ آسمان اس وقت وسعت' عظمت اور شدت کے باوجود پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح بکھر جائے گا تو سوچو کہ عام مخلوق کا اس دن کیا حال ہوگا ف۱۳ آیت کے اس حصہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ قیامت کے دن آسمان کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور جو اس کے علم کا تقاضا ہو' اس کا پورا ہونا واجب ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو کہ آسمان کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہو' وہ لامحالہ پورا ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے ف۱۴ یعنی یہ آیات ہدایت کی انواع اور اقسام پر مشتمل ہیں' سو جو چاہے اپنے رب کی ہدایت کو اختیار کرے' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اس کی عبادت میں مشغول ہو جائے اور اس کی معصیت اور اس کی نافرمانی کو ترک کر دے ف۱۵ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے دو تہائی رات سے کچھ کم بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں' اور کبھی آدھی رات تک بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی ایک تہائی رات تک تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تہجد کی نماز پڑھتی ہے' لیکن ایک تو ہر رات کو اتنا قیام کرنا بہت مشکل اور بھاری کام تھا' دوسرا وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل کام تھا کہ دو تہائی رات تک قیام ہوا ہے یا نصف رات تک قیام ہوا ہے یا تہائی رات تک قیام ہوا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف نازل فرمائی اور رات کے اس قیام کی فرضیت کو منسوخ فرما دیا' اب رسول اللہ ﷺ اور امت پر تہجد کی نماز فرض نہیں ہے' مستحب ہے ف۱۶ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں قرآن پڑھنے سے مراد نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز کا ایک جز قرآن پڑھنا ہے اور اس آیت میں جزء سے مراد کل ہے اور یہ اطلاق مجازی ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ رات میں جتنی نماز آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اتنی نماز پڑھو' لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ قرآن مجید کے کسی لفظ کو مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے' جب اس لفظ سے حقیقت کا ارادہ کرنا محال ہو یا متعذر ہو' اور اس آیت میں قرآن پڑھنے کا ارادہ کرنا محال نہیں ہے' اسی وجہ سے ائمہ احناف نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں کسی معین سورت کا پڑھنا فرض نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید کا جو حصہ بھی آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکے' اتنا قرآن پڑھنا فرض ہے' اسی وجہ سے فقہاء احناف کہتے ہیں کہ نماز میں سورت فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے' بلکہ مطلقاً قرآن کا پڑھنا فرض ہے' جس قدر قرآن کو کوئی شخص آسانی اور سہولت سے پڑھ سکتا ہو' جن بعض احادیث سے نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا لزوم معلوم ہوتا ہے' وہ وجوب پر محمول ہے یعنی نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب

اللّٰهِ ۙ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

ہیں تو پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ

اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے اس کو

خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا

اللہ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰

بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۱۸ O

اٰيَاتُهَا ۵۶ — ۷۴ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

اس میں چھپن آیتیں ہیں — سورۃ المدثر مکی ہے — اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴

اے چادر لپیٹنے والے O ۱ اٹھیے! پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے O ۲ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے O ۳ اور اپنا لباس

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷

پاک رکھیے O ۴ اور بتوں کو چھوڑے رہیے O اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ رکھیے O ۵ اور اپنے رب کی خاطر صبر کیجئے O ۶

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝۹ عَلَى

پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی O تو وہ بہت مشکل والا دن ہو گا O کافروں پر

ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے: "عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"۔ (صحیح البخاری: ۷۵۶) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ کو نہیں پڑھا۔ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے کیونکہ کسی چیز کی فرضیت ایسی دلیل سے ثابت ہوتی ہے' جس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اس کا ثبوت بھی قطعی ہو' اس حدیث کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لزوم کی دلالت تو قطعی ہے کیونکہ اس میں یہ ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی' لیکن اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے قطعی نہیں ہوتی ہے' جس کا ثبوت قطعی ہے' وہ صرف قرآن مجید ہے یا خبر متواتر ہے' اس لیے ہمارے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' فرض نہیں ہے ف۱۷ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اس سے مراد فرض زکوٰۃ نہیں ہے نہ صدقۂ فطر مراد ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھیں اور سورۃ المزمل کی ہے بلکہ مکہ مکرمہ میں بھی نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے' لہٰذا اس آیت میں زکوٰۃ سے مراد نفلی صدقات ہیں اور نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے' کیونکہ جس طرح نماز سے بدن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے' اسی طرح نفلی صدقات میں خرچ کرنے سے مال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے' علامہ آلوسی حنفی نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ اجمالی طور پر مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی تھی اور زکوٰۃ کے مصارف اور اس کی مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا تھا' اسی لیے اس آیت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم اس سورت کے مکی ہونے کے منافی نہیں ہے (جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے)۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۹۶) ف۱۸ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ تم اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور اس کو اس لیے بچا کر رکھو کہ مرتے وقت اس مال میں وصیت کرو گے' اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ تم اس مال کو پہلے ہی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو اور تم سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں اور جو کوتاہیاں ہو چکی ہیں' ان پر تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہو' خاص طور پر جب تم رات کو اٹھ کر نماز میں قیام کرو تو اللہ سبحانہ سے استغفار کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مغفرت کرنے والا ہے اور ان پر بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ المدثر: ف۱ "المدثر" سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے' جس وقت آپ پر یہ سورت نازل ہوئی اس وقت آپ چادر اوڑھے ہوئے تھے' اسی مناسبت سے آپ کو "یایها المدثر" کہا گیا' اس میں آپ ﷺ کی انتہائی تکریم ہے ف۲ المدثر: ۲ میں صرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا ہے اور اجر و ثواب سنانے کی بشارت کا حکم نہیں دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر جو شخص کفر و شرک اور بداعمالیوں کو ترک کر دے گا' وہ آخرت کے عذاب سے نجات پا جائے گا' اس لیے عذاب سے ڈرانے کا حکم ثواب کی بشارت کے حکم کو متضمن ہے' اور زیادہ اہم چیز گناہوں کو ترک کرنا ہے' اس لیے ابتدائی دعوت کے مقام میں صرف اسی پر اقتصار کیا گیا ف۳ اس کا معنی یہ ہے کہ کفار' مشرکین اور ملحدین جو کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور اس کے شرکاء ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ کی براءت بیان کیجئے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیجئے' یا ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی اطاعت کرنا ہے اور اس کے امر پر عمل کرنا ہے نہ یہ کہ صرف دل میں اس کی بڑائی کا اعتقاد رکھا جائے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۱۰) ف۴ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے قلب کو مشرکین کے اخلاق سے پاک رکھیں' کیونکہ وہ دوسروں پر افتراء باندھتے ہیں' عمداً جھوٹ بولتے ہیں اور قطع رحم کرتے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اپنے نفس اور قلب کو ان سے انتقام لینے کے عزم اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنے کے عزم سے پاک رکھیں' تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے (نبوت کی) جس چادر کو لپیٹا ہوا ہے' اس چادر کو مشرکین کے افتراء کی وجہ سے بے صبری اور بے قراری سے پاک رکھیں کیونکہ یہ اوصاف منصب نبوت کے لائق نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۹۹) بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ زیادہ لمبے کپڑے نہ پہنیں مبادا وہ کپڑے کسی نجاست پر گر جائیں ف۵ اس آیت میں صراحت سے احسان رکھنے کی ممانعت (بقیہ صفحہ ۹۹۱ پر)

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ

(وہ دن) آسان نہ ہو گا O ف۸ آپ اس کو مجھ پر چھوڑ دیں جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا O ف۹ اور میں نے

لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾

اس کے لیے بہت مال مہیا کر دیا O اور بیٹے جو اس کے سامنے ہیں O ف۱۰ اور میں نے اس کے لیے اور بہت کچھ مہیا کیا O

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ ؕ سَاُرْهِقُهٗ

وہ پھر بھی یہ چاہتا ہے کہ میں اور زیادہ کروں O ہرگز نہیں! بے شک وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے O ف۱۱ عنقریب میں اس کو

صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ

صعود پر چڑھاؤں گا O ف۱۲ بے شک اس نے سوچا اور فیصلہ کیا O اس پر اللہ کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O اس پر پھر اللہ کی

كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾

مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا O پھر اس نے غور کیا O پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا O ف۱۳ پھر اس نے اعراض کیا اور تکبر کیا O

فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ ؕ سَاُصْلِيْهِ

پھر کہا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہے O یہ صرف بشر کا کلام ہے O میں عنقریب اس کو دوزخ میں داخل

سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ ؕ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ ۚ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ ۚۖ

کر دوں گا O ف۱۴ اور آپ کو کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟ O نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے O وہ کھال کو جھلسانے والی ہے O

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ ؕ وَمَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪

اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں O ف۱۵ اور ہم نے دوزخ کے محافظ صرف فرشتے بنائے ہیں

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ

اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے ف۱۶ تاکہ اہل کتاب

ف۸ کافروں پر وہ دن اس لیے مشکل ہو گا کہ ان سے سخت حساب لیا جائے گا' ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' ان کے چہرے سیاہ ہوں گے' مارے خوف کے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' ان کے اعضاء ان کی بداعمالیوں کو بیان کریں گے اور وہ برسرِ محشر رسوا ہوں گے ف۹ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ (جامع البیان: ۱۵؍۳۲۷) امام رازی نے فرمایا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اکیلا ہے یعنی اس کا کوئی جائز باپ نہیں ہے اور یہ اس کے نسب میں طعن کی طرف اشارہ ہے ف۱۰ یعنی اس کے بیٹے اس کے سامنے مکہ میں رہتے تھے اور چونکہ وہ بہت مال دار تھے اس لیے ان کو مال کمانے کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا ف۱۱ اس آیت میں ولید بن مغیرہ کو "عنید" فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید' اپنی قدرت' اپنے رسول کی نبوت' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر جس قدر دلائل مہیا کیے ہیں وہ ان سب کا عناداً انکار کرتا تھا ف۱۲ "صعود" کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ دشوار گزار گھاٹی ہے جس پر چڑھنا سخت دشوار اور مشکل ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ "الصعود" دوزخ میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی چڑھائی ستر سال کی ہے' پھر اس سے اتنے ہی سال تک گرتا رہے گا۔ (الماوردی ج ۶ ص ۱۴۱) ف۱۳ ولید بن مغیرہ نے کافی غور و خوض کے بعد سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے خلاف ایک شبہ پیش کیا تھا' لیکن چونکہ وہ دل سے آپ کی نبوت کے صدق کا معترف تھا اس لیے اپنے تیار کیے ہوئے شبہ پر خوش نہیں ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس شبہ کی جڑیں کھوکھلی ہیں اس لیے اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا ف۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سقر" جہنم کے چھٹے طبقے کا نام ہے ف۱۵ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوجہل لعین نے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) کے مددگار انیس فرشتے ہیں' وہ تم کو انیس فرشتوں سے ڈرا رہے ہیں' جب کہ تم ایک جمِ غفیر ہو' کیا تم میں سے سو آدمی مل کر اس ایک فرشتے کو نہیں پکڑ سکتے اور پھر تم دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جاؤ' پھر ان میں سے بنو جمح کے ابوالاشدین نامی ایک شخص نے کہا: اے قریش کے لوگو! جب قیامت کا دن ہو گا تو میں تمہارے آگے آگے پل صراط پر چلوں گا' پس میں اپنے دائیں کندھے کی ٹکر سے دس فرشتوں کو اور بائیں کندھے کی ٹکر سے بقیہ نو فرشتوں کو دوزخ میں گرا دوں گا اور پھر ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے' تب اس کے بعد والی آیات نازل ہوئیں۔ (الوسیط ج ۴ ص ۳۸۴) ف۱۶ جب ابوجہل اور ابوالاشدین نے یہ بڑھکیں اور ڈینگیں ماریں اور شیخی بگھاری تو مسلمانوں نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم فرشتوں کو لوہاروں اور جیل کے داروغوں پر قیاس کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حسبِ ذیل وجوہ سے دوزخ کا پہرے دار اور محافظ بنایا ہے: (۱) تاکہ دوزخ کے داروغہ عذاب یافتہ لوگوں کی جنس سے نہ ہوں کیونکہ اگر وہ ایک جنس سے ہوتے تو ہو سکتا ہے کہ کفار اور مشرکین کے عذاب کو دیکھ کر ان کے دلوں میں کوئی نرمی اور رحم پیدا ہوتا اور جب وہ ان کی مخالف جنس سے ہوں گے تو یہ امکان نہیں رہے گا' اس لیے رسول اللہ ﷺ کو ہم انسانوں کی جنس سے بھیجا گیا تاکہ آپ ہم پر نرمی اور رحم فرمائیں اور ہمارے لیے رؤف و رحیم ہو جائیں (۲) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتے سب سے زیادہ ارتکابِ معصیت سے دور ہیں اور سب سے زیادہ پُرمشقت عبادت کرنے پر قادر ہیں (۳) ان کی قوت جنات اور انسانوں سے زیادہ ہے' اور اس آزمائش کی وجہ یہ ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچان لیں کہ اگر وہ چاہے تو صرف انیس (۱۹) فرشتوں کو ایسی طاقت عطا فرما سکتا ہے' جو لاکھوں فرشتوں کو بھی حاصل نہ ہو۔

أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ

یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے ملے اور نہ اہل کتاب

أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

شک کریں اور نہ ایمان والے اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے

وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۗ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

وہ اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس عجیب بات کو بیان کرنے سے کیا ارادہ فرمایا ہے؟ اسی طرح اللہ جس میں چاہے گم راہی

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۗ

پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہے ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۱۸

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾

اور یہ صرف بشر کے لیے نصیحت ہے ○ ہرگز نہیں! چاند کی قسم! ○ اور رات کی جب وہ جانے لگے! ○

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ

اور صبح کی جب وہ روشن ہو ○ بے شک دوزخ ضرور بہت بڑی چیزوں میں سے ایک ہے ○ ۱۹ بشر کو ڈرانے والی ہے ○ تم میں سے ہر

شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿۳۸﴾

اس شخص کے لیے (ڈرانے والی) ہے جو (نیکی میں) آگے بڑھے یا (برائی کی وجہ سے) پیچھے رہ جائے ○ ہر شخص اپنے عمل کے بدلے

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِينِ ﴿۳۹﴾ فِي جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُونَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۱﴾

میں گروی ہے ○ ۲۰ سوا دائیں طرف والوں کے ○ وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے ○ مجرموں کے متعلق ○

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ

(وہ مجرموں سے کہیں گے:) تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ ○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے ○ اور ہم

ف۱۷ مؤمنین کا اس پر یقین ہوتا ہے بلکہ ان کا اس پر قوی ایمان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے تمام معلومات کا علم ہے اور اس کا علم صحیح ہے اور معلومات کے مطابق ہے اور اس کا علم قدیم اور واجب ہے اور اس میں تغیر اور زوال محال ہے اسی طرح اس کا کلام بھی صادق ہے اور واقع کے مطابق ہے اور اس کے کلام میں کذب محال ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دوزخ کے محافظ فرشتے انیس ہیں تو ان کو اس خبر پر کوئی تردد نہیں ہوا ان کو پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے کلام کے صدق پر ایمان تھا اب اس آیت کی تصدیق کرنے سے یہ ایمان اور زیادہ ہو گیا اور جب ان کے علم میں یہ آیا کہ کفار مکہ اس تعداد کا انکار کر رہے ہیں اور نبی ﷺ کا مذاق اڑا رہے ہیں تو انہوں نے نبی ﷺ کی مدافعت کی اور اس تعداد کے صدق پر اپنے ایمان کو مزید مستحکم کیا ف۱۸ آیت کے اس حصہ میں اس شبہ کا ازالہ ہے کہ فقط انیس فرشتے بے شمار کافر جنات اور کافر انسانوں کو عذاب دینے کے لیے کیسے کافی ہوں گے؟ اور اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ ان انیس محافظوں کے ماتحت کس قدر فرشتے ہیں ان کی تعداد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام علویہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے لشکر ہیں اور ان کے حقائق اور احوال کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور اللہ عزوجل کی سلطنت کے دائرہ کا کلام احاطہ نہیں کر سکتا' اور نہ اس کے مرکز کی طرف طائر فکر کی پرواز پہنچ سکتی ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۲۱) ف۱۹ اس سے پہلے فرمایا تھا کہ دوزخ کے متعلق جو آیات ہیں وہ نصیحت ہیں' اس سے اگر کوئی شخص یہ گمان کرلے کہ پھر کفار مکہ نے بھی ان آیات سے نصیحت حاصل کر لی؟ تو اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا' ہرگز نہیں! یعنی انہوں نے ہدایت حاصل نہیں کی' یا اس سے اس شخص پر انکار کیا جو یہ کہتا تھا کہ وہ دوزخ کے فرشتوں کے مقابلہ پر قادر ہے یا ان لوگوں پر انکار فرمایا ہے جو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد کا مذاق اڑاتے تھے پھر چاند کی اور رات کی اور روشن صبح کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک دوزخ ضرور بڑی چیزوں میں سے ایک ہے' یعنی دوزخ ان بہت بڑے مصائب میں سے ایک ہے' جن سے ڈرایا جاتا ہے ف۲۰ اس آیت کا معنی ہے: ہر نفس نے اپنے آپ کو اللہ کے پاس اپنے عمل کے بدلہ میں گروی رکھا ہوا ہے اور اس کے عمل کے مطابق اس سے معاملہ کیا جائے گا' اگر اس کے اعمال نیک ہیں تو وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے چھڑا لے گا اور اگر اس کے اعمال بد ہیں تو وہ اپنے نفس کو ہلاکت سے نہیں بچا سکے گا۔

ع ۱۵

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ○ ۴۴ اور ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے ○ ۲۲ اور ہم یوم

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

جزا کی تکذیب کرتے تھے ○ حتیٰ کہ ہم پر یقینی چیز آ گئی ○ پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ

الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ

نہ دے گی ○ ۲۳ پس انہیں کیا ہوا جو وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں ○ گویا وہ بدکے ہوئے

حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ

وحشی گدھے ہیں ○ جو شیر سے بھاگ رہے ہیں ○ ۲۴ بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ

مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾

کھلے ہوئے آسمانی صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں ○ ۲۵ ہرگز نہیں! بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے ○

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

ہرگز نہیں! بے شک یہ نصیحت ہے ○ سو جو چاہے اس نصیحت کو قبول کرے ○ ۲۶ اور وہ صرف اللہ کے چاہنے سے ہی

يَّشَآءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

نصیحت کو قبول کریں گے وہی اس کا مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور مغفرت فرمانا اسی کی شان ہے ○ ۲۷

۷۵ سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴۰ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ القیامۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چالیس آیتیں دو رکوع ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ

میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں ○ ۱ اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں ○ ۲ کیا انسان

ف۲۱ یہ ضروری ہے کہ اس آیت میں نماز سے مراد فرض نماز ہو اور زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ واجبہ ہو' کیونکہ واجب کے ترک پر ہی عذاب ہوتا ہے اور انہوں نے کہا: ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے' اس سے مراد ہے: ہم باطل کاموں میں مشغول رہتے تھے اور انہوں نے کہا: ہم یوم جزا یعنی قیامت کے دن کی تکذیب کرتے تھے' حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی۔ امام رازی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ کفار کو احکام شرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۱۶) احناف کا بھی یہی موقف ہے کہ کفار کو احکام شرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور وہ احکام فرعیہ کے مکلف ہیں۔ تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر "تبیان القرآن" ج ۱۲ ص ۳۹۱ تا ۳۹۵ ملاحظہ فرمائیں ف۲۲ لغو کاموں سے مراد ایسے کام ہیں جن کا کوئی قابل ذکر فائدہ نہ ہو' قرآن مجید کی اصطلاح میں لغو کاموں سے مراد ایسے کام ہیں جو شرعاً مذموم ہیں' اور ایسے اقوال اور افعال ہیں جو فی نفسہٖ باطل ہوں ف۲۳ المدثر: ۴۸ سے ہمارے متکلمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ مؤمنین فساق کے لیے شفاعت ہو گی اور ان کو فائدہ دے گی کیونکہ جس طرح کفار کو شفاعت سے فائدہ نہیں ہوگا' اگر مؤمنین فساق کو بھی شفاعت سے فائدہ نہ ہو تو پھر کفار کے متعلق خصوصیت سے یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی: پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی نفع نہیں دے گی' اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہوگی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹) ف۲۴ المدثر: ۵۱ میں "قسورۃ" کا لفظ ہے' اس کا اطلاق شیر پر کیا جاتا ہے' "قسر" کا معنی قہر اور غلبہ ہے اور شیر دوسرے جنگلی جانوروں پر قہر اور غلبہ کرتا ہے' اس لیے اس کو "قسورۃ" کہا جاتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب جنگلی گدھا شیر کو دیکھ لیتا ہے تو بہت تیز بھاگتا ہے' اسی طرح جب مشرکین سیدنا محمد ﷺ کو دیکھتے ہیں تو بھاگتے ہیں ف۲۵ مشرکین نے نبی ﷺ سے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائے گا حتیٰ کہ ہم میں سے ہر شخص کے پاس آسمان سے ایک کتاب نہ آ جائے اور اس میں یہ لکھا ہو کہ یہ رب العالمین کی جانب سے فلاں بن فلاں لوگوں کے نام ہے اور اس میں یہ تحریر ہو کہ ہم تمہیں محمد ﷺ کی اتباع کا حکم دیتے ہیں' اور اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے: "وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" (بنی اسرائیل: ۹۳) اور ہم اس وقت تک آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نازل نہ کریں جس کو ہم خود پڑھیں' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے کہا: اگر (سیدنا) محمد (ﷺ) صادق ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ ہم میں سے ہر شخص کو ایک صحیفہ لا کر دیں' جس میں اس شخص کے نجات یافتہ ہونے کی تصریح ہو ف۲۶ اس آیت میں ان کو فرمائشی معجزات طلب کرنے سے منع فرمایا ہے' اور فرمایا ہے: یہ آخرت سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیات میں غور و فکر نہیں کرتے' اگر کسی معجزہ کو طلب کرنے سے ان کا مقصد یہ ہو کہ ان کو ہدایت حاصل ہو جائے تو اس کے لیے ایک ہی معجزہ کافی ہے' یہ بار بار فرمائشی معجزات کیوں طلب کرتے ہیں' کیا ان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کی آیات کافی نہیں ہیں؟ سیدنا محمد ﷺ کا اُمّی ہونے کے باوجود ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کرنا کافی نہیں ہے جس کی نظیر آج تک کوئی نہیں لا سکا؟ ف۲۷ یعنی وہی اس کا مستحق ہو کہ اس کے بندے صرف اسی سے ڈریں اور اس کے (بقیہ صفحہ ۹۹۱ پر)

سورۃ القیامۃ: ف۱ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ "لَآ اُقْسِمُ" میں "لا" زائدہ ہے یا نفی کے معنی میں ہے' اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ یہ "لا" زائدہ ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ زائد اور بے معنی نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ بے معنی نہیں ہے' البتہ یہ نفی کے معنی میں نہیں ہے' اس کو کلام میں قسم سے پہلے زینت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کلام عرب میں اسی طرح ہوتا ہے اور قرآن مجید لغت عرب اور اسلوب عرب پر نازل ہوا ہے ف۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے دن (انبیاء و مرسلین کے علاوہ) ہر نفس اپنے آپ کو ملامت کرے گا' خواہ وہ نیک ہو یا بد' نیک نفس اپنے آپ کو اس لیے ملامت کرے گا کہ اگر وہ اور زیادہ

اِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ

یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں فرمائیں گے؟ ○ کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کا ہر جوڑ

بَنَانَهٗ ۴ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۵ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ

ٹھیک طرح درست کر دیں ○ ف۳ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی بُرے کام کرتا رہے ○ ف۴ وہ سوال کرتا ہے کہ قیامت کا دن

الْقِيٰمَةِ ۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

کب ہو گا؟ ○ پس جب نظر چکا چوند ہو جائے گی ○ اور چاند بے نور ہو جائے گا ○ اور سورج اور چاند

وَالْقَمَرُ ۹ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۱۱

جمع کر دیئے جائیں گے ○ ف۵ اس دن انسان کہے گا: آج فرار کی جگہ کہاں ہے؟ ○ ہرگز نہیں! اس دن کہیں پناہ نہ ہو گی ○

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ۱۲ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ

اس دن آپ کے رب کی طرف ہی ٹھہرنے کی جگہ ہو گی ○ ف۶ اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے

وَاَخَّرَ ۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰى

کاموں کی خبر دی جائے گی ○ بلکہ انسان کو خود اپنے اوپر بصیرت ہو گی ○ خواہ وہ اپنے تمام عذر پیش

مَعَاذِيْرَهٗ ۱۵ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۱۶ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ

کرتا ہو ○ آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں ○ بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور

وَقُرْاٰنَهٗ ۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۱۹

آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے ○ ف۷ سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں ○ پھر اس کا (معنی) بیان

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۲۰ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۲۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

کرنا ہمارے ذمہ ہے ○ ف۸ ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہو ○ اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو ○ اس دن بہت چہرے

نیکیاں کر لیتا تو اس کو جنت میں زیادہ درجات ملتے اور بدنفس اپنے اوپر اس لیے ملامت کرے گا کہ وہ کیوں نہ گناہوں سے باز آیا اور کیوں نہ نیک کاموں میں مشغول رہا؟ بعض نے کہا کہ نفس لوامہ سے مراد نفوس متقیہ ہیں' یعنی متقی لوگ وہ قیامت کے دن نافرمانی کرنے والوں کو ملامت کریں گے کہ تم لوگوں نے گناہوں کو کیوں نہیں ترک کیا؟ ف۳ اس آیت کی تفسیر اس طرح ہے کہ ہم انسانوں کی انگلیوں کے پوروں کو دوبارہ بنانے پر کیوں قادر نہیں ہوں گے جب کہ ہم ان کو پہلی بار بنا چکے ہیں اور دوسری بار بنانا تو پہلی بار بنانے سے زیادہ آسان ہے اور انگلیوں کی ہڈیوں کا ذکر فرما کر اس پر تنبیہ کی کہ جب ہم انسان کے جسم کی ان چھوٹی ہڈیوں کو دوبارہ بنانے پر قادر ہیں تو ان کی بڑی ہڈیوں کو بنانے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہیں ف۴ یعنی انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ مستقبل میں بھی بُرے کام کرتا رہے اور بُرے کاموں کو بالکل ترک نہ کرے' سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ شخص تسلسل کے ساتھ گناہ کرتا رہے اور توبہ کو مؤخر کرتا رہے اور یہ کہتا رہے کہ میں عنقریب توبہ کر لوں گا حتیٰ کہ وہ بُرے کاموں میں مشغول ہو اور اسی حال میں اس کو موت آ جائے ف۵ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تین علامات ذکر فرمائی ہیں' پہلی علامت یہ ہے کہ جب بجلی چمکے گی اور بہت تیز روشنی کو دیکھنے سے دیکھنے والے کی نظر خیرہ ہو جائے گی اور اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا' جیسا کہ بہت روشنی پڑنے سے ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ چاند بے نور ہو جائے گا' یعنی اس کو گہن لگ جائے گا' اس پر ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ چاند کو اس وقت گہن لگتا ہے جب چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے اور جب سورج اور چاند جمع ہوں گے تو اس وقت یہ حالت نہیں ہوگی' اس کا جواب یہ ہے کہ چاند کو گہن لگنے کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور وہ اس نظام کا پابند نہیں ہے کہ اس کے بغیر چاند کو گہن نہ لگ سکے۔ تیسری علامت یہ بیان فرمائی کہ سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ" (یٰسین: ۴۰) سورج میں یہ طاقت نہیں کہ وہ چاند کو پا سکے۔ جب سورج چاند کو نہیں پکڑ سکتا تو وہ دونوں جمع کس طرح ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب قیامت کے وقوع سے پہلے وہ معمول کی گردش کرتے رہیں گے' لیکن جب قیامت آئے گی تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ سورج اور چاند کے جمع ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں بے نور ہونے میں جمع ہو جائیں گے ف۶ اس آیت میں "المستقر" کا لفظ ہے' یہ "استقرار" سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ٹھہرنا' اس دن تم اللہ عزوجل کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس ٹھکانا نہیں بنا سکو گے' جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے: "اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ○" (العلق: ۸) بے شک آپ کے رب کے پاس ہی لوٹنے کی جگہ ہے ○ "وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○" (النور: ۴۲) اور اللہ ہی کی طرف ٹھہرنے کی جگہ ہے ○ "اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ○" (الشوریٰ: ۵۳) سنو! تمام اُمور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ○ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانا تمہارے رب ہی کے پاس ہے' خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ' یعنی تمہارا ٹھکانا اللہ سبحانہٗ کی مشیت کی طرف مفوض ہے' وہ جس کو چاہے گا اپنے وعدہ کے مطابق یا اپنے فضل سے جنت میں داخل کر دے گا اور جس کو چاہے گا اپنی وعید کے مطابق یا اپنے عدل سے دوزخ میں داخل کر دے گا ف۷ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں' پس جب ہم قرآن کی آیت نازل کریں تو آپ غور سے سنیں' پھر یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھوائیں' اس کے بعد جب حضرت جبریل آتے تو آپ سر جھکا کر بیٹھ جاتے' پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ قرآن مجید کی ان آیتوں کو اس طرح پڑھ لیتے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۲۹) ف۸ اس آیت کا معنی ہے: جن آیات کو ہم نے اجمالاً نازل کیا ہے' ان کا بیان کرنا ہم پر لازم ہے' پس اس کے بیان سے اس کا کام تمام کر دیا جائے گا' اور یہ بتایا جائے گا کہ وہ کام جائز ہے یا مستحسن ہے کیونکہ فرائض کی کئی شاخیں ہوتی ہیں' اس میں ارکان' لوازم اور آداب ہوتے ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خطاب کے وقت سے بیان مؤخر کرنا جائز ہے' اور فرمایا: ہم پر بیان کرنا لازم ہے' یعنی اس میں کنایہ ہے یا اس کا تعلق اصول کے ساتھ ہے یا فروع کے (بقیہ صفحہ ۹۹۱ پر)

نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ

تروتازہ ہوں گے ○ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے ○ ١١ اور بہت چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے ○ ١٢ وہ یہ گمان

أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ

کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا ○ یقیناً جب ان کی روح ہنسلی کی ہڈیوں تک پہنچ جائے گی ○ اور کہا جائے

رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلَىٰ

گا: کوئی دم کرنے والا ہے؟ ○ اور وہ گمان کرے گا کہ یہ جدائی کی ساعت ہے ○ اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی ○ ١٣ اس

رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِنْ

دن آپ کے رب کی طرف لے جایا جائے گا ○ ١٤ نہ اس نے تصدیق کی اور نہ اس نے نماز پڑھی ○ لیکن اس نے تکذیب کی اور

كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾

روگردانی کی ○ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا گیا ○ تیرے لیے (مرتے وقت) خرابی ہو پھر تیرے لیے (قبر میں) خرابی ہو ○

ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾

پھر تیرے لیے (حشر میں) خرابی ہو پھر تیرے لیے (دوزخ میں) خرابی ہو ○ ١٥ کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ

جائے گا؟ ○ ١٦ کیا وہ حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟ ○ پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوا' پھر (اللہ نے) اس کو پیدا فرمایا'

فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ

پھر اس کو درست بنایا ○ ١٧ پھر اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت ○ ١٨ کیا وہ

ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

اس پر قادر نہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ○ ١٩

ف١١ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں کی طرف اور اپنی بیویوں کی طرف اور اپنے خادموں کی طرف اور اپنی کنیزوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف صبح اور شام دیکھے گا' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھیں: "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○" (القیامہ: ٢٣-٢٢)۔ (سنن الترمذی: ٣٣٢٧) ف١٢ یعنی کفار کے چہرے قیامت کے دن بہت بگڑے ہوئے' اداس اور مرجھائے ہوئے ہوں گے ف١٣ "الساق" کا حقیقی معنی ہے: پنڈلی جو کہ مخصوص عضو ہے' اور اس کا مجازی معنی ہے: کسی کام یا کسی چیز کی شدت' کیونکہ جب کوئی بہت سخت یا مشکل کام کرتا ہے تو اپنی پنڈلی سے پائنچے اوپر اٹھا لیتا ہے اور جب انسان دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کے لیے یہ بہت سخت اور مشکل وقت ہوتا ہے' اب اس کی دو مشکلیں اور دو سختیاں ایک دوسری سے لپٹ جاتی ہیں' ایک دنیا سے انتقال کی سختی' دوسری اپنے مال اور اولاد سے جدائی کی سختی' اسی طرح اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے جدائی کی پریشانی اور دوسری یہ پریشانی کہ اس کا دنیا میں دل لگا ہوا تھا' اب وہ ایسی جگہ قبر میں جانے والا ہے' اس اجنبی جگہ وہ کیسے رہے؟ ف١٤ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے رب کی طرف لے جایا جائے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ لوگوں کو ان کا رب ہنکا کر اپنی طرف لے جائے گا ف١٥ یہ آیات ابوجہل کے متعلق نازل ہوئیں' یعنی ابوجہل نے نہ تو سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کی اور نہ آپ کے پیغام پر عمل کرتے ہوئے نماز پڑھی' ان آیتوں میں ایک دھمکی کے بعد دوسری دھمکی ہے اور ایک وعید کے بعد دوسری وعید ہے' پس ان آیتوں میں اس کی چار برائیوں کے مقابلہ میں چار وعیدیں ہیں' پہلی تین آیتوں میں اس کی چار برائیوں کا ذکر فرمایا: (١) اس نے اللہ کے پیغام کی تصدیق نہیں کی (٢) نماز نہیں پڑھی (٣) اس نے قرآن مجید کی تکذیب کی (٤) اس نے ایمان لانے سے اعراض کیا اور اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا' پھر ان چار برائیوں کے مقابلے میں چار سزاؤں اور چار وعیدوں کا ذکر فرمایا: (١) اس کے لیے مرتے وقت خرابی ہوگی (٢) قبر میں خرابی ہوگی (٣) حشر میں خرابی ہوگی (٤) دوزخ میں خرابی ہوگی ف١٦ القیامہ: ٣٦ میں "سدی" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مہمل یعنی کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اس کو مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اس کو نہ کسی کام کا حکم دیا جائے گا نہ کسی کام سے منع کیا جائے گا' نہ اس کو دنیا میں مکلف کیا جائے گا نہ آخرت میں اس سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا ف١٧ نطفہ اس قلیل پانی کو کہتے ہیں جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی پسلی کے درمیان ہوتا ہے' اور اس کو مرد عورت کے رحم میں ڈال دیتا ہے' اس آیت میں انسان کی تحقیر کی طرف اشارہ ہے گویا انسان اس منی سے پیدا کیا گیا ہے جو نجاست کے مخرج سے نکلتی ہے' جو اگر انسان کے جسم پر لگ جائے تو جسم ناپاک اور اگر اس کے کپڑے پر لگ جائے تو وہ کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے' سو جب انسان ایسی حقیر چیز سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے اکڑنا اور اس کی عبادت کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے' اور اس آیت میں اشارہ اور کنایہ سے یہ بتایا ہے کہ انسان کو پہلی بار اللہ نے پیدا کیا ہے تو دوسری بار اس کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کب مشکل ہے ف١٨ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو قسمیں بنا دیں: مرد اور عورت' تو جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو ابتداءً پیدا فرمایا تو وہ اس کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا فرما سکتا ف١٩ امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب ان آیتوں کو پڑھتے تو آپ کہتے: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰى" کیوں نہیں! اے اللہ! تو ایسا نہ کرنے سے یا اس پر قادر نہ ہونے سے پاک ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

اٰیَاتُھَا ۳۱ | ۷۶ سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۸ | رُکُوْعَاتُھَا ۲

اس میں اکتیس آیتیں ہیں | سورۃ الدھر مکی ہے | اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾

یقیناً انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آ چکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ○ ف۱

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا

بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے ف۲ ہم اس کو آزماتے ہیں' سو ہم نے اس کو سننے والا

بَصِيْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

دیکھنے والا بنا دیا ○ ف۳ ہم نے اس کو (سیدھا) راستہ دکھا دیا' اب وہ چاہے شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا ○ ف۴ بے شک ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ

کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ بے شک نیکوکار ایسے مشروب کے جام

كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا

پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے ○ اس چشمے سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ اس چشمہ کو جہاں چاہیں گے

تَفْجِيْرًا ﴿۶﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾

بہا کر لے جائیں گے ○ وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے ○ ف۵

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا

وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ○ (ابرار کہتے ہیں:)

سورۃ الدھر: ف۱ اس آیت کے دو محمل ہیں: (۱) یحیٰی بن سلام نے کہا: وہ (انسان) خلقت میں کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قابل ذکر چیز تھا (۲) اس وقت انسان مٹی کا ایک جسم تھا' جس کی صورت بنی ہوئی تھی' اس وقت اس کا نہ ذکر کیا جاتا تھا نہ وہ معروف تھا' اس وقت اس کا کوئی نام نہ تھا' پھر اس میں روح پھونک دی گئی تو وہ قابل ذکر ہو گیا۔ (النکت والعیون ج۶ ص ۱۶۲) **ف۲** ''امشاج'' سے مراد ہے: مرد کے پانی اور عورت کے پانی کا مخلوط ہونا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''امشاج'' کا معنی ہے: سفیدی میں سرخی یا سرخی میں سفیدی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا پیلا ہوتا ہے' ان میں سے جس کا پانی بھی غالب یا سابق ہو' بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے' وہ عورت کے پانی سے مخلوط ہو جاتا ہے جو پتلا پیلا ہوتا ہے' ان دونوں پانیوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے' بچے کے پٹھے' ہڈی اور اس کی قوت مرد کے پانی سے ہوتی ہے' اور اس کا خون' گوشت اور بال عورت کے پانی سے بنتے ہیں **ف۳** اس کا معنی ہے: جب ہم نے انسان کو پیدا کیا تھا تو ہم اس کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ کرنے والے تھے' سو ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں سننے اور دیکھنے کا معنی سمجھنا ہو' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے فرمایا تھا: ''لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ'' (مریم: ۴۲) تم اس کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے؟ یعنی جو کسی چیز کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا **ف۴** اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو خیر اور شر اور نجات اور ہلاکت کے دونوں راستے دکھا دیئے' کائنات میں اپنی ذات اور توحید پر دلائل رکھے اور انسان کو عقل دی کہ ہم تک پہنچ سکے' پھر مزید تنبیہ کے لیے نبیوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا' اب انسان کو اختیار ہے وہ چاہے تو نجات کا راستہ اختیار کر کے شکر گزار بن جائے اور چاہے تو ہلاکت کا راستہ اختیار کر کے ناشکرا بن جائے **ف۵** ''نذر'' کا لغوی معنی ہے: وعدہ کرنا' اور اس کا شرعی معنی ہے: بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کے کرنے کا وعدہ کرے' خواہ مطلقاً' جیسے کہے: اللہ کی رضا کے لیے مجھ پر اتنا صدقہ کرنا لازم ہے' خواہ معلقاً' جیسے کہے: اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء دے دی یا میرے گم شدہ شخص کو مجھ سے ملا دیا تو میں اس کی رضا کے لیے اپنے مال میں سے اتنا صدقہ کروں گا' یا اس کی رضا کے لیے اتنی نفل نمازیں پڑھوں گا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت غیر مشروط طور پر کرنی چاہیے اور اپنے کسی کام کی شرط لگا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا مکروہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر نہیں ماننی چاہیے اور اس کی عبادت کی جو نذر مانی جائے' اس کا پورا کرنا واجب ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔ عبادت کی نذر ماننے کی کراہت پر دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی (یعنی جو کام نہیں ہونا وہ نہیں ہوگا خواہ تم اس کام کے لیے نذر مانو یا نہ مانو) نذر کے ذریعہ عبادت کا حصول صرف بخیل سے ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۳۸) اور معصیت کی نذر ماننے کی ممانعت کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی معصیت میں نذر جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۹۰)

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨ اِنَّا نَخَافُ

ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش O ۷ بے شک ہم اپنے رب

مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور سخت ہے O ۸ سو اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچا لیا

وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫

اور ان کو تروتازگی اور فرحت عطا فرمائی O ۸ اور ان کے صبر کی جزا میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا O ۹

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬

وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے وہ جنت میں نہ گرمی کی دھوپ پائیں گے اور نہ سردی کی ٹھنڈک O ۱۰

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ وَيُطَافُ

اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے O اور ان کے لیے

عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ⑮ قَوَارِيْرَا۠

چاندی کے برتن اور ایسے گلاس گردش میں لائے جائیں گے جو شیشہ کی طرح شفاف ہوں گے O یہ شیشہ کی مثل برتن چاندی کے

مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

ہوں گے ۱۱ (پلانے والے) ان کو ٹھیک ٹھیک اندازے پر رکھیں گے O وہاں ان کو ایسے جام بھی پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ

زَنْجَبِيْلًا ۚ ⑰ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

کے چشمہ کی آمیزش ہوگی O اس چشمہ کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہے O اور دائمی جنتی لڑکے ان کے پاس گردش

مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ⑲ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ

کریں گے ۱۲ تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں O ۱۳ تم وہاں جہاں بھی دیکھو گے

(۱) حفص بغیر الالف فی الوصل فیھما و وقف علی الاول بالالف و علی الثانی بغیر الالف ۱۲

ف ۶ محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے سب کو ہدایت دی اور ان کے اعذار اور شبہات کو زائل فرما دیا ہے' پھر مخلوق کی دو قسمیں بن گئیں' ایک گروہ شاکرین کا ہے اور ایک گروہ کافرین کا ہے' پھر کافروں کے لیے عذاب کی وعید کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد شاکرین کے لیے وعدہ کا ذکر فرمایا' پس فرمایا: "اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ" (الدھر:۵) بے شک نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے' یہ جمع کا صیغہ ہے جو تمام شکر گزاروں اور نیکوکاروں کو شامل ہے اور ایسی عام آیت کی کسی ایک شخص کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ یہ سورت شروع سے اس آیت تک یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس میں تمام اطاعت کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کا بیان ہے' پس اگر ہم اس آیت کو کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص کر دیں (جس طرح کہ بعض مفسرین نے اسے حضرت علی کے ساتھ مخصوص کیا ہے) تو اس صورت کا نظم خراب ہو جائے گا اور اس کی ترتیب فاسد ہو جائے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغہ کے ساتھ ہیں اور عام ہیں: "اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ" (الدھر:۵) نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔ "يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا" (الدھر:۷) وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ "وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا O" (الدھر:۸) وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کی بشارت کی تمام آیات بھی جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں' اور ان آیات کے عموم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دخول کا انکار نہیں ہے اور وہ اطاعت کرنے والوں کے اخروی انعام کی تمام بشارتوں میں داخل ہیں' جیسا کہ ان آیات کے عموم میں دوسرے متقی صحابہ اور تابعین اور بعد کے نیک مسلمان داخل ہیں' سو اب اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۷) ف ۷ اس کا معنی ہے: ایسا دن جو لوگوں پر بہت سخت اور دشوار ہو ف ۸ اس سے پہلے یہ بتایا تھا کہ ابرار نے محض اللہ کی رضا کے لیے اور قیامت کے خوف سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلایا تھا اور ان پر صدقہ کیا تھا' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان دونوں غرضوں کو پورا کر دیا' ان کو قیامت کے دن کو ہول سے بھی بچا لیا اور چونکہ ان سے راضی ہو گیا' اس لیے انہیں تروتازگی اور خوشی عطا فرمائی ف ۹ اس آیت میں صبر سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے غرباء اور مساکین پر صدقہ کرنے سے جو مال میں کمی ہوتی ہے' وہ اس پر صبر کرتے ہیں یا نماز' روزے' حج اور دیگر عبادات میں جو جسمانی مشقت اٹھانا پڑتی ہے وہ اس پر صبر کرتے ہیں یا ناجائز خواہشوں پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے' صبر کی چار قسمیں ہیں: (۱) کسی مصیبت پر جب پہلی بار صدمہ پہنچے تو اس پر صبر کرے (۲) فرائض اور واجبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرے (۳) اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرنے پر صبر کرے (۴) دنیاوی مصائب پر اپنے نفس کو رونے پیٹنے اور شکوہ شکایت کرنے سے روکے اور صبر کرے ف ۱۰ وہ مسہریوں پر یا مسندوں پر ٹیک لگائے ہوئے جنت میں بیٹھے ہوئے ہوں گے' وہاں کی ہوا معتدل ہوگی' سرد ہوگی نہ گرم۔ "زمھریر" کا معنی بوطے کی لغت میں چاند ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: جنت میں خود بہ خود روشنی ہوگی' اس لیے وہاں نہ سورج کی ضرورت ہوگی نہ چاند کی ف ۱۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شفاف چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کا ذکر فرمایا ہے اور ایک اور آیت میں سونے کے پیالوں اور گلاسوں کا ذکر فرمایا ہے: "يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ" (الزخرف:۷۱) ان پر سونے کے پیالوں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔ اور بہ ظاہر ان آیتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں سونے اور چاندی دونوں کے برتن ہوں گے اور جنت کے تنعم اور عیش کے لیے کبھی ان کو سونے کے برتنوں میں کھلایا اور پلایا جائے گا اور کبھی چاندی کے برتنوں میں۔ اس آیت میں فرمایا: ان کے لیے شفاف چاندی کے برتن ہوں گے' شفاف وہ چیز ہوتی ہے جس کے آر پار دیکھا جا سکے اور چاندی کثیف ہوتی ہے' اس کے آر پار نہیں دیکھا جا سکتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی چاندی ایسی ہی ہوتی ہے لیکن جنت کی چاندی اور (بقیہ صفحہ ۹۹۱ پر)

رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ

تو سرا سر نعمتیں اور عظیم سلطنت ہی دیکھو گے O ؁۱۴ اہل جنت کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور

اِسْتَبْرَقٌ٘ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا

دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب

طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع

پلائے گا O ؁۱۵ (کہا جائے گا:) یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوششیں بار آور ہوئیں O ؁۱۶

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿۲۳﴾ ۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ

بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل فرمایا ہے O آپ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کیجئے ؁۱۷ اور

لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ ۚ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿۲۵﴾ ۚ

آپ ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کریں ؁۱۸ خواہ وہ گناہ گار ہو یا ناشکرا O ؁۱۹ اور آپ اپنے رب کے نام کا صبح اور پچھلے پہر ذکر کریں O

وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ

اور رات کے کچھ وقت میں اس کے لیے سجدہ کریں اور رات کے طویل حصہ میں اس کی تسبیح کریں O ؁۲۰ بے شک یہ لوگ جلد ملنے والی

الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ

چیز سے محبت کرتے ہیں اور بھاری دن (قیامت) اپنے پس پشت ڈال دیتے ہیں O ؁۲۱ ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اور

شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ

ان کے جوڑ مضبوط بنائے ہیں اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے میں اور لوگ لے آئیں گے O ؁۲۲ بے شک یہ (آیات)

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ

نصیحت ہیں سو جو شخص چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کر لے O اور اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے بغیر

ع ۲۲ / ۱۹

؁۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی بیان کرنے والا جنت کی نعمتوں کے حسن اور ان کی پاکیزگی کو کماحقہ بیان نہیں کر سکتا' اہل جنت میں سے جو شخص ادنیٰ درجہ کا ہوگا تو وہ دیکھے گا کہ اس کا ملک ایک ہزار سال کی مسافت کو محیط ہے اور دور والوں کو اسی طرح دیکھے گا جیسے وہ قریب والوں کو دیکھ رہا ہوگا اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں گے تو وہ ان کو فوراً حاصل ہو جائے گی ؁۱۵ ''طہور''، ''طاہر'' کا مبالغہ ہے یعنی جنت کی شراب بہت پاکیزہ ہوگی' اور وہ دنیا کی خمر (انگور کی شراب) کی طرح نجس نہیں ہو گی اور اس کو بنانے میں ناپاک اور نجس ہاتھوں کا استعمال نہیں ہوا ہوگا اور جسم کے مسامات سے جو پسینہ نکلے گا' اس میں بھی نجس شراب کی بو نہیں ہوگی بلکہ مشک کے پسینہ کی خوشبو آ رہی ہوگی' مقاتل نے کہا: جنت کے دروازے پر ایک چشمہ ہے جو درخت کے تنے سے نکلتا ہے' جو شخص اس مشروب کو پیتا ہے اس کا دل کینہ اور حسد سے اور اس کے پیٹ میں جو بھی گندگی ہوتی ہے اس سے صاف ہو جاتا ہے' اور یہی ''شراب طہور'' کا معنی ہے' کیونکہ ''طہور'' کا معنی ہے: پاک کرنے والا ؁۱۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کر لیں گے' اس وقت ان سے کہا جائے کہ یہ تمام نعمتیں تمہارے لیے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے لیے تمہارے واسطے تیار کیا تھا' باوجود اس کے کہ تمہارے اعمال کم تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو اپنے فضل و کرم سے تمہارے اعمال کی جزا میں تیار فرمایا ہے ؁۱۷ اس آیت سے مقصود رسول اللہ ﷺ کے دل کو مضبوط کرنا ہے اور آپ کو تسلی دینا ہے' کیونکہ قریش مکہ آپ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ کہانت اور جادو ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو جو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے' اس میں بھی حکمت بالغہ ہے کہ جس وقت کے لیے جو حکم مقرر ہے' اس وقت میں وہ حکم دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار سے قتال کا حکم ہجرت کے بعد دیا گیا اور ہجرت سے پہلے کفار کی ایذاء کے مقابلہ میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا ؁۱۸ اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں اپنی قوم کے گناہ گار مشرکوں کی اطاعت نہ کریں جو آپ کو معصیت پر سوار کرنا چاہتے ہیں اور نہ ناشکروں کی بات مانیں جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۲۷۷) ؁۱۹ اس آیت میں خطاب بہ ظاہر آپ سے ہے' لیکن حقیقت میں اس سے مراد آپ کی امت ہے اور اس آیت میں صنعت تعریض ہے' فرمایا آپ کو ہے اور سنایا آپ کی امت کو ہے یعنی اے مسلمانو! جب تمہارے نبی ﷺ کو بھی گناہ گاروں اور ناشکروں کی اطاعت سے منع کیا ہے تو سوچو کہ تمہارے لیے یہ ممانعت کس قدر سخت اور قوی ہے ؁۲۰ الدھر: ۲۵ کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ صبح اور پچھلے پہر اپنے رب کے نام کے ذکر سے مراد نماز پڑھنا ہے اور ''بکرۃ'' سے مراد فجر کی نماز ہے اور ''اصیلا'' (پچھلے پہر) سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں اور ''وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ'' (الدھر: ۲۶) سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور ''سَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا'' (الدھر: ۲۶) سے مراد تہجد کی نماز ہے (جو آپ ﷺ پر ابتداءً فرض تھی' بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی)۔ اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اپنے رب کے نام کے ذکر سے مراد نماز نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ کے نام کا ذکر کرنا ہے' اور اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ دن اور رات کے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے خواہ وہ زبان سے ذکر کرے یا دل سے ذکر کرے ؁۲۱ کفار نے چونکہ قیامت کے دن کا محاسبہ اور اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوئی تیاری نہیں کی بلکہ اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی تو گویا انہوں نے قیامت کے دن کے عذاب کی وعید کو پس پشت ڈال دیا اور قیامت کے دن کو بھاری دن فرمانے کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ اس دن بہت سخت ہولناک اُمور پیش آئیں گے تو گویا وہ بہت بھاری دن ہوگا' یعنی اس کی ہولناکیاں کفار اور فساق پر بہت بھاری ہوں گی ؁۲۲ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم جب چاہیں گے ان کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بدلا میں اور لوگ پیدا کر دیں گے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا O'' (النساء: ۱۳۳) اگر وہ چاہے تو اے لوگو! وہ تم سب کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس پر پوری قدرت رکھنے والا

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ

تم نہیں چاہ سکتے' بے شک اللہ بہت علم والا' بے حد حکمت والا ہے ○ وہ جس کو چاہتا ہے

فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱

اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے ۲۳ اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○ ۲۴

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۰ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المرسلات مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پچاس آیتیں دو رکوع ہیں

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳

ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں ۱○ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں ○ پھر ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں ○ پھر ان

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا

فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کو جدا کرنے والے ہیں ○ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں) ذکر ڈالنے والے ہیں ○ (اتمام) حجت قائم کرنے کی وجہ

تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ ۝۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹

سے یا عذاب سے ڈرانے کی وجہ سے ○ ۲ بے شک جس (قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے ○ ۳ پس جب ستارے

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲

بے نور کر دیے جائیں گے ○ اور آسمان کو چیر دیا جائے گا ○ اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے ○ اور جب رسولوں کے حاضر ہونے کا

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

وقت آ جائے گا ○ کس دن کے لیے مدت مقرر کی گئی تھی؟ ○ ۴ فیصلہ کے دن کے لیے ○ ۵ اور آپ کیا سمجھے کہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟ ○ اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ

تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ ۶ کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا تھا؟ ○ پھر ہم ان کے بعد والے

ہے ○ ف۲۳ اس آیت میں رحمت سے مراد ایمان ہے یا جنت ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: وہ جس کو چاہتا ہے ایمان میں داخل فرماتا ہے یعنی ازل میں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لائے گا اس کو ایمان میں داخل فرمائے گا' یا رحمت سے مراد جنت ہے' سو اس کا معنی ہے: جنت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے' اور اس کے فضل اور احسان سے ہے' بندے کے نیک اعمال کے سبب سے اور اس کے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا فضل جنت میں دخول کا سبب حقیقی ہے اور جن آیات میں جنت کا دخول اعمال کے سبب سے فرمایا ہے' اس سے مراد سبب ظاہری اور سبب صوری ہے ف۲۴ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے لوگوں کے لیے فیصلہ فرما دیا ہے' نیکوکاروں کے لیے جنت میں دخول مقدر کر دیا ہے اور کفار اور فجار کے لیے دوزخ تیار کر دی ہے۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

ع ۲/۲۰

سورۃ المرسلٰت: ف۱ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ جس قیامت کے واقع ہونے کا اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے' وہ ضرور آنے والی ہے' ان پانچ چیزوں کے ناموں کا اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا' لیکن ان کی صفات کا ذکر فرمایا ہے' اور ان کے موصوف کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: ان کا موصوف ہوائیں ہیں' بعض نے کہا: ان کا موصوف فرشتے ہیں' بعض نے کہا: ان کا موصوف قرآن مجید ہے' بعض نے کہا: ان کا موصوف انبیاء علیہم السلام ہیں' اور جمہور مفسرین نے یہ کہا کہ پہلی تین صفات کا موصوف ہوائیں ہیں اور بعد کی دو صفات کا موصوف فرشتے ہیں' امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر وغیرہم کا یہی مختار ہے اور حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے بھی اسی کے موافق ان آیات کا ترجمہ کیا ہے ف۲ یعنی جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے پیغام کو انبیاء علیہم السلام تک پہنچاتے ہیں یا انبیاء علیہم السلام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں' وہ اس لیے ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے تاکہ کل قیامت کے دن جب کسی شخص سے پوچھا جائے: تم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لائے اور یا تم نے بُرے اعمال ترک کیوں نہیں کیے یا نیک اعمال کیوں نہیں کیے؟ تو وہ یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچے ہی نہیں تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ" (النساء: ۱۶۵) ہم نے ثواب کی بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔ یا رسولوں کو اس لیے احکام دے کر لوگوں کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو عذاب سے ڈرا کر بُرے اعمال ترک کرنے اور نیک اعمال کرنے پر آمادہ کریں ف۳ یہ اس سے پہلے کھائی ہوئی قسموں کا جواب ہے' یعنی ہواؤں' فرشتوں' قرآن اور نبیوں کی قسم! تم سے جس قیامت کے وقوع کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ تم کو جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا' اگر تم اللہ پر ایمان نہ لائے تو وہ عذاب تم پر ضرور واقع ہوگا' یا تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ تم کو مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا' سو تم سے کیا ہوا وہ وعدہ ضرور پورا کیا جائے گا ف۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی عظمت کو بیان فرمایا ہے' اس دن کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مؤخر فرمایا' تاکہ تمام لوگوں کے اعمال اور ان کے اعمال کے ذرائع اور وسائل منقطع ہو جائیں اور پھر لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا اور سزا دی جائے' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی' ان کو سزا دی جائے اور جن لوگوں نے اس کی توحید کی تصدیق کی ان کو جزا دی جائے' اس دن قیامت کی ہولناکیاں ظاہر ہوں گی اور لوگوں کے سامنے ان کے صحائف اعمال میزان پر پیش کیے جائیں گے ف۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس دن رحمٰن مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا' قرآن مجید میں ہے: "اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝" (الدخان: ۴۰) بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے مقرر کر لیا گیا ہے ○ ف۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب دوزخ کی آگ شکستہ ہوگی تو دوزخ کا ایک انگارہ لے کر اس پر مارا جائے گا اور پھر دوزخ کی آگ ایک دوسرے کو کھا جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے جہنم کو پیش کیا گیا تو میں نے "ویل" سے بڑی اس میں کوئی وادی نہیں دیکھی'

الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ

لوگوں کو لاتے رہے ○ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ

کے لیے ہلاکت ہے ○ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ○ پھر ہم نے اس کو ایک

قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾

محفوظ جگہ میں رکھا ○ ایک مدتِ معین تک ○ پھر ہم نے اندازہ کیا' سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ○

وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ ۸ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا ○

اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ

زندوں اور مُردوں کے لیے ○ ۹ اور ہم نے اس میں بلند اور بھاری پہاڑ بنا دیئے اور تم کو

مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى

میٹھا پانی پلایا ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ چلو! اس (دوزخ)

مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ

کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے ○ ۱۰ چلو! اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں

شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ

والا ہے ○ ۱۱ وہ نہ (ٹھنڈا) سایا فراہم کرنے والا ہے نہ شعلہ سے بچاتا ہے ○ ۱۲ بے شک دوزخ محل کے برابر

كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۴﴾

انگارے پھینکتی ہے ○ گویا وہ زرد اونٹ ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ ۱۳

اور یہ بھی روایت ہے کہ "ویل" وہ جگہ ہے جس میں تمام دوزخیوں کی قے اور ان کی پیپ کو جمع کیا جائے گا اور اس میں سے تھوڑی تھوڑی پیپ بہتی رہے گی۔ (جامع البیان: ۲۷۸۳۵) ف۷ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے تم کو ابتداءً پیدا فرمایا ہے' سو وہ تم کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے' سو جب وہ تم کو دوبارہ پیدا کرے گا پھر اس نے تم کو جو نعمتیں عطا کی ہیں' ان کے مقابلہ میں تمہاری اطاعتوں اور عبادتوں کا حساب لے گا' اس نے تم کو حقیر پانی کی بوند سے پیدا فرمایا' پھر اس نے تم کو محفوظ جگہ میں رکھا اور وہ جگہ رحم ہے کیونکہ جس پانی سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ پانی رحم میں رہتا ہے اور جس پانی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا وہ رحم سے خارج ہو جاتا ہے اور رحم میں وہ ایک معین مدت تک رہتا ہے اور وہ مدت وقت ولادت ہے اور کتنی مدت میں بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے' پھر فرمایا: سو ہم نے اندازہ کیا سو ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ بچہ کی پیدائش کے لیے جس مدت کا اندازہ فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے' عام طور پر حمل کی مدت نو ماہ ہوتی ہے' اس مدت میں پیٹ میں بچہ بہ تدریج نشوونما کے مراحل طے کرتا ہے اور اس کی ماں بہ تدریج اس کا بوجھ اٹھانے کی عادی ہو جاتی ہے' اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے' ورنہ اگر استقرار نطفہ کے فوراً بعد ۴ پونڈ کا بچہ بن جاتا تو عورت کو اچانک اس بوجھ کو اٹھانے میں بڑی تکلیف ہوتی' اخیر میں پھر فرمایا: اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہ تدریج پیدائش کی جو نعمت عطا کی ہے' اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرتا ف۸ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا ذکر فرمایا کیونکہ ہمارے باہر کی چیزوں میں جو چیز ہم سے سب سے زیادہ قریب ہے وہ زمین ہے اور "کفاتا" کا معنی ہے: سمیٹنا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندوں اور مُردوں کا ذکر فرمایا ہے' یعنی زمین نے تمام زندوں اور مُردوں کو سمیٹ رکھا ہے' یعنی زندہ انسان زمین پر گھروں میں رہتے ہیں اور مردہ انسان زمین میں بنائی ہوئی قبروں میں رہتے ہیں اور اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ انسان کے جو فضلات ہوتے ہیں اور گندی بدبودار چیزیں ہوتی ہیں' ان سب کو زمین سمیٹ لیتی ہے اور انسان کو زندہ رہنے کے لیے جس قدر خوراک کی ضرورت ہوتی ہے' خواہ وہ غلہ ہو یا پھل ہوں وہ سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور زمین بے شمار زندوں اور لاتعداد مُردوں کی کفیل ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو مُردے زمین میں مدفون ہیں' وہ زمین میں محفوظ ہیں اور جو چیز محفوظ ہو' اس کو چرانے سے ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے' لہٰذا جو شخص کسی مردے کا کفن چرائے' اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے ف۹ ان آیات سے بھی کفارِ قریش کو ڈرایا گیا ہے' سو ان آیتوں میں ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے' دنیا میں کفار آخرت کے عذاب کا انکار کرتے تھے' اس لیے آخرت میں دوزخ کے محافظ ان سے کہیں گے: چلو! اس عذاب کی طرف جس کا تم انکار کرتے تھے ف۱۰ دھوئیں کی تین شاخوں سے مراد یہ ہے کہ ان کے اوپر بھی آگ ہوگی اور ان کے نیچے بھی آگ ہوگی اور آگ ان کو محیط ہوگی اور اس آگ کو مجازاً سایا فرمایا ہے' کیونکہ آگ ان کو ہر طرف سے محیط ہوگی' قرآن مجید میں ہے: "لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ○" (الزمر: ۱۶) کفار کے لیے اوپر سے بھی آگ کے سائے (سائبان) اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائے ہوں گے' یہی عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے' اے میرے بندو! پس مجھ سے ڈرتے رہو ○ ف۱۱ یعنی یہ جہنم کی گرمی سے ٹھنڈک کا سایا فراہم نہیں کرے گا اور نہ اس کے شعلوں سے بچائے گا ف۱۲ اس سے مقصود یہ ہے کہ جس آگ کے انگارے اتنے بڑے بڑے ہوں گے' وہ آگ کتنی عظیم ہوگی اور وہ انگارے اڑ کر دوزخیوں پر گریں گے اور جس شخص کے اوپر بلندی سے محل کے برابر یا اونٹ کے برابر کوئی چیز آ کر گرے' اس کا کیا حال ہوگا؟ سو دوزخیوں کے اوپر جب اتنے بڑے انگارے گریں گے تو ان کا کس طرح بھُرکس نکل جائے گا' پھر ان لوگوں کو بتایا کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں' ان کو ایسے عذاب کا سامنا ہوگا' پس ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی توحید اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں اور اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

یہ وہ دن ہے ۱۳؎ جس میں وہ (قطع آور) بات نہ کر سکیں گے ○ ۱۴؎ اور نہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی ○

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ یہ فیصلہ کا دن ہے جس میں ہم نے تم کو

وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اور پہلوں کو جمع کیا ہے ○ ۱۵؎ اگر تم کوئی چال چلنا چاہتے ہو تو میرے خلاف چال چلو ○ اس دن تکذیب کرنے والوں

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ

کے لیے ہلاکت ہے ○ ۱۶؎ بے شک متقین (ٹھنڈے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے ○ اور لذیذ پھلوں میں سے جن کو

مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا

وہ چاہیں گے ○ (ان سے کہا جائے گا:) خوشی کے ساتھ کھاؤ اور پیو ان نیک اعمال کی وجہ سے جن کو تم کرتے تھے ○ ۱۸؎ ہم نیک کام

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا

کرنے والوں کو اسی طرح نیک جزا دیتے ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○ تم کچھ دن

وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾

تک کھاؤ اور فائدہ اٹھا لو بے شک تم مجرم ہو ○ ۱۹؎ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے ○

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے ○ ۲۰؎ اس دن تکذیب کرنے والوں

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

کے لیے ہلاکت ہے ○ اس (قرآن) کے بعد وہ پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ ○ ۲۱؎

۱۳؎ المرسلات: ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل وجوہ سے کفار کو قیامت کے دن اور اس دن کے عذاب سے ڈرایا ہے: (۱) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنی بدعقیدگی اور بُرے اعمال پر کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے اور نہ مذموم عقائد اور مذموم افعال کی توجیہ میں کوئی دلیل پیش کر سکیں گے (۲) تمام لوگوں کے سامنے ان کے قبیح اور بُرے اعمال پیش کیے جائیں گے اور جن لوگوں کے سامنے وہ عزت دار بنتے تھے' ان کے سامنے ان کو رسوا اور ذلیل کیا جائے گا اور شرمندگی اور رسوائی کا عذاب' تلوار کے ساتھ قتل کرنے اور آگ میں جلانے کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے (۳) جو غلام بھاگا ہوا ہو' اس کو آقا کے سامنے پکڑ کر پیش کرنا' اس کے لیے سخت عذاب اور ذلت کا موجب ہوتا ہے ۱۴؎ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب دوزخ کے محافظ انہیں دوزخ میں جانے کا حکم دیں گے تو وہ ان کے حکم پر بلاچون وچرا عمل کریں گے اور ان کے حکم کے جواب میں کوئی بات نہیں کر سکیں گے ۱۵؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جن مشرکوں نے سیدنا محمد ﷺ کی تکذیب کی تھی اور جنہوں نے آپ سے پہلے نبیوں کی تکذیب کی تھی' ان سب کو جمع کیا جائے گا اور ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان کو سزا سنائی جائے گی ۱۶؎ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ کفار اور مشرکین مختلف حیلوں اور مکر سے لوگوں کے حقوق کو اپنی ذات سے دور کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ میرے حقوق کو بھی اپنی ذات سے مکر اور حیلے سے دور کر سکو تو کرو' اور یہ امر تعجیز کے لیے ہے یعنی تم اس سے عاجز ہو کر مکر اور حیلے سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو اپنی ذات سے دور کر دو ۱۷؎ یعنی اگر تم نے دنیا میں میری توحید کی تصدیق نہ کی تو پھر آخرت میں تمہیں اس چیلنج کا سامنا کرنا ہوگا اور تم اس چیلنج کو پورا نہ کر سکو گے ۱۸؎ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو لوگ دنیا میں فرائض ادا کر کے اللہ کے عذاب سے بچتے ہیں (یعنی متقین) وہ قیامت کے دن اللہ کے سایوں میں ہوں گے' ان کو اس دن کی گرمی اور تکلیف نہیں پہنچے گی' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کفر کرنے والے ہیں' وہ تین شاخوں والے دھوئیں میں ہوں گے اور متقین ایسے چشموں میں ہوں گے جو جنت کے درختوں کے نیچے بہہ رہے ہوں گے اور ان کا جب دل چاہے گا وہ جنت کے درختوں کے پھل کھائیں گے اور ان کو ان پھلوں کے کھانے سے کسی نقصان کا خطرہ نہیں ہوگا ۱۹؎ اس آیت میں اگرچہ دنیا کی چیزوں کو کھانے پینے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے' لیکن درحقیقت ان چیزوں سے ڈرایا ہے کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور ان کا شکر ادا نہیں کرے گا تو آخرت میں اس کو عذاب کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ ہر چند کہ دنیا کا عیش و آرام لذیذ اور مرغوب چیزوں کو کھانا اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنا بہت خوش گوار ہے' لیکن یہ اس وقت ہے جب انسان اللہ پر ایمان لائے اور اس کے احکام پر عمل کرے تو اس کی دنیا بھی آرام دہ ہوگی اور آخرت بھی اور اگر وہ اللہ کی توحید اور اس کے احکام کی تصدیق نہ کرے تو اس کو آخرت میں عذاب ہوگا اور وہ دردناک عذاب کبھی منقطع نہیں ہوگا تو اس کے مقابلہ میں دنیا کی یہ عارضی خوشیاں بہت کم ہیں اور اگر انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان عارضی لذائذ کے مقابلہ میں اس کو کتنا طویل اور سخت عذاب بھگتنا ہوگا تو وہ ان چیزوں کی طرف کبھی رغبت نہ کرے ۲۰؎ مقاتل نے کہا: یہ آیت ثقیف کے متعلق نازل ہوئی ہے' نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اسلام لے آؤ اور نماز پڑھو' انہوں نے کہا: ہم جھکیں گے نہیں یعنی رکوع نہیں کریں گے' یہ ہمارے لیے عیب ہے' آپ نے فرمایا: اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے' جس میں رکوع اور سجود نہ ہو ۲۱؎ اس سورت کے شروع سے اس آیت تک اللہ تعالیٰ نے دس وجوہ سے کفار کو ایمان نہ لانے پر آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے اور ان کی مذمت کی ہے اور ان کو قرآن کی آیات میں اور کائنات میں بکھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے' تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے حال پر تعجب ظاہر فرمایا کہ اس قرآن کے بعد اور کوئی کتاب ہدایت آئے گی نہیں اور نہ اس نبی کے بعد اور کوئی ہدایت دینے والا نبی آئے گا تو پھر کفار کس بات کا انتظار کر رہے ہیں' وہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

اٰيَاتُهَا ۴۰ — ۷۸ سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ ۸۰ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

اس میں چالیس آیتیں ہیں — سورۃ النبا مکی ہے — اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۟ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۟ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

یہ لوگ کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں؟ O ۱ عظیم خبر کے متعلق O جس میں یہ اختلاف

مُخْتَلِفُوْنَ ۟ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۟ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۟ اَلَمْ نَجْعَلِ

کر رہے ہیں O ۲ ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے O پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے O ۳ کیا ہم نے

الْاَرْضَ مِهٰدًا ۟ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۟ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۟ وَّجَعَلْنَا

زمین کو فرش نہیں بنایا؟ O اور پہاڑوں کو میخیں O ۴ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا O اور ہم نے

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۟ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۟ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۟

تمہاری نیند کو راحت بنایا O اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا O ۵ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا O ۶

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۟ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۟ وَّاَنْزَلْنَا

اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے O اور ہم نے سورج کو چمکتا ہوا چراغ بنایا O ۷ اور ہم نے

مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۟ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۟ وَّجَنّٰتٍ

برسنے والے بادلوں سے زور دار بارش نازل کی O ۸ تاکہ ہم اس کے سبب سے غلہ اور سبزہ اگائیں O اور گھنے

اَلْفَافًا ۟ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۟ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

باغات O بے شک فیصلہ کا دن مقرر شدہ وقت ہے O جس دن صور میں پھونکا جائے گا

سورۃ النبا: ف۱ اس آیت کی حسب ذیل تفسیریں ہیں: (۱) یہ سوال کرنے والے کفار تھے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دھمکانے کے لیے فرمایا: ''كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝'' (النبا: ۵۔۴) ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے O پھر ہرگز نہیں! یہ عنقریب جان لیں گے O اور دھمکانا صرف کفار کے لیے مناسب ہے' اس سے معلوم ہوا یہ کفار تھے جو ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے (۲) کفار اور مؤمنین دونوں سوال کرتے تھے' رہے مؤمنین تو وہ اس لیے سوال کرتے تھے کہ دین میں ان کی بصیرت اور قیامت پر ان کا ایمان اور زیادہ قوی ہو جائے اور رہے کفار تو وہ اسلام کا مذاق اڑانے کے لیے اور اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک اور شبہات ڈالنے کے لیے سوال کرتے تھے (۳) سوال کرنے والے کفار اور مشرکین تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ جس قیامت کا ہم سے وعدہ کر رہے ہیں' وہ کب آئے گی ف۲ مجاہد نے کہا: اس سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ بعض کفار قرآن مجید کے متعلق کہتے تھے کہ یہ جادو ہے' اور بعض کہتے تھے کہ اس میں پچھلی قوموں کے افسانے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر ہے' کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا اختلاف یہ تھا کہ بعض آپ کو شاعر کہتے تھے' بعض مجنون کہتے تھے اور بعض ساحر کہتے تھے۔ قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے۔ (جامع البیان: ۲۷۸۹۱) ف۳ اس جملہ کو دوبارہ ذکر فرمایا ہے' اس کی مفسرین نے حسب ذیل توجیہات کی ہیں: (۱) پہلی آیت کا تعلق کفار سے ہے اور دوسری آیت کا تعلق مؤمنین سے ہے' یعنی عنقریب کفار کو اس عظیم خبر کی تکذیب کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا' اور عنقریب مؤمنین کو اس عظیم خبر کی تصدیق کا انجام اور اس کی جزا کا علم ہو جائے گا (۲) پہلے جملہ کا معنی یہ ہے کہ عنقریب کفار میدانِ حشر کا مشاہدہ کر لیں گے اور دوسرے جملہ کا معنی ہے: عنقریب کفار اس تکذیب کا مشاہدہ کر لیں گے (۳) پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے اور دوسرے جملہ میں احکام شرعیہ فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی بناء پر وعید ہے ف۴ اس آیت میں پہاڑوں کو میخوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح میخ کو جب کسی چیز میں گاڑ دیا جائے تو وہ اس چیز کو قائم رکھتی ہے' اسی طرح جب پہاڑوں کو زمین میں نصب کر دیا گیا تو پہاڑ زمین کو اپنے محور پر قائم رکھتے ہیں اور زمین کو محور سے متجاوز نہیں ہونے دیتے ف۵ رات انسان کے حق میں اس لیے نعمت ہے کہ جب انسان اپنے دشمن سے چھپنا چاہے تو رات اس کے لیے ساتر ہو جاتی ہے اور جس طرح لباس کی وجہ سے انسان کا جمال زیادہ کامل ہوتا ہے اور لباس کی وجہ سے وہ سردی اور گرمی کے ضرر کو دور کرتا ہے' اسی طرح رات کو نیند کی وجہ سے انسان کا حسن و جمال زیادہ ہو جاتا ہے' اس کی تھکاوٹ کے زائل ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے سے اضمحلال دور ہو جاتا ہے اور وہ تر و تازہ اور شاداب ہو جاتا ہے اور اس کے دماغ سے تفکرات کا ہجوم نکل جاتا ہے اور وہ پرسکون ہو جاتا ہے ف۶ دن کو ''معاش'' فرمایا یعنی یہ زندگی گزارنے کا وقت ہے' اس وقت میں تم کو نیند سے بیدار کیا جاتا ہے اور نیند موت کی بہن ہے گویا اس وقت میں تم کو از سر نو زندہ کیا جاتا ہے' اس وجہ سے دن کا معاش ہونا بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ف۷ اس آیت میں ''وھاج'' کا لفظ ہے' یہ مبالغہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ روشن ف۸ ''المعصرات'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادل کو چیر دیتی ہیں' اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد بادل ہیں۔

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَّسُيِّرَتِ

تو تم فوج در فوج آؤ گے O ف۹ اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے بن جائیں گے O ف۱۰ اور پہاڑ

الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ

چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے O بے شک دوزخ گھات میں ہے O سرکشوں کا

مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾

ٹھکانا ہے O ف۱۱ جس میں وہ مدتوں تک رہیں گے O ف۱۲ اس میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی مشروب O ف۱۳

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ

سوا کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے O ف۱۴ یہ ان کے موافق بدلہ ہے O ف۱۵ بے شک وہ کسی حساب کی

حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾

امید نہیں رکھتے تھے O اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی O ف۱۶ اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے O

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾

اب چکھو! ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے O ف۱۷ بے شک متقین کے لیے کامیابی کی جگہ ہے O ف۱۸

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

باغات اور انگوروں کی بیلیں ہیں O اور نوجوان ہم عمر بیویاں ہیں O ف۱۹ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں O

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾

اس میں نہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کی تکذیب O ف۲۰ آپ کے رب کی طرف سے جزا ہوگی نہایت کافی عطا ہوگی O ف۲۱

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ

جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے نہایت رحم فرمانے والا ہے اس سے (بغیر اجازت) بات کرنے کا

ف۹ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ہے' اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ایک دن مقرر فرما دیا ہے' جس میں قیامت ہوگی' اس دن تمام لوگ ختم ہو جائیں گے اور ان کے اعمال بھی منقطع ہو جائیں گے' پھر ایک دن مقرر فرما دیا ہے' جس میں صور پھونکا جائے گا تو تمام مردہ لوگ زندہ ہو جائیں گے اور جو بے ہوش تھے وہ ہوش میں آ جائیں گے' پھر سب لوگوں کو جمع کر کے ان کا حساب لیا جائے گا' نیکوں کو ثواب دیا جائے گا اور بدکاروں کو عذاب دیا جائے گا' اور جس جگہ میدانِ حشر قائم کیا جائے گا' تمام مُردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر وہاں فوج در فوج پہنچیں گے' عطاء نے کہا: ہر نبی اپنی اپنی امت کے ساتھ آئے گا ف۱۰ اس آیت کا معنی ہے: فرشتوں کے نزول کے لیے آسمان میں دروازے بن جائیں گے' آسمان میں دروازے ہونے کا اس آیت میں ذکر ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" (الاعراف: ۴۰) جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے سے تکبر کیا' ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے ف۱۱ یعنی دوزخ تمام مجرموں کی گھات میں ہے' خواہ وہ کافر ہوں یا مؤمنین فساق ہوں' وہ انتظار تو تمام مجرموں کا کر رہی ہے لیکن ٹھکانا صرف سرکشوں کا ہے' اور سرکشوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرتے ہیں اور اس کی مخالفت

ع ۱

اور اس سے معارضہ کرنے میں حد سے بڑھتے ہیں ف۱۲ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ کسی وقت کفار دوزخ سے نکل جائیں گے اور وہ دوزخ میں خلود اور دوام کے ساتھ نہیں رہیں گے' کیونکہ ہر چند کہ "احقاب" کا معنی متناہی زمانہ ہے لیکن دوزخ میں کفار کے لیے ایک "احقاب" نہیں ہوگا بلکہ احقاب کثیرہ غیر متناہیہ ہوں گے' اور اگر بالفرض یہ آیت مفہوم مخالف کے اعتبار سے دوزخ میں کفار کے عدم خلود پر دلالت کرتی ہے تو قرآن مجید کی بہت آیتیں دوزخ میں کفار کے خلود اور دوام پر مفہوم صریح سے دلالت کرتی ہیں' مثلاً یہ آیت ہے: "وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌO" (المائدہ: ۳۷) اور کفار دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لیے اس میں دائمی عذاب ہوگا O (روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۴) ف۱۳ یعنی کفار اور مشرکین بار بار مدتوں تک جس عذاب میں مبتلا رہیں گے' اس میں وہ نہ ٹھنڈک پائیں گے نہ کوئی مشروب' شدید گرمی اور تپش میں رہنے کے باوجود انہیں ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا نصیب نہیں ہوگا' اور نہ کوئی سایا ملے گا جو انہیں دوزخ کی گرمی سے بچا سکے' اور نہ انہیں کوئی مشروب ملے گا جس سے انہیں پیاس میں تسکین حاصل ہو' اور ان کے باطن کی گرمی کو زائل کر دے ف۱۴ "غساق" کا معنی ہے: سخت بدبودار چیز' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر "غساق" کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام دنیا بدبودار ہو جائے۔ (سنن الترمذی: ۲۵۸۴) ف۱۵ یعنی یہ سزا ان کے موافق ہے' ہر چند کہ ان کا جرم متناہی زمانہ میں تھا لیکن چونکہ ان کی نیت ہمیشہ کفر اور شرک پر قائم رہنے کی تھی' اس لیے ان کو اتنا شدید عذاب غیر متناہی زمانہ تک دیا گیا ف۱۶ اس سے پہلی آیت میں کفار کی قوتِ عملیہ کا فساد بتایا تھا کہ وہ بڑی بے خوفی سے اور دیدہ دلیری سے کفر اور شرک کرتے تھے' اور منکرات اور فواحش اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے' یعنی انہوں نے اپنی قوتِ عملیہ کو فاسد کر لیا تھا اور اس آیت میں ان کی قوتِ نظریہ کا فساد بتایا ہے کہ وہ حق کا انکار کرتے تھے اور باطل پر اصرار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے' قیامت' حیات بعد الموت اور جزا اور سزا کی نہ صرف تکذیب کرتے تھے بلکہ ان کا مذاق اڑاتے تھے' قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے تھے' اور اس کو شعر اور سحر کہتے تھے اور اس پر پھبتیاں کستے تھے' اور دوسرے احکامِ شرعیہ کی بھی تکذیب کرتے تھے اور جس طرح ان کی قوتِ عملیہ فاسد تھی' اسی طرح ان کی قوتِ نظریہ بھی فاسد تھی ف۱۷ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفار پر ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا اور ان کو ہر آن اور ہر لحظہ پہلے سے زیادہ عذاب ہوگا ف۱۸ متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور کفر اور تمام کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں' ان کے لیے کامیابی کی جگہ ہے' اس جگہ سے مراد جنت ہے ف۱۹ "کواعب" ان دوشیزاؤں کو کہتے ہیں جن کے سینے خوب اُبھرے ہوئے ہوں' اور "اتراب" کا معنی ہے: ہم عمر اور ہم سن ف۲۰ اس آیت میں "کذابا" کا لفظ ہے' یہ "کذب" کا مبالغہ ہے یعنی وہ جنت میں (بقیہ صفحہ ۹۹۱ پر)

خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا

کسی کو اختیار نہ ہوگا O ۲۲ جس دن جبریل ۲۳ اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اس سے کوئی بات نہیں کر سکے گا سوا

مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ

اس کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی اور اس نے صحیح بات کی O وہ دن برحق ہے سو اب جو چاہے اپنے رب

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۖۚ يَّوْمَ

کی طرف ٹھکانا بنا لے O ۲۴ بے شک ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے ۲۵ اس دن

يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہو جاتا O ۲۶

اٰيَاتُهَا ۴۶ — ۷۹ سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ ۸۱ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

اس میں چھیالیس آیتیں ہیں — سورۃ النّٰزعٰت مکی ہے — اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾

ان (فرشتوں) کی قسم جو (جسم میں) ڈوب کر نہایت سختی سے (کافر کی) روح کھینچتے ہیں! O ۱ اور ان کی قسم جو نہایت نرمی سے (مومن کی جان کے)

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾

بند کھولتے ہیں! O ۲ اور ان کی قسم جو (زمین و آسمان کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں! O ۳ پھر ان کی قسم جو پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں! O ۴

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾

پھر ان کی قسم جو (نظام کائنات کی) تدبیر کرنے والے ہیں! O ۵ (تم کو ضرور مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا) جس دن لرزانے والی O

ف ۲۲ اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ سے خطاب نہیں کر سکیں گے‘ رہے مؤمنین تو وہ گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا‘ تاہم ان کا اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگا ف ۲۳ اس آیت میں روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں کیونکہ قرآن مجید کی اکثر آیات میں روح سے مراد حضرت جبرئیل ہیں اور مزید قرینہ یہ ہے کہ ان کا فرشتوں کے ساتھ ذکر ہے ف ۲۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا معنی ہے: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے گا‘ اس کو ہدایت دے گا حتیٰ کہ وہ اپنے رب کی طرف ٹھکانا بنا لے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۶) ف ۲۵ یعنی جس عذاب سے تم کو ڈرایا گیا ہے‘ اس کا آنا بہت قریب ہے‘ اگرچہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس کا آنا بہت دور ہے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ“ (النحل: ۱) اللہ تعالیٰ کا (قیامت کے متعلق) حکم آ پہنچا ہے اب جلدی نہ مچاؤ ف ۲۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قیامت کے دن روئے زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور تمام جانوروں‘ حیوانوں اور حشرات الارض کو اکٹھا کیا جائے گا‘ پھر جانوروں سے قصاص لیا جائے گا‘ حتیٰ کہ اگر سینگھ والی بکری نے بغیر سینگھ والی بکری کے سینگھ مارا تھا تو اس سے قصاص لیا جائے گا‘ پھر جب ان کے قصاص سے فراغت ہو جائے گی تو پھر ان سے کہا جائے گا: اب تم مٹی ہو جاؤ‘ یہ منظر دیکھ کر کافر کہے گا: کاش! میں بھی مٹی ہو جاتا۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۲۰) قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ النّٰزعٰت: ف ۱ النّٰزعٰت: ۱‘ میں ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو بنو آدم کے جسم سے ان کی روحوں کو نکالتے ہیں‘ اور جب وہ کفار کے جسموں سے ان کی روحوں کو نکالتے ہیں تو ان کے جسموں میں ڈوب کر نہایت سختی سے ان کی روحوں کو کھینچتے ہیں جیسے کوئی کانٹوں والی شاخ کیچڑ اور گارے میں پھنسی ہو تو اس کو سختی سے نکال کر کھینچا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ کفار کی روحیں ہیں جن کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے‘ پھر آگ میں غرق کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۹۱۱۰) ف ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”النّٰشطٰت“ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مؤمنین کی روحوں کو آسانی کے ساتھ ان کے جسموں سے نکالتے ہیں۔ (النکت والعیون ج ۶ ص ۱۹۳) ف ۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مؤمنین کی روحوں کے ساتھ تیرتے ہیں۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۲۴) ف ۴ ”السابقات“ سے مراد مؤمنین کی ارواح ہیں‘ ان کو ”سابقات“ اس لیے فرمایا کہ جب وہ روحیں یہ دیکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا تکریم اور خیر رکھی ہے تو وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے اپنے اجسام سے نکلنا چاہتی ہیں تاکہ وہ اجسام سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی تیار کی ہوئی کرامت تک پہنچ جائیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے (صحیح مسلم: ۲۹۵۶)۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۳۷۴) ف ۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”المدبرات امرا“ سے مراد فرشتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے چند امور ان کے سپرد کر دیے ہیں‘ پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح انہیں حکم دیا ہے‘ وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن سابط نے کہا: دنیا میں نظام عالم کی تدبیر چار فرشتے کرتے ہیں: (۱) حضرت جبرئیل (ان) کے سپرد وحی لانا اور ہوائیں اور لشکر ہیں (۲) حضرت میکائیل‘ ان کے سپرد بارش اور زمین کی پیداوار کا نظام ہے (۳) حضرت عزرائیل (ملک الموت)‘ ان کے سپرد روحوں کا قبض کرنا ہے (۴) اور حضرت اسرافیل کے سپرد صور کا پھونکنا ہے اور وہ بغیر کسی امر کے زمین پر نازل نہیں ہوتے ہیں۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۰۵)

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ○ ۶ اس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے ○ (دہشت سے) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ○ ۷

نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

وہ کہتے ہیں: کیا ہم ضرور مرنے کے بعد زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟ ○ ۸ کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے؟ ○ وہ کہتے ہیں: پھر

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ

تو یہ بڑے خسارے کی واپسی ہوگی ○ ۹ وہ ضرور صرف ایک جھڑکی ہوگی ○ پھر وہ اچانک (حشر کے) کھلے میدان میں ہوں گے ○ کیا آپ کے

رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾

پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ○ جب ان کے رب نے وادیٔ طویٰ میں انہیں ندا فرمائی ○ کہ آپ فرعون کے پاس جائیں بے شک اس نے سرکشی کی

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾

ہے ○ ۱۰ آپ اس سے کہیں کہ گناہوں سے پاک ہونے کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ ○ اور میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں' سو تو

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾

ڈرے ○ ۱۱ پھر انہوں نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی ○ ۱۲ سو اس نے تکذیب کی اور نافرمانی کی ○ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ان کے خلاف

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ

کارروائی کی ○ اس نے لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کیا ○ ۱۳ پس کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں ○ ۱۴ پس اللہ نے اسے

الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ

دنیا اور آخرت کے عذاب کی گرفت میں لے لیا ○ ۱۵ بے شک اس میں ڈرنے والوں کے لیے ضرور عبرت ہے ○ آیا تم کو

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ

پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کو؟ جس کو اللہ نے بنا دیا ہے ○ ۱۶ اللہ نے اس کی چھت بلند کی' پھر اس کو ہموار بنایا ○ اس کی

ف ۶ اس آیت میں فرمایا: "يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ" اور "یوم" پر زبر اس لیے ہے کہ وہ فعل محذوف کا مفعول ہے اور وہ فعل ہے "لتبعثن" یعنی تم ضرور زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے جس دن لرزائے گی لرزانے والی۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ لرزائے گی لرزانے والی' اس سے پہلا صور پھونکنا مراد ہے حالانکہ لوگوں کو دوسرے صور پھونکنے کے وقت زندہ کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ النّٰزعٰت: ۷ میں دوسرے صور کے پھونکنے کا ذکر ہے: "تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ○" (النّٰزعٰت: ۷) پھر اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ○ ف ۷ یعنی مشرکین کے دل لرز رہے ہوں گے اور منافقین کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' قرآن مجید میں ہے: "اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ" (محمد: ۲۰) جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو ف ۸ اس آیت میں "حافرۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پہلی حالت پر لوٹنا' اور الٹے پاؤں پلٹنا' گویا مشرکین یہ کہتے تھے کہ آیا ہم مرنے کے بعد پہلی زندگی کی طرف لوٹ جائیں گے ف ۹ حسن بصری نے کہا: اس قول سے مشرکین نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا ہے' یعنی ایسا کبھی نہیں ہو گا ف ۱۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں بیان کیا کہ فرعون کی سرکشی کیا تھی' بعض مفسرین نے کہا: اس کی سرکشی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر کرتا تھا اور اس کی توحید کو نہیں مانتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا: "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ○" (النّٰزعٰت: ۲۴) میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں ○ اور بعض دوسرے مفسرین نے کہا: اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور بنو اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا اور ان پر طرح طرح کے مظالم کو روا رکھا تھا ف ۱۱ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت اور اس پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت پر مقدم ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہدایت کو پہلے ذکر کیا اور اللہ سے ڈرنے کا ذکر بعد میں کیا ف ۱۲ اس آیت سے مراد ید بیضاء ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ○ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ○" (طٰہٰ: ۲۳-۲۲) اور آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبایئے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا' یہ دوسری نشانی ہے ○ تا کہ ہم آپ کو اپنی بعض بہت بڑی نشانیاں دکھائیں ○ ف ۱۳ یعنی اس کی تکذیب کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزے ان کے صدق پر دلالت نہیں کرتے' اس لیے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے معارضہ کرنے کے لیے دوسرے شہروں سے جادوگروں کو اکٹھا کیا' قرآن مجید میں ہے: "فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ○" (الشعراء: ۵۳) پھر فرعون نے شہروں میں (جادوگروں کو) جمع کرنے والوں کو بھیج دیا ○ ف ۱۴ اس نے جو یہ کہا تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں' اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں اور سمندروں اور دریاؤں کو میں نے پیدا کیا ہے کیونکہ یہ دعویٰ تو ایک مجنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا' بلکہ فرعون دہریہ تھا' وہ اس جہان کا کوئی صانع نہیں مانتا تھا' نہ نبی اور رسول کو مانتا تھا' اس کا مطلب یہ تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا مربی اور محسن ہوں' لہٰذا تم میرا شکر ادا کرو اور میری تعظیم کرو اور مجھے سجدہ کرو اور میرے احکام مانو اور میری اطاعت کرو' وہ قیامت' حشر ونشر اور جزا و سزا کا بھی منکر تھا ف ۱۵ حسن اور قتادہ نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ "اخرۃ" اور "اولی" کا معنی یہ ہے کہ اسے آخرت اور دنیا کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا' دنیا میں اس کو سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں اس کو دوزخ کے عذاب میں ڈالا جائے گا ف ۱۶ ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ کلام کو حیات بعد الموت کے منکرین کی طرف راجع فرمایا اور یہ استدلال کیا کہ اے منکرو! تمہارے مقابلہ میں آسمان بہت بڑی مخلوق ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اتنے عظیم آسمان طبق در طبق بنا دیئے ہیں تو تم کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کب مشکل ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: "لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ" (المؤمن: ۵۷) آسمان اور زمین کو پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے ضرور بہت بڑا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت کے منکرین اس بات کو مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے: "وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾

رات تاریک کر دی اور اس کا دن روشن کر دیا ○ ف۱۷ اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا ○

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ

اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا ○ ف۱۸ اور پہاڑوں کو اس زمین میں نصب کر دیا ○ ف۱۹ تم کو اور تمہارے چوپایوں کو

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

فائدہ پہنچانے کے لیے ○ ف۲۰ پس جب بڑی مصیبت آ جائے گی ○ اس دن انسان

الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾

اپنی کوشش یاد کرے گا ○ اور ہر دیکھنے والے کے لیے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی ○ سو جس نے سرکشی کی ○

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ

اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ○ تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے ○ ف۲۱ اور رہا وہ جو

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس امارہ کو اس کی خواہش سے روکا ○ پس بے شک جنت

هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ

ہی اس کا ٹھکانا ہے ○ ف۲۲ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ ○ ف۲۳ آپ کا اس کا ذکر کرنے سے

مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾

کیا تعلق ہے ○ ف۲۴ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے ○ ف۲۵ آپ تو صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے ○

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

گویا کہ وہ جس دن اس کو دیکھیں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں) صرف دن کے آخری حصے میں ٹھہرے تھے یا دن کے اول حصے میں ○ ف۲۶

اللّٰہُ'' (لقمان: ۲۵) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور بہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ اور ہر صاحب عقل اس بات کو مانے گا کہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے اور جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرما چکا ہے تو اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کب مشکل اور دشوار ہے تو پھر تم انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کا کیوں انکار کرتے ہو ف۱۷ اس آیت میں ''لیلها وضحاها'' کی ضمیریں آسمان کی طرف لوٹ رہی ہیں' یعنی آسمان کی رات تاریک کر دی اور آسمان کے دن کو روشن کر دیا کیونکہ رات اور دن کا وجود سورج کے طلوع اور غروب سے ہوتا ہے اور سورج کا تعلق آسمان سے ہے ف۱۸ اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے زمین سے انسانوں اور ان کے جانوروں کی خوراک نکالی' سبزہ اور غلہ پیدا کیا' طرح طرح کے پھل پیدا کیے' جڑی بوٹیاں پیدا کیں' جن سے انسان علاج کرتے ہیں' روئی پیدا کی جس سے لباس بنایا جاتا ہے' درخت پیدا کیے جن سے فرنیچر اور دوسری ضرورت کی چیزیں بنائی جاتی ہیں' زمین میں معدنیات رکھے' جن میں لوہا ہے' جس سے مشینیں اور اسلحہ بنایا جاتا ہے' تانبا اور پیتل ہے جن سے برتن بنائے جاتے ہیں' سونا اور چاندی ہے جن سے زیورات بنائے جاتے ہیں' تیل اور قدرتی گیس ہے' جن سے ایندھن حاصل کیا جاتا ہے' دریا پیدا کیے جن سے کاشت کاری کے لیے پانی حاصل کیا جاتا ہے اور بجلی بنائی جاتی ہے ف۱۹ یعنی پہاڑوں کو زمین میں نصب کر دیا تا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں' اس آیت میں یہ بتایا کہ پہاڑوں کا اپنی جگہ قائم رہنا ان کی اپنی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کے قائم کرنے کی وجہ سے ہے ف۲۰ یعنی زمین سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے' اس میں سب کے لیے منافع ہیں اور سب کی خوراک ہے' خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان ف۲۱ ان آیات میں یہ فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کی اور دنیا کے لھو ولعب اور عیش وعشرت میں مستغرق ہو کر آخرت کو فراموش کر دیا' اس کا ٹھکانا جہنم ہے ف۲۲ جو لوگ آخرت کے خوف سے گناہ ترک کر دیتے ہیں' ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ہمیشہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں اور کبھی شہوت سے مغلوب ہو کر گناہ کی وادی میں نہیں اترتے اور بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو آخرت کا عذاب یاد دلاتے ہیں اور اس کو اس اجر وثواب کی طرف راغب کرتے ہیں جو اہل طاعت کے لیے تیار کیا گیا ہے' پھر گویا وہ آخرت کے عذاب اور ثواب کا مشاہدہ کر لیتے ہیں' پھر وہ آخرت کی لذتوں کو دنیا کی لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں' کیونکہ وہ دنیا سے زیادہ لذیذ ہیں اور دائمی ہیں' پھر اس پر آخرت کے لیے عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے ف۲۳ مشرکین قیامت کے متعلق اس لیے سوال کرتے تھے کہ وہ اس کو جلد طلب کرنا چاہتے تھے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا'' (الشوریٰ: ۱۸) قیامت کے وقوع کی جلدی ان لوگوں کو ہے' جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے ف۲۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا ہے کہ آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتائیں کہ قیامت کب واقع ہوگی ف۲۵ یعنی وقوع قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو اس کے وقوع کا علم نہیں دیا' واضح رہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقوع کی خبر نہیں دی تھی' پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے وقوع کا علم عطا فرما دیا اور اس آیت کا معنی ہے کہ قیامت کے وقوع کے علم ذاتی کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہے ف۲۶ یعنی جس دن مشرکین قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں) صرف دن کے آخری حصے میں ٹھہرے تھے یا دن کے اول حصے میں۔ اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے: ''كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ'' (الاحقاف: ۳۵) یہ کفار جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو (ان کو یوں لگے گا) کہ وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے تھے' خلاصہ یہ ہے کہ جس عذاب کا کافروں نے انکار کیا تھا' جب ان کو اس عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو ان کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہے ہیں اور دنیا میں تو انہوں نے صرف تھوڑا سا وقت گزارا تھا۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۲ ۲۰ ۴

آیاتہا ۴۲ — سورۃ عبس مکیۃ ۲۴ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ عبس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝۳

(رسول) چیں بہ جبیں ہوئے اور انہوں نے منہ پھیرا ○ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا ○ [۱] آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا ○

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ

یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت نفع دیتی ○ [۲] جس نے بے پروائی کی ○ تو آپ اس کے

تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸

درپے ہیں ○ [۳] اور اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا ○ [۴] اور رہا وہ جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ○

وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ

اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے ○ تو آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ○ بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے ○ سو جو

شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ

چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے ○ [۵] یہ عزت والے صحیفوں میں ہے ○ جو بلندی والے پاکیزہ ہیں ○ [۶] ان کے

سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷ مِنْ اَيِّ

ہاتھوں سے لکھے ہوئے ○ [۷] جو عزت والے نیک ہیں ○ (کافر) انسان ہلاک ہو جائے وہ کیسا ناشکرا ہے ○ اسے کس

شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيْلَ

چیز سے پیدا کیا ہے؟ ○ [۸] اسے اس کو نطفہ سے پیدا کیا' پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا ○ [۹] پھر اس کے لیے راستہ

يَسَّرَهٗ ۝۲۰ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝۲۱ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲ كَلَّا لَمَّا

آسان کیا ○ پھر اس کو موت دی' پس اس کو قبر میں پہنچایا ○ پھر جب چاہے گا اس کو زندہ کرکے نکالے گا ○ بے شک اس نے

سورۂ عبس: [ف۱] ان آیات پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم تادیب اور ملامت کے مستحق تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن ام مکتوم کو ملامت کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ پر کیوں عتاب فرمایا' رہا یہ کہ حضرت ابن ام مکتوم ملامت کے مستحق تھے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) حضرت ابن ام مکتوم نابینا ہونے کی وجہ سے اگرچہ یہ نہیں دیکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سرداران قریش سے گفتگو فرما رہے ہیں' لیکن ان کی سماعت تو صحیح تھی' وہ کفار سے رسول اللہ ﷺ کے خطاب کی آواز سن رہے تھے' پس ان کا نبی ﷺ کے کلام کو منقطع کرنا اور نبی ﷺ کی غرض پوری ہونے سے پہلے اپنی غرض پوری ہونے کی کوشش کرنا' نبی ﷺ کو ایذاء پہنچانا ہے اور یہ عظیم معصیت ہے (۲) اہم کام کو مقدم کیا جاتا ہے' حضرت ابن ام مکتوم اسلام لا چکے تھے اور دین کی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور سرداران قریش ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور ان کا اسلام لانا ایک عظیم جماعت کے اسلام لانے کا سبب تھا اور حضرت ابن ام مکتوم کا اس اہم کام میں مداخلت کرنا ایک معمولی کام کی خاطر ایک عظیم خیر کو منقطع کرنے کا سبب تھا' اس لیے ان کا یہ اقدام (بہ ظاہر) حرام تھا (۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○" (الحجرات: ۴) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو صرف نداء کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن ام مکتوم کی نداء کفار کے ایمان قبول کرنے سے قطع کرنے کے حکم میں تھی اور رسول اللہ ﷺ کی مہم کے بہ ظاہر خلاف تھی' لہٰذا اس کا ذنب اور معصیت ہونا زیادہ اولیٰ ہے' سو حضرت ابن ام مکتوم کا فعل بہ ظاہر گناہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کا فعل واجب تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر کیوں عتاب فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہ ظاہر ایسا ہی تھا' لیکن اغنیاء کو فقراء پر اور سرداروں کو کم زوروں پر مقدم کرنے سے فقراء کے دل ٹوٹ جاتے' اس وجہ سے آپ پر عتاب کیا گیا جب کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ فقراء کو نہ دھتکاریں' قرآن مجید میں ہے: "وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ" (الانعام: ۵۲) اور آپ ان لوگوں کو نہ دھتکاریں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۵۳) [ف۲] یعنی آپ اس کو نصیحت کرتے اور وہ آپ کی نصیحت پر عمل کرتا تو اس کو فائدہ ہوتا [ف۳] یعنی آپ اللہ کی طرف سے جو دین لے کر آئے ہیں' وہ اس کو چھوڑ کر اس طریقہ کو اختیار کر رہا ہے جو شیطان نے اس کے لیے مزین کر دیا ہے یا "استغنی" کا معنی ہے: مال و دولت سے غنی ہونا کیونکہ آپ جن کو تبلیغ کرکے مسلمان کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب اصحاب ثروت اور مال دار لوگ تھے اور آپ کو توقع تھی کہ اگر یہ لوگ اسلام لے آئے تو ان کی اتباع میں بہت لوگ اسلام قبول کرلیں گے' آپ ان کے درپے ہیں' اس کا معنی ہے: آپ ان کو مسلمان کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں [ف۴] یعنی آپ کا کام تو صرف نصیحت کرنا ہے' اگر یہ سرداران قریش آپ کی نصیحت قبول نہ کریں' آپ سے اعراض کریں اور آپ سے عداوت رکھیں تو آپ کو ان سے ضرر نہیں پہنچے گا بلکہ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور آپ سے ان کے شر کو دور کرے گا [ف۵] یعنی قرآن مجید واضح نصیحت ہے' سو جو لوگ اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لیے یہ کام بہت آسان ہے' یہ نصیحت صحائف میں مذکور ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے' وہ لوح اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت یافتہ ہے اور ساتویں آسمان کی بلند جگہ پر ہے' اس لوح کو پاکیزہ فرشتوں کے علاوہ اور کوئی نہیں چھوتا اور شیاطین کے ناپاک ہاتھوں کے مس سے وہ محفوظ ہے [ف۶] اس آیت میں "سفرة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کاتبین' یعنی لکھنے والے۔ "سفر" کا اصل معنی ہے: کشف اور بیان' مسافر کو اس لیے مسافر کہتے ہیں کہ سفر کے ذریعہ اس پر نیا علاقہ اور نئے لوگ منکشف ہو جاتے ہیں' اسی طرح کسی چیز کو لکھ کر منکشف اور واضح کر دیا جاتا ہے۔ "سفرة" سے مراد یہاں پر ملائکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان سفیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام رسولوں تک پہنچاتے ہیں' اسی طرح ملائکہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان وسائط ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کا علم بندوں تک پہنچانے کے ذرائع ہیں [ف۷] اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ قریش کے کافر سردار اپنے آپ کو فقراء مسلمین سے بلند اور برتر سمجھتے تھے' ان آیات میں ان کے تکبر کا رد فرمایا ہے کہ انسان کس چیز پر تکبر کر رہا ہے' یہ

يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا

اللہ نے حکم پر ابھی تک عمل نہیں کیا O انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے پر غور کرے O بے شک ہم نے خوب

الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾

پانی بہایا O پھر ہم نے زمین کو شق کیا O سو اس میں غلہ اُگایا O

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً

اور انگور اور سبزی O اور زیتون اور کھجور O اور گھنے باغات O اور میوے اور (مویشیوں)

وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾

کا چارا O تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے O پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آ جائے گی O ف۱۱

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَ

اس دن ہر شخص اپنے بھائی سے بھاگے گا O اور اپنی ماں اور باپ سے O اور اپنی بیوی اور

بَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ

بیٹوں سے O ف۱۲ اس دن ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی جو اس کو (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی O اس دن

يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ

کئی چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے O مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش O اور اس دن

يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ

کئی چہرے غبار آلود ہوں گے O ان پر سیاہی چھائی ہو گی O وہی لوگ

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

کافر بدکار ہیں O ف۱۳

ابتداء میں نطفہ تھا' ناپاک پانی کا قطرہ اور آخر میں یہ بدبودار مُردہ ہو جائے گا ف۸ حسن بصری نے کہا: وہ شخص کیسے تکبر کرتا ہے جو دن میں کئی بار بول و براز کے لیے بیت الخلاء جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا O" (الکہف: ۳۷) کیا تو اس ذات کا کفر کر رہا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا ہے' پھر نطفہ سے' پھر تجھے مکمل مرد بنا دیا O اللہ تعالیٰ انسان کو تخلیق کے کئی ادوار میں لاتا رہا' پہلے وہ نطفہ تھا' وہ پھر وہ جما ہوا خون ہو گیا' پھر گوشت کا ٹکڑا بن گیا' پھر اس میں ہڈیاں پہنائیں' پھر اس میں روح پھونک دی ف۹ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ اسلوب ہے کہ وہ دو قسم کے دلائل ذکر فرماتا ہے' ایک وہ دلائل جو انسان کے اپنے نفس میں ہیں اور دوسرے وہ دلائل جو انسان کے نفس کے باہر آفاق میں ہیں تاکہ انسان اپنے اندر غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لے اور اپنے باہر غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی طرف پلٹ آئے' سو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے طعام کی طرف متوجہ کیا' اس کا طعام زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے اور زمین کی پیداوار اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تخلیق سے حاصل ہوتی ہے' پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود اس کی اپنی تخلیق کی طرف متوجہ فرمایا' یہ دلائل نفسیہ تھے' اب اس کو طعام کی طرف متوجہ فرمایا ہے' یہ دلائل

ع ۴۲ / ۵

آفاق ہیں ف۱۰ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل ہیں کیونکہ ان چیزوں کی پیدائش طرزِ واحد پر ہوتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا واحد ہے' نیز جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں' وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا کر کے انسان پر انعام اور احسان کیا ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ اس کو خالق اور واحد مستحق عبادت مانے اور اس کے سامنے سرکشی نہ کرے اور تکبر اور کفر نہ کرے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرے ف۱۱ "صاخة" کا معنی ہے: اس قدر شدید آواز جو کانوں کو بہرا کر دے' اور اس سے مراد دوسرا صور پھونکنا ہے' جس کی ہیبت ناک آواز سن کر تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے' اس سے پہلی آیات میں انسان کے مرنے اور اس کے دفن ہونے کا ذکر فرمایا تھا' اور قبر میں مدفون ہونے کے بعد دوسرے صور کی آواز سے مُردے زندہ ہو جائیں گے اور پھر حشر برپا ہو گا ف۱۲ قیامت کے دن نفسی نفسی کی وجہ یہ ہو گی کہ جتنے ہر ایک کے دوسرے پر حقوق ہوں گے' ان کو مکمل طور پر ادا کرنا ممکن نہیں ہو گا تو قرابت داروں کو اس دن یہ خوف ہو گا کہ حقوق میں تقصیر کی وجہ سے ان پر گرفت کی جائے گی' اس وجہ سے وہ ایک دوسرے سے بھاگیں گے اور ان میں سے ہر ایک اس وجہ سے بھاگے گا کہ اس کے اوپر اپنے قرابت داروں کا بوجھ نہ ڈال دیا جائے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى" (فاطر: ۱۸) اور اگر کوئی بوجھل شخص اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے گا تو اس کا بوجھ بالکل نہیں اٹھایا جائے گا خواہ وہ قرابت دار ہو۔ قرابت دار دنیا میں ایک دوسرے کا بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے سے تعاون نہیں کریں گے بلکہ بھاگیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیر بحث آیت کفار کے متعلق ہو۔ رہے مسلمان تو ہو سکتا ہے کہ ان کے درمیان قرابت کے حقوق برقرار رہیں' جیسا کہ مسلمان دوستوں کے درمیان محبت باقی رہے گی۔ قرآن مجید میں ہے: "اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ O" (الزخرف: ۶۷) تمام دوست قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے O اگر زیر بحث آیت مسلمانوں اور کافروں دونوں کے متعلق ہو تو ہو سکتا ہے کہ قیامت کے بعض احوال ایسے ہوں جن میں مسلمان قرابت دار ایک دوسرے سے بھاگیں گے' یہی نفسی نفسی کا موقع ہو گا' پھر جب انہیں امن ہو جائے گا اور ان کے پاس اجازت شفاعت کی بشارت آ جائے گی تو وہ شفاعت کریں گے' ایک دوسرے کا حال معلوم کریں گے اور ایک دوسرے سے نہیں بھاگیں گے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۳۸۷) ف۱۳ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار کے چہروں میں سیاہی اور غبار کو جمع فرما دے گا جیسا کہ انہوں نے اپنے اندر دنیا میں کفر اور بُرے اعمال کو جمع کر لیا تھا۔

قد تمت السورة فالحمد للہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

٨١ سُوۡرَةُ التَّكۡوِيۡرِ مَكِّيَّةٌ ۔ اٰيَاتُهَا ٢٩ ۔ رُكُوۡعُهَا ١

سورۃ التکویر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انتیس آیات ایک رکوع ہے

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝١ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝٢ وَاِذَا الۡجِبَالُ

جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا ○ ا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے ○ ٢ اور جب پہاڑ

سُيِّرَتۡ ۝٣ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝٤ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝٥ وَ

چلائے جائیں گے ○ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی ○ ٣ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے ○ اور

اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝٦ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝٧ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ

جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے ○ ٤ اور جب جانیں ملا دی جائیں گی ○ اور جب زندہ درگور (لڑکی)

سُئِلَتۡ ۝٨ بِاَيِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۝٩ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝١٠ وَاِذَا

سے سوال کیا جائے گا ○ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی؟ ○ ٥ اور جب صحائف اعمال پھیلا دیے جائیں گے ○ ٦ اور جب

السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۝١١ وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۝١٢ وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۝١٣

آسمان کھینچ لیا جائے گا ○ ٧ اور جب دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا ○ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی ○

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۝١٤ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۝١٥ الۡجَوَارِ

تو ہر شخص جان لے گا جو کام اس نے پیش کیا ہے ○ ٨ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی ○ ٩ چلنے پھرنے

الۡكُنَّسِ ۝١٦ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۝١٧ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝١٨ اِنَّهٗ

والے چھپنے والے ستاروں کی ○ ١٠ اور رات کی جب جانے لگے ○ ١١ اور صبح کی جب چمکنے لگے ○ بے شک

لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝١٩ ذِيۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِي الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ۝٢٠

یہ معزز رسول کا قول ہے ○ جو قوت والا ہے عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے ○

سورۃ التکویر: ف ١ کلام عرب میں "تکویر" کا معنی ہے: ایک چیز کے بعض اجزاء کو اس کو اوپر لپیٹنا' جیسے عمامہ کو سر کے اوپر لپیٹا جاتا ہے' یا جیسے بڑی چادر میں کپڑے جمع کر کے اس چادر کو کپڑوں کے اوپر لپیٹا جاتا ہے' اسی طرح سورج کو لپیٹنے کا معنی یہ ہے کہ سورج کے بعض اجزاء کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا اور جب ایسا کیا جائے گا تو اس کی روشنی جاتی رہے گی۔ (جامع البیان جز ٣٠ ص ٨٢) ف ٢ اس آیت کا معنی ہے: جب ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے ف ٣ عربوں کے نزدیک حاملہ اونٹنیاں سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں اور جب ان کو معطل کر کے چھوڑ دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے کسی غیر معمولی چیز کا مشاہدہ کر لیا ہے' جس کی وجہ سے ان اونٹنیوں کی طرف ان کی توجہ نہیں رہی۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ٣ ص ٤٥٥) اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے اور اچانک قیامت آ جائے گی اور ان کے اموال اور ان کے املاک ضائع ہو جائیں گے ف ٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب سمندر کو گرم کیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ آگ ہو جائے گا ف ٥ اس آیت میں فرمایا: جس کو زندہ درگور کیا گیا ہے' اس سے سوال کیا جائے گا' بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ قاتل سے سوال کیا جاتا کہ تم نے اس لڑکی کو کس گناہ کی وجہ سے زندہ درگور کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اور جواب اس قاتل کی تذلیل کے لیے کیا جائے گا' جیسے عیسائیوں کی تذلیل کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا: "ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِيۡ وَاُمِّيَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِيۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِيۡ بِحَقٍّ" (المائدہ:١١٦) کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ حضرت عیسیٰ کہیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے' میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مقتولہ سے اس لیے سوال کیا جائے گا کہ وہ قاتل کے خلاف کیا دعویٰ کرتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ١١ ص ٦٦) ف ٦ انسان کی موت کے وقت اس کے صحائف اعمال کو لپیٹ دیا جائے گا اور حساب کے وقت اس کے صحائف اعمال کو کھول کر پھیلا دیا جائے گا ف ٧ آسمان کے اوپر جنت اور اللہ تعالیٰ کا عرش ہے' آسمان کو ان سے الگ کر لیا جائے گا جس طرح ذبیحہ کی کھال کھینچ کر اس کو ذبیحہ سے الگ کر لیتے ہیں ف ٨ اس سے پہلے بارہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے' ان کا مجموعہ شرط ہے یعنی جب قیامت کے دن ان بارہ چیزوں کا وقوع ہوگا تو ہر شخص جان لے گا کہ اس کے صحائف اعمال میں کن کاموں کو حاضر کیا گیا ہے' ظاہر ہے کہ وہ اعمال تو حاضر نہیں کیے جائیں گے' بلکہ جن صحائف میں وہ اعمال لکھے ہوئے ہیں' ان کو حاضر کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب اس سے حساب لیا جائے گا یا جب میزان پر اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا ف ٩ اس آیت میں "الخنّس" کا لفظ ہے' یہ "خانس" اسم فاعل کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پیچھے ہٹ جانے والے' پھر جانے والے' رک جانے والے' چھپ جانے والے' مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ستارے ہیں کیونکہ وہ دن میں چھپ جاتے ہیں ف ١٠ التکویر:١٦ میں "الکنس" کا لفظ ہے' یہ "کانس" اسم فاعل کی جمع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ "الکنس" سے مراد وہ ستارے ہیں جو رات میں نظر آتے ہیں اور دن میں چھپ جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے ف ١١ اس آیت میں "عسعس" کا لفظ ہے' یہ لغت اضداد سے ہے۔ "عسعس" کا لفظ رات کے آنے اور رات کے جانے' دونوں میں مستعمل ہے۔

وٗ ۱۲ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چھ (۶) صفات بیان فرمائی ہیں: پہلی صفت "رسول" ہے' سو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ دوسری صفت "کریم" ہے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نزدیک مکرم ہیں۔ تیسری صفت "ذی قوۃ" ہے اور آپ کائنات میں سب سے بڑھ کر قوی ہیں۔ چوتھی صفت عرش والے کے نزدیک معزز ہونا ہے' سو آپ اللہ عزوجل کے نزدیک عزت اور وجاہت والے ہیں۔ پانچویں صفت "مطاع" ہے' تو آپ کی سب سے زیادہ اطاعت کی گئی' اور چھٹی صفت امانت دار ہونا ہے' سو آپ سب سے بڑھ کر امانت دار ہیں' لہٰذا ان چھ صفات کے اعلیٰ مصداق حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مزید تفصیل وتحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کہ مایہ ناز تصنیف لطیف "تبیان القرآن" ج ۱۲ ص ۵۹۴ تا ۶۰۰ کا مطالعہ فرمائیں وٗ ۱۳ بعض اہل مکہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتے تھے' التکویر: ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ تمہارے پیغمبر مجنون نہیں ہیں وٗ ۱۴ ابو الاحوص اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا' ان کے چھ سو پر تھے۔ (جامع البیان: ۱۱:۲۸۳) عامر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف ایک مرتبہ دیکھا' حضرت جبرئیل آپ کے پاس حضرت دحیہ کی صورت میں آتے تھے' ایک دن وہ آپ کے پاس ایسی صورت میں آئے جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا' ان پر سبز ریشم کا لباس تھا' جس پر موتی لٹک رہے تھے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے: "وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۝" (التکویر: ۲۳)۔ (جامع البیان: ۱۲:۲۸۳) وٗ ۱۵ زر بیان کرتے ہیں کہ "الضنین" کا معنی بخیل ہے اور "غیب" سے مراد قرآن مجید ہے۔ (جامع البیان: ۱۳:۲۸۳) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قرآن غیب ہے' پس اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا' آپ نے اس کی تعلیم دی اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بخل نہیں کیا۔ (جامع البیان: ۱۷:۲۸۳) وٗ ۱۶ کفار مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ شیطان آپ کے پاس اس قرآن کو لے کر آتا ہے اور آپ کی زبان پر ان کلمات کا القاء کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس قول کا رد فرمایا ہے وٗ ۱۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگرچہ قرآن مجید اپنی ذات میں تمام مخلوق کے لیے ہدایت ہے لیکن اس ہدایت سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو خود بھی سیدھے راستہ پر چلنا چاہتے ہوں وٗ ۱۸ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ استقامت کا فعل استقامت کے ارادے پر موقوف ہے اور یہ ارادہ اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرمائے' خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کے افعال مشیت الٰہی پر موقوف ہیں' امام رازی فرماتے ہیں: یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے' اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ بندہ جس فعل کو اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس میں وہ فعل پیدا فرما دیتا ہے' بندہ کے اختیار کو کسب کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل کو خلق کہتے ہیں' بندہ کاسب ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الانفطار: وٗ ۱ آسمان کے پھٹنے کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں بھی ہے: "فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝" (الرحمٰن: ۳۷) پس جب آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ۝ "اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝" (الانشقاق: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا ۝ وٗ ۲ ستاروں کا جھڑنا اس وجہ سے ہوگا کہ ستاروں کی تخلیق مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے کی گئی ہے' سو جب قیامت کے بعد مخلوق ہی نہیں رہے گی تو ستاروں کی بھی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ اب اندھیری راتوں میں ستاروں سے رہنمائی حاصل کرنے والا کوئی نہیں ہوگا وٗ ۳ یعنی تمام لوگ جان لیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اوّل سے لے کر آخر تک کیا عمل کیے تھے اور ان کے اوپر اپنا کوئی عمل مخفی نہیں رہے گا وٗ ۴ تجھے کس چیز نے دھوکا میں رکھا تھا کہ تو نے اپنے رب کی اطاعت اور عبادت سے اعراض کیا اور تو گناہوں کے ارتکاب میں مشغول رہا۔ اس آیت میں رب کے ساتھ اس کی صفت کریم کا ذکر فرمایا ہے اور یہی انسان کو دھوکا میں رکھنے کی علت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انسان کے گناہ پر فوراً گرفت نہیں فرماتا اور اس سے درگزر فرماتا ہے' یا

خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾

تجھے پیدا کیا' پھر درست کیا ۵ پھر (تیرے اعضاء کو) متناسب بنایا O ۷ پھر جس صورت میں چاہا تجھے بنا دیا O

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا

بے شک تم روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہو O ۸ اور بے شک تم پر نگہبان (مقرر) ہیں O معزز

كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۚ﴿۱۳﴾ وَ

لکھنے والے O وہ جانتے ہیں تم جو کچھ عمل کرتے ہو O ۹ بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں O اور

اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۚ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا

بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں O وہ روزِ جزاء کو اس میں پہنچیں گے O اور وہ اس سے غیب

بِغَآئِبِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

نہیں ہو سکیں گے O ۱۰ اور آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء کیا ہے؟ O پھر آپ نے کیا سمجھا روزِ جزاء

الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

کیا ہے؟ O ۱۱ جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا' اور اس دن تمام احکام اللہ ہی کے لیے ہوں گے O ۱۲

سورۃ المطففین مکیۃ ۸۶ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتھا ۳۶ — رکوعھا ۱

سورۃ ۱ سیکن کی ہے اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھتیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے O وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں O

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں O ۱ کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ ان کو

اپنی گرفت کو مؤخر فرما دیتا ہے اور اس سے انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ انسان کے گناہوں کو معاف فرماتا رہے گا ورنہ گناہ کے ارتکاب کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا تو پھر وہ دوبارہ یا بار بار گناہ نہ کرتا' پس اس کا عذر یہ ہے کہ وہ کہے گا کہ مجھے بار بار گناہ کرنے پر تیرے کرم نے ابھارا یا میری جہالت نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے: اے میرے رب! جہالت' یعنی انسان اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب کی جہالت کی وجہ سے گناہوں میں مشغول رہتا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۹۸) ف۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور سلطنت کا اظہار فرمایا ہے کہ اس نے ماں کے پیٹ کے تین اندھیروں میں انسان کی تخلیق کی' جہاں کوئی انسان کسی طرح کا تصرف نہیں کر سکتا اور انسان پر اپنی اس نعمت کا اظہار فرمایا تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کی مخالفت اور اس کی نافرمانی سے باز آئے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا بیان ہے تاکہ اس سے انسان جان لیں کہ ان کو عبث اور بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے کیونکہ جو اپنی حکمت اور قدرت سے انسان کو تین اندھیروں میں پیدا فرماتا ہے' وہ اپنی مخلوق کو عبث اور فضول پیدا نہیں فرما سکتا' بلکہ اس نے اپنی مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان کو نیک باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے اور ان کی طرف رسولوں کو بھیجے اور ان پر آسمانی کتابوں کو نازل کرے' جن کی اتباع کرنے کو ان پر لازم کرے اور جب لوگ ان کی اتباع کرنے سے اعراض کریں اور ان کی پیروی کو ترک کریں تو ان کو سزا دے ف۶ امام رازی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء معتدل بنائے' ایسا نہیں کیا کہ ایک ہاتھ بڑا اور دوسرا چھوٹا ہوتا' یا ایک ٹانگ بڑی ہوتی اور دوسری چھوٹی ہوتی' اسی طرح ایک آنکھ بڑی ہوتی دوسری چھوٹی ہوتی' اسی طرح اس کی ہڈیاں' اس کے اعصاب اور اس کی شریانیں سب بہترین حکمت پر بنائی گئی ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور قوت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی کو ترک کرے اور اس کی اطاعت اور عبادت کی طرف سبقت کرے ف۷ یعنی میں نے جو نعمتیں تم کو دی ہیں تم ان نعمتوں کو ان کے مقاصد میں میری ہدایت کے مطابق خرچ نہیں کرتے' بلکہ تم روزِ جزا کی تکذیب کرتے ہو ف۸ اللہ تعالیٰ نے مختلف فرشتوں کے ذمہ مختلف کام لگائے ہوئے ہیں' جیسے حضرت عزرائیل کے ذمہ روح قبض کرنا لگایا ہے اور حضرت میکائیل کے ذمہ رزق پہنچانا ہے اور بعض فرشتوں کے ذمہ یہ ہے کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر دیکھیں کہ کہاں اللہ کے بندے اس کا ذکر کر رہے ہیں' ان کو ملائکہ سیاحین کہا جاتا ہے اور اسی طرح بعض فرشتوں کو بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور کیا ہے ان کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے' ان فرشتوں کو انسانوں کے اعمال لکھنے پر اس لیے مامور کیا ہے تاکہ ان کا لکھا ہوا قیامت کے دن انسان پر حجت ہو جائے ف۹ یہ آیت اہل جنت اور اہل نار دونوں کی طرف راجع ہے' پس اہل جنت' جنت سے غائب نہیں ہوں گے اور اہل دوزخ' دوزخ سے غائب نہیں ہوں گے ف۱۰ یعنی آپ اپنی عقل سے یوم جزا کو نہیں جانتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا' اور بعض مفسرین نے کہا: یہ اس دن کی تعظیم اور اس کے ہولناک ہونے کی وجہ سے فرمایا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۰۲) ف۱۱ یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا مگر جب اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن دے گا تو پھر وہ شفاعت کریں گے' جس طرح اس آیت میں ارشاد ہے: ''لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا O'' (النباء: ۳۸) رحمٰن کے اذن کے بغیر کوئی بات نہیں کر سکے گا اور (جس کو اذن ملے گا) وہ درست بات کرے گا O قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات۔

سورۃ المطففین: ف۱ ''المطففون'' کا معنی ہے: وہ لوگ جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں' ناپ تول میں کمی کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ خبیث تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ O'' (المطففین: ۱) پھر وہ عمدہ طریقہ سے ناپ تول کرنے لگے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۵۴) امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾

(مرنے کے بعد) اٹھایا جائے گا؟ O ایک بہت بڑے دن میں O جب سب لوگ رب العٰلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے O ۳

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿۷﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿۸﴾

بے شک کافروں کا صحیفۂ اعمال سجین میں ہے O ۴ اور آپ کیا سمجھے کہ سجین (والا صحیفہ) کیا ہے؟ O

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ

وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O ۵ تکذیب کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے O جو روزِ جزاء کی

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا

تکذیب کرتے ہیں O اس دن کی تکذیب صرف سرکش گنہ گار کرتا ہے O ۶ جب اس پر

تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ

ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں O ۷ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

(برے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا O ۸ بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار)

لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ

سے محروم ہوں گے O ۹ پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں پہنچیں گے O پھر (ان سے) کہا جائے گا: یہ ہے

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ

وہ عذاب جس کی تم تکذیب کرتے تھے O بے شک نیکو کاروں کا صحیفۂ اعمال ضرور علیین میں ہے O ۱۰ اور

مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

آپ کیا سمجھے کہ علیین کیا ہے؟ O وہ مہر لگایا ہوا صحیفہ ہے O ۱۱ جس پر اللہ کے مقرب بندے گواہ ہیں O

سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا عامل بنایا' جب وہ خیبر کی طرف گئے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ O'' تو میں نے کہا: فلاں شخص ہلاک ہو گیا' اس کے پاس ایک صاع (چار کلو اناج کا پیمانہ) ہے' جس سے وہ ناپ کر دیتا ہے اور ایک دوسرا صاع ہے جس سے وہ ناپ کر لیتا ہے۔(مسند البزار:۲۲۸۱) ف۲ المطففین: ۴ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے حال پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے کہ یہ کس قدر دیدہ دلیری سے ناپ تول میں کمی کر رہے ہیں گویا ان کے دلوں میں ناپ تول میں کمی کرنے کے متعلق کوئی خطرہ اور کوئی کھٹکا نہیں ہے اور ان کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور ناپ تول میں کمی کرنے کے متعلق ان سے سوال کیا جائے گا' یعنی ان کو ناپ تول میں کمی کرنے پر عذاب کا یقین ہی نہیں ہے' اگر انہیں اس پر عذاب کا یقین ہوتا تو وہ اس فعل سے باز آ جاتے ف۳ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المطففین: ۶ کی تفسیر میں فرمایا: حتیٰ کہ اس دن ایک شخص اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوب جائے گا۔(صحیح البخاری:۴۹۳۸) ف۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فجار کی ارواح اور ان کے اعمال ''سجین'' میں ہیں' مجاہد نے کہا: ''سجین'' ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے' نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کافر کے پاس موت کے فرشتے آتے ہیں تو وہ اس کا وقت آنے پر اس کو بالکل مہلت نہیں دیتے اور فوراً اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور اس کو عذاب کے فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور اس کو وہ شر دکھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ دکھانا چاہتا ہے' پھر اس کو ساتویں زمین تک اتارتے ہیں اور وہیں ''سجین'' ہے اور وہی فرشتے اس کا صحیفہ اعمال رکھتے ہیں۔(النکت والعیون ج۶ ص۲۲۸) ف۵ اس سے مراد وہ صحیفہ ہے جس میں ان کے اعمال لکھ کر مہر لگا دی گئی ہے' اب اس میں نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے نہ اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے ف۶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مکذبین کے لیے قیامت کے دن شدید عذاب ہے' پھر بتایا کہ یہ وہ مکذبین ہیں جو یوم جزا' یوم حساب اور فیصلہ کے دن کی تکذیب کرتے ہیں اور فرمایا: اس دن کی تکذیب تو صرف سرکش گناہ گار کرتا ہے جو حق سے تجاوز کرتا ہے اور مخلوق کے ساتھ ان کے معاملات میں ظلم کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے ف۷ المطففین: ۱۳ میں ''اساطیر'' کا لفظ ہے' یہ ''اسطورۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: من گھڑت لکھی ہوئی کہانیاں' وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھی ہوئی ہے ف۸ اس آیت میں ''ران'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''رین'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا زنگ آلودہ ہونا اور میلا ہونا۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور جب وہ اس گناہ کی تلافی کر لیتا ہے اور اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ اس گناہ کو کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور یہ وہ ''ران'' ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: ''كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ O'' (المطففین: ۱۴)۔(سنن ترمذی: ۳۳۳۴) ف۹ زجاج نے کہا: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھائی دے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس آیت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ پھر اس میں کفار کی کوئی تخصیص اور تنقیص ہو گی کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب کو نہیں دیکھ سکیں گے' اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے: ''وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ O'' (القیامہ: ۲۳-۲۲) اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ اور بارونق ہوں گے O اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے O اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور مؤمنین کو قیامت کے دن جو اپنے دیدار سے شاد کام کرے گا' کفار کو اس سے محروم رکھے گا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے رب کی توحید پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت اور عبادت کرنے سے اعراض' انکار اور انحراف کیا تھا' اس لیے قیامت کے دن ان کو اس کے دیدار سے محروم رکھا جائے گا' قیامت کے دن جو ہولناک اُمور ہوں گے اور سب پر اس دن کے واقعات سے دہشت چھائی ہوئی ہو گی تو مؤمنین جب اپنے رب کا دیدار کریں گے تو ان کی ساری وحشت اور کلفت زائل ہو جائے گی ف۱۰ نیکو کاروں کا صحیفہ (بقیہ صفحہ ۹۹۱ پر)

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي

بے شک نیکوکار ضرور (جنت کی) نعمت میں ہیں O ١٢ عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں O آپ ان کے

وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ

چہروں میں نعمت کی تازگی پہچان لیں گے O ان کو مہر لگی ہوئی شفاف شراب پلائی جائے گی O اس کی مہر

مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِنْ

مشک ہے اور اسی میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے O اور اس میں (چشمہ) تسنیم

تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

کی آمیزش ہے O ١٣ اس چشمہ سے مقربین پیتے ہیں O بے شک مجرمین

كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾

(دنیا میں) مؤمنوں پر ہنستے تھے O ١٤ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے تھے O ١٥

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا

اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو ہنسی خوشی لوٹتے O ١٦ اور جب وہ (کفار) مؤمنوں کو دیکھتے تو کہتے کہ

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ

یہ لوگ ضرور گم راہ ہیں O ١٧ حالانکہ یہ (کفار) ان (مؤمنوں) پر نگہبان نہیں بنائے گئے O ١٨ پس آج

الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾

مؤمنین کافروں پر ہنس رہے ہیں O عزت والی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں O ١٩

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

کفار کو اپنے کاموں کا کیا بدلہ ملا ہے؟ O ٢٠

ع ٣١ / ٨

ف١٢ ''ابرار'' یعنی نیکوکار جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہے ہوں گے اور وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کرامات کو دیکھ رہے ہوں گے' جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی بے لباس مسلمان کو لباس پہنایا' اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا' اور جس نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا' اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا' اور جس نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا' اللہ اس کو ''رحیق مختوم'' (مشک کے ذائقہ والی شراب) سے پلائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٨٢) ف١٣ ''تسنیم'' وہ مشروب ہے جس کو اوپر سے انڈیلا جائے گا اور یہ جنت کی سب سے افضل شراب ہے' لغت میں ''تسنیم'' کا معنی ہے: بلندی' اونٹ کے کوہان کو ''سنام'' کہا جاتا ہے' کیونکہ وہ بھی اونٹ کی پیٹھ پر بلند ہوتا ہے ف١٤ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ آخرت میں ابرار اور نیکوں کو کیا کیا نعمتیں ملیں گی اور ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ کفار دنیا میں مؤمنوں کا کس طرح مذاق اڑاتے تھے اور ان کی تحقیر کرتے تھے اور آخرت میں معاملہ الٹ ہو جائے گا اور اب مؤمنین کفار کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان پر ہنسیں گے' ان آیات سے مقصود مؤمنین کو تسلی دینا ہے اور ان کے دلوں کو تقویت پہنچانا ہے ف١٥ اس آیت کا معنی ہے: وہ آنکھوں سے اشارہ کر کے مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور یہ کہتے تھے: دیکھو! یہ مشقت اٹھا رہے ہیں اور دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ان کو اس سے ثواب ملے گا ف١٦ وہ اپنے شرک کرنے اور دیگر معصیت کے کام کرنے اور دنیا کی لذتوں کو حاصل کرنے پر خوش ہوتے تھے اور مسلمانوں کی مذمت کر کے مزے لیتے تھے ف١٧ یعنی کفار کے نزدیک مسلمانوں کی گم راہی یہ تھی کہ وہ دنیا کی نقد لذتوں کو چھوڑ کر آخرت کی اُدھار لذتوں کا سودا کر رہے تھے ف١٨ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو مسلمانوں پر نگران اور محافظ بنا کر نہیں بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے اعمال اور احوال کی نگرانی کرتے رہیں کہ آیا ان کے اعمال حق ہیں یا باطل اور ان پر یہ عیب لگائیں کہ وہ گم راہ ہیں بلکہ ان کافروں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی اصلاح کریں ف١٩ مسلمانوں کے کفار پر آخرت میں ہنسنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (١) دنیا میں کفار مسلمانوں کی تنگ دستی اور زبوں حالی دیکھ کر ان پر ہنستے تھے اور آخرت میں مسلمان کفار کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان پر ہنسیں گے کہ کفار نے باقی لذتوں کے بدلا میں فانی لذتوں کا سودا کر لیا اور ان کو اس تجارت میں خسارا ہوا (٢) کفار دوزخ میں دیکھیں گے کہ دوزخ سے باہر نکلنے کا دروازہ کھل گیا ہے' جب وہ دوڑ کر اس دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا اور مؤمنین جنت میں عزت والی مسندوں پر بیٹھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے اور یہ منظر دیکھ کر ہنس رہے ہوں گے۔ مؤمنین عزت والی مسندوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے کہ کفار دنیا کی عزت اور تکبر کے بعد آج کتنی ذلت اور رسوائی میں ہیں ف٢٠ اس آیت میں ''ثُوِّبَ'' کا لفظ ہے یعنی کفار کو اپنے مذاق اڑانے کا کیسا ثواب ملا اور ان کے بدلا کو استہزاءً ثواب فرمایا ہے۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الانشقاق مکیۃ — آیاتہا ٢٥ — رکوعہا ١

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانشقاق مکی ہے — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے — اس میں پچیس آیتیں ایک رکوع ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ

جب آسمان پھٹ جائے گاO اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گا اور یہی اس پر حق ہےO ل اور جب زمین پھیلا دی جائے

مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾

گیO اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گیO ۲ اور اپنے رب کا حکم سن کر اس کی اطاعت کرے گی اور

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ

یہی اس پر حق ہےO اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے کے لیے بہت مشقت کر رہا ہے سو تو اس سے ملنے والا ہےO سو جس شخص

اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ﴿۸﴾ وَّ یَنۡقَلِبُ

کا صحیفہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گاO تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گاO اور وہ اپنے

اِلٰۤی اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَہۡرِہٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوۡفَ

اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گاO ۳ اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گاO ۴ تو وہ عنقریب

یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ﴿ؕ۱۲﴾ اِنَّہٗ کَانَ فِیۡۤ اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ﴿ؕ۱۳﴾

اپنی موت کو طلب کرے گاO اور بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچے گاO بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں بہت خوش تھاO ۵

اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ﴿ۚۛ۱۴﴾ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیۡرًا ﴿ؕ۱۵﴾

اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گاO ۶ کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا تھاO ۷

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿ۙ۱۶﴾ وَ الَّیۡلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿ۙ۱۷﴾ وَ الۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿ۙ۱۸﴾

پس میں شفق کی قسم کھاتا ہوںO اور رات کی اور جن چیزوں کو وہ سمیٹ لےO ۸ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائےO ۹

سورۃ الانشقاق: ف ا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ''وَاَذِنَتۡ لِرَبِّہَا'' کا معنی ہے: آسمان نے اپنے رب کا حکم سنا' قتادہ اور ضحاک نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے: آسمان نے اپنے رب کا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی۔ (جامع البیان جزء ۳۰ ص ۱۴۲) ف ۲ زمین کو کھینچ کر پھیلانے کا ذکر اس حدیث میں ہے: علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین کو پھیلا دے گا حتیٰ کہ لوگوں کے لیے صرف اپنے قدموں کی جگہ ہوگی' پس سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا اور جبرئیل رحمٰن کی دائیں طرف ہوں گے' پس میں کہوں گا: اے میرے رب! بے شک انہوں نے مجھے خبر دی تھی کہ تو نے ان کو میری طرف بھیجا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سچ ہے' پھر میں شفاعت کروں گا۔ (جامع البیان: ۲۸۴۵۱) مجاہد نے کہا: زمین اپنے مُردوں کو باہر نکال دے گی۔ قتادہ نے کہا: زمین اپنے بوجھ کو باہر نکال کر پھینک دے گی۔ (جامع البیان جزء ۳۰ ص ۱۴۳)

ف ۳ آسان حساب کا معنی یہ ہے کہ اس کے اوپر اس کے اعمال پیش کیے جائیں اور وہ جان لے کہ ان اعمال میں یہ طاعت ہے اور یہ معصیت ہے' پھر اس کو طاعت کے اوپر ثواب دیا جائے گا اور اس کی معصیت سے درگزر کر لیا جائے تو یہ آسان حساب ہے' اس میں اس شخص پر کوئی سختی ہے نہ اس سے کوئی مناقشہ ہے' اور نہ اس سے یہ کہا جائے گا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اگر اس سے کوئی عذر پوچھا جائے اور وہ عذر پیش نہ کر سکے تو وہ رُسوا ہوگا' پھر جب اس سے یہ آسان حساب لیا جائے گا تو وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور وہ ثواب کو حاصل کرنے والا ہوگا اور عذاب سے نجات پانے والا ہوگا اور اس کے اہل سے مراد اس کو ملی ہوئی بڑی آنکھوں والی حوریں' اس کی بیویاں اور اس کی اولاد ہیں' بہ شرطیکہ وہ مؤمن اور اہل جنت سے ہوں ف ۴ اس آیت کا حکم ہر مؤمن اور کافر کے متعلق عام ہے' وہ اپنا دایاں ہاتھ کتاب کو لینے کے لیے بڑھائے گا تو فرشتہ اس کے بائیں ہاتھ میں کتاب پکڑا کر اس ہاتھ کو پیٹھ کے پیچھے موڑ دے گا۔ (تفسیر قرطبی) ف ۵ دنیا میں اہل جنت غم اور خوف میں مبتلا رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت میں نعمتیں اور خوشی عطا فرمائی' جیسا کہ ان آیات میں ہے: ''قَالُوۡۤا اِنَّا کُنَّا قَبۡلُ فِیۡۤ اَہۡلِنَا مُشۡفِقِیۡنَO فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِO'' (الطور: ۲۶-۲۷) (اہل جنت کہیں گے:) ہم اس سے پہلے اپنے اہل کے درمیان بہت ڈرتے تھےO سو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو دوزخ کی گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیاO اور اہل دوزخ کے متعلق یہ بتایا کہ وہ دنیا میں بہت خوش تھے' پھر ان کو آخرت میں دوزخ کے عذاب میں جھونک دیا گیا ف ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے ''یحور'' کے معنی کا اس وقت تک نہیں پتا چلا حتیٰ کہ میں نے سنا: ایک اعرابی اپنی بیٹی سے کہہ رہا تھا: ''حُوۡرِیۡ اِرۡجِعِیۡ اِلَیَّ'' اے گوری بچی! میری طرف لوٹ آ' اور اس آیت کا معنی ہے: وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اَللّٰہُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ وَّعۡثَآءِ السَّفَرِ وَ کَاٰبَۃِ الۡمُنۡقَلَبِ وَالۡحَوۡرِ بَعۡدَ الۡکَوۡرِ''۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۱۳۴۳) اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اور واپسی کے غم سے اور زیادتی کے بعد کمی کی طرف لوٹنے سے ف ۷ یعنی جس طرح اس نے یہ گمان کیا ہے' واقع میں اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ ضرور ہماری طرف لوٹ کر آئے گا' بے شک اس کا رب اس کو پیدا کرنے سے پہلے بھی یہ جاننے والا تھا کہ اس نے اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے ف ۸ اس آیت میں ''وسق'' کا لفظ ہے' اس سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کو رات جمع کر لیتی ہے' جیسے چاند اور ستارے اور انسانوں' حیوانوں اور حشرات الارض کی حرکات' کام کاج اور انتشار سے سکون کی طرف رجوع کرنا ف ۹ اس آیت میں ''اتسق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا تام اور مکمل ہونا' اس کے اجزاء کا مجتمع ہونا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے: جب چاند مستوی ہو جائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا قُرِئَ

تم ضرور درجہ بدرجہ چڑھو گے ○ تو ان کو کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے؟ ○ ف۱۰ اور جب ان کے سامنے

عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿۲۲﴾

قرآن مجید پڑھا جائے تو وہ سجدہ نہیں کرتے ○ بلکہ کفار جھٹلا رہے ہیں ○ ف۱۱

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۴﴾ إِلَّا الَّذِينَ

اور اللہ خوب جاننے والا ہے جس کو یہ اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیں ○ ف۱۲ سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے ○ ف۱۳

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۲۵﴾

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے ○ ف۱۴

(۸۵) سُورَةُ الْبُرُوجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷) — آیاتها ۲۲ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

سورۃ البروج مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بائیس آیتیں ایک رکوع ہے

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ﴿۳﴾

برجوں والے آسمان کی قسم ○ ف۱ اور اس دن کی (قسم) جس کا وعدہ کیا ہوا ہے ○ ف۲ اور حاضر کی (قسم) اور جس کو حاضر کیا جائے گا ○ ف۲

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ﴿۵﴾ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا

خندقوں والے ہلاک کیے جائیں ○ بھڑکتی ہوئی آگ والے ○ ف۳ جب وہ ان کے

قُعُودٌ ﴿۶﴾ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ﴿۷﴾ وَمَا

کنارے بیٹھے تھے ○ اور وہ مومنوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے اس کا مشاہدہ کر رہے تھے ○ اور ان کو

نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿۸﴾ الَّذِي

ان مومنوں کی صرف یہ بات ناگوار گزری کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو غالب حمد کیا ہوا ہے ○ جس کی

ف۱۰ یہ کفار قیامت پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہے اور کفار کے شبہات زائل کیے جا چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ افلاک اور عناصر میں تغیرات واقع ہو رہے ہیں: شفق کے ظہور سے پہلے دن کی روشنی ہوتی ہے اور اس کے بعد رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور رات کی ظلمت سے پہلے دن کا نور ہوتا ہے اور چاند کی جسامت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ افلاک اور عناصر میں تغیر کرنے پر قادر ہے تو وہ تمام مخلوق میں تغیر کرنے پر قادر ہے اور وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ قیامت قائم کر کے سب کو فنا کر دے اور پھر دوبارہ سب کو زندہ کر دے' پھر مشرکین اس پر کیوں ایمان نہیں لاتے ف۱۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے دلائل بالکل واضح ہیں لیکن کفار اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے اور ضد اور عناد کی وجہ سے ان دلائل کو جھٹلا رہے ہیں ف۱۲ اس آیت میں ''یوعون'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''الوعا'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جمع کر کے تھیلی میں رکھنا' قرآن مجید میں ہے: ''وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ○'' (المعارج: ۱۸) اس نے جمع کیا اور سنبھال کر رکھا ○ انہوں نے اپنے دل میں جو شرک اور تکذیب کو جمع کر کے رکھا ہوا ہے' اللہ کو اس کا خوب علم ہے اور وہ ان کو اس کی دنیا میں اور آخرت میں سزا دینے والا ہے ف۱۳ یعنی یہ کفار اپنے شرک اور تکذیب کی وجہ سے اس بشارت کے مستحق ہیں ف۱۴ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کفار میں سے جنہوں نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے' ان کو عظیم ثواب ہوگا' اس آیت میں ''غَيْرُ مَمْنُونٍ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو جو ثواب ملے گا' اس پر نہ کوئی احسان رکھا جائے گا اور نہ طعنہ دے کر ان کو اذیت پہنچائی جائے گی۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ البروج: ف۱ قتادہ' حسن اور مجاہد نے کہا: ''بروج'' سے مراد ستارے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۴۴) ف۲ اس آیت میں ''شاھد'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: حاضر' اور ''مشھود'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کو حاضر کیا گیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس دن کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قیامت کا دن ہے اور ''یوم مشھود'' یوم عرفہ ہے اور ''شاھد'' یوم جمعہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۳۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''شاھد'' سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا'' (البقرہ: ۱۴۳) اور رسول تم پر گواہ ہوں گے۔ ان آیات میں قسمیں مذکور ہیں' ان قسموں کا جواب محذوف ہے' یعنی ان چیزوں کی قسم! تم ضرور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے ف۳ ''اخدود'' کا معنی ہے: خندق' اور البروج: ۵ کا معنی ہے: اس خندق میں ایندھن ڈال کر آگ بھڑکائی گئی ف۴ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا (اس کی سلطنت اس کے جادو کے زور پر قائم تھی) جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے ایک لڑکا بھیج دیا' جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا' وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں' ایک دن ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر لیا' لڑکے نے سوچا: آج میں آزماؤں گا کہ آیا ساحر افضل ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! اگر تجھ کو راہب کے کام ساحر سے زیادہ پسند ہیں تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گزرنے لگیں' اس نے پتھر مار کر اس جانور کو ہلاک کر ڈالا اور لوگ گزرنے لگے' پھر اس نے راہب کو جا کر اس کی خبر دی' راہب نے کہا: اے بیٹے! عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے' جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتہ نہ دینا' یہ لڑکا مادرزاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا' اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا' بادشاہ کا ایک مصاحب اندھا تھا' وہ بھی اس کے پاس بہت سامان لے کر آیا اور کہا: اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں سب چیزیں تمہیں دے دوں گا' لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا' شفا تو اللہ دیتا ہے' اور اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ سے دعا کروں گا' اللہ تم کو شفا دے گا' وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا دے دی' وہ بادشاہ کے پاس گیا تو بادشاہ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ ۞٩

آسمانوں اور زمینوں میں حکومت ہے اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ

بے شک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو (آگ کی) مصیبت میں ڈالا' پھر انہوں نے توبہ نہیں کی

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ؕ ۞١٠ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

ان کے لیے دوزخ کا (عام) عذاب اور (خصوصاً) جلنے کا عذاب ہے ○ ۵ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ

انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں' اور یہ

الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ ۞١١ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ؕ ۞١٢ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ

بہت بڑی کامیابی ہے ○ بے شک آپ کے رب کی گرفت بہت سخت ہے ○ ۶ بے شک وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے اور

یُعِیْدُ ۞١٣ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۞١٤ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۞١٥ فَعَّالٌ

وہی دوبارہ پیدا کرے گا ○ ۷ وہی بہت بخشنے والا اور بہت دوست رکھنے والا ہے ○ عظمت والے عرش کا مالک ہے ○ جس کام کا

لِّمَا یُرِیْدُ ؕ ۞١٦ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۞١٧ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۞١٨

ارادہ کرے اس کو کرنے والا ہے ○ ۸ کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی؟ ○ فرعون اور ثمود کی ○

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ۞١٩ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِیْطٌ ۞٢٠

بلکہ کفار تکذیب کے درپے ہیں ○ اور اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کرنے والا ہے ○ ۹

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۞٢١ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۞٢٢

بلکہ قرآن بہت عظمت والا ہے ○ لوحِ محفوظ میں (مکتوب) ہے ○ ۱۰

نے اس سے پوچھا: تمہاری بینائی کس نے لوٹائی؟ اس نے کہا: میرے رب نے' بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: میرا اور تمہارا رب اللہ ہے' بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا' پھر اس کے بتانے پر بادشاہ نے اس لڑکے کو گرفتار کر لیا' پھر بادشاہ لڑکے کو اس وقت تک اذیت دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے راہب کا پتا نہ بتا دیا' پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا: اپنے دین سے پھر جاؤ' راہب نے انکار کیا' بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے' پھر اس نے مصاحب کو بلایا اور اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا' پھر بادشاہ نے لڑکے کو قتل کرنا چاہا (اور اس کے لیے جتنے منصوبے تیار کیے وہ ناکام ہو گئے' آخر کار) لڑکے نے بادشاہ سے کہا: تم اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکو گے جب تک کہ میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو' بادشاہ نے کہا: وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا: تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لیے لٹکاؤ' پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھ کر کہو: اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے' پھر مجھے تیر مارو' جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا' سو بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا (اور ایسے ہی کیا تو وہ لڑکا) مرگیا' تمام لوگوں نے کہا: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا: کیا تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کر دیا' تمام لوگ ایمان لے آئے' بادشاہ نے گلیوں کے دہانے خندقیں کھودنے کا حکم دیا' سو وہ خندقیں کھود دی گئیں' اور ان میں آگ لگائی گئی اور کہا: جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس خندق میں ڈال دو یا اس سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ' سو وہ آگ میں داخل ہو گئے' آخر میں ایک عورت آئی' اس کے ساتھ ایک بچہ تھا' وہ اس میں گرنے سے جھجکی' اس کے بچہ نے کہا: اے ماں! ثابت قدم رہو' تم حق پر ہو۔ (صحیح مسلم: ۳۰۰۵) ف۵ اس آیت میں خندق میں مؤمنوں کو ڈالنے والے ظالموں کے لیے دو عذابوں کا ذکر فرمایا ہے: ایک دوزخ کا عذاب ہے اور ایک جلنے کا عذاب ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دو جرم تھے: ایک کفر تھا اور دوسرا مؤمنوں کو جلانے کا تھا' ہر چند کہ دوزخ میں بھی جلانے کا عذاب ہے لیکن ان کو اس عذاب کے علاوہ شدید نوعیت کے جلانے کا عذاب بھی دیا جائے گا ف۶ اس کا معنی ہے: کسی کو بہت زیادہ ملامت کرنا اور اس کو بہت سختی کے ساتھ پکڑنا ف۷ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرماتا ہے' پھر ان کو فنا کر دے گا' پھر ان کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے میدانِ حشر میں جمع کرے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دوزخ والوں کو آگ کھائے گی حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کو نئے سرے سے پیدا فرمائے گا اور اس آیت سے یہی مراد ہے ف۸ اللہ تعالیٰ جس کام کو مناسب جانتا ہے' اس کو کرنے والا ہے اور اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے' اور اس کے کام میں کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا' اور وہ اپنے مؤمن بندوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کوئی اس کو اس سے روک نہیں سکتا اور وہ کفار اور مشرکین کو دوزخ میں داخل کرے گا اور کوئی ان کو دوزخ سے بچا نہیں سکتا اور وہ گناہ گار مؤمنوں میں سے جس کو چاہے گا توبہ کی توفیق دے کر اس کو معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا اس کے اوپر دنیا میں کوئی مصیبت ڈال کر اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا اور جس کو چاہے گا اس کو کچھ عرصہ تطہیر کے لیے دوزخ میں عذاب دے گا اور پھر جنت میں داخل کر دے گا' اور جس کو چاہے گا اس کو اپنے مقربین میں سے کسی کی شفاعت سے معاف فرما دے گا' اور جس کو چاہے گا اور اس کو محض اپنے فضل سے معاف فرما دے گا' غرض دنیا اور آخرت میں وہ مالک اور مختار ہے' جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو چاہے گا وہ کرے گا ف۹ اللہ تعالیٰ کے احاطہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے ان کی ہلاکت قریب آ پہنچی ہے ف۱۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوح سرخ یاقوت کی تختی ہے' اس کا بالائی حصہ عرش کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور زیریں حصہ ایک فرشتہ کی گود میں ہے' اس کی کتابت نور ہے' اس کا قلم نور ہے' اللہ تعالیٰ ہر روز اس میں تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے' اور ہر نظر سے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور

ایاتها ١٧ — ٨٦ سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ٣٦ — رکوعها ١

اس میں سترہ آیتیں ہیں — سورۃ الطارق مکی ہے — اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③

آسمان کی قسم! اور رات کو طلوع ہونے والے (ستارے) کی! ۞ ا اور آپ کیا سمجھے کہ وہ رات کو طلوع ہونے والا کیا ہے؟ ۞ (وہ) نہایت

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤

روشن ستارہ (ہے) ۞ ٢ بے شک ہر نفس کے اوپر ایک محافظ (نگہبان) ہے ۞ ٣ سو انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ۞

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦

وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ۞ جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے ۞ ٤

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ

بے شک اللہ اس کو لوٹانے پر ضرور قادر ہے ۞ ٥ جس دن سینہ کی چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی ۞ ٦ سو اس وقت نہ اس کی کوئی طاقت

لَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫

ہوگی نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا ۞ ٧ بارش والے آسمان کی قسم! ۞ ٨ اور پھٹنے والی زمین کی قسم! ۞ ٩

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮

بے شک یہ (قرآن) (حق اور باطل میں) فیصلہ کرنے والا کلام ہے ۞ ١٠ اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے ۞ بے شک کافر اپنی سازش کر رہے

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰

ہیں ۞ اور میں اپنی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں ۞ ١١ سو آپ کافروں کو چھوڑ دیں (اور) ان کو تھوڑی مہلت دیں ۞

دوسری قوم کو پست کر دیتا ہے' یعنی کسی کو فقیر بنا دیتا ہے اور کسی کو غنی بنا دیتا ہے' کسی کو زندہ کرتا ہے اور کسی کو موت عطا کرتا ہے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الطارق: ف١ ستارے کو "طارق" اس لیے فرمایا ہے کہ وہ رات میں طلوع ہونے کے ساتھ مختص ہے اور عرب ہر اس شخص کو "طارق" کہتے ہیں: جو رات کا قصد کرے ف٢ "ثاقب" کا معنی ہے: سوراخ کرنے والا اور یہ ستارہ اپنی روشنی سے اندھیرے میں سوراخ کر دیتا ہے' پھر اس میں نافذ ہو جاتا ہے یا یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کی روشنی ہوا میں اس طرح نفوذ کر جاتی ہے جیسے کوئی چیز کسی چیز میں سوراخ کر دیتی ہے۔ الفراء نے کہا: "النجم الثاقب" کا معنی ہے: وہ ستارہ جو تمام ستاروں سے بلند ہے کیونکہ جو پرندہ بہت اونچی پرواز کر کے آسمان کے قریب پہنچ جائے تو عرب اس کو "ثاقب" کہتے ہیں ف٣ بعض مفسرین نے کہا: وہ محافظ اللہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اور ہر چیز کی بقاء کا انتظام بھی اسی نے کیا ہے' اس نے زمین میں روئیدگی کی صلاحیت رکھی' بادلوں سے پانی برسایا' سورج کی تپش سے غلہ کو پکایا اور چاند کی کرنوں سے اس میں ذائقہ پیدا کیا' اس نے انسان کی ہدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا اور آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا اور یوں انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت اور اس کی حفاظت کا نظام وضع فرمایا' نیز زمین میں ایسی جڑی بوٹیاں پیدا فرمائیں جن سے انسان اپنی بیماریوں کا علاج کر سکے' اور سورج اور چاند کی روشنی سے' جنگلوں' صحراؤں اور سمندروں کے اندھیروں کو دور فرمایا: قرآن مجید میں ہے: "فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا" (یوسف: ٦٤) اللہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ محافظ فرشتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً" (الانعام: ٦١) اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ فرشتے تمہارے عمل کی اور تمہارے رزق کی اور تمہاری موت اور حیات کی حفاظت کرتے ہیں اور جب تمہاری زندگی پوری ہو جائے' اے ابن آدم! تو تمہاری روح قبض کر کے تمہیں رب کے پاس لے جاتے ہیں۔ (جامع البیان: ٢٨٥٨٥) ف٤ اس آیت میں "صلب" کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: مرد کی پیٹھ' اور "ترائب" کا لفظ ہے' اس سے مراد عورت کے سینہ کی درمیانی جگہ ہے' یعنی اس کے پستانوں کی درمیانی جگہ' جب انسان جماع کرتا ہے تو اس کی پیٹھ سے پانی نکل کر "رحم" میں داخل ہوتا ہے اور عورت کے سینہ سے نکل کر پانی وہاں پہنچتا ہے ف٥ اس آیت کا معنی یہ ہے: جس ذات نے انسان کو ابتداءً پیدا کیا ہے' وہ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: "قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ" (یٰسین: ٧٩) آپ کہیے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (تفسیر کبیر ج ١١ ص ١٢١) ف٦ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے ف٧ اس کی طاقت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسی قوت نہیں ہوگی' جس کی وجہ سے وہ خود اپنی ذات سے عذاب کو دور کر سکے ف٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (الطارق: ١١) کا معنی ہے: بار بار بارش برسانے والا آسمان' کیونکہ آسمان سے بار بار بارش نازل ہوتی ہے' یا جو خیر آسمان کی طرف سے آتی ہے' وہ بار بار لوٹ کر آتی ہے ف٩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زمین پھٹتی ہے اور اس سے پودے اور کونپلیں نکل آتے ہیں ف١٠ "قول فصل" کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا قول ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے: یہ مفصل قول ہے' اس میں حلال اور حرام کو بیان فرما دیا ہے اور یہ بیان فرما دیا ہے کہ کن کاموں سے بچنا چاہیے اور کن کاموں کو کرنا چاہیے اور اس میں حق اور باطل اور صحیح اور غلط کو بیان فرما دیا ہے' اور یہ قیامت تک پیش آنے والے اُمور کے لیے جامع ہدایت اور مکمل دستور العمل ہے ف١١ کافروں کا "کید" (سازش) یہ تھا کہ اللہ کے دین سے لوگوں کو متنفر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا "کید" (خفیہ تدبیر) یہ تھا کہ ان کو ان کے کفر میں ڈھیل دی جائے' پھر اچانک ان پر گرفت کی جائے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ١٧ / ١١

۸۷ سُورَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ ۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۱۹ | رُکُوْعُهَا ۱

سورۃ الاعلیٰ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انیس آیتیں ایک رکوع ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۪ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِیْ

اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیے جو سب سے بلند ہے O [۱] جس نے (مخلوق کو) پیدا کیا پھر اس کو درست بنایا O [۲] اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدٰى ۪ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ﴿۵﴾

(ہر چیز) اندازہ کیا پھر ہدایت دی O [۳] اور جس نے چراگاہ بنائی O پھر تازہ گھاس کو خشک مائل بہ سیاہ کر دیا O

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا

ہم عنقریب آپ کو قرآن پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے O [۴] مگر جو اللہ چاہے [۵] بے شک وہ ہر ظاہر اور

یَخْفٰى ؕ﴿۷﴾ وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰى ۚۖ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ﴿۹﴾

پوشیدہ کو جانتا ہے O اور ہم آپ کے لیے سہولت کر دیں گے O سو آپ نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت فائدہ دے O

سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى ۙ﴿۱۰﴾ وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ یَصْلَى

عنقریب وہی شخص نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے O [۶] اور اس نصیحت سے بڑا بدبخت دور رہے گا O جو بڑی آگ

النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰى ؕ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ

میں جائے گا O پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیے گا O بے شک جس نے اپنا باطن صاف کر لیا

مَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ

وہ کامیاب ہو گیا O اور جس نے اپنے رب کا نام ذکر کیا [۷] پھر وہ نماز پڑھتا رہا O بلکہ تم دنیا کی زندگی کو

الدُّنْیَا ۫ۖ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ

ترجیح دیتے ہو O اور آخرت ہی بہت عمدہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے O [۸] بے شک یہ (نصیحت) پہلے صحائف

سورۃ الاعلیٰ: ف۱ اللہ تعالیٰ نے رب کی صفت "الاعلیٰ" ذکر فرمائی ہے' اس میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مستحق ہے کہ ہر نقص اور عیب سے اس کا بَری ہونا بیان کیا جائے' یعنی وہ اپنے ملک' اپنی سلطنت اور اپنی قدرت کی وجہ سے ہر چیز سے اعلیٰ اور بلند ہے ف۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے مخلوق کو پیدا کیا' پھر اس کو درست بنایا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور بالخصوص انسان کو پیدا کیا اور اس کو درست بنایا یعنی اس کو حسین بناوٹ پر پیدا فرمایا' جیسا کہ ارشاد فرمایا: "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O" (التین: ۴) بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا O انسان کو اس نے تمام عبادات ادا کرنے کے قابل بنایا' اور زمینوں اور آسمانوں کو' تمام جمادات' نباتات اور حیوانات کو اس کے نفع کے لیے مسخر کر دیا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ہر قسم کے تصرف اور عمل کرنے کا مالک اور قادر ہے ف۳ ہدایت دینے کا یہ معنی ہے کہ ہر جاندار کو اور ہر انسان کو اس کی غذا حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا' خواہ وہ چرنے' چگنے سے ہو یا دوسرے جانوروں کو شکار کر کے اور ان کو چیرنے' پھاڑنے سے ہو یا سبزیاں اور گوشت کھانے سے ہو' یہ فطری ہدایت ہے' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد ہے: انسان کو اچھا اور بُرا' نیک اور بدراستہ سمجھایا' کیونکہ انسان کو حساس اور عقل سے کام لینے والا بنایا ہے اور اس کو اس پر قادر بنایا ہے کہ وہ مفید چیزوں کو حاصل کرے اور نقصان دہ چیزوں سے دور رہے ف۴ یہ آیت نبی ﷺ کی نبوت پر دو وجہوں سے دلالت کرتی ہے' ایک اس وجہ سے کہ آپ اُمّی شخص تھے اور آپ کا اس ضخیم کتاب کو بغیر درس اور تکرار اور بغیر لکھنے کے یاد کرنا خلاف عادت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت جبرئیل کے سامنے دہرانے سے منع فرما دیا تھا تو صرف ایک مرتبہ حضرت جبرئیل سے سن کر اس قدر ضخیم کتاب کو حفظ کر لینا غیر معمولی اور خلاف عادت کام ہے' اور یہ آپ کا زبردست معجزہ ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سورت الاعلیٰ مکہ میں نازل ہونے والی اوائل سورتوں میں سے ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ آٹھویں سورت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی فرما دی کہ نبی ﷺ قرآن مجید کو نہیں بھولیں گے اور یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور یہ بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ باقی کسی ایک موقع پر کسی ایک لفظ کی طرف توجہ کا مبذول نہ ہونا قرآن مجید بھولنے کو مستلزم نہیں ہے ف۵ حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ جس حکم کو منسوخ کرنا چاہے گا' اس کی آیت کو آپ کے دل سے بھلا دے گا' یا اس آیت میں استثناء اس آیت کی مثل ہے: "خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ" (ھود: ۱۰۷) وہ (بدبخت کفار) دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان اور زمین برقرار ہیں' ماسوا اس وقت کے جس وقت آپ کا رب چاہے۔ یعنی اگر کسی وقت میں اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کافروں کو دوزخ سے نکال لے گا لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا' اسی طرح اگر اللہ چاہے گا تو آپ قرآن مجید بھول جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا۔ (زاد المسیر ج ۹ ص ۸۹) ف۶ وہی شخص آپ کی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے یا روزِ آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کی توحید پر' آپ کی رسالت پر اور قرآن کے کتاب ہدایت ہونے پر ایمان لاتے ہیں' بُرے کاموں سے بچتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور یہ ایمان ہی ان کو آپ کی نصیحت قبول کرنے کی ترغیب دیتا ہے' کبھی اس شخص کو بھی نصیحت کی جاتی ہے جو آخرت کی اُمید رکھتا ہے' مگر آخرت سے ڈرنے والے کے لیے نصیحت زیادہ مفید ہے۔ امام اعظم نے فرمایا کہ افتتاح نماز میں اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں' اگر نمازی نے اللہ اعظم کہا' پھر بھی نماز کو شروع کر سکتا ہے جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ: ۱۴ میں ہے ف۷ "تزکیہ" کا معنی ہے: اپنے قلب سے عقائد باطلہ اور گناہ ہائے کبیرہ کی طرف میلان کو زائل کرنا اور خضوع وخشوع سے جملہ عبادات کو انجام دینا ف۸ آخرت حسب ذیل وجوہ سے دنیا سے بہتر ہے: (۱) آخرت جسمانی اور روحانی سعادتوں پر مشتمل ہے جب کہ دنیا میں صرف دنیاوی لذتیں ہیں (۲) دنیا کی لذتیں مصیبتیں اٹھانے کے بعد ملتی ہیں اور آخرت کی لذتیں ابتداءً ملتی ہیں (۳) دنیا کی لذتوں کے ساتھ یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ یہ لذتیں کسی وقت بھی زائل ہو سکتی ہیں۔

الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ ع

میں بھی (مذکور) ہے O ابراہیم اور موسیٰ کے صحائف میں O ۹

۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۶ | رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الغاشیۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھبیس آیتیں ایک رکوع ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ

بے شک آپ کے پاس ڈھانپنے والی چیز کی خبر آچکی ہے O ۱ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے O ۲ کام کرنے والے مشقت

نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ

برداشت کرنے والے O ۳ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے O انہیں کھولتے ہوئے چشمہ (کے پانی) سے پلایا جائے گا O ۴

لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾

ان کا کھانا صرف خاردار خشک زہریلے درخت سے ہوگا O ۵ جو نہ فربہ کرے گا نہ بھوک دور کرے گا O ۶

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾

بہت سے چہرے اس دن خوش و خرم ہوں گے O اپنے نیک اعمال پر شاداں ہوں گے O ۷ بلند جنت میں O ۸

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ

جس میں کوئی شخص بے ہودہ بات نہیں سنے گا O اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے O اس میں بلند

مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ

مسندیں ہوں گی O اور ترتیب سے رکھے ہوئے جام ہوں گے O اور صف بہ صف گاؤ تکیے رکھے ہوں گے O ۹ اور بہترین

مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَقفة وَاِلَى السَّمَآءِ

فرش بچھے ہوں گے O ۱۰ کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنایا گیا ہے O ۱۱ اور آسمان کو کہ

ف۹ اس آیت میں الاعلیٰ:۱۸ کی تفسیر ہے یعنی الاعلیٰ:۱۸ میں جن صحائف کا بیان تھا' ان صحائف سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحائف ہیں۔قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۱۹ / ۱۲

سورۃ الغاشیۃ: ف۱ قیامت کو اس آیت میں "الغاشية" کہا گیا ہے' اور جو چیز کسی چیز کا تمام اطراف سے احاطہ کر لے' یا ڈھانپ لے' اس کو "غاشية" کہتے ہیں اور قیامت بھی اچانک آ کر لوگوں کو ڈھانپ لے گی' اسی سبب سے اس کو "الغاشیه" سے تعبیر کیا گیا' قرآن مجید میں ہے: "اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ" (یوسف:۱۰۷) کیا یہ لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب سے ڈھانپنے والی چیز آ جائے ف۲ اس آیت میں فرمایا کہ کفار کے چہرے اس دن ذلیل و خوار ہوں گے اور اس سے مراد ہے: خود کفار اس دن ذلیل و خوار ہوں گے' چہروں کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی ذلت و خواری کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں گے ف۳ حسن بصری نے کہا: ان کو یہ ذلت اور مشقت دنیا میں حاصل ہوگی اور یہ لوگ یہود' نصاریٰ' بت پرست اور مجوس ہیں' انہوں نے اپنے ذہنوں اور دماغوں میں اللہ تعالیٰ کا جو تصور بنا رکھا تھا' یہ اس کے مطابق دنیا میں عبادت کی مشقت برداشت کرتے رہے' روزے رکھتے اور مشقت والی ریاضت کرتے' لیکن ان کی یہ ریاضت آخرت میں کسی کام نہ آئی' اس لیے وہ ذلیل و خوار ہوں گے' اس وعید میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو محض دکھاوے کے لیے عمل کرتے ہیں

وقف لازم

ف۴ اس آیت میں "انية" کا لفظ ہے' یہ لفظ "انی" سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: سخت کھولنا اور پکنا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ پانی اس قدر گرم ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو تمام پہاڑ پگھل جائیں گے ف۵ اہل حجاز "الضریع" سوکھی ہوئی گھاس کو کہتے ہیں اور یہ زہریلی گھاس ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری' تفسیر سورۃ الغاشیہ' باب:۸۸)
ف۶ کفار قریش نے کہا: ہمارے اونٹ "ضریع" (خشک گھاس) کھاتے ہیں اور خوب فربہ ہو جاتے ہیں تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ف۷ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ انہوں نے دنیا میں نیک اعمال کرنے کی جو کوشش اور جد و جہد کی تھی' اس پر ان کی حمد کی جائے گی' کیونکہ ان ہی کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کو آخرت میں اچھی جزا حاصل ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے کیا خوب عمل کیے تھے اور جب ان کے نیک اعمال کی تعریف کی جائے گی تو وہ خوش اور راضی ہوں گے ف۸ اس بلندی سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ جنت مسافت میں بلند ہوگی اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ جنت شرف میں بلند مرتبہ ہوگی' کیونکہ جنت کے بعض درجات بعض دوسرے درجات سے اعلیٰ ہوں گے' عطاء نے کہا: دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے ف۹ اس آیت میں "نمارق" کا لفظ ہے' یہ "نمرقة" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بڑا تکیہ' گدا' زین یا پالان' اور "نمروقة" کا معنی ہے: چھوٹا تکیہ۔ (القاموس المحیط ص ۹۲۶) ف۱۰ اس آیت میں "زرابی" کا لفظ ہے' یہ "زربی" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: غالیچے اور فرش' یا وہ چیز جس کو زینت کے لیے بچھایا جائے۔ (القاموس المحیط ص ۹۳) ف۱۱ الغاشیہ:۱۷ میں اونٹ کی تخلیق کا ذکر فرمایا' اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے تمام حیوانات' اس کی تخلیق اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ تمام حیوانات کی پیدائش اور ان کی نشو و نما کا طریقہ واحد ہے اور ان کی تخلیق کی طرز واحد ہے اور تخلیق کی طرز کا واحد ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا خالق بھی واحد ہے۔

كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَقفة وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وقفة وَاِلَى الْاَرْضِ

وہ کیسے بلند کیا گیا ہے ○ ف١٢ اور پہاڑوں کو کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں ○ اور زمین کو کہ

كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ وقفة فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ

وہ کیسے پھیلائی گئی ہے ○ سو آپ نصیحت کرتے رہیں' آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں ○ ف١٣ آپ ان (کافروں) کو

بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ

جبراً مسلمان کرنے والے نہیں ہیں ○ مگر جو حق سے پشت پھیرے اور کفر کرے ○ تو اللہ اس کو بہت بڑا عذاب

الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ ع

دے گا ○ ف١٤ بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے ○ پھر بے شک ہم پر ہی ان کا حساب ہے ○ ف١٥

٨٩ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ١٠ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اٰيَاتُهَا ٣٠ ۔ رُكُوْعُهَا ١

سورۃ الفجر مکی ہے ۔ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۔ اس میں تیس آیتیں' ایک رکوع ہے

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾

اور فجر کی قسم! ○ اور دس راتوں کی! ○ اور جفت اور طاق کی! ○ ف١ اور رات کی (قسم) جب وہ گزرے! ○ ف٢

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾

بے شک اس میں صاحب عقل کے لیے بہت بڑی قسم ہے ○ ف٣ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ

معاملہ کیا؟ ○ ف٤ وہ ارم کے لوگ تھے' ستونوں جیسے لمبے قد والے ○ ان کی مثل شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ○ ف٥ اور ثمود کے

الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ

لوگ تھے جنہوں نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں ○ ف٦ اور میخوں والا فرعون تھا ○ ف٧ ان لوگوں نے

ف١٢ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستون کے اتنی عظیم چھت بنا دی ہے جو پوری روئے زمین کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس میں بے شمار ستاروں کی قندیلیں روشن کر دی ہیں' جو صحراؤں' بیابانوں اور سمندروں میں اندھیری رات کے مسافروں کی رہنمائی کرتی ہیں' برسہا برس سے یہ نظام یوں ہی طرز واحد پر قائم ہے' کیا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی توحید پر ایک روشن دلیل نہیں ہے ف١٣ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق' توحید اور قیامت پر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا: سو آپ نصیحت کرتے رہیے' آپ ایمان لانے کی ترغیب پر ثواب کی بشارت دیں گے اور جو کفر پر اصرار کرے گا اس کو عذاب سے ڈرائیں گے اور اگر کفار آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کو ایذاء پہنچاتے ہیں تو آپ اس پر صبر کریں' اب آپ ہی نصیحت کرنے والے ہیں کیونکہ اب آپ کے بعد کوئی اور نبی تو مبعوث نہیں کیا جائے گا' نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہو چکی ہے ف١٤ بڑے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے' اور اس سے کم درجہ کا عذاب بھی ہے' یہ دنیا میں جنگ کے اندر شکست سے دو چار ہونا ہے' سمندری طوفان اور دریاؤں میں سیلاب کا آنا ہے' زلزلے' قحط اور موذی بیماریوں میں مبتلا ہونا ہے' اور دوزخ کے عذاب کو بہت بڑا عذاب کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: دوزخ کی آگ کا سب سے نچلا طبقہ ف١٥ ان آیتوں میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ ہر چند کہ مشرکین مکہ آپ کی نبوت کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں' آپ کا مذاق اڑاتے ہیں' آپ پر آوازیں کستے ہیں اور آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور آپ کو طرح طرح کی ایذاء پہنچاتے ہیں' لیکن بالآخر یہ ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے' پھر ہم ان کا حساب لیں گے اور ان کو قرار واقعی سزا دیں گے' ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ کفار کو سزا دینا اور ان سے حساب لینا اللہ تعالیٰ کا حق ہے' لیکن یہ ضروری نہیں کہ مالک اپنا حق وصول کرے' مالک اپنا حق معاف بھی تو کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سزا کو معاف کرنا صرف مؤمنین کے ساتھ خاص ہے' اللہ تعالیٰ آخرت میں کفار اور مشرکین کی سزا کو معاف نہ فرمائے گا اور نہ ان کی سزا میں تخفیف فرمائے گا' کیونکہ دنیا میں وہ ان کو دائمی عذاب کی خبر دے چکا ہے' اب اگر اس سزا کے خلاف ہو تو اس کی خبر کذب اور جھوٹ ہو گی اور کذب اور جھوٹ اللہ پر محال ہے' اس لیے کفار اور مشرکین کی سزا میں تخفیف ہونا یا اس کی سزا کا ساقط ہونا بھی محال ہے۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الفجر: ف١ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فجر' دس راتوں' جفت اور طاق اور گزرنے والی رات کی قسم کھائی ہے' عرب ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جو ان کے نزدیک عظمت والی ہوتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمت والی ہیں' اور یہ چیزیں اس لیے عظیم ہیں کہ ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور توحید پر دلائل ہیں اور مخلوق پر واجب ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ان آیات کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''(ولیال) عشر'' سے مراد قربانی (کے مہینہ کے) دس دن ہیں اور ''الوتر'' ''یوم عرفه'' ہے اور ''الشفع'' ''یوم النحر'' (قربانی کا دن) ہے ف٢ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس رات سے مراد کوئی مخصوص رات نہیں ہے کیونکہ رات اور دن کے متواتر آنے جانے میں اور ان کی مقدار کے مختلف ہونے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر بہت عظیم نعمت ہے' اس لیے رات کی قسم کھانا ممکن ہے اور اس میں اس پر تنبیہ ہے کہ رات اور دن کا متواتر ایک دوسرے کے بعد آنا اللہ تعالیٰ کی عظیم تدبیر پر مبنی ہے' مقاتل بن سلیمان نے کہا: اس سے مراد عید الاضحیٰ کی رات ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ٣ ص ٤٨١) ف٣ اس آیت میں ''ذی حجر'' کا لفظ ہے' ''حجر'' عقل کو کہتے ہیں کیونکہ عقل انسان کو غلط اور نامناسب کام کرنے سے روکتی ہے' اور ''حجر'' کا معنی ہے: کسی کام سے منع کرنا اور روکنا' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صاحب عقل ہو' وہ جان لے گا کہ یہ مذکور چیزیں بہت عجیب و غریب ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت پر دلائل ہیں اور یہ چیزیں خالق کے وجود پر دلالت کرتی ہیں' اس لیے یہ چیزیں اس لائق ہیں کہ ان کی قسم کھائی جائے ف٤ ان آیتوں میں بہ ظاہر نبی ﷺ سے خطاب ہے' لیکن یہ خطاب ہر شخص کو عام ہے' اور اس سے مقصود کفار مکہ (بقیہ صفحہ ٩٩١ پر)

طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ

شہروں میں بہت سرکشی کی ○ پھر ان شہروں میں بہت دہشت گردی کی ○ پھر آپ کے رب نے ان پر

سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا

عذاب کا کوڑا برسایا ○ بے شک آپ کا رب (ان کی) گھات میں ہے ○ ۸ پس لیکن جب انسان کو اس کا رب

ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّاۤ

عزت اور نعمت دے کر آزمائے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت دی ○ اور جب اس کا رب

اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا

اس کو (مصیبت سے) آزمائے اور اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ○ ۹ یہ بات

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۱۸﴾

نہیں ہے بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو ○ ۱۰ اور تم ایک دوسرے کو یتیم کے کھلانے پر راغب نہیں کرتے ہو ○ ۱۱

وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّاۤ

اور تم وراثت کا پورا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ○ ۱۲ اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو ○ ۱۳ بے شک جب زمین

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

پاش پاش کر کے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی ○ ۱۴ اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا ۱۵ اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے ○

وَ جِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ

اور اس دن دوزخ کو لایا جائے گا ۱۶ اس دن انسان یاد کرے گا اور اب کہاں یاد کرنے کا

الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ

وقت ہے ○ ۱۷ وہ کہے گا: کاش! میں نے زندگی میں کوئی نیکی آگے کے لیے بھیجی ہوتی ○ ۱۸ سو اس دن اس کے عذاب

ف۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کا رب ان کی گھات میں ہے یعنی ان کی باتیں سن رہا ہے اور ان کے اعمال دیکھ رہا ہے' ان کی سرگوشیوں کو سنتا ہے اور ان کے پوشیدہ اعمال کو دیکھ رہا ہے اور سب کو ان کے اعمال کے موافق جزا دے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۴۵) ف۹ مال اور نعمت ملنے پر خوش ہونا' اترانا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرنا اور رزق کی تنگی اور فقر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہانت سمجھنا' ان کافروں کا شیوہ ہے' جو قیامت اور حشر ونشر پر ایمان نہیں رکھتے ہیں' رہا مؤمن تو جب اس پر رزق کی کشادگی کی جائے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس پر رزق کی تنگی کر دی جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ قضاء وقدر سے متعلق ہے اور اس مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کرتا' البتہ بعض مسلمان بھی اپنی جہالت میں یہ گمان کرتے ہیں کہ جب ان کو کوئی نعمت ملے تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کسی عبادت کی فضیلت کی وجہ سے اس نعمت کے مستحق تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وجہ سے عزت دی ہے اور جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رُسوا کر دیا' سو ایسے مسلمانوں کو اپنے اس گمان پر توبہ کرنی چاہیے اور یہ یقین کرنا چاہیے کہ یہ کافروں کی صفت ہے' مسلمانوں میں یہ صفت نہیں ہونی چاہیے ف۱۰ یتیم کی تکریم کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) یتیم کے مال کی حفاظت کرے تاکہ وہ ضائع نہ ہو اور اس کی عمدہ تربیت کرے اور اس کو نیک اخلاق اور آداب سکھائے اور اس کو بُری صحبتوں اور بُری عادتوں سے بچائے تاکہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں معزز ومکرم ہو (۲) اس کو احکامِ شرعیہ کی تعلیم دے' اس سے نماز پڑھوائے' روزے رکھوائے اور دیگر مستحب کاموں کی تلقین کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معزز اور مکرم ہو (۳) اس کے مال کو اپنی ضروریات پر بہ قدر حاجت خرچ کرے اور اس کے مال کو نفع بخش تجارت یا کسی عمدہ صنعت پر لگائے تاکہ اس کا مال ختم ہونے یا ضائع ہونے سے بچے' یہ اس کے مال کی تکریم ہے ف۱۱ یعنی تم لوگوں سے یہ نہیں کہتے تھے کہ یتیم کو کھلاؤ' اور اس طرح نیکی کا حکم دینے کو ترک کرتے تھے ف۱۲ میت کے مال میں سے بعض مال حلال ہوتا تھا' بعض مشتبہ ہوتا تھا اور بعض حرام ہوتا تھا' وہ بغیر تمیز کے سارا مال کھا جاتے تھے ف۱۳ اس آیت میں ''جمّا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کثیر' یعنی تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو اور تم مال کو جمع کرنا چاہتے ہو اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ مال حلال ذرائع سے آ رہا ہے یا حرام ذرائع سے آ رہا ہے' تمہاری نظر صرف دنیا پر ہے اور آخرت کی طرف سے تم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں ف۱۴ یعنی جب روئے زمین کی ہر چیز ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی' خواہ وہ پہاڑ ہوں یا درخت اور جب زمین پر زلزلہ آئے گا تو اس پر کوئی چیز صحیح اور سالم نہیں رہے گی ف۱۵ اللہ تعالیٰ کے آنے کی حسب ذیل توجیہات ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حساب لینے اور جزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا (۲) اس کا معنی ہے: اللہ کا قہر اور اس کا عذاب آئے گا (۳) اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں آئیں گی کیونکہ یہ قیامت کا دن ہوگا' اور اس دن اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان آیات کا ظہور ہوگا' پس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے آنے کو اللہ تعالیٰ کا آنا فرمایا' تاکہ ان نشانیوں کی عظمت معلوم ہو ف۱۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن جہنم کو لایا جائے گا' اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی' ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو گھسیٹ رہے ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۴۲) ف۱۷ اس دن کافر اپنے شرک اور کفر پر نادم ہوگا اور توبہ کرے گا اور اس سے کہا جائے گا: اب کہاں یاد کرنے کا وقت ہے' وہ دنیا میں نصیحت قبول نہیں کرتا تھا اور اپنے کفر اور شرک سے رجوع نہیں کرتا تھا' اب دوزخ کو سامنے دیکھ کر اپنے کفر اور شرک سے رجوع کرے گا اور توبہ کرے گا' مگر اب توبہ کہاں قبول ہوگی' آخرت کے عذاب کو دیکھنے اور غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد توبہ قبول ہوتی ہے نہ ایمان قبول ہوتا ہے ف۱۸ یعنی وہ کہے گا: کاش! میں نے دنیا کی زندگی میں کوئی نیک عمل کیا ہوتا یا کاش! میں نے زندگی میں کوئی ایسا عمل کیا ہوتا جس کی وجہ سے مجھے آج دوزخ سے نجات مل جاتی۔

عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا یُوۡثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ

کی طرح کوئی عذاب نہ دے گا ○ اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑے گا ○ ف۲۰ اے نفس

الۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِیۡ

مطمئنہ ○ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ○ پھر تو میرے

فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۰﴾

نیک بندوں میں داخل ہو جا ○ اور میری جنت میں داخل ہو جا ○ ع ۲

سورۃ البلد مکیۃ ۳۵ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیاتہا ۲۰ رکوعہا ۱

سورۃ البلد مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں بیس آیتیں ایک رکوع ہے

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ○ اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں ○ ف۱ اور (انسان کے) والد کی قسم!

وَّ مَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَیَحۡسَبُ اَنۡ

اور اس کی اولاد کی! ○ ف۲ بے شک ہم نے انسان کو (اس کی) مشقت میں پیدا کیا ○ ف۳ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ

لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾

اس پر ہرگز کوئی قادر نہ ہو سکے گا؟ ○ وہ کہتا ہے: میں نے اپنا بہت مال خرچ کر دیا ہے ○ ف۴

اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَیۡنَیۡنِ ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا

کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟ ○ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں ○ اور زبان

وَّ شَفَتَیۡنِ ﴿۹﴾ وَ هَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَ مَاۤ

اور دو ہونٹ ○ اور ہم نے اس کو (خیر اور شر کے) دونوں راستے دکھا دیئے ○ ف۵ پس وہ دشوار گھاٹی سے نہیں گزرا ○ ف۶ اور آپ

ف۱۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے عذاب کی طرح اس کو کوئی عذاب نہیں دے گا' اور جس طرح اللہ نے جکڑا ہے اس طرح اس کو کوئی نہیں جکڑے گا ف۲۰ نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جو پر سکون ہو اور شک میں نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعد' وعید' امر' نہی اور اس کی توحید پر مطمئن ہو' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے دنیا میں یہ کہا جائے گا کہ جہاں تجھے تیرے رب نے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید پر مطمئن ہو کر وہاں لوٹ جا' پھر اس نفس سے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے جس انعام کا وعدہ کیا ہے' وہ اس کو عطا فرمائے گا تو وہ اس سے راضی ہو جائے گا اور چونکہ اس نے دنیا میں نیکی کے کاموں میں بہت کوشش کی ہو گی' اس لیے وہ اپنے رب کے نزدیک بھی ''مرضیۃ'' اور پسندیدہ ہو گا' اس سے کہا جائے گا کہ تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا' جو جنت کے مستحق ہیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس مطمئنہ سے آخرت میں یہ کہا جائے کہ اے نفس! تو دنیا میں اللہ کے وعدے اور اس کی وعید پر مطمئن تھا اور تو نے دنیا میں اس کی اطاعت اور عبادت کی' اب تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۵۶) قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

ع ۱۴ / ۱۳ — ربع الثلاثۃ

سورۃ البلد: ف۱ ''وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ○'' (البلد: ۲) حال ہے اور ''لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ○'' (البلد: ۱) ذوالحال ہے اور حال ذوالحال کی قید ہوتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شہر مکہ کی قسم کھانا اس حال کے ساتھ مقید ہے جب آپ ﷺ مکہ میں مقیم ہوں گویا شہر مکہ اسی وقت معظم اور مکرم ہے جب آپ شہر مکہ میں مقیم ہوں' معلوم ہوا کہ کسی بھی چیز کی تعظیم اور تکریم کا مدار اس پر ہے جب وہ چیز آپ کے ساتھ متلبس اور مقارن ہو' سو جب آپ مکہ میں تھے تو مکہ مکرم تھا اور جب آپ مدینہ میں آ گئے تو مدینہ مکرم ہو گا' جیسے دس کروڑ کا کوئی قیمتی ہیرا اگر تجوری میں رکھا ہو تو وہ تجوری دس کروڑ کی ہے' اگر وہ ہیرا کسی انگوٹھی میں جڑا ہو تو وہ انگوٹھی دس کروڑ کی ہے اور اگر وہ ہیرا کسی ہار میں لگا ہو تو وہ ہار دس کروڑ کا ہے' سو اس کائنات میں سب سے افضل مخلوق رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے' جیسا کہ جبریل امین علیہ السلام نے کہا: میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو کھنگال ڈالا' پس میں نے سیدنا محمد (ﷺ) سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا۔ سو جب آپ آسمانوں پر تھے تو آسمان سب سے افضل تھے اور جب آپ زمین پر آئے تو زمین سب سے افضل تھی' مکہ میں تھے تو مکہ سب سے افضل تھا' مدینہ میں آئے تو مدینہ سب سے افضل تھا' وادی بدر میں تھے تو وہ سب سے افضل تھی' جبل احد پر آئے تو وہ سب سے افضل تھا' جب غار حراء میں تھے تو وہ افضل تھا اور جب غار ثور میں گئے تو وہ افضل تھا' شب ہجرت جب حضرت ابوبکر کے کندھوں پر تھے تو حضرت ابوبکر سب سے افضل تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر اقدس تھا تو وہ سب سے افضل تھیں' جب عرش پر پہنچے تو وہ سب سے افضل تھا اور جب قبر انور کے فرش پر محو آرام ہیں تو وہ فرش سب سے افضل ہے' غرض عرش سے لے کر فرش تک ہر چیز کی تعظیم اور تکریم کا مدار آپ کی ذات ہے اور ہر چیز کی فضیلت آپ کے دامن سے وابستہ ہے ف۲ مجاہد' قتادہ' حسن اور ابو صالح نے کہا: والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور اس کی اولاد سے مراد ان کی نسل ہے' بعض نے کہا کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اولاد سے مراد ان کی ذریت ہے' یا والد سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ ہیں کیونکہ اس سے پہلی آیتوں میں آپ کا ذکر ہے اور اولاد سے مراد آپ کی امت ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں' تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۸) ف۳ یعنی ہم نے انسان کو شدت اور مشقت کے کئی مراحل میں پیدا کیا ہے' ایک مرتبہ اس کی ماں کے پیٹ میں' پھر اس کے دودھ پینے کی مدت میں' پھر جب وہ بالغ ہو گیا تو اپنے معاش اور روزگار کے حصول کی مشقت میں مبتلا ہو گیا' پھر اس کے بعد موت کی شدت میں ف۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر کہتا ہے کہ میں نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی عداوت میں مال کثیر خرچ کیا ف۵ مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے انسان کو خیر اور شر کے راستوں کی پہچان کرا دی۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۴۷۷) ف۶ حسن نے کہا: اللہ تعالیٰ کی گھاٹی بہت شدید ہے' اور یہ انسان کا اپنی ناجائز خواہشوں سے اور شیاطین

أَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ إِطْعٰمٌ فِىْ يَوْمٍ ذِىْ

کیا سمجھے وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟ ○ (قرض یا غلامی سے) گردن چھڑانا ○ یا بھوک کے دن

مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ

کھانا کھلانا ○ ۸ ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہو ○ ۹ یا خاک نشین مسکین کو ○ ۱۰ پھر

كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا

وہ ان لوگوں میں سے ہو جو (توحید پر) ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور ایک دوسرے

بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کو رحم کی نصیحت کی ○ ۱۱ وہی لوگ دائیں طرف والے (بابرکت) ہیں ○ اور جن لوگوں نے ہماری

بِاٰيٰتِنَا هُمْ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

آیتوں کا کفر کیا' وہی لوگ بائیں طرف والے (منحوس) ہیں ○ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی ○ ۱۲

٩١ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ٢٦ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١٥ | رُكُوْعُهَا ١

سورۃ الشمس مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پندرہ آیتیں ایک رکوع ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰىهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰىهَا ﴿٣﴾

سورج کی قسم! اور اس کی روشنی کی! ○ ۱ اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے آئے! ○ ۲ اور دن کی قسم جب وہ سورج کو نمایاں کرے! ○ ۳

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰىهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ﴿٥﴾ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴿٦﴾

اور رات کی قسم جب وہ اس کو چھپائے! ○ ۴ اور آسمان کی قسم! اور جس نے اس کو بنایا ○ اور زمین کی قسم! اور جس نے اس کو پھیلایا ○

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿٧﴾ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿٨﴾ قَدْ

اور نفس کی قسم! اور جس نے اس کو درست بنایا ○ پھر اس (نفس) کو اس کے بُرے کام اور ان سے بچنے کا طریقہ سمجھا دیا ○ جس نے

انس اور جن سے جہاد کرنا ہے ف۷ ''الفك'' کا معنی ہے: طوق اور بیڑیوں کا کاٹ دینا' اور یہاں اس سے مراد ہے: کسی انسان کے گلے سے غلامی یا قرض کا طوق اتار دینا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس کے عضو کو دوزخ سے آزاد کر دے گا' حتیٰ کی اس کی شرم گاہ کو اس کی شرم گاہ کے بدلا میں۔ (صحیح البخاری: ۲۵۱۷) ف۸ اس آیت میں ''مسغبة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بھوک' بھوکا ہونا۔ (القاموس المحیط ص ۹۷) بھوکوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اسلام کے کون سے حکم پر عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا: تم جس شخص کو پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو' اس کو کھانا کھلاؤ اور سلام کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۲) ف۹ جو یتیم رشتہ دار نہ ہو اس پر بھی صدقہ کرنے میں فضیلت ہے لیکن جو یتیم رشتہ دار بھی ہو' اس پر صدقہ کرنے میں زیادہ فضیلت ہے ف۱۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو راستہ (فٹ پاتھ) پر پڑا ہوا ہو اور اس کا کوئی گھر نہ ہو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۶۲) ف۱۱ بعض مفسرین نے کہا: صبر کی وصیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور رحم کی وصیت سے مراد مخلوق پر شفقت ہے اور اسلام کے تمام احکام کا مدار اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مخلوق کی شفقت پر ہے ف۱۲ اس آیت کا معنی ہے: کافروں کو دوزخ میں ڈال کر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور کسی دروازے کو کھولا نہیں جائے گا' نہ دوزخ سے ان کا کوئی غم باہر نکلے گا اور نہ باہر سے کوئی خوشی دوزخ کے اندر داخل ہوگی۔

ع ۲۰ / ۱۵

قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الشمس: ف۱ اس آیت میں ''ضحی'' کا لفظ ہے' مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد سورج کی روشنی اور اس کی حرارت ہے' اللہ تعالیٰ نے سورج میں ایسے اثرات رکھے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی لطیف حکمتوں اور اس کی تدبیر کی باریکیوں اور برکتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں پر دلالت کرتے ہیں' سورج کی حرارت سے کھیتوں میں سبزیاں' اور دانے پکتے ہیں اور باغوں میں پھل تیار ہوتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں اور انسانوں اور حیوانوں کے لیے صالح غذا تیار ہوتی ہے ف۲ اس آیت میں ''تلٰها'' کا لفظ ہے' ''تلا یتلوا'' کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز کے تابع ہونا اور چاند سورج کے حسب ذیل اُمور میں تابع ہے: (۱) مہینہ کے نصف اوّل میں سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند طلوع ہوتا ہے اور اپنی روشنی میں سورج کے تابع ہوتا ہے (۲) سورج جب غروب ہو جاتا ہے تو پہلی رات کا چاند سورج کے غروب کے فوراً بعد نظر آتا ہے (۳) چاند کے تابع ہونے کا یہ معنی ہے کہ چاند اپنی روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے ف۳ دن سورج کی روشنی کو کہتے ہیں' پس جب دن زیادہ روشن ہوگا تو سورج زیادہ ظاہر ہوگا کیونکہ اثر کی قوت مؤثر کی قوت کو ظاہر کرتی ہے' لہٰذا دن سورج کو ظاہر کرتا ہے ف۴ اس کا محمل یہ ہے کہ رات دنیا کو چھپا لیتی ہے' یا روئے زمین کو چھپا لیتی ہے' یا اپنی ظلمت سے مخلوق کو آنکھوں سے چھپا لیتی ہے' سورج اور چاند کی بہ نسبت رات اور دن کے توارد میں زیادہ سلطنت اور زیادہ تصرف ہے' کیونکہ رات اور دن کے تعاقب اور آنے جانے سے مدتیں پوری ہوتی ہیں اور عمریں تمام ہوتی ہیں اور کوئی شخص اپنے آپ کو ان کی زد سے بچا نہیں سکتا' سورج کی حدت اور تیز روشنی کی زد سے انسان خود کو بچا سکتا ہے کہ وہ ایسے حجاب میں چلا جائے جہاں سے سورج نظر نہ آئے' اسی طرح اگر کسی انسان کو چاند کی روشنی اچھی نہ لگے تو وہ کسی اوٹ میں رہ کر چاند سے چھپ سکتا ہے لیکن دن اور رات کی گردش کی زد سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔

أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ⑩ كَذَّبَتْ ثَمُودُ

اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہو گیا○ اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرلیا وہ ناکام ہو گیا○ ۶ قوم ثمود

بِطَغْوَىٰهَا ⑪ إِذِ انۢبَعَثَ أَشْقَىٰهَا ⑫ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ

نے اپنی سرکشی کے سبب (اپنے رسول کو) جھٹلایا○ ۷ جب (اس قوم کا) سب سے بدبخت اٹھا○ ۸ سو اللہ کے رسول نے ان سے کہا:

نَاقَةَ ٱللَّهِ وَسُقْيَٰهَا ⑬ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ

اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرو○ ۹ انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں تو ان کے

رَبُّهُم بِذَنۢبِهِمْ فَسَوَّىٰهَا ⑭ وَلَا يَخَافُ عُقْبَٰهَا ⑮

رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کرکے ان کی بستی کو ہموار کر دیا○ ۱۰ اور ان سے انتقام لینے سے اسے کوئی خوف نہیں ہے○ ۱۱

سُورَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ — آیاتها ۲۱ — رکوعها ۱

سورۃ اللیل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں اکیس آیتیں ایک رکوع ہے

وَٱلَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ① وَٱلنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ② وَمَا خَلَقَ ٱلذَّكَرَ

اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپا لے!○ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو!○ ۱ اور اس ذات کی (قسم) جس نے نر اور مادہ کو

وَٱلْأُنثَىٰٓ ③ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ④ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ⑤

پیدا کیا!○ ۲ بے شک تمہاری کوشش ضرور مختلف ہے○ ۳ پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا○

وَصَدَّقَ بِٱلْحُسْنَىٰ ⑥ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ⑦ وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ

اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے○ اور جس نے بخل کیا

وَٱسْتَغْنَىٰ ⑧ وَكَذَّبَ بِٱلْحُسْنَىٰ ⑨ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ ⑩

اور اللہ سے بے پرواہ رہا○ ۴ اور نیک باتوں کی تکذیب کی○ ۵ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے○

ف۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (الشمس: ۸) کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مؤمن متقی کے دل میں اس کا تقویٰ ڈال دیا اور فاجر کے دل میں اس کا فجور ڈال دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۶۸) اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھائی ہے: (۱) سورج (۲) چاند (۳) دن (۴) رات (۵) آسمان (۶) زمین (۷) نفس انسان اور ان سات چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا: جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے نفس کو آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا ف۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "طغوٰی" سے مراد ہے: ان کا عذاب یعنی ان کو جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا ف۷ اس شخص کا نام قدار بن سالف تھا' اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں ف۸ اللہ کے رسول سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں' ان کے ارشاد کا معنی یہ تھا کہ اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے ڈرو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو ف۹ ان کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا کفر کیا' حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' اس آیت میں "دمدم" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اس نے تباہ کر دیا اور اس نے ہلاک کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو ہلاک کر دیا ف۱۰ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خوف نہیں ہے کہ اگر اس نے کسی کو سزا دی تو کوئی بڑی طاقت اس کا اس سے بدلا لے گی' وہ انجام سے بے خوف و بے پرواہ ہے کیونکہ کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو اس کی قدرت اور طاقت سے بڑھ کر یا اس کے مساوی اور برابر ہی ہو' جو اس سے انتقام لینے کی قدرت رکھتی ہو۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۱۵/۱۶

سورۃ اللیل: ف۱ رات اور دن جس کا مخلوق پر بار بار آنا جانا ہوتا ہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی توحید پر دو عظیم نشانیاں بنایا ہے' ان کو ہر شخص مانتا ہے' خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر' کسی مذہب کا ماننے والا ہو یا دہریہ ہو۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۴۶۹) ان کی اللہ کی الوہیت اور توحید پر اس طرح دلالت ہے کہ رات اور دن کے آنے جانے کا سلسلہ ہمیشہ سے اسی طرح جاری ہے' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رات نہ آئے یا کبھی دن نہ آئے' اور ہمیشہ گرمیوں میں دن بڑے ہوتے ہیں اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں' اور سردیوں میں راتیں بڑی ہوتی ہیں اور دن چھوٹے ہوتے ہیں' عموماً گرمیوں میں چودہ گھنٹے کا دن اور دس گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور سردیوں میں چودہ گھنٹے کی رات اور دس گھنٹے کا دن ہوتا ہے' پھر ایسا نہیں ہوتا کہ چودہ گھنٹے کی رات کے بعد فوراً دس گھنٹے کا دن ہو جائے بلکہ دن اور رات کا گھٹنا اور بڑھنا بھی تدریجاً ہوتا ہے اور یہ نظام اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ گرمی کے فوراً بعد سردی آ جاتی تو لوگ برداشت نہ کر سکتے' اس لیے درجہ حرارت درجہ بہ درجہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور رات اور دن اور موسموں کے تغیر کا یہ نظام ہمیشہ سے اسی طرح جاری ہے اور اس نظام کی وحدت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا بھی واحد ہے ف۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک مخصوص پانی (منی) سے پیدا کیا ہے اور ہمیشہ سے انسان اسی طرح پیدا ہو رہے ہیں' اگر یہاں متعدد خدا ہوتے تو ضرور ان کے پیدا ہونے کے طریقوں میں اختلاف ہوتا اور جب صدیوں سے انسان اس طریقہ واحد سے پیدا ہو رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کا پیدا کرنے والا بھی واحد ہے ف۳ یعنی تمہارے اعمال ایک دوسرے سے بعید اور مختلف ہیں' بعض لوگوں کے اعمال گمراہی ہیں اور بعض لوگوں کے اعمال ہدایت ہیں ف۴ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے اللہ کے احکام پر عمل کیا اور اس کی نافرمانی اور ناشکری کرنے سے ڈر کر اس سے بچتا رہا' یا جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لایا اور شرک اور ناشکری سے بچتا رہا' اور اس نے اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید یعنی ثواب اور عذاب کی خبر کی تصدیق کی' تو ہم اس کے لیے احکام شرعیہ پر عمل کرنا آسان کر دیں گے اور اسلام کی حقانیت کے لیے اس کا سینہ کھول دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لایا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ثواب کی خبر سے بے پرواہ رہا اور اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید کی تکذیب کی' تو ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی مخالفت کو اس شخص کے لیے آسان کر دیں گے ف۵ "حسنیٰ" سے مراد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی تصدیق ہے یعنی جس شخص نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور توحید اور رسالت کی تصدیق

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾

اور جب وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا ۝ بے شک سیدھا راستہ دکھانا ضرور ہمارے ذمہ کرم پر

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾

ہے ۝ ف۶ اور بے شک آخرت اور دنیا کے ہم ہی مالک ہیں ۝ پس میں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں ۝

لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا

اس میں صرف بڑا بدبخت ہی جھونکا جائے گا ۝ جس نے حق کی تکذیب کی اور اس سے پیٹھ پھیری ۝ اور عنقریب اس دوزخ سے سب

الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ

زیادہ ڈرنے والے کو دور رکھا جائے گا ۝ جو اپنا مال اپنے باطن کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے ۝ اور اس پر کسی کا کوئی

مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾

(دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ مگر اس کا مال دینا صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے ۝

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا ۝ ف۷

۹۳ سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ۱۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الضحیٰ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیتیں ایک رکوع ہے

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ وَ

چاشت کے وقت کی قسم! ۝ اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے! ۝ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ بے زار ہوا ۝ ف۱ اور

لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾

بے شک بعد والی ساعت آپ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے ۝ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں

کی کیونکہ کفر کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور گناہوں سے بچنے کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے ف۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بے شک سیدھا راستہ دکھانا ضرور ہمارے ذمہ کرم پر ہے یا جو شخص ہم سے ہدایت طلب کرے اس کو ہدایت دینا ہمارا لطف و کرم ہے ف۷ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی' انہوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے چھ یا سات غلاموں کو آزاد کیا تھا' ان غلاموں کا حضرت ابوبکر پر کوئی احسان نہیں تھا کہ یہ کہا جائے کہ ان کا بدلا اتارنے کے لیے ان کو حضرت ابوبکر نے خرید کر آزاد کیا تھا' ان کے آزاد کیے ہوئے غلاموں میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ تھے۔ (جامع البیان: ۲۹۰۳۴) عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا' جنہیں اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا' وہ یہ ہیں: (۱) حضرت بلال (۲) حضرت عامر بن فہیرہ (۳) حضرت نہدیہ (۴) اور ان کی بیٹی (۵) زنیرہ (۶) ام عیسیٰ (۷) بنو مومل کی کنیز اور ان کے (ان) غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۹۳۶۷) حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے متعلق چالیس احادیث کا مطالعہ کرنے کے لیے' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج ۱۲ ص ۷۹۳ تا ۸۰۱ کو ملاحظہ فرمائیں۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

ع ۱ / ۲۱ / ۱۷

سورۃ الضحیٰ: ف۱ مشرکین کا یہ دعویٰ تھا کہ سیدنا محمد ﷺ کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا اور وہ آپ سے بے زار ہو گیا' اب ان پر لازم تھا کہ وہ اپنے اس دعویٰ پر گواہ پیش کرتے' اور جب وہ اپنے اس دعویٰ پر گواہ نہیں پیش کر سکے تو قاعدہ کے مطابق نبی ﷺ پر لازم تھا کہ آپ ان کے اس دعویٰ کے انکار پر قسم اٹھاتے' پس قسم آپ پر آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی جگہ دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا: آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے' نہ وہ آپ سے بیزار ہوا ہے' اور یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا معاملہ واحد ہے' آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے' آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے' آپ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے' اسی طرح جو قسم آپ پر لازم آتی ہے وہ اللہ پر قسم ہے' اس لیے فرمایا: دن کی قسم اور رات کی قسم! آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے نہ وہ آپ سے بیزار ہوا ہے' بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ''والضحٰی'' سے مراد ہے: آپ کے روشن چہرے کی قسم (اور) ''واللیل'' سے مراد ہے: آپ کی سیاہ زلفوں کی قسم)۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۲)

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿٨﴾ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا ○ ۳ اور آپ کو محبت کی راہ میں سرشار پایا تو آپ کو مطلوب کی طرف ہدایت دی ○ ۴ اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا ○ ۵ سو آپ یتیم پر سختی نہ کریں ○ ۶ اور مانگنے والے کو نہ جھڑکیں ○ ۷ اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریں ○ ۸

آیاتھا ۸ — ۹۴ سورۃ الم نشرح مکیۃ ۱۲ — رکوعھا ۱

اس میں آٹھ آیتیں ہیں — سورۃ الم نشرح مکی ہے — اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب ﴿٨﴾

(اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا ○ ۱ اور آپ سے (مشقت چیزوں کا) بوجھ اتار دیا ○ جس نے آپ کی پشت کو گراں بار کر دیا تھا ○ ۲ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ○ ۳ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○ ۴ پس جب آپ (تبلیغ سے) فارغ ہوں تو عبادت پر کمربستہ ہوں ○ ۵ اور اپنے رب ہی کی طرف راغب ہوں ○

ف۲ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔ (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۲۲۵) ف۳ اس آیت میں ''اوٰی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا' اس آیت کا یہ معنی ہے: کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کم سن بچے تھے' آپ کے والد نہیں تھے تو اللہ عزوجل نے آپ کو ان کے ساتھ ملا دیا جنہوں نے آپ کی پرورش اور نگہداشت کی ف۴ اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) ''ضال'' کا معنی غافل ہے۔ حضرت ابن عباس' حسن بصری' ضحاک اور شہر بن حوشب نے کہا: آپ کو احکام شرعیہ (کی تفصیل) سے غافل پایا تو آپ کو ان کی ہدایت دی اور اس کی تائید ان آیات میں ہے: ''مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ'' (الشوریٰ: ۵۲) ''وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ○'' (یوسف: ۳) (۲) ''ضال'' سے مراد ہے: تنہا اور الگ تھلگ۔ آپ کو اپنی قوم سے الگ تھلگ اور غیر مخلوط پایا تو آپ کو ان کے ساتھ میل جول کی طرف متوجہ کیا تاکہ آپ ان کو ہدایت پر لائیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۷) (۳) ''ضال'' کا معنی ہے: متحیر' آپ اللہ کی ذات کی معرفت میں متحیر اور سرگرداں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت کی طرف ہدایت دی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۸۵) ف۵ یعنی آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کے پاس ضرورت کی چیز نہیں تھیں تو آپ کو تجارت کے نفع کے ذریعہ غنی کر دیا' یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی وجہ سے آپ کو اپنے ماسوا سے غنی کر دیا' آپ صرف اللہ عزوجل کی طرف مفتقر تھے تو اللہ تعالیٰ نے سارے عالم سے آپ کو غنی کر دیا ف۶ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ یتیم کا حق نہ روکیں اور اس کا حق اور اس کا مال اس کو حسب سابق ادا کرتے رہیں ف۷ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ سائل کو سختی کے ساتھ جواب نہ دیں ف۸ انسان جو نیک عمل کرتا ہے' اس کو چاہیے کہ وہ اپنے معتمد مسلمان بھائیوں کو وہ عمل بتائے تاکہ وہ بھی اس کی اقتداء کریں اور اس کی مثل عمل کریں۔ (تفسیر مجاہد: ۱۲۰۳)

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته بفضله تتم الصالحات.

سورۃ الم نشرح: ف۱ کفار کے طعن و تشنیع اور ان کی دل آزار باتوں سے نبی ﷺ کو رنج ہوتا تھا اور آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور وسیع کر دیا' ''شرح صدر'' سے مراد آپ ﷺ کا شق صدر ہے ف۲ اس کا معنی ہے: ہم نے آپ سے نبوت کے بوجھ اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں تخفیف کر دی تاکہ فرائض نبوت کو ادا کرنا آپ پر دشوار نہ ہو ف۳ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کی بلندی اپنے ذمہ رکھی' مخلوق کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ آپ کا ذکر بلند کرے کیونکہ اگر مخلوق آپ کا ذکر بلند کرتی تو مخلوق کی ایک حد ہے' وہ اپنی حد تک آپ کا ذکر بلند کرتی' اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو خود بلند کیا اور نہ اللہ کی کوئی حد ہے نہ آپ کے ذکر کی بلندی کی کوئی حد ہوگی' اللہ عزوجل لامحدود ہے تو آپ کے ذکر کی بلندی بھی لامحدود ہوگی' نیز مخلوق کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی ہے' اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے' سو آپ کے ذکر کی بلندی بھی ازلی ابدی ہوگی' سیدنا محمد ﷺ کے ذکر کی بلندی کا اندازہ اس حدیث سے کریں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطاء ہوگئی تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بہ حق (سیدنا) محمد (ﷺ) سوال کرتا ہوں تو مجھے بخش دے' اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (ﷺ) کو کیسے جانا' حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا نہیں کیا' حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' لکھا ہوا تھا۔ الحدیث (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹' المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۲) اس کائنات میں سب سے بلند عرش عظیم ہے اور عرش عظیم پر آپ کا نام لکھا ہوا ہے اور یہ آپ کے ذکر کی بلندی کی واضح مثال ہے ف۴ الانشراح: ۵۔ ۶ میں لفظ ''العسر'' مکرر ہے اور یہ معرفہ ہے اور لفظ ''یسر'' بھی مکرر ہے اور یہ نکرہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی اوّل کا عین ہوتا ہے اور جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی اوّل کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ التین مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیتیں ایک رکوع ہے

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ﴿۳﴾

انجیر اور زیتون کی قسم! ○ ۱ اور طور سینین کی! ○ ۲ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی! ○ ۳

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸﴾

بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ○ ۴ پھر ہم نے اس کو سب سے نچلے طبقہ میں لوٹا دیا! ○ ۵ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے سو ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے ○ ۶ سو کون ہے جو اس کے بعد قیامت کے متعلق آپ کی تکذیب کرے ○ ۷ کیا اللہ تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے ○ ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ العلق مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں انیس آیتیں ایک رکوع ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾

(اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے ○ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے ○

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ

پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے ○ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا ○ انسان کو وہ سکھایا

منزل ۷

غیر ہوتا ہے یعنی "العسر" ایک ہے اور "یسر" دو ہیں سو ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں ہیں ف۸ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور کار تبلیغ سے فارغ ہوں تو پھر اللہ کی عبادت پر کمربستہ ہوں۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ التین: ف۱ "تین" کا معنی ہے: انجیر، انجیر عمدہ اور لذیذ پھل ہے یہ بلغم کو تحلیل کرتا ہے، گردوں کو صاف کرتا ہے، مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے، جگر اور تلی کے سدوں کو کھولتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور حدیث میں ہے: یہ بواسیر کو قطع کرتا ہے اور گٹھیا کے درد میں مفید ہے۔ (بیضاوی مع الخفاجی ج۹ ص۵۳) ف۲ زیتون مشہور پھل ہے اس سے تیل نکالا جاتا ہے جس کو روغن زیتون کہتے ہیں، زیتون کے متعلق حسب ذیل حدیث ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: زیتون کی مسواک کیا خوب ہے وہ مبارک درخت کی ہے، وہ بدبو کو زائل کرتی ہے اور منہ کو خوشبودار کرتی ہے یہ میری مسواک ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۸۳) ف۳ "طور" سے مراد پہاڑ ہے اور "سینین" سریانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: خوب صورت اور مبارک، عکرمہ نے کہا: طور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نداء کی تھی ف۴ اس آیت میں مکہ کو "امین" فرمایا ہے، کیونکہ جو جانور یا انسان مکہ میں داخل ہو وہ امن والا ہو جاتا ہے ف۵ بہترین ساخت سے مراد یہ ہے کہ انسان کو معتدل اور سیدھی قامت میں پیدا کیا ہے، کیونکہ دوسرے حیوان جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ بھی جھکا ہوا ہوتا ہے اس کے برعکس انسان کی قامت سیدھی ہوتی ہے اور وہ اپنے ہاتھوں سے کھانے کی چیز پکڑ کر منہ میں لے جاتا ہے، منہ کو کھانے کی چیز کی طرف نہیں جھکاتا ف۶ سب سے نچلے طبقہ سے مراد دوزخ ہے، یعنی کافر کو ہم نے دوزخ میں لوٹا دیا اور مومن کو جنت کی طرف لوٹا دیا، جیسا کہ دوسری آیت کے استثناء سے ظاہر ہے ف۷ یعنی ان دلائل کے ظاہر ہونے کے بعد اے رسول مکرم! آپ کی کون تکذیب کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کی ایک بوند سے تدریجاً مکمل انسان بنا دیا، پھر اس کو جوان مرد بنایا، پھر ادھیڑ عمر تک پہنچایا، پھر تدریجاً اس کو کم زور کرتا رہا حتیٰ کہ اسے ناکارہ عمر تک پہنچا دیا اور اس جسمانی تغیر میں اس پر واضح دلیل ہے کہ وہ انسان کو مرنے کے بعد پھر زندہ کرنے اور میدان حشر میں جمع کرنے پر قادر ہے ف۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے سورۃ التین پڑھی اور یہ آیت پڑھی: "اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ○" اس کو چاہیے کہ یہ پڑھے: "بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ"۔ (سنن ترمذی: ۳۳۴۷)

قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ العلق: ف۱ اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات پہلی وحی کے موقع پر نازل ہوئی ہیں، نبی ﷺ غار حراء میں مصروف عبادت تھے اسی دوران آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی، فرشتہ نے آ کر آپ سے کہا: پڑھیے، آپ نے کہا: "ما انا بقارئ" فرشتہ نے آپ کو پکڑ کر دبایا اور دبانے میں پوری قوت صرف کر دی، پھر کہا: پڑھیے، آپ نے کہا: "ما انا بقارئ" اس نے پھر آپ کو پوری قوت کے ساتھ دبایا، پھر کہا: پڑھیے، نبی ﷺ نے کہا: "ما انا بقارئ" فرشتے نے تیسری بار پھر رسول اللہ ﷺ کو پکڑا اور آپ سے بغل گیر ہو کر آپ کو پوری قوت کے ساتھ دبایا، پھر کہا: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" الخ (العلق: ۱۔۵) پھر رسول اللہ ﷺ اس وحی کو لے کر گھر تشریف لائے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۳) اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار "ما انا بقارئ" کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا، دوسری بار کا معنی یہ ہے: میں نہیں پڑھتا ہوں اور تیسری بار کا معنی ہے: میں کیا پڑھوں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوالاسود نے مغازی میں عروہ سے روایت کیا ہے: "کیف اقرأ" میں کیسے پڑھوں اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: "ماذا اقرأ" میں کیا پڑھوں اور دلائل بیہقی میں زہری سے مرسلاً روایت ہے: "کیف اقرأ" میں کیسے پڑھوں اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ "ما" استفہامیہ ہے۔ (فتح الباری ج۱ ص۲۴) ف۲ قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اگر قلم نہ ہوتا تو احکام شرعیہ کو لکھ کر محفوظ نہ کیا جاتا اور نہ

مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷

جس کو وہ نہیں جانتا تھا O سچ بے شک انسان ضرور سرکشی کرتا ہے O اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے O

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا

بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے O کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے O ہمارے بندہ کو جب وہ

صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝۱۲

نماز پڑھے O بھلا آپ بتائیں اگر وہ منع کرنے والا ہدایت پر ہوتا O یا وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا O

اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝۱۳ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى ۝۱۴

آپ بتائیں اگر وہ حق کی تکذیب کرے اور پیٹھ پھیرے O ۵ کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بے شک اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے O

كَلَّا لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ﳔ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۝۱۵ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ

بے شک اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے O ۶ وہ پیشانی جو جھوٹی

خَاطِئَةٍ ۝۱۶ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝۱۷ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۝۱۸ كَلَّا

گناہ گار ہے O اسے چاہیے کہ اپنے ہم مجلس مددگاروں کو بلائے O ہم بھی عنقریب دوزخ کے مقرر کردہ فرشتوں کو بلائیں گے O ۷

لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ۝۱۹ (السجدة)

ہرگز نہیں! آپ اس کی کوئی بات نہ مانیں' آپ سجدہ کریں اور زیادہ قریب ہوں O ۸

(۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ۵ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ القدر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیتیں ایک رکوع ہے

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَیْلَةُ

بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے O اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ O ۱ شب قدر

معاش کے معاملات کو لکھ کر منضبط کیا جاتا' اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا کہ ان کو قلم سے لکھنا سکھایا اور ان کو جہالت کے اندھیروں سے علم کی روشنی کی طرف لایا' اگر قلم نہ ہوتا تو علوم کو مدون نہ کیا جاتا اور حکمتوں کو مقید نہ کیا جاتا' اور نہ اوّلین اور آخرین کی خبروں کو جمع کیا جاتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آسمانی کتابوں کو محفوظ کیا جاتا' اور نہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ اور اقوال مجتہدین کو مدون اور منضبط کیا جاتا' غرض یہ کہ اگر قلم نہ ہوتا تو دین اور دنیا کے حصول علم کا دروازہ بند رہتا ف۳ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (البقرہ: ۳۱) اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اسماء کا علم دے دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں "انسان" سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" (النساء: ۱۱۳) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں سکھا دیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۸۱) ف۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا میں تمہارے سامنے (سیدنا) محمد (ﷺ) کا منہ خاک آلود کروں؟ لوگوں نے کہا: ہاں' اس نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں اگر میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو اپنے پیروں سے روندوں گا' اسے بتایا گیا: وہ دیکھو! وہ سامنے نماز پڑھ رہے ہیں' وہ آپ کی گردن کو روندنے کے لیے آگے بڑھا' پھر فوراً الٹے پاؤں لوٹ آیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کر رہا تھا' لوگوں نے اس سے پوچھا: اے ابوالحکم! کیا ہوا' کیوں واپس آ گئے؟ اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق ہے اور اس میں ہولناک چیزیں ہیں' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ ذرا بھی میرے قریب آتا تو فرشتے اس پر جھپٹ پڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ (الوسیط ج ۴ ص ۵۲۹) ف۵ یعنی ابوجہل اللہ عزوجل کی کتاب کی تکذیب کرتا ہے اور ایمان لانے سے اعراض کرتا ہے ف۶ یہ آیت ہر چند کہ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن یہ تمام لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور اس آیت سے ان تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانتے اور اس کے سامنے سرکشی کرتے ہیں اور سیدنا محمد ﷺ کو ایذاء پہنچاتے ہیں ف۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل' نبی ﷺ کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے' ابوجہل کہنے لگا: یا محمد (ﷺ)! کیا میں نے آپ کو نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ نبی ﷺ نے اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو وہ کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! آپ مجھے کس چیز سے ڈرا رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! اس وادی کے اکثر لوگ میری مجلس میں بیٹھنے والے ہیں' تب اللہ سبحانہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں ف۸ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب اور سب سے زیادہ محبت اس وقت ہوتی ہے' جب اس کی پیشانی زمین پر اللہ کے لیے سجدہ ریز ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۲)

قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ القدر: ف۱ اس رات کو "لیلۃ القدر" اس لیے فرمایا ہے کہ "قدر" کا معنی "تقدیر" ہے: "خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا O" (الفرقان: ۲) اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا مناسب اندازہ کیا O اس رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے لیے جو اُمور چاہتا ہے وہ مقدر فرما دیتا ہے کہ اس سال میں کتنے لوگوں پر موت آئے گی' کتنے لوگ پیدا ہوں گے' اور لوگوں کو کتنا رزق دیا جائے گا' اس رات کو "لیلۃ القدر" فرمانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ "قدر" کا معنی عظمت اور شرف ہے: "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" (الانعام: ۹۱) اور انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی' اور اس رات میں عبادت کرنے کی بہت قدر و منزلت ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے' "قدر" کا معنی تنگی بھی ہے' جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: "وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ" (الطلاق: ۷) اور جس شخص پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا۔ اس رات میں

الْقَدْرِ ۙ۬ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا

ہزار مہینوں سے بہتر ہے O ۲ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ۙ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ع ﴿۵﴾

حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں O یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے O ۳

(۹۸) سُوْرَۃُ الْبَیِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیاتُها ۸ | رکوعها ۱

سورۃ البینہ مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیتیں ایک رکوع ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

اہل کتاب میں سے بعض کفار اور مشرکین (اپنے دین کو) چھوڑنے والے نہیں ہیں

مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا

حتیٰ کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے O وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفوں کی

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

تلاوت کرتے ہیں O ان میں معتدل احکام ہیں O اہل کتاب میں اسی وقت تفرقہ ہوا

الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ﴿۴﴾ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا

جب ان کے پاس واضح دلیل آ چکی تھی O ۱ اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ

لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں' ۲ ملت حنفیہ پر قائم رہتے ہوئے اور نماز قائم کریں

وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے O بے شک اہل کتاب میں سے

اتنی کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۲۰ ص۱۱۶ ملخصاً) ف۲ علی بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے چار شخصوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی نافرمانی نہیں کی' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو تعجب ہوا' تب آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز نازل کی ہے' پھر آپ کے سامنے سورۃ القدر کی تین آیات تلاوت کیں اور کہا: یہ اس سے افضل ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم :۱۹۴۲۶) ف۳ اللہ تعالیٰ ہر لیلۃ القدر میں حضرت جبریل کو نداء کرتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور آ کر ان کو سلام عرض کریں گے: "اَلْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ O سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ" (الرعد:۲۴) فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے O اور آ کر سلام کریں گے۔ اور لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے' اور آ کر دنیا میں بھی تم کو سلام کریں گے۔ (تفسیر کبیر ج۱۱ ص۲۳۵) قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ البینۃ: ف۱ البینہ:۱ کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے' وہ اپنے کفر کو اس وقت تک چھوڑنے والے نہیں ہیں جب تک کہ ان کے پاس حجت واضحہ نہ آ جائے اور حجت واضحہ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں' یعنی جب سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہو جائیں گے تو وہ اپنے کفر کو چھوڑ دیں گے۔ البینہ:۴ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہو گئے تو ان کا کفر زیادہ ہو گیا اور ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے اور یہ ان آیتوں پر قوی اشکال ہے۔ اس اشکال کا ایک جواب یہ ہے کہ البینہ:۱ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین کا مجموعہ اپنے کفر کو ترک نہیں کرے گا' حتیٰ کہ حجت واضحہ آ جائے یعنی رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو جائیں اور البینہ:۴ میں یہ بتایا ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے بعد یہ مجموعہ اپنے کفر پر قائم نہیں رہا بلکہ ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے کفر پر قائم رہے اور ان کا تفرقہ ظاہر ہو گیا۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ "منفکین" کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنے کفر کو ترک کر دیں گے بلکہ اس سے مراد ہے: سیدنا محمد ﷺ کے فضائل اور مناقب کو ترک کرنا' اور البینہ:۱ کا معنی یہ ہے کہ یہ کفار سیدنا محمد ﷺ کا فضائل اور مناقب کے ساتھ ذکر اس وقت ترک نہیں کریں گے' جب تک حجت واضحہ نہ آ جائے یعنی پہلے اہل کتاب اور مشرکین آپ کا ذکر فضائل اور مناقب کے ساتھ کرتے تھے' لیکن جب آپ مبعوث ہو گئے تو انہوں نے عناد کی وجہ سے آپ کے فضائل کا ذکر کرنا ترک کر دیا ف۲ یعنی ان کفار کو تورات اور انجیل میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کو واحد مانیں اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت میں بھی مسلمانوں کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے: "قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ O" (الزمر:۱۱) آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کروں O

اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ

جو کفار ہیں اور مشرکین ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والے ہیں' وہی تمام

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

مخلوق سے بدترین ہیں O بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۷ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں O ف۳ ان کی جزاء ان کے رب کے پاس ہے جو دائمی

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ

جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں' وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ ان سے راضی

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۸

ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ف۴ یہ (جزاء) اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا O ف۵

(۹۹) سورۃ الزلزال مدنیۃ ۹۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتہا ۸ — رکوعہا ۱

سورۃ الزلزال مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیتیں ایک رکوع ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ ۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ ۲

جب پوری زمین زلزلہ کی شدت سے ہلا دی جائے گی O ف۱ اور زمین اپنا تمام بوجھ باہر نکال دے گی O

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ ۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ ۴ بِاَنَّ

اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟ O ف۲ اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی O کیونکہ

رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۭ ۵ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ڏ لِّيُرَوْا

آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہے O ف۳ اس دن لوگ مختلف احوال میں لوٹیں گے تاکہ انہیں

ع ۸/۲۳

ف۳ اس آیت سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مؤمنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' وہ تمام مخلوق میں بہتر ہیں اور تمام مخلوق میں ملائکہ بھی داخل ہیں' لہٰذا مؤمنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں' تاہم اس میں تفصیل یہ ہے کہ رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عام مؤمنین صالحین سے افضل ہیں اور عام مؤمنین صالحین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ رسل ملائکہ' رسل بشر سے افضل ہیں اور عام ملائکہ عام مؤمنین صالحین سے افضل ہیں' اہل سنت وجماعت کے مؤقف پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کا اللہ کے نزدیک جو مرتبہ ہے' کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قیامت کے دن بندہ مؤمن کا جو اللہ کے نزدیک مرتبہ ہوگا' وہ فرشتوں کے مرتبہ سے ضرور بہت زیادہ عظیم ہوگا اور تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ O" (البینۃ:۷)۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۳۲۱۹۳) اس آیت کی تفسیر میں امام رازی علیہ الرحمہ نے فرشتوں کے انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین وصالحین سے افضل ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں' حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے امام رازی کے دلائل کے بہترین جوابات دیئے ہیں اور دلائل سے انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت کو ثابت کیا ہے۔ تفصیل کے لیے "تبیان القرآن" ج ۱۲ ص ۹۱۱ تا ۹۱۶ ملاحظہ کیجئے ف۴ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا معنی یہ ہے کہ بندوں نے دنیا میں جو نیک کام کیے اور اللہ سبحانہ کے احکام کی اطاعت کی' اللہ تعالیٰ ان کے احکام سے راضی ہوگا' اور بندوں کے راضی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو نیک اعمال کی توفیق دی اور آخرت میں جو ان پر انعام اور اکرام کیا' بندے اس سے خوش ہو گئے ف۵ اس کا معنی یہ ہے کہ جب ان کے دل میں کسی گناہ کا خیال آئے تو وہ اللہ کے خوف سے اس گناہ سے باز رہتے ہیں اور بعض عارفین نے کہا: جب وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں پھر بھی اللہ سبحانہ کے خوف سے لرزہ اندام ہوتے ہیں' پتا نہیں ہماری یہ اطاعت اور عبادت قبول ہوگی یا نہیں' قرآن مجید میں ہے: "وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ" (المؤمنون:۶۰) اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل خوف زدہ رہتے ہیں (کیا پتا یہ عمل قبول ہو یا نہ ہو)۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ صحابہ اور اخیار تابعین کے بعد علماء عاملین کے متعلق یہ کہنا جائز ہے' رضی اللہ عنہم' مثلاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ' امام بخاری رضی اللہ عنہ' امام رازی رضی اللہ عنہ' غوث اعظم رضی اللہ عنہ۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الزلزال: ف۱ اس آیت میں ایک سوال کا جواب ہے' سوال یہ ہے کہ لوگوں نے کہا: جس قیامت سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے وہ کب آئے گی؟ اس کے جواب میں فرمایا: جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی' اور اونچے اونچے پہاڑ زمین بوس ہو جائیں گے اور زمین کہیں بھی اونچی نیچی نہیں رہے گی' قرآن مجید میں ہے: "فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا O لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا O" (طٰہٰ:۱۰۷۔۱۰۶) پس وہ زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر دے گا O جس میں (اے مخاطب!) نہ تو کوئی کجی دیکھے گا نہ اونچ نیچ ف۲ اس آیت میں "انسان" سے مراد کافر ہے کیونکہ مؤمن کو تو پہلے سے معلوم تھا کہ قیامت کے وقت زلزلہ آئے گا ف۳ یعنی زمین جو خبریں دے گی' وہ اللہ کے حکم سے دے گی۔

أَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ⑦ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ⑧

ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں O ع سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا O اور جو ذرہ برابر بُرائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا O ۸ع

آیاتہا ١١ | سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ١٤ ١٠٠ | رکوعہا ١

اس میں گیارہ آیتیں ہیں | سورۃ العٰدیٰت مکی ہے | اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ① فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ② فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ③ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ④ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ⑤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ⑥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ⑦ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ⑧ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ⑨ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ⑩ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪

ان گھوڑوں کی قسم جو بہت تیز دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے O ۱ پتھر پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے ہیں O ۲ پھر صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے ہیں O ۳ پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں O ۴ پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں O بے شک انسان اپنے رب کا ضرور ناشکرا ہے O ۵ اور بے شک وہ اس پر ضرور گواہ ہے O ۶ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے O ۷ کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں وہ اٹھا لیے جائیں گے O اور سینوں کی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا O بے شک ان کا رب اس دن ان کی ضرور خبر رکھنے والا ہے O ۸ع

ف ۲ یعنی حساب کے بعد دائیں ہاتھ والے جنت کی طرف روانہ ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ جس وقت لوگ قبروں سے نکلیں گے تو ان کو حساب کی جگہ پر لایا جائے گا تاکہ وہ اپنے صحائف اعمال میں اپنے اعمال لکھے ہوئے دیکھ لیں اور اپنے اعمال کی جزا دیکھ لیں اور وہ حساب کی جگہ سے مختلف ٹولیوں میں روانہ ہوں گے ف ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کفار میں سے جو شخص بھی ذرہ کے برابر کوئی نیک کام کرے گا' اس کو اس کی نیکی کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جائے گا' اور اس کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا اور اگر کوئی کافر بُرا کام کرے گا تو آخرت میں اس کو شرک کی سزا کے علاوہ اس بُرائی کی سزا بھی دی جائے گی' اور مؤمنین میں سے جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر کوئی بُرائی کرے گا' اس کو دنیا میں ہی اس کی بُرائی کی سزا دی جائے گی اور مرنے کے بعد اس کو آخرت میں اس بُرائی کی کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور اس کی بُرائی سے درگزر کر لیا جائے گا اور اگر مؤمن نے ذرہ برابر کوئی نیکی کی تو اس کو قبول کر لیا جائے گا اور اس کا آخرت میں اجر زیادہ کر دیا جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۲۰ ص۱۳۵) قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ العٰدیٰت: ف ۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ مجاہدین کے گھوڑوں کی صفت ہے ف ۲ "الموریات" جمع مؤنث اسم فاعل ہے' اس کا مصدر "ایراء" ہے' اس کا معنی ہے: آگ روشن کرنے والے' عکرمہ نے کہا: اس سے مراد مجاہدین کے وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں ف ۳ اس سے مراد ہے: گھوڑوں پر سواروں کے دستے جو صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔ (معالم التنزیل ج۵ ص۲۹۶) ف ۴ عکرمہ سے اس کا معنی پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: گھوڑوں کے دوڑنے سے گرد و غبار اڑنا۔ (جامع البیان: ۲۹۲۹۸) ف ۵ سابقہ پانچ آیتوں میں جو قسم کھائی تھی' العادیات: ۶ میں اس کا جواب ہے' اس آیت میں "لکنود" کا لفظ ہے' اس آیت کا معنی ہے: بے شک انسان اپنے رب کا ضرور ناشکرا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: انسان طبعی طور پر ناشکرا ہے اور "لکنود" کا معنی ہے: "لکفور" یعنی وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا' حکیم ترمذی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الکنود" وہ شخص ہے جو خود کھاتا ہے اور اپنے رفقاء کو نہیں کھلاتا۔ (المعجم الکبیر: ۷۷۷۸) ف ۶ اس کا ایک محمل یہ ہے کہ انسان اپنے ناشکرا ہونے پر خود گواہ ہے' کیونکہ یہ چیز بالکل ظاہر ہے اور انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا یا اس لیے کہ آخرت میں وہ خود گناہوں کا اعتراف کرے گا' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ناشکرا ہونے پر گواہ ہے اور یہ معنی راجح ہے کیونکہ اس کی ضمیر "لربہ" کی طرف راجع ہے اور اس کا ذکر انسان کی بہ نسبت قریب ہے' اس آیت میں انسان کو اس کے معاصی پر زجر و توبیخ کی گئی ہے کیونکہ آخرت میں اس کے اعمال کا شمار کیا جائے گا ف ۷ اس آیت میں "الخیر" کا لفظ ہے' یعنی وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے' اور قرآن مجید میں "خیر" کے لفظ سے مال کا بھی ارادہ کیا گیا ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا O" (المعارج: ۲۱) اور جب اس کو مال ملتا ہے تو وہ بخل کرنے والا ہے O اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے عرف میں مال کو خیر قرار دیتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عرف کے موافق فرمایا کہ انسان خیر یعنی مال کی محبت میں شدید ہے یعنی بخیل ہے ف ۸ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کو خبر ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کو ہر وقت ہر چیز کا علم ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم جاری نہیں ہوگا اور اس دن کسی کے علم کا اظہار نہیں ہوگا' گویا کہ اس دن وہی عالم ہوگا اور اس کے سوا کوئی عالم نہیں ہوگا۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۱۰۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ القارعۃ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں گیارہ آیتیں ایک رکوع ہے

اَلْقَارِعَةُ ① مَا الْقَارِعَةُ ② وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ③ يَوْمَ

ناگہانی مصیبت O ناگہانی مصیبت کیا چیز ہے؟ O آپ کیا سمجھے کہ ناگہانی مصیبت کیا ہے؟ O ف۱ (یہ وہ دن ہے)

يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ

جس دن تمام لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے O ف۲ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ برنگی اون

الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑥ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

کی طرح ہو جائیں گے O ف۳ پس جس (کی نیکی) کے پلڑے بھاری ہوں گے O تو وہ پسندیدہ زندگی

رَّاضِيَةٍ ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑧ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ⑨

میں ہو گا O اور جس (کی نیکی) کے پلڑے ہلکے ہوں گے O ف۴ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہو گا O

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ⑩ نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪

اور آپ کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے O وہ سخت دہکتی ہوئی آگ (کا بہت نیچا گڑھا) ہے O ف۵

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ التکاثر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں آٹھ آیتیں ایک رکوع ہے

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③

تم کو زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے غافل کر دیا O ف۱ حتیٰ کہ تم (مر کر) قبروں میں پہنچ گئے O یقیناً تم عنقریب جان لو گے O

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ⑤

پھر یقیناً تم عنقریب جان لو گے O ف۲ ہرگز نہیں! کاش! تم علم یقین کے ساتھ اپنا انجام جان لیتے O ف۳

سورۃ القارعۃ: ف۱ "القارعۃ" قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا تو ایک زبردست چنگھاڑ کی آواز آئے گی جس سے تمام لوگ دہل کر مر جائیں گے دوسری وجہ یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو سورج چاند ستارے اور پہاڑ وغیرہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اس سے بہت گرج دار آواز پیدا ہو گی اس وجہ سے قیامت کو "قارعۃ" فرمایا ف۲ پروانے از قبیل حشرات الارض ہیں یہ شمع ٹیوب لائٹ لیمپ یا بلب وغیرہ کسی روشن چیز پر گرتے ہیں اور مرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح پروانے متفرق اور منتشر ہوتے ہیں اسی طرح اس دن لوگ بھی حیران اور پریشان اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہوں گے اور تشبیہ اس چیز میں ہے کہ اس دن لوگ روشنی پر گرنے والے پروانوں کی طرح حیران اور مضطرب ہوں گے قتادہ نے کہا: پروانوں کے ساتھ تشبیہ کثرتِ انتشار میں ہے اور ضعف اور ذلت میں ہے اور کسی مربوط نظام کے بغیر اِدھر اُدھر بھاگنے میں ہے ف۳ قیامت کے کھڑکھڑانے سے جو مہیب آواز پیدا ہو گی اس کے اثر سے سر بہ فلک پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح ہو جائیں گے تو سوچنا چاہیے کہ اس دہلانے والی آواز کو سن کر انسان کا کیا حال ہو گا ف۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میزان کی ایک ڈنڈی ہے اس میں دو پلڑے ہیں اس میں صرف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر ج۱۱ ص۲۶۸) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وزن تو کسی ٹھوس چیز کا کیا جاتا ہے انسان کی نیت تو کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے پھر انسان کی ریاکاری یا اس کے اخلاص کا وزن کیسے کیا جائے گا؟ اسی طرح نیک کاموں سے محبت یا بغض کا وزن کیسے کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ سائنسی آلات کے ذریعہ بہت سی کیفیات کا وزن کیا جاتا ہے حالانکہ کیفیات بھی ٹھوس چیز نہیں ہیں انسان کے جسم میں بخار بھی ایک کیفیت ہے اور تھرمامیٹر کے ذریعہ اس کے جسم کی حرارت کا وزن کیا جاتا ہے اور دیگر آلات کے ذریعہ کمرہ اور فضاء کے درجہ حرارت کی پیمائش کی جاتی ہے انسان کے خون میں کولیسٹرول اور شوگر کی آلات کے ذریعہ پیمائش کی جاتی ہے انسان کی تمام بیماریاں اس کے خون میں ہوتی ہیں اور اس کے خون کا تجزیہ کر کے ان بیماریوں کو معلوم کیا جاتا ہے اور وہ بھی کیفیات ہیں کوئی ٹھوس چیز نہیں ہیں اور جب مخلوق کیفیات کا وزن کر لیتی ہے تو اس کے خالق کے بارے میں یہ گمان کیسے صحیح ہو گا کہ وہ اخلاص اور ریاکاری ایسی کیفیات کا وزن نہیں کر سکتا ف۵ اس کا معنی یہ ہے کہ "ھاویۃ" اتنی سخت گرم ہے کہ اس کے مقابلہ میں باقی دوزخ گرم نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ھاویہ اور دوزخ کے تمام اقسام کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ التکاثر: ف۱ "الھا" کا معنی ہے: زیادہ ضروری چیز سے غافل ہونا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم مال اور اولاد کی کثرت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۵۱) ف۲ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آیت: ۳ کا معنی یہ ہے کہ عنقریب تم جان لو گے اس تفاخر کا جو عذاب قبر میں نازل ہو گا اور آیت: ۴ کا معنی یہ ہے کہ عنقریب تم جان لو گے کہ اس تفاخر کا جو عذاب آخرت میں نازل ہو گا ف۳ اس آیت کا معنی ہے: تم مال کی کثرت پر فخر نہ کرو کیونکہ تم کو اس فخر کرنے پر آخرت میں عذاب دیا جائے گا اور یہ جو فرمایا ہے: کاش! تم علم الیقین کے ساتھ اپنا انجام جان لیتے اس کا جواب محذوف ہے یعنی اگر آج تم آخرت میں اپنے عذاب کو جان لیتے تو مال و دولت پر فخر کرنا چھوڑ دیتے۔ کسی خبر کو سن کر یا دلائل میں غور و فکر کرنے سے جو یقین حاصل ہو اس کو علم الیقین کہتے ہیں اور کسی چیز کو دیکھ کر جو یقین حاصل ہو اس کو عین الیقین کہتے ہیں اور تجربہ سے جو یقین حاصل ہو اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ

بے شک تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے ○ ۴ے پھر تم ضرور عین الیقین کے ساتھ دوزخ کو دیکھو گے ○ پھر تم سے ضرور

يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

اس دن نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا ○۵ے

سورۃ العصر مکیۃ ۱۰۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتها ۳ رکوعها ۱

سورۃ العصر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تین آیتیں ایک رکوع ہے

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

زمانہ کی قسم! ○ ۱ے بے شک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے ○ ۲ے سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

نیک کام کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو دین حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ○ ۳ے

سورۃ الہمزۃ مکیۃ ۱۰۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتها ۹ رکوعها ۱

سورۃ الہمزہ مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں نو آیتیں ایک رکوع ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ

ہر طعنہ زن عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ○ ۱ے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا ○

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَ

وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ○ ۲ے ہرگز نہیں! وہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) میں جھونک دیا جائے گا ○ ۳ے

مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى

اور آپ کیا سمجھے کہ چورا چورا کر دینے والی (آگ) کیا ہے؟ ○ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی

منزل ۷

ف۴ے یہ آیتیں کفار اور مؤمنین دونوں کے لیے عام ہیں کیونکہ مؤمنین بھی قیامت کے دن دوزخ کو دیکھیں گے قرآن مجید میں ہے: "وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا" (مریم:۷۱) اور تم میں سے ہر شخص کا دوزخ سے گزر ہوگا مؤمن کا دوزخ سے گزر ہوگا سو وہ اس کی گزرگاہ ہے اور کافر کا ٹھکانا ہے ف۵ے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت (التکاثر:۸) نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کس نعمت کے متعلق ہم سے سوال کیا جائے گا' یہ تو صرف کھجور اور پانی ہے اور دشمن موجود ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک یہ سوال کیا جائے گا (یعنی ان کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۵۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم دو قدم بھی نہیں چل سکے گا حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا: (۱) اس نے اپنی عمر کن کاموں میں خرچ کی؟ (۲) اس نے اپنی جوانی کو کن کاموں میں گنوایا؟ (۳) اس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا؟ (۴) اس نے اپنا مال کن کاموں میں خرچ کیا؟ (۵) اس نے اپنے علم کے موافق کتنا عمل کیا؟ (سنن ترمذی: ۲۴۱۶) قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

ع ۸ / ۲۶ ع ۴ / ۲۸

سورۃ العصر: ف۱ے "العصر" سے مراد دہر اور زمانہ ہے' بعض مفسرین نے کہا: "العصر" سے مراد اس زمانہ کی قسم ہے جس میں نبی ﷺ ہیں' یہ آپ کے زمانہ کی قسم ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم کھائی: "اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝" (البلد:۲) اس شہر کی قسم جس میں آپ مقیم ہیں ○ اور آپ کی زندگی کی قسم کھائی: "لَعَمْرُكَ" (الحجر:۷۲) پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے زمانہ کی قسم! آپ کے شہر کی قسم! آپ کی زندگی کی قسم! سوچیے! اللہ تعالیٰ آپ کی نسبتوں کی قسم کھا رہا ہے اور آپ کی نسبتیں اللہ کے نزدیک اتنی مکرم ہیں تو خود آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر مکرم ہوگی۔ (تفسیر کبیر ج۱۱ ص۲۷۹) ف۲ے اس آیت میں "الانسان" پر الف لام کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ الف لام استغراق کے لیے ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: بے شک ابن آدم ہلاکت اور نقصان میں ہے۔ (جامع البیان جز۳۰ ص۳۷۱) دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ الف لام عہد کا ہے اور معہود کفار ہیں ف۳ے اس آیت کا معنی ہے: سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اللہ کی توحید کی تصدیق کی اور اس کی اطاعت اور عبادت کا اقرار کیا اور نیک اعمال کیے یعنی فرائض اور واجبات کو ادا کیا اور سنن اور مستحبات پر کاربند رہے اور معاصی کا ارتکاب نہیں کیا اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے مجتنب رہے اور دوسروں کو بھی کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتے رہے اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الھمزہ: ف۱ے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چغلی کھانے والے اور دوستوں کے درمیان فساد ڈالنے والے اور بے عیب لوگوں میں عیب تلاش کرنے والے۔ حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو تم میں سب سے اچھے ہیں؟ مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے' پھر فرمایا: کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو تم میں سب سے بُرے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں اور دوستوں کے درمیان پھوٹ اور فساد ڈالتے ہیں اور جو لوگ عیب سے بَری ہیں' ان میں عیب نکالتے ہیں۔ (مسند احمد: ۲۷۵۹۸) ف۲ے اس کا معنی ہے: وہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی اور یہ مال اس کے کام آتا رہے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اس کے سامنے بے شمار آدمی مرتے رہتے ہیں تو وہ یہ گمان کیسے کر سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس نے مرنا ہی نہیں ہے ف۳ے اس آیت میں فرمایا ہے: ہرگز نہیں! اس میں کافر کے مزعوم کا رد فرمایا ہے یعنی نہ وہ خود دنیا میں ہمیشہ رہے گا نہ اس کا جمع کیا ہوا مال باقی رہے گا اور اس کو رسوا کرتے ہوئے "الحطمة" میں جھونک دیا جائے گا' "الحطمة" دوزخ کی آگ کا وہ طبقہ ہے جہاں اس کو توڑ پھوڑ کر پیس ڈالا جائے گا' اس طبقہ کو "الحطمة" اس لیے فرمایا کہ اس میں جو

الْأَفْئِدَةِ ۝٧ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

(آگ) ہے O بے شک جو دلوں پر چڑھ جائے گی O بے شک وہ (آگ) ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی O لمبے لمبے ستونوں میں O

سورۃ الفیل مکیۃ ۱۰۵ — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — آیاتہا ۵ رکوعہا ۱

سورۂ فیل مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیتیں ایک رکوع ہے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝١ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝٢ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝٣ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝٥

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ O کیا اس نے ان کے مکر کو باطل نہیں کر دیا؟ O اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے O جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے O سو انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا O

سورۃ قریش مکیۃ ۱۰۶ — بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ — آیاتہا ۴ رکوعہا ۱

سورۂ قریش مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چار آیتیں ایک رکوع ہے

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۝١ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

قریش کو رغبت دلانے کے لیے O انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کیا O پس انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں O جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کو خوف سے امن میں رکھا O

کچھ بھی ڈالا جائے گا وہ اس کو چورا چورا کر دے گا ف۴ یعنی یہ وہ آگ ہے جو کبھی سرد نہیں ہوگی' یہ دنیا کی جلائی ہوئی آگ کی طرح نہیں ہے جو بالآخر بجھ جاتی ہے' اس کو اللہ کے حکم سے جلایا گیا ہے ف۵ اس آیت میں دل کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ شرک' کفر' تمام عقائد خبیثہ اور تمام بُری نیات کافر کے دل میں ہوتی ہیں ف۶ اس آیت میں "عمد" کا لفظ ہے' یہ "عمود" کی جمع ہے' اس کا معنی ستون ہے اور "ممددة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: طویل' لمبے یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی طرح بلند ہوں گے' نہ وہ بجھیں گے نہ ان کی ایذاء رسانی میں کوئی کمی ہوگی۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ الفیل: ف۱ حالانکہ یہ واقعہ آپ کی بعثت سے ۴۰ سال پہلے ہوا تھا مگر اس کا علم ہر کس و ناکس کو تھا اور اس کا علم ایسا ہی یقینی تھا جیسا کہ کسی چیز کو دیکھ کر علم ہوتا ہے' پس یہ اس معنی میں ہے: کیا آپ نے نہیں جانا' مگر چونکہ اس کا علم مشاہدہ کی طرح یقینی تھا' اس لیے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا ف۲ ابرہہ کو حبشہ کے بادشاہ نے یمن کا گورنر بنایا' اس نے صنعاء نامی شہر میں کلیسا بنایا' اس نے شاہِ حبشہ کو خط لکھا: میں نے آپ کے لیے بہترین گرجا تعمیر کیا' میری خواہش ہے کہ آئندہ عرب کعبہ کے بجائے اس معبد میں حج اور طواف کریں۔ جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو بنی کنانہ کے ایک شخص نے غضب میں آ کر اس میں بول و براز کر دیا' یہ دیکھ کر ابرہہ سخت آگ بگولہ ہوا اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبے کو ڈھانے کے ناپاک ارادے سے نکلا۔ مکہ سے دو میل کے فاصلے پر پہنچ کر اس نے مکہ کے لوگوں کے مویشی چھین لیے' جس میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے تھے' اس کے بعد ابرہہ نے کسی کو بھیج کر انہیں بلوایا اور ان کی بہت عزت کی اور ترجمان کے ذریعے ان سے بات چیت ہوئی۔ ابرہہ نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت عبد المطلب نے کہا: تم میرے اونٹ واپس کر دو' ابرہہ نے تعجب سے کہا: تمہیں اونٹوں کی فکر ہے اور خانہ کعبہ کی نہیں' حضرت عبد المطلب نے کہا: میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے اونٹ مانگ رہا ہوں' کعبہ کا مالک اللہ ہے وہ اپنا گھر خود بچائے گا' حضرت عبد المطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ پہنچ آئے۔ ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا' جب یہ لشکر وادی محسر کے پاس پہنچا تو اللہ نے پرندوں کے غول بھیجے جن کی چونچوں میں کنکر تھے' جس فوجی کے کسی جانب کنکر لگتا تو اس کے مقابل جانب سے نکل جاتا' اگر سر پر لگتا تو مقعد سے نکل جاتا ف۳ یہ سفید رنگ کے پرندے تھے جو سمندر سے آئے تھے' ہر پرندے کے ساتھ تین پتھر ہوتے تھے' دو پتھر اس کے پنجوں میں اور ایک اس کی چونچ میں تھا' جس کے بھی وہ کنکر لگتا تھا اس کے جسم کے آر پار ہو جاتا تھا۔ (جامع البیان: ۳۰، ۲۹۴) ف۴ "عصف" کا معنی ہے: بھوسا' بھوسی' چھلکا' کھیت کے پتے' وہ بھوسا جس کو ہمارے مویشی استعمال کرتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جس طرح جانور کا کھایا ہوا بھوسا بالکل ریزہ ریزہ ہوتا ہے' اس طرح کنکریاں لگنے کے بعد ابرہہ اور اس کے لشکریوں کے اجسام بالکل گل کر ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

سورۃ قریش: ف۱ زجاج اور ابو عبیدہ نے کہا: "لایلف قریش" پہلی سورت کے ساتھ مربوط ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے "اصحاب الفیل" کو اس لیے ہلاک کیا تاکہ قریش باقی رہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اصحاب الفیل کو ہلاک کر دیا اور ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا تو وہ ان کے کفر کی سزا تھی' نہ اس لیے کہ اس سے قریش کی حمایت مقصود تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کے کفر کی سزا نہیں تھی کیونکہ کفر کی سزا تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے مؤخر کی ہوئی ہے' اگر یہ کوئی سزا ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو یہ سزا دیتا' اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کو جو ہلاک کیا تھا' وہ قریش کی قدر افزائی کے لیے تھا ف۲ مکہ مکرمہ غیر زرعی شہر تھا اس لیے اہل مکہ سردی اور گرمی میں تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور اسی تجارت پر ان کا معاشی انحصار تھا ف۳ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضرر کو دور کرنا (۲) نفع عطا فرمانا' اللہ تعالیٰ نے قریش پر دونوں قسم کے انعامات فرمائے اور چونکہ دفع ضرر' حصول نفع پر مقدم ہے' اس لیے سورۃ الفیل میں ان سے ان کے دشمن ابرہہ کے لشکر کو ہلاک کرنے کا ذکر فرمایا اور سورۃ القریش (بقیہ صفحہ ۹۹۲ پر)

آیاتہا ۷ ۱۰۷ سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ ۱۷ رکوعہا ۱

اس میں سات آیتیں ہیں سورۃ الماعون مکی ہے اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ﴿۲﴾

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کی تکذیب کرتا ہے؟ ○ ۱ پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ○ ۲

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳﴾ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ﴿۴﴾

اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو برانگیختہ نہیں کرتا ○ ۳ سو ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے ○

الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿۵﴾ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ﴿۶﴾

جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں ○ ۵ جو ریا کاری کرتے ہیں ○ ۶

وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿۷﴾

اور وہ استعمال کی معمولی چیز دینے سے منع کرتے ہیں ○ ۷

آیاتہا ۳ ۱۰۸ سُوْرَۃُ الْكَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۵ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الکوثر مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تین آیتیں ایک رکوع ہے

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ اِنَّ

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے ○ ۱ سو آپ اپنے رب کی رضا کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں ○ ۲ بے شک

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾

آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے ○ ۳

سورۃ الماعون: ف۱ اس سورت کا ابتدائی حصہ مکہ میں نازل ہوا ہے' اس لیے کہ اس کے شروع میں اس کا ذکر ہے جو دین کی تکذیب کرتا تھا اور وہ عاص بن وائل تھا اور دین کی تکذیب کرنے والے لوگ مکہ میں تھے اور اس سورت کا آخری حصہ مدینہ میں نازل ہوا کیونکہ اس سورت کے آخر میں منافقین کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں اور منافقین مدینہ منورہ میں تھے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۲۲) ف۲ قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: اس پر قہر کرتا ہے اور اس پر ظلم کرتا ہے' حضرت مالک بن عمرو قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے فدیہ ہو جائے گا اس غلام کی ہر ہڈی اس کی ہڈی سے فدیہ ہو جائے گی اور جس نے کسی یتیم بچے کو مسلمان ماں باپ کے ساتھ ملایا' اس کے کھانے پینے تک حتیٰ کہ اللہ نے اس یتیم کو غنی کر دیا' اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی (مسند احمد: ۱۹۰۳۰) ف۳ یعنی وہ اپنے بخل کی وجہ سے اور آخرت کا انکار کرنے کی وجہ سے کسی کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ مسکین کو کھانا کھلائے' جو شخص اپنی عزت اور افلاس کی وجہ سے مسکین کو کھانا نہ کھلا سکے' یہ مذمت اس کو شامل نہیں ہے' یہ مذمت ان لوگوں کو شامل ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے پر قادر ہوں' مگر اپنے بخل کی وجہ سے نہ خود کھلائیں اور نہ کسی اور سے کہیں کہ اس مسکین کو کھانا کھلا دو ف۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ نمازی ہیں جو ثواب کی امید نہ رکھیں اور نماز نہ پڑھنے سے ان کو عذاب کا ڈر نہ ہو اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت گزرنے کے بعد پڑھیں ف۵ یعنی اس لیے نماز پڑھتے ہیں کہ ان کو نمازی کہا جائے ف۶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد گھر میں استعمال ہونے والی کارآمد چیزیں ہیں' جیسے کلہاڑی' دیگچی اور آگ وغیرہ۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۰)

قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ الکوثر: ف۱ "الکوثر" سے مراد جنت میں نہر ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۱) یا اس سے مراد حوض ہے' اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن نبی ﷺ کی امت وارد ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۴۰۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "کوثر" سے مراد "خیر کثیر" ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر خیر کثیر آپ کو عطا کر دی' اور اسلام' قرآن' نبوت اور دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین اور ثناء جمیل خیرات کثیرہ ہیں اور جنت کی سب نعمتیں خیر کثیر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۹۶۶) ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو "کوثر" ایسی عظیم نعمت عطا کی ہے تو آپ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ہمیشہ نماز پڑھتے رہیں اور قربانی ادا کرتے رہیں' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ وہ آپ کو خوش حال کر دے گا کہ آپ قربانی کرتے رہیں' بعض مفسرین نے کہا کہ نماز سے مراد عید کی نماز ہے اور "وانحر" سے مراد عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۴۷۰) ف۳ عاص بن وائل سہمی اور دیگر کفار نے نبی ﷺ کو "ابتر" کہا تھا' یعنی جس کا ذکر اس کے بعد نہ چلے' اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار کا زعم تھا کہ جب سیدنا محمد ﷺ کی عمر ختم ہو جائے گی تو آپ کا ذکر منقطع ہو جائے گا کیونکہ آپ کی نسل منقطع ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ فرمایا: جس کا ذکر منقطع ہوگا وہ آپ کا دشمن ہے اور رہے آپ تو جس طرح اللہ نے فرمایا ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○" (الانشراح: ۴) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ○ اور یہ کہ آپ تمام مومنین کے لیے بہ منزلہ باپ ہیں اور تمام مومنین حکماً آپ کی اولاد ہیں' اور آپ کی یہ اولاد قیامت تک رہے گی' سو آپ کا ذکر جاری و ساری رہے گا۔ (المفردات ج ۱ ص ۳۶)

قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ و بفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ الکافرون مکیۃ ۱۰۹ (۱۸) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۶ رکوعھا ۱

سورۃ الکافرون کی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چھ آیتیں ایک رکوع ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ

آپ کہیے: اے کافرو! O میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو O ۱ اور نہ تم اس کی

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ

عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں O اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی ہے O اور نہ تم

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾ ع

اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں O ۲ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے O ۳ ع

سورۃ النصر مدنیۃ ۱۱۰ (۱۱۴) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۳ رکوعھا ۱

سورۃ النصر مدنی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں تین آیتیں ایک رکوع ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے O ۱ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے

اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ ع

ہیں O سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں ۲ بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے O ۳ ع

سورۃ اللھب مکیۃ ۱۱۱ (۶) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۵ رکوعھا ۱

سورۃ اللھب کی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیتیں ایک رکوع ہے

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ﴿۱﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿۲﴾

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے O ۱ اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا O

منزل ۷

سورۃ الکافرون: ف۱ ابوالبختری کے غلام سعید بن مینا بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن وائل اور امیہ بن خلف رسول اللہ ﷺ سے ملے اور انہوں نے کہا: یا محمد! آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کریں گے اور ہم اور آپ تمام معاملات میں مشترک ہو جائیں گے، پھر اگر ہمارا مؤقف آپ کے مؤقف سے زیادہ صحیح ہو تو آپ ہمارے مؤقف سے حصہ لے چکے ہوں گے اور اگر آپ کا مؤقف ہمارے مؤقف سے زیادہ صحیح ہو تو ہم آپ کے مؤقف سے حصہ لے چکے ہوں گے، تب اللہ تعالیٰ نے سورۂ کافرون نازل فرمائی۔ (جامع البیان: ۲۹۵۶۴) ف۲ ان آیات پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آیت: ۳۔۲ اور آیت: ۵۔۴ کا ایک معنی اور مفہوم ہے اور یہ تکرار ہے اور تکرار غیر مفید ہوتا ہے اور بلیغ کلام میں کوئی چیز غیر مفید نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت: ۵۔۴، آیت: ۳۔۲ کی تاکید ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت: ۳۔۲ حال کے زمانہ پر محمول ہیں اور آیت: ۵۔۴ مستقبل کے زمانہ پر محمول ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں زمانہ حال میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ زمانہ مستقبل میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں گا، اسی طرح کفار کے متعلق فرمایا: نہ تم زمانہ حال میں اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ تم زمانہ مستقبل میں اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور یہ آیات ان ہی کافروں کے ساتھ مخصوص ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے ف۳ اس آیت سے مراد تہدید (دھمکانا) اور زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O'' (حٰم السجدہ: ۴۰) تم جو چاہو کرتے رہو، بے شک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے O ''اعملوا'' یہ امر کا صیغہ ہے لیکن اس سے مقصود عذاب سے ڈرانا اور دھمکانا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کو شرک اور کفر اور معصیت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے اور اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ تم کو تمہارے اعمال کی سزا ملے گی اور مجھ کو میرے اعمال کی جزا ملے گی۔ قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ النصر: ف۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ مجھ سے ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ O'' کے متعلق سوال کیا، میں نے کہا: یہ نبی ﷺ کی اجل ہے۔ (اس کے بعد دوسری روایت میں ہے:) جس کی اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو تعلیم دی تھی اور بتایا تھا، یہ آپ کی وفات کی علامت ہے، سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۶۱۷۔۱۰۶۱۶) ف۲ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے اوپر تین نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، آپ کی نصرت فرمائی، آپ کو فتح مکہ عطا فرمائی اور آپ کے دین میں لوگوں کو فوج در فوج داخل فرمایا، پھر پہلی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے فرمایا: اپنے رب کی تسبیح کیجئے، اور دوسری نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے فرمایا: اپنے رب کی حمد کیجئے، اور تیسری نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے فرمایا: اپنے رب سے مغفرت طلب کیجئے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۳۴۴) ف۳ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورۃ النصر، منٰی میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' (المائدہ: ۳) اس کے بعد آپ اسّی (۸۰) دن زندہ رہے، پھر آیت کلالہ (النساء: ۱۷۶) نازل ہوئی، اس کے بعد آپ پچاس (۵۰) دن زندہ رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ۱۲۸) اس کے بعد نبی ﷺ پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ'' (البقرہ: ۲۸۱) مقاتل نے کہا: اس کے بعد آپ سات دن زندہ رہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۲۰۸)

قد تمت السورۃ فالحمد للہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ اللھب: ف۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O'' (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾

وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا O ۳ اور اس کی بیوی بھی' لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے O ۴

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾

اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی O ۵

١١٢ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ٢٢ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ٤ — رُكُوْعُهَا ١

سورۃ الاخلاص مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں چار آیتیں ایک رکوع ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿١﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ﴿٣﴾

آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے O ۱ اللہ بے نیاز ہے O اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے O

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿٤﴾

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے O ۳

١١٣ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ٢٠ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُهَا ٥ — رُكُوْعُهَا ١

سورۃ الفلق مکی ہے اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے اس میں پانچ آیتیں ایک رکوع ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾

آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں O اس کی بنائی ہوئی ہر چیز کے شر سے O ۲ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے O اور گرہ میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے O ۳ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے O ۴

منزل ۷

داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں۔ تو نبی ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارا: یابنی فہر' یا عدی۔ یہ قریش کے خاندان تھے' حتیٰ کہ وہ سب جمع ہو گئے اور جو خود نہیں آسکے انہوں نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ دیکھیں کہ انہیں کس لیے بلایا گیا ہے۔ ابولہب بھی آ گیا اور دیگر قریش بھی آ گئے' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس وادی میں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر آیا ہوا ہے تو آیا تم میری تصدیق کرو گے' سب نے کہا: ہاں! ہم نے آپ کی خبر کا سچ کے سوا تجربہ نہیں کیا' فرمایا: تو میں تم کو ڈرا رہا ہوں کہ تمہارے آگے شدید عذاب آ پہنچا ہے' تب ابولہب نے کہا: تم پر سارا دن ہلاکت ہو' کیا تم نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا؟ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی: "تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ O (الٰی اخر السورۃ)"۔ (صحیح البخاری: ۴۷۷۰) ف۲ ان آیات میں تین وجوہ سے غیب کی خبر ہے: (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ابولہب خسارہ میں رہے گا اور ہلاک ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا (۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: وہ اپنے مال اور اپنی اولاد سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور ایسا ہی ہوا (۳) اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اور ایسا ہی ہوا کیونکہ وہ ایمان نہیں لایا۔ (تفسیر کبیر ج۱۱ ص ۳۵۲) دراصل یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے صدق پر تین دلیلیں ہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید کی وساطت سے یہ تین پیش گوئیاں فرمائیں اور یہ تینوں پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوئیں اور یہ آپ کی نبوت کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہیں ف۳ ابولہب کی بیوی اپنے بخل کی وجہ سے جنگل سے لکڑیاں اٹھا کر لاتی تھی اور کانٹے لا کر رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ آپ کو وہ کانٹے چبھیں۔ (جامع البیان: ۲۹۵۹۹) ف۴ اس آیت سے مقصود ابولہب کی بیوی ام جمیلہ اور ابولہب کو ایذاء پہنچانا ہے۔

ع ۵/۳۶ — ع ۱/۳۷ — ع ۵/۳۸

قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ الاخلاص: ف۱ یہ سورت اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو بیان کرتی ہے اور یہ بیان کرتی ہے کہ اللہ عزوجل ہر نقص سے بری اور ہر شریک سے پاک ہے ف۲ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما دی: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O" پس صمد وہ ہے جو کسی کی اولاد نہ ہو' نہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ ہر ولد عنقریب مر جائے گا اور جو مرتا ہے اس کا عنقریب کوئی وارث ہوتا ہے اور بے شک اللہ عزوجل مرے گا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔ "وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" آپ نے فرمایا: اس کا کوئی مشابہ ہے نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۴) اس سے متعلق تفصیل الانبیاء: ۲۲ میں ملاحظہ فرمائیں ف۳ الاخلاص: ۱ میں فرمایا: اللہ احد ہے' تو ان کا رد ہو گیا جو متعدد خدا مانتے ہیں جیسے مشرکین اور عیسائی' اور اخلاص: ۲ میں فرمایا: اللہ صمد ہے' یعنی سب اسی کا قصد کرتے ہیں اور اسی کے محتاج ہیں تو ان کا رد ہو گیا جو اپنی حاجات میں بتوں کا قصد کرتے ہیں' اور الاخلاص: ۳ میں فرمایا: وہ والد نہیں ہے' تو یہود کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مشرکین کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں' اور الاخلاص: ۴ میں فرمایا: اللہ کا کوئی کفو اور ہم سر نہیں' تو ان مشرکین کا رد ہو گیا جو بتوں کو اللہ کا ہم سر مانتے تھے۔

قد تمت السورۃ فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ وبفضلہ تتم الصالحات.

سورۃ الفلق: ف۱ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ان دونوں سورتوں کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: مجھ سے ان کو پڑھنے کے لیے کہا گیا تو میں نے پڑھا' سو تم بھی اسی طرح پڑھو جس طرح میں نے پڑھا ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۵۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرنے کی جو نسبت ہے وہ درست نہیں ہے اور اگر وہ نسبت درست تھی تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع (بقیہ صفحہ ۹۹۲ پر)

۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ۲۱

آیاتها ۶ — رکوعها ۱

اس میں چھ آیتیں ہیں — سورۃ الناس مکی ہے — اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ ﴿۳﴾

آپ کہیے: میں سب لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں ○ ف۱ سب لوگوں کے بادشاہ کی ○ سب لوگوں کے معبود کی (پناہ لیتا ہوں) ○ ف۲

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ

پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والے کے وسوسہ ڈالنے کے شر سے ○ ف۳ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ

صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

ڈالتا ہے ○ جو جنات اور انسانوں میں سے ہے ○ ف۴

دُعَاءِ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ ○ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ○ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○

سورۃ الناس: ف۱ اس آیت میں انسانوں کے رب کی پناہ لینے کا حکم ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا رب ہے اور سب کا مالک' مربی اور مصلح ہے' اس میں یہ تنبیہ کرنا ہے کہ تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو مخلوق سب سے افضل ہے وہ انسان ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کی نسبت انسان کی طرف کی ہے ف۲ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود کا ذکر فرمایا' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسانوں کے بادشاہ بھی ہوتے ہیں' لیکن تمام انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ ہے' اور بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے' لیکن حقیقت میں وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں' عبادت کا مستحق وہ ہے جو تمام انسانوں کا معبود ہے ف۳ ابن زید نے کہا: ''خناس'' وہ ہے جو ایک بار وسوسہ ڈالتا ہے اور دوسری بار پیچھے ہٹ جاتا ہے اور موقع کا منتظر رہتا ہے اور یہ شیطان الانس ہے' یہ انسانوں پر شیطان الجن سے زیادہ شدید ہوتا ہے' شیطان الجن وسوسہ ڈالتا ہے' تم اس کو دیکھتے نہیں ہو اور شیطان الانس کو تم دیکھتے رہتے ہو۔ (جامع البیان: ۲۹۶۸۳) ف۴ وسوسہ ایک امر معروف ہے' شیطان (خواہ وہ انس سے ہو خواہ جن سے) انسان کے دل میں ایسی باتیں ڈالتا ہے جن سے وہ اپنے دین میں حیران ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں بُری خواہشات ڈالتا ہے اور اس کو بُرے کام کرنے کی طرف راغب کرتا ہے' ایسے موقع پر انسان کو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

الحمد لله تعالٰى على احسانه. آج بارہ ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/ یکم اپریل ۲۰۰۷ء بروز اتوار قبل از نماز فجر سورۃ الناس تک تفسیر ''تبیان القرآن'' کی تلخیص مکمل ہو گئی' میں نے یہ تلخیص بہ نام ''انوار تبیانُ القرآن'' ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ/ ۹ فروری ۲۰۰۵ء کو لکھنی شروع کی تھی' اس طرح یہ تلخیص تقریباً دو سال ایک ماہ میں مکمل ہوئی۔ الٰہ العالمین! جس طرح تو نے مجھے محض اپنے فضل و احسان سے ''تبیان القرآن'' کی یہ تلخیص کرنے کی توفیق و سعادت مرحمت فرمائی ہے' اسی طرح اس تلخیص کو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے طفیل اپنی بارگاہ میں مقبول فرما کر اسے قبولیت عامہ عطا فرما اور اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ تادم مرگ مجھے قرآن و سنت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آج جشن عید میلاد النبی ﷺ کے اس مقدس دن میں' میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں۔ فالحمد لله حمدًا كافيًا لنعمائه وافيا لمزيده والصلٰوة والسلام على حبيبه محمد خير الخليقة وعلٰى آله واصحابه وامته الحامدة الشفيقة. اور حدیث میں ہے کہ جس نے بندوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ اس لیے میں سب سے پہلے اپنے عظیم محسن محدث اعظم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں' جنہوں نے مجھے قرآن کریم کی یہ خدمت انجام دینے کے لیے نہ صرف منتخب فرمایا بلکہ قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ بلاشبہ ''انوار تبیانُ القرآن'' کی تکمیل کا کام آپ ہی کی نوازشات و عنایات کا نتیجہ ہے۔ میں سید محسن اعجاز گیلانی صاحب زید لطفہ' سید عمیر الحسن برنی صاحب اور اپنے تمام احباب' رفقاء اہل خانہ اور معاونین کا درجہ بہ درجہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

وصلى الله تعالٰى على حبيبه سيدنا محمد خاتم الانبياء والمرسلين وعلٰى آله واصحابه اجمعين.

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ ○ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ○
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ حَلَاوَةً وَّ
بِكُلِّ جُزْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ جَزَآءً اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِالْاَلِفِ اُلْفَةً وَّ بِالْبَآءِ بَرَكَةً وَّ بِالتَّآءِ تَوْبَةً وَّ بِالثَّآءِ ثَوَابًا
وَّ بِالْجِیْمِ جَمَالًا وَّ بِالْحَآءِ حِكْمَةً وَّ بِالْخَآءِ خَیْرًا وَّ بِالدَّالِ دَلِیْلًا وَّ بِالذَّالِ ذَكَآءً وَّ بِالرَّآءِ رَحْمَةً وَّ
بِالزَّآءِ زَكٰوةً وَّ بِالسِّیْنِ سَعَادَةً وَّ بِالشِّیْنِ شِفَآءً وَّ بِالصَّادِ صِدْقًا وَّ بِالضَّادِ ضِیَآءً وَّ بِالطَّآءِ طَرَاوَةً
وَّ بِالظَّآءِ ظَفَرًا وَّ بِالْعَیْنِ عِلْمًا وَّ بِالْغَیْنِ غِنًی وَّ بِالْفَآءِ فَلَاحًا وَّ بِالْقَافِ قُرْبَةً وَّ بِالْكَافِ
كَرَامَةً وَّ بِاللَّامِ لُطْفًا وَّ بِالْمِیْمِ مَوْعِظَةً وَّ بِالنُّوْنِ نُوْرًا وَّ بِالْوَاوِ وُصْلَةً وَّ بِالْهَآءِ هِدَایَةً
وَّ بِالْیَآءِ یَقِیْنًا اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ ○ وَارْفَعْنَا بِالْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ وَتَقَبَّلْ
مِنَّا قِرَآءَتَنَا وَتَجَاوَزْ عَنَّا مَا كَانَ فِیْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ مِنْ خَطَاٍ اَوْ نِسْیَانٍ اَوْ تَحْرِیْفِ كَلِمَةٍ
عَنْ مَّوَاضِعِهَا اَوْ تَقْدِیْمٍ اَوْ تَاْخِیْرٍ اَوْ زِیَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ اَوْ تَاْوِیْلٍ عَلٰی غَیْرِ مَا اَنْزَلْتَهٗ عَلَیْهِ
اَوْ رَیْبٍ اَوْ شَكٍّ اَوْ سَهْوٍ اَوْ سُوْٓءِ اِلْحَانٍ اَوْ تَعْجِیْلٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَسَلٍ اَوْ سُرْعَةٍ
اَوْ زَیْغِ لِسَانٍ اَوْ وَقْفٍ بِغَیْرِ وُقُوْفٍ اَوْ اِدْغَامٍ بِغَیْرِ مُدْغَمٍ اَوْ اِظْهَارٍ بِغَیْرِ بَیَانٍ اَوْ
مَدٍّ اَوْ تَشْدِیْدٍ اَوْ هَمْزَةٍ اَوْ جَزْمٍ اَوْ اِعْرَابٍ بِغَیْرِ مَا كَتَبَهٗ اَوْ قِلَّةِ رَغْبَةٍ وَّ رَهْبَةٍ عِنْدَ
اٰیَاتِ الرَّحْمَةِ وَاٰیَاتِ الْعَذَابِ فَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا
بِالْقُرْاٰنِ وَزَیِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَدْخِلْنَا فِی الْجَنَّةِ بِالْقُرْاٰنِ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِی الدُّنْیَا قَرِیْنًا وَّ فِی الْقَبْرِ مُوْنِسًا وَّ عَلَی الصِّرَاطِ نُوْرًا وَّ فِی الْجَنَّةِ
رَفِیْقًا وَّ مِنَ النَّارِ سِتْرًا وَّ حِجَابًا وَّ اِلَی الْخَیْرَاتِ كُلِّهَا دَلِیْلًا فَاكْتُبْنَا عَلَی التَّمَامِ وَارْزُقْنَا
اَدَآءً بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَحُبِّ الْخَیْرِ وَالسَّعَادَةِ وَالْبِشَارَةِ مِنَ الْاِیْمَانِ ○ وَصَلَّی
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ مَّظْهَرِ لُطْفِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا ○

رموزِ اوقافِ قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہلِ زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے، کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآنِ مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لیے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموزِ اوقات قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اِن رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں:

O جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ۃ ہے جو بہ صورت ۃ لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی، چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے، اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقفِ لازم کی ہے، اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اس کی مثال اُردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اُٹھو، مت بیٹھو، جس میں اُٹھنے کا اَمر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اُٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اُٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا، جس میں اُٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط وقفِ مطلق کی علامت ہے، اس پر ٹھہرنا چاہیے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج وقفِ جائز کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقفِ مجوز کی ہے، یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقفِ مرخص کی ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ صؔ پر ملا کر پڑھنا زؔ کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔

صلے الوصل اولیٰ کا اختصار ہے، یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے، یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل قَدْ یُوْصَلُ کی علامت ہے، یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے، کبھی نہیں، لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قِف ہے جس کے معنی ہیں: ٹھہر جاؤ، اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س یا سکتة سکتہ کی علامت ہے، یہاں کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفة لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔ سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے، وقفہ میں زیادہ۔

لا لا کے معنی نہیں کے ہیں، یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ك كذلك کی علامت ہے، یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	پارہ نمبر
۱	الفاتحة	۲	۱
۲	البقرة	۳	۳_۲_۱
۳	اٰل عمرٰن	۷۷	۴_۳
۴	النسآء	۱۲۱	۶_۵_۴
۵	المآئدة	۱۶۸	۷_۶
۶	الانعام	۲۰۲	۸_۷
۷	الاعراف	۲۳۹	۹_۸
۸	الانفال	۲۸۱	۱۰_۹
۹	التوبة	۲۹۷	۱۱_۱۰
۱۰	یونس	۳۳۰	۱۱
۱۱	هود	۳۵۲	۱۲_۱۱
۱۲	یوسف	۳۷۴	۱۳_۱۲
۱۳	الرعد	۳۹۶	۱۳
۱۴	ابرٰهیم	۴۰۶	۱۳
۱۵	الحجر	۴۱۶	۱۴_۱۳
۱۶	النحل	۴۲۵	۱۴
۱۷	بنیٓ اسرآءیل	۴۴۹	۱۵
۱۸	الکهف	۴۶۸	۱۶_۱۵
۱۹	مریم	۴۸۶	۱۶
۲۰	طٰهٰ	۴۹۷	۱۶
۲۱	الانبیآء	۵۱۳	۱۷
۲۲	الحج	۵۲۹	۱۷
۲۳	المؤمنون	۵۴۵	۱۸
۲۴	النور	۵۵۸	۱۸
۲۵	الفرقان	۵۷۳	۱۹_۱۸
۲۶	الشعرآء	۵۸۴	۱۹
۲۷	النمل	۶۰۰	۲۰_۱۹
۲۸	القصص	۶۱۴	۲۰
۲۹	العنکبوت	۶۳۲	۲۱_۲۰
۳۰	الروم	۶۴۵	۲۱
۳۱	لقمٰن	۶۵۵	۲۱
۳۲	السجدة	۶۶۲	۲۱
۳۳	الاحزاب	۶۶۶	۲۲_۲۱
۳۴	سبا	۶۸۲	۲۲
۳۵	فاطر	۶۹۳	۲۲
۳۶	یٰسٓ	۷۰۲	۲۳_۲۲
۳۷	الصّٰفّٰت	۷۱۱	۲۳
۳۸	صٓ	۷۲۲	۲۳
۳۹	الزمر	۷۳۱	۲۴_۲۳
۴۰	المؤمن	۷۴۵	۲۴
۴۱	حٰمٓ السجدة	۷۶۰	۲۵_۲۴
۴۲	الشورٰی	۷۷۰	۲۵
۴۳	الزخرف	۷۸۱	۲۵
۴۴	الدخان	۷۹۱	۲۵
۴۵	الجاثیة	۷۹۵	۲۵
۴۶	الاحقاف	۸۰۱	۲۶
۴۷	محمّد	۸۰۸	۲۶
۴۸	الفتح	۸۱۵	۲۶
۴۹	الحجرٰت	۸۲۲	۲۶
۵۰	قٓ	۸۲۶	۲۶
۵۱	الذّٰریٰت	۸۳۱	۲۷_۲۶
۵۲	الطور	۸۳۵	۲۷
۵۳	النّجم	۸۳۹	۲۷
۵۴	القمر	۸۴۳	۲۷
۵۵	الرّحمٰن	۸۴۷	۲۷
۵۶	الواقعة	۸۵۲	۲۷
۵۷	الحدید	۸۵۸	۲۷
۵۸	المُجادلة	۸۶۵	۲۸
۵۹	الحشر	۸۷۰	۲۸
۶۰	الممتحنة	۸۷۶	۲۸
۶۱	الصف	۸۸۱	۲۸
۶۲	الجمعة	۸۸۴	۲۸
۶۳	المنٰفقون	۸۸۶	۲۸
۶۴	التغابن	۸۸۸	۲۸
۶۵	الطلاق	۸۹۲	۲۸
۶۶	التحریم	۸۹۵	۲۸
۶۷	المُلک	۸۹۹	۲۹
۶۸	القلم	۹۰۳	۲۹
۶۹	الحآقّة	۹۰۷	۲۹
۷۰	المعارج	۹۱۱	۲۹
۷۱	نوح	۹۱۴	۲۹
۷۲	الجن	۹۱۷	۲۹
۷۳	المزّمّل	۹۲۰	۲۹
۷۴	المدّثّر	۹۲۳	۲۹

★ (بقیہ صفحہ ۶) مشتمل ہے اور کوئی شخص اس کلام کی نظیر نہیں لاسکتا۔ مشرکین عرب نبی ﷺ کے سخت مخالف و معاند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید کی سورتوں جیسی ایک سورت لانے کا چیلنج کیا اور اللہ تعالیٰ نے پیش گوئی بھی کر دی کہ وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے' یہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا تھا' اگر اس کی مثل لانا ان کے لیے ممکن ہوتا تو وہ اس کی مثل ضرور لے آتے کیونکہ سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنا اور آپ کے اصحاب کو آپ سے متنفر کرنا ان کا انتہائی مقصود تھا اور جب وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہے تو ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس سے معارضہ کرنا مخلوق کی قدرت میں نہیں ہے ف۳۲ شہداء سے مراد وہ غیر اللہ ہیں جنہیں انہوں نے اپنا کارساز بنا رکھا تھا یا شہداء سے مراد وہ خود ساختہ معبود ہیں جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸) لحاظ سے وہ فتنہ اور فساد کرے گا اور ان دو قوتوں کے اعتبار سے تو اس کو پیدا ہی نہیں کرنا چاہیے چہ جائیکہ اس کو خلیفہ بنایا جائے اور رہی قوتِ عقلیہ تو وہ فرشتوں کو بھی حاصل ہے اور ان کو اس لیے ترجیح ہے کہ ان میں شہوت اور غضب نہیں' جو فتنہ اور فساد کا موجب ہو تو پھر راجح کو چھوڑ کر مرجوح کو خلیفہ بنانے کی کیا حکمت ہے؟ اور اس میں حکمت یہ تھی کہ شہوت کو جب اعتدال میں رکھا جائے تو وہ قابل تعریف صفت ہے' جس کو عفت کہتے ہیں اور غضب کو جب اعتدال میں رکھا جائے تو وہ بھی قابل ستائش وصف ہے اور اس کو شجاعت کہتے اور جب ان دو قابل تعریف وصفوں کے ساتھ قوت عقلیہ بھی ہو تو ان قوتوں کا حامل اس سے یقیناً افضل ہے جو صرف قوتِ عقلیہ کا حامل ہو اور اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اجمالی اشارہ فرمایا: بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے ف۴۵ حضرت آدم کو اس لیے آدم کہا گیا کہ ان کو ادیم ارض (زمین کی سطح) سے بنایا گیا ہے' سرخ' سفید اور سیاہ مٹی سے' اسی طرح لوگوں کے رنگ بھی مختلف ہیں: سرخ' سفید اور سیاہ۔ اسی طرح اس کے خواص بھی مختلف ہیں: پاک' نجس۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۴۹) ف۴۶ ملائکہ کے معنی پیغام پہنچانے کے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہیں اور ایسے اجسام لطیفہ ہیں جو مختلف شکلوں میں متشکل ہونے پر قادر ہیں۔ (انوار التنزیل ص ۵۹) کبھی فرشتے ایسے بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کو ہر خاص و عام دیکھ لیتا ہے درآں حالیکہ وہ اپنی اصل صورت پر بھی قائم رہتے ہیں' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام' حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے تو اسی وقت سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہوتے تھے اور کامل ولی اللہ بھی اسی طرح بیک وقت کئی جگہ موجود ہوتا ہے اور ہر چند کہ یہ چیز بہ ظاہر عقل سے بعید ہے' لیکن میرا اس پر ایمان ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۹)

★ (بقیہ صفحہ ۱۰) ہمارے نزدیک تعلیم قرآن' حج' امامت' اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے کہ جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو' ان میں اجر کی سب سے زیادہ حق دار اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴) ف۶۱ حضرت ابن عباس نے حق چھپانے کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہود حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو چھپاتے تھے' حالانکہ ان کو یہ علم تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی برحق ہیں اور وہی نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ عالم پر حق کا اظہار کرنا واجب ہے اور حق کو چھپانا حرام ہے۔ سورۃ البقرہ: (۱۵۹) میں حق کو چھپانے پر لعنت کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹) ف۶۲ لغت میں زکوٰۃ کا معنی ہے: کسی چیز کا بڑھنا اور پاکیزہ ہونا اور اس کا شریعت میں یہ معنی ہے: نصاب کے مطابق جس مال پر ایک سال گزر گیا ہو' اس مال میں سے چالیسویں حصے کا کسی غیر ہاشمی فقیر کو اللہ کی رضا کے لیے مالک بنا دینا۔ (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۲۰۴) ف۶۳ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں جماعت کی ترغیب ہے اور جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ افضل ہے' مردوں کے حق میں جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۳۴۳) اور عورتوں کا مسجد میں جانا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہے' مگر ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے' نوافل کی جماعت ہمیشہ تداعی کے ساتھ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے' نیز یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت سے اکابرین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے' علمائے امت و حکماء ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲ ۶۷) ف۶۴ ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ تم لوگوں کو (حضرت سیدنا) محمد ﷺ کے دین میں داخل ہونے کا اور نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہو اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۰۴) حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی نہیں جانتا ہے' اس کے لیے ایک عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کو علم دے دیتا' اور اس شخص کے لیے سات عذاب ہیں جو جانتا ہے اور پھر اس پر عمل نہیں کرتا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۶۵)

★ (بقیہ صفحہ ۱۱) اسی مناسبت سے آپ کا نام موسیٰ رکھ دیا گیا۔ آپ کا نام و نسب اس طرح ہے: موسیٰ بن عمران بن یصھر بن قاعث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ (ملخصاً من تفسیر الکبیر ج ۱ ص ۳۴۳) ف۷۳ ابو العالیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ مدت ایک ماہ ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے' اس مدت میں حضرت موسیٰ اپنے اصحاب کو چھوڑ کر چلے گئے اور ہارون علیہ السلام کو ان پر خلیفہ بنایا اور طور پر چالیس راتیں ٹھہرے اور ان پر زمرد کی الواح میں تورات نازل کی گئی' اللہ تعالیٰ نے ان کو قریب کر کے سرگوشی کی اور ان سے ہم کلام ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلم چلنے کی آواز سنی اور ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان چالیس راتوں میں وہ بے وضو نہیں ہوئے حتیٰ کہ طور سے واپس آئے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۲۲) ف۷۴ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں جا رہے تھے تو سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک گھوڑی پر جاتے ہوئے دیکھا تھا' اس نے گھوڑی کے سم کے نیچے سے خاک کی ایک مٹھی اٹھالی تھی' سامری کے پاس جو سونا اور چاندی تھی' اس نے اس کو پگھلا کر اس کا ایک بچھڑا بنا لیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی' اس کے اثر سے مجسمہ سے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی' پھر سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: یہ تمہارا اور بنی اسرائیل کا خدا ہے اور وہ قوم اس کی پرستش کرنے لگی' حضرت ہارون علیہ السلام اور بارہ ہزار افراد کے علاوہ دیگر سب افراد نے اس کی پرستش کی۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۴۴)

★ (بقیہ صفحہ ۱۴) ف۸۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور یہود و نصاریٰ نے جو دین میں باطل چیزیں داخل کر لی ہیں' ان سے بَری تھے مثلاً بحیرہ راہب' حبیب نجار' ورقہ بن نوفل' سلمان فارسی وغیرہم' گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: جو لوگ بعثتِ محمد ﷺ سے پہلے ایمان لائے تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے جو ادیانِ باطلہ پر ہیں' ان میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لے آیا اس کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۶۹) اس آیت مبارکہ میں ''مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ'' کا صحیح معنی ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ پر اسی وقت ایمان صحیح ہوگا: جب اس کے حکم کو مان لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' (الاحزاب: ۴۰) محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخر ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک سیدنا محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور آخری نبی نہ مان لیا جائے' اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا صحیح نہیں ف۸۹ عہد کا معنی ہے: کسی چیز کی حفاظت کرنا اور ہر حال میں اس کی رعایت کرنا' جس

عقد کی رعایت لازم ہو اس کو بھی عہد کہتے ہیں' ہماری عقلوں میں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار ہے اس کو بھی عہد کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں کتاب اور سنت کے ذریعے احکام دیئے ہیں اور ہم نے ان کی اطاعت کا اقرار کیا ہے اس کو بھی عہد کہتے ہیں۔ عاقدین کے درمیان جس عقد کو حفاظت کے لیے لکھا جاتا ہے' اس کو عہدہ اور وثیقہ کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۳۵۰) وثاقت کے معنی ہیں: کسی چیز کو مضبوط کرنا' رسی سے باندھنا' میثاق اس عقد کو کہتے ہیں: جس کو قسم اور اقرار کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہو۔ (المفردات ص ۵۱۲-۵۱۱) ف۹۰ اللہ تعالیٰ نے جب بنو اسرائیل کو کڑک کے ذریعے ہلاک کرنے کے بعد زندہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پھر تورات قبول کرنے کے لیے فرمایا' انہوں نے پھر انکار کیا' تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ فلسطین کے پہاڑوں میں سے ایک فرسخ لمبے پہاڑ کو اکھاڑ کر سائبان کی طرح ان پر معلق کر دیں' ان کے پیچھے سمندر تھا اور ان کے سامنے سے آگ آ رہی تھی' ان سے کہا گیا کہ قسم کھا کر اقرار کرو کہ تم تورات کے احکام پر عمل کرو گے' ورنہ یہ پہاڑ تم پر گر جائے گا' تب انہوں نے تورات پر عمل کرنے کا پختہ عہد کیا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئے' انہوں نے کروٹ کے بل سجدہ کیا تھا اور مارے خوف کے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا تو انہوں نے کہا: اس سجدہ سے افضل کوئی سجدہ نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور جس کی وجہ سے اپنے بندوں پر رحم فرمایا' پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ کروٹ کے بل ایک شق پر سجدہ کیا کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۴۳۶) ف۹۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو خوب کوشش سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرو یعنی اس میں تدبر اور فکر کرو اور اس کے احکام کو ضائع نہ کرو' کیونکہ کتابوں کو نازل کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے مقتضیٰ پر عمل کیا جائے' یہ نہیں کہ ان کے معنی پر غور و فکر کیے بغیر ان کی صرف تلاوت کر لی جائے۔ حدیث میں ہے کہ لوگوں میں سب سے بدتر فاسق وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے کسی حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا' اس حدیث میں نبی ﷺ نے یہ بتلا دیا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے مقصود عمل ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۵۳۷-۵۳۶) ف۹۲ اللہ تعالیٰ کا فضل یا تو توبہ کی توفیق سے ملتا ہے یا عذاب میں تاخیر سے ہوتا ہے یا اس سے مراد حضور ﷺ کی تشریف آوری ہے' یعنی اگر حضور ﷺ تشریف نہ لاتے اور تم ان کے دامنِ رحمت میں پناہ نہ لیتے تو تم ہلاک ہو جاتے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مخلوق پر اللہ کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۲۵) اس نے کیا بھیجا؟ حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کون شخص ہے جس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کے مال ہی کو محبوب رکھتا ہے' تمہارا مال وہ ہے جس کو تم نے (آخرت کے لیے) بھیج دیا اور تمہارے وارث کا مال وہ ہے جس کو تم نے رکھ چھوڑا ہے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۲۸) (ایک حدیث میں ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان کے پاس سے گزرے' انہوں نے اہل قبور کو سلام کیا اور کہا کہ ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے دوسری شادیاں کر لیں' تمہارے مکانوں میں لوگ رہنے لگے اور تمہارے اموال تقسیم کر دیئے گئے تو غیب سے ایک آواز آئی: اے ابن خطاب! ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ ہم نے آخرت کے لیے جو صدقات بھیجے تھے وہ ہم نے پالئے اور ہم نے آخرت کے لیے جو خرچ کیا تھا ہمیں اس کا نفع مل گیا اور ہم نے جو دنیا میں چھوڑ دیا تھا اس کا ہم نے نقصان اٹھایا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۷۳) ف۱۵۲ اس سے معلوم ہوا کہ نجات کا مدار محض نسب پر نہیں ہے اور بلا دلیل کسی قوم کے ساتھ ہدایت کو مختص کرنا غلط ہے' یہود و نصاریٰ محض دخولِ جنت کا دعویٰ کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محض دعویٰ کسی چیز کے ثبوت کے لیے کافی نہیں' بلکہ دعویٰ کی صداقت کے لیے دلیل بھی ضروری ہے اور تم اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو دلیل لے آؤ۔

★ (بقیہ صفحہ ۲۷) اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعتِ واجبہ میں داخل ہے (۳) بدعتِ مستحبہ' جیسے سرائے اور مدارس بنانا اور ہر وہ اصلاحی اور فلاحی کام جو عہدِ رسالت میں نہ تھا' جیسے تراویح کی جماعت' تصوف کی دقیق ابحاث (قرآن مجید کے اعراب' صحیح بخاری کو پاروں میں تقسیم کرنا' مساجد میں محراب بنانا وغیرہ) (۴) بدعتِ مکروہہ' جیسے مساجد کو مزین کرنا' مصحف کو سجانا (کسی مستحب کام پر ملامت کرنا' کسی مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ کرنا) (۵) بدعتِ مباحہ' جیسے کھانے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا' کھلی آستینوں کی قمیص پہننا وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۳-۲۲ 'ملخصاً) علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ ابن عابدین شامی' شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی اور مشہور نجدی عالم شیخ محمد بن علی شوکانی وغیرہم نے بدعت کی یہی پانچ اقسام بیان کی ہیں ف۱۶۱ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکوں نے کہا: اللہ ہم سے کلام کر کے ہمیں محمد ﷺ کی نبوت کے متعلق کیوں نہیں بتاتا' تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ وہ نبی ہیں اور ہم ان پر ایمان لائیں یا ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں آتی جو ان کی نبوت پر دلالت کرے' اس سے پہلے یہود و نصاریٰ یا پچھلی امتوں کے کافروں نے بھی اسی طرح کہا تھا۔ سرکشی' ہٹ دھرمی' بے ہودہ مطالبوں اور ایمان نہ لانے میں ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں ف۱۶۲ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر آیاتِ قرآن اور آپ ﷺ کے معجزاتِ عظیمہ کو پیش کر دیا تو یہ نشانیاں ہر منصف مزاج کو یقین دلانے کے لیے کافی ہیں اور جو طالب یقین نہ ہو وہ دلائل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے ف۱۶۳ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف تبلیغ کے فرض کو پورا کرنے کا مکلف فرمایا تھا' تمام لوگوں کو مومن بنانے کا مکلف نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے تمام لوگوں تک پیغامِ رسالت کو پہنچا کر ان کو وحدانیت الٰہی اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کا حکم فرما دیا۔ اب اگر کوئی ایمان نہ لائے تو اس کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال نہ ہو گا' کیونکہ آپ نے اپنا فرض پورا فرما دیا ف۱۶۴ ظاہر ہے نبی ﷺ کا ان کی پیروی کرنا محال ہے' جب آپ کا ان کی پیروی کرنا محال ہے تو ان کا ایمان لانا بھی ناممکن و محال ہے۔ اس آیت میں جو اہل کتاب کے ایمان کی نفی ہے وہ ان کے حسد اور بغض کی وجہ سے ہے اور قربِ قیامت' نزولِ مسیح کے وقت یہود و نصاریٰ کا بغض زائل ہو جائے گا تو ان پر آپ ﷺ کی حقانیت واضح ہو جائے گی اور وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ قرآن مجید میں ہے: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' (النساء: ۱۵۹) اور عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے اہل کتاب میں سے ہر شخص ایمان لے آئے گا' اس طرح ان دونوں آیتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۲۸) علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: غلام' اعرابی' فاسق اور نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ (در مختار علیٰ ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶) ف۱۷۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے بعض کے لیے امامت کی دعا کی' اللہ تعالیٰ نے مسئلہ واضح کرنے کے لیے فرما دیا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ ظالم و کافر امام نہیں بن سکتے' لیکن اس دعا کے وقت ان کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں تھا ورنہ وہ خود ہی مومنین کی قید لگا دیتے۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۲) حسنِ سلوک کرتا ہے جس کی بناء پر وہ اس کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں گویا کہ اس دعا اور استغفار کا سبب اس شخص کی سعی سے قائم ہوا۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۷۷) مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے اس آیت کی تفسیر میں ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے' وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ میدانِ محشر میں حساب کے لیے شفاعت فرمائیں گے' پھر دخولِ جنت کے لیے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا

تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گناہ گار) شفاعت کے ذریعے دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ عمل غیر سے نفع ہوگا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہوگا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ نفع عمل غیر سے ہوگا۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا: ''وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا'' ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی کی وجہ سے فائدہ پہنچا۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کیے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ (فتح البیان ج ۹ ص ۱۴۴۔ ۱۴۳ 'مختصرا)

★ (بقیہ صفحہ ۳۳) شیخ اشرف علی تھانوی' ابوالاعلیٰ مودودی وغیرھم نے' جبکہ یہاں علم کو اظہار اور تمیز کے معنی پر محمول کرنا چاہیے' جیسا کہ امام رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تاکہ ہم رسول کے متبعین کو غیر متبعین سے ممتاز کر دیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۱) ف۲۰۱ اللہ تعالیٰ نے قبلہ بدل کر لوگوں کو امتحان میں ڈالا اور یہ امتحان ان پر اس لیے بھاری تھا کہ جو چیز مالوف ہو اور جس کی عادت ہو اس کو ترک کرنا اور اپنے آباء واجداد کے طریقے کو چھوڑنا بہت دشوار ہوتا ہے اور ہر نئی چیز سے انسان متوحش ہوتا ہے ف۲۰۲ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ مسلمان تحویلِ قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے اور ہم نے نہیں جانا کہ ہم ان کی بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کے متعلق کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱) یہاں نمازوں پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے' جس سے محدثین اور ائمہ ثلاثہ نے ایمان میں اعمال داخل ہونے کا استدلال کیا ہے۔ متکلمین اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں ہمارے نزدیک بھی اعمال داخل ہیں' البتہ نفس ایمان صرف تصدیق کو کہتے ہیں ف۲۰۳ حسن بیان کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے' اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۴ 'ملخصا)

★ (بقیہ صفحہ ۳۶) شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷۸) (روح المعانی ج ۲ ص ۲۳) ف۲۲۷ یعنی جو لوگ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہی یاد کرتے ہیں' وہی ہدایت یافتہ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ماتم نہیں کرنا چاہیے' جو لوگ مصیبت پر ماتم کرتے ہیں وہ ہدایت یافتہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ (الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳) ف۲۲۸ شعبی بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں صفا پر اساف نام کا ایک بت رکھا ہوا تھا اور مروہ پر نائلہ نام کا ایک بت رکھا ہوا تھا' اہل جاہلیت جب بیت اللہ کا طواف کرتے تھے تو ان بتوں کو چھوتے تھے' جب اسلام کا ظہور ہوا اور بت توڑ دیئے گئے تو مسلمانوں نے کہا: صفا اور مروہ میں تو ان بتوں کی وجہ سے سعی کی جاتی تھی اور ان میں طواف کرنا شعائر اسلام سے نہیں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی ف۲۲۹ حج کا لغوی معنی ہے: قصد اور شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا' زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ اسلام' حریت' عقل' بلوغ اور حج کی استطاعت حج کی فرضیت کے لیے شرط ہیں۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۰) ف۲۳۰ عمرہ کا لغوی معنی ہے: زیارت اور اس کا شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کرنا' عمرہ کرنا سنت ہے۔ اس میں میقات سے احرام باندھنا' کعبہ کا طواف کرنا' صفا اور مروہ میں سعی کرنا اور حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور احرام باندھنا شرط ہے اور طواف کا اکثر حصہ فرض ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۴۵) ف۲۳۱ صفا اور مروہ میں طواف کرنا (حج وعمرہ میں) واجب ہے' رکن نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۴۳) ف۲۳۲ امام رازی نے فرمایا کہ اس نیکی سے مراد نفلی نیکی ہے' کیونکہ قرآن اور حدیث کے اطلاقات میں تطوع کا اطلاق نفل پر ہوتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے فرض کی ادائیگی کے بعد نفلی طور پر حج یا عمرہ کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵)

★ (بقیہ صفحہ ۳۷) اس کی ماں کو بخش دیا اور اب وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا: میں نے اب اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھا ہے تو مجھے اس حدیث کی صحت کا اس نوجوان کے کشف سے یقین ہوا اور اس کے کشف کی صحت کا اس حدیث سے یقین ہوا۔ (مرقات ج ۳ ص ۹۹۔ ۹۸) اس روایت کو بانی دار العلوم دیو بند شیخ محمد قاسم نانوتوی نے بھی اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ نمبر ۴۵۔ ۴۴ میں ذکر کیا ہے ف۲۴۰ زمین میں سمندر اور دریا ہیں' معدنیات ہیں' جنگلات ہیں' باغات اور فصلیں ہیں اور ان سب میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر نشانیاں ہیں' سمندروں کی روانی اور زمین کی پیداوار کا ہمیشہ ایک جہت اور ایک نظام پر قائم رہنا یہ بتاتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا ایک ہے' کیونکہ کبھی سیب کے درخت سے انگور نہیں پیدا ہوتا اور نہ کبھی سمندر کے مدوجذر کا نظام بدلتا ہے۔ اسی طرح آسمان کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ نشانی ہے کہ وہ بغیر ستونوں کے قائم ہے' نہ اس کے اوپر کوئی ایسی چیز ہے جس سے وہ لٹکا ہوا ہے اور عام عادت کے خلاف بغیر ستونوں کے آسمانوں کو قائم رکھنا بغیر کسی زبردست قادر اور خالق کے ممکن نہیں ہے ف۲۴۱ دن اور رات میں نشانیاں ہیں' دن کو روشنی اور رات کو اندھیرے کا سبب بنایا' پھر دن اور رات میں کمی اور بیشی کا نظام ایک بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ ہمیشہ جون اور جولائی میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور نومبر اور دسمبر میں راتیں بڑی اور دن چھوٹے ہوتے ہیں' اس نظام میں کبھی فرق نہیں آتا' اس سے معلوم ہوا کہ اس نظام کا خالق بھی واحد ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۴۰) غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۵۱) (اور) مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۲۵) ف۲۶۲ جس چیز سے بعینہٖ فائدہ حاصل نہ کیا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کر کے کوئی فائدہ کی چیز حاصل کی جا سکے' اس کو ثمن کہتے ہیں' علمائے یہود تورات کی آیات کو چھپا کر جو دنیاوی فوائد اور نذرانے حاصل کرتے تھے' اس کو ثمن قلیل اسے لیے فرمایا کہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی مدت قلیل ہے اور دنیا کی متاع بجائے خود قلیل ہے۔ یہ فرمایا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں تاکہ کھانے کا معنی مؤکد ہو جائے اور یہ وہم نہ ہو کہ یہاں آگ کھانا مجازاً ہے ف۲۶۳ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا' نہ ان کو گناہوں سے پاک فرمائے گا' ان کے لیے دردناک عذاب ہے' پھر آپ ﷺ نے اس آیت کو تین بار پڑھا' ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ لوگ نقصان اٹھانے والے اور نامراد ہیں' یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) (تکبر سے) چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔ ایک حدیث میں ہے: جو شخص جنگل میں مسافر کو فالتو پانی دینے سے بھی منع کرے' جو شخص عصر کے بعد کسی کو جھوٹی قسم کھا کر سودا فروخت کرے اور یہ کہے کہ خدا کی قسم! اس نے یہ چیز اتنے کی لی تھی حالانکہ اس طرح نہ ہوا اور وہ شخص اس کو سچا سمجھے اور جو شخص کسی امام سے مالِ دنیا کی خاطر بیعت کرے' اگر وہ اس کو مال دے تو وہ اس سے وفا کرے اور مال نہ دے تو اس سے وفا نہ کرے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں وہ تین اشخاص: بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر قرار دیئے گئے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۱ 'ملخصاً)

★ (بقیہ صفحہ ۴۱) ہر عضو جہنم سے آزاد کر دے گا' حتیٰ کہ اس کی فرج (شرمگاہ) کے بدلہ میں فرج آزاد کر دے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۵) ف۲۷۲ نماز پڑھنے سے روح کی تطہیر ہوتی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کا تزکیہ ہوتا ہے' اس لیے قرآن مجید میں دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے ف۲۷۳ (۱) اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ بندہ جب اللہ سے کسی عبادت کی نذر مانے تو اس نذر کو پورا کرے (۲) یا بندہ لوگوں کے ساتھ جو عہد کرے اس عہد کو پورا کرے' ان دونوں عہدوں کو پورا کرنا واجب ہے اور ایمان صحیح کی علامت ہے اور عہد

پورا نہ کرنا نفاق کی علامت ہے' لیکن اگر کسی سے گناہ کا عہد کیا تو اس کو توڑنا واجب ہے ف۲۸۷ جب کسی ناگہانی معیبت سے آدمی فقر میں مبتلا ہو جائے یا مرض طاری ہونے یا اپنے بچوں کی موت سے غم میں مبتلا ہو جائے یا معرکہ' جہاد میں شدت میں مبتلا ہو جائے تو ان حالات میں صبر کرنا نصف ایمان ہے' کیونکہ صبر کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شخص قضاو قدر پر راضی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے ف۲۸۸ یعنی جو لوگ نیکی کی تمام اقسام کے ساتھ متصف ہیں' یہی اپنے ایمان میں سچے ہیں اور یہی لوگ حقیقتاً متقی ہیں' کیونکہ یہ لوگ معاصی سے اجتناب کی وجہ سے اللہ کے غضب اور اس کے عذاب سے محفوظ ہو گئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے اجر و ثواب کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور حق یہ ہے کہ جس نے ایک آیت پر عمل کر لیا اس کا ایمان کامل ہو گیا ف۲۸۹ زمانہ جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں لڑتے' ایک معزز قبیلہ ہوتا اور دوسرا پسماندہ اور پسماندہ قبیلہ کا غلام معزز قبیلہ کے غلام کو قتل کر دیتا تو معزز قبیلہ کہتا: ہم اپنے غلام کے بدلے میں پسماندہ قبیلہ کے آزاد شخص کو قتل کریں گے۔ اسی طرح پسماندہ قبیلہ کی کوئی عورت معزز قبیلہ کی کسی عورت کو قتل کر دیتی تو معزز قبیلہ اپنی عورت کے بدلے میں پسماندہ قبیلہ کے مرد کو قتل کرنے کا مطالبہ کرتا تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس تکبر اور بغاوت سے منع کیا اور فرمایا: آزاد کے بدلہ میں آزاد کو' غلام کے بدلہ میں غلام کو اور عورت کے بدلہ میں عورت کو قتل کیا جائے گا ف۲۹۰ اس آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے' یہ ہر مقتول کو شامل ہے' خواہ آزاد ہو یا غلام' مسلمان ہو یا ذمی' اس کا بدلہ اس کے قتل کرنے والے سے لیا جائے گا' خواہ آزاد ہو یا غلام' لہٰذا اگر آزاد شخص نے کسی غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کا قصاص اس آزاد سے لیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ہے: ''اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ'' (المائدہ:۴۵) بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔ اس آیت میں بھی مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آزاد یا غلام کا فرق نہیں کیا گیا اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص اپنے ہی غلام کو قتل کر دے تو پھر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (المصنف ج۹ ص ۳۰۷) امام اعظم ابوحنیفہ کا غلام کے بدلہ میں آزاد کو قتل کرنے کا جو مذہب ہے' یہ قرآن مجید کی صریح آیات پر مبنی ہے اور اسی میں انسانیت کی تکریم ہے' کیونکہ آپ نے آزاد اور غلام مسلمانوں کے خون میں کوئی فرق نہیں کیا' نیز امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مسلمان کو ذمی کافر کے قصاص میں بھی قتل کیا جائے گا' کیونکہ قرآن مجید میں مقتول کا لفظ عام ہے اور وہ مسلمان اور ذمی دونوں کو شامل ہے اور رہی حربی کافر کی بات تو وہ قرآن مجید کی ان آیتوں سے مستثنیٰ ہے جن میں کفار و مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۴۳) قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے اور انوار الٰہیہ ہمیشہ متجلی اور منکشف رہتے ہیں' البتہ ارواحِ بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجاباتِ بشریہ مانع ہوتے ہیں اور ان حجاباتِ بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ روزہ ہے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا: اگر بنی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمان کی نشانیوں کو دیکھ لیتے' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے' اس لیے نزولِ قرآن کی ابتداء کے لیے اس مہینے کو خاص کر لیا گیا۔ (تفسیر کبیر ج۲ ص ۱۲۱) ف۲۹۰ پاکستان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سعودی عرب سے ایک یا دو روز پہلے روزہ رکھتے ہوئے آتے ہیں' اور ان کے تیس روزے پورے ہو جاتے ہیں اور یہاں ہنوز رمضان ہوتا ہے تو چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع معتبر ہے' اس لیے اس کو روزے رکھنے چاہئیں' نیز قرآن مجید میں ہے: ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ'' تم میں سے جو اس مہینے میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے اور اس شخص نے اس صورت میں رمضان کا مہینہ پالیا ہے' اس لیے وہ سب کے ساتھ روزے رکھے' نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس دن لوگ روزہ رکھیں' اس دن روزہ ہے اور جس دن لوگ عید کریں' اس دن عید ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۲۴) اس حدیث کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جو شخص پاکستان میں آ گیا وہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ عید کرے ف۲۹۱ اس حکم کو دوبارہ ذکر فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ رخصت منسوخ ہو گئی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس مسافت میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے وہ تین دن کی مسافت ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۴۷) جمہور فقہاء احناف نے تین دن کی مسافت کا اندازہ اٹھارہ فرسخ کیا ہے۔ (ردالمحتار ج۱ ص ۲۲۷-۲۲۶) اٹھارہ فرسخ ۵۴ شرعی میل کے برابر ہیں جو انگریزی میلوں کے حساب سے اکسٹھ میل' دو فرلانگ' بیس گز ہے اور ۹۸.۲۴۷ کلومیٹر کے برابر ہے۔ تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی تصنیف شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی ملاحظہ فرمائیں ف۲۹۲ اسلام نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا ہے جس سے امت حرج و دشواری میں مبتلا ہو۔ قرآن مجید میں ہے: ''مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ'' (المائدہ:۶) اللہ تعالیٰ یہ ارادہ نہیں کرتا کہ تم پر تنگی کی جائے۔ ''يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۝'' (النساء:۲۸) اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۝ بہت سے احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے مشقت ہونے کی صورت میں رخصت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ وصال کے روزوں اور عمر بھر شادی نہ کرنے اور ساری رات کو قیام کرنے سے منع فرمایا اور اضطرار کی حالتوں میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دی' بہ کثرت احادیث میں رسول اللہ علیہ السلام نے آسان احکام اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا: آسانی کرنا' مشکل میں نہ ڈالنا' خوشخبری دینا' متنفر نہ کرنا اور آپس میں موافقت کرنا (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۰۶۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان ہوتا' بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۵۰۳) ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل ادیان سے الگ ہو اور آسان اور سہل ہو۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۰) نیز حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے (تین دفعہ یہ) فرمایا کہ تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔ (مسند احمد ج۴ ص ۳۵) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص فیصلہ کرنے اور تقاضا کرنے میں آسانی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا۔ (مسند احمد ج۲ ص ۱۱۰) ف۲۹۳ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ بلند آواز سے تکبیر پڑھے اور شوال کا چاند دیکھ کر آہستہ بھی تکبیر پڑھنا جائز ہے' اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ بلند آواز سے تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے اور جس نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کے لیے کہا' اس نے بہ طور استحباب کہا۔ امام طحاوی نے ابن ابی عمران کا قول نقل کیا ہے کہ ہمارے تمام اصحاب (احناف) کا مذہب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیر پڑھنا سنت ہے اور امام ابوحنیفہ نے عید الاضحیٰ میں بھی تکبیر پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن ج۱ ص ۲۲۶-۲۲۵ ملخصاً)

★ (بقیہ صفحہ ۴۶) (جامع البیان ج۲ ص ۱۱۹ ملتقطاً) آج امتِ مسلمہ جو ہر طرف سے دبی ہوئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدیوں سے جہاد اور تبلیغ اسلام کو ترک کر چکی ہے' مسلمان حکمرانوں نے صدیوں ہندوستان پر حکومت کی' لیکن غیر مسلم ریاستوں سے جہاد کیا نہ ان کو تبلیغ اسلام کی' اگر مسلمان اس فریضہ کو ترک نہ کرتے تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا ف۳۰۹ حج کی تین اقسام ہیں: (۱) حجِ افراد: جس میں صرف مناسکِ حج ادا کیے جائیں اور اس سے پہلے عمرہ نہ کیا جائے' یہ صرف مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کے لیے ہے (۲) حجِ تمتع: میقات سے عمرے کا احرام باندھ لیا جائے اور عمرہ کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر حلال ہو جائے اور پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ لے اور مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد

حلال ہو جائے (۳) حج قران: میقات سے احرام باندھ لیا جائے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کو برقرار رکھا جائے' پھر اسی احرام کے ساتھ حج کرے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر احرام کھول دے۔ حج قران میں زیادہ مشقت ہے اور اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ اکثر روایات کے مطابق نبی ﷺ نے جو حج کیا تھا وہ حج قران تھا۔

★ (بقیہ صفحہ ۴۷) احرام باندھے' دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما' اور فجر کی نماز کے بعد مکہ سے منٰی کے لیے روانہ ہو جائے اور ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھے' حج کی سعی کو طواف پر مقدم کرنا جائز ہے' اس لیے آسانی اس میں ہے کہ سات ذوالحجہ کو احرام باندھ لے اور حج کی سعی کر لے اور آٹھ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد منٰی روانہ ہو جائے اور بقیہ نمازیں منٰی میں ادا کرے اور طلوع فجر کے بعد منٰی سے عرفات کے لیے روانہ ہو' اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھے' ورنہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھے۔ اس کے بعد جبلِ رحمت کے قریب جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور بلند آواز سے گڑگڑا کر دعا مانگے اور زندگی کے تمام گناہوں سے توبہ کرے' تاہم کھڑا ہونا شرط یا واجب نہیں ہے' اگر بیٹھ کر دعا کی پھر بھی جائز ہے۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے وقوف فرمایا تھا' یہ جگہ میدانِ عرفات کے وسط میں ہے' اگر یہاں موقع نہ ملے تو وادی عرنہ کے سوا تمام میدانِ عرفات موقف ہے۔ میدانِ عرفات میں جس جگہ بھی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعا کر لی حج ہو جائے گا۔ غروبِ آفتاب تک میدانِ عرفات میں رہنا واجب ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد میدانِ عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو' راستہ میں تکبیر تشریق پڑھتا رہے' پیدل جانا مستحب ہے' مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھے' مغرب میں ادا کی نیت کرے اور اس کی سنتوں کو ترک کر دے' اس رات جاگ کر عبادت کرنا لیلۃ القدر میں جاگنے سے افضل ہے۔ اسی رات رمی کے لیے ستر اسی کنکریاں چن لے' طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھے' اس کے بعد وقوف کرے (کھڑا ہو کر دعا کرے) وقوف کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک ہے' خواہ اس وقت چل رہا ہو وقوف ہو جائے گا' تکبیر تشریق پڑھے' تلبیہ پڑھے' درود شریف پڑھے اور دعا کرے اور جب خوب روشنی پھیل جائے تو منٰی کے لیے روانہ ہو اور جمرۂ عقبہ کو رمی کرے' پانچ ہاتھ کے فاصلہ سے سات کنکریاں مارے' ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے' رمی کے بعد قربانی کرے' پھر سر کے بال منڈوائے یا کٹوائے' منڈوانا افضل ہے' اگر بال کٹوائے تو ایک پورے کے برابر کٹوائے' چوتھائی سر کے بال کٹوانا واجب ہے' اس کے بعد وہ حلال ہو گیا اور بیوی سے جماع کے علاوہ اس پر ہر چیز حلال ہو گئی' پھر ایام نحر کے تینوں دنوں میں سے کسی دن مکہ جا کر طواف زیارت کر لے' اگر پہلے سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں رمل نہیں کرے گا' ورنہ پہلے تین چکروں میں رمل کرے اور سات چکر پورے کرے' دو رکعت نماز طواف پڑھے گا اور اس کے بعد سعی کرے گا' طواف زیارت کے بعد اس پر بیوی بھی حلال ہو جائے گی' اگر اس نے طوافِ زیارت کو قربانی کے تین دنوں کے بعد کیا تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور اس پر دم لازم آئے گا (طوافِ زیارت کا وقت ساری عمر ہے)۔ وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت کرنے کے بعد حج کے فرائض ادا ہو گئے۔ وقوفِ مزدلفہ' حج کی سعی اور رمی جمرات واجب ہیں' اسی طرح طوافِ صدر یا طوافِ وداع بھی واجب ہے۔ طوافِ وداع کے بعد حج کے تمام ارکان اور واجبات پورے ہو گئے اور حج مکمل ہو گیا' اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرے اور وہاں آٹھ نو دن قیام میں کوشش کرے کہ مسجد نبوی میں متواتر چالیس نمازیں پڑھے و[۳۱۶] حضرت ابن مسعود نے کہا: اس سے مراد عورتوں سے فحش کلام کرنا ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰) و[۳۱۷] فسق سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور جدال سے مراد بحث و مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور فحش باتیں نہیں کیں اور فسق نہیں کیا' وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو کر نکلے گا جس دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۱۶۱)

★ (بقیہ صفحہ ۴۹) میری زیارت کی۔ (سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۳۱۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲) اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (کامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۵' شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲' کنز العمال: ۴۲۵۸۳) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی اور کام کے صرف میری زیارت کے لیے آیا' مجھ پر واجب ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۲۲۵) و[۳۲۷] سدی بیان کرتے ہیں کہ اخنس بن شریق ثقفی بنو زہرہ کا حلیف تھا' وہ مدینہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور اسلام کا اظہار کیا' نبی ﷺ کو اس کی باتیں اچھی لگیں' اس نے کہا کہ میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اپنی بات میں سچا ہوں' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس سے اٹھا تو مسلمانوں کے کھیتوں اور گدھوں کے پاس سے گزرا' اس نے مسلمانوں کے کھیتوں میں آگ لگا دی اور ان کے گدھوں کی کونچیں کاٹ دیں' تب اس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۸۲۔ ۱۸۱) و[۳۲۸] مجاہد نے کہا: جو شخص کج بحث' ہٹ دھرم اور ظالم ہو وہ الدّ الخصام ہے' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض شخص الالد الخصام (بہت جھگڑا کرنے والا) ہے' اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تمہارے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو اور تمہارے ظلم کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ لڑتے رہو اور تمہارے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ باتیں کرتے رہو' ماسوا اس گفتگو کے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کی جائے' نیز آپ کا بیان ہے کہ جو بہت باتیں کرتا ہے وہ بہت جھوٹ بولتا ہے اور جو بہت قسمیں کھاتا ہے وہ بہت گناہ کرتا ہے اور جو بہت جھگڑا کرتا ہے اس کا دین سلامت نہیں رہتا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۳۹) و[۳۲۹] جب منافق سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو تو وہ ضد اور تکبر میں آ کر اور بڑھ چڑھ کر فساد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے' سو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے اس تکبر اور ضد و عناد کے سبب اس کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے' جو اس کے لیے انتہائی بُرا ٹھکانا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۰) "اللّٰہِ کُفْرًا" (ابراہیم: ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ نعمت کو بدلنے والے کفارِ قریش ہیں اور سیدنا محمد ﷺ اللہ کی نعمت ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۶) تمام نعمتوں کی اصل اور نعمتِ عظمیٰ سیدنا محمد ﷺ کا وجود مسعود ہے' بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے کی نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی' لیکن انہوں نے ناشکری کی اور آپ پر ایمان لانے کے بجائے آپ کا کفر کیا و[۳۳۶] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ بدلنے کا سبب یہ ہے کہ انسان کے قبضہ میں جو اس کی پسندیدہ' خوش نما اور دیدہ زیب چیزیں ہوتی ہیں وہ صرف انہی کو دیکھتا ہے اور دنیا کی زندگی کے ظاہری حسن و جمال اور وقتی فوائد کو دیکھتا ہے اور عقل کی آنکھوں سے ان چیزوں کی باطنی خرابیوں کو نہیں دیکھتا' دنیا کی رنگینیاں اور عیش و آرام انسان کے دل کو لبھاتے ہیں' شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا: "قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝" (الحجر: ۳۹) شیطان نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے' اس لیے میں ضرور زمین میں ان کے لیے (بُرے کاموں کو) مزین کر دوں گا اور میں ضرور ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۝ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کرنے کا سبب یہ ہے کہ شیطان نے ان کے لیے کفر اور بُرے اعمال کو مزین کر دیا ہے اور ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۳) زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے' پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم نازل ہو گئی' البتہ شتر سواری' گھوڑ سواری اور نیزے بازی میں سابقیت کی شرط لگانے کی رخصت ہے' جب کہ سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہ جانے والے کو نہ دیا جائے اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے وہ دے گا تو یہ ناجائز ہے اور اگر کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں کہ اگر وہ آگے نکل گیا تو لے گا اور اگر پیچھے رہ گیا تو کچھ

نہیں دے گا تو یہ جائز ہے اس دلیل کو نبی علیہ السلام نے تحلیل فرمایا۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۹) حضرت اقدس علامہ سعیدی ابقاہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علومہ الشریفۃ کی تصنیف شرح صحیح مسلم جلد رابع میں اس کی تفصیل موجود ہے ف۳۵۲ عفو کے تین معنی ہے: (۱) گناہ سے درگزر کرنا (۲) میانہ روی سے خرچ کرنا اور اس آیت میں یہی مراد ہے یعنی اللہ کی راہ میں میانہ روی سے خرچ کرو (۳) لوگوں کے ساتھ احسان کرنا' یہ معنی اس آیت میں ہے: ''اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' (البقرۃ: ۲۳۷) (یادخول سے پہلے مطلقہ عورت کو) شوہر بہ طور احسان نصف مہر سے زیادہ دے دے۔

★ (بقیہ صفحہ ۷۷) بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا تھا ف۷۴ سورۃ البقرہ کی آخر کی دو آیتوں کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی' اس میں سے دو آیتیں نازل کیں اور سورۃ البقرہ کو ان پر ختم کیا' جس گھر میں تین راتیں ان دو آیتوں کو پڑھا جائے گا' اس گھر میں شیطان نہیں ٹھہرے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۷۸) قد تمت السورة فالحمد لله الذي بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۸۷) اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں غور وخوض کرنا ممکن نہیں' پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انبیاء سابقین علیہم السلام پر نازل کی ہوئی کتابوں کے اسرار کو جان لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل فرمائی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۰) ف۷۷ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ تمام بنو اسرائیل کی طرف رسول تھے اور اس میں بعض یہودیوں کے اس قول کا رد ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک مخصوص قوم کے رسول تھے۔

★ (بقیہ صفحہ ۱۶۸) ان کی ہدی کو لوٹنا اور ان پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شعائر اللہ کو حلال نہ کرو' اور شعائر کا اطلاق مسلمانوں کی قربانیوں اور ان کی عبادتوں ہی کے لائق ہے' نہ کے کفار کی قربانیوں کے اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں' اور یہ بھی مسلمانوں کے لائق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵۴) ف۱ اس آیت میں قرینہ کی بناء پر امر استحباب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ امر کے مواضع استعمال اور امر کے مقتضیٰ اور امر سے متعلق مزید ابحاث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ ونفعنا من برکات علوم الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۸ تا ۴۳ ملاحظہ فرمائیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۲۷۶) کی وجہ سے نہیں ف۲۰ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا بیان فرمایا تھا اور چونکہ نبوت کا ثبوت الوہیت کے ثبوت پر موقوف ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی الوہیت اور توحید کا بیان فرمایا اور اس پر یہ دلیل دی کہ یہ آسمان' زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' وہ سب ایک نظم اور ایک طریقے پر ہیں' اس پوری کائنات کا نظام نظم واحد پر چل رہا ہے اور اس کائنات کا نظام واحد پر جاری رہنا' اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے' سو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۲۴) وہ تمہاری پاکیزگی حاصل کرنے کی تعریف فرماتا ہے' تم کس طرح پاکیزگی حاصل کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں اور کسی چیز کا پتا نہیں لیکن ہم نے دیکھا کہ ہمارے پڑوسی براز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سرینوں کو پانی سے دھوتے ہیں' پس ہم بھی اس طرح دھوتے ہیں جس طرح وہ دھوتے ہیں۔ (جامع البیان جز ۱۱ ص ۴۱' مسند احمد: ۱۵۴۸۵) ف۱۵۰ ان دو مسجدوں کے بنانے والوں میں سے ایک نے اپنی مسجد بنانے سے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا کا ارادہ کیا ہے اور دوسرے نے اپنی مسجد بنانے سے نافرمانی اور کفر کا ارادہ کیا' پس پہلی بنا نیک ہے اور اس کا باقی رکھنا واجب ہے اور دوسری بنا خبیث ہے اور اس کا گرانا واجب ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۲۸) (۳) بعید کی بہ نسبت انسان قریب کے حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے' سو مسلمانوں کو اپنے قریبی ممالک کی فوج کی تعداد' ان کے اسلحہ کی مقدار اور ان کے دیگر احوال کی معلومات بعید ممالک سے زیادہ ہوگی ف۱۷۲ ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقین کے بُرے کام بیان فرما رہا ہے اور ان برائیوں میں سے ایک بُرائی یہ ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا اور اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو ایمان سے متنفر کریں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لیے ان سے استہزاءً اس طرح کہتے ہوں۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۳۶) قادر نہیں ہے کہ ان کو چہرے کے بل چلائے' وہ ہر بلندی اور کانٹے سے اپنے چہروں سے بچ رہے ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۴۲) اس حدیث میں ان کی تذلیل اور تحقیر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے چہروں سے ہاتھوں اور پیروں کا کام لیں گے' کیونکہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا اور ان کو حسین صورت دی' انہوں نے اس ذات کے لیے اپنے چہرہ کو نہیں جھکایا تو قیامت کے دن وہ چہرہ ذلیل ہو کر پیروں کے کام کرے گا' جس سے وہ چل رہے ہوں گے اور ہاتھوں کے کام کرے گا جس سے وہ راستہ کی تکلیف دہ چیز کو ہٹائیں گے ف۳۸ اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں کفار کا حال مسلمانوں کے برعکس ہوگا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: اور ان کے چہروں پر سیاہی چھائے گی نہ ذلت' قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں میں بھی یہ بیان فرمایا ہے کہ ان (کفار) کے چہرے سیاہ ہوں گے: ''یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ الاٰیة'' (آل عمران: ۱۰۶) جس دن بہت چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے' رہے وہ چہرے جو سیاہ ہوں گے (تو ان سے کہا جائے گا:) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے۔ ''وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ'' (الزمر: ۶۰) اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا' آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۶۸) حضرت شعیب علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ف۹۸ اس کا معنی اس طرح ہے کہ یہ بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام روحانی اور جسمانی کمالات عطا کیے ہیں تو پھر کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اس کی وحی میں خیانت کروں اور اس کا پیغام تم تک نہ پہنچاؤں اور مجھے یہ کس طرح زیبا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قدر کثیر نعمتیں عطا فرمائے اور میں اس کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۸۹) حضرت یوسف وفات پا چکے تھے اور وہ فوت شدہ شخص کا بھی بُرائی کے ساتھ ذکر کرنے سے باز نہیں آئے اور یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی نبی نہ تھے' کیونکہ نبی اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے ف۸۴ ''شیخ کبیر'' کا معنی یا تو بہت بوڑھا ہے یا اس کا معنی ہے: وہ بہت قدر ومنزلت والا اور بہت دین دار ہے ف۸۵ پہلے تو حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کی طرف چوری کی نسبت کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی' پھر اس کے بعد نرمی اور عاجزی کا طریقہ اختیار کیا' وہ یہ اعتراف کر چکے تھے کہ جس شخص کے پاس چوری کا مال برآمد ہوا اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جاتا ہے۔ اب انہوں نے کہا: ہر چند کہ چور کی سزا یہی ہے لیکن اس کو معاف کرنا بھی جائز ہے یا پھر فدیہ دے کر اس کو چھڑا لینا بھی جائز ہے۔ آپ اس کے بدلہ میں ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے ف۸۶ انہوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا تھا کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں: (۱) اگر آپ نے ہماری درخواست قبول کر لی تو پھر آپ بہت نیکی کمائیں گے (۲) آپ نے چونکہ ہمارا بہت اعزاز واکرام کیا ہے اور ہمارے لیے بہت مال خرچ کیا ہے' ہمیں بہت وافر مقدار میں گندم دی ہے اور ہماری دی ہوئی قیمت بھی ہمیں واپس کر دی' یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۳۹۲) ف۱۰۴ یہودا' جب حضرت یعقوب کے پاس پہنچا تو اس نے وہ قمیص آپ کے چہرہ پر ڈال دی اور آپ اسی وقت بینا ہو گئے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور آپ کا سارا غم جاتا رہا اور آپ نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے' جن کا تم کو علم نہیں ہے۔ حضرت یعقوب کو معلوم تھا کہ حضرت یوسف کا خواب سچا ہے اور اس کی تعبیر ضرور پوری ہوگی ف۱۰۵ انہوں نے مغفرت کا اس لیے سوال کیا کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت ظلم کیے تھے اور اپنے باپ کو ان کی جدائی کے رنج و غم میں مبتلا کیا تھا' اور جو شخص کسی مسلمان کو ایذاء پہنچائے خواہ اس کی جان میں یا اس کے مال میں وہ ظالم ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مظالم کی تلافی کرے' اس کا جو مال چھینا ہے وہ اس کو واپس کرے اور اس کو جو رنج پہنچا ہے اس کا ازالہ کرے اور دنیا میں اس سے اپنا قصور معاف کرا لے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کی عزت یا اس کی کسی چیز پر ظلم کیا ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اس ظلم کی اس دن کے آنے سے پہلے تلافی کرے' جس دن اس کے پاس کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا' اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوا تو اس ظلم کے برابر وہ نیک عمل لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ اس کے اوپر لاد دیئے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۹)

★ (بقیہ صفحہ ۴۲۳) رسول اللہ ﷺ نے ''اصحاب الحجر'' کے متعلق فرمایا: اس قوم کے پاس سے سوائے روتے ہوئے نہ گزرنا' اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان کے پاس سے نہ گزرنا ورنہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوگا جیسا ان پر نازل ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۰۲) نیز آپ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ وادی حجر میں ٹھہرے' جو قوم ثمود کی سرزمین ہے۔ مسلمانوں نے اس کے کنویں سے پانی پیا اور اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا کہ انہوں نے کنویں سے جو پانی نکالا ہے اس کو انڈیل دیں اور گندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو یہ حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نکالیں' جس کنویں پر اونٹنی آیا کرتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۳۳۷۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رزق اور مال کو حتی الامکان ضائع نہیں کرنا چاہیے' نیز آپ نے فرمایا کہ جس کنویں پر اونٹنی آیا کرتی تھی' اس سے پانی نکالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا چاہیے خواہ اس پر صدیاں گزر چکی ہوں ف۴۰ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ وادیٔ حجر کے رہنے والوں نے تو صرف حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی' تمام رسولوں کی تکذیب تو نہیں کی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام جو پیغام لائے تھے اور جس دین کو انہوں نے پیش کیا تھا' تمام رسول وہی پیغام لائے تھے اور سب نے اسی دین کو پیش کیا تھا۔ اس لیے حضرت صالح علیہ السلام کا انکار کرنا گویا کہ تمام رسولوں کا انکار کرنا تھا۔ اس لیے اگرچہ انہوں نے صرف حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اصحاب الحجر نے رسولوں کی تکذیب کی ف۴۱ ''اصحاب الحجر'' یعنی قوم ثمود کو جو نشانیاں دیں' ان میں وہ اونٹنی ہے جو ان کی فرمائش پر حضرت صالح علیہ السلام نے چٹان سے نکالی اور اسی وقت اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا اور وہ بہت فربہ اور جسیم تھا اور وہ ایسی خوبصورت اونٹنی تھی کہ کوئی اونٹنی اس کی مثل نہ تھی۔ وہ اونٹنی بہت زیادہ دودھ دیتی تھی' حتیٰ کہ تمام قوم ثمود کو اس کا دودھ کافی ہو جاتا تھا۔ اس اونٹنی کے علاوہ حضرت صالح علیہ السلام کو اور بھی نشانیاں عطا کی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کے علاقے میں ایک کنواں تھا' وہ اونٹنی ایک دن میں اس کا سارا پانی پی جاتی تھی۔

★ (بقیہ صفحہ ۴۸۲) اور وسائل عطا کیے تھے' جن کی وجہ سے وہ تمام مشارق و مغارب کا حکمران ہو گیا تھا اور تمام ممالک اس کے تابع ہو گئے تھے اور عرب اور عجم کے تمام بادشاہ اس کے اطاعت گزار ہو گئے تھے ف۸۶ ذوالقرنین نے مغرب کی جانب سفر اختیار کیا حتیٰ کہ وہ ایسی جگہ پہنچ گیا' جہاں پر زمین اور خشکی کی حد ختم ہو گئی اور اس کے بعد سمندر تھا' وہ بحر الظلمات تھا' وہ تیونس' الجزائر' مراکش اور مغربی ممالک کو فتح کرتا ہوا پہنچا تھا اور اس نے وہاں سورج کو سیاہ دلدل میں غروب ہوتے دیکھا۔ ''عین'' کے معنی ہیں: چشمہ' اور ''حمئة'' کے معنی ہے: گارا' کیچڑ اور دلدل' اگر آپ شام کے وقت سمندر کے کنارے کھڑے ہوں اور دور جہاں آسمان اور سطح سمندر کے کنارے ملتے ہوئے نظر آئیں تو ایسا لگے گا جیسے سورج سمندر میں ڈوب رہا ہے' ورنہ حقیقت میں سورج زمین اور سمندر سے بہت بڑا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۴۸۶) (کتاب العقائد ص ۸) شیخ خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا' البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۳) شیخ سہارنپوری کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ کے مماثل اور مساوی ہیں۔ علماء اہل سنت کے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے' جو نبوت ہے۔ وہ حامل وحی ہوتے ہیں' فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں' اس لیے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت سے قطع نظر نفس بشریت میں مساوات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں' کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے۔ اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے' اس بحث کی مزید وضاحت کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''شرح صحیح مسلم'' ج ۵ ص ۸۷ تا ۱۰۸ کا ضرور مطالعہ فرمائیں ف۹۹ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب سے ملاقات کے دن سے ڈرتا ہے اور اپنے گناہوں سے خوف زدہ رہتا ہے اور اپنی عبادات پر ثواب کی امید رکھتا ہے' اس کو چاہیے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرے اور اپنی عبادت میں شرک جلی کرے نہ شرک خفی کرے' دنیا کی کسی چیز کے عوض اللہ کی عبادت نہ کرے' مثلاً اس نیت سے امامت' خطابت اور تعلیم دین نہ کرے کہ اس کے عوض اس کو مال دنیا حاصل ہوگا' نہ اس وجہ سے جہاد کرے کہ اس کے عوض اس کو مال دنیا حاصل ہوگا' صرف اللہ کی رضا کے لیے یہ عبادت کرے' پھر اگر اس کو کچھ نذرانہ دے دیا جائے تو اس کو منع نہ کرے۔ اس کی گزر اوقات کے لیے اس کو جو محنتانہ دیا جائے اس کو مسترد نہ کرے۔ اسی طرح اپنی تعریف اور مدح سرائی کے لیے کوئی عبادت نہ کرے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۴۹۹) قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کسی منصب پر فائز ہوا' پھر اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کے لیے ایک نیک وزیر بنا دیتا ہے' اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اگر اس کو یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ (سنن نسائی: ۴۲۱۵) ف۲۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال یہ تھا کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا جائے اور اس کا سبب یہ تھا کہ دین کے کاموں میں تعاون کرنا بہت قابل تعریف اور لائق تحسین منصب ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ یہ عظیم منصب ان کے بھائی کو حاصل ہو یا اس وجہ سے کہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بہت تعاون کرتے تھے ف۲۴ ''تسبیح'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کے افعال کی ان چیزوں سے براءت کی جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' خواہ دل میں اس براءت کا اعتقاد رکھا جائے یا زبان سے اس کی براءت کو بیان کیا جائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اس کو یاد کرنے کا بھی ذکر ہے ''ذکر'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور اس کی صفات جمال اور اس کی صفات جلال کو بیان کرنا' پس تسبیح کرنے کا معنی ہے: نامناسب صفات کی اس سے نفی کرنا اور ذکر کا معنی ہے:

اس کی شان کے لائق صفات کا ذکر کرنا۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۲۵) عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ''(العنکبوت: ۶۲) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے'' ''وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ'' (الطلاق: ۷) اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ۹۱ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو دعا قبول ہو اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا کیا جائے وہ حضرت یونس بن متی کی دعا ہے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' (الانبیاء: ۸۷)۔ (جمع الجوامع: ۲۹۸۲، سنن الترمذی: ۳۵۱۶) ۳۵ ''یحیٰی'' کا لفظ حیات سے بنا ہے اور حضرت یحییٰ کا نام یحییٰ رکھنے کی حسب ذیل وجوہات ہیں: (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی وجہ سے ان کی ماں کا بانجھ پن دور کر دیا گویا کہ وہ مکمل خاتون ہوگئیں (۲) قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کا دل ایمان اور اطاعت سے زندہ کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ مؤمن اور اطاعت گزاروں کو زندہ اور کافر اور عاصی کو مُردہ فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان اور اطاعت کو زندگی سے تعبیر فرمایا: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ'' (الانفال: ۲۴) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ' جب تمہیں رسول اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات آفریں ہو۔ اور کفار کو مُردہ فرمایا: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' (النمل: ۸۰) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے (۳) حضرت یحییٰ کو اللہ کی راہ میں ظلماً شہید کر دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کو زندہ فرمایا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۳۹) تفصیل وتحقیق کے لیے حضرت اقدس حفظہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف ''تبیان القرآن'' ج ۷ ص ۷۷۶ تا ۷۸۵ کا مطالعہ فرمائیں ۷۶ جن کے دلوں میں بیماری ہے' ان سے مراد منافقین ہیں جن کے دلوں میں شکوک وشبہات کی بیماری ہے' اور جن کے دل سخت ہو چکے ہیں' ان سے مراد کفار ہیں۔ شیطان نے یہ شبہات ڈالے تھے کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ دوزخ میں ''شجرة الزقوم'' ہے تو آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے' اس نے مچھر کی مثال کیوں دی ہے۔ اسی طرح دوسرے شبہات ڈالے جن کا بیان گزر چکا ہے' سو منافقین تو ان شبہات کی بنیاد پر اسلام کے خلاف مہم چلائیں گے اور کفار کو ان شبہات کی وجہ سے اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہنے کا اور موقع ملے گا۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۴۴) مقابلہ میں ان روایات کو ترک کر دیا جائے گا۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے علاوہ درج ذیل احادیث بھی اس بات پر دلیل ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن نوح کو بلایا جائے گا' وہ کہیں گے: اے میرے رب! میں حاضر ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے: ہاں' پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: آیا انہوں نے تبلیغ کی تھی' وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا' پھر اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا' وہ کہیں گے: (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آپ کی امت' پھر وہ گواہی دیں گے کہ نوح نے تبلیغ کی تھی' اور اس کی تصدیق اس آیت میں ہے: ''وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا'' (البقرہ: ۱۴۳)۔ (صحیح البخاری: ۴۴۸۷) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے' نیک اور بد' میں نے نیک اعمال میں یہ عمل پایا کہ راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دی جائے اور بُرے اعمال میں یہ پایا کہ مسجد میں ناک کی رینٹ ڈال دی جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۵۵۳) ۹۹ الحج: ۷۷ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عبادات کا حکم گزر چکا ہے' یہاں نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت کے پیش نظر ان کا پھر ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے اس آیت کی تفسیر میں احکام شرعیہ کی تعداد' ان کی تعریفات اور ان کی مثالیں وضاحت سے بیان کی ہیں' ملاحظہ ہو ''تبیان القرآن'' ج ۷ ص ۸۲۰ تا ۸۳۲۔ (وما توفیقی الا باللہ) قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۵۶۳) ۲۶ اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے زنا کی حرمت اور ممانعت سے شروع فرمایا ہے اور زنا کا مقدمہ یہ ہے: مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھے اور عورت اجنبی مرد کی طرف دیکھے' اس سے پہلی آیت میں مردوں کو اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس آیت میں عورتوں کو اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے' نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور آپ کی دوسری زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے' یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمیں حجاب میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس سے حجاب میں چلی جاؤ' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے' یہ تو ہم کو نہیں دیکھ سکے گا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں۔ (سنن الترمذی: ۲۷۷۸) اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن مجید نے مردوں کو اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ہے' اسی طرح عورتوں کو بھی اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۷۳) ان کو جزا اور انعام دینے کے لیے اور ان کی نافرمانی کرنے پر ان کو سزا اور عذاب دینے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مخلوق کا علم بھی ہو' ان پر قدرت بھی ہو۔ اس آیت کے پہلے جز میں فرمایا کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے' سب اللہ کی ملکیت میں ہے' اس میں تمام مخلوق پر قدرت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے جز میں فرمایا: اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے' اس میں تمام مخلوق کے علم کی تصریح ہے' اور جس کو تمام کائنات پر قدرت ہو اور جس کو تمام کائنات کا علم ہو' وہی اس لائق ہے کہ اس کو تمام کائنات کا خدا' خالق' مدبر اور سب کی عبادتوں کا مستحق قرار دیا جائے اور تسلیم کیا جائے اور اسی کی خدائی پر ایمان لایا جائے۔

قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۵۷۴) یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ تجارت اور کسب معاش کے لیے بازاروں میں چلتے تھے' ان کا یہ اعتراض بالکل لغو تھا' کیونکہ تجارت اور کسب معاش کے لیے بازاروں میں جانا مباح ہے' نیز جب نبی ﷺ کسب معاش کے لیے بازاروں میں گئے تو امت کے لیے کسب معاش کے لیے بازاروں میں جانے کا نمونہ فراہم ہو گیا اور تجارت کرنا سنت اور باعثِ ثواب ہو گیا۔ قابل اعتراض چیز بازاروں میں شور کرنا اور بدکلامی کرنا ہے' اور نبی ﷺ ان چیزوں سے پاک اور منزہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا: اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد' مبشر اور ان پڑھ قوم کی پناہ بنا کر بھیجا ہے' آپ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ نہ درشت کلام ہیں نہ بدزبان ہیں' نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں' نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہیں لیکن معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۸۳۸)

★ (بقیہ صفحہ ۵۷۵) آج تم ایک موت کی دعا نہ کرو' بہت سی موتوں کی دعا کرو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۶۶۸) ۱۵ آیت: ۱۵ میں فرمایا: آیا یہ دوزخ خیر ہے یا دائمی

جنت؟ خیر کا معنی ہے: زیادہ اچھی اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ بھی فی نفسہ اچھائی ہے لیکن جنت زیادہ اچھی ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کفار کے علم اور ان کے اعتقاد کے موافق کلام فرمایا ہے کیونکہ کفار دوزخ میں جھونک دیئے جانے والے کام کرتے تھے گویا وہ سمجھتے تھے کہ دوزخ میں بھی اچھائی ہے' اس لیے فرمایا کہ بتاؤ! دوزخ زیادہ اچھی ہے یا دائمی جنت۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۷۹) سخت سلوک تھا' جو میں نے آپ کے ساتھ دیکھا تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۱۹۷) ف۴۴ قتادہ نے کہا: اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر اس چیز پر سوار ہو جاتا ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے اور جس کام کو چاہتا ہے' وہ کام کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اور تقویٰ اس کو کسی ناجائز کام کے ارتکاب سے نہیں روکتا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۸ ص ۲۷۰۰)

★ (بقیہ صفحہ ۵۸۰) والا ہوا اس آیت سے معلوم ہوا کہ بارش کا پانی طاہر اور مطہر ہے' قرآن مجید میں ہے: ''وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ'' (الانفال: ۱۱) یعنی ہے جس نے آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تاکہ تمہیں اس سے پاک کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور کہا: یارسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تھوڑا پانی ہوتا ہے' اگر ہم اس پانی سے وضو کرلیں تو ہم پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سمندر کا پانی طہور (پاک کرنے والا) ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن الترمذی: ۶۹) ف۴۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر آنے والے سال گزشتہ سال سے زیادہ بارش ہوتی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ بارش کو اپنے بندوں پر مختلف علاقوں میں گردش دیتا رہتا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۵۲۴۷)

★ (بقیہ صفحہ ۵۸۱) کا پیغام پہنچایا ہے' میں اس پر کسی دنیاوی اجر کا طالب نہیں ہوں' ہاں! اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا چاہے تو وہ خرچ کرسکتا ہے' یا اگر کوئی شخص میرے طریقہ کی اتباع کر کے دین و دنیا کی بھلائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کرسکتا ہے ف۵۳ ''تـوکـل'' کا معنی اعتماد کرنا اور سپرد کرنا ہے' اور کسی معاملہ میں اللہ پر توکل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس میں اللہ پر اعتماد کیا جائے۔ (النہایہ ج ۵ ص ۲۲۱) توکل کے متعلق تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف ''تبیان القرآن'' ج ۲ ص ۴۳۱ تا ۴۳۹ کو ملاحظہ کیجئے۔

★ (بقیہ صفحہ ۵۹۱) ف۴۶ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر عتاب نہیں فرمائے گا' اس کے باوجود انہوں نے اظہار عبودیت کے لیے اور دوسروں کو اس دعا کی ترغیب دینے کے لیے یہ دعا فرمائی ف۴۷ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان نہ لایا تو اس کا مال اور اس کی اولاد اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکیں گے یا وہ اپنے مال اور اپنی اولاد کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا ورنہ مومن جو مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے' وہ مال اس کو آخرت کے عذاب سے بچاتا ہے' قرآن مجید میں ہے: ''اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO'' (البقرہ: ۲۷۱) اگر تم علی الاعلان صدقہ و خیرات کرو تو وہ بھی اچھا ہے' اور اگر تم چھپا کر فقراء کو صدقہ دو تو وہ بھی اچھا ہے' اللہ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO آخرت میں اولاد کی نفع رسانی کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو تین کے سوا اس کے باقی سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے (۳) اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۳۱) ف۴۸ ''متقین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر اور شرک سے مجتنب ہوں اور وہ مسلمان جو گناہ کبیرہ سے مجتنب ہوں' اور متقین کا اعلیٰ درجہ وہ مسلمان ہیں جو گناہ صغیرہ' خلاف سنت اور خلاف اولیٰ سے بھی مجتنب ہوں ف۴۹ ابلیس کے سارے لشکر سے مراد جن وانس میں سے اس کے پیروکار ہیں' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد شیاطین ہیں' کیونکہ شیاطین ہی نے مشرکوں کو بتوں کی عبادت کرنے پر اکسایا تھا' اور اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکین جن کے بہکانے اور ورغلانے میں آ کر بتوں کی عبادت کرتے تھے' آج وہ بہکانے والے' وہ بت اور ان کی پرستش کرنے والے سب دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۰۰) کیونکہ وہ نبی ﷺ کی عزت کا دفاع کرتے تھے۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۶۰۱) اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ف۸ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نداء سنتا ہے اور اس کے جمال کے انوار کا مشاہدہ کرتا ہے' اس کو ہر اس چیز کو پھینک دینا چاہیے' جس کا وہ اللہ کے سوا سہارا لیتا ہو اور اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے فضل و کرم کے سوا اور کسی چیز کا سہارا نہ لے ف۹ اس آیت میں ''جآن'' کا لفظ فرمایا ہے' جس کا معنی سانپ ہے' ایک اور سورت میں ''ثعبان'' فرمایا' جس کا معنی اژدھا ہے: ''فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌO'' (الاعراف: ۱۰۷' الشعراء: ۳۲) سو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا' پس اچانک وہ صاف صاف اژدھا تھاO ایک اور جگہ فرمایا ہے: ''فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰىO'' (طٰہٰ: ۲۰) سو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو یکایک وہ سانپ بن کر دوڑنے لگاO ''حیّۃ'' اور ''جآن'' کے معنی سانپ ہیں' وہ چونکہ تیزی سے حرکت کرتا ہوا پھر رہا تھا' اس لیے اس کو ''حیّۃ'' اور ''جآن'' فرمایا' اور الاعراف اور الشعراء میں اس کو ''ثعبان'' فرمایا کیونکہ جسامت میں وہ اژدھا کے برابر تھا' دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ عصا ظاہری طور پر اس وادی میں سانپ کی صورت بن گیا اور فرعون کے دربار میں اس کو خوف زدہ کرنے کے لیے اژدھا کی صورت بن گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے سوا کسی چیز پر تکیہ اور اعتماد کرتا ہو' وہ تکیہ اور سہارا اس کے حق میں سانپ اور اژدھا ہوتا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۰۸) اور اگر یہ اسم تفضیل کے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا: کیا اللہ کی عبادت کا ثواب بہتر ہے یا اس کا شریک بنانے کا عذاب۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کے اعتقاد کے اعتبار سے خطاب کیا گیا ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ بتوں کی عبادت کرنے میں اچھائی اور بہتری ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۰۴)

★ (بقیہ صفحہ ۶۱۶) ان کی تخلیق کامل ہوگئی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو جہاں تک بنانا تھا وہاں تک بنا دیا (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عام طور پر انسان اٹھارہ سال سے تیس سال تک ''اشـد'' ہوتا ہے اور اس کی قوت اور جسامت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور تیس سال سے چالیس سال کی عمر تک اسی حالت پر قائم رہتا ہے' اس کی جسامت اور قوت میں نہ زیادتی ہوتی ہے نہ کمی (یعنی یہ استواء ہے) اور چالیس سال سے اس کی جسامت اور قوت میں کمی ہونا شروع ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۸۳) ف۱۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ان کی عمر چالیس سال ہوگئی' اور ''حکم'' سے مراد ہے: وہ حکمت جو ان کو نبوت سے پہلے دی گئی' اور ''علم'' سے مراد ہے: دین کی فقہ' امام محمد بن اسحاق نے کہا: ان کو ان کے دین اور ان کے آباء کے دین کا علم دیا گیا' اور بنی اسرائیل میں سے نو آدمی تھے جو ان کے احکام سنتے تھے اور ان کی اقتداء کرتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے اور یہ ان کو مبعوث کیے جانے سے پہلے کا معاملہ تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۳۹)

★ (بقیہ صفحہ ۶۳۱) گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے' آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا' پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا' جس پر لکھا ہوگا: ''اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه واشهد ان

محمداً عبدہ ورسولہ'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم میزان پر حاضر ہو وہ کہے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے ایک ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے (ننانوے) رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا' پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا' سو اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔ (سنن ترمذی: ۲۶۳۹) ف۵۷ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو اس بشارت کے ساتھ ختم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کر کے مکہ کی طرف لوٹائے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ ''معاد'' سے مراد جنت ہے لیکن راجح یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۴۰) اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ حصہ دوم ص ۳۰۸۳) ف۳۸ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور ان میں مؤمنین کے لیے حق کو مستور رکھا کیونکہ مؤمنین کاملین اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں' ان کو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال کا عکس نظر آتا ہے' وہ اس کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہوتے ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۶۷) مسلمانوں کی بہ نسبت نبی ﷺ ان حقوق کی ادائیگی کے زیادہ قریب ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اگر کوئی شخص فوت ہوتا جس پر قرض ہوتا تو نبی ﷺ سوال کرتے تھے: آیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے فاضل مال چھوڑا ہے' اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو نبی ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم خود اس کی نماز جنازہ پڑھ لو' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ کثرت فتوح عطا کیں' تو آپ نے فرمایا: میں مسلمانوں کی جانوں کا ان کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہوں' سو مسلمانوں میں سے جو شخص قرض چھوڑ کر مرا' اس کو میں ادا کروں گا اور جو مال چھوڑ کر مرا وہ مال اس کے وارثوں کا ہو گا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۸) ف۸ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو یہ شرف عطا کیا کہ ان کو مؤمنین کی مائیں قرار دیا' یعنی ان کی تعظیم اور ان کی بزرگی اور ان کا ادب و احترام مسلمانوں پر اس طرح لازم ہے جس طرح اپنی ماؤں کا ادب و احترام لازم ہوتا ہے اور جس طرح ماں محرم ہے اور اس سے نکاح حرام ہے' اسی طرح نبی ﷺ کی ازواج سے نکاح کرنا امت پر حرام ہے' قرآن مجید میں ہے: ''وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا'' (الاحزاب: ۵۳) اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ نبی کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۷۲) انبیاء علیہم السلام پر مواخذہ ان کے متبعین سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور علماء کا مواخذہ عوام سے زیادہ سخت ہے' اسی طرح نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا مواخذہ تمام عورتوں سے زیادہ سخت ہے' اور ان میں جو نیک عمل کرتی ہیں' ان کا اجر و ثواب بھی عام عورتوں کی بہ نسبت دگنا ہوتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۳۱۲۸)

★ (بقیہ صفحہ ۶۸۷) بھی عبادت کی جائے' وہ باطل اور عبث ہے ف۲۱ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار کے معبود اللہ تعالیٰ کے حضور کفار کی شفاعت نہیں کر سکیں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس دلیل سے بیان فرمایا ہے کہ کسی شخص کو بھی شفاعت سے جب نفع حاصل ہو گا جب اللہ تعالیٰ اس کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بھی شفاعت کریں گے اور یہ ظاہر ہے کہ ان کو کفار کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا○'' (النبأ: ۳۸) جس دن جبریل اور سب فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور صرف وہی شخص کلام کرے گا جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو گی اور اس نے صحیح بات کہی ہو گی○ اور کفار کے لیے شفاعت کرنا صحت اور صواب سے بہت دور ہے' اور جب انبیاء اور ملائکہ کو کفار کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو بتوں کو ان کے لیے شفاعت کی اجازت دینا بہت دُور کی بات ہے' پس دلیل سے واضح ہو گیا کہ کفار کے لیے کسی کا بھی شفاعت کرنا ممکن نہیں ہے ف۲۲ اس آیت کا ظاہر محمل یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کے طالبین فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت کو طلب کریں گے' وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کا مدعا عرض کریں گے اور جب اللہ تعالیٰ ان سے طالبین شفاعت کے متعلق کلام فرمائے گا تو اس کے کلام کا رعب اور جلال ان کے دلوں پر چھا جائے گا اور وہ گھبرا جائیں گے' اور جب ان کے دلوں سے دہشت دور ہو گی تو طالبین شفاعت ان سے پوچھیں گے: آپ کے رب نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہیں گے: اس نے حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند اور بہت بڑا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۹۵) فلہٰذا کلام طیب ہی اعمال صالحہ سے افضل ہے اور کلام طیب ہی کی وجہ سے اعمال صالحہ اوپر چڑھتے ہیں نہ کہ اعمال صالحہ' کلام طیب کو اوپر چڑھاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۲۲۶' روح المعانی جز ۲۲ ص ۲۵۹) ف۱۴ اس آیت میں ''مکر'' کا لفظ ہے' جس کا ترجمہ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ نے سازش کیا ہے' کیونکہ ''مکر'' کا معنی ہے: کسی کے خلاف خفیہ تدبیر کرنا' یا کسی کے خلاف دھوکا اور فریب کرنا یا کوئی خفیہ تدبیر کر کے کسی شخص کو اس کے مقصد سے ہٹا دینا' اس آیت میں ان کے مکر اور ان کی سازش پر سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے' اس مکر اور سازش کے متعلق امام ابو العالیہ نے لکھا ہے کہ اس مکر سے مراد وہ سازش ہے جس کی انہوں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا' جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۚ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ○'' (الانفال: ۳۰) اور یاد کیجئے جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کریں یا آپ کو قتل کریں یا آپ کو جلا وطن کر دیں اور وہ اپنی سازش میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا' اور اللہ سب سے خفیہ تدبیر کرنے والا ہے○ اور اس آیت میں ''یبور'' کا لفظ ہے' جس کا مصدر ''بور'' ہے' اس کا معنی ہلاک کرنا ہے' یہاں اس سے مراد ان کی سازش کا ناکام ہونا ہے ف۱۵ قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے: حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور تم کو پیدا کرنے سے مراد ہے: تمہاری اصل کو مٹی سے پیدا کیا' حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔ (سنن الترمذی: ۳۲۷۰) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا' پھر ان کی اولاد کو توالد اور تناسل کے ذریعہ نطفہ سے پیدا فرمایا۔

★ (بقیہ صفحہ ۶۹۹) اس قابل نہ تھے کہ ہم کو یہ مقام عطا کیا جاتا' نہ ہم جنت کے مستحق تھے' یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ محض اس کا فضل ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک اور درست عمل کرو اور یقین رکھو تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۴) ف۳۵ اس آیت میں ''نصب'' اور ''لغوب'' کے الفاظ ہیں اور ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: تھکاوٹ' یعنی ان کو جسمانی تھکاوٹ ہو گی نہ روحانی' وہ دنیا میں عبادت کی مشقت برداشت کر کے اپنے جسموں کو تھکاتے تھے اور نفسانی خواہشوں کو ترک کر کے اپنے نفسوں کو رنج میں مبتلا کرتے تھے' اس کی جزا میں قیامت کے دن ان کو جسمانی تھکاوٹ ہو گی نہ نفسانی قلق

ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ O'' (الحاقۃ: ٢٤) خوشی سے کھاؤ اور پیو کیونکہ تم نے گزشتہ زمانے میں نیک کام کیے تھے O

★ (بقیہ صفحہ ٧٠٨) ازواج کی طرف اور اپنی نعمت کی طرف اور اپنے خادموں کی طرف اور اپنی مسہریوں کی طرف' اور اہل جنت میں سے جو اللہ کے نزدیک مکرم ہوگا وہ ہر صبح و شام کو اللہ عزوجل کے چہرہ کی طرف دیکھے گا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کو پڑھا: ''وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ O'' (القیامۃ: ٢٣-٢٢) اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے O وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے O (سنن ترمذی: ٢٥٥٣) ف٣٥ اس آیت میں ''وامتازو'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر امتیاز ہے' امتیاز اور تمیز کا معنی ہے: مشابہ اور ملی جلی چیزوں کے درمیان فصل اور تفریق کرنا اور ان کو جدا جدا کرنا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجرموں کو جو الگ الگ اور متفرق ہونے کا حکم دے گا' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ محشر میں مؤمن اور کافر' موحد اور مشرک' مخلص اور منافق' فاسق اور صالح ملے جلے کھڑے ہوں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایک فریق کو دوسرے فریق سے الگ اور جدا کر دے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ O'' (الروم: ١٤) اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو) سب جماعتیں الگ الگ ہو جائیں گی O

★ (بقیہ صفحہ ٧٢٦) ف٢٣ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا' وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی ہے اور مغفرت اس وقت طلب کی جاتی ہے جب کوئی گناہ ہو چکا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی گناہ کیا تھا' جس پر انہوں نے استغفار کیا تھا' امام رازی اس کے جواب میں فرماتے ہیں: انسان اس حال سے خالی نہیں ہے کہ اس سے کوئی افضل اور اولیٰ کام ترک ہو جاتا ہے' اس وقت وہ مغفرت طلب کرنے کا محتاج ہوتا ہے' کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک برائیوں کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ (تفسیر کبیر ج٩ ص ٣٩٤)

★ (بقیہ صفحہ ٧٢٨) مؤمن مرتکب کبیرہ کے صرف عمل میں ''طغیان'' ہے' عقیدہ میں ''طغیان'' نہیں ہے اور کافر کے عقیدہ میں بھی ''طغیان'' ہے اور عمل میں بھی ''طغیان'' ہے اس لیے ''طاغین'' سے مراد صرف کفار ہیں (٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہے: جن لوگوں نے اللہ کے احکام سے تجاوز کیا اور سرکشی کی اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی' ان کے لیے سب سے برا ٹھکانا ہے ف٣٦ ''غساق'' کی تفسیر کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ''غساق'' کا ایک ڈول دنیا میں الٹ دیا جائے تو تمام دنیا بدبودار ہو جائے۔ (سنن الترمذی: ٢٥٨٤) ف٣٧ ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: فوج سے مراد وہ قوم ہے' جو گروہ در گروہ داخل ہوتی ہے' اس کی نظیر یہ آیت ہے: ''قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ O'' (الاعراف: ٣٨) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے جو فرقے دوزخ میں داخل ہو چکے ہیں' ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ' جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں داخل ہوگا' وہ اپنی مثل دوسرے گروہ کو لعنت کرے گا' حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلے والے لوگوں کے متعلق کہیں گے: اے ہمارے رب! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا' سو تو ان کو دوزخ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: سب ہی کا دگنا عذاب ہے لیکن تم کو علم نہیں ہے O

★ (بقیہ صفحہ ٧٣٣) اور تقویٰ کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ خلاف سنت اور خلاف اولیٰ کا ارتکاب نہ کریں ف١٤ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مسلمان کافروں کے ملک میں ہوں اور وہاں ان کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو اور وہاں رہنے کی وجہ سے ان کے ایمان' ان کی عزت اور ان کی جان کو خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے' وہ کافروں کے ملک سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے ملک میں چلے جائیں یا کسی ایسے کافر ملک میں چلے جائیں جہاں انہیں اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہو اور کوئی خطرہ نہ ہو ف١٥ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت حساب سے کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو حساب سے اجر دے گا' مثلاً اس کی زکوٰۃ ٢٥٥ روپے بنتی ہے تو وہ ٢٥٥ روپے ہی اللہ کی راہ میں دے گا' ٢٥٦ روپے نہیں دے گا اور اس کا صدقہ فطر ٣١ روپے بنتا ہے تو وہ ٣١ روپے ہی دے گا' ٣٢ روپے نہیں دے گا' اس کے ذمہ ایک جانور کی قربانی ہے تو وہ ایک جانور ہی کی قربانی کرے گا' دو جانوروں کی قربانی نہیں کرے گا' وہ پانچ وقت کی فرض نمازیں ہی پڑھے گا' اس سے زائد نمازیں نہیں پڑھے گا' اسی طرح ایک ماہ کے فرض روزے ہی رکھے گا' اس سے زیادہ روزے نہیں رکھے گا' صرف ایک فرض حج ادا کرے گا اس کے بعد حج نہیں کرے گا' سو جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت حساب سے کرے گا وہ اس کو حساب سے اجر دے گا اور جو اللہ کی عبادت بے حساب کرے گا اس کو وہ بے حساب اجر دے گا' وہ زکوٰۃ' نماز' روزہ اور حج میں حساب نہیں رکھے گا' وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے گا اور اس کی عبادت کرتا رہے گا' خواہ مقدار فرض سے کسی قدر زیادہ ادا ہو جائے ف١٦ اس آیت میں ایک تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرا یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی عبادت شرک جلی اور شرک خفی سے خالص ہونی چاہیے اور اس میں کئی فوائد ہیں: (١) گویا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میں ان جابر اور متکبر بادشاہوں میں سے نہیں ہوں جو لوگوں کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ میں تم کو جس چیز کا حکم دیتا ہوں سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتا ہوں (٢) پہلے عبادت کرنے کا ذکر کیا اور پھر اخلاص کا ذکر کیا' کیونکہ عبادت ظاہری اعضاء اور ارکان سے ہوتی ہے اور اخلاص کا تعلق دل سے ہے ف١٧ یعنی اس امت میں مجھے سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا گیا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا ہے' اس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے' کیونکہ رسول کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہوتی ہے' اس لیے سب سے پہلے اس پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت واجب ہوگی۔

★ (بقیہ صفحہ ٧٣٦) نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔ (جمع الجوامع: ٤٩٩٠) نبی اکرم ﷺ کی حیات پر مزید دلائل اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں تفصیلی بحث کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تفسیر ''تبیان القرآن'' ج١٠ ص ٢٢٧ تا ٢٤٩ کا مطالعہ فرمائیں۔

★ (بقیہ صفحہ ٧٥٦) اس کے اعضاء متناسب ہیں' وہ سر اٹھا کر چلتا ہے اور اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر اپنے منہ تک لے جاتا ہے' اپنے منہ کو کھانے تک نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O'' (التین: ٤) بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا O انسان کے اعضاء کو نہایت تناسب کے ساتھ بنایا ہے' اس کے دو' دو عضو بنائے ہیں اور ان میں مناسب فاصلہ رکھا ہے' اور انسان کو حواسِ خمسہ ظاہرہ کے علاوہ حواسِ خمسہ باطنہ بھی دیئے ہیں' اس میں عقل' تدبر اور فہم و فراست رکھی ہے' حدیث میں ہے: ابن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑے تو چہرے (پر مارنے) سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ٦٥٣٢) اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت کی نسبت جو اپنی طرف کی ہے' یہ تشریف' تکریم اور عزت افزائی کے لیے ہے' یہ دوسری نعمت کا ذکر ہے' اور تم کو طیب اور طاہر چیزوں سے رزق دیا جاتا ہے' یہ انسان کے اوپر تیسری نعمت کا ذکر ہے' طاہر اور طیب میں فرق ہے' طاہر اس چیز کو کہتے ہیں جس میں ظاہری نجاست نہ ہو اور طیب اس چیز کو کہتے ہیں جس میں معنوی اور باطنی نجاست نہ ہو' اللہ تعالیٰ خود طیب ہے' اس لیے اس نے ہم کو رزق بھی حلال اور طیب عطا فرمایا

ہے ف۵۵ یعنی جس ذات نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہی تمہارا رب ہے' وہ اپنی ذات اور صفات میں شرک سے منزہ ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۷۶۰) لوگوں کے لیے بیان فرمار ہے ہیں اور ان کو صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں O ف۲ کافروں نے قرآن مجید کے پیغام پر کان نہیں دھرا اور اس سے اعراض کیا' بہ ظاہر وہ قرآن مجید کو سنتے ہیں لیکن وہ اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور ہدایت یافتہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دے' وہ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ شکوہ کافروں سے تھا کہ وہ قرآن سے اعراض کرتے ہیں' لیکن اب اکثر مسلمانوں نے بھی عملاً قرآن کریم سے اعراض کیا ہوا ہے' وہ قرآن مجید کو اللہ کا کلام مانتے ہیں' اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں' مخمل کے غلاف میں اس کو لپیٹ کر رکھتے ہیں' لیکن اس کی تلاوت نہیں کرتے' کوئی عزیز فوت ہو جائے تو بس سورۂ یٰسین کی تلاوت کر لیتے ہیں' یا کسی مدرسہ کے کچھ طلبہ بلوا کر ختم قرآن کرا لیتے ہیں' اس کے معانی کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے' اس کے احکام پر عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۷۸۱) لیکن اس دنیا میں اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کی اپنی ذات کی طرف رہ نمائی کرتا ہے جنہوں نے اس معرفت کو سلامت رکھا ہے اور اس معرفت کو جہالت' اندھی تقلید اور عناد سے ضائع نہیں کیا ف۵ اس کا معنی یہ ہے کہ زمین کو تمہارے لیے پھیلا دیا تا کہ تم اس پر استقرار کر سکو اور زمین کو تمہارے لیے مسکن بنا دیا تا کہ تم اس پر بیٹھ سکو اور سو سکو اور تم اس پر اس طرح کروٹیں بدل سکو جس طرح تم اپنے بستر پر کروٹیں بدلتے ہو اور اس زمین میں تمہارے لیے متعدد راستے بنا دیئے' تا کہ تم کسی جگہ سفر پر روانہ ہو تو سہولت سے اپنی منزل تلاش کر سکو اور اپنے مقاصد حاصل کر سکو۔

★ (بقیہ صفحہ ۷۸۷) کوئی خیر نہیں ہے اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت میں بھی کوئی خیر نہیں ہے' اس پر عبادت کرنے والوں کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا' رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جس کی عبادت کی گئی ہے اس سے بھی مواخذہ ہوگا اور اس کی گرفت ہوگی' اس لیے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی زد نہیں پڑتی اور کفار قریش کا اس پر شور مچانا اور بغلیں بجانا بالکل فضول اور لایعنی تھا' قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ؟ حضرت عیسیٰ عرض کریں گے: تو سبحان ہے! میرے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں ہے' اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھ کو اس کا علم ہوتا' تو جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے دل میں کیا ہے' بے شک تو تمام غیوب کا جاننے والا ہے O (المائدہ:۱۱۶) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس سے زائد کوئی معاملہ نہیں کیا کہ ان سے صرف اس بابت پوچھا ف۱۳ ان کی مراد یہ تھی: ہمارے معبود حضرت عیسیٰ سے بہتر نہیں ہیں' پس حضرت عیسیٰ (العیاذ باللہ) دوزخ کا ایندھن بنیں گے تو ہمارے معبودوں کا معاملہ تو آسان ہے۔

(مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ۴ ص ۱۰۸)

★ (بقیہ صفحہ ۷۹۲) باقی رہا یہ کہ اللہ سبحانہ کو تو پہلے سے ہی معلوم تھا کہ فرعون کی قوم ایمان نہیں لائے گی' وہ اس قوم کو ویسے ہی ہلاک کر دیتا' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر اس کا امتحان لے لیا تا کہ قیامت کے دن وہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجا ہی نہیں' اگر ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجا جاتا تو ہم اس پر ایمان لے آتے اور دنیا میں غرق کیے جانے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچ جاتے ف۸ مجاہد نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میرے ساتھ اللہ کے بندوں کو بھیج دو اور تم نے ان کو غلام بنا کر ان کو جس جسمانی مشقت اور عذاب میں ڈال رکھا ہے' اس سے ان کو نجات دے دو ف۹ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: اگر تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور میرے دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو مجھ کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ ف۱۰ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان کی طرف یہ وحی کی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' یعنی بنو اسرائیل میں سے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں اور راتوں رات کا مطلب ہے: صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نکل جاؤ۔

★ (بقیہ صفحہ ۷۹۶) کیونکہ وہ تکبر کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے اور ان آیات کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتے' اس آیت کی وعید کے خطرہ میں وہ لوگ بھی ہیں جو حضور قلب کے بغیر بے توجہی اور بے دھیانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یا قرآن مجید کی تلاوت کو سنتے ہیں ف اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس نے سمندر میں کشتیوں کو رواں دواں رکھنے کے لیے سمندر کو تمہارے فوائد کے لیے مسخر کر دیا ہے اور اس کی تسخیر مزید حسب ذیل کاموں پر موقوف ہے: (۱) ہواؤں کو اس سمت پر چلانا جس سمت پر کشتی جا رہی ہو کیونکہ اگر ہوا مخالف ہو تو کشتی کا سفر دشوار ہوگا (۲) پانی کو اس کیفیت پر برقرار رکھنا کہ کشتی پانی کی سطح پر ٹھہر سکے اور سفر کر سکے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوہے کا معمولی سا ٹکڑا پانی میں ڈوب جاتا ہے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں ٹن کے بحری جہاز سطح سمندر پر سفر کرتے رہتے ہیں' پس سبحان ہے وہ ذات جو لوہے کے معمولی سے ٹکڑے کو سطح آب پر ٹھہرنے نہیں دیتا اور ہزاروں ٹن وزنی بحری جہازوں کو سمندر میں رواں دواں رکھتا ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے ہی وہ ایندھن پیدا کیا ہے جس سے دخانی کشتیوں کا انجن اور موٹر چلتا ہے' اس نے زمین میں قدرتی گیس پیدا کی اور تیل پیدا کیا' جس سے بحری جہاز کے انجن چلتے ہیں اور اس نے یورینیم پیدا کیا جس سے ایٹمی بحری جہاز چلتے ہیں (۴) اس نے انسان کو ایسی عقل اور فہم عطا کی جس نے بحری جہازوں کے انجن بنائے اور قدرتی گیس' تیل اور یورینیم کو بہ طور ایندھن استعمال کرنے کی استعداد اور صلاحیت عطا کی' ایک دور میں انسان چپوؤں سے کشتی چلاتے تھے' پھر ہوا کی طاقت سے اور اس کے زور سے بادبانی جہاز چلانے لگے' پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی دماغ کو مزید ترقی کی راہ پر ڈالا' وہ انجن سے جہاز چلانے لگے اور تیل اور گیس کو بہ طور ایندھن استعمال کرنے لگے اور اب یورینیم کی طاقت سے ایٹمی انجن سے بحری جہاز چلائے جاتے ہیں' پس سبحان ہے وہ ذات جس نے زمین میں ان چیزوں کو پیدا کیا اور انسان کو ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی سمجھ اور صلاحیت عطا کی۔ ''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا''۔ (آل عمران:۱۹۱)

★ (بقیہ صفحہ ۸۰۹) محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں جنت کے راستہ کی طرف ہدایت دے گا یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اللہ کے راستہ میں کافروں سے جہاد کے لیے نکلے' ان میں سے جو قتل کر دیئے گئے ان کو تو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا اور جو باقی رہ گئے' ان کو اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائے گا' اس کے دو محمل ہیں: (۱) ان کے مصائب اور ان کی پریشانیوں کو ان سے دور فرمائے گا (۲) ان سے جو گناہ سرزد ہو گئے ان کو معاف کر دے گا۔ اور اگر اس کا تعلق شہداء سے ہو تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو منکر اور نکیر کے جواب میں ہدایت پر رکھے گا اور قبر میں ان کے لیے آسانیاں اور راحتیں مہیا فرما دے گا ف یعنی ان شہداء میں سے ہر ایک جنت میں اپنے مقام کو اس طرح پہچاننے والا ہوگا' جس طرح جمعہ پڑھنے کے بعد نمازی جب زمین میں پھیل جاتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اپنے ٹھکانے اور اپنے گھر کا پتا ہوتا ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۱۳) اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں ایسی آیات نازل فرما دیں جن سے ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا ف۲۹ حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بھی پوشیدگی میں کوئی کام کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے آثار اور اس کی زبان کی لغزشوں سے اس کام کو ظاہر فرما دیتا ہے'

حدیث میں ہے: حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی کام کو پوشیدگی سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی چادر پہنا دیتا ہے اگر وہ اچھا کام ہو تو اچھی چادر اور برا کام ہو تو بری چادر۔ (المعجم الکبیر: ۱۷۰۲) اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے "مسند احمد" کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں' سو میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے' پھر فرمایا: اے فلاں! تم کھڑے ہو' اے فلاں! تم کھڑے ہو' حتیٰ کہ آپ نے چھتیس آدمیوں کا نام لیا' پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں' سو تم اللہ سے ڈرو' پھر حضرت عمر کا ان میں سے ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا' جن کا آپ نے نام لیا تھا' حضرت عمر اس کو پہچانتے تھے' انہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے یہ حدیث بیان کی' حضرت عمر نے فرمایا: تمہارے لیے سارا دن دوری ہو۔ (مسند احمد: ۲۲۳۴۸)

★ (بقیہ صفحہ ۸۱۸) اس کو قتل کرو۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۰۷) بعض مخالفین اسلام اور مستشرقین قتل مرتد کے حکم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فکر کو علی الاطلاق اور بے لگام نہیں چھوڑا' مثلاً اگر کسی شخص کا یہ نظریہ ہو کہ زنا کرنا اور چوری کرنا درست ہے تو کیا اس کو مسلمان لڑکیوں سے بدکاری کرنے اور مسلمانوں کے اموال چرانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ اور اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ قتل کرنا درست ہے تو اس کو قتل کرنے کے لیے بے مہار چھوڑ دیا جائے گا اور اگر ان اخلاقی مجرموں کو سزا دی جائے تو کیا یہ آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہوگا؟ ف۱۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا O" (الفتح: ۱۶) اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے تم روگردانی کرتے رہے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا O تو جو اپاہج لوگ تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے کیا حکم ہے' تب الفتح: ۱۷ نازل ہوئی' یعنی جو لوگ نابینا ہیں یا اپاہج ہیں یا کمزور ہیں تو وہ اگر دشمنانِ اسلام سے لڑنے کے لیے جہاد پر نہ جا سکیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۲۴) تفتیش نہ کرو اور کسی سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ کسی سے بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۶۰۶۴) بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں اور مذکور الصدر حدیث میں گمان کی ممانعت سے مراد بدگمانی سے منع کرنا ہے اور کسی پر تہمت لگانے سے منع کرنا ہے' مثلاً کوئی شخص بغیر کسی قوی دلیل کے اور بغیر کسی سبب موجب کے یہ گمان کرے کہ وہ شراب پیتا ہے یا زنا کرتا ہے اور کوئی بے حیائی کا کام کرتا ہے' یعنی ایسے ہی کسی کے دل میں خیال آ جائے کہ فلاں شخص برا کام کرتا ہے تو یہ بدگمانی ہے ف۱۴ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کے ظاہر حال پر عمل کرو اور اس کے عیوب کو تلاش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے جس مسلمان کے عیوب پر پردہ رکھا ہوا ہے' اس کے پردہ کو چاک نہ کرو۔ حدیث میں ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگوں کے عیوب تلاش کرو گے تو ان کو خراب کر دو گے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۸۸)

★ (بقیہ صفحہ ۸۲۵) کے لیے صدقات میں سے دیجئے' کیونکہ دوسرے لوگوں کو مسلمان کرنے کے لیے تو آپ کو جنگ کرنا پڑی اور ہم بغیر کسی جنگ کے از خود آپ پر ایمان لائے ہیں' اس لیے ہم مالی امداد اور صدقات کے زیادہ مستحق ہیں' یہ اپنے ایمان لانے کا آپ پر احسان جتاتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۳۶۱۵) ف۱۸ جن اعراب کا الحجرات: ۱۴ میں ذکر فرمایا ہے' جب انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ وہ ظاہر اور باطن میں سچے اور مخلص مؤمن ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور ان کی تکذیب میں یہ آیات نازل فرمائیں کہ اگر وہ مخلص مؤمن ہوتے تو دین اسلام کی راہ میں مشقت برداشت کرتے اور جہاد کرتے اور دیگر نیک اعمال کرتے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۲۸) تو فرشتوں سے فرماتا ہے: تم گواہ ہو جاؤ اس کے صحیفہ کے درمیان میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کو میں نے معاف کر دیا۔ (الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی: ۶۱۷۰) ف۱۶ "سکرة الموت" کا معنی ہے: موت کی شدت اور سختی حق کے ساتھ آ پہنچی' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے زبانِ رسالت سے جو وعدے کیے تھے اور قیامت' حساب و کتاب اور جنت اور دوزخ کی جو خبریں دی تھیں' ان کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے اور اس میں "تحید" کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: تو جس چیز سے اعراض اور انحراف کرتا تھا اور بھاگتا اور بدکتا تھا ف۱۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں کافر سے خطاب ہے کیونکہ وہ کفر کے نتائج سے غفلت میں تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں مطلقاً انسان سے خطاب ہو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر انسان کسی نہ کسی وقت اپنے اعمال کے نتائج سے غافل ہوتا ہے' نیز آپ نے فرمایا کہ جب انسان قبر سے نکلے گا تو اس وقت اس کی نگاہ تیز ہوگی۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۳۴۹)

★ (بقیہ صفحہ ۸۳۲) اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب نہیں کی اور ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمان ہی قرار دیا اور اس میں یہ بتایا ہے کہ صادق وہ ہوتا ہے جس کا کلام واقع کے مطابق ہو اور صدیق وہ ہوتا ہے کہ واقع اس کے کلام کے مطابق ہو جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام صدیق تھے' قرآن مجید میں ہے: "اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا O" (مریم: ۴۱) بے شک ابراہیم صدیق (بہت سچے) نبی تھے O اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے غزوۂ تبوک کے سفر میں ایک شخص کے متعلق فرمایا: "كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ" تو ابا خیثمہ ہو جا' تو وہ ابا خیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۹)

★ (بقیہ صفحہ ۸۳۴) سو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی' بلکہ ان کو ہی ملامت کی جائے گی کہ انہوں نے حق بات سننے سے اپنے کانوں کو بہرا کر لیا اور اپنے دل و دماغ کے دروازے بند کر لیے ف۲۸ اس آیت میں بتایا ہے کہ مؤمنین کے لیے آپ کا نصیحت کرنا مفید ہے' ہر چند کہ مؤمنین ایمان لا چکے ہیں' لیکن ان کو نصیحت کرنے سے ان کا ایمان اور زیادہ قوی اور مستحکم ہوگا اور ان کو اپنے اسلام لانے پر اور زیادہ بصیرت اور شرح صدر حاصل ہوگا' جیسا کہ اس آیت میں ہے: "هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ" (الفتح: ۴) وہی ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ ان کو اپنے ایمان کے ساتھ مزید ایمان حاصل ہو۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۳۵) ساتویں آسمان پر پہنچا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے "البیت المعمور" کی طرف اپنی پشت سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور اس میں ہر روز ستر (۷۰) ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ نہیں آتے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲) ف۴ اس بلند چھت سے مراد آسمان ہے' آسمان کو چھت اس لیے فرمایا کہ وہ زمین کے لیے ایسا ہے جیسے گھر کے لیے چھت ہوتی ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا" (الانبیاء: ۳۲) اور ہم نے ہی آسمان کو محفوظ چھت بنایا ہے ف۵ مجاہد نے کہا: "المسجور" کا معنی ہے: جلایا گیا' حدیث میں ہے: سمندر قیامت کے دن آگ بن جائے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۵۸) ف۶ یہ آیت قسم کا جواب ہے' یعنی طور پہاڑ اور لکھے ہوئے قرآن۔ "البیت المعمور" بلند چھت اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم! اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کو عذاب کی جو وعید سنائی ہے وہ ضرور پوری ہوگی' اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تاکہ میں رسول اللہ ﷺ سے جنگ بدر کے سلسلہ میں بات

کروں' میں آپ کے پاس گیا' اس وقت آپ اپنے اصحاب کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کی آواز مسجد سے باہر آ رہی تھی' اس وقت آپ پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ (الی قوله) اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝" گویا ان آیتوں نے میرا دل چیر ڈالا اور اس وقت سب سے پہلے میرے دل میں اسلام داخل ہوا اور میں عذاب نازل ہونے کے خوف سے اسی وقت اسلام لے آیا اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ (اگر میں اسلام نہ لایا تو) میں عذاب نازل ہونے سے پہلے یہاں سے اٹھ سکوں گا۔ (النکت والبیان ج ۹ ص ۱۲۶) ف۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آسمان قیامت کے دن اپنی چیزوں سمیت کانپ رہا ہوگا اور لرز رہا ہوگا۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۳۹) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے' رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے' رسول اللہ ﷺ کا منع کرنا اللہ تعالیٰ کا منع کرنا ہے' رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دینا اللہ کو دھوکا دینا ہے' اور رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے' آپ کا خریدنا اللہ کا خریدنا ہے اور آپ کا فعل اللہ کا فعل ہے ف۷ اس آیت کی تفسیر میں علامہ طیبی نے کہا کہ اس آیت کو اس پر محمول کرنا کہ حضرت جبریل نے اللہ کے مقدس بندے پر وحی کی' اس سے ذوقِ سلیم انکار کرتا ہے کیونکہ یہ وحی بالواسطہ ہے اور شب معراج اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کی طرف وحی کرنا بلاواسطہ وحی ہے جو تعظیم اور تکریم کی جہت سے ہے اور اس وحی سے آپ کو ایک مقام سے ترقی حاصل ہوگی۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب اللہ کے حبیب' اللہ سے غایت قرب میں پہنچے تو آپ پر بہت زیادہ ہیبت طاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لیے آپ پر انتہائی لطف وکرم فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝" (النجم: ۱۰) پھر اللہ نے اپنے مقدس بندے کی طرف وحی فرمائی جو فرمائی ۝ گویا جو ہونا تھا وہ ہوا اور حبیب نے اپنے حبیب سے وہ کہا جو ایک حبیب دوسرے حبیب سے کہتا ہے اور آپ سے وہ راز کی باتیں کیں جو راز ایک حبیب اپنے حبیب سے کہتا ہے' پس دونوں نے اس راز کو مخفی رکھا اور ان کے راز و نیاز پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ (روح المعانی جز ۲۷ ص ۸۳)

★ (بقیہ صفحہ ۸۴۲) کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مال دیتا ہے ف۲۳ "الشعریٰ" ایک ستارہ ہے' جو الجوزاء کے عقب سے طلوع ہوتا ہے' الغمیصاء اور العبور دو ستارے ہیں' ان میں سے ایک "شعریٰ" میں ہے' اس کا نام کلب الجبار ہے' قبیلہ خزاعہ اس کی عبادت کرتا تھا۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۴۳) کی باتیں ہیں' اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسولوں کو بھیجا اور توحید پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا' اس میں انتہائی حکمت ہے اور اس کا تیسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر جو احکام نازل کیے' ان میں انتہائی حکمت ہے ف۶ جب کوئی شخص کسی کو نصیحت کرتا ہے اور وہ اس کی نصیحت قبول نہیں کرتا تو وہ اس سے اعراض کر لیتا ہے' اسی اعتبار سے فرمایا: آپ ان سے اعراض کیجئے' اور یہ جو فرمایا: جس دن ایک بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گا' اس بلانے والے کے متعلق مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں (۲) اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں (۳) اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ وہ قبروں سے نکلنے والے مردوں کو محشر کی طرف لے جائے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۴۷) فرشتے کہیں گے: جنت کی طرف' مؤمنین کہیں گے: تم ہمیں ہمارے مطلوب کے غیر کی طرف لے جا رہے ہو' فرشتے پوچھیں گے: تمہارا مطلوب کہاں ہے؟ مؤمنین کہیں گے: وہ سچی عزت کا مقام ہے' بہت قادر بادشاہ کے پاس۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۸۴۸) اور سردیوں اور گرمیوں کے الگ الگ پھل اور الگ الگ اناج نہ ہوتے اور انسان کی نشوونما کے لیے اور اس کی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف موسموں کی مختلف غذائیں حاصل نہ ہوتیں ف۱۲ اس میں انسانوں اور جنات کو یہ بتانا ہے کہ تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سے جس جگہ پر بھی ہو تم اللہ تعالیٰ کے ملک اور اس کی سلطنت میں ہو' تم اسی کا رزق کھا رہے ہو اور تم جہاں بھی ہو اس کو تمہارا علم ہے' وہی آفات اور مصائب میں تمہاری حفاظت کرتا ہے' اور تمہاری مدد کرتا ہے' سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ف۱۳ یعنی ان دونوں سمندروں کے پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ایک پانی کا ذائقہ دوسرے پانی سے مختلط ہوتا ہے' یہ دو سمندر ایک بحرروم ہے اور ایک بحرفارس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دوسرا بحرہند ہے اور ان کے درمیان جو آڑ ہے وہ بحیرہ عرب ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۵۳) کرنے کی قوت دی جائے گی' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کو سو عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کی طاقت دی جائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۵۳۶) ف۱۴ جنت میں داخل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا سبب بندے کا ایمان لانا ہے اور جنت میں حور و غلماں کا ملنا اور کھانے پینے کی لذیذ چیزیں' یہ بھی اللہ کی نعمتیں ہیں اور اس کا سبب بندے کے نیک اعمال ہیں اور جنت میں دوام اور خلود یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اس کا سبب بندے کی یہ نیت ہے کہ وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا' لیکن یہ سب ظاہری اسباب ہیں' حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے' بندہ اسی کے فضل کے سبب سے ایمان لاتا ہے' اسی کے فضل سے نیک اعمال کرتا ہے اور اسی کے فضل سے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہتا ہے' قرآن مجید میں ہے: "وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝" (النساء: ۸۳) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا تم سب افراد شیطان کے پیروکار بن جاتے ۝ ف۱۵ مجاہد نے کہا ہے: اس سے مراد ہے: لڑائی جھگڑے' گالم گلوچ' جھوٹی قسمیں اور گناہوں پر ابھارنے والی باتیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۵۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو تنگ دست آدمی مشقت برداشت کر کے دے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۷۷) ف۱ صحابہ میں سے خواہ مقدم ہوں یا مؤخر ہوں' اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے' البتہ ان کے درجات اور مراتب مختلف ہوں گے: (۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو' کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ ان کے صدقہ کیے ہوئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۷۳) [۲] حضرت ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور آپ بہ کثرت آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے' سو آپ نے فرمایا: ستارے آسمان کے لیے امان ہیں' جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر اس کی وعید آ جائے گی' جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں' جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ کے پاس وہ چیز آ جائے گی جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میرے اصحاب میری امت کی امان ہیں' جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت کے پاس وہ چیز آ جائے گی جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۳۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس مسلمان کو آگ نہیں جلائے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا اس کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۸۵۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ میرا قرن ہے' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۳۶۵۰)

★ (بقیہ صفحہ ۸۶۳) ہتھیاروں سے کام لے کر کون اس کی راہ میں کافروں سے جہاد کرتا ہے اور اللہ کے منکروں کو قتل کرتا ہے' قدیم زمانہ میں لوہے کے ہتھیار تلواریں' نیزے'

تیر اور برچھیاں وغیرہ تھے اور اس دور میں لوہے سے کلاشن کوف' توپ' ٹینک' بم' میزائل اور جوہری بم وغیرہ ہیں ف۲۹ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور مخلوق کو ان کی مدد کرنے کا حکم دیا اور اس آیت میں اس اجمال کی تفصیل فرمائی ہے کہ ہم نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسالت سے مشرف فرمایا اور ان کی اولاد میں بھی نبوت اور کتاب کو رکھا' اس کے بعد جو نبی بھی مبعوث ہوا' وہ ان کی اولاد میں سے تھا۔ اس آیت میں پہلے نبوت کا ذکر فرمایا ہے پھر کتاب کا ذکر فرمایا ہے اور یہ اعلیٰ سے اعلیٰ ترین درجہ کی طرف ترقی کا اسلوب ہے کیونکہ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی نازل فرمائے اور اس کو مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لیے بھیجے خواہ اس کو کتاب بھی عطا فرمائے یا نہیں اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جس پر کتاب بھی نازل کی گئی ہو اور رسول کا نبی سے بڑا رتبہ ہے۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۶۴) یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دو اجر عطا فرمائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں ہے کہ ان کو ہر نیک عمل کا دگنا اجر دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته وبفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۸۶۶) اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ○'' (التوبہ:۷۸) کیا ان کو یہ علم نہیں کہ بے شک اللہ ان کی راز کی باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے اور بے شک اللہ تمام غیبوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے○ ف۶ اس آیت میں تین سرگوشی کرنے والوں اور پانچ سرگوشی کرنے والوں کا ذکر کیا ہے' دو اور چار سرگوشی کرنے والوں کا ذکر نہیں فرمایا' حالانکہ کم از کم سرگوشی کرنے والے دو ہوتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو طاق عدد محبوب ہے' حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ'' (صحیح البخاری:۶۴۱۰) بے شک اللہ فرد ہے اور فرد کو پسند کرتا ہے۔ اور کم از کم طاق عدد واحد ہے اور ایک شخص اپنے نفس سے تو سرگوشی کر نہیں سکتا' پس سرگوشی کرنے والوں کا کم از کم طاق عدد تین ہوگا اور اس کے بعد طاق عدد پانچ ہوگا' اس وجہ سے تین سرگوشی کرنے والوں اور پانچ سرگوشی کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو منافقین مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لیے سرگوشیاں کرتے تھے' ان کا عدد تین ہوتا تھا یا پانچ ہوتا تھا' اس وجہ سے تین سرگوشی کرنے والوں اور پانچ سرگوشیاں کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔

★ (بقیہ صفحہ ۸۷۷) ورنہ ایسی معالمت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر۔ قال تعالیٰ: ''وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (المائدہ:۲) گناہ و ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ غیر قوموں کے ساتھ جواز معالمت کی مجمل تفصیل اس فتویٰ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں' ہر معاملات کے ساتھ وہ قید لگا دی ہے جس کے بعد نقصان دین کا احتمال نہیں' ان احکام شرعیہ کو بھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا' نہ یہ شریعت بدلنے والا ہے: ''لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ○'' (حٰم السجدہ:۴۲) باطل نہیں آ سکتا نہ اس کے آگے نہ اس کے پیچھے سے' اتارا ہوا حکمت والے سراہے گئے کا○ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۲) اعلیٰ حضرت نے جن قیود کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہیں: موالات مجرد معالمت میں زمین آسمان کا فرق ہے' دنیوی معالمت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوائے مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالھم کے کسی سے ممنوع نہیں' ذمی تو معالمت میں مثل مسلم ہے: ''لَهُمْ مَا لَنَا وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْنَا'' ان کے لیے ہے جو ہمارے لیے ہے اور جو ان پر ہے ہم پر (یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دنیوی مواخذہ ان پر بھی وہی ہوگا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا)۔ اور غیر ذمی سے بھی خرید و فروخت' اجارہ و استیجار' واستیہاب بشروطہا جائز اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانت حرب اور اہانت اسلام نہ ہو' اُسے نوکر رکھنا جس میں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو' اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اس کا استعلا نہ ہو' ایسے ہی اُمور پر اجرت میں اس سے کام لینا یا اس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو' اس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو' حتیٰ کہ کتابیہ سے نکاح فی نفسہ حلال ہے' وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کے حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام' یوں ہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی اور جائز عہد کرلیا' اس کی وفا فرض ہے اور ''عند حرام الى غير ذالك من الاحكام''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۲۱۔ ۴۲۰' رضاء فاؤنڈیشن' لاہور)

★ (بقیہ صفحہ ۸۸۱) کے نزدیک کون سا عمل بہت پسندیدہ ہے تو ہم اس پر عمل کرتے' تو سورۃ الصف کی یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ (سنن الترمذی:۳۳۰۹) امام رازی نے کہا: یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے جو پہلے قتال اور جہاد کی تمنا کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے قتال کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا: ''وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ'' (النساء:۷۷) اور منافقوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا؟ اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو بُرائی سے روکتے ہیں اور خود بُرائی سے نہیں رُکتے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے' دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہم کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے' وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔ (صحیح البخاری:۳۲۶۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی شب میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا' جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی ان کو کاٹا جاتا تو وہ جڑ جاتے اور پھر ان کو کاٹا جاتا' میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں سے کہتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۸۶) ف۳ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قتال کے وقت صف سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور صف کو توڑنا نہیں چاہیے' سوا اس کے کہ کوئی ضروری اور اہم کام ہو یا امیر لشکر کو کوئی پیغام دینا ہو یا دشمن کا کوئی فوجی للکار رہا ہو تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا جائز ہے ف۴ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات کو بھی اذیت پہنچائی اور دینی اعتبار سے بھی اذیت پہنچائی' ان کی ذات کو اذیت پہنچانے کی مثال یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا: ان میں جسمانی عیب ہے' ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں اور ان کے کہنے سے ایک عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگائی اور انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کرنے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا' اور دینی اعتبار سے اس طرح اذیت پہنچائی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ''لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً'' (البقرہ:۵۵) ہم آپ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ لیں۔ ''لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ'' (البقرہ:۶۱) ہم ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔ ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا'' (المائدہ:۲۴) آپ خود جائیں اور آپ کا رب اور آپ دونوں دشمنوں سے قتال کریں۔ ''اِجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ'' (الاعراف:۱۳۸) ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسے ان کے خدا ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۹۱۵) کی مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں بنایا جاتا' اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ (سنن ابوداؤد:۴۷۲۶) و۸

یعنی تم کو نطفہ سے پیدا کیا' پھر بہ تدریج مکمل حسین صورت میں ڈھالا۔

★ (بقیہ صفحہ ۹۲۳) کی نسبت آپ کی طرف ہے اور درحقیقت یہ نسبت آپ کی امت کی طرف ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی کہتے ہیں: مجاہد اور حسن بصری نے کہا: آپ زیادہ عمل نہ کریں تا کہ اپنے رب پر احسان قائم رکھیں' امام ابومنصور فرماتے ہیں: اگر اس آیت کی یہی تاویل ہے تو پھر اس خطاب سے مراد رسول اللہ ﷺ کا غیر ہے' اگر چہ خطاب آپ سے ہی ہے کیونکہ یہ وہم نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب پر احسان رکھیں گے اور نہ یہ وہم ہوسکتا ہے کہ آپ اس لیے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے کیونکہ اس قسم کا عمل تو عام لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں کرسکتا' جس میں ذرا سی بھی نیکی ہو' تو اس قسم کے کام کا رسول اللہ ﷺ کے متعلق کیسے وہم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر احسان رکھنا تو منافقین کا فعل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ'' (الحجرات:۱۷) وہ (منافقین) اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں' آپ کہیے: تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۳۱۱) ف ٦ یعنی جب اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور اللہ عزوجل کی کبریائی بیان کرنے کی وجہ سے یہ قوم آپ کا مذاق اڑائے اور آپ کی مذمت کرے تو آپ قوم کی ان دل خراش باتوں پر صبر کریں ف ٧ ''نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ'' کا معنی ہے: بگل بجانا' یعنی صور میں پھونکنا' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک سینگھ (بگل) ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۴۲)

★ (بقیہ صفحہ ۹۲۶) عذاب سے خوف کھا کر اس پر ایمان لائیں اور اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں اور وہی اس کا مستحق ہے کہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کردے' جب اس کے بندے اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے' سو جو شخص مجھ سے ڈرا اور اس نے میرا کوئی شریک نہیں قرار دیا تو میں اس کا اہل ہوں کہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (سنن الترمذی: ۳۳۲۹) قد تمت السورة فالحمد للّٰه الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

★ (بقیہ صفحہ ۹۲۷) ساتھ ہے' پس رسول اللہ ﷺ کے لیے اصول اور کنایات کو بیان کیا جائے اور بعد میں جو مجتہدین ان آیات میں غور وفکر کریں گے' ان پر ان آیات کے مقاصد کھول دیئے جائیں گے۔ (تاویلات اہل السنہ ج ۵ ص ۳۲۹) ف ٩ اس آیت میں کفار کی دنیا سے محبت کرنے پر مذمت کی ہے اور ان کو اس لیے زجر وتوبیخ کی ہے تا کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں' اور آخرت سے مراد جنت ہے یعنی رسول اللہ ﷺ انہیں تبلیغ فرماتے تھے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ اور نیک کام کرو اور بُرے کام چھوڑ دو تو نہ صرف عذابِ نار سے محفوظ رہو گے بلکہ جنت اور آخرت کی دیگر دائمی نعمتوں کے مستحق ہو جاؤ گے لیکن وہ شرک اور کفر اور دنیا کے عارضی مفاد کی خاطر جنت اور آخرت کی دیگر دائمی نعمتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۹۳۰) جنس کی ہوگی' اس کے آر پار دیکھا جا سکے گا۔ نیز شیشہ بھی پتھر کی جنس سے ہے اور وہ بھی فی نفسہ کثیف ہوتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کثیف پتھر کو شفاف اور لطیف بنا سکتا ہے تو وہ کثیف چاندی کو بھی لطیف اور شفاف بنا سکتا ہے' نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنت کی کسی چیز کی دنیا کی کسی چیز کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں ہے' ان میں صرف نام کا اشتراک ہے ورنہ جس نام کی چیز دنیا میں ہے' جنت میں اس نام کی چیز اس سے بہت مختلف ہوگی ف ١٢ بچپن میں انسان کے چہرے پر بھولپن ہوتا ہے' جس کی وجہ سے اس کا چہرہ پربہار اور پرکشش ہوتا ہے اور اسے دیکھنے سے طبیعت خوش ہوتی ہے' اور جیسے جیسے انسان کی عمر بڑھتی ہے' اس کے چہرہ پر پکا پن آجاتا ہے' چہرہ پر مسے اور دانے نکل آتے ہیں' اس کے چہرہ کی خوب صورتی' کشش اور رونق جاتی رہتی ہے اور وہ چہرہ جو بچپن میں بھولا بھالا لگتا ہے' جوان ہونے کے بعد خرانٹ لگنے لگتا ہے' اس کے برعکس جنت میں جو اہل جنت کی خدمت پر مامور لڑکے ہوں گے' ان کے چہروں پر ہمیشہ اسی طرح بھولپن' رونق اور رعنائی رہے گی جو دنیا میں بالغ ہونے سے پہلے لڑکوں کے چہروں پر ہوتی ہے ف ١٣ یعنی وہ حسین وجمیل اور صبیح وملیح لڑکے جب مجلس میں متفرق جگہوں پر بیٹھے ہوں گے تو تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

★ (بقیہ صفحہ ۹۳۶) بہت جھوٹی باتیں نہیں سنیں گے' بہت جھوٹی بات سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ نہیں سنیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے یا اس کا بیٹا یا بیوی ہے یا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب نہیں سنیں گے ف ٢١ اس آیت میں جزا اور عطا کے دو لفظ ہیں' جزا کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنوں نے دنیا میں نیک اعمال کیے تھے' اس کی وجہ سے وہ اس اجر وثواب کے مستحق ہیں اور عطا کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے استحقاق کے بغیر محض اپنے فضل وکرم سے ان کو اجر وثواب عطا فرما رہا ہے اور یہ تناقض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ بندے جو اجر وثواب کے مستحق ہوتے ہیں' وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ اس وجہ سے اجر وثواب کے مستحق ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اجر وثواب کا وعدہ فرما لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کریم ہے' وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

★ (بقیہ صفحہ ۹۴۵) ''علیین'' میں بلند جگہ رکھا ہوا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ صحیفہ اعمال جنت میں ہے' ایک قول یہ ہے کہ ''علیین'' فرشتوں کی صفت ہے اور اس سے مراد ملائکہ مقربین ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علیین'' والے ضرور جنت کو فلاں مقام سے دیکھ رہے ہیں' پس جب اہل علیین میں سے کوئی شخص جھانکتا ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی سے جنت روشن ہو جاتی ہے' پس جنتی کہتے ہیں: یہ کیسا نور ہے؟ تو کہا جائے گا: علیین والوں میں سے ایک شخص نے جھانکا تھا' اور وہ لوگ ابرار' اطاعت گزار اور اصحابِ صدق ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۸۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت' اہل علیین کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح چمکتے ہوئے ستارہ کو آسمان کے کنارہ میں دیکھا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۶) ف ١١ فرشتے بندوں کے اعمال لے کر اوپر چڑھتے ہیں' جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اپنے بندے کے دل کا نگہبان ہوں اور اس نے اخلاص سے میرے لیے کیا عمل کیا ہے' اس کے اس عمل کو ''علیین'' میں رکھ دو' بے شک میں نے اس کو بخش دیا ہے اور فرشتے کسی اور کے عمل کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں' جب اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں' اس نے یہ عمل اخلاص سے میرے لیے نہیں کیا ہے' اس عمل کو ''سجین'' میں رکھ دو۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۲۲۶)

★ (بقیہ صفحہ ۹۵۳) کو زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اگر وہ اسی طرح کفر اور شرک پر اڑے رہے تو یہ خطرہ ہے کہ ان پر بھی وہ عذاب آجائے جو عاد اور ثمود اور قوم فرعون پر آچکا ہے ف ٥ قومِ عاد جتنے لمبے قد' عظیم جسامت اور شدید قوت والی تھی' اس زمانہ میں ایسی قوم کہیں بھی پیدا نہیں کی گئی تھی ف ٦ ثمود' حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی' مفسرین نے کہا ہے: انہوں نے سب سے پہلے پہاڑوں اور چٹانوں کو تراش کر مکان بنائے' انہوں نے مدائن میں ہزاروں کی تعداد میں پہاڑ تراش کر مکان بنائے' قرآن مجید میں ہے: ''وَکَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ O'' (الحجر: ۸۲) اور یہ لوگ بے خوف ہو کر پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے O ف ٧ میخوں والے سے مراد فرعون کا لشکر ہے' جو

فرعون کے ملک اور اس کی سلطنت کو مضبوط کرتا تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ لوگوں کو میخوں سے عذاب دیا کرتا تھا' ان کو باندھ کر ان میں میخیں گاڑ دیا کرتا تھا' حتیٰ کہ وہ مرجاتے تھے' اس نے اپنی بیوی آسیہ اور بیٹی ماشطہ کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔

★ (بقیہ صفحہ ۹۶۷) میں ان کو تجارتی سفر کے لیے راغب کرنے کا بیان فرمایا اور ہر نعمت پر اس کا شکر کرنا واجب ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: چونکہ ہم نے قریش کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں' اس لیے ان پر واجب ہے کہ وہ ان کا شکر ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں ف۲ یعنی اہل مکہ کو اپنی تجارت میں کسی قسم کا خوف نہ تھا کیونکہ مکہ کے گردونواح کے لوگ اہل مکہ کی بہت تعظیم کرتے تھے' وہ کہتے تھے: یہ بیت اللہ کے پڑوسی اور حرم کے رہنے والے ہیں اور کعبہ کے متولی ہیں اور ان کو اہل مکہ کہا جاتا تھا' اگر ابرہہ کا لشکر کعبہ کو گرا دیتا تو ان کی یہ عزت و حرمت جاتی رہتی اور اہل حبشہ مکہ میں لوٹ مار مچا دیتے اور یہ شہر ویران اور کھنڈر ہو جاتا۔

قد تمت السورة فالحمد للّٰہ الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات

★ (بقیہ صفحہ ۹۷۰) کرلیا تھا۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۴۹۹) ف۲ ''فلق'' سے مراد صبح کا وقت ہے' اس وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کی حسب ذیل وجوہ ہیں: (۱) جو ذات رات کے اس شدید اندھیرے کو اس جہان سے زائل کرنے پر قادر ہے' وہ ذات پناہ طلب کرنے والے سے اس چیز کو ضرور زائل کرنے پر قادر ہے' جس سے وہ ڈر رہا ہے اور خوف زدہ ہے (۲) صبح کا طلوع ہونا کشادگی کی نوید کی مثل ہے' پس جس طرح انسان رات میں صبح کا منتظر ہوتا ہے' اسی طرح خوف زدہ انسان اپنی مہم میں کامیابی کا منتظر ہوتا ہے (۳) صبح کا وقت بہت سعادت اور استجابت کا ہوتا ہے' اس لیے اس وقت میں پناہ طلب کرنے والے کی قبولیت زیادہ متوقع ہے ف۳ ابو عبیدہ نے کہا: ''نفاثات'' سے مراد ہے: لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں' جنہوں نے نبی علیہ السلام پر جادو کیا تھا' لیکن تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نبی علیہ السلام پر جادو کا اثر نہیں ہوا تھا' اس سلسلہ میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ تفصیل و تحقیق کے لیے حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ کی مایہ ناز تصنیف ''تبیان القرآن'' ج ۶ ص ۷۰ ۳ تا ۷۹ ۳ اور جلد ۱۲ ص ۱۰۴۸ تا ۱۰۴۹ ملاحظہ فرمائیں ف۴ حسد کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے ساتھ کوئی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ اس کے پاس سے وہ نعمت زائل ہو جائے' خواہ اس کو وہ نعمت نہ ملے' اگر اس کی قدرت میں چھیننا ہو تو وہ اس نعمت کو چھین لے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حسد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ قد تمت السورة فالحمد للّٰہ الذی بنعمته و بفضله تتم الصالحات۔

❁❁❁❁❁

سرٹیفکیٹ

رجسٹریشن نمبر :۹۱ ترتیب نمبر۔ ڈی۔ یو۔ اے۔ ۲ (۲۱) اوقاف/ ۷۴ / ز ن ق۔ ۱۸۶ تاریخ اجراء: ۷ فروری ۱۹۷۸ء

تصدیق کی جاتی ہے کہ میسرز فرید بک سٹال' ۳۸۔ اردو بازار' لاہور کو اشاعتِ قرآن پاک (طباعتی اغلاط سے مبرا) ایکٹ ایل' آئی' وی' ۱۹۷۳ء کے تحت بطور ''ناشرِ قرآن'' رجسٹرڈ کر لیا گیا ہے۔

دستخط ناظمِ اعلیٰ
محکمہ اوقاف پنجاب' لاہور

عرض ناشر

(1) اس قرآن پاک کی طباعت سے پہلے متعدد بار تصحیح کروائی گئی' تاہم دورانِ تلاوت اگر آپ کی نظر سے کوئی لفظی یا اعرابی غلطی گزرے تو از راہِ کرم ہمیں فوراً مطلع فرمادیں تاکہ ہم باقی نسخوں میں اس کی تصحیح کر دیں اور آئندہ طباعت کے وقت اس کا خاص خیال رکھا جائے۔

(2) اس قرآن پاک کی جلد بندی پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے تاہم اگر کوئی جز یا صفحہ غلط لگ گیا ہو تو ہمیں بذریعہ ڈاک روانہ فرمادیں' ہم تبدیل کر کے بھیج دیں گے۔

(3) ادارے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا خوبصورت اور ارزاں ہدیہ پر پیش کرنا ہے تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو' آپ سے درخواست ہے جب آپ تلاوت کے بعد اپنے اور اپنے لواحقین کے لیے دعائے خیر کریں تو ادارے کے تمام کارکنان کی درازیٔ عمر' انجام بخیر اور مغفرت کے لیے بھی دعا کریں۔

خادم فرید بک سٹال' لاہور
سید محسن اعجاز

سرٹیفکیٹ

الحمد للہ ہم نے اس قرآن مجید کو حرف بحرف بغور پڑھا ہے' ہم تصدیق کرتے ہیں کہ آپ اس میں کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں پائیں گے۔ ان شاء اللہ

(1) حافظ محمد شفیق اللہ اجمل
رجسٹرڈ پروف ریڈر' حکومتِ پاکستان

(2) حافظ قاری محمد اشرف خوشابی
رجسٹرڈ پروف ریڈر' حکومتِ پاکستان

(3) حافظ محمد مختار احمد قادری
رجسٹرڈ پروف ریڈر' حکومتِ پاکستان

(4) حافظ محمد اکرم ساجد